تمام زمانہ پر واضح ہو کہ داستان امیر حمزہ صاحبقران وہ وادی ناپیدا کنار ہو جسکی بالا دوی مین پیک خیال بھی معترف بعجز و قصور ہو جن حضرات شائقین نے ان داستانون کو سنا یا ملاحظہ فرمایا ہو وہ کماحقہ واقف و آگاہ ہین کہ یہ داستانین برسون مین بھی تمام نہین ہوتین الحق کہ انکی اصول فارسی کے مصنف ہمہ دان شیخ ابو الفیض فیضی نے جوان داستانون کو واسطے تفریح طبع جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے اسقدر وسیع البیانی اور نازک خیالی کے ساتھ تصنیف فرمایا کہ تعدد جا بجا کی ہوگی۔ اس داستان کے آٹھ دفتر ہین اور بعض دفتر کئی جلدون پر مشتمل ہین حسب تفصیل ذیل

تعداد دفتر	نام داستان	تعداد جلد	تعداد دفتر	نام داستان	تعداد جلد
اول	نوشیروان نامہ	۲ جلد	پنجم	طلسم ہوشربا	۷ جلد
دوم	کوچک باختر	۱ "	ششم	صندلی نامہ	۱ "
سوم	بالا باختر	۱ "	ہفتم	تورج نامہ	۲ "
چہارم	ایرج نامہ	۲ "	ہشتم	لال نامہ	۱ "

ان داستانون کی سب جلدین تیار ہو کر ملاحظہ ناظرین مین گذر چکی ہین بلکہ بسبب خواہش خریداران انکے مکرر سہ کرر طبع ہونیکی نوبت آئی ہے اور ہاتھون ہاتھ فروخت ہو رہی ہین چنانچہ اب بالفعل کوچک باختر جو داستان سحر بیان امیر حمزہ صاحبقران کا دفتر دوم ہو

اور جسکو

بلبل ہزار داستان شاخسار بلاغت گل سر سبد چمنستان فصاحت ماہر خوش بیان کامل شیرین زبان شیخ تصدق حسین صاحب داستان گو نے حسب حکم شیخ حامد حسین صاحب انچارج جانب مطبع اودھ اخبار بڑی محنت و مشقت سے بزبان اردو نہایت صحیح و بلیغ ترجمہ فرمایا

بار دوم

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین طبع ہوا

سنہ ۱۹۰۱ ع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سپاس بیقیاس اُس خالق یکتا و صانع بے ہمتا کو زیبا ہے جسنے دو حرف کاف و نون سے طلسم ہستی کو بنایا اور اپنی عجیب و غریب صنعتون کے خزانون کو انسین تفویض فرمایا ہر چند عیار وہم و خیال ہزار ہزار شکل سے اپنی طراری دکھائے مگر ممکن نہین کہ اُس نقشبند عالم و قادر مطلق کی قدرت کاملہ کا بھید سمجھ مین آئے کیا مجال طائر تیز پرواز عقل بشری کی کہ اُسکے میدان حکمت مین تیز پروازی کر سکے ممکن نہین کہ اس راہ مین کوئی قدم دھر سکے کیسے کیسے صاحبان فہم و ادراک نے اپنے اپنے پیک خیال کو اُسکی معرفت کے میدان وسیع مین دوڑایا مگر سوائے ناچاری و مجبوری کے کچھ نہ ہاتھ آیا کہتے ہین کہ ہمارے پیغمبر برحق نبی مطلق شفیع روز جزا جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان معجز بیان سے اقرار عدم معرفت تام فرمایا اور ما عرفناک حق معرفتک ارشاد فرماکے سیاحان بیدائے معرفت کو تنگ پوئے گمراہی سے بچایا شعر

اگر در میدان استدراک کز ذات	رستم وہم و خرد تیغ و سپر انداختہ

نعت سرور کائنات اشرف مخلوقات خاتم المرسلین محبوب رب العالمین جناب محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا

طبق مرصع کار و جواہر نگار درود نامحدود نثار بارگاہ عرش پناہ سردار پیغمبران مرسلین محبوب رب العالمین بارگاہ نشین رسالت سریر آرائے بزم نبوت صاحب قرآن و معراج بخشندہ مملکت و تاج شفیع الامم جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنھون نے کفر و ظلام کے دیوؤن کو شکست فرمایا بڑے بڑے کفار نابکار و ساحران غدار کو بزور شمشیر مطیع اسلام کیا

منقبت امام ہمام مظہر العجائب مظہر الغرائب مطلوب کل طالب غالب کل غالب علی ابن ابیطالب علیہ السلام

تحف تحیات و مناقب اُس امام عالیمقام خویش و وصی رسول زوج بتول کو زیبا ہے جسنے رجب سے پہلوان کو زیر کیا عمرو خیبر کو مثل سپر کاغذ کے انگلیون پر اٹھایا دوش صاحب معراج پر معراج پائی ذوالفقار سی تلوار ہاتھ آئی اشعار

سابق الاسلام شیر کبریا	جان نثار و جانشین مصطفےٰ	چرخ چارم پر ہو تصویر گل	جس سے ہو شان الہی منجلی

سبب تالیف کتاب والتماس بخدمت ناظرین اولوالالباب

ناظرین مہر تمکین کی خدمت فیض موہبت مین یہ ذرۂ حقیر سراپا تقصیر خاکپائے صاحبان علم و کمال خادم ارباب جاہ و جلال بے بساط و بے بضاعت سرگشتۂ وادی حیرت مرکب بہ جہل نادانی ناآشنائے رموز سخندانی ضعیف البنیان کج مج زبان اذل کونین تصدق حسین متخلص بہ کہ داستان امیر حمزہ صاحبقران کے کل دفترون ضخیم کا ترجمہ جسکا ہر دفتر ایک زخار ہے میرے نزدیک بہت دشوار تھا اور کبھی مین اپنے کو اس امر کی انجام دہی کے قابل نہین سمجھتا مگر جناب فیضمآب معلی القاب آفتاب سپہر صولت و حشمت قمر برج صولت و شوکت مشتری ارکہ جاہ و جلال زیب دہ مسند حشمت و اقبال عالی ہمم والا حشم مخزن علم و شعور جناب منشی نول کشور صاحب سی۔ آئی۔ ای مرحوم و مغفور کے ارشاد فیض بنیاد اور اطوار لطیف احباب مثل دوست یکرنگ محب خوش آہنگ صورت بند مرقع اتحاد نقاش نگار خانۂ وداد منشی شیخ حامد حسین صاحب سے مجبور ہو گیا اور چار و ناچار اس خدمت کی انجام دہی کو اپنے ذمہ لیا مجھے مثل بعض حضرات ستودہ صفات کے اپنی رطب اللسانی اور خوش بیانی کا دعویٰ نہین بلکہ اپنی ہرزہ گوئی کا مین خود ہی مقر ہون نہ مین فصاحت سے واقف نہ بلاغت سے آگاہ کوچۂ نظم و نثر سے بالکل نادانستہ راہ مگر بعون و قوۃ آلہ قدردانون کی قدر افزائی پر بھروسا کر کے اس دفتر کوچک باختر کا ترجمہ جو دوسرا دفتر داستان امیر حمزہ صاحبقران کا ہے ترجمہ شروع کرتا ہون اور ہر وقت درگاہ قاضی الحاجات حلال مہمات مین دست بہ دعا ہون کہ مثل نوشیروان نامہ وغیرہ کے یہ ترجمہ بھی بخیر و خوبی انجام کو پہونچے واضح ہو کہ اس داستان عظیم الشان یعنے داستان امیر حمزہ صاحبقران کے آٹھ دفتر ہین اور ان دفترون مین سے بعض دفتر کئی جلدون ضخیم پر مشتمل ہین چنانچہ حضرات ناظرین کو تفصیل اسکی ٹیبل پیج اس کتاب سے بخوبی واضح ہو گی اگر حیات مستعار اس رو سیاہ کی وفا کرے گی اور مالک مطبع ذی وقار کی توجہ ہوگی تو انشاء اللہ کل دفترون کا ترجمہ پیشکش ناظرین والاحتشام ہو گا ناظرین حقایق بین و اولوالابصار سے دست بستہ امیدوار ہون کہ ہیچمدان کی ہرزہ گوئی کا کچھ خیال دل مین نہ لائین بلکہ جہان کہین کوئی غلطی ملاحظہ کرین دامن عنایت و رحمت سے اسکی عیب پوشی فرمائین دعائے خیر سے اس کمترین کو یاد کرین

اب دو کلمے داستان شوکت بیان آنا شاہزادہ بدیع الزمان کا فتح کرکے طہورث دیو بند کو لشکر مین امیر کے در بند بربر پر اور حیرڈالنا عنقائے بربری کا اور کشتی لڑنا قاسم کا بدیع الزمان سے پھر قاسم کا عقاب نوچ کر پھینکنا مچانا اور بظاہر رنج و ملال و بباطن فکر قتل کرنا بیان ہوتے ہین۔

ادھر ہو تو اے ساقی لالہ فام	پیاپے پلا مجھکو گلرنگ جام	لبالب پلا جام ہو غم کی خیر	کرون نشہ مین باغ مغنو کی

نغمہ سرایان شاخسار گلشن سخندانی زمزمہ سنجان بلبل گلزار خوش بیانی گلشن فہم و ادراک مین پرواز کرکے یون زمزمہ پرداز ہین کہ جب در بند بربر پر لشکر امیر حمزہ صاحبقران صف آرا ہوا چاؤش صلائے دلیری اور جوانمردی دینے لگے اے جوانان دلیر و تارای پہلوانان خوش کردار یہ دن نام کا ہے عنقائے بربری سے سامنا ہے جانین اپنی لڑائی مین لڑاؤ اس نابکار بدکردار کو مقتول سزا دو یہ سنکر کارآزمائے میدان جنگ بصد ولولہ و امنگ یعنے یلان تیغ زن و گردان لشکر شکن پرے سے نکل نکل کر عنقائے بربری کا مقابلہ کرنے لگے اور شاہزادۂ ملک قاسم نوجوان بصد عز و شان قبضۂ تیغ پر ہاتھ رکھے تماشا جنگ و جدال کا دیکھ رہے ہین کبھی گھوڑا بڑھا کر آگے بڑھتے ہین کبھی بائین طرف سے دہنی جانب کو آجاتے ہین ناگاہ دیکھا کہ ایک طرف سے گرد عظیم برنگ کاہی نمودار ہوئی کہ رنگ بیابان سبزہ زار نظر آنے لگی ہر ذرۂ خاک ریزۂ زمرد تھا رنگ روئے آفتاب نیلگون ہوا دھوپ کا رنگ آسمانی صورت پکڑ

ہر گل بیابانی ہو گیا جب دامن غبار خلوفری باد تند سے قریب آکر چاک ہوا دیکھا کہ ایک سوار نقابدار سبز پوش بعد جوش و خروش مع لشکر ظفر پیکر باگ اٹھائے رو مین گھوڑا اڑائے چلا آتا ہے سب جوانان لشکر امیر و پہلوانان بے نظیر مع قاسم شیردل تھم کر دیکھنے لگے اور جنگ موقوف کرکے ٹھہر گئے میان لشکر کو اپنے نقابدار سبز پوش نے ایک مقام ٹھہرا کر اسپ برق پیکر کو جولان کیا اور نعرۂ شیرانہ کرکے عنقاے بربری پر جھپٹا دیکھا کہ سرداران قاسم شیردل مقابلے پر ہین بس آتے ہی نیزہ عنقاے بربری پر ہاتھ ڈالدیا نیزہ اسکے دست زبردست سے کس پھرتی اور چالاکی سے نکال لیا کہ وہ پہلوان قوی تن بصورت چلتن دنگ ہو گیا اور از سر تا پا دریاے خجالت مین ڈوبا پسینا پیشانی کا ماتھے سے ٹپکنے لگا چاہا کہ تلوار میان سے کھینچے نقابدار سبز پوش نے بڑھکر گرز زنجیر مین دست زبردست ڈالکے جھٹکا دیا کہ وہ پہلوان منہ کے بل گھوڑے سے زمین پر آیا بس نقابدار سبز پوش بھی مثل شیر گرسنہ بادیہ پیماے کو دپڑا اور اس روباہ خصال کو مثل پارچہ کہنہ کے چیر کر پھینکدیا تمام پہلوان دلگیر متحیر ہو گئے یہ ماجرا دیکھکر قاسم ذیشان نور چشم صاحبقران کو غصہ آگیا نعرہ کیا نعرۂ آفتاب مشرق دین پروری و شہسوارے لال پوش خاوری + او نقابدار سبز پوش تو نہین جانتا کہ یہ شکار روباہ مشغار میرا تھا اسکو تونے اپنا صید بنایا ہوشیار باش طائر حواس کو روک مجھ ایسے شیردل کو تو جھیلا لوٹ یہ کہا اور ایک ہاتھ تیغۂ پلارک افراسیابی کا مارا اگر وہ ہاتھ ضرب گران سنگ سخت پر پڑتا دو پارا ہو کر پیوند زمین ہو جاتا نقابدار سبز پوش نے خالی دے کر بند دست پکڑ کر جھٹکا دیا قاسم بھی لپٹ گئے زور پہلوانی کے ہونے لگے تمام سرداران لشکر و پہلوانان قوی پیکر دور سے قریب آگئے اور تماشا کشتی کا دیکھنے لگے کبھی قاسم رہی طرف سے پیچ گا کر بائین طرف کو لاتے ہین نقابدار سبز پوش توڑ کرکے تیر کے مانند نکل جاتے ہین یہ صورت ہر گر قاسم چاہتے ہین کہ بلاد کر دست ماروں نقابدار کا ارادہ ہے کہ مین بزور قوی زیر کرون مگر ایک دوسرے پر کسیطرح غالب نہین آتا ہر ایک دلیر ایک جرأت دکھلاتا ہے اشعار

دو بلبل گتھے ہین بے کارزار	دو شاہین ہین باد ل ہوشیار	دو طائر زبردست با پیچ و تاب	دکھاتے ہین ہمنوک کی انقلاب

دونون لشکر دیکھو خموشی ہے عالم فراموشی کا صورت تصویر بتصویر مسند آئینہ وار حیرت مین ہر فرد بشر سوار زین پوش کھائے تھے پیدل اپنے اپنے مقام سے بیتور تک رہے ہین مگر دونون مین سے کوئی غالب نہ مغلوب ایک شرمندہ دوسرا محجوب ہیا تنگ کے چار دن مقابلہ بصورت مجادلہ رہا چوتھے روز شاہزادہ قاسم ذیشان نور دیدۂ امیر حمزۂ صاحبقران نے دست دراز کی کر ہاتھ نقابدار سبز پوش پر ڈالا اور بغیظ و غضب پردۂ حجاب کو چہرۂ نورانی سے نوچکر پھینکدیا جلوۂ رخ سے تابندگی کی چھوٹ چہرۂ انور کی جابجا پڑنے لگی رخ آفتاب زرد ہو گیا آنکھون مین زردی کی چکاچوند ہونے سے مثل اختر تابان ہر ذرہ چمکنے لگا قاسم نے نگاہ بھر کر دیکھا کہ قرۃ العین صاحبقران زینت بارگاہ سلیمانی شاہزادہ بدیع الزمان ہین قاسم نے کہا واہ واہ عمو جان سبحان اللہ ماشاء اللہ کیا خوب پردۂ سبز پوشی مین آپنے دھوکا دیا تھا مگر بڑی خیر ہوئی ہنسکر سینے سے لپٹ گئے امیر نے بڑھکر سینے سے لگایا نہایت دل سرور و شاد ہوا اسپ سرکار لقواعد شاہانہ تسلیم بجا لائے باعزاز و اکرام بدیع الزمان کو لشکر مین لائے بعد صحبت جشن بدیع الزمان اپنے لشکر فیروزی اثر مین تشریف لائے کچھ فاصلے سے خیمے استادہ ہوے بارگاہ شاہزادۂ عالیجاہ زینت دہ صحراے پر فضا ہوئی اور سب لشکریان لشکر ظفر پیکر گرد بارگاہ شاہزادہ فروکش ہوے اور خیمۂ زنگار گون شاہزادۂ بلند مرتبت آراستہ ہوا وہ رفعت و بلندی اس بارگاہ فلک قدر کی جسکے آگے گنبد مینا ے لاجورد پست پردۂ چرخ اطلس سامنے قنات ہاے خیمہ بلند نشان کے دل شکست طنابون کی ڈوریان ریشمی اس حسن کی کہ خطوط شعاعی خجالت سے تار تار گیسوے

پریرویان روزگار بہزار جان و دل نثار پریزادان حور وش کو آگہی در بانی کی آرزو حور دن کو دریچہ ہائے گلزار ارم سے نظارے کی جستجو بازار لشکر ایسا آراستہ کہ ماہ فلک کو رشک جرّار نامدار لشکر شاہزادہ خوش کہ رنگ صحرائے سبزہ زار کی ہوائے دلکش کھا کھاکر شگفتہ مزاج ہو رہے تھے مردمان پردہ نشین چشم لشکریان خشخانۂ چشم سے نکل نکلکر جا بجا اُس فرش مخملی پہ سو رہے تھے اشعار

لگتا ہوا چار سو سبزہ زار | گلستان عالم کی صدقے بہار
نگہ جسپر اپنی مردم اُٹھائے | فنا ہو سوئے کی دل لوٹ جائے

یہان تو ہوا خواہان بدیع الزمان مسرور و شادمان خوش و خرم تھے کہ وہان قاسم سے یہ شوکت و شان لشکر شاہزادہ بدیع الزمان کی دیکھکر امیہ بن عمرو عیار کی زبانی شاہزادہ بدیع الزمان سے کہلا بھیجا کہ ای شہریار خبردار و ہوشیار کل اس دشت وحشت انگیز مین میرے آپ کے مقابلہ ہو جسوقت شاہزادۂ بدیع الزمان کو یہ حال معلوم ہوا لشکر مین بند و بست لشکر کا حکم دیا امیہ بن عمرو عیار بدیع الزمان برائے حصار اُٹھا اور ایک پہاڑی جو قریب اُس صحرائے دلکش کے تھی اُسپر جا بیٹھا چونکہ وہ دن ابھی ڈھلا پھرنے کا آفتاب جو امیہ بن عمرو اس پہاڑی پہ آیا نہایت دل فرح ناک اور باغ باغ ہوا اوسے وہان کی غنچۂ دل کو ایسی

شگفتگی ہوئی کہ معطر دماغ ہوا | گل خودرو کی جابجا وہ بہار
سنگریزے وہان کے سب دلا | وہ چمک اُس پہاڑی کی دور دور
ہو تجلی جسکے آگے کو طور | رفعت اسکی فلک سجود ہی
شرم سے گردن اپنی خم کرلی | الغرض امیہ عیار شاہزادہ

بدیع الزمان شام سے پہرسر کو واپس جانب آ رہا تھا اور پہلے نگاہ کو ہر جانب دوڑانے لگا ناگاہ دیکھا کر سامنے سے ایک نقابدار اشہب تیز رو پر سوار تیغ آبدار کمر مین نیزۂ برق تمثال ہاتھ مین باگ اُٹھائے ہوئے سمند باد پیما سے خوش رفتاری کی چلا آتا ہو امیہ نے بڑھ کے ٹوکا کر ای جوان گرم عنان تو کون ہو اور کہان جائیگا اُس نقابدار نے آواز دی یہ جو شاہزادہ بدیع الزمان کسکا نام ہو وہ شہریار کون عالیمقام ہو امیہ نے کہا وہ شاہزادۂ عالی وقار میرا آقائے نامدار ہو نقابدار نے کہا کہ مین بہ ارادۂ مقابلہ و مجادلہ آیا ہون کیا بیٹھے ہو جاؤ جلد خبر کرو یہ سنکر امیہ خدمت باسعادت شاہزادۂ بدیع الزمان مین آیا اور کہا ای شہریار عالی وقار ایک نقابدار گھوڑے پر سوار واسطے مقابلے کے آیا ہو یہ سنکر شاہزادۂ بدیع الزمان اُٹھ کھڑے ہوئے غصّے سے چہرہ سرخ ہوا مسلح و مکمل ہوکر خیمہ سے باہر آئے اور گھوڑے پر سوار ہوئے مع ہوا خواہان جرّار و جوانان خنجر گذار بمقابلہ نقابدار نو تار نوۂ طبیر اذن کیا کر تم شاہزادۂ بدیع الزمان و نور دیدۂ صاحبقران نقابدار گوہر پوش نے کہا کہ منفی کو کام فرمایئے دلیری و بہادری سے جیسے کہ مجھ دیکھیے سے آپ مع لشکر جرار بمقابلہ کارزار کرنے کو آئے ہین مین چاہتا ہون کہ علیحدہ تنہائی مین آپ سے مجادلہ کرون اگر دعوی بہادری و دلیری ہو تو میرے ساتھ آیئے ہنر پردازی دیکھیے اور دکھایئے یہ کہکر نقابدار گوہر پوش نے باگ اسپ صبا رفتار کی اُٹھائی شاہزادۂ بدیع الزمان نے بھی اپنے لشکر کو وہین ٹھہرایا اور عقب مین اُس نقابدار کے گھوڑا اُڑا لا جاتے جاتے ایک مقام پر دیکھا کہ دریائے زخار حسین موجدار بیشمار حباب آسکے دیدۂ فلک سے آنکھین لڑاتے ہین گرداب اُسکے گردۂ آفتاب کو شرماتے ہین مردم آبی اُس دریائے بے کنار کی ماہیت بیان نہین کرسکتے گھڑیال گھڑی گھڑی جوش و خروش کرتے پھرتے ہین پانی وہ شفاف و پایاب کہ جیسے گوہر آبدار و پرتاب اُس پانی مین عکس جو آفتاب جہانتاب کا پڑتا ہو ہر حباب کندنی نظر آتا ہو گویا فلک نیلگون ہے معلوم ہوتا ہو کہ آب فرش اطلس زنگاری بچھا ہو اُس دریا کے کنارے پر ایک خیمہ نورانی ایسا تابندہ ہو جسکی خوشنمائی سے پیچ بہ فلک شرمندہ ہو رفعت و منزلت پہ اُس خیمہ کی فلک دوردوار سرگردانی کرتا ہو تھمے پر اُس خیمہ کے شعاع شمس نثار ماہ چاردہ بار بار اُسکے عشق کا دم بھرتا ہو وہ نقابدار گھوڑے سے اُترکر ایکبار خیمہ مین داخل ہو گیا شاہزادۂ بدیع الزمان یہ دیکھکر غیظ و غضب کہنے لگا کہ نے سوار کیا نامردروز گار ہو کہ مجھکو مقابلے کے حیلے سے دیا اور یہان چھوڑکر آپ خیمہ مین چلا گیا یکایک محلدار گلعذار حور وش طرحدار بانکی ترچھی ناز و انداز مین جنجال شعشہ و غمزہ مین طاق و باکمال پھر سے

سے ہویدا طرب انگیز رنگ رخسار پر صفائی بڑی بڑی آنکھیں جیسی بھوین ابرو کمان پلکین ناوک دلدوز پھول سے گال
لب پان کی سرخی سے لال لال دلفریب جامہ زیب آرا جوڑا باندھے ہوے پائجامہ اطلسی پاؤن مین آب رواں کا دوپٹہ
شبنم کی کرتی جسم مین غضب کی پھرتی مزاج مین معشوق پن دل مین عشق کی گھاتون کے چلن خیمہ سے نکل کر باہر آئی
شاہزادہ بدیع الزمان کو بقواعد شاہانہ سلام کیا بدیع الزمان نے یہ نگاہ غضب دیکھکر کہا کہ ایک نقابدار گھوڑے پر
سوار مجکو اپنے ساتھ برائے مقابلہ لایا تھا اور آپ گریز کرکے اس خیمہ مین چلا گیا یہ خلاف مردی و بہادری ہی اُس گلبدن نے
نیاز کانہ دست بستہ عرض کی کہ غصہ کو کام نہ فرمایئے آپ بھی خیمہ مین تشریف لیجایئے یہ سنکر شاہزادہ بدیع الزمان
گھوڑے سے اُترے اور اندر خیمہ مین چلے آئے کیا دیکھا کہ ایک نازنین مہ جبین حور نژاد رشک پری حسن پر یزاد پیشانی
نورانی بہتر از ماہ تابان تابندگی رخسار مثل خورشید درخشان ابروے خمدار ماہ نو بلکہ آئی ہوئی تلوار مژگان تیرون کی پرکان
چہرہ مثل آفتاب گیسوے مشکین پیچ و تاب مین نایاب مسند جواہر نگار پر جلوہ آرا ہی شاہزادہ بدیع الزمان دیکھتے ہی
دنگ ہو گیا یہ اشعار عاشقانہ پڑھنے لگا اشعار

یہ نور ہی روے مہ جبین کا کہ ہو خجل چاند چودھوین کا	جو حلقہ ہی زلف عنبرین کا وہ ایک نافہ ہی مشک چین کا
یہ اُسکے ہی ساعدون کا عالم کہ جسنے دیکھا ہوا وہ بیدم	نیام تیغ قضاے مبرم لقب ہی قاتل کی آستین کا
کرون رقم کیا مین حسن کاکل کہ زلف پیچان ہی رشک سنبل	عذار مین ہی شباہت گل بدن مین عالم ہی یاسمین کا
برا ہو بدبخت عاشقی کا نہ دین ہو برباد یون کسیکا	بنا ہی عشق بتان کا ٹیکا نشان سجدہ مری جبین کا
اگر ہو بیجا یہ سمندر یقین ہی ہو خاک دم مین جلکر	سنا جو ہو آفتاب محشر کھر ندہ ہی داغ آتشین کا

شاہزادہ بدیع الزمان یہ اشعار آبدار پڑھکر متبسم ہوے اور دلمین خیال کیا کہ شاید اُسی نقابدار عالی وقار کا یہ ناموس ہی
بموجب شعر عجیب حسن خداداد مرتقا دیکھا: خدا کی شان نظر آئی اُسکو کیا دیکھا: یہ شعر پڑھکر منھ اپنا اُسکی جانب سے
پھیر لیا اور ہاتھ کی تیغ پر آڑ کرکے فرمایا کہ یہ نقابدار بے غیرت ہوکر مجکو اپنے ناموس کے سامنے بلا لیا اور پردہ داری
کا کچھ لحاظ و پاس نہوا وہ مہ جبین مہر تمکین بسبب قہقہہ ناز کر ہنسی بلبلا کر جو شاہزادہ بدیع الزمان نے دیکھا کہ گویا باغ
حسن مین نخل جوانی کے پھول بکھرے ہین غنچہ لب سے ظاہر ہی کہ گل مراد شگفتہ و شاداب ہونے والا ہی شعر
نیا انداز گردونے ہنسی کا اب نکالا ہی: کہ منھ سے پھول جھڑتے ہین چمن خوبی نرالا ہی: اُس غنچہ دہن نے لباس
نازنین کو کھولا کہ ای زینت دہ مسند شہریاران شاہزادہ بدیع الزمان آپ نے مجکو نہ پہچانا کہ مین دختر گنجاب بن
تیمور ملک حیران دیو کش ہون جسکو آپ نے بصد جرأت وہمت وصولت وشوکت طلسم طہورث دیو بند
سے رہا کیا تھا آپ تشریف لایئے رونق بخش مسند جہان آرا زینت افزاے محفل نشاط ہو جیے جسوقت اُس جان جہان کی
جہان آرا پر نظر پڑی ہی عجب دل کا حال ہی کہ جسکا بیان محال ہی شعر الفت نے تیرے ہوش ہمارے اڑائے ہین +
اُن مختون سے اپنے گلستان مین لائے ہین: شاہزادہ بدیع الزمان رونق افزا بزم عشرت ہوے ملکہ گوہر بار
دختر گنجاب نے تمام واقعہ گذشتہ من وعن شاہزادہ بدیع الزمان سے بیان کیا بعد اسکے آراستگی بزم عشرت
کا حکم دیا خواصان خاص و مطیعان فیض اختصاص مشغول سامان بزم عشرت ہوئین تمام اشیاے نادرہ مہیا
کرکے زیب و زینت سے آراستہ و پیراستہ کرنے لگین اشعار

وہ جھنگیر ہان زینت انجمن	وہ فرش زری کی ہر اک جا چمن	تکلف کے وہ جھاڑ اور وہ کنول	بلوری وہ ہر ولیان بے بدل
وہ دیوار گیری ہر اک خوشنما	جھلاجھل کے پردے وہ ہر اک جا	بچھے تھے جو قالین ہر جا تمام	تصدق فلک ہوتا صبح و شام

پلی تھیں جو تصویریں پری زادوں کی ۔ نظر آتا تھا آئینہ پر کلف
خموں میں بھری بادۂ خوشگوار ۔ تکلف سے کبابوں میں شامی کباب
چنگیروں میں بیلا چنبیلی کے ہار ۔ دکھاتے تھے عاشق کو تازہ بہار
طوائف کے مجمع میں تھا ازدحام ۔ جوانی کی ایک ایک کو تھی امنگ
عجب جلسۂ عیش برپا ہوا ۔ فلک کو بھی اک رشک پیدا ہوا

کہیں کشتیوں میں تھے گلشن کے جام ۔ کہیں تھے سبو لے مے لالہ فام
کہیں پاندان اور کہیں خاصدان ۔ گلابی دھرے تھے کہیں عطردان
خواصیں طرحدار حاضر تمام ۔ عجب حسن سے کرتی تھیں انتظام
یہ دو مہ وہ سب تھے مثل نجوم ۔ ستاروں کا محفل میں تھا یک ہجوم
تحیرات کو تو یہ ساماں ہوا ۔ دم صبح مجمع پریشاں ہوا

در حقیقت عجیب تکلف سے جلسہ عیش و عشرت ملکہ گوہر ملک دختر گنجاب نے بعد شادمانی آراستہ و پیراستہ کیا کہ دیکھ کر فلک کج رفتار کو رشک و حسد کمال پیدا ہوا شعر دیکھتا ہے ایک جا جب عاشق و معشوق کو ڈالتا کیا تفرقہ یہ تفرقہ پرداز ہے ❊ غرضکہ دور جام بادۂ گلرنگ متواتر چلتے ہیں حاسد شعلہ خو صورت شمع محفل جلتے ہیں راگ رنگ کی صحبت شراب و کباب کی لذت عاشق و معشوق ایکجا سب طرح کا عیش مہیا ملکہ گوہر ملک کو اسی عشرت میں کچھ انجام کا خیال شاہزادۂ بدیع الزمان کو سکوت و تحیر کمال بیت محفل میں آپ تو ہیں پہ دل انتشار میں ❊ کھٹکا لگا ہوا ہے خزان کا بہار میں ❊ القصہ جب تین پہر رات سے زیادہ آئی شمع موی و کافوری جل جلکر جھلملانے لگی صبح کا وقت قریب ہوا ماہ کامل بام فلک سے کاشانۂ مغرب میں اترنے لگا سیارگان افلاک بہ گردش و چست و چالاک روانہ ہونے لگے نجوم فلکی آب قدوم سحر سے منہ دھونے لگے طائران خوش الحان زمزمہ پردازی شروع کرنے لگے حمد الٰہی میں مشغول ہوئے گوہر ملک نے بھی جلسہ برخاست کیا شاہزادۂ بدیع الزمان سے اصلاح کہا اے شہریار آپ میرے ساتھ سنجان کو تشریف لیجائیے کہ میں آپ کی عاشق و شیدائے کامل ہر گز کی گھائل طالب شربت وصال مبتلائے رنج و ملال ہوں بدیع الزمان نے انکار سرسری کچھ بہتری جان کے فرمایا کہ مجھکو وہاں نہ لیجاؤ میری آرزو ہے دل سے ہاتھ اٹھاؤ گوہر ملک نے کلام بلاغت نظام بدیع الزمان سنکر سکوت کیا مگر خضر عشق نے راہ بتائی دل سے یہ تدبیر ہاتھ آئی خیال میں آیا کہ جستجوئے جان پر یا بیہوشی کی میرے پاس چھوڑ کر شکار کھیلنے گیا ہے اسی بیہوشی کی پڑیا سے کام لو بدیع الزمان کو بیہوش کرکے لے چلو یہ سوچکر ایک جام شراب بیہوشی کا پلایا رنگ دگرگوں نظر آیا شاہزادہ بدیع الزمان بیہوش ہوئے ملکہ نے ایک صندوق تو عمدہ پر تکلف تیار کیا اسمیں بدیع الزمان کو لٹایا اور تیغۂ بے مثال انکا انکے پہلو میں رکھدیا اور صندوق کو بحفاظت تمام مقفل کرکے جانب سنجان مع خواصان نیک اختصاص ملکہ گوہر ملک روانہ ہوئی ناظرین شائقین پر واضح و لائح ہو کہ بیان پر یہ داستان شوکت بیان چھوڑی جاتی ہے ان شاء اللہ بعد روانہ ہونے ملک قاسم کے آگے بڑھکر حال شاہزادۂ بدیع الزمان کا عرض کیا جائیگا

دو کلمہ داستان حیرت بیان جانا ملک قاسم کا لشکر بدیع الزمان میں اور دریافت کرنا بدیع الزمان کو امیہ بن عمرو سے اور روانہ ہونا بہ تلاش بدیع الزمان و کیفیت دیگر نظم

تو نے شہباز نگہ کو جو ادھر چھوڑ دیا ۔ اپنے گھر ڈھونڈھ نکالا تو وہ گھر چھوڑ دیا
ادھر
ہمنے بھی طائر دل باندھ کے پر چھوڑ دیا ۔ کس سے شکوہ کیجئے ظالم تری بیداد کا
اس شگر کو بیان تنگ تو ہوئے ساتھ ہی ۔ کچھ اثر باقی نہیں آہ دل ناشاد کا
ہم نفس [illegible] یہ تمہیں [illegible] ۔ اس چمن میں ہر گذر شاید کہیں صیاد کا

نور دیدۂ دل اسلامیان و جان لشکر صاحبقران یعنی شاہزادۂ ملک قاسم عالیشان اپنے لشکر سے لشکر بدیع الزمان میں آئے اور امیہ بن عمرو سے کہا کہ جاؤ جلوے نامدار شاہزادۂ بدیع الزمان عالیوقار سے ہمارے آنے کی اطلاع کرو اور کہو کہ بارگاہ و عالی جاہ سے باہر تشریف لانے دیر نہ کیجے امیہ بن عمرو نے دست بستہ عرض کی اے شاہزادۂ عالیوقار کے

آقاے نامدار کو ایک نقابدار جلادہ کارزار اپنے ساتھ لیگیا وہ تشریف نہین رکھتے ہین نہین معلوم کیا سر گذرا مجکو بھی تشویش
کمال ہی دل مضطر کا بیقراری کے سبب سے عجب حال ہی قاسم نے کہا کیون واہی تباہی بکتا ہی دھوکا دھڑی کی باتین
کرتا ہی جا ابھی آقا کو بتا امیہ نے کہا مین خلاف نہین عرض کرتا ہون کوچۂ دروغگوئی مین قدم نہین دھرتا ہون قاسم چین بجبین ہو کر
غصہ کرنے لگے کہ پوشیدہ رہنے سے کیا حاصل ہمکو اسبات کا زیادہ رنج و ملال ہی امیہ نے عرض کی آپ ایسا نہ فرمایئے شک
دل سے دور کیجیے خود ملاحظہ کر لیجیے پھر تو شاہزادہ ملک قاسم نامدار نے بغیظ و غضب بیشمار مثل شیر غضبناک بیباک ہو کر
تیزی سے قبضۂ حربے پر ہاتھ ڈالا دیرانہ ترچھی نگہ سے امیہ بن عمرو کو دیکھا اور فرمایا کہ جا میری طرف سے پیام کہنا کہ یہ دلیری
و بہادری سے بعید ہی کیا خیمہ مین چھپکے بیٹھے ہو مردون کا سامنا کرو مین کچھ عذر کسی کا نہ مانونگا اب مین خود وہان چلا آؤنگا
امیہ بن عمرو نے آبدیدہ ہو کر کہا قسم آپ کے سر اقدس کی میرے آقاے نامدار کو ایک نقابدار فلک اقتدار جلادہ کارزار
اپنے ساتھ لیگیا مطلق پتا اور نشان مجکو نہین معلوم کہ وہ آقا میرا کہان ہی کس برج مین مہر درخشندۂ صاحبقران نہان ہی
بیشک قاسم نے کہا تو سچ کہتا ہی اسنے عرض کی آپ مجھے جیسی چاہے قسم لیجیے مین کبھی آپ کی خدمت مین خلاف نہ عرض
کرونگا یہ بات سنکر قاسم پریشان و مضطر و حیران وہان سے پھرے اور کچھ دل مین سوچکر ایک طرف اسپ تیزرو کی باگ
اٹھائی بتلاش بدیع الزمان روانہ ہوے راہ کی صعوبتین سفر کی مصیبتین پہاڑون کی سختیان دھوپ کی حدت پتھرون کا
تپنا زمین کا جلنا ریگستان کے ذرے مثل شعلہاے آتشین خاک کا رنگ آفتاب کی گرمی سے کندنی زمین پر جگر کی صورت
تابۂ آہن صحراے لق و دق مثل گلخن لون کا چلنا برگہاے درختان سبز و شاداب کا صورت خس و خاشاک جلنا ہر نخل بادیہ
مثل چنار ہر غنچۂ سربستہ مثل خار گل خودرو مرجھاے ہوے پتے پھول تمازت آفتاب سے کملاے ہوے سبزے کا رنگ
زعفرانی نہالون کے تھالون کا خشک پانی سایہ راہ مین نایاب دلکو گرمی سے اضطراب طیور پر و بال لٹکاے ہوے گوشۂ
مین پنہان درندے ہر زمین مین چھپے ہوے گیجان کوسون نقش پاے انسان کا پتا نہین سواے آسمان و زمین کی شے
کوئی پیدا نہین نظر آتش کے شعلون کا تھا اثر اس غبار مین گرمی سے شیر ہونک رہے تھے کچھار مین گوشہ ہراک تنور شعلہ بار
ہو گیا بھونے لق و دق کرۂ نار ہو گیا اس گرمی مین لخت دل امیر حمزۂ عالیجاہ نور دیدۂ عمر شاہ یعنی ملک قاسم ذیشان بصد
حسرت و [illegible] سرگردان حیران و پریشان بتعجیل چلے جاتے ہین لیکن بدحواس عالم یاس آگ کے شعلے آسمان
برسے ہین [illegible] ہوا کو ترسے پانی کا کہین علم نہین زبان کو تراوت سے کام نہین اسی عالم مین دیکھا کہ صحرا مین
ایک جانب کچھ خیمون کے تنبوؤن کے سراچون کے نشان ہین جیسے بیحد و نہایت سامان ہین مگر بالکل سناٹا پڑا ہی وہ مقام
ہو مارتا ہی ایک شخص کھڑا ہوا زار زار مثل ابر نوبہار رو رہا ہی جان اپنی کھو رہا ہی قاسم یہ دیکھکر قریب اس شخص کے پہونچے
اور پوچھا کہ تو کون ہی اور کیون گریہ و زاری بصد بیقراری کرتا ہی کسکے خیال جدائی مین رخسارون کو اشک گرم سے تر کرتا ہی
کون ایسا محبوب تجسے چھوٹ گیا کہ رشتۂ قوت دل تیرا ٹوٹ گیا اسنے جواب دیا اے شاہزادہ والا تبار اے سرگروہ جگرداران
نام میرا مرجان ہی مین کوکا ہون ملکہ گوہر ملک دختر گنجاب بن گنجور کا مین بیہوشی کی پڑیا شہزادی کے پاس [illegible]
کھینچنے کو چلا گیا اس عرصہ مین ملکہ خفا بیدار کو ہر ہوش [illegible] شاہزادہ بدیع الزمان نور دیدۂ صاحبقران کو دھوکے سے گولی
اور انکو بیہوش کر کے طرف سنجان لیگئی قاسم نے کہا اے مرجان ہم فرزند ارجمند علم شاہ عالیجاہ نبیرۂ امیر حمزۂ صاحبقران
ملک قاسم نوجوان ہین ہمبھی ہموے نامدار شاہزادہ بدیع الزمان عالیمقدار کی تلاش مین نکلا ہون آؤ بھائی ہم تم دونون ساتھ
چلین انکو سے خوب گذرگی جو مل بیٹھینگے دیوانے دو مرجان نے کہا وہ جو دریا ہے کنارہ دکھائی دیتا ہی یہی راستہ سنجان
کا ہی چلیے کوئی کشتی ہاتھ آئے تو سوار ہوئین [illegible] تری کو پہنچے دل خشکیدہ حیران سے تر کرین یہ سنکر قاسم نوجوان حیران

پریشان مرجان کے ہمراہ روانہ ہوئے جب کنارے پر اس دریا کے پہونچے دیکھا موجون کو پیچ و تاب ہی ساحل کو اضطراب ہی گرداب مثل شیر غضبناک غرّاتے ہین حباب دیدہ ہیبتناک وا کئے دکھاتے ہین ناخن پڑتی ہین لہرین آپس مین لڑتی ہین گھڑیال گھڑی گھڑی شور کرتے ہین مگر سانس لیکر دم بھرتے ہین کہ نہنگ تحت زانکے پیٹ مین آجاتے ہین وہ نوش جان کر کے سب کھا جاتے ہین ماہیان دریا بانشتار سے پر آتی ہین ماہیت کہ اسی اس طرح ہے کنارے کی دکھلاتی ہین پانی شفاف مثل آئینہ صاف نظر آتا ہی عکس آفتاب عالمتاب دکھتا ہی مرجان تہ مین جھلملاتا ہی مروارید بے بہا صورت خوش آب کی آبرو بڑھاتا ہی قاسم ساحل پر آئی زبانے کثرت سے روز رنج و ملال صعوبت سفر صحرائے لق و دق کے دیسے دور ہوئے ختنکی ٹھنڈی ہوا جو آئی بند قبا کھول دیئے دل فرحت ہوئی کنارے پر بیٹھا ہاتھ منہ دھویا آب خوشگوار پیا سیراب ہو کر شکر خدا بجا لائے کلام حمد و ثنا ے خالق مسبب الاسباب زبان پر جاری کیے ناگاہ دیکھا کہ ایک ملاح کشتی کھیتا ہوا چلا آتا ہی سفینہ مراد اپنی لہرین دکھاتا ہی عمر مرجان نے ملاح کو آواز دی کہ بھائی ناؤ ادھر لاؤ ہم دونون کو سوار کرو منزل مقصود پر پہلو پہنچتے ہی وہ ملاح کشتی کو لایا دونون کو سوار کیا جاؤ پر ناؤ کو ڈالدیا جلد روانہ ہوا قاسم نے تموج تلاطم دریا بے پایان مشاہدہ کیا بیساختہ یہ شعر با دل نالان در و زبان کیا شعر درین دریاے بے پایان درین طوفان موج افزا دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا اب ناظرین پر واضح ہو کہ ملک قاسم و عمر مرجان کو دریا مین چھوڑئیے اور احوال شاہزادہ بدیع الزمان و ملکہ گوہر ملک کا طرف سنجان کے روانہ ہو چلنے مین گذارش کرتا ہون ملاحظہ فرمائیے

دو کلمہ داستان حیرت بیان شاہزادہ بدیع الزمان و ملکہ گوہر ملک کو درمیان دریا کے گھیر نا سلیمان زنگی کا پھر ہوشیار کر کے صندوق سے نکالنا بدیع الزمان کا اور مقابلہ کرنا سلیمان سے اور زیر کرنا سلیمان کو اور بظاہر مسلمان ہونا سلیمان کا جان کے خوف سے اور پھر جزیرہ ارغوان مین اپنے مکان پر بلا کر فریبانہ دعوت کے حیلے سے گرفتار کرنا سلیمان کا آمادہ ہونا قتل بدیع الزمان پر اور ملکہ کا سفارش کر کے بدیع الزمان کو بچانا اور پھر بدیع الزمان کو صندوق مین بند کر کے دریا برد کرنا اور گوہر ملک کا بھاگ کر جانا کشتی پر اور پھر سلیمان کا گھیر کر دریا مین گھوڑا دوڑانا اور نقابدار پلینہ پوش کا آنا اور قتل ہونا سلیمان کا دست نقابدار سے اور مسلمان کرنا ساکنان ارغوان کو اور سکہ جاری کرنا بنام بدیع الزمان پھر ملکہ گوہر ملک کا جانا طرف سنجان کے اشعار

ساقیا دے جام مجکو بادۂ گلفام کا
بحر مین سامان نظر آتے ہین مجکو جنگ کا
دور ہی مین دور گردون کا دکھاتا ہی سمان
دیدہ ہی بادے کا یا تہ کی نظر آئی ہی تہہ
سبز ہی دریا سے ہوا ہی بھرا ابر سحاب
گرتی ہی کار دم خنجر سے دل پر شراب
یاد چشم مست مجکو خون رلاتی ہی مدام
رنگ چہرے کا سرے کرتی ہی اخضر شراب
ساقیا کیا پوچھتا ہی ہم وہین سے مست ہین
دیجیے جو کچھ سمجھے یا ساقی کوثر شراب

غلغلہ ہو روز میخانون مین تیرے نام کا
سچ ہی دریا کا پانی بہ رہی ہی یا شراب
سر بسر ہو مین ہین دریا کی کہ قوس آسمان
ماہی بے آب کیصورت ہی اب رندون کا حال
صاف ساغر مین نظر آتا ہی عکس آفتاب
دور مین ہفت آسمان سے یہ ملا سامان عیش
وقت ساقی مین کھاتا ہون مین بکثرت تپ
چشم میگون کے تصور مین مجھے کا نشہ تھا
جس جگہ جاتے ہی سرکہ بنی اکثر شراب
بیت منقش کی نقش معنی بیان

دیگر

آج تو دریا بہا دے بادۂ گلرنگ کے
منقلب ساغر نظر آنے لگے سارے حباب
تا ابد ین دریا مین نہین گویا کہ ہین بہتے ہوئے
لوٹتے ہین جا بجا مین غرق ہی جی ہی بے کھال
خون روتا ہون شب فرقت مین ابلی ہر بحر
ہی مطرب یار ساقی فصل گل ساغر شراب
پھر ساقی مین ہوگی پیتا ہون ہو جاتی ہی زہر
بنی ہی یہ میخوار کو کردیتی ہی لاغر شراب
اپنے ہوا سے کہونگا حشر مین لا کی پاس مین
رقم کردآئیم چنین داستان بخواہشان

دریاے حسرت و حرمان و ماہی آشنایان حریم صحبت دریغ دہر اس گوہر سخن بصد درد و محن صدف طبیعت خوش طبیعت سے نکالکر یعنی آبدار کرتے ہین کہ جب ملکہ گوہر ملک نے شاہزادہ بدیع الزمان کو بیہوش کیا اور صندوق مین لٹایا قفل کر کے کشتی پر چلا کیا

اور روانہ ہوئی دیکھا عجیب دریا ہے بے پایان ہے جسکی تھاہ ہے نہ اس پار کے کنارے کا نشان ہے موجین بیشمار تندون اور نہنگون کی شناوری کا
شور بے انتہا تلاطم آب جا بجا سواے پانی اور آسمان کے کوئی شی نظر نہین آتی جانوران دریائی کی آواز سے روح جسم مین گھبراتی ہے سواے
خدا کی ذات نہ دوست نہ ہمدم تنہائی کا عالم جسم مین تھرتھری چشم مین اشکون کی تری اور خواصین جو ہمراہ بھی ہین وحشت سے خود رو
رہی ہین ایسے عالم مین ناؤ بہاؤ پر جاتے جاتے قریب جزیرہ وارغوان کے پہونچی وہان کا سلیمان زنگی حاکم ہے جابر کافر مین فسیح کلام اسکو
خبر ہوئی کہ ملکہ گوہر ملک دختر شہاب بن منوچہر کشتی پر سوار اس دریاے ناپیدا کنار مین اسطرف سے جاتی ہے یہ مردود بھی عرصہ دراز سے
فریفتہ حسن و جمال بیمثال بامید وصال ہو سنتے ہی مسلح و مکمل ہو کر گھوڑے پر سوار ہوا اور جستجوے ملکہ گوہر ملک مین چلا جب دریا پر
پہونچا کشتی کو روکا کنارے دریا کے اترا اور پیام وصال اور عشق اپنا بدرجہ کمال ظاہر کیا اور کہا کہ اے ملکہ ایک مدت مدید سے مشتاق تھا
الحال اتفاقیہ خورشید امید جلوہ گر ہوا کہ تجھ ایسا ماہ تابان رونق افزاے کلبہ احزان عاشق مضطر ہوا ملکہ نے کہا اے سلیمان مین شاہزادہ
بدیع الزمان کو ہمراہ اپنے لیے ہوے طرف سنجان کے جاتی ہون تو مجھسے ہرگز مزاحمت نہ کر ورنہ وہ شیر بیشہ صاحبقرانی تجکو سر آ
مقتول و بیگانہ تیغ آبدار کریگا سلیمان نے کہا بدیع الزمان کہان ہے ملکہ نے کہا اس صندوق مین پنہان ہے سلیمان نے کہا جلد نکالو
تا کہ مین اسکا مقابلہ کرونگا ملکہ نے کہا اے سلیمان کیون تکرار کرتا ہے میرے وصل کا دم بھرتا ہے تو گنوار ہے میرے باپ کا ہی غلام تیرے حال پر
رحم آتا ہے مفت تیری جان جائیگی عزرائیل تجکو منہ دکھائیگی کسواسطے کہ مین بیٹی ہون زمرد شاہ کی جسکا لقب نام ہے اسکی قدرت کا بڑا
انتظام ہے اور منگیتر ہون یاقوت شاہ کی جسکا جبرئیل قدرت لقب ہے اور بے ادب وہ بڑا صاحب جرأت عالی منصب ہے سلیمان زنگی نے
کسی طرح نہ مانا کہا کہ مجھکو کیا دھمکاتی ہے بیکار باتین بناتی ہے یہ سب کچھ جانتا ہون بغیر وصل ہوے مین کب مانتا ہون جب بدیع الزمان
کو نکال بیٹھا یہ دنگل قتل و قول مین بھی دیکھون وہ کیسا بہادر و جرار ہے اور کیسا شجاع و اولوالعزم و نامدار ہے مجبور ناچار گوہر ملک شہزادی
نے کہا کہ افسوس تونے میرا کہنا نہ مانا اچھا جا مر بے خطر تا سلیمان یہ سنکر چلا گیا گوہر ملک نے قفل صندوق وا کیا بدیع الزمان کو نکالا
سب احوال کہا پھر ہاتھ باندھ کر عذر کیا لونڈی سے بڑی خطاے ناشایستہ ہوئی کہ آپکو بیہوش کر کے صندوق مین بند کیا اور یہان لائی
معاف فرمایئے رحم کیجیے جو کچھ چاہیے مجکو سزا دیجیے لیکن یہان ایک معرکہ عظیم درپیش ہوا ہے سلیمان زنگی میرے باپ کا ملازم آیا ہے کہ وہ
بھی عرصہ سے مجپر فریفتہ تھا مگر مین نے کبھی اسپر کچھ اعتنا نہ کی اب آکر گھیرا ہے مجھ گنواری سے بیحیا ہے نہین معلوم اسکو میرے طرف آنے
کی کیونکر خبر ہوئی کہ طبیعت اسکی مائل شر ہوئی تیغ آبدار ہاتھ مین لیجیے اور اسکو سزاے مقتول دیجیے یہ ذکر تھا کہ وہ بدایمان طالب وصل
جانان یعنی سلیمان بھی آ گیا اور شیر بیشہ صاحبقرانی یعنی بدیع الزمان لاثانی کو دیکھا بدیع الزمان بعد غیظ و جلال تیغ بیمثال
کو نیک کر اٹھ کھڑے ہوے اور نعرہ مستانہ کیا کہ دل اس نامرد کا سینہ مین تھرانے لگا نعرہ منم آن پہلوان رستم شکوہ بدیع الزمان
شاہ انجم گروہ سلیمان زنگی نے جھپٹ کر ہاتھ تلوار کا مارا بدیع الزمان نے خالی دے کر پنجہ دست زبردست کمربند مین ڈالا اور جھٹکا دیا
اور منہ کے بل وہ پہلوان سلیمان زنگی زمین پر گرا بدیع الزمان مثل شہباز تیز پرواز اس شکار کو چھاپ بیٹھے اور چاہا کہ سر اسکا
کاٹ لون ملکہ نے بھی اشارہ کیا کہ ہان اے صاحب تیغ جرأت و ہمت اے ہمشان رستم و تہمتن خصلت اس بکار کو چھوڑنا مناسب نہین کہ یہ دشمن
بد چلن ہے آخر سلیمان نے دیکھا کہ اب جان بچنا محال ہے تو بہ زبان منت کہا کہ مین مسلمان ہوتا ہون مجکو کلمہ توحید تعلیم کیجیے
مجکو چھوڑ دیجیے بدیع الزمان نے چاہا کہ سلیمان کو چھوڑ دون ملکہ مانع ہوئی اور آواز دی کہ اے شہزادہ
کو چھوڑ دینا عقل سے بعید ہے یہ دغاباز پلید ہے بدیع الزمان نے کہا کہ اسنے کلمہ توحید زبان پر جاری کیا ہے توبہ کر کے مسلمان ہوا ہے مین جانبخشی
ہون اسکو امان دونگا ہرگز جان سے نہ مارونگا ملکہ نے کہا یہ دغا کریگا مطلق عہد پر نہ رہیگا بدیع الزمان نے کہا جو کچھ ہوا تو مشیت
پر عمل کرتا ہون قدم براہ رضاے الہی دھرتا ہون یہ کہکے اسکے سینہ پر سے اٹھے اور اسے چھوڑ دیا شرع پر عمل کیا سلیمان زنگی
بظاہر مطیع و فرمانبردار ہوا جان و دل سے نثار ہوا پھر کئی روز کے بدیع الزمان اور ملکہ گوہر ملک عالیشان کو پیام دعوت کا دیا اور

اپنے مکان پر لیگیا اور بصلاح عیاران ہرزہ کار شراب بیہوشی بدیع الزمان نامدار کو پلائی اور تلوار کھینچکر کھڑا ہوا اور ارادہ قتل شاہزادہ بدیع الزمان کا کیا شور ہر کا سُنتے ہی تحسین کے آمادہ ہوا ظالم نے دعوت مین عداوت کی نظر وا سے کہتے ہین نہ چاہتا تھا کہ جلاد بے بنیاد باتھ تیغ شمکش کا مارے کہ ملکہ یہان بان کھلے آ گئے بڑھی اور کہا کہ او سفاک ناپاک بدکردار ستم شعار بد عہد دغا باز نابکار وفسونساز کیا کرتا ہی کیون بیگناہ کے خون سے ہاتھ بھرتا ہی یہ نور نگاہ صاحبقران بدیع الزمان عالیشان رونق بخش دین اسلام خوش آئین وخوش انجام ہی سلیمان نے کہا کہ مین ہرگز نہ مانونگا ضرور اسکو قتل کرونگا سنتے ہی جناب فلک انتساب ہونگا وصال ملکہ گوہر ملک حور تمثال سے کامیاب ہونگا ملکہ نے آخر کار بصد اضطراب سلیمان سے کہا کہ اگر بدیع الزمان کا قتل کرنا ہی منظور ہی اور تو ہر طرح سے اب بجون وخطر ہی تو میرے سامنے اسکا خون ناحق خاک پر نہ بہا مجکو اسکا داغ نہ دکھا اسکو صندوق مین بند کرکے دریا برد کردے کہ اسکو جانوران آبی کھا جائینگے زندہ ہرگز نہ چھوٹیگا یہ کہا زار زار مثل ابر نوبہار رونے لگی صدمہ الم سے جان پر بن گئی سلیمان نے کچھ سوچ کر کہا اچھا بہتر ہی صندوق مین بند کرکے اسکو دریا برد کرونگا مجکو بھی اسکے قتل ہونیکا رنج وغم ہی یہ کہکر بدیع الزمان کو صندوق مین قتل کردے کے لیا اور دریا اشک چشمہ چشم سے بیتابانہ بہایا آنسو اور زرد مثال وناتاب وخود مثل کاسہ منقلب مرجھائے گردون وکثرت وغروب پہلو مین اسکے رکھ دیا اور روروکر یا دل مضطر کلمات

حسرت و یاس لگی کر رخصت کیا الم	الجھون کیا مین ملکہ کا حال زبون	ٹپکتے تھے رخسار پر اشک خون	تڑپ دل کی پہلو مین وہ اضطرار
پریشان ومحزون اور بیقرار	زبان پر عجب کلمہ یاس تھے	جدا ہوتے ہو تم ابھی پاس تھے	نگہبان تمہارا خدائے کریم
ہی مجبور وناچار یہ دل دو نیم	فلک در پئے ظلم ہی کیا کرون	نہ کسطرح فریاد ونالہ کرون	کرون ہائے کیا کوئی چارہ نہین
ہوں مجبور کچھ بس ہمارا نہین	مقدر مین ہی تو تحسین پائینگے	جیو زندہ رہے تم تو مل جائینگے	ہوئے تم اگر غرق بحر فنا
کروگی مین جان اپنی تم پر فدا	تقاضائے الفت یہ ہی ای شفیق	جو تم ڈوبے تو ہم بھی ہونگے غریق	جیونگی نہ فرقت مین مین پر الم
نہ آئینگا تاب مجھے یہ کوہ غم	یہ حال آنکھ سے دیکھا جاتا نہین	قرار اب کچھ بھی دل کو آتا نہین	پریشان نہ کیونکر کرون تیرا حال
نکلے بال مین زندگی ہو وبال	سحر کیا ہو بتائی اُسکی بیان	ہر لحظہ مین اپنے ظلم کی زبان	ملکہ گوہر ملک نالان و بیقرار

ور پریشان نے رورو کر وہ صندوق بند کیا بسم اللہ کہکر قفل دیا صندوق اٹھا کر سلیمان نے اُس دریائے ناپیدا کنار مین ڈالا ملکہ ہائے کا نعرہ کرکے بیٹھ گئی اور دونون ہاتھون سے دل کو سنبھالا یکایک آواز آئی شور دریا مین دریائے بے پایان ودرین طوفان موج افزا ودل افگندیم بسم اللہ مجریہا ومرسیہا کہتے ہی وہ صندوق دریا مین ڈوب گیا مگر رحمت الٰہی شامل حال ہوئی پانی کو دریائے بے پایان اس ناخدا نے وہ جہان نے حافظ کیا کہ کسی جانور بحری کا اسکی طرف رخ بھی نہوا پانی نے اندر صندوق کے مطلق سرایت نہ کیا وہ شاہزادہ دریا کے جراحت اسی صورت سے زندہ لیٹا رہا صندوق بہرکر جدہر حکم مالک بحر وبر ہوا ادہر اُدہر چلا تا آخرین پر واقع ہو کر جب صندوق سلیمان نے دریا مین ڈالا ملکہ بیتاب بیقرار ہوکر رونے لگی سلیمان نے کہا کہ اب چلئے اور شراب وصل سے مجکو سیراب کیجئے کوئی کھٹکا اور رد وقدغن باقی نہین رہا وہ وفا کیجئے جو وعدہ کیا تھا ملکہ نے کہا او نامنصف میرے باپ کے ساتھ یہ نمکحرامی کی حسب حال تیرے ہی بیت اولاجامی کی بیت تا قیامت خاک بر سر آن قوم بد طینت باد چشم سامنے مردم شاہزادہ بدیع الزمان کا یہ احسان فراموش کیا کہ تو نجہ مین اسی شہر کے اکھاڑا تھا اپنے بعلی بخشش کی جگہ پر چہوڑ دیا اسکے سلوک کا یہ بدلہ کیا کہ تو اسکو بیہوش کرکے اسکے قتل پر آمادہ ہوا آخر کار سپرد دریا کیا مجکو داغ جدائی محبوب دیا آپ بھیجو اسی عمل کا مرتکب ہوتا ہی مجہ سے تو ہر بے بہائی آبرو دیکھو ہی سلیمان نے نہ مانا لیکن بے بسی کو غفا جا پا ہاتھ ڈالے بجبر حسرت دل نکالے ملکہ نے اپنے کو سنبھالا رنج وملال بدیع الزمان کو ضبط کرکے یہ کلمہ منہ سے نکالا کہ ای سلیمان زنگی خیر اگر تو یہ جبر کرتا ہی مجبہ عاشق ہو اور مرتا ہی تو بہتر کیا مضائقہ ابھی مین تیرے بس مین ہون قضائے برہم کے آنے کی ہوس مین ہون ابھی مجکو نہ پریشان کر اسقدر پریشان جاگا آج تک زندگی مہلت دے سلیمان برضامندی چپ ہوگیا پھر کچھ جواب نہ دیا اور چلا گیا ملکہ کو اسکے حال زار پر چھوڑ دیا لیکن ملکہ گوہر ملک محزون بصد اشک خون آنکھ سے بہر روتی ہی صبح وشام اشک گرہ سے رہے دل کو دھوتی ہی اور ہر وقت مترددو متفکر و متحیر ہی کیا کرون کیا کرون

کون ہو کس سے حال دل کہون پھرون جنگل فرش غم پر پڑی رہتی ہو سو سو برابر ان بدیع الزمان دل پر سہتی ہو کبھی جو بے سر جانب
صحرا وحشت افزا آتی ہو بے یار جانی زلیخا وار گھبرائی ہو کبھی جو طرف دریا کے جا نکلتی ہو موج پر موج کو دیکھ کر چھری دل غمزدہ پر چلتی ہو کبھی
خواصون سے باتین جب تک حال ہوتی ہین ذکر بدیع الزمان کا کرکے ملکہ بیہوش ہوتی ہو شب بھر اختر شماری بعد بیقراری دن بھر آہ و زاری
محبوب کی انتظاری کہاں تک کہ انھین باتون سے آشنا نہین وحشیون کیصورت دلمین دردِ فرقت بال پریشان مضطرب و حیران یونہین سات پہر دن
گذرے آٹھوین دن سب خواصون کو پاس بلا کر بٹھایا حال دل زار اپنا سب سنایا اور کہا کہ مین اب یہ سوچتی ہون کہ آج پوشیدہ ملاحون کی
کشتی پر سوار ہو کر یہان سے نکل جاؤن اگر خضر قسمت بھی راہ دے اس سرا سے پروردگار عالم پناہ دے تم لوگون کی کیا راے ہے سب خواصون
بالاتفاق کہا بہت مناسب ہے ہم سب جان نثار حاضر ہین آپ کیون پریشان خاطر ہین جو حکم ہو بجا لائین آپ کسی طرح نہ گھبرائین بسم اللہ کیجیے
خداے عزوجل کی کے قدم بڑھائیے ناخداے سفینہ دین و دنیا بیڑا پار لگائیگا یہ سنکر ملکہ گوہر ملک اٹھی اور کنارے پر دریا کے آئی اور
کشتی منگوا کر مع خواصون کے سوار ہوئی ملاح سے اشارہ کیا جلد کشتی دھارے پر ڈال اس خرابۂ شیبت نژاد سے مجھے نکال ملاح نے
جلدی جلدی ناؤ کو بہاؤ پر ڈالا ملکہ نے یہ مضمون منہ سے نکالا نظمین ذرا لنگر ہی ای خالق صبر کا

مجھ آپکے ساتھ ہی ای آہ تو بھی گریان
برس کے ابر جہالت یہ مٹا جائیگا
چلا ہون اسطرف ای جوش اشک گریان
برنگ اشک یہ طوفان جاے آئیگا
لنگر سے وہ بھی ذرا ابھر نہ کبھی نکلے دلکی
جستجو نہ رہ دیکے تم شہر ڈوب جائیگا
کوئی عدو ہو اگر راہ مین لو روکے
جو بحر دیدہ تر میرا جوش کھائیگا
برس پڑونگا کشتی ان جوا [illegible]

ملکہ تو یہ اشعار جانگزا پڑھ رہی تھی کشتی پر جھرمٹ مین خواصون کے بجلی جلی جاتی ہو موج دریا سے تیرہ رہا ہے محبوب یاد آتی ہو ادھر
سلیمان زنگی سیاہ رو بد خو کو خبر ہوئی کہ ملکہ گوہر ملک کشتی پر بیٹھ کر مع خواصون خاص کے روانہ ہوئی آہ کا نعرہ مارا آتش عشق دل مین
بھڑکی کمال غضب ہوا وہ لعل بے بہا تو ہر تیا ہاتھ مین آکر نکل گیا سوز محبت سے سینہ مین کلیجہ جل گیا جھٹ پٹ گھوڑے پر سوار ہو کر جانب
دریا چلا کنارے پہونچکے دیکھا کہ وہ سامنے در دریاے حسن جوانی آفتاب عالمتاب بمثال کشتی پر سوار مضطر و بیقرار چلا جاتا ہے عکس سے نیر
تابان ملکہ پیشان دریا مین جلوہ دکھاتا ہے آواز دی ہنکارا زور سے چیخین مار کے پکارا او ملاح کہان جاتا ہے کشتی کو روک کہ یہ تیر خونچکان
کی نوک مین آن پہونچی یہ کہکر گھوڑا دریا مین ڈالدیا ادھر ملکہ کا عجب حال ہوا کچھ نہ بن پڑا بال سر کے کھولدیے جانب آسمان دونون ہاتھ
اٹھاے اور دعا کرنے لگی ای مالک زمین و زمان وای ناخداے کشتی کون و مکان ای خالق بے نیاز وای معبود کارساز میری آبرو اس دشمن سے
بچانے یا مجھ کو اس پیچ تاب دار سے الجھاے رشتہ حرمت میرا نہ ٹوٹے تباہ عصمت میرا نہ لوٹے تو ہی حافظ و ناصر ہے تیرے ہاتھ عزت باطن و ظاہر
ہے کبھی یہ مصرعہ زبان پر جاری کرتی رخسارون کو اشک گرم سے بھرتی ہے مصرع ایم برگناہ تو در بلا رحمتی و کبھی یہ شعر شیخ سعدی شیرازی
کا پڑھتی ہے اپنے مالک و مختار سے حال زار بیان کرکے روتی ہے شعر دوستان را کجا کنی محروم تو کہ بادشمنان نظر داری و کبھی یہ اشعار
آبدار بعد اضطرار بصد گمان ہو کر روز بان پر ہین آنکھین جانب جلاد ہاتھ سوے آسمان ہین اشعار

مجھے ہو انجام مری یارب
راز دل تجھ سے ہو مرا اظہار
کیسا طوفان اٹھا ہے ای مولا
ہو قبول اب دعا مری یارب
تو ہی حافظ ہے ای مرے غفار
پانی پانی الم سے دل ہے مرا
کوئی میرا یہان نہین حامی
اس بلا ظلم سے تو نکال مجھے
کشتی نوح کی طرح تو بچا
گر نہ عزت ہے میری تو خامی
زندگی ہو گئی وبال مجھے
پار کر ناخدا مرا بیڑا

ملکہ تو درگاہ خدا مین عجز و ابتہال سے دعا کر رہی تھی ادھر [illegible] بیدار ہو کر ملاح کو تیغ کیا کشتی
تو وہ کہ ملکہ گھبرائی دلمین [illegible] حسرت [illegible] محبوب پر جان فدا کیجیے یہ کہکر دریا مین کود پڑی غوطہ کھا کے ابھری سلیمان
نے بڑھکر ہاتھ بڑھایا اور غوطہ دیے [illegible] خواصون نے غل مچایا سب نے برا حال بنایا ملکہ زار زار روتی ہو جان اپنی کھوتی
ہے کوئی فریاد کو نہین پہونچا [illegible] سنتا ناگاہ سامنے سے اس صحراے ہولناک مین گرد اڑتی دیکھا کہ ایک نقاب دار گھوڑے پر
سوار تیغ خونچکان ڈاب مین نیزہ طویل ہاتھ مین کنارے دریا کے آیا دیکھا آنے کر ایک دیو سیاہ رو تند خو غیظ و غضب بے سبب

ایک پری حور نژاد کو بعد محنت و بیداد جنگل میں دبائے ہو سر پچار لوں خواصوں کے دریا میں طوفان اٹھا سکتا اس نقابدار نے
نعرہ کر کے گھوڑا دریا میں ڈال دیا اور للکارا کہ میں آپہونچا اے ماہ آسمان خوبی وای فلک خورشید محبوبی گھبرا نہیں جب نقابدار دریا سے
آیا سلیمان زنگی چلایا کہا تو کون ہے کیا نام ہے کمان تیر معلوم ہے اس سوار نے نعرہ کیا کہ میں نقابدار طلسم لوش نسل اسی میں خبردار
گل گلزار حسن جمال تختہ نودمیدہ جمال کو چھوڑ دے نہیں ابھی تجھکو اس بے ادبی کی سزا دونگا یہ کہکر تیغ آبدار [illegible] ملکہ گوہر ملک کا بازو
تھام کے جھٹکا دیکر گھوڑے سے اٹھا لیا اس صیاد ستم ایجاد کے پنجہ سے اس بلبل زمزمہ پرداز گلشن خوبی کو چھڑا لیا اور تیغ آبدار جھٹ
پٹ میان سے کھینچا ایک ہاتھ مارا دو ٹکڑے کر کے غرق دریائے فنا کیا ملکہ کو کشتی پر بٹھا کنارے لاکے آثار رہ رضا پر قدم مارا لگا نقابدار
طلسم لوش حسن و جمال جہان آرائے ملکہ گوہر ملک پر مائل ہوا تیر نگاہ چشم فتان ابرو کمان کا گھائل ہوا کہا اے جان جہان کہ راحت
فزا اے جان تیرا کیا نام ہے اور تو کون ہے اور یہاں کیونکر آئی کیا بری تقدیر سے ہمسر نازنین نے بے رنگی دکھائی ملکہ نے کہا میرا نام ہے ملکہ
گوہر ملک میں بیٹی ہوں بادشاہ گنجاب بن گنجور ملک ستان دیولوش کی اور فریفتہ و شیفتہ ہوں جمال جہان آرائے شاہزادہ
بدیع الزمان نور دیدہ صاحبقران کی اے نقابدار طلسم لوش یہ حال زار ملاحظہ فرما اور کیفیت برگشتگی بخت برگردار ساعت میں ملاحظہ [illegible]
پر شاہزادہ بدیع الزمان اپنے لشکر فیروزی اثر میں تھے میں بجوش الفت و محبت بشکل نقابدار گوہر لوش بنا کر گئی بحیلہ متعاقب انکو لشکر سے
نکالا اپنے خیمہ میں لائی اُنکی اطاعت و فرمانبرداری کر کے خاصا صاف کرائی رات بہ جلسہ عشرت رہا صبح کو بیہوش کر کے صندوق میں بند
کیا کشتی پر سوار ہوئی راہ دریائے تلاطم افزا میں یہاں کم لام سلیمان زنگی کہ ملازم میرے باپ کا تھا مجھے طالب وصال ہوا میں
نے شاہزادہ بدیع الزمان کو ہوشیار کیا انہوں نے بہ قوت دست زبردست اسکو زیر کیا اور سینہ پر چڑھ کے چاہا سر نحس اس ملعون کا
کاٹ لیں مجھ کمبخت نے بھی بہت کہا کہ وہ بہ دغابازی مسلمان ہوا بظاہر اسلام قبول کیا شہزادے نے اسکو چھوڑ دیا وہ دھوکہ
حیلے سے اپنے گھر میں لایا اور شاہزادے کو شراب بیہوشی پلا کر قتل پر آمادہ ہوا میں نے گریہ و زاری کی اور راضی ہوئی قتل کے عوض انکو
ایک صندوق میں بند کر کے دریا برد کر دیا اب نہیں معلوم وہ نور نگاہ امیر حمزہ صاحبقران گوہر ملک کا آرام جان شاہزادہ بدیع الزمان
دریا میں بہتا [illegible] رو کے بہ پاس حفاظت عصمت سلیمان زنگی سے پوشیدہ کشتی پر سوار مع خواصوں کے روانہ ہوئی سلیمان
زنگی کو جو خبر ہوئی بغیظ و غضب آیا دریا میں کشتی کو روکا اور طالب وصل ہوا اور چاہا کہ شیشۂ عصمت و عفت کو شکست کرے تم نے آکر اسکو تیغ
آبدار کیا اگر ایک ذرا عرصہ ہوتا وہ ظالم آبرو لے لیتا تم نے جان آبرو کی صورت شر و فساد صفحۂ ہستی سے مٹائی اب میں سنجان کو جاتی ہوں
جب خیریت سے پہونچونگی تمام عمر تمکو دعائیں دونگی نقابدار طلسم لوش نے یہ سب کیفیت سنکر شکر خدا کیا اور کہا کہ اب تمکو معلوم ہوا کہ
تم ناموس شاہزادہ بدیع الزمان نور نظر صاحبقران کی ہو شکر خدا کا بجا لاؤ کہ وہ مسبب الاسباب قادر و توانا ہے کوئی اسباب [illegible] بے وسیلہ
میں ایسا پیدا کریگا کہ تم پھر اپنے محبوب جانی یار جاودانی شاہزادہ بدیع الزمان سے ملاقی ہوگی مگر ہمارا بھی سلام کہنا اور طرح پری ہمارا
ہے کہ اب چلو میں تمکو بحفاظت تمام طرف سنجان کے روانہ کروں یہ کہکر ملکہ مع خواصوں کے ہمراہ نقابدار طلسم لوش کے جزیرہ
ارغوان میں آئی کیفیت عجیب غریب تر [illegible] نقابدار طلسم لوش نے بضرب شمشیر آبدار و زور قوت بازو صف شکنی دکھائی خلقت
بلا ماست برپا کی ساکنان جزیرہ ارغوان کو زیر کیا سبکو کلمہ پڑھایا اہل جزیرہ ارغوان خداپرستی پر لائے مسلمان کامل بنکے نعرے اللہ اکبر کے [illegible]
[illegible] کی صدائیں بلند [illegible] شاہزادہ بدیع الزمان خسرو خسروان پارہ جگر صاحبقران جاری ہوا شاہزادہ بدیع الزمان
کا [illegible] خوش و خرم نہ کوئی غم نہ الم ہے ایک آباد و شاد ہے لگے ملکہ گوہر ملک دختر گنجاب بن گنجور ملک ستان دیولوش کو
[illegible] شاہزادہ بدیع الزمان خسرو خسروان راحت جان و نور نگاہ صاحبقران [illegible] گذریں بعد چندے کے نقابدار
طلسم لوش نے ملکہ گوہر ملک کو بحفاظت تمام بعد انتظام جہاز [illegible] ہمراہ کر کے طرف سنجان کے روانہ کیا
[illegible] رہے کہ ملکہ گوہر ملک بخیریت تمام بہ حفاظت و انتظام طرف سنجان کے روانہ ہوئیں لیکن [illegible] تعالی پہونچی ہوگی شاہزادہ

پانی کو تلاطم ہوا موج آب پانسو گز دریا سے بلند دکھائی دی۔ ماہی کلان جانب راست سے موج مارتی ہوئی پانی کاٹتی آئی بیچ میں
ہوتے ہی اس کشتی کو پایا ایک کا تھا مارا کہ کشتی پاش پاش ہوگئی نہ ملاح کا پتا لگا نہ کشتی کا نشان رہا ایک تختہ پر شہزادہ ملک قاسم ایک
پر مہتر مرجان نسیل و ہم جان ڈوبتے ابھرتے وہ کہیں بہ گئے یہ کہیں بہ گئے قاسم کو مرجان کا نشان نہ ملا اور مرجان کو قاسم
کا پتا نہ لگا مگر ناظرین پر واضح ہو کہ قضائے کار باتفاق روزگار شہزادہ ملک قاسم تختہ شکستہ پر بہتے بہتے بعد کئی روز کے مضطر و ملال
حیران و پریشان بے حواس عجیب ہراس جھنے سے پاس کی ایک ٹاپو پر ایک متصل کنارے دریا کے تختہ ٹھہر گیا قاسم اچک کر
خشکی میں آئے کچھ کچھ حواس درست ہوئے مگر بھوک کے مارے آنکھوں میں دم چشم پر نم نقاہت آشکار ضعف بیشمار در حقیقت کئی
روز گذرے اپنے آب و دانہ اس شکست کشتی پر مثل ماہی مردہ کے دم بخود تختہ سے بہتے ہوئے آئے کیونکر ہو سکتا ہے کہ سانس بیٹھ
جاتی انسان کا کلیجا پھٹا ہوا ہی سے زندگی کا وسیلہ ہو دوسرے ہلاکت جان گرانے عدو اشتہا غرض کہ کنارے کنارے دریا کے
آہستہ آہستہ چلے دیکھا کہ سامنے دھوبی کپڑے دھوتے ہیں چھوا چھو کرکے شاد ہوتے ہیں دوپہر کا وقت ہے کچھ دھوبی بیٹھے بھوسہ روٹی
کھاتے ہیں دیکھتے ہی قاسم بیتاب ہوگئے جلد قدم بڑھا کے ان دھوبیوں کی طرف چلے کئی دن سے جو دانہ آنکھ سے نہ دیکھا تھا
پانی بھی نہ پیا تھا جاتے ہی بسم اللہ کہکے ان دھوبیوں کے ساتھ کھانا کھانے کو بیٹھ گئے کھانا کھانے لگے بڑے بڑے نوالے مار
جلدی جلدی منہ چلانے لگے دھوبی یہ دیکھکر گھبرائے کچھ دھوبی آ میں شرمائے پھر آمین یہ کلام زبان پر لائے اے شخص تو کون ہے
کہاں سے آیا ہے کیا تیرے دل میں سمایا ہے ایسا بیباک چالاک کہ بے صلاح کیے کھانے کو بیٹھ گیا قاسم نے ان دھوبیوں کی باتوں پر
کچھ اعتنا نہ کی اپنے کام سے کام رکھا جب تو وہ دھوبی دو دو روٹیاں ہاتھ میں لیکر کھڑے ہو گئے قاسم بھی آگے ان سے چھین چھین
کھانے لگے جس دھوبی نے کچھ بھی چین چپڑ کی اسکی گردن ہاتھ دیکر زمین پر مارا اور روٹی اسکی چھین کر کھانے میں جلدی منہ چلایا
مشکل ہوا مارا گل لگا کر کھانے لگے پھر تو یہ رنگ ہوا کہ کسیکو طمانچہ دیا کسیکو زمین پر دے پٹکا کسیکا ہاتھ جھٹکا ساری
روٹیاں چھین جھپٹ کر ان سب کی کھا گئے وہ دھوبی بیچارے آفت کے مارے بھوکے تاپتے رہ گئے کوئی کہیں بھاگا کوئی کہیں
بھاگا دھوپ میں دریا کے کنارے ایک طرفہ شور محشر غوغا بلند ہوا اگر کوئی انکے پاس نہیں آتا دور ہی سے گیدڑ بھبکیاں بتاتا ہے گیدڑوں
کے مانند قاسم ایک ایک کی طرف جھپٹتے ہیں دھوبی آگے نہیں بڑھتے ہیں پیچھے ہٹتے ہیں آتش وحشت سے بھنے ہیں کہ دھوبی کی
اگر چلے جاتے ہیں ایسی سوندن میں پڑے ہیں دل دہل رہے ہیں گئے جاتے ہیں پیٹ کی آگ بجھی ہے مدولی کھا کر اٹھا کر
لیٹے ہیں غرض دھوبی ایسے پیٹے گئے اور گھٹیاں کھا کھا کر پڑا ہوئے کہ صابن کے گولے کی طرح پانی میں بہ گئے کف منہ سے جاری ہوئے
گدھے کی طرح ہانپنے لگے اردوے کے کانپنے لگے جب سب دھوبی استری کے مانند گڑگڑائے ہاتھ جوڑے سر قدموں پر رکھنے لگے
قاسم مسکرائے تن تازہ کرکے پانی پیا مگن ہوئے شکر خدا کیا ادھر ادھر ٹہلنے لگے اور یہ اشعار زمزمہ طبع مسرت و شادمانی پڑھنے لگے نظم

وحشی ہیں عشق زلف پریشاں سے ہم [illegible]
تھا دل کا ساتھ [illegible] گناہ [illegible]
یوسف کی طرح قید ہیں [illegible] عشق
آیا جو ہلو سیر باغ کی [illegible]
یہ وجہ ہے [illegible]

پتھر ان [illegible] ہیں [illegible]
مرقد میں [illegible]
لٹ کے [illegible] ہیں [illegible]
آنکھیں [illegible] زہر [illegible]
رکھتے ہیں عشق [illegible]

یاد وطن کبھی کبھی جنگل کا ہے خیال
جز خار غم ہوا نہ محبت میں کچھ حصول
بلبل نہ سمجھے خار کر جاتے ہیں باغ
مجکو بھی ان تبوں کی جدائی سے [illegible]
ہاں آ رہی شاعری یہ ہیں [illegible]

اے دل جنگل میں [illegible]
کیا خاک دل لگا ہیں کسی [illegible]
بر خاستہ دل آب میں [illegible]
[illegible]
آگاہ کب ہیں [illegible]

شہزادہ عالیشان قاسم نوجوان مثل سرو چمن میں ٹہلتے تھے کہ ایک طرف کنارے پر دریا کے نگاہ پڑی دیکھا کہ ماہی فروش شکار کھیلتے
ہیں جال چھال پھیلائے بیٹھے ہیں کوئی شست پھینکتا ہے جو جو دریا اور سے گوشت کے بہانے لیے جاتا ہے مچھلی کوئی پھنستی
پھنستی ہے یہی حالت آپس داؤں میں ہوتی ہے کوئی جال کھینچتا ہے مچھلیاں نکال نکال کر ٹوکرے میں رکھ لیتا ہے قاسم کھڑے ہیں

دور سے تماشا دیکھ رہے ہیں مگر ایک ماہی فروش نے جو جال کو اپنے کھینچا تو وہ اس سے کھنچ نہ سکا کبھی کھینچا دم لیا کبھی خوب زور کیا مگر
وہ جال بالشت بھر نہ کھنچا ماہی فروش عاجز ہوا سب ماہی فروشوں کو آواز دی کہ بھائیو آؤ ایکا کر کے جال نکالو بلا کا بار ہے سب ماہی
گیر آئے ملکر جال کھینچنے لگے دریائے عرق میں غرق ہوئے گز دو گز میں نہ فرق ہوئے یہاں تک زور لگائے کہ کنارے تک کھینچ لائے
اب جو دیکھا تو ایک صندوق نظر پڑا بہت شاد و مسرور ہوئے عسرت کے رنج سب کے دلوں سے دور ہوئے کہنے لگے کہ بھائیو آج تو
تقدیر نے یاوری کی بڑی دولت ہاتھ لگی جھانک جھانک کے اندر صندوق کے دراز سے تکنے لگے خیالی پلاؤ آپس میں پکنے لگے حصے بانٹ
کر ہونے لگا کوئی پسینہ پونچھ کے دریا سے ہاتھ منہ دھونے لگا کوئی دبلا سر پکڑ کے بیٹھ گیا کوئی موٹا اپنے بازو ملکر ٹھٹنے لگا کسی نے
جھک کر زور لگایا کسی نے ریلا دیکر ہٹایا مگر وہ صندوق اپنی جگہ سے مطلق نہ سرکا بہت بہت سبھوں نے زور کیا شہزادہ والا ہمم قاسم
نامی حشم یہ دیکھ کر ہنسے اور ماہی فروشوں کے پاس آ کر کہا کیوں بھائیو یہ صندوق نہیں نکل سکتا اپنی جگہ نہیں چھوڑتا اگر ہم اس
صندوق کو باہر نکالیں گے تو آدھا مال جو کچھ اسمیں ہو دے لیں گے سب ماہی فروشوں نے اقرار کیا ایک ایک اس بات پر
راضی ہوا قاسم نے زور کر کے اٹھایا اور چاہتے ہیں کہ آگے ڈھا کے ہٹائیں یکایک صندوق کے اندر سے ہکا پڑا قاسم کے ہاتھ
چھوٹ کے گر گیا کئی بار ایسا اتفاق ہوا قاسم حیرت ہوئے ٹھہر گئے دیکھا تو ظاہر میں یہ واضح ہو کر بدیع الزمان کو جو سلیمان نے غرق
کرنا چاہا تو پہلے شراب بیہوشی پلا کر بیہوش کر دیا تھا جب ملکہ گوہر ملک واقف ہوئی تو سلیمان نے اسی عالم بیہوشی میں بدیع الزمان
کو صندوق میں بند کر کے دریا برد کر دیا تھا اب اتنا زمانہ انکو بیہوش ہوئے ہو چکا تھا اور صندوق میں پانی ہر وقت رہا تراوت کی
سردی پہنچا کر بدیع الزمان ہوشیار ہو گئے ہیں اور قاسم کی آواز سن رہے ہیں جب قاسم صندوق کو زور کر کے اونچا کرتے ہیں
بدیع الزمان اندر سے صندوق کے ہاتھ مار کر زور توڑ دیتے ہیں وہ صندوق ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے قابو میں کسیطرح نہیں آتا ہے قاسم
نے کہا یارو غور کرو کہ اس مال میں جان ہے اسمیں کوئی شئے ذی روح ہمکو معلوم ہوتی ہے یہ کیسا مال ہے یہ صندوق عجیب جان کا جنجال
ہوا ماہی فروشوں نے کہا اب تو جو کچھ ہو اسمیں مثل مشہور ہے مثل قسمت بالنصیب اب صندوق نکالیے تو سہی جو کچھ مال مقدر
ہوگا وہ ملیگا قاسم نے بیسکے بزرگوں کا نام لیکے ایک زور جلیلی جو کیا تو اس مرتبہ وہ صندوق اٹھ کے گھٹنوں تک آیا دوسرے زور
میں قریب کمر کے لائے تیسرے زور میں اونچا کر کے دھم سے کنارے پر دریا کے خشکی میں نکال کر پھینکا واہ واہ واہ کا غل ہوا ہر ایک
تعریف کرنے لگا قاسم نے فوراً قفل کھولکے جو صندوق کا پٹ اٹھایا فلک نے عجب رنگ دکھایا قاسم نے جو جھک کر دیکھا تو چچا
شاہزادہ بدیع الزمان ہیں قاسم نے کہا واہ میاں جان آپ کہاں آپ تو خوب ادھر ادھر دھوکا دیتے پھرتے ہیں اب فرمائیے
جنگل کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں بدیع الزمان نے کہا کہ جنگل تو میں ہرگز نہ دونگا اگر دباؤ گے تو لڑونگا قاسم نے کہا کیا
صندوق سے نکلنے نہ دونگا جبتک اقرار جنگل نہ دو گے یہ کہتے ہی بدیع الزمان نے تیغ برق تمثال پر قبضہ کیا اور تڑپ کے صندوق
سے نکلے اور مقابلے میں قاسم کے کھڑے ہو گئے ماہی فروشوں نے اور دھوبیوں نے جو یہ معرکہ دیکھا ماہی گیر دوڑے اور جال
مچھلیاں جو کہ شکار کر کے ٹوکروں میں بھری تھیں پھینک پھینک کر بھاگے دھوبی سب اسباب اپنا اور گٹھری کپڑوں کی اور
بیل گدھے چھوڑ کر فنے ہوئے سب کہتے تھے کہ بھائیو بھاگو جان بچا کر کہیں چپ رہو ایک تو وہ شخص بلا نوش آیا دوسرے صندوق
میں سے آسیب نکلا یہ دونوں ملکر سبکو مار ڈالینگے کھا جائینگے جان نہ چھوڑیں گے گھر والے کہاں ڈھونڈتے پھرینگے ناظرین باخبر
قصہ خواں میاں قاسم اور بدیع الزمان دونوں مقابل ہوئے معرکہ آرائی پر مائل ہوئے تلواریں کھنچ گئیں ہنگامہ بڑھنے
لگے کلیجے دیکھنے والوں کے چھٹنے لگے دو چار ہاتھ تلواروں کے دونوں نے لگائے پھر نیزے پر تلے گرز نالہ سا سنے
گرد اڑی زمین تھرائی گھوڑے کی ٹاپوں کی صدا آئی جھونکے ہوا کے چلنے لگے اشجار دشت کے ہلنے لگے جیب دامن گرد چاک
ہوا ایک نقاب دار سر پوش نظر پڑا وحشیان دشت نے یکایک پر شور مچایا اشعار سرا ہو بادہ خواری کا جو گلشن میں بہار آ گئی

نکلے میخانہ کا دور ساقی رنگین عذار آئے
یہاں تک مجکو ڈھونڈھا لگے پھر خاک آخر
ترے کوچے میں ہم روڑے ہوئے ہیں جب غبار اپنے
وصال یار میں سونا نظر بازی کو مانع ہے
وہ آئے وصل کی شب بھی تو کیسے شرمسار آئے
جنوں کا شور ہو صحرا کو دامن پہ ریزہ ریزہ ہوں
محبت جس سے ہو بے آس کے دیکھیے کیا قرار آئے

دیار مہر کر میں گیا مجکو وہ تشی ہوئی حاصل
لحد میں پاؤں اپنے اب دبانے کو فشار آئے
نہ مانا میں مرکر بھی تو ڈھکے وہ ذنب سے بیچے
وہ آنکھیں پھوٹ جائیں جنکا نخچیں جا تشے
لحد پر میں نہیں دشمن سے بھی وہ صاف باطن ہے
ستے گزرو کی بھی ہن آئے اگی وہ بہار آئے

گئے ہیں کوچۂ قاتل میں بارہا تا ہار ہستے
نہیں معلوم یہ کیسی کشش پیدا ہوئی دل میں
ہوا اک حشر برپا وہ جو بالیں مزار آئے
سحر تک منہ نہ دکھلایا نہ کی اک بات بھی مجھسے
نکالوں دل کو پہلو سے اگر آئیں غبار آئے
فراق یار میں ای یاس یہ کیونکر سر نہ ٹکراؤں

یہ ذکر تھا کہ وہ نقابدار سبزپوش بصد جوش و خروش اسپ صبا رفتار کو دوڑاتا ہوا چیتا رفتار کو آگے سے ہٹاتا ہوا قریب ان دونوں معرکہ آرا کے آیا اور آتے ہی دہنا ہاتھ قبضہ شمشیر بے نظیر شہزادہ بدیع الزمان پر ڈالا اور بائیں ہاتھ سے تلوار دشمن شکار شہزادہ قاسم نوجوان کو تھا با جھٹکا دیکر دونوں غازیوں کی تلواریں نکال لے گئے اور شمشیر زنی معرکہ آرائی دونوں بہادروں کے قطع کر دیے اور کہا ای بھائی تم دونوں کیوں لڑتے ہو قبضہ شمشیر بے نظیر کیوں کرتے ہو دونوں شہزادوں نے کیفیت جنگ کی بیان کی جب تو نقابدار سبزپوش دست اصلاح رکھکر دوش بدوش دونوں کو بٹھانے لگا اور کہنے لگا اگر تم دونوں قول منظور کرو اور پھر آپس میں سرگرم پرخاش ہو تو میں ایک بات کہوں تم دونوں کو راہ بتادوں شہزادہ بدیع الزمان اور قاسم عالیشان نے قبول کیا اور گوہر بے بہائے کلام بطور اصلاح اس دریائے صلاحیت اور شجاعت سے حصول کیا نقابدار سبزپوش نے بصد جوش و خروش فرمایا ای جوانو وای بہادرو جو تم دونوں میں بضرب شمشیر آبدار و بشوکت و شجاعت بسیار ملک سنجان کو زیر و زبر کرکے فتحمند ہو اور بہ جرأت و ہمت و نام آوری حق پسند و بہرہ مند ہو وہی نیک انسان ہے یہ سب پرخاش اور معرکہ آرائی اور شمشیر کشی بجا ہے یہ لکھے دست شفقت پشت پر پھر کر یہ غزل

وا ہوئے ہرگز نہ عقدے وہ جو تھے تقدیر کے
فتنے ہوتے ہیں ہر پہ اس کا ذیبے پیچ کے
ایک میرے قتل سے دولت ای قاتل ہو گئی
داغ چند اس عشق میں تھے اپنی بھی تقدیر کے
شہرہ ہے گیسوے پیچاں کا تمہارے ہر طرف
صید کے تو دے لگا دینگے یہ دستے تیر کے

یک نزاری ہے وہ دم تک عاشق دلگیر کے
سعی کرتے کرتے ناخن گھس گئے تدبیر کے
آشنا معنی سے بھی ہو جائینگے صورت پرست
رنگ دل تیرا سا جوہر کھلے شمشیر کے
گفتگو اے بت غرور حسن سے تو نے نہ کی
غلغلے ہیں چار سو اس بے صدا زنجیر کے
چرچے کرتے ہیں مثل کلک نالوں کے حروف

اس قضا نے کو اڑا کر پر لگیں گے تیر کے
بسکہ قامت سے ہے آثار قیامت آشکار
دیکھ لینگے مجکو بھی عاشق تری تصویر کے
کھاتے ہیں دو چار گل خوبان گل رخسار پر
رہ گئے گلشن آغوش اپنے تری تقریر کے
جنبش مژگان سے وہ خونخوار کھیلے کا شکار
عاشق شیدا تمہاری چاندی سی تصویر کے

نقابدار سبزپوش یہ اشعار پر از جوش پڑھکے شہزادہ بدیع الزمان و قاسم عالیشان سے کہنے لگا کہ میرے کہنے کو مانو اور تم دونوں علیحدہ علیحدہ طرف سنجان کے راہ لو بدیع الزمان کا ہاتھ پکڑ کے ایک طرف لیچلا اور کہا تم ادھر جاؤ اب یہاں نہ ٹھہرو تم جلد سدھاؤ شہزادہ بدیع الزمان کو تھوڑی دور پہونچا کے پھرے اور بعد تھوڑی دیر کے جب دیکھا کہ بدیع الزمان نظر سے غائب ہوا قاسم عالیشان سے کہا کہ تم بھی اب دوسری جانب سدھارو مرضی الٰہی میں دم نہ مارو جب قاسم بھی نکل گئے اور نگاہ سے پوشیدہ ہوئے آپ بھی روانہ ہوئے اب ناظرین پر واضح ہو کہ اول حال شہزادہ بدیع الزمان نور دیدہ صاحبقران کا تحریر کیا جاتا ہے اشعار

اس گلستان جہاں میں کیا گل عشرت نہیں
وہ ظلوم ہیں تو آپ ہی قابل صحبت نہیں
خاک ہو کر بھی فلک کے ہاتھ سے مجکو قرار
رہ ذرا کہیے چل قدمی مگر فرصت نہیں

سیر کے قابل ہے یہ پر سیر کی فرصت نہیں
خواہ پھرتا ہو فلک اور خواہ پھرتی ہے زمیں
ایک ساعت مثل ریگ شیشۂ ساعت نہیں
میری وحشت پاؤں پھیلانے تو پھر دونوں جہاں

علم جسکا عشق اور جسکا عمل وحشت نہیں
پہ ہمارے واسطے یاں منزل راحت نہیں
خانۂ ہستی کا اپنے صحن ہے دشت عدم
ہوں اگر اک عرصۂ میدان تو کچھ وسعت نہیں

غرضکہ شہزادۂ بدیع الزمان وہ دشت پر آفت صحرائے وحشت طے کرتے چلے جاتے ہیں کہیں وادی سبزہ زار کہیں بیابان پرخار کسی مقام پر گرد نواح سڑک کے دیہات کی آبادی کہیں منزلوں خفقان پر آشوب وادی کسی جا کیفیت لکھتے ہوئے طائر زمزمہ پرداز اڑتے کسی مقام پر اشجار خار شعلۂ آتشین سے دہکتے ہوئے کہیں گل خود رو کی بہار صبا کا جھونکا آیا بار بار طائروں کا چہکار نافہ ختن کا مہکار نا بدیع الزمان کا صبا کی طرف خطاب کرکے یہ شعر پڑھنا کبھی دم بھر ٹھہر جانا کبھی آگے بڑھنا شعر صبا بگلشن جانان اگر تو بگذری ازاں قیبت جیبی فقل زخبری اور کبھی چلتے چلتے جو کچھ خیال اپنے محبوب گلعذار و معشوق گل رخسار کا آ گیا تو راہ میں یہ اشعار گرم بار پڑھتے چلے جاتے ہیں نغمہ سرائی طائران خوش الحان و زمزمہ پردازی عندلیب و دیگر مرغان کرتے ہیں نظم

سایہ میں بیٹھے پھول خوش و شادمان چلے
کیا کچھ جتا ہو سمری جو پاؤں کہاں چلے
منظور ہو جسکو مرا امتحان سے چلے
اب فصل ہی بھوڑکے کیونکر بچا کے جان چلے
فلک سے جا کے پیچھا مرا گر آسمان چلے
ایسا نہو کہ میری بھی کوئی زبان چلے
تربت پہ پھر گلکے مرے استخوان چلے
اس طرح چل کہ جیسے کوئی ناتوان چلے
صد شکر اس جہان سے ہم شادمان چلے

وار فنا میں ایک بھی بیمار نہیں بچا
تجھ کو یہ انکی بیدرنگی کا خیال ہی
ایسے چمن بہار میں چھٹتا ہی بلبلو
جو بن یہ اندنوں ہی گلستان حسن کا
ہو دو جو سیم تن یہ اٹھائے سب دو
گل توڑنے پہ دیتے ہیں تشنام حبیب
قاتل میں جوش شوق سے ہر دم بڑھا
یوں لگ رہا ہو ولگ سہری آہ کا
جھنگو گے پاس کو جو زلف سیاہ میں

بست و ستون کا خوب لیا امتحان چلے
جا میں کہیں وہ کہ نہیں جانتا کہاں چلے
رکھا ہی گل کی پاؤں میں بیٹریاں چلے
یا رب اس چمن میں نہ باد خزاں چلے
گو جیسے یا سے مجھے لیکر کمان چلے
ہی کسکا یا تم کسکی زبان چلے
گردن پہ کون اٹھا کے یہ بار گران چلے
جیسے عصا پکڑ کے کوئی ناتوان چلے
تاریک شب میں ٹھوکرین کھا کر کہاں چلے

کی خوب سیر باغ کی ہو قبان چلے
آتے ہی تیرے بزم سے ہم اٹھ کے جا چلے
رکھدو ونگا برین کا ٹکڑا باونا
بسمل بنا کے مجھے تیر نگاہ سے
صحرا نوردیوں کی ہو یہ شوق آج کل
روز آپ چلتے مجھے دیتے ہیں
ہین کیا سگان کوچہ دلدار دو
لکھا ہی اپنے ضعف کا میں حال
آیا وہ وقت مرگ عیادت کو
کسی سمت اُس وادی پر ہول

میں چارطرف میلان کا ہجوم بوم و کرکس دشت کی وحشت زاغوں کا غل چیلوں اور درندوں کا مہیب آوازیں لگاتا آفتاب کی تیزی دھوپ کی شدت دوپہر کا وقت سارا زمین کا تپنا ریگستان کا جلنا وہ ہوائے گرم وہ لوؤن وہ تپش گرد و غبار وہ بگولوں کا اٹھنا جھیلیں خشک پانی کا حلق تر کرنے کو نہیں قطرۂ آب جگر گرمی سے کباب دل بیتاب کو رشک سنبل پیچ و تاب اس جنگل میں نہ آدمی نہ آدم زاد جز ذات حضرت خدا کی ذات نہ کہیں سایہ درخت پہاڑوں کی منزلیں سخت دو دو چار چار دن دانے کا نام نہیں پانی سے کام نہیں تمازت آفتاب سے چہرے کا رنگ سونلایا ہوا دل سینہ میں گرمی سے گھبرایا ہوا گرد و غبار راہ سے پھول سا جسم سب اٹا ہوا دامن قبا کا کانٹوں سے کوئی ٹکڑا ہوا کوئی پھٹا ہوا پاؤں میں چھالے جان کے لالے جنونوں کی صورت شاہانہ خصلت تکلیف بے انتہا راحت عنقا کبھی مسکرائے کبھی آنکھوں میں آنسو بھر لائے کبھی روئے کبھی ہنسے کبھی فلک کی طرف دیکھ کے ٹھہرے کبھی یہ اشعار زبان پر لائے

اشعار بہاری جنون خیز کی پھر وحشت کا سامان ہی
ہجوم داغ سے سینہ مرا رشک گلستان ہی
بہت گھبرا رہا ہے یہ کسی کے پاس جائیگا
وہ مجنون ہوں کہ سایہ دیکھا جسکو گریزان ہی

وہی دامن کہ جسکے ٹکڑے ہیں وہی ٹکڑے گریبان ہی
کہیں گل مسکراتے ہیں کہیں ہی چشم پر شبنم
ہمارا دل ہمارے پاس کچھ دن اور مہمان ہی
رقم کرتا ہوں جب اوصاف تیغ ناز قاتل کے

چمن تازہ کھلا ہو اُف گلگشت جانان ہی
کوئی خندان ہو باغ دہر میں کوئی گریان ہی
بلائیں کیوں نہ جائیں عاشق زلف پریرو
صدا دیتا ہی خامہ آج میرے ہاتھ میدان ہی

القصہ وہ نور چشم و روح جان امیر حمزہ صاحبقران یعنی شاہزادۂ بدیع الزمان عالیشان بعد قطع منازل و طے مراحل پر ہول و ہولناک گریبان دریدہ دامن چاک چہرے پر بالوں پر بیابان و دشت کی خاک پاؤں میں تاب نہ چلنے کی نہ ٹھہرنے کی نہایت بیکل جس جگہ بیٹھ جائیں اٹھنا محال جان خود گسستہ ہی سے بیحال ہی دل سست جی ڈھال ہی ایک قدم کی راہ ایک سال ہی بے غذا ضعف سے غش آتا ہی بن پانی منہ خشک چہرہ اترا جاتا ہی اسی حال میں جاتے جاتے دیکھا کہ سامنے کچھ درخت سرسبز لگے ہیں کچھ جانور بھی بول رہے ہیں کچھ آدمیوں کے بھی بولنے کی آواز آتی ہی بوئے آب و طعام بھی ہوا لاتی ہی گو نہ دل کو تازگی ہوئی قدم آبلہ دار کو

چلنے کی ہوس بڑھی قریب پہونچکے دیکھا کہ زیر درخت گنجان خدا پرست وحق شناسان کہ اُرکی کچھ حیوان بصد تکلیف وپشیمان بیٹھے ہین
جا بجا رنگ جھالے بچھے ہین کہین بوریا ہے فقیر وفقرا بیٹھے عبادات کے ذکر ہوتے ہین آب رحمت الہی سے منھ دھوتے ہین کہین مدارا نشین
سرفراز ہر ایک پاکباز یاد بے نیاز مین ہے بیچ مین ایک سجادۂ نورانی بصد جاہ وحشم جابجا بچھا ہوا ہے اسپر ایک فقیر بصد توقیر سن دراز طول تھا
پلکین بجا بڑھی ہوئی ریش سفید بہ یاد مالک خاوند بیٹھا جھومتا ہے اور چارطرف پنجرے جانوران رنگارنگ کے درختون مین لٹکے ہوئے ہین
وہ سب طائر قفس رنگلکت مین اپنے اپنے مقام پر چہچہہ زن شعر وہ طائر تھے اسطرح سے نغمہ سنج تھے کہ سب کو گجتی تھی ایسے نغمہ سنج و ناظرین
پر واضح ہو کہ اس فقیر کو عجب طنطنہ رکھتے ہین بدیع الزمان اس رنگ ملک رنگارنگ کو دیکھ بہت خوش ہوے بہ قواعد آداب سلام بجالا
سامنے بیٹھ گئے اُسوقت فقیر نے سر اُٹھا کر دیکھا بصد شفقت پوچھا کہ اے بچہ تو کون ہے اسطرف آنیکا کیونکر اتفاق ہوا بدیع الزمان نے کہا
شاہ صاحب مین بھی ایک فقیر بے نوا حیران ہون مگر بہر دل عزیز ہون بطور سیاحانہ ادھر بھی آنکلا آپکا حسن وجمال رنگ صحبت بیمثال دیکھکر نہایت
دل مسرور ہوا اور قدمبوسی سے مسرور ہوا امیدوار ہون کہ مجکو بھی مرید کیجیے اور کشکول گدائی اپنے رفیقہ کا دیجیے کہ خدمت بالسعادت ولی مالک
علی سے سرفراز ہون یاد صنعت صانع عالم وعالمیان سے ممتاز ہون فقیر نے کہا اے بچہ تو کیا کریگا فقیری اختیار کرسکے تیرے تو چہرے سے شہزادگی
کی شان رفعت وصولت وشوکت ہویدا ہے تجھسے تو وہی رعب وداب شاہنشاہی پیدا ہے حسن وجمال جہان آراے آفتاب ومہتاب شرمسار ہے
شاید تو کوئی شہزادہ نامدار ہے بدیع الزمان نے کہا شاہ صاحب خدا ایسا ہی کرے ورنہ مین ایک محتاج صاحب احتیاج گداے بینوا ہون
سیاحی ملک در ملک کرتا پھرتا ہون اب ادھر آنکلا ہون تاکہ چندے جہان کی سیر کرونگا گر آپکا مرید ہوکر رہونگا دل مین آپکی خدمتگذاری کی
مجکو بہت ہوس ہے بس اب کچھ آپ حجت وتکرار نہ کیجیے جام اپنے دست حق پرست سے دیجیے تشنۂ وگرسنۂ دنیاے دون کو سیر وسیراب
کیجیے اپنی خدمت کیسان منزلت سے فیضیاب کیجیے وہ فقیر کلام فصاحت وبلاغت التیام شہزادۂ بدیع الزمان سے بہت مسرور
ہوا عالم وجد وبیخودی کا ظہور ہوا آخرکار برضا ورغبت دل شاہزادہ بدیع الزمان کو مرید کیا یہ وہان زمرۂ فقرا سے مریدان
شاہ صاحب مین ہنسے لگے ناظرین پر تمکین پر واضح ہو کہ شہزادہ بدیع الزمان کو تو عروج قلندر کا مرید کرکے اسی جگہ چھوڑا

دو کلمہ داستان شجاعت بیان شہزادہ قاسم ذیشان کی تکلیف راہ کی ملنا ہمایون بن شداد کا صحرا مین اور اُسکے ساتھ جانا دربار مین گنجاب بن تجور ملک حسران دیوکش سے

پلا ساقیا مجکو وہ آج اُ
زلال تو دل کی ہے جستجو
پلا پھول کھل جاے دل کی کلی
سحر ہے تمنا ہے اب صبح وشام

کرون منزل دشت وحشت کو طے
شراب کہن کی نہین آرزو
کہ ہو باغ عالم مین اب بیکلی
ہون آٹھون پہر سامنے مے کے جام

دوعری ہے کو مرگ چھکی شراب
جو بادہ ہو تو ہو گزک مے کے تاب
اسی مے کی ہون ساقیا تاک مین

اسی مے کے پلا جام تو بیحجاب
صفائی سے منہ مجکو بس ہو کباب
ملا پاے جسنے مجھے خاک مین

اشعار اُٹھے ہین کالے بادل دور اکثر ہونے والے ہین

حباب مست شراب روح پرور ہونیوالے ہین
بہت جور وستم کرتے ہین ستمگر ہونیوالے ہین
یہ کالے کالے دھبے بھی منور ہونیوالے ہین
ابھی کیوں دیکھکر تم اسقدر گھبراے جاتے ہو
یہ مجمع الیدن دنیا مین ابتر ہونیوالے ہین

سراپا اب الیدن سرو وصنوبر ہونیوالے ہین
جو دل شیشے سے نازک ہین وہ پتھر ہونیوالے ہین
لگاے جائینگے کوچے مین اُسکے خنجر دل کے
ابھی کیا ہے بہت اس در پہ بستر ہونیوالے ہین
یہ رفتہ رفتہ سارے جسم کو ڈھک جانیگے

کہ پامال خرام ناز پرور ہونیوالے ہین
چمک کر داغ سودا مثل اختر ہونیوالے ہین
جو خود گم گشتہ ہین وہ میرے رہبر ہونیوالے ہین
فلک کہتا تھا ہم دیکھکر یاران صحبت کو
ترے داغ جنون پھولون کی چادر ہونیوالے ہین

مخمس

کوئی گلفام جلوے دل ناشاد آیا
شہر مین ہنگامہ لیے گلچین بیداد آیا

عقل کہ ملکو کوئی غیرت شمشاد آیا
کیا مجکو یہی سے گلشن بجا داد آیا

کیا کہون مین اُن اعلیٰ صید بجا
رنگ بلبل بھی ہوئی گلکی بھی رنگت اڑا

کوئی نہ پامال ہوا خون کسیکی حق کا
وہ خرامان جو ہوا باغ مین بیٹھے کیا

میرا نام فضل تیغ زن ہے مادام میرا بھی چلن ہے تمہارا کیا نام ہے اور کہان مقام ہے اُنے کہا میرا نام ہمایون بن شداد ہے اور سند ملک کو ترک
آئے ہیں ملک شدادی میں مقام ہے میرا بڑا انتظام ہوا ہے فضل تیغ زن آپکا قصد کدھر جانیکا ہے فضل تیغ زن نے کہا ملک سنجان
کیطرف دنگل لیجیے ہمایون نے کہا مین اور آپ ساتھ چلونگا رفاقت سے اپنی آپکو جانے نہ دونگا ایسا شخص بہادر کہان ملتا ہے تقدیر سے
آپکی ملاقات حاصل ہوئی خوشی و خرمی کامل ہوئی یہ کہکے قاسم کو ہمراہ لیے اپنے مقام پر لایا بڑی خاطر و مدارات کی نہایت لطف و کرم کیا
اُنکی بہادری اور شجاعت پر فریفتہ ہوا اُنکی ہمت و جرات پر شیفتہ ہوا پھر بعد کئی دن کے کہا کہ اے فضل تیغ زن اب چل میرے ساتھ سنجان مین
تجکو سیر کراؤن نئی نئی بہار دکھاؤن پھر بولا کہ اے فضل تیغ زن جی چاہتا ہے کہ شکار چلے کھیلیے اور دل بہلایے فضل تیغ زن نے کہا کہ بسم اللہ
چلیے دیر نہ کیجیے راہ دشت و بیابان ابھی ابھی لیجیے یہ سنکے ہمایون بن شداد رہ نورد بیابان ہوا ہمراہ فضل تیغ زن بھی روان ہوا اور
ہوا خواہان ہمایون بھی ہمراہ رکاب سعادت انتساب ہوئے جسوقت ہمایون بن شداد بادل شاد و شاد وارد دشت ہوا سامنے غول کے غول
غزالان صحرائی کے معلوم ہوئے جابجا گروہ گروہ ہرن کے ہجوم ہوئے ہمایون نے جیسے کہا کہ شکاری بے پایان غزالان جا بجا ہین جانے
نہ پائین سب لگ چارون طرف پھیل جائین انکو علیحدہ علیحدہ شکار کر لائین یہ کہکے ایکطرف ہمایون نے اسپ تیز رفتار کو اڑایا ایکجانب فضل تیغ زن صف شکن
نے سمند صبا رفتار صبا آہو سے تیز تر آہوؤن کو جولان کیا اور دو طرف اور ہوا خواہان ہمایون نے گھوڑے اٹھا کر دوڑے آہوان دشت منتشر
ہوکر گریزان ہوئے کوئی کسی طرف کوئی کسی طرف گیا جا بجا اور دو گونہ کئی ہرن زخمی کیے اگر فضل تیغ زن کے بھی ہاتھ سے شکار ہوئے ہمایون
بن شداد کئی آہوؤن کے پیچھے گھوڑا اڑائے چلا گیا کسی تیر نے اسکے کسی آہو پر کام نہ کیا نہایت عاجز و شرمندہ ہوا اسیطرح گریبان بھرتے ہوئے
جنگل کیطرف نکل گئے ہمایون گھوڑا روک کر ٹھہر گیا ناگاہ اسی جنگل سے فورا ایک شیر ببر بغصہ غراتا ہوا پنجے زمین پر مارتا ہوا نکلا ہمایون
نے گھوڑے کی باگ پھیری اور شیر پر جھپٹا ہمایون ذرا سہم گیا گر تیر کمان مین جوڑ کر مارا ناوک تیز پر بھی چوک رہ گیا ہمایون خطا سے نادم ہوکر
اور ٹھہرا کہ تیر نشانے پر نہ لگا شیر بپھرا اور زیادہ غضب آیا جھپٹ کر اڑا شیر چاہتا ہے کہ ہمایون کو اچک کر لیجائے پھاڑے ناگہان فضل تیغ زن جیسے
آنکلا اُسکی جو نگاہ پڑی تیغ شیر سے اس ضیغم شکار کی ڈر کے مارے بن سے نعرہ کیے للکار کر بات شیر سے آن پہونچا ہمایون پر حملہ کرنا
شیر لیا اور فضل تیغ زن پر آپڑا یہ گھوڑے سے کود پڑا اور شیر سے لپٹ گیا شیر سو غرا رہا پہلا یہ ضیغم شکار فضل تیغ زن نامدار نے
شیر کے کلون مین ہاتھ ڈالے اور بجگر دست زبردست سے کچکے جو زور کیا دونون ٹکڑے شیر کے چیر کر دو کیا زمین پر زور سے دے ٹپکا شیر نے
دم نہ مارا اور تڑپکر گیا ہمایون یہ دیکھکے بہت خوش ہوا اور دوڑ گلے سے لگایا اور کہا کہ بھائی جان تمنے بچایا نہین تو شیر ڈرکا تھا کچھ باقی نہ
تھا تمہارے سبب جان بری ہوئی واہ کیا کارنمایان کیا پھر اسکا بخیہ آپ نے عجیب اسکو جہنم واصل کیا آؤ اب چلو شکار سب لیکر اور چونکہ دیر کیجیے
ہمایون گھر کی طرف آیا اور بعد کئی روز کے عازم ملک سنجان ہوا فضل تیغ زن اور کچھ ہوا خواہون کو ساتھ لیے ہمایون جب وارد سنجان
ہوچکا تو فضل تیغ زن سے کہنے لگا بھائی صاحب چلیے آپکو ذرا کنجاب بن کیچور ملک جربان دیو کش کو دکھاؤن اور آپکی ملاقات بادشاہ
سے کراؤن فضل تیغ زن نے بعجرات و صف شکنی جواب دیا کہ اے بھائی ہمایون بن شداد چل تجکو عمری دلادونگا ملک سنجان کا بادشاہ تجکو کرونگا
کنجاب کو تہ تیغ کرکے خون مین بھر دونگا رستم سے بھی نہ ڈرونگا ہمایون بن شداد نے کہا ایسا ہی کرنا چاہیے یہ کہکے وہ دونون ہمایون بن
شداد اور فضل تیغ زن مع رفقا اودھر روانہ ہوئے انکو تو یہان چھوڑا اب حال بیان کیا جاتا ہے بدیع الزمان کا

اب دو کلمہ داستان شہزادہ بدیع الزمان سے کہ بسبب طعنہ زنی فقیرون کے کشکول گدائی لیکر مانگنا شہزادہ
بدیع الزمان کا اور روپیہ اشرفیان لاکر دینا عوج قلندر اپنے مرشد کو اور پھر مانگنے جانا اور راہ مین ملاقات ہونا
حکیم فاروس سے اور سواری دیکھنا ملکہ گوہر ملک کی اور علاج کرنا ملکہ گوہر ملک کا اور دربار مین کنجاب
کے جانا ہمراہ حکیم فاروس کے ساقی نامہ

ساقیا بادۂ گدائی دے | جو سمان اب نیا دکھائی دے
ہان تبا ب وہ ساغر کشکول | دین نہ رندان دہر اسکا مول

مجلس کر ساقیا تقسیم انہ
دور بر لنڈکر یہ لے سب تو ساقی
کسی حکمت سے جلد دے ساغر
نہ تو کیونکر اڑاوے اور نہ مجکو گاباً

مانگین گے اب شراب رندانہ
جلد پلوا دے جو کچھ باقی
کر ہون بیار بادۂ خود سر
مجکو بس چاہیے ہر جام شراب

ساقیا میکدہ رہے آباد
ابھی دربار دیکھنا ہے مجھے
نہیں اس عارضہ کا کوئی علاج
اے سحر روز و شب یہ ہے امید

وہ عطا کر شراب دل ہو شاد
اوج دلدار دیکھنا ہے مجھے
شربت دید کا تو جام دے آج
وہی دیکھوں میں جلوۂ خورشید

اشعار اب تا چند اے دشت جنون قاتل کے دور گا
قتل خوف ہے ہمسایۂ قصاب و برہمن کا
خدا ناہے کسے اے شیخ تو نار جہنم سے
ہمارے مردے کو درکار ہے غسل آب آہن کا

سنبھل سکتا نہیں ہے دوش سے بوجھ اپنی گردن کا
جو سویا ساتھ بھی قاتل تو خنجر درمیان رکھا
سمندر موج مارے گر نچوڑوں پاٹ دامن کا
ستایا ہے نہایت انقلاب دہر نے ہمکو

غضب ہے جان کو پہلو میں ہونا دل سے دشمن کا
ہمارے آ سکے پردہ رہ گیا دیوار آہن کا
نہیں ہم سا گنہگار اے فلک کوئی زمانے میں
رہا کرتا ہے چشم تر کے اوپر گوشہ دامن کا

مشعر نویسندۂ دفتر دولت * نمودندار قام این جرائد چہرۂ حکمت طرازان خوارق مہوشان دلکش و معالجہ پردازان طبیعت مہوشان ستم کش طلب عشق مین قلم محبت رقم سے یون نسخہ نویسی کرتے ہین کہ جب شہزادۂ بدیع الزمان بصورت گدا مرید بنکر عجوج قلندر کے ہان رہنے لگے اور مریدون نے چرچا کرنا شروع کیا اور طعنہ زنی سے یہ کنایے اشارے کرنے لگے کہ یہ مرید بیٹھے بیٹھے کھاتا ہے مزے اڑاتا ہے نہ کچھ کماتا ہے نہ کہین جاتا ہے یہ سنکر بدیع الزمان کو بہت ناگوار خاطر فیض ناظر ہوا اگرچہ بھور ہے ایک دن شاہ صاحب سے کشکول گدائی لیا اور رخ شہر کا کیا صبح سے نکلے گئے شام کو آئے وہ کشکول گدائی اشرفیون سے بھروائے اور آگے عجوج قلندر کے وہ کشکول رکھدیا عجوج قلندر بہت خوش و مسرور ہوا خیال طعنہ زنی کا مریدون کے دل سے دور ہوا سب مرید دیکھکر دنگ ہوگئے زرد چہرے بیرنگ ہوگئے آپس مین کہنے لگے کہ ہم اتنے زمانے سے گدائی کرتے ہین اور روز مانگنے کو جاتے ہین ہمکو اشرفیان کبھی سو پیسہ بھی نملا اگر یہ مرید دولت بے اندازہ چلے پہل کی لائی نہین ہم کم کرے تو یہ بڑا چالاک میا کیسے وردون سے غنی اور تونگر ہے ہم اسکا مقابلہ اور کسی طرح مباحثہ نہین کرسکتے یہ کوئی پردہ فقرا مین بڑا متمول ہے اسکا غنی دل ہے بدیع الزمان یہ باتین بھی اپنے چپکے چپکے سنتے ہین مگر کچھ خبر نہین ہوتے ہین ناظرین پر مخفی نرہے واضح ہو کر بدیع الزمان تو عجوج قلندر کے مرید ہوکر یہان رہا کرتے ہین اور وہان ملک خورشید و ملک جمشید پسر پادشاہ گنجاب بن گنجور ملک حیران بریو کش نے یہ خواب دیکھا کہ بخت خوابیدہ بیدار ہوے حضرت ابراہیم خلیل اللہ تشریف لائے ہین اور فرماتے ہین کہ جا تو تکیہ پر عجوج قلندر کے کہ وہان میری اولاد مین سے شہزادۂ بدیع الزمان نور دیدۂ صاحبقران ہے تجھسے ملاقات کریگا اور وہ شہرۂ آفاق تیری شمشیر ملک کو ہر ملک اور اس نشان سے تو انکو شناخت کرنا کہ زلفین خلیلی اور خال ابراہیمی مثل سواد شب و ماہ تابان منور اور روشن ہوگا بس خواب دیکھا خورشید و جمشید دونون بیدار ہوے خورشید نے جمشید سے خواب اپنا بیان کیا اور کہا کہ مین ایمان لاتا ہون اور اسلام قبول کرتا ہون اور بت پرستی سے دست بردار ہوتا ہون جمشید نے کہا کہ مین نے بھی یہی خواب مین دیکھا ہے جو تم بیان کرتے ہو مین بھی شرف دین اسلام حاصل کرتا ہون اور بت پرستی سے کنارہ کش ہوتا ہون آؤ چلو ہم تم چلیے اس شہزادۂ عالی وقار بدیع الزمان نامدار کو تکیہ پر چلکے دیکھین کہ وہ جوان کس شکل و شمائل کا اور کس صورت سیرت اور کس انداز خصلت کا ہے یہ کہکر دونون باہم خورشید ملک و جمشید ملک تکیہ پر عجوج قلندر کے روانہ ہوے آئے اور بموجب نشان بتانے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے بدیع الزمان کو پہچانا اور پوشیدہ طور پر ملاقات کی اور بہ لطف مہر آئے مگر یہ راز نہ تو بدیع الزمان پر ظاہر کیا اور نہ اور کسیکو اس اسرار سے ماہر کیا اور یہ اشعار زبان پر لائے اشعار جاکر قفس مین عاشق صیاد ہوگیا

بلبل کا حال قابل فریاد ہوگیا
یہ احسن القصص ہی ہمین یاد ہوگیا
فرخ رخ کو ہو لی دل شاد ہوگیا
گلسو فلک سے کلہ شمشاد ہوگیا

نور روشنی عالم ایجاد ہو گئی
زلفو نکو رکھے شانے پہ تونے
خورشید سے زیادہ ہوئی آئین روشنی

ویرانہ تیرے جلوے سے آباد ہوگیا
دو پر لگا کے یار پریزاد ہوگیا
جو ذرہ تیرے راہ مین برباد ہوگیا

حافظ رخ کتابی محبوب ہے ہمین
ساقی نے ہمکو پلائی شراب عشق
قد بلند یار کو شمشاد جو کہا

الغرض بدیع الزمان لبو چند روز کے ایکدن بر سر سیر نکلے شہر مین آئے ادھر ادھر پھرے سب شہر

ایک کوچہ مین گذر ہوا دیکھا کہ ایک کمرہ مین ایک حکیم کہ نام اسکا فاروس ہی بیٹھا ہوا مطب کرتا ہی اور مریضون کا مجمع ہی بدیع الزمان
بھی جا کر باادب سامنے خاموش بیٹھ گئے جب حکیم صاحب نے اُن مریضون سے مہلت پائی بدیع الزمان کیطرف آنکھ اُٹھا کر پوچھا کہ
کیا مطلب تمھارا ہی اور مزاج کیسا ہی بدیع الزمان نے نبض دکھانے کو ہاتھ بڑھایا اور حال بیان کیا کہ مین علیل ہون بخار ہی دل
ضعیف اُٹھتا ہی حکیم فاروس نے پوچھا کہان مکان تمھارا ہی کیونکر گذارہ ہی بدیع الزمان نے کہا کہ یہان تو بے مکان ہون ہی نہایت
مضطر و حیران ہی مین رہنے والا ایران کا ہون خانہ بدوش رنج و ملال کا حلقہ بگوش ہون حکیم فاروس نے کہا کوئی تمکو دیکھے ہو
بدیع الزمان نے کہا کیا مضائقہ جو کچھ تقدیر کا لکھا حکیم صاحب نے کہا کہ تم میرے یہان رہو کھاؤ پیو عیش کرو یہ کہکر مطب برخاست کیا بدیع الزمان
کو ساتھ لیا مکان مین بدیع الزمان کو ہمراہ لائے زوجہ سے کہا کہ خوش ہو شادی کرو کہ ہمارے اولاد نہ تھی خدا نے پالا لو پایا بیٹا دیا پھر اسنے
پوچھا تمھارا کیا نام ہی بدیع الزمان نے کہا حکیم بدیع میرا نام ہی یہان رہنے سے دل بہت شاد کام ہی حکیم فاروس نے بدیع الزمان کو بھی
بلوایا پوشاک و لباس سے آراستہ کیا یہ رہنے لگے ہر روز حکیم فاروس کے مطب مین بیٹھنے لگے نسخہ نویسی کرنے مین علاج معالجہ مین شریک
حکیم فاروس کے ہوتے ہین ایکروز بدیع الزمان مطب مین حکیم فاروس کے بیٹھے تھے کہ یکایک شور و غل ہوا ہٹو بچو کی آواز آئی سب نے راہ
پر نگاہ اُٹھائی دیکھا کہ جلوس شاہی ساز و سامان جہان پناہی پیدل سوار گرد و پیش نقیب و چوبدار خدمتگار خاص برابر مین محافہ شہزادی ملکہ گوہر
ملک کی کہاریان مخروطی ہو ابرلباس نازہ پہنے ہوئے زیور آراستہ کیے ہوئے گرد سواری کا جوڑے دوڑتی آتی ہین نقیب نگاہ روبرو کی صدا دیتے
جب اس کمرے کے محاذی مین آیا جسمین بدیع الزمان بیٹھے تھے ہوا سے پردہ اُڑ گیا دیکھا کہ ملکہ گوہر ملک بصد ناز و انداز محافہ مین بیٹھی ہوئی ہین
ہی اور ملکہ گوہر ملک کی آنکھ چار ہوئی ایک برچھی جگر کے پار ہوئی ملکہ اُن کے بیہوش ہوئی بدیع الزمان کے دل پر چھری عشق کی چلی ملکہ
نے کلیجا پکڑ لیا بدیع الزمان نے سر خم کیا سواری بڑے تزک و احتشام سے نکل گئی آدمیون سے پوچھا یہ کسکی سواری ہی لوگون نے کہا
اجی جناب بادشاہ کی بیٹی پیاری ہی شکار کھیلنے کو گئی تھی مدت کے بعد آئی ہی بادشاہ کو بڑی شادی ہی روز جشن آج قرار پایا ہی تمام شہر آراستہ
ہی دربار شاہی پیراستہ ہی نذرین وغیرہ ہو گئی تصدق اتارے جاتے ہین غرضکہ سواری شاہزادی کی دربارگاہ پر پہونچی ملکہ محافہ سے اُتر کے داخل
محل ہوئی ماں باپ اور تمام ارکین کو خوشی حاصل ہوئی صدقے اُترنے لگے رچے شادمانی کے گذرنے لگے نذرین وغیرہ ہوئین ملکہ گوہر ملک کی
ملکہ محجوبہ خاتون بہت شاد خاندہ دل آباد بیہوشیون جین ملتی ہی آرایش ملکہ گوہر ملک ایک ایک کو دکھاتی ہی خلعت و انعام محل مین تکویرن
زر و جواہر تصدق کیا بادشاہ نے دربار آراستہ کیا ناچ رنگ اندر سے باہر تک ہونے لگا خلعت فاخرہ سے ارکین دولت کو مخلع کیا
لشکر کو انعام دیا سب دعا و ثنا مین خرد و کلان مصروف ایک ایک کی زبان پر یہی جلدی تھا ترقی جاہ و جلال دوست شاد دشمن پامال
باد اقبال افزون اجلال مگر ملکہ گوہر ملک نے اپنے کو بیماری مین ڈالا عارضۂ دل سے نکلا جھر جھٹ پڑی رہی آنکھ نہ میٹھی ماں نے کہا
ای بیٹی مین قربان مزاج کیسا ہی دل کا حال کیا ہی طبیعت کی ناسازی بیان کرو حکیم فاروس کو بلاؤ علاج ہو ملکہ نے کہا کہ حضور کیا عرض
کرون کچھ طبیعت سست ہی حرارت معلوم ہوتی ہی سر مین درد ہی دل پر گرد چہرہ زرد غرضکہ وہ رات جشن اور عیش و عشرت ناچ رنگ
مین گذری صبح کو چوبدار بھیجا حکیم فاروس کو طلب کیا حکیم صاحب مع حکیم بدیع ہمراہ چوبدار کے آئے شہزادی نے اپنی نبض دکھائی
کیفیت طبیعت سنائی تو شہزادی نے کہا ای حکیم آپ اب ضعیف ہو گئے تشخیص بھی ضعیف ہی صاحبزادہ جو یہ آپ کے ہمراہ ہی اس
نبض دکھلائیے کہ یہ جوان ہی تشخیص بھی جوان ہوگی حکیم فاروس نے حکیم بدیع کو اشارہ کیا حکیم بدیع آگے بڑھے پردے کے پاس جا کر
بیٹھے ملکہ نے ہاتھ بڑھایا پردے کے اندر حکیم بدیع ہاتھ ڈالکر نبض دیکھنے لگے کہ ملکہ نے ہاتھ سے بدیع کے ہاتھ مین چٹکی لی بدیع الزمان
سمجھ گئے چپکے سے ملکہ نے کہا کہ ہم اور ہی اور پر رقعہ بھیجین گی پڑھ لینا اُدھر ملکہ اُدھر بدیع الزمان ٹھنڈی ٹھنڈی سانسین بھرا کیے
نبض خوب دیکھا کیے بڑی دیر کے بعد حکیم بدیع نے ہاتھ پردے سے نکالا یہ نسخہ لکھا نسخہ تحفۂ دیدار حبیب ۶ سنبل الطیب زلف جانان
عرق رخسارہ عاشق ۔ عناب لب معشوق ۔ طباشیر کبود رخسار محبوب ۔ نبات سفید لب ہاے قند مکرر ۔ شربت دیدار حبیب

یہ نسخہ لکھکر حکیم بدیع نے ہاتھ میں ملکہ گوہر ملک کے دیا ملکہ گوہر ملک نے حکیم صاحب کو رخصت کیا بعد آنیکے حکیم دربار بادشاہ گنجاب بن تیجور ملک حرمان دیو گش میں آنے دیکھا دربار جمع ہے بادشاہ تخت پر بیٹھا ہے حکیم نے سلام کیا بادب بیٹھے تو حکم ہوا بادشاہ نے پوچھا کہ حکیم صاحب آپ بہت عرصہ کے بعد آئے کیا سبب ہے کہاں تھے حکیم فاروس نے کہا کہ ایک میرا بیٹا تھا وطن ایران کے چلا گیا تھا اب زمانہ آٹھ روز کا ہوا کہ وہ لڑکا بعد کئی برس کے آیا اس سبب سے میرا آنا نہو سکا بادشاہ متعجب ہوا اور کہا ای حکیم صاحب آٹھ روز کا عرصہ ہوا کہ تمھارا بیٹا ایران سے آیا ہے اور ہمکو نہ دکھایا حکیم فاروس نے سر جھکایا با ادب عرض کیا کہ غلام زادہ حاضر خدمت فیض درجت شاہنشاہ ہوگا القصہ دوسرے روز حکیم فاروس حکیم بدیع کو حمام کراکے پوشاک درباری پہنا کے بعد تکلف ہمراہ اپنے دربار میں بادشاہ گنجاب کے لیئے ایک رسوم ہوئی دربار میں کہ حکیم فاروس اپنے بیٹے حکیم بدیع کو ہمراہ لائے ہیں بادشاہ نے بھی سر اٹھاکے دیکھا حکیم فاروس نے حکیم بدیع کو آگے بڑھایا حکیم بدیع نے بادشاہ کو آداب سلام بجا لا کے نذر گذرانی جیسے ہی بادشاہ نے ہاتھ بڑھایا تاج بادشاہ گنجاب کا گرا بادشاہ متوحش ہوا وزیر نے تاج اٹھاکر جھاڑ پونچھ بادشاہ کے سر پر رکھا بادشاہ خاموش ہو رہا مگر حکیم بدیع کی بشاشت و متانت و حسن جمال چہرہ بیمثال دیکھکر بہت پسند کیا اور نہایت خوش ہوا خلعت فاخرہ سے خلع کیا پوچھا کیا ملکہ گوہر ملک علاج اسی صاحبزادے نے کیا ہے حکیم فاروس نے عرض کی حضور اسی صاحبزادے نے علاج شہزادی کا کیا ہے بادشاہ اور زیادہ خوش ہوئے اور بہت مزاج ہے کہا حقیقت میں حکیم صاحب تمھارا بیٹا صاحب کمال ہے اور متانت اور فراست چہرہ بیمثال سے ظاہر ہے یہ سنکے حکیم بدیع اور اشعار پڑھنے لگا اشعار

کلام صاف کو اپنے جو دیکھے اسکو حیرت ہو
ہوئی ہے زلف یار جس پوشاک سے پیدا
سرے خورشید روشن کا یک عالم ہوگا دیوانہ
شفا ہوتی ہے کسی آستان کی خاک سے پیدا
مزین از جان رنگین داغ عشق زلف خدا کی قسم

ہوا ہے عشق ہمکو اسکے حسن پاک سے پیدا
یہ آئینہ ہوا ہے جوہر ادراک سے پیدا
دل صد پارہ ہمارا ہے نقش محبت ہے
ہزاروں ہو گئے چاک گریبان چاک سے پیدا
قدم سے تیرے دیوانوں کے آبادی کا عالم ہے
یہ گل ہنسنے لگے ہیں کس خس خاشاک سے پیدا

کیا ہے نور کے جلووں کو جسنے خاک سے پیدا
دل فرخ حضرت یعقوب عاشق اسکو کہتے ہیں
کہاں ہو سکتے ہیں ایسے نگین چالاک سے پیدا
مسیحا ہے ہمارے عیسی مریم کو کیا نسبت
ہوا ہے شہر اک صحرا سے وحشت ناک سے پیدا

بدیع الزمان نے جو آنکھ اٹھاکے چاروں طرف دیکھا تو دربار گنجاب بیحد بے حساب سرداران نامی و پہلوانان گرامی سے آراستہ و پیراستہ ہے اور رعب و دبدبہ سے کسی کو مجال کلام نہیں بغیر تہذیب اور بے ادبی کا مقام نہیں کہ بڑے بڑے اولوالعزم شل ترکیب جوشن پوش دیگا و شمدخون آشام و مہلیل دراز ترکیب و فضل تن گیا ہور۔ ودکیس۔ وقیس۔ ولیس۔ والیاس و قیماس۔ و نوح۔ و تیح۔ و تنورخون آشام۔ وقدیرین غار یرخون آشام۔ وسہراب زرین رخت۔ ومہران بن سہراب زرین۔ و خدیو کشور کشا۔ و دیو کشور کشا۔ و طراق بن صطراق شیر گیر و ببر افگن۔ و قسات بن مرآق پیل زور اژدہا چشم۔ و قاہر قہر چشم و مکلیل و مخلیل و مخلق و سلسل دراز ترکیب۔ و طاہر بن ظہیر روشن رائے۔ و مقاہر جوان بخت۔ و طویل بن اطال و شمعن بن بلند آواز و ہمتن بن سیاہ و علقمہ دراز ابرو۔ و شتر بلیہ۔ و فرطلہ۔ و تیر بن علقمہ ایسے ایسے سردار نامی و نامور و شکلوں و دیکر سیوں پر بیٹھے ہیں مجال کیا نہیں کہ اٹھکے ادھر سے ادھر چلے جاسکے دشمن کیا جان رکھتا ہے کہ ناگاہ ہمایون بن شداد اور ساتھ ایک جوان رعنا خوبصورت حسین شکیل جمیل طرار جرار بہادر صف شکن نام فضل تیغزن دربار گنجاب بن تیجور ملک حرمان دیو گش میں آیا اور بقاعدہ شاہی آداب تسلیمات بجا لایا گنجاب نے حکم بیٹھنے کا دیا اسیطرح فضل تیغزن نے مجرا کیا انکو بھی حکم بیٹھنے کا دیا مگر فضل تیغزن سے جرات و بہادری و بقوت تختی و صف شکنی ہر ایک سردار سے شیرانہ آنکھ ملانا شروع کیا جس سردار نے پلک جھپکا لی آنکھ چرالی انکو کہا وہ مارا ہمایون نے ہاتھ سے زانو پر اشارہ کیا کہ چپ رہو دم نہ مارو یہ دربار بادشاہ گنجاب کا ہے ایسا نہو کہ عتاب آئے غضب شاہی میں گرفتار ہو فضل تیغزن نے کہا جس سردار نے مجھسے آنکھ ملائی اور مجھے کو ملی آنکھ ڈالی اسنے آنکھ چرالی اور پلکیں جھپکا لیں میں

کہا وہ اراا ای ہمایون یہ سب سردار دیکھنے کے ہین بہادر نہین ہودے ہین اگر تو کہہ تو ابھی آج ہی تخت چھین کے ابھی تجکو بٹھا دون اور طرہ دو چیری دلا دون ہمایون نے کہا ای فضل تیغ زن کیا کہتے ہو خاموش رہو ایسی بات منہ سے نہ نکالو دربار مین غضب ہو جائیگا جو کوئی سن پائیگا ادھر جو سردار قریب بادشاہ کے بیٹھے تھے انھون نے جھک کے بادشاہ سے کہا کہ حضور نہین معلوم کہ ہمایون بن شداد کے ساتھ یہ کون جوان رعنا آیا ہی ہمکو یہ بڑا بہادر اور دلاور معلوم ہوتا ہی کہ ہم مین سے جسنے اسکی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا اوسنے آنکھ ملی اسنے ایسی آنکھ دکھائی جیسے شیر ببر بنگال نگاہ ڈالتا ہی اور ہر بہادر کی آنکھ جھکی اسنے کہا وہ مارا یہ جو بادشاہ سے کسی نے کہدیا تو کجکلاہ نے سر اٹھایا اور ہمایون بن شداد کیطرف دیکھکر خطاب کیا ای ہمایون یہ جوان آج تمھارے ساتھ کون آیا ہی اور کہان کا رہنے والا ہی ہمایون نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ حضور بادشاہ سلامت یہ میرا چھوٹا بھائی ہی نام اسکا فضل تیغ زن بڑا صف شکن ہی دوسرے یہ کہ حبیب اسنے بہادرون اور جرارون سپاہیون کی اٹھائی ہی نہایت اخبث ہی اور جاہل دربار شاہانہ سے ہی حضور تجکو بدل عزیز ہی اور صاحب تمیز حضور مین ایک مرتبہ برا شکار جو گیا وہان ایک شیر ببر نے تجکو آکر گھیرا گھبرا کے زمین پر پڑا اوس وقت عجیب یاس و ہراس ہوا کوئی آس پاس نہین تھا اتنے مین ہوش و حواس جاتے رہے فضل تیغ زن نے جو دور سے یہ معرکہ دیکھا گھوڑا اڑا کر پہنچا آتے ہی اسکے کلون مین ہاتھ ڈالکے چیر ڈالا اور زمین پر اسی زور سے پٹکا کہ وہ شیر مثل ریزہ ریزہ ہو کر زمین ہوا جری بے بدل بہادر بے نظیر مثل فن تیر کہ کبھی نشانہ خطا نہ کی جرات ایسی ہمت ایسی ہی طاقت ایسی ہی بادشاہ فضل تیغ زن کے اوصاف حمیدہ مع پسندیدہ سنکر بہت مسرور و دلشاد ہوا اور خلعت فاخرہ سے خلع کیا کہ ایک فضل تیغ زن سفر و انداز و جراران دربار سے بگاہ ملاتے ملاتے جو بدیع الزمان کیطرف رخ کیا بدیع الزمان کو ہمایون اشارا کیا کہ وہ مو جان آپ یہان بھی موجود ہین بدیع الزمان نے اشارے سے کہا خاموش رہو کہو دشمن نہین ورنہ برا ہوگا فضل تیغ زن نے دست بستہ ہو کر بادشاہ سے پوچھا حضور حکیم صاحب کا کیا نام ہی اور حکیم صاحب کے بیٹے کا کیا نام ہی بادشاہ نے کہا ای فضل تیغ زن اسکے باپ کا نام حکیم فاروس ہی انکا نام حکیم بدیع ہی اب فضل تیغ زن ادھر پھرا اور کہا حکیم صاحب مین تسلیمات عرض کرتا ہون ذرا میری بھی نبض ملاحظہ فرمائیگا کہ مجکو حرارت لگنے سے تپ رہتا ہی دو چار روز سے طبیعت بدمزا ہی کوئی نسخہ عمدہ تحریر کیجئے کہ جس سے اصلاح طبیعت ہو اور وحشت ہو حکیم بدیع ظاہرا تو بہت اچھا کہا چپ ہو رہے مگر اشارے سے کہا کہ ارے کیا غضب کرتے ہو بس زیادہ نہ چل تمکو چپکے بیٹھے رہو غرضکہ جب دربار برخاست ہوا سب سرداران نامور و ارکان دولت بادشاہ کشور ستان اپنے اپنے مقام سے اٹھکر رخصت ہوئے اور حکیم فاروس مع حکیم بدیع کے اپنے گھر آئے اور ہمایون بن شداد بھی سوار ہو کر روانہ ہوا داخل محلات سلطانی ہوا ملکہ گوہر ملک نے باپ کی اجازت سے ایک باغ علیحدہ تیار کرایا تھا اور اسمین ایک کوٹھی دلچسپ بنوائے باغکو ایسا آراستہ و پیراستہ کیا تھا کہ گلشن شداد کو بھی اسپر رشک آتا تھا نمونہ بہشت عنبر سرشت گویا وہ باغ تھا پرستان کی کیا حقیقت ہی یہ پریرویون کے دل کا داغ تھا جو کوئی اسکو دیکھتا تھا وجد مین آکے یہ اشعار پڑھتا تھا اشعار

زمین جسکی چار م آسمان ہی
کمر میری تو دست باغبان ہی
گل و بلبل سے دربار زبان ہی

دل روشن ہوا روشنگری کی منزل
یقین ہوتا ہی یہ خوشبو سے گل
کس پر بھی کو شل و روس شب اول

یہ آئینہ سکندر کا مکان ہی
کسی گرو کا غنچہ عطردان ہی

یہ کس رشک مسیحا کا مکان ہی
چمن کی سیر پر ہوتا ہی جھگڑا
سحر ہو گل کھلے تبسم کرے کچ

بنا کے ہر چیز سے مزین و مرتب کیا چھت پردے فرش فروش تکلف سے عمدہ بچھائے کنول گلاس بلورین مردنگیان و دیوارگیرین شیشہ کے حباب برنگ شیشہ آلات چہار طرف آئینہ بندی تصویرین لگی ہوئین جہین جہین چھپر کھٹ لگا ہوا آگے اوسکے مسند مرصع کا بچھی ہوئی اور سب اشیاء فرو ریات مہیا باغ ہوتا ہی شگفتہ اشجار ہیں و دراز نسیم سحر سے جھوم رہے ہین مرغ خوش نوا غنچون کا منہ چوم رہے ہین جابجا رنگ رنگ کے پھول سرسبز و شاداب کھلے ہین جو قدرت صانع ازل اس چمن لالہ زار کو کیا رنگ سے ملے ہین بیلا چنبیلی موتیا موگرا سمن و یاسمن نسرین و نسترن گیندا گل لالہ سہرا شبو جعفری سوسن و ریحان وغیرہ کھلکھلا کر سب ہنس رہے ہین نرگس کے دمبدم اشارے سے

بلبلیں چہک رہی ہیں کلیاں پھولوں کی مسکرا رہی ہیں طیور زمزمہ ساز ہیں مرغ نغمہ نواز ہیں قمریاں کوکو کر رہی ہیں عشق کا دم بھرتی ہیں جا بجا شور ہو رہا ہے کبک دری کا زور ہے ایسا باغ دلکش جو کوئی آٹھ پہر عمر بھر وہاں سے نکلنے کو نہ جی چاہے اُس باغ میں ملکہ گوہر ملک ختن نسب نے رہنا اختیار کیا انیس جلیس خواصیں کہاریاں مغلانیاں حبشنیں ختنیں اور کمانداریں وغیرہ اور عمدہ عمدہ رقاص جانفزا ہیں باغ لالہ زار ہے غنچہ خاطر پر از بہار ہے لیکن یار جانی و محبوب جاودانی کا انتظار ہے ملکہ گوہر ملک نے ایک نامہ محبت شامہ بدیع الزمان کو لکھا اُسکا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ اے گل باغ حسن و خوبی اے غنچہ نہال گلشن محبوبی اے خسرو حسینان جہان اے خسرو خسروان شہزادہ بدیع الزمان نور حدیقہ صاحبقران ہم اس باغ میں روز رہا کرتے ہیں جلد تم بھی تشریف لاؤ خوشبوے زلفین عنبرین سے کہ رشک مشک و عنبر ہے داغ عاشق ایسا وُہ شکل دکھاؤ دیدار کو ترساؤ

اشعار

کان بلبل کے لگے رہتے ہیں بس در کی طرف
تاب کے دوری سری جان آ کہ یہ اشتیاق
تم جو آجاؤ تو میرے باغ میں آئے بہار
کیا گھروں میں وہ اُداسی باغ گلزار کی

منتظر اس گلشن ایجاد میں تشنہ و ہر
تاکتے ہیں خوشۂ انگور رہرو کی طرف
دھڑ دھڑ صیاد کو کھٹکے میں ہی ہر باغبان
تازگی آئے نہالوں میں چمن ہو لالہ زار

تاکتی نرگس کو ہی ہر ایک گل ناشاد ہے
سبزے کو ہی خسرو گل کے قدم کا اشتیاق
بلبلیں شغل کے دھڑ سے جا بجا ہیں نوحہ خواں
اے خسرو بتا کی دل اُس گل بے خار کی

ملکہ گوہر ملک نے یہ نامہ اشتیاق اپنے ایام فراق کا لکھا اور شہزادہ بدیع الزمان کے پاس بھیجا شہزادہ بدیع الزمان پڑھ کر بہت مسرور ہوئے رنج و الم دل سے دور ہوئے شب کو پشت باغ سے کمند پھینک کر پہنچے ملکہ دیکھتے ہی بدیع الزمان کو غنچہ باغ ہوئی خار الم جگر سے دور ہوا دل مسرور ہوا گویا بہار تازہ گلشن میں آئی نالہائے چمن چھوڑنے لگے بلبلیں نغمہ سنجیاں کرنے لگیں جلد خواصوں کو حکم دیا کہ جلسہ عیش تیار ہو اُسوقت جلسہ تیار ہوا پہلے تو دو دو جام شراب دور میں آیا ناچ ہونے لگا صبح تک ہیلوے گلزار میں جھمکڑا ناچ دیکھا سحر ہوتے ہی اپنے گھر میں چلے آئے کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی اسی طرح ہر شب شاہزادہ ملکہ گوہر ملک کے یہاں جاتا تھا ایک شب کا ذکر ہے کہ شاہزادہ بدیع الزمان تو ملکہ کے یہاں گیا اُدھر قاسم جب دربار نگجاب سے آیا شب کو دل میں سوچا کہ چچا جان تو بڑے مزے میں ہیں ذرا چلئے اُنکی خبر لینا چاہیے اور اگر ہیں پڑے دنگل رستم اُن سے سمجھوں یہ خیال کرکے ایک دوشالہ سیاہ اوڑھ کر ڈھاٹا باندھا اور سیدھا حکیم قاروس کے مکان پر آیا گرد مکان پھرا جب کہیں راستہ نہ پایا کٹھے پر کمند پھینک کر گھر میں داخل ہوا دیکھا حکیم قاروس ایک حجرہ میں سو رہا ہے وہاں سے خوابگاہ شاہزادہ بدیع الزمان میں آیا دیکھا کہ پلنگ پر سوتے ہیں اسنے تلوار نکالی اور ذرا سا ملال مرت اس خیال سے کہ چچا جان جاگ اٹھیں جسم میں کوئی جاوے بلکہ خیر ہے بناشش کا مضمون ہوا جب تو اسکو غصہ آیا اور چادر الٹ کر دیکھا تو چچا جان میرے ڈر کے مارے اٹھنے کو جی نہیں چاہتا ہیں شکو جان سے نہ مار ڈالونگا یہ اُنکا خیال کرکے دیکھا تو بجائے بدیع الزمان کے تکیہ پلنگ پر رکھا ہے پھر قاسم کا غصے کے مارے عجیب حال ہوا تلوار سے تکیہ کے پرزے پرزے کر ڈالے اور وہاں سے حکیم قاروس کی خوابگاہ میں آیا اُنکی ناک پکڑ کے جھنجھوڑ دیا حکیم صاحب کی آنکھ کھل گئی ایک سیاہ پوش کو کھڑے دیکھا جبتک حکیم قاروس غل مچائے شاہزادہ قاسم سے کچھ پوچھے شاہزادے نے کہا کہ حکیم صاحب تسلیم عرض ہے یہ فرمائیے کہ آپ کے صاحبزادے کہاں تشریف لے گئے میں اُنکے مارنے کو آیا تھا وہ میرے ڈر سے پہلے بھاگ گئے اب جو وہ آئیں تو اُنسے کہہ دینا کہ بچا آج تم میرے ہاتھ سے بچ گئے ورنہ تمہارے پرزے کر ڈالتا حکیم قاروس کا یہ حال ہے کہ مارے ڈر کے کچھ بات منہ سے نہیں نکلتی ہے آخر کار ڈرتے ڈرتے پوچھا کہ جناب آپکا اسم شریف کیا ہے اگر بدیع الزمان آئیگا تو میں آپکا کیا نام بتاؤنگا قاسم نے کہا نام کی کچھ ضرورت نہیں ہے جب بدیع الزمان آئیں تو اُنسے صاف صاف کہہ دینا کہ اگر زندگی چاہتے ہو تو دنگل رستم مجھے دیدو ورنہ کیوں اپنی زیست پر حرف لایا چاہتے ہو یہ کہکے جست کرکے کوٹھے پر پہونچا اور کمند کے سہارے سے نیچے اتر کے روانہ ہوا اُدھر شاہزادہ بدیع الزمان گرد شکر شکن نے رات بھر خوب جلسے دیکھے قریب صبح وہاں سے اپنے گھر میں آئے حکیم صاحب کو نہایت مضطرب پایا کیفیت مزاج پوچھی حکیم صاحب نے ساری نقل

گزشتہ بیان کی اور کہا ای بدیع الزمان مناسب یہ ہی کہ مین تو ایک اور مکان مین چھپ جاؤ دن جو شخص تمہارے مارنے کو آیا تھا ۔ معلوم تھے اسلو کمان کا عناد ہی آگر تیغ پلنگ پر ہوتے تو بیشک وہ مار ڈالتا دیکھو اپنے پرزے پرزے کر کے چلا گیا میری تو اسکے ڈر کے مارے عجیب حالت تھی جب وہ یہان سے چلا گیا تو مین بہی غنیمت سمجھا ورنہ مجھے اپنی زندگی سے ناامیدی ہو چکی تھی یہ بات شاہزادۂ عالی مرتبت غضے مین بسنے لگا اور کہا کہ حکیم صاحب آپنے پہچانا بھی یہ وہ شہزادہ پیارا قاسم یعنی قفل تیغزن تھا مجھے ملنے کو آیا ہوگا جب پلنگ پر نہ پایا تو غصے سے تکیہ کو تلوار سے کاٹ ڈالا یہ قاسم بڑا شوریدہ پشت دیوانہ مزاج ہی کل دربار مین ہرا ایک پہلوان سے آنکھ لڑاتا تھا جسکی آنکھ جھپک جاتی تھی کہتا تھا وہ ڈرا بھلا اس سودے کا کچھ علاج ہی وہ بچہ میرے اور کسی سے ڈرتا نہیں مین ہوتا اور انگوشتالی دیدیتا وہ چپکا یہان سے چلا جاتا پھر کچھ حرف شرکا حکیم صاحب نے کہا کہ وہ دنگل رستم مانگتا تھا اسکا مطلب میری سمجھ مین بالکل نہ آیا بدیع الزمان اس بات پر خوب ہنسا اور کہا بیشک بڑی لواہ ہوگا حکیم صاحب مطلب انشاء اللہ آگے بہت جلد کھل جائیگا

دو کلمہ داستان جرأت و شوکت بیان مردم رباے زمین خشک شیر بیشۂ جنگ نہنگ دریاے شجاعت مالک ملک جرأت و ہمت خدیو صولت و شوکت خسرو قوت و طاقت حلقۂ فگن گوش گردن کشان و زیر کنندۂ پہلوانان نام آوران سلطان سلطان شاہان داماد نوشیروان و شہپال ابن شہرخ یعنی امیر ابو تو قیر حمزہ صاحبقران کو ثابت ہونا کہ شہزادہ بدیع الزمان کو ایک نقاب دار مع پوش دنگا کر لیگیا اور قاسم بھی اپنے چچا کی جستجو مین چلے گئے اور ڈھائی سو سردار چوری گئے پھر امیر ابو توقیر کا تلاوہ پھرنا پھر مظفر کا ریابی کا امیر کو بیہوش کر کے گرفتار کرنا گنبد جمشید مین پھر عمرو کا تلاش امیر مین نکلنا اور عجائب عیاریاں اور سرداروں کا معلوم ہونا اور جنگ جدل لشکر اسلام اور خنجر خان بن گنجاب سے اور شلیط خان بن گنجاب سے بشراکت لشکر کا دنگل گاؤ سوار کے مدد کو آئے تھے اور مسلمان ہونا اسکندر کوفی اور اسکی دختر کا کہ نام اسکا فتانہ ہی اور رہائی سب سرداروں کی پھر کرب کا سبکو ہمراہ لیکر مراجعت طرف لشکر اسلام کرنا ۔ ساقی نامہ

پلا ساقیا بادۂ لالہ رنگ
کہ رندوں سے میخانہ میں ہو جنگ
ارے پھر کے لا اب مئے ابگین
کہ ہو دورۂ دور چرخ برین
مگر وہ نہ دے بادۂ سرخ فام
کہ بیہوشی کا جسمین ہو انتظام
نہ عیاریان تو دکھا ساقیا
زلال مصفا پلا ساقیا
ارے کچھ ہی غم گردگان کی خبر
کہ جس مین کا نشہ نہ آج تیرے کام
ہوا چاہتی ہے وہ جنگ جدال
کہ میخانہ ہو خون سے لال لال
نہ تا مین نظر جام اور نہ سبو
نہ غم نہ تو ابیہ نہ گزند نہ تو
سحر ہیں نقل سے کیا کام ہے
بہت اپنے مطلب کا اک جام ہے

اشعار مرے آنکھوں کے رستے آنکلا جو بہ دریا
خدا جانے کہ کیا ہونگے ہنسے گو دشت مین دریا
سرک جاوے جو میری چشم تر سے گوشہ دامن
ابھی دل کھو کر رو یا تو آیا جوش مین دریا
ہمیشہ صورت ساحل ہے زبان خوش مین دریا
خموشی اور گویائی مری اک اک سے بہتر ہے
نہ دیکھا ہو کسی نے ایسا اپنے ہوش مین دریا
نکال اب چاہیے ای غواص تو جلدی نکال اسکو
سکونت مین یہ قطرہ ہے گہر تو جوش مین دریا
کیا جو ضبط گریہ تو کیا کوزے کو دریا مین

سطر نویسندۂ دفتر لاجواب و محو ندارم دفتر شتاب کشور کشایان اقلیم عیاری و خطے کنندگان مراحل طراری و گمشدہ گان بہت و شجاعت و برق جہندگان صولت و شوکت نشان قلم لشکر ظفر حشم میدان و دشت سخن قرطاس ملک اساس پر قلم کر کے کاغذ از رخت مین روان کرتے ہین کہ جس وقت مردم رباے زمین خشک شیر بیشۂ جنگ نہنگ دریاے شجاعت مالک ملک جرأت و ہمت خدیو مملکت صولت شوکت خسرو سلطنت قوت و طاقت حلقہ فگن گوش گردن کشان و شکست دہندۂ پہلوانان نام آوران سلطان سلطان شاہان داماد نوشیروان و شہپال ابن شہرخ یعنی امیر ابو توقیر حمزہ صاحبقران کو زبانی امیہ کے معلوم ہوا کہ شہزادۂ بدیع الزمان کو ایک نقابدار گو ہر پوش بہرے مقابل لیگیا کر کسی طرف لیگیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قاسم نوجوان فرزند دلبند علم شاہ عالیشان برائے جستجوے ندرے نامدار چچا

مع الزمان عالی وقار امیر سے حال لشکر کسی جانب کو گئے انکا بھی نشان نہ ملا اور علاوہ انکے اڑھائی سو ہزاران سو پہلوان نامی
لشکر جرار صفدر تیغ زن صف شکن یعنی لندھور بن سعدان گردہ مالک اژدر و بہرام گرد و خاقان مالک ختن و طوطوش
تبر زن و مرزبان خراسانی و شیبال ہندی وغیرہ ایسے ایسے سردار لشکر ظفر پیکر سے چوری گئے یہ سنکر امیر با توقیر کو نہایت فکر
عظیم و فکر و تردد و غیظ و غضب تھا سکوت مین بیٹھے تھے کہ پہلوان عادی نے آنکر عرض کیا آج تلایہ کا دن حضور کا ہے سنتے ہی امیر
با توقیر نے بصد جرأت وہمت فرمایا بہتر اچھا آج مین تلایہ کو جاؤنگا وقت شام بعد انتظام امیر شیر گیر مقبل وفادار و عمرو بن امیہ نامدار کو
ہمراہ لیکر گرد لشکر فیروزی اثر کے تلایہ کرنے لگے بعد چند ساعت کے گردش پھر کر ایک مقام پر بیٹھے اور صحبت شراب کباب برپا کی جب سب پی چکے
شراب کم ہوئی عمرو کو واسطے شراب لینے کے بھیجا ناظرین پر واضح ہو کہ جب عمرو واسطے شراب لشکر کیطرف گئے ناگاہ مظفر فاریابی بشکل فقرائے
مقام ناگزیر پیدا آیا اور ہاتھ مین اسکے ایک شیر برنج کا کاسہ نہایت لطیف و عمدہ آبدار خوش ذائقہ کہ اگرہ بمجالس امیر با توقیر کے آگے
لاکر رکھدیا اور کہا ای بابا مین نے پروردگار عالم کی نذر مانی تھی خیال کرتا تھا کہ یہ کاسہ شیر برنج کسکو کھلاؤن کوئی متبرک شخص ہو تو
اسکے سامنے پیشکش کرون ای بابا اسوقت تیرا حال معلوم ہوا کہ آب و خورش بادہ خوشگوار مین مشغول ہو بس تجھسے زیادہ متبرک کون ہوگا
یہ شیر برنج بسم اللہ کہکے نوش کر امیر شیر گیر وہ کاسہ شیر برنج دیکھکر بہت خوش ہوے کہ رزاق مطلق نے صحرا مین وقت شب ایسی نعمت
عنایت کی شکر نعمت علی بجا لانا چاہیے اور کھانا چاہیے یہ کہکر امیر با توقیر اور مقبل وفادار دونوں نامداروں نے وہ شیر برنج نوش کی بس کھاتے ہی
بیہوش ہوگئے مظفر فاریابی نے دونوں کا پشتارہ باندھکر پیٹھ پر لادا اور لیکے بھاگا یہان عمرو عیار بن امیہ نامدار جو شراب لیکر
آئے دیکھا نہ امیر ہین نہ مقبل وفادار ہین عمرو گھبرایا چارطرف دوڑا دیکھا تلاش کیا مگر کہین نہ پایا پلٹ کر لشکر مین آیا فوراً بادشاہ
بجاہ اولوالعزم و نامدار سعد بن قباد شہریار سے عرض کیا کہ ای خداوند حضور گیہان خدیو امیر با توقیر حمزہ صاحبقران اور مقبل وفادار
کو تلایہ پھرنے کوئی لے گیا اور یہان مظفر فاریابی نے امیر اور مقبل کو گرفتار کرکے نیچے گنبد جمشید مین قید کیا یہ سنکر بادشاہ ذیجاہ
نے عمرو بن امیہ نامدار اور عیاران عالی وقار سے کہا کہ جلد جاؤ اور چارطرف تلاش کرو اور پتا لگاؤ مجھکو جلد خبر آکے سناؤ
حکم سنکر عمرو مع عیاران طرار چارطرف فرداً فرداً روانہ ہوے ادھر کا حال ناظرین باتمکین ملاحظہ فرمائین کہ شیلیت خان
بن گنجاب و خنجر خان بن گنجاب یہ دونوں بدذات سوداسرافیل قدرت یعنی گاؤ دنگی گاؤ سوار کی کمک کو آئے ہوے تھے
انھون نے سنا کہ امیر حمزہ صاحبقران نامی نام آوران و پہلوان شکوہ مع اڑھائی سو اہل لشکر و سرداران سرگروہ کے گرفتار ہوکر
گنبد جمشید مین قید ہوے ہین اس سے بہتر کوئی اور وقت ہاتھ نہ آئیگا ابھی لشکر اسلام خوش انجام کو مارلو ایک ایک سردار نامدار
کا سر تن سے اوتارلو یہ سوچکے شب کو انھون نے طبل جنگی بجوا دیا اور فوج کفار نابکار کو حکم ہوا کہ کل لشکر اسلام سے مقابلہ ہے ہنگامہ
فوج مین کمربندی ہونے لگی ایک ایک سپاہی ایک ایک سردار اسلحہ تن پر درست کرنے لگا کر چست کرنے لگا صبح ہوتے ہی مورچہ
بندی ہوئی سپاہیون کے غول چلنے لگے سردار خیمون سے نکلنے لگے میدان مین فوج کفار نامود نابکار صف آرا ہوئی کالے
کالے پھریرے نشانون کے کھل گئے پہلوانان نامی سب زرے پر تل گئے ہزار ہا نیزے علم ہوے نوبے جرارون کے دمبدم
ہوے برق کے مانند سنانین چمکنے لگین نامردون کی چھاتیان دھڑکنے لگین چلون سے تیر سے کمانین کڑکنے لگین بیدل بڑھے سوارون
نے گھوڑون کی باگین لین چاؤش نعرے مارنے لگے بڑھ بڑھ کے پکارنے لگے ای پہلوانان جرار و ای نام آوران نمودار و ای
سرداران ذوی وقار و گردن کشان جرأت شعار ہوشیار باش بیرون نام و ننگ ہے لشکر اسلام بیا سے جنگ ہے قدم آگے بڑھاؤ
لڑائی مین جانین لڑاؤ اپنے جوہر دکھاؤ نام کرو کارزار مین وہ کام کرو تلوار دکھانے کا وقت ہے جرأت دکھانے کا وقت ہے
نقاب بزدلی چہرے سے ہٹاؤ تلوار پکڑکے معرکہ مین آؤ بڑھ بڑھ کے برچھے چلانا چاہیے ہنر جنگ مخالف کو دکھانا چاہیے جب لڑائی
معرکہ کی فتح کروگے انعام مین زر و جواہر سے سپرین بھروگے کہ کیتون نے جو یہ وقت دلیری و جوانمردی امیدگانہ و بہادرانہ

لکھو لکر بیان کرنا شروع کیا فوج کا دل بالخصوص بڑھا سپاہی پہ سپاہی سوار پر سوار نے ریلا کیا ادھر لشکر ظفر پیکر کو بادشاہ اسلام سعد بن قباد فرخندہ فرجام نے حکم صف آرائی دیا ارب نوجوان نے لشکر اسلام کو درست کیا ایک ایک گرد شیر شکن مجوانمرد یلتن رستم صورت و تہمتن سیرت غرق بسلاح جنگ لیس ولولہ شجاعت و نام و ننگ بے درنگ لڑنے کو تیار رکاب میں تیغ آبدار ہاتھ میں نیزہ خونخوار دوش پر کمان کیانی کمر کش تیروں سے بھرا دامن سے خنجر خونچکان لگا ہوا برابر جہانتے تانے کھڑے ہوے بادہ شجاعت و ہمت سے سرشار آنکھوں میں لڑائی بہادری کا خمار جھوم جھوم کر نعرے کرنے لگے شیرانہ بلنگانہ ہاتھ قبضہ شمشیر پر رکھ رکھ کے لشکر روباہ کو دمبدم دیکھنے لگے جوش و ولولہ شجاعت سے لشکر جب ہیبت پہ جا پڑین پروں کو مسمار صفوں کو تہ و بالا کرین اگر سلیمان رعب و جلالت بادشاہ مجاہد سعد بن قباد فرخ نہاد حکم دے تو فوج حریف کو چیونٹیوں کیطرح سے مسل کر پھینک دین ایک ایک کو نوک نیزہ سرتیز پر اٹھا اٹھا کر زمین کا پیوند کرین اشعار

ہوا ایک یک رن مین فوجا کا جوش
پرے سے پرا صف سے صف مل گئی
ابھر کنے لگے جا بجا بیدرنگ
دلیری سے بجانے سنبھالے ہوئے

لگے کرنے باجے ہزاروں خروش
مقابل ہوے دونوں لشکر بہم
سواروں کے گھوڑے کمیت و سرنگ
بڑھے جب نمودار جنگی جوان

فلک کانپا کو سون زمین ہل گئی
سپاہ زر طاب سب ہوے دمبدم
جوان ہاتھ قبضوں پہ ڈالے ہوے
وہ دب دب کے پیچھے ہٹے پہلوان

جب دونوں طرف لشکر مقابلہ میں صف آرا ہو چکے ادھر کرب غازی شیر بیشہ جانبازی اور بادشاہ سکندر پناہ سعد بن قباد شہریار نمود سہ نامدار اور سرداران نیوکار و عیاران طرار مستعد جنگ بیدرنگ ادھر لشکر کفار جفا کار نابکار بیدل سوار بارادہ جدال و قتال تیار ہین خنجر خان بن گنجاب و شلیط خان بن گنجاب سرگروہ فوج دریا موج مین ہین خنجر خان بن گنجاب نے گھوڑے کو کڑا کیا صف سے نکل کے نبرد آزما ہوا نعرہ کیا کہ ہان کوئی بھی ایسا ہو کہ میرا مقابلہ میدان کارزار میں کرے قبضہ شمشیر آبدار پر ہاتھ دھرے ہر ایک بہادر و دلاور نے ارادہ کیا کہ گھوڑا چھیڑ کر پرے سے نکلوں برچھے پر اسے اٹھاؤں کرب غازی شیر حجازی نے اشارے سے سبکو منع کیا اور چاہا کہ سمند تیز رفتار کو اڑاؤں غول سے آگے بڑھ آؤں کہ یکایک ایک سمت سے ابر زمردی اٹھا اور پیچھے اس ابر کے غلغلہ رکھا سرخ اٹھی اور گرد زمردی اڑی کہ آسمان نیلی پوش اس گرد زمردی سے چھپ گیا نہالہاے خشک کے پتے زرد زرد دھوپ سے تونے ہوے کھلے ہوے وہ گیاہ زعفرانی حدت خورشید سے مرجھائی ہوئی اس گرد و غبار زمردی سے سرسبز نظر آنے لگے جب دامن گرد چاک ہوا دیکھا دو سوار اسپ صبا رفتار پر ایک نقابدار زمرد پوش دوسرا نقابدار سرخ پوش سامنے آئے مگر نقابدار زمرد پوش نے وہیں سے نعرہ شیرانہ کیا کہ باش او مرد و دار لی مین آن پہونچا شعر تہمتن شیرزن رستم کارزار زہرکوب کفر و ضلالت شعار جب وہ نقابدار نامدار مقابل اس نابکار کے آیا خنجر خان بن گنجاب نے نیزہ اٹھایا چاہتا ہے کہ بند باندھ کے نیزے کو سینہ بے کینہ کی جانب نشان دے کہ نقابدار نے پیچھے ہنگر بھرتی سے نیزہ سرشگاف کہ جسکی دھوم قاف سے تا قاف کرے کھینچا جھپٹ کر ایک ہاتھ جو مارا نیزہ مانند خیار خشک کے قلم ہوا دو ٹکڑے ہو کر چار ہاتھ اونچا ہو کر پیچھے پر بہادر گرا سنان نیزہ قلبی پچھے مین اسکے گھوڑے کے ران گھوڑا اسکا زخمی ہو کر جراغ پا ہوا اچھلا کودا آخر الف ہو گیا کہ خنجر خان بن گنجاب گرتے گرتے بچا گردن سے رہوار کی لپٹ گیا سردار ان لشکر کے جو کھڑے ہوے تماشا دیکھ رہے تھے قہقہہ مار کر ہنس پڑے نقابدار کہا او نمرد سنبھل سنبھل ایک ہی ہاتھ مین گھبرا گیا گھوڑے کو چمکار کر سامنے لا یہ سنکر خنجر خان بن گنجاب کو غصہ آیا تازیانہ لگا کر گھوڑے کو پھیر لیا برابر نقابدار کے آکر تیغ سیاہ فام میان سے کھینچ کر ہاتھ مارا نقابدار نے خالی دیکر کلائی پر ہاتھ ڈالکے تیغ اسکی چھین لیا اور بند دست اس ملعون کا دست زبردست سے تھام کر سر سے اونچا کیا اور دو بار پیچ دیکر عمرو عیار بن امیہ سے نامدار کے آگے پھینکا یا عمرو نے فوراً طلقہ کمند مارکر اسکو گرفتار کیا اور اپنے عیاروں سے کہا کہ اسکو لیجا کر لشکر مین خوب جکڑ کے قید کرو پھر نقابدار فلک وقار نے پھر آواز دی اے عمرو عیار بن امیہ نامدار امیر با توقیر حمزہ شیرگیر صاحبقران عالیشان

کہاں ہیں عمرو نے کہا کہ امیر اور مقبل وفادار کو نہیں معلوم کون پکڑ لے گیا ابھی کہیں پتا نہیں لگا نقابدار نے کہا کہ خبردار جلد کوشش و جستجو
کرکے امیر کا پتا لگاؤ ڈھونڈھ کرو ورنہ نہیں تو بہت بری طرح پیش آؤنگا بلکہ تیغ زنی کرونگا پھر مجھ اصفہانی تو لڑکر آواز دی اے لشکر کفار
وائے سرداران ضلالت شعار اور کسیکو حوصلہ و ولولہ جنگ ہو کہ مقابلہ کو میرے آئے سرداروں نے اودھر کے طبل امان بجوادیا لشکر تمھے
سب لے لیا دشت سے کسی نے سامنا نہ کیا ایک ایک کا منہ دیکھنے لگا شعر

تیغے صف میں پچھاڑ لرزاں ہوئے — غلبہ گیر امان کے سپاہی ہوئے
سمایا یہ ڈر دلمیں نادان ہوئے — پڑاؤ کی جانب وہ راہی ہوئے
ہوئی جبکہ سردار کو یہ شکست — ہوا دشت سب ولولے کا ہرن
ہوا حوصلہ ہر سپاہی کا پست — امنگیں گھٹیں ہو گئے قتل زن

غرض فوج کفار با شکست فاش اودھر راہی ہوئی نقابدار
زرد پوش و نقابدار سرخ پوش عمرو سے تاکید جستجوے امیر بہ ہزار کر کے روانہ ہوے لشکر اسلام بفتح و فیروزی و نیکنامی اسطرف چلا عمرو
عیار بن امیہ نامدار برائے جستجو و تلاش امیر با توقیر ایک سمت کو روانہ ہوا ایک صحرا میں پہونچے کہ انکو پیاس کی شدت ہوئی دھوپ
کی شدت ہوئی پانی کی خواہش بھی گرد کھا راہ میں سامنے ایک چرواہا بھیڑیں چرا رہا ہے عمرو اسکے پاس آئے اور کہا کہیں پانی ہو
پلا اس چرواہے نے کہا کہ پانی تو نہیں ہے میں بھیڑوں کا دودھ دودھ ون تم پی لو یہ کہکر چرواہا اٹھا اور بھیڑ کا دودھ دوھکر
اسمیں بیہوشی ملا کر ایک پیالہ بھر کر عمرو کے سامنے لایا عمرو نے وہ پیالہ ہاتھ میں لیا اور دودھ کو دیکھکر کچھ دل انکا کھٹکا کہا اے عمرو اس
دودھ میں کچھ ملا ہے ہرگز نہ پی تو یہ سوچکر وہ دودھ زمین پر پھینکدیا اور اٹھ کے چلے گئے ناظرین پر واضح ہو کہ وہ چرواہا ارشاد نقب زن
تھا عیار اسکندر رومی کا جو ہزار درے کا مالک و حاکم ہے ارشاد نقب زن نے جو عمرو کو پہچان لیا تھا جب تو بیہوشی دودھ میں ملا کر
خواجہ عمرو کو دیا تھا مگر عمرو نے ارشاد نقب زن عیار کو نہ پہچانا تھا فقط قیافہ سے اس دودھ میں شک پایا گیا جو خواجہ عمرو نے
پھینکدیا اور ہوا کیطرف روانہ ہوے جستجوے امیر با توقیر میں چلے یہاں چار عیار ایک سمک طیطاقی دوسرا ابوالفتح اصفہانی
تیسرا برک خطائی چوتھا ابوالخیر لامکانی یہ چاروں طرف میخانہ کے آئے کہ قریب لشکر کے فتانہ دختر اسکندر رومی شاگرد ارشاد
نقب زن نے دکان شراب کی رکھی ہے اور مے فروش بنکر بیٹھی ہے اور سامنے سے قہروز بہر بنائے ہیں وہ دونوں بیٹھے ہوے طبلے
بجا رہے ہیں اور گا رہے ہیں اور یہ مے فروش مست بادۂ نخوت و دغابازی سے سرشار ہر گھڑی لوگوں میں فریب و فتنہ کا خواہاں کہ یہ چاروں
عیار ادھر سے پھرتے ہوے اس میخانہ کیطرف آئے انکو بھی جام بادۂ سرخ کی چاہ ہوئی لیکن بےگراہ ہوئی مے فروش نے ایک جام بادہ
بیہوشی کا چاروں کو دیا ان چاروں نے پی لیا تو فوراً کے زمین پر گرے چاروں بیہوش ہوگئے سازندوں نے گانا بجانا موقوف کیا
ساز ہاتھ سے رکھدیا چاروں کا پشتارہ باندھ کر دکان سے لے کے طرف ہزار درے کے چلے یہاں اسی صحرا میں سر راہ خواجہ عمرو
ایک برہمن کی صورت بنے ہوے کنوئیں پر بیٹھ گئے مسافروں اور راہگیروں کو پانی پلاتے تھے کہ دونوں عیار قہروز بہر پشتارہ بدوش
ہانپتے کانپتے لشکر کے پشت پر لادے آتے ہیں راہ میں بار عظیم سے عرق عرق ہوئے حلق سوکھے پیاس معلوم ہوئی پانی کی چاہ کی
اس برہمن کے پاس آئے کہا پانی پلا پیاس بجھا اسنے کہا میں تمکو پانی نہیں پلاتا تم کون ہو کہاں سے آئے ہو یہ پشتارہ کاہے کا باندھ
لائے ہو دونوں قہروز بہر عیاروں نے کہا کہ ہم ضرور پانی پئیں گے جب تو خواجہ عمرو نے پانی کا ظرف ہاتھ سے رکھدیا اور کچھ کھینچا ان
دونوں نے پہچانا کہ یہ خواجہ عمرو بن امیہ ہے دونوں بھاگے اور خواجہ تعاقب میں انکے دوڑے اور للکارا کہاں بھاگے جاتے ہو میں
آ پہونچا یہ شک کر خواجہ قریب دونوں کے پہونچے وہ دونوں قریب دہانۂ نقب کے آ گئے تھے بس دونوں نے پشتارے دونوں کے
نقب میں پھینکدیے چاہتے ہیں کہ آپ بھی کود پڑیں کہ خواجہ نے کمند مار کر دونوں کو گرفتار کیا اور پشتاروں کو کھولا عیاروں کو اپنے لگا کے
ہشیار کیا پھر خواجہ قہروز بہر دونوں کو گرفتار کر کے لشکر میں لائے اور قید کیا پھر سوچے کہ وہ چرواہا کہ جسنے پیالہ دودھ کا دیا تھا یقیناً
وہ بھی عیار ہے چلکے اسکو بھی گرفتار کرنا چاہیے یہ سوچکر خواجہ فوراً اٹھے اور چرواہے کو ٹوکا کہ تو کون ہے نام تیرا کیا ہے یہ سنتے ہی وہ چرواہا
اٹھ کھڑا ہوا اور بغل سے ہاتھ نکالکر کچھ کھینچا اور جھپٹ کر خواجہ کو مارا خواجہ نے خالی دیا خواجہ نے ہاتھ مارا اسنے بھی خالی دیا

پھر نقب زن کے فور کیا آخر ارشاد نقب زن عیار اسکندریہ کو بی اور پھر ہاتھ بچے کیا آرا خواجہ عمرو نے بڑھکے تلوار پر کا تھا اور ایمان بالجملہ
قبضہ شمشیر پر ڈالدیا چاہا کہ اسکو پکڑ یون ارشاد نقب زن بھی یہی سمجھا کہ اب خواجہ مجھکو پکڑ لیگا فوراً تلوار ہاتھ سے چھوڑ دی اور بھاگا خواجہ بھی اسکے
پیچھے دوڑے اور للکارے کہ او نامرد کہاں بھاگا جاتا ہے میں آیا ارشاد نقب زن کو کچھ نہ بن پڑا وہ کوہ میں نقب میں کود پڑا
خواجہ بھی اُسکے برابر پہونچے اور چاہا کہ نقب میں پھاندیں کہ پشت سے آواز آئی کہ ہان ہان کیا کرتے ہو نقب میں نہ پھاندنا کہ پیچھے پھرکر دیکھا
تو مہتر قران ہیں خواجہ نے کہا کہ تم نے مجھکو کیوں منع کیا مہتر قران نے کہا کہ آپکا نقب میں جانا صلاح نہ تھا شاید کہ وہاں طلسمی کہ
چھپے ہوں اور عیار چھپے بیٹھے ہوں تو مفت میں آپ گرفتار ہوتے یہ خلاف عقل تھا خواجہ نے کہا کہ تم کہاں سے آتے ہو مہتر قران
نے کہا کہ تلاش امیر ہاتھو تو قید گیا تھا ایک صحرا میں مجھکو ایک عیار نے پانی میں بیہوشی دی میں پیکر بھاگا آتے آتے قریب ایک درخت کے بیہوش
ہوکر گر پڑا تھا مجھکو معلوم نہ ہوا یا میں وہیں پڑا رہا اسوقت مجھکو جب ہوش آیا تو میں وہان سے لمبا ہوا خواجہ نے کہا کہ اچھا تم یہان
رہو میں لشکر میں جاتا ہوں اور عیاروں کو ساتھ لیکر اس مے فروش کو مارتا ہوں میں نے سنا کہ جب سے یہ مے فروش یہان آیا ہے دکان تبرکی کی
رکھی سردار چوری جانے لگے ہیں یہ کہکر خواجہ عمرو بن امیہ ضمری لشکر میں آئے اور لشکر سے پانچو عیار اپنے ہمراہ لیے دکان مے فروش کی
طرف چلے یہان ارشاد نقب زن نے پہلے ہی قتانہ کو جو مے فروش بنی ہوئی تھی خبر پہونچا دی تھی کہ عمرو آگیا ہے تم نکل جاؤ ورنہ گرفتار
ہو جاؤگی وہ قبل پہونچے خواجہ اور دیگر عیاران لشکر کے مے فروش وغیرہ دکان چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اب جو خواجہ پہونچے تو دوکان خالی پائی ساری
دکان لوٹ لی خواجہ مع عیاران مایوس لشکر کو پھر آئے اور قمر وزیر دونوں عیاروں کو مے فروش کے باندھ کر مارنا شروع کیا اور کہا کہ بتا
کہ یہ مے فروش کون تھا اور تم تمہارے لیے کہاں بھاگے جاتے تھے ان قمر وزیر نے کوڑے کھاکر کہا کہ وہ مے فروش قتانہ تھی یہی
اسکندریہ کو بی کی اور ہم یہ تیشا رکھے وہیں لیے جاتے تھے اب قتانہ بھاگ کر نقب کی راہ سے مع اپنے عیاروں کے قلعہ اسکندریہ میں چلی
گئی پھر خواجہ کرب غازی شیر حجازی اور مہتر قران کو ہمراہ لیکر قلعہ اسکندریہ پر پہونچے دروازے پر قلعہ کے ایک دوکان نانپز کی تھی یہ
دوکان نانپز پر بیٹھ گئے اور روٹی کھانے کو مانگی عمرو نے اشارہ کیا کہ یہ روٹی نہ کھانا قران خاموش بیٹھے رہے مگر نانپز ارشاد نقب زن
تھا وہی جو چہرہ بنا ہوا جسمیں میں گریبان چرا رہا تھا اور خواجہ کے ڈر سے بھاگا تھا اب یہان نانپز بن کے بیٹھا ہوا تھا خواجہ کو بھی تا
خواجہ نے نانپز سے کہا کہ اس قلعہ کا راستہ کدھر سے ہے اُسنے کہا میں آدمی تمہارے ساتھ کرتا ہوں وہ تمکو راستہ قلعہ کا بتا دیگا
اس نانپز نے ایک آدمی کو بلایا اور اسکو بخوبی کچھ چپکے سے سمجھایا مختصر یہ کہ اس آدمی کو خواجہ کے ہمراہ کردیا وہ آدمی خواجہ کو لیکر
چلا کیونکہ لیگیا مہتر قران دکان پر بیٹھے رہے جب خواجہ ایک صحرا میں اس آدمی کے ساتھ پہونچے اس آدمی نے آواز دی کہ ارشاد
نقب زن نے خواجہ عمرو بن امیہ ضمری کو میرے ساتھ بھیجا ہے مارو بس یہ سنتے ہی چار طرف سے کفار [illegible]
خواجہ پر اپنے تلواروں کی برق چمکنے لگی ابر تیرہ و تار ان کفاروں کا چھا گیا خواجہ دیکھکر گھبرائے تلوار کھینچی یہ دیکھتے وہ سیکڑوں تلوار کھینچے
خونریزی [illegible] برق شمشیر خواجہ سے چلنے لگی غرضکہ صبح سے [illegible] خواجہ کے [illegible] اب خواجہ کا ہاتھ [illegible]
بڑھکے تلوار مارتے ہیں پیچھے ہٹتے ہیں جب دیکھا خواجہ نے کہ اسقدر میں نے کشتہ کیے مگر [illegible] حقہ بیہوشی [illegible]
جو مارا جنگل میں دھوان دھار ہو گیا تاریکی چھا گئی کسی کو کچھ نظر نہ آیا خواجہ پلٹ کے چلے آئے اور اسی نانپز کی دکان پر آئے مہتر
قران بیٹھے ہوا نانپز کو [illegible] ارشاد نقب زن [illegible] مہتر قران [illegible] اور ارشاد نقب زن دکان سے
کود کر بھاگ کر قلعہ میں چلا گیا یہان مہتر قران سے اور ارشاد نقب زن سے شاگردوں سے دوکان کے [illegible]
[illegible] اور انکی جمعیت [illegible] اور خواجہ نے جو دکان خالی پائی [illegible] دکان پر اسباب روٹیان [illegible] مہتر قران آواز [illegible]
[illegible] استاد [illegible] اکیلا [illegible] خواجہ [illegible] جاؤ تم ساتھوں کو میں یہ روٹیان اور سالن [illegible]
کھانا ضائع ہوگا یہ کہتے جاتے ہیں اور روٹیاں داخل زنبیل کرتے جاتے ہیں سالن کا پتیلا بھی اُٹھاکر زنبیل میں داخل کیا

روپیان اٹھائیں سب سمیٹ سمٹ زنبیل میں رکھیں تھیلیان بھی کٹورے بھی پیالے بھی سب زنبیل میں صندوق پٹھلی کا کرائیں کچھ
پیسے کچھ روپے تھے وہ قبضہ میں کیا سب اسباب زنبیل میں داخل کرکے آپ دکان سے اترے اور تلوار کھینچکر خواجہ بھی لڑنے لگے کہ ناگاہ
کرب غازی نامور و نامدار نظر کردہ شیر پروردگار نے جو دور سے دیکھا کہ خواجہ اور مہتر قران سے تلوار چل رہی ہے وہین سے شمشیر آبدار
لیکر قہر و غضب کھینچی اور للکار کے آپڑے سیکڑوں کو واصل جہنم کیا غرغار ارشاد نقب زن کے شاگرد بھاگ کر قلعہ میں چلے گئے اور سکندر
کوفی سے کیفیت مفصل بیان کی اور کہا کہ خواجہ عمرو بن امیہ ضمری اور شاگرد انکا مہتر قران اور کرب نامدار زیر قلعہ جنگ و جدل کر رہے
ہیں یہ سنتے ہی اسکندر کوفی دس ہزار سرداران نامور و پہلوانان ذی ہنر لیکر مع کیدز نگی سیاہ لشکر کے بعد عیش و غضب قلعہ سے نکلا اور
آتے ہی جلد جنگی بجوایا پہلوانوں نے نعرہ کیا بڑھ بڑھ کے للکارے سیکڑوں تلواریں کھچ گئیں ابر سیاہ لشکر کفار میں برقیں چمکنے لگیں تیغ
چلنے لگی جنگ مغلوبہ ہو گئی ادھر خواجہ عمرو بن امیہ ضمری و مہتر قران و کرب نوجوان بعد عزو شان ہیں انھوں نے ساتھ ہی
حسام انتقام کھینچی اور مثل شیر غضبناک غول میں گھس گئے قتل کرنا شروع کیا جسے ہاتھ مارا دو ٹکڑے الغرض زور و قوت و طاقت
کرب غازی صاحب شجاعت و صاحب صولت و شوکت جسکو اٹھا کر زمین پر پٹکا تڑپ کر مر گیا کشتوں کے پشتے ہو گئے لاشوں کے انبار
لگ گئے خون کا دریا جاری ہوا **نظم**

ادھر تین نامی جوان نامدار
نظر آیا مثل حباب آسمان
غرور و تکبر فسردہ ہو گیا
کسی جسم کا سب شکنجہ کٹ
پڑی ذرے ایک ایک کو جا کی

ہوئی جنگ مغلوبہ وہ آشکار
اگرچند اجنگ غازی و دین
وہ تیغ سرافشان کی انکی چمک
کسیکا جدا تن سے سر ہو گیا
کسیکا جو شانے سے ہاتھ اڑ گیا

ازبسکہ ہوا خون سے لالہ زار
فلک کانپا تھرا گئی سب زمین
جھپکتی تھی ہر بار چشم فلک
دو پارہ کوئی پر جگر ہو گیا
لڑائی سے منہ پھیرکے مر گیا

ہزاروں ادھر کافر بد شعار
ہوا دشت میں خون کا دریا رواں
جسے ہاتھ مارا وہ دو ہو گیا
کسیکا کلائی سے پنجہ کٹ
لڑائی ہوئی ایسی گھمسان کی

مگر کرب غازی جو خیال کرتے ہیں کہ اسکندر کافر قتل ہوئے ہیں اور مجمع کفار کم نہیں ہوتا ایک غول
میں خواجہ عمرو لڑ رہے ہیں ایک سمت مہتر قران غول میں خونریزی کر رہے ہیں کرب نامدار بشیر فرد و دو ہاتھ تیغ شمشیر آبدار لگاتے ہوئے سکندر کوفی
آپہونچے سکندر کوفی نے چھپنے کے تیغ فولادی کا وار کیا کرب غازی نے خالی دیکر ایک ہاتھ قبضہ شمشیر پر دیکے جھٹکا دیا کہ ہاتھ سے سکندر کوفی کے تلوار
نکل گئی ادھر ہاتھ کرب نامور نے بند کمر میں ڈالکے گھوڑے سے اکھیڑا اور دو ہاتھ کے چاہا کہ زمین پر ماریں کہ کید زنگی للکار کر قریب آپہونچا اور آتے ہی ایک
ہاتھ مارا کرب غازی شیر حجازی نے اسکندر کوفی کو بچانے سپر کیا وار انکا خالی دیا ہاتھ کید زنگی کا جو خالی پڑا تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی ہاتھ جھوٹا
ہو گیا کرب نامدار نے بایان ہاتھ بڑھا کر زنجیر میں ڈالکر اور گھوڑے سے اٹھا لیا اور دونوں کو پیچ دیا اور کہا او مردود کافرو ہوشیار ہو دونوں کو لڑائی کا مزا کر
کاسہ سر جدا کر دوں ورنہ ایمان لاؤ اسلام قبول کرو دونوں نے اسی جلدی پر دست بستہ باواز بلند پکار کر کہا کہ ہم کو بصدق دل اسلام قبول ہوا ادھر لشکر
شکست خوردہ نے جان بچانی اور امان امان پکارے ادھر سے خواجہ نے آواز دی امان ہے بشرط ایمان جسکو اسلام قبول ہو وہ ادھر دست بستہ
چلا آئے امان پائے کہ لشکری ایمان لائے اور جو زنگ کفر سے سیاہ قلب تھے انھوں نے منہ پھیرا اور ہمراہ ارشاد نقب زن ملعون کے
میدان جنگ سے شکست خوردہ بھاگے ارشاد نقب زن ان سب بھگوڑوں کو ساتھ لیکر اپنے قلعہ میں گیا یہاں کرب غازی نے
ان سب ایمان قبول کرنیوالوں کو امان دی سکندر کوفی اور کید زنگی کی بھی جان بچائی رہا کیا سکندر کوفی نے مع کید زنگی کے خواجہ کے
قدم مبارک پر بوسہ دیا اور حلقہ اسلام بصدق دل ہوئے خواجہ اور مہتر قران وغیرہ قلعہ اسکندریہ میں گئے اسباب وغیرہ خوب خواجہ نے لوٹا
اور داخل زنبیل کیا پھر خیمے قلعہ سے لائے اور خیمہ استادہ کیے کرب غازی و خواجہ عمرو و مہتر قران وغیرہ اپنے اپنے مقام پر فروکش ہوئے
سکندر کوفی کو کرب غازی نے قریب اپنے خیمہ کے رکھا جب شب ہوئی خواجہ عمرو برائے شکار گیسوں گئے مہتر قران ہوا کھانیکو اپنے خیمہ کی
شکل چند قدم ٹہلنے لگے کہ ناگاہ ایک جوان حسین خوبصورت منہ پر صورت لے ہوئے جیسے نکلے ابر سفید پر چاند سر پہ بالدار سنہرے بال کاندھے کا
لٹ لمبی طول انکا کان سیہ پوش تاکمر پہنچے بال بالین گرفتہ دل عاشق خستہ جگر پیلیان کالی ہاتھوں میں مندرے سونے کے جڑاؤ گھونگھریاں

قریب دینے آئی ہو اگر بہتر تو کرے اسلام قبول کر کے دغا دی اب پھر وہی فریبانہ باتین کرتی مرتدمون پر دھرتی ہو اب مین کب فقرے مین آتا ہون
اور جلسازی مین پھنستا ہون بیٹھو چرخہ تو نے برائی مین ڈالکر سرگردان کیا ہو رہ تو جا مین تجکو تہ تیغ کرتا ہون شمشیر آبدار تیرے گلے پر دھرتا ہون
قتانہ فتنہ انگیز آفت و بلا خیز گھبرائی تازہ فقرہ گڑھا اور کہا ای کرب نامدار شہسوار عرصہ کارزار مین نے ایک خواب دیکھا ہو کہ اس خیال نے
مجکو بہت پریشان کیا جناب ابراہیم خلیل اللہ نے مژدہ فرحت افزا دیا تمھارے عشق مین نیم بسمل تو مین پہلے ہی سے تھی اب زیادہ بیقرار ہوئی
خلیل اللہ فرماتے ہین او قتانہ کرب نامدار کے پاس جا اسلام قبول کر بصدق دل ایمان لا امیر کو اور سردارو نکو دعا کر تیری نجات اسی مین ہو
لہذا براے عفو تقصیر و بحصول دولت اسلام حاضر ہوئی ہون سواے اسکے کشش الفت و شوق وصلت آپکا اس شفقت سے لایا ہو اب
دست بستہ عرض کرتی ہون نقش قدم حضور پر نثار و دھرتی ہون خطا کو معاف کیجیے جان کو بچا دیجیے در حقیقت مین آپ سے اب
منفعل ہوتی ہون اور توبہ کرتی ہون بصدق دل ایمان لاتی ہون سر نیاز پاؤن پر جھکاتی ہون آپ میرے ساتھ چلیے سردارو نکو دعا
کرائیے تمناے دلی لونڈی کی بھی بر لائیے تمام عمر خدمت حضور مین رہونگی اطاعت سے آپ کی سرتابی نہ کرونگی اس قتانہ فتنہ انگیز قیامت
نے ایسے فریبانہ کلام اور ایسی ایسی باتین بنا کے جھوٹے جھوٹے دم دیے کہ کرب حق شناس نیک اساس یہ سمجھے کہ یہ سچ کہتی ہو اسنے اسلام بصدق
دل قبول کر لیا دغا نہ کریگی یہ سوچ سمجھ کے ہاتھ اسکا چھوڑ دیا اور بہ شفقت پاس اپنے بٹھا لیا اس خیمہ مین اسوقت کوئی نہ تھا قتانہ نے تخلیہ صحبت
شروع کی اور جام جہان نما گردش مین آیا شراب ارغوانی کے دور چلنے لگے نشہ چڑھا رنگ بدلنے لگے قتانہ نے گلابی اٹھا کے ایک جام دور پر
کیا بیہوشی ملا کے ہاتھ مین لیا اور ناز سے بانہین گردن مین ڈالدین اور کہا شعر ای یار گلعذار جام لو پیجے ہر گز پی ہے جسے بشوق یہ ساغر شراب کا
کرب نامدار نے بسرور و شادمانی جام لبالب بادۂ گلرنگ قتانہ کے ہاتھ سے لیا اور یہ شعر ورد زبان کیا شعر گر یار دے جام تو مے کیون نہ پیجئے
زاہد نہین ہین شیخ نہین ناسمجھ نہین پھر وہ جام ہونٹون سے لگا کے غٹاغٹ پی گئے انجام کا خیال مطلق ذہن مین نہ آیا پیتے ہی تڑاق سے
ارے بیہوش ہو گئے قتانہ اٹھی جلد چاندنی فرش کی اٹھا کے پشتارا باندھا اور اسی نقب کی راہ لیکر روانہ ہوئی جلدی جلدی نقب سے نکلی
اور صحرا کو راہی ہوئی رخ طرف قلعہ ارشاد نقب زن کے کیا مگر سیدھا رستہ چھوڑ کے پھیر کا رستہ لیا ناگاہ اس جنگل مین پہلو کی جانب سے کسی
شیر کے ڈکارنے کی صدا آئی قتانہ بہت گھبرائی دل مین ڈری چل نسکی پاؤن بھاری ہو گئے گویا لنگر پڑ گئے آخر تھم گئی پیچھے پیچھے چور کیا مہتر
قران چلا آتا ہو وہی شیر کیطرح ڈکارتا ہو قتانہ کا دم نکل گیا کلیجا ہل گیا منہ فق ہو گیا خون خشک ہو چہرہ اتر گیا قوت دل کا اثر گیا بولی کہ
دیکھیے اب کیا ہوگا قتل کریگا یا گرفتار کریگا مہتر قران نے اسکو دیکھا جھپٹ کے قریب آگیا قتانہ کی کلائی تھامی یہ پشتارہ دوش سے رکھکے
بیٹھ گئی مہتر قران نے پہچانا کہا او بڑی فتنہ انگیز کو پکڑا جلد بتلا کمین کیا ہو کہان سے لائی ہو کسپر قیامت ڈھائی ہو قتانہ نے کہا اے میری جان
مہتر قران تیرا استاد خواجہ عمرو میرا عاشق ہو مگر مجکو اسکی طرف مطلق رغبت نہین میری تجہپر جان جاتی ہو تجھسے بوے وفا آتی ہو تو میرا وصل
قبول کر دل عاشق نہ ملول کر مہتر قران نے جھنجھلا کر کہا او مکارہ تو کیا سمجھتی ہو جیسے ساتھ ہی عیاری کی باتین دغابازی کی گھاتین کرتی ہو
مین کب تیرے فریب مین آتا ہون مین خود ایسے شعبدے صد ہا بناتا ہون وہ کرب نامدار جو اور تیرا بچھونا ہے کر مین آگیا دیدہ و دانستہ دھوکھا کھا گیا
یہ کہکے مہتر قران نے کمند کے حلقہ مین باندھ کے گرفتار کیا اور پشتارا کھولکر دیکھا کرب نامدار نشہ شراب مین سرشار بیہوش پڑے ہین تو آنکی
ایک لخلخہ سنگھا کر مار کے گرد ٹکڑے ہو گر پھر سو بچ بچ ہوا جب بعد تھوڑی دیر کے کرب غازی کو ہوش آیا مہتر قران نے اٹھا کے بٹھایا
کرب غازی نے کہا یہ کیا مین یہان کہان مہتر قران نے عرض کی ای شہسوار میدان یکہ تازی والی کرب غازی آپکو قتانہ پشتارہ باندھ کے
اٹھا لائی مین اس جنگل مین سیر کر رہا تھا مین نے اسکو دیکھا گرفتار کیا پشتارہ چھین کے آپکو ہوشیار کیا یہ سنکے کرب غازی مع مہتر قران
و قتانہ اپنے خیمے مین آئے خواجہ عمرو کو خبر ہوئی وہ بھی تشریف لائے قتانہ کو بہت لعنت ملامت کی اور کہا او مکارہ یہ جلسازی پھر تو نے کی
اور فریبانہ ایسی باتین بنائین کہ مجکو یقین آگئین ہو شرط تجکو قتل کرون قتانہ نے کہا اب معاف کیجیے طالب امان اور معتقد ایمان ہوئی اب مین قسم کھاتی ہون
و بقیہ اسلام بجا لاتی ہون مجکو آئین دین اسلام تعلیم کیجیے دامن جامہ اسلام مین چھپا لیجیے کرب غازی نے کہا تو ہر مرتبہ یہی کہتی ہو تیری باتکا

سرداران نامور و نامی آوران پر جرات امیر با توقیر سے خالی ہو کر یہ بہادران نامی جو دری گئے ہیں گاؤ دنگی گاؤ سوار سے بختیارک نے کہا کہ ایسا
وقت پھر ہاتھ نہ آئیگا جو تو لشکر اسلام سے پیش پائیگا شبخون مار کر قتل و قمع کر دیں بموجب ترغیب و اشتعال شعلہ سوختہ آتش کفر و نفاق
یعنی بختیارک کے گاؤ دنگی گاؤ سوار نے سامان شبخون مارنیکا آسیں کیا اور تمام لشکر کفار کو حکم دیا کہ جلد کمر بندی ہو اور چست و چالاک
اور درست بسلاح جنگ ہوں کہ لشکر اسلام پر شبخون مارنے کو چلتے ہیں یہ کہکے گاؤ دنگی گاؤ سوار اٹھ کھڑا ہوا اور بیس ہزار پیادے و سوار اپنے
ہمراہ لیکر لشکر اسلام پر آ پڑا اور شبخون مارا لشکر اسلام میں جوانان شیر دل و سرداران صف شکن اپنے خیموں میں بے خبر تھے بادشاہ بارگاہ
فلک جاہ میں مشغول بہ آرام خاص تھے یکایک ہر طرف ہوا سب و اور گھوڑوں پر ہو لیکے خیموں سے نکل پڑے جدال و قتال ہونے لگی بجلیاں تیغ ارزن
کی چمکیں تلوار چلنے لگی تاریک شب میں یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ اپنوں کو مارتے ہیں یا حریف کا دل فگار کرتے ہیں جسکو ہاتھ مارا دو ٹکڑے کیا
سر کٹا کسی کے ہاتھ کٹے **نظم**

سکتا تھا کوئی بچا پر دہل
نہ اپنے کو پہچانتا تھا کوئی
تھا تن کا نہ سر کا کہیں
صفیں درہم و برہم ابتر تمام
سپاہ صفوں کی صفائی ہوئی

وہ تاریک شب اور وہ جنگ عظیم
بڑی سر برنزن کی صدا تھی بلند
رواں خون کی سیل تھی ہر طرف
ہر اک کی زبان پر تھا بس الامان
گرج بجلیوں کی مانند رعد

کوئی نیم بسمل کوئی دل دو نیم
رواں سر پہ تھی تیغ و گرز و کمند
بپا کشت و خون ہو گیا صف بصف
تھا اک گرم ہنگامہ گیر و دار
چمک تیغ کی ایک کے ایک بعد

کوئی تھا نظر کردہ باد اجل
بجز مار کیا جانتا تھا کوئی
کہیں سیل دہو کا تھا لا کہیں
ادھر کے ادھر ہو گئے تھے تمام
سحر شب کو ایسی لڑائی ہوئی

ایسی جنگ عظیم شبخون کے کرنے سے ہوئی اور ہنگامہ اور صدائے گیرودار بلند ہوئی کہ بادشاہ جہان
بارگاہ فلک جاہ میں بیدار ہو گئے اور گھبرا کے اٹھ بیٹھے تلوار لیکے باہر بارگاہ کے نکل آئے مگر تاریکی شب میں کچھ دکھائی نہیں دیتا کہ کون
لوگ ہیں کہ جنکے کارزار ہو بلند صدائے گیرودار ہی حیران ہوئے کیا کیا جائے آخر کار حکم دیا کہ مشعلیں روشن ہوں جلد روشن کرو چار طرف روشنی ہوئی
اب جو مشعلیں روشن کی گئیں تو دیکھا کہ جوانان بربری سے جنگ عظیم ہے غازیان دین اسلام صد ہا دلاور ہمیں جا بجا خون میں پڑے
جوانمردوں کو جان کے لالے سروں کے ڈھیر تنوں کے پشتارے پڑے ہیں لشکر اسلام کے سپاہی کٹ رہے ہیں کفار لڑ رہے ہیں مگر طرف آسمان
کے جو خیال کیا معلوم ہوا کہ صبح بھی قریب ہے بادشاہ کو اک ہراس ہوا کہا کہ غفلت میں لشکر بربری گاؤ دنگی گاؤ سوار لشکر آ پڑا ہے شبخون مارا غنیم
نے کس طرح بازی ہاتھ آئے اسی تردد و فکر و ہنگامہ میں صبح ہو گئی روشنی مہر تابان کسیقدر پیدا ہوئی اب ایک ایک کو ایک ایک نے دیکھا بخوبی پہچانا
کہ گاؤ دنگی گاؤ سوار جماعت کثیر بربری لیے ہوئے ہنگامہ زن ہے کشت و خون ہو رہا ہے تلوار پر تلوار چل رہی ہے ندی خون کی جابجا
ابل رہی ہے غازیان دین و جوانان خوش آئین کے رخ پھرے ہوئے ہیں کفار غلبہ کرتے چلے آتے ہیں بادشاہ نیک نہاد سعد بن قباد شہریار
انتشار سخت بیقرار ہوئے اور درگاہ الٰہی میں طرف آسمان ہاتھ بلند کرکے دعا کی ای مسبب الکنہ عالم و عالمیان و ای بخشندہ معصیت گنہگاران ای
ناخدائے کشتی نوح و فریاد رس ای لنگر جہاز درماندگان ستمدیدگان اس ہم بلا و آفت سے نکال اس گروہ کفاران کو جلدی نکال **نظم**

ہوں منتظر میں رحمت رب جلیل کا
عاجز خواہ ہوا سمجھا کوئی نہیں
دوری کو تیرے لگتے ہیں انکو [illegible]
سائل ہوں مجکو قید کم و بیش کی نہیں
آغاز میرے دل کا ہی بسکہ [illegible]
یارب مچھلی کا زور ہی مجکو دکھا

بیڑا لگا دے پار غریب و ذلیل کا
رکھ یونس کا انیس کو ہمدم خلیل کا
فرعون کو غریق کیا رود نیل کا
مشہور ہے کرم کثیر و قلیل کا
پشہ سے زور چل نہیں سکتا ہے فیل کا
جز تیرے ہے کفیل ہو کون اس بیل کا

راہ عدم کو جاتے ہیں ہوش و [illegible]
باغ و بہار آتش نمرود کو کیا
طوفان میں ناخدائی کشتی نوح کی
کوتاہ دامن کمند ہے عاجز ہے خرد
دیکھا تو خار و گل کا ستم ایک سا

پیر جوں ہر ایک سر رہ غبار اس سبیل کا
مشکل کے وقت حامی ہوا تو خلیل کا
حقا جواب ہی نہیں مجھے کفیل کا
بام مراد عرش ہے رب جلیل کا
دل توڑتا نہیں تو عزیز و ذلیل کا

بادشاہ جم جاہ سعد بن قباد شہریار نے جو رب سے استغاثہ کیا فوراً تیر دعا
اجابت پر پہنچا نگاہ جانب بیابان سے گرد اڑی اور زمین کو لرزہ ہوا آسمان تھرایا جب وہ گرد چاک ہوا اور گرد خاک ہوا دیکھا کہ سواران بیگم
جوانان دلاور نمودار ہوئے اور میں کول نعرہ کرب غازی کا شیر حجازی ہوا نعرہ کرب غازی کا شہسوار ہل نامدار نظر کردہ شیر یزدان کا ظاہر ہی کر دیا

نعرہ آور ہوا جب کفاروں کے دل کے شعلہ نیب مردانہ سے ناری جل جل گئے نعرہ لشکر جمہور جزیرہ ہائے دریا از قسم تا بہ ہندوستان
اگر نام مید انی منم لندھور بن سعدان • بعد اسکے فورا تیسرا بھی نعرہ ہوا نعرہ خواجہ عمرو عروم کہ کلاہ از سر قیصر بہ برم • خال رخ جنگ
بدا ختر بہ برم • در محفل خسروان چو گردم ساقی • جام و قدح و سبو و ساغر بہ برم • ساتھ ہی نعرہ خواجہ عمرو بن امیہ ضمری عیار عیاران و
خنجر گذاران کے نعرہ مہتر قران بھی ہوا نعرہ مہتر قران سر رخ اسیر چون باد بہاری • جہان سر جنگ در خنجر گذاری • ہمیدان آذر کش
فشانم • منم مہتر قران شیر دیانم • بعد اسکے اور جتنے پہلوانان تہمتن و مردان شیر افگن و جوانان لشکر شکن تھے سب کے برابر متواتر نعرے
پر نعرے ہوئے تلواریں کھینچ سر وہیان تیغ سرآشوب سے لیکے آ پڑے اور لشکر کفار میں غت پٹ ہونے تلوار چلنے لگی سر مثل برگ
خشک کے نخل قد سے اڑنے لگے ہوا سے جا بجا رہی شعلہ شمشیر غازیان دین سے بستی کفر کی جلی کشتوں کے پشتے • سر دیکھے انبار تھان لاش
کفارتنوں کے ڈھیر جا مردوں کی قسمت کا پھیر غازی خون میں نہائے ہوے زخم از سر تا پا جسم پر کھائے ہوے گلہائے زخم کی بدھیان
پہنے ہوے اُسپر بہرہ کر تلواریں تولے ہوے غول میں دھنسے جاتے ہیں ریلوں کو ہٹاتے ہیں بدن تیر و نیزہ و شمشیر سے چھنے ہوے مگر
شجاعت کی امنگ میں تھے جس غول پر آ پڑے دس بیس کے سر اڑا دیے ایک ایک نے پرے کے پرے لٹا دیے اس طرح سے داد بہادری
شجاعت دی سن تیخزن نامی دلیر زرد نگار کے شیر شجاعت و ہیبت و صولت و شوکت سے لڑتے ہیں مگر غالب نہیں آتے کفار شکست نہیں کھاتے دل انکے
ہراسان ہوے جاتے ہیں دیکھ دیکھ کر رنگ جنگ گھبراتے ہیں ناگاہ ایک سمت سے ابر زمردی اٹھا اور چشم زدن میں پھیلگیا دامن تتق گرد چاک ہو
فلک نیلی فام کے مانند رنگ خاک ہوا دیکھا کہ ایک سوار نقابدار زمرد پوش بصد جوش اس ہئیت سے نعرہ کرتا ہوا گھوڑا اڑائے ہوے چلا آتا
ہے سمند لگام خوش خرام کا زیر ران نیزہ ایک ہاتھ میں تانے ہوے کمر تیغ شیر بصد جاہ و حشم دست میں تولے ہوے سپر پشت کمان بر دوش
ترکش بکمر یہ نعرہ جانگداز کرتا ہوا بسمت عدو آیا • شیر لیکا قران بربری شعلہ سوز خرمن ہستی چنان برق تپان آمدہ و آئین کار روباہ سا
شیر زیان آمد • بیت • آن نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من • آن منم کاندر میان خاک و خون بینی سری • یہ نعرہ کرتے ہی وہ
نقابدار زمرد پوش و شہسوار زدی ہوش تیغ کھینچکے آ پڑا اور قتل و قمع کرنے لگا شور لگا یا ہاتھ اسکو اسکو ڈانٹا اسکو دوسرے مارا • ادھر آیا
ادھر آیا اسے مارا اُسے مارا • اشعار
جسے ہاتھ مارا وہ دو ہو گیا • خدا جسم سب فرد ہو گیا • جھپٹ کر لگا یا جسے ہیچ
وہ بھاگا مگر نصف جسم رہ گیا • جو دہنی طرف کو کوئی آ پڑا • سر دہی کا ہاتھ اُسپہ پورا پڑا • کوئی بچ کے گرا گیا نابکار
تو گھوڑے نے چھینک دی باقی تھا • ڈپٹ کر جو گھوڑے کو آ گیا • سحاب اجل بس یہیں چھا گیا • نقابدار زمرد پوش کی تلوار
کیا تھی گویا ملک الموت کا پنجہ تھا جسپر پڑی اُسنے پانی بھی نہ مانگا ایسا تلوار نے اپنے گھاٹ اتارا وہ بیچارہ جا سا ہی سدھارا بیابان
تلوار سے کٹ کٹ کے ناری گرنے لگا وہاں جہنم پیٹ بھرنے لگا ملک خوشی خوشی ہاتھ بڑھاتا ہو دس دس بیس بیس کو پکڑ لاتا ہو اللہ رے ری
نقابدار زمرد پوش کی جنگ بھیڑیے نامی بہادر و پہلوان زبردست جان سے تنگ ادھر تو کشتوں کا نعرہ کر کے رد با ہوں کا دل
بڑھاتا و لولہ ولا کے لڑاتا ادھر نقابدار زمرد پوش کا تلوار کرنا پناہ بذات خدا لشکریان بربری کے دانت کھٹے ہوگئے جان پر
بن گئی لڑنا کیسا بھاگنا دشوار ہو گیا وہ جنگ عظیم ہوئی روح جسم میں دو نیم ہوئی وہ تلواروں کی جھنکاریں نیزوں کی ڈانڈوں کے
کڑاکے تیروں کے سناٹے ایسا کشت و خون ہوا دامن ترک فلک پر خون کی چھینٹیں پہونچیں قبائے زمین و دشت لالہ گون ہوئی
جلاد فلک کانون پہ ہاتھ رکھکے کانپنے لگا عقرب نیش زنی اپنی بھول گیا طریقہ دہشت آنکھوں کے نیچے پھرنے لگا زحل برج حمل میں
چھپ گیا عطارد نے قلم روک لیا تلواروں سے غازیوں کی وہ گھمسان پڑا کہ دشت تیرہ لرزان و ترسان ہوا شعر چقاچاق خنجر
بگردون رسید • ز ہندوستان خون بہ جیحون رسید • گاؤ دنگی گاؤ سوار نے جو تلاطم دریائے کارزار کا دیکھا لب حواس باختہ ہو
گھبرا گیا جان پر بنگئی بھاگا دم دبا کے مثل روباہ کئی ہزار کا خون ہوا باقی لشکر اپنے سردار بھگوڑے کے ساتھ بھاگ کے مع سردار
قلعہ میں گھس گیا جو ادھر ادھر تا پیچھے رہ گئے انکو غازیوں نے تہ تیغ کیا امن و امان ہوئی کفاروں سے نجات کی تسلط

ہوا لشکر اسلام ادھر پھر نقابدار زمرد پوش گھوڑے کی باگ پھیر کر خواجہ عمرو کے قریب آیا اور نیزہ اُٹھا کر سینۂ خواجہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا ای عمرو ہمارے کہنے پر تو نے عمل نہ کیا امیر باتوقیر کا پتا نہ لگا جستجو سے غافل رہا تیرے کیا ہوش و حواس میں فرق آیا اس روز تاکید تجھے کر دیا تھا اور اب تک امیر کا پتا نہ لگا بس اسی میں خیر ہی تجھکو تین دن کی مہلت دیجاتی ہی کہ اس عرصہ میں جس طرح سے ہو سکے امیر باتوقیر کا جلد پتا لگا اور کوشش و جستجو کر کے رہا کر لا نہیں تو قسم اُسی پیدا کنندہ معبود ازلی و ابدی کی یہ نیزے کی انی تیرے سینے کے پار ہوگی برچھی موت کی کلیجے کے دو سار ہوگی یہ کہکے وہ نقابدار زمرد پوش ایک سمت کو گھوڑا اُڑا لے چلا گیا خواجہ عمرو و تمام لشکر مثل بید کے کانپنے لگے کہتے تھے یا خدا یہ نقابدار مجکو بیشک مار ڈالیگا اگر امیر کا پتا نہ لگا اور نہ رہا ہوکر آئے تو نقابدار زمرد پوش مجھے چھوڑے گا نہیں تلوار سے ٹکڑے اُڑا ڈالیگا جو کہہ گیا ہی وہی کریگا یہ نیزے کا پھل سینے کے پار ہوگا الغرض بادشاہ جم جاہ اپنی بارگاہ میں آئے اور سردار نامدار و غازیان جرار اپنے اپنے خیموں میں داخل ہوئے زخمیوں کی مرہم پٹی ہونے لگی کشتے اپنی طرف کے دفن کیے گئے خواجہ عمرو ہمراہ کرب غازی کے بارگاہ فلک اشتباہ میں سامنے بادشاہ جم جاہ کے روتے ہوے آئے اور عرض کرنے لگے کہ اس نقابدار زمرد پوش سے کیونکر بچیں گے یہ بیشک نچھوڑیگا مار ڈالیگا امیر باتوقیر کا کیونکر پتا لگاؤں کہاں ڈھونڈھنے جاؤں وہ نقابدار کہہ گیا ہی کہ ای خواجہ اگر تین دن میں تجھ سے نہ امیر کا پتا لگا تو قسم ہی پیدا کرنیوالے کی تجکو مار ڈالونگا اور نیزہ سینے کے پار کر دونگا کیا میری جان عذاب میں پڑی کہ نہیں بن پڑتی کوئی تدبیر ذہن میں نہیں گزرتی پھر لبعد گریہ و زاری آہ و بیقراری ہاتھ بلند کر کے کہنے لگا **نظم**

کریم میرے گنہ کا شمار کیا ہوگا نگون سے گرد جو رہتے ہیں ان کا کیا ہوگا	گناہگار ہوں روز شمار کیا ہوگا نہ ہو سکے گا مقابل وہ چشم تر سے کبھی وہاں بھی ساتھ دل بیقرار کے ہوگا	یہ ڈر ہی ای مرے پروردگار کیا ہوگا برس پڑیگا جو ابر بہار کیا ہوگا قراری ہمین زیر مزار کیا ہوگا	تری ہو رحمت بیحد کا کہ حساب نہین بدون کے قریب نیکو نکو غضب ہی نہین بیقراری اور آہ و زاری لبعد

انکساری اُس مہر سپہر عیاری خواجہ عمرو بن امیۂ ضمری کی جو دختر گاؤ تنگی گاؤ سوار نے سنی کہ وہ ایک مدت سے لشکر امیر باتوقیر میں ہی خواجہ عمرو نامدار کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ ای بیٹا تو کیوں اسقدر زار زار مثل ابر بہار روتا ہی مجکو تیرے بڑا صدمہ ہوا کیا الیلام جلد شوار ہی جس سے تو اسطرح بیقرار ہی خواجہ نے کہا کیا بتاؤں نقابدار زمرد پوش میری جان کا خریدار ہی امیر باتوقیر کا پتا لگنا دشوار ہو گیا ہی اگر امیر کا پتا نہ لگا تو میں مجکو قتل کرونگا کیا کروں کدھر جاؤں کہاں ڈھونڈھوں کیونکر امیر کا پتا لگاؤں دختر گاؤ تنگی گاؤ سوار نے کہا تو کیوں روتا ہی ہو کچھ غم نکر میں امیر کا پتا بتائے دیتی ہوں امیر گنبد جمشید میں قید ہیں وہاں کا راستہ میں تجکو بتاتی ہوں کوطلان صحرا میں جا وہاں ایک محل شمشاد ہی مثل قد معشوق آزاد ہی اُسکے نیچے ایک سنگ طلائی نہایت گران رکھا ہی اسکو تو اُٹھانا خوف نہ کھانا تجکو وہ نقب ملیگا کہ وہ سرا وہ ہی اس نقب کا میرے باپ کے تخت کے نیچے ہی تو اسی نقب میں چلا جانا کہ وہی راستہ گنبد جمشید کا ہی خواجہ اسکے سُنکر بہت خوش ہوے اور دعا میں اسکو دین چونکہ عیار ہیں چلیں اس سے کرنے لگے کہ امیر باتوقیر سے تمہاری مدح و ثنا بیان کرونگا اور کہونگا کہ موجب رہائی آپکی ملکہ دختر گاؤ تنگی گاؤ سوار ہوئی تمہارا اب سب سے زیادہ جاہ و بیار ہوگا اور حصول مطالب دلی کا شمار ہوگا وہ بولی کہ جلد جاؤ اپنا کام کرو ابھی تو سویرے بہانا تھا میں نے مسرت و خوشی کی راہ بتا دی جانبری کی نہیں تو نقابدار زمرد پوش کے ہاتھ سے مارا جاتا خواجہ تو مجکو کیا طمع کہ ہی میں ہر حال میں شاد ہوں غم سے آزاد ہوں لیکو جب یہ **نظم**

میر سے گھر آئے اگر وہ گل خندان میرا دیکھا ای گل دل پروانہ کے پھولوں کی الفت ابرو خمار میں بنگئے خنجر مین بھی اک صورت زیبا کا تماشائی ہوں	بزم شادی ہوا بھی کلبۂ احزان میرا آجکل سیر کے قابل ہی گلستان میرا ذبح کرنے لگا خود مجکو گریبان میرا آئینہ دیکھتا ہی کیا رخ حیران میرا	غرق ہو جائے ابھی کلبۂ احزان میرا الفت ابرو قاتل ہو گئے کر خنجر لعنت لعنت نے دم بند کیا پہلے تو اُف جو کرتا ہوں دھواں منہ سے نکل آتا ہی یاد محبوب میں فریاد کیا کرتا ہی	جوش پہ آئے اگر دیدۂ گریان میرا آجکل دشت جنون میں ہی گریبان میرا پھر گلا گھونٹنے آئی شب ہجران میرا ہو گئے تیاہ درآتش دل ہو زندان میرا میں غم سے نہین شاد دل نالان میرا

یہ اشعار کئی بار آہستگی زبان سے سنکر خواجہ ہنسے سر ہلانے لگے کہا نہ گھبراؤ لب پہ دعا ہے خیریت امیر باتوقیر لاؤ انشاء اللہ وہ دن بھی آئیگا

خدا خوشی دکھائیگا یہ کہکے خواجہ اٹھے اور بادشاہ جہاندار وغیرہ سے رخصت ہوکے جانب صحرا چلے عجب صحرائے دلکشا پرفضا دیکھا وہ خوشنما
کہ پھولوں کی ہر جا بہار کہیں سبزہ زار اور کہیں خانہ زار جابجا اشجار گھنے گھنے لگے ہوئے اوپر طائر خوش الحان چہکتے ہوئے ٹھنڈی
ٹھنڈی ہوا کا جھوم جھوم کے آنا شاخہائے گل کا جوش پر ہونا نظم

کہیں سرو استادہ وہ شرف سکوت — نہ تھا دشت تھا جادۂ لاہوت
شجر ایسے جنگل نہ دیکھے کبھی — جواہر کے تھے سب گل اشرفی
وہ غنچوں کی بو بھینی بھینی تمام — کہ صحرا تھا سب گلشن مشک فام
وہ کاری تھے کوسوں جو برگ گیاہ — وہاں فرش مخمل کا تھا اشتباہ

اس صحرائے دل آویز بہار گل خیز کو خواجہ ملاحظہ کرتے کودتے پھاندتے
شیر قمریاں ہزار ہا کوحق سرہ کا شور کر رہی ہیں برگ سبزہ و شاداب شاخیں نایاب شور سرو در باغ بیک پاے ستادہ است مگر بر کابلکہ دود
زیور پوشش پاے درگہ خواجہ زیر شجر نورستہ بہار شگفتہ پہونچے دیکھا کہ ایک سنگ سخت مثل گران نجیں و گنجینہ زیر درخت رکھا ہے بڑی شکل سے
بقوت تمام زور کرکے پھروں میں اسکو سرکایا مگر از سرتا ناخن یہ عرق عرق ہوئے پسینا بہنے لگا دل دھڑکنے لگا ہانپنے لگے کانپنے
لگے دم پھول گیا سارا زور طاقت بھول گیا بیٹھ گئے سستانے یہ اشعار پڑھ کے دل کو سنانے نظم

یہ دل کہاں ڈھونڈھو وہ گل نہیں ملتا — پھر کوچہ گیسوے معنبر نہیں ملتا
کس سے کہوں آفت سے کہتے گل پیا — دنیا میں کوئی ایسا ستمگر نہیں ملتا

یہ اشعار پڑھتے تھے کہ کچھ خیال اور آگیا پھر یہ اشعار پڑھنے لگے نظم

حشر ہو جائیگا دنیا میں قیامت لگی — ایک دفتر ہے مصیبت کا حقیقت لگی
ایک تو ہجر تیرا دوسرے فرقت دل کی
ہجر میں جان پر جا بنی ہے آفت آئی — کرتی ہے روح کو بھی اذیت دل کی
جاکے ان گیسوؤں میں الجھے گا — دیکھا اک دن آجاتی شامت دل کی
دونوں عالم کو ڈبو دینگی — فرقت یار میں یا ہے اجازت دل کی
کہتے ہیں پھر تو ناز کناں گھوم کے پھل — سودائی ہوا خاک کہاں کی سن کھائی
آپ کہتے ہیں کہو کیا ہے حقیقت دل کی — آکے بیٹھو مرے پہلو میں کوئی دم تو
اٹھ نہ پہلو سے کہ ہو شاق ستانا دل کو

یہ اشعار پڑھکر خواجہ عمرو نے ہمت
صبری بسم اللہ کہکر اس دہنہ نقب میں آترے اور آہستہ آہستہ خاموش چلے یہاں تک کہ زیر تخت گاؤ لنگی گاؤ سوار بدبخت پہونچے وہاں مجلس
تکلیہ جمع ہے ہر فرد و امرزدہ گاؤ لنگی گاؤ سوار بختیارک بیٹھے ہوئے شراب خواری کر رہے ہیں اور دو دفعہ ... گزار رہے ہیں ذکر شجاعان
ہے پہلوانوں اور سرداروں کی لڑائی کا تذکرہ ہے بہادری و دلاوری کا چرچا ہے لقا بانداز مردپوش ہے سرداران لشکر امیر کا حال بجوش
و خروش بیان ہو رہا ہے کہ اب امیر بانوقیر کی رہائی مشکل ہے وہ ایسی جگہ قید ہیں کہ جہاں طائر وہم و خیال بھی نہیں جا سکتا عمرو کی کیا بساط
ہے کہ اس تخت آرائے اسلام تک پہونچے اور پھر لائے کہ بختیارک نے کہا چپ رہو ایسی بات تمہی کی زبان سے نکلوا لیا ہو کہ خواجہ عمرو کہیں
دو سنے اور فوراً پہونچنے کی تدبیر کرے گاؤ لنگی گاؤ سوار نے کہا کہ یہاں عمرو کہاں آسکے فرشتے بھی یہاں نہیں آسکتے پہرہ چوکی بہت
ہوشیار دربان نہایت خبردار ہیں بختیارک نے کہا وہ یہیں موجود ہو اسکو پہرہ چوکی کیا کرتی ہے جہاں چاہتا ہے وہ چلا جاتا ہے اسے کون
روک ٹوک سکتا ہے پھر بختیارک نے کہا وہ تخت کے نیچے نہ بیٹھا ہو اور کیفیت سنتا ہو کہ نکل کے ساری حقیقت اور لاف زنی بھلا دے
مزا شمشیر انتقام کے عمل کا چکھا دے گاؤ لنگی گاؤ سوار نے کہا کہ نہیں اس تخت کے نیچے نہیں ہے بختیارک نے تب تو کہا کہ نہیں تخت
کے نیچے بیٹھا ہے سب ماجرا سنتا ہے مگر خواجہ عمرو اپنے دل میں کہتے تھے کہ بختیارک کمبخت نے شاید مجھکو دیکھ لیا نہیں تو کیونکر اسکو معلوم
ہوا کہ خواجہ تخت کے نیچے بیٹھا ہے کہ اتنے میں کسی جانب دربان نے آکر دست بستہ عرض کی کہ در قلعہ پر بڑی دیر سے ایک پیادہ سپاہی
کھڑا چیخ رہا ہے باریابی حضور چاہتا ہے اسکو کیا حکم ہوتا ہے ناظرین پر واضح ہو کہ جب سے گاؤ لنگی گاؤ سوار شبخوں میں شکست کھا کے
بھاگ آیا ہے سب لشکر بھی اندر قلعہ کے ہے اور قلعہ کا پھاٹک بند کروا دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ کوئی آئے پکارے خبردار ہرگز پھاٹک نہ کھولنا
بغیر ہمارے اطلاع کیے ہوئے اسی سبب سے اس دربان نے عرض کی ہے کہ ایک پیادہ سپاہی آیا ہے کیا حکم ہے گاؤ لنگی گاؤ سوار نے
کہا کہ وہ تنہا ہے کہ کچھ لوگ اسکے ساتھ ہیں اس نے کہا کہ اکیلا ہے حکم دیا کہ بلا لو وہ دربان گیا اور پھاٹک کھولکے اس پیادے کو
بلا لیا پیادہ سامنے گاؤ لنگی کے آیا اور بعد قواعد آداب عرض کیا کہ غلام نے امیر بانوقیر حمزہ صاحبقران سرگروہ لشکر مسلمانان

دمِ کوب کا فرزان کو گرفتار کر کے گنبد جمشید یہ مین قید کیا ہی اُسکو حکم کیا ہوتا ہی قید مین رکھون یا تیغ آبدار گردن اُسکا کاٹ سکا
یہان جیجو دن گاؤ لنگی گاؤ سوار نے پہچانا کہ یہ بیادہ مظفر فاریابی ہی کہا کہ اے مظفر فاریابی امیر کا سر کاٹ کے لے آؤ یہ سنتے ہی خواجہ عمرو نے
آئینہ ضمیری مہر سپہر عیاری نہنگ بحر رزم و وار کا شیر بیشہ خنجر گذاری ہر طرح کانپنے لگا یقین تھا کہ نکلا تخت کے نیچے سے ایک ہی ہاتھ شمشیر آبدار
انتقام کا مارا کہ مظفر فاریابی کے دو ٹکڑے ہوں مگر عقل کے خلاف تھا ضبط کر کے اپنی لبان پہ دانت سے بجوش شجاعت کاٹنے لگا فقط
ہاتھ تھامے تھا خشک ہو گیا کہ زبان سے ہونٹھ چاٹنے لگا بختیارک نے منع کیا کہ اے گاؤ لنگی گاؤ سوار نیا کیا یہ کیا حکم تو دیتا ہی عمرو یہان موجود ہی ابھی جو
نکلا قیامت برپا کر دیگا خون کے جل تھل بھر دیگا بر آنگشت و خون ہوگا گاؤ لنگی گاؤ سوار نے کہا کہ تو کچھ دیوانہ ہوا ہی خواب دیکھا ہی اُس آشنا سے ہم
خواب غفلت سے بیدار ہو عمرو کے فرشتے بھی یہان نہین اور اگر بالفرض عمرو یہان آئے بھی تو ٹھنڈی کھائے ایسا بچے کر روتا ہوا بھاگ جاے عمرو کوئی
ایسا بیوقوف آدمی ہی کہ جو اس قلعہ مین آکر اپنی جان پھنسائیگا مار کھائیگا ابھی تو مین عمرو کو لشکر مین چھوڑ آیا ہون وہ انتظام زخمیان عمرو جان
نہین ہوگا اُنکی مرہم پٹی کا سامان کرے گا یا تلاش ایلچی کا ہوگا یا خلاف عقل ہی بختیارک نے کہا ابھی تخت اُٹھوا کے دیکھ لو معلوم ہو جائیگا
غبار شک آئینہ دل سے دھو جائیگا گاؤ لنگی گاؤ سوار نے حکم دیا کہ تخت یہان سے اُٹھاؤ عمرو کو دیکھو جب تخت اُٹھنے کا بند و بست ہوا
خواجہ نے دل سے کہا اے خواجہ عمرو اب پوشیدہ رہنا بیکار ہی پھر یہان رو دبکار شمشیر آبدار ہی نکل کر ٹوٹ پڑو تلوار میان سے لو خدا کے نام پر کارزار
گرو نا فرزون کو مارو مگر پہلے مظفر فاریابی سے اس سخت کلامی کا بدلہ لو اول اُسکو تیغ آبدار کرو یہ سوچ کر عجب تلوار میان سے لی اور تخت کے نیچے سے
اُچک کر میدان مین آیا اول مظفر فاریابی پر جا پڑا جیسے ہی چاہتا ہی کہ ہاتھ شمشیر خونچکان کا مارے مظفر فاریابی دو ہو کر گرے مظفر فاریابی
اُچک کر باہر آیا اور وہان سے بھاگ کر نکل کر بھاگا اور کہا کہ ارے یارو مین اپنی جان بچا کر بھاگتا ہون دوڑو دوڑو عمرو آ گیا غضب ہوا تلوار چلنے لگی زمین
ہلنے لگی گاؤ لنگی گاؤ سوار بھی گھبرا کر اُٹھا ہر چند قوام زمین ہلنے سے ہٹ گئے گاؤ لنگی گاؤ سوار نے لشکر کو حکم دیا چونکہ قلعہ بہت بڑا ہی لشکر گاؤ لنگی
گاؤ سوار پھیلا ہوا ہی وہ قلعہ بھی مثل شہر کے ہی نقارہ رزمی بجا سرداران نامی و پہلوانان رزمی تلوارین پکڑ پکڑ کے دوڑے قلعہ مین تلاطم ہو گیا بازار
بند ہو گئی تلوار چلنے لگی شمشیر خواجہ عمرو رنگ بدلنے لگی اِدھر اُچک کے مارا اُدھر جھپٹ کے حملہ کیا ایک خواجہ نے قیامت برپا کر دی مگر سب کچھ
سہی کہین ایک ہزارون سے لشکر مین لڑ سکتا ہی بختیارک کا یہ حال ہی کہ کسیکو ڈانٹتا ہی کسیکو للکارتا ہی دل جو دھڑکتا ہی پیٹ کے ٹے اِدھر اُدھر پھرتا
ہی جب خواجہ کے پاس آ کے پہونچا خواجہ نے چاہا کہ ہاتھ تلوار کا مارون کہنے لگا حضور مجھکو آپکا خیال ہر وقت رہتا ہی یہ روپے اشرفیان تھیلیان خزانہ
حاضر ہین اسکو لیجیے اور مین آپکی گوشہ نوکر نہین ہون جو کچھ میسر ہی حاضر کیے جاؤنگا خواجہ نے اسی تلاطم و معرکہ مین روپے اشرفیان مع تھیلیون
بختیارک سے لیکر داخل زنبیل کیے اور پھر جا کر لڑنے مین مصروف ہو گئے بختیارک نے اپنی جان اسطرح بچائی جب خواجہ نے دیکھا کہ یہان سے نکلنا
مشکل جان بچانا محال ہی دو چار جگہ آتشبازی جو اِدھر اُدھر ماردے تمام قلعہ مین دھوان دھار ہو گیا بس خواجہ گلیم اوڑھ کے روپوش ہو
اور ایک جست جو کی تو قصر کے برآمدے کے اوپر آئے وہان سے جست جو کی محل پر گاؤ لنگی گاؤ سوار کے آگر دیوار قلعہ پر پھاند کے پشت قلعہ پر باہر قلعہ کے
کود کے اور ایک طرف جنگل مین بھاگے ناظرین پر واضح ہو کہ مظفر فاریابی ہر چند کہ پہلے بھاگا ہی اور خواجہ پیچھے چلے ہین مگر یہ اور طرف نے کی
سمت کو بھاگا جاتا ہی خواجہ اور طرف سے دوڑے آتے ہین اُسی طرف اب خواجہ آگے نکل آئے مظفر فاریابی پیچھے رہ گیا مگر بھاگا آتا ہی اور
پیچھے پھر کے دیکھتا ہی کہ کہین عمرو تو پیچھے تعاقب نہین آتا ہی اب سنیے خواجہ دوڑتے دوڑتے تھک گئے ایک درخت کے نیچے ٹھہرے خیال کرکے دیکھا
کہ سامنے کچھ درخت ہین اور کچھ آدمیون کی آواز بھی اِدھر اُدھر درختون کے آتی ہی کہ جیسے اہل زراعت کام کر رہے ہین عقل سے معلوم کیا کہ
یہان جوگی سادھو کے ٹھہرنے کی جگہ ہی اسطرف دوڑے جوگی پر پہونچ کر دیکھا کہ ایک دکان کلوار کی ہی وہ اور اُسکی جورو وہان شراب بیچتی ہی بوتلین بھی
بادہ گلرنگ کی بھری ہوئی برابر رکھی ہین مٹی کی کوزیان کونے مین ڈھیر ہین اندر دکان کے قرابے شیشے سبو خم شراب کے لبالب بھرے
ہین کلوار بیٹھا حقہ نارجیل پی رہا ہی جورو اُسکی ٹھٹھ کر رہی ہی اُبلی چوکا دیا ہی کھانا پکانے کے سامان مین ہی یہ اُسکی دکان کی پشت پر آکے ایک
درخت کے نیچے بیٹھ گئے اتنے مین جورو کلوار کی بولی ہوئی دکان سے اُٹھ کے درختون کی جھنڈیون کی آڑ مین پیشاب کرنے کو بیٹھی خواجہ

جھپٹے سے اُٹھ کے آئے اور اُسی درخت کی ٹہنیوں کی آڑ میں اُس عورت کو بیہوش کیا اور اُسکی صورت بنکر اُسکے کپڑے اور زیور سب
اُتار کر پہنا اور منہ پر ہاتھ رکھے مسکراتے دوکان کے اندر چلے گئے جس کام میں وہ مصروف تھی وہی کام آپ کرنے لگے چونکہ کلوار جوان تھا
اور اُسکی جورو بھی نہایت کم سن سبزہ رنگ جوانی کی اُمنگ بڑی بڑی آنکھیں جیسی بھوئیں گویا اُلٹی ہوئی تلواریں تیر مژگان ناوک دلدوز ناک
جو ستوان ناک بڑی چالاک و بیباک رخسارے پھول سے لب گلشن حسن کے غنچے دانت موتی سے پان کھائے اوکھا جاتے مسی کی اوداہٹ غضب
ڈھاتی ہے سوسن کی کلی شرماتی ہے آنکھوں میں گہرا گہرا کاجل جس سے عاشق کے دل چلبل پلنگ سینہ و سے ابھری ہوئی ہاتھ پانوں میں مہندی لگی
ہوئی ناک میں تھی کانوں میں بجے ہاتھوں میں لکھ کی چوڑیاں پانوں میں پھول کے بچھوے بالوں کا جوڑا بندھا ہوا آگے کے بال منہ پر پیچ کھائے ہوئے رخسار پر
لنگام کا لہنگا نینوں کی گلابی کرتی جسم میں غضب کی پھرتی تیزی کی پھریا قیامت ڈھاتی ہے چال پر قدم پہ ٹھوکر ماری ہے دوکان کے اندر کام
بنایا کرتی جاتی ہے خاوند کو یہ باتیں بنا بنا کر سناتی ہے کہ کمبخت خاوند میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کچھ بھی بنا حال نہیں کھتے دوکان کا مال نہیں بکتا
کہ کیا آتا ہے کیا جاتا ہے غلہ میں کتنے پیسے ہیں کتنے روپے ہیں ہم غریبوں کیطرح رہتے ہیں پریشی مزے ہیں کلوار نے کہا ای ناداں تو گھر کی مالک ہے
یہ سب مال واسباب تیرا ہے جو کماتا ہوں تیرے واسطے جوڑ جوڑ کے رکھتا ہوں میں کیا کرونگا جو کچھ غلہ میں ہے تو وہ ابھی دیکھ لے جان تجھ پر فدا کرتا ہوں
مال کیا چیز ہے کوئی چیز کب تجھسے عزیز ہے کلوار جورو سے یہ باتیں کر رہا ہے کہ مظفر قاریابی بدحواس گھبرایا ہوا دوکان پر کلوار کی آیا اور کلوار سے
پوچھا کہ ابھی کوئی شخص ادھر سے دوڑا ہوا تو نہیں گیا کلوار نے کہا میاں اس جنگل میں کون آتا ہے کسے یہ راستہ بھاتا ہے ہم یہان سناٹے میں چپکا بیٹھا رہتا
ہوں آج صبح سے اسوقت تک سوا تمہارے کوئی نہیں آیا کسیکو میں نے دارو کا ایک کوزہ بھی نہیں پلایا دیکھیے ہاتھ خالی ہے بوتلیں بھری ہوئی
ہیں بیٹھیے دم لیجیے تماکو پیجیے کوئی بوتل چڑھائیے نشہ جمائیے غرض بدحواسی راہ کی دور ہو کلوگ سرور ہو یہ باتیں جو کلوار کی جورو نے سنیں اندر
سے دوکان کے جھانک کر دیکھا کہ مظفر قاریابی ہے کس صورت سے بدحواس عالم یاس گریبان چاک سر برہنہ پیچ پر بیابان کی خاک گھبرایا ہوا
چوکنا خوف کھایا ہوا خواجہ نے کہا اب مار لیا ہے کہاں جاتا ہے پھندے میں پھنسا کوئی دم میں میں نے حلقہ کمند میں کسا خواجہ دل میں یہ باتیں
کر رہا تھا کہ کلوار نے کہا ارے کیا کرتی ہے دیکھ بھلا ان نے میاں صاحب کو بھیجا ہے نام جی سے مجھ جن کا بھلا کیا ہے میاں صاحب راہ کے تھکے ماندے تشنہ
ہیں ذرا بچھا پالکھاٹ باہر نکال کے ڈال دے ذرا چلم پر تماکو جما دے خمیرہ دے بوتل سے کے دو چار گھونٹ زبان پلا دے نشے جما دے یہاں حسن تھا نہیں
معلوم کہاں کے رہنے والے کہاں سے آئے ہیں کہاں جاتے ہیں بھلا یاد کریں گے کہ کسی کلوار کے یہاں گئے تھے خوب پی خوب نشے جما کے
جھومتے گھر کو چلے آئے یہ سنتے ہی کلوار کی نقلی جورو اٹھی جھومتی جاتی چھم چھم کرتی آئی فرش سے قدم زمین پر دھرتی دوکان کے باہر آئی چارپائی
اٹھا لائی بچھا دی بچھاری مظفر قاریابی کو بیٹھنے کی جگہ دی حقہ بھرا چلم پر چلم تازہ کر کر خوب پلایا مظفر قاریابی کے آگے رکھا کلوار نے
بوتل دی کہا سے دارو بھی آپ نے کہا بوتل دینے دے میں اندر سے شیشہ دوست یہ ہے وہ اُٹھانے والی ہوں دیکھو تو کیسا تیکھا رنگ نشہ جاتی
ہوں کہ میاں بھی کچھ دنوں کو یاد کریں تجھکو بھی مسرت سے شاکر ہیں یہ کہکے مسکرائی مظفر قاریابی کیطرف انکھیوں سے دیکھکر نگاہ ترچھی ڈالی
مظفر قاریابی درجہ سے ہو گیا اوسان جو کچھ باقی تھا وہ بھی کھو گیا کہا جان جہان جلدی وہ الجام پلاؤ نشہ کا دور ہو دل کو سرور ہو کلال
کی الفعلی جورو اندر گئی شیشہ شراب کا اٹھا لائی خوب بیہوشی اسمین ملائی کلوار کیطرف آنکھ اٹھائی یہ کہتی ہوئی وہیں سے آئی ارے
تو تو بھی اک جام میرے ہاتھ سے پی لے پھر میاں کو دون ایک جام میں بھی پیوں جی یہی چاہتا ہے کہ ہم تینوں کے نشے جمیں کچھ تانیں بھی
اڑیں آج میاں صاحب کو ہنسا گانا بھی سناؤں دل بہلاؤں یہ کہکر پہلے ایک جام مظفر قاریابی کو دیا پھر ایک جام کلوار نے پیا شیشہ
خالی کر کے رکھ دیا ہاتھ سے بایاں اٹھا لیا یہ بجانے لگی پھیر دیں اڑانے لگی یہ غزل گانے لگی تان تک تک جانے لگی غزل

بہار آئی ہے ساقی ہاتھ میں لے شیشہ مل کو
لگاتا ہے جو تو ای باغبان گلشن میں سنبل کو
گنہگار آج قاتل بے الفت سے اتر جائیگا

لب مینا سے سن لیں مست تیرے شور قلقل کو
نہ لوٹنے کی خبر رکھتا ہو عاشق تیغ وقت سے
اگر اس گھاٹ پر تو کھینچے تلوار کے پل کو

نہ پھنسائے گا دام میں کیا کسی نخچیر بلبل کو
کبھی تو آکے دیکھ اس کشتۂ تیغ تغافل کو
بہار آجائے یارب باغ سے جلدی خزان کے

دل مشتاق بلبل دیکھے روے شاہد گل کو
یقین آتا نہین معشوق کو جو اپنی الفت کا
نظر آیا کبھی گلچین کبھی صیاد بلبل کو
نظر آنے لگے مار سیہ گلشن مین لہراتے
خدا اخر دن کرے ای بت ترے جاہ و تجمل کو
خدا جو مجکو دیتا ہے اسی پر شکر کرتا ہون
یہ دیوانہ ہوا شکر مرے زنجیر کے غل کو
شرابین پی کے کیون کہتے نہین میخوار کیا ہے
غضب مخمور کاری ہے کہ وہ بلبل آتش گل کو

بہار آئی ہے الفت سے شراب سرشار ہو جائے
گواہی مین دھرینگے دیکھنا ہم شاہد گل کو
چمن مین آج بلبل امتحان ہے تیرے رو کا
جو بلبل دیدے کے چھوڑا آج پاس گر رو کا گل کو
چمن پر خار ہین ایسا خزان سے انقلاب آیا
جہان مین اپنا توشہ جاتا ہون مین توکل کو
چمن کی سیر کو یہ کونسا میخوار آیا ہے
کہ روز سنتے آتے ہین شیشے کی قلقل کو

صبا منقار بلبل سے لگا دے ساغر مل کو
نیا گلشن کار باہر دور لے فصل بہاری مین
بجھی جاتی نہین کر اشکون سے بجھاؤ آتش گل کو
ترقی حسن کی ہو و ہو م عاشق زیادہ ہون
کر شکوہ عبث گلچین دیکھتی ہین شمع کے گل کو
جہان مین استقدر جو قیس کی وحشت کا شہرا ہے
کر توڑا جسنے غنچے کے سبو کو ساغر گل کو
ہوا ثابت یہ اکدن آگ گلشن مین لگا دیگی

یہ غزل حسب حال جو بعد ناز و ادا کلوار کی نقلی جورو نے طبلا بجا کر بھیرون مین گائی سمان بندھ گیا عالم وجد ہوا مظفر فاریابی کو غفلت سی آئی کلوار تو پہلے از خود رفتہ ہو گیا کیونکہ اسنے شراب اُسے سادی دی تھی مگر مظفر فاریابی کے آگ لگ گئی دل سینے مین مثل ہیزم خشک کے جلنے لگا کلوار کی جورو کو محبت کی نگاہ سے آنکھ اٹھا کر دیکھا اور کہا ای جان جہان یہ شراب کیسی تھی کہ جسنے آگ لگا دی شعلہ جہنم کی خاصیت دکھا دی پھر دونون ہاتھ بڑھاے کہا خیر جیسی تھی ویسی تھی آؤ ذرا گلے سے لگ جاؤ دم سے منھ ملاؤ یہ سنکے کلوار کی نقلی جورو اٹھ کھڑی ہوئی کہا یہ اسی طرح کی شراب تھی جسطرح کہ شیر برنج تو نے امیر بانو قمر شاہ شاہان سلطان سلطان صاحبقران زمان کو کھلائی تھی مظفر فاریابی سنکے سمجھا یہ خواجہ عمرو ہے وہ اٹھ کھڑا ہوا اور خواجہ عمرو نے نعرہ کیا کہ ہر دو کا قزاقی نعرہ عمرو عمرم کہ کلاہ از سر قیصر بہ بریم ؛ خال رخ نجنگ بداختر بہ بریم ؛ در محفل خسروان چو گردم ساقی ؛ جام و قدح و سبو و ساغر بہ بریم ؛ منم مہر سپہر عیاری و ماہ فلک خنجر گذاری خواجہ عمرو بن امیہ ضمری یہ کہکر تلوار میان سے کھینچ لی اور مظفر فاریابی اٹھ کے بھاگا چاہتا تھا کہ حلقہ ہاے کمند مارے وار دے بیہوشی تو اسکو اپنا اثر کر چکی تھی گرتے ہی بیہوش ہو گیا کلوار اُچک کے دکان سے بھاگا گھبرا کر کہا کہ امین یہ جورو کیسی ہے کہ جبکہ عمرو نے گھیر لیا کلوار تو ادھر بھاگ کے دکان کے پیچھے جنگل جھاڑی مین چھپ رہا یہان خواجہ نے میدان خالی پا کر فرصت پائی دکان لوٹنے لگے تھالی پٹلوہی تو ادست پناہ ڈول کپڑا اسباب مال غرض سب اُٹھا اٹھا کے داخل زنبیل کیا اور مظفر فاریابی کا پشتارہ باندھ کے لے نکلے دوڑے ہوے آئے اپنے لشکر مین داخل ہوے وہ پشتارہ مظفر فاریابی کا لا کر آگے بادشاہ جہاہ سعد بن قباد شہریار کے رکھ دیا اور ساری کیفیت اپنی مصیبت و عیاری کی بیان کی اور کہا کہ حضور مظفر فاریابی کو قید کرین اب مجکو پتا اور نشان اور راستہ گنبد جمشیدیہ کا معلوم ہو گیا ہے جاتا ہون امیر بانو قمر کو رہا کر کے لاتا ہون مگر جبتک مین نہ آؤن مظفر فاریابی کو چھوڑئیے گا نہین ہرگز ہرگز رہا نہ کیجیے گا تم ہم کو راہ نہ دیکھیے گا یہ کہکے مظفر فاریابی کو تو قید خانے مین قید کیا آپ پھر مثل باد صرصر ہوا کے گھوڑے پر سوار بعجلہ تر ہمسے رہائی امیر لیتا ہون صحرا کی طرف چلے جاتے جاتے جب تھوڑی دور گنبد جمشیدیہ رہا ایکدرخت کی آڑ مین بیٹھ ایک روغن عیاری نکال مظفر فاریابی کی شکل بنے اور جلد برف دروازہ قلعہ جمشیدیہ کے چلے یہان پہنچے کہ مظفر فاریابی یکایک بیساختہ زار زار مثل ابر باران چیخین مار کر رونے لگا لوگون نے پوچھا ای مظفر فاریابی کیون روتے ہو جان کھوتے ہو مظفر فاریابی نے کہا کہ ابھی مین نے ایک خواب دیکھا ہے تمسے نہین بیان کرونگا بادشاہ پاس پہنچو تو بیان کرون اور تعبیر لون بادشاہ سے لوگون نے عرض کیا کہ حضور مظفر فاریابی نے کچھ خواب دیکھا ہے تو زار زار بے اختیار روتا ہے کہتا ہے کہ مین اپنے بادشاہ کے پاس پہنچو تو بیان کرون پس بادشاہ نے کہا لاؤ جب وہ سامنے بادشاہ کے آیا پوچھا بادشاہ نے ای مظفر تو کیون روتا ہے جان کھوتا ہے اُسنے کہا حضور مین مسلمان ہوتا ہون دین اسلام قبول کرتا ہون مین نے خواب مین ابھی جناب ابراہیم خلیل اللہ کو دیکھا ہے فرماتے ہین ای مظفر فاریابی تو مسلمان ہو اور دین اسلام قبول کر اور امیر بانو قمر کو رہا کر کے جلد مین سے عرض کی حضور بادشاہ کو خواب دکھائین اور یہ حال بادشاہ سے فرمائین ورنہ وہ میرے خواب کو جھوٹا

جا بینگے اعتبار میرے کہنے کا نہ لاوینگے یقین ہی کہ حضور نے بھی یہی خواب دیکھا ہو تو عجب نہیں جلیل نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تو خواب بادشاہ
سے بیان کردہ اعتبار کرینگے اور تجکو دین اسلام میں لاوینگے بادشاہ نے کہا اے مظفر فاریابی تجکو تیرے کہنے کا اعتبار ہی تو نے فی الواقع خواب
دیکھا ہوگا سے میں تجکو آمین دین اسلام تعلیم کرتا ہوں غرضکہ مظفر فاریابی کو مسلمان کیا اور رہا کردیا مظفر فاریابی نے کہا کہ اب حضور زمین
مبارک سے امیر با توقیر صاحبقران زمان کو جاتا ہوں کیا حکم ہوتا ہی فرمایا بادشاہ نے کہ جا امیر با توقیر صاحبقران زمان اور مقبل کو رہا کرکے لا مظفر
فاریابی رہا ہوکے طرف قلعہ جمشیدیہ کے چلا اور بے تحاشا دوڑا وہ بد اساس لیا جواس ہو کے دوڑا جاتا ہی کہیں گر پڑتا ہی کبھی ٹھہر جاتا اور کبھی دوڑتا
ہی کبھی کہتا ہی کہ خواجہ عمرو بڑا عیار طرار ہی ایسا نہو کہ قلعہ میں کسی ترکیب سے پہونچ جاوے تو غضب ہو جاوے امیر رہائی پاوینگے یہاں خواجہ عمرو نامدار
عیار طرار ہی بشکل مظفر فاریابی بعد مقصود و بیابانی تند و تیز مثل شبدیز ہوا سے وحشت خیز چلتے چلتے قلعہ جمشیدیہ کے پھاٹک پر پہونچے اور دربانوں کو
آواز دی کہ کھولو پھاٹک کہ مظفر فاریابی آیا ہی عمرو نے عجیب و غریب رنگ دکھایا ہی جلدی پھاٹک کھولو ایسا نہو کہ عمرو بھی آجاوے شاید اچھے
چل چکا ہو دربان جب تک پھاٹک کھولیں کہ پشت سے مظفر فاریابی نے آواز دی کہ یار پھاٹک نہ کھولنا یہ مظفر فاریابی نہیں ہی خواجہ عمرو
ہی عمرو نے ان لوگوں سے کہا کیوں میں کہتا ہی تھا کہ عمرو ضرور آتا ہوگا شاید ہے چل چکا ہی اب لوگ آپس میں کہہ رہے ہیں کہ ایک مظفر فاریابی
کھڑا ہوا پھاٹک کھلوا رہا ہی دوسرا مظفر فاریابی پیچھے آتا ہی کچھ عقل نہیں کام کرتی ایمن کونسا مظفر فاریابی ہی کسکو قلعہ میں آنے دیں اور
کسکو روکیں یہ کہتا ہو وہ عمرو ہی وہ کہتا ہی یہ عمرو ہی آمین کون اصلی مظفر ہی یہ باتیں ہیں کہ مظفر فاریابی بھی قریب پہونچا وہ کہتا ہی یارو
میں مظفر فاریابی ہوں خواجہ کہتے ہیں کہ یہ عمرو ہی اگر اسکو قلعہ میں نہ جانے دینا میں مظفر فاریابی ہوں آخر کار خواجہ نے تلوار کھینچی اور
مظفر فاریابی نے اپنی تلوار کھینچی دونوں میں لڑائی ہونے لگی چل بچوں کے جھکنے لگے چہرے دکنے لگے خواجہ عمرو نے شمشیر خونچکان کے
وہ ہاتھ لگائے کہ مظفر فاریابی پسپا ہوا اور بھاگا اور عمرو اسکے پیچھے لپکا مظفر فاریابی بھاگ کر ڈر کے مارے دور کھڑا ہوا اور پکار کر اہل قلعہ سے
کہا کہ بھائیو ہم ایک بات کہتے ہیں تم اگر مانو یہ جو مظفر فاریابی ہی اور مالک و حاکم اس قلعہ کا ہی اور باشندہ اس مقام کا ہی تو اسکو سب
حال قلعہ کا معلوم ہوگا اس سے پوچھو کہ جو تم مظفر فاریابی کے رہنے کا ہی اسکے کتنے در ہیں اور کس رخ پر ہی اور کس قطع کا ہی چونکہ عمرو قلعہ
سے بالکل نابلد تھا گھبرا کے کہنے لگا کہ پانچ در ہیں اور فلان رخ پر ہی اور ایسی قطع ہی مظفر نے کہا کیوں بھائیو یہ عمرو ہی کہ نہیں اب اسکو گرفتار کر
مار ڈالو جانے نہ دو خبردار میں بھی آیا جب دیکھا خواجہ عمرو نے کہ یہ عیاری نہ چلی اور خالی گئی اب تم پھنس جاؤگے بس تڑپ کر نعرہ کیا نعرہ
عمرو عمرو دم کہ کلاہ از سر قیصر بہ برم ۔ خال رخ محبوب بد اختر بہ برم ۔ از محفل خسروان چو گردم ساقی ۔ جام و قدح و سبو و ساغر بہ برم ۔ منم مہر
سپہر عیاری و ماہ تابندہ فلک خنجر گذاری خواجہ عمرو بن امیہ ضمری یہ کہکے تلوار لی اور جھپٹ جھپٹ کر حملہ کرنے لگے دس بیس کو جان
سے مارا سو پچاس کو زخمی کیا کہ دیکھا قلعہ کے پھاٹک کے دونوں کواڑے کھل گئے اور قلعہ سے جوانان پیلتن و پہلوانان دریدہ دہن نکلنے
لگے اور ہاتھ تیغہاے فولادی کے چلنے لگے بھیڑ کی بھیڑ قطار کی قطار غول کے غول ریلے کے ریلے غٹ کے غٹ قلعہ سے تلوارین ننگی
چمکاتے غل مچاتے چلے آتے ہیں شور ہی کہ عمرو کو مار ڈالو جانے نہ دو بہادر و شاباش کیسا ہشیار و خبردار رہنا عمرو کسی طرف سے نکلنے نہ پاوے
فوراً سر کاٹ لو جان پر ہاتھ آئے خواجہ نے دیکھا کہ یہاں اب بچاؤ نہیں تم اکیلے ہو یہ لشکر سارا تمھارے لیے امنڈ آیا ہی اب نکل چلو بہادری
کو کام نہ دو یہ سوچکے دو چار حقے آتشبازی کے مارے کہ میدان دھوان دھار ہو گیا عمرو ٹیلہ اوڑھ کے غائب ہو گئے اور چل کھڑے ہوئے اور
وہاں سے نکل کے جلدی جلدی دوڑے اپنے لشکر میں داخل ہوے مظفر فاریابی مع لشکریان و سرداران مجروحان و اشہاے پہلوانان
قلعہ میں آیا اور حکم کیا کہ امیر کو زنجیر ہاے آہنی سے جکڑ کے قلابے میں لٹکا دو جسقدر کوشش والی کی سلطان عیاران سلام کرینگے اسیقدر امیر کو
اور زیادہ ایذا دونگا غرضکہ بحکم مظفر فاریابی امیر باتوقیر کو زنجیر آہنی میں باندھ کر گنبد جمشید کے قلابے میں لٹکا دیا امیر باتوقیر بھی شکر پروردگار
کرتے ہیں کبھی نالہ بادل بیقرار کرتے ہیں یہاں خواجہ عمرو بن امیہ ضمری بادشاہ مجاہد سے کہنے لگے آپنے غضب کیا مظفر فاریابی کو چھوڑ دیا
یہ آفت ڈھائی ساری کیفیت بادشاہ سے خواجہ نے بیان کی بادشاہ نے کہا مظفر فاریابی نے مجھسے مسلمان ہونیکا کہا یا وہ خواب ہی اسنے

دروغ بیان کیا میں برباد ہو کھا گیا خواجہ نے کہا ایک تدبیر ہی مجکو چالیس سردار تہمتن جنگ صف شکن لشکر شکن تیغ زن شجیع و دلیر بہادر عنایت
کیجیے تو میں پھر قلعہ جمشیدیہ پر جاؤں اور امیر بانو قیر کو رہا کروں بادشاہ نے چالیس سردار خواجہ کو دیے خواجہ نے چالیس صندوق بنوا
اور ان صندوقوں میں سرداران نامی وگرامی کو بند کیا اور مقفل کر کے کشتی پر وہ صندوق لدوائے اور آپ تاجر بنکے چلا خواجہ کو باعث
راہ قلعہ جمشیدیہ تو معلوم تھی مثل ملاح دریائے بے پایان وگرداب آب بجز خاران ناخداے کشتی عالم عالمیان کا نام لیتا ہوا قلعہ جمشیدیہ میں
پہونچا سفینہ تجارت کو لنگر کیا سر ساحل بحر مراد آپ اترا اہل قلعہ سے پکار کر کہا کہ او ملازمان مظفر فاریابی جلد جاؤ خبر کرو کہ ایک تاجر کچھ مال ہر قسم کا لایا ہی
سر قلعہ میں آنیکا ہی ملازموں نے جا کر عرض کیا کہ ایک تاجر چالیس صندوقوں میں مال تجارتی لایا ہی اسکو دین قلعہ کے باہر ہوگا یا اسکو کیا حکم ہے
مظفر فاریابی نے کہا کہ اسکو قلعہ کے اندر بلاؤ صندوق مال کے کشتی پر سے اترے وقت خواجہ تاجر بنے ہوے مع صندوقوں کے قلعہ میں آئے مظفر
فاریابی خود آیا صندوق دیکھتے ہی خواجہ عمرو کو پہچانا ہنسنے لگا کہا کہ صندوق کھولو دیکھوں کیا مال ہی خواجہ نے کہا کہ ایک مقام مجکو اترنے کیواسطے
بتلا دیجیے کہ وہاں صندوقوں کو اتروا کے بیجاؤں پھر مال آپکو دکھاؤں یہ سنکے مظفر فاریابی نے صندوق اٹھوا کر محاصرہ فوج میں کھلوا دیا اور
نشانیان ملا دو سے کہا کہ یارو یہ تاجر نہیں ہی وہی خواجہ عمرو بن امیہ ضمری ہی جو کہ مظفر فاریابی کی شکل بنکے آیا تھا کیا دیکھتے ہو اسکو گرفتار کرو
خبردار جانے نہ دو خود آمد کاٹ لیا یہ سنتے چاروں طرف سے فوج نے خواجہ پر نرغہ کیا تلواریں کھینچ کھینچ لیں اہل سپاہ فوج میں برچھیں شمشیروں کی چمکنے لگیں
خواجہ نے بھی تیغ خونچکان میان سے لی تلوار چلنے لگی خواجہ نے پھر جنگ سابق کی طرح کیا کہ نہ دیکھ کر خواجہ نکل گئے وہ بیچارے سردار جو کہ
صندوقوں میں بند تھے پھنس گئے مظفر فاریابی نے جب دیکھا کہ عمرو بھاگ گیا صندوق کھلوائے دیکھا کہ سردار لشکر امیر ان صندوقوں میں ہیں
ان سبکو گرفتار کر کے جہاں امیر بانو قیر زنجیر آہنی میں جکڑے ہوئے تھے وہیں ان سب سرداروں کو بھی قید کیا وہ سردار جب اس زندان گنبد
جمشیدیہ میں پہونچے امیر بانو قیر کا حال دیکھ کر صد سو اندوہ سے رونے لگے کیونکہ جس بلا و مصیبت میں امیر بانو قیر تھے وہ حال قابل دیکھنے کے
نہ تھا نہ قابل تھی کہ وہ حال امیر کا دیکھ کر اشک آب ہوتے امیر نے اس کرب اور بیچینی میں اپنے لشکر کے سرداروں کو دیکھ کر پہچانا اور مستفسر ہوے کہ ای
بھائیو ہم اس حال خراب میں تھے تم کیونکر آئے عرض کی سرداروں نے ای امیر خواجہ عمرو ہمکو صندوقوں میں بند کر کے بشکل تاجر قلعہ جمشیدیہ
میں آپکی رہائی کے واسطے لائے تھے مظفر فاریابی نے پہچان لیا خواجہ تو لڑ بھڑ کے نکل گئے ہم صندوقوں میں بند تھے پھنس گئے امیر نے
کہا شکر خدا بجا لاؤ اس مسبب الاسباب کو یاد کرو پروردگار عالم رہائی کا ہماری تمہاری کوئی نہ کوئی سامان کریگا ناظرین پر واضح ہو کہ جب
خواجہ عمرو بن امیہ ضمری لڑ بھڑ کر ملازمان مظفر فاریابی سے پوشیدہ ہو کر بھاگے ہر گلی و کوچہ میں حیران و پریشان پھرتے پھرتے ایک حمام ملا ادہر
کیطرف سے خواجہ اندر پہونچے تو دیکھا کہ ایک شخص نہا رہا ہی اسنے خواجہ کو دیکھ کر کہا کہ عمرو تو ہی ہی خواجہ نے کہا کہ تجکو کیونکر ثابت ہوا کہ میں عمرو ہوں
اسنے کہا میں نے رات کو خواب میں دیکھا تھا کہ تو کل حمام میں نہانے کو جا خواجہ عمرو سے حمام میں ملاقات ہوگی میرا نام گلشن تابدار ہی آپ
میرے گھر چلیے میں آپکو مہمان کرونگا خواجہ نے کہا چلو گلشن تابدار بعد فراغت نہا دھو کے پوشاک پہن کے حمام سے چلا خواجہ سے کہا
کہ تو اکیلا نہانے کو آیا تھا جو میں تیرے ساتھ چلونگا تو حمامی ٹوکے گا کہ یہ دوسرا شخص حمام میں کدھر سے آیا اور کون ہی تو چل میں پیچھا اور پیچھے
کے آتا ہوں گلشن تابدار چلا اور خواجہ پیچھا اور ہو کر اسکے ساتھ ساتھ گھر پہ گئے گلشن تابدار نے خواجہ کو مہمان کیا کھانا عمدہ عمدہ ہر قسم
کا پکوایا اور دسترخوان پر چنوایا جام شراب ارغوانی آب خنک صاف شفاف خواجہ کو کھلایا پلایا بڑی خاطرداری اور مہمان نوازی
کی تواضع اور مدارات سے پیش آیا خواجہ نے پوچھا ای گلشن تابدار مجکو کچھ امیر بانو قیر و حمزہ صاحبقران زمان کا حال معلوم ہی گلشن تابدار
نے کہا اتنا جانتا ہوں کہ گنبد جمشیدیہ میں بڑی قید شدید میں ہیں خواجہ نے پوچھا کہ گنبد جمشیدیہ کہاں ہی اور اسکا راستہ کدھر سے ہی کہ
میں رہائی امیر بانو قیر کے واسطے اسقدر خراب و خستہ ہو رہا ہوں گلشن تابدار نے کہا یہ مجکو نہیں معلوم ہی کہ گنبد جمشیدیہ کہاں ہی اور اسکا
کون سا راستہ ہی کس لیے کہ ابھی میں اس شہر میں نو وارد ہوں میں ساکن ربر کا تھا جب بختیارک کو یہ معلوم ہوا کہ گلشن تابدار خدا پرست
ہی میرا گھر اسنے لوٹ لیا اور مجکو قتل کرنیکا قصد کیا میں وہاں سے مع اہل و عیال کے نکل آیا اب چند روز سے یہاں مقیم ہوں تجارت کرتا ہوں

دیکھا اور کہا تر بد پہلوان آج کیا سبب ہوا جو لوٹنے پہرا دینے میں عرصہ کیا تر بد پہلوان کا ساتھی پہرے والا جو ہاتھ پکڑ کر تر بد پہلوان
نقلی کو لایا تھا اُسنے کہا کہ حضور تر بد پہلوان کے راہ میں درد اُٹھا تھا ایک مقام پر بیٹھا ہوا تھا میں آتا تھا میں نے جب یہ حال دیکھا تو
ہاتھ پکڑ کر یہان تک لایا ہون داروغہ نے کہا اے تر بد آجکل پر آشوب شہر ہے عمرو کے آنیکا خطرہ ہے گھر سے سویرے آیا کرو پہرے پر بہت ہوشیار رہا
کرو اگر کسیطرح کی بے عنوانی ہوگی تو عتاب مظفر قاریابی آئیگا ہر ایک پہرے والا سزا پائیگا خواجہ نے کہا بہت خوب کیا مجال جو حکم کے خلاف ہو
یہ کہکے خواجہ پہرے پر بیٹھ گئے بیٹھ کر پوٹلی نکال کے کھانے لگے داروغہ نے کہا اے تر بد کیا کھاتے ہو کہا حضور دوائی کھاتا ہون درد کو ہلاتا ہون ساتھ والون
نے کہا ارے بھائی یہ کیسی دوائی ہے درد کے لیے بنائی ہے خواجہ نے کہا ایک درد یہ کیا ہے اسمین بڑی بڑی تاثیرین ہین کھاؤ تو ذرا اُٹھاؤ گھر کا راستہ
بھول جاؤ رنڈی ڈھونڈھتے پھرو تنخواہ ساری اسمین خرچ دو جورو گھر مین روئے بیٹھے غل مچائے نہ آتے کے مر جائے داروغہ بھی بڑا رنگیلا
عیاش بدمعاش تھا کہا میان تر بد کیا کہا تجنے کیسی دوا ہے ہم بھی دیکھین خواجہ نے کہا حضور اس دوائی پر کیا ہے میرے پاس ورد و دوائیان
ایسی ایسی عمدہ و نایاب ہین کہ کبھی چشم فلک نے نہ دیکھی ہوگی اور حضور صاحب کیواسطے تو اکسیر اعظم ہین لات و منات کی دیا سے اب میری چار جوروئین
ہین اور انھین دواؤن کیوجہ سے سب میری عاشق ہین ہر ایک کی طرف التفات کرتی کوئی نہین چاہتا ہر وقت گلے کا ہار ہے ایک اپنی جان نثار کرتی
دوسری گھڑی بھر کی جدائی شاق ہے وصل پر مرتی ہے یہ کہکے دو چار پڑیان اپنی تھیلی سے نکالین اور کھولکے دکھائین داروغہ کے منہ مین پانی بھر آیا جھ
لونڈ لقطہ کھولکے دکھایا کہا اگر اس صفت کی یہ دوائی ہے تو ہمکو دو آج کھا کر دیکھین گے قدر ہے تو نقد لو آگے کو تمہین بہت خوش کرینگے خواجہ
نے کہا یہ دوائی صحیح ہے بات ناشتہ اٹھان بر شاخ آہو بد وہ نہین ہے اے حضور ابھی کھا لیجیے امتحان کیجیے یہ وہ چیز ہے کہ کھاتے ہی چھپا تو آپکو مشکل
ہوگا داروغہ نے کہا تر بد میرے سر کی قسم لاؤ جلدی دو دیر نکرو مین تکو ایسا نہین جانتا تھا تنے وجہ سے تم ہمارے ساتھ ہو تمہارا کمال ظاہر ہوا
کیون نہوا استاد چھپے رستم ہو بڑے صاحب فن ہو خواجہ نے اُسکے ایک پڑیا داروغہ کو دی اور ساتھ والون نے چیخکے کہا تم بھی کچھ
تم لوگ بڑے والے ہو تمسے ہم کچھ مانگتے نہین دوا بڑی ہے اُسنے زر نقد تھا لیے داروغہ نے وہ پڑیا شراب مین ڈالکر پی لی اور جام خدمتگار کو دیا
خدمتگار نے اُس جام مین جو کچھ درد تھا پی لیا بلکہ جام کو خوب چاٹ لیا دوسرا ایک پڑیا خواجہ نے شراب مین ملا کر ایک ایک جام پہرے کے ساتھ
والون کو دیا اُن سبنے پیالیں شراب پیتے ہی سب کے سب مع داروغہ و خدمتگار چاق چوبند زمین پر گرے اور بیہوش ہوگئے خواجہ عمرو نے
تلوار کھینچکے چلے تو جتنے پہرے چوکی والے دربان زندان خانہ تھے اُن سبکے سر کاٹ کے پھینک دیے پہرہ داروغہ کیطرف بڑھا سامنے سے
مظفر قاریابی کو آتے دیکھا جھٹ پٹ دروازہ کھولکر اندر گھس گیا وہان دیکھا کہ دو زنگی بڑے سو رہے ہین ایک ایک ہاتھ تلوار کا اُن دونوکے
ایسا مارا کہ اُنکا سر کٹ کے بدن سے جدا ہوگیا دیکھا کہ ایک دروازہ مقفل اور ہے اُسکو کھولا تو ایک رہ نقب کا نظر پڑا اُسمین زینہ بنا ہوا تھا اُس زینے
سے اُتر کر جو خواجہ عمرو گئے تو دیکھا ایک میدان وسیع ہے اُسمین ایک گنبد مستحکم بنا ہوا ہے کہ جسکا نام گنبد جمشیدیہ ہے اس گنبد کا بھی دروازہ
مقفل پایا جب اُس دروازے کو خواجہ نے کھولنا اندر سے آہ و نالہ کی آتی ہے اور ساتھ ہی اُسکے یہ آواز بھی آتی ہے افسوس کہ میرے
بھائی خواجہ عمرو کو میرے حال کی خبر نہین کیا جانے کیا سبب ہوا جو خواجہ میری رہائی مین کوشش نہین کرتے نہین معلوم کہ خواجہ کس کیفیت مین ہین
کہین بلا مین وہ بھی پھنسے تو نہین خدا اُنکو مجھ تک پہونچائے کہ رہائی کی صورت نظر آئے یہ صدا دردناک سنکے دل بیچین ہوگیا خواجہ نے
رو دیا مگر وقت کو غنیمت جانکے ایک روغن لگا کر اپنے کو بشکل عجب بنایا اور بسم اللہ کہکے اُس گنبد کے اندر داخل ہوا سب سردار اور مقبل لور
امیر بانو قمر صورت دیکھکر خائف ہوئے اور کہا تو کون ہے اُسنے کہا مین لات ستہ ہون اگر تم سب مجکو سجدہ کرو تو ابھی تمکو رہا کردون امیر
بانو قمر نے فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ہم لات و منات پر لعنت کرتے ہین محراب درگاہ الہی مین برائے سجدہ سر دھرتے ہین اگر ہمارا
بھائی خواجہ عمرو بن امیہ ضمری آجائیگا تو ابھی شعلۂ آتش شمشیر برق تاب سے جلا دیگا دور ہوگیا کہتا ہے اگر ہزار برس قید سخت مین رہین
تو بھی تجکو سجدہ نکرین پروردگار عالم کا جسوقت حکم ہوگا خود رہا ہو جائین گے وت نقلی نے کہا اگر کچھ روپیہ یا مال وغیرہ دو تو تمکو ابھی
رہا کرادون جسوقت امیر بانو قمر نے روپیہ کا نام اُسکی زبان سے سنا پہچان گئے کہ یہ عمرو بن امیہ ضمری ہین انھین کو روپیہ مال و دولت

کا لالچ زیادہ ہو جاتے ہیں امیر کہ خواجہ لالچی زیادہ زر کے ہو رہے ہیں اس حال میں بھی ہمسے مذاق کرتے ہیں امیر باتو قیر پکارا تھے ای بھائی خواجہ عمرو تم آئے جان میں جان آئی روح کو تازگی ہوئی دکھ درد سارا ہم بھول گئے کہ بھائی جلد رہا کرو خواجہ عمرو نے پہلے سب سرداروں کو رہا کیا مقبل وفادار کا بند قید کا ٹا پھر امیر باتو قیر کو سب سرداروں سمیت کہ زنجیر آہنی سے کھولا بند قید خواجہ عمرو نے توڑا امیر باتو قیر کو مع سرداران نامی گرامی و مقبل وفادار کے رہا کیا اور زنبیل سے نکال کر ایک ایک تلوار دوتی امیر باتو قیر کو اور سبکو خواجہ نے دی اور اسی نقب سے امیر کو اور سرداروں کو لیکر چلے جاتے جاتے دیکھا کہ دوسرے نقب کا اسی نقب سے راستہ لگا ہوا ہے اسی طرف کو چلے یہ شاخ اس نقب کی نخل گلشن بارگاہ اتِ مت تت کی جانب نکلی تھی اتِ مت تت نام مجنون بادشاہ کفاروں کے تھے صاحب حکومت صاحب فوج بعد اوج موج تھے ناظرین واضح ہو کہ جب خواجہ عمرو داروغہ زندان خانہ بیہوش کر گئے اور پہرے والوں کو مار گنبد میں داخل ہوا اسی وقت مظفر قاریابی برائے خبر قیدیان جو آیا دیکھا کہ داروغہ بیہوش پڑا ہے اور سب پہرے والے کشتہ ہیں خون کا دریا بہ رہا ہے مظفر قاریابی دیکھکر حیران ہوا اور داروغہ کو ہوشیار کیا اور پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے داروغہ نے کہا کہ ایک جلوان نے ایک پھل کھلا کر بیہوش کیا مظفر قاریابی نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ عمرو بیان بیہوش کر گیا سوا اسکے یہ کیسا حوصلہ ہے جلد تلاش کرو کہ عمرو کہاں ہے مظفر قاریابی خواجہ عمرو کو تلاش کرتا پھرتا ہے اور ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے بارگاہ اتِ مت تت میں آیا ہے اور کیفیت عیاری خواجہ عمرو اور احوال دربانان زندان خانہ بیان کر رہا ہے یہاں خواجہ عمرو بھی امیر باتو قیر اور سرداران نامدار و مقبل وفادار کو ساتھ لیے ہوئے دہنہ نقب پر پہونچے جلو تو دہنہ نقب پر ٹھہرا کے آپ دہنہ نقب سے باہر آئے اور نعرہ کیا نعرہ

عمروم کہ کلاہ از سر قیصر بہ برم ۔ خال رخ ترک بہ باختر بہ برم
از محفل خسروان چو گردم ساقی ۔ جام و قدح و سبو و ساغر بہ برم

ہم مہر سپہر عیاری و ماہ فلک خنجر گذاری خواجہ عمرو ہیں اپنا ایسا تیز کی تلوار کھینچ کر چھپٹے اتِ مت تت طرارا کہ گھبرائے ہوئے مظفر قاریابی بدحواس ہو گیا فوج کو آواز دی سب کفار تلواریں کھینچ کے آپڑے دیکھا کہ خواجہ تنہا ہیں تخت سے کہا کہ اب خیر خواجہ کو مارلیں کہ جانے نہ پائیں کہ خواجہ نے آواز دی ای بہادران جادہ ہمت و شجاعت لو آؤ نامی آوران صولت و شوکت کیا دیکھتے ہو خواجہ عمرو کی نصرت کو جلوان کفاران ذلیل و ابدی کو زیر کرو کیا یک تخت الٹا ایک دھما کا ہوا اور امیر باتو قیر و سرداران صاحب شمشیر وغیرہ دہنہ نقب سے نکلا اور نعرہ ہمارا نعرہ امیر

امیر عرب نیستم روزگار ۔ بوصف شکن خسرو نابکار
زتیغم بمیدان جنگ آوران ۔ بہر جا شود الامان الامان

ساتھ ہی اسکے لندھور کا بھی نعرہ ہوا کہ بارگاہ تھرا گئی پہلوانوں کے دلوں پر دہشت چھا گئی نعرہ لندھور بن سعدان ہو سے دریا بار کہ تم نام سنو کہ آگر نام نیو الی منم لندھور بن سعدان ہوا اسیطرح سب سرداروں نے نعرہ کیا اور تلواریں پکڑ کے کفار کے انبوہ پر گرے اور تلوار چلنے لگی بارگاہ میں ندی خون کی ابلنے لگی ایک ایک نے دس دس کو بیس بیس کو جان سے مارا سر جسم تن سے ہر ایک کا اتارا کشتوں کے پشتے ہوئے تن و سر کے ڈھیر لگ گئے صاحبقران زمان بصد عز و شان تلوار تولے ہوئے اتِ مت کے قریب گئے اتِ نے جھپٹ کر ہاتھ تلوار کا مارا صاحبقران نے خالی دیکر ہاتھ کلائی پر مارا ایک جھٹکے میں تلوار ہاتھ سے نکال لی دوسرا ہاتھ کمر زنجیر میں ڈالکر اٹھا لیا بھائی کا یہ حال دیکھکر مت وسرا بھائی اسکا نیزہ تان کر جھپٹا صاحبقران زمان نے زد بچا کر قبضی اور جو مارا کر نیزہ ڈنڈا اسکے کی ٹوٹ گئی جھنجھلا کر نیزہ پھینک دیا اور تلوار کا ہاتھ ملا صاحبقران کے دہنے ہاتھ میں تلوار ہی بائیں ہاتھ میں بہت پہلے اتِ ہے اتِ نے جو تلوار ماری صاحبقران نے تلوار پر سپر کا ہاتھ اپنا بلند کر کے اسکی تلوار کو اچھال کر سپر دیا ہاتھ سے تلوار اسکی چھوٹ کے گری صاحبقران زمان نے بند دست میں ہاتھ ڈالکر اسکو زمین سے اکھیڑ کے اٹھا لیا سبحان اللہ سبحان اللہ کا شور ہوا جتنے سرداران کفار و پہلوانان نابکار تھے دنگ ہو گئے جان بچا کر بھاگے صاحبقران زمان نے فرمایا اتِ مت سے کہ کیوں وحدانیت پروردگار میں کیا کہتے ہو دونوں نے کہا ہم صدق دل سے مسلمان ہوتے ہیں آپ ہمیں اسلام کی تلقین کیجیے بادہ بہشت سے لگا دیجیے دونوں نے لات و منات پر لعنت کی بت پرستی چھوڑی صاحبقران زمان سے نعمت دین پائی کئی سرداران نامور و پہلوانان پرجگر بھی مسلمان ہوئے مظفر قاریابی بصد اضطراب و بیتابی ہاتھ باندھکر آگے صاحبقران زمان کے آیا کہا میں بھی دین اسلام قبول کرتا ہوں سر اطاعت قدوم میمنت لزوم حضور پر دھرتا ہوں صاحبقران زمان نے مظفر قاریابی کو اور مت

ول مسلمان کیا صاحبقران نے اتِ مت کو چھوڑ دیا خواجہ عمرو نے کہا اے امیر باتو تیر مظفر فاریابی کے مسلمان ہونے میں مجکو شک ہے
اگر یہ ایک مرتبہ مسلمان ہوکر دغا کر چکا ہے صاحبقران زمان نے فرمایا کہ ہم پابند شرع شریف ہیں اور حکم خدا بجا لاتے ہیں ہمکو گمان فاسد
کرنا چاہیے ات مت نے سر عبودیت نقش قدم صاحبقران زمان پر جھکایا مسند پر لا کر بٹھایا صحبت جشن برپا کی صاحبقران زمان نے فرمایا
کہ ایک شخص کو ہمارے لشکر میں بھیجکر جا کر ہمارے آنیکی خبر کرے مظفر فاریابی نے عرض کیا اگر حکم ہو تو یہ تابعدار بہ سر مجز و انکسار جا کے در
حضور کے لشکر ظفر اثر میں خبر کرے امیر باتو تیر نے مظفر فاریابی کو اپنے لشکر ظفر پیکر کیطرف آگے روانہ کیا اور آپ نے انھیں ات مت کو
قلعہ جمشیدیہ کا حاکم کیا اور اپنے لشکر کیطرف بجماعت کثیر امیر باتو تیر مع سرداران نامدار و مقبل وفادار و خواجہ عمرو ذیوقار بصد جاہ و جلال و
بشوکت و اقتدار روانہ ہوئے وہان بادشاہ مجاہ سعد بن قباد شہریار نے کل سرداران لشکر اسلام کو برائے استقبال امیر باتو تیر شاہان شاہان
و سلطان سلطان جناب صاحبقران زمان بھیجا سب سرداران بے نظیر و نمود اران صاحب شمشیر امیر باتو تیر صاحبقران شیر گر کو بصد عز و تمکین
و بجاہ و جلالت و وقار بارگاہ فلک اشتباہ بادشاہ مجاہ سعد بن قباد والا نژاد میں استقبال کرکے لائے

اب دو کلمہ داستان شجاعت بیان آنا رستم خان بن گاؤ لنگی گاؤ سوار کا ملک باختر سے مع لشکر جرار بیس ہزار کے در
بار بنجار گاؤ لنگی گاؤ سوار کی خدمت میں برپا اور کہنا پدر نامدار سے کہ آپ لشکر اسلام سے کیوں نہیں مقابلہ کرتے کہنا گاؤ
لنگی گاؤ سوار کا بیٹے سے کہ سرداران لشکر اسلام سے سرپنجہ ہم ہو سکینگے یہ سنکے طبل جنگ بجوانا اور مجادلہ و مقاتلہ ہونا لشکر
اسلام سے اور زیر ہوکر مسلمان ہونا رستم خان بن گاؤ لنگی گاؤ سوار کا پھر لیجانا لشکر رستم خان کا گاؤ لنگی گاؤ سوار کے پاس آنا
مسلمان کرنے کو پھر جنگ و جدل باپ سے ہونا اور گرفتار ہو جانا رستم خان کا — ساقی نامہ —

پلا ساقیا مجھ کو وہ شراب
اور سے پھر ہو ہندوں میں سلطان جنگ
ذرا جام سے گرچہ جام شراب
لیں طبلک رقص کی ہو صدا

سنو دل کیا لون کو پھر اصطبل
چڑھی ہے ہر اک کرنٹے کی ترنگ
میں بجا ہے جھنکار شمشیر تاب
سر رزم بجا ہے طبل وغا

ترے جام تو درد کا ساقیا
ہر اک موج مے کی ہے تلوار اگر
میں بجا ہوا شور قلقل عجب
سحر یوں ہر ہندوں کا اتنہ مچا

زلال تو تو پلا ساقیا
نظر آتا ہے جام شکل سپر
صدائے تکبیر و بزن ہے یہ اب
گھٹا آئے جوں غمی کی مچھو جوم

ستمگار لئے ہیں کاسے یادل جو اگر ہونیوالے ہیں
کرامال خرام ناز دلبر ہونیوالے ہیں
ہم اکدن عاشق زلف معنبر ہونیوالے ہیں
ہمارے شیشۂ دل ہیں سنگ ہونیوالے ہیں
گواہی دینگی روز حشر قاتل خون کی تہمتیں
یہ چھوٹے چھوٹے نشتر بلا کے خنجر ہونیوالے ہیں

کہ ہم مست شراب ناز پر وہ ہونیوالے ہیں
جو دل شیشے سے نازک ہیں وہ پتھر ہونیوالے ہیں
مگر دیوانہ لیلی کے ہمسر ہونیوالے ہیں
خدا کو رحم آ جائیگا ہر اشک ندامت پر
ترے دامن ہمارے خون کے مضطر ہونیوالے ہیں
مرے نالوں سے کیا تو آج گھبراتا ہے ای دلبر

سراپا اب اکدن سرو صنوبر ہونیوالے ہیں
بہت جو رحم کرتے ہیں ستمگر ہونیوالے ہیں
حسینان پریرو میں شرارت ہو تو ہو لیکن
یہ قطرے موجزن ہو ہو کے کوثر ہونیوالے ہیں
الٰہی کرمس ہو کہ قاتل کہ ہیں قمری کی پلکیں
بیابان تنگ ترے کوچے میں محشر ہونیوالے ہیں

جبیت نویسندہ ماجرائے عجیب و رقم سنجندہ این نو کلک خطیب ؛ معرکہ آرایان میدان کارزار و نبرد آزمایان دشت قتال و جدال رود
خامہ نہایت شمامہ کو صفحۂ قرطاس فلک اساس پر یوں جاری کرتے ہیں کہ گاؤ لنگی گاؤ سوار بصد فخر و اقتدار بارگاہ میں بیٹھا ہے کہ ہر کارون نے
آکر خبر مسرت اثر یہ سنائی کہ صاحبزادہ حضور رستم خان پہلوان ملک باختر سے آتا ہے اور ہمراہ اپنے بیس ہزار فوج جرار ایک میدان میں پہلوان
نمود اور گردان معرکہ کارزار کہلاتا ہے گاؤ لنگی گاؤ سوار سنکے بہت مسرور ہوا اخبار الم جدائی فرزند دلبند دل سے دور ہوا کہ یکایک رستم خان
بن گاؤ لنگی گاؤ سوار آیا باپ کو بعد تعظیم و تکریم آداب بجالایا گاؤ لنگی گاؤ سوار نے بیٹے کو گلے سے لگایا ہاتھ پکڑکے پہلو میں بٹھایا رستم خان
باپ سے کہا کہ میں نے سنا ہے امیر باتو تیر صاحبقران شیر گیر مع مقبل وفادار گنبد جمشیدیہ میں قید ہیں اور کئی سو سرداران نامدار لشکر اسلام
باتو تیر گرفتار ہو گئے ہیں اب بھی آپ نے لشکر مسلمان کو زیر نہ کیا گاؤ لنگی گاؤ سوار نے کہا اے فرزند لشکر ظفر پیکر امیر باتو تیر کا زیر کرنا کیا تو سہل ہے

وہ فرامرز نے توڑ کے رو کر دیا کبھی رستم خان ریل کر ادھر سے گیا کبھی فرامرز ریل کر ادھر آیا مگر لنگر فرامرز کا رستم خان سے نہ اکھڑا
اور رستم خان کا لنگر فرامرز سے اکھڑا اسی طرح چار روز تک کشتی رہی سب لشکری دونوں طرف تماشا دیکھا کیے دونوں پہلوان دو دلاور
لڑا کیے ایک ایک سے کہتا تھا دونوں برابر کے جوان ہیں دونوں میں ایک سی طاقت کے نشان ہیں ایک سی جرات ایک سی
ہمت ایک سی قوت ایک سی شجاعت ہے دیکھیے کون زیر ہوکے گرے دیکھیے کسکی فتح ہو کسکے ہاتھ میدان جنگ رہے غرضکہ چھٹے روز
رستم خان بن گاؤ دنگی گاؤ سوار تھکا سانس پھولی زور گھٹا فرامرز نے ایک پیچ زبردست باندھا کہ اسکا توڑ کرکے زور رد کرنا بہت مشکل
تھا لنگر اُس سنگ گراں کا زمین سے اکھاڑا بزور و بقوت و شجاعت و طراری سے رستم خان بن گاؤ دنگی گاؤ سوار کو پچھاڑا لشکر
تکبیر کا امیر باتوقیر میں شور ہوا وہ مارا وہ مارا کیا کہنا فرامرز شیردل رحیم جابر جابر بڑے پہلوان ہی کو زیر کیا مردود کو زندگی سے سیر کیا فرامرز شیردل تخم
مرد نگار جرار و نامدار گراتے ہی رستم خان کی چھاتی پر چڑھ بیٹھے اور خنجر نکالکے گلے پر رکھدیا اور کہا کہ وحدانیت پروردگار میں کیا کہتا ہی
رستم خان نے کہا برحق تمہارا دین سچا اور تمہارے دین میں دین اسلام اب قبول کرتا ہوں دولت حقیقی حصول کرتا ہوں بتوں پر لعنت کرتا ہوں اقرار
وحدانیت کرتا ہوں اب کبھی اطاعت سے باہر نہونگا ہمیشہ مطیع اہل دین اسلام رہونگا ناظرین پر واضح ہو کہ جسوقت فرامرز شیردل نے
اُس روبہ کو زیر کیا لنگر اکھاڑ کر زمین پر گرایا فوج کفار بے لک سردار یعنی رستم خان بن گاؤ دنگی گاؤ سوار تلوارین کھینچ کھینچ کے آپڑے اور
تماشب تلوارین چلنے لگیں ادھر سے بھی غازیان لشکر اسلام تلوارین تول تول کے غٹ پٹ ہوگئے فرامرز نے رستم خان بن گاؤ دنگی گاؤ
سوار سے کہا کہ منع کر اپنی فوج کو نہیں تو یاد رکھ اس خنجر آبدار کا تیرے حلق میں ہوگا تیری جان ابھی لعنت میں جائیگی یہ کہنا پڑا بیچارہ رستم خان
زیر خنجر سے پکارتا چیختا ایک ایک کو منع کرتا ہے مگر کوئی نہیں سنتا ہے رستم خان نے عرض کیا کہ حضور اب مجھکو چھوڑ دیں میں ابھی بندوبست
کرتا ہوں میری طرف سے آپ مطمئن رہیے اب تو تابعدار و غلام درگاہ امیر باتوقیر کا ہوں یہ سنکے فرامرز نے رستم خان کو چھوڑ دیا رستم خان تھا
ہر ایک کو پکارتا ہے منع کرتا ہے مگر کوئی اسکے کہنے پر عمل نہیں کرتا تلوار چل رہی ہے ندی خون کی دشت کارزار میں ابل رہی ہے گویا دریا کی
سر کٹ کٹ کے گر رہے ہیں مثل حباب تیر رہے ہیں کہ ناگاہ بیابان سے گرد اڑی دن کی شب ہوگئی ذرے زمین سے اٹھ اختر مثل سیارگان
چمکنے لگے جب دامن گرد چاک ہوا تو غبار خاک ہوا دیکھا لشکر آتا ہے ایک چشم زدن میں لشکر آپہنچا وہی نعرہ ہوا کہ صاحبقران زمان امیر
عرب ضیغم روزگار بصورت شکل خسرو نامدار و زخم میدان جنگ آوران و ہر جا شور الامان الامان + ساتھ ہی اس نعرہ شیرانہ کے
دوسرا نعرہ ہوا نعرۂ لندھور جزیہ بہ سوار یار اگر قوم تا بہ ہندوستان + اگر نام نیزہ انی منم لندھور بن سعدان + بعد اس نعرے کے
وہ نعرہ ہوا کہ کفاران نابکار آگاہ زہیبت ناک سے دہل گئے نعرۂ خواجہ عمرو عیار کہ گاہ از قیصر بہ برم + خال بر رخ چنگ بد اختر
از لطف خسروان چو گردم ساقی + جام و قدح و سبو و ساغر بہ برم + منم مہر سپہر عیاری و ماہ فلک خنجر گزاری عمرو عیار نامدار خواجہ عمرو
میں امیہ ضمری اسپید ہوا اور پرانو ہوئے تلوارین پکڑ پکڑ کے لشکر کفار پر آپڑے قیامت کی تلوار چلی آسمان تھرایا زمین کانپنے
لگی خون جنگل میں ایسا بہا کہ نمونہ دریا نظر آیا آسمان شکل حباب بہ کمال ... سیلاب خون نے صدہا قعر تن ڈبو دیے ایسی کشتی حیات
کی طغیانی ہوئی کشتی حیات طوفانی ہوئی

اشعار

سر ترتے تھے خون میں مثل حباب ... | میدان رزمگاہ میں تلاطم تھا آشکار
طوفان رزمگاہ میں تھا شور کا ... | تھا حال ایسا لشکر کفر امتیاز کا
بسمل تھے جسم ہی ہے آب تیغ کا ... | طوفان میں جیسے ہو ...

امیر باتوقیر کا یہ حال تھا ہاتھ میں لیے ہوے شمشیر آبدار جسپر جا پڑے ایک وار میں اسکو ٹھنڈا کیا وہ سیدھا دوزخ میں مالک کی
خدمت میں گیا کسیکو قاش زین سے اٹھا کر زمین پر مارا وہ پیوند خاک ہوا جسپر لندھور تیغ کو شگاف کیے ہوے گرد کے مثل روباہ ...
خواجہ عمرو نے قیامت برپا کی اُنکو ایک کے مارا اسکو جیب کے رو کیا کسیکو حقہ آتشبازی سے جلایا کسیکو آب دم شمشیر ہران
پلایا ہر سردار اسی طرح ہر جگہ لڑ رہا تھا سیکڑوں ہزاروں کا کھیت پڑا تھا سرون کے انبار میدان کارزار تنون کے ڈھیر ...
ہر پھر غازیان لشکر اسلام بھی بہت سے جان بحق ہوے فلک کج رفتار کو انکے قتل ہوے سیکڑوں مجروح اکثر غازی گھائل

زخم کی بدھیان پہنے جھوم رہے ہین نخل شمشیر آبدار کا جوم رہے ہین عندلیب شجاعت یہ نغمہ سرا ہی ای باغبان تو دیکھو چمن کارزار کھلا ہوا
اجل خار روح باغبان شکار گر ہی قفس جسم کی تیلیان شکست ہین نخل مراد لشکر اسلام بارور ہی شجر حیات کفار خشک زیادہ تر ہی
معرکہ کارزار مین عجب تزلزل ہی جنگ مغلوبہ ہو رہی ہی چہار طرف غل ہی فوج کفار بے سر و پا بھاگی جاتی ہی غل ہی کہ بھاگو موت پیچھے لگی
چلی آتی ہی جدھر جسکا منہ اٹھا یا بھاگا پھر پیچھے پھر کے نہ دیکھا کہ کیا ہوا بھاگتے ہین آنکھون کے تلے اندھیرا ہی بیٹے کو باپ نہین سجھائی دیتا باپ کو بیٹا
نہین دکھائی دیتا بھائی کو بھائی نہین پہچانتا دوست کو دوست نہین جو ہی یہ کون ہی وہ کون ہی لشکر اسلام ایسا غالب آیا ہی ہر ایک مین
خوف سمایا ہی سب بدحواس ہین جان پر بن رہی ہی دل تابو مین نہین زور بازو مین نہین ترکش مین تلوار ڈھونڈھتے ہین میان سے تیر
نکالتے ہین کسی ہول و چپی کے لشکر کو پال جھکے کھینچے ہین تنگ گھوڑون کے ڈھیلے ہوگئے ہین رکاب سے پاؤن بدحواسی مین الٹ پلٹ
رکھکر گھوڑے پر چڑھتے ہین الغرض اسیطرح فوج کفار قطار در قطار بھیڑ در بھیڑ آگے پیچھے سب بھاگی گھوڑے چھوٹ چھوٹ گئے دل پڑے
پڑے پہلوانون کے ٹوٹ ٹوٹ گئے ہتھیار سپاہیون کے رہ گئے جنہون نے تلوارین پھینک دین سپرین ڈالدین ایک چشم زدن مین
میدان کارزار بیابان سے زیادہ تنگ صاف ہوگیا کفار بھاگ بھاگ کر قلعہ بربر مین پوشیدہ ہوے قلعہ بند ہوگیا گاؤ لنگی گاؤ سوار سے بھاگے ہوے
سردارون نے کہا کہ فوج نے شکست فاش کھائی سردار رستم خان سے معرکہ پڑا وہ زیر ہوا شاید کہ گرفتار کر لیا گیا گاؤ لنگی گاؤ سوار کو یہ
ساعت اور رنج و ملال ہوا یہان سنیے جب فوج کفار سب فرار کر گئی غازیان لشکر اسلام نے ہاتھ روک لیا امیر باتوقیر صاحبقران زمان
داخل بارگاہ فلک پناہ ہمراہ بادشاہ ذیجاہ ہوے سرداران نامدار سب اپنی بارگاہون مین مقیم ہوے زخمیون کی مرہم پٹی ہوئی کشتے دفن
کیے گئے امیر باتوقیر بادشاہ سے ملے سجدہ شکر بجا لاوے حمد پروردگار بیشمار کی قوام زا اپنے ساتھ لیکر رستم خان بن گاؤ لنگی گاؤ سوار کو بارگاہ
مین آئے کیفیت معرکہ آرائی امیر باتوقیر سے بیان کی امیر باتوقیر صاحبقران زمان نے دست شفقت پشت پر رستم خان کی پھیرا تحسین
و آفرین کی خواجہ نے ایک خیمہ اسکے واسطے استادہ کرایا اسمین رستم خان بن گاؤ لنگی گاؤ سوار مقیم ہوا۔ دس پانچ روز کے رستم خان
دربار روز بار امیر باتوقیر صاحبقران زمان مین حاضر ہوکے عرض کیا کہ اگر حکم قضا شیم حضور ہو تو مین اپنے باپ کو جاکر مسلمان کر دون یا
حضور مین لاؤن کہ جبار کے نے اسکو بیکار رکھا ہی اور زنگ کفر آئینہ دل سے نہین نکلنے دیتا ہی امیر باتوقیر نے فرمایا کہ ای بھائی تو وہان
تنہا نہ جا اسنے عرض کیا کہ انشاءاللہ مین اسکو مسلمان کر کے حاضر خدمت کرونگا امیر باتوقیر نے بہت بہت منع کیا اور سمجھایا مگر رستم خان نے
نمانا اور اجازت چاہی جب رستم خان بہت مصر ہوا اور امیر باتوقیر نے دیکھا کہ رستم خان کسیطرح نہین مانتا خدا حافظ کہکے اسکو رخصت کیا رستم خان
بن گاؤ لنگی گاؤ سوار چلا مگر پیچھے اسکے بدلسے بغیر صورت بدل کے خواجہ عمرو بن امیہ ضمری بھی روانہ ہوے کہ کیفیت دریافت کرون
کہ باپ بیٹے مین کیا معاملہ درپیش ہوتا ہی جب رستم خان قلعہ بربر پر پہونچا ہرکارون نے گاؤ لنگی گاؤ سوار کو خبر دی کہ رستم خان لشکر
مسلمان سے آیا گاؤ لنگی گاؤ سوار نے بلوایا جب باپ کے پاس آیا کہا ای پدر بزرگوار آپ دین اسلام کیون نہین قبول کرتے دولت
کونین کیون نہین حصول کرتے لقا پر لعنت بھیجیے امیر باتوقیر کی اطاعت کیجیے بت پرستی کو چھوڑیے زنار کو توڑیے خداپرستی اختیار کیجیے توبہ بار بار کیجیے
خداے نادیدہ سچا ہی دین حق بہت اچھا ہی خدا کی وحدانیت کے قائل دین اسلام پہ مائل ہو جیے یہ سنکر گاؤ لنگی گاؤ سوار کو غصہ آیا اور
یہ کلمہ زبان پر لایا رستم خان تو خداپرست ہوگیا کیا مجکو بھی آپ خداپرست کرنے آیا ہی یہ کیا تیرے دلمین سمایا ہی یہ کہکے گاؤ لنگی گاؤ سوار تلوار
کھینچکے للکارا رستم خان نے بھی تلوار کھینچی گاؤ لنگی گاؤ سوار نے سردارونکو آواز دی پہلوان لشکر کے تلوارین کھینچکے آ پڑے چہار طرف سے
گھیر لیا رستم خان سے تلوار چلنے لگی بہت سے کفار رستم خان نے مارے اور بہت پہلوان سردار زخمی ہوکر بھاگے مگر یہ تنہا وہ کفار ہزارون رستم خان
سر برہنہ ایک بچا شاطہ بارگاہ مین رستم خان کا پاؤن الجھا کہ منہ کے بل زمین پر گرا فوج غرغہ کرکے اسپر آ پڑی حلقہ ہاے کمند مارے آخر کار
گرفتار کر لیا مار رستم خان کی مشکین باندھ کے سامنے گاؤ لنگی گاؤ سوار کے لاے گاؤ لنگی گاؤ سوار نے حکم دیا کہ رستم خان کو جلدی
قتل کرو کہ پشت پر سے آواز آئی قسم ہی مجکو اسی پروردگار عالم کی کہ جسنے اپنی قدرت کاملہ سے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہی امیر باتوقیر صاحبقران

زمان شیر بیشہ پیر و روزگار صف سوز نگار سرکوب کافران بر باد کن ملک کفرستان آگر بریر کو ایسا تباہ و تاراج کرینگے کہ نیست و نابود ہو جائیگا اور اس قلعہ اور بارگاہ کا پتا و نشان بھی نہ رہیگا ناظرین پر واضح ہو کہ یہ صدا مہر سپہر عیاری ماہ فلک خنجر گذاری خواجہ عمرو بن امیہ ضمری کی تھی پس یہ صدا سنتے ہی گاو ڈنگی گاو سوار کا بند بند تھرا گیا جسم بید کے مانند کانپنے لگا حکم کیا کہ رستم خان کو قید کرو شاید آئندہ کوئی جرأت کرے

دو گھڑی داستان قوت بیان شہزادہ بدیع الزمان کستور تن لستار سے کشتی ہونا اور بڑے سامان و تزک سے اکھاڑے کی تیاری زیر دیوار باغ ملکہ گوہر ملک دختر گنجاب بن گنجور ملک حربان دلوکش اور تمام خلق کا جمع ہونا تماشا دیکھئے کہ ساقی نامہ

ساقی کدھر ہے بادۂ گلگون کا جام | کم ہو گیا خمار مجھے لادے فام کے | جلدی پلادے مجکو کوئی جام ارغوان | ہمت کا جوش اور جوانی کی ہے امنگ
لبریز کر کے دے تو مجھے جام ارغوان | ہوتا ہے آج تیری بھی قوت کا امتحان | ہو رند بادہ خوار کو موہوم [illegible] | میخانہ کے اکھاڑے میں کشتی نکال تو
لڑکوں کی ہوئی ہے اگر ضربے کی چوٹ | تکتا ہے کیا اکھاڑے کو بادہ چھپ | آئے ہیں سب تماشے کو خلقت کا ہے ہجوم | طاقت کا تیری شہرہ ہے کشتی کی ہے دھوم
ان کھیون کیسا اوٹ کے تو اب بے [illegible] | وہ پہلوان مقابلہ کا شور کرتا ہے | دکھلا دے ساقیا تو یہ پیچ اگر ہے | شہرت ترے مقابلہ والے کی ہے بڑی
مطلب یہ داستان کے اب جلوہ گر | مضمون وہ چست لکھ کر رہے نام عمر بھر

غزل

دکھا جون کی خونخواری جو آگے تھی سو اب بھی ہے
تری آنکھوں کی بیماری جو آگے تھی سو اب بھی ہے | وہی نشوونماے سبزہ ہے گور غریبان پر | ہواے چرخ زنگاری جو آگے تھی سو اب بھی ہے
تعلق ہے وہی تا حال ان زلفوں کے سودے سے | سلاسل کی گرفتاری جو آگے تھی سو اب بھی ہے | وہی سر کا پٹکنا ہے وہی رونا ہے دن بھر کا
وہی راتوں کی بیداری جو آگے تھی سو اب بھی ہے | رواج عشق کے آئین وہی ہیں کشور دل میں | رہ و رسم وفاداری جو آگے تھی سو اب بھی ہے
وہی جی کا جلانا ہے لگانا ہے وہی دل کا | وہ اسکی گرم بازاری جو آگے تھی سو اب بھی ہے | نیاز خاکسارانہ ہے وہی فضل الٰہی سے
بتوں کی نازبرداری جو آگے تھی سو اب بھی ہے | فراق یار میں جیسا کہ مرتا تھا مرتا ہوں | وہ روح و تن کی بیزاری جو آگے تھی سو اب بھی ہے
وہی سودا کا کل کا ہے عالم جو کہ سابق تھا | یہ شب بیمار پر بھاری جو آگے تھی سو اب بھی ہے

بیت نگارندۂ داستان کہن و نوشتند بانازکی سخن و زور آوران احاطہ اقلیم سخن و قوت نمایان دائرہ ملک طبع کہن عنان خامہ و زبان و شیرین بیان بسمت معرکہ نظم و نثر یون پھیرتے ہیں کہ جب دربار گنجاب بن گنجور ملک حربان دلوکش میں شہزادہ بدیع الزمان نور دیدۂ شاہان شاہان سلطان سلطان اسمیا تو یعنی صاحبقران زمان یعنی حکیم بدیع یعنی حکیم فاروس نے کمان قہار بن قہرمان عجمی کی بزور و قوت بمقابلہ قاسم نوجوان توڑ ڈالی اسروز سے بادشاہ گنجاب بن گنجور حکیم بدیع کو بہت دوست و عزیز رکھتا تھا اور آنکھوں میں اسکی انکی شجاعت و بہادری و طاقت و زور آوری کھپ گئی اور دربار میں انکی بڑی قدر و منزلت بادشاہ گنجاب کیا کرتا تھا اور بڑی خاطرداری سے پیش آیا کرتا تھا اور حکیم بدیع کا یہ معمول تھا کہ دن کو دربار گنجاب بن گنجور میں آتے اور رات کو باغ میں ملکہ گوہر ملک کے مثل باد بہاری و نسیم صبح جاتے ہیں ہر شب مانند بلبل گل نخل نو میدہ و غنچہ خندیدہ و پسندیدہ میں سحر ہوتی ہے جیسا کہ مستعد بدیع الزمان نامدار گلشن عیش میں یون بسر ہو گئی ہے ایک روز قاسم نوجوان بتلاش بدیع الزمان لشکر بدیع الزمان سے ملاقات نہیں ایک پرچہ کاغذ لکھوا لیا مرتسم تحریر کرکے بالش پلنگ یعنی تکیہ کے نیچے گاڑ کر رکھ دیا اور چلے گئے جب بدیع الزمان آئے تو انہوں نے دیکھا کہ تکیہ کے نیچے ہوئے ہیں اور ایک پرچہ کاغذ تحریری بدست قاسم نوجوان رکھا ہے یہ پرچہ کاغذ پڑھ کر مضمون کے سبب منغص و کبیدہ خاطر ہوئے اتفاقاً الغرض دربار گنجاب بن گنجور جمع ہوا اور تمام سرداران نامدار و پہلوانان قوت آثار کرسی نشین و دنگل نشین ہیں اور حکیم فاروس کے پاس حکیم بدیع باادب جلوہ افروز ہیں اور قاسم نوجوان بصد غرور و شان پہلوے ہمایون بن شہباد میں ضیا افروز ہیں کہ ناگاہ کستور بن لستار کشتی گیر دربار میں گنجاب کے آیا تو آداب سلام بجا لایا اور ایک کاغذ تحریری بمضمون کشتی نذر در آوری کہ اسپر بھی بمہر و دستخط سلاطین و امرا و وزرا کی تھیں حضور میں بادشاہ گنجاب کی پیش کیا اور عرض رسا ہوا کہ یا حضور بھی اس کاغذ پر مہر اپنی ثبت کر دیں یا کوئی اگر پہلوان جوان نبرد آور جری و بہادر طاقت دار کوئی نامدار آپ کے دربار عالی وقار میں ہو تو مین اس

زور دو مقابلہ کرون بادشاہ سنکے کلام نستور بن نستار کا خاموش ہوئے اور دربار مین تمام حضار کیطرف دیکھا اور اشارہ کیا جو کوئی اس شخص
دربار مین بڑے بڑے پہلوان و طاقت دار زوردار جوان تن و توش کے شکن ہو دنگل و کرسی تھے مگر سبنے اس جوان کو دیکھکر سر جھکالیا
کہ اپنے کو کسی نے موافق اس پہلوان نامی کے نہ دیکھا لیکن قاسم نوجوان زبان کھلانے اور ہمایون بن شداد سے چپکے سے کہا کہ میرا
مقابلہ اس کشتی گیر کا کرا دو پھر تماشا دیکھو ہمایون نے چپکے سے کہا کہ خاموش بیٹھے رہو کیا دربار مین گنجاب کے مجکو ذلیل کروگے اور آپ بھی خجل ہوگے
اپنے قوی اور ہاتھ پانون دیکھو اور اسکے تن و توش پر نگاہ کرو تم اسکے ہم نبرد و ہم قوت ہو سکوگے قاسم نے کہا کہ انشاء اللہ پچھاڑونگا کر زمین
اہل نسکے اسوقت بھی تمھین نے روک روک کر رکھا کمان قمار بن قہران عجمی پر ہاتھ نہ ڈالنے دیا جو مین کہتا تھا وہی ہوا حکیم مریع نے کمان قتل
ڈالی اب بھی تم منع کرتے ہو اچھا سنو کہ حکیم مریع بول اٹھے اور اس سے کشتی کی شرط قرار پائے اور وہ کشتی نکال لیجائے تو بڑا غضب ہوگا
اور مجکو اس سے بیکی اور خفت ہوگی بھائی ہمایون مین تو کھڑا ہوتا ہون اور کہتا ہون کہ مین اس سے مقابلہ کرونگا ہمایون ہاتھ سے چپکے
چپکے زانو دبا رہا اور قاسم بولا چاہتے ہین کہ حکیم مریع نے کھڑے ہو کر عرض کیا ای بادشاہ گنجاب اگر مجکو حکم ہو تو مین اس پہلوان نامی سے مقابلہ
کرون اور کشتی لڑون گنجاب نے کہا ای حکیم مریع بھلا تم اس سے مقابلہ کیونکر کر سکوگے اپنے قوی دیکھو اور اسکے تن و توش پر نظر کرو ہیچ
در نسبت مور با پیش پیلوان ؛ کہان تم کہان یہ تم ایک نازنین حسین طفل کمسن یہ ایک پہلوان جوان صاحب تن و توش جہان دیدہ نشیب و
فراز کشیدہ مین کبھی حکم تمکو اس پہلوان کے مقابلے کے لیے نہ دونگا حکیم مریع نے کہا کہ حضور اس پہلوان نوجوان کی کیا حقیقت ہے آپکے
اقبال سے زیر کرونگا انشاء اللہ آپ ملاحظہ فرمائیے گا کہ اکھاڑے مین مثل برگ خزان دیدہ اٹھا کر پھینک دونگا یہ شجر قد و تن و توش قتا رنج
نخل حیات دیکھنے کا ہو اب یہ صیاد ہمت و قوت و شجاعت کا میری صید ہو جو کچھ عرض کرتا ہون بفضل تعالی یہی امید ہے قاسم نوجوان نے ہمایون
بن شداد سے کہا یہ شکار بھی تمنے ہاتھ سے کھویا کیا کہون تم مانع ہوئے نہین مین بہت خفا ہوا آخرکار قاسم متاسف ہوئے ہاتھ ملکر
رہ گئے کہا ای ہمایون تمنے غضب کیا میرا شکار حکیم مریع صید کریگا مجکو بڑا رنج و ملال ہوا وہان نستور بن نستار کشتی گیر نے بادشاہ سے عرض
کیا کہ حضور مین چاہتا ہون کہ پہلے زور آزمائی اکھاڑے مین ہو جائے ایک نال لنگر بار بوزن سو من کا بنوا کر اکھاڑے مین رکھا جائے اگر مین
اٹھاؤن اور یہ بھی اٹھائے اگر یہ اس لنگر کو ہاتھون سے اٹھا کر بلند کرلینگے تو مین انسے کشتی لڑونگا اور جو یہ لنگر انسے نہ اٹھ سکیگا تو مین انسے ہم
مقابل ہونگا حکیم مریع نے سب شرطین اس پہلوان کی قبول کین اور کشتی قرار پا گئی پھر گیا ہوز خون آشام نے بھی منع کیا ای حکیم تم کیا
غضب کرتے ہو تم اس کشتی گیر سے مقابلہ کر سکتے ہو کیا نادانی کرتے ہو تم اس کے سیل سر نہین ہو سکتے آخر کو سبکی ہوگی خجالت اٹھا اپنا کمان
آرجاینگا مصرع چہ کار سے کند عاقل ؛ کہ باز آید پشیمانی ؛ حکیم مریع نے کہا ای گیا ہوز خون آشام تم منع نکرو ذرا تماشا دیکھنا اکھاڑے مین کیا ہوتا ہے
یہ بھی کشتی یادگار رہیگی جو دیکھیگا دھر کر بیٹھیگا گنجاب نے حکم دیا کہ چار جی جاے منادی کرا دے ڈھنڈورا پٹوا دے کہ فلان روز زیر دیوان
ملکہ گوہر ملک اکھاڑا تیار ہوگا وہان کشتی حکیم مریع سے اور پہلوان نستور بن نستار کشتی گیر سے ہوگی دو تند روز وقت کا امتحان بمقابلہ نستور بن
نستار کشتی گیر ہوگا چاہیے کہ تمامی شہر خرد و کلان اعلی و ادنی شائقین و ناظرین تماشا دیکھنے کو آئین درجہ بدرجہ استقامت کرین اور ملاحظہ
فرمائین کہ یہ کشتی بھی یادگار زمانہ ہوگی چشم فلک نیلوفری نے بھی نہ دیکھی ہوگی گوش کرہ بیان نے بسماعت دل نہ سنی ہوگی اتنے
مین مہتر مرجان کوکا ملکہ گوہر ملک آیا بقواعد شاہانہ آداب تسلیمات بجا لایا اور ایک پرچہ کاغذ بطور عرضی پیش کیا جب گنجاب نے وہ کاغذ
پڑھا معلوم ہوا یہ عرضی ملکہ گوہر ملک کی ہے تحریر تھا کہ بخدمت فیضدرجت عالی منزلت والا شان عالی مکان بادشاہ اکرم سلطان اعظم
کیہان خدیو فلک شکوہ بادشاہ جمجاہ گنجاب بن گنجور ملک حریان دیوکش خلد اللہ ملکہ و حشمتہ فدویہ گوہر ملک بحضور حاشیہ بوسان
بساط فیض مناط عرض پرداز ہے سنا ہے کہ آج کوئی پہلوان نوجوان مسمی نستور بن نستار کشتی گیر مدعی زور و طاقت و قوت و ہمت
رکھین سے آیا ہے اس سے مقابلہ حکیم مریع سے قرار پایا ہے مترصد ہون کہ اکھاڑا ایسے مقام پر بنوایا جائے کہ جہان سے اس فدویہ کو بھی
تماشا دیکھنے کا موقع ہو زیادہ حد ادب گنجاب نے وہ پرچہ عرضی ملکہ گوہر ملک پڑھکر مہتر مرجان سے کہا ای مرجان کہدینا

کہ اے نور چشم راحت جان اقبال نشان دختر نیک اختر زیر دیوار باغ تمھارے اکھاڑا تیار ہوتا ہے وہیں کشتی اور زور ہونگے تم بھی بیچ باغ
پر فضا کے تماشا دیکھنا وہیں ہجوم خلائق و ازدحام تماشبینان ہوگا بلکہ ایک میلہ جمع ہوگا یہ بھی تماشا قابل دید ہے اور ادھر تمام شہر میں حسب الحکم ملکہ ڈھنڈورا
پیٹا کہ خلق خداوند جہان بمزار ملکہ لقاے بے لقا اور علم پیغمبر مرسل گنجاب کا کہ کل حکیم بیلع پسر حکیم فاروس اور نستور بن ستار کشتی گیر کا
زیر محل ملکہ گوہر ملک کشتی ہوگی اذن عام ہے جسکا جی چاہے تماشا کشتی کا آکر دیکھے ادھر سنجابی عیاروں نے میں دیوار ایوان عالیشان ملکہ
کے نیچے ایک مقام پر کہ ہزار ہا درختان خودرو اور سایہ گستر تھے اور میدان بھی بہت وسیع تھا چاروں کونوں پر چار درخت بہت بڑے بڑے سر بفلک
تھا اور خود دیکھکر چالیس گز سے چالیس گز مربع پیمایش کر کے آدم آدم قد زمین کو کھدوایا اور وہ تمام مٹی وہاں کی نکلوا کے اور تختہ مٹی پیڑول
کی خوب باریک کرا کے سنگریزے کنکریاں اسمیں سے چنوا کے پھنکوادیں اور اسی چالیس گز کے دور میں بھروا کے کئی سو من عطر مٹی اور
کیوڑہ اور خس کا اسمیں ڈلوا دیا کہ وہ تمام مٹی عطر کے پڑنے اور مخلوط ہونے سے گل کرشل پٹنے کے ہوگئی تھی اور چاروں طرف لب گرداں اسکی بچھا اور بہت
پاکیزہ بنوا کے کوسوں تک جتنا کہ خس خاشاک اور جھاڑی جھنڈیاں تھیں سب چاروں اور بچھا کاروں سے صاف اور شفاف کروا دیا اور ہزار ہا سقہ دکھڑے والے
واسطے آبپاشی کے جھکے ہوئے تھے غرض یہ کہ شام ہوتے ہوتے تیاری اکھاڑے کی بخوبی تمام ہوگئی اور منادی تمام شہر سنجان میں بلکہ بیرون شہر فوج و سپاہ
کی چھاؤنیوں تک ہوگئی کہ کل صبحکو زیر قصر عالیشان پیغمبر زادی کے اکھاڑا کشتی کا تیار ہوا ہے اور نستور بن نستار کشتی گیر پہلوان قدرت سے خداوند
حکیم فاروس کے بیٹے حکیم بیلع کی کشتی قرار پائی ہے اذن عام ہے جسے تماشا کشتی کا دیکھنا منظور ہو وہ بخوف و خطر آئے اور دیکھے ممانعت اور
مزاحمت کسی کی نہیں ہے غرض وہاں تو تیاری اکھاڑے کی اور خلقت تمام شہر سنجان کی اس فکر میں کہ کل انشاء اللہ ہم خاص و عام کا اسود رجوع ہوگا
کہ بخوبی تمام سیر و تماشا کشتی کا دیکھنے نہ پائیں اور کوئی جا اسوقت بہم نہ پہونچیگی جو شام سے چلکے وہاں کوئی مقام اچھا دیکھکر بیٹھ رہیں تا کیفیت کشتی
کی دیکھیں چاروں طرف سے ادنی و اعلی زن و مرد کہ و مہ وضیع و شریف خرد و کلاں از برنا و جوان امیر و وزیر محتاج فقیر دوڑے انتہا یہ کہ اندھے لولے لنگڑے
بھی اوروں کے کاندھوں پر چڑھ چڑھ کر چلے تھے کہ ہم بھی کشتی کا تماشا دیکھیں گے اور از بسکہ یہ خبر دم بھر میں عالمگیر اور ہزاروں تک مشتہر ہوگئی تھی
دس کوس کا گلچہ سے رعایا برایا وغیرہ توشے کی روٹیاں کمروں میں باندھ کے کشتی کے دیکھنے کے اشتیاق میں چلے آتے ہیں غرض کہ بیان کی دھوم عام
اور ازدحام خاص و عام کی شرح تو اسکی کل صبحکو بیان کیجائیگی اب حال شاہزادہ با اقبال کا سنیئے کہ یہ جو اپنے مکان میں بخدمت حکیم فاروس
تشریف لائے تو حکیم صاحب نے ان سے کہا کہ اے فرزند تمھاری عقل و فہم اور ذہن و ہوش اور شعور سے نہایت دور ہے یہ بات کیا تمھارے خیال میں آگئی کہ
تم نے سر دربار اس نستور بن نستار کشتی گیر سے اقرار کشتی کر لینا کیا اور اس بدخصال پہلوان قدرت تھا سے اپنے زور و طاقت کے امتحان کرنے پر
آمادہ ہوئے علما اور اطبا لوگ مشہور ہیں ہمیں نبض اور قارورہ دیکھنا چاہیے ان امور کو اور جا جہلی یا کوئی مسئلہ طب ہو تو اس میں ہمکو کلام کرنا چاہیے
یہ کارخانہ شیطانی اور طرز حیوانی ہے کشتی لڑنا پہلوانوں کا پیشہ ہوتا ہے جو کوئی کہ انسان دانشمند ہوگا وہ اس وضع سے عذر کریگا شاہزادہ عالی
نے عرض کیا کہ اے بزرگوار ہر چند کہ یہ حرکت مجھسے خلاف اپنی وضع کے واقع ہوئی مگر کیا کروں مجبور ہوں کہ غیرت اور حمیت میری مقتضی اس بات
کی ہوئی کہ بدنامی پیغمبر مرسل کی اور ذلت سرداران بارگاہ سنجانی ہو لہذا اب تو یہ خیال اسکے مصرع ہر رو گو دکنند زن بہ از دست نہ وعدہ جو
کر چکا ہوں جو کچھ منشی تقدیر اور کاتب ازل نے صفحہ پیشانی پر میرے بزور دیوان قضا کلک قدرت سے اپنے رقم کیا وہ ضرور ظہور آیا
ظہور آئیگا آپ اس مقدمہ میں تردد و فکر نہ کریں حکیم فاروس مجبور ہو کر خاموش ہو رہا اسی میں تمام ہوا اور وقت شام کا آیا شاہزادہ
عالی مقام بعد الفراغ تناول طعام نماز مغرب و عشاء سے فارغ ہوکر واسطے آرام فرمانے کے پلنگ پر تشریف لیگئے ناگاہ وقت خواب پھر جی
خیال آگیا کہ آج یہ حال کشتی کا سنکے بے شبہ و شک ملکہ گوہر ملک کو اضطراب بیحد کمال ہوگا بہر صورت چلکے ملکہ سے بھی ملاقات کرنا
از جملہ واجبات ہے صبحکو واللہ اعلم بالصواب شب حامل است تا خود چہ زاید آدھی رات کے عمل میں لباس شب روی ذات اقدس پر آراستہ
و پیراستہ کر کے بعادت معہودہ جسطرح سے کر دو ایکبار سابق میں تشریف لے گئے تھے اسیطور پر آج بھی عصر راہ کو طے کر کے زیر قصر
ملکہ کے پہونچے اور کمند کی راہ سے دیوار پر چڑھکر اندرون قصر داخل ہوئے وہاں ملکہ صحن خانہ باغ کے چبوترے پر ایک تکیہ لگا

تو یہ جاہل مطلق کچھ اندیشہ اور پس و پیش نیک و بد کا نہ کرے اور تقاضے سے بھی اپنے مرنے مارنے مرجانے کا ارادہ کرے بعد ازان جو گفتگو تخت و دشت
شاہزادہ قاسم نے سر دربار فستور بن تستار سے کی تھی وہ سب بیان کر کے کہا کہ بس تم اب یہی دعا جناب باری سے مانگو کہ ہماری آبرو
رہجائے اور قاسم کے مزاج مین ہر وقت کشتی فستور ہماری طرف سے کچھ جہالت نہ آجائے ملکہ گوہر ملک یہ حال شاہزادہ قاسم کی طبیعت
اور جہالت کا سنکے کانپ اٹھی اور کہنے لگی کہ صاحب برائے خدا اگر وہ دنگل رستم شہزادہ قاسم کو دے ڈالو تو یہ مناقشہ اور دغدغہ رفع ہو جائے
اور پھر تو وہ تمھاری اطاعت اور فرمانبرداری کریگا شاہزادہ بدیع الزمان نے فرمایا کہ اے ملکہ مین خاور سیاہ کی گوشمالی اور چشم نمائی کے لیے
ہر وقت اور ہر جا پر موجود ہون انکی جہالت پر کیا کر سکتی ہو ملکہ گوہر ملک بولی کہ ماشاء اللہ ماشاء اللہ واہ تم تو انسے بھی کچھ زیادہ تر جاہل
معلوم ہوتے ہو ایک کرسی چوبی کے لیے اپنے ایسے بھتیجے کو کہ بجائے اپنے فرزند جگر بند کے ہو ناراض کرنا یہ کون سی عقل کی بات ہے القصہ
تا نصف شب یہی گفتگو رہی بعد ازان شاہزادہ عالی مقام کا جی چاہا استراحت اور آرام فرمایئے جانب ملکہ مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ اب
شبنم بکثرت پڑنے لگی اٹھکر اندر چلیے پلنگ پر بیٹھو رات بھی تھوڑی سی رہ گئی ہے یہ کہکر ملکہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہان سے برخاست کر کے اندر
چلے اسی ضمن مین ہر ایک کوئی کسی کام کے حیلے سے کوئی کسی بہانے سے ادھر ادھر ہو گئین شاہزادہ عالم مع ملکہ پلنگ پر تشریف لے گئے
اور گرد و پیش جو کشتیان گلابی شراب کی رکھی ہوئی ہین شاہزادہ والا رتبت نے ایک کشتی کا تورہ پوش اٹھا کر ایک گلابی کو ہاتھ مین اٹھا لیا
اور اسکی شراب کو ملاحظہ کرنے کے لیے ملکہ گوہر ملک نے ساغر زمردین اٹھا کر شاہزادہ عالم کے ہاتھ سے اُس گلابی کو لے لیا اور دو ایک
جام شراب کے باتفاق طبع نوش فرمائے اور سرور دونون صاحبون کی طبیعت کو ہوا اور ذرہ سے نشہ صہبائے عیش کے آنکھون مین جلوہ
ہونے لگے نوبت بوس و کنار کی پہونچی مگر ازبسکہ رسم اور طریقہ خاندان صاحبقرانی کا یہ ہے کہ تا وقتیکہ سر رشتہ عقد و مناکحت مستحکم اور استوار
نہ ہو یہ لوگ مرتکب فعل حرام کے نہین ہو سکتے چنانچہ سابق ازین بھی ملکہ گوہر ملک سے یہ گفتگو ہو چکی تھی بس باقی اور سب ناز و نیاز
عاشقی اور معشوقی کے سوائے وصلت اور پیوند کے فیما بین ہو رہے تھے اسین دیکھا کہ کوئی چار گھڑی رات پچھلی باقی ہے کہ شاہزادہ بدیع الزمان
نامدار پلنگ پر سے اُترے اور ملکہ سے بمضمون اس مصرع کے کہا اے ملکہ مصرع اگر زندگی ہے تو پھر آملینگے ؛ گھبراؤ نہین انشاء اللہ تعالی باقبال لایزال
اپنے ہی پہونچتے ملاقات کرینگے اور یہ کہکر رخصت ہوے بوقت وداع ملکہ نے اپنا گریبان کرتی کا اور مثل خط شعاع کے تار تار کر ڈالا اور مثل
ابر نو بہار زار زار اشکبار ہو کر کہنے لگی اے شہریار شعر گر زیست سے نہ مجھ کو خفا تو خاص بسر تن سے یہ بہتر کہ تو جدا نہ ہو ۔ اور دامن پکڑ کے کہنے
لگی کہ حضرت اللہ آپ نستور کشتی گیر سے کشتی لڑنے کا ارادہ نہ کرین میرے دل کو تسکین و صبر کسی طرح سے نہین آتا اور طرح طرح کے وسواس جی کو آتے
ہین یہ تقریر ملکہ کی سنکے شاہزادہ والا تو نہایت بیچین ہوا اور چاہتا تھا کہ کچھ جواب سخت دیکر دامن چھڑائے بنور جو دیکھا کہ ملکہ کا حال غیر ہے
اور روتے روتے ہچکی بندھی ہوئی ہے بات نہین کیجاتی ہے آپ بھی باچشم پر آب دم بھر عالم سکوت مین رہے بعد اسکے ملکہ کو اپنے گلے
لگا لیا فرمایا کہ اے ملکہ تم ہمارے مزاج سے خوب آگاہ ہو اور یہ بھی ہم تمسے بارہا کہہ چکے ہین کہ ہمارے خاندان عالی مین کاذب و دروغگو نہین
ہوتے پس تمسے کمال تعجب ہے کہ تم ہمکو اسوقت روکتی ہو ہمنے جو زبان سے کہا وہ جسطرح سے ہو مرگ و زیست برحق ہے ہم کرینگے اب بجا لا نہ
کرینگے لعنت ہے ایسی بیحیائی کی زیست پر اے ملکہ بس اسوقت تم کرم کریم کارساز پر رکھکے عوض اس گریہ و زاری کے جناب باری سے دعا
طلب ہو کہ اس مجمع کثیر اور انبوہ غفیر اور ازدحام خاص و عام مین ہماری آبرو رہ جائے یہ کہکر شاہزادہ عالم نے اپنے دامن سے گوہر ملک کے آنسو
پونچھے اور خوب سی دلجمعی اور تسکین دیکر تشریف لے گئے اُسیطرح پر باغ کی دیوار سے اُترکر اپنے مکان پر رونق افروز ہوئے وہان تمام خواصین انیسین
جلیسین ملکہ کو سمجھاتی ہین اور ایک زبان ہو کے سب کہتی ہین کہ ہم لونڈیان صدقے آپ کچھ تردد اور فکر نہ کرین اور کسی طرح کا اندیشہ
و غم و وسواس نہ کرین خدا نے چاہا تو جس طرح سے شاہزادہ عالیشان نے اس کمان کو توڑ کر پھینکدیا تو دم بھر مین سن لینا کیا بلکہ اپنی آنکھون
سے دیکھ لیجیئے کہ اس ملعون شیطان پہلوان کو خاک پر مار ڈالینگے اور دو جہان شاہزادہ عالم والا شان نے دم سے سر کھینچ کے پیوند زمین
کر دیا اور جہنم واصل کیا غرض اسی طرح تسلی و تشفی کی باتین کر کے ملکہ کو بہلاتے اور سمجھاتے ہوئے صبح جو ہو گئی تو بموجب سفید

اور فضل تیغ زن پہلوان نامی و گردن کشان روزگار میں میدان کشتی میں آپہنچا تو شاہزادہ بدیع الزمان نامور کے پیچھے جو وقت گزر گیا ہو
اور جلیل نے ازراہ عیب جوئی یہ گفتگو غیبت میں شاہزادۂ والا مرتبت کے کی تھی یعنی فضل تیغ زن نے در جواب اسکے نہایت پیچ و تاب کھا کر
کلمات سخت و درشت فرمائے اور کہا کہ اس خوک دشتی نستور پر غرور کی اصل حقیقت کیا ہے کہ کوئی شخص اس بیچارے بے حقیقت کے خوف کے
مارے معرکہ میں نہ آئیگا اور ایسے بیہودے کے مقابلے مجادلے سے ڈر جائیگا مجھے فقط اسبات کا خیال آتا ہے کہ وہ حکیم زادہ کشتی لڑیگا اور اسکو زیر کریگا
اقرار اور وعدہ حتمی کر چکا ہے ورنہ اس چوب آہنی کو جو اسنے بڑے زور و طاقت سے زمین میں گاڑ دی ہے ایک اشارے میں اکھاڑ کر میں پھینک دیتا اور جی بہا
کا کوئی جواب دینے نہیں پایا کہ شاہزادہ بدیع الزمان اس اکھاڑے کے قریب آن پہونچا اور گنجاب کو سلام کر کے ملتمس ہوا کہ کیا حکم ہے گنجاب نے کہا
اے فرزند اتنی خیریت ہے کہ تم اس پہلوان قدرت سے لڑنیکا ارادہ نہ کرو شاہزادہ عالم نے جواب دیا کہ یا پیر مرسل سوا اس امر کے جو ارشاد ہو تعمیل کروں
الا یہ میری اور اسکی کشتی کا ذرا آپ تماشا ملاحظہ فرمائیں یہ کہکر شاہزادہ عالیمقام نے پوشاک اپنی اتاری اور جانگیہ پہن کر لنگوٹ کھینچا تو جس وقت
کہ اس رشک مہر خورشید ماہ شاہزادہ بدیع الزمان عالیجاہ کے جسم اطہر پر نگاہ سب کی پڑی اور تمام خاص و عام نے تن نازنین اس والا مقام
کا دیکھا سب متعجب اور متحیر ہو کر کہتے تھے کہ فی الحقیقت رستم کا دل اور دیکھا اس حکیم زادے کا ہے واہ کیا ارادہ اور کیا حوصلہ کر بیٹھا ہے بلا شبہ و شک
یہ بڑا دلیر و بہادر ہے کس لیے کہ اگر اس سے اور اس سے نسبت ارض و سما یا مقابلہ کوہ و کاہ کا کہا جائے تو بجا ہے خداوند تعالی اس حکیم زادے کی آبرو رکھے
نستور بن فستار نے شاہزادۂ عالی مقدار کیطرف بنگاہ غیظ دیکھ کر آواز بلند کہا کہ اے حکیم زادے رحم کر اپنی اس نوجوانی اور جان شیرین پر تجھ کو دنیا میں
آمدہ دیکھ ہوسناک تماشا پھر خالی نہیں کیا دیکھیگا تو خاک تماشا کہاں تیرا جسم نازنین اور خوبصورت خوبصورت ہاتھ پانوں اور کہاں میرا تن و توش
اور قد و قامت اور زور و طاقت مجھمیں تجھمیں کسی طرح کی مناسبت نہیں اگر تو اسدن ازراہ نادانی بیساختہ ایک بات زبان سے نکال بیٹھا
اور مجھسے وعدہ کشتی لڑنیکا کیا تو کچھ قباحت نہیں سہو و خطا سب سے ہو جاتی ہے بلکہ ایک مذہب ناوید خدائے آسمانی کے پرستاروں کا وہ امر تمھاری ہی کو
اپنا دین ایمان الانسان مرکب من الخطاء والنسیان جانتے ہیں میں نے تجھکو معاف کیا کیلیے کہ خداوند تعالی نے تجھے خاص حسن و جمال میں
عدیم المثال خلق کیا ہے تیری شکل دیکھ کر میرا جی کڑھتا ہے اور اسدرجہ تجھ پر پیار آتا ہے کہ تجھے اپنے گلے لگاؤں اور صاحبزادے تو نے سنا نہیں شعر ہر کہ با زور
بازو بھگوا ساعد سیمین خود را رنجہ کرد مجھ سے کشتی لڑنا تیرے لیے مشکل امر محال ہے شاہزادۂ با اقبال نے بکمال آشتی اور نرمی جواب دیا کہ تم پہلوان
قدرت ہو البتہ تمسے مواجہت مشکل ہے الا جو اشرات عجیب طرفین ہیں وہ جو کچھ کہ اپنی زبان سے اقرار کرتے ہیں وہ پورا کرتے ہیں اب ہمارے تمھارے تو
کشتی ہونا مقدم اور مقرر ہو گیا پھر اب توقف اور تامل کیا نستور ہنسا اور اپنے شاگردوں کیطرف دیکھ کر کہا کہ صاحبو ہر چند میں نے ترس اور رحم اسکی
جان پر کیا لیکن قضا و قدر میں مجھکو کیا دخل ہے میں مواخذہ سے اسکے خون کے بری ہو چکا محض بے قصور اور مجبور ہوں یہ کہکر پکارا کہ اے شخص اگر
کشتی تو مجھسے کیا لڑیگا پہلے یہ چوب آہنی جو میں نے میدان میں پھینک دی ہے تو ہلا دے تو اکھاڑ اور اسکے بعد کچھ فضول زبان سے نکال شاہزادۂ
والا مرتبت کو یہ گفتگو کبر و نخوت کی نہایت ناگوار طبیعت اقدس ہوئی اور ہر چند کہ شاہزادۂ عالیمقام بہت حلیم اور حلیم ہے مگر اسکی بیہودہ گوئی سے ایک
حالت غیظ کی مزاج پر طاری ہوئی اور اپنے دلمیں یہ سوچکر کہ قطعہ شاید اتقدر صبر و تحمل نکر مانند زمین پامال باشی نکوئی از خاک و باد و آب و آتش
کمی شاید کہ یکحال باشی نہ بار بار اس چوب آہنی کے پاس پہونچا اور ایسے ہاتھ ڈالکر زور کیا کہ زمین سو گز دہل گئی اور ہنوز وہ اسی جگہ مکان اس
چوب آہنی کو اٹھا کر سر سے بلند کیا اور دوسرا زور کر کے جو مارا تو وہ چوب تمام زمین میں غرق ہو گئی فقط ایک دستہ اسکا نظر آ گیا تھا ہر ایک کی زبان سے
مرحبا صد مرحبا بلند ہوا اور از زمین تا آسمان صدائے آفرین و تحسین گوش زد ہوئی بیساختہ فضل تیغ زن کی بھی زبان سے واہ واہ نکل گئی اور گنجاب خوش
پر کھڑا ہو گیا اور پکارا اے فرزند چشم بد دور مرحبا صد مرحبا گیا ہور وغیرہ جو کہ حاسد و حاسد تھے انکو عجب طرحکا داغ و رشک دلپر ہوا کہ کلیجا اسنا دونوں ہاتھوں
سے تھامکر رہ گئیا اور کچھ دم نہیں مار سکتے تھے ایمین شاہزادہ نامدار نے پکار کر کہا کہ اے نستور بن فستار اب یہ چوب دست آہنی تجھسے اگر اکھڑ سکے
تو اکھاڑ اور جواب نہ اکھڑ سکے گی تو اس مجمع خاص و عام میں تیری نہ ہوگی بہو دعا کیں بچائیگی نستور بن فستار کشتی گر اپنے دلمیں نہایت حیران
پریشان بحسن و حرکت خاموش کھڑا ہوا شاہزادہ عالی کا منہ دیکھ رہا تھا کہ دوبارہ شاہزادے نے اس چوب دست آہنی کے دستہ پر ہاتھ ڈالکر

دور کیا اور اسکو اکھاڑ کر علیحدہ پھینکا پانستور کا یہ حال ہوا کہ مارے خوف کے زمین میں گڑا جاتا تھا اور زمانہ نظروں میں تاریک معلوم ہوتا
تھا ایکبار پکارا کہ ای حکیم مہیج شاید تجھے اسطرح کی مشق اور کثرت میسر ہو کہ تو نے ایسی چوب آہنی کو اکھاڑ کر گاڑ دیا اور پھر اکھاڑ لیا لیکن اس سے
کیا ہوتا ہے خدائی اور کتخدائی میں بڑا فرق ہوتا ہے مصرع شیر قالین دگر و شیر نیستان دگر است ٭ یہ باتیں متعلق کثرت اور مشق کے ہیں اگر کوئی
بھی ایسا کام کرتے ہیں اور کشتی لڑنیکا زور و طاقت سے علاقہ ہے یہ کہکر اسنے خم ٹھونکا اور بآواز بلند کہا کہ پھر اپنا خیر کیجیو آیے مقابل میں
میں تنا کلام اس نستور بدانجام کے منہ سے پورا نہیں نکلنے پایا تھا کہ وہ شیر بیشۂ شجاعت غضنفر بیجاے روزگار اشعار چو تیرے زکف جستہ سوے
نشان ٭ بجوش غضب ہمچو پیل دمان ٭ چو باز گرسنہ لعبہ کلنگ ٭ چو شیر ژیان سوے آہوے لنگ ٭ قریب اس اجل رسیدہ نستور مغرور خطا
پہلوان قدرت نما کے پہونچا و دبچیا ایکبار ہاتھ اپنا اس شاہزادہ عالی وقار کی گردن میں ڈالکر زور کشمکش کا کرنے لگا اور تماشائیوں کا
یہ عالم ہوا کہ آدمی پر آدمی گرتا تھا سیکڑوں سنگروں میں سر ڈالے ہوے سیکڑوں نقبوں میں گھسے سیکڑوں کاندھوں پر سر رکھے دیکھتے
گو جھکے ہوے حیران دیا کرتے تھے دو دو ہزار اور تین تین ہزار آدمی تماشا پر ہوجاتے تھے سیکڑوں پاؤں کے تلے پسے جاتے تھے اور یہاں کھاڑے
میں شاہزادہ رستم دل سہراب توان اس نستور بن قسطار پہلوان سے کہ بکرمشت بمشت پیچ کشتی ہوتی تھی ایک دستی و دو دستی نعل اور
لنگان سوم اور ٹانگ پھیری کولہ گرہن ماڑنگی وغیرہ تین سو ساٹھ بند کشتی کے جو کہ بابا ہمیشہ اس نستور نالائق کے تھے سب کرکے تھک گیا
کوئی پیچ اسکا شاہزادہ والا تبار پر نہ چلا اسوقت یہ سوچ کے کہ پہلے تو میں یہ جانتا تھا کہ یہ حکیم زادہ اصل کیا رکھتا ہے زور اول میں اسکو زیر
کرونگا اور آسمان تجکا دونگا مگر معلوم ہوا کہ یہ سوکھی سوکھی ہڈیاں اسکی فولاد کی ہیں پھر مجھے لازم ہے کہ ہوشیار ہو کر حریفانہ اور استادانہ
زور کرکے اسکو پشت بزمین کروں عالت غیظ و طیش میں زور کرنے لگا گنج آب سنج جو یہ تماشا دیکھا کہ حکیم مہیج کسی مقام پر نستور بن قسطار
کشتی گیر سے کم میں برابر کا نصف نہیں ہے بہت خوش ہوکر علقمہ اضطرلابی اپنے وزیر اعظم سے پوچھنے لگا کہ کیوں صاحب تمہاری
رائے میں کیا آتا ہے ان دونوں میں فتحیاب کون ہوگا علقمہ اضطرلابی نے عرض کیا کہ علم غیب تو فدوی کو نہیں لیکن عقل اسبات کی مقتضی
ہے کہ حکیم مہیج اقبال لایزال سے سرکار کے غالب ہو اور کشتی میں یہ پہلوان مغلوب ہوجائے گنج آب نے کہا کہ فتحیاب ہونا اس ہیرمن قیاس
دیو نژاد نستور پر معلوم اس خیال سے کہ یہ پہلوان قدرت ہے اور خداوند ہجدہ ہزار ملک باختر نے اپنی زبان سے اسکو فرمایا کہ کسی سے
روے زمین پر یہ مغلوب نہ ہوگا تو فرمانا خداوند کا بیشتر از تقدیر ہے ہاں اگر یہ کشتی گیر حکیم مہیج سے برابر بھی رہجاے تو گویا غلبہ و فتح حکیم مہیج کے نام پر ہے
اور یہ خطا مشہور جیسے ہوا یہ پہلوان ہر مکان سے تیار کردیا ہے سب جہان بیجا ہے داغ سینہ اس نابکار کی نظروں میں ہو جائیں اور
ہم اس خطا مشہور پر کرنے سے نجات پائیں ہرگز ممکن نہیں اور سرداران گنج آب گیا ہو رخون آشکم اور مفضل بن گیا ہو اور جلیل درازدم
وغیرہ جو کہ ساحرین اور حاسدین شاہزادہ مہوش تمکین ہیں وہ یہ تماشا کشتی کا دیکھکر مثل مار سر دم بریدہ پیچ و تاب کھا رہے ہیں اور جل جلکر کباب
ہوے جاتے ہیں اور آپس میں سرگوشیاں کرکے کہتے ہیں کہ یہ حکیم زادہ بڑے جوہر نکلا ہرگز ہرگز یہ حکیم فاروس کا بیٹا نہیں ثابت ہوتا ایک عجب
راز ہے ہکو اسکے مقدمہ میں تامل و تحیر ہو جلیل درازترکیب نے جواب دیا کہ یہ گمان غلط اور خیال خام ہے کبھی زمانہ اچھے بندوں سے خالی نہیں
رہتا حکیم فاروس کے بیٹے ہونے سے اسکی شجاعت اور کشتی میں کیا نقص اور عیب لگسکتا ہے تم سب صاحب عاقل و فہمیدہ ہو دیکھو تو کیسے
کیسے گوہر بیش بہا بطن صدف سے پیدا ہوتے ہیں اور لعل رمانی و بدخشانی سینۂ سنگ سے نکلتے ہیں یہ نیرنگیاں اسی قدرت کاملہ خداوند تعالی
خداے ہجدہ ہزار ملک باختر کی ہیں اسمیں عقل کو کیا دخل ہے زور و طاقت جرأت و شجاعت یہ امور خداداد ہیں اسمیں حسب نسب ذات
و صفات سے کیا علاقہ ہے غرض یہاں تو سرداروں میں یہ چرچا اور مذکور ہو رہا ہے کوئی کہتا ہے صاحب نستور بن قسطار کشتی گیر پہلوان قدرت
خداوند تعالی کا ہے یہ کبھی پشت بزمین کشتی میں سنا ہی نہیں کہ کہیں ہوا ہو ابھی وہ رعایت مروت اپنی آدمیت کر رہا ہے جسوقت کہ وہ زور کرے گا
پھر حکیم مہیج ایک قدم تو ٹھہر نہیں سکتا چاروں شانے چت پڑا ہوگا دوچار کہتے ہیں کہ تم جھک مارتے ہو پہلوان قدرت کی حالت تو اسوقت
بہ بدتری ہے کہ پسینہ سے معلوم ہوتا ہے اور حکیم مہیج کے تیور پر بشرہ پر چہرہ پر کچھ بدحواسی کی کوئی علامت پریشانی کی نہیں پائی جاتی ہے

ہمارے نزدیک تو کوئی دم بھر میں یہ ہوتی ہے کہ حکیم بدیع سے جس طرح سے قہرمان عجم کی کمان تو ہزار عنبک سی اور اسکی جوب بنی دو سو من کی
گار دی پر اسکو اٹھا لیا اسی صورت پر نستور کو بھی دیکھنا کوئی گھڑیان گذرتی ہین انتظار دونون شانے چت دیکھیکا غرض کوئی کچھ کہتا ہے
کوئی کچھ کہتا ہے کوئی ہوا خواہی شاہزادہ بدیع الزمان مین سر بکف آمادہ رزم ایکطرف کھڑا ہے کوئی طرفداری مین نستور کشتی گیر کے خنجر کھینچے برزم
جنگ مباحثہ اور تکرار کرتا ہے دس بیس شخص ہزار دو دو ہزار اشرفیون کی بازی لگا کے کہتے ہین کہ حکیم بدیع اس نستور کو پچھاڑیگا دو چار
ایسے بھی ہین کہ حکیم بدیع بیچارہ نسخہ نویس نبض و قارورہ دیکھنے والا نستور ایسے پہلوان قدرت پر کیا غلبہ پائیگا شرطین بدرہے ہین اور قسمین
کھا کھا کر حجت کرتے ہین کہ پھر ہمکو کوئی لقا پرست نہ کہنا خداوند سے منکر جانیو ہمکو تم سب خدا پرست سمجھنا جو پہلوان قدرت حکیم بدیع کی کشتی آتار
اب بیان تو یہ جلوہ ہو رہا ہے ان تماشائیون کو اسی انتظار مین فتح و شکست کے دیکھنے دیجیے وہان حال ملکہ گوہر ملک کا سنیئے کہ یہ جو
اس برج مین بیٹھی تماشا کشتی شاہزادہ با توقیر اور نستور کشتی گیر کا دیکھ رہی تھی جسوقت دیا بین ان دونون کے زور کشمکش کے ہونے
لگے اور دونون کو ازپا تا فرق پسینے مین غرق دیکھا تو نستور اہرمن طلعت دیو خصال کے قد و قامت اور زور و طاقت اور شاہزادہ
والا رتبت کے حسن و جمال اور جسم اطہر اور تن نازنین کا خیال جو دلکو آ گیا تو فرط محبت سے ہزار طرح کی الجھن اور تشویشات اور تردّدات اور تصورات
اور خیالات اور وسوسے اندیشے جیکو پیدا ہوئے پھر ضبط کر لی تھی آنسو آنکھون سے نہین تھمتے تھے اور کلیجا چار چار ہاتھ اچھل رہا تھا کبھی
بیٹھا جاتا تھا نہایت بیتاب ہو کر حالت اضطراب مین گھبرا کر وہان سے اٹھ کھڑی ہوئی اور ایک جانب سجادہ بچھا کے بسمت قبلہ ہو کر تسبیح
صد دانہ مشک کو تار نظر مین پیوستہ کیے بحضور قلب اور خلوص نیت بمضمون اس رباعی کے رباعی ای آنکہ ملک خویش پائندہ تو ئی ؛ وز ان
شب صبح تابندہ تو ئی ؛ کارمن بیچارہ تو ئی بستہ شدہ ؛ کشائے خدایا کشایندہ تو ئی ؛ جناب کبریائے دعائین مانگ رہی تھی اور
کہتی تھی کہ اے رب کریم مین جدید الاسلام ایک ادنی کنیز عاصی و خاص تیری وحدانیت اور الوہیت کی ہون زبان فیض ترجمان ہزار
بدیع الزمان قدسی سیرت سے مجھے معلوم ہوا کہ تو ایزد کائنات و قاضی الحاجات مجیب الدعوات سمیع و بصیر علیم و خبیر ہر شئے پہ قادر و قدیر ازلی
نقشہ نگاری زناک صورت پاک ہتو تو آمیش بازگردون خاک ؛ فقط اتنی ہی بجی ہون کہ صدقہ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک احمد مختار
محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا میرے اس دوست دلخواہ شاہزادہ عالیجاہ کو اس نستور روسیاہ پر فتحیاب کرکے صحیح و سالم بعد جاہ و حشم
نکال اس عذاب کشتی سے اور تمامی تماشا بینون کے اور امرا اور علماے خاص و عام اور مقربین و مصاحبین بارگاہ اس پیغمبر مرسل یعنی کہ جناب کے
سامنے شاہزادہ عالیجناب کو سرخرو کر اور پھر مین اور وہ تیری خدائی کا صدقہ کیا ہون و بااتفاق باہم نذرین نیازین گذرانین علی ہذا القیاس تمام
انیسین جلیسین خواصین ہمدمین محرمین مقربین لونڈیان باندیان وغیرہ ملازمین اور متوسلین ملکہ کی سب سر برہنہ سمت قبلہ منہ کیے خاک
پر پڑی ہوئی کمال تضرع و زاری جناب باری سے دعائین مانگ رہی تھین اکثر ملکہ کے پانون پر سر رکھے یہی صدقے اور نثار ہو ہو کر یہ اشعار پڑھتی تھین

اگر پائے پیل است ور پر مور	بہ ہر کس بداد صیتی و زور	چو بر دار وار رہ تر درود را	خورد و لشہ مسعف بہر دو در را
چو بر لشکر دشمن آرد رحیل	بہ ہر قان کشد فیل و اصحاب فیل	یکی را لیسر بر نہد تاج بخت	یکی را بخاک اندر آرد ز تخت
گلستان کند آتشے بر خلیل	گروہے بہ آتش برد ز آب نیل	گدا را سعادت کی بر سر شا	گلیم شقاوت کیے در بر ش
سری بادشاہان گردن فراز	بدرگاہ او بر زمین نیاز		

بجھا لی تخمین کر تصور کا کہ ہر خیال آہ وہ دن کیا بھول گئیں بیو
تو سمجھیے کہ اس گوہر نایاب دریاے صاحبقرانی کو صندوق مین بند کرکے ناحق سلیمان زنگی علیہ اللعن نے کیسے دریاے زخار بیکران و تار
ساحل ناپیدا کنار مین کہ جسمین دو دو ہزار من کا تیمر شل برگ کاہ بہتا چلا جاتا تھا ڈالدیا اور تمنے جوش محبت اور ولولہ شوق سے اپنے
دشمنون کی ہلاکت پیش خود تجویز کرکے آپ کو کشتی سے گراکے ہم آغوش اسی دریا کا کر دیا تھا پھر از روے انصاف فرمائیے بلکہ
آپ پر کچھ موقوف نہین جو کوئی شخص یہ حال سنے گا اسکو اس دریاے شاہزادہ والا رتبت کے زندہ و سلامت نکلنے کا احتمال ہرگز بلکہ
سلامتی اور زیست کا وہم و خیال مین بھی یقین نہ آئیگا گر دیکھیے قدرت تعالی اور کبریائی اس رب العالمین جامع المتفرقین کی کہ پھر ہم دونون جیتے جی

کو اس دریا کی آفات سے نجات دیکر بادبان فضل و کرم سے اپنے ساحل مراد پر پہونچایا اور از سر نو حیات دوبارہ عطا فرما کر دونون کو پھر ملوایا
پس ملکۂ عالم اب تم بدحواسی اور اضطراب کرنے سے کچھ فائدہ نہین نظر بافضال کریم کارساز رکھو اپنے دل کو سمجھاؤ اور جی کو تسکین دیکر تماشا
دیکھو تاییدین اسلام کی قدیم الایام سے ہوتی آئی ہین اور یہ تو اولاد صاحبقرانی گل گلدستۂ باغ ابراہیمی کس باپ کا بیٹا مشہور و معروف
اور گوشگفتۂ مکان رستم دستان صاحب گرز سام بن نریمان نور نظر کوہ قاف ثانی سلیمان سلطان والا شان امیر حمزہ صاحبقران موصوف
کا ہو جسنے کہ اپنے زور پنجۂ دست سے سیکڑون ہزار دست کو پست اور پیوند خاک کیا اور میدان مصاف مین دیوان پری زادۂ قاف کو شکست
فاش دی اس نالائق ذلیل و مقہور خدا نستور پہلوان قدرت تعالی کیا اصل و حقیقت ہے ابھی کچھ اور ہوا و ہیاکی اسے کھانا ہے سو بھی
بیجا ہی سے یہ زندہ ہاتھ پاؤن مار رہا ہے بعد اسکے حضور ملاحظہ کیجیے گا تھوڑی دیر مین ہاتھون سے شاہزادہ رستم صولت کے پامال ہو جہنم
واصل ہوا چاہتا ہے ملکہ گوہر ملک نے باچشم پر آب جواب دیا کہ بیبو یہ مین بھی جانتی ہون کہ یہ لوگ اقبالمند ہین اور ہمیشہ بہ عنایت اور تائید
غیبی اور امداد ایزدی آفات و بلیات سے محفوظ رہے اور کامیاب ہوئے ہین مگر بیٹے کو کیونکر جان کر کے تسکین کھاؤن اور اپنے دل کی بے چینی
بیتابی کو کیا کرون شعر کس سے کہین اور کون سنتا اور کون ہماری مانے ہے ٭ صدمہ جو کچھ جان پہ ہے وہ دل ہی ہمارا جانے ہے ٭ گل اندام نے عرض
کی کہ قربان گئی آپ ذرا صبر کو ہیجے سے اٹھا کر یہان تشریف لائیے اور ملاحظہ تو فرمائیے کہ شاہزادۂ رستم صولت کس شان و شوکت سے کشتی
لڑ رہے ہین آپکے اقدام عالی پر لونڈی ہاتھ رکھکر قسم کھاتی ہے اور غلط کہنے والی قربان گئی مرجائے کچھ خوف نہین سچ سچ عرض کرتی ہے کہ
ابھی شاہزادہ عالی نے نستور کو چھ سات قدم پسپا کر دیا تھا ملکہ یہ کلمے سنکے از بسکہ خوش ہوئی اور پھر اس برج مین آکر تماشا کشتی کا دیکھنے لگی القصہ
یہ کہ چار پہر دن شاہزادۂ عالیمقدار اور نستور بن نسار سے برابر زور کشتی کا رہا مگر دونون مین غالب اور مغلوب کی تمیز کسی کو نہوئی آخر جبکہ
دن تمام گزر گیا اور وقت شام کا ہوا گنجاب نے حکم دیا کہ ہان روشنی کی تیاری جلد ہو جائے حسب الحکم گنجاب کے اطراف میدان مین سیکڑون مشعلین
ہزارون پنجشاخے گنگا جمنی و روپہلی سنہری کھو کھو دستیان شمعین روشن ہوئے سب پنجشاخے والے وصی بردار چارطرف حاضر ہوئے تماشائیون
کا یہ حال تھا کہ کھانا پینا وغیرہ حوایج ضروری اپنے سب بھولے ہوئے تھے تماشائے کشتی کے جا نب نگاہ کام کرتی تھی آدمی پر آدمی گرا
پڑتا تھا سیکڑون ہزارون آدمیون کے کاندھون پر آدمی سوار کھڑے دیکھ رہے تھے اور گنجاب کا یہ حال ہے کہ اگر ذرا بھی حکیم مریخ کو غالب
اور نستور کو مغلوب دیکھتا ہے تو بہت خوش ہو کر تعریف و توصیف دلیری اور تہنی شاہزادۂ عالی کی اپنی زبان پر لاتا ہے اور بنگاہ غور چارطرف دیکھ
بیبات کا منتظر اور گوش برآواز رہتا ہے کہ اور لوگ بھی تعریف حکیم مریخ کی کرتے ہین یا نہین پس یہ بات تو مشہور ہے شعر اگر شہ روز را گوید
شب است این ٭ بباید گفت اینک ماہ و پروین ٭ حاکم اور مالک کے مجبو ر لوگ بھی یہ کہنا لازم ہے کہ ایک بات حقیقت مین راست ہے کہ جو
کاسہ لیس اپنی آنکھون سے دیکھتے تھے کیونکر نہ تعریف کرتے لیکن تو جو مزاج دان ہین وہ پہلے ہی سے واہ واہ کر دیتے ہین اکثر وہ لوگ جو
انصاف پسند ہین وہ اپنے دل سے احسنت احسنت اور مرحبا مرحبا کر رہے ہین حاسدین اور حاسدین ناہنجار بخیال اسکے کہ الناس علی دین
ملوکہم بظاہر یہ سچ اور بباطن مین جلے بھنے آتش فشان کرکے رشک و عداوت اور اپنی بد ذاتی سے سرگوشی مین یہ اشعار چپکے چپکے پڑھتے ہین اشعار

زہے گردش چرخ نیرنگ ساز	کہ گنجشک دارد سر صید باز
دریغ از بزرگی دہر سپہر	کند روبہی جنگ با پنجہ شیر

اب حال اس نستور خوک خصال کا سنیے کہ جب ایکدن ایک رات زور کشمکش کا کرتے کرتے دوسرے دن وقت دوپہر کا ہوا تب اپنے دل مین
خیال اور طیش یہ کیا کہ ارے حکیم زادے بس اب خبردار رہنا یہ نہ کہنا کہ مین نے تجھے ہوشیار نہ کر دیا دیکھ پہلوان اسطرح لڑتے ہین اور زور اسطرح
کرتے ہین شاہزادۂ والا صفات کے لنگوٹ مین ہاتھ ڈال اور سر اپنا سینے کے اوپر رکھکر ایک نعرہ کیا کہ یا خداوند باختر اور زہرہ و روح
تمام ریل کر بھیجا اور سب شاگرد اس بدذات کے پکارے شعر ہر کس کہ زعد تند بیرون گم راہیست سزائے آن بد انجام ٭ ای حکیم زادے
اب استاد کے ہاتھ سے نجات پانا نہایت اشکال اور بہت محال ہے اور فی الحقیقت وہ نامی شیطان پہلوان نستور علیہ اللعن الغداب اس
زور و شور سے شاہزادۂ رستم توان حکیم زادے کو چاہتا تھا کہ ریل کر زور کر جائے اور پسپا کر سکے اور کوئی اپنا پیچ کا ٹھکانا نہ استاد کا چلے

لیکن شاہزادۂ عالم نے زور اسکا سنبھالا بلکہ اسکے کہ جو دو ہاتھ آگے تھا وہ ہٹا کر اپنی قدم پر لنگر مارا وہ بانی فساد رشک دیوزاد دوسرے
قدم کو بھی حرکت دیکر پانچ قدم پیچھے ہٹانے گیا چھٹے قدم پر شاہزادہ عالم نے لنگر اپنا قائم کیا تو یہ عالم تھا کہ ابتک تو دونوں پانوں زمین میں دھنس
گئے تھے اور اب فستور حتی المقدور کوئی اپنے زور و طاقت میں قصور نہیں کرتا ہو مگر زمین نے ذرہ خوشی سے پانوں اس عرش تمکین کے پکڑے
چھوڑے نہیں اور شاہزادہ عالم کو کسی قدرت سے یہ پہلوان قدرت جس اور حرکت وہاں سے نہیں دے سکتا تھا اسمین فستور کے شاگردوں نے
غل کیا کہ مار لیا استاد نے اور گیا ہور لور وغیرہ جو کہ حاسد اور کینہ جو تھے نہایت خوش ہوکر فستور کی تعریف کرنے لگے گیا ہو وغیرہ کچھ
انجناب سے عرض کی کہ ہر چند فدوی نے جناب میں مکرر سکرر التماس کی کہ فستور پہلوان قدرت ہو ایک حکیم زادے کا اسکا مقابلہ کرنا ہمیں
مصلحت اور صلاح دولت نہیں اب بجز منفعل کے اور کوئی بات پیش نظر نہیں فضل بن گیا ہو ربولی اٹھا کہ خداوند تعالے نے فستور کو اپنی
زبان سے پہلوان قدرت مامور کرکے تقدیر کی ہو کہ یہ میرا پہلوان فستور کبھی روئے زمین پر کشتی سے مغلوب نہوگا کل پہلوانان عرصۂ امکان
پر مین سیفائے غالب کیا ہو سب معلوم نہیں کہ پیغمبر مرسل نے کیا تھا کہ اس بیچارے ضعیف الجثہ عاجز اور ناتوان حکیم فاروس کے بیٹے کو اس
پہلوان جہان سے لڑوایا آپ کے واسطے تو کچھ موجب عز و وجاہت کا نہیں تمام عالم میں پہلوانوں کی ذلت اور سبک حرمتی ہوگی کہ جناب نے کچھ
جواب نہ دیا لیکن ذوالالم وغیرہ سے نہایت بیتاب اور بکمال اضطراب باچشم پرنم لقائے حضرت کی خدا سے دست بدعا تھا کہ یا خداوند یہ عزت و
حرمت طرۂ پیغمبری کے حفاظ کر نیکی رکھ لینا اور اس حکیم فاروس کے بیٹے کو حافظ استر عالو حسب منشا اس فستور کشتی گیر کے مونکے میں ہرگز و
گرفتار کرنا اسمین فضل تیغ زن بجوش خون عزیزی نہایت غیظ و طیش میں بائیں کرسی پر سے اٹھ کھڑا ہوا اور پکار کر کہنے لگا کہ ای حکیم تیرا کچھ کام تھا
پیشہ نبض اور قارورہ شناسی اور نسخہ نویسی کو چھوڑکر پہلوانوں سے کشتی لڑنا اور مباحثہ اور مقابلہ کرنا کیا فرض تھا یہ کام تمہے متعلق ہی ہے
بھی جدا ہو ہم ابھی اس نالائق کو اس تہمتنی اور کشتی کا تماشا دکھلائے دیتے ہیں اور کس طرح سے پیوند خاک کرتے ہیں کہ اسکے حال پہ ہائے ہائے
دنیا اور عرفان ہو اگر یہ زاری کریں اور اپنے دلمین فضل تیغ زن بھی یہ سوچ رہا تھا کہ خدانخواستہ اگر عمر پرند گار شاہزادہ بدیع الزمان ہمارا
اس تیرہ روزگار فستور نابکار کے ہاتھ سے زیر ہوگا تو یہ صاحب قیمت ہیں بلا شک و شبہ اپنے آپکو ہلاک کر دینگے اسوقت بچے کیا لطف زندگی
باقی رہیگا میرے اسکے بظاہر دنگل رستم کے مقدمے میں نزاع لفظی واقع ہو سو یہ بھی بطریق امتحان شجاعت کہ جالت از سر قوت ہو کبھی گفتگو
تنازع تیغ درمیان میں آجاتی ہے و مہر جان گرامی فدا و نثار ایک سرو پاس عمر پرند گار کے ہو تو گویا آج ہم دونوں غریب الدیار طرابلس
کا خاتمہ اس شہر سخان میں ہو فضل تیغ زن ابھی اس سوچ میں تھا کہ وہاں شاہزادۂ عالی شان نے اتنا کلمہ زبان سے فضل تیغ زن
کی سنا تو حالت غیظ کی مزاج اقدس پر طاری ہوئی اور رگ ہاشمی جوش میں آگئی تمام جہان اور زمین اور آسمان نظروں میں تیرہ و تار تھا
جہان قدم ششتمی پر لنگر اپنا قائم کیا تھا وہاں سے جنبش کرکے با آواز بلند فرمایا کہ ای فستور تیرا کروفر و زور و طاقت تو میں دیکھ چکا اب ذرا تو
بھی خوب سا ہوشیار اور خبردار ہو کہ ایک زور میرا تو روک اور میری طاقت کا تحمل ہو اگرچہ حمیت اور غیرت اور دعوی تہمتنی اور پہلوانی کا رکھتا ہے
تو آگے بڑھا کہ اب زنہار قدم اپنا پیچھے نہ ہٹانا اور یہ کہکر اسکی زنجیر کمر میں ڈال ہاتھ زور کو لوئین میں لیکر زور اسکا توڑ دیا اور پیچھے کو دوڑا لیچلا
ہر چند فستور ہر مقام پر چاہتا تھا کہ لنگر اپنا قائم کرے مگر شاہزادۂ عالم نے کہیں ٹھہرنے نہ دیا اور ایک قدم دو قدم تین قدم چار قدم پانچ
قدم چھ قدم ساتوین قدم پر لپیٹ کرکے جھٹکا مارا کہ منہ کی کھا کے آگے آ رہا اسوقت اس رستم صولت سہراب توان کی یہ صورت تھی
کہ جیسے کہ شیر ژیان ایک صید لاغر کو دبوچ بیٹھتا ہو پشت پہ اسکی بیٹھ کر پہلے تو خوب سا اسکے سر کو زمین سے رگڑا بعد اسکے لنگوٹ میں ہاتھ
ڈالکر نعرۂ کوہ شگاف جگر سے کھینچکر سر سے بلند کیا اور چرخ دیکر مارا کہ چاروں شانے چت تھا اسیحالت میں پھر شاہزادۂ والا مرتبت جست
کرکے اسکے سینے پر جا بیٹھا اور آہستہ سے اسکے کان میں فرمایا کہ ای فستور بن فسطار کشتی گیر وہ جو تو اندوے کا قت لاف و گزاف کیا اور
نیست ہو کر چلاتا تھا کہ کہان یلان سیستان اور کہان پہلوانان لشکر صاحبقرانی بدیع الزمان شاہزادۂ قاسم عالیشان آنکھیں کھولکر
بچشم عبرت دیکھ کہ کمترین بندگان خدا عز و جل بدیع الزمان تو میں ہوں اور شاہزادہ مقام سپلہ کو ندا نگاہ اونچی کرکے دیکھ

دیکھو کہ وہ شہباز اوج شجاعت سامنے تیرے کھڑا ہوا ہے یہ کہہ کر در شناختن پروردگار عالم چہ ارادہ داری نستور مقہور علیہ اللعن والعذاب نے جو
یہ جانا کہ یہ حکیم مریخ نہیں ہے یہ شخص بدیع الزمان فرزند صاحبقران ہے چاہتا تھا کہ غل کرکے کہے کہ ای گنجاب یہ تو دغا ہو گئی تو کس
خواب خرگوش میں بیٹھا ہے حکیم زادہ نہیں ہے یہ شخص نادیدہ و خدا کا پرستار بدیع الزمان بیٹا امیر حمزہ صاحبقران کا ہے کہ شاہزادہ عالیمقام
تیور اسکے کیونکر سمجھ گیا کہ یہ نالائق نابکار ایک دل ہے کبھی مسلمان نہ ہوگا میں اتمام حجت کر چکا اگر اب ذرا توقف کرتا ہوں تو میرا راز افشا کریگا اور سپاہ
تمام کفار تشنہ خون میرے ہیں ان سب سے معرکہ رزم و پیکار ہوگا اور خوب سے تمہارا بچے گا ہم دونوں کا جھگڑا بدرجہ شہادت فائز ہونگے پس قتل اسکا
قبل لاہذا توقف کرنا کیا ضرور بیساختہ دونوں ہاتھ جبڑوں میں نستور کے دونوں ہاتھ اپنے ڈالکر جو زور کیا تو تمام کلہ تا بہ گلو شق ہو گیا
دوسرے زور میں تا جگر تیر سینہ دو پرکالے کرکے پھینکدیا لاش اس جہنمی بدمعاش کی پھڑکنے لگی ادنی اعلی شاہ و گدا صغیر و کبیر پیادے سوار
زن اور مرد کہ و مہ وضیع و شریف کی زبان سے واہ واہ کا شور و غل ہوا اور صدائے تحسین و آفرین اور مرحبا میدان میں چار طرف سے
از زمین تا آسمان بلند تھی گنجاب بیساختہ شادان اور فرحان اپنے تخت پرسے اٹھ کر پکارا ایہا الناس کچھ میرے پاس اور لحاظ سے نکلو
براہ حق جو واجبی اور چشم عدالت سے دیکھو وہ یہ ہو کہ اگر یہ چرخ دوار ہزار برس گردش کرے اور چرخ مارے تب بھی ایسے شہسوار عرصہ کارزار
جولانگاہ ہستی میں نہیں دیکھنے کا اور اپنے دونوں ہاتھ پھیلاکے شاہزادہ والا شان کو اپنے سینے سے لگا کر خوب سا پیار کیا شاگردان
نستور بن نستار کشتی گیر دو پرکالے لاشہ خونکفن اپنے استاد کے دیکھکر تبر اور تلواریں اور چوب و چماق ہاتھوں میں لیکر چار طرف سے
شاہزادہ والا بدیع الزمان نامور کے اوپر دوڑے اور شور و غل کرکے کہتے تھے او حکیم زادے تو نے بڑا غضب کیا کہ ہمارے استاد کو مار ڈالا اب
ہم تجھے کبھی جیتا نہ چھوڑینگے گیا بہور خون آشام وغیرہ کہ یہ سب لعین اعدائے دین اور حاسد اور عدو شاہزادہ با تمکین کے
ہیں از راہ بغض و کین بطریق تائید شاگردان نستور جہنم واصل کے ساعی و حامی ہوئے گنجاب نے ان لوگون کیطرف مخاطب ہوکے کہا کہ
یہ میدان کارزار نہیں یہ میدان کشتی تھا جسپر عنایت اور اعانت خداوندی کی ہوئی وہ مظفر و منصور ہوا پھر اب یہ حرب و ضرب کا جو ملاحظہ جو
کرتے ہو سب بیجا کرتے ہو جو ہونے والا تھا وہ ہوا اب آپسمیں لڑائی جھگڑے اور فساد برپا کرنے سے کوئی فائدہ نہیں گیا بہور
خونکی تمامنے بیچ قہر اپنے بیٹون اور باتفاق بلیل دراز ترکیب شاگردان نستور تیرہ انجام کے بہت سی سعی اور سفارش کرکے عرض کیا کہ
یا پیغمبر مرسل شورش اور داد بیداد شاگردان نستور کی برحق ہے حکیم مریخ نے فقط پشت زمین کرکے چھوڑ دیا ہوتا جو طریقہ کشتی کرنے کا ہے کم
یہ زیادتی اور تیز دستی نہیں لازم تھی کہ پہلوان قدرت کا کچھ مطلق پاس و لحاظ نہ کیا اور نہ اصلا آداب پیغمبری کا خیال کیا حکیم مریخ کو خوف
خداوند تعالی سے بیباک واجب تھا اور قہر خداوندی اور غضب پیغمبری سے ہر ایک کو خائف اور اندیشہ ناک ہونا چاہیے اسکی کیا وجہ تھی کہ اسنے
اسکی چھاتی پر چڑھکر مار ڈالا یا پیغمبر مرسل آپکو عدالت اور انصاف کرنا چاہیے اور ریاست بے سیاست نہیں ہوتی گیا بہور وغیرہ دربار
تو ابھی یہ گفتگو کر رہے ہیں مگر شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم یعنی فضل تیغزن نے جو شاگردان نستور کو بلوہ کرکے دست بقبضہ سمت شاہزادہ
بدیع الزمان آتے دیکھا بیساختہ مانند شیر ژیان نہایت غیظ و غضب میں ڈال قبضہ پلارک افراسیابی پر ہاتھ ان سب پر جا پڑا اور
بیخوف و خطر دوڑ کر جسکے تیغ ماری دو پرکالے کرکے گرادیا سترہ باقی زندہ رکھا ان واحد میں پانچ سات ان فتنہ کیشان بدذات شاگردان نستور
ابلیس صفات جہنمی کو جہنم واصل کردیا دس پانچ زخمی اور مجروح خاک پر لوٹتے پھرتے تھے باقیماندہ بھاگ کھڑے ہوئے گیا بہور خون آشام
یہ تماشا دیکھکر خدمت گنجاب میں عرض کیا کہ یا پیغمبر مرسل یہ کیا خداوندی اور منصفی اور ظلم سرکار میں ہے کہ وہ حکیم صاحب تو کشتی لڑنے آئے تھے اگر
انکے ہاتھوں سے نستور بن نستار کشتی گیر ایک قتل ہوا یا مارا گیا تو خیر یہ ایک امر بزرگوار کون ہیں جنھوں نے بیوجہ بے سبب پانچ سات اسکے
شاگردون کو جان سے مار ڈالا اور بیرحم و خطا ان غریب بیچاروں کے برسر قتل آمادہ خونریزی ہیں اور کوئی ان مقتولون اور بیچاروں
کا وارث اور باز پرس کرنیوالا نہیں گنجاب نے ہمایون بن شمشاد کو حکم دیا کہ یہ شخص تمہارا رفیق ہے یا کوئی عزیز یگانون میں سے کیا
مداخلت کیا عداوت تھی جو شاگردان نستور کو قتل کر رہا ہے جلد اسے جنگ سے روکو اور منع کرو شاہزادہ بدیع الزمان برابر گنجاب کے کھڑے اتنا سنکر بولے

شہزادہ قاسم سنکر اپنے جی مین نہایت مشوش ہوا اور سوچا کہ اب قیامت کا سامنا ہے ہمایون بن شداد شاہزادہ قاسم کو جا کر ضرور
روکےگا وہ اسوقت نہایت غیظ و غضب مین از راہ جہالت عجب نہین کہ کلمات سخت اور درشت کہہ بیٹھے اور گنجاب کو بھی فحش نکالے ان
ہوے پس بڑا اندیشہ افشاے راز کا اپنے ہکو پیدا ہوا اور پھر انجام اُسکا سواے اُنکے مرنے کے اور کچھ نہین ہم کل چچا بھتیجے دو شخص ایسی سرزمین
غریب الدیار غریب الوطن اور لمعہ کفار تیرہ روزگار صغار و کبار نابکار یہان کے ساکنان اور ملازمان گنجاب سے تلوار چلیگی پھر ہم
دونون کیونکر اسقدر کفار سے جانبر ہونگے پس یہ سوچ کے شاہزادہ والا مرتبت نے گنجاب سے عرض کیا کہ حکم ہو تو میرے نام پر ہو بیچ بچاؤ کر
فضل تیغ زن کو سمجھا دونگا اور روک لونگا گنجاب نے کہا اچھا شاہزادہ اجازت لیکر قریب قاسم کے پہونچا اور بہ آواز بلند کہا کہ اے بہادر
زمان میں یہ کیا ہوں کہ قتل سے کیا حاصل انکی بیہودہ گوئی اور سرکشی کی سزاے معقول دے چکا اب معاف کر اور اشارتاً سمجھایا کہ اے
قاسم اب اسوقت طرح دینا مصلحت وقت ہے ذرا سی بات کا طول دینا اچھا نہین قاسم تو جاہل مطلق ہے اول تو کمان کے توڑ ڈالنے کا
اور فستور کو کشتی دیکے زیر کرکے بزور جبر کر پھینک دینے کا شاہزادہ بدیع الزمان کیطرف سے ملال و غصہ دل مین بھرا تھا اور اپنے جی مین
یہی پیچ و تاب کھاتا تھا کہ ان دونون مقدمون مین اسنے ایسی نمود کی غرض کردم اگر کمان توڑ چکا تھا تو اسے بوقت گفتگو کے کشتی فستور
یہ کیون نہ کہا کہ فضل تیغ زن تم اس سے کشتی لڑو اس فضول گوئی اور خیرہ سری کی تعزیر دو اور کشتی لڑکے اسکے دھڑ سے سر جدا کیجیو ایک
نہایت درہم اور برہم ہوکر جانب شاہزادہ بدیع الزمان والا مناقب کے متوجہ ہوا اور کہا کہ او حکیم زادے وہ ایک بوسیدہ اور کہنہ کمان
تو نے توڑ کر اور اس گوشت کے لوتھڑے مردے کو چت پٹ کرکے یعنی فستور کی کشتی مار کر بیہودہ وہم پر بٹھایا کہ تو مرد میدان بہادر زمان ہو گیا اب تک
ہو بس یہ کہکر بمقابلہ شاہزادہ بدیع الزمان آیا اور مجھ نامور سے اس لرکا ہوا کہ اب تجھے مجھسے کشتی لڑنا پڑیگی ورنہ مین تجھے کسی صورت
سے ہزار تو حیلے اور معذرت کریگا زندہ اور سالم نہین چھوڑونگا اور ہر چند کہ تیری بھی اور حمایت بہت بڑی ہے لیکن چونکہ شجاع اور دلیر
ہون انکی آنکھ کسی سے نہین جھپکتی غرض ایسی کچھ الٹی سیدھی ٹیڑھی باتون سے تقریر کی کہ شاہزادہ بدیع الزمان سلیم الطبع کا مزاج تبغیر غصہ
مین آرہا اور عنقریب تھا کہ نیام مین ان دونون کے تلوار چلنے لگے گنجاب یہ رنگ دیکھکر نہایت برہم ہوا اور ہمایون بن شداد سے
چین بجبین ہوکر کہا کہ صاحب اس اپنے دیوانے کو تم سمجھاؤ اسکو کیا عداوت اور خصومت حکیم بدیع سے ہے کہ ہر ایک بات مین مباحثہ کرکے
گفتگو تند و تیز کر بیٹھتا ہے ہوا کے گنجاب نے اپنے سردارون اور تمام اہلکارون اور مقربون اور مشیرون بارگاہ نشینون کو حکم دیا کہ ہمنے
حکیم بدیع کو خطاب بلند اقبال کا عطا کیا ہے آج سے جو کوئی سواے اس خطاب کے حکیم بدیع کہیگا اسکی زبان قطع کروا ڈالی جائیگی
سبھون نے عرض کیا الامر فوق الادب کیا ہماری مجال اور طاقت ہے جو خلاف حکم سرکار عمل مین لائین اس عرصہ مین ہمایون بن شداد
اور علقمہ اضطرابی وزیر اعظم نے فضل تیغ زن کو بہت سمجھا کے کہا کہ گفتگو تمہاری خلاف مزاج حاکم وقت کے ہے قاسم نے جواب دیا
میرا حاکم کون ہے اور مجھے حاکم کا کیا ڈر ہے شاہزادہ بدیع الزمان نے دیکھا کہ قاسم پر اسوقت غصہ طاری ہے مبادا گنجاب کے حق مین
کوئی کلمہ سخت اور درشت کہہ بیٹھے اور ناحق کا فساد اٹھ کھڑا ہو ہمایون بن شداد سے بملائمت یہ بات کہی کہ تم سب صاحب اس
بہادر کی گفتگو مین مداخلت نہ کرو قاسم نے یہ سنکر کہا کہ ایسی حیلہ سازیان اور روبہ بازیان مین بہت جانتا ہون بدون مجھسے کشتی لڑے
تمکو نجات غیر ممکن اور اس میدان کشتی سے زندہ و سالم بھی بچکر نہین جانے دونگا شاہزادہ بدیع الزمان نے فرمایا کہ کیا مضائقہ اے
فضل تیغ زن اگر تم اسی بات پر مصر ہو تو مین حاضر ہون قاسم نے کہا ہان مین کب مانتا ہون گنجاب کے روبرو کر دو تمہارے
بڑے حمایتی اور دلی دوست ہین چلکر کہو اور وہ اپنی زبان سے اقرار کرلین اور کوئی دن مقرر کردین تو مین تمہین میدان جنبش کرنے دونگا
اور بہت تنگ قاسم نے جہالت پر کمر باندھی کہ کرین شاہزادہ بدیع الزمان کی مانند ہاتھ ڈالنے پر آمادہ تھا ناگاہ گنجاب نے تمام سردارون
قریب آنکر ابھی کچھ کہنے نہین پایا کہ شاہزادہ بدیع الزمان بخیال اسکے کہ قاسم نہایت خشمگین ہے مبادا گنجاب سے گفتگو جا بیجا
کر بیٹھے گا اور سب سرحلہ اور راہ پالیان دربار دشمن جانی مین طول کھینچیگی افشاے راز ہوگا اور قضا ہم دونون کی آن پہونچی

مارے جاینگے یہ سوچ کر بدیع الزمان نے گنجاب کے سامنے وعدہ کشتی لڑنے کا قاسم سے کیا گنجاب نے جانب ہمایون بن شداد مخاطب ہو کر کہا
صاحب مجھے یہ سبب کچھ نہین معلوم ہوتا کہ فضل تیغ زن کو بدیع الزمان سے کیا عداوت ہی شاہزادہ بدیع الزمان نے عرض کیا کہ یا عمو
مرسل یہ لوگ عیار اور دلاور مشہور شعار شجاعت آثار ہین ہنگام خندہ وکین لاکھون مین کروڑون مین انکی آنکھ نہین جھپکتی آپ اسکو خصومت
نہ سمجھین یہ ان لوگون کی خصلت اور عادت ہی قاسم نے یہ کلمہ سنکر زہرخند کیا اور کہا کہ شاہزادہ بلند اقبال صاحب مین اس نرم نرم باتون پر
تمھاری ہرگز رضامند نہین ہونے کا تاوقتیکہ سر میدان تمھین پشت بر زمین کر کے آسمان نہ دکھادون اور تمھاری مشکین نہ باندھ لون
بدیع الزمان نے متبسم ہو کر فرمایا کہ بہت بہتر یا عم میری مشکین باندھنا یا مین تمھاری گیا ہور خون آشام نے ازراہ عداوت گنجاب سے عرض کیا کہ
یہ دونون صاحب استدعا کشتی لڑنے کی رکھتے ہین اور اسی بات کا مباحثہ ومجادلہ کر رہے ہین پھر آپ حکم کیون نہین دیتے انکی کشتی کا بھی
تماشا دیکھ لین گنجاب نے کہا کہ اری گیا ہور تیری عقل وشعور سے یہ بات کمتا بت دور ہی مرجاؤ دون اور ایک رات کامل گذرے شاہزادہ
بلند اقبال نے نستور کشتی گر ایسے پہلوان قدرت لقا سے زور کشمکش لڑکے اُسے مارا ہو اور اسوقت تک کوئی شے کھانے کی قسم سے کھائی
نہ پانی پیا نہ دم بھر جسکو آرام کیا جاے بشریت ہی یہ کیونکر ہوسکتا ہی کہ مین ابھی اجازت دون فضل تیغ زن نے کہا آپ بجا فرماتے ہین مجھے
بھی تو یہ امر منظور نہین سبب یہ کہ اگر مین نے چت پٹ زیر و زبر کر کے انکی مشکین باندہ مین تو یہی عذر باقی رہیگا کہ یہ بہت تھکے ماندے
تھے لہذا کل کے روز اسی میدان مین بقول شخصے کہ یہی گو ہے یہی چوگان میری انکی کشتی کا سب صاحب تماشا دیکھین چنانچہ بہ رضائے
طرفین گنجاب نے بھی ناچار ہوکر سنجانی کو حکم دیا کہ تمام شہر مین منادی کردے کہ کل جسکو شاہزادہ بلند اقبال اور فضل تیغ زن سے زور کشتی
قرار پایا ہی تماشا دیکھنے کو جسکا جی چاہے آئے اور پھر اس حکم دینے کے شاہزادہ بدیع الزمان کا ہاتھ پکڑ کے فرمایا کہ اے فرزند اپنے مرکب پر سوار
ہو اور چلو چنانچہ شاہزادہ بلند اقبال کو اپنے ہمراہ سوار کر کے بکمال عزت وحرمت تمام شوکت اور کلام شاہانہ نے بجا آتا چلا اور مر نستور کشتی گر کی
لاش کے واسطے سنجانی عیار کو یہ حکم دیا کہ یہ شخص پہلوان قدرت مشہور تھا بہتر اور مناسب ہی کہ اسکی لاش کو اسکے شاگرد اٹھا لیجا کر دبا دے
قدرت خداوندی مین بہادر ہین اور اسکے مرنے کا کچھ اندیشہ نہ کرین انکی نوروز کو خداوند اپنی قدرت کاملہ سے پھر زندہ کرلین گے اور حیات
تازہ بخشین گے بارے گنجاب اپنی بارگاہ کو روانہ ہوا میان اسی وقت حسب الحکم اپنے مالک کے سنجانی عیار نے دونون پہلوان کو
تو بمقدمہ بلند اقبال کہ خبردار جو کوئی مشاورہ کہا حکیم مدیع نام لیگا اسکا گھر بار تاخت وتاراج ہو جائیگا اور زبان اسکی قطع کروادی
جائیگی دوم درباب کشتی شاہزادہ بلند اقبال بدیع الزمان گردنکش اور فضل تیغ زن بوعدہ یوم موعود فردا از جہت احضار اہالیان
دربار اور سرداران والا اقتدار اوضیع اور شریف ادنی اعلی تمام رعایاے شہر کے منادی کروادی اور اسوقت سے ہر گلی کوچے مین ہر ایک
کی زبان پر یہی چرچا ہو رہا تھا کہ شاہزادہ بلند اقبال ایسے دلاور ہفت سر ہے کہ جنکے قہرمان عجم کی کمان کو تنکے کی طرح سے توڑ کر
نستور ایسے کشتی گر پہلوان قدرت کو خداوند کے بخوف وہراس مانند ایک چھکڑے کے زیر وزبر چت پٹ کر ڈالا اور شل کر پاس چیر کے دو
کر کے ڈال دیا فضل تیغ زن دیوانہ ہی یہ اسکے ساتھ کشتی لڑنے کا ارادہ جو ملا کر بیٹھا ہی بعضے لوگ جو سن رسیدہ اور جہاندیدہ ہین وہ یہ بات
کہتے ہین کہ صاحبو تم اپنے جی مین یہ غور کرو اور ذرا انکی سچ سچ کہو کہ یہ توقع کسے تھی کہ حکیم مدیع یعنی اب جسکو شاہزادہ بلند اقبال ثانی
بدیع الزمان گردنکش گنجاب نے خطاب عطا کیا وہ نستور بن نستار کشتی گر ایسا چت پٹ کشتی مار کر چرجالین گے یہ قدرت خداوند تعالی
جسے زبردست کو پست کرا دے چاہے چیونٹی سے فیل مست کو شکست دلوادے کیا عجب ہی کہ فضل تیغ زن کو بھی غرور شاہزادہ
بلند اقبال کا شمار سکا و نہ بر کرے اب حال فضل تیغ زن یعنی شاہزادہ خاور سپاہ کا سنیے کہ گنجاب بلند اقبال والا خطاب ثانی بدیع الزمان
گردنکش کو اپنے ساتھ سوار کر وہکے گیا تب ہمایون بن شداد بھی فضل تیغ زن کو منت سماجت کر کے اپنے ہمراہ لیے خیمہ گاہ مین لے کے
داخل ہوا اور اپنے دل مین کمال متردد اور مشوش تھا بخیال شاہزادہ بلند اقبال کے زور وطاقت سے کہ فضل تیغ زن کو مقابلے کی کیا
مجال اور مجال فی الحقیقت یہ شخص مجنون ہوا اور دونون باپ بیٹے از بسکہ قاسم کے مزاج سے بھی بخوبی آگاہ ہین ور جانتے ہین کہ جاہل اجہل

دو رنج ہو ہزار طرح سے اگر ہم اس مقدمہ میں سمجھائینگے تو بجز رنجش کے اور کچھ حاصل نہین وہ ہرگز ماننے کا نہیں ناچار حیران خاموش بیٹھے لیکن جوش
جوش محبت سے رہا نہ گیا کنایۃً اور اشارتاً سمجھانے لگے فضل تیغ زن نے جوابات تلخ و سخت اسطرح سے دیے کہ پیرایہ کلام سے یہ بات ثابت
ہوتی تھی مار لینا حکیم نادرے کا چنداں مشکل نہیں ہے اسمین فکر اور تردد کرنا بیجا ہے القصہ یہ کہ وقت کھانے کا آیا اور بعد الفراغ تناول طعام شداد شاہ زرد کلاہ
کے سو رہا ہمایون بن شداد کہ یہ عاشق زار اور ہزار جان و دل سے نثار فضل تیغ زن کے تھا پہرہ بیٹھا تھا وقت تخلیہ کا دیکھکر پوچھنے لگا کہ اے
فضل تیغ زن شعر دل را بدل رہیست درین گنبد سپہر ؛ از سوے کینہ کینہ وز سوے مہر مہر ؛ چونکہ ہوے عزیزداری اور محبت کا تجھے آپ سے ہے
عرض اظہار کی حاجت نہیں یقین ہے کہ آپ کے دل پر بھی روشن ہوگا لہذا اسوقت میں کچھ التماس کرون اگر ناگوار طبع اقدس نہو اور جواب باصواب مجھکو
ہو تو ملتمس ہوں قاسم نے کہا مجھے تم سے رنجش نہوگی جانتا ہون کہ تمہارے مزاج میں حقانیت اور صاحبزادگی ہے کہو کیا کہتے ہو ہمایون بن
شداد نے عرض کیا کہ مجھے اس بات کا کمال تردد اور تحیر ہے کہ حکیم بدیع سے وجہ خصومت کی کیا ہے میں نے چند بار بچشم اپنے دیکھا ہے کہ وہ تو جواب بملاطفت
اور آشتی دیتا ہے اور ہر مقام پر آداب بجا لاتا ہے اور اگر تمکو برخلاف و خشمگین پاتا ہے تو چشم پوشی کر لیتا ہے اور آپ وہ زیادتی کرتے ہیں کہ گستاخی معاف بجز
آپکے کوئی اور متحمل نہو سکیگا قاسم نے جواب دیا کہ اے ہمایون بن شداد مجھے بھی قسم ہے اپنے دین اور ایمان کی تجھسے ایک رتبہ عشق کا حاصل ہے
اور جگر تو کہتا ہے مجھے زیادہ تر اس سے تیری محبت ہے کہ وہ مصرع دل ہمی داند و من دانم و داند دل من ؛ اور قطع نظر تیری شجاعت اور قوت کے میں تجھے
بہت عاقل اور دانشمند بھی جانتا ہون پس اول میں تجھسے ایک سوال کرتا ہون کہ ذات پاک کبریاے کونین اور رفیع درجات کی کیا ہے اور یکتا
وحدہ لاشریک ہے نہ وہ کسی کا باپ نہ کسی کا بیٹا نہ کوئی اسکا عدیل و نظیر اور جمیع عادات بشری سے مثل اکل و شرب اور نوم و بیداری عارضہ بیماری کے
منزہ اور مبرا شعر مبرا ذاتش از چونی و چندی ؛ منزہ تر ز پستی و بلندی ؛ کسی مخلوق کی کیا تاب و طاقت کہ اس خالق جسم و جان رازق وحوش
و طیور و انسان کی ذات اور صفات میں زبان اپنی کھول سکے پس اے ہمایون بن شداد اس مردود ازلی اور ابدی خوک پیکر [illegible]
ضلالت گمراہ کنندہ عالم شیطان مجسم زمرد شاہ لقا کو کہ دعوی خدائی کا کرتا اور آپ کو خدا جانتا ہے تم سب لوگ اپنا خدا سمجھتے ہو اور سجدہ کرتے
ہو از روے انصاف تحقیق کہو کہ نوم اور بیداری عارضہ اور بیماری اکل و شرب بول و براز طمع اور حرص کہ لوازمہ بشریت ہے وہ کیا اسمین نہیں
پھر وجہ و دلیل اسکی یکتائی اور وحدانیت کی کیا ہے اور جسکو تم خدا اپنا کہتے ہو وہ کافر کاذب الیاکر فستور کشتی گیر پہلوان ربیت لقب دیا اور
اپنے منہ سے مجمع عام میں کہا تھا مجھے کوئی زیر نہ کر سکیگا مشتے نمونہ از خروارے یہی دیکھو کہ حکیم بدیع نے اسکو چیر کر دو ٹکڑے کرکے ہلاک اور پیوند
خاک کر دیا ہے جسے تعجب کا مقام ہے کہ الندا ور جو تھا وہ قطع نظر اسکے کیا تمنے سنا ہوگا کہ اسی طرح پر زمان سابق میں اکثر ملعونوں نے مثل فرعون
و شداد اور نمرود کے دعوی الوہیت کا کیا تھا مگر مال آن مشرکون کا کیا ہوا لیکن کوئی ریزہ استخوان بھی انکا یا انکے جسم کا پایا جاتا ہے اگر انکی
قبرین بھی کھدوا کر دیکھیں جائیں تو چند تار کفن کے بھی شاید کہ باقی نہ رہے ہونگے لہذا میں چاہتا ہون کہ تو بہت ہوشیار ہے اور سیاہ و سفید [illegible]
اور جسطرح سے تجھے اللہ تعالی نے اس دنیاے بے ثبات و سراے فانی میں حکم فرمایا اور صاحب رو سے عالم کیا ہے اسیطرح تو بعد مرگ بھی مورد لذت جنتی سے
محروم نرہے اور اے ہمایون بن شداد تجھے لازم ہے کہ نکل اس چاہ کفر و ضلالت سے لب چشمۂ ہدایت فائز ہو یعنی معبود حقیقی کو پہچان اور توبہ کر اس کفر و
کافری سے یہ زندگی مستعار اور دنیاے ناپائدار ہے اشعار رسم دنیا تجھ کی جاے نہ بقا ہے میں فنا ہر فنا ہی بقا ہے ؛ یہ جاہ و حشم عارضی ہے
جہان میں ؛ بندی آنکہ تب پھر خدا ہی خدا ہے غرض شاہزادہ خاور سپاہ نے کچھ باتیں اور تقریر دلنشین سے اسکو سمجھایا اور دلنشین
کیا کہ زنگ کفر آئینہ ضمیر سے اسکے منفک ہو گیا اور رو دیا اور باچشم اشکبار عرض کرنے لگا کہ اے فضل تیغ زن میں خود مدت مدید اور سالہا سے
دراز سے اسی مقدمہ میں اور آئین میں متشخد رہا اور حیران تھا اور کبھی کچھ میرے ذہن اور فہم میں نہیں آیا کہ زمرد شاہ خالق ارض کیا
اور خدا ہمارا کیونکر ہوا ہماری صورت اور سرشت میں اور اسمین کیا فرق ہے چونکہ دین آبائی تھا اور چندان علم مجھے نصیب نہیں ہوا اس
سبب سے چار و ناچار پیرو اسی طریق کا رہا لیکن اے فضل تیغ زن یہ تو ارشاد کیجیے کہ سوال دیگر جواب دیگر سبب نزاع اور خصومت حکیم بدیع کا جو
سوال کیا تھا آپ نے گفتگو مذہب میں مجھے ڈالکر جواب باصواب نہ مرحمت فرمایا قاسم نے کہا اے برادر تو تفکر اپنا اور بدیع

کا حال مفصلاً اور مشرحاً تیرے روبرو تہ بیان کرونگا تیرے ذہن اور فہم مین کچھ نہ آئیگا اور مدار اس بات کا ہے جب حق اختیار کیگا
اگر تو اس دین باطل کو ترک کرکے ملت بیضا دین اسلام کو قبول کرے تو کیا مضائقہ ہمایون بن شداد نے عرض کیا کہ مین نے آج سے
لقاے مشرک خدا پر لعن اور نفرین کی اور امیدوار ہون کہ جو طریق عبادت اور خداپرستی اور یزدان شناسی کا ہو وہ مجھے ہدایت کیجئے کہ مین
بصدق دل اسکو قبول کرون شاہزادہ خاور سپاہ نے کلمہ طیبہ ارشاد کیا اور ہمایون از سر صدق کلمہ شہادت پڑھکر مسلمان ہوا اسوقت
شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم نے اٹھکر ہمایون کو اپنے گلے سے لگالیا اور از ابتدا تا انتہا اپنا اور شاہزادہ بدیع الزمان کا حال اپنی ترتیب
اور عقیدہ و جنگل رستم فیلتن میں نزاع لقلی کا آنا اور سبب وارد ہونیکا ملک سنجان مین بذریعہ تیشق ملکہ گوہر ملک مدد ہمایون کے بیان فرمائے ارشاد
کیا کہ ای ہمایون بن شداد اسوقت کی یہ بات ہماری تم یاد رکھنا کہ چند روز مین یہ تمام ملک اسلام آباد ہو جائیگا اور عنقریب اس سرزمین سے
کفر اور کافری کی بیخ و بنیاد نظر نہ آئیگی اور یہ لقاے مشرک خدا اس ذلت و خواری سے مارا جائیگا کہ اسکے حال پر ماہیان دریا اور مرغان ہوا
گریہ و زاری کرینگے متواتر ازروے پرچہ اخبار ہمکو معلوم ہوا ہے کہ شہنشاہ لشکر اسلام سعد بن قباد مع فوج بے موج اور لشکر نصرت اثر لیے سپہ سالاری صاحبقران
ظفر احتشام امیر حمزہ عالی مقام کا و کنگی گاؤ سوار اسرافیل دستگاہ لقا کو زیر و زبر کرکے ملک بریر کو مسخر کرچکے ہین اور عزیمت اس دیار سنجان کی تہیہ
جہاد اور کفار کشی کے زمانہ چکے ہین پس ای ہمایون بن شداد یہ جو تو طیبہ خاطر ایمان لایا اور مشرف باسلام ہوا ہے انشاء اللہ تعالیٰ بالعوض
اسکے اپنے رتبہ و مرتبہ اور مانند یاد عزت اور آبرو کو بارگاہ سلیمانی مین کہ وہان ہانجہزار کمین سرداران نامی پہلوانان گرامی جوانان صف شکن اور
شیرافگن دلاوران تہمتن اور صیران شجاعت شعار شہامت کردار حاضر رہتے ہین بڑھا دیکھیگا خلاصہ یہ کہ شداد شاہ پدر ہمایون کو بھی مسلمان کیا
اور وہ بھی بصدق دل کلمہ طیبہ پڑھکر ایمان لایا اور یہ دونون باپ بیٹے حلقہ بگوش ہوکر گو سابق سے دعوی محبت اور جان نثاری رکھتے
تھے اب تو گویا اپنا پیرو مرشد اسکو یعنی شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم کو سمجھتے ہین اور بدل و جان دل سے اطاعت و فرمانبرداری
شاہزادہ قاسم کی اپنا افتخار کونین و سعادت دارین جانتے ہین خفیہ خفیہ ایک عمر سالم شاہزادے کو ہدایت کرکے اپنے طریق پر لانے اور کلمہ شہادت
پڑھوا کے اسکو بھی مسلمان کیا اور ان شداد شاہ نے عرض کیا کہ ان غلامون کو آپکی اور شاہزادے بدیع الزمان کی قرابت اور یگانگی کا حال
مفصل معلوم ہو گیا فقط ایک تردد لاحق ہے کہ کل مجھکو آپ کے اور شاہزادے بدیع الزمان کے کشتی قرار پائی ہے اور میان لاکھون کفار نابکار
آپ دونون صاحبون کے حاسد اور بدخواہ ہین اور آپ دونون بھائی تجھے غریب الدیار غریب الوطن نہ کوئی یار نہ مددگار خدانخواستہ اگر دونون
صاحبون مین کسی کو چشم زخم ہونچا یا خدانخواستہ کوئی ضائع ہو گیا تو پھر دوسرے صاحب کو اپنی زیست کیونکر گوارا ہوگی وہ بھی قصداً اپنی
ہلاکت کا کرینگے یا لعنت لقا شیطان خدانخواستہ آپ دونون صاحبون کا اس مناقشہ بجاونے مین کسی صورت پر راز افشا ہو گیا تب بھی
اچھا نہین غلامون کو بڑا تردد ہے کہ انجام اسکا کیا ہوگا شاہزادہ قاسم نے کہا شعر کارساز ما بفکر کار ماست * فکر ما در کار ما آزار ماست * ای شداد
شاہ جو کہ حق محبت اور دوستی اور دولتخواہی اور خیراندیشی کا ہوتا ہے وہ تو ادا کر چکا اور یہ سب گفتگو تیری بجا ہے بجا ہے مگر اس مقدمے مین اندیشہ
کرنی نچاہیے جھلوگ حرب و پیکار کو محفل نشاط اور بزم انبساط جانتے ہین اور ہمکو یقین کلی حاصل ہے کہ تا وقتیکہ رشتہ حیات منقطع نہوگا اسطرف
ملک الموت کبھی توجہ نفرمائینگے اور علی ہذا القیاس در بارہ افشاے راز نہ مشیت پروردگار دیکھیے نتیجہ اور عناد و بد ذم و پیکار سے ہمکو کچھ
مضرت و خطر نہین ہے مصرع دشمن اگر قوی ست نگہبان قوی تر است * شداد شاہ اور ہمایون بن شداد نے عرض کیا کہ جو کچھ آپ ارشاد فرماتے
ہمکو خوشی آمنا اور صدقنا اور برحق اور بجا ہمکو تسلیم کرنا واجب ہے ہماری کیا تاب و طاقت جو جواب دیسکین کس لیے کہ حلقہ غلامی کا اپنے
کانون مین ڈالکر آپ کو اپنا آقا سمجھتے ہین جانتے ہین مگر یہ بات خلاف عقل اور بعید از قیاس ہے جو منظور نظر اقدس ہو بہتر اور مبارک
غرض میان قاسم اور شداد شاہ اور ہمایون بن شداد سے یہی تذکرہ اور مباحثہ فیما بین ہو رہا ہے انکو یہین رہنے دیجیے

اب کلمہ داستان شوکت بیان شاہزادہ بدیع الزمان کے بیان کیے جاتے ہین

کہ جب گنجاب سے شاہزادہ عالی جناب علی القاب کو شاہزادہ بلند اقبال شاہی بدیع الزمان گردلشکر شکن جناب دیگر مشادی مہرداری کرخردار

سوائے اس خطاب کے اگر کوئی کلمہ خلاف اسکے لیگا تو زبان اسکی قطع کر ڈالی جائیگی اور وہ شخص معتوب بارگاہ خسروی ہوگا تو اب کوئی امکان
اور سرداران مقربین خاص ارکان دولت اعیان مملکت سے اور متوسلین اور ملازمین گیتی جناب مین شاہزادہ عالی جناب کا ہمسر اور ہم رتبہ نہ رہا
اور گیتی جناب نے حکم دیا کہ باغ زلال لب چشمی سر راہ سیرگاہ اور نہایت دلچسپ اور پر فضا آراستہ و پیراستہ جہان سے ایک فرسنگ کے فاصلے پر
ہو شاہزادے بلند اقبال کی استقامت اور سکونت کے واسطے تجویز کر دیا اور کچھ سوار اور مردان عمدہ شاگرد پیشہ اور جلوس سواری کا بھی
سرکار سے متعین رہے اور ساعت سعید اس باغ مین شاہزادہ بلند اقبال کے رونق افزا ہونے اور سکونت فرمانے کی بعد الفصال معرکہ میدان
کشتی فصل مقرر ہونے کے قرار پائی بغرض بیان تو اب یون سنئے دیجئے جبکہ دل ملکہ گوہر ملک کا جنے کر ملکہ نے اس برج مین بیٹھے بیٹھے کشتی شاہزادہ
رستم صولت والا تبار اور نستور کشتی گیر کا معرکہ اور فتحیاب ہو کر شاہزادہ بدیع الزمان عالیجناب نے جسطرح سے اس پہلوان علیہ اللعن والعذاب کو
شل کر پامال بوسیدہ رو پر کانے ایک گرادیا وہ سب تماشا از ابتدا تا انتہا بچشم خود دیکھا اور نہایت شادان و خندان بع اپنی تمام خواصون اور
مصاحبون کے بہ ہزار سپاس اور تحیات شکر اس ربہ کارساز کے کرتی ہوئی اٹھی اپنے قصر مین داخل ہوئی انیسون جلیسون مقربون مصاحبون
خواصون نے از راہ غمگساری اور ہوئے عبودیت اور ہوشیاری کسی نے رونما مشکل کشا کا اور کسی نے کونڈے پیر دیا رکے اور کسی نے تربت پیرت کی پرپا
کسی نے رت جگا مانے چلے باندھے ہین ملکہ گوہر ملک ہزارون روپیہ کا ملکا ہزارون روپیہ اشرفیان مسکینون محتاجون کو راہ خدا مین تقسیم کر کے کہتی
کہ صدقے اسکی قدرت اور بے نیازی سے کہ نستور ایسا سنڈ ڈنگر زمانے کا بلانوش علیہ اللعن پہلوان کہ سبکو اس مشرک خدا گراہ کنندہ عالم نے
اپنے منہ سے کہو کھلا دیون مین کہا تھا کہ تو کبھی کشتی مین پشت بزمین نہوگا آسپر شاہزادہ عالم فتحیاب ہوا ہے میرا کب امید تھی خدا نے یہ آبرو اور شرم
عزت اور جان رکھلی اور اس حبشی علیہ اللعن کو مزہ اعمال پہونچائی اور اس جلساز دغاباز کا جھوٹا اور کاذب سب کے سامنے کروایا لیکن اسوقت
البتہ یہ دوسری فکر اور تشویش پیدا ہوئی تھی کہ کل شاہزادہ خاور سپاہ کی اور ازنگی کشتی ٹھہری اور قرار پائی ہر چند میری اسون کی سی دعا مستجاب کر کے
کہ شاہزادہ بدیع الزمان آج شب کو میری ملاقات کو آئین اسقدر مین بہت سا اونکو سمجھا کے بلکہ اپنے ہاتھ باندھ کے پاؤن پڑ کے کہون کہ
صاحب خدا کے واسطے تم تو بھلا جاہل مطلق ہو تمکو ہمارات کرو تمہین مٹل جاؤ طرح دو اس سے کشتی نہ لڑو انجام کو دیکھو نہین تمہاری کیا کسر شان
ہوجائیگی القصہ اسی تشویش اور تردد مین وہ دن بسر ہوگیا اور شب کو جب آدھی رات کا عمل ہوا تو ملکہ اپنی خلوتگاہ مین جا کر پلنگ پر لیٹی اور
انیسون جلیسون محرمون ہمدمون مقربون مصاحبون سے باتین کر رہی تھی کہ دیکھو ابھی تک شاہزادہ عالم تشریف نہین لائے اور صحبت والیان
سب کہ رہی ہین کہ حضور ہمارے تو دل کو یقین ہے کہ شاہزادہ عالم تشریف لاتے ہی ہونگے اکمرتبہ ملکہ دلدادہ شوق و مہلت دیدار سے شاہزادہ
نامدار کے نہایت بیتاب ہو کر باچشم پر آب یہ شعر زبان پر لائی شعر جدائی تیری سے جان میری لبون پہ پہونچی ہے جان پہونچو اگر ہے منظور زیست
میری تو اب شتابی سے آن پہونچو ابھی تمام و کمال یہ شعر ملکہ نہین پڑھنے پائی تھی کہ سامنے سے دو لونڈیان ہنستی دوڑتی ہوئین ملکہ کے پاس
آئین اور کہنے لگین کہ لو ملکہ عالم شاہزادہ عالم تشریف لائے ملکہ گوہر ملک کی باچھین کھلگئین ہمہ گوش ہوگئین اور فرط سرور سے حالت وجد مین یہ
شعر پڑھا شعر پہونچی ہی نہ تھی لب تک سینے سے کرہ آئے ہین آہ کے یہ معنی بیتر اسے کہتے ہین بیساختہ اچھل پڑی اور وہ آپ اسطرح چند
خواصون کے اور دو چار لالٹین والیان کہ وہ آگے آگے روشنی دکھاتی جاتی تھین بطریق استقبال کے پانچ سات قدم آگے بڑھی تھی کہ سامنے سے
شاہزادہ نامور قریب آن پہونچا اور ملکہ کو ہنسکر اپنے گلے سے لگا لیا اور ہاتھ پکڑے ہوئے پلنگ پر آ کر دونون عاشق معشوق جلوہ فرما ہوئے ابھی وہ
جلسی ملکہ کی مصاحبون ہمنشینون نے نقیبن دالی تھین انھون نے دست ادب باندھ کے عرض کی کہ قربانت شوم شاہزادہ عالم ذرا تکلیف فرما کے
نذر دے دیجئے ملکہ بھی مجوز ہوئی کہ شہریاران کنیزون کی بھی خاطر انکو وہ رسم ادا ان سبھون نے آپکی سلامتی اور فتحیابی کے واسطے نذرین مانی ہین
بارے شاہزادہ والا تبار وہان سے اٹھکر علیحدہ ایک مقام پر گئے بیٹھے تو چند خواصون اور مصاحبون نے کشتی خوان اٹھین ماش اور بیسے
روپیے اشرفیان ملو مین پیالے تیل کے اوپر رکھے لاکر تصدق اتارے بعد ازان بعضون نے شادیہ بڑی دیر تک زرین کو بنڈول بلائے سپوت رکھا ہی
اور ان سب مین چھوٹی چھوٹی موتی اور کافوری روشن مین لوبان اور طرح طرح کا بخورات جلتا ہے جلیسون کے کونڈے اور شیرینی قابون مین رکھے تھا

الائچی والے طشتریون مین بھر سے چارطرف رکھے ہین کہین گجرے خوشبودار اور چھڑیان پھولون کی دونون مین چلمچیون مین رکھی ہین وردہ
سب نیک بختین غسل کرکے گھنے گھنے بال سرون کے کھولے سفید جوڑے پہنے سفید چادرین سر پر ڈالے سمت قبلہ زمین پر سجدات شکر کرکے
حمد مین اُس خالق ارض وسما جناب کبریا کی ہزار دل وجان نازان اور گریان رطب اللسان ہین شاہزادۂ عالم نے تبسم فرماکر کہا کہ بیان ہے
تو ہزار ایسے معاملات اور معرکے درپیش ہوتے ہین چلو خوب ہوا شیرینی تو اس ذریعۂ نذر و نیاز سے خوب کھانے مین آئیگی ملکہ گوہر ملک نے کہا حضور
خدا کے واسطے اسوقت کچھ کہو سنو نہین یہ بدشگونی ہوتی ہی لو نذرین دو شاہزادۂ عالی مقام نے حسب العرض ادھر سترہ اور تمنا ملکہ کے فاتحہ پڑھکر نذر
دی اور وہان سے ہنستے ہوے پھر مع ملکہ اُسی خلوتگاہ مین تشریف فرما ہوئے اور ملکہ گوہر ملک نے برسبیل ذکر گفتگو شاہزادہ قاسم کے کشتی لڑنے کی
آغاز کرکے کہا کہ صاحب یہ کیا غضب ہو بیٹھے اور بھتیجے مین کیا فرق ہوتا ہی وہ تو بھلا جاہل مشہور ہی تم تو سلیم الطبع نہایت دانشمند ہو تمہین رگز زور
ایک لڑکے کی کری پر یہ فساد فتنا مین کرنا کیا ضرور تھا ے کر دو شاہزادہ بدیع الزمان نے جواب دیا کہ ملکہ تم ان خیالون مین نہ پڑو یہ مقدر بختی کا بات
نازک ہوتا ہی تا سخن در دہان بود کہ ایک آواز جس طرح سے کوئی بلندی پر سے کودتا ہی گوش زد ہوئی یہ آہٹ پانون کی غیر شخص کے اندرون باغ یا کے
سب اُس جانب کو دیکھنے لگے کہ سامنے سے دو چار کنیزین دوڑتی ہوئی آئین ملکہ گوہر ملک اور شاہزادۂ عالم دونون کچھ متعجب ہوکر انسے پوچھنے لگے
کہ خیر تو ہی تم اسقدر بدحواس دوڑتی کیون آئی ہو انھون نے عرض کیا کہ قربان جائین ایک جوان رعنا ماہ چہرہ زیبا شمشیر بکف اُس طرف والے برج
پر سے کہ جدھر سے آپ تشریف لاتے ہین اندرون باغ کو دپڑا جب لونڈیان اُسے دیکھ بدحواس ہوکر بھاگین تب اُسنے کہا کہ تم کیون گھبراتی ہو
کوئی اپنے جی مین سوا اس اور ہراس نہ کرو کسی غیر کی یہ مجال نہین کہ یہان آسکے ذرا تم جاکے چچی سے کہدو کہ قاسم آیا ہی یہ سنکے شاہزادۂ والا رتبت
بدیع الزمان نامور مع ملکہ گوہر ملک اٹھکر قاسم کے لینے کو چلے اور گرد و پیش خواصون کا ہجوم تھا جب اُس چمن مین پہونچے تو دیکھا کہ شاہزادہ
خاور سیاہ سامنے سے آکر بہت جھککر دو دستی سلام ملکہ کو کیا اور کہا چچی جان میرا مجرا قبول ہو ملکہ نے دعا دیکر کہا صاحبزادے جیتے رہو اور شاہزادہ
بدیع الزمان نے مسکراکر ہاتھ قاسم کا پکڑ لیا اور پوچھا کہ خیر باشد آپ کیونکر تشریف لائے قاسم نے کہا کہ آپکی خدمتگزاری کے لیے حاضر ہوا ہون اول
دولتخانہ پر حاضر ہوا تھا وہان معلوم ہوا کہ آپ تشریف لیگئے ہین مجھے یقین کلی ہوا کہ سوا یہان کے اور آپکا ٹھکانا نہ ہوگا نہ آنے جانیکا گمان نہ تھا چہ بخیال سکے
کہ اسوقت وہین چچی جان کے سامنے چلکر آپ سے تمام حجت کراؤن اور آپکی بھی قدمبوسی سے مشرف ہون یہ باتین کرتے ہوئے پھر دونون صاحب
مسند پر آکر بیٹھے اور ایکطرف ملکہ بھی بیٹھ گئی اب بعد بہ دنگل قاسم نے گفتگو شروع کی اور یہانتک نوبت پہونچی کہ شاہزادہ بدیع الزمان نے فرمایا کہ ای
قاسم تو ہر برتاؤ و صحبت مین اسقدر بیہودہ گوئی اور درشتی مجھسے کرتا ہی مین فقط پاس آداب بڑے بھائی صاحب شاہزادہ علمشاہ رومی کی
کہ وہ میرے بزرگ ہین درگذر کر جاتا ہون قاسم نے کہا کہ یہ آپ محض غلط کہتے ہین باوا جان علمشاہ رومی بھی رفیع گار زرک بیٹے ہوتے تو قول آپکا
بجا تھا یہ جواب نازیبا سنکر شاہزادہ بدیع الزمان نے بہت مکدر ہوکر اور پیچ و تاب کھاکے کہا کہ ای قاسم ناحق میرے ہاتھ سے مارا جائیگا تو وہ باتین
کرتا ہی کہ میرا مزاج قابو مین نہین رہتا ہی قاسم ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ فی الحقیقت الحق یہ بات نہایت تلخ معلوم ہوتی ہی گفتگو تو میرے آپکے بھی
میرے باپ کا بیان کیا ذکر تھا آپکو خواہ مخواہ مشیخت پناہ بنانے اور بزرگی جتانے کا یہی جواب ہی کہ اگر حمزۂ صاحبقران داستان پر گیتی ستان
دادا جان کا مجھکو خوف و پاس نہوتا تو اسوقت آپکو مارے تلوارون کے پرزے پرزے کرکے دنگل رستم جاکے لیتا اس گفتگو سے تند و تلخ سے ملکہ
گوہر ملک گھبرا کہنے لگی کہ ہی ہی کیا ستم ہی کوئی ان دونون صاحبون کا کہ ایک ایک جاہل ازلی ہین سمجھانے والا نہین بائین غریب الوطنی و غریب الدیاری
کہ ملک بیگانہ جہان نہ کوئی یار نہ یاور دوست نہ غمگسار تمام زمانہ دشمن جان دو رشتہ خون نصیب دشمنان ہو رہا ہی ایک دنگل جوتی کے لیے آپس مین
لڑے مرتے ہین اور قاسم کیطرف دیکھکر کہا اوری تم میرا کہنا تو کاہے کو مانوگے خدا اللہ ذرا میری خوشی اور آبرو کا خیال رکھنے یہ فتنہ و فساد کی
باتین تو اسوقت موقوف کرو آؤ بیٹھو میرے سر آنکھون پر اور باتین کرو قاسم نے کہا چچی جان میرا یہ جی چاہتا ہی کہ اپنے جسم کے چمڑے کو اُتار کے
آپکو جوتیان بنا کر پہناؤن مگر اس چچا کو ایک ہی ضرب مین قتل کرون اور آپکی غلامی اور خدمتگزاری اور اطاعت و فرمانبرداری مین کمال دل و جان
سے ہر زندگانی اپنا کچھ بولی کا شد ون ملکہ گوہر ملک نے کہا اوری مین درگذری تمھاری خدمت اور اطاعت سے واہ واہ تم کیا کہتے ہو تمھی ایسے بھیجے

گنجاب یہ گفتگو قاسم کی سن سنکے پیچ و تاب کھاتا ہی اور اپنے مقربوں سے کہہ رہا ہی کہ یہ جوان بلاشک مجنون اور مخبوط ہی مجھے فقط پاس خاطر اور بہروز شمشاد شاہ کی مد نظر ہی ورنہ یہ شخص واجب التعزیر ہوتا کہ شاہزادہ بلند اقبال ثانی بدیع الزمان گردن شکن بھی اس مقام پر تشریف لائے گنجاب کو کدر اور درہم برہم دیکھکر پوچھا کہ حضور نصیب عدا باعث درہمی مزاج کا کیا ہی مقربین نے دست بستہ عرض کیا کہ ای شاہزادہ بلند اقبال فضل تیغ زن پھر یاوہ گوئی کر رہے تھے اور از بسکہ بغیر رسل آپکو بجان و دل عزیز رکھتے ہیں وہ متحمل نہو سکے فرماتے تھے کہ مجھے فقط پاس شمشاد شاہ کی ہی ورنہ اس جوان کو تعزیر معقول دلواتا شاہزادہ بلند اقبال نے عرض کی کہ یا بغیر رسل آپ غصہ نہ فرمائیے میں حضور سکوت ہی بھی اس جوان کو سمجھائے دیتا ہوں گنجاب نے کہا ای فرزند یہ شخص دیوانہ ہی تم اسکا سامنا کروگے شاہزادہ بدیع الزمان نے جواب دیا کہ آپ اسکو دیوانہ اور مجنون نہ قرار دیں یہ جوان بہت بہادر اور دلیر ہی اور بحالت نشہ شجاعت ہی اسکی یاوہ گوئی کا خیال نہ فرمائیں اس عرصہ میں قاسم جا کھڑا اور لنگوٹ باندھکر اکھاڑے میں کود پڑا اور شاہزادہ بدیع الزمان سے باواز بلند کہا کہ آپ آئیں اور مصاحبت و رفاقت میں تشریف لیجاکے مجھے کشتی کا لنگوٹ کھینچیے اور میرے مقابلے میں آئیے شاہزادہ علی جناب نے جواب دیا کہ میں حاضر ہوں اور یہ کہکر جا کھڑا اور لنگوٹ باندھ باجازت گنجاب اس اکھاڑے میں بمقابلہ فضل تیغ زن اترا اور دونوں بہادروں نے خموں پر ہاتھ مارا تو یہ معلوم ہوا کہ بادل گرج اٹھا اور گرز میں ہاتھ ڈالکر مصروف زور کشتی ہوئے گنجاب اور اکثر احباب یہ سمجھے ہوئے تھے کہ فضل تیغ زن بیچارہ شاہزادہ بلند اقبال ثانی بدیع الزمان گردن شکن کے ہاتھ جیسے نستور ایسے پہلوان قدرت نشانکو چیر کر پھینک دیا اور سترنک کی کمان قہرمان کی توڑ ڈالی کیا مقابلہ اور زور کشتی کا کریگا لیکن جسوقت کہ یہ دونوں الجھے روزگار ہزبران عرصہ کارزار کہلائے اور سینہ بسینہ ملا میں زور کشتی کا کرنے لگے اور یہ اطمینان جو کہ نستور کے ساتھ شاہزادہ بدیع الزمان کو حاصل تھا اب فضل تیغ زن کی کشتی میں مطلق نہیں پایا جاتا ہی سب خورد و کلاں متعجب اور متحیر تھے اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے کہ فضل تیغ زن اس شوکت و دبدبہ سے کشتی لڑ رہا ہی کہ جہان لوگ اپنے بیگانے تعریف شاہزادہ بلند اقبال ثانی بدیع الزمان گردن شکن کی کرتے ہیں وہاں تمام تماشبین اور اہل شادو گلزار بیساختہ فضل تیغ زن یعنی قاسم کی بھی مرحبا و شاباش واہ واہ کر رہے ہیں غرض طول کلام بعد لیکن بلا لحاظ طبع اقدس خداوندان نعمت اعاظم سامعین جلیل المرتبت کی اختصار پسند ہی لہذا مختصر ایک التماس کرتا ہوں کہ صبح سے تا غروب آفتاب زور کشمکش طرفین سے رہا اور وقت شام ادھر تو حسب الحکم گنجاب روشنی مشعلوں اور فانوسوں اور شمعدانوں اور جھاڑوں کی ہوئی اور اسطرف شمشاد شاہ اور ہمایوں بن شمشاد نے تیاری روشنی کی کرادی تو کثرت روشنی سے اسوقت چاندنی نورانی وہ رات تھی شب قدر معلوم ہوتی تھی اور تماشبینوں کا یہ عالم تھا کہ بھوکے پیاسے خیرہ اور بیقرار سب کے سب محو ہوتے ہمہ تن معروف تماشائے کشتی ہو رہے تھے اور ایسی ہو رہے تھے شبانہ روز میں دونوں صاحبوں کے کس و زور شور سے امتحان زور کشتی تھا کسی کے ذہن میں شہزادہ عقل باور داور کا اور دیدہ اوہام گمان میں بھی نہ تھا اور جب غور دونوں صاحبوں کو دیکھا تو تازہ دم پایا اور دونوں بہادروں کے چہروں پر شگفتگی کے سوا مطلق کسل اور ماندگی معلوم نہیں ہوتی تھی اور کسی کو غالب و مغلوب میں تمیز نہیں ہوتی تھی اور یہ دونوں صاحب باہم کشتی لڑتے جاتے تھے اور کبھی ہو کر گفتگو سخت و درشت بھی باہم میں آجاتی تھی چنانچہ ایک مرتبہ فضل تیغ زن نے خودستائی کر کے ... کو بیتاب ... اور باواز بلند کہا کہ ای کشتی گیر گستاخ تقدیر بنام کشتہ خطاب بلند اقبال اب تو میرے ہاتھ سے کہاں جاتا ہی کوئی دم میں تیری مشکیں باندھے لیتا ہوں شاہزادہ بلند اقبال بدیع الزمان ثانی نے فرمایا کہ ای فضل تیغ زن بس اس یاوہ گوئی سے کیا حاصل جو لطف لاف و گزاف کا نستور نے اٹھایا وہی کوئی دم میں تو بچشم خود دیکھیگا کہ کیا حال تیرا میں کر دیتا ہوں معلوم ہوتا ہی کہ تو مغرور ہی ... کہ مجھے مخبط و مجنون اور دیوانہ سمجھتے ہیں قول انکا غلط نہیں صادق ہی قاسم کو یہ تاب کہاں تھی کہ ایسا جواب سخت سنکے حتی المقدور اپنے قصور کا تدارک ... غیظ اور طیش میں آکر لنگوٹ میں ہاتھ اور سر اپنا سینہ سے شاہزادہ بلند اقبال کے ملا کر زور و قوت مبذول کر لی اور شاہزادہ بدیع الزمان ثانی نے ہر چند اپنا لنگر قائم کیا مگر قاسم نے ... قدم ... پسپا کر دیے تماشبینوں کا یہ حال تھا کہ خواہ مخواہ واہ واہ کا غل کر کے باہم کہتے تھے کہ فضل تیغ زن نے اب کچھ تامل نہیں شاہزادہ بلند اقبال کو زیر کر لیا اسوقت گنجاب بچشم پر آب سمت ... خداوند تعالی ... کہ وہ ... شاہزادہ بلند اقبال کی آبرو اس میدان میں رکھ لیتا ...

تو ہائے بیدماں آفت روزگار نکلا اسوقت عجب طرحکا وسواس میرے دلکو ہوا ہوا ہے اور وہاں ملکہ کو ہر ملک میں پیچ میں تھی اپنی انیسوں جلیسوں سے خوش بیٹھی ہوئی تماشا کشتی کا دیکھ رہی تھی پسپا ہونا شہزادہ بدیع الزمان کا دیکھکر پسینے پسینے ہو گئی اور ایکحالت غش کی طاری ہوئی حالت بیقراری میں بعجز گریہ وزاری کہتی تھی کہ اے خداوند ابھی تو میں وصیرو شکر پہ عادی اور مقدر پر شاکر ہوں اسوقت عجب دبدھے کے نکلے در وہ عذاب الیم میں مبتلا ہوں کس کی فتح کی دعا مانگوں اور کسکی شکست کیواسطے استدعا کروں دونوں میرے ہیں خدانخواستہ اگر ایک کا ذرہ بھی بال بیکا ہو گیا تو مجھے خود کشی کرنا ہوگی خداوند اسی طرح اپنے آپکو زندہ رکھیگا لہذا تو کارساز حقیقی ہے امیدوار ہوں تیری قدرت نمائی اور کارسازی سے کہ ایسا کوئی سبب کر کہ ان دونوں کی آبرو وجان بچے اور صحیح وسالم اس معرکہ کشتی سے نجات پائیں ابھی یہی دعا مانگ رہی تھی کہ دفعتاً شہزادہ بدیع الزمان گوش زدہ ہوئی گھبرا کر اٹھ بیٹھی اور اسی پیچ سے جو خیال کیا تو دیکھا کہ شہزادہ بدیع الزمان کو لشکر شکن نے جا بجا قدم پیچھے ہٹا دیا تو فرط غیظ اور غیرت سے از بسکہ زمین وزمان تا بہ آسمان نظروں میں تاریک ہو رہا تھا ایک مقام پر اپنا قدم گاڑ کر تا بزانو زمین میں دھنس گیا تھا اور ہر چند قاسم نے زور کیا کیا مجال تھی کہ ایک وجب ہٹا سکتا اور اسقدر زمین سے زور کشاکش ہوئے کہ دونوں کے پاؤں تا بزانو زمین میں غرق اور ہمہ تن عرق عرق ہو گئے اسوقت وہ شہزادہ بدیع الزمان نے لپک کر شدید میں قاسم کے ہاتھ ڈالا اور سر اپنا سینہ میں قاسم کے مارے ور زور لگا دو پسپا کر چلا تو شدت غضب سے رونگٹے تمام جسم پر کھڑے ہو گئے اور قہر میں کٹ گیا تھا دونوں کی آنکھیں خون آلودہ تھیں کچھ پیش نہ چلی اور مطلق یہ خیال تھا کہ میں بدیع الزمان ہوں اور یہ قاسم ہے اور میں کیا ہوں اور یہ کیا ہے یہی ارادہ تھا کہ اب سے نقش زمین در ہو مدفون کر دوں اور قاسم کا یہ حال کہ جس کس زور سے چاہتا تھا کہ گرا دے اپنا قدم پیچھے نہ ہٹنے دے گر استقرار زور کیا تھا کہیں قدم اسکا ٹھہر سکتا تھا اسی میں سات قدم پسپا کر کے جاتا تھا شہزادہ بدیع الزمان کر لشکر قاسم کو زمین سے اکھاڑ کے کرتا تو ایک بگولہ خاک کا اٹھا اور غلطان اور پیچان بڑے زور شور سے اندر آئی کھاڑے کے معمور ہو گیا اور عجیب غریب صدائیں اور مختلف الاصوات آوازیں تیس اور فرمائیں سنیا ہوئیں کہ تمام تماشائیں اور سرداران لگی بے ادنی تا اعلی شاہ وگدا صغیر وکبیر ہراساں و پریشان ہو گئے اور کہنے لگے یا خداوند یہ کیا بلا نازل ہو گئی اتنا میں کہ یہ دونوں وہ دو یعنی شہزادہ بدیع الزمان اور قاسم اس بگولے میں مخفی اور پنہاں ہو گئے سبھوں نے دیکھا کہ وہ بگولہ بلند ہونے لگا اور فضل تیغزن اس بگولے کے ساتھ اوپر اٹھا چلا جاتا تھا یہ ثابت ہوتا تھا کہ جیسے کوئی زبردست شخص فضل تیغزن کی کمر میں ہاتھ ڈالے اٹھائے لیے جاتا ہو شہزادہ بلند اقبال بظاہر خشمگین اور باطن میں بہ کمال رنج والم بچشم حیرت قاسم کو دیکھکر پکارا کہ او دیوانے کسی اپنے دوست کو سمجھا رکھا ہوگا کہ وہ اسوقت میرے پنجہ زور سے تجھے بذریعہ نجات دلا کے لیے جاتا ہے اور قاسم بجا وصف اسکے کہ اس بلا میں مبتلا ہے پاؤں زمین سے اٹھ گئے ہیں مگر جو بات ہو رہی ہے لیکن اس حالت میں بھی ویسی ہی گفتگو سے جرأت کر کے جواب دیا کہ او کشتی گیر پرندہ نہیں یہ کوئی تیرا ساتھی اور دوست ہے جو کہ تجھے میرے ہاتھ سے جانبر ہونے نہ دیکھا اسوقت تیرا شریک حال ہوا اور مجھے بزور بیچ لیے جاتا ہے غرض یہ کہتے کہتے قاسم نظروں سے ناپدید ہو گیا اور تماشائیوں میں ایک ہنگامہ یوم النشور رہا تھا ہر ایک موافق اپنے اپنے فہم وقیاس کے بقدر شہزادہ بلند اقبال اور فضل تیغزن اپنی اپنی رائے کو دخل دیتا کوئی تو کہتا تھا کہ اس دیوانے کو کوئی دیو زاد اٹھائے گیا اور کوئی کہتا تھا کہ آج یہ ثابت ہوا کہ یہ حکیم زادہ ساحر زبردست ہے ورنہ کسقدر ایسے پہلوان قدرت کو سے لڑے ہوے کرشمے کی طرح پر پھاڑ چیر کر پھینک دیسکتا تھا اور اسی طرح سے دیکھا کہ میں فضل تیغزن کے ہاتھ سے زندہ نہیں بچتا تب سے سحر کیا اور کوئی جادو کا پیر بگولا بنکے فضل تیغزن کو اٹھا لیگیا ہو غرض اپنے اپنے طور پر ہر ایک شخص گفتگو کر رہا ہو مگر گہر بانے جو یہ تماشا دیکھا تو نہایت خوش ہو کر قہقہے مار کر ہنسی بکا تا! بعد سرداروں کی جانب مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ تم سب لوگ کچھ سمجھے ہو کہ یہ کیا اسرار قدرت ہے اور فضل تیغزن کو کون کہاں لیگیا اہلکاروں اور سرداروں نے عرض کیا کہ ہم غلاموں کی اسقدر جرأت ہے اور اتنی کہاں کہ مقدرات خداوندی میں دخل کریں اور کنہ حقیقت کو سمجھیں یہ رتبہ اور مرتبہ خداوند نے آپ ہی کو عطا کیا ہے کہ اسرار ربانی اور اسرار قدرت خداوندی آپ سے مخفی اور پنہاں نہیں ہو شعور تو محرم ہے لقا کے راز و تقدیرات کا کسی پر عیاں نہیں تیرے علاوہ اسکے سنکر سر راز پنہانی ہو گیا ہے بے ہنسکر کہا کہ فی الحقیقت ایسی ہی ہے مگر تم سمجھے نہیں اب میں تمہیں یہ حال مفصل کہتا ہوں اور اسی سبب سے اصل کو کس صورت سے حل کر کے تمہارے ذہن نشین کرتا ہوں کہ تم میری پیشی میں لاتے فضل تیغزن از بسکہ جاہل مطلق اور بیہودہ نجاست گستاخ تھا تو اسکی حرکات خلاف

میں وہ اپنے قابو میں اور حریف جب مخمش بیکار اور بے اختیار ہو تو جہاں چاہے بخوف و خطر اسکو مار سکتے ہیں اور صدمہ پہنچانے کی چوٹ نہیں کر سکتا اور اگر وہ علم فن
سے آگاہ ہو اور اسنے ہمارے پیچ کا توڑ کر کے ہاتھ اپنا چھڑا لیا اور ہمارا ہاتھ نہیں چھوڑتا تو اسوقت یہ جوڑ تعبیر کیا جاے پا بستگی اور آسانی ایک پیچ توڑ دیگی
تو بڑے پہلوان پر چل جاے اور پھر جھگڑی حریف بدون زخم اور ضرب قرولی اور شمشیر وغیرہ سلاح کے بیہوش اور خود و بیہوش پڑا رہے چنانچہ شاہزادہ
بدیع الزمان گرد لشکر شکن جسطور پر ترک جوشن پوش تعلیم کرتا تھا مخمش نادان اور انجان بنکے دو چار مرتبہ جنگ جنگ کر بھول بھول کر جاتا تھا
کر سمجھا یا بود اسکے اسی پیچ کو اس خوبصورتی اور چستی سے کر کے دکھلا دیتا کہ ترک جوشن پوش سے فرشتہ نمونہ سو سمجھا اور ترک کی عقل دنگ
ہو جاتی چشم بد دور چشم بد دور واہ واہ واہ کر کے کہتا تھا کہ اے شاہزادہ بلند اقبال غلام نے اس سن و سال میں کہ پیر ضعیف ہو چکا کبھی کسی شخص
کو جسنے سالہا سال کسرت کی ہو اتنا جلد سیکھ لیتے اور پیچ کو اس خوبصورتی سے کرتے نہیں دیکھا آپکا عجب بن عالی ہو ایسا ذہن رسا غلام نے کسی کا
نہیں سنا غرض مختصر یہ کہ اسی طرحسے شاہزادہ نامور ہر چند کہ ہر ایک علم و فن میں کمال اور ہنر میں کامل بلا کل چیدہ علما اور انتخاب روزگار ہو لیکن حسب تقاضا
فراست مخفی ہو جاں اور مبتدیوں کیطور سے ترک جوشن پوش سے تعلیم فنون سپہ گری اور قواعد کسرت نیزہ و شمشیر و خنجر اور تحصیل علم ناوک اندازی و چلہ
کشی اور کمانداری کی کرتا تھا اور یہ دستور قرار پایا کہ دن دن میں وہ آخر شب کو بارے وقت ظہر کو بہ لحاظ ہم بہتر واسطے مجرے کے بارگاہ گنج جاب میں تشریف
لیجاتا اور بعد برخاست دربار پھر اپنے اسی باغ میں رونق افزا ہو کر مصاحبت و صحبت سے ترک جوشن پوش کی نہایت خرسند اور رضامند رہتا تھا ایک دن
کا ذکر ہے کہ شاہزادہ عالم گلگشت باغ اور سیر چمن کرتا ہوا بخیال اسکے کہ وقت غروب کا قریب آپہنچا ہو اب مکان پر چلوں کسی کو فرصت میں عالم تنہائی تازہ سے
فراغت حاصل کروں وہاں سے واپس ہو کر قریب مکان سکونت ترک جوشن پوش کے پہنچا اور تنہا راست کا ہو اکہ ترک جوشن پوش سے … اسکی
خبر ملنے متوقع اپنے مکان سے نکل آئیگا جب توقف اسکے آنے میں دیکھا تب شاہزادہ عالم نے اپنے دل میں یہ خیال کر کے کہ ترک تو بڑا وضعدار اور بہت
آدمیت رکھتا ہے اور آداب شناس تو یہ معاملہ اور اسوقت میں یہاں آ کر نہ اسپر وہ تنہا خلاف قیاس بات ہے اور خالی از علت نہیں دو ایک خدمتگار
ترک جوشن پوش کے حجرہ دیکھنے شاہزادہ نامدار کے آگے کھڑے ہو کر با ادب دست بستہ بیٹھ گئے ہوے تھے آپنے انسے پوچھا کہ ترک جوشن پوش اندر
مکان کے کیا کر رہا ہو سوتا ہے ایکی کار ضروری ایسا ہی در پیش ہے کہ اس باعث سے ہمارے پاس تک نہیں آیا خدمتگاروں نے اپنے دونوں ہاتھ باندھ
عرض کیا کہ شہریار یہ غلاموں کو مفصل معلوم نہیں کہ وہ اسوقت کس شغل میں ہیں شاہزادہ بدیع الزمان نے متعجب ہو کر فرمایا کہ یہ تمنے کیا کہا تم
عہدہ خدمتگاری کا رکھتے ہو شب و روز ترک جوشن پوش کے پاس رہتے ہو تمکو کیونکر نہیں معلوم ہوگا ایک خدمتگار نے عرض کیا کہ خانہ زاد جس دن سے
یہاں نوکر ہے لیکن غلام کو بھی نہیں معلوم کہ جہاں غروب آفتاب ہو نیکا وقت ہوا آتا ہے اسی ترک جوشن پوش ایک حجرے میں تنہا بیٹھ کر دروازہ بند
کر لیتا ہے اور چار گھڑی کامل اکیلا اس حجرے میں رہتا ہے ہم کو نہیں سے سب کو ممانعت ہے کیا مجال جو اسوقت کوئی وہاں جا سکے شاہزادہ بدیع الزمان کے
جی کا شک بہت زیادہ شروع اور متحیر ہوا کہ یہ کیا ماجرا ہے تو از بسکہ ترک جوشن پوش سے ایک بے تکلفی حاصل ہے بیساختہ جس مکان میں کہ ترک جوشن پوش تھا
اسی طرف کو تشریف لیچلا اسی خدمتگار نے دست بستہ پھر عرض کی کہ شاہزادہ عالم آپ تو مالک ہیں ہماری کیا قدرت اور کیا مجال جو حضور کو منع کریں
لیکن اندیشہ تنہا غلاموں کو یہ کہ غلاموں پر عتاب اور عتاب آجاے شاہزادہ والا قدر نے فرمایا کہ تم سب مطمئن رہو ہرگز تمہاری جانب سے ذکر و تذکرہ ترک کے ہمنے
آئیگا … یہ کہہ کے شاہزادہ بدیع الزمان اندرون مکان جو تشریف لے گیا تو دیکھا کہ ایک سجادہ بچھا ہوا ہے اور ترک جوشن پوش رو بقبلہ … قبلہ
اسلام نماز پڑھتا ہے یہ کیفیت دیکھ کر شاہزادہ والا مرتبت کو عجیب طرح کی فرحت اور محبت پیدا ہوئی بعد ساعت … کے جبکہ ترک جوشن پوش نے سلام پھیرا
جونہی نگاہ شاہزادہ عالیجاہ پر پڑی تو دم بخود ہو کر دونوں اپنے ہاتھ باندھ کر قدموں پر آن گرا شاہزادہ عالیجاب نے اسکو اٹھا کر اپنے
کلیجے سے لگا لیا اور تبسم فرما کے ارشاد فرمایا کہ اے بہادر تمہاری ملت اور مذہب کا حال آج ہم پر منکشف ہوا مگر یہ تو کہو کہ تمنے لقا پرستی میں کیا نقص
اور عیب جانا جو تمنے اسکو خداے آسمانی کی پرستش اور عبادت قبول کی خراب کل جناب گنج جاب پر یہ مسئلہ ذکر کیا جائیگا ترک جوشن پوش
کے تمام جسم میں رعشہ پڑ گیا آنکھوں میں اشک بھر کے عرض کرنے لگا کہ شہریار یہ ملت اور مذہب کا دار اعتقاد ہے بقول استاد کے شعر یہی قائل …
میرے ملک کا مجھے دل کی مرضی سے کام ہے جو جسے چاہے وہ تو حلال ہے جو نہ چاہے سو وہ حرام ہے۔ فردی ناچار ہے کہ مجھے اس دین متین

اسلام سے کہ میرے عزم میں ہاں راست یہی ہے عہد طفولیت سے بدل محبت اور اعتقاد ہی لیکن بسبب یہاں کے روزگار اور سکونت اس ملک اور دیار کے کہ
ادنیٰ اعلیٰ شاہ و گدا باشندے سب لقا پرست ہیں ہنوز اسلام کو پوشیدہ کیے چلا آتا ہوں آج حضور پر میرا یہ راز فاش ہو گیا ہر چند فدوی کو اپنی ذات اقدس
اور اعلیٰ سے یہ توقع نہیں کہ اپنے بندہ جان نثار کے قتل کو گوارا فرمائیں لیکن جو مشیت پروردگار ہو پروا نہیں اور بہ تقاضائے بشریت خطا کا احتمال میں جتنا
گواہ نہیں وہ جو چاہو سو کرو میرے گناہ نہیں یعنی بحقیقت غلام مسلمان ہے اور نماز پنجگانہ غلام کی حتی المقدور کبھی قضا نہیں ہونے پائی یہ گفتگو ترک
جوشن پوش کی سنکے چہرے تو اسے اپنے گلے سے لگا کے خوب سا پیار کیا مہربان فرمایا کہ پہلے ہم بھی نماز سے الفراغ حاصل کر لیں تو پھر بھی تمام سرگذشت حال
اپنا بیان کرینگے ہمارا بھی دین اور ملت اور مذہب یہی ہے تم کچھ اپنے دل میں خائف و ترساں نہ ہو اور یہ کہکر شاہزادہ والا رتبت نے وضو کیا اور بعد فراغ نماز
اپنا حسب نسب اور باعث اس ملک میں وارد ہونے کا اور راز نہفتہ تمام اشتعال شاہزادہ خاور سپاہ کا مفصلاً و مشروحاً بدر ترک جوشن پوش کے
بیان کیا ترک جوشن پوش یہ حال سنکے باغ باغ ہو گیا اور ہر بار تصدق اور نثار اس شاہزادہ عالی مقدار کے ہو کر کہتا تھا کہ زہے اتفاق اس بندہ جان نثار
کا کہ ایسے شہریار کی غلامی میں مشرف ہوا غرض بہر رات گئے تک صحبت رہی بعد اسکے ترک جوشن پوش کے پاس سے اٹھکر شاہزادہ والا رتبت نے خانی
آرامگاہ میں آکر آرام فرمایا صبح کے وقت بدستور معمول مقید بارگاہ گنجاب میں جا کر مجرا کیا اور دنگل پر بیٹھا ابھی کوئی ساعت بھر بعد وقائع نویس نے پرچہ وقائع
ملک بربر کا گنجاب کی نظر سے گذرانا مضمون اسکا یہ تھا بادشاہ فوج اسلام اور امیر حمزہ عالیمقام اور تمام لشکر اور سپاہ نادیدہ خدا کے پرستاروں
کا اسرافیل درگاہ گاؤ لنگی کا دمسوار پر یلغار ہوا ہے اور اسد بہ زور پکڑا ہوا ہے اور اسرافیل درگاہ لقا کو عاجز اور تنگ کر رکھا ہے کوئی صورت حفظ آبرو و
جان گاؤ لنگی کی نہیں معلوم ہوتی اور تمام سکان شہر لقا پرستوں کی نہیں نظر آتی ہے اور یقین کلی ہے کہ عنقریب ملک بربر بھی اسرافیل قدرت و قبضہ اہل اسلام
کے ہاتھوں سے شکست فاش کھا کے یا مارا جاوے یا فراری ہو کے کسی طرف کو نکل جاوے اور تمام ملک اسلام آباد ہو جاوے اور بعد سیر کرنے اس ملک کے
شاہنشاہ لشکر اسلام امیر حمزہ صاحبقران اور پانچ ہزار پانچسو ملعون سرداران نامی پہلوانان گرامی جوانان صف شکن و شیر افگن شجاعت شعار شہامت آثار
جنگی کو فرمان دینداران اور بہادران ظفر شکار زار اور فوج دریا موج لشکر ظفر پیکر کو یہ تمام نادیدہ خدا کے پرستار میں کیا عجب ہے کہ قصد عزیمت کا سمت ملک سنجان کی بھی
اور پیغمبر مرسل گنجاب بن گنجور ملک حیران و دلکش بہتیرے نامور آکر آمادہ رزم و پیکار ہوں گنجاب نے یہ پرچہ اخبار کا پڑھ کر کہا معلوم ہوتا ہے کہ خدا پرست بڑے
زبردست ہیں اکثر سرداروں نے عرض کیا یا پیغمبر مرسل حمزہ کا حال ہم لوگوں نے زبانی بڑے بڑے محققین اور مورخین کے سنا ہے کہ اسنے پردۂ قاف میں کوہ لنڈ
ہزار دست اور عفریت وغیرہ دیوان کو میدان معرکات میں بزور بازو اور بضرب شمشیر ہلاک اور پیوند زمین کیا ہے اور اٹھارہ برس تلک وہاں دیوان پر جو شہنشاہی
ان سے آمادہ رزم و پیکار ہوا ہے اور وہ تو دہرا پیغمبر مرسل بیٹے پوتے اسکے بڑے شجاعت اور حقیقی رستم اور سہراب کی حقیقت اور اصل نہیں کچھ
میں اتنا کہکر سنکے گیا ہو رخون آشام اور محسن بن گیا ہو اور طلیل دراز ترکیب وغیرہ چند سردار بارگاہ نشین گنجاب نہایت پیچ و تاب کھاکے بول
اٹھے کہ یا پیغمبر مرسل حمزہ کا کیا منہ اور دل اور جگر ہے جو سلطنت کی بیخ کن کرسکے اقبال پیغمبری سے اس بارگاہ میں خانہ زاد جان نثار اور ادنیٰ ادنیٰ
ملازم اور نمکخوار سرکار کے ایسے ایسے پڑے ہیں کہ امیر حمزہ صاحبقران کو مع اسکے جتنے بیٹے عمرو بن حمزہ یونانی اور علم شاہ رومی اور بدیع الزمان
اور ہاشم مغربی اور فرخ شہسوار قلندر اور شیرویہ بن حمزہ اور شیر افگن اور چوگان بن حمزہ وغیرہ اور سعد بن عمرو اور قاسم اور عمرو بن رستم
وغیرہ جتنے پوتے اور بھائی بھتیجے نواسے اور سرداران لشکر اور بہ تہیہ سپہ سالار شاہ ملک شہریار نامی اور نامور ان ہنگام رزم و کین میدان جدال و قتال میں
دم لینے اور بات کرنے کی مہلت نہ دیں مارے تلواروں کے از مغرب تا مشرق و از جنوب تا شمال بھگا دیں ان نادیدہ خدا کے پرستاروں کی فقط
اور سکے مرتے ہیں باقی ایسے جی کے بودے اور نامرد ہیں کہ ہم شیروں کے مقابلہ میں مثل روباہ ہزار ہزار حیلہ پیدا کر کے بجز بھاگ جانے کے
قدرت اور مقدور نہیں رکھتے کہ منہ سکیں غرض کہ اسطرح کے مزخرفات اور بیہودہ کلمات کیا ہو وغیرہ بدذات اور سرداران بارگاہ گنجاب نشین کی
زبان سے نکلے کہ شاہزادہ بدیع الزمان نامدار نے جسنے آتش غضب کا شعلہ سینہ میں مشتعل اور درد دیدہ مانی دار زبان سے اٹھا مانند شیر
گشتہ و گرسنہ حالت غیظ اور طیش میں خاموش اور خود فراموش آنکھیں دونوں سرخ گلنار خون کبوتر ہو گئیں پسینہ عرق پیشانی الغرض یہ
کیا تھا جسپر نہایت شورہ غضب سے تمام جسم میں رعشہ پڑا ہوا تھا اور ہر چند یہ چاہتا تھا کہ اسی وقت ایک ایک لنڈ کو یوں حرامزادوں

کے دھڑ ان بڑے مردوں کو کھینچ یوں ایک ہی ایک ضرب تیغ بران فرزند ناری علیہ اللعن کو واصل جہنم کر دوں لیکن بمقتضائے ذات خوب سا آپ ضبط کر
جاتے گیا ہور خون آشام مخاطب ہو کر اتنا کہا کہ ای گیا ہور خون آشام پادشاہان سپہر احتشام اور فرمانروایان ذوالاحترام کی شان میں پس
غیبت ایسے کلمے زبان پر لانا کچھ شایان نہیں شرفا اور نجبا جو کہ نجیب الطرفین ہیں وہ کبھی کسی کو پیٹھ پیچھے برا نہیں کہتے قطعہ خواہی کہ پسندیدہ
شوی مقبول قبول خاص و عام شوی ٭ ہرگز پس مردمی وہ دو تر جانہ بدگوے مباش تا کہ نام شوی ٭ آفتاب پر خاک ڈالنے سے خاک نہیں پڑتی
وہ لوگ آفتاب و ماہتاب ہیں دلاوروں اور بہادروں کو اگر گفتگو کرنا منظور ہوئی تو زبان تیر و خنجر اور دم شمشیر سے گفتگو کرتے ہیں لیکن کبھی اپنی زبان سے
کوئی کلمہ بد کسی کے حق میں نہیں کہتے مختصر یہ کہ شاہزادہ عالی مقام یہ باتیں کر کے بوقت برخاست دربار گیتی جناب سے رخصت ہو کر اپنے مکان پر آیا
اور پوشاک اوتار کر مسند پر بیٹھا اور ترک جوشن پوش سے ادھر ادھر کا ذکر مذکور کرکے زمانے لگا کہ ای ترک جوشن پوش اصطبل میں حکم ہو کہ چار
اور ایک گھوڑا ہماری سواری کا زین کیا کرے ہر روز مہر رات گئے سے صبح تک ڈیوڑھی پر حاضر رہا کرے اکثر جی چاہتا ہے کہیں ادھر ادھر کی سیر کیجیے اپنے
شہر میں تو ہمیشہ سیر اور شکار کو نکلتے تھے یہاں تو پردہ نشینوں کی طرح سے نہ کہیں شکار کو جانا ہوتا ہے نہ کہیں سیر و تماشے کو سوار ہونے کا اتفاق ہوتا ہے
اکثر رات کو جو دل گھبرایا ہو تو اس وقت سواری کہاں لہٰذا ایک گھوڑا بھی کسا کسایا چوکی میں بلاناغہ ہر روز لگا رہا کرے ترک جوشن پوش نے
عرض کی کہ بہت بہتر اور اسی وقت بموجب ارشاد کے طویلہ میں حکم بھجوا دیا اور ایک مرکب برق آہنگ صبا رفتار مطابق اس شعر کے شعر بعد طوفان
تگ و دو ہمش غرق ٭ بدریا موج برروے ہوا برق ٭ بازین و لگام مرصع کار رہنے کے محل میں ایک شاطر بچہ لیکر لگام میں حاضر ہوا اور حسب الحکم
شاہزادہ باکرام لیجا کر وہ شاطر مرکب کو لیے چوکی میں مستعد حاضر رہا یہاں شاہزادہ والا رتبت نے پلنگ پر جا کے دوپٹہ منہ پر لیا اور آرام
فرمایا ترک جوشن پوش رخصت ہو کر اپنے مکان میں گیا اور خدمتگاروں نے جب دیکھا کہ شاہزادہ عالم خواب راحت میں غافل ہو گیا اور نفیر خواب
بلند ہوا آہستہ آہستہ دبے پاؤں اٹھ اٹھ کر اپنی اپنی جگہ پر سو رہے چار گھڑی بعد شاہزادہ والا قدر بدیع الزمان نے کروٹ لی اور آنکھ کھول کر
دیکھا کہ شمعیں مقدار روشن ہیں باقی سناٹا ہے گرد و پیش کوئی خدمتگار نوکر چاکر معلوم نہیں ہوتا پلنگ پر سے اٹھ کر صحن چبوترے پر تشریف لائے اور
سیارگان فلک کو دیکھ کر جانا کہ نصف شب کے قریب شب آ پہنچی اسوقت اس رستم صولت سہراب دل شاہزادہ بدیع الزمان والا رتبت
عالی منزلت نے لباس شب روی ذات اقدس پر آراستہ و پیراستہ کرکے زرہ داؤدی کڑیوں کی گلے میں ڈال خود فولادی سر پر دستانے فولادی
ہاتھوں میں موزے پاؤں پر چڑھا کے سپر فولادی پشت پر تیغ جلوہ ریز دوال بند داب میں کمان کاندھے پر جوڑی خنجر کی کمر میں غرض مسلح
اور مکمل ہو کر اسی مرکب پر سوار ہوا اور اس شاطر بچہ سے حکم دیا کہ تو یہیں پر سو رہ ہم تفریحاً بطور ہوا کھانے کے اس جنگل میں سیر کر کے ابھی چلے آتے
ہیں اور اگر تجھے جگاویں تجھے شاطر بچے نے عرض کی کہ خانہ زاد اسی خدمت پر منصوب ہے جہاں حضور تشریف لے چلیں ہمراہ رکاب حاضر رہے آپ نے
فرمایا کہ تجھے اس سے کیا مطلب ہم پیادہ تجھے جنگل میں کہاں دوڑاتے پھریں اور تیری نیند بھی جاتی رہتی بسبب خفقانات کے کہ دل بہت
گھبرایا ہے عنقریب ادھر ادھر اس جنگل میں پھر کے چلے آتے ہیں یہ کہکر باگ لی مرکب کی اور سمت شہر سنجان چلا اور سابق ازیں گذارش کیا گیا
ہے کہ بیرون شہر دو کوس کے فاصلہ پر اٹھارہ لاکھ سوار و پیادہ کی چھاؤنی پڑی ہے اور دونوں سپہ سالار یعنی گیا ہور خون آشام دست راست
اور ہلیل دراز ترکیب دست چپ بعد برخاست دربار شب کو چھاؤنی میں آ کر رہتے ہیں خلاصہ یہ کہ شاہزادہ والا قدر بطرف اسی بہار چھاؤنی
کے آکر ہو پہنچا اور ایک ٹیکرے پر جا کر چار طرف بغور ملاحظہ فرمایا کہ سوائے کہیں کہیں ایک ایک جوان پہرے والوں کے اور کوئی بیدار
اور ہوشیار نہیں ایک عجیب طرح کا سناٹا ہے اور سب سوار و پیادے خواب غفلت میں پڑے دنیا و مافیہا سے محض بیخبر ہیں اور جو کسی خیمہ پر سے
بال ہوا وہ اچھے ہیں سو دو سو سوار یا کہیں پیادے بیخبر تنگے تنگے جاگتے نظر آتے ہیں تو وہ کوئی رسالدار اپنی دکھ رہا ہے اسکے ساتھ دس بیس
بیٹھے ہیں لیکن کسی جگہ کپتان کیدان دیکھے ہیں قیل و قال نقل کر رہے ہیں اس تماشے میں مشغول ہیں کہیں سو کا اس سکنے جاگتے نظر آتے ہیں کہیں گنوار
بیٹھے ہیں ایک شخص کے گلے میں ڈھولک اور پھولوں کے ہار پڑے ہیں الٰہا گا رہے ہیں وہ سب سنتے ہیں کہیں کسی کی پال میں دایک چکان
کہیں چرنے والیاں گا رہی ہیں کہیں کوئی بانڈو کی چارپائی پر کسی درخت کے نیچے پڑا مثنوی پڑھ رہا ہے دو چار یار آشنا اسکے واہ واہ کر رہے ہیں

پہرہ والے جوان عثمان ہنچے اور کھتے ہین کچھ بیٹھے بیٹھے سو گئے ہین کچھ نیند مین بھرے ہوے کبھی کبھی بیساختہ پکار اٹھتے ہین ہوشیار باش بیدار باش
نگہبان جو دس بیس ادھر ادھر پہرے پر کھڑے ہین وہ فقط سنگین خالی کرسے لگائے نہ پتھر کلا بندوق پاس ہے نہ کوئی کرچ پاس ہے ہر فقط بیسکی یا
بانس کی لاٹھی کسی کسی کے ہاتھ مین ہے ان وردیان البتہ پہنے چہل قدمی کرتے ہوے پکارتے ہین حکم بغیر پرسل کا حکم بغیر پرسل کا کیسن کہ
سواران اپنی چھاؤنیون اور لینون نیچے ڈیرون مین کسبیون کے ساتھ شراب پیے سیر کیسن طمار کیسن ہو نشہ مین سرشار نئے اختلاط مین بسر کر
رہے ہین مگر ایک سردار کو ان فیل زور نامے ہزار سوار کی جمعیت سے طلایہ گشت کا دیتا پھرتا ہے باقی سب لشکر غافل ہے کسیکو اپنے تن بدن کی خبر
نہین سوتا نظر آتا ہے خیمون ڈیرون کے اندر کہین شمع کہین چراغ کی روشنی اور بعض بعض خیمون کے آگے ایک ایک دو دو مشعلین جلتی ہین شاہزادہ
رستم صولت بدیع الزمان والا ہمت نے یہ تماشا غفلت کا وہان دیکھ کے اپنے دلمین خیال کیا کہ اگر اس لشکر پر شبخون ماریے اور نعرہ کرکے ایک ہنگامہ
قیامت برپا کر دیجیے اور صاف آپ نکلکر اپنے باغ مین جا کر سو رہیے تو بڑی کیفیت ہو الا بجز فریب اور عیاری یہ موقع اور ایسی گھات اور بات
ہاتھ نہین پڑ سکتی کیسلیے کہ شبخون بدون جمعیت اور اعانت یار و مددگار اور بہادران جان نثار کے اہل فوج بیشمار فوج کفار مین خلاف قیاس ہے
اگر یہ منصوبہ دلی جو پیش خود تجویز کیا ہے بتائید ایزدی و فضل ربانی بن پڑے تو سبحان اللہ یہ سرکہ و نام ہمارا بھی تا روز جزا جریدہ روزگار مین
یادگار رہ جاے اور ارباب فنون سپہ گری جو ہماری جرأت اور قوت اور دلیری اور جوان مردی کا خیال کرینگے تو ہمارا با رنگ تحسین آفرین کیا
کرینگے اور کہین گے شعر آفرین باد آنجوان چو دے ؛ کہ از وماند اینچنین پسرے ؛ ہزار دو ہزار سوار چہار سے مین ایک شخص یہان واحد شبخون
مارے اور زندہ و سالم صاف بچکر نکل جاے اور خدانخواستہ اگر تدبیر ہماری خلاف تقدیر ہوئی تو بھی کوئی مقام خطر نہین غرض یہ دلمین
سوچکر اس ٹیلے پرسے نیچے اترکر جانب لشکر آہستہ آہستہ اپنے مرکب کو بچکر اندر چھاؤنی کے داخل ہوا اور جو کسی نے دیکھا بھی تو اسنے یہ
سمجھا کہ اٹھارہ لاکھ سواروں میں سے لشکر مین کوئی غنیم کی فوج کا فرد آدمی تو کاہیکو آئیگا ہمارے ہی ساتھ والوں سواروں مین کوئی کہین
سیر و تماشا کو گیا ہوگا اب وہان سے پھرا ہوا آتا ہے اور اپنے ڈیرے کو جاتا ہے کچھ تعرض نہ کیا اور اتنا بھی نہ پوچھا کہ یہ شخص تو یگانہ ہے یا بیگانہ ہے کہان
سے اسوقت آتا ہے کہان جائیگا القصہ یہان شاہزادہ رستم دل سہراب توان نے تھوڑی دور آگے جاکے دیکھا کہ ایک لین گھوڑون کی کہ قریب
بارہ ہزار اس سے کم نہوگی نظر آئی ہے اگاڑیان پچھاڑیان گھوڑون کی بندھی ہوئی ہین اور اپنے اپنے تھان پر کھڑے ہین اور انکی اگاڑیون پر
سائیسون کے بستر لگے ہوے ہین سائیس بھی غافل پڑے سوتے ہین گھاس کے چار چار دو دو ڈھیر اور توبڑے دانون کے کھونٹون پر لٹکتے ہین متصل
متصل قریب قریب اس لین کے خیمہ ڈیرے چھوٹے رسالدارون افسرون کے استادہ ہین اور چونکہ آدھی رات کا عمل ہے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل
رہی ہے اور شب تیرہ و تار ہے تو اس سرے سے اس سرے تک کوئی شخص سوار و پیادہ بیدار و ہوشیار نہین معلوم ہوتا ہے سب خواب غفلت پر پڑے
خراٹے لے رہے ہین شاہزادہ بلند اقبال نے پہلے تو بمقتضاے فراست دور و آل اندیشی تیغ آبدار نیام سے کھینچکر سو سوا سو گھوڑون کی اگاڑیان
پچھاڑیان کاٹ ڈالین اور تیس چالیس خیمون ڈیرون بارگون کے چوبون جو ترکیون پالون نگرون راوٹیون وغیرہ کی طنابین جھٹ پٹ قلم کرکے
اپنے مرکب کو چمکا کر دور جا کھڑا ہوا اور وہان باطمینان تمام بشوکت والا کلام عظمتہ اللہ اکبر ترجے کھینچکر نعرہ کیا اشعار منہ بخوبی ستمر انجمن ؛
تہمتن توان گرد لشکر شکن ؛ منم آن دشمن و بہ رستم شکوہ ؛ فلک رتبت شاہ انجم گروہ ؛ بدیع الزمانم کہ در روز کین ؛
توانم زدن آسمان بر زمین ؛ ز تیغم ہمہ ملک اسلام شد ؛ کہ سرفتنہ با خستہ نام شد ؛ اے لشکر کفار نابکار اور اے افواج بیمان
شکن بخت تیرہ روزگار خبردار ہو ہوشیار ہو جاؤ کہ سلطان ظفر اعتصام امیر حمزہ عالیمقام نے تمام فوج اسلام لیکر بہت بڑے تجمل اور تحزاج
کاو کلی گاؤ سوار افیل دمگاہ و مشرکے خطابیہ جہاد اور کفار کشی اور اسلام آباد کرنیکو اس ملک سنجان کی سرحد پر ایسے یلغار کرکے تھوڑے سے عرصہ
یہان سے نزول اور ورود اقبال فرمایا شبخون ہماری پہلی اطلاع اور چشم نمائی اس مشرک خدا ناشناس علیہ اللعن والعذاب کے لیے ہے نعرہ کرکے شاہزادہ عالیجاہ
تو ایکطرف کو چلا اور وہان انکا حال سنیے کہ ساتھ نعرہ کی آواز کے سو سوا سو اُن گھوڑون نے کہ جنکی اگاڑیان پچھاڑیان کٹ گئی تھین جست و خیز آغاز کیا
اور کچھ گھوڑے نکلکر بھاگے و چار کہین کھڑے پہ چلکین مارتے ہین کچھ الف ہو رہے ہین جوان تھان رسی میں ہنہنا کر اور گھوڑون پر

جا پڑے باہم خوب لڑ رہے ہیں سپاہیوں کی جو آنکھ کھلی تو سوتے سے لیکر اپنے اپنے گھوڑوں کے پر تنیا اٹھکر دوڑے اور خیمے ڈیروں کی
جو ایک قلم سب طنابیں شاہزادہ والا حشم نے کاٹ دیں تھیں وہ سب کچھ ہوکے جھوکوں میں کچھ گھوڑوں کی ٹکان سے چارطرف ادھر
ادھر گرنے لگے سیکڑوں سوار پیادے نوکر چاکر کے چوبوں کی ضرب سے منہ پھٹ چھپ کے نکل پڑے ہاتھ پانوں ٹوٹ گئے کتنے وہ بے
پڑے تھے کچھ لوگ گھبرا گھبرا کر سوتے سوتے جو اٹھکر باہر نکل آئے تو دیکھا کہ چارطرف گھوڑوں کا شور وغل ہے اور سائیسوں کا رولا اور ہنگامہ کہ
چار طرف بالشیں اور سوٹے لیے دوڑتے اور گھوڑوں کو مارتے پھرتے ہیں ان سب مردوں نے اکبر تہ چارطرف پکارنا شروع کیا کہ یارو کیا غافل
پڑے سوتے ہو کسی غنیم کی فوج کا شبخون آیا اور چار چار سے سوار پیادے اپنی اپنی چھاونیوں لشکروں خیموں ڈیروں میں سے سوتے سوتے
جو چونک چونک کر اٹھے اور ہنگامۂ قیامت شور یوم النشور گھوڑوں کے لڑنے اور سائیسوں کے مار مار کرنیکا اور سیکڑوں خیموں کے گرنے سے ہزاروں
آدمیوں کے ضایع اور ہلاک ہوجانیکا غل دو اکیلوف سے کئی کوہ کو ہنگامہ اس قدر زلزلہ اور قاف تا قاف سلیمان شاہزادہ بدیع الزمان کے چھپنے تو
اپنے دلمیں یہ خوب یقین کر لے کہ قضا کا سامنا ہی بڑا غضب ہوگیا بیشک وشبہ جو ہم سنا کرتے تھے کہ زرد خاپرست بڑے زبردست ہیں خدا و ہجدہ ہزار
ملک سے منحرف ہوکر نادیدہ خدائے آسمانی کی پرستش کرتے ہیں اور ملک بھر میں اسرافیل قدرت پر جامہ دیکھے ہوئے پڑے ہیں وہ ہی سب خاص
کا لشکر شاید اس ملک پر یورش کرنے آیا ہے اور انھیں لوگوں نے شبخون مارا ہے غرض نہایت سراسیمہ اور مضطرب کامل جو جس حالت میں تھا اسی طرح
گھبرائے ہوئے وہیں سے تلوارین کھینچے ہوئے سپرین زارہ سو دہ سو فقط سپرین لیے تلواروں کی خبر نہیں چالیس پچاس خالی نیام تلواروں کے
لیے سو دہ سو قرابین شیر بچے طمنچے دونالیاں یک نالیاں لیے گر اس بدحواسی سے کہ بعضوں نے دونالیوں میں ایک نالیوں میں گولی بارود
تو نہیں بھری فقط بھیجتی تمام رنگ ہیاروں میں دیکھو دونوں پانوں پر چڑھالی اگر شنے فقط بارود بھر دی ہے گولی چھرے ڈالنا بھول گئے ہیں
دس بیس قرابین شیر بچے جیب ہوئے لیکن پتھر نہیں چڑھانے ہاتھوں میں لیے اندھیری سے چھاتی پر رکھے ہوئے کچھ برچھیوں کی جاپر خالی بڑی
بانس کی لیے کوئی تیروں کو کاندھے پر رکھے کوئی تلوار کو ترکش میں لیے اراپنا مارلینا کرتے آنکھیں ملتے خیمے ڈیرے میں سے نکلے کوئی پاجامے کی جب
پر آستین انگرکھے کی پانوں میں ڈالکر کھینچا کستا ہے کہ کیا نالائق درزی چور تھا یہ پاجامے کے پائنچے کیسے تنگ کردیے ہیں کہ پانوں میں نہیں چڑھتے کوئی
انگرکھا سمجھکر پاجامے کے پائنچے ہاتھوں میں پہنے کہہ رہا ہے کہ لاحول ولا قوۃ کیا نالائق بیوقوف درزی تھا جسنے یہ بڑی بڑی آستینیں میرے انگرکھے کی
سینکر خراب کردیا ہے اور بند تک نالائق نے نہیں لگائے اب میں خاک پہنکر نکلوں وہ چار سراسیمہ اور مضطر آنکھیں ملتے جو آئے تو جھٹ پٹ کپڑے پہنکر
اپنی تلوار اٹھالی اور باہر آکر سائیس تو ملے نہیں جلدی میں اپنے ہاتھوں سے گھوڑوں پر زین رکھ کر تنگ کھینچا تو بھول گئے یوہیں قاش زین پر
بیٹھکر ذرا جو ایڑ کرتے ہیں اور گھوڑا سرپٹ الیوف کو جاتا ہے چاروں شانے چت زمین پر زین چار جانب کی چھاتی پر ہے سب زین کے تلے دبے ہاتھ پانوں
مار رہے ہیں دس بیس گھوڑوں پر اپنے زین بھولی کھینچا اگاڑیاں تو جلدی میں کھولدیں مگر بدحواسی میں پچھاڑی کھولنے کے حواس نہ رہے اور جھٹ
پٹ سوار ہوکر ہر چند گھوڑے کو ایڑ مارتے ہیں گھوڑوں کے پچھلے پانوں تو بندھے ہیں وہ کیسے چلتا نہیں یہ سب جھنجھلا کر آپسمیں کہتے ہیں کہ یارو
دیکھا کیا غضب کا مقام ہے کیسا ہی اچھا معمولی کا گھوڑا ہو عین وقت پر اڑ جاتا ہے تو یہی جی چاہتا ہے کہ اسے تلوار سے ایسے گھوڑے کو کاٹ ڈالے کسیکا لوانچے
کسی نے کہا صاحب کوڑا لگاؤ یہ وقت طرح دینے کا نہیں گھوڑا اڑ گیا ہو یہ سنکے تڑاق تڑاق کوڑے گھوڑوں کے اوپر حسب اتفاق چھنکتک کوڑے کی اگر
گھوڑوں کے فیلوں پر پڑی اور گھوڑوں نے جو تڑپ کر زور کیا اور لیک کر دوڑے تو وہ میخیں پچھاڑیوں کی اکھڑ اور کر جوان سواروں کی پشت پاکے لگی پیچھے سے
سر میں لگتیں تو ہاے کرکے یہ کہتے ہوئے کہ یارو دیکھ ہمارا تو کام تمام ہوگیا غنیم کے لشکر کی طرف سے گولیاں برس رہی ہیں ہماری زندگی اسیقدر تھی یہ کہکر غش کھاکر
گھوڑ بار بار کر جو گرے تو کوئی اسکے دانت بیٹھ گئے آنکھیں بند بیہوش ہانپ مردے کے پڑے تھے جنہیں بیواسطہ بدون ہاروا وبلا کے وہ نگاہ ملکا کوئی ذرا سا چپ چاپ
پکو پیادوں کہتے تھے دو چار کے چھاتیوں پر سے گھوڑے دوڑتے ہوئے نکل گئے وہ ازغیبی مارے جہنم واصل ہوگئے اور کچھ پہلے سے تھے دو چار ترچھے باندھے
لوگ اپنے پانوں میں ڈیروں میں کسبیوں کو لیے شراب پیکر غافل پڑے سوتے تھے ایکبار یہ شور وغل سنکے جو اٹھے تو کپڑے تک نہیں پہنے لنگوٹ باندھے
وہیں سائیسوں کو پکار پکار کر یہ کہتے ہوئے کہ ابے او چار جو حرامزادو ہمارے گھوڑے جلد کسو اور آپ کوڑے ڈھونڈتے ڈھونڈتے اپنے پلنگ پر ادھر ادھر

سرکار کا گھر میں بیٹھ کر نمک کھایا ہو آج عین وقت پر کہ نمک حلالی اور مردانگی کا موقع ہو ایسے حیلے اور حوالے کرتے ہو اور سر زدوشی دریجا بازی بیچ ڈر کر
اندر سے نکلتے نہیں سپہ گری کا نام بد کرتے ہو یہ مردوں کا کام نہیں بس اتنا کلام سائیسوں کا سنکے وہ سب مرد اور بھی غیظ و غضب میں آ کر
اندر سے گالیاں دے دیکر کہنے لگے کہ او پاجی مفرور تم ہمارے اتالیق کوئی نصیحت کنندہ ہو سائیس دربان کون ناچار ہوا انکو نفرین کرکے گھوڑے انکو چھوڑا
اور دیکھنے اپنے چاپر جاکر بیٹھ رہے ہیں غرض شاہزادہ رستم دل سہراب توان بدیع الزمان گرد شکن نے جب دیکھا کہ اب لمحہ کھا سوار و پیادہ غنیمت بیچ کر
باہم شمشیر بازی کر رہے ہیں اور لاش پر لاش دھر دھر دوسرے پر وہ گرجاتا تھا کشتوں کے پشتے لگ گئے چار طرف ہنگامۂ قیامت بازار ملک الموت گرم گیا
تو ارادہ کیا کہ اب جنگل کے اپنے باغ میں جاکر آرام کیجئے ناگاہ سامنے کوان فیل زور ایک سردار کو دیکھا کہ اس شب کو طلایہ گشت کا کرتا پھرتا تھا مع پانچ ہزار سوار
مسلح اور مکمل کے یہ شب بیتا ہوا کہ ان یار و پسر حمزہ ذوالاد دیکھا کہ کس جانب کو یہ سوکر آرام ہو غیرور تر تنہ و سلح بکار جانے نہ پاوے گھبرا نہیں میں بھی آن پہونچا
شاہزادہ والا مرتبت کے برابر سے چاہتا تھا کہ نکلا آگے جاے شاہزادۂ باقبال کے خیال میں یون آیا کہ اس نابکار مزدور نکار سے اسوقت مقابلہ اور جنگ
کرنا چاہیے یہ سوچکر شاہزادہ عالم نے اپنے مرکب کو چمکایا اور نعرہ کیا اور فرمایا کہ باش اے اجل رسیدہ کہاں جاتا ہے کوان فیل زور نے پلٹ کر دیکھا کہ ایک شہسوار
رستم صولت میدان مجمع کارزار ستیز و دوش بکمال جوش و خروش شمشیر برہنہ خونچکان مثل برق جانستان کے ہاتھ میں لیے سامنے کھڑا ہے ہماز طلب کی
نہایت غیظ اور طیش میں آکر آواز بلند سے للکارا کہ اے پسر حمزہ میں چار گھڑی سے تیری تلاش میں تھا شکر ہے خدا وند لقا نے تیری مراد حاصل کی اور تو میرے
ہاتھ آگیا ورنہ مجھکو میں مجھو گکو جاب جاکے کیا جواب دیتا شاہزادۂ عالم نے خوب ہنسکے فرمایا کہ او بد ذات کیا بکتا ہے مصرع نہیدار چون اجل آید بر سر
صیاد و رود فقط تیری گریبان گیر ہو یہ کلام شاہزادۂ عالیمقام کا سنکے کوان فیل زور نے اپنے سواروں ہمراہیوں کی جانب مخاطب ہو کر کہا کہ یارو تم سب
گواہ رہنا اسبات کے صبح کو حضور پیغمبر برحق تم سبکو گواہی دینا پڑیگی کہ میں بدون سقاوت اور لشکر کی شرکت کے یکہ و تنہا اس پسر حمزہ کار گاہ لگے حضور
پیغمبر برحق لیے جاتا ہوں شاہزادۂ باقبال نے فرمایا کہ او نابکار کیا بکتا ہے بس شعر زبان در کش و تیغ کش از نیام + کہ وقت سخن نیست جاے مصاف +
میدان زبان بند و اسعد شمشیر سے گفتگو کرنا چاہیے اکوان فیل زور بجوش و خروش تمام تیغ آبدار اپنا نیام سے کھینچکر برفرق شاہزادۂ عالی مقام کے آور
ہوا اور اس انجم روزگار شاہزادہ نیمچہ شکار نے سپر فراخ دامن کو چہرۂ اقدس کی پناہ کرکے بجناب باری التجا کی کہ اے حافظ حقیقی پناہ تو دار مجھ پامیر
بندار میکند اسکے ضرب کو روکی کر بوقت بر گشتن یہ فرما کے شعر تو مرا ہم زدی ضرب من نوش کن + ہمہ شادی از دل فراموش کن + دست انتقام اپنا پاس زین
پر استوار کرکے تیغ طبور شریر پید بند کو میان سے کھینچا اور کسی تھی اس پر وہ نہایت پر وار کیا اور اسنے دیکھا کہ ایک برق لمعان چمک گئی دیکھ کر اسنے سپر کو پناہ
کیاہ سر چہرے کے کمال نگاہ دسبا اپنے ماتھے پر لیا مگر وہ جو شاہو بجلی کی تڑپی ہوئی ہوئی سے نہیں رکتی اس برق شمشیر نے ابر سپر کو مثل قرص ہبوط دو ٹکڑے کیا
خود پر گرکے خود کو کاٹ کر خود وغیرہ میں سراسر کاٹ کر گلے کے بیچ کے کو لیتی ہوئی مراجی گردن میں مثل قطرۂ سیماب کے ٹھوڑی مہندو قچہ تک کو دو ٹکڑے کرکے
ناف کے تلے جا اتری وہاں زین کو کاٹ کر زیر تنگ اس کی کمر تنگ کے گلی دو گٹش اس جسے بیچ گھوڑے کی ٹھوکر سے جسم پہلے ٹکڑے ہو زمین پر گر گئی دو ٹکڑے ہو کر
جتنے سوار اور پیادے اسکے ساتھ تھے جنہے یہ کاٹ شاہزادۂ والا تبار کی کو ادر کاسر و اشہر ٹکڑا اس نابکار کا مع مرکب زمین پر لوٹتے ہوئے دیکھا رنگ
چہروں سے اُن سب کے پرواز کر گیا تھا بیساختہ ایک کے منہ سے آواز واہ واہ کی بلند ہوئی پھر تو اس شیر بیشۂ جدال کا یہ حال تھا کہ جس طرف کو رخ کرتا تھا
سوار و پیادہ فوج کفار کے مثل گلۂ گوسفند کے پراگندہ ہو کر بھاگتے پھرتے تھے شہ پر جا کے شمشیر اُٹھا کر دوہی بار کرکے دو وہ دو چار دو سے جسکے سر پر بارے وار کیا
جسکی جیغہ کا تا ٹکڑا ایک اس قدر سر تن سے جدا ہو کر گر پڑا جسکے گھیرا کر تلوار ماری قتل تشکار مانند خیار تر کے دو ٹکڑے کیا وہ جو وہی پیچھے ملا اور پیچھے
لگے تو جو دست کرکے بعد شاہزادۂ والا مرتبت کے صفت تیغ بیدریغ ہو گئے باقی سوار و پیادہ چار طرف دور دور نیزہ اور شمشیر سے جھکاتے پاس نہیں آتے
اور چند مرد نام کرکے گرم کر کے شاہزادۂ عالیمقام جو آور ہوا تو سب بھاگ کھڑے ہوتے ہیں اسوقت شاہزادۂ عالیشان باشمشیر چراغ کے گھوڑے کو
گرم عنان دیکھا کہ ایک سمت کو روانہ ہوا اور ان سب سوار و پیادہ کوان فیل زور کے ہمراہیوں نے مثل جانا شاہزادۂ عالم کا غنیمت جانا کو ان کی لاش
اٹھا کر اپنے خیمے کی طرف لیچلا اور شاہزادۂ والا جاہ نے اپنے باغ کی راہ لی یہاں چھاؤنیوں میں تمام شب فیما بین سوار و پیادوں کے خوب تلوار چلی اور پیچھے
بیٹے کو اور بیٹے نے باپ کو اور بھائی نے بھائی کو چچا نے بھتیجے کو اور بھتیجے نے چچا کو اور ماموں نے بھانجے کو اور بھانجے نے ماموں کو استادوں نے شاگردوں کو

مار کر گزار دیا یہ ہلڑ اور ہنگامہ سنکے شہر سجان سے گیا ہور وغیرہ اکثر بڑے بڑے سردار اپنے اپنے محلون سے مکانون سے گھبرا گھبرا کے نکل کے اور جمعیت کثیر مع
سوار ہمراہ لیے اسوقت یہان پہونچے کہ جب بخوبی صبح ہو گئی تھی یہان آکر عجیب حال دیکھا کہ چارطرف لاشے مقتولون کے پڑے ہوئے ہین لہو بہا چلتا ہے
ٹکڑے ٹکڑے گوشت میدان مین چھائے ہوئے ہزارون گیدڑ اور کتے مردون کا گوشت کھا کھا کے شور و غوغا باہم کر رہے ہین ہزارون زخمی پڑے تڑپ رہے ہین
ہزارہا جان سے گئے ہین گیا ہور خون آشام یہ رنگ اپنے لشکر کا دیکھ نہایت دنگ خاموش اور خود رفتہ و مدہوش گھڑی بھر کامل کھڑا رہا بعد اسکے حکم دیا کہ لاشون کو
مقتولون کے گڑھے کھدوا کے گاڑ دو اور زمین میدان خاکروب کو اور سقون کو بلاکے تمام خون میدان کا کھرچوا کے دھلوا کے پاک صاف کر دو اور جو وارث
کسی لاش کا کوئی آجائے تو وہ لاش اسکے حوالے کر دو یا کہ وہ اسے لیجا کر دفن و کفن کی فکر کرے اسمین دیکھا کہ لوان فیل زور کی لاش کو وزرا اور عزیز کاندھے
پر اسکے چارپائی پر ڈالے لیے جاتے ہین کہ لیجا کے کہین دفن کرین گیا ہور خون آشام نے ان سبکو ممانعت کر کے کہا کہ صاحبو اس سردار کی لاش کو
ابھی لیجا کے دفن نہ کرو بلکہ اسے بحضور گنجاب لیجانا مصلحت وقت ہے اور یہ کہکر لوان فیل زور کے لاشے کو اور جو بہت سے افسر مارے گئے اور زخمی تھے
ان سبکو ہمراہ لیکر گیا ہور سمت بارگاہ گنجاب روانہ ہوا

اب دو کلام داستان شاہزادہ بدیع الزمان عالیشان کے بیان کیے جاتے ہین

کہ جسوقت باغ مین پہونچے تو کوئی چار گھڑی رات پچھلی باقی تھی دیکھا کہ چار گھوڑے کا نعل چادر منہ سے لپیٹے پڑا سوتا ہے اسے ہوشیار کر کے گھوڑا
اسکے سپرد کیا اور اسی مکان مین تشریف لیجا کے بعد فراغ غسل جہان جہان کچھ پوشاک پر چھینٹین اور دھبے لہو کے لگ گئے تھے اسکو خوب دھو کے کسی
کنارے واسطے خشک ہونے کے پھیلا دیا اور آپ پلنگ پر جا کر دو گھڑی آرام فرمایا بعد اسکے بوقت صبح صادق بہر ادائے نماز وضو کر رہے تھے کہ اتنے مین
ترک جوشن پوش نے آکر مجرا کیا اور دونون صاحبون نے باتفاق باہم فریضہ سحر کو بجناب باری ادا کیا بعد ازان شاہزادہ عالیشان پوشاک درباری
ذات اقدس پر آراستہ و پیراستہ کر کے مرکب پر سوار ہوا اور ترک جوشن پوش کو ہمراہ لے اثنائے راہ مین باتین کرتا جاتا تھا کہ یکبار ترک جوشن پوش نے
عرض کی کہ شہریار یہ غلام کی قدیم عادت ہے کہ پہر رات پچھلی باقی رہے سے اٹھکر تا صبح تہجد اور دیگر وظائف مین مشغول رہتا ہے آج شب کو جسوقت سے غلام کی
آنکھ کھل گئی چھاونی کی طرف سے اسقدر شور و غل تھا کہ جس طرح کہین معرکہ جدال و قتال مین ہنگامہ برپا ہوتا ہے معلوم نہین کہ کیا ماجرا ہے چونکہ حضور بھی
پانچ چار گھڑی رات سے بیدار تھے یقین ہے کہ یہ غلغلہ آپ کے بھی سمع اقدس مین پہونچا ہو شاہزادہ عالی نے فرمایا البتہ کچھ شور و غل تھا لیکن از بسکہ ہم
اس ملک مین نو وارد ہین ہم نے یہ سمجھا کہ یہان کوئی میلا یا کسیطرح یہان تقریب ہوئی شادی برات کی واللہ اعلم کہ کیا معاملہ ہے کچھ زیادہ ترجیح غور اور خیال
نہین کیا غرض یہ باتین کرتے اب قریب بارگاہ گنجاب پہونچے ترک جوشن پوش نے آگے آیندہ روندون سے بھی دریافت کیا تو یون معلوم ہوا کہ رات کو
عجب اتفاق ہوا کہ شب کو گنجاب کے لشکر مین ہزارون سوار اور پیادے مارے گئے ترک نے پوچھا کہ فساد کس سے ہوا اور ایسے لشکر جرار اور ایسی فوج
بیشمار مین کہ جہان کیسے کیسے سپہ سالار اور سردار معظم اور ہوشیار اور سرگرم کار رہتے ہین وہان دفعۃً تلوار کا چلنا اور ہزارون سپاہ ہزارون کا مارا جانا
یہ معاملہ کیا تھا لوگون نے کہا کہ صاحب کوئی بدیع الزمان نامے نبیرہ حمزہ صاحبقران کا آگیا تھا کہین سے آکر بقول لغو مفسدہ پردازی کی اور شبخون
مار ہزارون آدمیون کی خونریزی کر کے صاف نکلا چلا گیا ترک جوشن پوش یہ حال سنکے محو حیرت ہوئے کہ صورت چپ نقش دیوار بکمال متعجب اور
متحیر ہو کر یہ کیا معاملہ ہے شاہزادہ عالم بلا زلزل یک پہر سپی مین موجود چار گھڑی رات باقی رہے مین نے بچشم اپنے جاگتے دیکھا کہ وضو کر رہا تھا اور سوائے
دو چار خواص خدمتگارون کے فوج و سپاہ کا تو کیا ذکر وہ کہ دس بیس سوار و پیادہ مسلح بھی ہمراہ تھے اور یہ بات مطلق وہم و خیال مین نہین آتی کہ
شاہزادہ عالم کیونکر تنہا لاکھون سوار و پیادے کے لشکر مین جاکر شمشیر زنی کرے اور ہزارون آدمیون کو مار کر زندہ و سالم بے لاگ چھپت بچکر نکل آئے
سو یہان خیال تھا نہین پھرتا ترک جوشن پوش تو اسی فکر مین تھا کہ شاہزادہ نامور نے یہ اخبار سنکے ترک جوشن پوش سے فرمایا کہ اسمین تشویش
اور فکر کرنا لاحاصل ہے اب دربار مین چلتے ہین مفصل حال معلوم ہو جائیگا آخر یہی گفتگو کرتے اسی چھاونی مین سے کہ راستہ تھا ہوکر نکلے تو دیکھا کہ
چار طرف دجلہ خون رواں ہین لاش پر لاش مقتولون کی پڑی ہے جھنڈے نشان بازارون کے سے بجے ہوئے گرے پڑے ہین لہو کھاتا آدمی ادنی
اعلی رعایا برایا زن و مرد کا ہجوم تماشائیون کی دھوم ہے خلقت تمام ملک سجان کی ٹھٹھ لگائے دیکھ رہی ہے نکلنے کا راستہ نہین ترک جوشن پوش

نے وہان بھی دریافت کیا تو یہی سنا کہ اسپر حمزہ نے آدھی رات کو آکر شبخون مارا اور پھر نہ ثابت ہوا اور کسی نے نہ دیکھا کہ مع اپنی فوج و سپاہ
کے کدھر سے آیا اور کس طرف کو نکل چلا گیا غرض خلاصہ یہ کہ شاہزادہ عالی مقام نے مع ترک جوشن پوش بہ بارگاہ گنجاب میں جا کے گنجاب کو مجرا کیا اور
اپنی کرسی پر تمکن ہوا وہان بھی دیکھا کہ عجیب طرح کا ہنگامہ برپا ہو رہا ہے اور یہی چرچا ہر ایک کی زبان پر ہے کہ بدیع الزمان پسر حمزہ صاحبقران نے
شبخون فوج پیغمبر رسل پر آکے مارا شاہزادہ والا مرتبت نے گنجاب سے عرض کیا کہ یا پیغمبر رسل ایسا کو سنا وہ غنیم زبردست تھا کہ جسنے دو پہر رات کے عرصہ
قلیل میں ایسے لشکر کو ویران و پریشان کر دیا اور ہزاروں سوار و پیادوں کو مار کے صاف نکل گیا اور کوئی سردار اور سپہ سالار اور پہلوان نامدار اور جان نثار
سرکار کا اس سے مقابلہ نہ کر سکا اور حریف کی فوج کو صاف بچا کر نکل جانے دیا ابھی گنجاب کچھ جواب دینے نہیں پایا کہ گیاہور خون آشام نے آکر مجرا کیا اور پیچھے لشکر
پیچھے کے چند افسر و سواران مجروح کو کہ انکے جسموں پر کچھ ہلکے ہلکے زخم پڑے تھے اپنی سرخروئی کیواسطے روبرو گنجاب طلب کیا اور بعد اسکے اکوان
فیل زور کی لاش کو وارث اور عزیز و اقربا اسکے چارپائی پر لاتے ہوئے دروازہ بارگاہ پر پہونچے گیاہور نے گنجاب سے اجازت لیکر اس چارپائی کو مع
لاش اندر بارگاہ کے منگا کے رکھوا دیا دیکھا کہ ایک چادر خون آلودہ اس لاش پر پڑی ہوئی اور خون زخموں سے ابھی تک بند نہیں ہوا ہے سراہی بجاے
ماموں چچا بھتیجے عزیز و اقربا اسکے سرہانے دادخواہوں نے مجرا کیا اور لاش پر سے چادر کو کھینچ لیا تو گنجاب نے اور تمام سرداروں اور بارگاہ نشین اہل
حاضرین نے دیکھا کہ برابر دو ٹکڑے لاش کے ہیں گنجاب نے کہا کہ صاحبو اسطرح تلوار کو کاٹنے اور یہ ضرب دست کسی کی آج تک دیکھی سنی ہے لاش کو اکوان کی
دیکھکر ایک ہیبت آتی ہے فصل بن گیا ہور خون آشام نے کہا یا پیغمبر رسل فی الحقیقت یہ تلوار کا کاٹ نہیں ثابت ہوتا ہے کہ اس شخص پر بجلی گری اور برابر دو ٹکڑے
کرکے نکل گئی ہو اسی عرصہ میں وارد و اخبار نے پرچہ وقایع کا گنجاب کو دیا اسے پڑھکر گنجاب کو دریافت ہوا کہ تیس ہزار سوار اور پیادے جان سے مارے گئے اور پانچ ہزار
آدمی زخمی و مجروح پڑے ہیں گنجاب نے گیاہور خون آشام سے پوچھا کہ اسپر حمزہ کی ہمراہی فوج ہے کسقدر سوار پیادے مارے گئے اسکو تم مفصل بیان کرو گیاہور نے
عرض کی کہ یا پیغمبر رسل فدوی اسقدر میں نہایت متعجب و متحیر ہے کہ لشکر اور سپاہ غنیم سے کوئی متنفس کوئی فرد بشر سوار اور پیادہ کسی کی لاش کو کہیں دیکھا
نہ کسی کو زخمی پڑا ہوا پایا شاہزادہ با اقبال نے عرض کیا کہ فی الحقیقت یہ عجب حال ہے میدان کارزار عجب طرح کا سنا کہ قریب پچاس ساٹھ ہزار آدمی ملازمان
سرکار تو مارا جاے [illegible] کیفیت یہ ہے اور فوج غنیم میں سے کوئی نہ مارا جاے نہ زخمی نظر آئے پس معلوم ہوتا ہے کہ اسپر حمزہ کوئی پری زاد یا کوئی قوم اجنہ سے ہے یا اسکے ساتھ
فوج و سپاہ جنوں کی آئی ہو جو اسقدر لاکھ سوار و پیادے اور کیسے کیسے سپہ سالاروں اور رسالداروں اور افسروں اور سواروں پیادوں اور شیروں نامداروں
جان نثاروں میں سرکار کے شبخون مارکے سبکو تہ و بالا کر دیا اتنے سوار و پیادہ مارا اکوان فیل زور ایسے پہلوان زبردست کو کشتہ کیا اور [illegible]
زخمی ایک بھی نہ [illegible] اور نکل گیا گنجاب نے [illegible] سکوت میں نہایت متفکر اور حیران ہوکر کہا کہ خیر اکوان فیل زور کی لاش کو اسکے وارثوں سے کہو
لیجاکے دریاے قدرت میں بہاویں اور باقی جتنے مقتول اور کشتوں کی لاشوں کے وارث اور عزیز یگانے تھے انہیں بھی حکم ہو کہ وہ لاکر اپنی اپنی اولاد
کو پہچان کر دریاے قدرت میں بہا کر غرق کر دیں [illegible] خداوند [illegible] ہزار [illegible] سبکو پھر از سر نو زندہ کر دیگا یہ حکم [illegible] کر دیا گیا اور
خون آشام [illegible] نے [illegible] عیاروں کو اطراف و جوانب میں [illegible]
خوب [illegible] کہ لشکر اسپر حمزہ کہاں پنہاں ہے اور کسقدر جمعیت فوج و سپاہ کی اسکے ہمراہ ہے یہ کہکر گنجاب تو محل میں داخل ہوا اور سب امرا اپنے اپنے
مکانوں کو رخصت ہو گئے گیاہور خون آشام شاہزادہ بلند اقبال کیطرف بدگمان ہوکر اپنے مصاحبین اور ہمنشین رفقا اور ندماے کہتا ہوا کہ صاحبو یہ بات بعید از
قیاس ہے کہ اسقدر سوار و پیادے ملازمان سرکار [illegible] مارے جائیں اور غنیم کی فوج کا کوئی نہ مارا جاے مجھے شک گزرتا ہے اور یقین کلی ہے کہ سوا اس حکیم زادے
کے یہ شورش انگیزی ہے اور فتنہ پردازی اور کسی کی نہیں لیکن غضب تو یہ ہے کہ میرے کہنے کا کسیکو اعتبار اور یقین نہ ہوگا اور گنجاب سے اگر عرض کرونگا تو وہ
سمجھینگے کہ یہ از روے رشک و حسد کہتا ہے بس یہ معاملہ دم مارنے کا نہیں گو یہ مشکل ہے مگر خداوند بیچیدہ ہزار ملک باختر کیے انجام ان باتوں کا
مجھے سب [illegible] معلوم ہوتا ہے القصہ گیاہور اپنے مکان کو گیا اور یہاں شاہزادہ عالیشان اور ترک جوشن پوش گنجاب سے رخصت ہوکر بارگاہ سے
باہر نکلے اور اپنے مرکبوں پر سوار ہوکر اثناے راہ میں شاہزادہ والا جاہ سے ترک جوشن پوش نے مکرر [illegible] عرض کیا کہ غلام کے ذہن میں یہ مطلق نہیں آیا اول
تو یہ کہ آپ اگر اس [illegible] پر تشریف لیجاتے تو اس جان نثار کو ضرور اطلاع فرماتے باعرض حضور اس غلام کو بھی [illegible] ہمراہ نہ لیجاتے تو یہی بعید از عقل [illegible]

از قیاس ہے کہ حضور بے استعانت اور امداد فوج اور سپاہ کے کبھی بمقتضاے ذات اپنے لشکر گران پر یکان واحد یکہ و تنہا جا کر شبخون مارنے کی ہمت
نہ کرینگے اور اسقدر سوار و پیادے تنہا حضور کے ہاتھ سے کیونکر مارے جاتے شاہزادہ عالم نے فرمایا تم بھی سچ کہتے ہو یہ بات خلاف قیاس ہے کہ
کوئی شخص شجاعت شعار مرد دلاور اور شجیع سپہ‌گار ہے کہ تمہید جا کے اگر میرا نام لیکر شبخون مار گیا ہے مگر واقعی کار نمایان اُس بہادر سے ظہور مین آیا ہے
غرض یہ باتین کرتے ہوئے اُسی باغ مین آکر داخل ہوا اور شاہزادہ والا مقام نے کھانا طلب کیا اور بعد فراغ تناول طعام واسطے استراحت و آرام
پلنگ پر جاکے لیٹ رہا اور ترک جوشن پوش اپنے مکان پر گیا اور اسی فکر اور تردد مین تھا کہ یہ ماجرا کیا ہو اسکنے شبخون مارا کچھ مطلق ترک جوشن پوش
کے خیال مین یہ بات نہین آتی تھی اور کسی طرح سے گمان شبخون مارنے کا شاہزادہ عالیشان بدیع الزمان پر نہ تھا یہ تو بات ذہن مین آتی ہے کہ شاہزادہ
عالم شبکو بطور سیر سوار ہوکر تشریف لے گئے پر ملکہ گوہر ملک کے پاس تشریف لے گئے ہونگے اور باقی ہرگز یقین نہین آتا تھا کہ شاہزادہ عالم نے یکہ و تنہا
جاکر شبخون مارا ہوگا القصہ اسی فکر و تردد مین وہ دن بھی آخر ہوگیا اور اب وقت شام کا ہوا شاہزادہ عالی مقام نے بعد فراغ نماز مغرب مین
طعام تناول فرمایا اور ترک جوشن پوش اپنے مکان مین جاکے سو رہا مین حال شاہزادہ با اقبال کا سنیے کہ شاہزادہ بدیع الزمان عالیشان
نے جب دیکھا کہ آدھی رات کا عمل ہوا پلنگ پر سے اٹھے لباس شہروی ذات اقدس پر آراستہ و پیراستہ کیا اور سبز گھوڑا اپنی بلکہ حسب معمول تیزدم ہوکر
ملکہ گوہر ملک سوار ہوا اور عرصہ راہ کو طے کرکے بدستور قصر ایوان ملکہ مین چند بیکند داخل ہوا خواصون نے ملکہ کو اطلاع کی کہ ملکہ عالم حضور تشریف
لاتے ہین ملکہ گوہر ملک نے تب شاہزادہ عالم کی سنکر جلدی سے پلنگ پر جاکے دوپٹہ منہ سے لپیٹ لیا اور بافسون حیلیون خواصون سے کہدیا
کہ شاہزادہ عالم اگر میرے سونے کا سبب پوچھین تو کہنا کہ کل سے کچھ طبیعت ناساز ہے ملکہ ابھی یہی کہہ رہی تھی کہ شاہزادہ والا قدر نزدیک آپہونچا
ملکہ کی سب مقربون مصاحبون لونڈیون باندیون نے آداب بجا لایا شاہزادہ عالم نے پوچھا کہ آج ملکہ خلاف معمول ابھی سے آرام کیون
کرتی ہین خواصون اور مصاحبون نے عرض کی کہ قربانت شویم کہ نصیب دشمنان کچھ طبیعت ناساز ہے شام سے آرام فرماتی ہین شاہزادہ
عالم نے دوپٹہ کو منہ سے ہٹایا اور جبین پر بوسہ دیکر فرمایا کہ اے ملکہ آنکھ کھولو ہوشیار ہو کیون مزاج کیسا ہے ملکہ تو جاگتی لیٹی تھی اگرچہ چشم نیم وا سے شاہزادہ
عالم کو دیکھ کر کروٹ لی شعر مکن کہ ستم بر مردم بہ دم بزرگیا تم لگے پوچھنے کیون حال مرا آنکو کیا + شاہزادہ والا تبار نے فرمایا ملکہ معلوم ہوا کہ آج
کچھ مجھسے تم آزردہ کشیدہ خاطر ہو گر ذرا اٹھکے تم مجھسے بیان کرو شعر واسطہ باعث سبب موجب جہت کچھ بات بھی + کیا گنہ کیا
جرم کیا تقصیر مین نے کیا کیا + تو مین اپنے دل مین متنبہ اور مستقل ہون یا اسکا کچھ عذر معذرت کرکے جواب دون یارے ملکہ گفتگو
شاہزادہ والا رتبت کی سنکے اٹھ بیٹھی اور کہنے لگی کہ اے شہریار اصل حقیقت تو یہ ہے کہ خود کردہ را چارہ نیست جیسا مین نے کیا ویسا پایا
پیاری محبوب اگر مین آپکو نہ لاتی تو یہ صدمہ کاہے کو اٹھاتی بیبلی کی ملاقات بقول شخصے مصرع چاہت مین الفت کی ہرگز مزا نہین ہے
ہرجا مقام خوف اور جائے انصاف ہے اشارہ والا سوار و پیادے کے لشکر مین ایک شخص یکان واحد اگر دعوی تشنی اور شمشیر زنی کا کرے
تو آل اُسکا کیا خیال مین آئے تھے جو یہ جہالت اور بیہودل سکونکے مانے اور جی جلانے لوہو رلانے شتانے پیکر باندھی ہے اس سے تمہین
کیا حاصل ہے سوسمان چنانچہ جان کو نہین چھوڑ سکتا قطعہ چشم بد ہر شعر ذیل ما + با ہمہ مستی و صلابت کہ اوست + مور چگان بدا
چو بود اتفاق + پیل دمان را بدرانند پوست + کیون میرے درپے ہلاکت ہوئے ہو خدا نخواستہ کسی آفت مین دشمن مبتلا
ہو جاینگے تو مین اُسی وقت اپنے تئین ہلاک کرونگی پھر آپکے جو جی چاہتا سو کیجیے ابیات

جو مر جاؤنگی مین تو کیا کیجیے گا
سدا ہاتھ مل کے کہا کیجیے گا

نہ بھولونگی مین یہ دل تمہارا
بھلا نے جہان حضرت اسکی کرا

مجھے یاد ہر دم کیا کیجیے گا
یہی روکے ہر دم دعا کیجیے گا

میرے بیٹھے ہی جو جفا کیجیے گا
عجب دوست معشوق عاشق ہی

شاہزادہ عالی مقام نے ملکہ کو اپنی چھاتی سے لگاکے جواب دیا کہ اے ملکہ عالم شعر اگر تیغ عالم بجنبد ز جا + نبرد رگے تا نخواہد خدا + ہم نظر کرم کریم کارساز
پر رکھتے ہین اور خوب جانتے ہین کہ جو کچھ منشی تقدیر کاتب ازل نے ناصیہ پر ہمارے بروز دیوان قضا کلک قدرت
سے اپنے ترقیم کر دیا ہے وہ بعرصہ ظہور آیا اور آئیگا اور ایسمین کبھی سر مو فرق اور تفاوت فضل خدا سے ہوگا

تا وقتیکہ قضا نہیں آتی کوئی ہمارے ایک رونگٹے کو بھی ایذا نہیں پہونچا سکتا پھر لیت و پیش اس حق میں زیبا نہیں ازانجا کہ غیر جہاد کرنا ہمارے ملت و مذہب میں جائز بلکہ ثواب عظیم ہو مخمس

جو بات مقرر کی حق نے وہ نہیں ٹلتی
ہو عقل بشر حیران احمقوں کو کیسی ہی
قسمت کے سوا ہرگز کوشش نہیں چلتی
بن حکم ازل آسکے اک کا نہیں ہلتی
سلطان ملائک تھا استاد وہ یا رب تھا
لعنت تھی نصیبوں میں جنت کا محل سب تھا
سر تا بقدم نوری جسم اسکا کب تھا
مردود ہوا آخر ہر چند مقرب تھا
تقدیر کے آگے کچھ تدبیر نہیں چلتی

ہر چند کہ آدم نے کچھ کھانے نہ تھے گندم
ہونی تھی خطا سرزد عقل انکی ہوئی گم
استاد ہوا انکا ابلیس جو تھا مردم
جنت سے میان نے جب پیدا ہوئے ہم تم
فرعون کہ رکھتا تھا دعوی خدائی
جب وقت ہلاک آیا آنے جو خبر لائی
اسکی ہستی ہو ملنے کی مرتبہ کبریائی
قائل ہوا ایمان کا تب گر بین آئی
تقدیر کے آگے کچھ تدبیر نہیں چلتی

سلطان سکندر تھا عامر وارد و ورد دوا
مشتاق ہو حیوان کا خضر کے لئے ہمراہ
ہونچا تھا وہاں لیکن نہ تھک ظلمات کی گمراہ
قسمت میں نہ تھا پانی محروم پھرا سکندر
تقدیر کے آگے کچھ تدبیر نہیں چلتی

ملکہ نے جواب دیا کہ شاہزادہ عالم یہ آپ برحق و بجا فرماتے ہیں لیکن کوئی دیدہ و دانستہ کام مہلک میں قدم نہیں رکھتا آگ میں جب ہاتھ ڈالیگا جلجائیگا عالیجاہا خالق اکبر نے ذہن اور فہم اور عقل اور تمیز اسی واسطے انسان کو عطا کی ہو آنکھ واسطے دیکھنے اور کان واسطے سننے کے بخشے ہیں طریقۂ عدالت کو ہاتھ سے نہ دیجیے از روے انصاف فرمایئے فقط پابند تقدیر کے نہ رہیے شاہزادہ عالم نے فرمایا کہ اے ملکہ بس زیادہ اس مقدمہ میں کچھ گفتگو نہ کرو جواب حق دینے میں تم بہت متاسف اور ملول ہو گئی ہو تقدیر کھلاتی ہے کہ مری بلے تم کو کیسا کیسا سمجھایا اور منع کیا تھا کہ ہم لوگ آفتاب اور مہتاب ہیں کسی سرزمین اور کسی اقلیم و دیار میں چھپنے کے نہیں اور خواص ہمارا شیروں کا ہے بدون تیغ زنی اور صید افگنی کے ہمسے رہا نہیں جاتا پھر کیا سبب ہے کہ تم ہمکو پیش خود سمجھا خلاف ہماری راے کے بیہوش کرکے آئیں مصرع اے باد صبا این ہمہ آوردۂ تست داس سے یہی بہتر ہوا اپنے جی میں سمجھو اور ملول ہو کر چپ رہو اب کچھ کہو سنو نہیں ملکہ ناچار اور مجبور ہو کر بے اختیار زار زار رونے لگی اور کہا کہ جو مرضی مبارک ہو میرے پاس بجز نقد جان کے اور کیا ہے سو وہ میں نے آپ پر پیشتر ہی نثار کی مگر اتنا معلوم ہوا کہ قاسم سے آپ جہالت میں کم نہیں جو آپ کے جی میں سما گئی ہے وہ اگر حضرت جبرئیل بھی آ کے سمجھاتے تو وہ آپ کے دل سے قیامت تک نکلنے کی نہیں غرض اسی گفتگو میں شاہزادۂ والا مرتبت حسب معمول ملکہ کے پاس سے اٹھکر باہر دیوڑھی کے آیا اور گنبد برج کے زیر ایوان اترا اور اپنے باغ میں گیا سوار ہوکر جاتے اول شام سے صبح تک ترک جوشن پوش اسی لئے ہیں کہ شاید شاہزادۂ عالم پھر شبخون تشریف لیجائیں تو میں بھی ضرور ہمراہ سر فروشی اور جان نثاری ہمراہ رکاب ظفر انتساب اس عالیجاہ کے حاضر رہوں تمام شب نہیں سویا جب صبح نمودار ہوئی تو ترک جوشن پوش بعد فراغ دو رکعت نماز صبح واسطے مجرے کے آیا دیکھا کہ شاہزادۂ عالم خواب سے بیدار ہوکے بعد فراغ وضو اور دو رکعت نماز کے اپنے سجادہ پر بیٹھا تھا کچھ درود و وظائف پڑھ رہا ہے ترک مجرا کرکے بیٹھ گیا آپ نے وظیفہ پڑھکے پوشاک پہنی اور بعبادت معہودہ اور بقاعدہ مستمرہ دربار میں جاکر گنجاب کو مجرا کیا اور اپنی کرسی پر تا وقت برخاست دربار بیٹھا رہا بعد ازان رخصت ہوکر مع ترک جوشن پوش آسی اپنے باغ میں آکر داخل ہوا اور بطور شبخون روز اولین اول شام سے ترک جوشن پوش کو رخصت کرکے آرام فرمایا اور جب کہ نصف شب کامل ہوا تب لباس شب روی اتار کر اور تمام سلاح اپنی ذات پر آراستہ و پیراستہ کرکے شمعون کو گل کردیا اور آرامگاہ سے باہر نکلکے مرکب پر سوار ہوا اور یہ شعر پڑھتا ہوا چلا شعر اے عشق قدم بجوتری راہ میں ڈالا ہو اون توکلت علی اللہ تعالی بطور روز اولین آہستہ آہستہ لشکر گنجاب کی چھاؤنی میں جاکے اکا دکا پچھاڑیاں گھوڑوں کی اور طنابیں خیموں ڈیروں کی قطع کیں اور تمام لشکر میں جا کے نعرۂ اللہ اکبر کے کھینچا نعرہ

فلک مرتبت شاہ انجم گروہ	دل صف شکن اژدہا روز گار	تہمتن توان رشک اسفندیار	تہم مہرا جلال رستم شکوہ
بدیع الزمان ابن صاحبقران	اگر بر کشم نعرہ بر فوج کین	فتد لرزہ بر آسمان و زمین	شہ نامور نیمچہ تاب یلان ز تیغم بمیدان جنگ آوران

جنگ کا دیکھا کہ جتنے پیادے اور سوار فوج کفار کے تھے سب باہم لڑتے مرتے چلے جاتے ہیں کسیکو کچھ تمیز اپنے بیگانے کا نہیں ہوا ہے
دلمیں یہ سوچکر کہ اب میدان ٹھہرنا محض بیکار ہے کفار آپس میں رزم کیا کریں اپنے مرکب کو تیزگام کر کے صاف نکل گیا اور جو کوئی اجل رسیدہ
سامنے آگیا ایک ہی ضرب میں اسے فی النار والسقر کرکے اپنے باغ میں آکر داخل ہوا تو اسوقت کوئی پہر چھ گھڑی رات باقی ہوگی جلودار
کو دیکھا کہ جہاں بیٹھا تھا وہیں لنڈھک کے غافل پڑا سوتا ہے شاہزادۂ عالم نے گھوڑے پر سے اُتر کے اُسکو جگادیا اور وہ گھوڑے کو
باندھنے اور زین کھولنے میں مشغول ہوا آپ نے اپنے مکان میں تشریف لیجا کے پوشاک تبدیل کی اور جہاں جہاں جسم اطہر پر
لہو کے چھینٹے پڑ گئے تھے اُنکو دھوکر پاک کیے کوئی دو گھڑی پلنگ پر دراز ہوکر استراحت کی بعد ازاں پلنگ پر سے اُٹھ کر وضو کیا بعد وضو
دو رکعت نماز سے فارغ ہوکر کچھ اوراد و وظائف میں مشغول تھا کہ سامنے سے ترک جوشن پوش نے آکے مجرا کیا اور حسب الایما
ایکجا پر باادب بیٹھ گیا جب شاہزادۂ والاقدر وظیفہ پڑھ چکا تب ترک جوشن پوش نے پھر عرض کیا کہ شہریار فدوی کے ذہن
میں یہ بات نہیں آتی کہ یہ کیا شعبدہ اور ماجرا ہے آج شبکو پھر وہی غلغلہ اور ہنگامہ تھا اور سنا کہ پھر شبخون پڑا یہ کون صاحب
ہیں کہ آپکے نام سے آکے شبخون مارتے ہیں کیا جرأت اور کیا بہادری مزاج میں ہے کہ ایسے لشکر جرار اور فوج بیشمار میں تلاطم ڈالکے
لہو کے پشتوں کو باہم لڑوا دیتے ہیں اور آپ کس دلاوری اور کیسے حواس سے صاف نکل جاتے ہیں اگر غلام حضور کی جانب یہ
خیال کرتا ہے تو آپ کی وفور حلیات خداوندانہ سے دلکو یہ یقین نہیں آتا ہے کہ غلام کو ہمراہ رکاب سعادت انتساب نہ لیجاتے شاہزادہ
بدیع الزمان والاشان نے تبسم ہوکر فرمایا کہ اے ترک جوشن پوش یہ جرأت اور قوت اور صولت و شجاعت جناب احدیت نے واسطے
اولاد صاحبقرانی کے عطا فرمائی ہے یہ دونوں شبخون میں نے مارے اور بخیال اس مآل اندیشی کے کہ تمکو ہنگام اطلاع میری رفاقت
بہرحال واجب ہوجائیگی اور اس خیال سے کہ اس عالم پیرانہ سالی میں یہ عمر قابل حرب و پیکار کے نہیں ہوتی دانستہ تمکو اطلاع نہیں
دی گئی ترک جوشن پوش نے آنکھوں میں آنسو بھر کے عرض کیا کہ غلام کو یہ توقع حضور سے نہ تھی کہ آپ ایسے وقت میں فدوی
کو فراموش فرمائینگے خیر جو کچھ ہوا وہ ہوا الا آیندہ فدوی بہر صورت ہمراہ رکاب سعادت انتساب برائے سرفروشی و جان نثاری حاضر
رہیگا غرض ہرچند ترک جوشن پوش نے مکرر سکرر اصرار کرکے عرض کیا شاہزادۂ عالم نے قبول نہ فرمایا اور بقاعدہ مستمرہ پوشاک
دربار کی ذات اقدس پر آراستہ کرکے مع ترک جوشن پوش سمت بارگاہ گیتی پناہ روانہ ہوا وہاں حال لشکر گیتاب کا سنیے کہ تا وقتیکہ
روز روشن نہیں ہوا اسپ سوار اور پیادے باہم شمشیر زنی اور ناوک فگنی میں مشغول رزم و پیکار رہے جبکہ دن نکل آیا ایک ایک کو پہچان کر
ہاں ہاں کرکے کہنے لگا کہ واہ واہ صاحب واہ واہ ایسے بدحواس ہوکر اپنے بیگانے کو نہیں پہچانتے ہو تمنے بھائی صاحب مجھکو قتل کیا تھا
کہیں باپ نے دیکھا کہ میں نے اپنے بیٹے کو تلوار ماری اور چہرہ زخمی ہوکر گھوڑے پر سے گر پڑا دم بھر میں پھڑک پھڑک کر آخر ہوگیا
باپ بھی گھوڑے پر سے گر کر لاش سے چمٹا ہوا سر دے دے مارتا ہے اور کہتا ہے کہ اے مثل رستم سہراب کو مار کے آج بے اولاد ہوگیا
ہائے میں نے کیا کیا کوئی بھائی بھائی کو قتل کرکے دو ہتڑ اپنے سر پر مارتا ہے اور چیخیں مار مار کر روتا ہے کہیں سسر نے داماد کو
نیزہ مار کے نیزے کو توڑ کر پھینک دیا ہے اور اپنی داڑھی نوچ نوچ کر سر اور سینہ خوب سا پیٹ پیٹ کر کہتا ہے کہ ہائے بیٹی کو میں نے
اپنے ہاتھوں رانڈ کیا یہ کیا ستم ہوگیا چچا بھتیجوں کے قتل سے منفعل بھتیجے چچاؤں کو مار کر خجل ہائے ہائے کر رہے ہیں قصہ مختصر
ایک عجیب طرح کا شور باہم فوج و سپاہ میں برپا تھا اور چار طرف لاش پر لاش دھڑ پہ دھڑ مردے پہ مردہ سر پہ سر پڑے لوٹ
رہے تھے چار و ناچار سب پیادے و سوار وہاں سے پھر کر ہزاروں زخمی اور گھائلوں کو اُنکے عزیز و اقربا و ورثا ڈولیوں میں
چارپائیوں پر ڈالکے لیچلے ہزاروں اپنے عزیزوں یگانوں بھتیجے بھانجوں باپ چچا ماموں کے لاشے کو لاشوں میں مقتولین کے
ڈھونڈھتے پھرتے ہزاروں مقتول تشنہ لب پیاس پیاس پانی پانی پکار رہے ہیں ہزاروں جان بلب پڑے سسکتے ہیں ہزاروں
مانند مرغ بسمل کے جراحتہائے کاری سے خاک و خون میں تڑپتے اور لوٹتے پھرتے تھے گاؤں گراؤں قریہ و دیہات والے

دن کو سی چکوسی رہا یا چار فرسخ سے دور بڑی خلائق ہو کر تماشا دیکھ رہی ہے اور سبکو تعجب اور تحیر ہے کہ یہ کیا ماجرا ہے کہ بغیر برسل کی
فوج وسپاہ میں تو ہزاروں مارے گئے اور ہزاروں زخمی پڑے ہیں لشکر غنیم کا کوئی فرد بشر پیادہ یا سوار کہیں نہ زخمی ہوا نظر
آتا ہے نہ کسی کا لاشہ معلوم ہوتا ہے غرض یہاں تو یہ حال ہے ان سبکو تو یہیں چھوڑیے اب حال شاہزادہ نامور کا سنیے کہ مع
ترک جوشن پوش کے بارگاہ گنجاب میں جا کے داخل ہوا اور بدستور و معمول مجرا کر کے اپنی کرسی پر برابر تخت گنجاب کے جا کر بیٹھا تمام
سرداران بارگاہ عالم تحیر میں لب بسکوت خاموش اور از خود فراموش بیٹھے تھے اس میں داروغہ اخبار نے پرچہ وقائع کا گنجاب کو دیا
مضمون جس پرچہ سے معلوم ہوا کہ آج شبکو بدیع الزمان پسر حمزہ نے آنکر شبخون مارا اور قریب تیس چالیس ہزار جوانان شجاعت شعار بلا زبان
اور نگہبانان سرکار سے جنگ رستمانہ کر کے جان نثار ہوے اور زخمی ہیں گنجاب نے پوچھا کہ ہمراہیان بدیع الزمان سے بھی کچھ لوگ مارے
گئے داروغہ اخبار نے عرض کی کہ کوئی متنفس اُس طرف کا شہرا نہ زخمی نظر آیا اور نہ یہ تاب و طاقت ہرکاروں کی تھی نہ تھی کہ جو انکی
تحقیق کرتے اور نہ لکھواسکتے گنجاب نے کہا پھر یہ کیا اسرار قدرت خداوند لقا ہے کہ تیس چالیس ہزار آدمی ہمارے لشکر کا مارا جائے اور زخمی ہو اور
فوج غنیم میں سوار اور پیادے کی نکسیر تک نہ پھوٹے نہ کسی کی لاش کہیں پڑی ہوئی نظر آئے نہ کوئی زخمی مجروح پکڑا جائے عجب طرح کی
غفلت اور بیخبری ہمارے یہاں سرداروں اور سپہ سالاروں اور افسروں اور فوج و سپاہ کے پہرے والوں کی ثابت ہوتی ہے فوج غنیم
اور پسر حمزہ کوئی پری زاد اور دیوزاد یا اقوام اجنہ سے ہے کہ آسمان سے اُتر کے شبخون ہمارے لشکر پر لیکر آتے ہیں اور ہزاروں کو مار کر
صاف زندہ و سلم سب نکلے چلے جاتے ہیں گیا ہور خون آشام اور صلیل دراز ترکیب وغیرہ سرداران گنجاب اپنے اپنے دلوں میں
پیچ و تاب کھا کھا کر سر نگوں خاموش بیٹھے تھے اور بجز اپنی خطاے فاش کے مقر ہونے اور ندامت کھینچنے کے کچھ اور عرض معروض نہیں
کرسکتے تھے مگر گیا ہور وغیرہ اکثر کفار مغروران خدا کو گمان واثق اور یقین صادق شبخون مارنے کا شاہزادہ بدیع الزمان پر ہے فقط
بپاس آداب اور خوف ناراضی گنجاب کچھ کہہ نہیں سکتے تھے مختصر گنجاب تو دربار برخاست کرکے داخل محل ہوا اور شاہزادہ عالیجناب مع
ترک جوشن پوش رخصت ہو کر اپنے مکان پر آکر سو رہا جب کہ نصف شب کا عمل ہوا اسوقت شاہزادہ جم اقتدار بدیع الزمان نامدار نے
خواب راحت سے بیدار ہو کر لباس شب روی ذات اقدس پر آراستہ کیا اور سپر تلوار لگا کے کمند کو ہاتھ میں لپیٹ لیا اور ملاقات ملکہ گوہر ملک
کے لیے باغ سے نکلکر روانہ ہوا اور دواہنے بائیں دوست دشمن کو دیکھتا بھالتا زیر ایوان ملکہ پہونچا اور کمند مار کر دیوار پر چڑھ گیا وہاں
ملکہ گوہر ملک کا یہ حال ہے کہ جس وقت سے شاہزادہ با اقبال کو خوب سا سمجھا کے باہر ہوئی اور شاہزادہ بدیع الزمان مراجعت فرما کے
ملکہ کے پاس سے اُٹھکر اپنے باغ کو تشریف لیگئے تھے ابھی تک مطلق ہوش و حواس بجا نہیں اور بجز بیتابی اور گریہ وزاری کے کھانا
بھی بخوبی نہیں کھایا اور ہر مرتبہ آہ سرد دل پر درد سے کھینچکر یہ شعر پڑھتی تھی اور روتی تھی شعر اور دیست اندر دل اگر گویم زبان
سوزد و گر دم در کشم ترسم کہ مغز استخوان سوزد ہر چند انیسین جلیسین ہمدمین محرمین مصاحبین خواصین صحبت والیاں سب بلائیں
لے لے کر صدقے ہو ہو کر سمجھاتی تھیں اور عرض کرتی تھیں کہ ملکہ عالم آپ کو لازم ہے کہ ذرا اپنے آپ کو سنبھالے رہیے اور نظر بافضال
ایزدی رکھیے بجز صبر کے چارہ نہیں شاہزادہ عالم کے مزاج مبارک میں جو بات سما گئی ہے وہ ہزار کچھ حضور صدمہ اپنے دشمنوں کے
واسطے رنج اُٹھائینگی وہ اپنی ہی کرینگے دلیر اور شیر کا کوئی روکنے والا نہیں ہوتا مال بخیر چاہیے اس گریہ وزاری اور بیقراری کے عوض
حضور ہر وقت جناب باری سے التجا کریں اور شاہزادہ عالم کی حفظ آبرو اور جان کی دعا مانگیں تو بہت بہتر ہے باقی ان باتوں سے
فقط اپنی جان کا نقصان ہے بظاہر تو کچھ فائدہ نہیں نظر آتا ابھی ملکہ کچھ جواب نہیں دینے پائی کہ سامنے سے ایک خواص نے آکر عرض
کیا کہ زہے قسمت شاہزادہ عالم تشریف لاتے ہیں ملکہ گھبرا کے چاہتی تھی کہ اُٹھے اس عرصہ میں شاہزادہ عالی مقدار قریب پہونچا
اور ملکہ گوہر ملک کو اس حال پر باختلال بصد حزن و ملال دیکھکے پوچھا خیر باشد ای ملکہ گوہر ملک کیسا مزاج ہے ملکہ نے کہا
بفضل خدا سے خیر ہر حال ہے مصرع کیا پوچھتے ہو مجھسے دل افگار کا مزاج + اب اپنے مزاج کا حال فرمائیے کہ اب آپ

خیمے اور ڈیرون مین شمع اور چراغ کی روشنی معلوم ہوتی ہے شیشے شراب کے چارون طرف ڈیرون مین لنڈھتے پڑے ہین شیشے صراحیان گلابیان
پیالے جہان تہان خالی رکھے نظر آتے ہین سیکڑون سوار پیادے سالار اور ہین کسبیون خانگیون چونے والیون کا دونت پچون سرودیون ڈومنیون
کشمیریون پچون وغیرہ اپنی آشناؤن کو لیے اکثر لونڈیون کو شراب پیے بیہوش نشہ مین پڑے سوتے ہین کسی کو اپنی ازار تک کی خبر نہین سپر تلوار کا
کیا ذکر ہے چوکی پہرے والے بیٹھے بیٹھے سوگئے ہین کہین دس بیس اونگھ رہے ہین دو چار کہین کہین سوتے سوتے چونک چونک پڑتے ہین
اور پکار اٹھتے ہین کون آتا ہے کہان جاتا ہے شاہزادۂ رستم شوکت نے ٹیکرے پر سے اترکے بطور سابق آہستہ آہستہ اندرون چھاؤنی جاکر تعلیم
طنابین خیمے ڈیرون کی اور اگاڑیان پچھاڑیان گھوڑون کی قطع کرین اور آپ مطابق آئین و دستور سابق ہر یوزہ سے الگ دور جاکے کھڑا
ہوا اور نقیبون نے ہاتھ ذکر طنطنۂ اللہ اکبر جگر سے کھینچا اور یہ نعرہ کیا ۔ فوج اقبال انجم گروہ ۔ تہمتن سان رخش رستم شکوہ ۔ بکشتی جبل تن
شیر عیان تہمتن توان ابن صاحبقران ۔ بہیج از زمان آز دشمن شکن ۔ زناظم طرز و دل اہرمن ۔ سرفتنہ کشور باختر ۔ شجاع جہان علی ضور ۔
قبائی شیر خدا ابوتراب ۔ مظہر قاتل لشکر بیحساب ۔ اس نعرہ کے ساتھ تمام چھاؤنی مین افواج گیا ہور خون آشام کے عجیب دھکا مشکل اور تلاطم
پڑگیا اور چارون طرف اسکے ایک شور قیامت انگیز برپا تھا ایک تو دو شبخون اور یہ کا صرکا اور کشت و خون چھاؤنیون مین لشکر کفار کی
سب کے گوش زد بلکہ بچشم دیدہ تھا دوسرے صداے ہولناک خیمے ڈیرون کے گرنے کی اور ہنگامہ گھوڑون کے چھوٹ کر باہم لڑنے کا اور
سیکڑون آدمیون کو پٹنگ مار مار کر زخمی کرنے کا اور شور و غل سائیسون کا کہ لٹھ سونٹے بانس لیے گھوڑون کو مارنے اور پکڑنے کے لیے
دوڑتے پھرتے تھے سوم نعرہ کوہ شگاف اس فرزند ذو الفقار کا جسکے طائران روح کفار لعین پرواز کیے جاتے تھے چارو ناچار سراسیمہ بیچارے
لعینون چھاؤنیون مین سے پکڑ پکڑ کے سپرین تلوارین تیغ تبر لیکے سامنے چلے تو دیکھا کہ اس طرف سے خیل خیل زیل زیل تیپ تیپ قشون قشون دستے
دستے گروہ گروہ انبوہ انبوہ سوار اور پیادون کے تیغ و تبر نیزہ و خنجر گرز و کمان وغیرہ سلاح اپنے اپنے لیے مارتے مارتے کرتے چلے آتے ہین
یہ سمجھے کہ فی الحقیقت یہی لشکر جرار فوج جہان شیار سپہ حمزہ کی ہے خوب گھس گھس کر لپٹ لپٹ کے تلوارین آپس مین ایک دوسرے کو مارنے لگے تو ہو
شبخون کی آمد اور ہزارون سوار و پیادون کے شور و غل سے وہ شب تیرہ کالی اندھیاری برسات کی رات کا سمان دکھلا کے فوج کفار کی آنکھون
مین قیامت سی آ گئی تھی اور کالی کالی سپرین ان سیہ بختون تیرہ روزگار لعینون کے سرون پر بطور کالی گھٹا کے چھائی ہوئی تھی ایک
تلوارین میان سے کھنچی ہوئین بجلیون کی طرح چمک چمک کے گرتی تھین اور گولیون کی علی الاتصال بطور ژالون کے بوچھارین
پڑتی تھین صدا بندوق کی اور غرش تفنگ کی میدان جنگ مین صداے رعد پر خندہ زن اور چمک رنجک کی شعلہ برق جانستان
پر چشمک افگن تو پہلے شیر دلیرون کے مانند جگنو کے چارون طرف اڑتے اور خنجر مثل زبان افعی خونخوار چلتے تھے بارش تیر شہ باران
قیامت کا عمل تھا اور طغیانی دریاے خون سے قلزم اور بحیرۂ منفعل سر ہاے مقتولین مثل حباب موج خوناب سے تلاطم مین آکے گرداب
فنا اور نار جہنم مین غرق ہوتے جاتے تھے اور بال انکے بطور سیوار کے نظر آتے تھے ہاتھ پیچھے دست و بازو چھوٹی بڑی مچھلیون کی طرح
تڑپتے تھے اور لاشے بطور کشتیون کے دریاے ناپیدا کنار خون مین ہر طرف تیرتے ہزارون دل جلے اوچھلے کفار نابکار اس دریاے
حرب و ضرب مین شناوری کرتے باہم لڑتے جاتے تھے اور پیچھے چھاے بطور ملاحون کے بانسون کے نظر آتے تھے علم اور نشان
علمدارون کے ہاتھون مین بصورت بادبانون کے کھلے ہوئے ہوا سے لہراتے تھے ڈھالین جو زخمیون کے ہاتھون سے چھوٹ کر
گرین تو اس دریاے خون مین مانند کچھوان کے اچھلتی اور کودتی ماری ماری پھرتی تھین اور زرہین کشتگان جوانون کے
جسم سے جو جہان تہان گر پڑی تھین وہ بطور جالون کے پھیلی تھین و سوان بندوقون کے چھوٹنے کا تمام میدان مین ایسا گھٹا ہوا تھا
کہ شدت تاریکی سے زمین آسمان کچھ نہین سوجھتا تھا شاہزادۂ والا قدر جرار دلاور نے کہ اسوقت صداے نعرہ لشکر کفار کے دلون
نے مانند تیر اور نیزے کے پار گذر جاتی تھی اور شدت برودت شبنم اور ہوا کے زور شور اور کثرت ہول اور بدحواسی سے
بڑے بڑے شیر دل کفار عاجز و ناچار اکثر وندان در بیچ بیان ۔ چون شخص دو تک رو تنگ زبان ۔ جاڑے کی سی تپ

چڑھی ہوئی تھی تھر تھر کانپتے سور سنجاب اور دو شالوں کملوں میں سر سے پاؤں تک آپ کو چھپائے بھاگ بھاگ کر دور جا جا کر بیٹھے درختوں سے چمٹ کر کے الاؤ لگائے تاپ رہے ہیں بگولوں گرد پر جہاں تہاں جو تیز جاڑا الیسو قارغرق ہو گیا اور کچھ تھوڑے باہر ہی۔ جنّے میں تو یہ حال تھا کہ زمین کو بھی رعب اور خوف سے اُس شجیع دہر صفیر بیجائے روزگار شاہزادۂ بدیع الزمان نامدار کے جاڑے کی تپ چڑھی ہی وہ بھی زمین میں تھر تھر زمین کے ٹکڑے ہو گئے ہیں غرض طول تا چند مختصر بیان کرتا ہوں کہ شاہزادۂ عالم یہ رنگ دیکھ جا رہا تھا کہ ایک سمت کو نکلے رفتہ رفتہ جب سے نعرۂ خاور سپاہ گوش زد ہوا اور سب نے بخوبی سنا کہ کسی شخص نے یہ نعرہ کیا نعرہ ملک قاسم شاہ خاور سپاہ ؛ زخم تیغ برابر و نیزہ کا از آب دم تیغ ہفت تم زمین ؛ ہمہ باختر شد بزیر نگین ؛ اگر تیغ بر کوہ خارا زنم ؛ زبن شاخ گاو زمین بر کنم ؛ ای کافران بیجا و ای نابکاران پر دغا ہر کہ داند داند و ہر کہ نداند حالا مرا بداند و بشناسد کہ منم نور حدیقۂ بسالت و شہامت صاحب عزم مبارز رزم شاہزادۂ خاور سپاہ ملک قاسم لعل خفتان خونریز خاوری نعرۂ آفتاب مشرق دین پروری ؛ شہسوار لعل پوش خاوری ؛ شاہزادۂ عالیمقدار بدیع الزمان نامدار یہ آواز قاسم کے نعرے کی سنکے نہایت متعجب و متحیر ہوا اور اپنے جی میں کہنے لگا قاسم نے اُس پنجہ سے کیونکر رہائی پائی اور کیسے یہاں جھٹ پٹ آن پہونچا مگر چونکہ مقابلہ اور مجادلہ ہزاروں طوفون سے درپیش تھا اور سوائے ایکے اُس میدان جدال و قتال اور اُس شب تیرہ و تار میں قاسم تک پہونچنا بھی خیلے اشکال اور بہت محال تھا سو بے چارے پنی حرب و ضرب میں مشغول رہا اور خبردار رہا اور زیادہ سعی اور تلاش میں شاہزادۂ خاور سپاہ کی نہ رہا لیکن تا صبح یہ حال تھا کہ جب شاہزادۂ بدیع الزمان نعرہ کرتا تھا ساتھ ہی اُسکے آواز نعرۂ قاسم کی بھی گوش زد ہوتی تھی غرض خلاصہ یہ کہ اُس شب بھی ہزاروں کفار طعمۂ تیغ بیدریغ ہوئے کوئی چار گھڑی رات پچھلی باقی رہ گئی تھی کہ شاہزادۂ والا شان بدیع الزمان اُس عرصۂ رزمگاہ سے بجنگ داماں صاف نکلکر سمت چار باغ روانہ ہوا اور وہاں بدستور آپس میں تلوار چلتی رہی اور لاش پر لاش گرا کی اور پھر صبح کو جب بخوبی روشنی ہوئی تو اسی طرح سے ایک نے دوسرے کو پہچان کے ہاں ہاں کر کے شمشیر زنی اور خونریزی غیبا میں سے اپنے اپنے ہاتھ کو کھینچ لیا اور چار طرف فوج غنیم کو ڈھونڈھ کر سرد سینہ کوبان اور دست تاسف مالان آپس میں یہ کہتے ہوئے کہ خیر آج بھر بھی حمزہ نکل گیا آخر کہاں جاتا ہے سمجھنے لگے کہ یارو اس بات کا تو علم خداوند بیچہ و ہزار ملک باختر کو ہو کہ ہمنے کیا جانفشانی کی اور کس کس طرح سے گھس گھس کر لپٹ لپٹ کر تلواریں ماریں ہیں کہ خدا پرستوں کے بھی رنگ چہروں سے پرواز کر گئے ہونگے اور وہ سب بھی اپنے دلوں میں ہماری شمشیر زنی اور دلاوری کے قائل ہو گئے ہونگے غرض اُنکو تو یہیں چھوڑئیے

اب وہ ذکر داستان شاہزادۂ بدیع الزمان بیان کیجاتی ہے

کہ یہ بدستور تمام وہ عرصہ گاہ معاف سے صاف نکلکر اپنے باغ میں جاکے داخل ہوا اور لباس شب روی اُتارکے اور پوشاک نو اقدس پر آراستہ کر کے وضو کر کے نماز میں سربسجود تھا کہ سامنے سے ترک جوشن پوش آکر کھڑا ہوا جب آپ نے سجدے سے سر اُٹھایا تب ترک نے مجرا کیا اور حسب ایما ایک مقام پر بیٹھ گیا بعد الفراغ نماز شاہزادۂ والا مناقب بدستور معمول قدیم اپنے مرکب پر سوار ہوا اور مع ترک جوشن پوش سمت بارگاہ گنجاب روانہ ہوا اثنائے راہ میں شاہزادۂ عالیمقام نے فرمایا کہ اے ترک جوشن پوش مجھکو عجیب اتفاق درپیش ہوا کہ میرے کان میں ہر بار آواز نعرۂ قاسم کی آتی تھی معلوم نہیں کہ شاہزادۂ خاور سپاہ نے اُس بلائے آسمانی اور آفت ناگہانی سے کیونکر نجات پائی اور یہاں آکر کہاں مقیم ہے ترک جوشن پوش نے عرض کیا کہ شہریار عالم حقیقی نے شاہزادہ قاسم کو اُس پنجہ سے نجات بخشی ہوگی اور لشکر ہمایون میں شہداد تو یہیں قریب پڑا ہے کیا عجب ہے کہ شاہزادۂ خاور سپاہ اپنے شہزادے کی بطور اعانت اور معاونت شریک شبخون ہوئے ہوں غرض یہ باتیں کرتے ہوئے بارگاہ میں پہونچے اور شاہزادۂ والا مرتبت گنجاب کو مجرا کر کے اپنی کرسی پر بیٹھا تو دیکھا کہ بارگاہ گنجاب میں عجب طرح کا تلاطم اور ہنگامہ بپا ہو رہا ہے اور گنجاب نہایت غضبناک اور خشمگین میں بیٹھا ہے اپنے سرداروں سے کہہ رہا ہے کہ قدیم الایام سے ہزاروں صف

ارائیان اور دارائیان صنین اور بچشم دیکھین اگرچہ تماشا کبھی خواب مین بھی نہین دیکھا کہ ہماری فوج کے ہزاردن سوار و پیادے قتل ہون اور
غنیم کی فوج مین ایک چاکر کی بھی لاش تو نہین پڑی کسی نے دیکھی کہ ہورخون آشام نے عرض کیا کہ ای پیغمبر پرسش ہم سب عاجز و مجبور ہین
اور کچھ جرم اور قصور ہماری فوج و سپاہ کا نہین ہو اگر آپ ہماری عرض جو وش ہی نہ پذیرا فرماتین تو ہم سب کیا کرین حسب جانثاراہ دولت
خواہی اور خیرسگالی اور نمکحلالی کے کل بات التماس کرینگے حضور فرماتینگے اور سمجھینگے کہ یہ رشک و حسد سے کہتے ہین گنجاب نے کہا کہ مین نے
اُسی روز کہا تھا اور اب پھر کہتا ہون اور تجھسے پوچھتا ہون کہ وہ دن دولتخواہی اور نمکحلالی کا کب ہوگا اور وہ کون سی ساعت ہوگی
ہوگی جب تم وہ بات کہوگے قبل از مرگ واویلا کونسی بات تجنے مجھسے کہی جسکو مین نے برون سمجھے اوسے گمان رشک اور حسد کا تیر کہکر ٹالی
گیا ہورخون آشام اپنے دنگل پر سے اٹھکر تخت کے پیچھے گیا اور سرگوشی مین عرض کیا کہ یا پیغمبر پرسش میری عقل اور ذہن مین تو یہ بات
آتی ہو کہ یہ ساری فتنہ انگیزی اور مفسدہ پردازی اس حکیم زادے کی ہو جسکو آپ نے فرزند نامور فرمائے شاہزادہ بلند اقبال خطاب عطا کیا
ہو گنجاب نے یہ کلام گیا ہورخون آشام کا سنکے جوابدیا کہ ای گیا ہورخیر ع این را بجے کو کہ تراانشا سروزین مجھے خوب جانتا ہون کہ شاہزادہ
بلند اقبال کا تو دشمن جانی ہو یہ بات رشک و حسد کی نہین تو اور کیا ہمجھون تو ہی مجھے معقول کرا اور ذرا اپنے گریبان مین منہ ڈالکر سوچکر
جواب دے کہ وہ بیچارہ بیکس و تنہا سوائے چار خدمتگارون کے اور اسکے پاس کون سی فوج اور سپاہ ہو خواہ مخواہ اسپر افترا اور اتہام
نقص اللہ جو تو کرتا ہو مجھے کیونکر یقین آئے گیا ہور نے عرض کیا کہ فدوی نے تو پہلے ہی عرض والتماس کیا تھا کہ جو بات حق اور خیرسگالی
کی عرض کرونگا سرکار کو اسکا کبھی یقین اور اعتبار نہوگا آپ مالک و مختار ہین غلام کو اس سے کچھ سروکار نہین الیکن آخر یہ راز
چھپا نہین رہیگا کھل ہی جائیگا گنجاب نے کہا بس زیادہ ہرزہ سرائی نہ بک اور سب سرداروں کی جانب مخاطب ہوکر حکم دیا کہ یہ تمام لشکر تہ و
بالا ہو گیا اور ہزارون سوار و پیادے میری فوج کے قتل ہوگئے اور تم سب صاحب اپنے اپنے گھرون مین پانؤن پھیلائے پڑے سوتے
تھے ضرور آج سے تم جتنے سردار اور افسران فوج ہو سب کے سب جا کے چھاؤنی مین سکونت اختیار کرو اور جو کوئی کہ تعمیل میرے حکم کی نکریگا
اور چھاؤنی مین نہ رہیگا اسوقت اگر برطرف کرکے بعذاب الیم مبتلا کرونگا القصہ بعد برہم اور بے ہم ہونے دربار برخاست کرکے داخل محل ہوا
اور ان دونون سپہ سالارون یعنی گیا ہورخون آشام اور صلیل درازترکیب کو اپنے پاس بلاکے کہا کہ تمکو ہر گز بیخبر رہنا کیا تم سمجھا یا
کہ غافل رہنا نہین چاہیے اور اسکا سراغ لگانا چاہیے بعد ازان سنجانی عیار کو طلب کرکے فرمایا کہ ایک ہفتہ عشرہ کا عرصہ گزرا کہ مین نے
تجھے کس تاکید بلیغ سے حکم دیا تھا اور تو نے آج تک کہین کچھ سراغ اور پتا لشکر حمزہ کے لشکر کا نہ بہم پہونچایا اور نہ کچھ اسکی سعی اور کوشش
کرکے مجھسے عرض کیا اب تجھے تین روز کی مہلت دے کر بتاکید بلیغ اور بسہولت و آشتی پھر کے حکم دیتا ہون کہ جہان لشکر حمزہ کا پتا ہو
لگا کر مجھے اطلاع کر ورنہ مین تجھسے بہت بری طرح پیش آؤنگا یہ کہکر محل مین داخل ہوا یہان تمام سردار اور افسران فوج مین ایک
تہلکہ پڑ گیا تھا اور سب باہم کہتے ہین کہ فی الحقیقت گنجاب کا بھی فرمانا بجا ہو اس طرح کی رزم و پیکار تو کسی سلطنت مین بھی نہین سنی خود ہم
نے رستم اور سہراب اور گیو اور افراسیاب کی بھی کوئی داستان اس طرح کے شبخون مارنے کی نہین لکھی کہ ایک طرف تو لوگ مارے
جاتے ہین اور طرف ثانی کی فوج مین نکسیر تک کسی کی نہ پھوٹے آیا یہ خدا پرست جادوگر ہین یا کچھ اعجاز اور کرامات ان مین ہو کہ یہ
اٹھارہ لاکھ سوار و پیادے کی فوج مین ہزارون کو مار کر چلے جاتے ہین اور نہ کوئی انمین سے مارا جاوے نہ زخمی ہو نہ کوئی
گرفتار ہو اور نہ کسی کی لاش کہین پڑی نظر آئے نہ کوئی انکی فوج کو آتے جاتے کہین سے دیکھے یہ بات تو مطلق کچھ ذہن مین اور
فہم مین نہین آتی آسمان سے اتر کر یہ لشکر آتا ہو یا زمین سے پیدا ہوتے ہین یا یہ کہ ہمارے لشکر پر ہماری فوج و سپاہ سوار و
پیادون پر گنجاب طلسم کشا گنہگارون جان نثارون پر قہر خداوند لقا کا نازل ہوا ہو غرض سب کے سب شسدر و حیران
اپنے اپنے مکانون کو چلے گیا ہورخون آشام اور صلیل درازترکیب دونون سپہ سالارون نے افسران فوج رسالدار
کیدران کپتان اجیٹنون کو اپنے پاس بلاکے بتقید کہدیا کہ تا روز حق تک یہ نہین چاہتا کہ عدول حکمی اپنے مالک کی کوئی کریگا

ابھی سے جا کے اپنی اپنی چھاونی مین تمام پہر ہوا اور خوب ہوشیار اور خبردار رہو اور جب تک ہو سکے سراغ لگاؤ اور دریافت کرو دیکھو کہ فوج کدھر سے آتی ہے کسقدر جمعیت ہوتی ہے جمعدار رسالدار سپاہ و کپتان کیدان اجیتن وغیرہ تمام افسرون نے کہا کہ آپ کے نام کی چھاونی مین رہنے کا حکم ہوا ہے بس اب جو کچھ ہماری غفلت اور بیتابی اور کافی یہ سر فروشی اور جان نثاری و ہوشیاری ہو گی بخشیرا آپ ملاحظہ کیجئے گا ہماری نمک حلالی اور نمک حرامی کا حال اب دونون صاحبون پر منکشف ہو جائیگا یہ کہتے ہوئے سب نے اپنے مکانون کیطرف گئے شاہزادہ بدیع الزمان بھی دربار سے اٹھکر مع ترک جوشن پوش اپنے باغ مین داخل ہوا مگر ابھی ترک جوشن پوش نے بہت سا اصرار کیا کہ حضور فدوی کو بھی ہمراہ رکاب ظفر انتساب لیکر تشریف لیجایا کریں آپ کا یکہ و تنہا جانا فدوی کو کسی صورت سے گوارا نہین ہوتا شاہزادہ عالم نے فرمایا کہ اے ترک تجاعت اور محبت مین تیری سر مو فرق نہین لیکن آدمی انصاف سے مجھے جواب دے کہ یہ سب اعانت اور تائید غیب میرے واسطے ہے ورنہ مجھ سے ایک موس ضعیف کی کیا مجال اور کیا قدرت و طاقت تھی جو تن تنہا اس لشکر کفار و فوج بیشمار پر حملہ اور مبادرت شبخون مارنے کا کرتا اور بتکلف یہ کہ جنگ میرے جسم کے رونگٹے کو ضربت اور زخم تک نہین پہونچی صحیح و سالم نکل آیا اور لگو لگی کفار نابکار آپسمین رزم و پیکار کر کے جہنم واصل ہوئے میرا پرسان حال کوئی نہین ہوا بس وہ جو تو نے سنا ہو مصرع دشمن اگر قوی ست نگہبان قوی تر است اے ترک تو اپنے دل مین کچھ اسبات کا تردد اور اندیشہ مت کر فرض کر دم کہ مین تجھے اپنے ساتھ لیجاؤن اور تو بتقاضائے سر فروشی و جان نثاری میری رفاقت اور اعانت کو میرے ہمراہ ہو تو بجز تکلیف دیکھنے کیا فائدہ ہوگا بس نظر بافضال لایزال قادر ذوالجلال کے رکھنا چاہیے اور اندیشہ اپنے دل مین کبھی بھی نہ لائے ترک جوشن پوش نے پھر عرض کیا کہ حضور جو ارشاد فرماتے ہین سب برحق و بجا ہے اگر فدوی نے شراکت اور رفاقت نہ کی تو کیا اصل و حقیقت ہے اگر دس بیس ہزار دلیران عرصہ کارزار اور شجاعان ہنو شعار بھی آپ کے ہمراہ ہوتے تب بھی تو اس اٹھارہ لاکھ سوار و پیادے کی فوج کا کچھ نہ کر سکتے فدوی بھی خوب جانتا ہے کہ یہ سب محض آپ کے اقبال یاور اور افضال داور کا سبب ہے پر صرف فدوی کی حسرت اور آرزو فقط یہی ہے کہ تا دم پاک سے لحظہ بھر جدا نہ ہو اور سر اقدس پر نثار ہو جائے اگر مرضی مبارک نہین ہے تو مجبوری ہے کس لیے کہ الامر فوق الادب غرضکہ ترک جوشن پوش یہ باتین کر کے رخصت ہوا اور شاہزادۂ عالیشان بعد الفراغ امور ضروری کوئی ڈیڑھ پہر رات گئے تک گویا ملک کی ملاقات کو گیا نصف شب وہان عیش و طرب بسر کر کے چار گھڑی رات رہے پھر اپنے باغ مین آیا دوسرے دن بدستور و معمول آدھی رات کو بہان وا صد باغ سے برآمد ہو کر بقصد شبخون سمت لشکر کفار روانہ ہوا اور جس چھاونی سے کوئی کوس بھر ایک ٹیکرے پر جا کے چارون طرف بغور دیکھا کہ آج اور روزون کی نسبت فوج اور سپاہ مین غفلت نہین بڑی ہوشیاری اور چہل پہل ہے اور ہزار ہزار بارہ بارہ سو سوار مسلح اور کمل کوس کوس بھر کے فاصلے پر جہان تہان گھوڑون کو برابر ملائے پر باندھے خاموش کھڑے ہین اور کہین سو سو دو دو سو پیادے نالون مین زمین کے نشیب مین خندقون مین درختون کی آڑ مین کھیتون مین جھاڑیون مین بندوقین پکڑے توڑے سلگائے چپ بیٹھے ہین چھاونیون مین چوکی پہرے والے ہتھیار لگائے ٹہلتے پھرتے ہین ہوشیار باش بیدار باش پکار رہے ہین شاہزادۂ عالم ایک درخت کی آڑ مین اپنے مرکب کو روکے کھڑا دور سے یہ تماشا دیکھ رہا تھا کہ حسب اتفاق ایک طرف سے ایک غول سوارون کا گھوڑے سرپٹ ڈالے نیزے کاندھون پر یا شمشیر برہنہ اسی درخت کے برابر ہو کر چھاونی کیطرف جاتا تھا شاہزادۂ با اقبال نے یہ خیال کر کے کہ بسبب تیرگی شب کے کسیکو مطلق تمیز اپنے بیگانے کی نہین اپنے گھوڑے کو انہی کے پیچھے گرم تاز کیا پھر وہ سوار و پیادے اپنی اپنی راہ کسی طرف نکل گئے شاہزادۂ نامور بھی ان سے الگ ہو کر ایک مقام بلند تجویز کر کے ٹھہر گیا اور جب خوب دیکھ لیا کہ اب آدھ آدھ کوس سوار و پیادہ نہین نظر آتا اور چھاونی بہت قریب کوئی دو دو تین تین تیر پرتاب پر ہے تو اپنے دلمین یہ سوچ کر کہ ای بدیع الزمان مخمس

ہر کہ او مرد است کے اندیشہ از خوف و خطر	گر ہمہ آفاق را غوغا کند زیر و زبر	گر رسد از جور گردون شیشۂ عمرش بسنگ	تا شود دشمن ... از قرب و جنگ
باشد از مردان بروز جنگ جانبازی کند	مرد میدان شجاعت را نباشد ہیچ سر	تا شود خورشید مدح جان پرواز علم	ہر گز دامن زدشمن روی میدان جنگ
ہر کہ از سر بگذرد کے مردان میدان شود		میکنم جنگ او چو گرد و در تہ دستان شود	
ایک مرتبہ نعرۂ اللہ اکبر جگر سے کھینچکر نعرہ کیا نعرہ		این آن صفدر عرصۂ کارزار	بل نامور اشجع روزگار

شاہزادہ بدیع الزمان یہ رنگ میدان جنگ کا دیکھ کر جو ایک دو سوار یا کوئی پیادہ شمشیر برہنہ یا برچھا اٹھائے سامنے آگیا اسے یک ضرب تیغ واصل جہنم کرکے اپنے باغ کی سمت روانہ ہوا اور اسی طرح سے جو کوئی بیچ میں سدراہ ہوا یا کسی نے تعرض کرکے مقابلہ کیا اسکو مار گرادیا اور بخوبی تمام کوئی چار پانچ گھڑی رات باقی ہوگی کہ اپنے باغ میں رونق افروز ہوکر قبا میں شب روی کو اتار ڈالا اور پوشاک تبدیل کرکے دو گھڑی پلنگ پر جاکر آرام فرمایا بعدازاں عبادت معبود وقت نماز دوگانہ دو رکعت نماز صبح سے فارغ ہوا اور وظیفہ میں مشغول تھا کہ دن خوب روشن ہوگیا اور سامنے سے ترک جوشن پوش نے آکر مجرا کیا اور حسب الایما با ادب ایک مقام پر بیٹھ گیا جبکہ شاہزادہ عالم نے وظیفہ پڑھ کے پوشاک طلب کی ترک جوشن پوش نے عرض کیا کہ معلوم ہوتا ہے آج شب کو پھر حضور تنہا بہ میدان جنگ سوار ہوگئے تھے اور افسوس صد افسوس غلام کو ہمراہ رکاب خادم فراموش کرکے ہمراہ رکاب سعادت انتساب نہ لے گئے شاہزادہ عالی مقام نے متبسم ہوکر فرمایا اے ترک جوشن پوش شعر این سعادت بزور بازو نیست ٭ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ ٭ اسکو محض تائیدات ایزدی اور فتوحات غیبی سمجھنا چاہیے ورنہ میری کیا اصل حقیقت ہے جو میں ایسی جرات اور بہادری کرسکوں القصہ ایک عرصہ بعید تک یہی دستور اور معمول شاہزادہ بدیع الزمان عالیشان کا رہا کہ ایک شب تو ملکہ گوہر ملک کے پاس جاکے مصروف عیش و طرب رہتا اور ایک شب معرکہ حرب و ضرب میں بسر کرتا تھا نوبت بہ ایں جا رسید کہ ستائیس شبخون لشکر کفار پر مارا اور اسی تدبیر سے لاکھوں فوج گنجاب کی برباد اسفل السافلین پہنچائی لیکن اسپر بھی ہمیشہ متعجب و متحیر رہا کہ نعرہ قاسم ہر روز گوش زد ہوتا تھا اور کہیں پتا اور نشان شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم کا نہ پایا کہ وہ مرے کے کس طرح حال ہوتا ہے اور پھر حسد کر بجدال و قتال سے نکلکر کہاں چلا جاتا ہے آخرکار جبکہ لشکر گنجاب بہت قتل ہوا اور جہادنیاں بیدین جہنم پہنچے لعین ایک روز کی نقل ہے کہ گنجاب نے سرداروں کی جانب مخاطب ہوکر فرمایا کہ صاحبو دیکھتے کا عرصہ گذرا کہ یہ معرکہ شبخون اور ہنگامہ جدال و قتال برابر ہوتا ہے اور لاکھوں سوار و پیادے میرے لشکر کے مارے گئے اور ہر روز میں نے کس کس تاکید اور کیسے کیسے توفن بلیغ سے بہ آہستگی نرمی تم سب کو سمجھایا اور حکم دیا کہ صاحبو لشکر کا انتظام کرو اور انجام اسکا دیکھو جس طرح سے ہوسکے تجسس و تلاش تمام امیر حمزہ کی فوج و سپاہ جہاں قیام پذیر ہو وہاں کا سراغ بہم پہنچاؤ مگر آج تک تم کسی سے کچھ تدبیر نہ ہوسکی کیا ہور خون آشام اور صلیل دراز ترکیب دونوں سپہ سالاروں نے نہایت رنجیدہ اور کشیدہ خاطر ہوکر عرض کی کہ یا پیر و مرشد شعر اگر شہ روز را گوید شب است این ٭ بباید گفت اینک ماہ و پروین ٭ جو کچھ آپ فرماتے ہیں ہم غلاموں کو بسر و چشم بجا لانے کے کیا تاب ہے جو خلاف مرضی مبارک کچھ جواب دیں یہ بات تو مشہور ہے شعر خلاف رائے سلطان رائے جستن ٭ بخون خویش باشد دست شستن ٭ بجز ہم جان نثاروں سعادت میں کیا عرض معروض کریں آپ ہی چشم عدالت اور فراست ملاحظہ فرمائیں کہ ہم خانہ زادوں کا اس میں جرم اور قصور کیا ہے کہیں بھی کسی نے یہ تماشا دیکھا ہے سلف سے کتابوں میں کسی بادشاہ کی لڑائی کا یہ حال سنا ہے کہ ایک طرف تو لشکر تھا آدمی آرکھا ہیں اور طرف ثانی کا کوئی متنفس کشتہ و زخمی نظر نہ آئے گنجاب نے کہا کہ یہ تقریر پر تزویر تمہاری قابل سماعت نہیں ہوسکے واسطے کوئی دلیل بھی لازم ہے یوں کسی کی شرافت پر اتنا درشک و حسد ہاں فرما اور بیجان کرنا نہ چاہیے فقط تم سب صاحب اس حیلے بہانے سے پہلو تہی کرتے ہو تو کیا مضائقہ ہم خود متوجہ ہیں اور تدبیر اپنے لشکر کی آپ کرونگا صلیل دراز ترکیب نے کہا کہ حضور آپ کچھ مقدمہ فرمائیں بعد برخاست دربار ہم دونوں خانہ زاد در دولت پر حاضر ہوکر بقدر تبعیت بندہ دست اور تحمل جو کچھ عرض کرینگے اگر پسند آئے تو اسی پر عمل کیجیے ورنہ جیسا ارشاد ہوگا بجالائینگے گنجاب نے کہا یہی سہی کچھ قباحت نہیں پھر کوئی دو گھڑی بعد دربار برخاست کرکے داخل محل ہوا اور کیا ہور خون آشام و صلیل دراز ترکیب بھی بعد برخاست جو کہ سردار اور ناموران اور ممتاز نامور تھے ان سبکو جمع کرکے باہم مشورہ کرنے لگا اس عرصہ میں گنجاب نے دونوں سپہ سالاروں کو اپنے پاس طلب کرکے پوچھا کہ مطلب اصلی تمہارا اس خلوت سے کیا تھا اور کیا تدبیر انتظام لشکر کی پیش خود تم دونوں نے تجویز کیا بیان کرو کیا ہور خون آشام نے عرض کی کہ غلام کو یقین واثق ہوگیا ہے یہ مفسدہ اور فتنہ انگیزی شاہزادہ بلند اقبال کی ذات پاک سے ہوتی ہے بجا ہیں حضور باعث رشک حسد کا سمجھیں اور نہ مانیں لیکن اسمیں سر مو خانہ زاد کو فرق اور تفاوت نہیں معلوم ہوتا گنجاب نے کہا کہ اچھا کن دلائل اور براہین سے تم سب کہتے ہو پہلے مجھے سمجھا دو کس لیے کہ میرے ذہن میں یہ بات کسی طرح سے نہیں آتی اسکے سوا تم میں سے کون ہے بڑائی کی جو غرض وہ یہ مفسدہ برپا کرتا ہے اور سوائے اسکے ایک جان واحد سے وہ کوئی ساحر ہے یا کوئی دیوزاد ہے جو آج تک تمام فوج و سپاہ میں تلاطم ڈال رکھا ہے اور لشکروں سے آتا ہے لاکھوں سوار اور پیادوں میں سے پھر نکل کے زندہ و سلامت کیونکر چلا جاتا ہے ہمارے لاکھوں آدمی کیا اندھے ہوجاتے ہیں کہ

اگر آج مین بخیال تامل اندیشی کے جسپر عمل کر جاؤن تو کل تمام سرداران فوج اور اہالیان دربار بارگاہ گنجاب مین مجھے دیکھکر طعن اور تشنیع
کرینگے اور بزدلی کا مجھپر لگائینگے اگر آج پسر حمزہ شبخون لاتا تو زندہ و سالم و صاف بچکر نکل جاتا تو ہم سمجھتے کہ وہ بڑا بہادر اور دلاور ہے وہ تو بیچ
کو چڑھ گیا اور صاحب ہیم تیغ تیز اور خنجر خونریز سے اپنی جان کا بچا گیا ہی اُسکے حق مین کچھ خوب ہوگیا پس یہ باتین سننا مجھے گوارا نہین مثل

دم نزدی مین نرم تا در تن من جان بود ۔ ترک سر کردن بمیدان شیوۂ مردان بود
جان چہ کار آید اگر در مردم خصمان بود ۔ مشکل است آنکہ لیکن پیش مرد آسان بود
روز رزم اندیشہ کردن کار نامردان بود ۔ در سواد اسکے یہ کسعر میم کتا کر دگا جہان

درین فہم کار چہ دارد خان ۔ غرض یہ کہکر اور خوب سمجھا کر ترک جوشن پوش کو رخصت کیا اور گھوڑے کو سمت میدان گرم عنان
کرکے روانہ ہوا بعد رخصت شاہزادہ رستم صولت کے ترک جوشن پوش بھی بجاوت معہودہ اپنے کام مین مشغول ہوا اب حال شاہزادۂ
باقبال کا سنیے کہ جسوقت شاہزادہ عالیمقام قریب لشکر گنود افلام کے پہونچا اُسنے ملاحظہ کیا کہ آج تمام لشکر مین عجب طرح کا سناٹا ہو رہا ہے کہین
کسی خیمہ ڈیرے مین روشنی شمع و چراغ کی نظر آتی ہے نہ کسی خیمہ ڈیرے کے آگے کوئی پنجشاخہ روشن ہے نہ کسی جانب سے آواز چوکیدار و دلدار
کی گوش زد ہوتی ہے یہ حال دیکھکر شاہزادۂ باقبال نے اندکے تامل کیا بعد ازان دل مین یہ خیال کرکے کہ لشکر کفار نے ضرور میرے دھوکے
دینے اور قریب مین لانے کو یہی ایک چال بدوری و مکاری کی چلی ہے کہ اس گھات سے اسکو گرفتار کیجیے یہ سب جلیل تو صبح اور صبر ہی شہ کی
قادر و قدیر ہے مین خوب جانتا ہون شعر ہزار دشمن اگر میکنند قصد ہلاک ۔ گر تو دوستی از دشمنان چہ دارم باک ۔ یہ چال خوب سا آپ کو سنبھال
کے یہ دونا کر کنتیون کا ورد زبان کرکے دو ہاتھ ہر طرف رکھے چوم چلے اور جست ۔ دیکھ کتراتے ۔ ایسے بوت کوت کے کاگا ماس نکل گئے
ایک مقام پر مرکب کو روک لیا اور نعرۂ الله اکبر کے بعد بلند کیا

سر فتنۂ کشور باختر ۔ نہنگ دلنگی اژدر ہیبت سر
تہمتن توان گرد لشکر شکن ۔ قوی پنجہ سہراب و برزو و بیژن
کنم دیو را دیو را زیر دست ۔ بیک ضرب شمشیر تیغ بست
ز لزل فگنیم شبخون زدیم ۔ بے رزم و کین غرا میزنم
بدرم اندرین لشکر گنجاب ۔ تمامی رخ از گیو و افراسیاب

نیرہ آسمان رشک در رستم شکوہ ۔ ماہ اوج اقبال اختر گروہ
ستہ نامور پنجہ تاب یلان ۔ دل و جان سلطان صاحبقران
بجوانے کین شاہ ضیغم شکار ۔ بدیع الزمان نام یل نامدار
من آن یکہ تاز دین کارزار ۔ کہ ہمسر ندیدہ کس سوار
ازین تیغ طہمورث و دیو بند ۔ بود رزم دل شیر چرخ بلند

ای لشکر گنجاب اور ای فوج کفار علیہ اللعن و العذاب ہر کہ اند
داند و ہر کہ نداند الخ ملک باختر صاحبقران پہلوان تہمتن بدیع الزمان لشکر شکن
ہی نعرۂ شاہزادۂ بدیع الزمان عالیمقام کے دست چپ سے دوسرا نعرہ شاہزادہ خاور سیاہ کا ہوا

آمد ملک قاسم ابن شاہنشاہ خاور سیاہ

زدم تیغ بر نیزہ بر شاہ ۔ زآب دم تیغ شمشیر ۔ ابد باختر رسید بر زمین ۔ اگر تیغ بر کوہ ... دارم
در تن شاخ کا و زمین بر تنم

پس یہ تو یہ عالم تھا کہ ساتھ نعرۂ اول آواز کے چلتے تو جدھر سے نعرہ کوہ شکاف شاہزادہ بدیع الزمان
فرزند امیر قلی قاف پیدا ہوا تھا لاکھ سوار سلح اور کمل نے اپنے اپنے گھوڑے دوڑا کے چودہ کوس کے فاصلہ پر چارون طرف سے حلقہ مار
کے محاصرہ کر لیا بعد ازان اسی طرح سے تیس چالیس ہزار سوارون نے تاخت کرکے ترک جوشن پوش کو کہ وہ بنام شاہزادۂ خاور سیاہ
ملک قاسم نعرہ کرکے کئی روز سے شریک شبخون ہوتا تھا گھیر لیا اور جو سوار اور پیادہ اپنے خیمہ ڈیرے سے باہر نکلا آہ مین
چھوٹی سی ایک مہتاب روشن کیے ہوئے اپنے ہاتھ مین نیزہ یا تلوار یا کوئی اور ہتھیار لیے دوڑا آتا ہوا طرفۃ العین مین فیل فیل پیل نل نل
ٹیپے ٹیپے قشون قشون دستے دستے گروہ گروہ انبوہ انبوہ جوق جوق پیل کے پیل سوار و پیادے سلاح بند آمادۂ رزم و جنگ چار طرف
سے مثل مور و ملخ امڈے چلے آتے تھے اور بسبب کثرت روشنی مہتاب اور مشعلون اور پنجشاخون کے اگر کوئی سوزن بھی کسی کے
ہاتھ سے اُس میدان مین گر پڑتی تو معلوم ہوجاتا تمام لشکر گنجاب نے اُس شاہزادۂ عالیجناب اور ترک جوشن پوش کو بخوبی
پہچان لیا اور شور و غل کرکے ایک ایک کہتا تھا کہ واہ واہ کیا قدرت خداوند قاہر ہے شعر یار درخانہ و ما گرد جہان میگردیم

آپ سے در کوزہ وین تشنہ وہان بیگم ہے یار دیبہ تو دی حکم قار وس کا بیٹا ہے جسکو گنجاب نے شاہزادۂ بلند اقبال خطاب دیا ہے اور دو سرا دو بیجسویا
شیر و بیہ دوش خاموش کھڑا ہے ترک جوشن پوش نگرا اور رو قی سرکار پیغمبر مرسل کا ہے دونون سپہ سالارون اور سب سردارون اور افسرون
نے جو یہ ماجرا سنا تو جلدی سے گھبرا کر اس کے سنتے قہقہہ مارتے خوش ہوتے ہوئے لپٹا لپٹا نے خیمون ڈیرون مین سے نکلکر گھوڑون پر
سوار ہوئے اور لینا لینا جانے دینا نہ جانے دینا کہہ کر کمان پکڑتے اور فوج کو بہت سی تسلی اور دلاسا دیتے تھا وہ رہے وہی تباہی بکتے ہوئے
گرد ہو ان دو نون بکراؤن کو خبر دار کسی طرف سے بھاگ کر زندہ و سالم جانے نہ پائین جھٹ پٹ وہان تک پہونچے حسب اتفاق ادھر جب
ترک جوشن پوش نے بخیال سن اس اندیشی کے کہ آج تمام لشکر کفار مین انتظام اور بندوبست تمام ہے پس خدانخواستہ مبادا آقا نے نامدار
یعنی شاہزادۂ عالی وقار کہین گھر جاے اور مین اُنکے قدام عالی تک نہ پہونچ سکون تھوڑے سے فاصلہ پر شاہزادۂ نامور کے نمودار ہوتے ہی
تھا و سپاہ و ملک قاسم کیا ہوا اور بسبب روشنی مشعلون اور شمعون کے دیکھا کہ شاہزادۂ عالی مقدار گھوڑا نیزہ دارون مین مثل تیغ تشنہ
ورسنہ کے نیستان کے جنگل مین نمودار ہوا جس طرف کو جا آرہا ہے کفار نابکار مثل گلۂ بز و میش پراگندہ ہو کر اسکے سامنے سے بھاگے
بھاگے پھرتے ہین ترک جوشن پوش نے ہر چند چاہا کہ لڑتے بھڑتے کسی طرح سے ہم بھی متصل شاہزادۂ رستم دل کے پہونچ جائین مگر
بسبب کثرت سوار اور پیادون کے نہ پہونچ سکا ناگاہ نگاہ شاہزادۂ عالی جاہ کی جو اسطرف کو آ پڑی تو ترک جوشن پوش کو بکمال جرات
و دلاوری کے آمادۂ رزم و پیکار دیکھکر اپنے دل مین سوچا کہ بیشک یہ بھی بہادر ہے ملک قاسم کا لیکر نمود کرتا تھا اور بطور محبت نظر رفاقت
شریک حال میرے پہونچی ہے جو تا تھا اسکی دلاوری اور جانبازی پر شاہزادۂ والا ہمت نے بہت سی تحسین و آفرین کرکے بیساختہ
نام ترک جوشن پوش کا لیکر باواز بلند فرمایا کہ بہادر جا ماہ در جوانمرد

آخر ای رزم تو فوج عدو بسان جبل	تو آن دلاوری ای شیر دست رزم و جدل
چنین برشتی تو گرم کہ بہروز دست	از سیل رزم و قیاس دگران بجز جبل

ای بہادر ظفر اراد و ای دلاور میدان کارزار سبحان اللہ سبحان اللہ
کیا کہنا سمجھی بی تمام تیری کارزار دیکھ رہا ہون بہادر خبردار ہرگز ہرگز اپنے دل مین یاس و ہراس نہ لانا اور نظر بر کریم کارساز رکھکر کسی طرح کا
وسواس نہ کرنا شعر۔ امداد رہو جہان ہر لحظہ دارنگہ + سیر و باغ شجاعت بجز حمیلہ جلا + مبادا و جہاد قدم آگے سے پیچھے
نہ ہٹانا چاہیے اور آج تو بدست میدان حرب و ضرب کرکے ہاتھ کفار کشی سے کبھی نہ کھینچے کہ جنت واسطے غازیان دین اور مجاہدان
شمشیر شکار کے ہمیشہ دو رہتا ہے اور حوران گلزار خلد برین جام شراب حوض کوثر ہاتھون مین لیے واسطے مومنین کے دعا کرتی ہین اگر قضا
بہار آن پہونچی تو خلعت گلگون شہادت پہنکر سرخرو دارین ہوتا اور جو با فضال ایزدی اور تائیدات غیبی اس فوج کفار لشکر
اعدائے نابکار کو مار کر بھگا دیا اور فتح و نصرت تمھیں زندہ و سلامت میدان سے نکلتا ہوا تو پھر اسوقت بارگاہ گردون اشتباہ پہلوانی مین جہان
پانچ چار پانچ پچیس سرداران نامی اور پہلوانان گرامی جا بجا بیٹھتے ہین لیکن تمہاری رسائی اور دلاوری تحسین اور شمشیر زنی و شجاعت شعار شہامت
کردار بڑے بڑے نامداران جلیل القدر اگرچہ دیکھین پایۂ سریر سلطانی شہنشاہ لشکر اسلام کا تمنا اپنے دل مین رکھتے ہوئے ہونگے وہان تو اپنے
رتبے اور مرتبے کو بحضور سلطان ظفر احتشام امیر حمزہ عالیمقام دیکھ کر آن واحد مین کیا ہو گیا ترک جوشن پوش نے بصد خوشی زبان
زبان اعجاز بیان سے شاہزادۂ عالیشان کی مشکور عرض کی کہ او مشفق الکرام سر اور جان اس غلام بے مقدار کے پہلے سے آپکے نثار
و تصدق ہو جائین تو بڑا افتخار اور سعادت غلام کے واسطے ہو گی شعر۔ این سر کہ بار دوش بود فدا شد • این بار گران بود ادا شد چہ باک
لیکن اگر چشم زخم حضور کے دشمنون کو پہونچے تو جناب احدیت وہ ساعت نہ دکھلائے شعر۔ بوستان عمر و باغ دولتت پایدار
جسمد [illegible] گلستان [illegible] • پس اتنا کہکر وہ نہال علم آمود [illegible] باشمشیر [illegible] فوج کفار کی جانب مخاطب ہوا اور کس تہوری اور مردانگی
سے شمشیر زنی کرتا تھا کہ دوست و دشمن کے منہ سے بیساختہ واہ واہ نکل جاتی تھی وہ ذکر جسکے سر پر تلوار اسکی پڑ گئی جیسے [illegible] کا تو دو ٹکڑے تھا
ایک ہاتھ اور سر مانند تن سے جدا ہو کے گر پڑا جسکی [illegible] شماری سے باقی نہ رکھا لاش پر لاش گرا دی دشمنون کے پشتے لگا دیے
دھڑ پر دھڑ [illegible] چارون طرف پڑے نظر آتے تھے بازار ملک الموت کو گرم کر دیا [illegible] اجل در کار [illegible] کوئی کوئی [illegible]

نیم کہ باغبان قدرت نے روز ازل سے بروئے اعدائے بیدین کے مسدود کر رکھا ہے اور دوسرا جانب گذرگاہ نار جہنم کہ وہ بجلی
خلبندان قدرت واسطے کفار بیدین کے وا تھا اور اذن عام ہو کہ اب جہنم لعین لوگون کے لیے کھلا ہے اور اُنی اعلیٰ وضیع و شریف خرد و کلان
پیر و جوان سوار و پیادے لشکر چار کروڑ فوج کم جاب سے جسکا بس ہوسکتا ہے سبھی چلے بھاگ کر دوزخی ہو کر اُلٹے مرتے جیا کا نہ چلنے مین ہمت
و مزاحمت اُس فرقہ مین کسی کی نکرتا اور دامن اور بجائے شعر کہن سوائے بیابان کے ربع زمین پر نہین وہ مرغان روح بندگان لعین بسملان
اور مذبوحان دست حق پرست بے کھٹکے بیچ جہان سے یہان آکے آشیانہ اور نشیمن اپنا اپنے بناتے مین ہزارون سر کٹے ہوئے بشکل نارنج و
ترنج اور ٹکڑے ٹکڑے ہوئے سپاہیون کے چارطرف ٹپے لوٹتے پھرتے تھے اور بال سرون کے بشکل سنبل پریشان خاک و خون مین غلطان نظر آتے تھے
آنکھین مقتولون کی مانند چشم نرگس بحیرت وا اور دانت و ہاتھون اُن لعینون کے بشکل شاخہائے دہقان خشک سرخ زدہ قلم کردہ کے
جدا جدا ہزارون پیاسے سے لعنت قفس مین بشکل غنچہ ہو گیا خشک مُنہ کھلے ہوئے اور سیکڑون سنگ حیرت مجروح تشنہ لب مارے
عطش کے بشکل سوسن زبانین مُنہ سے باہر نکلی ہوئی کثرت جراحتہائے نیزہ و تیغ و خنجر سے مقتول بسملان تختہ لالہ زار چشمک نگین اور جہانچ
بیابان میدان مدام دو بلکہ گلہائے زخم ہزاران ہزار خندہ زن صحرائے خدنگ کے بشکل گل نیلوفر کے میدان جنگ مین نمودار اور گریبان
بندوق کی مانند ہو گرے کہ بھولون اور گلہائے رنگا رنگ سے آگ کے شعلہ و تیر بیرون کمان جستہ کے بطور انبار ہائے غبار اور کثرت
بارش تیر سے سرو تن برنگ گل خار دار لب زخم مانند فوارون کے خونفشان اور فوارون کے ہزارون کا زہیون کی کڑیون پر گمان
طغیانی آب تیغ سے جاری ہو دوان اور شدت خونریزی سے بہت سے حوض خون کے سر میدان گھوڑے کی مانند باد پا یانی تیم کے سر
تند نگاوین جوان اور کثرت گرمی غضب سے عرق انفعال کا تمام اعدائے بیدین کی پیشانیون پر مانند قطرات شبنم کے نمایان صدائین
کمانون کی کڑکون کی اور سپاہیون کے غلغلے کی ہرطرف سے گوش زد ہوتی تھین اور عندلیبان جان دلیران کا زمانہ و مرغان روح
سینان جسم ہائے ناپاک قفس عنصری سے پرواز کنان شاخسار فنا پر جاکر بیٹھی تھین حضرت عزرائیل بشکل صیاد دام اجل گسترده
بہ یکبارگی بیٹھے ہوئے اور حلقے کمندون کے مانند حلقہ ہائے دام گلوگیر سرکشان گمراہ نظر آتے تھے اور از بسکہ اس بوستان جہان کی
کیفیات تو بطور ہوائے عالمگیر کے مشہور ہی کہ بہار و خزان قدیم الایام سے بسبب مشیت گلچین قدر ہم آغوش اور خارون مین گل اور
گلون مین خار ہمدوش رہتے ہین یعنے اچھے برے ہر ایک قوم مین سب جگہ ہوتے آئے ہین جہان لکھو کہا بوم ضال بشکل زاغان
بدفال وہ فرقہ بے پیر اعدائے شریعت ملعون ہوکے دشمن کینہ جو گرد و پیش شاہزادہ با اقبال کے مصروف جنگ و جدال تھے وہان
ہزار ہا ہمچو اسی قوم مین ملال زادے شریعت و نجیب ارباب فراست اصحاب خرد لستیاز نکو با انصاف ایسے تھے کہ ہرچند بسبب
مخالفت و بوجہ عداوت دلاوری و شجاعت و چستی و چالاکی و تیزدستی و خونریزی اس شاہین شکار شاہزادہ فلک اقتدار کی دیکھکر مانند عندلیبان
گلشن تصویر عالم سکتہ مین محض بے پر و بال تھے اور زبان طوطیان شیرین بیان ان بچون کی شکرستان مدحت شجاعت و تہور اور قوت
مین اُس ہمائے اوج سعادت کے یہ دفتر عجز لال الال از بسکہ ضبط نہین ہو سکتا تھا تو بیساختہ واہ واہ کرکے باہم کہتے تھے کہ اے دانا
مصفیر و فی الحقیقت یہ شاہزادہ بدیع الزمان عالی مناقب والا توقیر کے ہی کہ ایک جان واحد پر یہ مجمع کثیر لو لبوہ غفیر یا و ذیر انقیاد
شمشیر با نیزہ و تشتہ تبرون کا منہ سا جسا رہے ہین اور اسکی تیوری پر بل نہین پڑتا کس خوبصورتی سے لڑتا اور آپ کو بچا بسیارون
کو تیغ بیدریغ کرتا چلا جاتا ہی قسم ہو اپنے دین و ایمان و طریق کی کہ اگرچہ فلک پہلا کون وسے تین چرخ اور کاتب بھی ابن خیال یا جمع
صاحبقرانی اور سرو چراغان گلزار ابراہیمی کے ثانی اور کسی کو اس گلستان جہان باین شگفتہ جبلی گلگشت بہار میدان رزم کرتے
دیکھا ہوگا واہ واہ شعر آفرین باد آنچنان پدری * کہ از و ماند این چنین پسری * ادھر فوج کفار نابکار کا یہ حال ہو کہ
وہ جو دو سو نوجوان گبرو گبرو اپنے زور و طاقت پر نازان ہوئے کہ بدم قوت و ماغون مین بھری ہوئی جوش خون سے
وحشت وہ بھلا او بہ دو بند تھے وہ بسبب قوت دست و بازو حتی الامکان خوب ہی بلند پروازیان کرکے بشکل ہوتا اور شیر بیشہ ہیجا

بہار ہی مین مرین تو بہتر زیادہ رنج و محن نہ دیکھین مری حیثیت ہی ہمصفیرو کہ ہم خزان مین چمن ۔ دیکھیں بہ طاقت تیغ آبدار
اُس شاہزادۂ نامدار کے ہرگز یہ جرأت انسانی نہیں پہونچے باقی ماندہ جتنے کہ سوار و پیدل تھے آپس مین کچھ تو مثل زاغ و زغن دور ہی دور
سے شور و غوغا کرتے نیزے اور تلوارین دکھلا رہے تھے اور باہم کہتے تھے کہ گنجاب کی وہ مثل ہے کہ شعر کڑی جو لٹو ہے نے کوئی
کینے سے چڑایا سمجھا کہ نہیں باز کوئی مجھے کھلان گیر ملے نے ملک مین اپنی رعایا اور ہم سب مارین پر جو جی چاہے وہ حکمرانی کرے اگر ایک کی بس
فریب کے جال مین اُس شاہباز اوج شجاعت کو اب تک پابند کر رکھتے تو اچھا تھا اور ہم اس سے کرتا تو بڑی بات ہے یہان تمہین اور ایک کرو ہم ٹھہرا
تو طرہ بغیری مسر ہر شخص ہم تھمک رکھ لیتا معلوم ہو جاتا آپ اعلانیہ ہم الٰہی ہین کہ دیدہ و دانستہ اپنی چڑیا سی جان کو پنجۂ شاہین اجل مین ڈال دینا
جو رند کو بلانا ہم اولاد کو بے وارث کر کے ہزارون ارمان لاکھون حسرتین دل مین بھر سے ہونا سے اوٹھ جانا ہمارا جو کام تھا وہ ہم کر چکے حق نمک سے
ادا ہو چکا کہ اے آفت روزگار بلائے بیدرمان کو محاصرے پے اب تک روکے کھڑے ہین اب وہ بڑے بڑے سردار بہادر القمہ سپہ سالار گردنکش
لاکھون اشرفیان روپیہ پاتے تھے اور وہ ٹین ہی سے ہو اپھوے کچھ شا اٹھاتے رات دن عیش چین کرتے پھرتے ہین کہان اٹھ گئے ذرا اس بلا کے مقابلہ
کرین اسے گرفتار کیون نہین کرتے ہم تو اگر اس بادشاہ مخالف جبر و ستم اور دوام اکام سے سفر ملتا ہو تو خداوند یہ ہزار ملک باختر جہان ہم جا بیٹھینگے
آب دانہ ہمارا کھینچے لیگا اور از راہ انصاف ہمسے کوئی پوچھے تو جس دلیر نے قاہر تہمتن کی کمان کو تنکے کی طرح سہو بار توڑ کر پھینک دیا ہو
شستوری رستم ایسے پہلوان قدرت کو زیر کرکے چھوڑا لا چاری دانستہ مین تو اسیر تھے یا بہت اشکال و محال ہو رہے ہو جانا انکا
ہنسی لات و گزاف کرتے ہین البغض و حسد سے کہین نہ خوف ہو ری شکار

ہو دہی کے مقابل جو کلنگ گر آپ ۔ یہ اسکی حماقت ہی دل کی نہیں تقصیر
کیا سمجھ کہ جو جاپخ ش لپ سا کہ ۔ ہین تو نہیں خشک سکین تقریر
ہم ہووے نہ خورشید جہانتاب کا ہمسر ۔ کو موش نکو دشکار کرے لو تعجب
حق یہ ہے کہ پرون کی ہو تھی جی حساب ۔ جاوے جس کشتی کو اگر دیکھین تحقیر
کیا مارے سلاوینکا کہ بیٹدکی گر ۔ شاہین ہے ہم خیمہ ہون کیا خاک ہو صدر
کیا ہارشک کرے چین یہ سینہ کا ۔ کلب روز درخشان کے مقابل ہو شب تیرہ

ام ایسکے درین مین شہزادہ مردانگی جو شخص بود سے ہین انکا یہ رنگ تھا
کہ پیچھے سوارون کے پیچھے سے تلوارین ہاتھون مین کھینچے وہ مین سے جھکاتے اور دکھاتے سپر سینہ کی بناء و کیے مقابل جان شل پیادہ تھے آہ

ہوا تیغ ناخشک آن روز کین ۔ چو برگ خزان دیدہ در وحشت کین
یکے نیزہ سان گرز افراختہ ۔ دلے چون گل رنگ رو باختہ
سنان شکین یکے تند و تیز ۔ چہ چشم غزالان نظر بر گریز
یکے غرق زرہ داد چسپان ۔ کہ در آئینہ عکس یک دل نہ جان
یکے نیزہ در دست در باختہ ۔ دلے چون مصور بر و تاختن
یکے بر میان بستہ خنجر پرسید ۔ دلے بود در لرزہ مانند بید

جہان شاہزادہ عالیمقام نے ذرا اپنے مرکب کو کسی طرف مہمیز کر کے حملہ کیا ان نامردون کا یہ حال تھا کہ دس دس بیس بیس مل کر جو ڈرکے ہون
کے گھوڑون پر سے گرتے تھے اور پکارتے تھے کہ یارو لینا ہمارا تو اس ظالم اظلم نے کام تمام کر دیا سیکڑون کی تلوارین کند ہاتھون سے جو ہاتھ
سے گر پڑتی تھین ہر چند اگر اسکے ساتھ والے کہتے تھے کہ یہ ذخیرہ گھبراؤ نہین پس عزہ ادہی صف پر کھڑا ہوا اِدھر تو وہ آیا نہین تلوار اور
نیزہ تمہارے کسنے ملا لیو مگر زہرہ تو نگ گیا وہ منہ سے خجلی کہتے تھے کہ تم سب کو ظرافتین سوجھتی ہین ہمارے کوسے اتر گئے کسی نے کہا میرا ہاتھ
ٹوٹ گیا کوئی کہتا تھا میرا جگر پھٹ گیا ہین کوئی دھمکی ہوا کہان ہون سارے لشکر پر خوف اور ہراس چھا گیا تھا مگر لحظہ بلحظہ اور دم بدم
سوار پیدلون کی کثرت ہوتی جاتی تھی اور چار طرف سے کمک اور فوج چلی آتی تھی یہ حال تھا کہ باوصف اسکے کہ شاہزادہ عالی منزل کے
بہت متصل ترک جوشن پوش آمادۂ رزم و جنگ تھا لاکھ کیا ممکن کہ دونون بہادر الجھ پڑے ہون کے حرب و ضرب کرتے اسقدر جب جو ہوا
ہجوم و ازدحام ہے کہ ایک بالشت اور ایک چپہ زمین کا خالی کا کثرت فوج سے ہزار فرسنگ کے برابر معلوم ہوتا ہے کہ کماندارون نے
اسقدر بارش تیر کی ہے کہ تمام جسم اطہر مشبک ہو گیا ہے اور گھوڑے کے جسم پر ایسے تیر لگے ہین کہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گھوڑے نے پر پرواز
جو ہو نکالے ہین دو پہر کامل کا عرصہ ہو چکا کہ شاہزادہ بدیع الزمان شمشیر زنی کر رہا ہے قبضہ تلوار کا بسبب خونریزی سے کے دست
حق پرست مین جم گیا اور فوارہ خون کا دہانے زخم سے ہو رہا غرض جس وقت کہ چہرہ شاہزادہ گل پر سے گل نافش ہو گئی اور گیا ہوا خون اسکا

اور مہلیل ورازترکیب تک پہونچی کہ شاہزادہ بلند اقبال بنام بدیع الزمان پسر حمزہ اور ترک جوشن پوش بنام شاہزادہ
تھا اور سیاہ ملک قاسم نعرہ کرکے مبتنی فتنہ انگیزی اور فساد انگیزی اور موجود خونریزی و ہنگامہ پردازی شبخون کے تھے سو آج دونون کو
افواج قاہرہ پیغمبری نے محاصرہ کرکے چھان لیا ہے اور ابتک کسی طرف سے نکلا زندہ و سالم جانے نہین دیا اسوقت دونون ملعونون نے
زہرخند کیا اور اپنے رفیقون سے کہا کہ بقول صاحبہ شعر تمہارا حسن روز افزون کہ یوسف و شہرت در ہم ہوگی عشق زلیخا زیدہ عصمت ہو ون آرزو لیجا را ہ
جسدن کہ حکیم فاروس نے بتقریب معالجہ ملکہ گوہر ملک اُسکی ملازمت پیغمبر برحل سے کرائی تھی اور معرکہ کمان قہرمان اور کرشتی نستور مین لتا
ایسے پہلوان کا دیکھا ہم سمجھے ہوئے تھے بعد اسکے دو شبخون الہی سے بدرجہ پیغمبر برحل اجل کو مہر تسکنا یتہ سمجھا تھا یکہ ناچار پیکار سے ا
برملا صاف کہدیا کہ ای گنجاب یہ تمام صف دیر دارتی اور خروش شبخون بسبب جوش شباب جناب والا شباب شاہزادہ بلند اقبال کے ہی
دس خانہ خراب نادان اور احمق نے ظلق ہما اُکسنا سنا اور بیہودہ ہوائی سمجھا ہلو تو اس بات مین نہایت تحیر اور تعجب ہو کہ خاوند لعقا نے
اسکو طرہ پیغمبری کس حساب سے اور کیا اپنی مشیت مین بہتر سمجھکر عطا کیا مگر ایہا الناس آج تم سب دیکھنا کہ جیسا کہ اس سرحارزادے
حکیم زادے کے مثل فوارہ سرکشی کی دم کیسا اسکی بچتی تاہ کبر و نخوت کو ابھی ہلکا کر خدا بعین بین خاک مین ملا دیتے ہین اور اسکو طوق گردن
مثل قمری کر کے غمزہ کو اسبتنگا اور بحضور گنجاب جانے بہت جھکنا کر سلام کرینگے یہ کہکر اپنی پلٹنون اور سب سردارون اور فہران کو
کو ہمراہ لیکے گیا ہو رخون آشام اور مہلیل ورازترکیب دونون سوار ہوئے اور پانچ ہزار سوار و پیادے کی جمعیت سے اس
میدان کارزار مین جہان کہ شاہزادہ جلیل الاقتدار معرکہ آرا تھا ہو پہنچے تو اب وہ وقت ہو کہ باغبان فلک انداز انجم و خوشہ پروین لئے
گل چاندنی کو دو دستہ شب مین چھپائے سمت مغرب روانہ ہوا اور گلشن جہان مین شہرہ شگفتگی گل خورشید کا مشرق سے تا مغرب ہوا اینجا ات
آخر ہو گئی اور بخوبی روز روشن ہو چکا ہو تو ان دونون سپہ سالارون نا بکارون نے دیکھا کہ وہ شیخ و شیر شل عقاب فوج گنجاب پہ چھایا ہوا ہو
اور جسطرف چکل کشا ہوتا ہو سیکڑون کفار کو مانند شہپر شہسوار دیو بند سے مانند صید لاغر کے بسمل کرکے خاک و خون مین لٹا دیتا ہوا اور
ایک طرف ترک جوشن پوش کا یہ حال ہو کہ سر سے پاؤن تک زخمون سے چور بکمال سر در مصروف جنگ و جدال ہو آخر الامر
جبکہ دو پہر کامل خوب شمشیر زنی کر چکا تو بوفور زخمہاے کاری اور شدت سوزش خون کے غش پر غش طاری ہو چلا اشقیاے بے پیر
فوج اعداے شہر نے کمندین ڈال کر ترک جوشن پوش کو اسیر پنجہ تقدیر گرفتار دام بلا کر لیا شاہزادہ والا تبار نے جو حال گرفتاری
ترک جوشن پوش کا بچشم اپنے دیکھا تو رفاقت اور محبت اور جان نثاری اور وفاداری پر اُس دلاور کی آحسنت و صد
مرحبا لیکن نہایت متاسف ہوا اور بصد درد و غم با چشم پرنم یہ مصرع پڑھکر ع درین حدیقہ بہار و خزان ہم آغوش است
اپنے جی مین سوچا کہ فی الحقیقت سرسبزی گلشن فتح و ظفر اور بہار رزم و پیکار کی موقوف اور منحصر فقط آب بخشی سحاب رحمت باغبان
قدرت و تائیدات خلبند کا ناشتہ ہو کسی دلاور اور صد دشنور کو رنگ و بوے گلزار شجاعت اور اپنی بلند نامی اور سرخروئی پر ناشتہ ٹھیک
کے پابند رہنا مقتضاے فراست نہین اور بیہوداری عمرو ورود کو مثل گل سمجھنا مین حماقت اور جہالت ہو جنگ دو سردار
اور بدیع الزمان سوچا تھا بچا بھی نہین چھوڑ سکیگا شعر مور چگان را چو بود اتفاق ٭ شیر ژیان را بدرانند پوست
جان واحد اور تیرہ دل لکھوکھا کفار سوار و پیادے در پی قتل اور گرد ار چار طرف سے ہجوم اور ازدحام کیے ہین پس بقول
کسی استاد کے شعر فرصت غفلت یہان ثریا طلسم باغ جہان ہو خالی ہر غنچہ سرو چمن مین ہر صبح پھول ہنستے ہین کھلکھلا کے مطلب
وقت اور مقتضاے فراست یہی ہو کہ بزور دست و بازوے قوت دست و پا جنگ ستانہ اور صید افگنی کرتا اب یہان سے نکل چل غرض یہ سوچ کر
ایک نعرہ کوہ شگاف جگر سے کھینچ کر لکھوکھا کفار کے سینون سے مانند ناوک بیجا کے پار گزر گیا اور وہ دو غول وحشی بارہ ہزار
سوارون کا تلوارین کھینچے برچھے ترچھے لیے پرا باندھے معرکہ آرا تھا اُسی جانب کو مخاطب ہوا اور جو دس بیس اجل رسیدہ سامنے
اور مقابلہ مین آ گئے انکو تو ایک ہی طمانچہ ضرب تیغ مین خیل ہی مرغ بسمل خاک پر لٹا دیا اور باقی سوار و پیادے بدحواس

ہوکر گھوڑا اُن میں بھی کچھ گھبراہٹ میں تلے اوپر یہاں گرے وہاں گرے کچھ بھاگ کھڑے ہوئے غرض جو ہوا تو شاہزادہ عالم نے اپنے گھوڑے
کو گرم تازہ کرکے تازیانہ مارا اور وہ مرکب برق آہنگ صبا رفتار چلبلی سے بسبب کثرت شور وغل کے وحشتناک ہو رہا تھا طرہ اُسپر یہ ہوا کہ
راکب نے بے تصور کوڑا مارا بیساختہ غیظ و طیش میں تلملا کے اور ہوا پر سمت صحرا کے ایک طرف روانہ ہوا فوج کفار نے غل مچایا اس رستم صولت کا
نشانات سے بھاگ کر جوش پانچ ساتھ والوں نے سد راہ ہونے یا تعاقب کرنے کا ارادہ کیا تو آفاق بھون کو ان ان کرکے روکا اور کہا اپنے
تئیں کچھ جنون یا سودا یا خلل دماغ ہوگیا ہے اپنی جانیں دو بھوتوں جو بے واسطہ بے مطلب دینا آگیں دکھلاتے اور جہاں گھوڑے کو ہیں
غازی ہم جھپٹ کے پیچھے اب جاتے ہو آدھی رات سے یہ وقت ہوا کہ اس عزرائیل کا سامنا تھا خداوند سجدہ و نراسلک نے انکو بچایا
نکال ہو جانے دو اپنے اپنے ہاتھ پاؤں کی اپنی جان کی خیر منگواؤ اپنے اہل و عیال کی جاکر خبر لو اور ابھی تو لکھوکھا سوار و پیادے بڑے
بڑے تو ریسے موجود ہیں جسکا جی چاہے تعاقب کرے مرتا پھرے غرض یہ کہ کسی نے وہاں سد راہ ہونے اور اس اژدہے کے تعاقب
میں جانے کا نہ کیا اب حال شاہزادۂ با اقبال سنیے کہ زخموں میں جو اُس شہسوار عرصہ کارزار کے ہوا لگی تو شکل گل شگفتہ اور خنداں ہوگئے اور
اب ایک جلن سی اُنمیں پیدا ہوگئی اور شدت سوزش ایذا و درد سے حالت غشی میں سر اقدس ہرنے پر جھک گیا تھا اور ہاتھ دونوں
گھوڑے کی گردن میں حائل تھے مرکب باوفا نے جو اپنے راکب کا یہ حال کذائی دیکھا تو دونوں کنوتیاں کھڑی کرکے اور دم کو علم کرکے
مثل شیر گرسنہ و گرگ سنہ جو سوار و پیادہ چپ و راست آگے پیچھے قریب اُسکے آگیا منہ سے پکڑ کر پاؤں سے مار کر ہلاک اور چوٹوں میں کر دیا
اور سرپٹ صاف نکلا ہوا سمت صحرا چلا گیا لشکر کفار نے ترک جوشن پوش کو گرفتار کرلیا اور شاہزادہ رستم صولت کا زخمی ہوکر نکل جانا
غنیمت جانا اور بسرعت تمام گیا ہور خون آشام اور طلیل ورانز کیب وغیرہ سرداران تیرہ انجام قید ترک جوشن پوش
کی ہمراہ لیے بغایت شاداں اور فرحاں بحضور گنجاب آئے اور ہر ایک اپنی اپنی جرأت اور قوت اور مردانگی اور شمشیر زنی پر نازاں
متکبر اور مترصد اس امر کا تھا کہ ہمکو خلعت و منصب اور جاگیر ملے گی ملعون گنجاب نے ترک جوشن پوش کو بنظر غضب دیکھ کر کہا
کہ او نمک حرام اپنے آقاے ولی نعمت سے ایسی کورنمکی کرنا چاہیے تھا اور عوض عطیات اور احسانات کا یہ ہے کہ جو میں نے تجھ جیسے ادنے
ایک ذلیل اوقات کو حضیض خاک سے اوج افلاک پر پہونچا دیا وہ جو تجھے علو اور وقع آیا خیر دیکھ تو سہی کہ میں اب تجھے اسکے قصاص
میں کیسی عذاب الیم سے مارتا ہوں کہ تیرے حال پر ماریاں روئیں اور مرغان ہوا گریہ و زاری کریں یہ کہکر سرہنگانی عیار کو حکم دیا کہ سرہنگانی تو
فوراً اس حکیم فاروس کے گھربار کو تاخت و تاراج کرکے اُسکی مشکیں بندھوا کر سربازار کشاں کشاں میرے سامنے جلد طلب کرتا
اُس سے سبب اس غداری و مکاری کا پوچھا جائے کہ او بد ذات ابلیس صفات ہمارے دشمنوں کو جو کہ خداوند سجدہ و نراسلک باختر سے
منحرف شدہ و خداے تعالی کے پرستار ہیں تو نے اپنے گھر میں جا دی اور اپنا بیٹا نامزد کرکے رکھنے سے کیا مطلب تھا اور اس امر کو
مجھ سے اخفا کرنے کا کیا مطلب تھا ہے کہ خوف قہر خداوندی اور عتاب تیغی کا دل میں نہ کیا اور افشاے راز کے ہوجانے میں کچھ
من کا تجھے خیال نہ تھا اور سمجھتے تو تعجب ہال اسی کے کہ حکیم زادہ موروثی قدیم نمکخوار ہماری سرکار دولتمدار کا ہو اُس و شخص ہیزہ اسکے گرگ مثال
مار آستین نکلا اپنا مقرب خاص ہوکے اس رتبے اور مرتبے کو پہونچا اور اپنے سرداروں اور دولتخواہ نمکخواروں
کی عرض معروض کو باعث رشک و حسد کا جان کے کچھ خیال نہ کیا چنانچہ حسب الحکم گنجاب علیہ اللعن والعذاب کے سرہنگانی عیار
نابکار نے اُسوقت چبوترہ کوتوالی سے طرہ باز خان نامے افسر کوتوالی کو حکم دیا کہ تم دو تین ہزار پیادے اپنے ہمراہ لیکر جھٹ پٹ جاؤ
حکیم فاروس کو پکڑ لاؤ اور اسکے مال و اسباب کا دقیقہ بلا ضبطی کرکے جو کچھ نقد و جنس ہو بجنسہ لے آؤ خبردار تغلب و تصرف ایک
پیسے کا ہونے پائے اور رعایت مروت یعنی و سفارش کسی کی نہ ہو طرہ باز خان اندرون بارگاہ سے نکلکر بغایت شاداں
اور فرحاں ایک ایک اپنے ساتھ والوں پیادوں سے یہ کہتے ہوئے کہ کاٹھی کو جلد و ڈالو اور دو ہزار نوجوان کو کمر بندھوا کے
بلا پیچھے میرے ہمراہ چلیں اور حکیم فاروس کی گرفتاری اور اسکے گھر کی ضبطی کے واسطے مجھے سپہ سالار نے حکم دیا ہے اور بیچ

اور کسی کو کچھ تاب صبر اور ہستیں اور سپاہ دارا و منظر بھی نہیں سمجھتا ہے ایسے وقت پر ایسے کام میں میری یاد ہوتی ہے جلدی سے قلمی یاروں میں کی
اور ایک آدمی سے کہا کہ ذرا کلفہ مدارات میں ہو کے جب دل لاؤ جب تک لوگ آپس میں ایک دم تھے کہ لڑکی لون ابھی یہی باتیں کر رہے
تھے کہ سامنے سے دو ہزار پیادے کالی کالی پگڑیاں کالے کالے انگرکھے زرد شمیں رنگے پاجامے پہنے توڑے دار بندوقیں کاندھوں پر
سینگڑے کمر سے لگائے تلواریں برچھیاں ہاتھوں میں پکڑے ترکی اور ہر سنگھا پھونکتے ڈھول اور تاشے بجاتے پہونچے اور کچھ پاسبان
کینے تیر و کمان لیے کچھ بیابی حلقہ کمندوں کے ہاتھوں میں نیچے حائل کیے پشت پر تو بڑے تیروں کے لگائے پٹیرے بدلے آج
سر پر کجے قنطورے زر بقی پاتابے سقرلاتی باندھے کچھ بیلدار پھاوڑے والے کچھ بڑھئی در دو گر غرض ایک مجمع کثیر انبوہ غفیر سے دو لوگ
پہونچے اور طرہ باز خان ایک سر جھکی ٹوپی سر پر باندھے بڑی بڑی کاکلیں چھوڑے خوشبودار تیل اُن میں پڑا ہوا اکڑی کڑی مونچھیں اور
داڑھی کا انگرکھا آستینوں میں کھریا کی بوٹی پہنے دوپٹہ کمر سے باندھے کوتہ خانی کٹاری کمر میں لگائے تلوار ہاتھ میں پائجامہ ڈھیلے پائنچوں کا
باناتی کفش یعنی نوک کی پاؤں میں پہنے گجرے پھولوں کے گلے میں لپیٹے ہوئے دو کورے مدار پر خوشبودار تھا کو بھرا ہوا پیتے خون کے جل
تنے اکڑتے موچھوں پر بل دیتے ہوئے ایک مٹو پر کہ اُس کے گلے میں کوئی تعویذ بطور زنگلہ کے بریکی پڑی ہوئی چارجامہ بہت تکلف کا کسا ہوا
سوار ہوئے اور بڑی تمکنت اور کبر و نخوت سے بطور دوڑ کے روانہ ہوئے وہاں اُدھر حکیم فاروس ایک شخص جہاں دیدہ و سرد و گرم
زمانہ چشیدہ تھا جس وقت سے یہ حال سُنا کہ یہ غلغلہ ہر روز شبخون کے معرکے کا پسر حمزہ کی فوج سے نہ تھا یہ تمام مفسدہ اور فتنہ انگیزی
اور خونریزی لشکر کشی سب پسر بد ذات پاک جناب شاہزادہ بلند اقبال کے تھی جسے میں نے اپنا فرزند کر دیا ہے سو وہ آج زخمی ہو کر شاید
نکل گئے ہیں اسی وقت سے اس دانائے روزگار نے بخیال مآل اندیشی اپنی نجات اور حفظ آبرو و جان کے واسطے ایک عرضی [illegible]
کی عرضی شعر حقر خطا کا ہوں میں حاجت گرا دنہیں * جو چاہیں ظلم کریں آپ کچھ گناہ نہیں * خانہ زاد موروثی نمک خوار قدیم نے بسبب
لاعلمی کے محض بمحبت دل سے فی الحقیقت شاہزادہ بدیع الزمان کو اپنا فرزند نامزد کیا تھا اور گویا فلک دوں پرور سفلہ نواز کو یہی
حیلہ باعث میری خانہ بربادی اور بے حرمتی اور ہلاکت کا ہاتھ آگیا ہے آج بجرم محبت اور سررشتہ پدری اور پسری یہ خانہ زاد مورد خشم و
عتاب بے نہایت گنجاب کا نازل ہوا چاہتا ہے اور کیا جانیے کس عذاب الیم سے غلام گردن مارا جائے چونکہ غلام اب بجز آپ کی ذات
والا صفات کے اور کوئی اس زمانہ میں کسی اور پاس میں مانند زاغ جہاز کے کوئی ذریعہ اور وسیلہ اپنا کہیں نہیں دیکھتا غریق دریائے
خار و الم ہوں اگر از راہ تفضلات خداوندانہ اسوقت میں میری دستگیری اور اعانت کر کے اس گرداب بلا سے نکال کے ساحل مراد پر
پہونچا دیے اور حفظ آبرو جان بھی بچائے تو بعید از غلام نوازی اور خانہ زاد پروری نہیں لکھکر بحضور فیض گنجور ملکہ گوہر ملک
کے بھیجی تھی وہاں حال ملکہ گوہر ملک کا سُنیے کہ اُس نے جسوقت سے معرکہ میدان جدال و قتال میں حصاری ہو کر افراط
زخمہائے کاری سے غش آنا اور انتہائے حال ہو جانا شاہزادہ بلند اقبال کا اور بے تکلفانہ گھوڑے کا بسمت صحرا
جانا اور بعد ازاں گرفتار ہونا ترک جوشن پوش کا سُنا تھا بکمال حزن و ملال خاموش اور خود فراموش بیٹھی رو رہی تھی
اور بخیال مآل اندیشی حتم کم اپنے جی ہی جی میں کہتی تھی شعر عجب دردیست درد دل اگر گویم زبان سوزد * وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخوان
سوزد * اور کبھی یہ دوہا ہندی کا پڑھ کر دوہا بیت کرے سکھ لین کو تو سب ملے گیو ہراے * گونگے کا سپنا بھیو سمجھ سمجھ پچھتائے [illegible]
تھی اتنے میں وہ عرضی حکیم فاروس کی جو آئی اور ملکہ نے کھولکر پڑھی تو مضمون وحشت مشحون حکم تاخت و تاراجی اور گرفتاری حکیم
فاروس کا بجرم محبت شاہزادہ والا قربت پڑھ کے بوفور صدمۂ جانکاہ اور تصور مصائب شاہزادہ عالیجاہ اسی خیال سے جگر

وہ نازک طبیعت وہ نازک مزاج | اکی سر کو ٹکرانے وہ لاعلاج
نہ تھا مضمون کا غم کسی کا اسے | پڑے لاے عاشق کے جینے کے

ہوئی جوش وحشت میں بیتے ہیں سے پیر | کیا نوچ کر سر کے بالوں کا
خوب رو بیٹ کے اور ہوش اپنے جی کی نکال کے ملکہ غنچہ فم

کے پاس گئی ملکہ غنچہ خاتون نے اپنی لخت جان و جگر قرۃ العین اور بصر اپنی بیٹی ملکہ گوہر ملک کو جو یاں خستہ حالی سے تنہا پایا ہوا

آنکھیں لال ہوئے سوجے ہوئے بال سر کے پریشان نہایت مغموم تھا اس انسو بہتے ہوئے دیکھا جوش خون جگری اور فرط محبت مادری سے
اٹھکر بیٹی کو اپنی چھاتی سے لگایا اور بہت سا پیار کر کے پوچھا کہ واری مان صدقے تیغ بر باشد نصیب دشمنان طبیعت کیسی ہے تمھارا منہ کیون
اترا ہوا ہے آنسو چلے آتے ہین باعث تکدر اور افسردگی خاطر کیا ہے کسی نے کچھ خلاف آداب کوئی کلمہ منہ سے نکالا ہو تو مین اسکی زبان گدی
کی طرف سے نکلوا ڈالون کسی بات کی تمکو تکلیف ہوئی ہو تو مجھسے کہو اسقدر رنجیدہ مغموم اور اداس کیون ہو آخر کچھ معلوم ہو ملکہ گوہر ملک کو تو
بشدت گریہ ہچکی سی لگی ہوئی بات گرہ در گلو تھی ابھی مان کو کچھ جواب دینے نہین پائی تھی کہ دلارام اور شمعرو وغیرہ خواصون نے ملکہ کی
دست بستہ ملکہ غنچہ خاتون سے عرض کی کہ حضور حکیم فاروس نے بسبب لاعلمی اور خفتگی بخت اور گردش اپنے دنون کے جسکو اپنا
بیٹا کیا تھا اور گنجاب نے شاہزادہ بلند اقبال خطاب دیا تھا وہ سنتے ہین کہ شاید شاہزادہ بدیع الزمان پسر حمزہ صاحبقران امیر
گیتی ستان تھے اور لوگ کہتے ہین کہ وہی شبخون بھی آ کے فوج ہیغبر برسل پر مارتے تھے اور آج رات کو وہ گھیرے گئے اور لاکھوں سوار اور
پیادون مین سیکڑون کو قتل کر کے سیکڑون کو زخمی کر کے آپ بھی زخمی ہوئے مگر پکڑے نہین گئے میدان جنگ و جدال سے صاف نکلے کسی طرف
کو چلے گئے ہین اس عرصہ مین جنھون نے تصور کیا انھین تو پکڑ نہ سکے اب اپنے دل کے پھپھولے پھوڑنے کو ان نالائق سردارون اور فوج
و سپاہ کے افسرون نے کچھ ہیغبر برسل کو بھڑکایا اور سکھا دیا ہے کہ قہر غیبی حکیم فاروس پر نازل ہوا اور حکیم صاحب کے پکڑ لانے اور گردن
مارنے کو حکم ہوا ہے اور پیادے سوار حویلی چبوترے کے انکا گھر بار لوٹنے کو گئے ہین غنچہ خاتون نے کہا وہ تو مین نے بھی سنا مگر اس سے
تجھے کیا مطلب ہے جو جیسا کریگا ویسا پائیگا کمبخت تم سب خاک مین ملو یہ تو کہو کہ ملکہ اسطرح سے رو رہی ہے اپنے دیدون کو خاک مین
ملاتی ہے سر پر دو ہتڑ مارتی ہے جان کیون دیتی ہے انسے تو کسی نے کچھ نہین کہا کسی نے کچھ رنج اور صدمہ تو نہین پہنچایا ملکہ گوہر ملک نے
پھر اپنا دونون ہاتھون سے منہ پیٹ کر کہا کہ واہ واہ امان تم تو خوب انصاف کرتی ہو اگر تقصیروار تھا تو اسکا بیٹا تھا اسکو کیون نہ
سب نے پکڑ رکھا لاکھون سوار و پیادے دیدہ و دانستہ کیا اندھے ہو گئے تھے کیون نکل جانے دیا جب وہ پکڑا آتا تو بادشاہ جان جو چاہتے
وہ تعزیر اسکو دیتے اس سے تو کچھ زور نہ چلا میرے حکیم صاحب نے کونسا قصور اور جرم و گناہ ایسا کیا ہے جسکے قصاص مین انکے
پکڑنے کو گردن مارنے لوٹ لینے کو بادشاہ جان نے فوج بھیجی ہے مجھے حکیم صاحب نے گود مین کھلایا ہے بیٹی بیٹی کہتے زبان خشک ہوتی
میرے نام پر وہ لاکھ جان و دل سے ہمیشہ نثار رہتے ہین انکے اگر رونگٹے کو ایذا پہنچیگی اور مین سنونگی تو اسی وقت اپنی جان
بادشاہ جان پر دیدونگی یہ بادشاہ جان کی سرکار مین انصاف نہین ہے عجب منصفی ہے عدالت نہین ہے کرجائے مونچھون والا پکڑا جائے
داڑھی والا غنچہ خاتون نے اپنی لخت جگر ملکہ گوہر ملک با توقیر کا دریافت کر کے حال تو گوہر ملک کی آنکھون سے آنسو اپنے ہاتھ
سے پونچھے بہت سی دلجوئی اور خاطرداری اور تسلی کر کے کہا کہ بیٹی تو تو جانتی ہے کہ سب بچون مین جو محبت تجھسے ہے وہ کسی سے
نہین تیرے دشمنون کی سر ہو نیا سے مجھے اپنی زندگی تلخ ہو جاتی ہے اور یہ بات تو واری سچ ہے کلمی آئین کوئی تجھے جو رنجا کیونکر
کر سکیگا شعر کو دکے گر بعقل پیر بود + نزد اہل خرد کبیر بود ÷ واقعی کوئی کسی کے دل کا حال کیا جانے حکیم فاروس نے اگر
بغیر دانست بیٹا کیا تو اس جرم پر واجب القتل کسی طرح سے نہین ہو سکتا اگر شبخون مار کے خونریزی کی جو کچھ جرم و خطا اور مفسدہ
کیا بدیع الزمان پسر حمزہ نے کیا تھا اسی اپنے باپ کو کیون نہ پکڑ کے تعزیر دی وہ تو لاکھوں سوار اور پیادون مین نامردون
کے سر پر جوتیان مار کے چلا گیا اسکا تو کچھ نہ کر سکے بیگناہ اور بے قصور بچارے میری بیٹی کے حکیم فاروس کو غریب اور عاجز
و ناچار بیوارث سمجھکر حکم دیا کہ پکڑ لاؤ اور اسکا گھر بار لوٹ لو اس بدذات کی وہی مثل ہے کہ عراقی سے زور نہ چلا گدھیا کے کان
مروڑے اسے مان کو کوئی چھوکری ڈیوڑھی پر جا کے حکم پہنچا دے کہ ایک چوبدار جا کے قاتل زنگی اور مقاتل زنگی
میرے دونون خانہ زادون کو بلا لائے چنانچہ ایک لونڈی نے سرا پردے کے برابر جا کے محلدار سے کہا محلدار نے
ڈیوڑھی پر سے ایک چوبدار کو بھیجکر ان دونون حبشی بچون کو بلوایا از بسکہ بچپن سے وہ دونون محل مین پرورش پائے ہوئے

ہین اور ملکہ گوہر ملک کی ماتا کا دودھ پیا ہے ملکہ کے دودھ شریک بھائی بھی ہین تو انسے کوئی محل مین پردہ نہین کرتا دو دبیا فتہ اندر محل کے
بحضور ملکہ غنچہ خاتون جا کے بجا لا کے عرض کرنے لگے کہ حضور آج خانہ زادون کی کسلیے طلبی ہوئی ہے ملکہ غنچہ خاتون نے اُنسے کہا لاے بچو
پہلے تو مجھے یہ مفصل بیان کرو کہ تم خانہ زاد ہمارے ہو یا گنجاب کے اور کبھی اب سے اور ہمسے اگر رنجش ہو جاے تو تم دونون کسکے
شریک حال ہو قاتل زنگی اور مقاتل زنگی دونون نے باتفاق باہم بصد ادب عرض کیا کہ ای ملکہ آفاق ع ساقی موجب رضاے خدا
اگر ہمسے حضور پوچھتی ہین اور سچ کہلاتی ہین تو حق یہ ہے کہ ہم دونون خانہ زاد زرخرید اور غلام حلقہ بگوش ہین آپ کے طرف سے عنبر مرسل کو بھی
جانتے ہین انکا پاس اور ادب کرتے ہین ورنہ قطعہ گر ہمہ آفاق پر گرد زر افریدن ہیچ + در ہمہ عالم بود کاؤس دارا و قباد + جز تو نشناسیم کسے
را بود در چشم نور + جز تو نشناسیم کسے را تا توام لب کشود + ہم حضور کے حکم کی تعمیل از جملہ واجبات ہے ابھی حضور ارشاد فرمایئن تعمیل
اسکا سر کاٹ لین غنچہ خاتون نے فرمایا شاباش یہی چاہیے خیر اب ہم تمکو حکم دیتے ہین کہ گنجاب نے بیسبب و قصور میری بچی ملکہ
گوہر ملک کے حکیم فاردوس مرد پیر اور بیگناہ کو بیحرمت کرکے پکڑ لانے اور گردن مارنے کو اور اُسکے گھر بار مال اسباب کے
ضبط کرنے کو کوتوالی چبوترے کے پیادون کو بھیجا ہے تم جلد اپنے ساتھ کے سوار لیکے جاؤ کہ حکیم صاحب کو کسی طرح کا صدمہ اور رنج ان
حرام زادے پیادون کے ہاتھ سے نہ پہونچنے پائے اور انکی عزت اور آبرو اور جان مین فتور خلل پڑنے نہ پائے اگر ایک کوڑی اور ایک
پیسے کی چیز پر بھی کسی نے دست اندازی کی ہو تو اسکا ہاتھ قلم کروا ان اور پاس کسی کی سفارش کا اور آداب اور لحاظ اور مروت اور
خاطر کسی کی نہ کرنا جھٹ پٹ بحفظ و امان لیکر میرے پاس چلے آؤ پھر جیسا کچھ ہوگا مین سمجھ لونگی قاتل زنگی اور مقاتل زنگی دونون
حبشی بچون نے عرض کی کہ خانہ زاد ابھی جا کے حکیم صاحب کو بحفاظت اور بخوشی و خرمی تمام لیے آتے ہین اور حضور کے اقبال سے
کیا مجال کسی کی جو حکیم صاحب کی طرف بر نگاہ بد دیکھ سکے ایذا پہونچانا تو درکنار اور مال اور اسباب کا اگر ایک حبہ جائے تو غلام
ذمہ دار ہین یہ کہکر وہ دونون حبشی بچے ملکہ غنچہ خاتون سے رخصت ہوکر باہر نکلے اور اپنے اپنے گھوڑون پر سوار ہو کر اسی ہزار
سوارون سے روانہ ہوئے اور اثناے راہ مین دو دل ہوکر قاتل زنگی تو چالیس ہزار سوار زنگیان خونخوار اپنے ہمراہ لیکر
واسطے محاصرہ کر لینے پیادگان چبوترہ کوتوالی کے اور مقاتل زنگی چالیس ہزار سوار سے واسطے حفاظت مال و اسباب اور
ناموس اور گھر بار حکیم موصوف کے جدا جدا ہوکر چلے تو اول قاتل زنگی اُسوقت قریب چبوترہ کوتوالی کے پہونچا کہ پیادے
چبوترہ کوتوالی کے حکیم فاردوس کو طوق اور سلاسل کرکے عین چبوترہ کے تلے پہونچ چکے تھے اور سامنے سنجانی عیار
بر آمدے مین چبوترے کے بیٹھا ہوا حکم دے رہا تھا کہ اس نمکحرام پیر فرتوت تیرہ انجام حکیم فاردوس کو اعراب پیر بٹھا کر جلد تمام
شہر مین پہونچاؤ اور ابھی گردن مارکے اُسکی لاش کو ہاتھی کے پاؤن مین بندھوا کے سارے شہر مین تشہیر کردو اور سر اسکا
فلان دروازے مین بیرونی جہان گذرگاہ خاص و عام ہے پنجرے مین رکھکر لٹکا دو کہ اوروں کو عبرت ہو اور کوئی مرتکب ایسے طرح
مکاری کا نہو ناگاہ چالیس ہزار سوار سے قاتل زنگی کو آتے دیکھا سنجانی عیار تو جھٹ پٹ چھپ کر چبوترہ کوتوالی کے اس پار
نکل گیا اور سیدھا براے اطلاع گنجاب بھاگا یہان قاتل زنگی نے اپنے ساتھ والے سوارون سے کہا کہ ان پیادون
پاجیون کو تلوار سے تو خبردار کوئی نہ مارنا کوڑے مارنا شروع کرو اور حکیم صاحب کو چھین لو ہر چند ہرکارے چپراسی اور
افسر پیادے وغیرہ نے چبوترے کی داد و فریاد کرکے کہا کہ ہان میان کیا کرتے ہو یہ بندہ عنبر مرسل کا ہے انجام اسکا اچھا نہین
حبشیون نے کچھ خیال نہ کیا اور سوارے کوڑون کے کسی کو تلوار کھینچنے تک کی فرصت نہ لینے دی ہزار بارہ سو پیادون کے بدن
کو پاش پاش کرکے زمین مین پچھاڑ دیا اور صاف حکیم فاردوس کو چھین کر ہتکڑیان اُنکی ہاتھون کی اور بیڑیان پاؤن کی جھٹ پٹ مین کھول
ڈالے کوتل کے اپنے ہاں ایک گھوڑے پر سوار کر لیا اور بحضور ملکہ غنچہ خاتون روانہ ہوئے اور وہان مقاتل زنگی کا حال سُنیے
کہ جسوقت چالیس ہزار سوارون سے حکیم فاردوس کے مکان پر پہونچا تو آسنے دیکھا کہ وہی چہرہ باز خان جمعدار کوئی

ہزار بارہ سو پیادہ ساتھ لیے تمام مال و اسباب نقد و جنس حکیم صاحب کے گھر کا نکلوا کے باہر دیوانخانہ میں جمع کر کے تمام نشان لگائے ایک سپاہی
کا فہرست لکھواتا جاتا ہے اور اپنے ساتھ والے پیادوں سے کہتا ہے کہ ہشیار و خبردار رہنا جب چھپا کے کوئی شے خورد و برد بالا بالا کر جب نا
یارو تم سب جانتے ہو کہ میں پانچ روپیہ کا نوکر تم سب کا افسر ہوں اور جو پیغمبر مرسل سے کہونگا وہی ہوگا دیکھو نشان کے تلے سب کو
قسم کھانا پڑیگی ایک پیسے کا تغلب و تصرف نہ ہو تم نے پہلے پیغمبر آگے میں ایسا حریص اور طامع بھی نہیں جو کچھ کہ تم سبھوں کا حصہ رسد تجویز
ہوگا تمہیں بھی حوالہ کر دونگا ابھی وہ جمعدار یہی اپنے ساتھ والوں پیادوں سے کہہ رہا تھا کہ سامنے سے مقاتل زنگی کو مع چالیس ہزار
سوار زنگیان مردم خوار کے جو آتے دیکھا تو جیسی خود یہ تجویز کر کے کہ یہ بھی میری مدد و تائید کے واسطے آئے ہیں وہیں سے جب
ایک بانکپن و تمکنت سے صاحب سلامت کر کے کہنے لگا کہ جو اب آپ کے آنے کی احتیاج نہ تھی میں پیادہ شطرنج کا ہوں کہ
اس جیوترے کی نوکری کی بدولت تمام شہر سنجان کے بڑے بڑے امیروں وزیروں کے گھوڑے اٹھیوں کو میں نے ایک چال
سے قدم آگے نہیں بڑھانے دیا اور بڑے بڑے منصوبہ باز شاطروں کا میرے سامنے رخ نہیں پڑا اس بیچارے حکیم کی ڈکیا
اصل و حقیقت تھی میں کب کا تمام مال و اسباب نقد و جنس دستبرد کر چکا ہوں بیان خاتمہ بالخیر اتنی بات پر ہم تم صاحبوں کو تضیع
اوقات کرنا کیا ضرور مقاتل زنگی نے یہ گفتگوے عیاری و طراری اس جمعدار کی سنکے اپنے ساتھ والے سواروں سے اشارہ کیا
کہ ہاں ذرا اس بڑے جیلے حرامزادے کی مع اُسکے ساتھ کے پیادوں کے ایک ایک پاؤں کی جوتیاں تو اتروا لو خبردار اور کچھ
جوتی پیزار نہ کرنا کوئی سے مدنا وہ جمعدار کچھ اس سواروں کی دیکھکر اپنے جی میں نہایت متعجب اور حیران ہو کر کہنے لگا کہ صاحب
ہمارے ایک ایک پاؤں کی جوتیاں اتروانے سے تمہارا کیا مطلب ہے مقاتل نے کہا کہ جمعدار صاحب تم کو تم خلعت کر کے
بھیجینگے ابھی دیکھا جھٹ پٹ حبشیوں نے گھوڑوں پر سے اتر اتر کر تمام پیادوں کو بھی محصور کر لیا اور تلواریں کھینچ کھینچ کر کہا اس خیریت
اسی میں ہے کہ اپنے پاؤں کی ایک ایک جوتی اتارو پیادوں نے سارے ڈر کے جلد جلد ایک ایک جوتی پاؤں سے اتار کر ایک ڈھیر
لگا دیا تب مقاتل نے اسی ترتیب جوڑوں کے چار پلو انگوائے اور اُنسے دو دو جوتیوں کے ہار کے ایک تو ان جمعدار کے گلے میں ڈلوایا
اور دوسرا ٹٹو کے گلے میں ڈال کے حبشیوں سے کہا کہ ہاں اب کوئی دیکھو حکیم صاحب کے مال و اسباب خانہ میں کہیں کوئی
تابہ آہنی یا دیگچہ کا ہاتھ آجائے تو ڈھونڈھ کر جلد لاؤ حبشیوں نے بیکسی طرف جو وہاں سب لوٹ میں آئے رکھے تھے انہیں سے
ڈھونڈھکر لے آئے تب مقاتل نے کہا کہ ان توے کی سیاہی سے جمعدار صاحب کا منہ خوب سا سیاہ کر کے کہو کہ آپ اپنے
ٹٹو پر سوار ہو کر پیغمبر مرسل تشریف لیجایں حبشی بچوں نے جمعدار کو پکڑ کے تمام سیاہی ان توون کی منہ پر انکے ملی ہرچند جمعدار
صاحب داد بیداد کر کے چلا چلا کے کہا کیے کہ او مقاتل زنگی میں مرد نان پرست بڑا باعزت پانچ روپیہ کا نوکر ایسا تم سے کسی بات
میں زبردست نہیں یہ کیا بدعت اور زبردستی تم کرتے ہو میں نے تو کام سرخروئی کا کیا ہے میرا کالا منہ نہ کرو مقاتل نے کہا کہ
چپ رہ او بدذات ہم تجکو بنا ہر رنگ کا سیاہ کے چھوڑے دیتے ہیں یکرنگ ہو رہنا اچھا ہوتا ہے خیریت اسی میں ہے کہ اپنی جان بچا کر
جلد یہاں سے چلا جا اور جس وقت تو اس صورت سے گنجاب کے پاس جائیگا تو یہی باعث تیری سرخروئی کا ہوگا تو نے وہ مثل
نہیں سنی مثل کالا منہ کر جنگ میں کھلا دے ۔ تب الاون میں الی پاوے ۔ اور تو امتحان کر دیکھ کہ ابھی تیرا پانچ ہی روپیہ درماہہ
سرکار سے ہے اب جو پیغمبر مرسل تیرا منہ دیکھینگے تو بہت سا اضافہ تیرا ہو جائیگا اور جو یہاں زیادہ بک بک کریگا تو او بدذات
ابھی تجھے ذبح کر ڈالونگا جمعدار نے کہا بہت خوب بہت بہتر جو آپ فرماتے ہیں دیکھو جیسے کہ ہم بھی سپاہی زادے کوتوالی چبوترہ
کے پیادے ایسے ویسے دھند لار اور اپنی بات کے پورے ہیں کہ اگر اسی طرح سے پیغمبر مرسل کی بارگاہ میں نہ جائیں تو پھر ہم کو نمک
پرست نہ جانیو اور جمعدار صاحب نکتا القصہ یہ طول دینا تا چند مختصر یہ کہ وہ جمعدار تو مع ہزار بارہ سو پیادے اپنے ساتھ
والوں کے طور پر وارہ ہو کر اسی ہیئت سے سمت بارگاہ گنجاب روانہ ہوا اور مقاتل زنگی نے تمام اسباب نقد و جنس

خطر فاردس کا پھر اٹھوا کے اسی مکان میں بحفاظت تمام رکھوا دیا اور سو سوار اپنے ہمراہ کے وہان تعینہ کرکے حکم دیا کہ اگر کل آفاق و تمام
لشکر گنجاب کا تم پر آکر یورش کرے پہلے تم ایک سوار کو دوڑا کے ہمکو خبر کرا دینا بعد ازان تا وقتیکہ تمھارے دم میں دم رہے خبردار خیمہ
کسی کو یہان تک آگے قدم نہ بڑھانے دینا اور ایک ادنی دھڑی کی چیز حکیم صاحب کی ضائع جانے نہ پائے یہ کہکر مقاتل زنگی بھی مراجعت
کرکے بحضور ملکہ مخدرہ خاتون جاتا ہے اب یہان جنگ شمہ حال ان جمعدار صاحب کا بیان کیا جاتا ہی کہ جمعدار صاحب جب ٹٹو پر
سوار ہو کر چلے ہیں تو تھوڑی دور پر جاکے ساتھ والے پیادون نے ہر چند کہا کہ جمعدار صاحب خدا لتے اوسیہان تالاب وغیرہ یا
کسی جھیل پر منہ ہاتھ دھو ڈالیے اور ہار کو گلے سے نکالکر پھینک دیجیے تو چلیے جمعدار نے جواب دیا کہ تم سب محض نادان اور احمق ابھی بچے ہو
تین تین مدہیہ کے پیادے ہو تمکو حال ہمارے امیرون اور خاوندون کے مزاج کا کیا معلوم ہی اور تم وضعداری اور سپہ گری کیا جانو
مین ایسا دیوانہ اور احمق نہین ہون جو اب یہ جوتیون کا ہار اپنے گلے سے اتارون اور کالا منہ کرکے پھر آپ دھوؤن قسم ہی خداوند تعالی کی
اسی صورت سے سامنے پیغمبر مرسل کے جاؤنگا تو کسی کو کیا چاہیے کہ میری باتون میں میری وضع میں میری سپہ گری مین دوغلان کے
ایسا کے فرق لائے سو کبھی نہین ہوگا بات منہ سے جاتی نکل وہ بھی صرع ہر مرد کہ گوید نکند زن بہ از دست مرد تن کی چلے سے
جمعدار نے پیادون کا کہنا نہ مانا اور تا وقتیکہ بیرون شہر چلا کسی نے کچھ نہ کہا جبکہ اندرون شہر سنجان پہونچا تو یہ صورت جمعدار کی
دیکھکر کہ ایک شخص منہ کالا کیے جوتیون کا ہار گلے میں پہنا ہوا ٹٹو پر سوار اور گرد و پیش ہزار بارہ سو پیادے ایک ایک جوتی پاؤن
مین ہر کالی کالی وردیان پہنے ہیں سب ہتھیار لگائے خاموش اور خود فراموش چلے آتے ہیں ایک سانگ ہولی کا سمجھکر تماشائی کے
ہزارون بچے لڑکے بارہ بارہ تیرہ تیرہ برس کے سیکڑون نوجوان گھو گنڈے شہر کے غریب و غربا اونی اعلے کے بیٹے پہونچے
دوڑ پڑے ہاتھون میں خنجریان مرچنگ ڈھول لیکن بیرے لیے ڈنڈے بجاتے تالیان پیٹتے چاروں طرف سے ہنستے قہقہے مارتے دوڑتے
چلے آتے تھے جبکہ پیادے کسی کو منع کرتے یا بگڑ کے تلوارین پکڑ کے مارنے کو دوڑتے تھے اسوقت جمعدار صاحب نہایت درہم برہم ہوکے
کہتے تھے کہ تم کون ہو جو سب کو منع کرتے ہو میں تمہارا جمعدار افسر ہوکے تو کسی کو منع نہین کرتا اور چاہتا ہون کہ تو نہین میرے ساتھ
چلے لیکن تم خلاف مرضی اور بدون میرے حکم کے روکنے اور منع کرنے والے کون ہو وہ پیادے سب چپ ہو جاتے ہیں غرض
نوبت بعد سے رسید کہ قریب پانچ ہزار لونڈون کے ساتھ ہو گئے اور کرتال خنجریان وغیرہ بجاتے قریب بارگاہ پیغمبری پہونچے
جمعدار صاحب اپنا ٹٹو بڑھا کر چاہتے تھے کہ دروازہ بارگاہ میں قدم رکھین کہ چار طرف سے خاص بردار و دربان و مردے چوبدار
عصابردار اسان دون کرکے کون ہو کون ہو ابے او بے شرم سانگی بدون حکم پیغمبر مرسل کے یون بے ادبانہ کہان چلا جاتا ہی
کہ روکین جمعدار نے تو یہ کہکے حاضر مین فلان جمعدار کوتوال چبوترے کا ملازم پیغمبر مرسل ہون مجھے کیون روکتے ہو جسکا جو دہ
زور اور قابو ہوگا اسکا یہی حال ہوگا اور یہ میرا منہ کالا نہین ہوا ہے تو پیغمبر مرسل کا منہ کالا ہوا ہی مرد ہے چوبدارون دربانون
نے آخر کار جبکہ پہچانا اور جانا کہ فی الحقیقت یہ طرہ باز خان جمعدار قدیم چبوترہ کوتوالی کا ہی کی ممانعت کبھی نہین تھی اسوقت
اتنا تو کہا کہ اچھا جمعدار صاحب تم ذرا ٹھہر جاؤ ہم پیغمبر مرسل سے تمھاری اطلاع کرکے اجازت لے آئین تو تم اندر جاؤ آخرش
جمعدار تو چاہتا تھا کہ ذرا ٹھہر بھی جائے مگر چارون طرف سے لونڈون کا اور تماشائیون کا اسدرجہ ردھا اور بلوہ ہوا کہ چند
چوبدارون دربانون عصابردارون نے سونٹے اور عصے ان سبھون کے مارے مگر توبہ و استغفار وہ شیطان میں لونڈون
کا ریلا اور بلوہ تماشائیون کا کوئی روک سکتا تھا سب بیساختہ اندر بارگاہ کے گھس پڑے جمعدار بھی اسی ریلے کے
ساتھ مع تمام اپنے پیادون کے اندر بارگاہ پہونچا اور شور و غل جو بکثرت شدت ہوا تو گھبرا کے گنجاب چاہتا تھا کہ پوچھے
یہ کیا ہنگامہ ہی کہ ناگاہ وہ جمعدار سامنے گنجاب کے جاکے ٹٹو پر سے کود پڑا اور تمام بارگاہ نشین ان ان کرکے کہتے ہے
کہ ابے کوتوال کے لونڈیا اس ہیئت گستاخ سیاہ رو شوخ چشم کو یہ کون ہی جو بے ادبانہ دیوانہ وار اس ہیئت و صیبت بارگاہ پیغمبری

میں چلا آیا جمعدار نے جلدی سے وہ جوتیوں کا ہار پہنے گلے سے اُتار لیا تاب ستمدیدہ ہو کر چیخا اور بآواز بلند کہا کہ ہیں ظالم یہ تو خان جمعدار کوتوالی
چبوترہ ہمارا کیا قدیم ملازم اور تنخواہ دار ہوں مگر جب سے پیر بی بی پر قابض ہو گا اُسکے نوکر کا ذکر کیا اسکا خود یہی حال ہوتا ہے قاتل مقاتل حبشی بچون
خانہ زاد ملکۂ آفاق ملکہ غنچہ خاتون محل خاص نے بیگناہ حکیم فاردوس کے مال اسباب نقد و جنس کی ضبطی کرنے اور حکیم فاردوس کے
گرفتار کر کے لانے کے عوض میں منہ کالا کر کے جوتیوں کا ہار خلعت رہا دو کیا ظلم ہے غیبی ہے یہ سب صاحب چشم عدالت اور منظر انصاف
دیکھ کر فرماتے ہیں کیا یہ کالا منہ میرا ہوتا پیغمبر مرسل کے دشمنوں کا ہو ویسا ہی ہو کتاب ستمدیدہ جوتیوں کا ہار اپنی مسند کے قریب گرتے دیکھا اور کج جمعدار
کو بکمال … کرتے جو سنا تو اپنے دل میں نہایت ذلیل اور خفیف ہوا اور جی میں یہ خیال کیے کہ ملکہ غنچہ خاتون اور میری بیٹی ملکہ گوہر ملک یقین ہے
کہ مجھ سے بہت ناراض اور کشیدہ خاطر ہو گئی ہیں بہت سا خائف و ترسان و حیران و پریشان نہایت درہم و برہم ہو کر کہنے لگا کہ اسکو کوئی خبر
ہے ملاس پاجی بدذات کو یہاں سے نکالو اور پابجولان کر کے زندانخانہ میں پہونچا دو میں دیکھا غضب کیا میں نے کیا حکم دیا کہ حکیم فاردوس
کو قید کرو اور اسکا گھربار تاخت و تاراج کر دیجیو اس ملعون حرامزادے پاجی نابکار نے ذلت اور رسوائی کی حرکت کی قاتل نے بہت
خوب کیا جو اسکو سزا دی بلکہ یہ میری مرضی کے موافق تعزیر قرار واقعی اسکو نہیں دی اور نوکری سے تو آج سے موقوف اور تنخواہ سب اسکی ضبط
کر کے داخل خزانہ عامرہ کرو اور بقید شدید اسکو لیجا کے زندانخانہ میں رکھو کیا غضب کی بات اور کیا ظلم صریح اس مفسد نے کیا ہے کہ وہ بیچارہ
حکیم فاردوس بڈھا آدمی عیسی لکھا اور میری بیٹی ملکہ گوہر ملک کا سوالی بیگناہ محض بے تقصیر تھا اسکو اُسنے گرفتار کر کے چبوترہ کوتوالی
میں لیجانا اور اسکا گھر کا روپیہ کا مال و اسباب ضبطی کرنا چاہا تھا گیا ہو خون آشام بھلا میں تجھسے پوچھتا ہوں کہ جسوقت یہ خبر
ملکہ غنچہ خاتون اور میری بیٹی کو پہونچیگی تو بتلاؤ کہ میری طرف سے اُنکو کیا ملال گذریگا غرض یہ کہکر نہایت اپنی جان سے تنگ
اور دل میں تھرایا اور کانپتا اسی وقت دربار برخاست کر کے طرف محل کے روانہ ہوا

تتمۂ داستان ملکہ غنچہ خاتون بیان کیا جاتا ہے

جسوقت قاتل زنگی حکیم فاردوس کو بحفظ آبروے تمام اُن پیادون کے ساتھ سے نجات دے کے ڈیوڑھی پر لایا اور مقاتل نے
اُس جمعدار کو خوب رسوا ذلیل کر کے اسباب و مال حکیم فاردوس کا اُس سے لے کر کے بہ دلجمعی اور بخوبی بھر کے مکان میں رکھوا کے اُس
مکان کو مقفل کر دیا اور پھر اپنے سوا معین کا بٹھلا کے بحضور ملکہ غنچہ خاتون آ کے سب حال مفصلاً اور مشرحاً عرض کیا
تب ملکہ غنچہ خاتون نے حکیم فاردوس کو تو علیحدہ ایک مکان میں رہنے کو حکم دیا اور کہا تم گھبراؤ مت حکیم صاحب کیا طاقت کسی
کی جو کوئی تمسے کسی طرح کا تعرض کرسکے بعد ازاں تمام اپنی خواصون اور ملازمون سے یہ کہکر کہ خبردار آج جسوقت پیغمبر مرسل محل میں آئے
تو تم سب لپٹ کر ایک ایک بال اُسکی ڈاڑھی کا نوچ ڈالنا آج میں بھی حضرت کی ساری پیغمبری اور شیخی کرکری کیے دیتی ہوں وہ
نا معقول اپنی پیغمبری کی کیا دکھلانے چلا ہے بعد ازاں آپ جا کر لیٹ رہی یہاں تمام لونڈیاں باندیاں جو ہیں مصاحبین مقربین
ماما ئین مغلانیاں خوجہ سیتیں انائیں دوائیں چوبدار نوکرین چاکرین ملکہ غنچہ خاتون اور ملکہ گوہر ملک کی قدیم الایام سے کتاب
کے ہاتھوں تنگ آ کر جلائی ہوئی تھیں آج جو ملکہ غنچہ خاتون نے نہایت غیظ و غضب سے اسطرح کا حکم دیا تو سارے محل میں دھوم تھی
اور لونڈیاں باندیاں خوش ہو ہو کے … کتنی پھرتی تھیں کہ پیغمبر مرسل نے خوب ہمکو ستایا اور جوتیاں مارتے ہیں ہمیشہ پیغمبر ہی سہی
کیا کرتے تھے آج ہم بھی ذرا کیفیت خوب دیکھینگے اور اپنے دل کی بھڑاس کو نکالینگے اور تکلف یہ کہ نہ اسکی بازپرس ہوگی نہ اسکا
مواخذہ ہمسے ہوگا ہم تو اسی ملکہ آفاق کے تابعدار ہیں جو اُنکا حکم ہوگا کیونکر اسکی تعمیل نہ کرینگے ملکہ گوہر ملک اپنے مکان میں تخت
پلنگ پر لیٹی ہوئی تھی اور اپنی محرمون ہمدمون کنیزون سے وہی تذکرہ شاہزادہ بدیع الزمان کے روز اولین اپنے بچھانے کا شہرستان
میں اور پھر بیہوشی دیکر اپنے لانے کا کر کے کہہ رہی تھی کہ ہائے مجھے کیا معلوم تھا کہ ایسی افتاد میں ہوگی دلارام وغیرہ سب
خواصیں بہلاتی تھیں کہ اے ملکہ عالم آپ ہرگز اس ملعون دیکھیے فضل الہی شامل حال ہوا چاہتا ہے شاہزادہ بدیع الزمان بہت

صاحب اقبال ہو ع کہ اُسکے بخت کی کھاتا ہو آسمان سوگند ۔ حضور نے بچشم اپنے ملاحظہ فرمایا ہو کہ کن کن بلیات سے جناب حضرت نے
اُسکو محفوظ رکھا ہو انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب پھر دو چار دن میں کہیں نہ کہیں سُراغ گھوڑے کے لیجانے کا سمع اقدس میں پہونچا جاتا
ہو اور مژدۂ صحت و تندرستی شاہزادۂ والا صفات سے پھر وہی جشن عیش و نشاط ملاحظہ فرمائیگا ابھی یہی باتیں کر رہی تھیں کہ دربان
گنجاب نے ڈیوڑھی پر محل کی محلدار سے پوچھا کہ محلدار ملکہ غنچہ خاتون کیا کرتی ہیں اور کس شغل میں ہیں محلدار دوڑی اور ہاتھ سے
اشارہ ممانعت کا کیا اور قریب آکے کہنے لگی کہ یا پیغمبر مرسل واسطے خداوند بجدہ ہزار ملک کے آپ ایسے وقت یہاں سے تشریف
لیجائیں یہاں اسوقت ٹھہرنا آپ کا مناسب نہیں آج ملکۂ آفاق نہایت درہم اور برہم ہیں اور لونڈی کیا عرض کرے جو کچھ انھوں نے
حکم اپنی خواصون کو دیا ہو گنجاب کا یہ حال ہوا کہ عنقریب تھا کہ پیشاب خطا ہو جاوے بہت گڑگڑائے اور بہت سماجت کر کے کہنے لگا
کہ محلدار میں تجھے بہت بڑا بھاری خلعت اور تیرے دونوں بیٹوں کو دو دو روپیہ روز کی اسامی سواروں میں اسپ اور تقصیر معاف کروا دونگا
تو ذرا جاکے میری بابت ملکہ گوہر ملک کو میرے پاس تک بلا لا محلدار نے کہا یا پیغمبر مرسل میں آپکی لونڈی تابعدار ہوں مگر اسوقت
میں نہیں جا سکتی ملکہ غنچہ خاتون کی نہایت منادی اور ممانعت ہو کہ خبردار کسی کا پیغام سلام تو نہ لانا قربان گئی ناک چوٹی اپنی کون کٹوانے اپنی
آبرو بٹی چیز ہو گنجاب نے کہا محلدار تو بڑی احمق ہو کبھی تیرے واسطے کوئی بات آبرو ریزی کی نہونے پاویگی تو وہاں تک ذرا جا تو سہی فقط میری
بیٹی کو میرے آنیکی اطلاع کرکے چلی آنا یہ کہکے گنجاب نے پانچ اشرفیاں محلدار کو دیں اور کہا کہ میں یہاں سے مراجعت کرکے جسوقت بارگاہ
میں گیا اسوقت تجھے خلعت بھیجونگا اور تیرے دونوں لڑکوں کی اسامیاں درست کرودونگا غرضکہ محلدار بہت سے حیلے حوالے عذر و معذرت
کرکے بہزار دشواری یہ کہکر کہ آج تک حضور نے کبھی دو روپیہ کا سلوک لونڈی کے ساتھ نہیں کیا اب جو قیامت کا سامنا ہو تو مجھے آگ
میں جھونکنے کے لیے آپ یہ دم دلاسے کی باتیں مجھ سے کرتے ہیں خیر میں جاتی ہوں اگر موقع پاؤنگی تو پیغمبر زادی سے کہ آؤنگی پردہ
اٹھاکر اندرون محل کے گئی محلدار نے قدم رکھا ہی تھا کہ دو اصیل لونڈیوں نے محلدار کو آتے دیکھکر کان کھڑے کیے اور دیدبان
ہو لیں آہیں محلدار جاکے ملکہ گوہر ملک کے مکان تک پہونچی کہ دونوں یہ دونوں بھی پیچھے پیچھے محلدار کے دوڑیں وہ چار نے پوچھنا
شروع کیا کہ محلدار کیا پیغمبر مرسل تشریف لائے ہیں محلدار نے کہا نہیں بی بی پیغمبر مرسل سے مجھے کیا واسطہ تمھارے سوائے ملکۂ آفاق
کے حکم کے اور کوئی واسطہ غرض کسی سے نہیں اپنے کچھ کام کے لیے پیغمبر زادی کے پاس جاتی ہوں یہ سنکر وہ بیس چالیس جو ہیں لونڈیاں
باندیاں دوڑیں کہ کیا کیا محلدار کیا کہا پیغمبر زادی سے اسوقت ایسا کام کیا درپیش ہوا مگر یقین کلی ہوا کہ پیغمبر مرسل نے کچھ پیام بھیجا ہو
یا خط اُسکا وقت ہو اب تشریف لائے ہونگے تو نے ڈیوڑھی پر روکا ہو اور کچھ سکھا پڑھا کے اندر نہیں آنے دیا محلدار ہر چند ہاں ہاں
نہیں نہیں کرتی تھی پھر تو یہ عالم تھا کہ چاروں طرف سے چھ سات سو لونڈیاں باندیاں لٹھیاں چلی ہوئی لیکر دوڑیں اور اسطرح کا رولا
اور بلوہ ہوا کہ محلدار کو اپنی عزت اور جان بچانا اُن سبھوں کے ہاتھ سے مشکل ہوا یہ خبر ملکہ گوہر ملک تک پہونچی ہر چند ملکہ کی بھی
خواصیں سب گنجاب کی دشمن ہو رہی تھیں مگر بلحاظ و پاس ملکہ کے کچھ بظاہر بول نہیں سکتی تھیں گوہر ملک نے کہا کہ یہ چیچ کیوں
نے کیا محلدار کے پیچھے شور و غل کر رکھا ہو ذرا دریافت تو کرو کہ ماجرا کیا ہو ولدار امہ نے کہا ملکۂ عالم ماجرا یہ ہو کہ محلدار جو آئی تو بڑی حضور کی خواصون
نے پوچھا کہ محلدار کیا پیغمبر مرسل آئے ہیں محلدار نے کہا نہیں میں تو پیغمبر زادی کے پاس کچھ اپنے کام کو جاتی ہوں اسپر سبھوں نے بلوہ کیا
اور کہتی ہیں پیغمبر زادی سے تجھے کیا کام ہو ہمیں معلوم ہوتا ہو کہ پیغمبر مرسل آئے ہونگے تو نے انکو کچھ چلتا سکھا پڑھا کے اندر آنے نہیں
دیا اور یقین کا شاید کچھ پیام لیکے ملکہ عالم کے پاس جاتی ہو گوہر ملک نے کہا تو جا اور اُن سب لالچیوں کو منع کرکے کہ
محلدار میرے پاس آتی ہو تم سب کیوں نہیں دیتی ہو ولدار امہ نے آکر سب کو روکا اور کہا پیغمبر زادی نہایت خفا ہوتی ہیں اور فرماتی
ہیں کہ محلدار کو میرے پاس کیوں نہیں آنے دیتی ہو غرض یہ کہکر جوں توں محلدار کو ولدار امہ اپنے ہمراہ ملکہ گوہر ملک کے پاس لائی
لیکن دس پانچ چھوکریاں لونڈیاں باندیاں ملکہ غنچہ خاتون کی بھی آہستہ آہستہ محلدار کے پیچھے پیچھے چلی آئیں جب محلدار ملکہ گوہر ملک

کے پاس پہونچی اور اُسنے جھک کر مجرا کیا اور بلائیں لیں تو ملکہ نے پوچھا کہ محلدار خیر تو ہے کہین کیا تھی پھر اسنے کہا کہ لونڈی عرض کر چکی ابھی
لونڈی کے پیٹ مین وہ نہین سماتا خواصون نے مجھے بوکھلا دیا اور دیوانہ بنا لیا ہے ملکہ گوہر ملک اپنے جی مین سوچی کہ بیشک بادہ جان
نے ہین فرمایا کہ اچھا تو ٹھہر جا اور اپنی خواصون کی طرف دیکھکر فرمایا کہ ذرا تم سب یہان سے ہٹ جاؤ مجھ کو محلدار سے کہنا ہے جو لونڈی
تو ہین مصاحبین سب حسب الحکم ملکہ کے ہٹیں مگر وہ بھی اپنجی ہین یہی سمجھی ہونگی کہ پیغمبر مرسل کا پیغام لے کے محلدار آئی ہے اسواسطے
پیغمبر زادی سے ہمکو ہٹا دیا ہے ملکہ غنچہ خاتون کی خواصون سے اشارون مین کہا کہ یہی وقت ہے ہوشیار رہنا جو چاہو کہ پیغمبر مرسل آ گئے ہین ہم سب
بجز پیغمبر زادی کے ابھی کچھ نہین بولینگے پھر ہم بھی سب تمہارے شریک ہو جاینگے بارے ادھر سب لونڈیون باندیون خواصون
اناؤن دواؤن داماؤن اور مغلانیون چنیدہ چتون باری دارون وغیرہ کا بلوا سا ہو رہا اور ملکہ غنچہ خاتون سامنے بارہ دری کی
بیچ مین پڑی پڑی دیکھ رہی ہے بلکہ اکثر کہتی بھی کہ ہان اگر وہ موذی آیا ہو تو جتنا تم سے ہو سکے خوب مسکوڑ ہی کرنا اور داڑھی مین آس
موذی کاٹنے کی ایک بال نہ چھوڑنا گریبان کا حال سُنیے کہ محلدار چار طرف دیکھتی جاتی اور مارے ڈر کے جو منہ کی بات کہتی
پھر جو منہ سے نکلتی کچھ ہے ہزار خرابی اُسنے کہا کہ حضور اسوقت پیغمبر مرسل تشریف لائے ہین اور لونڈی سے ہر چند منع کیا مگر وہ نہین
مانتے ہین فرماتے ہین کہ جسطرح سے بنے ذرا میری بچی کو میرے پاس تک بلا دے اب لونڈی کی حرمت اور جان حضور ان
خواصون کے ہاتھون سے اور بڑی حضور کے عتاب اور غضب سے بچالیں تو بچتی ہے ورنہ آج بڑھی کی جان آبرو دونون جاتی ہین
یہ سنکے گوہر ملک آپ اٹھی اور محلدار کو اپنے ساتھ لیے ہوئے ڈیوڑھی کی جانب چلی اور سوا بلوا چھوکریون کا ہوا اور بانگ
سی چار طرف سے چلیں اور لکٹیان اور دستے اور کنسے لے لے کر دوڑین گوہر ملک نے دلارام سے کہا ذرا کوڑا تو
لاؤ اور دلارام حسب الحکم لا کے کوڑا لائی ملکہ گوہر ملک نے کوڑا لیکے کہا شتنولوا بلاؤ دیکھون تمہاری کچھنیان کی ہین
اسے یہ کیا بد ذاتی ہے ہین کیا جانے کس کام کو ذرا محلدار کو ساتھ لیے ڈیوڑھی تک جاتی ہون تمنے بیانت کیون برپا کی خبردار جو کوئی
تم مین سے آگے قدم بڑھا کے رکھے یا ذرا سا بھی شور و غل کریگا تو مارے کوڑون کے بھرتے اُڑادونگی اب وہ خواصین لڑکیان بانگ
وغیرہ ٹھٹھر گئین اکثر نے جا کے ملکہ غنچہ خاتون سے کہا کہ حضور پیغمبر زادی ہمکو روکتی ہین اور خفا ہوتی ہین اور ہمکو خوب یقین ہو گیا
ہے کہ پیغمبر مرسل ڈیوڑھی پر آئے ہین ملکہ غنچہ خاتون نے کہا کہ مردار دیکھو مین لڑکی سے کہے دیتی اور ہمارے دیتی ہون یہ کہکر
باواز بلند کہا کہ بیٹا گوہر ملک تمکو میری جان کی قسم اگر وہ ایسا تیسا آیا ہو تو تم خبردار چھوکریون کو منع نہ کرنا گوہر ملک نے کہا
امان جان پہلے ذرا آپ سُن تو لین کون آیا ہے اور کسکے واسطے مین نے ان الزادیون کو منع کیا ہے یہ سب مست ہو گئی ہین خواہ مخواہ بلوہ
روا کیے ہنگامہ شور و غل برپا کر رہی ہین غرض یہ کہ ملکہ گوہر ملک ڈیوڑھی پر گئی اور محلدار نے پردہ اٹھا کر کنچاب سے کہا کہ حضور
اسوقت کوئی صورت لونڈی کی جان و آبرو بچنے کی نہ تھی پیغمبر زادی کے صدقے مین زندہ اور سلامت خواصون کے جتھے سے نکل آئی ہون
تو جو آپ کو کہنا سُننا ہو جلدی سے چپکے چپکے کہ لو پیغمبر زادی تشریف لائی ہین کنچاب نے گوہر ملک کو دیکھکر کہا بیٹا مین نے سنا تمہاری
امان آج مجھ سے کچھ [illegible] آزردہ ہین کیا سبب ہے مین نے تو کوئی بات خلاف انکے مزاج کے ایسی نہین کی جسکے باعث انکو رنج پہونچا ہو
گوہر ملک نہ بسید حلیم اور بحیا و بسند بامروت ہے باوصف اسکے غصہ اور رنج اور صدمہ تو دل مین بشدت تھا لیکن باپ کا منہ دیکھکر سر
جھکا لیا اور کہا کہ ابا جان آپ کو یہ بات لازم نہ تھی بھلا میرے حکیم صاحب نے حضور کا کیا قصور کیا تھا انکو کوئی بار سے
وہ جب انتقال حکیم صاحب ہونے حکیم صاحب بے خبر جو سے نیکی کی تھی کچھ بدی تو کی نہ تھی اور اگر انکو اطلاع اس امر کی ہوتی تو وہ اپنے گھر مین اسکو
کیون رہنے دیتے لاعلمی سے اُنھون نے اپنا فرض تھا تو کیا گھر مین رکھا تھا مین حضور کا مجرم اور گنہگار حکیم صاحب نے کیا کیا آپنے کیون انکو
خانہ زاد و بلند اقبال خطاب دیا تھا انصاف اور عدالت کو ہاتھ سے نہ دیجیے امان جان اسی بات پر خفا ہین اور مین نے تو
امان جان کو ہر چند سمجھایا مگر کیا کہون وہ نہایت ہی درہم برہم ہو رہی ہین نہ میرا نہ آپ پر طبیعت ہی نہ مین امان جان سے

پہونچ سکتی ہون گنج آب نے کہا بیٹا ہین تجنے کیا کہا اُسکا کیا گناہ اور کیا قصور وہ قدیم میر سفر کا نمک خوار تھا اُسنے گود مین کھلایا غریب حلیم
مزاج پیر مرد تنخواہ میں تخفیف جرم خطا اُسکو بھلا مین کیون گرفتار کرنے اور اسکا گھربار لوٹنے کا حکم دیتا ماجرا یہ ہوا کہ گیا ہو خون آشام نے شاید
بدون میری اطلاع کے یہ حکم دیا تھا کہ کوئی جا کے حکیم فاروس کو بھی بلا لاؤ تا ان سے دریافت کرین کہ تمنے پسر حمزہ کو کیونکر چھپا پایا تھا اُسکا
سراغ و استفسارات کا شونکو معلوم ہو تو بیان کرو بس جب کہ مین نے یہ حال سنا تو مین بہت خفا ہوا اور گیا ہو خون آشام کو اسی وقت سے مین نے
نظربند کیا ہے تو بات کوئی ایسی نہیں جس میں تمہاری امان جان مجھسے ناراض ہون یا دانستہ ایک بات اگر کسی اور سے ہو گئی اور مجھے اطلاع
مطلق بھی نہ تھی پھر مین نے اسکی تعزیر قبل تمہارے کہنے کے دی پھر وجہ رنجش کیا ہے خیر تم جاؤ اور اپنی ماں کو میری طرف سے عذر کر کے سمجھاؤ
کہ مین قسم خداوند جبہ جبار ملک باختر کی کھا کے کہتا ہون میرا ایسا ہین سر و گمان نہ تھا اور اے ملکہ گوہر ملک بیٹا سنو مجھے تمہاری ماں کے
بگڑ جانے کا کچھ ڈر نہیں خدا نخواستہ تجھے سلامت رکھے مین تجھے اپنا دیدہ و وسیلہ ایسا رکھتا ہون کہ ہزار وہ بگڑ جائینگی تو میرا کچھ نہ کر سکینگی قول سعدی
شیرازی کی چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیبان وقصہ مختصر ملکہ گوہر ملک یہ کہکر کہ خیر بابا جان آپ ذرا نہیں تشریف رکھین
مین پھر جا کے امان جان کو سمجھاتی ہون اور آپ کو آکے ہونے لیے جاتی ہون گنج آب کے پاس سے ملکہ غنچہ خاتون کے پاس
گئی اور غنچہ خاتون کے گلے سے لپٹ کے منہ سے منہ ملا کے کہنے لگی کہ امی جان ایک بات مین کہون جو آپ مانین ملکہ غنچہ خاتون
نے بیٹی کی بلائین لیکر بہت سا پیار کر کے کہا کہ واری میری تو جان اور سب ہے جو تو کہے اپنے بدن کی بوٹی بوٹی کاٹ کے تجھے تصدق کر دون
لیکن غنچو اور صدقے گئی تو اس مردود گنج آب کے باب مین مجھسے کسی وصف سفارش نہ کرنا میں ہرگز نہ مانونگی گوہر ملک نے اپنی آنکھون
مین آنسو بھر لا کے کہا امان جان میرے سر کی قسم میری جان کی قسم میرا حلوا کھائیے میری بوٹی پکائیے مجھے پیٹیے مجھ ترسے تجھے وبیسا
کتنا نہ مانیے غیر جو میری قسمت کا لکھا تھا وہ پورا ہوا اب آپ کچھ غصہ نہ فرمائین اور بابا جان سے ملائین جو ہونا تھا ہو چکا بابا جان تو
ہزاروں قسمین کھا کے کہتے ہین کہ مجھے مطلق خبر نہیں میں نے بیچارے حکیم فاروس کے گرفتار کرنے اور تاخت و تاراج کا ہرگز
حکم نہیں دیا تھا شاید گیا ہو نے واسطے تحقیقات کے حکیم صاحب کو بلایا تھا سو جس وقت کہ مجھے خبر ہوئی مین نے اسی جرم پر گیا ہو کو
عہدے سے معزول کر کے نظربند کر دیا ہے ملکہ غنچہ خاتون نے کہا بیٹی میں دھاڑ دھاڑ اپنا سر پیٹ کے ابھی خبردار کے اپنے آپ کو
ہلاک کر دونگی بجلسا لگے اسکے منہ کو مین تمھے نہین جا کے سو رہتی ہون تو اپنے بابا جان کو بلا کے کہہ دے زہر ملا کرا اب بیٹی مجھے جلانے کو
اور اس سے ملنے کو ہرگز نہ کہنا ان جو تجھے میرا جینا گوارا ہو تو مجھے صاف صاف کہو مین اپنی جان آپ کھو دون مگر اب جیتے جی منہ اسکا مجھے
نہ دکھلائے غرض غنچہ خاتون بپاس خاطر ملکہ گوہر ملک واسطے آنے اور کھانا کھلوانے گنج آب کے پروا کی دیکھے آپ تپاک سے
مین جا کے سو رہی ادھر یہان ملکہ گوہر ملک نے دلارام سے کہا کہ تو جا کے محلدار سے کہہ دے کہ بابا جان کو اپنے ساتھ لیکے اندر آئے
اور خواصون لونڈیون باندیون سے چین بچین ہو کر فرمایا کہ خبردار خبردار کسی سے کوئی حرکت خلاف ادب بابا جان کے سامنے
کی تو ناک اور چوٹی کٹوا کے اسقدر کوڑے تمکو مارونگی کہ پرزے پرزے بدن کے اُڑ جائینگے خیر امان جان کا مقدمہ اور تھا وہ دونون
میان بی بی ہین جو چاہین آپس مین رنجش کرین چاہین میل کرین مجھے کیا دخل بالزادو تم جیسے انکی لونڈیان ویسے بابا جان کی تمہاری یہ مجال ہے
کہ بابا جان کی طرف آنکھ اٹھا کر تو دیکھو سب خواصین لونڈیان باندیان بخوف ملکہ گوہر ملک چپ ہو کر جہان تہان بیٹھ رہین
اس مین دیکھا کہ آگے آگے گنج آب اور پیچھے پیچھے محلدار اور دلارام اندرون محل نمودار ہوئین اور باوجود اسکے کہ ملکہ گوہر ملک
نے خوب ڈانٹ دیا تھا لونڈیون باندیون لازمون میں سے کوئی بے ادبی نہیں کر سکتی تھی مگر اسیر بی سلام اور مجرا کسی نے
گنج آب کو نہیں کیا گنج آب خود بخود ایک ایک کی جانب مخاطب ہو کر پوچھتا ہے کہ کیون بیبیو تمہارا جی کیسا ہے صاحب تم
تو ہماری قدیم نمک خوار اور بڑی دو تنخواہ ہو ہم تم سے نہایت شرمندہ ہین مگر تمہارے فلان عزیز کے لیے پچاس روپیہ مہینا
فلان کام پر معین کر دینگے اور اس نحوہ وہ چپکے چپکے کہتی ہین کہ وہ مہربانی نہ کیجیے مہربانی کی آج کچھ ہوئی میرے عزیز کا مہینا کرتے آج

وہ کل داستان عندت بیان شاہزادۂ خاور سپاہ ملک قاسم لعل خفتان خونریز خاوری بیان کیے جاتے ہین

سابق ازین گزارش کیا تھا کہ جسوقت وہ پنجہ شاہزادۂ خاور سپاہ ملک قاسم کو عین کشتی مین شاہزادۂ بدیع الزمان سے جدا کرکے سوے آسمان لیگیا ہر چند اسی حالت مجبوری مین شاہزادۂ خاور سپاہ نے گالیان فحش دیکر کہا کہ بدذات کمظرف اسوقت تو کون ہے جو اسوقت مجھے اس میدان کشتی سے اُٹھائے لیے جاتا ہے مین اس کشتی گیر بدیع الزمان کو زیر کر چکا تھا چھوڑ دے مجھے لیکن کسی طرح سے نجات دربائی شباہی بعد دو گھڑی کے اُس پنجہ نے لیجا کر ایک پہاڑ پر اُتار دیا ازبسکہ شدت ہوا سے آنکھین شاہزادۂ خاور سپاہ کی بند تھین جبکہ پانون اُسکے زمین سے آشنا ہوئے تو بے ساختہ آنکھین کھول دین اور دیکھا کہ مین ایک پہاڑ پر کھڑا ہون اور سامنے ایک پریزاد با حسن خداداد شعر ہے کہ دیدن آن شکل و رخسارہ ہے بند و زلف صد سالہ زنار برس چودہ یا پندرہ کا سن و سال سراپا حسن و جمال کبت وامین چھپ جات دیکھ جاکو سکات چاند سورج مین بھلا کہان یہ سندرتا ہے ہے پان مین نہ کنول مین دکھل مین وہ تو مرجھائے دکھت یہ کومل نار ہے ہے کیوڑہ اور کیتکی سیوتی گلاب کسو اکی سگندہ تو عطر ہو پایے ہے ہے لوہو سے زرد گلن کی بیج کر جولانی تو پائن مین وائے جیسے مہندی سی لگات ہے ہے استبرق پردۂ قاف کی دھوم دھامی پوشاک پہنے از پاتا فرق دریائے جواہر مین غرق بنگاہ حسرت میری طرف کھڑی دیکھ رہی ہے شاہزادۂ خاور سپاہ ملک قاسم اپنے دل مین نہایت متوحش و متوہم ہو کر چار طرف دیکھنے لگا اور سوچتا تھا کہ کیا مین مر گیا ہون اور یہ سطح بہشت ہے اور وہ جو سنا کرتے تھے کہ واسطے مومنین کی خدمت کے حورین حاضر ہوتی ہین سو وہی حور آکے میرے سامنے کھڑی ہوئی ہے ناگاہ اُس پریوش نے کہا کہ اے شہریار کج خیال ہوا اور آپ کس فکر مین چشم تحیر چار طرف ملاحظہ فرماتے ہین شاہزادۂ قاسم نے فرمایا کہ اے طلعت تو کون ہے اور یہ کیا مقام ہے اور کون ملک ہے اور یہان مجھے کون لیکر آیا ہے اُس پریزاد نے عرض کی کہ شہریارا اس پہاڑ سے پچاس کوس کے فاصلہ پر ایک شہر ہے کہ اُسکو دربند رضوانیہ کہتے ہین اور وہان کا حاکم میرا باپ رضوان شاہ ہے اور یہ ملک متعلق قاف چہارم سے ہے اور حاکم اور فرمانروا اس ملک کی شہنشاہ پردۂ قاف ملکۂ آسمان پری ہے اور ملکۂ قریشیہ سلطان مین لونڈی تقصیروار گنہگار حضور کو اُس کشتی کے اکھاڑے مین سے اُٹھا کے لے آئی ہون اور واقعہ یہ ہے لونڈی کا نام ہے آپ کو جو لونڈی گستاخانہ عاجزانہ جرأت کرکے اُٹھا لائی ہے تو اُسکا سبب یہ ہے کہ متصل اس پہاڑ کے دامان کوہ مین ایک حوض طلسم ہے کہ نام اُسکا چشمۂ درخیز ہے اور حضرت سلیمان ابن داؤد علیہ السلام کے وقت سے ایک دیوزاد کہ نام اُسکا غراب زاغ چشم ہے لہذا اُس چشمے کا ہے اور سال مین ایکبار اس چشمہ پہ میلہ دیوزاد اور پریزاد وغیرہ کا ہوتا ہے اُس مین وضیع اور شریف ہفت اقلیم قاف کے سب ہی جمع ہوتے ہین اور اس چشمۂ درخیز کا پانی تبرکاً و تیمناً اپنی اپنی آنکھون سے لگاتے ہین اور پیتے ہین چنانچہ تین مہینے کا عرصہ گذرتا ہے کہ وہ میلہ ہو چکا ہے حسب اتفاق اسی سال یہ کنیز بھی بطریق زیارت اُس چشمہ پر گئی تھی وہ غراب زاغ چشم لونڈی پر عاشق ہوا لونڈی اُس بدذات کی آنکھ دندی اور مکاری کی پہچان کر وہان سے مع اپنی خواصون کے اپنے مکان کو چلی آئی اُس دیوزاد نے بسبب وابستگی طبیعت کے پیچھے اُسکے رسم و راہ کے لیے تحفہ تحائف بھیجنے شروع کیے اور ازبسکہ بسبب داروغگی اُس چشمۂ سلیمانی کے سب وضیع و شریف ساکنان قاف کے اُس بدذات کو معزز و ممتاز سمجھکر بہ عزت اور توقیر پیش آتے تھے میرا باپ بھی پاس و لحاظ اُسکا بہت کیا کرتا تھا بعد چند روز کے اُس غراب زاغ چشم نے میرے ساتھ شادی کی استدعا کی اور اس بات سے پدر بزرگوار میرا اُس سے نہایت خشمگین ہوا اور اپنے ملازمین سے حکم دیا کہ یہ دیوزاد ہمارے شہر مین نہ آنے پائے مین بہ پاس ادب چشمۂ درخیز کی محافظت کے مجبور ہون ورنہ اس دیو کو مدرجۂ قتل پہنچاتا جب غراب زاغ چشم نے دیکھا کہ رضوان شاہ میرے دام تزویر و تدبیر مین نہ آیا شعشعہ سہ چشمی کہ ایک سردار سرکشان قاف سے نہایت جوانمرد بدذات کافر ازلی اور دشمن جان و ایمان اہل اسلام ہے یہ تلاش غراب زاغ چشم پیش خود یہ تجویز کرکے کہ رضوان شاہ مرتد اہل اسلام سے ہے شعشعہ سہ چشمی کو کہ ابلیس پرست ہے

اغوا کر کے اپنا طرفدار بنایا اور باسدرجہ رضوان شاہ پر دباؤ ڈالا کہ اپنی بیٹی وردانہ پری کا میرے ساتھ نکاح کر دے
چنانچہ وہ گوہر شاہوار کے چشمہ درخشندہ نکالکر شعشہ سہ چشمی کے پاس گیا اور وہ دانے بطور نذر پیشکش کیے اور میرے
مقدمہ میں میرے باپ کا استغاثہ کیا شعشہ سہ چشمی نے کہا اے غراب زاغ چشم تو بھی مسلمان اور وہ پریزاد اور اسکا باپ رضوان شاہ
بھی یزدان پرست ہے مجھے تم دونوں مدعی اور مدعا علیہ غیر ملت ہو میں کس میں مداخلت کیا کروں اگر تو ابلیس پرستی اختیار کرے
تو میں تیرا شریک حال ہوں اور جسطرح سے ہو سکے رضوان شاہ کی بیٹی تجھے دلوا دوں یہ سنکے غراب زاغ چشم علیہ اللعن
والعذاب کہتا ہوا شعر عشق ازین بسیار کردست وکند * سبحہ را زنار کردست وکند * ابلیس پرست ہو گیا شعشہ سہ چشمی نے
نہایت خوش ہو کر ایک نامہ بدین مضمون کہ تم اپنی بیٹی کی غراب زاغ چشم کے ساتھ شادی کر دو اگر اس میں سرمو تم نے عذر او انکار
کیا تو میں فوج قاہرہ تمہارے ملک پر لا کر سب تاج و تخت تمہارا چھین لونگا لکھکر ایک دیوزاد کے ہاتھ میرے باپ رضوان شاہ
کے پاس بھیجا۔ ہر چند کہ اس بات میں طول بہت سا ہے مگر مختصر مطلب یہ ہے کہ میرے باپ نے نہایت برہم ہو کر وہ نامہ
پھاڑ ڈالا اور جواب جنگ دیا شعشہ سہ چشمی بارہ ہزار زرہ شاہین دیو اپنے ہمراہ لیکر میرے باپ کے ملک پر آیا اور خوب
کئی لڑائیاں اس سے ہوئیں دیکھیے جلیل القدر امرا اور میرے عزیز و اقارب مارے گئے آخر ناچار ہو کر باپ میرا قلعہ بند ہوا اور
جبتک رسد اور غلہ بہم پہونچا شعشہ سہ چشمی سے لڑا کیا جب غلہ تمام ہوا اور نوبت بہ ہلاکت پہونچی تب ناچار جلا وطن ہو کر ان کوہوں
کے قلعوں میں پناہ لی ہے شاہزادہ خاور سیاہ نے یہ سرگذشت وردانہ پری کی سنکے فرمایا کہ اے پری یہ بیان تو فقط تمہارا اور تیری قوم
کے دیوزاد اور پریزاد او تیرا باپ اور تیرے عزیز و اقارب کہاں ہیں وردانہ پری نے عرض کی کہ شہریار وہ سب حاضر ہیں اور
استدعاے زیارت اقدام عالی میں اسی پہاڑ کے اسطرف منتظر بیٹھے ہیں شاہزادہ خاور سیاہ نے فرمایا کہ اچھا تم انکو
ہمارے پاس بلا لو وردانہ پری نے آداب بجا لا کے ایک آواز دی طرفۃ العین میں چار طرف سے پریزادوں کے غول کے
غول آ کے وہاں پہونچے اور ایک شخص با ریش سفید تاج شاہی بر سر تخت رواں پر سوار قریب ہزار پریزاد کے گرد و پیش آگے آگے
ان سب کے آیا اور وردانہ پری نے عرض کی کہ اے شہریار رضوان شاہ باپ اس کنیز کا یہی ہے شاہزادہ خاور سیاہ نے
اسطرف منہ پھیر کر جو نگاہ کی تو رضوان شاہ نے تخت پر سے اتر کے باادب تمام ہاتھ سر پر رکھا اور باواز بلند آبدیدہ ہو کر
کہا اے نبیرہ ذوالقرنین قاف ثانی سلیمان اللہ تعالے نے آپ کو خوب بروقت پہونچایا اور بعد اسکے سب حال بیان اور ابتدائے
فتنہ انگیزی غراب زاغ چشم اور فوج کشی و معرکہ آرائی و رزم و پیکار شعشہ سہ چشمی بیان کر کے رونے لگا قاسم نے کمال تسکین اور
خاطرداری رضوان شاہ کی کر کے فرمایا کہ اے رضوان شاہ شاہان ہفت کشور اور سلاطین زمانہ کو اکثر ایسے مرحلے درپیش ہوتے
ہیں مگر تم اپنے دل میں کچھ اندیشہ اور تردد نہ کرو وہ مسبب الاسباب جو شعر خدا ہے کہ بالا و پست آفریدہ * زبر دست بر زیر دست
آفریدہ * خدا نے چاہا تو وہ غراب زاغ چشم اور شعشہ سہ چشمی دونوں اپنی سزائے اعمال کو پہونچینگے لیکن مجھے نہایت فکر
ان دو باتوں کی ہے اول تو یہ کہ تمہارا فرقہ اہل اسلام ہو ہم تم نے بخدمت شہنشاہ پردۂ قاف ملکہ آسمان پری اور ملکہ
قریشیہ سلطان کیوں نہ التجا کی اور جو تمکو مہلت اور فرصت نہ تھی تو تم نے بذریعہ عرائض اپنے حال زار کی اطلاع کی ہوتی
اور دوسرے فکر اور تردد مجھے اس بات میں ہے کہ تم نے اس مہم کی تجابالی میرے اوپر کیا سمجھ کر موقوف او منحصر رکھی آپکی وجہ
کیا ہے بعد ازاں مجھے تم نے کیونکر جانا رضوان شاہ نے عرض کی کہ شہریار میں نے ابتدا میں کئی عرائض بخدمت شہنشاہ ہفت
قاف ارسال کیے اور جواب ایک کا بھی وہاں سے صادر نہوا آخر کار معلوم ہوا کہ شہنشاہ پردۂ قاف اور ملکہ قریشیہ سلطان
دونوں صاحب مالک اور خداوند نعمت ہمارے جو ہیں انکو بھی قہقہاے دیوزاد سے معرکہ جنگ و جدال درپیش ہے اور
قہقہاے دیوزاد نے ملکہ آسمان پری کو نہایت تنگ کر رکھا ہے اس سبب سے انکو ہماری تائید و اعانت کی فرصت

نہ تھی اور آپ کے طلب کرنے اور تکلیف دینے کا سبب یہ ہو کہ ایک کاہن زبردست قدیم الایام سے ہمارے ہمراہ ہو اُسکے احکامات میں کبھی فرق نہیں پڑا جبکہ میں شعشہ سیہ چشمی سے نہایت عاجز ہو کر اس دامن کوہ میں آ کے چھپا اسوقت اُس کاہن نے اندوسے علم کے مجھسے کہا کہ اے رضوان شاہ تو اس شعشہ سیہ چشمی پر فتحیاب ہوگا الا بتائید و امداد اُس آدم زاد کے کہ جو اولاد صاحبقرانی ہو جب میں نے سُنا تو میں اپنے دل میں نہایت متحیر ہوا اور جی میں کہتا تھا کہ کیسے لشکر فیروزی اثر میں امیر حمزہ صاحبقران کے بیٹوں اس بندہ زادی دوردانہ پری نے بذریعہ اپنی ماں کے مجھسے اجازت طلب کی کہ میں جا کر یہ دانائی تمام کسی پہلوان جلیل اولاد حمزہ عالیمقام کو ابھی لیے آتی ہوں اور فدوی نے اجازت دی اور یہ کنیز جا کے آپ کو لائی پھر شاہزادہ خاور سپاہ نے فرمایا کیا مضائقہ پہلے واسطے اتمام حجت کے ایک نامہ شعشہ سیہ چشمی کے نام پر لکھوا کے بھیجو پھر جیسا کچھ ہوگا جوں وقت آئیگا دیکھا جائیگا پہلے تو رضوان شاہ نے حال سرکشی اور تکبری شعشہ سیہ چشمی کا بہت بیان کر کے کہا کہ وہ بڑا ہی مغرور اور بدذات ہے حضور کے نامہ کو کبھی نہ مانیگا مگر جبکہ شاہزادہ خاور سپاہ نے فرمایا کہ تمھیں اس سے کیا غرض ہم لوگ بے اتمام حجت کوئی کام نہیں کرتے تب ناچار ہو کر ایک نامہ اُس شعشہ سیہ چشمی کو بعد حمد و نعت بدین مضمون ترقیم کیا کہ اے شعشہ سیہ چشمی بدان و آگاہ باش کہ منم نبیرہ فرمانروائے قاف ثانی سلیمان امیر حمزہ صاحبقران شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم لعل خقتان خونریز خاوری حال سرکشی اور تمردی کا تیری سنکر خیال کیا کہ اتمام حجت اہل اسلام کو واجب ہو تجھے لکھا جاتا ہو کہ تو بمجرد مطالعہ اس فرمان قضا جریان کے اپنے دونوں ہاتھ باندھے حضور میں آ کے حاضر ہو اور لعنت کر ابلیس پر بتی اور اس کفر کافری پر کلمہ طیبہ زبان پر جاری کر کے بالفعل دین اسلام قبول کر تو ملک و مال سب تجھے معاف رہیگا اور ہر سر مو ہمارے حکم میں کہ مثل تیر قضا پھر تا نہیں حد سے تجاوز کیا تو اس طریق پر تو مارا جائیگا کہ تیرے مثل پریاں و دیو اور مرغان ہوا گریہ و زاری کرینگے اشعار اگر صلح خواہی نہ خواہیم جنگ؛ و گر جنگ جوئی ندارم درنگ ۔ دم از صلح مزن یا بکین و پیام ۔ حکایت برین ختم شد والسلام ۔ اور وہ نامہ ایک پریزاد کے ہاتھ شعشہ سیہ چشمی کو بھجوا دیا جبکہ اُس پریزاد نے لرزان و ترسان جا کے وہ نامہ شعشہ سیہ چشمی کو دیا شعشہ سیہ چشمی اُسے پڑھکر ڈپٹ قہقہہ مار کر ہنسا اور اپنے سرداروں سے کہنے لگا کہ رضوان شاہ کس درجہ نا فہم اور بیوقوف ہو کہ اس سے زیادہ کوئی بچہ شیر خوار بھی نادان و بیوقوف نہ ہوگا صریح آدم زاد ہماری غذا ہو اور یہ احمق رضوان شاہ بتائید ایک آدم زاد کے نازاں ہوا اب اُس آدم زاد نے اس گستاخی سے مجھے نامہ لکھا ہو دیووں نے جو مقرب اور ہمنشین اُسکے تھے کہا کہ اے شہنشاہ دیوان ہرگز دست ازجہان بشوید ہرچہ در دل آرد بگوید شعشہ سیہ چشمی نے کہا خیر دیکھو ابھی یہ حال تم سب پر منکشف ہوا جاتا ہو یہ کہکر نامے کو تو چاک کر ڈالا اور اُس پریزاد سے یہ کہکر کہ ایلچی کو زوال نہیں لہذا ہم تیری جان بخشی کرتے ہیں اور رضوان شاہ سے زبانی ہماری اتنا کہیو کہ دوردانہ پری کو غراب کے حوالہ کر دے ورنہ تو بہت خراب ہوگا غرض طول تا چند خلاصہ یہ کہ وہ پریزاد وہاں سے مراجعت کر کے رضوان شاہ کے پاس آیا اور سارا حال من وعن بیان کر دیا قاسم نے فرمایا کہ اے رضوان شاہ کچھ قباحت کا متعلم نہیں خوب ہوا ہم تمام حجت کر چکے بارے وقت شام کا ہوا اور شاہزادہ عالیمقام نے آرام فرمایا صبح کو مع کلیم پانچہزار پریزاد کہ ہمراہیان رضوان شاہ سے باقی رہ گئے تھے رضوان شاہ کو اپنے ہمراہ سوار کرا کے نفیر اور قرنا بجاتے اُس پہاڑ سے نیچے اُترے اور اُس طرف آواز قرنا کی سنکے شعشہ خوک پیشانی مع بارہ ہزار دیوزاد دیو گر کے چلا اور بمقابلہ رضوان شاہ آیا جیسا شتہ متوجہ رزم و پیکار ہوا چار گھڑی کے عرصہ میں ہزار بارہ سو دیوزاد اور پریزاد طرفین سے کھیت رہے اور بہت سے گئے اور قاسم کے ہاتھ سے بھی اکثر دیوزاد واصل جہنم ہوئے اسی میں دیکھا کہ غراب نابکار مع ہزار بارہ سو دیوان زرہ خا ہیں آیا مشت اشعار

چنانچہ دیوان گردون کلاہ	جہان در جہان ہمچو گردون پناہ	بسے نخل برکندہ و بردہشتہ	بسے پارہ کوہی بسر داشتہ
بسے گرز آہنین ...	ز کوہ و کوہ ... سر شکست	دویدند لب تشنہ خون خاے	بکف گردہ از تیغ خونریز جاے

جنا

جھٹ پٹ برو ے ہوا نمودار ہوا اور میدان حرب و پیکار مین آکر کے یہ نہیب دیتا ہوا کہ ای آدمزادو باش باش کہ کل تم زندہ
و سلامت معلوم ہوا کہ تو قریب میرا ہی اور یہ کہکر وہ ارشاد دیکھکر حملہ آور ہوا تو اُسوقت رضوان شاہ کے ہمراہ کے پریزادون کا بہت
قافیہ تنگ تھا اور اسدرجہ شکستہ دل تھے کہ عنقریب تھا پسپا ہوکر بھاگ کھڑے ہون ناگاہ آسمان پر ایک ابر سیاہ پیدا ہوا اور اُس ابر
مین سے صدائے قرنا اور نعرہ ہائے کوہ شگاف مثل رعد کے گوش زد ہونے لگے سب کے سب طرفین سے بنگاہ حسرت اوپر کو
دیکھنے لگے شعشعہ سہ چشمی نے اپنے سردارون سے پوچھا کہ ذرا دریافت کرنا کہ یہ عجیب و غریب آج دیکھنے مین آیا ہی کہ جس مین ایسی
صدائے مہیب پیدا ہی وہ جو دیوزاد جہان دیدہ اور بیست سن رسیدہ تھے اُن سبھون نے عرض کی کہ ای شہریار یہ وہ ابر ہی کہ اگر برس جائے
تو سوائے بارش خون اور آب تیغ تیز قطرہ پانی کا بروے زمین کبھی نظر نہ آئے اور بجائے برق اس سحاب مین شعلہ برق شمشیر چمکے کہ خرمن جان
دیوان قاف کو آن واحد مین جلا کر خاک کر دے یہ کسی کا لشکر عظیم الشان دیوان قاف سے آتا ہی مگر نہین معلوم کہ یہ فوج کسی اپنے
دوست کی ہی یا کسی دشمن کی ہی ابھی یہ گفتگو تھی کہ سامنے سے ساٹھ ہزار پریزاد اور دیوان نرہ شاہین قاف وار شمشاد
آسیا سنگ ارہ پشت نہنگ چار چھاق تیر سول زاغ دول زنجیر اکھاڑا ہاتھون مین لیے اور نعرہ اللہ اکبر جگر سے کھینچکر
آگے آگے ایک نقابدار سرخ پوش مرکب فلک سیر پر سوار یہ نہیب دیتا ہوا کہ منم نقابدار سرخ پوش ہوا خواہ شاہزادہ خاور سیاہ
ملک قاسم لعل خفقان خونریز خاوری اُس میدان کارزار مین اُتر پڑے اور چار طرف سے بارہ ہزار دیوزادون کو
شعشعہ سہ چشمی کے محاصرہ کرکے قتل عام کرنا شروع کیا اس عرصہ مین غراب جو بہ نیت جنگ بمقابلہ شاہزادہ خاور سیاہ آیا تو از بسکہ
طویل القامت تھا اس بدذات نے از روے کبر و نخوت یہ کہکر کہ ای آدمزاد تجھ بیچارے صید لاغر پر اگر مین کوئی حربہ
کرونگا تو تو ابھی پیوند زمین ہوکر محض بیکار ہو جائیگا اور تیرا گوشت خاک و خون مین آغشتہ ہوکر کرکرا ہو جائیگا قابل میرے
کھانے کے نہ رہیگا لہذا مین تجھے اپنے کلّے مین رکھکر پیلا کے نگل جاؤنگا تجھے تکلیف بھی نہونے پائیگی یہ کہکر جو نہین چاہتا
تھا کہ منھ کھولکر شاہزادۂ نامور کو اپنے کلّے مین رکھے اس رستم دل نے برابر سے اُسکا ایک سینگ پکڑ کر جو کھینچا اور جھٹکا
دیا تو وہ سینگ علیحدہ کھوپڑی سے اُسکی ٹوٹ کر جا پڑا اور ایک نالا خون جس کا اُسکے کاسۂ سر سے روان ہوا یہ دیو بدذات
چاہتا تھا کہ تڑپ کر سامنے سے بھاگ جائے شاہزادۂ والا حرمت نے بچستی تمام دوڑ کر تیغہ طارک افراسیابی جو دوال کمر پر
اُس دیو بدذات غراب علیہ اللعن والعذاب کے مارا تو برابر سے دو پرکالے ہوکر خاک و خون مین لوٹنے لگے اسطرف نقابدار
سرخ پوش سے مقابلہ شعشعہ سہ چشمی کا ہوا نقابدار نے ایک ضرب تیغ سے شعشعہ سہ چشمی کا کام تمام کیا باقیماندہ دیوزاد
ہمراہیان شعشعہ سہ چشمی کے حال اپنے مالکون کا دیکھکر بھاگ کھڑے ہوے رضوان شاہ نے شادیانے فتح کے بجوا دیے
پریزاد جو کہ سرداران و افسران فوج تھے وہ سب نذرین لیکر رضوان شاہ کے گرد و پیش ہجوم اور دھوم کیے ہوئے تھے
اس عرصہ مین نقابدار سرخ پوش قریب شاہزادۂ خاور سیاہ آکے دست بسر ہوا اور بعد دعا مزاج مبارک کی دریافت
کرنے لگا قاسم نے نقابدار کی طرف خوب بغور دیکھکر فرمایا کہ الحمد للہ والمنۃ مزاج میرا اچھا ہی والا مجھے بعض بعض عادات تمہاری
عجب طرح کا خلجان اور تردد پیدا ہوتا رہتا ہی اکثر مین نے امتحان کیا جہان کسی مخلوک کا تنا حضرت نے ایک برقع بھیانک
ذرا سے کپڑے کا پارچہ پھری اپنے منھ پر ڈال لیا اور بس نقابدار مشہور ہوکر وہ شخص آپ کو اس درجہ متکبر اور مغرور
بنالیتا ہی اور اپنی تمکنت اور دلاوری کے روبرو رستم اور سہراب کو بھی موجود نہین جانتا گویا کبھی کوچہ راست مین اُسکا گذر بھی نہین ہوا
اور مطلق آدمیت سے بہرہ نہین رکھتا ہی نقابدار یہ کلام شاہزادۂ ذوالاحترام خاور سیاہ کا سنکے کمال متعجب ہوا
اور قاسم سے کہنے لگا کہ ای خاور سیاہ یہ تو آپ نے فرمایا جیسے کسی اُستاد کا مصرع میرے حسب حال ہوا مصرع اگر
ایسی زندگی ہو تو انجام ایسا ہو شاہزادہ خاور سیاہ نے کہا ایسی کونسی آپنے رستمی کی اور کیا کام دلاوری اور مردانگی

کہا کیا نقابدار نے کہا خیر بیٹھ فرمایئے کہ مجھ سے کون قصور سرزد ہوا قاسم نے کہا اے نقابدار تو خود اپنے دل میں انصاف کرکے خجل اور منفعل ہو کر رضوان شاہ نے برائے استیصال شعشہ خوک پیشانی مجھے طلب کیا اور تو نے بدون میری اجازت کے اُسکو اک عید الفطر سمجھکر مار لیا وہ تو شکار میرا تھا تجھے پیش دستی کرنا اس میں کیا ضرور تھی نقابدار سرخ پوش تو اُنکے مزاج کی حالت سے خوب آگاہ تھا اپنے جی میں یہ سوچ کر کہ خواہ مخواہ اپنے دوست کو دشمن بنانا مقتضائے فراست نہیں لاعلم ہو کر کہنے لگا کہ فی الحقیقت یہ قصور مجھسے ہو گیا آپ معاف فرمائیں یہ گفتگو عجز و انکسار نقابدار سرخ پوش کی اور کلمات سخت شاہزادہ خاور سپاہ کے سنکے رضوان شاہ اور تمام پریزاد اُنکے ہمراہ کے اور دُردانہ پری اپنے دل میں نہایت متعجب ہوئے اور کہتے تھے کہ نقابدار کی خدمتگذاری دیکھو اور شاہزادہ قاسم کے عتاب و خطاب کا خیال کرو خلاصہ یہ کہ نقابدار تو بعد عذر خواہی بسیار ملتجی اس امر کا ہوا کہ اب آپ میرے کفش خانہ پر تشریف لیچلیں اور چند روز دعوت قبول فرمائیں قاسم نے ہرگز قبول نہ کیا اور فرمایا کہ اتحاد اور محبت تمہاری اور اس رضوان شاہ کی مقتضی اس بات کی ہے کہ ہمکو یہاں سے بہت جلد جہاں سے ہمکو طلب کیا ہے وہیں پہونچا دو نہیں معلوم کہ اس عرصہ میں گیتی گیر نے اُس شہر و دیار میں کیا کیا اپنے رتبے اور مرتبے بہم پہونچائے ہونگے نقابدار نے عرض کی کہ اسقدر تو مجھے بھی معلوم ہے کہ شاہزادہ بدیع الزمان گرد لشکر شکن نے بلا شرکت غیرے بجان واحد ستائیس شبخون لشکر گنجاب پر مارے اور بشمارہ لاکھ سوار و پیادوں کی چھاؤنی میں تلاطم ڈالکر ویران برباد کر دیا یہ کلمہ زبانی نقابدار کے سنکے بہ رشک ہمچشمی شاہزادہ قاسم کی آنکھوں میں ایک تاریکی سی آگئی اور بعد ازان سمت رضوان شاہ دیکھکر فرمایا کہ اے عزیز تجھے قسم ہے خدائے عزوجل کی کہ اسوقت ہمکو رخصت کرکے جس سرزمین سے اٹھا لایا ہے وہیں پہونچا دے ہر چند رضوان شاہ نے اور نقابدار سرخ پوش نے بہت سا اصرار کرکے کہا کہ دو تین روز ابھی آپ ہمارے یہاں دعوت کھائیں اور رہیں مگر شاہزادہ قاسم نے ہرگز ہرگز نہ مانا تب ناچار ہو کر رضوان شاہ نے چار پریزادوں کو حکم دیا کہ شاہزادہ خاور سپاہ کو ایک تخت پر سوار کرکے جہان ارشاد فرمائیں وہاں جاکو بحفاظت تمام پہونچا دو اور رسید مہری شاہزادہ عالم کی لاکے ہمکو دو چنانچہ حسب الحکم رضوان شاہ ان چاروں پریزادوں نے شاہزادہ قاسم کو تخت پر سوار کرکے پروازکنان شہر سنجان کے نواح میں لائے اور بموجب ایمائے شاہزادہ خاور سپاہ تخت کو متصل دریائے قدرت لقا کے کہ سنجان سے آٹھ سات کوس کا فاصلہ ہے کنارے دریا آثار کر رسید کا بمہر شاہزادہ نامور لکھوا لیا اور رخصت ہو کر چلے گئے یہاں قاسم نے دیکھا کہ وقت صبح ہے لب دریا وضو کرکے نماز پڑھی اور کنارے کنارے اسی دریا کے آہستہ آہستہ ایک سمت کو روانہ ہوئے تھوڑی دور پر جاکر دیکھا کہ لب دریا کارخانہ چکیوں کا ہے اور ایک طرف ایک بنگلہ خس کا بہت پرتکلف بنا ہوا ہے اس میں کرسیاں مونڈھے بچھے ہیں اور ایک چوکی کا تخت کا لگا ہوا شطرنجی چاندنی نہایت نفیس بچھی ہوئی ایک شخص با محاسن سفید پوشاک پاکیزہ پہنے بیٹھا ہوا ہے دو چار گماشتے اور کارندے اور دو تین متصدی سامنے اُسکے بیٹھے ہیں آٹا تیار ہو رہا ہے اور سیکڑوں لیے باندھ باندھ کر بار بردار اور بیلے وارے لیکر سمت شہر سنجان چلے جاتے ہیں شاہزادہ قاسم نے اس مکان کو غنیمت جانکر اپنے دل میں خیال کیا کہ اگر آج کی شب یہاں رہ جایئے تو کیا خوب بات ہے پھر کل جو مشیت پروردگار عالم ہو گی وہ ظہور میں آئیگی یہ پیش خود تجویز کرکے اس طرف دیکھ رہا تھا کہ ناگاہ نگاہ اس پیر سفید ریش کی جو بنگلے کے اندر تخت پر بیٹھا تھا شاہزادہ خاور سپاہ کی جانب پڑی تو بموجب حسن و شباب اُس شاہزادہ عالیجناب کا دیکھکر سوچا کہ یہ شخص ضرور کوئی شاہزادہ یا وزیرزادہ یا رئیس زادہ اور بہت بڑا جلیل القدر عالیخاندان ہے اشعار

بودی ز نصفت و فراست	از روے مبارکش ہویداست
آثار شجاعت از جبینش	چون جوہر ذوالفقار پیداست

بیساختہ اُسنے اٹھکر دوڑکی سلام کیا اور زبان کھولکر ملتمس ہوا کہ آپ تشریف لائیں قاسم نے جانکو با دیست پیش آتے دیکھا تو

نہایت راضی اور محظوظ ہوکر بنگلہ میں جاکر ایک کرسی پر بیٹھ گئے وہ مالک اُس بنگلہ کا بسبب رعب اور دبدبہ اور شوکت و شان
شاہزادہ والا مرتبت خاور سپاہ کے کھڑے تھے دست ادب باندھکر مستفسر حال ہوا کہ آپکا تشریف لانا اس سرزمین پر کیونکر
ہوا اور حضور کا اسم مبارک کیا ہے قاسم نے اُسکا عجز اور فروتنی دیکھکر فرمایا کہ میں غریب الوطن و غریب الدیار ہوں بطریق سیر و شکار اس
دیار میں بھی وارد ہوا مگر تم پہلے اپنا حال بیان کرو کہ تم کون شخص ہو اور یہ پیشہ آبائی تمہارا ہے یا تمنے اپنی ذات سے برائے اپنے صرف اختیار
کیا ہے اُسنے کہا کہ حضور اصل حقیقت یہ ہے کہ میں ملازم گنجاب بن گنجو ملک حرمان و یوکش کا ہوں اور یہ کارخانہ آسیابانی کا
میری تفویض ہے اور آپ کی عنایت سے فدوی کو کچھ دولت دنیا کی محتاجی کسی صورت سے نہیں خداوند نعمت شہزادہ ملک باختر نے
اسقدر گھوڑے ہاتھی روپیہ اشرفی جواہرات سب کچھ مجھے عطا کیا ہے کسی قسم کی تنگی نہیں فیروز آسیابان اس فدوی کا نام ہے قاسم
نے دیکھا کہ فی الواقع علی قدر مراتب یہ شخص متمول معلوم ہوتا ہے سواریاں بھی متعدد ہیں ایک طرف کو مختصر سا طویلہ ہے بیس گھوڑے بندھے
دو چار ہاتھی بھی نظر آتے ہیں ایک طرف گاؤخانہ شیرخانہ بھی ہے بیس پچیس گماشتے کارندے پانچ سات خدمتگار بیکار بہت
معقول تیار ہوا ہے اپنے دل میں سوچا کہ یہ شخص ملازم اور مقرب گنجاب ہے اس سے حال کشتی گیر کا خوب دریافت ہو جائیگا یہ
سوچکر پوچھنے لگا کہ اپنے شہر کا حال کچھ بیان کرو کہ یہ شہر کیسا ہے اور یہاں کے حاکم شہر کی عدالت اور شجاعت اور سخاوت
اور رعیت پروری اور غربا نوازی کا کیا طریق ہے فیروز آسیابان نے پہلے تو بہت سی تعریف شہر کی کرکے کہا کہ حضور چندروز
سے اب یہ شہر سنجان پرآشوب ہو گیا اور عجب طرح کے حادثے اور واردات اس شہر پر گذر گئے ہیں کہ اب قابل کسی کے
رہنے اور دم بھر ٹھہرنے کے نہیں رہا قاسم نے کہا کہ بڑے تعجب کا مقام ہے کہ گنجاب پیغمبر مرسل بندہ خاص الخاص مقرب درگاہ
خداوند لقا مشہور و معروف ہو چکا ہے کہ یہ شہر و ملک ہر اک آفات ارضی و سماوی سے محفوظ ہے اور تمہارا بیان خلاف اسکے
پایا جاتا ہے اُسکی کیا وجہ ہے فیروز آسیابان نے عرض کی کہ اے والا مرتبت فی الحقیقت یہ شہر نمونہ گلزار جنت تھا اور روسا شہر
یہیں کی آسائش و آرام سے ہمیشہ بسر اوقات کرتے ہے مگر چند روز سے دو شخص ایک تو بدیع الزمان پسر حمزہ واللہ اعلم
بالصواب کہ کس حیلہ اور فریب اور تدبیر سے اس شہر میں آکے وارد ہوئے اور ایسی ہنگامہ پردازیاں اور فساد و خونریزیاں
کیں کہ المعاذ اللہ سوار و پیادوں کی چھاونیاں ویران و برباد کیں اور قریب لاکھ دو لاکھ مرد لقا پرست عجب طرح سے زبردست
سوار و پیادے مارے گئے اور خداوند مقدس عجب و غریب ہوش ربا اور حیرت افزا دیکھا کہ پسر حمزہ نے بجان واحد عالم
تنہائی اور بے مونسی اور بے مددی میں ایسے لشکر بیشمار و فوج جرار سپاہ پیغمبری پرستار کو شبخون مارے اور طغیانی آب تیغ
تیز میں اُسکے کیسے کیسے رستم صولت نہنگان بحر شجاعت غریق گرداب فنا ہوگئے اور کسی کو گھاٹ کا اُسکی تلوار کے کچھ پتا نہ لگا اب
اُسکی صولت اور دہشت کا یہ رعب اور دبدبہ یہاں پڑا ہے کہ ساکنان شہر ادنی اعلی کے روبرو اگر نام بدیع الزمان عالیمقام کا
کوئی لے تو سامعین کو تپ و لرزہ اور اسہال کا حال بہم پہونچ جاتا ہے چنانچہ انجام کار یہ ہوا کہ آج تیسرے دن کا ذکر ہے کہ
سرداران اور سپہ سالاران دلیر و شیر اور جوانان لقا پرست زبردست نے اور ان جان نثاران پیغمبر مرسل نے حسب دلخواہ
اپنے اپنے اطمینان تمام جنگی انتظام اپنی فوج کا کرکے شاہزادہ بدیع الزمان کو محاصرہ کر لیا جب صبح کا وقت ہوا تو دیکھا کہ
وہ صفوف شیر یکہ و تنہا جسطرف حملہ آور ہوتا اور اپنی شمشیر کو علم کرکے جا پہنچتا وہی تمام فوج خیل کا خیل گوسفند رمہ درہم برہم ہوکر بھاگتی
پھرتی تھی اور وہ خوف و ہراس تمام لشکر گنجاب پر چھا گیا کہ بدیع الزمان با وصف اسکے کہ دو پہر رات سے معرکہ
میں زخمی ہو گیا تھا اور تمام جسم اُسکا زخمہائے کاری سے مانند تختہ ارغوان کے شگفتہ نظر آتا تھا مگر پھر بھی چپقلش رستمانہ کرتا
ہوا سمت صحرا نکلا چلا گیا اور کسی کو یہ حوصلہ اور یہ جرأت نہوئی کہ تعاقب اُسکا کرتا اور ایک شخص مسن ترک جوشن پوش نامے کہ
بمنزل علم آموز رستم کہا چاہیے ملازم قدیم گنجاب کا تھا اور حسب الحکم سرکار کے واسطے تعلیم فنون سپہ گری دو ہمراہ

بدیع الزمان کو پیغمبر مرسل نے لائیے شاہزادہ بلند اقبال خطاب دیا تھا سنتے تھا اس پیر نابالغ نکرام نے وہ کور نمکی کی کہ دین اور ملت
قدیم اور طریقہ آبائی کو اپنے چھوڑ کر باغوا سے بدیع الزمان نادیدہ خداے آسمانی کی پرستاری اختیار کی اور رفاقت مین
بدیع الزمان خلاف مذہب کے ہر روز بنام قاسم کہ اسکے پوتا حمزہ صاحبقران کا اور بھتیجا اس بدیع الزمان کا لوگ
مشہور کرتے ہین بغوہ کہ کے شہر کیسا حال بدیع الزمان ہوتا تھا اور ہر روز معرکۂ میدان شبخون رہتا تھا مگر وہ جھٹ پٹ زخمی ہوکر
اور بحالت غش مین اسوقت رہا وہان فوج گنجاب نے کمند دن مین مانند شیر کے آئے اسیر اور دستگیر کر لیا اب حسب الحکم
پیغمبر مرسل زندانخانہ مین بھیجا گیا ہے چنانچہ کل صبح کو بیرون شہر بحکم گنجاب وہ سزاے اعمال کو اپنی پہونچیگا اور گردن مارا جائیگا
آج ابھی منادی ہوگئی ہے کہ سب لوگ ساکنان شہر گنجاب اسکی تعزیر دینے اور قتل کا تماشا جائے دیکھین دس کوس بیچ کوسی
یہان سے جو دیہات اور قریے بستی گانون گراؤن کی رعایا گنوار زمیندار وغیرہ ہین وہ بھی سب بیرون شہر تماشا دیکھنے کے لیے
جمع ہوتے جاتے ہین علی الصباح اس بندہ پیر کا بھی قصد ہے کہ اس مجمع مین پہونچکر خونریزی اس نکرام کی دیکھکر داخل ثواب ہو
یہ گفتگو فیروزا آسیابان سے سنکے شاہزادہ گفتگو سپاہ نہایت متفکر اور مغموم ہوا اور اپنے دل مین بخلوص نیت کہتا تھا کہ اے خالق کل
تو سمیع اور بصیر ہر شے پر قادر قدیر ہے تو واقف حال اور شاہد میری مقال کا ہے کہ مین بندۂ عاصی بعد از نماز پنجگانہ ہمیشہ ہی
تیری جناب سے یہی استدعا رہتا ہون کہ تا قید حیات اپنی روز بد شاہزادۂ بدیع الزمان اپنے عم بزرگوار کا آنکھون
سے نہ دیکھون اور یہ خبر ناسعود میرے کان تک نہ پہونچے اب تو ہی میرے عم بزرگوار کا نگہبان اور حافظ ہے اور مجھے علم
کہ وہ زخمی ہوکر عرصۂ کارزار سے نکلا ہے تو گھوڑے نے کس جنگل مین کس مقام پر اپنی پشت پر سے گرا دیا ہوا اور کیا اسپر
گذری ہو وہان جراح کہان مرہم کجا اسوقت کثرت آلام و غم اور جوش خونریزی سے منقریب تھا کہ چیخین مارنے لگے اور
دریاے اشک آنکھون سے روان کردے مگر مقتضاے فراست اور صلاح وقت ضبط گریہ کیا اور قلب سا اپنے دل کو
سنبھالے دیر تک لب بسکوت اور محو حیرت بیٹھا رہا فیروزا آسیابان نے حال شاہزادہ با اقبال فلک سپاہ کا دیکھکر پوچھا کہ پیر
آپ اسوقت متحیر اور مغموم کیون ہین اور باعث تکدر خاطر اقدس کیا ہے قاسم نے فرمایا کہ مجھے اسوقت تمہاری زبانی حال سنکے کمال
رنج ہوا ہر چند مین نے کبھی ان لوگون کا نام یعنی بدیع الزمان اور ترک جوشن پوش کا نہین سنا تھا اور نہ کبھی صورت انکی دیکھی
مگر مجھے ترک جوشن پوش کی ثابت قدمی اور رفاقت اور وفاداری نہایت پسند آئی واہ واہ ایسے بھی دلیر اور شجیع دنیا مین
پیدا ہوتے ہین آسیابان نے کہا کہ حضور یہ تو آپ الٹی تقریر خلاف عدالت فرماتے ہین وہ نکرام تو دشمن خدا و ملک لقا کا انکو ن
لقا پرستون کا خون اسکے گردن پر ہے میرا تو یہ مذہب ہے اور یہی چاہتا ہے کہ اگر پیغمبر مرسل جسقدر کہ اس نکرام ظالم پر تشدد اور عذاب
کرے ایک ایک اعضاے جسم کو اسکے کاٹ کاٹ کر یا سنگسار کرکے مارے تو گویا عین عدالت گستری اور عدل پروری اور
ثواب عظیم ہو قاسم تو جاہل جبل ہی تھی یہ تقریر اس آسیابان کی سراسر خلاف اپنے مزاج کے سنی منقریب تھا کہ طیش و غیظ مین آکر
ایک طمانچہ مارے کہ ضرب سے اسکا سر اڑ جائے لیکن کچھ فضل الہی شامل حال تھا کہ پیر ضعیف سمجھکر ایسی حرکت تو نہ کی نہایت درہم و برہم
ہوکر اتنا ہی فرمایا کہ او مرد کہ سنخرے تو کیا جانے اور تجھے اس مین کیا دخل ہے اگر ہزار برس یہ فلک دوار چرخ مارے تب بھی ترک
جوشن پوش ایسا شہسوار عرصۂ کارزار جوان لاکھ بستی مین کبھی نہ دیکھے گا تو اپنے آٹے دال کے بھاؤ کی خبر لے اور باتین کر
پیر آسیابان کی یہ گت سنکے اوسان ہاتھ پانون سرد ہوگئے ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ عالم یاس و ہراس مین تھرا کے عجز و انکسار کرنے لگا
اور اپنے دونون ہاتھ باندھ کے کہنے لگا کہ حضور مین نے نادانستہ گفتگو کی فی الحقیقت ہم لوگ ان باتون کو کیا جانین اور
کل صبح کو اگر حضور بھی وہان تشریف لیجلین تو سواریان مستعد حاضر ہین اور خلاصہ اس خوشامد کا اور المختصر یہ تھا کہ
آسیابان نے اپنے جی مین خیال کیا کہ یہ نوجوان نو وارد اشک و لا یب دیوانہ مجنون مجسم ہے اور طرہ اسپر یہ کہ سپاہی

وضع سلاح جنگ مبادا کسی وقت کوئی بات ایسی منہ سے نکل جائے اور یہ شخص دریافت کرنے سے مجھے پکڑ کر پکڑا دے تو یہ بہت کم صحیح بعد ان
سرمن کن نیکو رشد شدہ باشد * میری تو جان جاتی رہے اسکا پھر کوئی کیا کریگا یہی تدبیر خوب ہو کہ اب یہ ذات شریف کسی حیلہ بہانہ
سے تشریف لیجائیں غرض قاسم اسکی منت اور سماجت سے خاموش ہوا اور کچھ غصہ فرو ہوا بعد ازان آسیابان نے ایک پلنگ
منگا کے اسی جنگل میں بچھوا دیا اور عرض کیا کہ حضور دم بھر آرام فرمائیں قاسم نے کہا کہ ابھی تو مین سونے کا نہین شب کو آرام کرونگا مگر
تم ایک کام کرو کہ ایک گھوڑا ہماری سواری کے لیے کسوا کے یہان چوکی مین لگا رکھنا کہ ہم بھی بعد نصف شب اس جنگل مین بطور سیر
و تماشا سوار ہو کر آئینگے آسیابان نے عرض کی کہ بہت خوب غلام بہت تحفہ گھوڑا بازین و لجام مرصع کار اول شام سے تیار کرا کے
یہان حاضر رکھیگا آگے جسوقت حضور کے مزاج مبارک مین آئے سوار ہو کر جہان جی چاہے سیر و تماشا کو تشریف لیجائیں قصہ مختصر
جب کہ وقت شام کا ہوا اُسوقت شاہزادہ خاور سیاہ نے تنہا جا کے پلنگ پر آرام فرمایا یہان پیر آسیابان نے اپنے گھر پہنچ
علحدہ بیٹھکر سارا حال شاہزادہ با اقبال کی بد مزاجی اور غصے اور جہالت کا بیان کیا اُسکے سب نوکرون نے کہا اگر آپکی رضامند
ہین تو فرماوین ہم ابھی اس جوان کو یہان سے نکال دین پیر آسیابان کی روح نکل گئی مارے ڈر کے ایک ایک سے نہین نہین
کر کے کہنے لگا کہ ارے واسطے خداوند کے بجہ دو ہزار سلک باختر کے کہین ایسا غضب نہ کرنا یہ ایک بلاے مبرم ہو کوئی حیلہ و تدبیر
اس آفت ناگہانی کو مین اپنے سر سے ٹالا چاہتا ہون سو تم ایک گھوڑا بازین و لجام تحفہ اسکی سواری کے لیے تیار کرا رکھو آدھی رات
کے بعد یہ سوار ہو کر چلا جائیگا نوکرون نے کہا کہ آپکے یہان گھوڑے بہت بیش قیمت ہین تو ایک سپاہی بھی معتمد اور معتبر اور ہوشیار اس
جوان کی سواری کے ہمراہ کر دینا چاہیے کس لیے کہ جو یہ شخص گھوڑا لیکے کسی طرف کو چلا جائے اور پھر نہ آئے تو اسے کوئی کہان ڈھونڈتا
پھریگا پیر آسیابان نے کہا کہ تم سب بڑے نادان ہو مثل مشہور ہو کہ عزت کا صدقہ جان اور جان کا صدقہ مال اس دیوانے
کا جی چاہے تو وہ گھوڑے لیجائے مگر کسی صورت سے خداوند تعالی اس بلا کو میرے سر سے دفع کرے اور یہ کہکر ایک راہوار کہ
تیز رفتار اور بیش قیمت تھا اُنسے حکم دیا کہ اسی گھوڑے کو جلد تیار کرکے لے آؤ چنانچہ اُسکے نوکرون نے اُس مرکب کو بازین و لجام تحفہ
تیار کرکے لگا رکھا جسوقت شاہزادہ خاور سیاہ نے کوئی ڈیڑھ پہر رات پچھلی باقی تھی کہ خواب راحت سے بیدار ہو کر
پیر آسیابان کو آواز دی اور فرمایا کہ وہ گھوڑا ہماری سواری کے واسطے تمنے تیار کروا کے کہان کھڑا کیا ہو آسیابان کے دل
مین وہ خوف سمایا ہوا تھا کہ تمام رات نیند اُسے نہین پڑی آواز کے ساتھ ہی اُٹھ کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ حضور گھوڑا شام سے کسا
ہوا کھڑا ہو قاسم نے کہا کہ تمھارا بھی تو ارادہ چلنے کا تھا اُسنے کہا کہ غلام ضعیف و ناتوان حضور کے ہمرکاب نہین پہونچ سکیگا آپ
تشریف لیچلیں مین بھی حاضر ہوتا ہون یہ سنکر شہزادہ خاور سیاہ مسلح و مکمل ہو کر مرکب پر سوار ہوا اور اپنے دل مین یہ سوچتا اور
تجویز کرتا ہوا کہ اے قاسم اگر تائید ایزدی شامل حال ہو اور نصیبا وری کرے تو اگر اُس مجمع کثیر و انبوہ عظیم مین اُس مرد مسلمان وفا
یعنی ترک جوشن پوش کو چلکے جہنم مین لانے اور قتل سے بچا لیجے تو ایک مرتبہ حسنات عظیم ہو گا کہ ایک مرد مومن کو پنجہ کفار
سے چھڑا لیا دوم یہ کہ رفیق جان نثار کو شاہزادہ بدیع الزمان نامدار کے تلوار کے نیچے سے بچایا اور کس قید شدید سے نجات دی
گویا ہمیشہ یہ بار عظیم میرا عمر بھر کو اسکی گردن پر رہیگا خلاصہ یہ کہ جی مین نہایت خوشی خوشی اس میدان قتل گاہ کی طرف روانہ ہوا

اب شمہ داستان شوکت بیان شاہزادہ بدیع الزمان والا شان گذارش کیا جاتا ہے

کہ جب ایک گروہ رستم شکوہ صاحبقران ابن صاحبقران پہلوان تہمتن شاہزادہ بدیع الزمان گرد لشکر شکن نے حالت
بیخودی اور غشی مین اپنے دونون ہاتھ گھوڑے کے گلے مین ڈال دیے اور وہ مرکب وفا جنگ ستانہ کرتا ہوا سمت صحرا
نکل گیا از بسکہ گھوڑا بھی نہایت زخمی تھا دس بارہ کوس تک لونگ ٹٹ چلا گیا آگے کوئی پہر یا سوا پہر دن چڑھا ہو گا کہ
ایک مرغزار سرسبز و سیر آب نہایت مرغوب بنا اور صحراے لطیف دلکش فضا کو سون تک سبزہ فیروزہ رنگ لہلہا رہا تھا جہان تہان ٹھنڈے پانی

سے بھرے ہوئے اُس گھوڑے نے دیکھا کہ ازبسکہ دو دن سے بے آب و دانہ معرکۂ رزم و پیکار میں بالکثرت گرسنگی سے اُس چراگاہ کی
جانب خواہاں ہو گھاس پر منہ ڈالا ہوا جو اسکے جسم کو لگی تو پسینا خشک ہوا اور اُسنے چاہا کہ زمین پر لوٹوں یہ ارادہ کر کے جیسے ہی
چاہتا تھا کہ بیٹھے شاہزادہ بدیع الزمان پر تو حالت غش کی طاری تھی بیساختہ دونوں پاؤں رکاب سے نکل گئے اور قاش
زین سے جدا ہو کر فرش خاک پر گرا اور ایک سمت وہ گھوڑا لوٹنے لگا اس عرصہ میں شاہزادہ والا گوہر کے جسم اطہر میں ٹھنڈی ٹھنڈی
ہوا جو وہاں کی لگی زخم تو آلے تھے اُن میں درد پیدا ہوا اور اُسی صدمۂ جانکاہ کے سبب سے آنکھ کھل گئی تو دیکھا کہ شعور نے دشمنے سے نقشہ
تماشا نئے ہست ہے عجیب واقعہ و طرفہ ماجرا ہے کہ ہست ہے میں یہاں بیجان واحد یکہ و تنہا خاک پر پڑا ہوں اور گھوڑا ایک طرف
چراگاہ میں مشغول ہے اُسوقت شاہزادہ والا قدر نے اپنے دل میں خیال کیا کہ شاید میدان جنگ سے یہ گھوڑا مجھے لے
نکلا ہے اور یہاں سبزہ زار دیکھ کر میں پشت زین سے جدا ہو گیا ہوں یہ سوچکر اُٹھ بیٹھا اور جسم اطہر کو جو دیکھا تو از سر تا پا زخموں سے
چور ہے سجدۂ شکر ادا کر کے بحضور قلب اور خلوص نیت رو رو کر کہنے لگا کہ اے رب جلیل عہد طفولیت سے اب تک سوائے
تائید اور تیرے فضل و کرم کے کبھی کسی کی امداد اور اعانت کا طالب اور خواہاں نہیں ہوا راضی برضا ہوں کچھ اپنی بیکسی
اور بے مونسی اور بے غمخواری اور تنہائی کا اسقدر غم اور رنج مجھے نہیں فقط کوہ غم و الم گرفتاری یار وفادار یعنی ترک
جوشن پوش سرفروش اور جان نثار کا ٹوٹ پڑا ہے اس صدمۂ عظیم سے میں تیری جناب میں مستدعی اور ملتجی ہوں کہ صدقہ
اپنی وحدانیت کا اُس دوست باوفا کو ایکبار پھر مجھے ملا دے اگرچہ اسباب ظاہر عقل مقتضی اس بات کی نہیں ہوتی کہ ترک
جوشن پوش بقید کفار نابکار مبتلائے صد گونہ آفات ہو چکا ہے وہ سب مشرکین دشمنان دین تشنۂ خون اس مرد مومن کے
ہیں زندہ و سالم چھوڑیں اور طرہ اُسپر یہ ہے کہ تین دن سے آب و دانہ اُسے بہم نہیں پہونچا ہے اور نوبت مرہم پٹی کی بھی زخموں پر نہیں
پہونچی یکایک سنبھل جانا غیر ممکن اگر آج اُسکی کوئی مرہم پٹی کرے تو دو تین مہینے کے عرصہ میں شفا حاصل ہو لیکن اے رب کریم
تیری ذات قادر مطلق ہے تیری قدرت کاملہ سے کچھ یہ امر محال نہیں کہ پھر ان آنکھوں سے میں ترک جوشن پوش کو
زندہ اور سالم دیکھوں یہ کہکر حال رشاقت و جان نثاری اور حسن خدمت اور وفاداری ترک جوشن پوش پر نہایت
بیتاب ہو کر بصد درد و آہ چشمۂ چشم سے اشک کے قلزم اور محیط موج زن کرنے لگا ناگاہ دیکھا کہ دو طائر لڑتے لڑتے ایک
درخت سے نیچے گرے اور زمین پر بھی پنجوں اور منقاروں سے خوب زخمی ہو کر شل ہو گئے اور خون انکے زخموں سے
بدرجۂ نہایت جاری ہوا تب وہ دونوں پرندے دامن کشاں اُسی صحرائے طرب زا میں کہ قسم قسم اور طرح طرح کی جڑی بوٹیاں گھاس
کی لگی ہوئی تھیں ایک جھاڑی پر جا کے لوٹنے لگے اور دو دو چار چار پتیاں اُس جھاڑی کی توڑ کر منقار سے اپنے اپنے زخموں
پر رکھ لیں فوراً خون بند ہو گیا اور بطرفۃ العین وہ دونوں جانور صحیح و سالم ہو کر ایک سمت کو اُڑتے چلے گئے شاہزادہ بدیع الزمان
والا شان یہ تماشا اُن چڑیوں کے زخموں کے اندمال اور صحت کا دیکھکر اپنے جی میں سمجھا کہ اے بدیع الزمان یہ معاملہ طائروں کا
تیرے واسطے بطور ہدایت اور الہام غیب سے ہے شاید اسوقت باب اجابت وا ہے کیا عجب کہ ترک جوشن پوش سے
بھی پھر مجھے بقید حیات ملاقات حاصل ہو جائے اور یہ سوچکر وہاں سے اُٹھا اور اُسی جھاڑی کے قریب جا کر تھوڑی سی
پتیاں توڑ لیں اور انکو خوب سا ہاتھ سے ملکر اپنے زخموں میں بھر دیں دم بھر بعد جو خیال کیا تو اپنے تمام جسم اقدس میں کہیں
نشان تک زخموں کا نہ پایا اُسوقت شان بے نیازی و قدرت کارسازی اس ایزد کائنات مالک حیات و ممات کی دیکھکر
حالت وجد میں مضمون اس شعر کا مصداق ہوکر شعر از دست و زبان کہ برآید کز عہدۂ شکرش بدر آید بہت دیر مصروف
حمد و سپاس رہا بعد اُسکے ایک سمت ایک چشمۂ آب نہایت لطیف اور پاکیزہ تھا وہاں جا کر تمام اپنی پوشاک خون آلودہ کو
دھویا اور پاک اور صاف کر کے پھر اپنے جسم اطہر کو آراستہ کیا اور گھوڑے کا زین اُتار کر اُسکے بھی زخموں پر اُسی جھاڑی کی پتیاں

تو ڈرکر طین اور اُسی طرح سے بعد دو مہینے کے جو ملاحظہ کیا تو تمام زخم اُس گھوڑے کے اندمال کرکے ویسے ہی لائے تھے اور نشان باقی نہ تھا
شاہزادہ عالی شان نے گھوڑے کے تمام بدن کو دھوکر خوب نہلایا اور چراگاہ میں چھوڑ دیا اور اُسی صحرا میں جا بجا سے کچھ میوہ صحرائی درختوں
میں سے توڑ کر نوش فرمایا اور بعد ازان پھر زین مرکب پر کھینچکر سمت شہر سنجان سوار ہوکر چلا ابھی کئی کوس پر بھی نہ پہونچا ہوگا کہ سامنے
سے چند مسافر آپس میں یہ باتیں کرتے ہوئے گذرے کل کے دن کیا کیسے بہادر بنا اور شہر سنجان میں نہ ہوا اور نہ ہم بھی ترک جوشن پوش
کی گردن مارے جاتے وہ تماشا دیکھ لیتے ایک اُن میں سے کہنے لگا کہ بھائی بھلا ایسا تماشا خداوند لقا نہ دکھائے تو یہ مقام تاسف
اور جائے عبرت ہے کہ جس وقت یہ سانحہ ہوشربا اور واقعہ جانگزا گردن مارے جانے کا اُسکے پسر حمزہ کے گوش زد ہوگا تو فرمائیے
بخیال اُسکی رفاقت اور جان نثاری اور محنت اور وفاداری کے اُسکے دل پر کیسا صدمہ عظیم ہوگا اور اُسکی صولت اور شجاعت اور
جمعیت اور مروت سے عجب نہیں کہ وہ مثل شیر تشنہ وگرسنہ بہ نیت رہائی اور نجات اُس رفیق اور جان نثار یار وفادار کے آ سے
اور مشق لینا کہ اگر کل آفاق اور تمام فوج و سپاہ گنجاب بالاتفاق جمع ہوکر اُس وقت اُسکا مقابلہ کرے تو وہ کسی میں بند نہیں
ہونے کا وہ تماشا البتہ قابل دیکھنے کے ہوگا کہ کیسے سوار و پیادے لشکر گنجاب کے مثل صید لاغر اُس شیر بیشہ خونریزی سے خاک
و خون میں پڑے لوٹتے اور پھڑکتے ہیں اور کتنے مانند وحوش کے چار طرف بھاگتے پھرتے ہیں اور کیا رنگ اُس معرکہ
قتل گاہ کا نظر آتا ہوگا مگر افسوس ہزار افسوس جو کہتے ہیں صحیح کوئی انسان نہ آجائے کسی انسان کے قابو میں + اب وہ
ترک جوشن پوش مرد پیر زخمی اور مجروح سیروں خون اُسکے جسم سے نکل گیا دو تین دن کا بھوکا پیاسا اسیر و دستگیر بہ غل و زنجیر
افواج بے پیر میں محض بے دست و پا ہے ایک پیر زال عورت بھی ہوجاتی ہے سو اُس سے سلوک کرے بے حیائی ہم تو اس بات کو
جوانمردی اور بہادری نہیں سمجھتے ہیں یہ تو عین نامردی اور بے حمیتی اور نا منصفی گنجاب کی ہے اُسکو تو بالکل خلع خلعت کرنا تھا
اور ایسے بہادر کو اپنا رفیق بنانا اور ملک میں رکھنا غنیمت سمجھنا تھا غضب ہوا جو ہم آج وہاں سے چلے آئے شاہزادۂ بدیع الزمان
نے یہ خبر وحشت اثر سنکے اُن لوگوں سے بیگانہ وار پوچھا کہ صاحبو اُس شخص کی کیا تقصیر ہے کس جرم پر اُسے قتل کرتے ہیں راہ گیروں
نے کہا کہ صاحب وہ ملازم پیغمبر مرسل تھا ایک غیر شخص فیرکف غیرملت او دیدہ وخدا کے پرستاروں میں کوئی بدیع الزمان پسر حمزہ
صاحبقران ملک سنجان میں تازہ وارد ہوا تھا ہر چند کہ یہ داستان بہت طولانی ہے مختصر مطلب بیان کیا جاتا ہے کہ بدیع الزمان
بے واسطہ اور بے جہت ہر شب شبخون فوج گنجاب پر آکر مارتا تھا اور یہ شخص جو مسمی بہ ترک جوشن پوش ہے بہ ہواخواہی اور رفاقت
بدیع الزمان میں کوئی شخص قاسم ہے اُسکا نام لیکر شریک معرکہ شبخون ہوتا تھا اور ہزارہا سوار و پیادوں اور اکثر سرداروں اور
سپہ سالاروں کو ان دونوں نے میدان رزم و پیکار میں تہ تیغ آبدار کیا اور تمام لشکر گنجاب میں تلاطم ڈالکر جادوگیوں کو ویران
و برباد کر دیا تھا آخر ش یہ تو یہ ہے کہ بڑے کام کا انجام یہی ہے ایک روز وہ دونوں گھرے بدیع الزمان تو زخمی ہوکر کسی طرف نکل گیا
دستیاب نہیں ہوا مگر یہ ترک جوشن پوش پکڑا گیا اسی جرم پر آج پیغمبر مرسل نے علم دار پر کھینچنے اور اُسکے قتل کرنے کا دیا حکم
اور کل سے اس بات کی منادی تمام شہر میں ہوگئی ہے کہ ادنی و اعلیٰ شاہ و گدا وضیع و شریف زن و مرد خرد و کلان از پیر تا جوان
بلکہ دس کوس تک کی رعایا یا قریہ و دیہات کے زمیندار گنوار سب آکے تماشا اُسکے قتل کا دیکھیں شاہزادۂ بدیع الزمان بادل کے
اس حال کے سننے سے زیادہ تر مضطر اور پریشان ہوا اور وہیں سے اپنے مرکب کو تیز گام کرکے سمت شہر سنجان روانہ ہوتا ہے اور
سابق ازین گذارش کیا ہے کہ شاہزادہ قاسم بھی خبر وفد آسیابان کے پاس سے بطور سیر کے ترک جوشن پوش دیکھنے داخل ہوا

اب دو کلمے داستان اضطراب اور بیقراری جناب عصمت مآب ملکہ گوہر ملک کے بیان کیے جاتے ہیں

کہ جس وقت سے اُسکے حال بھاری ہوکر بحالت زخمداری نکل جانے شاہزادہ بدیع الزمان نامدار کا سنا ہے اور بعد اُسکے
یہ سانحہ حیرت زا اور حادثہ جان گزا ترک جوشن پوش کی گرفتاری کا اور عزم گردن مارنے کا علی التواتر زبانی ہر ایک کے گوش زد

ہوا ہی ملکہ گوہر ملک نہایت اندوہگین اور پریشان مثل قالب بیجان باول بریان اور سینہ سوزان خاموش وازخود فراموش نیچے
دلکشا مین ایک شہ نشین پر اپنی پلنگڑی پر پڑی ہوئی روہی ہی یہ ثابت ہوتا ہی کہ دونون انکھ یان نہین ہین دو سحاب حسرت ہین کہ
مزرعہ ویرمتصل دو ہم برس رہے ہین ہرچند خواصین مقربین مصاحبین انیسین جلیسین محرمین ملکہ کو سمجھاتی و تسکین دیتی ہین مگر ملکہ بجز
آہ وزاری اور شغل اشکباری اور کسی طرف مطلق توجہ نہین کرتی اُس روز کی نقل ہی کہ سب صحبت والیان گرد و پیش تھین بعجز و الحاح
کہہ رہی تہین کہ قربانت شوم آج تیسرا دن ہوا کہ حضور نے کچھ خاصہ تک تناول نہین فرمایا نہ لحظہ بہر آرام فرمایا ہی نہ آپ کچھ اپنے دل کا حال
کہتی ہین نہ کسی سے کچھ بات کرتی ہین سارے محل مین ایک ماتم بپا ہو رہا ہی خدا کے لئے کچھ تو فرمائیے اس صدمہ اٹھانے اور غم کھانے سے
بجز نصیب دشمنان ہلاکت کے اور کیا تصور کیا جائے بس ہم سب لونڈیان بھی کوئی دم کی مہمان ہین یہ حضور کے رنج و غم دیکھ دیکھ غم
زدہ کی آنکھین ہین ہر کپڑے بدن پر ہین وہ سب جانتے ہین ہم کو دم مردے کفن ہین ہی عنقریب تصدق ہو جائینگی یہ گفتگو ولا سام
وغیرہ اپنے ہمرا ہیون دمسازون کی سنکے ملکہ گوہر ملک نے مثل باتیان غمدیدہ اور سوگواران ستم رسیدہ کے ایک آہ جانکاہ
دل سے کھینچکر فرمایا شعر مرا دردیست اندر دل اگر گویم زبان سوزد ؎ وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخوان سوزد داری گفتگو
شعر اگر گویم کہ با این درد جانسوز ؎ طبیب قصد جان ناتوان کرد ؎ کیا اپنا حال دل کہون اور کس سے کہون مین تو مرنے پر راضی
ہون پر موت کو موت ہی آگئی زندگی ہی گلے پڑی آئی ہی مین کیا دوا کرون بس مجھے چپ پڑا رہنے دو جو لطف کہ اس خاموشی مین
مجھے حاصل ہی وہ مجھے قسم ہی اپنے دین اور ایمان کی کہ اور کسی بات مین مجھے وہ آسایش اور کیفیت نہین ہاے افسوس وہ
مثل ہی کہ خود کردہ را درمان نیست ہرچند شاہزادۂ عالیمقام نے مجھے سمجھایا مگر تقدیر کے کارخانہ مین کسی کو کیا دخل ہی کمبخت
نصیب ازلی نے انکا کہنا نہ مانا اور اُس شہر یدکو اُسکے شہر و دیار اور خویش و تبار اور والدین بزرگوار سے بہکا و فریب جدا کرکے اس
ملک کفار مین لیکر آئی اب خدا جانے کہ اُس تن اطہر اور جسم نازنین پر اُسکے کثرت جراحت ہاے کاری سے کیسی کیسی ایذا مین اور
کیا کیا صعوبات ہونگی کیا جنجہ کیا مرہم کہان کوئی یار مددگار رفیق اور دلسوز غمخوار اُسکا افسوس ایک مین ہون سو اس سے دور
سیکڑا دون کوس معلوم نہین کہ گھوڑے نے لیجا کے کہان اُسے اپنی پشت پر سے علیحدہ کرکے گرا دیا کس جنگل مین کس حال ہاے
ہاے افسوس صد افسوس کیونکر ہوگا کہان پڑا ہوگا شعر افسوس پڑا ہی وہ کدھر کو ؎ بھیجون کسے اُسکی مین خبر کو ستم تازہ یہ ہی جس وقت
سے یہ صدا میرے کان مین پڑی ہی کہ وہ عاشق نثار رفیق جان نثار اُسکا یعنے ترک جوشن پوش نامدار گردن مارا جائیگا اُسکی بجہہ
جانفشانیان اور سرفروشیان مجھے یاد آتی ہین اور اُسکے صلہ انعام اور عوض مین اُسکی گردن مارے جانے کا اور قتل
ہونے کا یہ حال شکستگی و بیہوشی جسوقت کہ تصور میرے دلپر گذرتا ہی جان شیرین مجھے تلخ معلوم ہوتی ہی اور ذائقہ حیات
بدتر از تلخی سکرات میرے کام و دہان مین ہی اب کسی کھانے اور پینے کا مزہ نہین رہا بس اسوقت اتنی التجا اور دعا
میری اُس خالق ارض و سما سے ہی کہ شاہزادۂ **بدیع الزمان** کو دیرگاہ زندہ و سلامت بجاہ و حشمت رکھے اور میری
آبرو اور میرا پردہ اُس وارث کی سلامتی مین رکھ لے کہ مجھے جلد دنیا سے اٹھا لے اور پیوند خاک کردے **اشعار**

وہ خوش رہے سینہ چاک کر کے	جیتا رہے وہ ہلاک ہون مین	مطلوب ہی اُسکی زندگانی	گو مین نہون در جہان فانی

اور سنو دینیو تم سب عہد طفولیت سے میرے ساتھ رہی ہو اور انیس خاص جلیس با اخلاص غمگسار اور جان نثار بنی رہتی ہو اور
ایک ایک عاقلہ اور مآل اندیش نشیب و فراز دنیا کے سب کچھ جانتی ہو کچھ کسی کو سکھانے اور سمجھانے کی احتیاج نہین اس
دنیاے ناپائدار اور زندگانی مستعار کا ہرگز اعتبار نہین ورمرنا اور جینے کا کیا بھروسا دم مین بیان کیا جائے کیا ہی کیا
نہین ہی لہذا مین تم سبھون سے اتنی امید رکھتی ہون کہ شاید بعد میرے کوئی سبب ایسا ہو کہ شاہزادۂ والا مرتبت کے اقدام
عالی کی زیارت پھر تمھین نصیب ہو اور کہین ملازمت حاصل ہو جائے تو حق گذاری اور وفاداری یہ ہی کہ اتنا پیام مجھ سوختہ

قسمت مسافر ملک عدم کی طرف سے گزارش کرتی یہ اشعار ہو روح رواں مرے عزیز میں تجھسے جدا ہوں کروں کیا

سو حسرتیں اور ہزاروں ارمان — دل میں لیے اسکے چلی جوان جان
ناشاد و نامراد ہو وائے — دنیا سے میں اس طرح چلی ہائے
ہو قبر میں بھی مجھے تری یاد — مٹی مری کیا ہوئی ہے برباد
اور بسکہ کوئی ہے پہلی منزل — بیتاب ہے اس سے میرا دل
تو مجھکو قسم ہے اس خدا کی — خوبی تجھے جس نے یہ عطا کی
ماتم میں مرے نہ کیجو چند — جز صبر و ضبط نالہ و آہ
ان دل سے مجھے نہ بھول جانا — تربت پہ بھی فاتحہ کو آنا

الفت ہوئی دشمنی جانی — افسوس یہ میری نوجوانی
جبتک کہ مرے لبوں پہ دم تھا — دوری کا تری مجھے الم تھا
مرجانے کے بعد گور میں بھی — حسرت رہی تیرے دیکھنے کی
ہوں تجھسے یہ ملتجی کہ یکبار — گر تو نے سنے مرگئی وہ بیمار
اک دم میں تہ ہزار دم ہو — رشتہ تری عمر کا نہ کم ہو
کچھ دل میں نہ لاتے اپنے غم — رہنا مری جان شاد و خرم

یہ کلمات حسرت آیات اور گفتگوے یاس حسرت ملکہ گوہر ملک کی سنکے سب محبت والیاں مثل قالب بیجان محو حیرت سکتے کی صورت ہو گئیں اور جتنی ہمدمیں و محرمیں انیسیں خاص اور جلیسیں باخلاص تھیں وہ اٹھ اٹھ کے ہر ایک کام کے بہانے سے علیحدہ جا جا کے منھ ڈھانپ ڈھانپ کر روتی پیٹتی دوہتڑیں اپنے اپنے سروں پر مارنے لگیں تمام مجلس میں ایک تلاطم اور شور ماتم برپا ہو گیا تھا اور سب باہم کہتی تھیں کہ صاحب ملکہ صد مرحبا کاہ دوری شاہزادہ عالیجاہ میں جانبر ہوتی نہیں معلوم ہوتی اور ملکہ گوہر ملک یہ باتیں کرکے عجب طرح سے بیتاب اور حالت اضطراب میں کبھی تو دریا اشکوں کے آنکھوں سے بہاتی تھی کہ تکیے چادر توشک پلنگ کے سب تر ہو جاتے تھے اور کبھی گھبرا کے بصد نالہ و آہ یہ شعر زبان پر لاتی تھی شعر قلق ہے دل پہ فغاں ہے لب پہ جگر پہ آہ لو ہر دم ہے طوفان ٭ الٰہی خیر ہے کہ جان واحد یہ سو طرح کے عذاب میں ہے ٭ اور کبھی عالم وحشت میں دیوانہ وار باچشم اشکبار پلنگ پر سے اٹھکر چمنستان میں بطریق تفریح طبع جاتی تھی اور ادھر ادھر گلگشت کرتی پھرتی اور کہتی تھی کہ اے گل اندام افسوس صد ہزار افسوس اب ہم کہاں اور جلوۂ دیدار شاہزادہ بدیع الزمان کہاں دل کو صد حیف یاس کلی حاصل ہو گئی ہے گل اندام وغیرہ سب خواصوں نے عرض کیا کہ اے ملکۂ عالم فی الحقیقت بدگمانی لازمۂ محبت ہے لیکن حضور اتنے اپنے دل کو تسکین دیجے کہ بچشم غور ملاحظہ فرمائیں کہ اس جامع المتفرقین نے کس طرح سے سامان وصال بہم پہونچایا تھا اور کن کن بلیات اور آفات سے کہ اسوقت بھی ملاقات سے شاہزادہ والا صفات کی یاس ہم سبھوں کے جی کو ہو گئی تھی مگر کس خوبصورتی سے بے سعی و تلاش ملاقات ہوئی اسی صورت سے کیا عجب ہے کہ پھر زیارت اقدام اعلیٰ اس عالی منزلت کی تمکو نصیب ہے اور یہ ساری کلفت اور مصیبت مبدل بعیش و عشرت ہو جاے ترباعت شوم مصرع چنان نماند چنین نیز ہم نخواہد ماند ٭ ملکہ گوہر ملک نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ ہاں تم سچ کہتی ہو لیکن یہ جہان فانی عالم اسباب ہے خواصوں نے عرض کی کہ حق تعالیٰ حضور کو صد ہا سال سلامت رکھے جسوقت کہ دریاے رحمت الٰہی جوش زن ہوتا ہے کوئی سبب درکار نہیں ابھی ملکہ سے اور خواصوں سے یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ جس دیوار کی طرف سے شاہزادۂ عالیمقام قدیم الایام سے تشریف فرما ہوئے تھے ادھر ایک کھٹکا معلوم ہوا اور ملکہ نے گھبرا کر اس طرف کو جو دیکھا تو بالاے دیوار سے ایک سیاہ پوش باغچہ میں اترا ہے ملکہ گوہر ملک اسدرجہ مضطرب اور سراسیمہ ہوئی اور ادھر کو چلی کہ دوپٹہ کاندھے پر سے زمین پر گر پڑا اور اسکا کچھ خیال نہ کیا اور یہ کہتی ہوئی کہ اے گل اندام خدا جھوٹ نہ کرے میرے دل کو یقین ہوتا ہے کہ شاہزادہ بدیع الزمان رونق افزا ہوئے ابھی تھوڑی دور نہیں پہونچی تھی کہ ادھر سے شاہزادہ والا تبار تبسم فرماتے قریب آ پہونچے اور ہاتھ ملکہ کا پکڑ کے پوچھا کہ ملکۂ عالم فرمایے اندنوں حال مزاج مبارک کا کیا ہے ملکہ گوہر ملک نے بچشم حیرت شاہزادۂ والا حشمت کو دیکھکر کہا شعر حال دل گفتنی نہیں میرا تمنے پوچھا تو مہربانی کی ہاں پلک پر سے ڈھلک کر آنسو دامن پر گرنے لگے اور یہ حال بہم پہونچا کہ ہچکی سی لگی ہوئی بات نہیں کہی جاتی تھی گل اندام

نے عرض کیا کہ اے شہریار خدانخواستہ اگر حضور اسطرح پر رونق افزا ہوا کئے تو یہی طریقہ ملازمت کا رہیگا تو صد درد دوری اور مہجوری سے حضور کے ہم لونڈیون کو ملکہ عالم کی زندگانی کی طرف سے قطع اُمید اور یاس کلی ہو چکی شاہزادۂ عالم نے فرمایا کہ شعر محبت لگائی ہو پانی مین آگ ٭ محبت سے ہی تیغ گردن مین لاگ ٭ سوا اسے جالکاہی تحمل محبت مین اور عمر کیا ہو جو کچھ کہ ملکہ کے دشمنون پر بدولت اسد ل اور اپنی محبت کے نمودہ تعجب ہی یہ کہکر اپنے رومال سے ملکہ کی آنکھون سے آنسو پونچھکر فرمایا کہ اب یہ رونا دھونا تمہارا محض بیکار ہی خود کردہ را درمان نیست ملکہ گوہر ملک نے کہا کہ شہریارا اللہ تعالے نے بھی اپنے کلام مبارک مین فرمایا ہی والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین گناہ بندے کے معاف کرتا ہی فی الحقیقت مجھے ایساہی جرم سرزد ہوا ہی کہ تھا لکہنا نہ تھا مگر شعر مے گناہ رحم سزاوار آپ کے ٭ بخشیۓ بخشو ہم ہین گنہگار آپ کے ٭ شاہزادہ نامور نے یہ سنکر فرمایا کہ اے ملکہ گوہر ملک تمہاری جان عزیز کی قسم اب تو مجھے مطلق اختیار باقی نہین ہی ان تا وقتیکہ ہمارا راز افشا نہین ہوا تھا بہر کیف پوشیدہ پوشیدہ تمہارے ساتھ اوقات بسر کرتے تھے اور اب تو اس ملک اور دیار کے در و دیوار بھی ہمارے سایہ سے متنفر اور گریزان ہین اور ایک ایک فرد بشر انکا سرزن و مرد تشنۂ خون اور دشمن جان ہمارا ہو رہا ہی بجز افضال لایزال قادر ذوالجلال کے اور کوئی صورت اب ملاقات کی نظر نہین آتی ہی ہان الصبر مفتاح الفرج صبر کرو اور رات دن جناب احدیت سے دعا مانگو غرض یا تین کرتے ہوئے اسی خلوتخانہ مین جہان کہ قدیم سے صحبت اور نشست رہتی تھی آکر بیٹھے اور بعد ذکر اذکار سلسلۂ سخن یہان تک پہونچا کہ کل صبح کو بیرون دروازۂ شہر ترک جوشن پوش گردن مارا جائے گا اور تمام مکان شہر ادنی اعلی تماشا اسکا دیکھنے کو جاوینگے شاہزادۂ بدیع الزمان عالیمقدار یاد وفاداری اور جان نثاری مین اُسکی بے اختیار ہوکر زار زار مانند ابر بہار کے رونے لگا اور فرمایا کہ اے ملکہ اب تمہین از روے انصاف کہو کہ ایسے اپنے رفیق عاشق زار سرفروش اور جان نثار کی ہم خبر قتل سنکر کیونکر جان بچیم بوجی کرین اور حتی المقدور اپنے اُسکی رہائی اور نجات کی تدبیر سے غافل رہین استغفار مصرع صد خندہ مرگ بر چنین است ٭ کوئی نامردانی اور حیز پن یہ ننگ گوارا نہ کریگا اگر لاکہ جانین میری اس راہ مین کام آوین تو بر ب کعبہ ایسی موت کو بہتر از زندگانی جاوید سمجھون ملکہ گوہر ملک نے عرض کی کہ آپ بجا فرماتے ہین اس مین سرمو فرق نہین ایسے دوست اور بامروت لوگ کہان پیدا ہوتے ہین جس طرح سے ترک جوشن پوش نے تمہارے واسطے اپنی آبرو اور جان تک عزیز نہین کی مگر ایک بات مجھے آپ یہ تو فرمایئے کہ مجھے طرز تقریر سے آپ کی یہ ثابت ہوتا ہی کہ شاید آپ کا بھی تہیہ اور قصد ہی کہ اسکے شریک حال ہون شاہزادۂ عالم نے فرمایا کہ فی الحقیقت ایک جانب کو لاشۂ خونچکان ترک جوشن پوش بر سر دار آویزان ہوگا اور دوسری جانب قتل اسکے سر بدیع الزمان بھی نیزے پر سوار نظر آئیگا گوہر ملک نے کہا کہ یہ آپ جو فرماتے ہین سب برحق و بجا الا ایک بات مین بھی کہتی ہون کہ ایک کی دار و دو کی جا جہان کہ لکھوکہا دشمن بر سر قتل تشنۂ خون ہون وہان ایک تنہا کیا کرسکیگا سواے اسکے کہ بے موت مارا جاے شاہزادۂ بدیع الزمان نے فرمایا کہ تا وقتیکہ رشتۂ حیات باقی ہی کیا تاب کسی کی جو کوئی ایک بن مو کو مضرت پہونچا سکے اور جو قضا ہی آن پہونچی ہو تو ہزار کوئی جان چھپانے فولاد کے قلعہ مین اگر جاکے چھپے گا تو بھی مارا جائیگا غرض اسی طرح کی باتین کرتے اور بہت سی تسکین اور دلاسا دیتے جب کہ کوئی چار گھڑی رات پچھلی باقی ہوئی اُسوقت شاہزادۂ عالی مقدار با چشم اشکبار ملکہ کے پاس سے اُٹھکر رخصت ہونے لگا گوہر ملک نے دامن شاہزادۂ عالم کا پکڑ کر کہا کہ شہریارا اللہ واسطے دین و آئین کے شعر زیست سے جبکہ تھا تو خفا ہو ٭ سر تن سے کر تو سبرا جدا پر جدا نہو تمہین میرے سر کی قسم ایسی جہالت نہ کرنا چھڑا لینا ترک جوشن پوش کا لکھوکہا دشمنون سے سہل ہو آسان نہین دو تین مرتبہ تو شاہزادۂ والا قدر نے بجستہ آہستہ سمجھایا اور فرمایا کہ ملکہ اسوقت تم خود کو ہین ایسے مقدمات مین بخدا تمہارا کہنا نہین مانونگا ایسی بیہودہ گفتگو کرنا تمکو لازم نہین ہمکو بیحیائی کی زیست کسی طرح سے گوارا نہین جو کچھ کہ قسمت مین تقدیر

وکاتب ازل نے صفحۂ ناصیہ پر میرے کلک قدرت سے اپنے بزور دیوان قضا رقم کردیا ہے وہ بہرصورت ہوگا اور آئیگا اس مین تامل و تردد کرنے سے کیا حاصل جب ملکہ گوہر ملک نے دامن چھوڑا اور کسی طرح کہنا نمانا اسوقت شاہزادۂ والا مرتبت نے نہایت ناراض ہوکر فرمایا کہ ملکہ سنو اگر تم کہو مین اپنا سر کاٹکر تمہارے سامنے رکھدون الا رب کعبہ مصرع گر سر رود دریغ نہ پرواے سر ندارم ہ شریک حال ترک جوشن پوش کا ہونگا اس مین خواہ مارا جاؤن خواہ بفضل ایزدی و تائید ربانی اُسے چھڑا لاؤن کچھ تکلف باقی نہ رہیگا جو تم دامن چھوڑ کر چلا جاؤنگا اس سے بہتر یہ ہے کہ میری جان اپنے دل پر ایک بھاری پتھر کا رکھ لو اور ساتھی برضا صابر اور شاکر ہوکر اسکے عوض مین جناب باری سے دعا مانگو اور مجھے پس جانے دو مت روکو اگر زندگی مستعار اور حیات ناپائدار باقی ہے تو خاطر جمع رکھو پھر تمسے عنقریب ملاقات ہوگی ملکہ نا کام بعین انتہا کے دامن چھوڑ دیا اور شاہزادۂ عالم ملکہ کی بہت سی تسکین اور دلدہی کرکے نہی دیوار کی راہ سے کمند لگا کے زیر قصر اور اب بزودی تمام میدان قتل گاہ کی طرف روانہ ہوتا ہے

دو کلمہ داستان صعوبت بیان ترک جوشن پوش گوش گزار کیے جاتے ہین

ازبسکہ دو روز پیشتر سے حسب الحکم گنجاب تمام شہر سنجان مین منادی ہوچکی تھی کہ پرسون کے روز ترک جوشن پوش گردن مارا جائیگا جسکو تماشا دیکھنا ہو وہ بیرون شہر فلان مقام پر آکے ٹھہرے تو اس دن بہر ات چہل باقی رہنے سے ہزارون رئیس زادے اور امیر اور نسا علے وضیع و شریف کہ و مہ زن و مرد از خرد تا کلان از پیر تا جوان ساکنان شہر سنجان اور دکاندار اہل حرفہ بازاری دس کوس پانچکوس رعایا برایا ٹھاکر راجہ زمیندار گنوار مقدم مہتو چودھری قانون گو وغیرہ گاؤن گراؤن قصبون پروون سے وہان آکر جمع ہوتے جاتے ہین اور چار طرف سے غول کے غول چلے آتے ہین ہزارون ٹیلون ٹیکرون پر کھڑے ہین سیکڑون درختون پر بیٹھے ہین لکھوکھا سر میدان مجمع کیے منتظر ہین ناگاہ دیکھا کہ ہزار بارہ سو پیادے چھوٹے تیغ تلوارین کھینچے برچھیان پکڑے گرد و پیش ایک ارابے پر ترک جوشن پوش کو طوق اور سلسل کیے بٹھلائے ہوئے بڑی ہوشیاری سے انتظام اور اہتمام کرتے ہوئے آگے آگے سنجابی عیار کوڑا ہاتھ مین لیکر سو سوا سو عیار ہمراہ لیے اُس میدان مین آکر پہونچے اور جلادون کو طلب کیا اس عرصہ مین سواری گنجاب کی بھی آپہونچی اور جتنے مقربین اور مصاحبین اور سردار اور سپہ سالار ہمراہ رکاب تھے وہ بھی سب آکر چپ و راست اپنے اپنے مرکبون کو روک روک کر ٹھہر گئے گنجاب نے جلادون کو حکم دیا بس اب دیر نہ کرو جلد اس نمک حرام کو گردن مار دو جلادون نے بوریا فلاکت کا بچھایا چبوترا ریگ کا بنایا تیغ آبدار کو سنگ چٹانا شروع کیا اور چار طرف سے ہلہلا تماشائیون کا یہ عالم تھا کہ جلون مین گھسے ہوئے پٹنگریون مین سر جھکائے ہوئے کاندھون پر سر رکھے دیکھنے کو جھکے پڑتے تھے گنجاب نے حکم دیا کہ ان لیجاؤ ترک جوشن پوش کو جلادون نے سنجابی کے ہمراہ جاکے ارابے سے ترک جوشن پوش کو اتارکے کشان کشان اس بوریے پر بٹھلا دیا تمام خلق اللہ دیکھتی تھی کہ ایک پیر باریش سفید نورانی صورت شیر صولت باوصف اسکے کہ تین دن سے زخمی اور مجروح بے مرہم اور بخیہ اور پٹی کے ہر لب زخم پہ خون جم گیا ہے اور دہان زخم کھلے ہوئے کھانا پینا کچھ میسر نہیں آیا حالت ضعف و ناتوانی مین وہ رعب و دبدبہ اور شوکت و شان چہرے پر اسکے آشکار ہے کہ دفعتہً کسی کو یہ حوصلہ اور جرأت نہین پڑ سکتی کہ قریب اُسکے جاکے ہمکلام ہو ترک جوشن پوش نے چار طرف نگاہ حسرت و یاس سے دیکھا شعر خود مرنے پہ بھی کی امید ہنا امیدی اُسکی دیکھا چاہیے ہ اور ایک مرتبہ بکمال استقلال اور درستی حواس خمسہ کچھ سرداران گنجاب سے کہا چاہتا تھا کہ وہ گیا ہور خون آشام نے اُسکی جانب مخاطب ہوکر کہا کہ اے نمک حرام شرفا و نجبا اپنے خداوندان نعمت سے ایسی ہی حرکت کرتے ہین جو تجھے وقوع مین آئی نالائق تو نے تو سب شاہزادون کی عزت و آبرو برباد کی جو ل شخصیکہ شعر چراغ تو مے بہ بیداد کشی کردہ نہ کہ را منزلت باندہ مدرا

ہر چند کہ تو نے وہ جرم کیا ہے کہ اُسکا قصاص اور سزا یہی ہے کہ جو تو بچشم اپنے دیکھ رہا ہے مگر ذات پیغمبر مرسل منبع دریاے علم و مروت
اور مجمع خلق اور عنایت رحیم اور کریم عطا پاش خطا پوش جرم بخش عذر نیوش ہے اگر تو اسوقت بھی اپنے اعمال اور افعال سے
متنبہ اور منفعل ہو کر سر اپنا اقدام عالی پر پیغمبر مرسل کے رکھ دے اور یہ کہے کہ اے آقاے ولی نعمت میرے قصور جرم میں بخش کر دے اور ہم
شفیع ہیں اشک ندامت و عرق انفعال ہا • اور ہم لوگ سب تیرے ساعی اور ممد و معاون ہو کر عرض معروض کرینگے تو کیا عجب ہے
کہ پیغمبر مرسل لنبا او بندہ نوازی اور رفیق پروری سے تو جرائم تیری کر کے جان بخشی کر دے ہم لوگ فقط پاس و لحاظ اوس عہد طرفین کا
کا ہے کہ تمام عمر تو نے ہماری صحبت میں صرف اوقات کی اور شریک رنج و بزم رہا اور اس ملک میں تو غریب الوطن بیکس و بے مونس
محض عاجز و مجبور ہے ہمارے حتی المقدور ہمارے سامنے تو گردن مارا جاے یہ نہیں دل گوارا کرتا ہے ترک جوشن پوش نے یہ سنکر شل
شتر گرسنہ و گستہ خشمگین ہو کر جواب دیا کہ او کافر نابکار یہ کیا گفتگو سے لا طائل اور بیہودہ کرتا ہے شکر صد شکر اُس خالق اکبر خداے
عزوجل کا کہ میں زمرۂ غازیان میں ہوا خواہ شاہزادۂ بدیع الزمان فرزند امیر حمزہ صاحبقران والا شان نامور ہو کر بس ثابت قدمی
سے مسافر ملک عدم ہوتا ہوں تا وقتیکہ میرے دست و بازو میں یارا رہے جلو میں شاہزادہ کامیاب شاہزادۂ عالی جناب معرکہ آراے
رزم و پیکار رہا آخر کار کفار کے ہاتھوں سے بدرجۂ شہادت فائز ہو کر سرخروے کونین ہوا اسواسطے گلزار جنت وا ہے اور رضوان
جنت جام شراب کوثر ہاتھوں میں لئے دکھلا رہے ہیں اور تجکو اب تو کیا سوجھی ہے وہ شرک خالق سے ہو کے پیکر خرس بادیہ ضلالت
جسکو تم اپنا معبود جانتے ہو وہ ناپاک کاذب دیو نظا ہے اسکے رہبر ہو گردن ترک جوشن پوش کی نہیں جھکتی ہے
کہکر ترک جوشن پوش نے خلق اللہ کی طرف متوجہ ہو کر آواز بلند کہا کہ ایہا الناس اگر تم میں سے کوئی مرد مسلمان
خدا ترس ہو تو میرے کلمۂ شہادت کے گواہ رہنا اللہ تعالے سلامت رکھے میرے آقاے نامدار شاہزادۂ بدیع الزمان کا اب
تو کہ زندگی سامیش است جو شخص کہ جیتا رہ دیکھ لیگا کہ عنقریب اس ملک میں وہ آنیوالا شاہزادۂ تسخیر شرکا ہم
شعبدہ کر کے آن واحد میں تمام اس ملک کو اسلام آباد کریگا اگر تم میں سے کسی شخص کو زیارت اقدام عالی کی اُس شاہزادۂ
بدیع الزمان والا مرتبت کی نصیب ہو تو اس خانہ زاد جان نثار مسافر عدم کی طرف سے اپنا پیغام کہدینا کہ اس غلام کو
دم واپسیں سواے زیارت اقدام پاک کوئی حسرت اور استدعا دل میں نہ تھی اور باقی الحمد للہ شعر این سر کہ براہ دین
فدا شد چہ بجا شد ۔ این بار گران بود ادا شد چہ بجا شد • یہ کہکر دونوں ہاتھ اپنے زمین پر مار کے تیمم کیا اور داڑھی پر ہاتھ پھیرا
اور بعد اُسکے سوے فلک دیکھکر کہا کہ اے رب جلیل تو حاضر و ناظر سمیع و بصیر ہر شے پر قادر و قدیر ہے کس زبان سے حمد و شکر
تیری کارسازی و بے نیازی کا کروں تمام عمر اس بندۂ عاصی اور گنہگار کی جس طرح سے کہ عزت و آبرو بسر ہوئی ویسی ہی
دم آخری بھی یہ عاصی بندۂ پر معصیت اس سراے فانی سے سمت عالم جاودانی سرخرو جاے اور جلاد کی طرف متوجہ ہو کر
کہا کہ او ناہنجار اب تو انتظار کس کا کرتا ہے توقف و تاخیر نہ کر اور مجھے قتل کر جلاد نے خدا کو لگے کا ترک جوشن پوش کی گردن پر
کھینچکر تیغ اٹھایا اور آواز بلند کہا کہ خلق خدا کی ملک پیغمبر مرسل کا حکم پیغمبر مرسل کا وہ شخص جلاد واسطے آدم سیکھ سنا ور
اس دوزخ یعنی اپنے پیٹ کے بھرنے اور اہل و عیال کی پرورش کے لئے یہ پیشہ خونریزی و جلادی کا کرتا ہے لیکن شعر سلطنت

سلطان کند فریاد بر جلاد چیست ۔ مرغ را دانہ باشد ختم بر صیاد چیست ۔ ہاے ترک جوشن پوش قطعہ　　دنیا مکان است کشش عدم تعمیر است

طبل اجل است کاروان و پیر است	ہم زندہ میں بہ آدم سو سے ہیں	این عمر بخاک بود و ... صبح است	جو کچھ تجھے کھانا پینا دیکھنا سی

سے کہنا ہو کوئی حسرت اپنے دل میں رکھ کے پھر یہ ٹھنڈا پانی اور ٹھنڈی ہوا ہے کسکو نصیب ہوگی
ترک جوشن پوش نے کہا کہ او ملعون خدا میرا گواہ ہے کہ سواے زیارت شاہزادۂ بدیع الزمان گردش فلک کے نہ کچھ
کی حاجت ہے نہ پانی کی پیاس ہے اور نہ مجھے کسی سے کہنا ہے منظور ہے نہ کوئی حسرت و تمنا میرے دل میں ہے بسم اللہ میں

راضی برضاے الٰہی سر جھکائے بیٹھا ہون تو یہ سر کہ اب وبال دوش ہے جلد قلم کر جلاد کو دو حکم پے در پے پہونچ چکے ہین فقط تیغ کے چلنے کا
منتظر تھا کہ ناگاہ چارطرف ایک زلزلہ اور تلاطم سا برپا ہو گیا اور غلغلۂ اللہ اکبر کی صدا بلند ہوئی یہ نعرہ گوش زد ہوا انوقت آفتاب شمشیر کی
دین پروری یہ شہسوار لال پوش خاوری ہے تمام فوج وسپاہ گنجاب اور ساکنان شہر سنجان تو اس آواز سے مثل بید لرزان اور حیران
تھے سب پر ایک وہم اور اضطراب طاری ہوا اور اپنے اپنے دلون مین یہ سوچکر کہ جسنے اٹھارہ لاکھ سوار و پیادے کی چھاؤنی تباہ کردی
اور ہزارون بڑے بڑے نامی اور مشہور سردارون و سپہ سالارون کو تباہ کر دیا اب جو دن دوپہر اس طرح بکشادہ پیشانی آ رہا ہے تو خدا جانے
لاکھ سوار دو لاکھ سوار کسقدر فوج وسپاہ ساتھ ہوگی الغرض کہ تماشائیین بدحواس ہوکر بھاگ کھڑے ہوئے ہزارون کی جوتیان
پاؤن سے نکلکر میدان مین پڑی رہگئین سیکڑون کی پگڑیان اُترگئین فوج وسپاہ والون کا یہ حال ہوا کہ تیغے کٹاریان قرولیان
کمرون سے نکل پڑین اور انکو خبر مطلق نہین ہوئی ایسے سراسیمہ و مضطر ہوکر بھاگے کہ اپنے تن بدن کا کسی کو ہوش نہ رہا آدمی
تلے اوپر ہوگئے اپنی اپنی جان بچانا سب کو دوبھر تھی جلاد نے یہ ہنگامہ جو دیکھا دو پیش خود یہ تجویز کرکے کہ جان ہے تو جہان ہے پہلے وہ
شخص آکر مجھی کو جلاد اور قاتل اس ترک کا سمجھکر قتل کرے گا مضطرب اور بدحواس ہوکر ایک طرف کو بھاگا اور بطور
وغل اور ہنگامہ مین ایک مرتبہ جلاد نے جو ترک جوشن پوش کی طرف خیال کیا تو اُسنے دیکھا کہ ایک نوجوان نے کچھ کھینچکر
ترک جوشن پوش کے منہ پر مارا اور ترک جوشن پوش چکر کھا کر حالت غش مین گر پڑا اور اُس نوجوان نے جلدی سے
ترک جوشن پوش کو بطور گٹھری کے باندھکر پشت پر اپنی ڈال لیا اور اسی غول مین بھاگنے والون کے چلا جلاد نے ہرچند
پکار پکار کر شور وغل کیا اور کہا کہ ہماجو لینا جانے نہ دینا ہان ہان دیکھنا کون ہے جو ترک جوشن پوش کو لیے بھاگا جاتا ہے
یہان اُسوقت سبکو اپنی اپنی جان کی پڑی تھی صداے نعرۂ قاسم مانند صداے عزرائیل کے لوگون کے کانون مین سمائی ہوئی
تھی ایسے خود رفتہ اور بیہوش وحواس باختہ تھے کہ جلاد بیچارے کی بات کون سنتا تھا اتنا بھی خیال کسی نے نکیا کہ یہ کون
بکتا ہے اور کیا جھک مارتا ہے اور ترک جوشن پوش ایسا سیر وتماشا کہان کا اُسوقت تو بدحواسی اور گھبراہٹ مین یہ عالم
سب کا تھا کہ اگر کوئی گنجاب کو پکڑکے تلوارین یا جوتیان مارتا تو کوئی پرسان اور خبرگیران اُسکا نہوتا سوار اور افسران فوج جلاد
پیادے اور سوار جو وہان موجود تھے وہ کچھ تو بمقابلہ شاہزادۂ خاور سپاہ اپنی اپنی سپرین تلوارین سنبھال سنبھال کر پیچھے چلے
جہان تہان واسطے سد راہ ہونے کے کھڑے ہوگئے تھے اس عرصہ مین وہ شیر بیشۂ شجاعت اُس مجمع روباہ صفت مین تیغ زنی
کرتا شور آیا جو سامنے اُس دشمن دین کو مارا جس طرف رخ کیا دو چار لعین کو مارا قریب اُس قتلگاہ کے پہونچا تو اُسنے دیکھا
کہ ایک طرف تو ایک خالی اراپہ جسپر ترک جوشن پوش کو بٹھلاکے لائے تھے کھڑا ہے ایک جانب کو نکبت کا چبوترہ اور نطع
بوریہ بچھا ہوا اور تھوڑی دور پر وہ جلاد دم بخود کا پتلا ہے خاموش اور از خود فراموش اُس ہلڑ اور ہنگامے کو دیکھ رہا ہے قاسم نے یہ سمجھکر
کہ شاید میری آمد کا شور وغل سنکے میرے ڈر سے ان کافرون نے ترک جوشن پوش کو کہین یہان سے الگ لیجا کر چھپا دیا ہے
جلاد کے برابر پہونچکر ایک تیغہ جو اُسکی دوال کمر پر مارا تو تسمہ باقی نہ رہا اور مثل خیار تر دو پرکالے ہوکر لاش اُس جہنمی بدمعاش کی
زمین پر گرکے پھڑکنے لگی گنجاب نے شاہزادۂ قاسم عالیجناب کو یکہ وتنہا شمشیرزنی کرتے اور یہ کاٹ تیغہ بارک اللہ آسیابی
اور قوت دیکھکر اپنے سردارون اور سوارون و پیادون سے آواز بلند کہا کہ اے بہادرون نبیرۂ حمزہ پہلوان وا صد ہزارون تم ایسے
دلیر اور شیر مردون مین اپنا بانکپن دکھلا رہا ہے ایسا نہو کہ اب یہ زندہ و سلامت بچکر یہان سے نکلجاے اور یہ کیا نامردی اور بیغیرتی ہے
کہ تم سب دور دور الگ کھڑے نیزے اور تلوارین اُسے دکھلا کے دار و بازون کا کھیل تماشا کرتے ہو بیک وقت
ہو چارطرف سے بڑھ کے جھٹ پٹ لپٹ پڑو اور اگر زندہ ہاتھ آئے تو پکڑلو ورنہ اسکا سر کاٹ کر میرے پاس لاؤ یہ کلام اور احکام
اُس تیرہ انجام اپنے ولی نعمت کا سنکے کیا ہو خون آشام و خلیل جراز ترکیب و جلیل جنکا لقب در سعید جو گرانشیل قبیل تن

گیا ہو رخون آشام لعین بن گیا ہو رقیس بن گیا ہو رخون آشام وغیرہ سردار اور افسران فوج سب دست بقبضہ ہوکر آمادہ مرگ و مہیاے قضا ہوے اور چاہتے تھے کہ سیر بن تلوار بن پکڑ کر کے بر سر شاہزادۂ قاسم یورش کرین ناگاہ دست راست سے یہ نعرہ کرکے شکافت بدیع الزمان ہوا ایک گوش در شجاع

سر اوج اسلام انجم گروہ — شہ آسمان رخش رستم شکوہ
بہ میدان کین چو شتاب یلان — دل و جان سلطان صاحبقران
ہم برزدن لشکر گنجاب — ہزیمت دہ گیو و افراسیاب

بدانند اعدائے در کین ستم — بیکدم شکستم کمان عجم
کے رزم سہراب و بہزاد و گن — شکستن توان گردش گردن شکن
اگر کشتم لشکر روز معاف — فتد لرزہ در جسم دیوان قاف

دریدم چو کرپاس تستور را — تگندم مسے گبر مغرور را
بدیع الزمانم کہ در روز جنگ — بدرم دل شیر و چرم پلنگ
ز تیغم بسے ملک اسلام شد — کہ ز فتنہ با فتنہ نام شد

اور بعد ازان دیکھا کہ وہ رستم صولت سہراب توان آفتاب شہر صاحبقرانی شاہزادۂ عرش جناب بدیع الزمان گردش گردن شکن یکہ طور یوسف دیدہ بخون چکان علم کیے ہوے کلائی ہاتھ کی کہنی تک خون مین آغشتہ ایک مرکب فلک رفتار پہ سوار اُس ہجوم لشکر کفار مین کہ ہزار دن سوار اور پیادے مانند غرندۂ ابر کے چار طرف سے جھکے آمادہ کارزار تھے نمودار ہوا اُسوقت فوج گنجاب کا یہ حال تھا کہ جس طرح سے ہنگام طلوع خورشید جہانتاب ظلمت شب اور تیرگی آسمان کی دور ہو جاتی ہے سوار پیادے فوج کفار نابکار کے اور ملاذ مین گنجاب تیرہ روزگار کے متفرق اور پراگندہ ہو کر دہنے بائین ہٹ گئے اور دور دور نظر آنے لگے مطلع میدان کا صاف تھا اور تمام سرداران اور جملہ سپہ سالاران اور جتنے افسران فوج تھے اُنکے چہرون پر ہوائیان اور مردنیان سی چھا گئین تھین اور ساری فوج و سپاہ کی رنگتین زرد اور دلون مین دھڑکتین اور قالبون مین رعشے تھین کس شان و شوکت اور عظمت و جودت سے شمشیر زنی و کفار کشی کرنے لگا اور سلاش پر لاش و ظہر پہ دھڑ سر پہ سر گرتا جاتا تھا شعر ہر جا کہ شمشیر او کار کرد ہمے را دو کرد و دو را چار کرد چار طرف کو آثار قیامت تھے بازار ملک الموت گرم تھا دلال اجل و مکار نسخ جان انسان کوئی کوچہ حفظ و امان بروے کفار بجز کوچۂ زخم و انہین معلوم ہوتا تھا اور کوئی گوشہ امانیت سواے گوشۂ کمان کے کہ وہان بھی زہ کا گلا مارے ہول کے قالب بیجان تھا اعداے بیدین کو نہین نظر آتا تھا اربعین ہمہ تن چشم ہو کر سعر کہ شمشیر زنی اُس شجیع دہر شاہزادۂ نامور کا دیکھ رہے ہین اور چار آئینے جلوۂ شجاعت او تیغ تنی اُس رستم صولت شاہزادۂ والا رتبت کا دیکھ کر ملاحظہ یہ شعر ترک خنجر بار گردون از سپہر چنبری ہر جنگ او سیدید دسنگفت آفرین صد آفرین

نظم

دما دم ہم از خنجر پردہ خاک — کشیدہ سر آفتاب بلند
بیک بار ہر دو شمشان تاختند — فلک اندر انست از بانے خونشین
نمایان چو شب انجم از آسمان

شنیدم ہمی راندان ناخدا — رشتش ہمہ رنگ آنچنان ہست نشان
ہم از سایہ گر نسا و چرخ پیر — زنعل ستوران آتش نژاد
بیکدم سند آئینہ روزگار — زبس برق تیغ آتش افروختہ

بدریاے خون کشتی باد پا — کہ سیمرغ عنقا پرد بست قاف
سر افگندہ از وز خشم بر زیر — بدریاے تپیدہ زہ ماہی قلو
نگردد سپہ صورت زنگبار — ہوا فرمین کمکشان سوختہ

ز نوک سنانش فلک بستہ چاک — چو خیط شعاعی بہ نجم کمند
عنان را دلیران رہا ساختند — زمین و بیابان ہوا جا سے نوش
ز گرد سپہ لوک رخشان سنان

آخرکار فوج گنجاب علیہ اللعن والعذاب نے شکست کیا قریب تھا کہ سبکے پاؤن اُٹھین اُسوقت گنجاب سست گیا ہو رخون آشام مخاطب ہوا اور کہا او گیا ہو رکیا کھڑا دیکھتا ہے جسوقت تمام فوج کام آئیگی تو شاید تمہاری باری آئیگی تم لوگون کو شرم و حیا مطلق نہین ہوتا ہی نہین ہوتا ہے کہ ان دو بون مغلوکون کو سزاے اعمال دو گیا ہو رخون آشام نے دست بستہ عرض کیا کہ یا پنجیبر برحق مجھے مدت اس بات کا خیال ہے کہ جب ان مغلوکون کو سزا ہو چکا و مگا لوگ خیال کرینگے کہ ادنی ایک یاد و شخص کو دیو و زہر کیا یہ میری شان کے خلاف ہوگا یہ بات سنکر گنجاب کو نہایت غصہ آیا قریب تھا کہ فرط غضب سے قالب تہی کرے اتنے عرصہ

مین شاہزادۂ قاسم نوجوان نے یہ خیال کیا کہ کچ موقع خوب ہوا اگر بن پڑے تو اس گنجاب علیہ اللعن والعذاب کو گرفتار یا
قتل کرین یہ سوچکر گھوڑے کو کڑا کیا ادھر شاہزادۂ بدیع الزمان گردشکر شکن نے جو شہزادۂ قاسم کو بارادۂ فاسد گنجاب کی
جانب جاتے دیکھا فوراً جوش دلاوری سے سپ سبک خیز کو جولان کیا او رشل تیر شہاب قریب گنجاب کے پہونچا گنجاب ہنوز بازون
مین تھا کہ داہنے طرف سے آواز نعرۂ بدیع الزمان بلند ہوئی نعرہ ــ برج خوبی شہ انجمن ٭ بدیع الزمان گرد لشکر شکن ٭
بہم برزنِ لشکر گنجاب ٭ ٭ ہزیمت دہ گیو وافراسیاب ٭ ساتھ اس نعرے کے بائین طرف سے دوسرے نعرہ کی آواز
بلند ہوئی نعرہ آفتاب مشرق دین پروری ــ مہتاب فلک جوش خاوری گنجاب ان دونون نعرون کی آواز سنکر گھبرا گیا
گیا ہور اور صلیل کی طرف مخاطب ہوا اور گھبرا کر کہنے لگا کہ کمبخت کیا نہ تھے تم قتل کرو گے تمھاری شان بہادری جہنم مین
جاے اپنی شان و شوکت کو یہ کھڑے رہنا کہ وہ دونون شیر آپہونچے تھوڑی دیر مین ہمکو بھی مثل سگ گر یہ قتل کرینگے یہ سنکر
گیا ہور تو جانب شاہزادۂ بدیع الزمان اور صلیل ورازترکیب شاہزادۂ قاسم عالی شان کی طرف بارادۂ فاسد یہ کہتے چلے
کہ پیغمبر مرسل نے ہمکو اپنے خیال خام مین بالکل بزدل تصور کیا ہے دیکھنا آج ہم ان دونون کے سر کاٹ لاتے ہین یہ خیال کرکے گیا ہور
نے شاہزادۂ بدیع الزمان کو ڈانٹا کہ اوبھگوڑے کیا بچارے تین روپیہ کے پیادون کو قتل کرتا ہو آمردان عالم سے مقابلہ
کر شاہزادۂ عالم تو خدا سے یہی چاہتا تھا فرمایا او مردود ازلی و ابدی مین بھی تیری تلاش مین تھا کہ آج کہان جاتا ہو میرے ہاتھ سے
بس گیا ہور نے تلوار علم کر کے کہا او بدیع الزمان خبردار مین نے ہوشیار کر دیا ہے مردان عالم کی ضرب سے یہ کہکر وار تیغۂ
آبدار کا کیا شاہزادۂ عالی شان نے اسکی ضرب کو سپر پر کاٹا اور خبردار خبردار کہکر وہی تیغہ دو دم سکندری خون چکان جو
انھین تھا بخش گیا ہور خون آشام پر مارا کہ تا دماغ دوانر گیا گیا ہور نے دستار ما نہین تو خاتمہ ہو چکا تھا تیغہ تو جھٹکا کر
نکل گیا ایک چادر خون کی منھ پر بہکے آگئی گیا ہور تو حالت غش مین تھا مگر او ہزارون سوار و پیادے اسکے ہمراہی بیچ مین
آگئے اُنسے تلوار چلنے لگی علے ہذا القیاس اسی طور پر شاہزادۂ خاور سپاہ سے اور صلیل ورازترکیب سے مقابلہ ہوا
اور صلیل نے شاہزادۂ قاسم کے ہاتھ سے زخم کھایا ایک بہت کو لگا فوج و سپاہ سے ہتھیار چل رہا تھا جبکہ لشکر گنجاب
نے اپنے دونون سپہ سالارون کو زخمی ہوتے اور گنجاب تیرہ بخت کو اضطرابی و در دگاہ مصاف سے صاف نکل جاتے دیکھا
سب کو واہمہ نے گھیرا اور ہر ایک کو یقین کامل ہو گیا کہ گنجاب بھاگ کھڑا ہوا پھر تو یہ حال ہوا کہ ہزارون سوار اور پیادے
انسان نامردی اور بزدلی سراسیمہ اور بدحواس ہو کر آپس مین یہ کہتے ہوے کہ یارو اب ہمکو ٹھہرنے اور لڑنے مرنے سے
کیا حاصل مالک ہمارا تو ہزیمت فاش کھاکے نکل گیا ہمکو کیا غرض کی جانین ہین جو خواہ مخواہ کھو دین خداوند تعالی نے یہ فتنہ
خوب ہمارے سر سے ٹالی اور اکثر جو انمین سپاہی وضع نوکری پیشہ مرد دلیر تھے ہر چند اُن سب کو روکا کیے سمجھایا کیے مگر کون کسکا
کہنا مانتا تھا وہ لوگ کمبخت نامرد بزدلے یہی کہتے ہوے کہ پیغمبر مرسل زیادہ کرینگے ہمکو برطرف کر دینگے تو اب ہمکو گھاس کھود کر کھانا
قاسم کے مرجانا گوارا ہے لیکن اس ہوے شیر مرتضائے مجیب شیران ازور دم ملک قاسم اور اس رستم دستان بدیع الزمان
سے مقابلہ اور مجادلہ ہرگز ہرگز نہ کرینگے جس طرف جسکا رخ پڑا روانہ ہوا اور اب وقت شام کا ہو گیا ظلمت شب دیکھکر
وہ دونون شیر چچا بھتیجے یعنی شاہزادۂ بدیع الزمان اور قاسم نے ہر چند کہ زخمی تھے مگر فضل الہی سے ایسا کوئی زخم
کاری نہ تھا کہ جس سے کچھ حرج واقع ہوا وہ بچے اور بچے اکثر زخم جسم اطہر پر دونون بہادرون کے پڑ گئے تھے لڑتے بھڑتے
اُس میدان رزم و پیکار سے اپنے مرکبون کو کوڈا مار کر ایک سمت کو روانہ ہوے جس وقت شاہزادۂ والا تبار
بدیع الزمان نامدار میدان پیکار سے نکل کے کوئی سات آٹھ کوس کے فاصلہ پر دامن کوہ کے قریب پہونچا تھا
ناگاہ ایک طرف سے دو شخص نہایت سلیم الطبع کریم و حلیم مگر شکل گدایان خرقہ پوش نمایان ہوے اور سلام علیک

کرکے کہنے لگے کہ اے شہریار جلیل الاقتدار اگر تم مقام آرامگاہ کا چاہتے ہو تو ہم فقیرون کے تکیہ مین قدم رنجہ فرماؤ شعر ز قدر و شوکت
سلطان نگشت چیزے کم ہوز التفات بہ حال سرای دہقانی ◆ شاہزادۂ عالی مقدار نے جو یہ کلام ان دو شخصون کا سنا اور انہی
کی زبان سے یہ شعر سنکر کہا کہ مین انہین کچھ پہچانتا ہون اور مین نے ضرور انکو دیکھا ہے اور کسی جا پر ضرور انسے ملاقات ہوئی ہے اسی خیال سے
آنسے فرمایا کہ اے صاحبو اشعار کرتے ہو گفتگو سے الفت ◆ کچھ کہی ہے تم سے بوے الفت ◆ نام اپنا بتاؤ تا یقین ہو ◆
دل شک سے جدا مرا کہین ہو ◆ ان دونون صاحبون نے کہا کہ اے شہریار ہم وہی دونون تیرے ترقی خواہ جان نثار ہین
کہ جس روز شہر سنجان قلندر کے تکیہ مین آپ بر کسوت قلندری رونق افزا ہوئے تھے اور ہمسے آپ سے ملاقات ہوئی تھی بس آشنا ایسا
تنکے شاہزادۂ عالم نے پہچانا کہ یہ دونون جمشید اور خورشید پسر گنجاب ہین نہایت شادان اور فرحان ہو کر گھوڑے پر سے اتر پڑا
اور جمشید بن گنجاب سے بکمال محبت بغل گیر ہو کر انکے ہمراہ اسی تکیہ مین تشریف فرما ہوا جمشید اور خورشید بن گنجاب نے
بے تکلفی سے جو کچھ کہ کھانا تیار تھا واسطے شاہزادۂ عالیمقام کے دسترخوان بچھا کے رکھدیا اور رنگین گلابیان شراب
کی کہین سے لا کر حاضر کین شاہزادۂ عالیمقام نے بعد تناول طعام دو ایک جام شراب کے نوش فرمائے اسوقت یاد ملکہ رشک
صد پریزاد گوہر ملک کی آئی نہایت بیتاب اور با چشم پر آب ہو کر ایک آہ سرد دل پر درد سے کھینچی اور بے ساختہ یہ شعر زبان پر
لایا شعر گریہ ہو ساقی پیمانہ ہوا لوگیا ◆ سو شرابون سے میخانہ ہوا لوگیا ◆ جمشید اور خورشید نے غمزدہ شاہزادۂ عالیمقام کا
تنکے ہر چند پوچھا کہ اے شہریار وہ دوست دلخواہ حضور کا کون ہے مگر شاہزادۂ بدیع الزمان نے کچھ جواب انکو نہ دیا اور جب
کہ نصف شب کامل ہوا اور جمشید بن گنجاب اور خورشید بن گنجاب دونون خوب غافل ہو کر سو گئے تب شاہزادۂ عالیمقام نے
اسباب شب روی ذات اقدس پر آراستہ اور پیراستہ کرکے کمند کو اٹھایا اور سپر تلوار پکڑ کے سمت سنجان روانہ ہوا اور
بدستور معمول قریب زیر دیوار ایوان ملکہ گوہر ملک کے آگے کمند کو پھینکا اور جب وقت کمند بالاے دیوار مستحکم ہو گئی اسکو
پکڑ کر بالاے دیوار پہنچا اور آہستہ دیوار سے اتر کر اندرون باغ قدم زن ہوا تو ایک آواز رونے کی گوش زد ہوئی اور
معلوم ہوا کہ ملکہ گوہر ملک نہایت گریہ و زاری اور بیقراری کرکے یہ کہہ رہی ہے کہ اے شہریار افسوس ہے صد افسوس ہین تجھے
تیرے ماں باپ سے جدا کرکے اپنے ملک مین لائی اور ہر چند تو نے مجھے سمجھایا اور بجد ہو کر کہتا تھا کہ میرا اس ملک کا رہنا بے چینا
اچھا نہین اور مین نے اسے تیرا کہا نہ مانا اور سے تجھے بیہوش کرکے یہان لا کر دشمنون مین لے کے ڈال دیا اس ندامت اور
اپنی خطا سے خاش کی تلافی اور قصاص مین بجز اسکے کہ اپنی جان عزیز تیرے نام گرامی پر نثار کر دون اور کوئی تدبیر
نہین سوجھتی اشعار

کس جا پہ ہو وہ معاش تیری
کیا جانیے تجھپہ کیا بنی ہے
ملما ملے ہے تیرے غم نے
ہر وقت مری یہی دعا ہے
جیتا رہے تو ملاک ہون مین

اے باغ بہار زندگانی
افسوس پڑا ہے تو کدھر کو
غم ہو ترے دشمنون پہ واقع
آرام سے کر جہان کی سیر
اک دم مین ترے ہزار دم ہو
مطلوب ہے تیری زندگانی

کس سے کہون یہ غم نہانی
بیچین ہین کسے تری خبر کو
وہ حادثہ میرے جی کو یان ہے
ہر چاہیے تیری جان کی خیر
رشتہ تری عمر کا نہ کم ہو
گر مین نہون در جہان فانی

کس سمت کرون تلاش تیری
جی ہی پہ مرے تو ون بنی ہے
وہ خون پیے عشق کے ستم نے
دل تیری طرف ہی لگ رہا ہے
تو خوش رہے سینہ چاک ہو مین

شاہزادۂ بدیع الزمان نے
یہ نالہ و فغان اور بیان ملکہ گوہر ملک کا جو سنا تو نہایت غمگین اور اندوہگین ہو کر آنکھون مین آنسو بھر لایا اور عنقریب
تھا کہ جامۂ صبر کو چاک کرکے دیوانہ وار چشم اشکبار سے بھی نالہ اسے ہزار کرے لیکن بخیال مآل اندیشی خوب ساختہ ضبط کیا
اور سنگ ریزہ اٹھا کے سمت ملکہ پھینکا ملکہ گوہر ملک کھٹکا ڈھیلے کے گرنے کا پا کے بے ساختہ اپنے خلوتخانہ سے
اٹھ کھڑی ہوئی اور صحن چبوترہ پر آکے چو چار طرف بغور خیال کیا تو دیکھا کہ ایک سیاہ پوش دیوار سے اترا ہوا اسیری

طرف کو آئے ہو ملکہ کے دل کو یقین کلی ہو گیا کہ سوا اس شاہزادہ والا شان اور کیا امکان جو کوئی اور بشر میرے اِس ویران خانہ کی سمت آسکے پس یہ سوچ کے ملکہ نے کہا کہ اے شہریار کس انتظار میں آپ وہاں ٹھہر گئے میں آ گئے شاہزادہ عالی وقار نے نزدیک آنکے ہاتھ ملکہ کا پکڑ لیا اور ایک بیک اپنے گلے لگا کر فرمایا کہ اے ملکہ تم نے حافظ شیرازی کا وہ شعر نہیں سنا شعر الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا ۔ کہ عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلہا ۔ خیر جو کچھ کہ نوشتۂ تقدیر تھا وہ بعرصۂ ظہور آیا اب جلد بیٹھو دو چار گھڑی غم غلط کرو شراب پیو مست ہو اور رونے دھونے سے کچھ فائدہ نہیں شعر غنیمت جان لے مل بیٹھنے کو ۔ جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے ۔ یہ سنتے تم سے روز اول میں بہت سا سمجھایا تھا کہ ہم اپنے ساتھ نہ لے چلو ہم لوگ مثل آفتاب اور ماہتاب کے کسی ملک میں پوشیدہ و پنہان نہیں رہ سکتے تم کو اُس وقت ہمارے کہنے کا یقین نہ آیا اور تم کیا کرو شدنی تو یون ہی تھی اب اور کچھ ہمیں کسی بات کی فکر اور تشویش نہیں فقط یہ رنج ہو کہ سر دست بدون کسی مکان سکونت اور استقامت کے کہ وہاں چند دم بھر آرام کریں پاس نجات ہمارا ٹھہر نہیں سکتا ملکہ گوہر ملک نے کہا کہ اے شہریار اب آپ مکان کے واسطے کچھ اندیشہ نہ فرمائیں چار باغ ملک مرجان دیو شاہ میرے پردادا کی املاک سے میرے ورثے اور ترکے میں آیا ہے اور میرے قبضۂ تصرف میں ہے اور وہ باغ بہتر از قلعہ ہے حضور ملاحظہ فرمائینگے تو میرے حق و باطل کو سمجھینگے اور لطافت یہ کہ اس میرے باغ میں ماں باپ اور جان کو کچھ مداخلت نہیں مجھے اختیار کلی ہے اگر مزاج مبارک میں آئے اور مقتضائے مصلحت ہوئے تو ابھی آپ وہاں تشریف لیجا کے قیام پذیر ہوں بلکہ اگر کوئی موقع در گماشتنی ہو تو میں بھی وہیں چل کے حضور کے پاس رہونگی شاہزادہ عالی مرتبت نے یہ سنکے فرمایا کہ کیا مضائقہ بہتر خوب بات ہے میں وہیں جا کے رہونگا مگر مجھے اِس وقت ایک اور صدمۂ جانکاہ پیدا ہوا ہے اور بڑا رنج دل کو ہے کہ گنجاب نے ترک جوشن پوش میرے سرفروش جان نثار رفیق کو واسطے گردن مارنے اور قتل کرنے کے بھیجا تھا اور وہاں ایک مجمع کثیر اور انبوہ خلق خالق کا دو ہزار دو ان سوار اور پیادے اور سردار ملازمین گنجاب بھی بلوائے عام اور ازدحام کے واسطے تماشا دیکھنے کے آئے تھے جس وقت کہ وہاں ایک طرف سے قرۃ العین نور البصر پارۂ جان لخت جگر بھتیجا میرا شاہزادہ تھا ور سپاہ ملک قاسم نامور تیغۂ نجات دہائی اُس اپنے رفیق با صفات کے قریب اِس قتل گاہ کے پہونچا تو میں نے سنا کہ کوئی شخص ترک جوشن پوش کو وہاں سے اٹھا لے بھاگا پس یہ تو کہو کہ تمہیں کچھ حال ترک جوشن پوش کا معلوم ہے کہ اُسے گنجاب نے کس سے پکڑوا کر کہاں قید کیا اور اُسپر کیا گذری قتل ہوا یا کہیں مقید ہے یا کوئی اُسے اور شخص لیگیا ہے کیا ماجرا درپیش ہوا ملکہ گوہر ملک نے کہا کہ اے شہریار کچھ فکر اور تردد کا مقام نہیں ترک جوشن پوش حاضر ہے میں نے اپنے مرجان عیار کو بھیجکر ترک جوشن پوش کو وہاں سے چھڑوا منگایا اور قریب اُسی اپنے چار باغ کے فلاں پہاڑ کے درّے میں بحفاظت تمام رکھا ہے اور حکیم فاروس بھی میرے پاس آرام سے ایک مقام پر ہے اب آپ ایک کام کریں کہ صبح کو یہاں سے جا کے آج ہماہ میں وہ جو فلاں مقام پر ایک درخت چنار کا بہت بڑا افلاک فرسا ہے وہاں دو چار گھڑی ٹھہریں میں صبح ہوتے ہوتے ماں باپ سے اجازت لیکے سوار ہونگی اور آپ کو وہاں سے ہمراہ لیکے چار باغ جاؤنگی پھر وہاں جو کچھ صلاح دولت اور مقرون مصلحت ہوگا اُسپر عمل کرونگی غرض یہ باتیں کرکے اور مذکور میں مشغول ہوئی شاہزادہ بدیع الزمان نے فرمایا کہ اے ملکہ کل کی بات کل کے ساتھ ہے آج شب تو عیش و طرب بسر کرلیں یہ کہکے ہاتھ ملکہ کا پکڑے ہوئے پلنگ پر تشریف فرما ہوا اشعار

اُٹھے شعلے دلوں میں آرزو کے	ہوئے مشتاق لب جام و سبو کے	لپٹ کر شوق سے وہ سینہ تا سینہ	لگے دل کی لگی دل سے بجھانے
لب بیتاب ہوئے قلقل کے مشتاق	کیا شیشوں نے عزم رخصت طاق	لگے ملنے سبو ساغر گلے سے	لگی مستی ٹپکنے حوصلے سے
ہوئی حاصل جو تنہائی جوانان	لیا آغوش میں آرام جان کو	القصہ رات بھر عجب کیفیت راز و نیاز رہی اِس صحبت پاکبازین	

عجب لطف تھا طرفین کے حوصلے دلوں میں اُمنگوں کے جوش وہ وہی ثابت قدمی پہ لطف ظاہری کے مزہ باطنی کی طرف

لونین کا رجحان بھی نہیں ہوتا تھا مگر صبح دم شوق دل کی بطرح مین ایسی نہیں کہ تھوڑے عرصہ مین نکل جاتین رات بھر کی بوسہ بازی کبھی دست درازی کبھی ملکہ گوہر ملک کا لگ جانا اور کبھی شاہزادہ کے گدگدی کرنا ہنسانے تے ہنسانے رلا دینا اشعار

زبان اُس رشک گل کی ہی پیچ ۔ نکالے حوصلے دست ہوس نے
اٹھا بستر سے خورشید جہانتاب ۔ کیا کچھ رخصت شب نے نہ شاد
لئے بوسے نصیب دست رس نے ۔ ہجوم جوش کیف موج زلف مین
ہوئی برخاست بزم ستارہ ۔ سو کو جب خمار آلودہ خواب

اُسوقت شاہزادہ عالی مقام گرد لشکر شکن ملکہ گوہر ملک کے پاس سے رخصت ہوا اور بذریعہ کمند دیوار پر سے اُتر کے مرکب پر سوار ہوا تو اُسوقت کوئی دو گھڑی رات پچھلی باقی تھی شاہزادۂ والا مرتبت مرکب کو سبکرو کر کے بیرون شہر سنجان کوئی دو کوس کے فاصلہ پر اُس درخت چنار کے نیچے جہان کا پتا ملاقات کا اور اشارہ ٹھہرنے کا اور اپنے آنے کا انتظار شاہزادۂ والا تبار سے کیا تھا جا کر گھوڑے کو روک لیا اور برچھے کو زمین پر گاڑ کے منتظر ملکہ گوہر ملک کی سواری کی آمد کا تھا بیان حال ملکہ کا سُنئے کہ صبح کے وقت اُسنے اپنی ماں ملکہ غنچہ خاتون پاس جا کے مجرا کیا غنچہ خاتون نے بیٹی کو گلے سے لگا کے بہت پیار کیا اور پوچھا واری کیون مزاج کیسا ہی ملکہ گوہر ملک نے عرض کیا کہ اماں جان کیا عرض کرون حال میرا قابل گذارش نہین ہی ایک تو چند عرصہ سے طبیعت میری خلیت بگڑی ہوئی ہی اور رشتہ اشتہا منقطع ہی خیر وہ جو کچھ تھا سو تھا اب یہ عجب سے شور ہنگامہ کشت و خون کا اور لڑائیون کا کہ آج فلان شخص مارا گیا فلان شخص پکڑا گیا اُسکو گردن مارنے اور قتل کرنے کو لے جاتے ہین فلان شخص کے گھر بار کے لوٹنے کا حکم ہوا اماں جان مارے ہولون کے اور دھڑکون کے روز خفقانیت اور دہشت مجھے ہو گئی ہی اور ہر وقت یہی جی چاہتا ہی کہ یا تو منہ ڈھانپے خاموش اور خود فراموش اپنے پلنگ پر پڑی رہون نہ بولون نہ کسی سے بات کرون نہ اپنی کچھ کسی سے کہون نہ کسی کی سنون اور سارا دل یہ چاہتا ہی کہ ادھر ادھر اپنا منہ لپیٹون اور چیخین مار مار کر رؤون یا کپڑے پھاڑ کر کسی طرف کو نکل جاؤن اسوقت ذرا میری طبیعت ٹھہری ہوئی ہی مزاج بحال ہی سو خیال ایسے شعر

کہنے مین جو دل کے داغ ہوئے ۔ جون لالہ جو تم باغ ہوئے
شاید کہ ہوا وہان کی راس آئے ۔ گلگشت چمن سے جی بہل جائے
کچھ روز وہان کی سیر کراؤن ۔ لیجیے تو مین چل باغ تک جاؤن

ملکہ غنچہ خاتون نے کہا کہ واری مین تیرے صدقے اور لاکھ جان سے تیری خاطر شاد ہی دیر نہ کرو ابھی سوار ہو اور جب تک تمہارا جی چاہے وہان رہو اپنا جی بہلاؤ مگر ایک کام کرنا کہ مجھے بھول نہ جانا شعر تجھی کو اگر جلوہ افزا نہ دیکھا ۔ برابر ہی دنیا کو دیکھا نہ دیکھا ۔ گھڑی گھڑی کی خبر اپنی صحت اور سلامتی کی مجھے بھیجنا تا کہ میرے دل کو ایک صورت تسکین کی رہے ورنہ مین تیرے بغیر دم بھر مین بلک بلک کر مر جاؤنگی گوہر ملک نے کہا کہ اماں جان یہ کیا تم فرماتی ہو مین وہان سے آدمیون کی ڈاک بٹھلا دونگی جو حال میرے مزاج کا ہوگا آپ کو اطلاع دونگی ملکہ غنچہ خاتون نے کہا تو کیا مضائقہ اور یہ کہہ کے اُسی وقت بہ جلدی نواب ناظرون سے تمام جلوس سواری کا طلب کیا اور بڑی دھوم دھام سے ملکہ گوہر ملک کو پالکی مین سوار کروا کے رخصت کیا انیسین جلیسین محرمین ہمدمین مقربین مصاحبین ہمرائین دستارین لونڈیان باندیان خواصین وغیرہ سب سلارین اور مغلانیان ملکہ گوہر ملک کی فینسون میانون رتھون مین سوار ہو کر ہمراہ چلین شاہزادۂ عالی تبار جو اُس درخت چنار کے نیچے انتظار مین سواری کے چشم براہ کھڑا تھا ایک مرتبہ دور سے دیکھا کہ سامنے سے ایک تتق گرد اٹھا اور جسوقت کہ وہ گرد کا خاکا نمودار ہوا تو آگے آگے سات آٹھ سو فیلان کوہ شکوہ کہ جھومتے آتے رنگے ہوئے چوڑے مکلل بجواہر دانتون پہ چوڑے سبز کلکین پڑی ہوئین چاندار سورج الماس کے مسکون لگے علماے زرکاری پشت پر اور بعد انکے کوئی چار ساڑھے چار سو سانڈنیان بطور ہودیون کے آراستہ سقرلاتی اور مخملی جھولین کارچوبی الماس تراش ٹوپیان دار وہی یاقوت احمر کی مرصع کی بیل جھالرین عقیش کی ٹکی ہوئی زردوزی زربفت طاش والے کا کام بعد انکے کوئی ہزار بارہ سو خاص بردار کی پگڑیان سرخ سرخ سرون پر باندھے کمر سے پٹکے لگائے عصاے نقرئی و طلائی ہاتھون مین لیے بعد انکے غلامان زرین پوش بندوقین رومی اور ولایتی اور فرانسیسی اور چقماقین

ایک نالیان اور دونالیان کاندھون پر رکھے بعد اُنکے سو سو حاجب دربان دراز دستی یوزباشی یساول مردھے چوبدار بقول میر حسن شعر

نقیب اور جلودار اور چوبدار　　یہ کہتے تھے آپس مین ہر دم پکار
اسی اپنے معمول و دستور سے　　ادب سے تفاوت سے اور دور سے
بڑھو تو جوانو بڑھے جائیو　　دو جانب سے باگین لیے جائیو
بڑھے جائیو آگے چلنا قدم　　بڑھے عمر و دولت قدم با قدم

بھانان یکجا کر ہلا ہلا ہوتے بادے کی انگلیان تمامی کے سانگشت باندھے ہوئی اور سکا کری سوہے سُنہری سرون پر مندے آمداج کے کانون مین جھوتے مشوری سیلے ستارے کے دردوزی کام کے پانون مین پہنے مشکینہ سے خوشبودار جھڑتے کے پشت پر وار سے ہزارے کے دانون پر چڑھائے گلاب اور کیوڑا عرق بہار بید مشک اُنمین بھرے ہوئے عطر بیزی اور گوہر افشانی کرتے چھڑکاؤ لگاتے چلے آتے ہین بعد اُنکے غول روشن چوکی نوازون کا الغت بھیرون بہاس شہنائیون مین ہونگے سناتے سرون کے بھلے معلوم ہوتے تھے شعر دو تحفہ نوازون کی پیاری دھنین بھجیین کان رکھکر ملائک سُنین بعد اُنکے کوئی چار سو ساڑھے چار سو مشعل بردار عود سوز اگر سوز عنبر سوز ہاتھون مین لیے بخورات طرح طرح کا جلتا ہوا فرسنگ تک نسیم عنبر شمیم اُنکی دماغ جان معنبر اور معطر کردیتی تھی اور بیچ مین ملکہ عالم سکھپال مین سوار دو ڈھائی سو کہار بان وردیان زرق برق پہنے آگے آگے نواب ناظر اور چند خواجہ سرا گھوڑون پر سوار اور گرد و پیش بارہ ہزار سوار اور پیادے مسلح اور مکمل نمودار ہوئے شاہزادہ ذوی الاحترام جس مقام پر کھڑا تھا اُسی طریق پر اپنے مرکب کو روکے تماشا سواری کا دیکھا کیا جب کہ سکھپال ملکہ کا اُس چنار کے درخت کے قریب جہان شاہزادۂ والا مرتبت کھڑا تھا پہونچا اور ملکہ نے چلمن مین سے دیکھا اُسی وقت چوبدارون کو حکم دیا کہ دیکھنا یہ شخص جو گھوڑے پر سوار کوئی غریب الدیار کھڑا ہوا ہی شاید متلاشی روزگار ہمارے ملک مین نوارد ہی اسکو ہماری سواری کے ہمراہ لیتے آؤ حسب الحکم ملکہ کے چوبدارون اور مردھون نے شاہزادۂ عالی مقدار بدیع الزمان نامدار سے عرض کی کہ اے شہسوار تجھے ہماری شہزادی نے طلب فرمایا ہی جلد حاضر ہو جب یہ شاہزادۂ عالی مقام کو مردھون اور چوبدارون نے اپنے ہمراہ لیا جس وقت سواری ملکہ گوہر ملک کی اندرون باغ جا کے داخل ہوئی اور مردھے وغیرہ بھی ڈیوڑھی پر پہونچے اور زنانی محل دار سے عرض کی کہ وہ جوان حاضر ہی ملکہ نے فرمایا کہ اُسے اندر بھیج دو چنانچہ شاہزادۂ بدیع الزمان گرد لشکر شکن با اطمینان تمام جا باغ ملکہ حیران دیدکش مین جا کے ایک مسند پر ہم مسند ملکہ گوہر ملک بیٹھا اور ملکہ نے ترک جوشن پوش کو بھی بلوا کے بحضور شاہزادۂ والا مرتبت حاضر کیا ترک جوشن پوش قدمون سے شاہزادۂ والا شان کے لپٹ کے خوب رویا اور شاہزادۂ عالم نے دست شفقت اسکی پشت پر رکھکے گلے سے لگایا اور ایک مکان واسطے بود و باش ترک جوشن پوش کے معین فرمایا اور آپ مع ملکہ جشن نشاط اور محفل انبساط مین مصروف عیش ہوتے ہین آگے دیکھیے فلک تفرقہ پرداز کیا کرتا ہی

شمہ داستان شاہزادۂ خاور سپاہ ملک قاسم بیان کیا جاتا ہی

کہ شاہزادۂ ملک قاسم عرصۂ رزمگاہ سے نکل کے کوئی دو تین گھڑی رات گئے فیروز آسیابان کے مکان پر پہونچا اور آسیابان نے شاہزادۂ قاسم کو پھر آتے دیکھکر اپنے جی مین کہا کہ خداوند تعالیٰ خیر کرے یہ شخص پھر یہان آیا مین نے تو یہ جانا تھا کہ خداوند تعالیٰ نے سہولت اور آسانی سے فقط ایک گھوڑے کے جانے پر یہ آفت ناگہانی میرے سر سے ٹالی ہی سو وہ حضرت پھر تشریف فرما ہوئے ابکی مرتبہ دیکھیے کہ اس شخص کے ہاتھ سے میری عزت اور جان کیونکر بچتی ہی اور یہ میرے ساتھ کیا سلوک کرتا ہی امین شاہزادۂ خاور سپاہ ملک قاسم نے فیروز آسیابان سے کہا کہ جلد ہمارے واسطے کچھ گلابیان شراب کی تحفہ تحفہ طلب کرا تا کہ ہم دو چار پیالے اسکے پی کے جس وقت کہ اسکے طبیعت کو سرور حاصل ہوگا دو چار گھڑی آرام کرینگے بعد اسکے ایک معرکۂ عظیم درپیش ہی آج ہمارا قصد مصمم ہی کہ وہان سوار ہو کے جائین فیروز آسیابان نے جو یہ کلام شاہزادۂ عالی مقام کا سنا تو اپنے دل مین نہایت متعجب اور متحیر ہو کے سوچنے لگا کہ یہ نوجوان غریب الدیار غریب الوطن پھر یہان اس سے کس شخص

گو معلوم کہ آرائی منظور ہو اور سبب اسکے دو پہر رات گئے سوار ہو جانے کا کیا ہو مگر میرے دل کو یقین کلی ہوتا ہو کہ شاید بربادکنندہ ہیکل اسپ
موجد نجوم اور برہم زن فوج و سپاہ خراب کن لشکر گنجاب یہی نوجوان ہو ایک تو وہ حکیم فاردس کا بیٹا جو پہلے معروف
بہ حکیم بدیع اور بعد ازان بخطاب شاہزادۂ بلند اقبال موصوف ہوا تھا وہ تھا حکیم فاردس کی توسی ملکہ گوہر ملک کو خبر اپنی
کل کی ہو اس جرم کے قصاص اور تعزیر سے حرمت اور جان بچی اور عذاب گنجاب سے محفوظ رہا خداوند لقا نہ کرے اگر یہ راز
اس جوان کے یہان میرے مکان پر وارد اور قیام پذیر ہونے کا منکشف ہو جائے اور یہی شخص قاسم ہو بلکہ اس مین مظنہ
مجھے ناحق ہو حقیقت مین قاسم یہی شخص معلوم ہوتا ہو اور کیا عجب کہ ہزارون عیار اور خبردار ہرکارے جاسوس اسکی تلاش
اور سراغ بود و باش مین چارون طرف پھرتے ہون یہان بھی کوئی پتا لگاتے لگاتے آ پہونچا ہو اور یہ خبر شدہ شدہ اور رفتہ رفتہ
پیغمبر مرسل کے کان تک پہونچے تو اسوقت کیا جانے گنجاب مجھے کس عذاب الیم مین مبتلا کریگا اور میرے گھر بار اہل و عیال کیا
قہر پیغمبری نازل ہو بس یہ خفقان اور وہم جو اس آسیابان کے دل کو پیدا ہوا تو اسنے بکمال حیرت زبانی شاہزادہ خاور سپاہ سے
یہ کہکے کہ بہت خوب حضور اند کے توقف فرمائین مین آپ کے واسطے شراب ابھی جا کے لیے آتا ہون وہان سے اٹھا اور پیش خود
یہ تجویز کرکے کہ اگر مین قبل از انکشاف اس حال کے خود جا کے اظہار اس جوان کے اپنے مکان پر وارد ہونے اور اپنی لاعلمی سے
اسکو اپنے پاس رکھنے کا گنجاب سے کرون تو باعث میری حفظ آبرو اور جان کا ہوگا ورنہ ہزارون بندگان لقا کا خون جسکی
گردن پر ہو مجھے کا نہین اسکے ساتھ میری جان مفت مین جائیگی یہ سوچکر گنجاب کی بارگاہ مین گیا اور بکمال عجز و انکسار
با چشم اشکبار گنجاب کے پاؤن پر سر اپنا رکھ کے کہنے لگا کہ یا پیغمبر مرسل یہ خانہ زاد موروثی قدیم الایام سے نمک پروردہ
سرکار دولتمدار کا ہو حتی المقدور غلام سے کبھی کوئی کام نمک حرامی اور خیانت کا اسدم تک وقوع مین نہین آیا اور اقبال عالی
سے امید یہ ہو کہ تا قید حیات غلام سے ایسی حرکت نہو لیکن پردہ پوش اور بدتر از گناہ وہ جو کہتے ہین الانسان مرکب من الخطاء
والنسیان مقر خطا کا ہون تو حالت گو او نہین جو چاہو تنبیہ کرو منظور ہیگا وہ یہ حسب اتفاق ان دنون بسبب لاعلمی اور نادانستگی
کے ایک قصور سرزد ہو گیا ہو اور مکافات مین اسکی جو سزا اور تعزیر سرکار سے میرے حق مین ہو وہ عجب نہین گنجاب
نے پوچھا کہ آخر تقریر طول اور گفتگوے فضول سے حاصل مطلب مختصر بیان کر آسیابان نے کہا کہ یا پیغمبر مرسل ماجرا یہ ہو
کہ ایک شخص غلام کے مکان پر آکے وارد ہوا اور خانہ زاد نے ظاہر اسکا شریف اور نجیب نہایت با وضع مرد مردانہ جوان
جیسے غریب الدیار دیکھکر اسکی بہت سی خاطر داری کرکے اپنے مکان مین اسکو مقیم کیا تھا اور جو کہ طریقہ آدمیت اور طرز شرافت
کا غلامان سرکار کا ہو اس شخص کی خدمت مین فروگذاشت نہین کیا آج حسب اتفاق بر سبیل گفتگو اسکے فحوائے کلام
سے غلام کو ثابت ہوا کہ جس نے لشکر فیروزی اثر پر سرکار کے شبخون بنام قاسم مارے ہین وہ قاسم یہی شخص ہو لہذا خانہ زاد
نے بخوف اپنی جان اور آبرو کے اور بخیال قہر و عتاب پیغمبری اپنے دل مین خائف و ترسان ہوکے حقیقت حال کو مفصلاً اور
مشرح جامع اقدس و ہمایون تک گذارش کر دیا ہو آگے جیسا ارشاد ہو غلام مطابق اسکے بجا لاوے گنجاب یہ حال سنکے
نہایت خوش ہوا اور آسیابان کو بہت بھاری خلعت دیکر گیا ہور خون آشام کو اشارہ کیا کہ تم اسی وقت اپنی فوج و سپاہ
لیکر فیروز آسیابان کے مکان پر جاؤ وہان قاسم قیام پذیر ہو اگر زندہ ہاتھ آئے تو فہو المراد ورنہ جلد اسکا سر لیکر حاضر کرو
گیا ہور خون آشام حسب الحکم گنجاب کے اسی دم مع چالیس ہزار سوار اور کئی سردارون کے بہ نیت گرفتاری قاسم بیٹھ
پشت مرکب پر آسیابان کو ہمراہ لیے اسکے مکان کی طرف روانہ ہوا بعد روانہ ہو جانے گیا ہور خون آشام کے گنجاب نے
مہلیل دراز ترکیب کی جانب مخاطب ہوکر کہا کہ تم بھی اپنی فوج کو لیکر گیا ہور خون آشام کی مدد کے واسطے جاؤ اور
اگر قاسم زندہ دستیاب ہو سکے تو زندہ لاؤ ورنہ جو حوصلہ مقابلے اور مجادلے کا کرے تو اسکا سر کاٹ لاؤ مہلیل

در از ترکیب بھی بائیس ہزار سوار اپنے ساتھ لیکر بارادۂ جنگ شاہزادۂ خاور سپاہ ملک قاسم تھا تب ہین گیا ہور خون آشام
کے چلا چنانچہ پہلے گیا ہور خون آشام بہ عجلت و بسرعت تمام مع فوج کے قریب مکان آسیابان پہونچا اور وہان جو شاہزادہ قاسم
اِس عیاری اور مکاری سے اُس آسیابان کے مکان پر محض بے خبر و غافل بیٹھا تھا ایک مرتبہ آواز گھوڑون کے ٹاپون کی اور
شور و غل آمد فوج کا سُنکے مکان سے باہر نکلا تو اُسنے دیکھا کہ ایک لشکر عظیم الشان با تیغ و سنان گھوڑے بڑھائے سامنے سے
نمایان ہوا اور کثرت گرد و غبار سے از زمین تا آسمان زمانہ تیرہ و تار نظر آتا ہو اور آگے آگے فوج کے آسیابان آکے اپنے دروازہ
مکان پر ٹھہرا اور کھڑا ہوا شاہزادہ قاسم کو یقین کامل ہو گیا کہ یہ آتش اندازی اور فتنہ پردازی اسی بدذات ابلیس صفات
آسیابان کی ہو اور یہ سب فوج کفار تیرہ روزگار فقط میرے قتل پر آمادۂ کارزار ہو کر آئی ہو بس یہ پیش خود تجویز کرکے
جھٹ پٹ اپنے ہاتھ سے اپنے گھوڑے پر زین رکھا اور بسرعت تمام اُسے کھینچکر قاش زین پر جا بیٹھا اور نظر بہ کرم کریم کارساز
کرکے یکہ و تنہا پلارک از آسیابی چہ انگل میان سے کھینچے بمقابلہ گیا ہور خون آشام جا مین بچاوماہ پچاکر گھوڑے کو روک لیا
اور منتظر پیشدستی کا طرف فوج غنیم سے تھا دلیران فوج کشتی ماب نے جو اُس عالیجناب شاہزادۂ خاور سپاہ کو
بجان واحد مسلح اور مکمل با این شان و شوکت بر سر راہ آمادۂ رزم دیکھا تمام سردار اور سوار اور پیادے اپنے دلون مین نہایت
متعجب اور متحیر ہو کر جرأت اور شجاعت پر اُس شاہزادۂ والا مرتبت کی تحسین اور آفرین کرتے تھے لیکن مقدمہ اطاعت اور
فرمانبرداری بہت نازک ہوتا ہو سوا اسکے وہ سب فرقۂ کفار نابکار بڑے شریر اور بے پیر تھے اور بے دین
حسب الایما گیا ہور مقہور خدا ایک مرتبہ چار طرف سے ریلا اور ہلہ کرکے یہ کہتے ہوئے کہ ہان لینا لینا نہ جانے دینا
جلد ایسے شخص مغضوب بارگاہ پیغمبری کو گرفتار کر لو برچھے تبر چہ کرکے اور تلوارین میان سے کھینچ کھینچ کے بر سر شاہزادۂ
رستم صولت آپڑے اور ہنگامۂ جدال و قتال گرم ہوا وہ شمع دہر شیر ہیجا سے زمانہ یعنے شاہزادۂ خاور سپاہ مردانہ وار
جنگ رستمانہ کرتا مصروف کفار کشی تھا اور جسطرف جا آور ہوتا دس دس بیس بیس کافرون کو لقمۂ تیغ آبدار کرکے
واصل جہنم کرتا تھا اور چار طرف سے بارش تیر کی اُس دلاور پر ہو رہی تھی اور ہزارون برچھے اور تلوارون کے وار
ہوتے تھے مگر افضال لایزال قادر ذوالجلال شامل حال تھا کہ ہر ایک حربے سے وہ آسمان صولت بچا اور آپ کو
بچا کس خوبصورتی سے شمشیرزنی کر رہا تھا کہ دشمنون کی بھی زبان سے بے ساختہ صدائے مرحبا نکل جاتی تھی اور
وہ شہسوار عرصۂ کارزار خاور سپاہ لڑتے بھڑتے اب قریب گیا ہور خون آشام کے آپہونچا لیکن کئی ہزار سوار
گرد و پیش گیا ہور کے حائل اور سد راہ ہو کر مصروف جنگ تھے اس باعث سے قاسم اسکے برابر نہین پہونچ سکتا
کہ گیا ہور خون آشام نے شاہزادۂ عالیمقام قاسم کو اپنی جانب مخاطب دیکھکر نہایت خائف اور ترسان ہوا اور پیش خود
تجویز کرکے کہ مین قاسم کو چرب زبانی اور لسانی سے اپنا رام کرون بھانسان جیسا کچھ موقع اور محل ہوگا سمجھ لونگا
بکمال ملائمت اور گرمجوشی گفتگو آشتی اور مصالحہ کی کرنے لگا اور قاسم بھی اُسکی باتون کا جواب باصواب دیتا کہ
وہ پیش ہر ایک کافر بے وفا کی حرب ضرب سے غافل نہ تھا ناگاہ پیچھے سے ہلیل بد از ترکیب جو مع اپنی فوج سیاہ
کے وہان پہونچا تو اُسنے گیا ہور خون آشام کو شاہزادۂ فلک احتشام قاسم سے ہمکلام دیکھکر اپنے دل مین خیال کیا کہ
گیا ہور خون آشام چاہتا ہو کہ کسی عیاری اور مکر و فریب سے قاسم کو بلا کے گرفتار کرے اور اپنی شجاعت اور دلاوری کی
دھوم ڈالے بس گیا ہور مین کیا تعلق ہو مصرع ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند یہی وقت گھات کا ہو بس قاسم کا
ایک ہی ضرب تیغ سے کام تمام کر دون اور یہ سوچکر پشت پر سے شاہزادۂ خاور کے سر اقدس پر تلوار ماری قاسم نے جو
چمک تلوار کی دیکھی کھینچ تمام اپنے گھوڑے کو چمکا کے اسکی ضرب خالی دی اور تلوار ہلیل کی قاسم کے گھوڑے پر

غرض قاسم جست کر کے گھوڑے سے جدا ہو گیا اور حملہ تیغہ پلارک افراسیابی کھینچا چاہا ہطیل کو جو تم وصل کر کے ایک
مرتبہ گیا ہو ر خون آشام نے یہ پیشدستی اور چالاکی ہطیل ورازترکیب کی دیکھ کر بکمال غیظ و طیش باواز بلند کہا کہ اے ہطیل
یہ کیا حرکت نالائق تو نے کی تو جانتا تھا کہ یہ صید میرا ہے پھر تو نے جوش دستی کر کے پشت پر سے اسکے سر پر تلوار ماری تو گویا میرے
سامنے یہ اپنی شجاعت اور بانکپن تو نے دکھلایا ہے کیا میں اس سے کسی بات میں عاجز تھا ہطیل ورازترکیب نے جواب دیا کہ
اے گیا ہو ر حسب الحکم سرکاری کے تو بھی آیا ہے اور میں بھی تعمیل حکم سرکار کے لیے آیا ہوں پھر اس میں پیشدستی اور پس دستی کیسی جسطرح
تو اپنی نمود چاہتا ہے اسی طرح سے میں بھی چاہتا ہوں کہ اپنا نام کروں گیا ہو ر نے کہا اس سے نام نہیں ہوتا بلکہ ایسی بات میں انسان
ذلت اٹھاتا ہے ہطیل ورازترکیب نے کہا کہ اے گیا ہو ر میں کسی کی اپنے آگے اصل حقیقت نہیں سمجھتا ہوں تجھے ذلت دے غرض
اس گفتگو کا طول بیان تک ہوا کہ نوبت بہ تلوار پہونچی اور گیا ہو ر خون آشام نے حالت غیظ و غضب میں بضرب شمشیر
ہطیل ورازترکیب کو زخمی کیا اور ہطیل نے اسی حالت زخمداری میں دو ہاتھ تیغ کا مارا گیا ہو ر خون آشام بھی زخمی ہو گیا فوج
و سپاہ طرفین کی جو اپنے اپنے سرداروں کو زخمی دیکھا تو سپریں تلواریں پکڑ پکڑ آپس میں آمادہ جدال و قتال ہوئے عیار
اور جاسوسوں اور ہرکاروں نے یہ حال جا کے گنجاب سے بیان کیا گنجاب نے یہ خبر وحشت اثر سنکے نہایت غیظ و
طیش میں شل مار سر دم بریدہ پیچ و تاب کھانا اور اسی وقت قریب ساٹھ ستر ہزار سوار پیادے کے اپنے ہمراہ لیکر سوار ہو کر اس
میدان کارزار میں پہونچا اور باواز بلند کہکر کہ ارے نالائقو تمکو واسطے گرفتاری قاسم بھیجا تھا یا آپس میں کشت و خون کرنے کو
اور اپنا اپنا بانکپن دکھلانے کو ایک ایک تازیانہ مار کے دونوں کو جدا کیا بعد ازاں دونوں طرف سے فوج و سپاہ کو جنگ
و جدال سے روک کر بخیال اس مآل اندیشی کے کہ مبادا ایسا نہ ہو کہ یہ دونوں سردار بڑے جلیل القدر میرے لشکر
کے سپہ سالار اور میرے گھر کے مختار ہیں مجھسے منحرف ہو جائیں بہت سی باتیں دلدہی اور دلاسے کی کر کے حکم دیا کہ صاحبو
یہی صورت و باعث زیان دولت اور میرے ادبار کی ہے جو تم سب آپس میں رزم و پیکار کرتے ہو واہ واہ اگر تمہیں ایسی
باتیں کروگے تو میں پھر کیا کرونگا اب توقف اور تساہل نہ کرو جسطرح سے ہو سکے نبیرہ حمزہ سامنے موجود ہے جھٹ پٹ
اسے گرفتار کر لاؤ پھر بہ ہزار دلجوئی اور خاطرداری گیا ہو ر اور ہطیل کو سمت شاہزادہ خاور سپاہ متوجہ کیا اس عرصہ
میں قاسم نے جو فرصت پائی تو ایک سوار کو بضرب تیغ فی النار و السقر کر کے نیچے گرا دیا اور آپ جھپٹ کر تمام
اس کے گھوڑے پر سوار ہو کے مقابلے اور مجادلے میں مصروف ہوا حسب الاتفاق جس وقت بموجب اظہار مہر آسیا بان
گنجاب نے گیا ہو ر خون آشام اور ہطیل ورازترکیب کو حکم دیا تھا کہ تم دونوں جا کے قاسم کو گرفتار کر لاؤ مرجان عیار
کہ ملکہ گوہر ملک کو کا خانہ زاد جان نثار ہر کہیں کھڑا یہ سب حال سنتا تھا اس نے یہ ساری سرگذشت اور روانگی گیا ہو ر
خون آشام اور ہطیل ورازترکیب کی حسب الحکم گنجاب کے تعیہ فاسد اسیری شاہزادہ قاسم کے بن و بن چار باغ
ملکہ حیران دلکش میں جا کے بحضور شاہزادہ والاشان بدیع الزمان بیان کی وہ فصیح و ہر ضمیر ہیجا سے کارزار شاہزادہ نامدار
بمجرد استماع اس خبر نامسعود کے جوش خونخواری سے نہایت بیتاب ہو کے اسوقت بہ تلوار اپنی پکڑ کے اٹھ کھڑا ہوا
اور بیٹھ اپنے مرکب پر سرپٹ گھوڑے کو دوڑائے آئی واحد میں قریب اس میدان مصاف کے پہونچکر نعرہ اللہ اکبر
جگر سے کھینچکر آمادہ ہندم اور کفار کشی کا ہوا شاہزادہ قاسم نے جو آواز نعرہ بدیع الزمان والاشان کی سنی تو اپنے
دل میں یہ کہکر کہ اس کشتی گیر کے لوٹ گنجاب تک پہونچنے کی شانے پائے کہ میں خود یکہ و تنہا چل کے اس گنجاب کو
پکڑ لوں یا واصل جہنم کروں تاکہ کشتی گیر بھی میری شجاعت اور دستی دیکھکر اپنے جی میں متنبہ اور منفعل ہو شل شیر ژیان
یا پیل دمان تیغہ پلارک افراسیابی کو علم کیے صفوں کو درہم برہم کرتا سمت گنجاب چلا اس طرف شاہزادہ

بدیع الزمان نے بھی قاسم کو بحال غیظ و غضب جانب گنجاب مخاطب دیکھ کر اپنے جی میں کہا کہ قاسم جاہل مطلق ہوا ایسا نہو کہ سبقت ہو کر گنجاب کو جا کے مارے یا پکڑ لے اس سے بہتر یہ ہو کہ مین سبقت کر کے گنجاب کو پکڑوں یا جہنم واصل کر دوں یہ کہکر جنگ رستمانہ کرتا اور کشتوں کے پشتے لگاتا متصل گنجاب کے پہونچ گیا یہ تماشا شمشیر زنی اور دلیری کا دونوں چچا بھتیجوں کی دیکھکر گنجاب اپنے دل مین نہایت ارزان اور ترسان ہوا اور باواز بلند اپنی فوج سے کہنے لگا کہ ای بہادرو اب تم سب انتظار کسکا کرتے ہو جلد ان دونوں کو گرفتار کر لو یا چار طرف سے بلوہ کر کے مار لو یہ حکم اپنے مالک کا سنکے ہزاروں سوار پیادے نیزے شمشیرین پکڑ کے شاہزادگان والا تبار عالی مقدار قاسم اور بدیع الزمان نامدار پر گرے اور یہ دونوں بہادر بھی کس شوکت اور شان سے معرکہ آرا سے میدان کارزار تھے کہ گوش سپہر نے کبھی ایسی شمشیر زنی رستم اور سہراب کی سنی اور نہ چشم ماہ نے کبھی ایسی جنگ و جدال گیو اور افراسیاب کی دیکھی ہوگی ناگاہ بسبب بارش تیرہا سے جگر دوز اور کثرت جراحت نیزہ و شمشیر گھوڑا شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم کا مارا گیا اور قاسم پیادہ پا ہو کر بر سر رزم تھا شاہزادہ بدیع الزمان گردن شکن نے جو قاسم کو پیادہ پا ہزاروں سواروں مین حرب و پیکار کرتے دیکھا با دل حزین اور جان ریش نہایت خشمگین اور غیظ و طیش مین تیغ طوفان دیو بند کمر سے کھینچے سر پر سر اور دھڑ پر دھڑ لاش پر لاش گراتا اُس میدان رزم و کین کو طے کر کے شاہزادہ خاور سیاہ کے متصل پہونچا اور بچستی تمام اپنے مرکب پر سے کود کر شاہزادہ خاور سیاہ سے کہا کہ بسم اللہ ای خاور سیاہ تم تو اس گھوڑے پر سوار ہو کر آمادہ کارزار ہو ابھی قاسم کچھ جواب نہیں دینے پایا نہ اُس گھوڑے پر سوار ہوا تھی کہ اتنی دیر مین لشکر کفار نابکار سے کسی نیزہ دار نے ایک نیزہ شاہزادہ بدیع الزمان کے بھی مرکب کے پیٹ مین مارا کہ وہ گھوڑا بھی چیخ مار کر زمین پر گر پڑا اور تڑپنے لگا اور فوج بے پیر و اعدا سے شریر نے جو ان دونوں شاہزادگان آسمان توقیر کو بر روے زمین پیادہ پا دیکھا ہر چہار طرف سے بلوہ کر کے محاصرہ کر لیا اور نیزہ و تیر کی بوچھار کر دی تھی اور سیکڑون تلوارین کھینچے حملہ آور تھے اور اکثر زخم ہاے کاری بھی تیروں اور نیزوں کے جسم اطہر پر ان دونوں شجاعان نامور کے پڑے تھے مگر ان دونوں دلاوروں کو یقین کلی ہو گیا تھا کہ آج ہم دونوں خلعت شہادت پہنینگے مسافر ملک عدم ہونگے اور اب کوئی صورت زیست کی نظر نہیں آتی مگر اسپر بھی یہ حال تھا کہ جس طرف تلوارین پکڑ کر متوجہ ہوتے تھے ہنگامہ قیامت اور شور یوم النشور بپا ہوتا تھا اور لاش پر لاشیں مردے پر مردہ گرتا نظر آتا تھا اسی طرح سے تین شبانہ روز گذرے

اشعار

ادھر فوج کفار و رسالے گراں — چمکے ہر طرف مثل غرّندہ ابر
غلبے عدو بادلوں کا تھا شور — کوک برق کی تھی کمان کی اکور
لہو کے لگے بہنے نالے وہاں — ہوا چار سو خون کا دریا رواں
کٹے دست و بازو کہیں پا و پو — تیرتی تھیں جوں مچھلیاں چار او
نظر آتے تھے بل سر کے سوار — مغفروں کی صورت ہر اک ناؤ کا

ادھر مثل شیران دل ارجمند — وہی دونوں شہزادے شیر جنگ
وہ پھرتی تھیں کالی گھٹائیں سی ڈھالیں — چلتی تھیں تلواریں جوں بجلیاں
جھڑی سی لگی ان پہ تھی تیر کی — ہر اک سمت تھی چار سو تیر کی
ہزاروں ہی سپریں تھیں ایک شست — ابھی پھرتی تھیں بجان ہنگ شست
بہی موج خون صورت موج آب — ہر اک کاسۂ سر تھا مثل حباب

اسوقت شاہزادۂ بدیع الزمان اور قاسم کا یہ حال ہوا کہ جب لڑتے لڑتے شدت تشنگی اور گرسنگی اور کثرت زخمہاے کاری سے طاقت شمشیر زنی اور کفار کشی کی مطلق باقی نہ رہی تب حالت اضطراب مین با چشم اشکبار بحضور قلب اور خلوص نیت سے بجناب باری دست دعا دراز کر کے التجا کرنا شروع کی کہ ای قادر ذو الجلال ذو الاکرام اگر وقت مرگ ہمارا آپہونچا اور رشتۂ حیات ہمارا منقطع ہو چکا ہے تو بیت

سر جُدا شود بشمشیر زہے نصیب ۔ ہر چہ آید بسر من باد نصیب ۔ مرنے اور مارے جانے کا کچھ غم اور رنج نہیں لیکن بلکہ یہی استدعا و التجا ہماری ہے کہ ہم درجہ شہادت فائز ہوں ورنہ صدقہ اپنی وحدانیت کا اب اس

کشمکش سے نجات دے یکبارگی دریاے رحمت الٰہی جوش میں آیا اور تیر دعا اُن دونوں بہادروں کا بدرجۂ اجابت پہونچا یعنی
از سپردہ بیابان گرد ے برخاست تیرہ و تیرہ و خیرہ و سرگرد با آسمان رسیدہ و باے گرد و زمین دو دیدۂ غلطان و پیچان چون سر زلف
عروسان ہوائے ماداگرد کو گرد نے شعار ا ہوا کو دامن گرد شگافتہ ہوا دیکھا کہ ایک نقابدار نمد پوش بکمال جوش و خروش یہ نعرہ
کرتا ہوا شعر کجا سام نریمان پیکر مردانہ بیکو شم بہ بدست جنگ چون شیر نیستانی نمد پوشم ہوا و کفاران عیار دا و نابکاران
پُر دغا ہر کہ داند داند و ہر کہ نداند عالم اعدا اندر شاہد سدکنم نقابدار نمد پوش ہوا خواہ شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم
سل ضعفان خون ریز خاوری یہ کہکر مع چالیس ہزار سواران نمد پوش جب حملہ آور ہوتا ہے چالیس ہزار تلوار کا جھٹکا سوار
و پیادگان فوج کفار پر برابر پڑتا ہے اور چالیس ہزار سر جدا و چالیس ہزار دھڑ جدا ایک قلم قلم ہو کر خاک و خون میں
تیرتے پھرتے ہیں بڑی عظمت و جرأت اور شوکت و شان سے قتل عام کرتا متصل شاہزادہ بدیع الزمان اور ملک قاسم
کے پہونچا اور دونوں بہادروں کو بکمال گرم جوشی و کمال اتحاد آمیز دو گھوڑے برق آہنگ صبا رفتار با ساز و یراق
مکلل بزمرد و جواہر طلب کر کے سوار کردیا اور تا غروب آفتاب لشکر گیتی تاب سے مقابلہ اور مجادلہ رہا بعد ازاں شاہزادہ
بدیع الزمان اور قاسم کو بخوبی تمام و باطمینان لا کلام اُس فوج کفار کے بلواے عام سے بکمال کے اپنے ہمراہ
لیے سمت ایک دامن کوہ کے روانہ ہوا اور وہاں پہونچکر اپنے لشکر کا قیام کیا اور اپنے خیمہ میں لا کے تیاری دعوت
میں مشغول ہوا جب کہ دونوں شاہزادے تناول طعام سے فارغ ہوے اور دو چار پیالے شراب کے پی کے دونوں
بہادروں کو ایک سرور حاصل ہوا اُسوقت نقابدار نمد پوش نے ہوا خواہی قاسم بے ساختہ یہ کلام کہا کہ فی الحقیقت
خیاط ازل نے جامۂ شجاعت ذات پر شاہزادۂ خاور سپاہ ملک قاسم کی قطع کیا اور قاسم جو کچھ دعوی رستمی و تہمتنی
کرے سب برحق اور بجا ہے اے بدیع الزمان تو اس ملک باختر میں کس لیے آیا تھا بدیع الزمان نے جواب دیا کہ مجھے بھی کھینچ
کی یہاں لے آئی تھی اور انشاء اللہ تعالیٰ دعوے یہ رکھتا ہوں کہ جب تک لشکر فیروزی اثر فوج دریا موج سلطان مظفر
احتشام امیر حمزہ عالیمقام اس سرزمین میں نزول اجلال اور ورود اقبال فرماے میں بحول و قوت پروردگار عالم تمام
باختر کو مسخر کرونگا اور یہی عہد و پیمان دل سے رکھتا ہوں کہ جو کوئی اس ملک میں کار نمایاں مجھ سے زیادہ کر جاے وہی
نامور اور دلاور اور شجاع روزگار ہے بس اتنا کہنے از بسکہ شاہزادۂ بدیع الزمان کو گفتگو سے ہوا خواہی قاسم سے
جو نقابدار سے کی تھی دل میں ایک ملال پیدا ہوا تھا اُسی وقت نقابدار سے رخصت ہو کر بیٹھا اپنے مرکب پر سمت
چار باغ ملکہ حرمان دیوکش روانہ ہوا اور تھوڑی دیر میں عرصہ راہ کو طے کر کے چار باغ ملکہ حرمان دیوکش میں پہونچا
اور ملکہ گوہر ملک کے ساتھ عیش و طرب میں مشغول ہوا بعد رخصت ہونے اور اٹھ آنے شاہزادۂ بدیع الزمان
کے نقابدار نمد پوش نے شاہزادۂ قاسم سے کہا کہ میں ہوا خواہ تیرا ہوں لیکن میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ بدیع الزمان
نے تو اگر کوئی افتاد بھی بری کی پڑ جائے اپنی آسائش و آرام کے واسطے ایک مقام چار باغ ملکہ حرمان دیوکش کا کہ
وہاں فی الحقیقت بڑی جگہ حفظ و امان کی ہے تجویز کر لیا اور قرار دیا ہے تو بتا کہ اگر خدا نخواستہ کوئی ایسی افتاد پڑ جاے
تو کہاں جا کے رہیگا قاسم نے کہا میں بے مکان ہوں نقابدار نے کہا تجھے لازم ہے کہ پہلے اپنے رہنے کے لیے کوئی مکان
مہیا کر لے بعد اسکے کفار کشی اور جہاد کا ارادہ کرنا اور نہیں تو بہت خراب ہوگا شاہزادہ خاور سپاہ یہ کلمہ خلاف مزاج
اپنے نقابدار سے سنکے نہایت کشیدہ خاطر اور مکدر ہو کے اٹھ کھڑا ہوا اور یہ کہتا ہوا کہ اب میں اسوقت مکان
اپنے آرام کے واسطے تجویز کیے لیتا ہوں جھٹ پٹ مرکب پر سوار ہو کے ایک سمت کو روانہ ہوا پھر ہر چند نقابدار
نے کہا کہ اے خاور سپاہ ٹھہر تا توقف کر اچھا جاتو قاسم وہ جاہل مطلق ہے مسنے کہنا نہ مانا اور اپنے راہوار کو

گرم رفتار کیے دو شبانہ روز برابر چلا گیا روز سوم دور سے ایک پہاڑ بہت بڑا اور اُس پہاڑ پر ایک قلعہ فلک فرسا نمودار ہوا
قاسم اُس پہاڑ اور اُس قلعہ کو دیکھ کر ایک اونچے ٹیکرے پر چڑھ گیا اور وہاں سے اُس پہاڑ اور اُس قلعہ کی طرف جو بغور خیال کیا تو
دیکھا کہ زیر کوہ ایک غول آدمیوں کا برہنہ اور اکثر زخموں میں چور پڑے ہیں بہت سے بیٹھے رو رہے ہیں اور اوپر قلعہ کے ایک
غول مسلح اور مکمل ہنستے اور قہقہے مارتے کچھ مال اور اسباب آپس میں تقسیم اور حصہ کر رہے ہیں قاسم نے جانا کہ بے شبہ وہ لوگ
یہ لوگ زخمی اور مجروح با جسم عریان زار و پریشان کوئی سوداگر ہیں اُسکے ساتھ کے معلوم ہوتے ہیں اور یہ مجمع سرہنگوں اور
سرکشوں کا ہے جو مال و اسباب لیے ہنستے اور قہقہے مار رہے ہیں باہم کچھ لین دین کر رہے ہیں شاید قطاع الطریق اور قزاق اس قلعہ
شاہزادہ یہ سمجھ کر اُس ٹیکرے پر سے نیچے اُترا اور آہستہ آہستہ زیر کوہ اُن لوگوں کے قریب جو ننگے اور زخمی بیٹھے تھے پہونچکر پوچھنے لگا
کہ صاحبو تم کون ہو اور تم سب کو اس طرح لوٹ کر کسنے عریان کر دیا اور زخمی کر دیا ہے اُن سبھوں نے قاسم کو دیکھکر کہا کہ اے
جوان واسطے اپنے دین و ایمان کے اپنی نوجوانی پر رحم کر اور جلد یہاں سے کہیں بھاگ جا خدا نکرے اگر یہ قزاق تجھے
دیکھ لینگے تو یہ گھوڑا اور سب اسباب تیرا چھینکر تجھے زندہ نہ چھوڑینگے جب ہم لوگوں کو کہ کئی ہزار کا قافلہ تھا اس جوانمردی سے لوٹ لیا
اور زخمی کیا تو تیری کیا حقیقت ہے قاسم نے اُن لوگوں سے کہا کہ تم سب خاطر جمع رکھو میرا گھوڑا اور اسباب وہ قزاق ملعون آنکھ بھی
اُٹھا کر نہیں دیکھ سکتے تم یہیں سب بیٹھے رہو دیکھو کہ میں تمہارا سب کا مال و اسباب ان قطاع الطریقوں سے ابھی پھیروائے دیتا ہوں
اس عرصہ میں اُس قطاع الطریق نے کہ نام اُسکا خسرو قزاق تھا قلعہ پر سے شاہزادۂ خاور سپاہ ملک قاسم کو دیکھا اور
دو جوانوں کو اپنے ساتھ والوں میں سے اشارہ کیا کہ ہاں جلد جاؤ اور یہ جو نوجوان گھوڑے پر سوار کھڑا ہے اسکا گھوڑا اور سلاح وغیرہ
اسباب لیکر جلد میرے پاس چلے آؤ وہ دونوں جوان سپریں تلواریں لیکر قلعہ سے نیچے اُترے اور شاہزادۂ قاسم
سے بآواز بلند یہ کہنے لگے کہ اے نوجوان تو اپنی سب پوشاک اور ہتھیاروں کو اور گھوڑے کو ہمارے حوالے کر دے اور
جان تیری جو چاہے بدو گوش و یک بینی چلا جا ورنہ یہ اپنے دل میں خوب سمجھ لے کہ مفت نقد جان بھی تیرے ہاتھ سے
جاتی رہیگی یہ کہتے ہوئے برابر شاہزادۂ نامور کے پہونچے اور چاہتے تھے کہ لپٹ کر پکڑ لیں قاسم نے اپنے مرکب کو چھوڑ کر تیغۂ پلارک
افراسیابی کے قبضہ پر ہاتھ ڈالا اور کہا کہ او نامردو کیا بکتے اور گوہ کھاتے اور جھک مارتے ہو بس ساتھ اتنا کہنے
کے دونوں نے ایک نے داہنی طرف سے اور ایک نے بائیں طرف سے چمک کر تلواریں بر سر شاہزادۂ والا قدر ماریں
اور قاسم نے بچستی تمام بفن سپہ گری داہنے ہاتھ سے داہنے سوار کے اور بائیں ہاتھ سے بائیں سوار کے تلوار کی باڑھ
پہلے بند دست کو پکڑ کے ذرا جو فشار دیا تو دونوں کی تلواریں ہاتھ سے چھوٹ کر علحدہ جا گریں اُسوقت اُس اثنا میں
شاہزادۂ قاسم نامور نے دونوں کے کمر بند دونوں ہاتھ ڈال کے پہلے زور میں کاسش زمین سے اُٹھا لیا اور
دونوں ملعونوں کو سر پر چرخ دیکر پھر اُسے زمین پر مارا کہ دونوں نقش زمین و پیوند زمین ہو گئے خسرو قزاق قلعہ پر
سے یہ جرأت اور زور و طاقت شاہزادۂ خاور سپاہ ملک قاسم کی دیکھکر اپنے دل میں بہت خائف اور ترساں ہوا اور جی میں
یہ خوب سمجھا کہ وہ جو زلزلۂ قاف ثانی سلیمان امیر حمزہ صاحبقران کا نام میں سنا کرتا تھا شاید یہی شخص ہے اپنے
مرکب پر سوار ہوا اور نیزہ پکڑ کر بمقابلہ شاہزادۂ قاسم آیا اور یہ کہکر کہ باش اے اجل رسیدہ غضب کیا تو نے میرے
دو جوانوں کو ہلاک اور پیوند خاک کیا اب میں تجھے کب زندہ اور سلامت یہاں سے جانے دونگا برچھا سینہ بے کینہ
شاہزادۂ قاسم پر مارا قاسم نے بچستی تمام اُسکے نیزے کو گلوگاہ سے پکڑ کے ایک جھٹکا مارا کہ نیزہ اُسکے ہاتھ سے
چھوٹ گیا اور پھر قاسم نے ڈانڈا اُسی نیزے کی اس زور سے خسرو قزاق کے سر پر ماری کہ خسرو قزاق اُسکی
ضرب سے چرخ مار کر گھوڑے پر سے چاروں شانے چت زمین پر گر پڑا اور قاسم مرکب پر سے جست کر کے اُسکی چھاتی

پر جا بیٹھا کہ اُسے ذبح کرڈالے ایک مرتبہ خسرو قزاق نے کہا اے بہادر معلوم ہوا تجھے کہ یہ زور طاقت تیرا نہیں یہ سب برکت
اور تائید تیرے دین و ملت کی ہے بس جو تیرے دین کو قبول کرے وہ کیا کہے شاہزادہ خدا و سپاہ سے تابعیہ تلقین لیا وہ
از سر صدق کلمہ پڑھ کے اُس چاہ کفر و ضلالت سے نکلا اور بسر چشمۂ ہدایت پہونچا قاسم اُسکی چھاتی پر سے اُتر کر علیحدہ ہوا
اور اُسنے زمین پر سے اُٹھکر یہ کہا ای عجز و انکسار عرض کیا اے شہریار میں نے تو بصدق دل حلقۂ غلامی اپنے کان میں ڈالا اور
بجان و دل اطاعت تیری قبول کی لیکن اب امیدوار ہوں کہ از راہ بندہ نوازی آشنا تو مجھے بتا دے شعر چہ باکی کہ سوا ہے
نام تو ام دوم نا خریدہ غلام تو ام قاسم نے نام اور حسب و نسب سب اپنا بیان کرکے فرمایا کہ میں نبیرۂ زلزلہ
قاف ثانی سلیمان امیر حمزۂ صاحبقران کا ہوں خسرو قزاق نہایت شادان و خندان شاد ہوتا اور گرد پھرا شاہزادہ قاسم
اپنے ہمراہ بالا سے کوہ اُس قلعہ میں لیگیا اور بارہ ہزار اپنے ہمراہی سواروں سے کہا کہ یارو میں نے تو اطاعت اور
فرمانبرداری اس بہادر کی قبول کرکے ملت بیضا دین اسلام قبول کیا جسکو میری رفاقت کا منظور ہو کلمۂ شہادت
پڑھ کے مسلمان ہو میرے ساتھ رہے اور جسکو نہ منظور ہو وہ جہاں چاہے ابھی چلا جائے مجھے کچھ واسطہ اور سروکار
نہیں سبھوں نے کہا کہ اے خسرو قزاق ہم سب تیرے رفیق اور تیرے تابعدار ہیں جو تو نے قبول کیا ہمکو بھی وہی منظور ہے
خسرو قزاق نے باواز بلند کلمۂ شہادت پڑھا اُن سبھوں نے بصفائی نیت کلمہ پڑھکے اسلام قبول کیا جب تمام اپنے
ساتھ والوں کو مسلمان کر چکا تب خسرو قزاق نے تیاری دعوت اور محفل رقص و سرود آراستہ کی قاسم نے
تمام مال اور اسباب اُن سوداگروں کا جو برسوں اور اکثر زخموں میں ہو رہے کو وہ بیچے تھے خسرو قزاق سے واپس کرا کے
دلوا دیا اور وہ سب قاسم کو دعائیں دیتے اپنے ملک اور دیار کی طرف روانہ ہوئے اور میاں قاسم نے یہ قلعہ
گویا اپنی آسائش اور آرام کی جا تجویز کرکے دل میں کہا کہ اب فوج کشی بر سر گنجاب کیا چاہیے اور خیال کے نگہداشت

لازم سوار و پیادوں کی جاری کردی اسکو تو یہاں فوج و سپاہ میں رہنے دیجیے

اب تتمۂ داستان شوکت بیان شاہزادۂ بدیع الزمان گردلشکر شکن بیان کیا جاتا ہے

کہ جس وقت شاہزادۂ بدیع الزمان مع ملکہ گوہر ملک چار باغ ملک سرہان دیو کش میں مصروف عیش و طرب ہو کر رہنے لگا تو
ایک روز کی نقل ہے کہ ملکہ گوہر ملک نے صبح سے اُس باغ میں لب نہر تختوں کا فرش اور شطرنجیاں و چاندنیاں بہت کلاں
بچھوا کے سامان ستارا گرد ڈلوا دیا اور ایک شگیرہ جواہر دوزیا سلک مرواریدہ وہاں استوار کر کے
زیر شگیرہ ایک پلنگ جواہر نگار بہت پرتکلف بیچ بندوں سے کسا ہوا اُسکے پہاکے نرم نرم دھرے ہوئے آگے اُسکے
ایک مسند زرکاری گاؤ تکیہ بہت بھاری لگا ہوا عطردان پاندان چنگیریں جو گلوں سے قرینے قرینے سے چنے ہوئے ہزار
بادہ سو ڈالیاں میووں کی ہزار بادہ سو چنگیریں پھولوں کی رکھی ہوئی گشتیاں شراب اور گلابیاں کی پیالے
الماس تراش سے ہوئے تونے پڑے ہوئے مسند پر مع شاہزادۂ عالیمقام اجلاس فرمائے اُسیں جلیسیں
ہمدمیں ہمرازیں مصاحبیں خواصیں ملازمیں سب گرد پیش باادب بیٹھی ہوئی سامنے کچھ طائفے کلاونت پچیس کے دو ایک
بہروپیے کچھ طائفے کشمیری بچوں نقال بچوں کے کچھ گانیں حاضر صحبت ناچ و رنگ کی تھیں دور شراب کا چل رہا تھا
حسب اتفاق ایک لونڈی شبو نام کہ بڑی زبان دراز اور بد ذات قدیمی ملکہ کی تھی وہ بھی شریک صحبت تھی کاروبار کرتی
تھی اور ملکہ گوہر ملک کو نشۂ صہبائے محبت میں شاہزادۂ والا قدرت کے اسدرجہ ہوا پاشش اور ہم آغوش
بیٹھے دیکھکر جل جل کر یار بار ایک سے کہتی تھی کہ یہ ہو کیا غضب ہے دیکھو تو بیغیرت شادی نے کیسی حیا و شرم اُٹھا دی
ہے اور کیسی بیباک اور بے خوف اور نڈر ہو گئے کھل کھیلی ہے کہ جو شخص دشمن خداوند تھا اور برباد کنندہ

دین اور مقرب سرکار اور عدو پیغمبر مرسل کا ہو اُسے جا کے کہان سے اپنے ساتھ لاؤ اور کیسے کیسے تریا چلتر کرکے
کیسے کیسے مکر و فریب سے چھپا چھپا کے راتون کو گھر مین بلا بلا کے رکھا جب حال کھل گیا تب آپ گھر سے نکل کر بیابان
باغ مین اُسے لگا کے ساتھ آئی اور عیش کرتی ہو کچھ اسے نہ تو قہر خداوندی کا دھیان ہو نہ اسے اپنے سنگین جبرئیل
درگاہ یاقوت شاہ کا کھٹکا اور خطرہ کر وہ سنیگا تو آفت ڈھائیگا نہ اسے کچھ ان باپ کی رسوائی و ذلت کا اندیشا اور ڈر ہو ہر چند کہ
اور سب لونڈیان ساتھ والیان منع کرتی اور سمجھاتی تھین کہ نیک بخت کیون اپنی تاک چوٹی کے پیچھے پڑی ہو اب بھی
کوئی جا کے ملکہ سے کہدیگی تو وہ کیا جانے تیرے ساتھ کیا سلوک کریگی مگر وہ علامہ کروز نگار کسی کا کہنا اور سمجھانا
نہین مانتی تھی بلکہ کہتی تھی کہ صاحبو مین کچھی نہین ہون یہ کٹنا پے کی باتین تمھین سب کو مبارک رہین ابھی یہی باتین
بیسان ہو رہی تھین کہ وہان ملکہ گوہر ملک نے پکار کے کہا کہ شبو ذرا تو میرے پاس آ اُس شامت زدہ اجل رسیدہ
نے مارے بدذاتی کے جواب نہ دیا دوبارہ ملکہ نے کہا کہ شبو مین تجھے بلاتی ہون تو نے سنا نہین یہان جو اور اُسکی
ساتھ والیان تھین انھون نے یہ کہکے کہ شبو تو آج دیوانی کیون ہوگئی ہو ملکہ عالم پکارتی ہین جواب نہین دیتی نہ وہان
جا کے حاضر ہوتی ہو غرض ہزار خرابی اور دشواری اُسے ملکہ کے پاس بھیجا ملکہ گوہر ملک تو نشۂ عشرت مین مدہوش
اور خود فراموش تھی پھر اسکے دیر مین آنے اور جواب دینے نہ دینے کا خیال نہ کیا شاہزادۂ با اقبال کے گلے مین ہاتھ
ڈال کے اُسکی جانب مخاطب ہو کر کہنے لگی کہ شبو شاہزادۂ عالم نے تجھے یاد کیا ہے اور فرماتے ہین کہ اسوقت رہین
کیکلی کی شراب بہت تحفہ تیار ہوئی ہو اُسین سے دو چار گلابیان لا کے پلا مجھے غلط دیکھتے اُس قحبہ کے منھ
سے بے ساختہ نکل گیا کہ صاحب زادی اتنا بھی کھل کھیلنا اچھا نہین یہ کیسا ظلم ہو کہ سنگین تیرا پرزادہ یاقوت شاہ جبرئیل ہوگا
بڑا بیٹا خداوند یہجدہ ہزار ملک باختر کا سسر تیرا خداوند تھا ایسا باپ پیغمبر مرسل ایک زمانہ جسے پیغمبر زادی
اور ولی قسمت اپنا سمجھکر عتبۂ دولت پر جبہ سائی کرتا ہو اور تو نے اس خانہ برانداز فتنہ ساز مفسد و پردازدہ دشمن
خدا وندا اور اپنے باپ کے عدو کو اپنے گھر مین لا کے جھولا کیا کہ تجھے اپنے باپ کی حرمت اور آبرو کا پاس اور
لحاظ اور قہر خداوندی کا کھٹکا اور اندیشہ نہین ہو یہ بے حیائی اور بے شرمی تو تجھے نہ چاہیے اور یہ تیری سب صحبت
والیان مشاطہ کٹنیان ہین یہ تجھے بہت سا خراب کرینگی بس اتنا کلام اُس شبو تیرہ انجام کی زبان سے نکلنا تھا کہ ملکہ
گوہر ملک کا سارا نشہ ہرن ہوگیا اور ایک آتش غضب کا نون مین جو مشتعل ہوئی تو وہ دود بدماغی دماغ جان سے اُٹھا اور
مانند زلف و کاکل اپنی کے پریشان ہوکے وہ جو گلابی مملو شراب ناب سے اُسکے ہاتھ مین تھی چلے تو اُسکو کھینچکر شبو کے منھ پر
اس زور سے مارا کہ وہ گلابی ٹوٹ کر تمام کرچین اُسکے دماغ مین پیوست ہوگئین اور خون جاری ہوا بعد اُسکے خواصون سے
کہا کہ ارے اسے ان لینا اس قحبہ کو پکڑ کر اسکی زبان تو قطع کر ڈالو اسنے مجھے کیا کہا اور لاؤ کشان کشان میرے پاس
کر مین اسے باندھ کر کوڑے مارتے مارتے اسکا پوست تمام جسم کا کھینچ لون اور سزائے اعمال کو پہونچا دون خواصون نے
دوڑ کر اُسکو جو تیان لگوتے لاتین مارنا شروع کین شاہزادہ بدیع الزمان نے ہان ہان کرکے سب کو روکا اور ملکہ گوہر ملک
کو اپنے گلے سے لگا کے خوب سا سمجھایا کہ ملکہ کیا کرتی ہو کیا کرتی ہو انجام کو دیکھو غصہ حرام ہوتا ہو دور کرو جانے دو
پھر کچھ لینا جا سے سر کی قسم اسوقت طرح دیجا غرض خدا خدا کرکے اُسکو وہان سے ہٹا دیا اور ملکہ کی بہت سی
دلجوئی اور تسلی کرکے وہ غصہ رفع کرا دیا اور اُسی طرح سے سرمست جام نشاط اور مصروف محفل انبساط ہوئے

قصہ حال اس شبو تیرہ بخت بد افعال سے گذارش کیا جاتا ہو

اُس مکار نے درد و الم چار دیواری پر آکے اور باکی خانے کے مرا کو بلا کے کہا کہ مجھے ملکۂ عالم نے ایک کام کے لیے اپنی

امان جان ملکہ غنچہ خاتون کے پاس پہونچا دو تم مجھے بہت جلد پہونچا دو مین بہت سا انعام دلوا دونگی کہارانے جھٹ پٹ کہارون
کی بٹھا دی اور ایک محافے مین اوسکو سوار کر کے کوئی زینہ و پیرون باقی ہو کہار روانہ کر دیا اور کہار ہوا کی طرح اسے لیے ہوئے پرچھان
راہ مین بدلی کرتے اڑے چلے جاتے تھے اور وہان محل مین غنچہ خاتون کا یہ حال تھا کہ جسوقت سے ملکہ گوہر ملک
مان سے رخصت ہوئی اور یہان سوار ہو کر چار باغ مین تشریف لائی ہو ملکہ غنچہ خاتون ہر لحظہ و ہر لمحہ دروازہ کو دیکھا کرتی ہو
اور ہر ایک سے گھبرا گھبرا کے پوچھتی ہو کہ کیون ابتک کچھ لڑکی کی خبر نہین آئی معلوم نہین اُسکی طبیعت کیسی ہو مجھے کھانا پینا
بات کرنا کچھ خوش نہین آتا جب تلک اُسکے پاس سے کوئی آدمی خبر لیکر نہین آتا ہمین کل نہین پڑتی کوئی دو تین گھڑی رات گئی ہوگی
کہ وہ کہار ڈاک والے شبو کی سواری لیے ہوئے ڈیوڑھی ملکہ غنچہ خاتون پر پہونچے اور محلدار نے یہان تحقیق کر کے کہ کس
کی سواری اور کہان سے آئی ہو اندر جا کے عرض کی کہ قربانت شوم فقیر زادی کے پاس سے شبو خواص قیدی آئی ہو
غنچہ خاتون نے نہایت خوش ہو کے کہا کہ اسے جلد اسے لاؤ بارے محلدار نے باہر آ کے شبو کو اتروا لیا اور پوچھا
کہ شبو خیر تو ہو اس نے یہان تو کچھ ذکر نہ کیا اپنا منہ لہولہان چادر سے چھپا کے اندرون محل پہونچی اور دیکھو ملکہ غنچہ خاتون
جا کے گر پڑی ملکہ غنچہ خاتون نے پوچھا کیون شبو کہ ملکہ گوہر ملک کا مزاج کیسا ہو اور اسوقت مجھے کیون بھیجا ہو اسکی
مشغول بذات خاص شبو نے ابھی آہ ہی کو منہ سے نکالا تھا کہ ای ملکہ عالم داد بیداد فریاد ہای مین کیا رسوائی بیان کرون یہ دیکھیے
کہ نیکی کا بدلہ بدی ہو مین نے کونسی بات بری کہی تھی جو صاحبزادی نے میرا یہ حال کیا ملکہ غنچہ خاتون تو بڑی عاقلہ زمانہ دیدہ
ہو اُسنے کچھ اپنے جی مین سوچکر کہا دم لے خبردار ابھی کچھ منہ سے نکالنا مین تیرا حال مفصل علحدہ منزل پر سنونگی یہ کہکے ایک
کمرہ بالاخانہ پر تھا وہان ملکہ غنچہ خاتون شبو کو ہمراہ لے گئی اور سب کو ممانعت کر دی کہ خبردار میرے پاس کوئی
نہ آئے بعد ازان وہان لیجا کے اس شبو سے پوچھا کہ اب بیان کر کہ کیا سارا حال شاہزادہ با اقبال کا ہمیشہ رات کو
کے آنے کا اور ملکہ گوہر ملک کے یہان سے جانے اور راہ مین سے شاہزادہ بدیع الزمان کو باغ مین لیجا کے
صحبت رنگ رنگ اور مے نوشی کی برپا کرنا اور بوقت ملاقات شراب کے اپنا جواب دینا سب کا سب بیان کیا ملکہ
غنچہ خاتون کی ہر چند کہ آنکھون کے سامنے ایک اندھیرا سا آگیا تھا مگر یہ خیال اُسکے کہ معاملہ بیٹی کا ہو ایسا نہو یہ حرامزادی
بیوا لونڈی تو ہو ہی کہین کسی سے ذکر کرے تو موجب رسوائی کا ہوگا برابر سے ایک خنجر اُسکے پیٹ مین مارا کہ
وہ بیچاری چیخ مار کر گر پڑی اور دم بھر مین پھڑک پھڑک کر جہنم واصل ہو گئی بعد اُسکے اُسی غیظ و غضب مین بھری کوٹھے پر
سے نیچے اُتری اور ساعت بھر توقف کر کے سوچی کہ اب کیا تدبیر کرون خواصون سے کہا کہ ارے کوئی جا کے
ڈیوڑھی پر محلدار سے کہدو کہ کسی چوبدار کو بھیجکر میرے دونون خانہ زاد قاتل زنگی اور مقاتل زنگی غلامون
کو جلد بلا لائے ازروی حسب الحکم ایک خواص نے محلدار کو حکم پہونچایا اور محلدار نے چوبدار کو بطلب قاتل اور مقاتل
اُسی دم بتاکید تمام روانہ کیا اب حال سنیے اِن دونون حبشی بچون کا کہ قاتل زنگی اور مقاتل زنگی دونون خانہ زاد
موروثی غلام زرخرید ملکہ غنچہ خاتون کے تھے اور بہت چھوٹے چھوٹے صغیر سن تھے جب سے مول لیے گئے تھے
اور جس دائی کا دودھ ملکہ گوہر ملک نے نوش فرمایا ہو اُسی کا دودھ ان دونون کو پلوا کے بڑے ناز و نعم سے
اُنکو پرورش کیا ہو اور اب یہ دونون بڑے زبردست اور قوی ہیکل تنومند جوان دلاور اور شمشیر زن ہوئے ہین
اور چالیس چالیس ہزار سوار اُنکے پلے ہوئے اس سرکار سے ہین کہ وہ سب مطیع اور فرمانبردار ملکہ غنچہ خاتون کے ہین کچھ کام
سے اُنکو سروکار نہین ہو نوکری چاکری اطاعت اور جان نثاری مین ملکہ غنچہ خاتون کی رہتے ہین قصہ مختصر یہ کہ
جسوقت اُس چوبدار نے جا کے ابلاغ حکم کیا اُسی دم وہ دونون مسلح اور مکمل ہو کر اپنے اپنے مرکبون

پر سوار ہوئے اور از بسکہ بچپن سے بطور فرزندون کے پرورش پائے ہوئے ہین تو نہ اُنکا پردہ نہ ملکہ غنچہ خاتون کرتی تھین
ملکہ گوہر ملک یہ دونون ڈیوڑھی پر آن کے بیساختہ اندرون محل پہونچے اور ملکہ غنچہ خاتون کو مجرا کیا اور دونون نے
عرض کی کہ خانہ زادون کو کیون یاد فرمایا ہے ملکہ غنچہ خاتون نے اُن دونون کو علیحدہ لیجاکے کہا کہ پہلے تم دونون مجھے کہو
کہ تم خانہ زاد اور فرمانبردار کسکے ہو اگر مجھے اور پیغمبر مرسل سے کوئی رنجش درمیان مین آجاے تو تم تعمیل کسکی کروگے ان دونون
نے عرض کیا کہ خانہ زاد آپکے ہین ہمکو پیغمبر مرسل سے کیا واسطہ آپ کی حبت سے ہم اُنکو بھی اپنا ولی نعمت اور مالک جانتے
ہین ابھی آپ جسکو حکم دین ہم اُسکا سر کاٹ لائین غنچہ خاتون نے کہا کہ خیر معلوم ہوا اب تم سنو ماجرا یہ ہے کہ ملکہ گوہر ملک ابھی
محض بچہ نادان کچھ نشیب و فراز زمانے کا جانتی نہین وہ کیا جانے کہ نیک کیا ہے اور بد کیا ہے یہ میسو امین صحبت والیان
صاحبزادیونکو جس راہ پر چاہین لگائین اور جو چاہین سو یہ کرین یہ تو ایک داستان طولانی ہے مختصر مطلب مین تم سے کہتی ہون کہ
وہ جو تمنے سنا ہوگا کہ حکیم فاردس نے ایک شخص کو اپنا بیٹا کیا تھا اور حکیم بدیع اُسکا نام تھا اور اُسکو شدہ شدہ بذریعہ معالجہ ملکہ
یہ رتبہ اور مرتبہ اس سرکار سے بہم پہونچا کہ مقرب خاص گنجاب ہوا اور اُسنے جابرین قہرمان عجم کی کمان کو توڑا اور
نستورین نستار پہلوان قدرت کو مارا اور گنجاب نے بلند اقبالی کا خطاب اُسکو دیا پھر اُسنے وہ فساد برپا کیا کہ شبخون
مارے اور کیسی کیسی خونریزیان کین غرض بے کون شاید اُن بذات صحبت والیون نے اُس کی تقریب کرکے ملکہ گوہر
ملک کو کیا جانے کیونکر ورغلاتا اور اُسے نوکر رکھوا کے چارباغ ملکہ حیران مین شاید اب گوہر ملک کا ہم صحبت کیا
ہے تو یہ بات غیرت کی ہے مین چاہتی ہون کہ تم دونون جاکے وہ زندہ اگر ہاتھ آئے تو پکڑ لاؤ اور نہین تو اُسکا کاٹ
کے میری لڑکی کو مجھ تک پہونچا دو قاتل زنگی مقاتل زنگی دونون نے ہاتھ باندھ کے عرض کی کہ ملکہ عالم آپ ہماری
مالک ہین اور ہم آپ کے زرخرید غلام آپ کو تو ہم کچھ جواب نہین دے سکتے ہان اگر پیغمبر مرسل ایسا کلمہ زبان پر
لاتے تو ہم اُنسے البتہ کچھ کہتے بھلا آپ انصاف تو کرین کہ کہان تو وہ ایک مصیبت زدہ مرد مفلوک غریب الدیار غریب الوطن
عاجز و ناتوان بدیع الزمان اور کہان ہم دونون خانہ زاد آپکے ہمکو یہ امید تھی اور یہ دعوی تھا کہ اگر ایک بار حکم
ہوتا تو ہم ملک بربرین امیر حمزہ صاحبقران کے لشکر کا جاکے مقابلہ کرکے اور وہان سرفروشی اور جان نثاری
کرکے کچھ نام پیدا کرتے مگر حیف صد حیف کہ قدردانی اور جوہر شناسی دنیا سے اُٹھ گئی اور سوا اسکے آپ سے
بھی کچھ اسکا گلہ شکوہ نہین آپ پردہ عصمت مین بیٹھنے والی عورت ذات آپکو ہماری شمشیرزنی اور شجاعت اور
حرب کا حال کیا معلوم ہو یہ تو جو کوئی مرد مردانہ اور بادشاہ یا کوئی رئیس ہوتا تو وہ ہماری باتون کو
اور ہماری حرمت اور عزتون کو سمجھکر حکم دیتا تو یہ خاک چاٹ کر ہم گستاخانہ آپکے سامنے عرض کرتے ہین کہ اول
تو جسوقت ہم یہان سے کوچ کرینگے اُسی وقت بدیع الزمان کو خبر پہونچے گی اور وہ ایسا نادان نہین وہ بڑا مآل
مآل اندیش ہے جسوقت کہ وہ ہمارا دونون کا نام سنیگا اُسی وقت وہ چارباغ سے سوار ہوکے ہزار کوس پر نکل جائیگا
دوم یہ کہ فرض کیا کیجئے وہان جاکے پکڑ لیا یا اُسکا سر کاٹ لیا تو کیا نمود اور عزت ہماری ہوگی بھلا بدیع الزمان
بیچارے کی یہ حقیقت ہے جسکے اوپر ہم اسی ہزار دلاور نامدار زنگیان مردم خوار کو لیجائین غرض آپ مالک ہماری
ہین جو چاہین وہ فرمائین ملکہ غنچہ خاتون نے دونون کی بہت سی خاطر اور تعریف کرکے کہا کہ بیٹا مین جانتی ہون کہ
تم ویسے ہی بہادر ہو لیکن یہ مقدمہ میری عزت اور آبرو کا ہے بھلا تم اپنے جی مین سمجھ کے جواب دو کہ بیٹی کی
آبروریزی اور میری جدا ہے جیسی رسوائی ملکہ گوہر ملک کی ویسی میری ہوئی پھر بھلا سوا تمہارے مین
اور کسکو کہون کہ راز فاش اور پردہ دری ہونے پائے اور مطلب ہو جائے اور جسطرح سے بنے ملکہ گوہر ملک

میرے پاس آسکے جب ملا غنچہ خاتون نے اس طرح سے کر رشکر کہا اور خوب سا سمجھایا تب قاتل اور مقاتل دونوں حبشی نکلے ملکہ سے یہ کہنے کہ بہت خوب اگر یون آپ فرماتی ہین تو کیا مضائقہ خانہ زاد ابھی جاکے زندہ بدیع الزمان کی مشکین باندھکے اور شہزادی کو سوار کراکے حضور مین لیے حاضر ہوتے ہین جھٹ پٹ رخصت ہوے اور باہر نکل کے مع اسی ہزار اپنے ہمراہیان حبشیون کے سوار ہوے اور پہر مین بجے بالا کر سمت چارباغ روانہ ہوے اور صبح ہوتے ہوتے دروازۂ چارباغ پر پہونچے بعد ازان فوج کو دروازۂ چارباغ پر چھوڑ کر قاتل زنگی اور مقاتل زنگی دونون اندرون باغ بتلاش ملکہ گوہر ملک اور شاہزادۂ بدیع الزمان کے گئے ناگاہ قریب اُس نگیرے کے جہان لب نہر ملکہ نے صحبت گانے بجانے کی ترتیب دی تھی جاکے ان دونون نے دیکھا کہ ملکہ گوہر ملک اور شاہزادۂ بدیع الزمان دونون عاشق اور معشوق زانو بزانو ہمدوش ہم آغوش بیٹھے بھیرویں سن رہے ہین اور سامنے کچھ طائفے ارباب نشاط کے اور چپ و راست انیسین جلیسین مقربین مصاحبین باادب بیٹھی ہوئی ہین اور لونڈیان اور باندیان پاری واریان فراشنیان وغیرہ گرد و پیش دست بستہ کھڑی ہین پس یہ رنگ صحبت کا دیکھ کر قاتل زنگی اور مقاتل زنگی نے وہین سے تلوارین کھینچین اور بقصد فاسد سمت شاہزادہ والا قدر چلے اس مین لونڈیون کی نگاہ جو ان دونون کی طرف پڑی تو ایکبار سب کی سب چیخین مار مار کر بھاگین اور ملکہ گوہر ملک قاتل مقاتل کو باشمشیر عریان دیکھ چاہتی تھی کہ گود مین سے شاہزادۂ بدیع الزمان کی اُٹھکے بھاگے شاہزادۂ عالم نے ہاتھ ملکہ کا پکڑکے پھر اپنی آغوش مین بٹھا لیا اور ان دونون حبشیون کو دکھلاکے ملکہ کو یکایک اپنے گلے سے لگاکے اس طرح سے بوسے لیے کہ آواز بوسون کی ان دونون حبشیون کے کان تک پہونچی اتنے مین قاتل زنگی مقاتل زنگی دونون یہ کہتے ہوے کہ باش ای خیرہ سر تیرہ روزگار یہ کیا حرکت بے ادبی کی تو نے کی کہ خاص بہو خداوند لقا سے خداے باختر اور ہمشیرہ جبرئیل درگاہ یاقوت شاہ کی یہ پیغمبر زادی ہماری مرشد زادی ہے آسکے تو بوسے رہا ہے ایک نے دست راست سے دوسرے نے دست چپ سے وار تلوار کے سر اقدس پر شاہزادۂ نامدار کے کیے شاہزادۂ عالیمقدار جس طرح سے جہان بیٹھا تھا اُسی طرح سے بیٹھا رہا اور جسوقت دونون تلوارین چہرۂ مبارک سے جھکین وہین سے دونون زانو اُٹھ کے داہنے ہاتھ سے قاتل زنگی کے اور بائین ہاتھ سے مقاتل زنگی کے بیخ دست پر ہاتھ ڈالکر ذرا جو فشار دیا تو دونون کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر الگ جا پڑی بعد ازان دونون کے کمر بندون مین ہاتھ ڈالکر نعرۂ اللہ اکبر جگر سے کھینچا اور دونون کے گھٹنے توڑ کر زمین سے اُٹھا لیا اور سر پر پیچ دیکر جس نہر کے کنارے پر صحبت رقص و سرود کی اور جلسۂ عیش و نشاط کا تھا اُسی نہر مین دے مارا اور پھر باطمینان تمام مع ملکہ گوہر ملک اسی اپنی مسند پر بیٹھ گیا قاتل زنگی مقاتل زنگی دونون نے کئی غوطے اُس نہر مین کھائے اور بڑی مصیبت ورسی اور جد سے باہر اُس نہر کے نکلے اور دونون اپنے اپنے ہاتھ باندھکر شاہزادۂ عالیمقام کے قدمون پر گرے اور بعد عجز و انکسار عرض کرنے لگے کہ اے شہریار معلوم ہوا کہ دین تیرا برحق ہے جو اس دین کو اختیار کرے وہ کیا سے کیا ہے شاہزادۂ والا مرتبت نے کلمۂ شہادت ارشاد فرمایا پس وہ دونون کلمہ پڑھکے بصدق دل مسلمان ہوگئے اور بعد ازان دونون نے عرض کی کہ اے شہریار اگر اجازت ہو تو اب ہم باہر جائین اور اپنے سب ساتھ والون کو بھی تلقین کرین شاہزادۂ والا تبار نے فرمایا کہ اچھا کیا مضائقہ ہے قاتل زنگی مقاتل زنگی نے حسب الایماے والا اُس شاہزادۂ عالیمقدار کے چارباغ سے باہر نکلکے اپنے ہمراہیون سوارون سے بآواز بلند کہا کہ یارو بمجرد رہنمونی بخت اور رہبری اُس سالک مسالک طریقت و حقیقت شاہزادۂ والا مرتبت کے کلمۂ طیبہ پڑھ کے اطاعت اور فرمانبرداری اُسکی اختیار کی اب تم سبکو اگر ہماری رفاقت منظور ہو تو کلمہ پڑھکے تم بھی مسلمان ہو جاؤ اور افتخار دارین حاصل

کرکے سرفرازی او جان نثاری مین ہمارے شریک حال رہو اور جو تمکو منظور نہ ہو تو جہان جسکا جی چاہے چلے جاؤ
سبھون نے جواب دیا کہ اے قاتل زنگی و مقاتل زنگی تم ہمارے افسر اور مالک ہو اور ہم تمھارے عہد طفولیت سے
مطیع اور فرمانبردار ہین جس بات کو تمنے قبول اور منظور کیا ہمکو اُس مین کیا عذر ہے وہ کونسا کلمہ ہے ارشاد کرو کہ ہم بھی پڑھ
کے بجان و دل تمھارے حکم کی تعمیل کرین اور دین اسلام قبول کرکے اس بتا پرستی کو چھوڑ دین قاتل اور مقاتل
نے کلمہ طیبہ پڑھا اور وہ تمام اسی ہزار سوار کلمہ پڑھکے مسلمان ہو گئے فقط آن واحد مین چند روسیاہ گمراہ تیرہ بخت سیاہ
دل باریک درون ایسے تھے کہ انھون نے اپنے جی مین یہ کہا کہ ہمتو اپنے دین آبائی اور اجدادی کو کبھی نچھوڑینگے
بظاہر بخوف جان طوطے کی طرح سے کلمہ پڑھکے مسلمان ہوے آخر کار قاتل اور مقاتل زنگیون نے سبکو مسلمان کرکے
بحضور شاہزادۂ بدیع الزمان جاکے عرض کیا کہ اے شہریار اقبال عالی اور افضال الٰہی سے غلامون کے ہمراہی جو اسی ہزار
سوار تھے سبھون نے کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہوے اب اگر ارشاد ہو تو خانہ زادان سبھون کو جا بجا چوکی پہرے
کے واسطے تعین اور معین کر دین شہزادۂ عالم نے فرمایا کہ بہتر مصرعہ در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست چنانچہ
حسب الحکم شہزادۂ عالم کے قاتل مقاتل زنگیون نے دروازہ ہاے باغ اور برجون پر اور جہان جہان کہ محل اور
موقع تھا پہرے اور چوکیان اپنے سوارون کی مقرر کرکے انتظام چار باغ ملک حرمان دیوکش کی محافظت کا بخوبی
تمام کیا اور آپ باطمینان تمام و طمانیت مالاکلام اطاعت اور فرمان برداری مین سرگرم کار ہوے وقت شب وہ
جو چند برگشتہ بخت تیرہ روزگار سوار نابکار از راہ فریب اور مکر مسلمان ہوے تھے اپنے اپنے بسترون سے
اُٹھکے خاک ذمت اور خواری اپنے سرون پر ڈالتے سمت سنجان براے اطلاع و اظہار حال قاتل اور مقاتل
کے مع اسی ہزار سوار مسلمان ہو جانے اور شاہزادۂ بدیع الزمان کی ملت اور طاعت قبول کرنے کے روانہ
ہوے قاتل زنگی اور مقاتل زنگی نے جو سنا کہ کچھ سوار میرے ساتھ کے برخاستہ خاطر ہو کر سمت سنجان چلے گئے
آن دونون نے یہ تمام حال جاکے شاہزادۂ عالیمقام سے بیان کیا ابھی شاہزادۂ عالم کچھ جواب نہین دینے
پایا تھا کہ ملکہ گوہر ملک یہ ساری سرگذشت سنکے نہایت سراسیمہ اور بے قرار ہوئی اور اُسی حالت اضطرار مین باچشم
اشکبار مرجان تیز رفتار عیار اپنے لڑکا کو طلب کرکے کہا کہ تو بہت جلد جا اور یہ نمک حرام آتش انداز فتنہ انگیز جو یہان سے
بھاگ گئے ہین امان جان کے پاس یا باوا جان کے پاس جہان جاکے کچھ اور مفسدہ پردازی کون تو سب حال خوب
دریافت کرکے مجھے آکر بیان کر مرجان عیار حسب الحکم ملکہ کے اُسی وقت آلات عیاری اپنی ذات پر آراستہ
کرکے واسطے ادراک حال کے روانہ ہوتا ہے

اب اولاً اول آن چند مغرور گمراہون کا حال گذارش کیا جاتا ہے۔

کہ وہ ہمعصر شیطان سیاہ رو تیرہ ایمان جو یہان سے بھاگے تو سیدھے ملکہ غنچہ خاتون کی ڈیوڑھی پر پہونچے اور
داد بیداد و فریاد کرکے مظہر اس حال کے ہوئے کہ ملکہ گوہر ملک اُس مغرور درگاہ خداوندی اور مغضوب بارگاہ ایزدی
یعنی بدیع الزمان کو اثناے راہ سے ہمراہ اپنے لیکر چار باغ ملک حرمان دیوکش مین تشریف لے گئین اور
وہان صحبت جشن نشاط کی تھی آپ نے جو قاتل زنگی اور مقاتل زنگی ہمارے افسرون کو واسطے گرفتار کرلانے
بدیع الزمان کے بھیجا تھا سو یہ دونون افسر ہمارے مع ہم سب اسی ہزار غلامون کے جسوقت کہ دروازۂ چار
باغ پر پہونچے تو ہم سبکو باہر چھوڑ کر اندر گئے پھر نہین معلوم کہ کیا بدیع الزمان نے ان دونون پر افسون یا سحر
کر دیا یا کچھ طمع دنیا اس طرح کی ان دونون کو دی کہ ملکہ عالم دونون افسرون نے ہمارے بلا عذر و حیلہ

اور بلا اکراہ و اجبار کلمہ بطور نادیدہ خدا کے پرستاروں کے پڑھ کے بدیع الزمان کی غلامی اور اطاعت اختیار
کر لی اور پھر بخوشی خاطر چار باغ سے باہر نکل کے ہم سبھوں سے کہا کہ تم سب بھی کلمہ پڑھو تو ہمارے پاس رہو خداوند
لعنت ہم کیا عرض کریں ایک گندی مچھلی سارے تالاب کو خراب کر دیتی ہے وہاں تو اسی ہزار سوار ہم صورت اور ہم جنس
ہمارے تھے سبھوں نے بطمع دنیا کلمہ پڑھ لیا اور شریک اُنکے ہو گئے ہم غلاموں نے بپاس نمک خواری اور اس
خیال سے بھی کہ خداوند لعنت جسکا پچپن گز کا قد اکیس گز کی ڈاڑھی بال بال داڑھی میں موتی پروئے اور جواہر
بیش بہا پر دیا ہوا ہی سجدہ ہزار ملک باختر جسکو بخداوندی اور الوہیت سمجھکر سجدہ کرتے ہیں اور دین آبائی اور اجدادی
ہمارا ہی ملکہ عالم ہم غلاموں نے نادیدہ خدا کی پرستش نہیں قبول کی مگر بخوف جان کہ یہ اسی ہزار اور ہم اکیلے ہیں ظاہر
میں طوطے کی طرح سے انکا کلمہ پڑھ کے رات کو بھاگے اور حضور میں واسطے اطلاع کے حاضر ہوئے آئندہ اب جیسا
ارشاد ہو بجا لاویں ملکہ غنچہ خاتون نے جو یہ خبر وحشت اثر سنی تو پہلے تو خوب دھڑا دھڑ سر پیٹ پیٹ کر روئی بعد اسکے
اپنے دل میں یہ سوچکر کہ اب چھپانا ایسے راز کا گنجاب سے مصلحت نہیں کیلئے کہ مصرعہ نہاں کی ماند آن رازی کزو سازند
محفلہا + آخر کسی حال سے گنجاب کو خبر پہونچ جائیگی اسوقت پھر کوئی تدبیر مجھے نہ بن پڑیگی جس وقت کہ شب کو گنجاب
داخل محل ہوا غنچہ خاتون نے گنجاب کو تخلیہ میں بلا کے کہا کہ اے گنجاب کیا کہوں اور کیا کروں میں تو عجب ایک
غضب میں گرفتار ہوں بقول اس مصرعہ کے مصرعہ زمین سخت ہے آسمان دور ہے دیکھوں کہ اپنے آپ کو مار ڈالوں زہر
کھا لوں کہیں جا کے ڈوب مروں اب تو اسوقت مجھے کوئی بات نہیں ہوتی ناچار ہو کے تجھے کہتی ہوں کہ ہر چند گوہر
ملک ابھی صغیر سن محض نادان کچھ دنیا کے نشیب و فراز سے آگاہ نہیں لیکن یہ چالاکیں صحبت والیاں جو چاہیں سو کریں
جس راہ پر چاہیں شاہ و شہریار زادیوں کو لگا دیں میں نہیں جانتی کہ ان علاّماؤں نے کیا جادو اور سحر لڑکی پر
کر کے اُسکی عقل کو کھو دیا ہے اور کون سا افسون اُسکے کان میں پھونک دیا کہ اُسنے حیا و شرم و خوف ڈر سبکا اڑا دیا ہے
اور اُس کمبخت حکیم فاروس کے بیٹے دشمن خداوند لعنت بدیع الزمان کو چار باغ میں پہونچا کے مصاحبت ہے میں نے
اڑتے اڑتے یہ خبر سنکے بخیال اسکے کہ اُسکی رسوائی اور میری رسوائی ایک ہے کہیں یہ راز کسی اور پر روشن نہ ہو جائے
قاتل مقاتل کو یہ خوب سا سمجھا کے کہ تم جا کے جس طرح سے ہو سکے میری لڑکی کو مجھ تک پہونچا دو اور اس
دشمن خداوند کو جیتا اگر ہاتھ آئے تو جیتا پکڑ لاؤ ورنہ اُسکا سر کاٹکر جلد بلاؤ چار باغ پر بھیجا تھا سو ابھی وہاں سے
چند سوار اُن دونوں کے ساتھ کے آئے اُنکی زبانی میں نے سنا ہے کہ بدیع الزمان نے کچھ ایسا سحر کیا کہ قاتل
مقاتل دونوں مع اسی ہزار سواروں کے مسلمان ہو گئے اور مطیع و فرمانبردار بدیع الزمان کے ہو گئے اب
تو جان میں نے تجھے اطلاع کر دی جیسی صلاح مصلحت ہو وہ پیش خود تجویز کر کے ملکہ گوہر ملک کو باغ سے
مجھ تک بھجوا دے گنجاب نے یہ حال سنکے ایک آہ سرد دل سے کھینچکر کہا شعر ازان حسن روز افزون کہ یوسف داشت
دانستم + کہ عشق از پردہ عصمت برون آرد زلیخا را + ای ملکہ غنچہ خاتون میں تمہارے لحاظ سے کچھ نہیں کہ سکتا
تھا ورنہ میں تو ایک مدت سے اس لڑکی کے رنگ ڈھنگ دیکھکر حیران تھا اور جو میں خیال کر کے دیکھتا تھا
تو وہ چتون وہ تیوری اُسکی نہیں پاتا تھا خیر جو کچھ ہوا اب تم خاطر جمع رکھو دیکھو میں اسکی تدبیر قرار واقعی کرتا
ہوں یہ کہکے محل سے برآمد ہو کر اپنی بارگاہ میں داخل ہوا اور تخت پیغمبری پر اجلاس کر کے گیا ہور
خون آشام سے یہ سارا حال از ابتدا تا انتہا بیان کیا اور کہا کہ تو اپنا لشکر لیجا کے بدیع الزمان کو چار باغ
سے پکڑ لا گیا ہور نے سرنگوں ہو کے عرض کیا کہ یا پیغمبر مرسل میں تو ایک مرد مفلوک آوارہ خانمان بدیع الزمان

پھر خود کشی کرکے کیا جاؤن ایمین سواے ننگ حرمت اور ذلت کے میرے واسطے کوئی صورت نیک نامی اور نکوودگی نہین ہی
فضل بن گیاہور خون آشام بندہ زادہ رستم عہد سہراب زمانہ ہو اسے بھیجے دیتاہون وہ جاکے بسہل و آسانی تمام اگر ارشاد
ہو تو سر کاٹ لائیگا ورنہ زندہ و سالم مطوق اور مسلسل کرکے حضور مین حاضر کریگا گنجاب نے کہا کیا مضائقہ چنانچہ گیاہور
خون آشام نے فضل بن گیاہور خون آشام کو بلا کے کہا کہ پیغمبر مرسل فرماتے ہین کہ تم جاکے بدیع الزمان کا سر کاٹ
کے پیغمبر زادی کو چارباغ ملک حرمان دیوکش سے سوار کرلاؤ فضل بن گیاہور نے دست ادب باندھ کے عرض
کیا کہ یا پیغمبر مرسل فی الحقیقت خانہ زاد نمک پروردہ موروثی اسی سرکار دولت مدار کا ہی لیکن غلام کو اسوقت آپکی
رتبہ دانی اور جوہر شناسی سے نہایت استعجاب ہی کہ حضور مجھے ایک عاجز و ناچار غریب الوطن غریب الدیار سرگردان
و خوار بدیع الزمان خستہ جان کے مقابلے اور مجادلے کے واسطے بھیجتے ہین غلام کو تو ذات اقدس اور اعلے سے یہ
چشمداشت تھی کہ آپ بشر و شناس اور قدردان بصیر جوہر تیغ شجاعان عرصۂ کارزار پیغمبر مرسل خداوند ہیجدہ ہزار ملک
باختر کے ہین اپنے خانہ زاد کو کسی بڑی مہم پہ بھیجکے سرفروشی اور جان نثاری غلام کی ملاحظہ فرماتے یا مہمت پر لشکر
فیروزی اثر امیر حمزۂ صاحبقران نامور کے استیصال کے واسطے اجازت دیتے تو حال میری دلیری اور شجاعت کا
حضور پر منکشف ہوتا کہ جہان پانچ ہزار پانچسو پچپن پہلوان نامی اور سردار گرامی جوانان صف شکن اور شیر افگن
بہادران تہمتن شجاعت شعار شہامت کردار ہین وہان غلام جاکے کار نمایان کرکے حق نمک کا ادا کرتا اور کتنے خدا
پرستون اور سرکشون کے حلقہ غلامی کا کان مین ڈال کے باغیون کے سر کاٹ کے حضور مین لاتا اور یون اگر غلام
جاکے بدیع الزمان کا سر کاٹ لائیگا یا زندہ پکڑ لائیگا تو کیا غلام کی نمود ہوگی شعر شاہین شکار پیشہ نگشاید چنگ ؛
بانازبے صعوہ کے تو ند آہنگ ؛ گنجاب نے بہت سی تعریف فضل بن گیاہور کی کرکے کہا کہ ای فضل مین تجھے
خوب جانتاہون کہ تو ایسا ہی بہادر اور شجاع روزگار ہی مگر مقدمہ عزت کا آن پڑا اس باعث سے مین ناچار ہون
اور کسی غیر کو بھیجنا مصلحت نہین جانتا ہون اب تو میری خاطر سے وہان جاکر یہ کام کر آ پھر جیسی تیری خوشی ہوگی
ویساہی کیا جائیگا خاطر جمع رکھ فضل بن گیاہور خون آشام نے سرنگون ہوکر عرض کیا کہ بہت بہتر جو ارشاد آپکا
ہو غلام کو اس مین کچھ عذر نہین غلام جاتا ہی گنجاب نے خلعت رخصت کا دیا اور فضل خلعت پہنکر باہر نکلا اور مع
اپنے ساٹھ ہزار سوار اور دلاوران جرار و شیران و بہادران کے وہان سے کوچ کرکے دس کوس اس طرف
چارباغ ملک حرمان سے اتر پڑا۔

اب حال مرجان تیز رفتار عیار کا بیان کیا جاتا ہی۔

پہلے محل مین جاکے سب اظہار اُن خواصون حبشیون قاتل مقاتل کے ہمراہیون کا جنہون نے بکروز ور کلمہ پڑھ کے
اسلام قبول کیا تھا اور شگوفہ وہان سے بھاگ کر ملکہ غنچہ خاتون کے پاس آکے یہ تمام فتنہ پردازی کی تھی اور بعد
اسکے گفتگو ملکہ غنچہ خاتون اور گنجاب کی اور محل سے باہر نکلکر گنجاب کا حکم براے گرفتاری شاہزادۂ بدیع الزمان
فیلم گیاہور کے دینا اور گیاہور کی استدعاے رہائی فضل اور فضل کے عذرات اور گنجاب کے جوابات التفات
آمیز اور آخرکار روانہ ہونا فضل بن گیاہور خون آشام کا مع ساٹھ ہزار سوار سمت چارباغ ملک حرمان
دیوکش تہیۂ فاسد بر سر شاہزادۂ بدیع الزمان گردنکش کے خوب تحقیق کرکے جس طرح سے ہوائی گنج سے
یا شرارہ سنگ سے نکل جاتا ہی وہان سے تشنگین بھر آتش برق وباد اڑتا ہوا بسرعت و تعجیل تمام چارباغ مین
حضور شاہزادۂ عالیمقام پہونچا اور سارا حال از ابتدا تا انتہا بیان کرکے عرض کیا کہ ای شاہزادۂ عالم فضل بن

گیا ہور خون آشام آپ بیان سے کوئی دس کوس کے فاصلے پر مع ساٹھ ہزار سوار کے فرودکش ہوا ہو یقین ہو کہ کوئی دو چار
گھڑی دن چڑھے تک بیان پہونچکر ہنگامہ پرداز ہوگا ابھی شاہزادۂ عالیمقام کلام نہین کرنے پایا تھا کہ ملکہ گوہر ملک فضل بن گیا ہور
کا نام سنکے سراسیمہ اور متحیر ہوکر محو حیرت سکتے کی صورت رہ گئی اور بدوم بھر کے جب ذرا انکے ہوش بات کرنے کا ہوا تو آنکھون
مین آنسو بھر کے کہنے لگی افسوس صد ہزار افسوس شعر ہر دم زمانہ داغ غم بر جگر نہد + یک داغ نیک ناشدہ داغ دگر نہد ای
شہریار فضل بن گیا ہور بڑا جبار اور نہایت مرد دلیر ہے اب میرے نزدیک تو یہ صلاح ہے کہ آپ دو گھڑی کے واسطے تہ خانۂ
چار باغ مین جاکے بیٹھ رہیے یہ فضل بھی میرا دودھ شریک بھائی ہے جسوقت کہ وہ بیان آئیگا مین اُسے ہزار طرح سے
سمجھا لونگی شاہزادہ بدیع الزمان گردنکش شکن نے فرمایا کہ ای ملکہ تم کسکو کسکو سمجھاتی پھروگی اور کس کس سے کہان کہان
کب تک مین تہ خانون اور حجرون مین چھپا پھرونگا مین نے آگے بھی اکثر مرتبہ تمکو بہت سا سمجھایا اور منع کر دیا تھا اور
اب بھی تمکو سمجھائے دیتا ہون اور ازروے قسم کہتا ہون کہ تم ایسے مقدمات مین کبھی مجھے منع نہ کرنا یہ مقدمہ سپاہ گری
اور آبرو کا ہے مین تمہارا کہنا کبھی نہ مانونگا یہ باتین ملکہ سے کرکے مرجان عیار کو حکم دیا کہ تو میرا گھوڑا جلد تیار کرا کے لا اور
مرجان اصطبل کی طرف چلا بیان ملکہ گوہر ملک چیخین مار مار کر رونے لگی اور تمام مصاحبین اور خواصین ملکہ کی آہ و نالہ
کنان دست بدعا تھین ناگاہ سامنے سے ترک جوشن پوش اور قاتل اور مقاتل دونون زنگی بچے مسلح اور مکمل
سپر مین تلوارین لیے بحضور شاہزادۂ عالیمقام آکے ملتمس ہوئے کہ خانہ زادون کو اجازت ہو ہم جاکے فضل سے مقابلہ و
مجادلہ کرینگے شاہزادۂ بدیع الزمان نے فرمایا کہ صاحبو ابھی تم ہمارے مہمان ہو مجھکو لازم نہین جو مین تمکو بھیجون تم خدمت
ملکہ گوہر ملک حاضر رہو اور چار باغ سے باہر نہ نکلو ترک جوشن پوش نے عرض کیا کہ ای شہریار پھر یہ پیر جان نثار
کس دن کے کام کا ہے لہذا امیدوار ہے کہ فقط غلام جاکے تصفیہ فضل بن گیا ہور خون آشام سے کر آئے بعد تصدق
ہو جانے غلام کے حضور مالک و مختار ہین شاہزادۂ والا تبار نے فرمایا کہ ای ترک جوشن پوش ابھی تو تیرے زخم تک
بخوبی اچھے نہین ہوئے اور تو نے وہ وہ کام سرفروشی اور جان نثاری کے میرے ساتھ کیے ہین کہ مین اُسکی تعریف
نہین کرسکتا مگر مجھے تیرا وہان جانا منظور نہین اور تیرے بیان رہنے سے مجھے بڑی تقویت اور طمانیت ہے الامر فوق
الادب جو ہم تجھے کہتے ہین اُسپر عمل کر ترک جوشن پوش تو خاموش ہو رہا قاتل زنگی مقاتل زنگی یہ دونون زیادہ تر
مصر اور ملتجی ہو کر کہنے لگے کہ ہم دونون خانہ زاد جاکے فضل بن گیا ہور سے مقابلہ اور مجادلہ کرتے ہین حضور سر راہ واسے
برج مین بیٹھکر تماشا ہماری جان فشانی کا ملاحظہ فرمائین کہ ہم دونون خانہ زاد سے فضل بن گیا ہور جاتے ہین اور
کس خوبصورتی سے بہ تسہیل و آسانی تمام یا تو فضل بن گیا ہور خون آشام کو زندہ و سالم گرفتار کرکے یا اُسکا
سر کاٹ کے حضور مین لاکے حاضر کرتے ہین شاہزادۂ والا مرتبت نے فرمایا کہ تم جو کہتے ہو سب سچ ہے اس مین سر مو فرق
نہین بلکہ مین تم دونون کو اس سے زیادہ تر دلاور اور بہادر سمجھتا ہون مگر تمہارا جانا مقتضاے فراست اور مصلحت
وقت نہین اسلیے مین تمکو ممانعت کرتا ہون تم دونون اسی مقام پر ملکہ گوہر ملک کی خدمت اور اطاعت مین بہوشیاری
تمام حاضر رہو اور چار باغ کی حفاظت کے واسطے اپنے ساتھ کے سوارون کو معین کرو کس لیے کہ میرے ہمراہ
چلنے سے تمہین زیادہ تر چاہیے کہ میری حرمت اور آبرو کا کہ مقدمۂ ناموس کا ہے خیال اور پاس رکھو ہان بعد میرے
جو کوئی اس طرف کو قصد آنے کا کرے تو تمکو اختیار ہے سرفروشی اور جان نثاری مین قصور نہ کرنا اس عرصہ مین
مرجان عیار گھوڑا تیار کرا کے لایا اور شاہزادۂ والا تبار پوشاک اور سلاح ذات اقدس پر آراستہ اور پیراستہ
کرکے چاہتا تھا کہ اٹھے ملکہ گوہر ملک نے بنگاہ یاس عالم ہراس مین شاہزادۂ عالم کی طرف دیکھ کے دریا

آنکھون کے آنکھون سے بہا دیے اور یہ رباعی پڑھ کے رباعی آنی تو کہ بے تو زیستن نتوانم ٭ دانی تو کہ بے تو زیستن نتوانم چون از تو وے جدا شوم بے میرم ٭ جانی تو کہ بے تو زیستن نتوانم ٭ کہا ای شہریار تم تو آمادۂ رزم و پیکار بر سر فضل بن گیا ہو رخون آشام تشریف لیے جاتے ہو بہنے بھی اپنی جان تیر نثار کی اور معلوم ہوا رباعی آنروز کہ توسن فلک زین کردند ٭ آرایش مہر و ماہ و پروین کردند ٭ این بود نصیب ما ز دیوان قضا ٭ در روز ازل قسمت ما این کردند یہ کہکے ایک آہ جانکاہ جگر سے کھینچکر حالت غشی مین گر پڑی شاہزادۂ عالم ہر چند کہ حال زار ملکہ کا دیکھکر بادل بیتاب اور جان بیا ضطراب نہایت مغموم اور مکدر آنکھون مین آنسو بھرے ہوئے طاقت ضبط کی نہ رکھتا تھا مگر خوب سا آپ کو سنبھال کے ملکہ کو پلنگ پر سے اُٹھا لیا اور گلے لگا کے فرمایا کہ ای ملکہ تا وقتیکہ رشتۂ حیات منقطع نہین ہوتا کل آفاق بالاتفاق ہو کر اگر چاہے کہ میرے موے جسم کو ایذا پہونچا سکے تو کیا مجال ہی اور جو مشیت پروردگار یہی ہی اور وعدہ میرا برابر آپہونچا ہی تو بقول کسی اُستاد کے مصرعہ قضاے نوشتہ نباید ستر و ٭ اگر مین فولاد کے قلعہ مین یا تہ زمین مین جا چھپون گا تو بھی پہونچیگا اور مارا جاؤنگا لہذا مین تم سے چند وصیتین کرتا ہون کہ انکو تم بگوش ہوش سنکے فراموش نہ کرنا کہ یہ دنیا محض عبرت کدہ اور سراے فانی ہی اور اس زیست ناپائدار اور حیات مستعار کا کچھ اعتبار اور بھروسا نہین کہ تضمین ٭ ٭ ٭

نامہ کنند کیا گردش افلاک سے ہو ٭ دم مین بھر ہم ہین نہ محفل ہو نہ ساغر نہ مے
نہ سکندر ہی نہ دارا ہی نہ جمشید نہ کے ٭ صحبت ہم نفسان طرب آباد کجا
صحبت ایکدم کی غنیمت ہی یہی جو دم ہی ٭ بعد ازان بزم کجا شیشۂ کجا بادہ کجا

خدا نخواستہ اگرچہ کوئی ایسی خبر نامسموعہ تم سنو کہ وعدہ گاہ مصاف مین فرزند ارجمند ثانی سلیمان یعنی بدیع الزمان جنگ رستمانہ کر کے اور خلعت گلگون شہادت پہنکے زہر و ملک عدم ہوا تو میری جان نوحہ و فریاد کو کبھی لب پر نہ لانا اور راضی برضاے ایزدی رہکر سواے صبر و شکر کے شیون اور شین غم و ماتم گریہ و زاری کرنا یہ محض بے سود ہی اور اگر کوئی تدبیر بن پڑے اور کوئی راہ ایسی نکلے تو مرجان تیز رفتار کو ہمراہ لیکر ملک بر بر جہان لشکر فیروزی اثر امیر حمزہ صاحبقران نامور کا ہی اپنے آپ کو پہونچانا اور زیر ظل عاطفت اُس سلطان ظفر احتشام امیر عالیمقام کے اپنی زندگانی کا تا مگر کاٹنے سے ہمکو فراموش نہ کرنا اور جو دیکھنا کہ ملک بربر تک پہونچنا دشوار ہی تو جس طرح سے ہو سکے آپ کو شاہزادۂ خاور سپاہ ملک قاسم لعل خفتان خون ریز خاوری تک پہونچانا کہ وہ لخت جگر پارۂ دل قرۃ العین نور بصر بھتیجا میرا قوت بازو اور عاشق زار ہی وہ تمہین بجاے مادر سمجھکر از راہ سعادتمندی تمہاری اطاعت اور فرمانبرداری اور خوشنودی اور خدمتگذاری مین تا قید حیات اپنی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریگا اور تمہارا رنڈاپا بخوبی تمام کٹ جائیگا اور رونا اور پیٹنا اور نالہ و بکا کرنا کچھ ضرور نہین بیفائدہ ہی بموجب اس شعر کے شعر عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال بصد سال میتوان بہ تمنا گریستن ٭ القصہ ملکہ تو ششدر و حیران مثل قالب بیجان نظر حسرت دیکھا کی اور شاہزادۂ بدیع الزمان ملکہ کے پاس سے اُٹھکر باہر برآمد ہوا اور اپنے مرکب پر سوار ہو کر مرجان کو ہمراہ لیے چار باغ ملکات حرمان سے کوئی پانچ کوس آگے جا کے ایک میدان وسیع دیکھکر ٹھہر گیا اور برچھے کو زمین پر گاڑ کر اور بایان پانون انیار کاب سے نکالکر زین پر برابر دوسرے پانون کے رکھ لیا اور منتظر آمد لشکر فضل بن گیا ہو رہ خون آشام کا تھا اب وہ وقت ہی کہ دو گھڑی دن چڑھا ہوگا مرجان عیار تب بہیئت عیاری جتیہ سراغ رسانی آمد فضل بن گیا ہور کے بڑھا بیان حال ملکہ گوہر ملک کا یہ ہے کہ جسوقت شاہزادۂ والا رتبت ملکہ کے پاس سے اُٹھکے بیرون باغ نکلا اور مرکب پر سوار ہو کر مع مرجان عیار بقصد مقابلہ اور جدال فضل بن گیا ہور خون آشام روانہ ہوا تو ملکہ سراسیمہ دیوانہ وار وہان سے اٹھکے ایک برج مین باغ کے کہ سر راہ واقع

اور کوسون تک وہان سے تمام کیفیت اور حال اس میدان کا معلوم ہوتا تھا صبح تمام اپنی انیسون جلیسون مقربون
مصاحبون کے جا کے بیٹھی اور دوربین ہاتھ مین لیے شاہزادۂ عالیمقام کو تیور دیکھ رہی تھی اور لحظہ بہ لحظہ اور دم بدم
وہان سے انگھ پیرون بیچ بردے زمین اپنا دوپٹہ سر سے اتار کر بچھاتی اور سمت قبلہ رو ہو کر بحضور قلب اور خلوص
نیت جناب باری سے دست دعا دراز کرتی تھی رباعی الٰہی بفریاد من بیکس رس لطف و کرمت یار من بیکس
دبس ۞ ہر کس کہ بتازد و بجسالت پاس ۞ چون در گذر تو ندارد این بیکس کس ۞ ای رب جلیل مین ایک ادنے
کمینہ عاصی ہون اور سواے تیری جناب کے اس حال ناامیدی و یاس مین کوئی ذریعہ اور وسیلہ نہین رکھتی امیدوار
ہون کہ صدقہ اپنی وحدانیت کا شاہزادۂ بدیع الزمان کو اس معرکہ جدال و قتال سے محفوظ رکھ اور میرا راج سہاگ
قائم رکھنا اور اسی طرح سے تمام مصاحبین اور خواصین صحبت والیان ملکہ کی بلبلا بلبلا کے واسطے فتحیابی شاہزادۂ عالم
کے دعائین مانگتی تھین غرض بیان کا تو یہ حال تھا اب حال سنیے کہ وہان فضل بن گیاہور خون آشام بہرات
باقی رہے سے مع ساٹھ ہزار سوار تیغۂ رزم و پیکار شاہزادۂ بدیع الزمان نامدار روانہ ہوا اور جسوقت شاہزادہ
نامدار چار باغ سے نکلکر اس میدان مین پہونچا اور اپنے مرکب کو روکے سیر میدان کی دیکھ رہا تھا اور انتظار آمد لشکر
فضل بن جنہم براہ تھا فضل کوئی کوس بھر اس طرف آ پہونچا از بسکہ فوجون اور لشکرون کا یہ معمول ہے کہ جو بادشاہ
وزیر لیکن کسی طرف کو سوار ہوتے ہین تو اگر سو سو دو دو سو سوار اپنی ٹکڑیان جمائے کچھ آگے کچھ دست راست
کچھ دست چپ کو کوس کوس بھر نکل جاتے ہین علی ہذا القیاس اسی طرح سے فضل کے ساتھ کے بھی سوار
ہزار ہزار بارہ بارہ سو کی ٹکڑیان جمائے باہم بیٹھے چرچا اور تذکرہ کرتے ہین کہ شاہزادۂ بدیع الزمان ایسا نادان
نہین جو اب تک غافل بیٹھا رہا ہوگا اسے تو جسوقت کہ ہم لوگ سنجان سے اس طرف کو چلے ہونگے اسی وقت خبر
پہونچی ہوگی اور وہ اسی دم ہزار کوس پر نکل گیا ہوگا باقی رہی ملکہ گوہر ملک اسکو اگر فضل بن گیاہور خون آشام
چار باغ مین گھسکے پکڑ لاے اور پیغمبر مرسل کے پاس لیجا کے پہونچا دیجیے تو یہ کیا نمود ہوئی افسوس ہمارا آنا تو اکارت
ہوا مزا اور لطف جب تھا کہ شاہزادۂ بدیع الزمان کا چار باغ مین فضل بن گیاہور خون آشام سے مقابلہ ہوتا
اسوقت حال شجاعت اور تہتنی کا طرفین کی کھلتا کہ کون اچھا تھا اور کون برا تھا خلاصہ یہ کہ وہ کچھ سوار جو آگے
آگے بڑھے ہوے آتے تھے ان مین سے کسی کی نگاہ جو شاہزادۂ عالیجاہ پر پڑی تو اسنے دوسرے سے اور دوسرے
نے تیسرے سے کہا کہ یارو دیکھنا یہ سوار جو سامنے گھوڑے پر برچھا زمین مین گاڑے تیغہ پکڑے مثل شیر نیستانی
انتظار مین کسی اپنے شکار کے کھڑا ہے کتنا ہم شبیہ شاہزادۂ بدیع الزمان معلوم ہوتا ہے کہ سر مو فرق نہین پایا
جاتا وہی نقشا وہی چہرہ وہی رعب وہی جلال دو چار نے دیکھکر کہا کہ تو یہ یارو تمھارا کہ مرخیال ہے
کیا ایک صورت کا کوئی اور نہین ہوتا بدیع الزمان ایسا تو احمق اور بے وقوف نہین جو دیدہ و دانستہ خود اسکے
اژدر ہفت سر کے منہ مین گر پڑیگا اور کیا اسے خبر نہوگی کہ میرے قتل کے واسطے حسب الحکم گنجاب سنکے
فضل بن گیاہور خون آشام اشجع و دہر بہادر دوران آتا ہے بھلا وہ دو کوس آگے بڑھ کے تو کمتا کیا جسوقت
اسنے نام فضل کا سنا ہوگا چار باغ ملک حیران و پریشان مین دم بھر نہ ٹھہرا ہوگا اور پانچسو کوس پر جا کے
اسنے دم لیا ہوگا خدا جانے یہ کون شخص ہے اور کس لیے اور کس کار دنیوی مین یہان آکے اس میدان مین تنہا
مرکب کو روکے کھڑا ہے اور کسکے انتظار مین ہے دو ایک نے دیکھکر کہا کہ صاحب واہ وا ہو واہ یہ کیسا ماجرا ہے
ای یارو یہ تو وہی بدیع الزمان ہے جسے پہلے حکیم فاروس نے بیٹا بنایا تھا اور اسنے قاہر بن قہرمان عجمی کی

کمان توڑی تھی اور نستور بن نستار کشتی گیر سے زور کشتی کا کر کے پچھاڑا اور مشکل گرباس لوسیدہ کے جبر کے پھینکدیا اور شبہا میں
شبخون لشکر گنجاب پر مارے اور شاہزادہ بلند اقبال مشہور تھا مینون ہم اور وہ ہم صحبت رہے سات دن گفتگو ہمارے
اُسکے رہی ہو گیا ہم آپ سے پہچانتے نہین ہین مگر کچھ عقل نہین کام کرتی کہ یہ شخص کوئی بشر ہے یا کوئی فرشتہ قدرت خداوند
اور دل و جگر اسکا فولاد کا خداوند ہجدہ ہزار ملک باختر نے بنایا ہے رستم و سہراب اور سام و نریمان سے بھی یہ جرأت اور یہ
بہادرت نہو سکتی کہ یکہ و تنہا یون بے خوف و خطر کشادہ پیشانی دیکھو تو ذرا اسکی تیوری پر مطلق بل تک نہین پڑتا پیشوائی
کرکے بمقابلہ فضل بن گیاہور خون آشام یہان آیا اور اپنے گھوڑے کو روکے کن تیورون سے اس طرف کو دیکھتا
اور منتظر آمد لشکر کھڑا ہے غرض یہ چرچا جو پھیلا تو سوارون نے جاکے اپنے رسالدارون اور افسرون سے کہا سب رسالدار
اور افسر انکے یہ تقریر سوارون کی سنکے نہایت متعجب ہوے اور یہ کہکے کہ یارو بغیر آنکھون کے دیکھے ہمکو یقین نہین آتا
سوارون کے ہمراہ وہان آئے اور اُن سب رسالدار اور افسرون نے بھی خوب دیکھا اور پہچانکر متحیر اور ششدر ہوگئے اور آپس مین
یہ کہتے ہوے کہ واقعی شعر آفرین باد آن تمان پدرے ؛ کہ ازو ماند این چنین پسرے ؛ شاہزادہ بدیع الزمان کا رستم کا دل و
گردہ ہے ایسے بہادر اور ایسے دلاور اگر لاکھ برس آسمان چرخ ماریگا تو روے زمین پر نہ دیکھیگا دہین سے پھرے اور کوئی
آدھ کوس مراجعت کرکے قریب سواری فضل بن گیاہور خون آشام کے پہونچے اور غول کے غول سوارون
اور پیادون کے طرف کے سامنے جاکے فضل کو سلام کیا فضل بن گیاہور نے اپنے ہمراہی سوارون کو چار باغ کی طرف
سے پھرے آتے دیکھکر کہا کہ تم کیا مجھسے کہوگے جو تمہارے دل مین ہے اور جو تم مجھسے کہنے کو آئے ہو وہ مجھے اول سے
حال معلوم ہے کہ بدیع الزمان میرا نام سنتے ہی چار باغ ملک حرمان سے بخوف جان نکلکے دو چار کوس پر پہونچا
میرا اب وہان جانا بیکار ہے اُن رسالدار اور افسرون نے عرض کیا کہ اے فضل بن گیاہور خون آشام یہ آپ کیا
فرماتے ہین بیان تو آپ کے خلاف تخمین اور بالعکس معاملہ ہوا ہے کہ شاہزادہ بدیع الزمان مسلح اور مکمل مرکب پر سوار ہوکر
چار باغ سے دو کوس ادھر عین شاہراہ پر آپ کی آمد کے انتظار مین آمادہ رزم و پیکار کھڑا ہے فضل نے کہا کہ اے
صاحبو سنے گیا کہا رسالدارون افسرون نے کہا کہ ہم شاہزادہ بدیع الزمان کو آمادہ مرگ اور جیسے قضا وہ سامنے
والے اگلے میدان مین مسلح اور مکمل کھڑا بچشم اپنے دیکھ آئے ہین فضل بن گیاہور خون آشام نے اُسی مقام پر اپنے
گھوڑے کو روک لیا اور پھر پوچھا کہ صاحبو تم کیا کہتے ہو بدیع الزمان کو تم خوب پہچانتے ہو یا اُسکے ہم شکل کسی اور
کو دیکھ آئے ہو اور اُسکے شبہ مین تم مجھسے کہتے ہو رسالدارون نے اور افسرون نے عرض کیا کہ کیا مجال ہماری جو ہم
کلمہ لغو اور غلط آپ کے سامنے کہتے ہون ہمنے خوب بغور دیکھا اور پہچانکر عرض کیا ہے آگے اگر آپکو ہمارے کہنے کا اعتبار
اور یقین نہین آتا تو کچھ دور نہین دس بیس قدم آگے چل کے دیکھیے ہمارا جھوٹ سچ کھل جاے فضل بن گیاہور
خون آشام یہ کلام اُنکا سنکے نہایت متعجب اور متحیر ہوا اور اپنے مجرون عیار کی جانب مخاطب ہوکر کہا کہ تو جاکے خوب
دیکھ اور پہچانکر کہ یہ گھوڑے پر سوار ہمشکل بدیع الزمان کون شخص کھڑا ہے در اصل وہی علیم نادر جسے گنجاب نے
بلند اقبالی کا خطاب دیا تھا یا کوئی اور ہے جلد مجھے خبر دے مجرون عیار نے بھی قریب شاہزادہ عالیمقدار کے جاکر بخوبی
پہچانا اور آکر فضل سے کہا کہ حضور بیشک و شبہ وہ شخص بدیع الزمان ہے جسے بلند اقبالی کا خطاب پیغمبر مرسل نے
دیا تھا فضل بن گیاہور بولے کہا کہ اب مجھے ثابت ہوا کہ اے مجرون تو بھی اُن سبکی طرح سے دیوانہ ہو گیا ہے بھلا
یہ بات قیاس مین آتی ہے اور کوئی سچ جانے گا کہ بدیع الزمان ایسا بیوقوف اور عقل سے خارج ہے وہ تنہا سامنے
ہزار سوارون سے بارادہ جنگ وجدال آئیگا مجرون عیار نے کہا کہ پیر و مرشد برحق فرماتے ہین یا غلام دیوانہ

ہوگیا ہو یا شاہزادہ بدیع الزمان کو سودا ہوگیا ہو کہ یون بے خوف و خطر حضور سے اور حضور کی فوج سے مقابلہ اور مجادلہ کرنے
کے لیے ہمراہ گھوڑے لوروکے کھڑا ہی فضل اظہار رسالہ ارادہ افسرون کا اور بعد اصرار اور تکرار مجزون عیار کی سنکے ایک
عالم تحیر مین جہان کھڑا تھا کھڑی بھر کہ مل سکنے کی صورت خاموش اور خود خاموش کھڑا رہا بعد ازان اپنے دلمین یہ سوچکر
کہ کیا عجب بدیع الزمان ہو اپنے ہمراہ کے سب سوارون کو وہین روک کر حکم دیا کہ خبر اگر بدیع الزمان نے یہ جرات کی ہو
تو تم سب خبردار اور ہوشیار رہو اب میرے ہمراہ اور میرے تعاقب مین آنے کا قصد نہ کرنا یہین کھڑے رہنا ابھی مین یکہ و تنہا وہان جاتا ہون
اور بچشم خود اُسے دیکھا ہون جیسا محل اور موقع ہوگا سمجھ لونگا اور بعد اسکے جب تمکو بلاؤن تب تم میرے پاس آنا اور سنو
اگر کسی نے ارادہ میرے پیچھے آنے کا کیا تو میرے ہاتھ سے بلا تامل مارا جائیگا جس یہ کہکر فضل بن گیا ہو اپنے مرکب کو
چمکا کے جب قریب پہونچا تو دیکھا کہ شاہزادہ عالیمقام بشفعت تمام و بشوکت مالاکلام مرکب پر سوار آمادہ رزم و پیکار کھڑا
اسی طرف کو دیکھ رہا ہو فضل بن گیا ہو یہ جرات اور دلیری و شجاعت شاہزادہ رستم صولت کی دیکھکر وجد کر گیا اور اسکے
دل مین محبت شاہزادہ والا رتبت کی پیدا ہوئی لیکن بظاہر پر چہا کرکے باواز بلند کہا کہ اے شخص تو کون اور یہان کس
لئے اور کس کی تلاش اور کس کام کے واسطے یکہ و تنہا آمادہ مرگ اور جیاسے تھا کھڑا ہی شاہزادہ والا تبار نے جواب دیا
کہ تو اپنا مطلب اور مافی الضمیر بیان کر اور مجھے اس تحقیقات اور میرے ادراک حال سے کیا غرض ہی جس کام کو آیا ہو
یا کہین جاتا ہو وہ کر فضل نے کہا کہ اچھا یہ ہی کہ میرا نام جو تو نے سنا ہو فضل بن گیا ہو رخون آشام وہ مین ہون اور
حسب الحکم گنجاب براے گرفتاری اور تعزیر دہی بدیع الزمان کے کہ وہ ایک مرد سپاہی وضع بڑا سرکش غریب الوطن
غریب الدیار اتفاقات روزگار سے اس ملک و دیار مین وارد ہوا اور آنسے بڑے بڑے مفسد بیان کیے اور اسکا دو
لاکھ سوار و پیادے کی چھاؤنی پر شبخون مارے ہین مین اپنے ساٹھ ہزار سوار ہمراہ لیکر سمت چار باغ ملک حربان کیش
جاتا ہون اکثر میرے ہمراہ کے سوارون کو تجھ پر شبہ اور دھوکا ہوا اور اُن سبھون نے مجھے کہا سو مین واسطے رفع
اس ظنہ و تشکیک کے کہ خون ناحق کسی کا نہ ہو تجھے پوچھتا ہون کہ بدیع الزمان بڑا عاقل اور دور اندیش ہی ایسی
نادانی و جہالت وہ کبھی نہ کرتا کہ میرا نام سنکے چار باغ سے سو دو سو کوس دور نہ نکل جاتا اور یہان دیدہ و دانستہ
آپ آنکے کام نہنگ مین کیون گرنے کا ارادہ کرتا اب جو تو بیان کر اور کہ تو مجھے اطمینان ہو اور یہ وسوسہ اور دغدغہ
میرے دل سے نکلے شاہزادہ بدیع الزمان نے فرمایا اے فضل شعر راستی موجب رضاے خداست کس ندیدم کہ گم شد
از رہ راست ۝ وہ جس ارادے پر اور جسکی تلاش مین تو مع ساٹھ ہزار سوارون کے یہانتک آیا اور چار باغ کی
طرف جاتا ہی وہ کمترین بندگان خداے عزوجل بدیع الزمان گرد لشکر شکن مین ہون جسوقت سے سنا کہ تو میری
تلاش مین آتا ہی مین بخیال اسکے کہ اب او راتنی دور سے تجھے آنے کی تکلیف ہو نے پائے مین ہی جا کے تیرے
ولکا ارمان اور جی کا حوصلہ پورا کیون نہ کرون صبح سے تیرے انتظار مین یہان کھڑا تھا شکر خدا کا کہ میرے اور تیرے
ملاقات ہو گئی پھر اب توقف کرنا کیا ضرور شعر بیا تا چہ داری ز مردی نشان ۝ کمان کیانی و گرز گران ۝ فضل بن گیا ہو ر
خون آشام نے جواب دیا کہ اے بہادر فرض کیا مین نے کہ تو مرد مردانہ سہراب عصر اور رستم زمانہ ہی لیکن بجان واحد تو لشکر عظیم
سے مقابلہ و مجادلہ کرکے کیونکر عہدہ برا ہو سکیگا اور کیا کرے گا لہذا از راہ محبت اور یاری تجھے کہتا ہون کہ تو ملکہ
گوہر ملک کو اپنے ہمراہ لے کے سمت ملک بربر اپنے والد بزرگوار امیر حمزہ صاحبقران نامدار کے لشکر مین چلا جا بلکہ
مین تیرا کفیل اور ممد و معاون ہو کر اس دریا سے پار اتروا دونگا شاہزادہ عالیمقدار یہ گفتگو فضل کی سنکے خوب
ہنسا اور فرمایا کہ اے فضل مجھے رونا و لیکن ملکہ گوہر ملک نے کہا تھا اور بہت سا سمجھایا تھا کہ تم ہمکو اپنے ہمراہ نہ لیجاؤ

ہم لوگ مثل آفتاب اور مہتاب کسی سرزمین اور کسی شہر اور دیار مین مخفی اور پنہان نہین رہ سکتے مالک نے ہمارا کمناشدہ نامہ ہمکو بیان
ملالی اور اب جو ہمنے اس سرزمین مین قدم رکھا ہے تو یون دعوت پروردگار اس تمام ملک کو اسلام آباد اور کل باختر کو مسخر
کیے بغیر کہین نہین جاتے شور در کوے نیکنامی ما را گذر ندادند ۔ گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را ۔ یہ کلام مردانہ وار زبان فیض
ترجمان شاہزادہ عالیمقدار سے سنکے فضل کے دل مین عجب طرح کی ایک محبت پیدا ہوئی اور اسوقت فرط مسرت در اور حالت
وجد مین کھڑا جھوم رہا تھا اور ہر مرتبہ کہتا تھا کہ اے شہریار کٹ جائین وہ ہاتھ جو بجز دعاے آفاق گیری اور کشور کشی تیری جانب
خلاف آداب اٹھین اور پھوٹ جائین وہ آنکھین جو خواب مین بھی بنگاہ بد تجھے دیکھین بعد اسکے اپنے مرکب سے کود کر
چاہتا تھا کہ رکاب سعادت سے لپٹ کر اقدام اطہر شاہزادہ عالیمقام کے اپنی آنکھون سے لگائے اور بوسے دے شاہزادہ والا
مرتبت یہ حال فضل کا دیکھ کر ہان ہان کر کے جھٹ پٹ گھوڑے پر سے اتر پڑا اور ہاتھ فضل کا پکڑ کے سر اسکا اپنی چھاتی
سے لگا لیا فضل بن گیاہور نے عرض کیا کہ اے شہریار اب غلام امیدوار ہے کہ وہ کلمہ جس سے انسان طاہر ہو جاتا ہے مجھے
تلقین کیجیے تاکہ مین اس چاہ کفر و ضلالت سے نکلون اور بسر چشمہ نجات پہونچون شاہزادہ والا نے کلمہ طیبہ ارشاد کیا
اور فضل بصدق دل کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو گیا اور پھر ملتمس ہوا کہ اگر حکم جہان مطاع صادر ہو تو غلام اپنے ہمراہ
کے ساٹھ ہزار سوار اور رسالدار اور افسرون کو بھی جا کے سمجھائے اور دائرہ اسلام مین لائے شاہزادہ عالیمقام نے
فرمایا کہ اس مین تمہین اختیار ہے جیسا مناسب جانو کرو چنانچہ فضل شاہزادہ والا تبار سے اجازت لیکر اپنے لشکر مین گیا
اور جتنے رسالدار اور افسران فوج اور ساٹھ ہزار سوار تھے ان سب سے باواز بلند کہا کہ یارو مین نے تو
بطیب خاطر لقا پرستی پر لعنت کر کے ملت بیضا دین اسلام قبول کیا اور حلقہ غلامی شاہزادہ بدیع الزمان ذی الاحترام
مین نے بلا اکراہ و اجبار اپنے کان مین ڈالا اب تم مین سے جسکو میری محبت اور رفاقت منظور ہو وہ کلمہ شہادت
پڑھ کے اسلام قبول کرے اور جسکو لقا پرستی کا خیال ہو وہ جہان چاہے چلا جائے مجھے اس سے کچھ سروکار و واسطہ
نہین ہمراہیان فضل سب بالاتفاق کہنے لگے کہ اے فضل بن گیاہور خون آشام ہم سب عہد طفولیت سے
تیرے خادم اور فرمانبردار ہین اور قدیم الایام سے تیرے ساتھ محبت دلی اور اتحاد قلبی رکھتے ہین اور سواے اسکے
یہ بھی خوب جانتے ہین کہ تو شعر عقل مین کامل مجسم ہوش مین ہوشنگ دہر فہم مین یمین فراست دین مین یکتا
دانائے دہر اور شجاع عرصہ کارزار وحید عصر اور انتخاب روزگار ہے ہر ایک بات مین ہم سے بہتر اور افضل تر خرد کیش آل
اندیش ہے تجھ سے سوا ہم عقلمند نہین جو تیرے زمانے مین پس و پیش کرین جو کچھ کہ تو نے کیا کچھ اچھا ہی سمجھ کر کیا ہوگا
پس ہم سب راضی ہین کہ جو طریقہ حق پرستی اور یزدان شناسی کا ہو ہمکو بتلا دے کہ ہم بدل و جان اسکو اختیار
کرکے تیری اطاعت اور فرمانبرداری مین بکار سرفروشی و جان نثاری بدستور قدیم حاضر اور مستعد رہین اور
تا قید حیات تیری خدمت سے جدا نہ ہون فضل نے کلمہ شہادت ان سبکو تلقین کیا اور قریب دو لاکھ آدمیون کے
کہ اس مین ساٹھ ہزار سوار اور اسی قدر بلکہ کچھ زیادہ چاکر اور جلودار اور علاوہ شاگرد پیشہ کے لوگ تھے سبھون نے
کلمہ پڑھکے دین اسلام قبول کیا مگر چند تیرہ دل تاریک درون ان مین ایسے بیٹھے تھے کہ انھون نے جو یہ تماشا دیکھا
کہ فضل بن گیاہور خون آشام نے مع اپنے سب ساتھ والون کے اسلام قبول کر لیا از راہ سیہ بختی اور تاریک درونی
آپس مین یہ گفتگو کرنے لگے کہ لو یارو فضل کیا کیا گھمنڈ اور کیا غرہ اور دعوے اپنی شجاعت اور تہمتنی کا کرتا تھا اور کیسا کبر و
نخوت اور بانکپن اسکے مزاج مین تھا مگر یہان آکے وہ ساری شیخی کہان جاتی رہی کہ مقابلہ اور مجادلہ تو درکنار
کچھ ایسی گفتگو بھی تیز و تند نہ ہونے پائی کہ وہ خود بدیع الزمان کی غلامی اختیار کر کے مسلمان ہو گیا

اور اپنے ساتھ تمام فوج وسپاہ کے دین کو خاک مین ملا دیا ہم تو اپنے دین قدیم کو کبھی ترک نہ کرین پھر باہم یہ مشورہ کرنے لگے کہ
جو ذرا کلمہ پڑھنے مین انکار کرتے ہین تو یہ سب جو ہمارے ساتھ والے بیدین ہو گئے اور خداوند لقا کی پرستش چھوڑ کے نادیدہ
خدا کے پرستار ہو گئے ہین یہ ہمکو جیتا کاہے کو چھوڑینگے مار ڈالینگے اس سے صلاح وقت یہ ہے کہ آنکھ بچا کے یہان سے بھاگو
اور جس طرح سے بنے بحضور پیغمبر مرسل پہونچو غرض وہ برگشتہ بخت یہ مصلحت کرکے ادھر اودھر دیکھ گھوڑے سرپٹ دوڑا کے
سید ہے سمت شہر سنجان روانہ ہوے فضل نے ان لوگون کو جاتے دیکھ چاہا کہ کچھ سوارون کو پئے گرفتاری اونکے
تعزیر دینے کے لیے تعاقب مین بھیجے شاہزادہ والا قدر نے فرمایا کہ اے فضل ان برگشتہ بختون کے تعرض اور قتل کرنے
سے کچھ فائدہ نہین جہنم واصل ہونے دو جہان چاہین جائین خلاصہ یہ کہ وہ سب تو اس طرف کو جاتے ہین یہان شہزادۂ
عالم مع فضل بن گیا ہور خون آشام اور ساٹھ ہزار سوارون کے وہان سے مراجعت فرما کے سمت چار باغ ملک حرمان
دلکش روانہ ہوتا ہے اور مرجان تیز رفتار کو حکم دیا کہ تو پہلے جا کے ملکہ گوہر ملک کی تسکین اور طمانیت بہت سی کرنا اور
کہنا کہ صاحب تمہاری دعا سے یہان کسی کی نکسیر تک نہین پھوٹی انفضال الٰہی سے فضل بن گیا ہور خون آشام نے
ہماری اطاعت اختیار کی اور ہم مع فضل باطمینان تمام آتے ہین چنانچہ مرجان عیار قبل از داخل ہونے شاہزادۂ
عالیمقدار کے چار باغ ملک حرمان دلکش مین آیا ہے

جشنک تمہ داستان ملکہ گوہر ملک کی بیان کی جاتی ہے

کہ ملکہ جو اس سمت مین بیٹھی ہوئی شاہزادۂ بدیع الزمان کی مراجعت کے انتظار مین بہ نگاہ حسرت اس میدان کی طرف دیکھ رہی
تھی اور جناب اقدس سے دعاے فتح ونصرت اس شاہزادۂ والا مرتبت کی مانگ رہی تھی ناگاہ مرجان عیار نے آ کے
مجرا کیا اور کہا کہ ملکہ عالم مبارک ہو شاہزادۂ والا تبار مظفر ومنصور فضل بن گیا ہور خون آشام کو مع ساٹھ ہزار سوارون
کے اپنا حلقہ بگوش کیے تشریف لاتا ہے ملکہ یہ سروش راحت فروش اور مژدۂ جان بخش سنکے فرط شادی سے مثل
گل پیرہن مین پھولی نہین سماتی تھی جیتا نہ پھر آسی برج مین گئی اور سامنے جو خیال کیا تو فی الحقیقت آمد لشکر شاہزادۂ
نامور کی معلوم ہوتی ہے کہ آگے آگے تو شاہزادۂ عالیمقام بعظمت وصولت تمام وبشوکت مالاکلام مرکب پر سوار بنہایت مسرور
اور شادکام اور برابر اسکے فضل بن گیا ہور خون آشام مع اپنے ساٹھ ہزار سوار دیگر فوج وسپاہ بہیر وبنگاہ اسی
طرف کو رونق افزا ہے ملکہ مارے خوشی کے عنقریب تھا کہ شادی مرگ ہو جاے شادان وفرحان اس برج سے باہر
نکلی اور پھر بعد عجز وانکسار سجدات شکر بجناب باری کرتی تھی انیسین ہمنشینین ملازمین مصاحبین اور خواصین ملکہ
کی تیاری نذر اور نیازون کی کرنے لگین اس عرصہ مین شاہزادۂ عالی مقام مع فضل بن گیا ہور خون آشام
داخل چار باغ ہوا ترک جوشن پوش قاتل زنگی مقاتل زنگی وغیرہ رفقاے جان نثار اور دلیران عرصۂ کارزار
نے بعد زیارت اقدام اطہر اور حصول دولت ملازمت تزئین دین چار باغ مین شادیانے بجنے لگے ملکہ گوہر ملک نے
آمد شاہزادۂ عالی کی سنکے جلدی سے حمام مین جا کے غسل کیا اور ایک جوڑا سفید پہنکے جس جا پر کہ خواصون نے
زمین کو سینڈول سی سے پوت کر سامان نذر ونیاز کا کر رکھا تھا وہان آ کے بالون سے سر کے زمین کو جھاڑتی تھی
اور سجدات شکر کرکے منتظر شاہزادۂ والا قدر تھی یکایک شاہزادۂ والا تبار جو اندرون بارہ دری پہونچا تو چند
خواصین جو وہان حاضر تھین ان سبھون نے اٹھ کے مجرا کیا اور بلائین لے لیکر مبارکبادیان دین شاہزادۂ عالم
نے پوچھا کہ ملکہ کہان تشریف فرما ہین ان سبھون نے عرض کیا کہ قربانت شوم حضور کی آمد سنکے ابھی اس
طرف کے درجہ مین تشریف لیگئی ہین اور کچھ نذر ونیاز کر رہی ہین شاہزادۂ والا مرتبت یہ سنکے

وہان رونق افزا ہوا تو دیکھا کہ گرد و پیش تو ہجوم خواصون کا ہی اور بیچ مین ملکہ گوہر ثمین موتی اور کافوری سبز اور سرخ رنگ
رنگ کے وہان رکھی ہوئی ہین اور اگر کی بتیان اور کچھ بخورات سلگ رہا ہی لوگ زبان مٹھائیون کی اور دونے الایچی دانون کے
کونڈے حلوون کے بھرے ہوئے تربت خیرات کی پڑیا ملکہ طشت پیرکا دونا اور جو کچھ سامان نذر و نیاز کا ہوتا ہی وہان سب رکھا ہی
اور ملکہ کی آنکھون سے اشک شادی علی الاتصال روان ہین اور حمد و ثنا مین اُس خالق جسم و جان خلاق کون و مکان
کی بحضور قلب رطب اللسان ہی اور آس پاس ہین انیسین جلیسین مقربین مصاحبین ہمدمین محرمین ہمرازین دمسازین مصاحبت
والیان ملکہ کی سب کی سب غسل کیے ہوئے کھلے ہوئے بال سرون کے پریشان سفید سفید جوڑے نفیس اور پاکیزہ پہنے سمت قبلہ
منھ کیے زمین پر سجدۂ شکر کر رہی ہین اور جناب احدیت سے دعائین ازدیاد جاہ و اقبال کی مانگ رہی ہین شاہزادۂ عالم نے
تبسم کر کے کہا کہ ای ملکہ آج یہ تم کیا کر رہی ہو ملکہ گوہر ملک نے شاہزادۂ والا شان کو دیکھکر کہا کہ ای شہریار لله اس وقت آپ
کوئی کلمہ نہ فرمائین کہ بدشگنی ہوتی ہی جلد میان آکر اس شیرینی پر نذر دیجیے کہ آج کریم کارساز نے میرا بھاگ سہاگ قائم رکھا ہی
اور مجھ کنیز عاصی اور خاطی کو یہ دن خوشی کا دکھایا شاہزادۂ عالم نے خوب ہنسکے نذر دی اور فرمایا کہ اب تم اس شیرینی کو تقسیم کر کے
جلد آؤ کیلیے کہ ہمیشہ کہا کرتی تھین کہ فضل میرا دودھ شریک بھائی ہی سو وہ تائیدات غیبی اور عنایات ایزدی سے مشرف باسلام
ہوکر میرے ہمراہ آیا ہی اور امیدوار تمھاری ملازمت کا ہی ملکہ نے کہا کہ الا تیغ فضل میرے بھائیون سے بھی سوا ہی اُسنے میری
انا کا دودھ پیا ہی میرا بھائی ہو چکا اس سے تو پردہ بقول میر حسن - مصرع چھپی ہی کہین بھائی سے بھی بہن + مین نے کبھی
نہ کیا ہی اور نہ کرونگی آپ جاکے اُسکو بٹھلائین مین پوشاک بدلکے آتی ہون بارے شاہزادۂ عالیمقدار ملکہ کے پاس سے
بارہ دری مین تشریف فرما ہوا اور فضل بن گیا ہور خون آشام سے متبسم ہوکر کہا کہ صاحب ملکہ نے تمھاری بہت سی
سفارش کر کے کہا ہی کہ میرے بھائی فضل کو باعزاز و اکرام بٹھلاکے اُسکی بہت سی دلجوئی اور خاطرداری کرنا مین بھی
آتی ہون فضل نے عرض کیا کہ شہریار یہ فقط بندہ پروری اور غلام نوازی ملکہ عالم فرماتی ہین لاشک و لاریب کہ غلام
نے اُنکی انا کا دودھ پیا ہی الا یہ منھ میرا نہین ہی کہ دعوی عزیزداری کر سکون کہ خوار موروثی اس سرکار کا ہون غرض میان
تو ابھی یہی ذکر و مذکور ہو رہا تھا کہ ناگاہ سامنے سے دیکھا کہ ملکہ گوہر ملک ایک جوڑا بہت رعوم دعا می پہنے اور از پا تا فرق
دریاے جواہر مین غرق مثل طاوس طناز ہزارون کرشمہ و ناز سے خرامان خرامان چلی آتی ہین اور گرد و پیش قریب دو ڈھائی
سو انیسین جلیسین مقربین و مصاحبین خواصین دورہ گوش مرصع پوش جوڑے زرق برق پہنے ہوئے ہمراہ ہین قطعہ

بجلوہ و دلربائی اور خرامان جیسے کہ خورشید در ربیعت رخشان	جو گرد مہ چار دہ اختران ہیں آفت عقل و آشوب جان	ہیں سیم ساقان ہیں گل بدن بلاے دل و آفت جان ہم	ہیں دلربایان ساعد کمن بر فتار زیبا چو غلمان ہم

القصہ ملکہ گوہر ملک بایں خوبی و رعنائی بصد شان دلربائی آکے برابر شاہزادۂ عالیمقام کے مسند پر بیٹھی اور بعد عیش و سرور
تیاری جشن کا حکم دیا

اب شمہ داستان اُن تیرہ بختون ہمراہیان فضل بن گیا ہور خون آشام کا کہ جو میدان سے بھاگ کر سمت
سنجان براے اظہار حال گنجاب کے پاس گئے تھے بیان کیا جاتا ہی

کہ جسوقت وہ تیرہ دل تاریک درون سنجان مین پہونچے اور دروازۂ بارگاہ گنجاب پر جاکے داد بیداد فریاد کرنے لگے اُسوقت
گنجاب نے پوچھا کہ یہ شور و غل کیسا ہی سنجانی عیار نے عرض کیا کہ وہ جو سوار فضل بن گیا ہور خون آشام کے ہمراہ
بر سر قتل بدیع الزمان گئے تھے اُن مین سے چند سوار پھرکر آئے ہین اور کچھ سرکار سے عرض کیا چاہتے ہین گنجاب
نے کہا اچھا بلاؤ چنانچہ حسب الحکم گنجاب کے وہ سب بدذات اندرون بارگاہ طلب ہوے اور سب نے گنجاب

نجرار کے عرض کیا کہ یا پیغمبر مرسل ہم سب خانہ زاد نمک خوار موروثی سرکار دولت مدار کے قدیم الایام سے مطیع فضل بن گیا ہور
خون آشام کے رہے اور جس وقت کہ بموجب ارشاد سرکار کے ہم سب ہمراہ فضل کے قریب چار باغ ملک حرمان دیو گوش کے
پہونچے تو دو چار افسرون نے آکے فضل بن گیا ہور خون آشام سے اطلاع کی کہ جسکی تلاش مین آپ آئے ہین وہ بدیع الزمان
یکہ و تنہا چار باغ سے نکلکے یہان سے کوئی دو کوس پر مسلح اور محل اپنے مرکب کو روکے مستعد جنگ کھڑا ہے یہ سنکے فضل نے
ہم سب ساٹھ ہزار سوارون جان نثارون کو ممانعت کی کہ خبردار تم کوئی میرے ہمراہ نہ آنا پہلے مین جاکے اسے دیکھون کہ
بدیع الزمان ہے یا کوئی اور شخص مادہ گیر ہوا ہے جب مین تمکو بلا بھیجون تو تم سب میرے پاس آنا اور جو کوئی خلاف میرے حکم
کے میرے تعاقب مین آئیگا تو میرے ہاتھ سے مارا جائیگا ہم سب خانہ زاد بموجب حکم فضل کے جہان تک پہونچے تھے وہین اپنے
اپنے گھوڑون کی باگین روک کر کھڑے رہے فقط فضل بن گیا ہور خون آشام وہان گیا اور کچھ گفتگو ایسی نہین ہونے
پائی کہ جس مین نوبت سپر تلوار کی پہونچتی یا تو نہین کہ ایک تکبیر تک کسی کی نہ چھوٹی تھی فضل اپنے گھوڑے پر سے کود کے
بدیع الزمان کی رکاب سے لپٹ کے مسلمان ہو گیا اور وہان سے خوشی خوشی آکے ہم غلامون سے کہنے لگا کہ جسکو
میری رفاقت منظور ہو وہ مسلمان ہو جائے ساٹھ ہزار سوارون نے کچھ جواب نہ دیا اور سب کے سب کلمہ اسکا پڑھ کے
مسلمان ہو گئے اور غلامون کو یقین کلی ہو گیا کہ بدیع الزمان ساحر زبردست ہے آخرکار ہم غلامون نے یہ تاثیر اسکی
زبان سحر بیان مین دیکھکر بپاس اپنے دین آبائی اور اجدادی کے کہ ہمارے سب بزرگوار تو لقا پرستی کرتے رہے ہمکو کیونکر
اپنے دین قدیمی کو چھوڑ کر نادیدہ خدا کی پرستش اختیار کرین اور بیدین ہو جائین اور نمک حرام کہلائین اسکے ساتھ سے
بھاگے اور براہ خیرخواہی برائے اطلاع سرکار مین حاضر ہوئے ہین اب حضور کو اختیار ہے کہ جب یہ اظہار ان سب کفار
سرداران تیرہ روزگار ہمراہیان فضل بن گیا ہور کا سنکے مثل شعلہ جوالہ بھڑک اٹھا اور حالت غیظ و طیش مین جانب
گیا ہور خون آشام کے مخاطب ہو کے یہ کلام کیا کہ ای نمک حرام باعث وبال دولت کا تو اور تیرا بیٹا ہوا کہ فضل جسکے
مسلمان ہونا اور مع ساٹھ ہزار فوج کے اسکا شریک ہونا تو یہ جمعیت اور طمانیت بدیع الزمان کی کبھی ہوتی کیا ہم
خون آشام نے سرنگون ہو کر کہا کہ یا پیغمبر مرسل اگر اس ناخلف ننگ خاندان سے ایسی حرکت نالائق اور خلاف
فاش وقوع مین آئی تو مین نے اسے عاق کیا اب بیٹے ہی سمجھ نہ دیکھونگا ابھی گیا ہور اور زیادہ کچھ نہین کہنے پایا تھا
معلوم ہو کہ بیٹے گیا ہور کے اور بھی چنانچہ ان مین چار تو ایک ماں سے حقیقی بھائی فضل کے اور پانچ سوتیلے گیا ہور کے
اور ہین کہ قیس بن گیا ہور اور نفیس بن گیا ہور اور الماس بن گیا ہور اور عباس بن گیا ہور اور [illegible]
بن گیا ہور اور قلون بن گیا ہور اور گودرز بن گیا ہور اور آذر بن گیا ہور اور محسن بن گیا ہور مشہور اور معروف
ہین مگر گیا ہور خون آشام فضل کو سب سے زیادہ تر پیار کرتا تھا اور سب سے سوا عزت آبرو و قدر منزلت شوکت
و شان فضل کی تھی اسی باعث سے یہ نو بیٹے گیا ہور کے ہمیشہ اپنے دلون مین رشک و حسد کھایا کرتے تھے آج جو ان
سبھون نے یہ حال فضل کا سنا تو موقع پاکے وہ سب بیساختہ کہنے لگے کہ ای پدر بزرگوار اس وقت یہ فرمانا
اور افسوس کرنا محض بیکار ہے قدیم الایام سے تو نے فضل کو رتبہ اور مرتبہ دیا اور ہمیشہ اسکی ترقی چاہتا رہا
اور ہمکو ہمیشہ کچھ توقیر اور حرمت تیری نظرون مین نہ تھی اور کبھی ہمکو از راہ محبت پدری پیار سے کوئی کلمہ کہا
وہی آج دیکھ لے کہ بدولت فضل کے یہ رسوائی اور بدنامی تجھے حاصل ہوئی اور ابھی ہمکو حکم دے اور اشارہ
کر تو جاکے بدیع الزمان کو مع فضل مشکین باندھ کر لے آئین گیا ہور نے جو یہ گفتگو بیٹون کی سنی تو مرحبا
مرحبا کہکے کتاب سے بہت سی سعی اور تعریف اپنے بیٹون کی کی اور فی الفور ایک ایک بیٹے کو پانچ پانچ ہزار

سوار کار سالار نسب نے نو جیدون کو مع چھیالیس ہزار سوارون کے برسر رزم شاہزادہ بدیع الزمان روانہ کیا اور وہ
سب بجے گیا ہور نے اردو سے کوچ کرکے کوئی دس کوس پر جاکے اتر پڑے اور باہم مشورہ کیے کہ چار گھڑی رات رہے
یہان سے ہم سوار ہونگے صبح ہوتے ہوتے چار باغ کو محاصرہ کرکے بدیع الزمان اور قفل کو اگر زندہ باتھ آگئے
تو مشکین باندھ کر اور جو انکے حرارت سپہ گری کی مزاج مین آگئی تو دونونکا سر کاٹ کے ملکہ گوہر ملک کو محافہ مین سوار
کرینگے اور چار باغ تاخت و تاراج کرکے قاتل مقاتل ترک جوشن پوش وغیرہ غلامون کو گرفتار کیے بحضور پیغمبر
مرسل لے جاوینگے غرض یہ کہ اپنے لشکر کے گرد و پیش خوب سا انتظام کرکے اور چوکی پہرے بٹھلا کے سو رہے اب یہان کا حال
شاہزادہ بلند اقبال دو اختر گروہ رستم شکوہ بہمن توان ابن صاحبقران عالیشان بدیع الزمان گرد لشکر شکن کا سنیے کہ
شاہزادہ عالیمقدار اور ملکہ گوہر ملک تو جام شراب عیش و طرب سے مدہوش اور خود فراموش ہمدوش و ہم آغوش ہوکر
دو پہر رات کے بعد غافل پڑے سوتے تھے مگر مرجان عیار کو ایسی نیند کہان چار ست باغ مین بڑی ہوشیاری اور خبرداری
سے قاتل مقاتل کے ساتھ والے جیشون کے چوکی پہرے دیکھکر برائے بالا دوی باغ سے باہر نکلا اور نہایت
عیاری سے چپ و راست دیکھتا ہوا جب قریب آٹھ نو کوس کے پہونچا تو اسنے دور سے دیکھا کہ کچھ جیتے آدمیون کی
اور کچھ خیمہ و خرگہ کے استادہ نظر آتے ہین اور آواز ہوشیار باش بیدار باش کی بلند ہے مرجان عیار یہ تماشا دیکھکر اپنے
دل مین کہنے لگا کہ اسوقت یہان یہ لشکر کس کا ہے وجہ کیون کر اترا ہے اور کہان سے آیا ہے اور سردار اس لشکر کا کون ہے
ذرا چلکر اس لشکر مین دریافت تو کرون یہ سوچکر ایک خوانچہ والے نوجوان کی صورت بنا اور لال پگڑی سر پر باندھ کے
مرزائی گلے مین دھوتی باندھے زنجیر چاندی کی کمر مین پہنے پشاوری جوتا پاؤن مین خوانچہ مین کچھ شیرینی کچھ ریوڑیان
دال موٹھ سموسے وغیرہ رکھے ہوئے چراغ روشن اسپر ایک ٹھیکری ہوا کے بچاؤ کے واسطے رکھی ہوئی آواز دیتا ہوا قریب
لشکر کے پہونچا تو اسنے دیکھا کہ ایک لشکر عظیم الشان پڑا ہے جا بجا نقشہ خانے اور چوبدار ہین۔ دشمن مین جوان چوکی پہرے کے
جہان تہان آواز دے رہے ہین اور پکار رہے ہین کہ کون آتا ہے اور کہان جائیگا طلایہ کے سوار چار طرف پھرتے ہین
فوج اور سپاہ مین جاگ پڑی اور بڑی چہل پہل تھی ایک ان مین سے کسی نے پکارا کہ ارے خوانچہ والے ادھر شیرینی کو دیتا جا
مرجان تیز رفتار نے وہان جاکے شیرینی اور جو کچھ کہ اسنے مانگی خوانچہ رکھکر تول دی اور باتون ہی باتون مین واقعہ لشکر
پوچھنے لگا کہ میان صاحب یہ لشکر کسکا ہے اور تم سب صاحب آج کس مہم پر جاتے ہو ان مین سے ایک شخص بول اٹھا
ابے جو تو نے سنا ہو کہ ایک شخص دشمن خداوند لقا نادیدہ دخواست آسمان انکے پرستارون مین بدیع الزمان ملک
سنجان مین وارد ہوا اور اسنے قاہر بن قہرمان عجمی کی کمان کو توڑا اور دستور بن فستار رہا اور ان قدرت کو مارا اور
ستائیس ہجون لشکر کشی جب پر لایا ہزارون ہزارون سوارون کو ہلاک کر ڈالا سو وہ شاید چار باغ ملک حران دیو کش
مین جا کے چھپا ہے اور ایک بیٹا ہمارے سپہ سالار گیا ہور خون آشام کا قفل بن گیا ہور نامے اسکی گرفتاری
کے واسطے آیا تھا سو بدیع الزمان نے ایسا کچھ سحر آسیر کر دیا کہ وہ پیغمبر مرسل اور لقا پرستی سے منحرف ہوکر شریک
بدیع الزمان کا ہو گیا ہے اس واسطے پیغمبر مرسل نے گیا ہور خون آشام کو بتاکید تمام حکم دیا کہ تم اسے گرفتار کرو
یا اسکا سر کٹوا کے منگواؤ تو حسب الحکم پیغمبر مرسل کے گیا ہور خون آشام نے اپنے نو جیدون کو چھیالیس ہزار سوار
ہمراہ دیکر برسر قتل بدیع الزمان و برائے گرفتاری قفل بھیجا ہے ہم سب انکے ہمراہ ہین صبح کو چار باغ مین جاکے
تعمیل حکم نواب کرینگے اور بدیع الزمان کو اور قفل اگر زندہ ہاتھ آگئے تو زندہ اسیر اور دستگیر کرکے
اور جو وہ کوئی سرکشی کرینگے تو ان دونون کے سر کاٹ کے بحضور پیغمبر مرسل لیجائینگے مرجان عیار تیز رفتار

زبانی اُنکی سنئے اور خوب سا تحقیق کرکے وہان سے پھرا وہ جب بلخ سے ہوا کی گنج ست یا شہزادۂ خنگ سے نکل جاتا ہی
کوئی دو گھڑی رات پچھلی باقی ہوگی اُسی وقت چار باغ مین پہونچکر ساری سرگذشت روبرو شاہزادۂ بدیع الزمان
کے گذارش کی شاہزادۂ عالیمقام نے فرمایا کہ تو پوشاک ہماری لا ہم سوار ہونگے بمقابلہ برادران فضل بن گیا ہور
خون آشام جا بیٹھے فضل بن گیا ہور خون آشام اپنے دونون ہاتھ باندھکر عرض کرنے لگا کہ اے شہریار آپ کو
سوار ہونا اور اُن چھوکردن کے مقابلے اور مجادلے مین جانا خلاف آپ کی شان کے ہی غلام کبھی نہ جانے دیگا وہ
سب میرے بھائی ہین اور اُن سبھون کو دعوے رزم وپیکار غلام سے ہی غلام جاتا ہی حضور کے اقبال سے دیکھیے
کس سہولت وآسانی سے اُن سبھون کو سزاے اعمال پہونچاتا ہی یہ مقدمہ آپکی شی کا ہی اس مین حضور کچھہ نہ فرمائین
اور غلام کو اجازت دین اور اگر آپ غلام کی عرض کو پذیرا نہ فرمائین تو غلام اقدام عالی پر ابھی اپنا گلا تلوار سے
کاٹ کر تصدق ہو جائیگا غرض شاہزادۂ والا تبار عالی مقدار نے چار و ناچار فضل بن گیا ہور خون آشام کو اجازت
رخصت دے کر کہا اے فضل کیا مضائقہ ہمکو تمھاری خوشی ہر حال منظور ہی لیکن ہمارا جی چاہتا ہی کہ ہم دور ہی سے
کھڑے ہوکر تمھارے بھائیون کی لڑائی کا تماشا دیکھین فضل نے عرض کی کہ حضور زہے افتخار اور زہے سعادت
بہت بہتر حضور تشریف لے چلین لاالعیاذ باللہ اگر کچہ ہے تو خانہ زاد سراقدس پر تصدق اور نثار نہ ہو جاے حضور تیغ
میداندازی کا نہ فرمائین شاہزادۂ بدیع الزمان نے فرمایا کہ حاشا مین نے تم سے کہدیا کہ مین فقط مشتاق تمھارے
تماشا اور بھائیون کی لڑائی کا ہون باقی مین بدون تمھاری خوشی کے ہرگز شریک نہونگا فضل نے عرض کی پس پھر
توقف کیا ہی حضور غلام کے پشت پناہ رہین افضال الہی اور اقبال عالی سے غلام ان سب کی شجاعت اور تیغی سے
خوب آگاہ ہی آپ ملاحظہ فرمائیگا کہ آن واحد مین کس خوبصورتی سے سرمیدان ایک ایک کی مشکین باندھکر لئے آتا ہون
یہ کہکے فضل بن گیا ہور مسلح اور مکمل ہوکے ہمراہ شاہزادۂ عالیجاہ کے سوار ہوا اور شاہزادۂ والا مرتبت نے ترک جوشن
پوش اور [illegible] زنگی اور مقاتل زنگی کو خوب سمجھا کے کہا اے بہادر مین ذرا فضل کی اور فضل کے بھائیون کی رزم
وپیکار کی سیر اور کیفیت دیکھکر ابھی آتا ہون تم سب بخدمت ملکہ گوہر ملک با اطاعت و فرمانبرداری اسی صورت
سے یہان مستعد اور حاضر رہنا اور چار باغ کے گرد و نواح کی خبرداری اور ہوشیاری رکھنا غافل نہو جانا بعد ایکے
ملکہ گوہر ملک کی جانب مخاطب ہوکر فرمایا کہ ملکہ تحسین ہماری جان کی قسم کچہ اپنے جی مین وسواس نہ لانا بلکہ تم جلسہ
اسی برج مین بیٹھکر تماشا دیکھو کہ مین فقط دور سے سیر دیکھکر ابھی چلا آتا ہون یہ کہکے مع فضل بن گیا ہور خون آشام
چار باغ سے برآمد ہوا فضل نے عرض کی کہ شہریار اب سرکار توسن مرجان تیز رفتار آگے تشریف لیجائے وہ جو یہان سے
کوس بھر کے فاصلہ پر ایک میدان وسیع پر فضا نظر آتا ہی وہان کسی ٹیلے پر جاکے اپنے مرکب کی باگ روکئین اور میری
غلام کی سرفروشی اور جان نثاری کی ملاحظہ فرمائین چنانچہ شاہزادۂ عالم تو وہان جاکے ٹھہرا اور یہان فضل بن گیا ہور
خون آشام نے مع اپنے ساٹھہ ہزار سوارون اور رسالہ دار اور افسرون کے چار باغ سے کوئی دو کوس پر جاکے میدان
جنگ قرار دیا تھی دیر مین اُس طرف سے قیس بن گیا ہور اور الیس بن گیا ہور وغیرہ نو بیٹے گیا ہور کے
مع پینتالیس ہزار سوار کے نمودار ہوے اور ادھر فضل بن گیا ہور سنکے اُسی جا پر ٹھہر گئے اور تیاری میدان جنگ
طرفین سے ہونے لگی تبردارون نے جھاڑی جھنڈی جنگل کی کاٹکر میدان کو صاف اور شفاف کر دیا اور بیلچہ کاری
کرکے انکل نگے سقے آب پاشی پر جھپٹے گرد و غبار بجھا رہے تھے ادھر دونون لشکر بے قیاس سے کرۂ ہوا کرۂ خاک ہوگیا اور اندام زمین
لرزندہ معلوم ہوتا تھا اشعار دو لشکر برابر شد آراستہ ❊ از ہر طرف بانگ بر خاستہ ❊ یلان غرق آہن ز سرتا بہ پا ❊ چو شیر غرندہ بدشت وغا

گشاده دہن اژدہاے علم ۔ کہ پیر فلک را در آرد بدم
زمین آمد از نعل تازی بتنگ ۔ سنان شد بہ گرد آسمان دو رنگ

دلیران و گردان ز روے غضب ۔ بدندان غیرت گزیدند لب
ز بیم سنان ناف و ز دیده چرخ ۔ سر از جاده مہر پیچیده چرخ

ز غریدن کوس غیرت فزا ۔ زمین گشت بیکار و گردون زجا
صدا ہا برون آمد از طبل جنگ ۔ درنگا درنگ و درنگا درنگ

چاؤش اور میدانیون نے میدان مین نکلے میمنہ اور میسرہ قلب اور جناح ساقہ کمینگاہ آگے کا ہراول پیچھے کا چنداول چودہ جون صفین بآئین بہین آراستہ و پیراستہ کردین اور کڑکیتون نے طرفین سے باواز بلند نقیب وری ای مردان بکوشید تا جامہ زنان نپوشید شعر روز جنگ است جنگ باید کرد ۔ کوشش نام و ننگ باید کرد ۔ کہان ہین رستم و سہراب کہان ہین بیژن و برزو

شعر

ز آئینہ مرگ چون زنگ باخت ۔ باحوال جم جاے عبرت نکوست
نشانی نہ از کاسہ مغز افراست ۔ سکندر کہ یک خیمہ آئینہ ساخت

نداری ز کاؤس و دارا ایاد ۔ نظر کن درین طاق بازیچہ رنگ
کہ بشکست چون فرق گرشسپ ۔ کجا رفت خسرو چہ شد کیقباد

گزشتی از و زہرہ شیر آب ۔ فریدون خداوند اکلیل و تخت
ز دیبا نبا چار بر بست رخت ۔ جگر خون شد از دہر از اسیاب

نماند آن یل برزوے نامدار ۔ بخاک سیہ فرق رستم نگر
کہ از دیدہ ی از گرز زاد کوہ سر ۔ چہ بیژن بچاہ بلا شد بزار

بماند نکو تا بفرداے حشر ۔ جہان با کسے پایداری نکرد
بکس این جفا پیشہ یاری نکرد ۔ اگر آمد نام شجاعان عصر

گر آید بمیدان تیر و کمند ۔ شجاعت خدا و رسل را پسند
شجاعان دنیا بجنت رسند ۔ کدام است پس آن یل ارجمند

دہد جلوہ نام جد و پدر ۔ بہ پیش شجاعان شود جلوہ گر

پس کونسا ایسا بہادر ہوگا کہ آج اس معرکہ روزگار اور اوراق لیل و نہار مین نام اپنے باپ دادے کا روشن کرے ان بہادرون کا نام مثل حرف غلط مٹا دے دوبالو دوبالو باسب کہین لوہا ری بلاے بزنگ آگے چت اترے اور بگ پاچھے پٹ جاے آواز کڑکیتون کی سنکے جوانون کی آنکھون مین نشہ شجاعت کے ڈول لال ڈورے پڑ گئے تھے اور ہر ایک مرد دلیر قبضہ شمشیر پر ہاتھ ڈالے برچھے ترچھے کیے منتظر تھے کہ دیکھئے ہراول لشکر کا کون ہوتا ہے اور پیش دستی کون کرتا ہے ایک بار فضل بن گیاہور کے مقابلون مین قیس بن گیاہور اپنی فوج کے پرے سے نکلا اور نیج میدان مین آکے قائم ہوا اور بہ آواز بلند پکارا کہ اے فضل بن گیاہور کس خواب غفلت مین سوتا ہے ذرا آنکھ تو کھول اور دیکھ کہ وہ دن گزر گئے جو تو بابا جان کی بدولت لاڈلا تھا ہمیشہ اپنی نصیحت اور حکمت کو دکھلاکے جو چاہتا تھا سو بمیر زبان سے کہتا تھا اور ہم چار ادب والد بزرگوار کے کچھ عوض اسکا تجھے نہین کر سکتے تھے سو اب بقول شخصے کہ مصرع آن قدح بشکست وان ساقی نماند تو نے خداوند ہجدہ ہزار ملک باختر کی پرستش چھوڑ کر اور حق نمک پیغمبر سل کا فراموش کرکے اپنی قوم سے منحرف ہو کے نادیدہ خداے آسمان کو بہ الوہیت اور وحدانیت قرار دے کر اور اسکی پرستش اور ایک شخص غیرکرتی کی رفاقت اور شراکت اختیار کی باپ دادا کی سب حرمت اور آبرو خاک مین ملا کے ہم سبکو حضور پیغمبر سل ذلیل و رسوا اور انکے دربار اور بارگاہ نشینون کے سامنے خجل اور منفعل کیا اور قابل آنکھ چار کرنے کے نہ رکھا اب کیا فرورکا اور ہزار دو ہزار آدمی بے واسطہ طرفین سے مارے جائین اور بے فائدہ آپس مین لڑین مرین بہتر یہ ہے کہ اب توقف اور تامل نہ کر ہم اور تو سر میدان نکل کے امتحان زور بازو کرین اور بزبان نیزہ اور دم شمشیر گفتگو کرین بدون اعانت اور شرکت غیر کے تصفیہ نزاع کرین فضل بن گیاہور خون آشام نے اپنے لشکر سے مرکب کو گرم تاز کرکے جواب دیا کہ اے قیس اس گفتگوے فضول اور تقریر مجہول سے کیا حصول اگر تجھے عقل و فہم ہو تو بچشم انصاف دیکھ اور بگوش ہوش بغور سن کہ لقاے مشرک خدا ایک کیڑا غیور خوک پیکر خرس بادیہ ضلالت گمراہ کنندہ عالم ہے اسکو خدا کہنا عین کفر ہے کافری ہے علیٰ ہذا القیاس گنجاب علیہ اللعن والعذاب وائی پیغمبری نہ تھا یہ بیجا بقول شخصیکہ مصرع وزیرے چنین شہر یارے چنان کی مثال کے موافق ہے تجھے لازم ہے

کر آن دونون ملعونون پر لعنت اور نفرین کرکے مشرف بہ اسلام ہو ورنہ مین اتمام حجت کر چکا شعر: با تاجداری نمرودی نشان
کمان کیانے وگرز گران ؛ قیس بن گیا ہور نے غیظ و طیش مین آکے برچھا سینہ بے کینہ فضل پر مارا اور فضل بن گیا ہو
خوان آشام نے اُسکے نیزے کو اپنی سنان نیزہ پر گانٹھ لیا اور نیزہ وری باہم ہونے لگی بیس یا تیس طعن برابر نکل کے
چوبیسوین طعن مین فضل نے نیزہ قیس کا ہوائی کردیا قیس کی نظرون مین کو زمانہ تیرہ و تار ہوگیا اور قبضۂ شمشیر پر ہاتھ
ڈالکر پکارا کہ اے فضل نیزہ بازی خلال بازی عمود بازی حمال بازی شمشیر بازی راستبازی دیکھ کیا ہوچہ اب پھر یہ نہ کہنا
کہ مین نے تجھے خبردار نہین کردیا یہ کہکے قاش زین پر قائم ہوکے بقوت تمام ایک وار تلوار کا فضل بن گیا ہور خون
آشام کے سر پر کیا فضل نے اُسکی تلوار کو آتے جو دیکھا تو بازو کو بچا کے بغل سپر گری بند دست کو کر لیا پس تلوار اُسکے ہاتھ
سے چھوٹ کر علحدہ جا پڑی اُسوقت قیس نے فضل کے کمربند مین ہاتھ ڈال دیا اور طرفین سے زور کشمکش کے ہونے لگے
لوگون نے کہا کہ صاحبو اگر امتحان زور منظور ہو تو ان بیچارے گھوڑون کو کہ بے زبان ہین کیون ہلاک کرتے ہو دونون
صاحب میدان مین کود پڑو اور کشتی لڑو یہ سنکے دونون شخص گھوڑون سے اُترکے کلہ بکلہ کر بہ کر سینہ بہ سینہ دوش
بدوش بہ کمال جوش و خروش زور کشتی کا کرنے لگے ناگاہ شاہزادۂ بدیع الزمان عرش جاہ نے دیکھا کہ چار گھڑی
کے عرصہ مین فضل بن گیا ہور خون آشام نے ڈال کر زنجیر مین ہاتھ نعرۂ اللہ اکبر جگر سے کھینچا اور قیس کا لنگر توڑ کر
زمین سے اُٹھا لیا اور سر پر چرخ دیکر مارا کہ چارون شانے چت گرا تھا اُسوقت فضل نے جھٹ پٹ مشکین قیس کی باندھکر
اپنے جلوداروں کے حوالے کیا ساتھ ہی قیس کے گرفتار ہوجانے کے لیس بن گیا ہور بھائی اُسکا مرکب چمکا کے میدان مین
آیا اور پکارا کہ باش اے فضل کہ گذارم ترا کہ از دست من زندہ و سلامت روے فضل بھی اپنے مرکب پر سوار ہوکر
مقابل مین آئے لیس نے دو تین ہاتھ تلوار ماری فضل بن گیا ہور نے اُسکی ضرب کو سپر پر روک کر بوقت برگشتن تیغہ
مارا کہ اُسکی سپر کو کاٹ کر زخم کاری اُسکے سر پر لگا اور لیس چکرا کے چاہتا تھا کہ گھوڑے پر سے گرے فضل نے اپنے
مرکب کو بڑھا کے جھٹ پٹ اُسکے بھی کمربند مین ہاتھ ڈال دیا اور قاش زین سے جدا کرکے اپنے ملازمون کو حوالے کردیا
اس مین قریب دوپہر کے دن آچکا تھا کہ یہ حال زخم داری اور گرفتاری قیس اور لیس دونون اپنے بھائیون کا بہت
فضل بن گیا ہور خون آشام و لشکر الماس بن گیا ہور اور قیماس بن گیا ہور نے طبل آسائش بجوا دیا اور صداے
طبل بازگشت سنکے فوجین طرفین کی پھرین اُدھر تو وہ ساتون بھائی باقی ماندہ بیٹے گیا ہور کے مع اپنے لشکر کے
خیمے ڈیرون مین گئے اس طرف فضل بن گیا ہور خون آشام مع ساٹھ ہزار سوار میدان سے مراجعت کرکے بحضور
شاہزادۂ عالیمقام آیا اور قیس بن گیا ہور اور لیس بن گیا ہور خون آشام دونون بھائیون کو مطوق اور مسلسل کیے
ہمراہ لیے بحضور شاہزادۂ عالیجاہ داخل چار باغ ملک حرمان دلکش ہوا شاہزادۂ عالیمقدار نے تعریف فضل کی
شجاعت اور تہمتنی کی فرما کے حکم دیا کہ اے فضل سنو تم اب اپنی فوج و سپاہ سے بخوبی اور خاطرداری خوب سا واسطے
ہوشیاری اور خبرداری کے بجا کے آرام کرو ہم بھی اب ملکہ کے پاس جاتے ہین کل جیسا کچھ ہوگا دیکھ لیا جائیگا یہ کہکے
شاہزادہ بدیع الزمان تو بارہ دری مین جاکے مع ملکہ عیش مین معروف ہوتا ہوا اور فضل اپنی فوج و سپاہ سے انتظام
مین مشغول ہوتا گا کوئی دو گھڑی دن پچھلا باقی ہوگا کہ مرجان تیز رفتار نے بحضور شاہزادۂ عالیمقدار کے بعد دعا و ثناے
خداوندی دست ادب بستہ عرض کی قطعہ

جہان تا ہست اقبالت جوان باد
بہار دولت ایمن از خزان باد ۔ بہر جانب کہ حرکت روے آرد
ظفر ہمدوش و دولت ہمعنان باد

شہریار کی عمر دراز لشکر الماس بن گیا ہور اور قیماس بن گیا ہور مین طبل جنگ بجا صبح کو وہ ساتون بیٹے

گیا ہور کے بعد معرکہ آرا ہونگے شاہزادۂ والا مرتبت نے فرمایا کہ فضل بن گیا ہور خون آشام سے جاکے کہدو کہ تم بھی
حکم و بفضل ایزدی اور تائید ربانی بجے طبل جنگ چنانچہ حسب الحکم فلک احتشام شاہزادۂ عالیمقام کے فضل بن گیا ہور
خون آشام نے اپنی فوج میں طبل جنگ بیدرنگ بجوا دیا صدائے کوس حربی اور نعرہ ہائے رزمی سے زمین متحرک
آسمان متزلزل نظر آتا تھا غازیان دیندار اور مجاہدان تہور شعار آمادۂ مرگ اور مہیائے قضا ہوکر باہم گفتگو کرتے تھے دیکھیے
شب حاملہ است فردا چہ زاید اشعار زاندیشہ گر زنگستان یک بیک کز فردا ایام کہ باشد فلک ؛ زمانہ کرا کار سازی کند ؛
ستارہ بجان کہ یاری کند ؛ کہ داند کہ فردا چہ خواہد رسید ؛ زدیدہ کہ خواہد شدن ناپدید ؛ بعد ازاں بھر دونوں لشکروں میں
بڑی چہل پہل اور جاگ رہی طلایہ طرفین سے پھرا کیا آواز ہوشیار باش بیدار باش کی بلند ہوتی تھی اسی لیت و لعل میں
رات بسر ہو گئی اور گریبان سحر چاک ہوا فوجیں جانبین سے نکل نکل کر میدان میں آکے قائم ہوئیں فضل بن گیا ہور
خون آشام مسلح اور مکمل ہوکر بحضور شاہزادۂ عالیمقام برائے اجازت رخصت آیا اور اجازت طلب ہوا شاہزادۂ والا
مرتبت نے فرمایا کہ بھائی ہم بھی تو سوار ہوتے ہیں لطف اور کیفیت میدان جنگ کی تو آج دیکھنے کے قابل ہے یہ فرما کے
شاہزادۂ عالم نے پوشاک ذات اقدس پر آراستہ کی اور سلاح سب لگا کے ملکہ گوہر ملک کو بہت سا سمجھا کے اور طمانیت
کرکے کہ تم پردے میں بیٹھی ہوئی تماشا دیکھو فضل الٰہی شامل حال ہے گھبرانا مت بعد ازاں مع فضل بن گیا ہور
خون آشام گھوڑوں پر سوار ہوکے سمت میدان رزم روانہ ہوئے چنانچہ فضل تو بدستور روز اولیں رخصت ہوکر اپنے
لشکر میں جاکے ملحق ہوتا ہے اور شاہزادۂ والا تبار مع مرجان عیار ایک ٹیکرے پر جاکے نیزہ گاڑ دیا اور رنگ ڈھنگ
میدان جنگ کا ملاحظہ کیا کہ بیلداروں نے دونوں طرف سے نکل کے نشیب و فراز میدان کا ہموار کر دیا اور میدانیوں
نے میمنہ میسرہ قلب و جناح آگے کا ہراول پیچھے کا چنداول آراستہ اور پیراستہ کرکے جو سوار کہ پیچھے ہٹا تھا اسکو
آگے اور جو فوج کے پرے سے آگے بڑھا تھا اسکو دھکا مار کے پیچھے ہٹا دیا مگر گرد و پیش غبار کا یہ عالم تھا کہ آسمان
تمام گنبد لاجورد نظر آتا تھا اور زمانہ خاک بسر تھا سقے جانبین سے آبپاشی پر جھکے ہوئے گرد و غبار کو بٹھا رہے تھے اب
جو دیکھا تو کوئی دو گھڑی دن چڑھ چکا ہے اور مطلع میدان کا صاف ایک ایک کو بخوبی دیکھتا ہے لیکن کسیکو یہ جرأت
نہیں کہ قدم آگے بڑھائے دو دریائے لشکر موج زن ہیں یا دو اژدر ہفت سر منہ کھولے نظر آتے ہیں نقیب اور
کرکیتوں نے میدان میں نکلکر نقابت اور کرکیتی کرنا شروع کی اے بہادران بکوشید تا جامۂ زنان نپوشید شعر
روز جنگ است جنگ باید کرد ؛ کوشش نام و ننگ باید کرد ؛ ساتھ ہی کرکیتوں کے ہٹ جانے کے طرفین سے
جوانان شمشیر زن اور دلیران تہمتن آمادۂ رزم و پیکار ہوکر انتظار میں کھڑے تھے کہ دیکھیے ہراول کس کا کون
ہوتا ہے ناگاہ الماس بن گیا ہور اپنا گھوڑا اچکا کے بمقابلہ فضل بن گیا ہور آیا اور بعد جنگ نیزہ و شمشیر نوبت کشتی
پر پہونچی اور فضل عالی مرتبت نے چار گھڑی کے روز میں الماس بن گیا ہور کو زیر کرکے باندھ لیا اور اسی طرح
سے قیماس وغیرہ اور پانچ بیٹوں کو گیا ہور کے زیر کیا اور مشکیں باندھ حوالہ اپنے ملازموں کے کر دیا فقط
محسن بن گیا ہور نواں بھائی فضل بن گیا ہور خون آشام کا باقی رہ گیا تھا اسنے جبکہ دیکھا کہ آٹھ بھائی
میرے میدان حرب و ضرب میں فضل بن گیا ہور سے ہر ایک بات میں مغلوب ہوکے گرفتار ہوگئے ہیں کسی
صورت سے اسپر غالب نہیں ہو سکتا از راہ غداری اور مکاری بے ساختہ اپنے دونوں ہاتھ رومال سے باندھکے
گھوڑے پر سے کود پڑا اور دوڑ کر یہ کہتا ہوا کہ اے بھائی قطع نظر از گناہ در جہاں کیست بگو ؛ آنکس کہ گنہ نکرد چون
زلیست بگو ؛ من بد کنم و تو بد مکافات دہی ؛ پس فرق میان ما و تو چیست بگو ؛ بقول شخصے از خردان خطاست

واز بزرگان امید عفو و عطا ست تو نے جو پہلے ہم سبکو ہدایت کی ہماری شامت ایام اور برگشتگی طالع سے کچھ ذہن اور فہم
مین نہ آئی اب ہمارے دلکو یہ یقین کامل ہوگیا کہ جو تو فرماتا ہی سب برحق و بجا ہی ہم غلطی پر تھے اور تو راہ راست پر ہی یہ
فتح اور ظفر فقط تیرے دین اور مذہب کی تائید سے تجھے نصیب ہوئی ورنہ کیا باعث کہ تو تنہا یکجان و احد اور ہم تو بجائی
جس باپ کا تو بیٹا اُسی باپ کے ہم بیٹے جو ہاتھ پانوٗن تیرے وہ ہاتھ پانوٗن ہمارے ہم سب زور و طاقت شمشیر زنی پہلوانی
کی لگت مین تجھسے کم نہین تو معلوم ہوا کہ تیرا دین برحق ہی لہذا امیدوار ہین کہ عفو جرائم ہماری فرماکے وہ کلمہ ارشاد کر جس سے
باللسان ظاہر ہو جاتا ہی کہ ہم بھی مشرف باسلام ہوکے تیری غلامی اور فرمانبرداری مین سعادت دارین و افتخار کونین
حاصل کرین فضل کے پانوٗن سے جاکے لپٹ گیا فضل بن گیا ہور خون آشام نے حسب الحکم شاہزادہ عالیمقام کہ
مومن کے دل مین کینہ نہ چاہیے اور حکم شرع ظاہر پر ہی جو شخص اقرار باللسان اسلام قبول کرنے کا کرے قتل اسکا
واجب نہین آگے نیتون کا اُسکے حال عالم الغیب کو معلوم ہوگا بقول کسی استاد کے شعر تو چہ دانی کہ در سرایش چیست
محتسب را درون خانہ چہ کار؛ بمقتضاے ذات اور آدمیت فضل بھی اپنے مرکب پر سے ہان ہان کرتا کود پڑا اور
محسن کو گلے لگاکر کہا کہ نہین بھائی مین تجھے خوب جانتا ہون اگر تو بصدق دل اسلام قبول کرتا ہی تو جو رتبہ اور مرتبہ میرا ہی
مین بدل و جان تجھسے راضی ہوا بسم اللہ کلمہ شہادت پڑھ کے مسلمان ہوا اور جو کچھ خوب منظور ہی تو دلیا کہ خداے
بزرگ است محسن بن گیا ہور بکمال عجز و انکسار زار زار رو رو کر کہنے لگا ای بھائی فی الحقیقت مین ایسا ہی عاصی اور
خاطی روسیاہ ہون لیکن اب تیرے اقدام عالی پہ اپنا سر رکھتا ہون کہ مجھسے کبھی کوئی تقصیر اور خطا نہوگی اور کوئی بات
تیرے خلاف نہ کرونگا قطعہ گر گنہ کردم ور عصیان نمودم عفو کن ؛ ور گنہ باز کردہ ام کافر غلام خانہ زادہ ؛ ور نباشم قابل
عفو تو اینک طشت و تیغ ؛ کس سے دارم کہ خواہ خواست از دست تو داد ؛ فضل نے یہ گفتگو محسن بن گیا ہور کی
سنکے کلمہ طیبہ ارشاد کیا اور وہ بد ذات از راہ مکر و زور کلمہ پڑھ کے مسلمان ہوگیا اُسوقت فضل نے اپنے سب بھائیون
کی فوج و سپاہ سے پکار کر کہا کہ ای بہادرو یہ سب میرے بھائی تھے انکا تو حال تمنے بچشم خود دیکھا اب تمکو کیا منظور
ہی اگر تم حق و باطل مین تمیز کرکے کلمۂ شہادت پڑھو تو یارو سب میرے پیارے بھائیون کے ہو جو وہان سے
تمکو ملتا ہو اُس سے اضعاف مضاعف یہان حاضر ہی اور میرے ہمراہ عیش کرو اور جسے نہ منظور ہو وہ جہان جی چاہے
چلا جائے ان چتالیس ہزار سوارون مین سے چالیس ہزار دلیران عرصۂ کارزار نے تو یہ کہا کہ ای فضل بن
گیا ہور خون آشام ہم لوگ قدیم الایام سے غلام موروثی اسی سرکار دولتمدار کے ہین اور آگے بھی رتبہ
اور مرتبہ اور عزت اور آبرو اور عقل اور فہم اور لیاقت اور شجاعت اور دلیری تیری کل امیر اور امرا اور
ادنی اعلےٰ روٗساے ملک ستجان سے افزون تر جانتے تھے اور اپنا مالک و ولی نعمت تجھے سمجھتے تھے اور اب تو ہمکو
یقین کامل اور اعتقاد بدل ہوگیا کہ تو بڑا صاحب اقبال اشجع روزگار رمیدان کارزار ہی جو تو نے کوئی کام کیا
ہوگا کچھ اسے اپنے نزدیک سمجھ کر کیا ہوگا وہی باعث تیری ترقی جاہ و دولت اور فتح و نصرت کا ہی اور لاشک
و لاریب دین تیرا برحق ہی بس ہمکو کیا اس مین عذر اور تامل ہی جو طریق خداپرستی کا ہو ہمکو ہدایت کر کہ ہم
اختیار کرین اور تجھے اپنا پیشوا سمجھ کر پیرو ہو سکتے ہون فضل بن گیا ہور نے کلمہ شہادت اُن سبکو باآواز
بلند پڑھ کے سنایا اور وہ سب چالیس ہزار سوار بصدق دل کلمہ پڑھ کے مسلمان ہوگئے اور باقی ماندہ وہ
چار ہزار سوار تیرہ روزگار یہ کہتے ہوے کہ ہم تو اپنے دین قدیم کو کہین نہ چھوڑینگے اپنے اپنے گھوڑون کی
باگین موڑ کے سیدھے سمت شہر ستجان فراری ہوے فضل نے چاہا کہ تعاقب اُنکا کرے شاہزادگی

والا رتبت نے دور سے ہان ہان کر کے ممانعت کی اور فرمایا کہ ای بہادر جانے دے بھاگے کا پیچھا نہیں کرتے بعد ازان شادیانہ
فتح کے بجوا کے بعظمت وجرأت تمام وشوکت مالاکلام شاہزادۂ عالیمقام مع قفقل بن گیا ہور خون آشام بڑی دھوم دھام
سے مراجعت فرما کے داخل چار باغ ملک حیران دیوکش ہوا ترک جوشن پوش قاتل زنگی مقاتل زنگی وغیرہ
سب سردارون نے شاہزادۂ عالم کو نذرین دین قفقل سے ملاقات کی چار طرف ہنگامہ شادی اور غلغلہ مبارکبادی بلند
تھا اندرون بارہ دری ملکہ گوہر ملک نے تیاری نذرون اور نیازون کی اور سامان رتجگے کا کیا بعد مختصر روز دوم
شاہزادۂ عالم مع تمام اپنے سردارون کے دیوان عام مین صدر جاہ وحشمت پر اجلاس فرما تھا کہ ایک مرتبہ قفقل
بن گیا ہور خون آشام نے اپنے آٹھون بھائیون کو بحضور شاہزادۂ عالیمقام طلب کیا اور حسب الحکم سوار ہمراہیان
قفقل قیس بن گیا ہور و لیس بن گیا ہور وغیرہ آٹھون بیٹون کو گیا ہور کے پا بجولان لیکے سامنے لائے اسوقت
شاہزادۂ والا رتبت نے اُنسے پوچھا کہ ای بہادرو یہ تم لوگ کہین قفقل بن گیا ہور خون آشام نے بمردانگی زیر کیا ہی
یا بفریب اور اپنے کو اب تم سب کس حال مین دیکھتے ہو حسب الاتفاق جسوقت کہ آٹھون بھائی قفقل کے روبرو شاہزادۂ
والا قدر کے آئے اور انھون نے شوکت وشان شاہزادۂ عرش آستان کی دیکھی خود بخود بیٹے دلون مین ایک محبت پیدا
ہوئی تھی اور زنگ کفر آئینۂ ضمیر سے اُن بیٹے یک قلم منفک ہو گیا تھا اس عرصہ مین یہ کلام شاہزادۂ عالیمقام نے اُنسے جو کہا
تو وہ سب بے ساختہ دست ادب باندھ کے ملتمس ہوئے کہ ای شہریار بلاشک ولاریب تیرا دین برحق اور تو بڑا اقبالمند
اور بخت ارجمند ہی شعر این شجاعت بزور بازو نیست ٭ جز بفضل ولطف او نیست ٭ معلوم ہوا کہ یہ ساری برکت تیرے
دین متین کی ہی پس جو اور کوئی دین تیرا قبول کرے وہ کیا کہے شاہزادۂ والا نژاد نے کلمۂ طیبہ ارشاد کیا آٹھون بیٹے
گیا ہور کے بصدق دل اور بحسن عقیدت کلمہ پڑھکر مشرف باسلام ہوئے اور شاہزادۂ والا رتبت نے زہ شادی ومسرور
سے پسران گیا ہور کو اپنے سینے سے لگا کے مخلع بخلعت کیا اور ہر ایک کو دنگل بیٹھنے کے واسطے مرحمت فرمایا اور سب
باطمینان خاطر شاہزادۂ والا گہر معروف جشن ونشاط اور شریک محفل انبساط ہوتا ہی

جنبک دو کلمہ داستان اُن پانچ ہزار سوارون کے جو کہ برگشتہ بخت یہان سے بھاگ کر سمت شہر سجان گئے تھے گزارش کیا جاتا ہی

کہ وہ پانچ ہزار سوار نابکار تیرہ روزگار جو یہان سے مفرور ہو کے گنجاب کے پاس گئے تو اُن سیہ بختون نے از ابتدا
تا انتہا سارا حال پسران گیا ہور کا بیان کر کے کہا کہ ہم خانہ زاد فقط بپاس وفاداری اور نمکخواری اپنی جان بچا کے
واسطے اطلاع سرکار کے یہان تک آئے ہین باقی وہان تو سب بیٹے گیا ہور خون آشام کے اور تمام سوار اور عملہ
شاگرد پیشہ نے بدیع الزمان کا کلمہ پڑھ کے اسلام قبول کیا اور مسلمان ہو گئے گنجاب نے یہ اظہار اُن سوارون کی
زبانی سنکے مانند مار سر دم بریدہ کے پیچ وتاب کھایا اور اپنی ڈاڑھی کو نوچ اور دونون ہاتھون سے اپنا منھ پیٹ کے گیا ہور
خون آشام سے کہنے لگا کہ ای بدذات یہ بربادی اور خرابی میرے ملک کی اور باعث افزونی مال ودولت اور فوج وحشمت
بدیع الزمان کی تیرے بیٹون کی بدولت ہوئی اگر تیرے سب بیٹے ایسی نمک حرامی کر کے مسلمان ہو جاتے اور بدیع الزمان
سے نہ سازکرتے تو اسقدر جو فوج اُسکے پاس کہان سے ہوتی گیا ہور خون آشام نے عتاب وخطاب گنجاب سے
نہایت ترسان ولرزان ہو کر بکمال عجز وانکسار عرض کی کہ ای خسرو بے بدل فی الحقیقت جو کچھ خون اس غلام ناکس
کے تقصیر غلام کے حق مین سرکار تجویز فرمائین غلام سزاوار اُسکے ہی لیکن اتنا امیدوار ہی کہ جیسا بیٹون نے تو جو کیا ہی
اسکی سزا اور تعزیر عنقریب سرکار سن لینگے کہ غلام نے اُنکے واسطے کیا کیا اب غلام کو اجازت ہو کہ ایک

مرتبہ غلام بھی ذرا جا کے رستی او تحقیق اُس بدیع الزمان کی دیکھے اقبال عالی سے دعوے تو غلام کو یہ ہے کہ سب بیٹون
کے سر کاٹ کر اور سر میدان بدیع الزمان کی مشکین باندھ کر غلام آ کے سرکار کو منھ دکھائیگا اور ابکی مرتبہ بدون
تصفیہ کے بقول شخصیکہ مصرع جمع ہون خود ین کب یا وہ خیشتن یا ہم نشین ؛ غلام اگر میدان سے پھرے تو لقا پرست کوئی غلام
کو نہ کہے سب خدا پرست ہی اور مسلمان غلام کو سمجھین یہ کہہ کے اپنی سپر تلوار پکڑ کے اُٹھ کھڑا ہوا اور گنجاب سے رخصت ہوکر
باہر نکلا اور لاکھ سوار اور پیادے کی جمعیت سے بیخ نیشت گردن پر سمت چار باغ ملک حرمان دلکش روانہ ہوا
علقمہ اضطرلابی وزیر اعظم دستور المعظم گنجاب کا کہ بظاہر معلق لقا پرست معروف اور باطن مرد مسلمان خدا پرست موصوف
علم رمل مین وحید روزگار ہی آتے ایک روز قاعدہ علم رمل سے دیکھا تھا کہ بدیع الزمان فرزند ارجمند ثانی سلیمان
امیر حمزۂ صاحبقران کا تمام ملک باختر کو اسلام آباد کریگا جسوقت اس وزیر نے حال روانگی گیا ہور خون آشام
کا بہ تہیہ جنگ سمت چار باغ ملک حرمان دیو کش کے سنا بعد برخاست دربار گنجاب کے اُس وزیر نے اپنے گھرین
آکے وفور بن علقمہ اپنے بیٹے سے کہا کہ اے فرزند تو اپنے ہمراہ فوج وسپاہ لیکے شاہزادہ بدیع الزمان عالی جاہ
کی خدمت مین جاکے انتہا کو مین اور سعادت دارین حاصل کر اور جہانتک تجھسے ہوسکے اُس شہریار عالیمقدار کے کام
جان نثاری اور سرفروشی مین قاصر نہ ہو وفور بن علقمہ نے کہا کہ ای قبلہ وکعبہ فدوی کا بھی دل یہی چاہتا تھا کہ کسی ذریعہ
سے زیر اقدام عالی اُس شاہزادہ ذوی الاحترام کے پہونچے سرخروے جاوید ہون یہ کہکے مع چالیس ہزار سوار باپ
سے رخصت ہوا اور سمت چار باغ ملک حرمان دیو کش روانہ ہوا اثناے راہ مین اپنے جی مین سوچا کہ یون خالی ہاتھ
بحضور شاہزادہ والا صفات جانا نہ چاہیے یہ گیا ہور خون آشام جو کچھ کہ خزانہ اپنی فوج کے صرف کے لیے
ہمراہ لیے جاتا ہی اُسکو اگر کوئی گھات بن پڑے تو اپنے قبضہ مین لا کے بطور نذر اور پیشکش کے بحضور شاہزادہ بدیع الزمان
لیجاؤن بس یہ پیش خود تجویز کر کے بمشورۂ دلیران فوج آدھی رات کے عمل مین چالیس ہزار سوار سے لشکر گیا ہور پر
شبخون مارا اور تمام خزانہ اپنے قبضہ تصرف مین لا کے شادان و فرحان بخدمت شاہزادہ والا شان روانہ ہوگیا
اور لشکر گیا ہور مین تا طلوع آفتاب آپس مین کشت وخون ہوتا رہا اور خوب تلوار چلی جبکہ روشنی صبح کی تجلی
ہوگئی ایک ایک نے ہاتھ کھینچا اور بعد تحقیقات یہ ثابت ہوا کہ وفور بن علقمہ اضطرلابی نے شبخون مارا اور خزانہ لے
گیا گیا ہور خون آشام نے یہ حال شبخون مارنے اور خزانہ لیجانے وفور بن علقمہ اضطرلابی کا گنجاب کو لکھ بھیجا گنجاب
وہ عرضی گیا ہور خون آشام کی پڑھ کے علقمہ اضطرلابی سے بہت آزردہ ہوا اور کہا کہ جب تیرے بیٹے سے ایسی
حرکت ناشائستہ اور نمک حرامی ہو تو اور کسی سے مجھے کیا توقع ہو علقمہ اضطرلابی نے جواب دیا کہ ای گنجاب تو پیشبہ
مرسل رہ چہ ہزار ملک باختر کا ہی جس حالت مین کہ بغیر نادی یعنی تیری بیٹی اور خداوند لقا کی بہو ملکہ گوہر ملک
جبرئیل درگاہ یاقوت شاہ خداوندزادے کی منگیتر پسر حمزہ کے ساتھ رابطہ دوستی اور اتحاد بہم پہونچا کے مسلمان ہوجا
تو میرا بیٹا اگر مجھسے منحرف ہوگیا اور بدیع الزمان کا شریک ہوکر مشرف باسلام ہوا تو اس مین میرا کیا قصور مین
کیا کرون مین بھی تیری طرح سے مجبور ہون گنجاب نے یہ گفتگو علقمہ اضطرلابی کی سنکے بہت پیچ وتاب کھایا اور
لاجواب ہوکر رہ گیا وہان وفور بن علقمہ خزانہ گیا ہور خون آشام کا اپنے ہمراہ لیے جسوقت قریب دروازہ چار
باغ پہونچا ایک عرضی جس مین مضمون کہ خانہ زاد باستدعاے جبہ سائی عتبہ فلک تکریم ملایک مقیم بمشورۂ واجازت
والد بزرگوار امیدوار باریابی بارگاہ اور زیارت اقدام عالی کا ہی آئندہ جیسا ارشاد ہو بجا لائے لکھکر ایک
اپنے مقرب خاص کے ہاتھ مرجان تیز رفتار کے پاس بھجوا دی اور مرجان نے وہ عرضی لیجا کے نظر اقدس شاہزادہ

بدا تلوار تو جھا کے نکل گئی مگر ایک چادر خون کی بجائے فضل کے منہ پر پڑ گئی اور چونکہ فضل کو غش کاری ہو گیا شاہزادہ بہتر صورت بدل زبان شا ترنج جو فضل کو زخم کاری کھا کے حالت غش میں دیکھا ایکبار اپنے رہوار کو تیز رفتار کر کے برابر گیا ہو کے پوچھا اور فضل سے کہا اے ہوا داری لئے باغ میں جا کے علاج زخم میں مصروف ہو میں جواب تیرے حریف کا بخوبی دیے دیتا ہوں یہ کہتے گیا ہوئے آواز بلند فرمایا کہ باش اے ... ایک حریف تو رسیدیم لاضرب مردان عالم گیا ہو خون آشام شاہزادہ عالیمقام کو اپنے مقابلے اور مجادلے میں لانے دیکھا نیزہ ... اور پکار اکر مصرع صید را چون اجل آید سوئے صیاد رود ۔ اے پسر حمزہ تیرہ روزگار تو نے یہ کیا حرکت خلاف ادب کی کہ نیزہ بازی اور خرہ ... ہی کر شمشیر خدا و ند زادے سے جبرئیل درگاہ یاقوت شاہ کی ملکو ہر ملک کو اغوا کر کے بغیر سب یا بزور سحر چار سو میں لا کے اپنا ہم صحبت کیا ہو اور کچھ قہر خداوندی اور عتاب پیغمبری سے اپنے دل میں تجھے خوف نہ آیا حالانکہ گذارم کر از دست من زندہ وسلامت روی شاہزادہ عالیمقام نے یہ گفتگو کیا ہو سن کے جواب دیا کہ اے علیہ اللعن والعذاب کیا ہو تو یہ کیا بکتا ہے اور تیرا لقا خوک بیکر خرس باد یہ خلاف کیا اصل ... بہتر تیرے حق میں یہ ہے کہ اگر تو اپنی زیست چاہتا ہو تو دین شرک خدا پر لعنت کر کے مت بیضاوین اسلام کو قبول کر ورنہ اسی طرح اور ... ذلت وخواری سے تو مارا جائیگا کر تیرے حال پر ابیان ... اور مرغان ہوا گریہ وزاری کرینگے اشعار من آن پیلسنے رزم و جنگ آدیم نہ از بہر بزم و رنگ آدیم ۔ گران ہر کہ بار سر برتن است ۔ علیم علاجش بدست من است کہ گیا ہو یہ تقریر شاہزادہ والا تو قہر کی سے مثل شعلۂ جوالہ بھڑک اٹھا نہایت درہم اور برہم ہو کر وہی نیزہ جو ہاتھ میں تھا سینۂ بے کینہ پر شاہزادہ نامور کے مارا شاہزادہ عالی شان نے سنان نیزہ کو سنان نیزہ پر کا نمونہ بسا شرار ہائے آتشین مانند گلہائے آتشبازی کے دونون نیزون کی سنانون سے پیدا

ہوئے اور اب طرفین سے نیزہ دری شروع ہو گئی اشعار	بدو کل اجل ہر دو را مرگ بار	سنان چون زبان و سنان نیزہ دار
چنان نیزہ با نیزہ آمیختند ۔ سنان یک بدیگر در آویختند	کہ بر ہم زنند تیز زبان گوشہ مار	شہان را ... زلود کازار

سا تھ سا تھ طعنین نیزے کی باہم رد و بدل ہوئیں تھیں کہ ایک مقام پر شاہزادہ ذوالاحترام نے نیزہ دیا ہو رکا کا ... آسمان دی کر صاف دو نیزہ ہاتھ سے گیا ہو رکے مانند ہوائی آتشبازی کے ہوائی ہوا گیا ہو رخون آشام نے اپنا نیزہ نکل جاتے دیکھا دونون ہاتھ قاش زین پر دے مارے اور یہ کہنے لگا کہ اے صبح الزمان غضب کیا تو نے میرے ہاتھ سے نیزہ ہوائی کر دیا مگر دیکھ کیا نیزہ ؟ ... اختیار میں ہی کہ اگر بر سر کوہ مار میخون تو تہ زمین جا کے بوسہ دے خبردار ہو جا یہ نہ کہنا کہ خبردار نہیں کر دیا جا کہ گھوڑے سینے کا ایک ... اقدس شاہزادہ والا تبار گیا ہر چند کہ نگاہ شاہزادہ عالیجاہ کی اسی طرف لگی ہوئی تھی مگر شعلہ شر دیگر اور قضا و رضائے کسی کا چارہ نہیں شاہزادہ عالم تو اس خیال میں تھا حسب اتفاق نمودار گیا ہو رکی شاہزادہ عالی وقار کے رہوار کی آنکھ پر پڑی اور ایکبار وہ گھوڑا تڑپ کر چاہتا تھا کہ سکندری کھا کے گرے شاہزادہ والا قدر مرکب کو سنبھالنے لگا اس عرصہ میں گیا ہو رنے دوسری ضرب تیغ آبدار کی بر سر شاہزادہ عالی وقار لگا لی کہ ایک زخم دامن دار سر اطہر پر اس عرش اقتدار شاہزادہ نامدار کے لگا اور خون جاری ہوا اس اثنا میں دوران شاہزادہ عالی قدمان سنبھلنے میں لگا اور بسرعت تمام رومال سے اپنے سر اقدس کو خوب مستحکم باندھ کر تیغ ... دیو بند او ایام سے کھینچا اور اسی حالت زخم داری میں مرکب کو چمکا کے تیز گیا ہو رکے سر پر مارا گیا ہو رنے سراسیمہ ہو کر سپر کو پناہ کیا لیکن تیغ ... دیو بند نے سپر کو مثل قرص پنیر دو ٹکڑے کر دیا گیا ہو رنے جلدی سے اپنے دونون پاؤن رکاب سے نکالے زین خالی کر دیا ... پر آر پا تیغ آبدار نے گیا ہو رکے گھوڑے کے دو ٹکڑے کر کے زمین پر جا کے بوسہ دیا ایک طرف تو گھوڑا خاک پر گر کے تڑپنے لگا اور ایک طرف گیا ہو رزمین پر منہ کے بل گرا اور پھر سنبھل کے اپنی فوج و سپاہ سے بآواز بلند کہنے لگا کہ بانی جنگ قلعہ بہ گرد ... ساتھ اسکے کہنے کے خیل خیل زیل زیل پیچھے پیچھے قشون قشون دستے دستے گروہ گروہ انبوہ انبوہ فوج کفار بے دین باد و اعدائے دین ... گیا ہو رسپر میں تلوارین بلند کر کے چلے اس طرف سے بھی قریب لاکھ سوار ہزاہیان فضل اور بہادران فضل کے لشکر کفار کو آمادہ کارزار کر کے دیکھ جھٹ پٹ جا کے فٹ پٹ ہو گئے اشعار چلے فول سے فول اور فٹ سے فٹ بڑھ گئے مردان دگر باہم لپیٹ

سے صاف نکلا ہوا سمت صحرا چلا گیا یہان فضل بن گیا ہور خون آشام کی فوج نے جو رمٹ کیا اور شکست فاش ہوگئی اسوقت تا
زخم داری مین فضل پس پا ہوکے چار باغ ملک حرمان الیوکش مین آیا اور دروازے کو قفل اور مسدود کرکے چار سمت فصیل پر
توپین چڑھوادین اور فصیلہ دروازے پر تیل کے کڑھاؤ کڑک کے پوتے ہنڈیان بارود کی لیے ہوے کچھ گولانداز سرخ سرخ سنہری بیٹے کی
پیٹیان سرون پر اور سرخ سرخ بچی کاسنی تنکے کمرون سے باندھے مورچے ان توپون کے پیچھے کھڑے ہوے فتیلے روشن کیے ہاتھون مین لیے
ادھر ادھر ٹہلتے پھرتے تھے اور انتظام باغ باطمینان تمام کرکے فضل بن گیا ہور خون آشام اب معالجۂ زخم مین مشغول ہوا ہی

اب شمہ داستان شوکت بیان شاہزادۂ بدیع الزمان والاشان سے گزارش کیا جاتا ہی

گردہ راہوار شاہزادۂ بدیع الزمان نامدار کو لیے ہوے قریب دس بارہ کوس کے فاصلہ پر نکل گیا اور ایک میدان وسیع الفضا اور
ہواے فرحت افزا مین جاکے وارد ہوا وہان کوسون تک سبزہ دوب کا فیروزہ گون عشرت نما کہ طراوت اسکی آنکھون مین چبھی جاتی تھی دیکھ
کر اسلیے دو شبانہ روز کا بھوکا اور پیاسا تھا چراگاہ مین گھاس کھانے لگا جب خوب پیٹ بھر کے گھاس کھا چکا تو پانی کی تلاش مین
چلنے لگا ایک نہر آب کہ پانی اسکا مثل مروارید صاف اور شفاف تھا نظر پڑی بیچ مارتا تھا اس نہر کے قریب گیا کنارے پر پانی پینے لگا
جب پانی پی چکا تو یہ بھی ایک معمول ہی کہ گھوڑا پانی پینے کے بعد پھریری لیتا ہی اس گھوڑے نے جو پھریری لی تو شاہزادۂ عالیمقدار
اس راہوار کی پشت پر سے جدا ہوکے نہر مین گرا اور زخمی تنون کے جو اسکے سر مین جھک گئے تھے وہ بہ نکلے پانی مین مخلوط ہوکر
بہنے لگے حسب اتفاق اس صحرا مین خواجہ آشوب سوداگر فروکش تھا اسوقت لب نہر وہ اپنے خیمے مین بیٹھا سیر اس نہر کی کر رہا تھا
پانی مین اس نہر کے ایک لکیر خون کی نمودار ہوئی دم بدم زیادہ خون اور پانی مخلوط نظر آیا خواجہ آشوب نے آثار خون کی اس
نہر کے پانی مین دیکھکر اپنے خواص اور خدمتگارون سے کہا کہ بارہا مین نے تم سبھون سے بتاکید تمام ممانعت کردی ہی کہ نیل گاؤ اور گوزن
اور چیتل اور غزالان صحرائی جو اس چراگاہ مین نہر کے کنارے پھرا کرتے ہین اور پانی پینے کو آتے ہین خبردار کوئی انکو صید نہ کرنے پاوے پھر تم
کسی کو نہین منع کرتے ورنہ جا کے دیکھو تو کسنے کس جانور کو شکار کرکے اس نہر کے کنارے ذبح کیا ہی کہ خون اسکا بہتا چلا آتا ہی حسب الحکم
اپنے مالک کے دو ایک خدمتگارون نے جو وہان گئے تو دیکھا کہ ایک جوان نوخاستہ وجیہ و شکیل بصورت آفتاب طلعت شعر
مہ تو جبین چہرہ ماہ کمال ؎ وہ ماتھے پہ بکھرے ہوے سر کے بال ؎ سراپا زخمون سے چور ناگاہ مڑا ہوا سر تو پانی مین اور کمر سے نیچے
کا حصہ لا اور دونون پانون نہر سے باہر خون مین آغشتہ زخمہاے کاری سے مثل تختۂ لالہ ارغوان شگفتہ بیہوش اور خاموش از خود
فراموش پڑا ہی ان خواصون نے خواجہ آشوب سے جاکے کہا کہ خواجہ سلامت کوئی جانور تو نہین ہی مگر ایک نوجوان بہت خوبصورت
نہین معلوم کہ کسی ملک کا بادشاہ یا کوئی شاہزادۂ آسمان جاہ یا کوئی سوداگر بچہ ہی کسی سے زخمی ہوکر لب نہر آکر گرا ہی یا قزاقان اطراف
نے اسے بطمع زر گھوڑے مار کر یہان ڈال دیا ہی اور آپ مال و اسباب اسکا لیکر چلے گئے ہین اسی کے جسم سے یہ خون جاری ہی اور وہی
خون نہر کے پانی مین ملا ہوا چلا آتا ہی خواجہ آشوب یہ نقل سنکر اسی وقت بیتابانہ اٹھ کھڑا ہوا اور وہان جاکے شاہزادۂ عالم کو بایں
ہیئت کذائی دیکھکر اپنے جی مین سوچنے لگا کہ یہ شخص تو کوئی بڑا جلیل القدر عالی خاندان کچھ صورت آشنا معلوم ہوتا ہی شاید اسے کہین
کہین دیکھا ہی ناگاہ نگاہ خواجہ آشوب کی جو نہر نگین انگشتری شاہزادۂ والا گوہر پہ جا پڑی تو اس مین نام شاہزادۂ عالیمقام کا
کندہ کیے پایا کہ یہ شاہزادۂ انجم گروہ گرد شکن صاحبقران ابن صاحبقران شاہزادۂ بدیع الزمان ہی گھبرا کے خواصون خدمتگارون
سے کہا بالکی جلد میرا پلنگ تو اٹھا لاؤ وہ سب خدمتگار اور خواص جھٹ پٹ خیمے مین جاکے ایک پلنگ اٹھا لائے اور خواجۂ آشوب نے چند
خدمتگارون کے نہر مین گھس کے بڑی احتیاط سے شاہزادۂ عالم کو پانی سے نکالا اور تمام خون کو جسم اطہر کے اپنے ہاتھ سے دھوکر اور خوب پاک
صاف کرکے بصد حسرت تمام پلنگ پر لٹایا اور اپنے خیمہ مین لا کے ایک جراح شہر گرجان کا رہنے والا مدت سے خواجہ آشوب کے پاس مدت
سے رکھا تھا اور ہزارون سلوک اور صدہا احسانات اسکے کیے ہوے تھے خواجہ آشوب نے اسکو بلاکے پچاس ہزار روپیے دیے اور شاہزادۂ

والا شان کے زخمون مین ٹانکے دلوا کے مرہم کی پٹیان چڑھوا دین اور اس جراح سے اقرار کیا کہ اگر تو اس والا مرتبت کو جلد اچھا کر دیگا تو مین کمال
خوشنود ہونگا اور بہت سا سلوک کرونگا چنانچہ جسوقت زخمون پر مرہم کی پٹی رکھی گئی اور دھونے اور پاک کرنیکے باعث سے طراوت دماغ اور
ہوا دماغ مین پہونچی تو آنکھ شاہزادۂ عالم کی کھل گئی اور آپ نے دیکھا کہ ایک پلنگ پر پڑا ہون اور گرد و پیش میرے کچھ لوگ جمع ہین اور سرھانے
میرے ایک مرد بزرگ تاجر وضع اشک ریزان نہایت مغموم اور پریشان بیٹھا بنظر حسرت و محبت مجھے دیکھ رہا ہے شاہزادۂ عالم کو پہلے تو ایک
تحیر ہوا کہ مین یہ کیا معاملہ ہے مین یہان کہان ناگہان خیال آگیا کہ شاید مین میدان رزم مین گیاہور خون آشام کے ہاتھ سے زخمی ہو گیا
تھا تو حالت غش مین گھوڑا میرا یہان سے کے آیا ہے یہ سمجھکر اٹھ بیٹھا خواجہ اسوقت نہایت شادان ہو کر بولا کہ کیون صاحبزادے مزاج
مبارک کیسا ہے شکر ہے خدا کا کہ آپ کو مین نے ہوشیار ہوتے دیکھا شاہزادۂ بدیع الزمان نے پوچھا کہ آپ کون بزرگوار ہین اور مجھے یہان
کون لایا خواجہ آشوب نے سر سے پانون تک تصدق ہو کر کہا کہ مرشدزادۂ عالم میرا نام خواجہ آشوب مشہور ہے اور مین ہمراہ سلطان صاحبقران
کے ہمرہ ملاقات سے آیا تھا اور امیر با توقیر نے ازراہ بندہ نوازی مجھے اپنی زبان مبارک سے بھائی اپنا فرمایا اور دستار بدل کی اور مین نے
کنارہ جدول آپ کے حضور کو دیکھا اور آپ کی مہر نگین سے مین نے آپ کو پہچانا کہ آپ شاہزادۂ بدیع الزمان فرزند ارجمند
ثانی سلطان امیر حمزہ صاحبقران کے ہین تب وفور دوستی عبودیت اور جوش محبت سے مین یہان اپنے خیمہ مین حضور کو اٹھا لایا
اور جراح کو طلب کر کے ٹانکے لگوائے مرہم کی پٹیان چڑھوائین شاہزادۂ باقبال یہ حال سنکے نہایت خوش ہوا اور بہت سی
تعریف خواجہ آشوب کی کی یہ تو وہان صدق اخلاص اب حال اُس گیاہور خون آشام کا بیان کیا جاتا ہے کہ گیاہور نے ایک عرضی
بمضمون کہ ای پیغمبر مرسل میدان جنگ مین بوقت مقابلہ بدیع الزمان میرے ہاتھ سے زخمی ہو کر کسی سمت کو نکل گیا ہے اور وہ
نالائق فضل بیٹا میرا بھی میرے ہاتھ سے زخمی ہوا اور بھاگ کر چار باغ مین چھپا ہے مین اس تدبیر مین ہون کہ فضل کو چار باغ
مین گھس کر گرفتار کرلون اور ملکہ گوہر ملک کو مع اسکی خاصون اور تمام ملازمون کے اسیر اور دستگیر کر کے یہان سے
سوار کرا کے قلعہ اور محل مین پہونچا دون لہذا امیدوار ہون کہ تو حاکم وقت اور ہجدہ ہزار ملک باختر کا مالک اور پیغمبر مرسل خداوند ہے
اپنی فوج کو خواہ کچھ اور ہرکارے چپراسی وغیرہ ایسے لوگون کو چارون طرف بھیجکر بدیع الزمان کو پکڑوا منگا کہ وہ اسوقت
بے دست و پا نہایت زخمی اور مجروح ہے کچھ نہین کر سکتا آخر کہین اسی گرد نواح مین گھوڑے سے گر پڑا ہوگا غرض اور
اپنا حال جو کچھ تھا لکھ کر گنجاب کے پاس بھیجی اور گنجاب نے وہ عرضی پڑھکر سنجانی عیار کو حکم دیا کہ تو پہلے تمام
شہر سنجان مین اور آس پاس تیس تیس چالیس چالیس کوس تک منادی کروا دے کہ جہان کہین جسکے گھر مین بدیع الزمان زخمی
ہو کر آئے یا جو کوئی اسے گرفتار کروا دے یا کسی کو وہ کہین ملجائے یا جہان اسکا گھوڑا پکڑا جائے اور وہ شخص اگر سرکار پیغمبر
مرسل مین اسکا سراغ لگا کے خبر کرے تو اُسے اسقدر گنجینہ سرکار سے عنایت ہوگا کہ پھر اُسے دولت دنیا کی احتیاج کبھی عمر
بھر نہ رہیگی چنانچہ حسب الحکم گنجاب کے سنجانی عیار دس بیس عیار اور پیادے چوبترے کے اپنے ہمراہ لیے ایک ڈھنڈورچی
سے منادی کرواتا شہر سے باہر سمت دیہات کے چلا جاتا تھا کہین ادھر سے وہ حمید جراح خواجہ آشوب کے پاس سے شاہزادۂ
بدیع الزمان کے زخمون پر مرہم پٹی چڑھا کے اپنے گھر کو پھرا ہوا آتا تھا اُسنے جو یہ منادی سنی اور سنجانی عیار کو دیکھا اس
جراح ولد الزنا علیہ اللعن والعذاب نے سنجانی سے کہا کہ اگر تم مجھے گنجاب کے پاس لیچلو تو مین سراغ بدیع الزمان کا
بتادون سنجانی عیار اسے اپنے ساتھ لیے گنجاب کے پاس گیا اور یہ وقایع گنجاب کے سامنے بیان کر کے ملازمت اُسکی
گنجاب سے کروائی گنجاب نے اُس سے پوچھا کہ سچ سچ بتا تو نے بدیع الزمان کا سراغ کسکے مکان مین اور کہان سے بہم پہونچایا
اُسنے عرض کی کہ ظل رعایاے شہر سرکار سے ہمیشہ جراحی کا کرتا ہو جہان کہین کوئی زخمی ہوگا وہان ہم غلامون کی رسائی خواہ مخواہ ہوگی
چنانچہ ماجرا یہ ہوا کہ ایک سوداگر اسی گرد نواح مین یہان سے کوئی دس کوس کے فاصلے پر فلان نہر کے کنارے اترا ہوا ہے اسکے

خیمے میں بدیع الزمان کو غلام نے اسکے سر کے زخم میں ٹانکے لگائے مرہم کی پٹیاں چڑھائی ہیں اور خواجہ آشوب کے نام پر قربان ہو
گنجاب نے یہ حال سنکے نہایت پیچ و تاب کھا کے ارباب باختری ایلک فسر کی طرف متوجہ ہو کر کہا اگر تو اسی وقت جاکے بدیع الزمان کا
سر کاٹ کر خواجہ آشوب کو بہزار ذلت و خواری گرفتار کر لا حسب الحکم گنجاب کے ارباب باختری مع اپنے تیس ہزار سوار کے اسیوقت بارگاہ سے
لشکر روانہ ہوا اور کوئی پہر بھر کے عرصہ میں قریب تین کوس کے پہونچا حسب اتفاق ایک غلام خواجہ آشوب کا کچھ سودا خرید کر لکو منجان کی طرف آتا
تھا اس نے جو فوج کو دیکھا تو پوچھا یہ سب کہاں جاتے ہیں چاکروں نے کہا کہ ارباب باختری چار سردار مع تیس ہزار سوار کے خواجہ آشوب
سوداگر کو کہ اسنے ایک دشمن بزرجمہر کو اپنے گھر میں چھپا رکھا ہے گرفتار کرنے اور گھر بار لوٹنے کو جاتے ہیں یہ خبر وحشت اثر سنکے وہ غلام بیچ بچاؤ
اور خواجہ سے جاکے سارا حال کہا کہ خواجہ سلامت آپ غافل کیا بیٹھے ہیں ارباب باختری تیس ہزار سوار سے حسب الحکم گنجاب آپ کے گرفتار کرنے اور
تاخت و تاراج اہل و اسباب کے آتا ہے خواجہ آشوب نے جو یہ ماجرا سنا تو جلدی سے ایک پیالہ شربت کا تیار کر کے اسمیں قدرے بیہوشی مخلوط کر دی اور
شاہزادہ بدیع الزمان کے پاس لیجا کے کہا شہزادہ عالم اس شربت کو نوش فرمائیں بہت مفید ہے شاہزادہ عالم نے بے تامل اس شربت کو پی لیا
اور دم بھر بعد بیہوش ہو گیا اسوقت خواجہ نے شاہزادہ عالم کو ایک صندوق میں لٹا کے تہ خانہ میں جہاں اور ہزاروں صندوق مال کے رکھے تھے
وہاں رکھوا دیا فضل بن آشوب جو خواجہ آشوب کا بیٹا تھا اسنے عرض کی کہ بابا جان شاہزادہ عالیمقام کو تو آپ نے اسطرح چھپا لیا لیکن ارباب
باختری پوچھیگا کہ وہ زخمی کیا ہوا اور وہ جراح گواہی کو ہاں اور شہادت بشہود گفتگو کریگا تو کیا جواب دیجیگا خواجہ آشوب نے کہا بیٹا جو مرضی الٰہی
اسکا تو مجھے کوئی جواب یاد نہیں فضل نے کہا کہ بابا جان میں اپنے ہاتھ سے ایک تیر اپنے سر پر مارتا ہوں اور آپ اسی مرہم کی پٹی میرے سر پر
رکھکے اسی پلنگ پر بجائے شہزادے کے لٹا دیجیے جسوقت ارباب باختری آئے تو بلا خوف و خطر آئے اندر چلے آنے دیجیگا اور کچھ جواب نہ دیجیگا
یہ کہکے فضل نے تیر اپنے سر پر مارا کہ ایک زخم فضل کے کاسہ سر میں لگا خواجہ آشوب ہر چند بجوش خون شفقت پدری بیتاب ہو گیا تھا مگر جیسا
آنکھو سنبھال کے دیکھتا ہوا کہ اگر ہزار بیٹے میرے فرق سر پر شاہزادہ بدیع الزمان کے نثار ہو جائیں تو بھی افتخار ہے اس زخم کو جستی تمام پاک کیا اور مرہم
کی پٹی اسپر چڑھا کے اسے اسی پلنگ پر لٹا دیا اور منہ پر اسکے چادر ڈال کے برابر بیٹے کے بیٹھ رہا اتنی دیر میں ارباب باختری مع جراح کو ساتھ
لیے تیس ہزار سوار سے آپہونچا اور چاروں طرف سے محاصرہ کر کے آپ بانشست و بہ نہاد خیمے کے چبوترہ کار پر بیٹھا اور خواجہ آشوب کے گھر اول سے کار ارباب
باختری نے مع سید جراح اندر خیمے کے جاکے دیکھا کہ خواجہ آشوب مغموم اور مکدر بیٹھا ہے اور برابر اسکے ایک پلنگ پر کوئی شخص بشکل بیمار اور
مجروح کے سر سے پاؤں تک چادر اوڑھے بیہوش پڑا ہے ابھی ارباب باختری قریب اس پلنگ کے نہیں پہونچا تھا کہ خواجہ آشوب نے ارباب باختری
کو دیکھکے کہا ہاں ہاں صاحب یہ کیا ظلم ہے کہ مسافروں اور سوداگروں کے مکان میں لوٹن مچا رکھا ہے آپ گھسے چلے آتے ہیں وہیں ٹھہرے رہیں
ٹھہریے اور یہ کہکے انکے روکنے کو دوڑا اور ادھر ارباب باختری نے مارے غیظ و غضب کے یہ کہا کہ او بدذات تو عتاب گنجاب سے کچھ نہ ڈرا جو تو نے
یوں نخوت و خطر اُس دشمن خداوندگار اور منسوب درگاہ بزرجمہر یعنی بدیع الزمان کو اپنے گھر میں چھپا کے رکھا ہے خواجہ آشوب کچھ دم بخود رہ
خواجہ آشوب گھبرا کے رو گیا اور پھر سنبھل کے ہاں ہاں کرکے کہنے لگا کہ صاحب ٹھہریے ذرا میری عرض سن لیجیے یہ تو میرا بیٹا ہے بدیع الزمان اسکا نام
نہیں ہے وہ جراح جو ساتھ تھا اسنے ارباب باختری سے اشارہ کر کے کہا کہ سرکار یہ سوداگر بڑا ہی مکار ہے یہ اسکا بیٹا نہیں ہے یہ سوداگر بات بناتا
ہے اور جھوٹ بولتا ہے ابھی تو میں مرہم کے پھاہے بدلکر یہاں سے گیا ہوں یہ بدیع الزمان ہی ہے جسے بزرجمہر نے خطاب بلند اقبالی کا دیا تھا اب
اسکی چادر اٹھا کر منہ تو دیکھیے میرا جھوٹ سچ کھل جائیگا ارباب باختری نے برابر پلنگ کے جاکے چادر جو کھینچ لی تو فضل بن آشوب ایک وجانکاہ چیخ
کہا کہ ہائے بابا جان آپ نے یہ کیا غضب کیا مجھے چادر کھینچنے سے بڑی ایذا ہوئی ارباب باختری صورت فضل بن آشوب کی دیکھکر ایک سکتے
کی حالت میں رہ گیا اور نہایت اپنے جی میں خجل ہو کر ایک تلوار اس جراح نابکار کے ماری کہ سر تن سے جدا ہو گیا بعد ازاں ارباب باختری نے
بہت معذرت خواجہ آشوب سے کی اور پوچھا کہ یہ معاملہ کیا تھا اس جراح کو تجھ سے کیا عداوت پیدا ہوئی جو اس نمک حرام نے یہ فتنہ انگیزی کی تھی خواجہ آشوب
نے کہا اے ارباب باختری ماجرا یہ ہوا کہ کل میرا بیٹا بطریق سیر طرح طرح کی کوہستان میں جا نکلا تھا وہاں چند قطاع الطریق مجتمع تھے اور بطمع دنیا

انکو بیچ کھا سوار کے چاہا تھا کہ گھوڑا مع زین لگام میرے بیٹے کا چھین لین فضل نے بمقتضاے عہد شباب تلوار پکڑی زخمی ہو گیا اور دو ایک ادھر بھی
اسکے ہاتھ سے مارے گئے اسمین کچھ اور لوگ میرے نوکرون مین سے جو اُسکے ساتھ گئے تھے پہونچ گئے وہ قطاع الطریق بھاگ گئے میرے ملازم اسکو
پالکی مین ڈالکے میرے پاس لائے مین نے اس جراح کو بلا کے پاس تو رے دیکر زخم کو بخیہ کرایا اور کہا کہ مین تجھے جسوقت کہ میرا بیٹا غسل صحت کریگا خلعت
دونگا اس بدذات جراح کو طمع دامنگیر ہوئی اسنے کہا کہ لاکھ روپیہ نقد اور مجھے دیجیے تو بیچ چلہ غسل صحت کروا دونگا چنانچہ اسمین عذر کیا اُسنے کہا اگر تم مجھے
لاکھ روپیہ نہ دوگے تو مین تمھارا مال اسباب سب لٹوا دونگا اور مفت مین تمھاری جان اور عزت جائیگی مین نے کہا کہ چنے کیسی چوری نہین کی
خون نہین کیا مین تجارت پیشہ سوداگر رعایاے پیغمبر حل ہے ہون بجرم خطا میرا گھر اور اسباب کون لوٹیگا اور کسکی بے تقصیر میری گردن ماریگا
بس اتنی بات پر اس بدذات نے یہ مفسدہ پردازی کی ارباب باختری عزم مفسدت کرکے مع اپنے بیس ہزار سوارون کے وہان سے چلا اور گنجاب نے
ساری حقیقت اور شرارت اس جراح کی بیان کی اور کہا مین نے مارے ذلت اور ندامت کے اس جراح کو جہنم واصل کیا گنجاب نے کہا کہ یہی اسکی
سزا تھی تم نے خوب کیا خوش بیٹھے گنجاب تو خوش ہو رہا ارباب باختری اپنے دنگل پر جاکے بیٹھا وہان کا حال سنیے کہ جب ارباب باختری مع خواجہ
آشوب کے پاس سے گنجاب کی بارگاہ کی طرف روانہ ہوا تب خواجہ آشوب نے شاہزادہ بدیع الزمان کو صندوق مین سے نکالکے پلنگ پر لٹایا اور فتیلہ
رفع بیہوشی کا دیا شاہزادہ کی آنکھ کھل گئی دیکھا کہ بائین طرف برابر میرے ایک پلنگ پر فضل بن آشوب بھی زخمی پڑا ہے شاہزادہ عالی وقار نے
پوچھا کہ خواجہ سلامت خیر باشد یہ فضل کیونکر زخمی ہو گیا خواجہ آشوب نے سب سرگذشت اس بیجراح کی مفسدہ پردازی اور ارباب باختری کے
حسب الحکم گنجاب کے آنے کی اور بیچنا فضل کا اپنے ہاتھ سے تیز سر بار کے زخمی ہونے کی شاہزادہ عالم سے بیان کی شاہزادہ والا رتبت نے
خواجہ آشوب سے یہ حال سنکے کہا کہ آپ نے بڑا غضب کیا مجھے ہوشیار کر دیا ہوتا وہ جو بابا جان یعنی سلطان صاحبقران آپ کی تعریف و توصیف
ہمیشہ فرمایا کرتے تھے فی الواقع کہ مین نے آپکو ویسا ہی دیکھا اور مین نے آج سے فضل کو اپنا بھائی کہا القصہ اب چند روز کے شاہزادہ
بدیع الزمان اور فضل بن آشوب کے زخم اچھے ہو چکے اور غسل صحت کی تیاری ہوئی خواجہ آشوب نے بڑی دھوم دھام سے تیاری جشن کی
کرکے طائفہ ارباب نشاط کے بلوائے ہنگامہ رقص و سرود گرم ہوا شاہزادہ عالم اور فضل بن آشوب دونون پاس بیٹھے ناچ دیکھ رہے تھے
قضاے کار رفقاے عشرگرد مرد اور ارم زاد بخشی سے یہ دونون عیارون کو بدیع الزمان اور قاسم کے ملک سنجان مین خروج کرنے
اور شبخون مارکر قتل عام ڈالنے کا وقائع پڑھکے واسطے تحقیقات اسحال کے گنجاب کے پاس بھیجا تھا وہ دونون عیار جو سبابل سے حسب الحکم لقا فدا کے
باختر کے چلے تو کوئی پہر رات گئی ہوگی جہان یہ صحبت ناچ رنگ کی خواجہ آشوب نے قرار دی تھی وہین آکے نکلے اور ان دونون عیارون نے جو یہ جلسہ
دیکھا تو بہیت عیاری محفل مین جاکے تماشا دیکھنے لگے ناگاہ ان دونون کی شاہزادہ عالیجاہ بدیع الزمان کی جانب آنکھ پڑی دونون نے
بدیع الزمان کو خوب دیکھا بھالا اور باہم کہنے لگے کہ خداوند لقا نے ہمکو اسی بدیع الزمان کی خبر کے واسطے گنجاب کے پاس بھیجا ہو جواب یہ حال چلکے
گنجاب سے کہین کہ بدیع الزمان خواجہ آشوب کے گھر مین رہتا ہے ہم بچشم اپنے اُسے ناچ گانے کی صحبت مین بیٹھا دیکھ آئے ہین قصہ مختصر یہ کہکے دونون
فلکین بھرتے سمت سنجان روانہ ہوے اور جلد بارگاہ گنجاب کے دروازے پر پہونچے تو از بسکہ یہ دونون مقرب درگاہ لقا اور طاوس جن مین بس
مشرک خدا کے مشہور تھے گنجاب نے انکی آنے کی خبر سنکے بڑی عزت اور توقیر سے ان دونون عیارون کو بلایا اور کرسیان بیٹھنے کو دین عشرگرد مرد و ارم
زاد بخشی گنجاب کو سلام کرکے بیٹھے اور تحفہ سوغات مشرک خدا کی طرف سے جو کچھ کہ لائے تھے وہ پیش ہوچکا اور بعد اسکے انہی دونون عیارون نے برسبیل
تذکرہ کہا یا مقرب مرسل ابھی ابھی چلے آتے تھے اثناے راہ مین بدیع الزمان کو خواجہ آشوب کے گھر مین فلان جھیل کے کنارے دیکھا ہو کہ محفل رقص و سرود مین
بیٹھا ہے اور فضل بن آشوب شراب پی رہا تھا گنجاب نے جو یہ حال شاہزادہ بدیع الزمان کا سنا تھا کہ سر دم ہو پیچ و تاب کھا کے سمت ارباب باختری متوجہ
ہوا اور کہا نا سزا نکلے ارباب باختری پر نہایت غصہ و غضب تاب ہوے وہ اُسی دم بہادر رودال یعنی ارباب باختری نہایت غیظ و طیش مین اپنی سپر تلوار لیکر
پہونچا کے وقتی بیچ ... ہوا اور سرہد بدر علم یہ کلام کرکے کہ لوگ سپاہی پیشہ متحمل گفتگوے لاطائل کے نہین ہوتے فقط اس خیال سے کہ تیرا چند روز
اپنے نمک کھایا ہوا اسوقت کچھ تجھے نہین کہ سکتے ہر چند کہ مجھے بدیع الزمان کو نہین دیکھا تھا فضل بن آشوب زخمی پلنگ پر پڑا تھا اور دارو گیر

غرض کرو ہم کہ بیماری خواجہ آشوب نے بدیع الزمان کو کہیں مخفی کر رکھا ہوگا تو ہماری بلا جانے تو نے خلاف شان ہمارے آئینگے ملوک کی اب ہم بھی
رفاقت اور شراکت بدیع الزمان کی جا کے کرتے ہیں آخر تو بدنام ہو چکے ہم باواز بلند کہے دیتے ہیں کہ جسکے حوصلہ ہو رفیق ہمارا ساتھ دے نہیں تو اور
کہیں چلا جانے دے کہ ہم شاہزادہ بدیع الزمان کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنے کیلیے جاتے ہیں غرض یہ کہکر اپنے ساتھ والوں کو یاد کیا جو کوئی
رفاقت اور میری محبت منظور رکھتا ہو وہ میرے ہمراہ چلے میں شاہزادہ بدیع الزمان کی خدمت میں جاکے ملت بیضا دین اسلام قبول کرونگا اور اسکی غلامی
کو افتخار دارین اپنا سمجھونگا اور جسے لعاپرستی منظور ہو اسکا جہاں جی چاہے چلا جائے سب ساتھ والوں نے جواب دیا کہ اے ارباب باختری ہم تم
تیرے مطیع اور فرمانبردار ہیں جو تو فرمائیگا وہ بجان و دل قبول کرینگے بکو بیان رہنے سے کیا مدعا کار قصہ مختصر ارباب باختری بخوف و خطر بارگاہ
گنجاب سے باہر نکلکر اپنے مرکب پر بیٹھکر مع تیس ہزار سواروں کے سمت چارباغ ملک ماں و گش روانہ ہوا بارگاہ گنجاب میں کسی کا اتنا حوصلہ
کہ روک سکتا مقابلہ اور مجادلہ کرتا تو بڑی بات تھی کوئی جواب تک نہ دے سکا گنجاب نے گفتگو ارباب باختری کی سنکے اچھا برا کچھ نہ کہا دل ہی دل میں پیچ
و تاب کھا کے رہ گیا جسوقت کہ ارباب باختری سوار ہو کر بارگاہ سے بہت دور نکل گیا اسیوقت جلیل دراز ترکیب کو جانب اپنی طلب کر کے
حکم دیا کہ تو جاکے بدیع الزمان کو اگر زندہ دستیاب ہو تو مشکیں باندھکر اور جو ارے تو سر کاٹ کر جلد لا جلیل دراز ترکیب نے عرض کی خود یہ سو ہلکر ای جلیل ترکی
شجاعت اور دلاوری کا شہرہ یکچند ہزار ملک ختن و باختر میں مشہور ہے مجھے ایک ادنی ذلیل اوقات سپاہی بدیع الزمان سے مقابلے اور مجادلے کیا
موجب سرشان کا ہے جسوقت بدیع الزمان پر ہاتھ میرا سیکا سو کوس پر بھاگ کر دم لیگا پس کیا ضرور ہے کہ اپنے چھوٹے بھائی اجلیل دراز ترکیب کو ارشاد کیجئے
تو جاکے بدیع الزمان کو پکڑ لاوے جب اُسکے کہنے سے اجلیل دراز ترکیب اپنے لشکر کو لیکر سمت چارباغ روانہ ہوا حسب اتفاق ایک غلام خواجہ آشوب
کا شہر سنجان میں دوکان بزازی کی کرتا تھا آنے جانے ارباب باختری کے برخاست خاطر ہو کے گفتگو سے پروانہ دار گنجاب کے اور پنج
ہزار سوار سمت شاہزادہ بدیع الزمان جانے اور پیچھے اجلیل دراز ترکیب کو یہ مشورہ جلیل دراز ترکیب حسب اجازت گنجاب برسر شاہزادہ
عالیجاب روانہ ہونیکا سنا اور دیکھا جھٹ پٹ اپنی دکان کو بند کرکے خواجہ آشوب کے پاس آیا اور سارا حال ابتدا تا انتہا مفصلاً و مشروحاً
بیان کیا خواجہ آشوب یہ حال سنکے چاہتا تھا کہ جس شاہزادۂ بدیع الزمان کو کسی حیلے سے کہیں مخفی و پنہاں کرے شاہزادۂ عالم کو سارا حال
معلوم ہو گیا اُسنے ہرگز قبول نہ کیا جب خواجہ آشوب نے دیکھا کہ اب اس مقدمہ کو طول کھنچا اور شاہزادۂ بدیع الزمان کسی ترکیب سے
میرا کہا نہیں مانیگا مجبور اور ناچار آل کار کو سوچکر جھٹ پٹ مع مال و اسباب تجارت کشتیوں پر سوار ہو سمت ملک بربر روانہ ہوا لیکن
تفضل یہ ہن آشوب بخدمت شاہزادہ والا مرتبت رہا اور شاہزادہ مشغول آمادۂ رزم و پیکار ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اپنی سپر تلوار پکڑ کے مرکب پر
سوار ہوا اور باغ سے باہر نکلا اس عرصہ میں اجلیل دراز ترکیب مع اپنی فوج و سپاہ کے آپہونچا اور شاہزادہ علی مقدار کو یکہ و تنہا بیجان
واحد میدان میں مسلح اور مکمل استادہ دیکھکر نہایت کبر و نخوت سے پکارا کہ باش ای خیرہ سر تیرہ روزگار کے کہ ادم تیرا کہ از دست من زندہ
و سلامت رہی یا اور مرکب کو چمکا کے قریب شاہزادہ والا تبار کے آ کے کہنے لگا ضرب مردان عالم کا ارادہ دست دیا اور ہی وار کیم شاہزادۂ
عالم نے جواب دیا کہ اے اجلیل دراز ترکیب ہمارے طریق میں حریف پر پیش دستی نہیں کرتے شعر تو اول بر آور تمنائے خویش ؛
کہ من خصم را امید ہم جائے بیش ؛ اجلیل دراز ترکیب نے کہا کہ اے بدیع الزمان بری فرصت کہ قضا و ما یچید ہزار ہی جسوقت تو میری
ضرب سے جانبر ہوا تو تیرے دل کی حسرت اور جی کا ارمان کیونکر نکلے گا دو وارے وہ جو چلے وارسے بہ سوچ کر ضرب پڑ گیا وارے ؛
شاہزادہ عالی مقام نے فرمایا کہ اس گفتگوئے فضول سے کیا حصول تجھے جو ہو سکے کوتاہی نہ کر اگر خدا میرا کہ وہ قادر مطلق ہے تیری
ضرب سے مجھے محفوظ رکھیگا تو میں تجھپر ضرب لگاونگا اجلیل دراز ترکیب نے کہا خبردار رہنا یہ نہ کہنا کہ خبردار نہیں کیا تھا یہ کہکے ایک وار
تلوار کا برسر اقدس شاہزادہ نامدار کیا شاہزادۂ عالم نے اسکی ضرب کو روک کے تیغ بار کر مع راکب اور مرکب چار پر کاٹے جسکے سپاہی
اپنے سردار کو مارے جانے اور جہنم واصل ہونے دیکھکر چاروں طرف سے تلوارین کھینچ کھینچ کر شاہزادۂ عالیمقام پر ٹوٹ پڑی ناگاہ از برونہ
بیابان گردے برخاست تیرہ و تیرہ و خیرہ خیرہ سر گرد بہ آسمان رسیدہ و ہا سے گرد بر زمین دو زیدہ غلطان و پیچان چون سر زلف عروسان خم

گرد کو اور گرد نے مارا ہوا کو دامن گرد شگفتہ ہوا دیکھا کر ارباب باختری تیس ہزار سوار سے آ پہونچا اور یہ تماشا سے لڑی فوج کفار کا کہ ہزاروں پیادے اور سوار اس یکہ تنہا شاہزادہ عرش افتدار پر تلواریں کھینچے آ دوڑ رزم پیکار تھے دیکھکر مع اپنی فوج کے سوکر آ دے میدان کارزار ہوا اور آن واحد میں فوج الجلیل سا زتر کیب خریت لی کے بھاگ کھڑی ہوئی اور ارباب باختری اپنے مرکب کو نکالکے قریب شاہزادہ عالی مقام پہونچا اور گھوڑے سے کودکر کاب سعادت انتساب اُس عالی مقام کو پکڑلیا شاہزادہ عالم بھی ان ان کرکے کود پڑا ارباب باختری یہ کہکے کہ مین آستوعا ے زیارت اقدام عالی و تمنا ے حصول دین اسلام مین بیتاب سے کشیدہ خاطر اور شکستہ دل ہو کے آیا ہوں چاہتا تھا کہ قدموں پر گر پڑے شاہزادہ والا مرتبت نے ہاتھ پکڑ لیا اور گلے سے لگالیا ارباب باختری نے پھر عرض کیا کہ شہریار غلام میرا اگر جو آپکے دین کو اختیار کرنا قبول کیا گئے شاہزادہ عالم نے کلمہ شہادت ارشاد کیا ارباب باختری کلمہ پڑھکے مسلمان ہوگیا بعد ازاں آ تیس ہزار سواروں سے پوچھا کہ کیوں صاحب میں نے تو پڑھ لیا غلامی اس شہریار کی بدل جان قبول کی اور ابھی میں جو وقت گنجاب بزرگ جاتی تھی کہا تھا وہ ارباب تم بھی سمجھ گئی ہو سبھوں نے دست ادب باندھ کے عرض کی کہ اے سردار ہم تو یہ جانتے ہیں جو آقا کا دین وہ نوکر کا دین جو کچھ بھی کلمہ ارشاد کیجیے کہ ہم بھی پڑھکے مشرف باسلام ہوں ارباب نے کلمہ طیبہ اُن سب کے سامنے آواز بلند پڑھا اور سبھوں نے بصدق دل کلمہ پڑھکے اسلام قبول کیا بعد ازاں شاہزادہ عالیمقام بعظمت تمام و شوکت مالا کلام شادیانے فتح کے بجواکے مع ارباب باختری اور تیس ہزار سوار سمت چارباغ ملک حرمان روانہ ہوا

اب تتمہ داستان حیرت بیان ملکہ گوہر ملک بیان کیا جاتا ہے

کہ جس وقت کیا ہور خون آشام کی ضرب تیغ سے شاہزادہ عالی مقام زخمی ہوگیا اور گھوڑا اس شہسوار عالی مقدار کا لیکر حالت غشی میں وعدہ گاہ معاف سے نکلکر سمت اُس جنگل کے لگیا تھا کیا ہور نے چارباغ ملک حرمان دلکش کا محاصرہ کیا تھا اور چاہتا تھا کہ ہجوم کرکے چارباغ مین گھس پڑے قاتل زنگی و مقاتل زنگی دونوں غلام جان نثار شہزادہ نامدار کے مع اسی ہزار دلیران عرصہ کارزار قلعہ بند چارباغ مین ہوکے فیلبند دروازہ پر آ بیٹھے اور گرد پیش چارباغ کے خندق کھدوا کے پُر آب کردی اور چارطرف فصیل پر توپیں چڑھوا دیں مہرے اُنکے سمت میدان گولا انداز مسلح اور مکمل متامین ہاتھوں میں لیے پھرے اور گولے اوپر سے مار رہے تھے فیلبند دروازے پر باڑھ جوان حبشی شیکے جنڈیاں بارود کی تیل سے کر تر کرکے پوپے توپوں کے گولوں اور چھروں کی بوچھار کر رہے تھے مگر کیا ہور بادشاہ کے کہ ہزاروں کفار نابکار پیادے اور سوار واصل نار جہنم ہوگئے تھے اور تمام خندق پیا سوت لاشوں سے پٹ کے زمین ہموار ہوگئی تھی حملہ کرکے خندق کو طے کر گیا تھا اور عنقریب تھا کہ فوج کفار بے تمیز یان لگا کے اندرون تیغ گھس پڑے اُدھر ملکہ گوہر ملک حالت یاس و ہراس میں نہایت سراسیمہ اور حیران و پریشان گریاں و نالاں مع دیگر مستورات زنان باصد آہ و فغاں بالاے بام سمت قبلہ منہ کیے زمین پر ماتھا رگڑ رگڑ اور سر اپنا ٹکرا تی پھرتی جناب باری سے دعائیں مانگ رہی تھی ناگاہ تیر دعا کا اُسکے ہدف اجابت پر جا بیٹھا اور سیدرحمت الٰہی جوش میں آیا یعنی یکایک شور از دامن دشت و بحر و زنگ و گردے برخاست طوطیا رنگ جسوقت وہ گرد بیٹھی تو دیکھا کہ شاہزادہ عالی مقدار بدیع الزمان طالع ارباب باختری اور تیس ہزار سواران شجاعان عرصہ کارزار و دے نمودار ہوا چنانچہ ملکہ اور قفل مین گیا ہور خون آشام اور ترک جوشن پوش وغیرہ جتنے رفقاے جان نثار و دلیران عرصہ کارزار شاہزادہ عالیمقدار تھے سب جلوہ جمال اُس با اقبال کا دیکھکر و فور خوشی اور مسرت سے معروف سجدات شکر جناب باری ہوا اور تمام باغ میں صوم شادی اور مبارکبادی کی ہر چار طرف سے اہل اہل ہجوم کیے شاہزادہ عالم کی جانب خوش خوش بجانب چارباغ سے تھے.

اب تتمہ داستان شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم جلیل الشان خونریز خاوری سے گذارش کیا جاتا ہے

جب شاہزادہ قاسم نے خسرو قزاق کو زیر کرکے مسلمان کیا اور دشت میں دو ہزار سوار سے شہر کو دیں جا کے جشن عیش و نشاط میں مشغول ہوئے سے لگا رہا تھا اور پھر اپنی فوج کی جاری کر دی تھی اور سبھی فکر میں تھا کہ شہر تسخیر کرے ... مرکباب جادوں ایکبار خبردار نے خبر دی کہ

شاہزادہ بدیع الزمان گیاہور خون آشام کے ہاتھ سے مجروح ہو کے کسی طرف نکل گیا اور قفل بن گیاہور زخمی ہو کے چارباغ ملک
خراسان میں جا کے متعارف ہوا اب گیاہور خون آشام بہ فوج کثیر چار طرف سے ہلہ کر کے قریب خندق کے جا پہونچا ہے کہ حیلہ
کر خندق کو طے کر کے دھاوا کرے اور چارباغ میں گھس کے رفقائے بدیع الزمان کو قتل کرے اور ملکہ گوہر ملک کو گرفتار کر کے سوار کر کے
لیجائے یہ خبر وحشت اثر سنکے شاہزادہ خاور سیاہ پیچ و تاب کھا کے پکارا کہ مصرع صد خندہ مرگ بر چنین زیست ؛ بجی جان اور رفقائے ہم
بزرگوار پر چار طرف سے کفار کا بلوہ اور یورش ہوا اور ایسے وقت بدن میں شرکت نہ ہوں اس سے بہتر یہ ہے کہ میں جا کے اس بدانجام گیاہور
کا ایک ہی ضرب تیغ طلا کار سے فراسیابی میں کام تمام کروں اور تا بد آباد تک یہ احسان عظیم برادر بدیع الزمان پر رہے یہ کہکے خسرو قزاق کو مع
بارہ ہزار سوار کے ہمراہ لیکر اپنے مرکب پر سوار ہوا اور ایک شبانہ روز مرکب کو گرم تگ کر کے پہونچا یہاں وقت کہ گیاہور خون آشام
خندق کو طے کر کے قلعہ بند دروازہ کے قریب پہونچ چکا ہے اور جو کوئی ادھر سے آتا ہے اسکو گرز سے روکتا بچتا چلا جاتا ہے اور ایک طرف سے
قریب دو لاکھ سوار و پیادہ کے سپریں لیے تلواریں کھینچے نیزے اٹھائے بلوہ اور یورش کیے چلے آتے ہیں عنقریب ہے کہ سیڑھیاں لگا کر باغ پہلانگیں
اور اندرون باغ اتر کے قتل عام شروع کریں قاسم نے یہ معرکہ دیکھ کر خسرو قزاق سے کہا کہ ہاں خبردار اپنی فوج سے ہوشیار رہنا میں اس تیرہ
انجام گیاہور خون آشام کو للکار کر آمادہ رزم و پیکار ہوتا ہوں ناگاہ اس طرف سے شاہزادہ بدیع الزمان عرش جاہ جوق جوق ارباب باختری
اور تیس ہزار سوار کے ہلالے غریان گستہ چلا آتا تھا آتے جو گیاہور خون آشام کو قریب دروازہ چارباغ پہونچے اور افواج کفار کو خندق طے
کر کے دیوار باغ پر سیڑھیاں لگاتے دیکھا وہیں سے نعرہ اللہ اکبر جگر سے کھینچ کر نعرہ کیا نظم موج خون شد انجمن ؛ بدیع الزمان گرد لشکر شکن ؛
بدیع الزمان نعرہ کرد در زمین ؛ تو گفتی زدند آسمان بر زمین ؛ ز تیغ بلی ملک اسلام شد ؛ کہ سر فتنہ باختر تمام شد ؛ اور مثل شیر غران یا فیل
دمان شمشیر زنی کرتا لاش پر لاش دھرتا سر پر سر دھرتا پرمردہ گراتا ہوا سمت گیاہور خون آشام چلا گیاہور نے جو نعرہ کوہ شگاف اس
فرزند زادہ حضرت ثانی سلیمان کا سنا پلٹ کر دیکھا کہ شاہزادہ بدیع الزمان آپہونچا اور میرے لشکر میں تلاطم ڈالدیا ہے عجب نہیں کہ
میری فوج پھر منتشر ہو جائے اور جان نکلی ہو دروازہ چارباغ سے جانب شاہزادہ والا مناقب مخاطب ہوا اور یہ کہتا ہوا مصرع
صید را چون اجل آمد سوی صیاد رود ؛ چلا اور میں سے تیغ کو میان سے کھینچ اپنے گھوڑے کو تازیانہ مار کے قریب شاہزادہ عالم کے پہونچا اور
آتے ہی آمادہ مرگ اور مباحثے تقاضا ہو کر تلواریں مارنے لگا وہاں جو قاسم نے دیکھا کہ بدیع الزمان اور گیاہور سے مقابلہ ہو گیا ہے خود
یہ تجویز کیا کہ ایسا نہ ہو یہ کشتی گیر گیاہور کو ذبح کرے میرا نام خواہ مخواہ کب ہو تیغ کو کام کرے اس طرف قاسم بھی برابر گیا ہو کے آپہونچا کہ شاہزادہ
بدیع الزمان نے بچستی تمام اگر یہ چاہا کر جو تیغہ مارا تو گیاہور نے ہر چند کہ ہوشیاری تمام سپر کو پناہ کیا لیکن وہ برق شمشیر چادر سے کر کے
سے گری تو لاکر سپر کو مثل قرص نیم ریز دو ٹکڑے کر کے خود پر گری خود کو کاٹ دو ٹکڑے کر تراش کا سر کو کاٹ کر کے جبڑے کو لیتی ہوئی گردن کو سینہ شق کرتی ہوئی
سینہ شق کرتی ہوئی معدہ و شکم کو کاٹ کر چاہتی تھی کہ زیر تنگ اس کی کمند لنگ کے اتر جائے کہ ناگاہ برابر سے قاسم نے پہونچ کر تیغہ تیز چاہ کر
دوال کمر میں مارا کہ گیاہور تین پرکالے ہو کر قاش زین سے گرا اور لاش بے جان خاک و خون میں پھڑکنے لگی شاہزادہ بدیع الزمان
نے کہا کہ اے خاور سیاہ یہ کیا حرکت بیجا کی میری تلوار اسکے جگر تک کاٹ کر اتر گئی تھی تو نے مردے کی کمر پر تیغہ مارا قاسم نے جواب دیا کہ اے
کشتی گیر مصرع این دا کسی گو کہ تو انشناسد ؛ یہ خود تیری ہی میرے سامنے نہیں جبلی میں نے تیغہ مار کر اسے مثل خیار تر کے قلم کیا تھا تو نے اپنے
بانکپن سے کہ تمام عالم میں میرا نام ہو جیستی تمام اس بد انجام کے سر پر تیغہ مارا میں آگیا ہور کو عالم حیات جہنم کر چکا تھا اسکی لاش پر تم نے تلوار ماری
تو کیا بڑا کام کیا بدیع الزمان نے فرمایا یہ تو وہ مثل ہوئی ؛ مصرع گوئی ہم پیروزی پھر تو مجھے آنکھ ملا کر بات کرتا ہے تجھے شرم نہیں آتی تلوار
چلے میری پڑی کہ تمہاری قاسم نے کہا کہ تو محض غلط کہتا ہے اور بہ زبان کہتے ہو ہیں تیغہ اسکی کمر پر پڑا ہے غرض یہانتک تقریر کو طول کھینچا کہ
قاسم نے کہا باش اے کشتی گیر حسد سے میں نے گیاہور کو چونک کیا او ردیکھو ہوشیار ہو جا کہ تجھے بھی اسی وقت قتل کر کے جھگڑا ہی ہو فیصلہ
کیے دیتا ہوں یہ کہ کے تیغ بر سر شاہزادہ بدیع الزمان نامور مارا کہ اگر سپر کو شاہزادہ والا گہر پناہ نہ کرے تو معاذ اللہ قاسم کی تیغ کی

کی اگر سر کو پر پڑتی تو جوہر اپنی برش کا دکھلا جاتی اپنے زعم مین قاسم کام شاہزادہ عالیمقام کا تمام کر چکا تھا اسوقت شاہزادہ بدیع الزمان
نے بھی یہ سوچا کہ قاسم جاہل ہے اور تلوار کا کام کا شناہے اب ضربنا بالقضا جو مشیت پروردگار ہو قبضۂ تیغ طہمورثی پر ہاتھ ڈالے کہا کہ قاسم
تو نے بڑا ہی ظلم کیا مگر یہ نہ کہنا کہ ہوشیار نہ کر دیا تھا تیغ مارا قاسم نے بھی اپنی سپر پر روک لیا اور اب آپس مین خوب چوٹین چلنے لگین خسرو قزاق بار بار
شاہزادہ قاسم کے ہونٹ شاہزادہ بدیع الزمان سے گستاخانہ تیوری بدل کے کہنے لگا کہ ای شاہزادہ بدیع الزمان حق تو یہ ہے کہ شاہزادہ خاور سیاہ
کی پہلے تلوار گیا ہور خون آشام پر پڑی تھی آپ فقط اپنی نمود کے واسطے فرماتے ہین کہ مین نے گیا ہور خون آشام کو مارا ارباب باختری
نے جواب دیا کہ ای زند خویش ناشناس اے خسرو قزاق پہلے تو اپنی حقیقت اور اصل اپنی آبرو اپنی اوقات اپنے رتبے مرتبے کو دیکھ تجھے دخل در
معقولات کرنا کیا ضرور وہ دونون صاحب بجا کہتے ہین آپس مین سمجھ لینگے جیسا تو خادم شاہزادہ خاور سیاہ کا ویسا خادم شاہزادہ بدیع الزمان کا
میں بھی ہون اور تمہارا ب کوئی کلمہ خلاف آداب زبان پر نہ لاؤ ورنہ برے اعمال کو پہونچوگے خسرو قزاق نے یہ گفتگو ارباب باختری کی سنکے جواب دیا
کہ ای زبان دراز تو کون ہے جو آ الین بنکے مجھے نصیحت کرنیکو آیا ہے ادھر تھا شاہزادہ خاور سیاہ نے گیا ہور خون آشام کو واصل جہنم کیا اور بدیع الزمان
خواہ مخواہ اپنی تمکنت ظاہر کرتے اور کہتے ہین کہ مین نے مارا ہے ارباب باختری نے کہا کہ اوبے گو تو جھوٹا لپاڑیا اور بیہودہ بکتا ہے شاہزادہ بدیع الزمان
نے گیا ہور کو قتل کیا ہے شاہزادہ خاور سیاہ نے بیچ مین آکر فقط از راہ جہالت گردن گیا ہور کی تیغ مارا خسرو قزاق نے جھلا کے ارباب
باختری کو تلوار ماری ارباب باختری نے اسکی ضرب کو اپنی سپر پر کاٹا اور اسکو تلوار ماری ان دونون مین تلوار چلنے لگی فوج و سپاہ نے
جو دیکھا کہ ہمارے مالکون سے باہم شمشیر زنی ہوتی ہے یہ سب بھی آپس مین باہم لڑنے لگے ابھی کوئی ساعت بھر نہین گذری تھی کہ ایک طرف سے صدائے
نعرہ نقابدار نمد پوش بدین عبارت آئی کہ منم نقابدار نمد پوش ہواخواہ شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم لعل خفتان خونریز خاوری سب نے دیکھا
کہ نقابدار نمد پوش ساٹھ ہزار سوار سے مسلح اور مکمل چلا آتا ہے برابر اسکے دوسری طرف سے دیکھا کہ نقابدار پلنگینہ پوش اسی ہزار سوار سے
یہ نعرہ کرتا ہوا آیا کہ منم نقابدار پلنگینہ پوش ہواخواہ شاہزادہ انجم گروہ رستم شکوہ شاہزادہ بدیع الزمان گردنشکن اور دونون نقابدار اپنے
شاہزادگان والا تبار کے پاس پہونچ گئے نقابدار نمد پوش نے کہا کہ ای شاہزادہ بدیع الزمان بھلا شاہزادہ خاور سیاہ کا تو نام جاہل مشہور ہے
تم نے کیا سمجھا جہل پر کمر باندھی ہے مجھے تحقیق خبر پہونچی ہے کہ پہلے تلوار شاہزادہ قاسم کی گیا ہور پر پڑی تھی بعد اسکے تم نے مردے پر تلوار
ماری یہ کون چاہیے تھا نقابدار پلنگینہ پوش نے متبسم ہوکے جواب دیا کہ سبحان اللہ مصرع جو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی اے نقابدار نمد
پوش جب تمہین یہ کلمہ منہ سے نکالو اور کہو کہ قاسم نے پہلے تلوار ماری تو پھر اور کا کیا ذکر ہے نقابدار نمد پوش نے کہا کہ مین نے ایسا کیا جھوٹ کہا شاہزادہ
بدیع الزمان نے فقط مردہ کشی کی ہے تلوار پہلے خاور سیاہ کی پڑی تھی نقابدار پلنگینہ پوش نے کہا کہ کلام اللہ مین اللہ تعالی فرماتا ہے لعنۃ اللہ
علی الکاذبین بس اب اتنا جھوٹ نہ بولو تلوار شاہزادہ بدیع الزمان کی گیا ہور کے سر پر پڑی تھی اور جب جگر گاہ تک کاٹ چلی تھی تب قاسم نے تیغ
اسکے تیغ مارا ہے نقابدار نمد پوش نے کہا تو خیر کیا مسلمانون مسلمانون مین رزم و پیکار نہین ہوتی بسم اللہ اگر مجھے کاذب کہتے ہو تو اسکا لطف چکھو
یہ کہکر تیغ بر سر نقابدار پلنگینہ پوش مارا پلنگینہ پوش نے سپر پر کاٹ کر نقابدار نمد پوش پر وار کیا فوج و سپاہ دونون نقابدارون کی اپنے مالکون کو
لڑتے دیکھ کر طرفین سے نیزہ و شمشیر و خنجر تیغ کھینچ کر معروف جدال و قتال ہوئی اور آپس مین لڑنے مرنے لگی ہنگامہ قیامت اور شور یوم النشور
برپا ہو گیا لاش پر لاش دھڑ پر دھڑ سر پر سر رودے پر رودہ چلا جاتا تھا کہ ایک آسمان پر ایک شور و غل پیدا ہوا دیکھا کہ ایک نقابدار
سرخ پوش تخت مکلل بزر و مغرق بجواہر پر سوار گرد و پیش اسکے ایک لاکھ ساٹھ ہزار پہلوان تیرہ شاہین قاف اور نقابدار یہ نعرہ کرتا ہوا کہ
منم نقابدار سرخ پوش ہواخواہ شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم لعل خفتان خونریز خاوری ہوا سے آسمان سے پردہ زمین پر آکے
مقابل شاہزادہ بدیع الزمان آیا اور سب لاف گزاف کرکے کہنے لگا کہ ای بدیع الزمان تجھے کیا مناسبت شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم
سے اس تیغ دہر شاہزادہ بدیع الزمان نامور نے باوصف اسکے کہ قاسم سے تلوار چل رہی تھی جواب دیا کہ ای نقابدار تراز این راز نہان کا تجھ
اتنا ظرف نہ رکھتے کرنیکو یہاں کیون آیا ہے بہتر یہ ہوکہ تو میرے روبرو سے جلد ہٹ جا نقابدار سرخ پوش نے بکمال جوش و خروش در جواب اسکے روز گار

ایک تلوار پر شاہزادہ بدیع الزمان نامدار ماری اور شاہزادہ نامور نے ایک طرف تو قاسم کی ضرب کو اپنی سپر پر روکا اور اسکے وار کو خالی
دیکر کھینچی تمام ایک تیغہ نقابدار سرخ پوش پر مارا کہ تا دو ابرو اتر گیا اور چادر خون کی نقابدار سرخ پوش کے منہ پر آن غش کیا تھن
نقابدار تخت پر سر جھکا کے رہ گیا اسکے ساتھ کے دیوؤن نے جو اپنے ولی نعمت نقابدار کو یہ حالت زخمداری دیکھا چاہتے تھے کہ شور و غل
کرکے فوج ارباب باختری وغیرہ جو سامنے باہم اتری ہی تھی آن سنبھالا نہ گئی تا کہ دو ہر الفور آسمان پر سے گوش زد ہوا کہ نقابدار
سبز پوش ہوا خواہ شاہزادہ انجم گردہ حشم شکوہ سر شہ ملک باختر صاحبقران ابن صاحبقران پہلوان تہمتن بدیع الزمان گردنفراز شکن تہم
دستم دشمن [illegible] نقابدار سبز پوش [illegible] ہزار مرد سپاہی و دیوان قاف سے اس میدان مصاف مین بمقابلہ شاہزادہ
خاور سپاہ کے للکارا کہ ای خاوری مجھو نامنحوم [illegible] تو اپنے رتبے اور مرتبے کو دیکھ اور شاہزادہ بدیع الزمان عالیشان اپنے عم بزرگوار
کو کہ تیرے باپ کے برابر ہی دیکھ پس بہتر یہ ہے کہ دست ادب باندھکر سمجھو ان اسکے آگے زمین خدا و ان بزرگان عطا عذر خواہ ہو اور اب اگر
میری نصیحت پر عمل نکریگا تو مفت میرے ہاتھ سے مارا جائیگا شاہزادہ قاسم نے یہ کلام نقابدار سبز پوش کا سنکے بغیظ و طیش تمام جواب دیا
کہ ای نقابدار مغلوک شاید قضا بر قفا اور اجل بر جبین تیری ہے کہ تو یہ لوچ اور واہی بطور پند و نصائح میرے سامنے زبان سے نکال بیٹھا
خبردار اب اگر اپنی زیست چاہتا ہے تو میرے روبرو سے دور ہو ورنہ ابھی ایک وار مین سر تیرا قلم کرونگا نقابدار سبز پوش نے نہایت غضبناک
ہوکر تیغہ قاسم پر مارا قاسم نے شاہزادہ بدیع الزمان کی ضرب کو اپنی سپر پر کاٹا تھا اور نقابدار کی تلوار کو خالی دیکر بوقت برگشتن تیغہ مارا کہ
نقابدار کے سر پہ ایک زخم چار انگل کا پڑ گیا اور خون جاری ہوا نقابدار تو شدت ایذا و درد سے غش کی حالت مین اپنے تخت پر بیٹھا رہ کے
رہ گیا مگر دیو جو اسکے ہمراہ تھے وہ نقابدار سرخ پوش کے ساتھ والون دیوؤن سے گلا ملکر اور کمر پکڑ کر دست بدست باہم لڑنے لگے پس
چالیس کوس تک بازار موت گرم تھا ہنگامہ رستخیز اور تیغ بپا تھا ہزار بلاشین یوون کی بطور پہاڑون کے چار طرف پڑی ہوئی تھیں دریائے خون
کے موج زن تھے فوج گیاہور خون آشام نے جو یہ بلائے ناگہانی اور آفت آسمانی امداد فوج دیوان قاف میدان مصاف مین دیکھی جان
باختہ سراسیمہ جھٹ پٹ [illegible] گیا اور کالیکر بھاگ کھڑی ہوئی ہزارون کفار ہول مین جہنم واصل ہوگئے ہزارون کو بھاگتے ہوے دیکھ
دل چھوٹ کر گئے چارباغ ایک حیران دل پیکش مین ملکہ محو حیرت تھے کیسورت قالب بیجان اشک ریزان اپنے دلکو ہر حال مضبوط کیے
جناب باری سے دست بدعا تھی اور فضل رب گیاہور خون آشام اور ترک جوشن پوش اور قاتل مقاتل وغیرہ اصحاب شاہزادہ عالی جناب
بدیع الزمان کے ہوش باختہ باہم کہتے تھے کہ یارو آج روز قیامت ہے جناب احدیت شاہزادہ والا مرتبت ہمارے ولی نعمت کو چشم زخم سے محفوظ
رکھے کہ ہم سب اسکے نام پر تصدق ہو جائین تو ہمارا فخر اور سعادت دارین ہماری ہے دیکھیے مآل کار اس میدان کارزار کا کیا ہوتا ہے ابھی سب
اسی فکر و تردد مین تھے کہ یکایک دیکھا آسمان تاریک ہو گیا اور گڑگڑاہٹ نقارون کی گوش زد ہونے لگی اور آگے آگے ایک تخت جواہر
مرصع کار پر ملکہ قریشیہ سلطان مع ساٹھ ہزار پریزادان استبرق پردہ قاف کی پوشاک پہنے پنجہ سلیمانی ہاتھون مین لیے اور نو لاکھ دیوان
شاہین وار تشتا و آسیا سنگ [illegible] سنگ چنار چقماق پر ترسول مار [illegible] زنجیر اور کلھاڑا وغیرہ ہتھیار اپنے اپنے پرے گرد و پیش تخت کے پرے
باندھے ہوے اور آگے آگے نقار خانہ سلیمانی اور کچھ جلوس کس شوکت و شان سے [illegible] تھی ہوکر ہان ہان اس کم بختون دیوؤن
شامت زدہ آپسین جنگ جدال نکرو فاف میدان مین آ ترپڑی اور اپنے ہمراہ کے دیوؤن کو حکم دیکر بان جھنجھیہ دیو دونون نقابدارون
کے ساتھ مین جھٹ پٹ ان سبکی مشکین تو باندھ لو چنانچہ نو لاکھ دیو سے تھے ایک ایک دیو کو چار چار پانچ پانچ دیوؤن نے پکڑ لیا اور انکے سر کے
بالون سے انکی مشکین خوب جکڑ کے باندھ لین بعد اسکے ملکہ قریشیہ سلطان نے دونون نقابدارون کو کہ ایک کا نام قمر زاد اور ایک کا گلزار
ہو جابکے بسہولت ایک ایک طمانچہ مار کر کہا تھا کہ تم یہان دنیا پر آکے ایک طرف دار قاسم کے بنو اور ایک ہوا خواہ بدیع الزمان
کے ہوکے باہم کشت و خون کرو چلو آوامان جان کے پاس آج تمکو کیا سزا ے مقول [illegible] ہون وہ دونون رعب اور خوف سے ملکہ قریشیہ
سلطان کے بجز عجز و انکسار کے کچھ دم نہین مار سکتے تھے اب نوبت ان دونون شاہزادون تک پہونچی کہ ملکہ قریشیہ سلطان مابین شاہزادگان

بدیع الزمان اور قاسم کے اپنا تخت لاکر قائم کیا اور دونوں کو شمشیر زنی سے روکا بدیع الزمان نے ملکہ قریشیہ سلطان کی دایہ کا دودھ
پیا تھا سوائے اسکے بڑی کیفیت تھی اخوان نے تو تعجب سے بندگی کی اور قاسم نے ملکہ کی صورت دیکھتے ہی کہا کہ پھوپھی جان آداب بجا لاتا ہوں
ملکہ قریشیہ سلطان نے پہلے تو جانب شاہزادہ بدیع الزمان مخاطب ہو کر فرمایا کہ سبحان اللہ ای شاہزادہ بدیع الزمان تجھے سلیم الطبع اور با
وضع ہو کر خوب بلند پایہ اور غریب الوطنی میں اپنے آداب بزرگی کا پاس رکھا اور خرد کے منہ چڑھے نہایت مقام استعجاب کا ہے شاہزادہ عالی
جناب بدیع الزمان نے سرنگوں ہو کر عرض کی کہ ای ہمشیرہ صاحبہ قسم ہے سر اقدس سلطان والا شان امیر حمزہ صاحبقران کی کہ میں ہمیشہ ہزار ہزار حجت
قاسم کا پاس خاطر اور رعایت کرتا ہوں اور وہ لڑکا ایسی باتیں اسی طرح دے جاتا ہوں کہ مجبور ہوں کہ کسی مقام پر سرکشی اور اپنی جہالت سے باز
نہیں آتا آج میں نے وقت رزم گیا ہو کہ خون آشام سے تیغ مار کر نیام اتر گیا تھا اسنے آکے بیچ میں تلوار اسکی کمر پر ماری اور پھر یہ چلا کر کہا کہ
یہ کیا حرکت تونے کی لیں اتنے گئے پر اسنے دوڑ کر مجھے تلوار ماری لہذا میں نے فقط اسی خیال سے کہ جب میں بھی شمشیر بکف آمادہ رزم ہونگا تو
اسکو ایک خوف رہیگا اس میں جو کچھ قصور ہوا ہو وہ آپ فرمائیں تب ملکہ قریشیہ سلطان بسمت شاہزادہ قاسم متوجہ ہو کے کہنے لگی کیوں اے قاسم
تو اپنے شہدہ پن سے باز نہیں آتا ہمیشہ میں تیری فریاد سنا کرتی ہوں خیر دیکھ تو سہی آج تجھے کیسی سزائے معقول دیتی ہوں کہ تو بھی خوب یاد کرے
قاسم نے کہا پھوپھی جان آپ انصاف فرمائیں کہ میرے باپ کا دشمن اسنے غضب کر لیا اور مجھے نہیں دیا سوا اسکے آج مریگا اسنے مجھے دیکھا تھا کہ
میں بر سر قتل گیا ہوں قریب آ پہونچا تھا پھر اسے باقی میں لڑکے میرے سامنے دکھلا کے گیا ہو پر فریب کرنا کیا ضرور تھا ملکہ قریشیہ سلطان نے کہا کہ
قاسم تجھے طمانچے ماروں گی کہ تیرا منہ لال ہو جائیگا تو اپنی فیلسوفی کی باتیں میرے سامنے کرتا ہے خیر کیا مضائقہ چل اب میں تجھے اور بدیع الزمان
کو اماں جان کے پاس لیے چلتی ہوں وہیں برسوں رہنا اور دیووں سے لڑا کرنا یہ کہکے شاہزادہ بدیع الزمان اور قاسم دونوں کو اپنے تخت
پر بٹھلا لیا پھر ہر چند قاسم نے منت سماجت کی کہ پھوپھی اماں مجھ سے قصور ہوا معاف کیجیے اب میں کبھی چچا جان سے مقابلہ نکرونگا ادھر شاہزادہ
بدیع الزمان نے بھی بخیال مفارقت اور جدائی ملکہ کو ہر ملک کے قاسم کو اشارہ کیا کہ اچھا آؤ اب ہم اور تم باہم بجائیں حسین ہمشیرہ ہم کو اور تمکو کوہ
قاف میں لیجائیں قاسم نے کہا لو پھوپھی اماں اب مجھے عمر بھر لگا دے حاضر ملکہ نے کہا کہ میں تیری عیاری اور فریب میں کبھی نہیں آنیکی بلکہ بغیر
اماں جان کے پاس لیجائے بیان تو ہزار باتیں بنا سکے ایک نہ مانونگی غرض یہ کہکر ان دونوں صاحبوں کو تخت پر بٹھلا کے نقابدار زرد پوش اور
پلنگینہ پوش سے کہا کہ واہ واہ ای نیز نگو اور تمکو لازم ہے کہ جہاں تم ہو فساد رفع ہو جائے اور نہ کہ خلاف سکے اور تم دونوں صاحب خود شریک
فتنہ انگیزی اور مفسدہ پردازی ہو بس اب اپنے اپنے مکانوں کو تشریف لیجائیے اور یہ کہکے دونوں نقابداروں کو جنگ جدل سے باز رکھا اور آپ مع
اپنے ہر دو برادر زادوں اور دونوں بھائیوں قمر زاد و گہر زاد کے شاہزادہ بدیع الزمان اور قاسم کو لیے سمت پردۂ قاف روانہ ہوئی اور ذرا
میں بارگاہ سلیمانی میں جہاں شہنشاہ پردۂ قاف ملکہ آسمان پری سریر سلطنت پہ اجلاس فرما کے جشن دیکھ رہی تھی تخت پر سے اتر کے مع شاہزادگان
والا تبار بالیقدار اور دونوں بھائیوں کے بخدمت ملکہ آسمان پری پہونچی اور مجرا گاہ پر سے مجرا کر کے جو تھی آگے بڑھی کہ ملکہ آسمان پری نے
دور سے بدیع الزمان اور قاسم کو دیکھکر پوچھا قریشیہ سلطان آج یہ دونوں بزرگوار کہاں مل گئے اور کیونکر یہاں تک تشریف لائے ہیں ملکہ
قریشیہ سلطان نے کہا اماں جان میں انکا حال عرض کرتی ہوں آپ ہیں بدیع الزمان اور قاسم نے برابر جا کے جھک کے مجرا کیا اور ملکہ آسمان پری
نے دونوں کو لپٹے گلے لگا کے بہت سا پیار کیا اور چپ و راست اپنے تخت پہ بٹھلا کے پھر پوچھا کہ ہاں قریشیہ سلطان مجھے خفقان ہوتا ہے
جلد بیان کر کہ یہ دونوں صاحب کیونکر آئے ہیں قریشیہ سلطان نے از ابتدا تا انتہا سارا حال جنگ و جدال کا مفصلاً اور مشروحاً بیان
کرکے کہا کہ اماں جان بھلا یہ تو جو کچھ کرتے ہیں خوب کرتے ہیں اور تکلف سنیئے کہ قمر زاد اور گہر زاد یہ دونوں صاحب کیسے طرفدار
بدیع الزمان اور دوسرے ہواخواہ قاسم بنکے پردۂ دنیا پر جاتے ہیں اور آج تو ان دونوں نے قیامت بپا کر دی تھی اگر میں نہ جا پہونچوں تو لڑکا
زادہ مار جاتے اور انسانوں کا تو شاید دو دو ہزار دو سنگ تک نام و نشان باقی نہ رہتا اور پھر مزہ یہ کہ جو ملا تو سب سارے کے ہوا خواہ بنے
جاتے ہیں مگر سوا ذلت اٹھانے کے آنیکا اور کچھ حاصل نہیں ہوتا قمر زاد نے تلوار قاسم پر ماری اسنے تلوار کھا کے آپ صاف بچا لیا انکو ایک

ضرب مین زخمی کر کے گرا دیا گہزاد و نے شاہزادہ بدیع الزمان سے مقابلہ کیا اُنکے ہاتھ سے یہ زخمی ہو کر گرے ملکہ آسمان پری نے فرزاد و گہزاد
دونون کو وزیر وبال کے بیت ساخت و بست کیا بعد اُسکے شاہزادۂ بدیع الزمان اور قاسم سے فرمایا کہ خیر تم بڑے شمشیر زن ہوئے ہو یہ وہ
ہون کہ تم دونون کے باوا اور دادا کو اٹھارہ برس یہان سے پردۂ دنیا کی صورت نہین دیکھنے دی اب تم دونون میرے پاس ہو یہان جان
سے ہو گی نہین بیٹھو گی دیوون سے لڑا کرنا شاہزادۂ بدیع الزمان اور قاسم دونون کے رنگ زرد ہو گئے اور ہم مشورہ باہمی دونون نے بہت
ہو کے عرض کی کہ اب ہماری کیا مجال جو کہین آپ کے ہنگامہ پرداز ہون ہم سے قصور ہوا یہ قصور ہمارا معاف فرمائیے بار دگر اگر ایسی خطا ہم سے
ہو اور آپ نہین تو پھر ہمارے حق مین جو مزاج مبارک مین آئے وہ سزا تجویز کیجیگا مگر اب رخصت فرمائیے بارے ملکہ آسمان پری نے پھر جب جا
سمجھا کے دونون کو گلے سے لگایا اور پیار کیا بعد اسکے پھر تحفہ تحائف پردۂ قاف کے شاہزادہ بدیع الزمان کو اور پھر قاسم کو مرحمت فرمائے اور دو
دیوزادون کو ہاتھ کا حکم دیا کہ ان دونون کو جہان جہان یہ کہین پردۂ دنیا پر جاکے پہونچا آؤ چنانچہ وہ دیو شاہزادۂ خاور سپاہ کو تو پھر جب فرمانے
خاور سپاہ کے خسرو کوہ پر اور شاہزادہ بدیع الزمان کو چار باغ ملک حرمان دیو کش مین پہونچا کے رسید مع لائے دونون صاحبون کی
مہری لکھوا کے بخدمت شہنشاہ پردۂ قاف ملکہ آسمان پری جاتے ہین یہان ملکہ گوہر ملک نے یہ سرورش راحت فروش شاہزادہ بدیع الزمان
کی تشریف آوری کا جو سنا تو گویا قالب مردہ مین جان تازگی اور شباب ہو کے مع اپنی چند خواصون کے واسطے استقبال کے دوڑی اسقدر
سے شاہزادہ بدیع الزمان ملکہ گوہر کو دیکھ مسکراتا ہوا قریب اسکے پہونچا اور ملکہ کو بیتاب اپنے گلے سے لگا لیا خواصین مصاحبین ملکہ کی پروانہ وار گرد
چراغ دودمان صاحبقرانی پر تصدق اور نثار ہوئین غرض ملکہ اور شاہزادہ عالم اب دونون عاشق و معشوق ہاتھ مین ہاتھ لیے اسی بارہ دری
مین آکے مسند جاہ و تمکین پر جلوہ فرما ہوئے فضل بن گیا ہور خون آشام ترک جوشن پوش ارباب باختری سعد بن طلحہ قاتل زنگی
قاتل زنگی الماس بن گیا ہور خون آشام وغیرہ بھائی فضل کے فضل بن آشوب اور جتنے دلیران نامدار اور رفیق شاہزادہ جم
اقتدار کے تھے سبھون نے آکے نذرین تہنیت اور مبارکبادی کی دین چار طرف باغ مین ہنگامہ شادی اور غلغلہ مبارکبادی بلند تھا ملکہ نے جشن شاہانہ
محفل شبانہ آراستہ کی طائفہ طوائفون اور مطربون کے طلب کیے یہ تو اب باغ دیکھ رہے اور گانا سن رہے ہین دور شراب کا چل رہا ہے مصروف عیش و
طرب ہین انکو تو یہین چھوڑیے اب حال خاور سپاہ کا سنیے کہ جب وہ دیو قاسم کو خسرو کوہ مین لا کے اور رسید لیکے چلا گیا قاسم نے دیکھا کہ خسرو کوہ کا
قلعہ کوئی مسمار اور ویران کر کے چلا گیا ہے اور دروازہ قلعہ مین قفل بند پڑا ہے نام انسان کا اسمین نہین سیکڑون دیو ٹی کی گوچون مین پڑے
ہین زاغ و زغن کرگس مع مین شور و غل کر رہے ہین شاہزادہ قاسم یہ ویرانی خسرو کوہ اور شہر کی بربادی کو دیکھ نہایت متفکر اور حیران تھا
حسرت بھری نظر دیکھ رہا تھا کہ ناگاہ ایک طرف اس کوہ سے دس بارہ عورتین نوجوان نمایان ہوئین قاسم نے انکے پاس جاکے جو دیکھا تو سبکو زخمی پایا
پوچھا کہ نیک بختو اس خسرو کوہ پر کیا آفت آئی اور تم سب کون ہو اور کسنے تمکو زخمی کیا انمین سے ایک عورت نے جو نہایت حسینہ اور سر سے پاؤن تک
زخمون مین چور اور خون مین آغشتہ حالت بیتابی مین تھی پیار اسکا جو لیا اور عورت تھی اسکی طرف اشارہ سے کہا کہ اس شخص سے سارا حال پوچھ
اسنے کہا کہ اے شہریار یہ بی بی جسے زخمون مین چور یہان رنجور دیکھتے ہو یہ خسرو قزاق کی بہن ہے جب آپ کو اور شاہزادہ بدیع الزمان کو دیو لعین
قاف میدان جنگ سے اٹھا لیگئے اور خسرو قزاق چار باغ ملک حرمان سے پھر کے یہان آیا اور آپکے درد دوری مین مغموم اور مکدر سرزمان
سینہ کوبان با صد آہ و فغان اشکریزان تھا کہ ذوجبو درنے خبر دی کہ ایک سوداگر چار سو شتر میوے کے لیے واسطے تجارت کے شہر کنعان کی طرف جاتا ہے
خسرو قزاق نے یہ جو خبر سنی تو وہ چار سو شتر میوے کے اس سوداگر سے لوٹ کر یہان لے آیا اور خسرو کوہ مین بدستور اپنے جشن عیش اور محفل رقص و
سرود مین معروف ہوا اور وہ میوہ اپنے سب لشکر کے قزاقون کو تقسیم کر دیا چنانچہ وہ میوہ خسرو قزاق اور سبنے جو کھایا تو اس میوے مین بیہوشی ملی
ہوئی تھی سب بیہوش ہو گئے اور وہ سوداگر نہ تھا دختر مراد کوہ کے بادشاہ کا وزیر تھا اور فقط اس عیاری سے خسرو قزاق کی گرفتاری اور خسرو کوہ
کی ویرانی اور خواری کے واسطے آیا تھا جب اسنے دیکھا کہ سب بیہوش ہو گئے تب کمین وقت کو غنیمت جانکے خسرو قزاق اور تمام اسکے ساتھ والون
کی مشکین باندھ لین اور اپنے ہمراہ لے کے سمت مراد کوہ چلا گیا چنانچہ خسرو قزاق کے کوئی بھائی اور بیٹا تو نہین تھا فقط یہ ایک بہن باقی

جو کہ زخمون مین چور خون مین آغشتہ حضور کے روبرو با دل خستہ اور جان رنجور کھڑی ہے جب اسنے خسرو قزاق کی گرفتاری کا حال سنا
جوش خون عزیزی سے بیتاب ہو گئی اور اسنے مردون کی طرح نقد جان کو اپنے ہاتھ پر رکھکر لڑنے پر باندھا اور ایک نقاب بھی منہ پر باندھکر اور
سو سوا خاصین جلیسین مقربین مصاحبین خواصین اپنے ہمراہ لیکر سیکو تتار نژاد کے گھوڑے پر سوار عنان گسستہ سمت مرادکوہ بہ سرعت تمام
روانہ ہوئی اثناے راہ مین وہ قافلہ ملگیا ماہرو بانو نے شب کو اُس قافلہ پر آکے شبخون مارا اور اپنے بھائی خسرو قزاق کو قید سے چھڑا لیا اور اُس
وزیر کو مع تمام اُسکے ساتھ والون کے مطوق اور مسلسل کرکے پھر یہان لائی چونکہ وہ وزیر بڑا عیار اور مکار تھا اُسنے از راہ مکر جان اپنی بچانے کا
اور اقرار اسلام قبول کرنے کا کیا اور عیاری و مکاری کر کے مسلمان ہو گیا خسرو قزاق نے وزیر کو مع اُسکے سب ہمراہیون کے رہا کر دیا اور
جشن عیش و سرود مین معروف ہوا ایک آن وزیر بدتدبیر نے ایکروز شراب مین بیہوشی ملائی اور خسرو قزاق کو مع تمام صحبت والون کے بیہوش کر کے
گرفتار کر لیا اور تمام شہر کو تاخت و تاراج و قتل کر کے ملکہ ماہرو بانو کو بھی بیہوش تھی اسی حالت مین اپنے زعم مین جان سے قتل کر کے دروازہ
قلعہ کو مقفل کیا اور آج تیسرا دن ہے کہ وہ وزیر یہان سے سب مال و اسباب نقد و جنس خسرو قزاق اور رعایاے شہر کا لیکے سمت مرادکوہ چلا گیا ہم
سب خواصین اور مصاحبین بخوف جان ملکہ ماہرو کو ویرانہ مین لیکے چھپے بیٹھے تھے آپ کی تشریف آوری کا حال سنکے ابھی وہان سے نکلے ہین
اور استغاثہ وزیر مراد شاہ کے ظلم و تعدی کا کرتے ہین بقول شخصے شعر کار دم چو گشت بدرگر آریم ؛ بجز تو کیست که چشم کرم ازو داریم ؛ خاور سیاہ
نے یہ حال خسرو قزاق کا سنکے بکمال غیظ و غضب اُس عورت سے کہا کہ ایک گھوڑا اگر کہین سے میری سواری کے لیے ملجاتا تو کیا خوب بات
تھی ماہرو بانو نے شرمگین ہو کر عرض کی اے شہریار چند گھوڑے ایسے ایسے تحفہ بادرفتار موجود ہین کہ سب آپ ہی طویلہ مین بندھے کھڑے
ہین اور بسبب تشنگی اور گرسنگی کے اپنی جان توڑ رہے ہین انکے دانہ اور گھاس کی خبر کون لے ہم سب تو اپنی بلا مین آپ مبتلا ہین شاہزادۂ
قاسم نے فرمایا کہ انمین سے ایک مرکب تیز رفتار ہمارے لیے لے آؤ اور باقی تم باطمینان تمام قلعہ کے دروازے کا قفل توڑ کر اندر جا کے بیٹھو
اپنے زخمون مین ٹانکے دلواؤ صحت کی تدبیر کرو انشاء اللہ تعالی اگر حیات مستعار میری اور خسرو قزاق کی باقی ہے تو وہ عیار وزیر اگر بارگاہ مراد شاہ
مین بھی پہنچ چکا ہوگا تو مین بحول و قوت پروردگار اگر وہین جاکے مع مراد شاہ اُسکو بسزاے اعمال نہ پہونچاؤن اور گوشمالی قرار واقعی دون
تو نام اپنا خاور سیاہ نہ رکھون ماہرو بانو یہ سنتے شاہزادۂ قاسم کا دعوی سنا بانو بے اختیار قدمون پر گر پڑی اور بعد عجز و انکسار کہنے لگی کہ
اے شہریار ہرگز ہرگز یہ خیال دل مین نہ لایئے مراد کوہ جانے کا زنہار قصد نہ کیجیے مراد شاہ تین لاکھ سوار کا مالک اور فرمانروا ہے اور جو یہی منظور خاطر
اقدس ہے تو ایک خط اپنے عم بزرگوار شاہزادۂ بدیع الزمان نامدار کو کہ وہ صاحب تیغ و علم ہے چار باغ ملک حرمان دیو کش مین بھیجیے وہ
آپ آئینگے یا اپنی فوج کو بطور اعانت کے بھیجینگے پھر کچھ اندیشہ اور خوف نہین آپ مرادکوہ کیجانب عزم کرین شاہزادۂ خاور سیاہ نے یہ کلام ماہرو
بانو کا سنکے نہایت برہم و درہم ہو کر کہا کہ اے ماہرو اگر تو عورت نہوتی تو تجھے ابھی قتل کرتا مگر مجبور ہون کچھ تجھے نہین کہ سکتا قسم ہے مجھکو اپنے خالق
کی جسنے مجھے بطفولیت سے تا حال کبھی بجز ذات خدا کے کسی سے اعانت طلب نہین کی اور مین بدیع الزمان سے تو تا وقتیکہ رشتۂ حیات میرا منقطع
نہین ہوتا کبھی مدد نہ چاہونگا یہ کہکے قاسم اُٹھ کھڑا ہوا الحمد پڑھکے تکاش زین پر مرکب کو سمت مرادکوہ گرم عنان کیا اور بعد طی مراحل و قطع منازل
اُسی دن چار گھڑی رات گئے شہر مرادکوہ مین داخل ہوا اور دروازہ بارگاہ مراد شاہ پر گھوڑے سے اُتر پڑا اور پیادہ پا تیغ مبارک کو چار انگل میان
سے کھینچے بسم اللہ کہکر اندرون بارگاہ قدم رکھا دیکھا کہ مراد شاہ تخت پر بیٹھا ہوا گرد و پیش قریب سو سوا سو مصاحبین اور مقربین گردن کش
مسلح اور مکمل دنگلون پر بیٹھے ہوے ہین شاہزادۂ خاور سیاہ نے باواز بلند کہا السلام علیک سلام من هدی یعنی محفل بزم کے باد کرانہ
کے است و رسول او برحق جتنے بارگاہ نشین تھے مع مراد شاہ ان بیہودون نے کچھ جواب نہ دیا کچھ متعجب و پریشان ہو کے سمت شاہزادۂ خاور سیاہ
دیکھنے لگے کہ غیب سے ایک آواز پیدا ہوئی علیک السلام اتنی دیر مین قاسم مانند برق و رعد چمککر برابر مراد شاہ کے پہونچگیا اور تیغ پلارک
میان سے کھینچکر بر سر مراد شاہ رکھدیا اور فرمایا کہ اے مراد شاہ اگر زیست اپنی چاہتا ہے تو اسیوقت خسرو قزاق کو زندان خانہ سے طلب
کرکے میرے ہمراہ کر دے اور جو ذرا تو نے کچھ عذر و حیلہ کیا تو پھر تو نہوگا یہ کہکے تخت پر زانو بڑھا کر مراد شاہ کو پکڑ کے بیٹھ گیا مراد شاہ نے اُٹھنا چاہا

اور بہت شاہزادۂ خاور سپاہ کے قتل کا اب مجھے اس صورت سے جیتا تو اسی طرح سے جیسی خدمت رہ لیا اتنا تو کہا کوئی جا کے جلد خسرو
قزاق کو زندان خانے سے لاؤ اور باقی جتنے محفل نشین اسکے تھے سنتے تو سب ان ان کی گردنیں تلوارین پڑ پڑ کے اٹھ کھڑے ہوئے جلد
شاہزادۂ قاسم مرادشاہ کو پاس کے بیٹھ گیا تب وہ سب بجنجال اسکے کہا اگر اپنی جگہ سے یہان سے جنبش کی تو یہ شخص ہمارے بادشاہ کو مار ڈالیگا ہم
جہان بیٹھے تھے عاجز اور مجبور ہو کر خاموش بیٹھ رہے اور عذر و معذرت کرنے لگے بلکہ بعضون نے جلدی سے زندان خانے مین جا کے خسرو قزاق
کے طوق و زنجیر کٹوا دیے اور بعزت اور آبرو دلجوئی اور غلطوداری خسرو قزاق کو روبرو مرادشاہ کے لائے مرادشاہ نے شاہزادۂ خاور سپاہ سے
کہا کہ یہ صاحب خسرو قزاق حاضر ہوا اور خسرو قزاق نے جو شاہزادۂ خاور سپاہ کو برابر مرادشاہ کے ایک تخت پر بیٹھا دیکھا دیکھتے ہی یہ شعر
پڑھتا ہوا آگے ہوا کہ جسکا شعر امروز مبارک است عالم را کافتاد نظر برین جام جم را صد شکر خدائے آسمان را کافر بدر آمد از و باہم را اور بہت
عرض کرنے لگا کہ ای شہریار ایک سو کئی رفیق میرے یہان زندان خانے مین پہلے سے آ کے قید ہوے ہین مرادشاہ نے کہا کہ ای کمبخت ان لوگون
کو کیون نہ لائے جلد لاؤ چنانچہ وہ لوگ بھی سب زندان خانے سے نجات پا کے آئے اسوقت شاہزادۂ قاسم نے فرمایا کہ ای مرادشاہ حلال زادہ حق
پروردگار عالم چہ ارادہ داری صحیح راستی موجب رضائے خداست بالکل سچ سچ اپنی تقصیر اپنا تو نے بیان کیا تو خیر ورنہ ایک ضرب مین
ابھی تجھے جہنم واصل کرتا ہون مرادشاہ نے دست ادب باندھ کر عرض کی کہ اس شہر سے تھوڑی دور پر ایک پہاڑ جبال قفقا نامے ہے اسکے نیچے
ایک میدان وسیع الفضا ہے اور اس میدان مین ایک غار ہے اور گرد اسکے جو درخت کی سب گرد اس پنی ہے اور چارطرف بہت سے درخت ثمردار سایہ
گستر ہین انکے نیچے ایک کرسی جواہر نگار بچھی ہے اسپر ایک معشوقہ ہاتھ مین ایک نفیر لیے بیٹھی ہے جو کوئی اس غار کے قریب جاتا ہے تو وہین
اسی غار سے ایک مشکی گھوڑا نکل کے اس درخت کے گرد جہان وہ معشوقہ کرسی بچھائے نفیر طلائی ہاتھ مین لیے بیٹھی ہے چکر مارتا ہے اور وہ
معشوقہ اسے دیکھ کر وہی نفیر طلائی بجاتی ہے کہ چرند اور پرند جانور سب کے جمع ہو جاتے ہین اور نغمے بیچے درخت کے مین وہ سب
بصورت ساز آواز دیتے ہین بعد دم بھر کے وہ معشوقہ پھر اس نفیر طلائی کو بجاتی ہے کہ اس نفیر کی آواز سنکے وہ گھوڑا اس
وارد شخص کو لیکے سیدھے آسمان پر اڑ جاتا ہے اور پھر ابتک اس سوار کا کچھ حال نہین معلوم ہوتا کہ وہ گھوڑا اسکو کہان لے گیا اور پھر کیا
ہوا ای شاہزادۂ خاور سپاہ مین نے سنا ہے کہ آپ کے دادا جان زبدۂ شہزادہ ہفت اقلیم سلیمان حلال مشکلات عالم مشہور و معروف ہین اور
آپ یہ گلدستہ باغ اربابی گل گلزار صاحبقرانی موصوف ہین اگر یہ عقدۂ لا ینحل مجھ پر حل کر دیجے کہ وہ معشوقہ کیا بلا ہے اور وہ غار کیا ہے
اور وہ گھوڑا اس سوار کو لے کے کہان مفقود الخبر ہو جاتا ہے تو جو کچھ آپ فرمائے بجان و دل قبول کرون اور مع تمام اپنے عزیز و اقا
رب لوگون اور فوج و سپاہ کے مسلمان ہو جاؤن شاہزادۂ خاور سپاہ نے یہ حال مرادشاہ سے سنکے کہا کیا مضائقہ مجھے وہ پہاڑ اور وہ
میدان اور وہ غار چلکے دکھلاؤ مرادشاہ نے کہا بہت خوب یہ کہکے شاہزادۂ قاسم کو اپنے ہمراہ لیکے اس پہاڑ کی طرف چلا اور خسرو قزاق
بھی ہمراہ شاہزادۂ قاسم کے ہو لیا جب قاسم اور خسرو قزاق … اس پہاڑ پر غار کے قریب پہنچے تب شاہزادہ
قاسم مرادشاہ اور خسرو قزاق سے رخصت ہو کر اس غار کے دروازے پر جہان وہ معشوقہ نفیر طلائی ہاتھ مین لیے کرسی پر بیٹھی تھی پہنچا
اور بسم اللہ کہکے اس غار مین کود پڑا اور تیسرے دن ایک مشکی گھوڑا اسی غار سے باہر نکلا اور جس درخت کے نیچے وہ معشوقہ نفیر نواز
بیٹھی تھی اسکے گرد چرخ مارنے لگا ناگاہ اس معشوقہ نے ایک مرتبہ نفیر طلائی کو بجایا کہ چرند اور پرند وہان آ کے جمع ہو گئے اور
تمام پتے اس درخت کے مثل ساز طنبور صدائین دینے لگے اور وہ جانور … دوسری مرتبہ اس معشوقہ نے نفیر بجائی تو بعضون
نے دیکھا کہ دونون طرف دامن زین اس گھوڑے کے بصورت پرون کے بن گئے تیسری مرتبہ اس معشوقہ نے نفیر کو بجایا تو وہ گھوڑا شاہزادہ
قاسم کو لیکر پرواز کنان سیدھے آسمان جا کے غائب ہو گیا خسرو قزاق شاہزادۂ خاور سپاہ کو مفقود الخبر ہو جاتے دیکھکر سر زانو
اور سینہ کوبان شیون و شین کرنے لگا اور ایک خیمہ وہان استادہ کرا کے منتظر شاہزادہ قاسم کا رہنے لگا اب حال یہان کا سنئے
کہ قاسم نے دیکھا کہ مین اس گھوڑے پر سوار ایک صحرائے ہولناک مین چلا جاتا ہون اور اس جنگل مین سبزے سے گھر بنے ہین اور ہر

ہین ایک ایک آدمی بیٹھا ہی اور ہر گھر کے دروازے پر ایک قبر کھدی ہی قاسم گھوڑے پر سے اُترکے اُن آدمیون کو غور دیکھنے لگا حسب الاتفاق
ہمایون بن شداد کو بھی وہان ایک گھر مین بیٹھا دیکھا ادھر سے قاسم اور اسطرف سے ہمایون بن شداد بیتاب ہو کے دوڑے دونون
جوش محبت سے خوب لپٹ کر روئے قاسم نے پوچھا کہ ای ہمایون بن شداد یہ کیا مقام ہی اور یہ قبرین کیسی ہین ہمایون بن شداد
نے کہا ای شہریار یہ طلسم ہی ہر چہار شنبہ کو کئی ہزار گھوڑے پرواز کنان یہان آتے ہین جو کوئی اس جنگل مین وارد ہوتا ہی گھوڑا اسکو اُڑا کے
اس میدان مین پہونچا دیتا ہی اور اس میدان مین ایک گنبد ہی دروازہ اسکا ہمیشہ بند رہتا ہی جسوقت گھوڑا کسی سوار کو یہان لاتا ہی اسوقت اس گنبد
مین سے ایک سوار زرہ پوش نقابدار نکلتا ہی اور اس نووارد سوار کو اپنے روبرو بلا کے کشتی لڑتا ہی اور آن واحد مین اسکو وہ نقابدار زرہ پوش گنبد مین
پکڑ لیجاتا ہی اور بعد تین دن کے لاش اس سوار کی تابوت مین رکھکے باہر لاتا ہی اور انھین قبرون مین دفن کرکے چلا جاتا ہی قاسم یہ حال اس
طلسم کا ہمایون بن شداد سے سنکے ایک ہفتہ وہان مقیم ہوا جب دوسرا چہار شنبہ آیا تو جوان اور دس بارہ جوان نووارد گھوڑون پر سوار
اُس میدان مین آئے وہان شاہزادہ خاور سپاہ خلف قاسم بھی اسی گھوڑے پر سوار میدان مین آکے قایم ہوا دیکھا کہ وہی نقابدار زرہ پوش
اوس گنبد سے نکلا اور پہلے قاسم ہی سے مقابلہ ہوا اور بہر بہ زور کے نقابدار نے قاسم کو پکڑ لیا اور اندرون گنبد لیجا کے دروازہ گنبد کا بند کر لیا
اور منتظر واقعہ ہو گیا آگے دیکھیے کیا ہو

اب تتمہ داستان گنجاب علیہ اللعن و العذاب کا بیان کیا جاتا ہی

کہ جسوقت لشکر کیا ہو رخون آشام شکست فاش کھا کے لاش اسکی لیے بھاگ کے شہر سجان بن گنجاب کے پاس پہونچا اور رسالدار
اور فوج وغیرہ نے سارا حال از ابتدا تا انتہا مفصلاً بیان کیا گنجاب نہایت مغموم و مکدر ہو کر کہنے لگا کہ پسر حمزہ کی روز بروز ترقی ہوتی
جاتی ہی اب بجز اسکے کہ مین خود لشکر کشی کرون اور چار باغ پر جاکے کام اسکا تمام کرون کوئی چارہ نہین ابھی گنجاب یہی کہ رہا تھا کہ ساتھ
تھے مروارید غلطان بھائی مرجان کا آیا اور گنجاب سے کہنے لگا کہ یا پیغمبر مرسل آپکو خداوند لقا نے پیچیدہ ہزار ملک باختر مین اپنا
پیغمبر مرسل کر دیا آپ کا یہ درجہ اور مرتبہ نہین ہی کہ ہر ایک ادنی پر لشکر کشی کرین اور تشریف لیجائین خانہ زاد کو اگر حکم ہو تو بدیع الزمان کو زندہ
یا ملکہ کو ہلاک کر ڈالے اگر موقع ہوگا دونون کو پکڑ لاوے گنجاب نے کہا وہ بانک کیونکر پہونچے گا اور کیونکر پکڑ لائیگا مروارید غلطان نے
عرض کی کہ کل مجھکو بوقت دربار جب خانہ زاد روانہ ہونے کے حضور مین آئے تو آپ خانہ زاد کو دیکھکر یہ فرمائین کہ انھین نمک حرامون نے میرے
خانہ دولت کو برباد کیا ہی ہر وقت کے کہ کل تمام آئین یہی جلسازو دچار مفتری لشکرون مین چڑھتے ہوے ہین اسوقت خانہ زاد کچھ گستاخانہ
جواب دیگا حضور برہم ہو کر حکم دین کہ ہان کوئی حاضر ہو اس بدذات کو گردن پکڑ کے بارگاہ سے باہر نکالو وقت پھر کچھ اور گفتگو کریگا جب
تک دس کہ دبیر فرمائین کہ جلاد سے گردن دے کے میان سے نکال و بس ظلم روتا ہوا اور یہ کہتا ہوا کہ غیر خدا اسنگ دل کواہ نہ تھا جب کہ
مجھے نمک حرام جانتے ہی تو اب عذر اور خوشامد کرنا کیا فرد حساب چاہیے آپ مجھے گردن مارنے کا حکم دین مگر مین اب فرور جا کے شاہزادہ بدیع الزمان
کی کفش برداری کرونگا اور مسلمان ہوجاؤنگا بارگاہ سے نکل کے چار باغ کی سمت روانہ ہونگا آپ کی بارگاہ مین اکثر خفیہ نویس
بدیع الزمان کے ہین وہ یہ وقایع ضرور لکھینگے بدیع الزمان کو نوکر ہو جانے کا یقین آ جائیگا مین وہان پہونچکے چند روز بظاہر مسلمان بنکے
رہونگا جسوقت کہ موقع ہوگا بیہوش کرکے پکڑ لاؤنگا گنجاب نے ہنسکے کہا کہ تدبیر اور عیاری تو خوب ہی بشرطیکہ بن پڑے غرض وہ دن گذر گیا دوسرا
دن جب سب سردار بارگاہ مین گنجاب کی واسطے مجرے کے گئے اپنے اپنے رتبون کے کرسیون پر جاکے بیٹھے سب بار گرو ہو چکا اسوقت مروارید
غلطان بھی گیا اور مجرا کیا گنجاب نے منھ پھیر لیا اور سرداران کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ یہ مروارید غلطان بڑا بدذات ہی انھین دو چار
نمک حرامون نے میرا گھر برباد کر دیا مرجان تیز رفتار اسکے بڑے بھائی نے کیسی نمک حرامی کی کہ تم سب صاحب دیکھتے ہو بدیع الزمان کی رفاقت و
شراکت مین کیسی کیسی حرکتین نالائق کر رہا ہی پھر سکون ہی آخر اسی بدذات کا چھوٹا بھائی جو اس سے متوقع ہی مروارید غلطان نے عرض کیا کہ
یا پیغمبر مرسل نوکر نمک حرام نہین ہوتا خداوند اور مالک نمک حرام کر دیتے ہین آپ کی سرکار مین کسی کی آبرو نہین جو جی مین آتا ہی وہ بیساختہ کہدیتے

اسی باعث سے اکثر اشخاص یہان سے برگشتہ خاطر ہو کے بدیع الزمان کے پاس چلے گئے اور یقین ہو کہ جب آپ ایسی دلشکنی اور سخت
کی گفتگو کرینگے وہ برخاستہ خاطر ہو کے بدیع الزمان کے پاس چلا جائیگا گنجاب نے نہایت درہم برہم ہو کر کہا کہ او مروارید بذات تجھکو
کیا جھک مارتا ہے اور بکتا ہے تو بھی چلا جا کہتے کہتے رکا ہو مروارید غلطان نے کہا بس یا پیغمبر مرسل اب زیادہ کچھ زبان مبارک سے نہ فرمائیگا
مین نے کون سی گمراہی کی ہے اور جو آپ چلا جا بار بار فرماتے ہین تو پھر دیکھیے کہ مین ابھی جا کے مسلمان ہو جاؤنگا اور بدیع الزمان کے پاس
جہان میرا بھائی مرجان ہے اگر وہ مجھے جوتیان مار کے بھی رکھیگا تو اپنی بات کی پچ پر وہان پڑا رہونگا گنجاب یہ تقریر مروارید کی سنکے گھبرا
کر بان بس وریدہ دہن کو گردنیان دیکے خوب سا مار کے بارگاہ سے باہر نکلوا دو اور خبردار پھر کوئی اسے اندر نہ آنے دے لوگون نے مروارید
غلطان کو گردنیان دیکے ہاتھ پکڑے گنجاب کے روبرو سے ہٹا دیا اور بپاس لحاظ سنجالی عیار کے زیادہ مارپیٹ تو نہین کی مگر ایک طمانچہ مار کر
کہا کہ خبردار اب بارگاہ مین قدم نہ رکھنا مروارید غلطان روتا اور یہ کہتا ہوا بہت خوب پیغمبر مرسل آپ نے تو اب مجھے ذلیل کر کے اپنی بارگاہ
سے نکلوا دیا تو سہی میرا نام مروارید غلطان کہ مین بھی اب بذریعہ اپنے بھائی مرجان کے شاہزادہ بدیع الزمان ہی کی خدمت مین جا کے
مسلمان ہو جاؤنگا اور اُسکی نمک برداری مین اپنی عمر بسر کرونگا غرض جسوقت کہ مروارید غلطان نطفۂ شیطان یہ عیاری کر کے بارگاہ
گنجاب سے نکلکر سمت چارباغ ملک حیران دیوکش چلا گیا تو عقرا منظر وبی نے یہ حال مروارید غلطان کا مفصلاً لکھکر خفیہ بخدمت شاہزادۂ
بدیع الزمان والا مرتبت روانہ کر دیا اور قبل از پہنچنے مروارید کے وہ پرچہ وقائع کا بنظر شاہزادہ نامور گذرا شاہزادہ عالی مقام نے حال واقعہ
کا پڑھ کے مرجان تیز رفتار کو طلب کیا اور فرمایا کہ مرجان تیرا کوئی بھائی مروارید غلطان بھی ہے مرجان نے کہا فی الحقیقت غلام کا چھوٹا
بھائی مروارید ہے مگر بڑا فیلسوف اور مکار ہے شاہزادہ عالی مقدار نے فرمایا کہ اے مرجان اب تو اسکو بڑا نہ کہنا کس لیے کہ کچھ گفتگو اس سے اور گنجاب سے
درمیان مین آئی اور گنجاب نے اسے ذلت دلوا کے بارگاہ سے نکلوا دیا وہ یہ کہکر کہ اب مین شاہزادہ بدیع الزمان کے پاس جا کے مسلمان ہو جاؤنگا
یہان آتا ہے تو اسکی بڑی خاطرداری اور دلجوئی کر کے میرے پاس لے آنا مرجان تیز رفتار نے نہایت سراسیمہ اور مضطر ہو کے عرض کیا کہ شہزادۂ عالم
حق تعالی حضور کو ہزار سال بصد جاہ و جلال سلامت باکرامت رکھے مروارید غلطان کی بدذاتیون اور مکاریون سے حضور آگاہ نہین میری
عقل ناقص مین یہ جنگ زرگری اُسکی خالی از حکمت نہین اسمین بھی اسنے کوئی عیاری پیش خود تجویز کر کے گنجاب سے بگاڑ کیا ہوگا یہ فقط
اسکا چھل اور فریب معلوم ہوتا ہے غلام تو کبھی اسکے اسلام لانے کا اعتبار نہ کریگا اور اُسکی طرف سے کبھی غلام کو اطمینان نہ ہوگا مگر تعمیل آپ
کے حکم کی از جملہ واجبات ہے جسوقت وہ آئیگا خانہ زاد وہانی بغیر اسکا دریافت کر کے حسب الحکم جو کچھ غلام سے ہو سکیگا قاصر نہ ہوگا یہ کہکے مرجان
چارباغ سے باہر نکلا چار طرف دیکھ رہا تھا کہ سامنے سے مروارید غلطان گریبان دریدہ ننگے پاؤن روتا ہوا نمودار ہوا اور مرجان تیز رفتار کو دیکھ کر
اور زیادہ تر چیخین مار مار کے رونے لگا اور دوڑ کر مرجان سے لپٹ گیا مرجان نے پوچھا کہ خیر باشد اے مروارید کیا ہے بیان کر مروارید نے تمام
حال بیان کیا مرجان نے کہا مصرع این را بگو کہ ترا نشناسد مروارید غلطان از راہ مکاری گریہ و زاری کر کے پاؤن پر مرجان کے گر پڑا
اور کہنے لگا کہ اے بھائی اگر مجھسے کبھی کوئی حرکت خلاف طور مین آئے تو آپ مجھے اسیوقت جوتیان لگوا کے یہان سے نکلوا دیجیگا مگر آپ مجھے اپنا بھائی
نہین سہی غلام سمجھکر وہ کلام ارشاد کیجیے کہ مین مشرف باسلام ہون اور بقیہ عمر بخدمت شاہزادۂ عالی مقام بسر کرون مرجان نے کہا کہ دیکھ اے مروارید
مین تو تیرے عجز و انکسار سے تجھے اسیوقت بحضور شاہزادۂ نامدار لیجا کے ملازمت کرائے دیتا ہون اگر تو بصدق دل اسلام قبول کریگا اور بخلوص نیت
اطاعت اور خدمت مین شاہزادۂ والا مرتبت کی حاضر رہیگا تو بہا و فیہا ورنہ یاد رکھ سر تیرا جدا ہو جائیگا اور جیسا کریگا اسکا ویسا عوض پائیگا یہ سنکے
مروارید غلطان لاکھون قسمین جھوٹی کھانے لگا اور منتین اور خوشامدین کر کے کہنے لگا کہ اے بھائی مین نے اپنا خون تمکو بخش دیا اگر کوئی بھی حرکت
مجھسے ہو تو اسی وقت مجھے تم قتل کرنا غرض بہر کیف ناچار مرجان تیز رفتار بہت سی گفتگو اور تکرار کر کے اپنے ہمراہ بحضور شاہزادۂ عالیجاہ لے گیا
اور مروارید غلطان بڑی لسانی اور چرب زبانی سے ہزارون دعائین شاہزادۂ عالی مقام کو دیکے روبرو کہنے لگا شعر ہر چند نیم لایق درگاہ
سلاطین امید ہا میدہد شاہان چہ عجب گر بنوازند گدا را - گاہے بہ نگاہے ۔ اور پھر اسکے سارا حال بیان کر کے مترصد اسلام ہوا شاہزادۂ

والا نے کلمۂ شہادت تلقین کیا مروارید غلطان نے بظاہر اسلام قبول کیا اور ہر وقت اسی فکر و تدبیر میں رہتا تھا کہ ذوالکین تیغ بازون شاہزادے سے
اور گوہر ملک کو پکڑ لیجاکے پیغمبر مرسل کے پاس پہونچا دون۔ القصہ اسے اسی فکر و تردد میں چھوڑے اور حال شاہزادۂ با اقبال کا سنیے کہ شاہزادۂ
بدیع الزمان نے چارباغ میں ایک بارگاہ استادہ کرائی ہے اور معمول یہ رکھا ہے کہ کبھی جاکر گوہر ملک کے پاس شب کو جاکے استراحت فرماتا ہے اور کبھی شب کو
بارگاہ میں رہا کرتا ہے کبھی کسی رفیق کے خیمہ میں اور کبھی کسی رفیق کے خیمہ میں چنانچہ آج محسن بن گیاہور کے خیمہ میں شب کو استراحت فرمائی ہے چونکہ
یہ بد ذات محسن بن گیاہور بھی از راہ فریب و دغا مسلمان ہو کر منتظر کسی وقت کا تھا اسروز جو شاہزادۂ عالیمقام نے اس بدنصیب کے خیمہ میں آرام فرمایا
وہ ملاعین نہایت اپنے دلمیں خوش ہو کر تجویز کر رہا تھا کہ کیا تدبیر کرون جو کام شاہزادۂ عالیمقام کا تمام کرون حسب اتفاق فضل بن گیاہور خونی
آشام کہ اسکو سب بھائیوں کیطرف سے تو دلجمعی اور طمانیت تھی فقط اس بد ذات محسن بن گیاہور کیطرف سے فضل ہمیشہ اندیشہ ناک رہتا تھا
اور مطمئن نہ تھا اور جسدن کہ محسن بن گیاہور کے خیمہ میں شاہزادۂ عالم تشریف لاتا تھا فضل بھی ہمراہ رہتا تھا اسروز کوئی پہر رات گئے اسی فکر و
اندیشہ میں فضل جو اپنے خیمہ سے اٹھا تو محسن کے خیمہ میں آیا اور دور سے اسنے دیکھا کہ محسن بن گیاہور شمشیر بکف ادھر ادھر ٹہل قدمی کرتا دکھتا ہوا
کچھ گھبرایا سا پھرتا ہے فضل یہ رنگ ڈھنگ اور تیور محسن کے دیکھکر خیال دل میں اندیشہ کی قریب خیمہ جاکے سراپردہ کی آڑ میں کھڑا ہو رہا اس عرصہ میں
آدھی رات کامل ہوا ناگاہ فضل نے دیکھا کہ محسن نے چراغ اور شمعیں سب گل کر دیں یہ دیکھکر فضل جلدی سے خیمہ میں جاکے ایک ستون کی آڑ
پکڑ کے کھڑا ہو رہا دیکھا کہ محسن تلوار کھینچے تہیہ قتل شاہزادۂ بدیع الزمان چاہتا ہے کہ اپنا وار کرے کہ برابر سے فضل نے چپکتی تمام ایک تیغہ ڈال کر ایسی
تالا لق کی مارا کہ مثل خیار تر دو ٹکڑے ہو کر لاش اس حبشی بد معاش کی زمین پر گری فضل نے جلدی سے اسکی لاش کو اٹھاکے ایک سمت پلنگ کے
نیچے دبا دیا اور وہان سے چٹ کے تلوار اپنی اٹھاکے چاہتا تھا کہ خون اسکا کسی کپڑے سے صاف کرکے میان میں کرے ازبسکہ تاریکی نہایت تھی
فضل نے جو تلوار اٹھائی تو پیچھے اسکے دیوار میں دو کنول دیوارگیری کے نصب تھے پشت تلوار کی کنولوں میں لگی دونوں کنول ٹوٹ گئے انکے چھناکے
سے آنکھ شاہزادۂ عالم کی کھل گئی دیکھا کہ کوئی شخص تلوار کھینچے میرے سر پر کھڑا ہے بیساختہ مثل شیر غران نے پلنگ پر سے جست کرکے ایک طمانچہ جو ایسا کھینچ کے
مارا تو فضل چیخ مارکر فرش پر گرا اور شاہزادۂ والا قدر نے چھاتی پر چڑھ کے تلوار چھین لی اور مشکیں باندھکر آواز دی کہ ارے کوئی ہے روشنی لاؤ دیکھیں اس
شخص نے تلوار ماری تھی خدا نے مجھے محفوظ رکھا یہ سنکے چارطرف سے لوگ دوڑ پڑے اور فراش در مشعلیں فانوس بر دار روشنی لیکر حاضر ہوئے دیکھا کہ وہ
اشجع دہر نہایت خشمگین پلنگ پر بیٹھا ہے اور فضل بن گیاہور کی مشکیں بندھی ہوئیں برابر پلنگ کے خاموش اور خود فراموش سرنگون کھڑا ہوا
علی الاتصال اشک آنکھوں سے بہا رہا ہے شاہزادۂ نامور نے فرمایا کہ ابھی اس ناحق شناس کو لیجا کے گردن مارو چنانچہ صبح ہو چکی تھی حسب الحکم شہزادۂ عالم
کے جلادوں نے آکر رسنا گلے میں فضل کے ڈالدیا اور بیرون چارباغ لیجا کر بانداز نکبت کا چبوترہ لال قتلگاہ پر بٹھلا دیا اور چاہتا تھا کہ قتل کرے حسب الاتفاق
جہان فضل بن گیاہور نے لاشہ خون چکان محسن بن گیاہور کا لاکر زیر قالین چھپا دیا تھا وہان کسی فراش کا جو پانوں پڑ گیا تو وہ گیلا گیلا
دیکھکر اسنے جھککر غور سے جو دیکھا ہوا اور قالین تو بوئے خون آتی تھی تب وہ لاشہ خاک و خون آغشتہ محسن بن گیاہور کا نظر آیا تب اسنے سراسیمہ پکار کر کہا کہ صاحبو دیکھنا
یہان قالین کے نیچے کوئی ایک لاش کسی کی دبا کے ڈال گیا ہے لوگوں نے وہان جاکے جو دیکھا تو پہچانا کہ یہ لاش محسن بن گیاہور کی ہے شدہ شدہ
یہ شور و غل شاہزادۂ بدیع الزمان نے جو سنا تو وہان قدم رنجہ فرما کے دیکھا کہ واقعی محسن بن گیاہور ہے فوراً ایک کھٹکا شاہزادۂ والا کے دل میں
گذرا اور فرمایا کہ ارے ہان کوئی جاکے دیکھو کہ فضل بن گیاہور کو جلادون نے ابھی قتل تو نہیں کیا اگر زندہ ہو تو جلاد کو ممانعت کرو کہ خبردار ابھی
امادۂ اسکے قتل کا نہ کرے چارطرف سے لوگ چلاتے ہوئے دوڑ پڑے کہ اے جلاد دست خود را نگہدار خبردار ابھی فضل پر تلوار نہ مارنا ازبسکہ ترک
جوشن پوش کو فضل سے محبت دلی تھی یہ سنتا ہانپتا ہوا باغ سے نکلکر قریب فضل کے آیا ترک جوشن پوش نے آتے ہی فضل بن گیاہور
سے پوچھا کہ ای بہادر مجھے اسوقت نہایت تحیر اور استعجاب ہے کہ تو ہزار جان سے عاشق زار نام کا شاہزادۂ بدیع الزمان نامدار کے تھا یہ کیا ماجرا
درپیش ہوا مفصل بیان کر اور یہ لاش محسن بن گیاہور تیرے چھوٹے بھائی کی زیر قالین کس نے دبا کے چھپائی ہے فضل نے ایک آہ جگر سے
کھینچکر کہا شعر درد رو لیست اندر دل اگر گویم زبان سوزد و گر دم درکشم ترسم کہ مغز استخوان سوزد کیا کہوں جو کچھ رسوائی اور روسیاہی
یہ

منشی تقدیر اور کاتب ازل نے بروز دیوان قضا میری لوح جبین پر کلک قدرت سے رقم کر دی تھی وہ ظہور میں آئی اور تمام ماجرا ہو بہو بیان کیا
تمام رفیق اور مصاحبین شاہزادۂ والا تمکین کے گریہ و بکا کرنے لگے اور ترک جوشن پوش نے یہ مقدمہ بحضور شاہزادۂ عالمیان کیا شاہزادۂ
والا قدر بمجرد سننے کلمات عجیب اور نادم ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور فضل بن گیا ہور خون آشام کو جا کے اپنے گلے سے لگایا اور آبدیدہ ہو کر
کہا اے فضل بن گیا ہور الانسان مرکب من الخطا والنسیان مجھ سے غلطی ہوئی اب تو بدل عفو کر آج سے تو بجائے میرے بھائی کے ہے فضل
گیا ہور یہ خطاب خداوندانہ شاہزادۂ عالم کے دیکھکر زار زار [illegible] قربان ہو رہا تھا قصہ مختصر شاہزادۂ عالی مقدار فضل کو اپنے ہمراہ لیکر جہاں باغ میں جہان
بارگاہ استادہ کرائی تھی صدر جاہ و حشمت پر تمکن ہوا جشن عیش و طرب میں مع فضل بن گیا ہور خون آشام اور ترک جوشن پوش اور
ارباب طرب ہمدمی وغیرہ مع مصاحبوں اور ہمنشینوں کے مصروف ہوا اور اِدھر ملکہ گوہر ملک نے خیال کیا کہ آج باری شاہزادۂ عالم کے تشریف
لانے کی ہے اپنے مکان میں تیاری بزم نشاط اور محفل انبساط کی حسب معمول کر کے انتظار میں شاہزادۂ عالیمقدار کے بیٹھی تھی آخر اسی انتظار
میں بیٹھے بیٹھے دو پہر رات تک جاگا کی بعد اسکے سو گئی مردار بدفعلان کمالی مرجان عیار کا یہ عجب جو کئی دن سے اسی گھات میں رہتا تھا
اسنے ملکہ کو غافل عالم خواب میں اور تمام انیسوں جلیسوں مصاحبوں خواصوں کو خود غلط اور محو خواب پڑے سوتے دیکھا جھٹ پٹ بنقاب عیاری
میں وارد ہو بیہوشی دیکر ملکہ کو سنگھائی ملکہ بیہوش ہو گئی یہ باندھ پشتارہ ملکہ کو بذریعہ کمند کے دیوار چار باغ کے نیچے اترا اور [illegible]
سیدھا سمت شہر سبحان روانہ ہوا ادھر شاہزادۂ بدیع الزمان مع مصاحبوں اور جان نثاروں کے بارگاہ میں بیٹھا جشن دیکھ رہا تھا
کوئی پہر رات پچھلی باقی تھی کہ آنکھوں میں غنودگی معلوم ہونے لگی اسوقت محفل سے برخاست کر کے پلنگ پر تشریف لیگیا اور ذرا آنکھ جھپک
گئی تھی تو خواب میں دیکھا کہ ایک سیاہ کتا ملکہ گوہر ملک کو پکڑے لیے جاتا ہے فوراً اٹھا اور نہایت بیتاب ہو کر اندرون محل تشریف لیگیا
فضل بن گیا ہور اور مرجان تیز رفتار پاؤں کی آہٹ پا کے چونک پڑے تھے شاہزادۂ والا گہر خواب بیان کر کے سمت محل قدم زن
ہوا تو یہ بھی ساتھ ساتھ قریب دروازۂ قصر آئے اور جونہیں شاہزادۂ عالم نے دروازے کے اندر قدم رکھا تو ملاحظہ کیا کہ چار طرف محل میں
اندھیرا پڑا ہے مرجان تیز رفتار نے جلدی سے فتیلہ عیاری روشن کیا اور ہمراہ شاہزادۂ عالیجاہ اندرون محل جا کے خواصوں ملازموں وغیرہ کو
پکار کر کہا کہ ارے اسقدر غافل سوتی ہو ذرا ہوشیار ہو کے دیکھو شاہزادۂ عالم تشریف لائے ہیں اتنے میں شاہزادۂ والا قدر نے چار قدم آگے بڑھ
کے پلنگ پر دیکھا کہ ملکہ نہیں ہے شاہزادۂ عالی مقدار نے خواصوں سے پوچھا کہ ملکہ کہاں ہے سبھوں نے دست بستہ عرض کی حضور پلنگ پر
آرام فرماتی ہیں بس پھر تو یہ حال تھا کہ شاہزادۂ با اقبال کو عجب طرح کا رنج و ملال پیدا ہوا اور عنقریب تھا کہ اس صدمۂ جانکاہ سے قفس
اپنی ہلاکت کا کرے ناگاہ مرجان تیز رفتار نے بعد تفحص بسیار جو خیال کیا تو فرش پر [illegible] نشان مردار بدفعلان کے پاؤں کا دیکھ کر
واویلا کرنے لگا اور اپنا سر پیٹ کر کہنے لگا کہ شہریار غضب ہو گیا مردار بدفعلان ملکۂ عالم کو بہ عیاری پشتارے میں باندھ کر لے گیا ہے یہ اسکے پاؤں
کا نشان معلوم ہوتا ہے شاہزادۂ بدیع الزمان یہ حال سنکے گریاں و نالاں محل سے برآمد ہوا اور فضل بن گیا ہور خون آشام سے یہ سب ماجرا
بیان کی فضل نے عرض کی کہ شہریار آپ بیتابی اور بیقراری اور اشکباری نہ فرمائیں یہاں سے سبحان کیطرف جانے کی تین راہیں ہیں
ایک راستہ تو جنگل کا ہے دوسرا ایک راہ سمت کوہستان ہے اور سوا ایک یہ شاہراہ گذرگاہ بھی ہے اب حضور بسم اللہ کہکے سوار ہوں اور جنگل کی راہ سے
تلاش میں بمع [illegible] کے تشریف لیجائیں اور غلام سمت کوہستان تلاش کو جاتا ہے اور مرجان تیز رفتار شاہراہ پر اسکے تعاقب میں
جائے جس شخص سے اسکا سامنا ہو جائے بلاتامل جسطرح ہو سکے اسے قتل کرے یا گرفتار کر کے ملکۂ عالم کا پشتارہ اس سے چھین لاوے
غرض یہ تجویز اور مشورہ قرار دے کے سب اپنی اپنی راہ پر چلے اول احوال فضل بن گیا ہور جو یہاں سے گھوڑا سرپٹ اڑائے کوہستان
میں چلا جاتا تھا تھوڑی سی رات باقی تھی کہ دامن کوہ سے کسی نے بہ آواز بلند کہا کہ باش اے شخص تو کون ہے اور اسوقت اس بیتابی سے
سے کہاں جاتا ہے فضل بن گیا ہور نے کچھ جواب نہ دیا جسطرح گھوڑا اڑائے چلا جاتا تھا آگے چلا ناگاہ دیکھا کہ ایک نقابدار شیر کی کھال
کی نقاب منہ پر ڈالے ہیبتناک ہو کر ہاں خبردار آگے قدم نہ رکھنا پہلے بیان کر اے شخص کہ کس وجہ سے [illegible]

تو کون ہے کسکا نوکر ہے کہاں جاتا ہے یہ اور چند قدم آگے بڑھا تھا کہ پھر اس نقابدار نے نہایت درہم و برہم ہو کر آواز دی کہ ای مردک میں نے
دو مرتبہ بآواز بلند تجھسے پوچھا کہ تو کون ہے اور تو نے کچھ جواب نہ دیا جب فضل بن گیا ہور نے یہ کلمہ سنا سوچا کہ اس نقابدار نے مجھے
مردک کہا ایکبار غیظ میں اپنے مرکب سے کود پڑا اور تلوار پکڑ کے پکار کر کہا کہ ای نقابدار گمنام تجھے میری تحقیق حال اور اس قیل و قال سے کیا کام ہے
واللہ اعلم بالصواب میں کسکام کو کہاں جاتا ہوں یا کون ہوں تو نے مجھے بیوجہ مردک کیوں کہا یہ کونسی شرافت ہے یہ کہتا ہوا برابر نقابدار کے گیا
اور جھپٹ کر ایک ضرب تیغ بر سر نقابدار لگایا چاہتا تھا نقابدار پلنگینہ پوش نے جھٹ تلوار کی دیکھ کر بسہولیت تمام بار اوسکو تلوار کی بچا کے چند دست
فضل بن گیا ہور خون آشام کا پکڑ لیا اور تلوار فضل کے ہاتھ سے چھین کر فضل کو اٹھا کر زمین پر دے مارا اور چھاتی پر جا بیٹھا فضل بن گیا ہور نے یہ ذلت
و خواری اپنی دیکھکر بکمال گریہ و زاری ایک آہ سرد دل پر درد سے کھینچکر یہ کلمہ زبان پر لایا کہ افسوس صد ہزار افسوس کہ شاہزادہ عالم فقیر پرور غم پرور
بیجان کار گرفتار [illegible] امید وصال تو بروز دگر افتاد یعنی اب زیارت اقدام عالی کی اس غلام جان نثار کو کہاں نصیب ہوگی نقابدار پلنگینہ پوش نے
پوچھا کہ وہ شہزادہ عالم کون ہے جسکے درد و دوری میں تو یہ کلمات یاس اسوقت اپنی زبان پر لایا فضل نے کہا ای نقابدار میں غلام ہوں شاہزادہ
بدیع الزمان نامدار کا کہ اسوقت الیاس کار ضروری میرے آقاے نامدار کو درپیش تھا کہ اوسکے واسطے میں جاتا ہوں اثناے راہ میں یہ سانحہ ہوا [illegible]
کیا لطف مجھے اپنی زندگی کا ہے مع صد خندہ مرگ بر جبین زیست اگر میاں تو کام اپنے ولی نعمت کا مجھسے نہ ہوسکا اور بیان ایسی جھڑک فاش جینے
اٹھائی جبکہ نقابدار پلنگینہ پوش کو ثابت ہوا کہ یہ شخص فضل بن گیا ہور خون آشام رفیق اور جان نثار شاہزادہ بدیع الزمان عالی مقام کا
ہے گھبرا کے فضل کی چھاتی پر سے اتر پڑا اور اپنا خنجر فضل بن گیا ہور کے ہاتھ میں دیکر بعد از عذر خواہی بسیار کہنے لگا کہ آؤ بیا اور اب میں تجھے
التجا کرتا ہوں کہ تو یہ خنجر مجھے مار میں نے اپنا خون تجھے معاف کیا کسواسطے کہ میں نے آجتک بجز ہوا خواہی اور خیر اندیشی شاہزادہ بدیع الزمان
کبھی کوئی بات خلاف اوسکے مزاج کے ایسی نہیں کی جسمیں اوسکے دشمنوں کو رنج ہو بجز آج بسبب لاعلمی کے میں نے تجھپر زیادتی کی ہے
سو تو اگر مضمون این آیہ وافی ہدایہ والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین پیش نظر رکھ کر میری نادانستہ کو عفو کرے تو زہے الطاف اور مہربانی
تیری ورنہ اگر تیرا جی چاہے اسکی تلافی مجھسے لے میں برضا و رغبت بلا اکراہ و اجبار موجود ہوں فضل نے یہ کلام حضرت انجام سنکے کہا کہ ای نقابدار کیا مضائقہ
اگر تو نے نادانستہ یا دانستہ مجھپر زیادتی کی میں نے بدل و جان معاف کی اور سارا حال مروارید غلطان کا اور گوہر ملک کو لیجانے اور تلاشی ملکہ مرجان
تیز رفتار شاہزادہ با وقار اور اپنے نکلنے کا بیان کیا اور کہا کہ اسکی تلاش میں ایکطرف میں اور ایک طرف مرجان عیار اور ایک جانب خود شاہزادہ
والا مناقب روانہ ہوا ہے پس نقابدار پلنگینہ پوش نے فضل کو سینے سے لگالیا اور بہت سی خاطرداری اور دلجوئی کر کے ایک تلوار تحفہ فضل کو
اور ایک کمان زرافشان واسطے شاہزادہ بدیع الزمان کے دی اور کہا اب تو میاں سے جا اور باغ کو پھر جا اس طرف کوئی عیار ابھی تک نہیں گیا مگر اے
دوست جا کے تلاش کر اور میں اسی عیار کی تلاش میں سوار ہو کے جاتا ہوں بس یہ کہکے فضل کو رخصت کیا اور نقابدار پلنگینہ پوش بھی سوار
ہو کے تلاش مروارید غلطان ایک سمت کو چلا جاتا تھا اب حال مرجان تیز رفتار کا سنیے کہ شش جہت میں پھرتا اور ڈھونڈتا چپ و راست دیکھتا ہوا
چلا جاتا تھا وہ وقت ہوا کہ اب گریبان سحر چاک ہو گیا اور روشنی صبح کی نمایاں ہوئی تو اوسنے دور سے دیکھا کہ مروارید غلطان بہت دور دوش
اور بار لشتارے سے شل ہو کے لشتارے کو ملکہ گوہر ملک کو ایک درخت کے نیچے رکھ دیا ہے اور آپ ٹکڑا دم لے رہا ہے نہایت خوش ہو کے وہیں سے
مرجان نے آواز دی کہ باش ای بدذات اب کہاں میرے ہاتھ سے زندہ و سالم بچکر جائیگا مروارید غلطان نے یہ آواز مرجان تیز رفتار کی سنکے
جو پلٹ کر دیکھا کہ اکیلا مرجان تیز رفتار عیار آتا ہے جوڑی خنجر کی ہاتھ میں لیکر مقابلہ مرجان آیا اور آتے ہی بہر دو طرفین سے خنجر زنی ہونے
لگی آخر کار ایک مقام پر مرجان اوسکی ضرب کو خالی دیکر لپٹ گیا اور زمین پر پچھاڑ کے چاہتا تھا کہ خنجر سے مروارید غلطان کا سر قلم کر لے کہ ایکبارگی
مروارید غلطان نے نیچے سے بیضے مرجان کے پکڑ لیے اور اسقدر دبائے کہ مرجان عیار شدت ایذا اور درد سے بیتاب ہو کر
اوسکی چھاتی پر سے غش کھا کر گر پڑا اور بیہوش ہو گیا اسوقت مروارید غلطان نے بدلیبی تمام پھر چھاتی پر چڑھکے خنجر گلے پر مرجان کے
رکھ دیا اور چاہتا تھا کہ رگ گلو کاٹے اور مرجان کو ذبح کر ڈالے کہ پشت پر سے ایک آواز ہولناک کان میں آئی کہ باش او دست

خود را نگاہدار خبردار مین آپہونچا مروارید غلطان نے یہ آواز سنکے جو پلٹ کر دیکھا ایک نقابدار طلسم پوش شمشیر بکف اور نیزہ بدست
بہ کمال جوش وخروش گھوڑا ڈالے مجھے للکارتا چلا آتا ہے گھبرا گیا اور ہاتھ پاؤن پھول گئے کانپنے لگا اس عرصہ مین نقابدار نے برابر
پہونچکر پوچھا اے تو کون ہے اور کس جرم پر اسکو تو ذبح کرتا ہے مروارید غلطان سمجھا کہ یہ نقابدار کوئی دوست اور طرفدار جبرئیل کا طرفدار ہے
کہنے لگا کہ اے نقابدار میرا نام مروارید غلطان ہے اور مین بیٹا سنجانی عیار کا اور خانہ زاد جبرئیل کا ہون ایک شخص دشمن خداوند نعمت
بدیع الزمان نامے اس ملک مین وارد ہوا ہے چنانچہ اسکا قصہ بہت طول ہے خلاصہ یہ کہ وہ ملکہ گوہر ملک جنیر زادی کو اغوا کرکے پا بزور سحر
قصر جنیری سے نکال لیگیا تھا سو آج شب کو مین حسب الحکم گنجاب کے ملکہ کو ہزار سعی وجہد عیاری کرکے واسطے جبرئیل درگاہ یاقوت شاد
خداوندزادے کے چار باغ سے چرائے لیے جاتا تھا یہ اُس بدیع الزمان کا عیار آکے سد راہ ہوا تھا مین نے ناچار ہوکے مقابلہ اسکا کیا اور
بڑے زور اور جہد سے اسکو پچھاڑا ہے نقابدار نے مرجان تیز رفتار سے پوچھا کہ تو بیان کر یہ کیا کہتا ہے مرجان تیز رفتار نے کہا کہ واقعی بنام مرجان
ہے مین غلام شاہزادۂ بدیع الزمان نامدار کا ہون یہ میرا چھوٹا بھائی ہے عیاری کرکے میرے پاس آیا اور منت وخوشامد کرکے مجھسے کہا کہ مین تابع
ہونگا اور شاہزادۂ بدیع الزمان کی کفش برداری مین رہونگا ہر چند کہ اس ملعون دغاباز کا اعتبار مجھے نہ تھا مگر حسب الحکم شاہزادۂ عالم کے
اسکو مسلمان کیا یہ چند روز تو رہا بعد اسکے آج شب کو فرصت پاکے اُسنے ملکہ کو کہ ناموس میرے آقا کی ہے بیہوش کرکے پشتارے مین باندھا اور لے
نکلا پہر رات باقی ہوگی کہ اُسوقت شاہزادۂ عالم نے خواب پریشان دیکھکر محل مین جاکے ملکہ کو جو پلنگ پر نہ پایا تو متعجب ہوا آقاے ولی نعمت میرے
عنقریب تھا کہ آپ کو ہلاک کرے مین نے جو خیال کیا تو اسکا نشان قدم پہچانا اور بہ شہود فضل بن گیا ہور خون آشام کہ وہ بھی ایک
غلام عقیدت کیش میرے ولی نعمت کا ہے ایک طرف تو مین ایکطرف فضل بن گیا ہور خون آشام ایکطرف شاہزادۂ عالی مقام اُس ملکہ
کی تلاش مین چلے اُن دونون صاحبون کا تو حال مجھے کیا معلوم مگر مین نے یہان آکر اسے دیکھا اور مقابلہ اور کارزار کرکے اسے دے مارا تھا
اپنے سینے سے ہاتھ بڑھا کر میرے بیٹھنے ملے مین بیہوش ہوکر پڑا یہ مجھے ذبح کیا چاہتا تھا خیال رحمت نے تجھے پہونچا دیا نقابدار نے یہ دونون
سنکے کہا کہ او مروارید غلطان جلد اسکی چھاتی پر سے اُتر اور یہ کہکے نیزہ مروارید کی جانب سیدھا کیا مروارید سیدھا ہوکر مرجان کی چھاتی پر سے
اُٹھ کھڑا ہوا چاہتا تھا کہ بھاگے مرجان نے پھرتی تمام اسے خنجر سے ذبح کر ڈالا اور جلدی سے پشتارہ ملکہ گوہر ملک کا لے کے سمت چار باغ
ملک حرمان دلریش چلا نقابدار طلسم پوش نے مہمیز جھنکا کر مرجان زرا ٹھیر جا بات تو سن مرجان نے دست بستہ یہ عرض کی
کہ اے نقابدار ہر چند کہ تو محسن میرا ہے لیکن یہ مقدور نہ اب ملکی کا ہے اسوقت اب مین ٹھہرنے کا نہیں یہ کہکے جیسے کہ ہوائی پیچ سے یا شہزادہ
تنگ سے نکل جاتا ہے دو چار جستون مین نقابدار طلسم پوش کی نظرون سے غائب ہوگیا اور بد مجھی تمام بااطمینان مالاکلام چارباغ مین جا کے
داخل ہوا اور ملکہ کو پشتارے مین سے نکالکے فیتلہ نغمہ بیہوشی کا دیا ملکہ کو چھینک آئی آنکھ کھل گئی اُسوقت سارا حال از ابتدا تا انتہا مرجان
تیز رفتار نے بیان کیا ملکہ نے سجدات شکر جناب باری ادا کرکے نذر وجہ بہت سا اپنے اوپر سے تصدق کیا اور ہزارون مساکین اور محتاجین کو
کھانا تقسیم کیا اب دو دوری شاہزادۂ بدیع الزمان مین اپنی خاصون اور مصاحبون سے بہت بھلا رہی ہے اسکو تو یہین چھوڑ دیجیے ::

اب کچھ حال شاہزادۂ بدیع الزمان با اقبال کا گذارش کیا جاتا ہے

کہ شاہزادۂ بدیع الزمان چار باغ سے نکلکر جو اپنے مرکب کو گرم تاز کیے تلاش مروارید غلطان روانہ ہوا تو تمام صحرا چپ و راست دیکھتا ہوا
چلا کہ دو پہر رات پچھلی اور چار پہر دن اور تین پہر رات اسی جستجو وتلاش مین رہا دو ہی ایک پہر رات باقی تھی کہ کسل راہ سے ایک درخت کے نیچے گھوڑے
پر سے اُتر پڑا اور زین پر زین پوش بچھاکے چاہا کہ دم بھر استراحت کرون تو پھر کسی طرف جاکے ڈھونڈھون وہین لیٹ رہا از بسکہ دو شبانہ روز
کچھ خاصہ تناول نہین فرمایا تھا اور کسل راہ سے سستی اور نیند کی شدت تھی سو گیا قضا کار سنجانی عیار باپ مرجان تیز رفتار و مروارید غلطان
کا بادلا دوہی سے پھرا ہوا شہر سنجان کو جاتا تھا اسنے جو شاہزادۂ عالیقدر بدیع الزمان نامدار کو وہان اسطرح غافل پڑا دیکھا تو جلدی سے
دارو بیہوشی کہ جو عیاری مین رکھتے تھے سنگھائی شہزادہ بیہوش ہوگیا اسنے جھٹ پٹ چادر عیاری مین پشتارہ باندھ کے اپنے کاندھے پر رکھا اور راہی

گھوڑے پر شاہزادۂ نامور کے سوار ہوکے سمت سنجان روانہ ہوا ابھی کوئی دو کوس نہیں پہونچا تھا ناگاہ دور سے ایک تیق گرد کا نمودار ہوا یہ بخیال دور اندیشی اسی جگہ ایک درخت کے نیچے چھپ رہا جب وہ گرد بیٹھی تو اسنے دیکھا کہ ایک لشکر عظیم الشان ایک لاکھ بیس ہزار سوار کا آگے آگے علم اور نشان آمیز تعریف لقاخداے باختری تزیین ہوئی اور سب سے آگے بڑھتے ہوے دو نوجوان نہایت وجیہ اور شکیل سبز اور نیل گھوڑوں پر سوار چلے آتے ہیں سنجانی عیار نے خوب غور سے جو دیکھا تو پہچانا کہ یہ دونوں جوان گنجاب کے بھانجے سعد جرگر نشین و سعید جرگر نشین بجائل ہیں بارگاہ نشین لقاخداے باختر ہیں شاید یہ ماموں گنجاب کی ملاقات کو آتے ہیں درخت کی آڑ سے نکل کے مع پشتارہ چند قدم آگے جاکے سعد و سعید جرگر نشین کو سلام کیا دونوں سب خوش ہوے اور احوال صحت و سلامتی گنجاب اور تمام شہر سنجان کا پوچھنے لگے کہ اے سنجانی سنتے ہیں کہ کوئی شخص بدیع الزمان پسر حمزہ بہادر وارد ہوا ہو اور اسنے ایک عالم تنگ گنجاب میں ڈالا ہے سنجانی عیار نے جواب دیا کہ فی الواقع ایک بدیع الزمان دوسرا قاسم ہے ان دونوں نے چند روز سے حملے کرکے ہزاروں لقاپرستوں کو مار ڈالا اور ہزاروں گھر ویران کردیئے ہر روز ایک ہنگامہ تازہ برپا رہتا ہے تمام شہر تہ و بالا ہو گیا ہے آپ ذرا دو چار گھڑی کے واسطے یہاں ٹھہر جائیں تو غلام سب احوال مفصل بیان کرے ان دونوں نے کہا کہ ہمکو خداوند باختر نے اسی مہم پر واسطے مدد گنجاب کے روانہ کیا ہے یہ سنکے اسی میدان میں اپنا خیمہ استادہ کرکے دونوں اتر پڑے اور سب سواروں نے حسب حکم اپنے اپنے خیمے نصب کئے اندرون خیمہ جاکے داخل ہوے مسند پر بیٹھ کر سنجانی سے پوچھا کہ اب مفصل بیان کر سنجانی عیار نے کہا کہ یہ داستان بدیع الزمان [illegible] بہت طویل ہے میں مختصر کہونگا مختصر مطلب یہ ہے کہ میں آج شب کو بالا دری کرکے شہر سنجان کی طرف [illegible] جاتا تھا اثناے راہ میں کوئی مع ساٹھ ستر ہزار سوار کے بدیع الزمان کہیں گیا تھا وقت مراجعت مجھ سے مقابلہ ہو گیا میں نے اسے ایک [illegible] بیہوش کرکے باندھ لیا اور پشتارہ کاندھے پر رکھ کے بہ غرض [illegible] لئے جاتا تھا اب دونوں صاحبوں سے ملاقات ہو گئی سعد جرگر نشین اور سعید جرگر نشین نے یہ حال جو سنا تو نہایت خوش ہو کر کہنے لگے کہ ہاں ذرا پشتارہ کھولکر بدیع الزمان کی صورت تو ہمیں دکھاؤ سنجانی عیار نے پشتارے سے شاہزادۂ عالم کو کھولکر روبرو سعد اور سعید کے رکھدیا وہ دونوں جاہ و جلال اس بااقبال کو دیکھ کر کہنے لگے اے سنجانی یہ شخص بیہوش و خاموش کیوں پڑا ہے کیا تو نے بیہوشی دیکر پشتارے میں باندھا ہے سنجانی نے کہا جی ہاں پھر دونوں نے کہا اسکی بیہوشی دفع کردے تو ہم اس سے دو چار باتیں پوچھیں سنجانی عیار نے کہا کہ صاحبزادہ بدیع الزمان [illegible] اگر اب اسکو ہوشیار کرونگا تو پھر یہ گرفتار نہ ہوسکیگا [illegible] ہوشیار کرونگا سعد و سعید جرگر نشین نے حالت بیہوشی میں ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پاؤں میں بیڑیاں ڈالیں [illegible] اور سنجانی نے فتیلہ دفع بیہوشی کا دیا اسی چھینک آئی اور شاہزادۂ عالم کی آنکھ کھل گئی اسنے دیکھا کہ میں مطوق اور مسلسل فرش خاک پر بیٹھا ہوں اور سامنے میرے دو بادشاہ تاج شاہی بر سر و چار قبہ شاہنشاہی در بر بیٹھے ہیں تلواریں آگے رکھے سریر سلطنت پر بیٹھے ہیں اور گرد پیش بہت سے سردار سپریں تلواریں پکڑے دنگلوں کرسیوں پر بیٹھے ہوے میری طرف دیکھ رہے ہیں شاہزادۂ عالی مقام نے یہ حال اپنا دیکھا بطریق دین اسلام باواز بلند کہا کہ سلام من درین محفل بر آن کسے باد کہ [illegible] دین پیغمبر او بر حق [illegible] کسی نے کچھ جواب نہ دیا مگر غیب سے ایک آواز آئی علیک السلام اسیوقت سعد و سعید جرگر نشین نہایت برہم ہوکر حکم دیا کہ ہاں اسے لیجاکے جلادوں کو حوالے کرو کہ قتل کریں حسب الحکم ان دونوں کے جلادوں نے آکے ڈال زنجیر گلے میں اس شاہزادہ والا گہر کو لشکر میں لیجاکے [illegible] کا چبوترہ [illegible] کا گردن پر شاہزادے کی کھینچ دیا اور چار طرف مجمع تماشائیوں کا دیکھ کر بہ آواز بلند کہا ایہا الناس خلق خداوند [illegible] لقاخداے باختر کی اور ملک [illegible] گنجاب بن [illegible] بن ملک حرمان دیوکش کا حکم ہو سعد اور سعید جرگر نشین دونوں گنجاب کے بھانجوں کا وہ شخص جلادی واسطے اپنے پیٹ پالنے اور اہل و عیال کی پرورش کے یہ پیشہ جلادی کا کرتا ہوں شعر سلطنت سلطان کند فرمایہ بر جلاد نیست مرغ را دانہ بلا شد طعنہ بر صیاد نیست اب شاہزادۂ عالیوقار بدیع الزمان نامدار غور دنیا میں ذرا دیکھو ہوسناک تماشا ہے پھر خاک میں کیا دیکھے گا تو خاک تماشا وہ کل کی بات ہی

کہ تو صاحب جاہ و حشم مالک تیغ و علم اشجع و بہر جیسو سپاہ ہے کار زار گنج بخش حکم فرما کئی لاکھ سوار کا تھا آج گردش لیل و نہار اور انقلاب زمانہ سے تنہا
اور گردن غدار سے زیر تیغ خاک پر بیٹھا بحسرت نگران ہے اور کوئی دم کا اس سرائے فانی میں مہمان ہے جو کچھ تجھے کھانا پینا وصیت اور نصیحت کرنا
کسیکو کہ سنتا ہو وہ اپنے دل کی حسرت نکال لے چند دم بھر کے پھر یہ ٹھنڈا پانی اور ٹھنڈی ہوا تجھے کہاں نصیب ہوگی شاہزادہ عالیجناب
نے جواب دیا کہ اے جلاد مجھے نہ کچھ کھانا ہے نہ پینا نہ کسی کو کچھ پیام دینا ہے نہ کوئی حسرت دنیا میرے جی میں ہے بسم اللہ تو اپنے کام میں مستعد ہو اور
میرے قتل میں اب توقف نہ کر جلاد منتظر دم ہے اور تیرے حکم کا تھا مگر بقول شخصے دوہا جا کو راکھے سائیاں مار سکے نہ کوئے بال نہ بیکا
کر سکے جو جگ بیری ہونے پہ تلوار تیغ قاتل [illegible] نہ برو [illegible] ناگاہ ادھر سامنے سے ایک گرد پیدا ہوئی تیرہ و تیرہ و خیرہ و خیرہ
مرکز دیدہ آسمان جیسے دریا سے گرد برین [illegible] شغفان و ہیجان چون سر زلف عروسان ہوا نے ملا گرد کو گرد نے مارا ہوا کے دامن گرد
[illegible] ہوا تھا کہ رستم خان بن گنجاب [illegible] بجلی [illegible] ملک کو بناست خوش جمال صاحب جاہ و جلال اشجع میدان کار زار
صاحب دل رستم [illegible] دولت [illegible] بہادر [illegible] مقرب خاص تھا سے شرک خدا ہے اسنے جو شہرہ شجاعت اور ہمتی شاہزادہ بدیع الزمان
گردشکن کا [illegible] دل خدا [illegible] مقامین ہر خاص و عام سے سنا تو ہزار جان و دل مشتاق شاہزادہ آفاق کا ہو کر ایک لاکھ اسی ہزار سوار
[illegible] لقا سے [illegible] سنجان [illegible] اپنے باپ گنجاب کے پاس آتا تھا خبردار نے سعد و سعید جرگہ نشین کو خبر دی کہ شہزادہ یعنی رستم خان
بن گنجاب آتا ہے سعد و سعید جرگہ نشین رستم خان کی خبر سنکر خیمہ سے باہر نکل آئے اور اسطرف رستم خان بن گنجاب جو چند قدم آگے بڑھ کر
[illegible] تو دیکھا [illegible] زیر تیغ جلاد اس شاہزادہ عالی نژاد کو بیٹھا دیکھکر پوچھا کہ یہ کون شخص ہے اور کس جرم پر اسکو قتل کرتے
ہیں سعد و سعید جرگہ نشین نے رستم خان سے صاحب سلامت کر کے کہا یہ جو آپنے سنا ہو بدیع الزمان گردشکن وہ یہی شخص ہے رستم خان نے
پوچھا کہ یہ کیونکر گرفتار ہوا سعد و سعید جرگہ نشین نے جواب دیا کہ سنجانی عیار نے ایک طمانچہ مار کر گھوڑے پر سے اسکو گرا دیا اور پشتارہ باندھ کر
لیے جاتا تھا ہمارے راہ میں ہمسے ملاقات ہوگئی ہمنے اسکو اپنے خیمہ میں لا کے فیل رفع بیہوشی کا دوا یا اور ہوشیار کر کے چاہا اس سے کچھ بات
کریں پھر پوچھیں کہ اسنے ہوشیار ہوتے ہی نام خدا [illegible] لیا اس جرم پر ہم اسکو قتل کرتے ہیں رستم خان نے کہا کہ اے بدیع الزمان ایسی
زور و طاقت پر تو دعوی شجاعت اور ہمتی کرتا تھا کہ جبار سے کم کے ایک عیار نے تجھے طمانچہ مار کر مشکیں باندھ لیں اور پکڑ لایا اب مقتضائے غیرت
یہ ہے کہ دید و خدا کی پرستش چھوڑ دے اور خداوند حمید و ہزار ملک لقا خدا ہے اخبر کو اپنا خالق جانکے اور ربوبیت کا اسکی اور عبدیت کا اپنی مقر ہو کر
اسے سجدہ کرین تیرے سب جرم و خطا سے ہم اور تجھے بادا جان سے معاف کرا دینگا اپنا رفیق بناؤنگا شاہزادہ نامدار نے جواب دیا کہ لعنت اللہ علی الکاذبین
کس لعین نے مجھے طمانچہ مار کے باندھ لیا ہے استغفار توبہ یہ وہ شخص ہے [illegible] اگر تم بہادر ہے تو بھی یہ [illegible] اکر مردار ہید فلطان بیٹا سنجانی عیار کا
عیاری میں [illegible] میان کے مسلمان ہوا اور کل شب کو وہ ملگونہ ملک کو بیہوشی سے عالم غفلت میں پشتارہ میں باندھ لے جاتا تھا جب مجھے
خبر ہوئی تو مین اسکی تلاش میں سوار ہو کے نکلا تھا فلان مقام پر پہونچکر [illegible] راستے میں تھک گیا تو ذرا مین گھوڑے پر سے اتر کے زمین پر بیٹھا
کے ایسا ہو گیا شاید سنجانی عیار کہیں اسطرف سے آگیا اور مجھے بیہوش کر کے لے گیا تھا رستم خان نے سنجانی اور سعد و سعید جرگہ نشین کیطرف
دیکھکر کہا کہ یہ کیا درست نامردی کی تھی کہ بیہوشی کی سوتے میں اسکو پکڑ لائے [illegible] سنکر بدیع الزمان گذشتہ را صلوات اب ہم تجھے قید سے
نجات دیتے ہیں بشرطیکہ تو ہم سے کشتی لڑے اگر تو ہمارے کشتی میں غالب آئے تو جو تو کہے ہم بجان و دل منظور ہے اور اگر ہم تجھے
زیر کریں اور تجھپر غالب ہوں تو تو خداوند لقا کی پرستش اختیار کر کے ہماری رفاقت قبول کر شاہزادہ عالی مقام نے فرمایا بخدا اسے
عزوجل کہ مجھے منظور ہے اگر تم مجھے زیر کرو تو جو تمہارا طریق ہو مین بھی اعتقاد کرتا ہوں اور اگر مین بھی تمہین کشتی مین زیر کرون تو تم بھی شہادت
پڑھ کے مسلمان ہو جاؤ رستم خان نے کہا اچھا ہمکو بھی منظور ہے یہ کہکے چاہتا تھا کہ قید اسکی کھلوا دے یکایک شاہزادہ والا مرتبت نے
نعرہ اللہ اکبر جگر سے کھینچکر ہاتھوں کی ہتھکڑیاں پانوں کی بیڑیاں سنگ کا ملوق کر کے لٹو مانند تار عنکبوت کے توڑ کے علیحدہ پھینک دے
اور بسم اللہ کہکے اٹھ کھڑا ہوا رستم خان یہ زور و قوت شاہزادہ رستم صولت کی دیکھکر دہل گیا اور سنجانی عیار تو اسوقت مانند بید

رنگ پریدہ کے وہاں سے پرواز کر گیا اور میان یاری جھگڑے کی ہوئی اور رستم خان اور شاہزادۂ بدیع الزمان سے زور کشتی کا ہوا
دو پہر کے عرصہ میں شاہزادۂ عالی شان نے رستم خان کو ڈال کر زنجیر میں بالائے سر اسکا توڑ کر زمین سے اٹھا لیا اور چاہا کر پیچ دیکر زمین
پر مارے رستم خان نے کہا شعر کہ راکہ مردان بگیر زور دست : مرزبانی فوج خرم فارغ ست : امیدوار ہوں کہ وہ کلمہ مجھے تلقین کر جس سے انسان
طاہر ہو جاتا ہے شاہزادہ عالی مقدار نے رستم خان کو بسہولیت تمام زمین پر رکھ دیا اور کلمۂ طیبہ ارشاد فرمایا رستم خان از سر صدق کلمہ پڑھ کے
مسلمان ہو گیا بعد ازاں سعد جرگہ نشین اور سعید جرگہ نشین نے عرض کی کہ اے شہریار اب ہمکو یقین الیقین ہوا کہ یہ زور و طاقت اور یہ فتح اور
نصرت من جانب اللہ ہے اور فقط یہ تیرے دین اور ملت پاک کی برکت ہے کہ ہمیں بھی یہ بات واجب ہے کہ ہم بھی تجھسے پڑھکر اس چاہ کفر و ضلالت سے
نکلیں اور لب چشمۂ ہدایت پر پہنچیں شاہزادے نے کلمہ ارشاد کیا وہ دونوں بھی کلمہ پڑھ کے مشرف باسلام ہوئے بعد ازاں رستم خان نے ایک لاکھ اسی ہزار
سواروں سے اور سعد و سعید جرگہ نشین نے اپنے ایک لاکھ ساٹھ ہزار سواروں سے بہ آواز بلند کہا کہ اے یارو ہمنے تو لعنت کی بت پرستی اور کفر و کافری
پر اور ملت بیضا دین اسلام قبول کرکے اطاعت و فرمانبرداری شاہزادہ بدیع الزمان کی اختیار کی تمہیں اگر ہماری محبت اور رفاقت منظور ہو تو کلمۂ حق پڑھ کے
مسلمان ہو شعر پھر وہی ہم ہیں وہی تم ہو وہی باتیں ہیں • پھر وہی صحبتیں ویسی ہی ملاقاتیں ہیں : ان تین لاکھ چالیس ہزار سواروں میں سے
دس ہزار کفار بدکار ایسے تھے کہ جنہوں نے بخوف جان ظاہر میں تو کچھ نہ کہا مگر چپکے چپکے اپنے اپنے گھوڑوں کو تازیانے مار کے عنان
گیر سمت شہر سبحان فرار ہوئے باقی جتنے تھے ان سبھوں نے یہ کہا کہ الناس علی دین ملوکہم جو آقا اور بادشاہ کا دین وہی بندے اور رعایا کا دین
رستم خان بن گنجاب اور سعد و سعید جرگہ نشین سے زیادہ عقل و فراست و فہم و ادراک ہم لوگوں کو نہیں انہوں نے کچھ اچھا ہی دین سمجھ کے قبول کیا ہوگا
پس ہمکو پھر آمین ماننے میں تامل کرنے میں نادانی اور جہالت ہے سب ایک زبان اور ایک دل ہو کر پکارے کہ اے رستم خان بن گنجاب اور اے سعد اور سعید جرگہ
نشین ہم سب مطیع اور فرمانبردار ہیں جو آپ سب صاحبوں نے اس ملت و دین کو پسند کیا تو ہم سب کو کیا عذر ہے وہ کلمہ تلقین کیجیے تا ہم سب بھی
کلمہ پڑھ کے مسلمان ہوں رستم خان بن گنجاب اور سعد جرگہ نشین اور سعید جرگہ نشین نے باواز بلند کلمہ شہادت پڑھایا وہ کئی ہزار سوار کلمہ
پڑھ کے بصدق دل مسلمان ہو گئے شاہزادہ عالیشان بدیع الزمان مع رستم خان بن گنجاب و سعد جرگہ نشین اور سعید جرگہ نشین اور تین لاکھ
تیس ہزار سواران اشجع روزگار کے سمت چار باغ ملک حیران دلکش روانہ ہوا جاتے جاتے ایک صحرائے ہولناک میں وارد ہوا جہاں ہزارہا
جانوران درندہ اور حیوانات گزندہ مثل شیر فیلستان اور اژدہائے آتش فشان نظر آتے تھے آگے بڑھے ناگاہ دور سے ایک پہاڑ بہت بڑا فلک فرسا
دیکھا اس پر ایک سیاہی نمایاں تھی شاہزادہ عالیجناب نے رستم خان بن گنجاب سے پوچھا کہ اے رستم خان عجیب وحشتناک صحرا اور بیابان کی سرزمین ہے کہ
کچھ بیان نہیں کیا جاتا ایسا وحشت انگیز اور ہولناک پہاڑ بھی کبھی نہیں دیکھا اور اس پہاڑ پر یہ سیاہی کیسی نظر آتی ہے یہ کیا ماجرا ہے رستم خان اور سعد
جرگہ نشین اور سعید جرگہ نشین نے دست ادب بستہ عرض کی کہ شہزادۂ عالم اس پہاڑ پر ایک قلعہ ہے کہ نام اسکا قلعۂ ملک حیران ہے اور تین طرف
اس قلعہ کے ایک دریائے زخار ساحل ناپیدا کنار ہے اور یہ ایک طرف ادھر جنگل ہے کہ حضور ملاحظہ کرتے آتے ہیں گے اب تھوڑی دور چل کے
پھر اسقدر راہ دشوار گذار ہے کہ ایک سوار مشکل نکل جائے تو نکل جائے باقی کیا مقدور اور کیا طاقت کہ کوئی شاہ و شہریار وہاں جا دے کہ سوار کا لشکر لے کے
دروازۂ قلعہ تک پہنچ سکے چالیس برس کی آمدنی کا روپیہ اور خزانہ ملک سبحان کا اس قلعہ میں دفینہ ہے اہرمن ساربخ نامے بھائی گنجاب کا حاکم
اس قلعہ کا مع چالیس ہزار سوار جنگ آزمودہ اور کارگزار و بڑے بڑے پہلوان اور توپیں دیران جو عذر کارزار کے واسطے اندر رہتا ہے شاہزادہ عالم و عالمیان
بدیع الزمان یہ استحکام اور انتظام اس قلعہ کا دیکھا اور حال خزینۂ دفینۂ گنجاب کا سنکر نہایت مشتاق سیر اس قلعہ کا ہوا اور رستم خان سے پوچھا کہ
کیوں بھائی کوئی سبیل ایسی بھی ہے کہ ہم ایک نظر اس قلعہ کے اندر جا کے دیکھ آئیں رستم خان نے عرض کی کہ اے شہریار اور کوئی صورت اس
قلعہ میں جانے کی غلام کو نظر نہیں آتی مگر ایک طریق اور ایک تدبیر ہے کہ ابھی غلام کے مشرف باسلام ہونے کا حال اہرمن ساربخ کو معلوم نہیں ہے
میں اپنی طرف سے ایک سوار کو بھیجکر اہرمن ساربخ کو پیام دیتا ہوں کہ میرا جی چاہتا ہے کہ قلعہ کی سیر کروں کیا عجب ہے کہ وہ اس بات پر راضی ہو جائیگا شاہزادۂ
عالی مقام نے بہت خوش ہو کر فرمایا کہ تدبیر نہایت معقول ہے اب توقف نہ کرو کیونکہ مجبور رستم خان بن گنجاب نے ایک اپنے سوار کو بلا کر سکھلا دیا کہ تو

گھوڑا دبائے زیر قلعہ کوہ جا جب وہاں سے لوگ تجھے ملاقات آگے جانے کی کریں تو تو اتنا کہہ دینا کہ پیغمبر زادہ رستم خان بن گنجاب منظور نظر
خداوند لقا عجیب دعوات خداوند بتفریح طبع واسطے اس قلعہ کی سیر کے یہاں آیا ہوا اہرمن سارنج سے کوئی صاحب جا کے اس حال کی اطلاع کر دو
جیسا وہ جواب دیں مجھ سے آ کے کہو کہ میں جا کے اپنے مالک و خداوند سے عرض کروں چنانچہ وہ سوار رخصت ہو کے بمشقت تمام قریب
اس کوہ کے پہونچا قلعہ کوہ سے کچھ لوگوں نے باواز بلند کہا کہ اے شخص تو کون ہے اور کس واسطے آیا ہے اس سوار نے جواب دیا کہ ہمارا آقا ہے ولی عہد
رستم خان بن گنجاب منظور نظر خداوند مجید و ہزار ملک لقا خدائے باختر بتفریح طبع اس طرف کو آنکلا ہے سو تم جا اہرمن سارنج قلعہ دار کے
پاس یہ پیام دے کے بھیجا ہے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ اس قلعہ کی سیر کروں گے جیسا تم جواب دو وہ لیجاؤں جب کہ کہو ان لوگوں نے پہاڑ پر سے کہا
کہ اچھا تو ٹھہر جا یہ کہہ کے کسی نے جا کے اہرمن سارنج سے یہ نقل بیان کی اُنے قلعہ میں سے کہلا بھیجا کہ آپ پیغمبر زادے ہمارے اور منظور نظر خداوند
ہیں اور ہم جیسے مطیع اور فرمانبردار پیغمبر مرسل کے ویسے تابعدار آپ کے ہیں لیکن محض مجبوری ہے کہ حکم قدر توام گنجاب کا یہ ہے کہ کوئی پیرا جیسا
ہو تا بھی اندرون قلعہ آنے پائے مگر چونکہ ہم کو پاس خاطر آپ کا از حد واجبات سے ہے تو عرض نہیں کرسکتے تشریف لائیے الا مخصوص بشرط کہ دس بارہ آدمی
سے زیادہ بہتر نہیں کہ آپ کے ہمراہ ہوں تمام فوج و سپاہ آپ کی اس پہاڑ کے نیچے ٹھہر جائے آپ بے سیر دیکھ جائیے وہ سوار یہ جواب لیکر وہاں سے پھرا اور
آ کے رستم خان بن گنجاب سے سارا حال بیان کیا شاہزادہ عالی مقام نے فرمایا کہ اے رستم خان بس بارہ سوار بھی ساتھ لیجانا کچھ ضرور نہیں
تم مجھے مصلحتاً اپنا رفیق بناکے اور دو خدمتگار ہمراہ لیکے جھٹ پٹ قلعہ میں داخل ہو پھر جیسا کچھ ہوگا دیکھا جائیگا رستم خان نے عرض کی کہ ای
قبلہ عالم یہ تو غلام سے کبھی نہو سکیگا کہ میں حضور کو اپنا خادم بناکے لیجاؤں شاہزادہ عالم نے فرمایا کہ صلاح وقت یہی ہے اگر ہماری خوشنودی
منظور ہے تو ہمارے کہنے پر عمل کرو اور چلو القصہ تمام فوج و سپاہ کوس کوس بھر دور پہاڑ سے علیحدہ ٹھہری رہی اور رستم خان مع شاہزادہ
عالی تمکین و سعد و سعید جرگ نشین تا پائین کوہ اپنے گھوڑوں کو تیز گام کیے پہونچا اور وہاں گھوڑوں پر سے اتر کے پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا اہرمن سارنج
نے قلعہ کا دروازہ کھولدیا اور باہر نکل کے رستم خان بن گنجاب کو مجرا کیا اور عرض کی کہ میں نے آپ سے کہلا بھیجا تھا کہ حضور دس بارہ آدمی
ہمراہ لیکے تشریف لائیں پھر آپ دو خدمتگار اور ایک مصاحب سے کیوں بے رونق ازراہ ہوئے حضور یہاں عجب طرح کا نازک مقدمہ خزانہ عامرہ سرکار کا ہے
اور سوا اسکے حکم ناطق پیغمبر مرسل کا یہی ہے کہ کوئی آنے نہ پائے اس باعث سے غلام نے ذرا تامل بھی کیا ورنہ آپ کی مخالفت اور مزاحمت چہ معنی دارد
آپ مالک ہیں غرض یہ کہکے رستم خان کو ہمراہ اپنے اندرون قلعہ کے لیگیا اور شاہزادہ عالیجاہ بھی برابر رستم خان بن گنجاب کے داخل قلعہ ہوا
اہرمن اور سارنج نے رستم خان سے بہت سی عذر خواہی کرکے عرض کی کہ حضور آپ تخت پر جلوس فرمائیں رستم خان نے شاہزادہ عالی جناب کی
سمت بہ دست بستہ ہوکر عرض کی کہ بسم اللہ شاہزادہ عالی مقدار بسم اللہ کہکے سریر سلطنت پر متمکن ہوا اور رستم خان بن گنجاب اور سعد جرگ نشین اور سعید
جرگ نشین ان تینوں شخصوں نے شاہزادہ عالم کو نذریں دیں اہرمن اور سارنج نے یہ رنگ ڈھنگ دیکھکر جانا کہ یہ شخص مسیح الزمان ہمزاد ہے
رستم خان اور سعد اور سعید جرگ نشین کو مسلمان کرکے بہ فریب اس ذریعہ سے اندرون قلعہ ہو نکلا دونوں چپ و راست تلواریں کھینچ کھینچ کے
شاہزادہ عالی وقار پر حملہ آور ہوئے شاہزادہ عالم نے چپک تلوار کی جو دیکھی تو بسہولت تمام داہنے ہاتھ سے اہرمن کے اور بائیں ہاتھ سے سارنج کے
بند دست کو نبض سپہگری کر لیا اور ذرا جو فشار دیا تو دونوں کے ہاتھوں سے تلواریں چھوٹ کر علیحدہ جا پڑیں اور زور دست سے اس شاہزادہ
حق پرست کے دونوں منہ کے بل زمین پر گرے اسوقت شاہزادہ عالم نے اُٹھکے دونوں کے کمربندوں میں ہاتھ ڈالدیا اور لنگر توڑ کے زمین سے
اٹھا لیا سر پر چرخ دیکر چاہا کہ زمین پر مار کے پیوند خاک کرے کہ وہ دونوں پکارے اے شہریار الامان الامان شاہزادہ عالم نے فرمایا کہ امان بشرطیکہ ایمان لاؤ
انھوں نے عرض کی کہ جو آپ کے دین کو قبول کرے وہ کیا کہے شاہزادہ والا قدر نے کلمہ شہادت ارشاد کیا وہ کلمہ پڑھکے مسلمان ہو گئے شاہزادہ
عالم نے دونوں کو زمین پر رکھ دیا وہ دونوں دوڑ کر قدم عالی پر اس شاہزادہ والا گہر کے گر پڑے اور کنجیاں خزانہ کی شاہزادہ عالیجاہ کو بطریق نذر دیں
شاہزادہ عالی مقدار نے دونوں کو گلے سے لگا لیا اور وہ کنجیاں پھر انہیں کو حوالے کرکے فرمایا کہ آج تک تم گنجاب کیطرف سے یہاں کے مختار
قلعہ دار تھے اور آج سے بجائے تم دونوں کو اس قلعہ اور اس گنجینہ دفینہ کا مالک و حاکم کیا تم دونوں بدستور قدیم اپنے یہاں حکم فرما رہو جسوقت

اگر ہم تمکو طلب کریں حاضر ہو جائیں یہ حکم دے کے دونوں کو رخصت کیا اور آپ مع رستم خان اور سعد و سعید جرگ نشین گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے لشکر
میں داخل ہوا دوسرے روز وقت صبح وہ شہزادہ جلیل القدر سوار ہوا اور رستم خان بن گنجاب اور سعد و سعید جرگ نشین سے باتیں کرتا مع
فوج و سپاہ ابھی کوئی دو تین کوس کے فاصلہ پر پہونچا ہوگا کہ سامنے سے گرد نمایاں ہوئی اور جب وہ گرد پھٹی تو دیکھا دو جوان بزبر توانا
قوی ہیکل تنومند نہایت حسین اور خوش رو مرکبوں پر سوار تنگے آگے اور پشت پر تنگے ہی ہزار سوار کا پرا باندھا سب مسلح اور کل تختہ تختہ گھوڑے
کا ساز و یراق مکلل بزمرد و جواہر نیزے اٹھائے اسی طرف کو چلے آتے ہیں شاہزادۂ عالیشان نے رستم خان اور سعد و سعید جرگ نشین سے پوچھا
کہ ذرا دیکھو تو یہ دونوں شخص کون ہیں انھوں نے عرض کیا کہ ای شہریار ذیشان یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ایک درہ کوہ ہے کہ نام اسکا درہ خونریز
ہے یہ درہ کوہ لب دریا نہایت پرفضا قابل سیر کے ہے اور سو فرسنگ تک اس درے کی ایک جانب تو دریاے زخار ساحل ناپیدا کنار ہے اور تین طرف بڑے
بڑے پہاڑ فلک فرسا واقع ہیں اسکے قرب و جوار میں اگر بادشاہ ہفت کشور تمام روے زمین کی فوج و سپاہ لیکر آئے تو کبھی وہاں تک دخل نہ پائے تین
پہاڑوں کے اندر وہ قلعہ ہے کہ طائر وہم و خیال اور کمند فکر کو وہاں تک پہونچنا اشکال و محال ہے سوا اسکے اس درے کے اندر ہر طرف ایک ایک درہ
ہے اور وہ کئی پہاڑوں میں ملحق ہیں اگر خداوند بیچون ہزار ملک لقا فداے باختر اپنے چونسٹھ لاکھ سوار و پیادے اور اٹھارہ سو چیفران ہر سال و فرزند
اور پہلوانان قدرت اور ستونان بارگاہ کو ہمراہ لے کے وہاں کے ہرگز دیووں سے آمادہ رزم و پیکار ہو اور چاہے کہ بدون انکی سازش کے ایک قدم
درے کے اندر دخل کر سکے تو کیا مجال تمام پہاڑوں سے سر ٹکرا کے یہ دونوں بھائی نوجوان جو آگے آگے چلے آتے ہیں حاکم اس درے کے
ہیں ایک کا نام حارب خونریز اور دوسرے کا نام ضارب خونریز ہے غرضکہ سعد جرگ نشین اور سعید جرگ نشین اور رستم خان بن گنجاب
اور تمام سردار اور افسران فوج مع تین لاکھ تیس ہزار سواروں کے بخیال اسکے کہ شاید یہ بر سر جنگ آتے ہوں ہوشیار ہوگئے اور اپنی اپنی
سپریں تلواریں سنبھال کے ہمراہ شاہزادۂ عالی مقام باطمینان تمام آہستہ آہستہ چند قدم آگے بڑھے تھے کہ وہاں حارب خونریز اور ضارب خونریز
کو جو یہ معلوم ہوا کہ یہ فوج و سپاہ شاہزادۂ بدیع الزمان کی آتی ہے وہ دونوں بھائی اپنے اپنے گھوڑوں پر سے اتر کے پیادہ پا اسطرف کو چلے جب قریب پہنچے
تو دوڑ کر شاہزادۂ عالیجناب کی رکاب ظفر انتساب سے لپٹ کر قدم عالی چومنے لگے شاہزادۂ عالی نے یہ کیفیت دیکھے ہاں ہاں کر کے گھوڑے پر سے
اتر کے دونوں کو اپنی چھاتی سے لگا کر پوچھا صاحبو تم اپنا حال بیان کرو دونوں نے دست بستہ عرض کی کہ ای شہریار ہم دونوں بھائی درہ خونریز کے
حاکم ہیں شب کو عالم خواب میں ہمنے دیکھا کہ دروازہ آسمان شق ہو گیا اور ایک تخت مکلل لعل و مرصع بجواہر پر ایک بزرگ نورانی صورت قدسی سیرت کو
اٹھائے چند ملائکہ دوش بدوش لیے ہوے زمین پر اترتے چلے آتے ہیں ہمکو جلوۂ جمال باکمال اس فرشتہ تمثال کے دیکھنے کی تاب نہ رہی
آنکھیں بند کیں ناگاہ ایک آواز ہمارے گوش زد ہوئی کہ ای بیداران خواب غفلت سے چونکو اور ذرا آنکھیں کھول کے جانب چپ دیکھو اور مآل اعمال
نیک اور افعال بد کا خیال کر کے باز پرس فرداے قیامت سے ڈرو اور عذاب الیم و نار جحیم سے خائف و ترساں ہو کے کفر و کافری سے عذر کرو یہ
صداے غیب سنکے ہم دونوں نے آنکھیں کھولکر دست چپ کو جو دیکھا تو ایک مکان نظر آیا اشجار سیاہ و تنگ چون غار درہ تیرہ و تار مسکن [illegible]
غل و زنجیر در دوش بستہ بقفل نا امیدی [illegible] از زمین تا آسمان شعلے آگ کے بلند ہیں اور ہزاروں مغضوب
بارگاہ ایزدی پڑے جلتے ہیں ہم دونوں بیتاب ہوکر پکارے صبح و قیامت [illegible] دوبارہ یہ صدا ہمارے کانوں میں آئی کہ
اب تم دونوں دست راست کو دیکھو ہمنے سمت راست جو خیال کیا تو دیکھا کہ ایک باغ آراستہ ہے [illegible] بادیدہ و طلسم ہرگز
شنیدہ نہ ہوا روح پرور اور فضاے دلچسپ ہے وہاں کی ہم دونوں کے ہوش و حواس درست ہوے پھر جو غور کیا تو کئی سیکڑوں مکان اور
قصر عالیشان لعل شب چراغ اور گوہر شاہوار اور یاقوت احمر اور زمرد اخضر کے بنے ہوے تھے اور نہریں آب کوثر کی جاری تھیں پانی انکا مثل آب سرد
صاف و شفاف موج زن تھا طیور خوش رنگ و خوش الحان بھی [illegible] بہت سے حور و غلمان جو دو کل طرف کھڑے ہو
رہے ہیں اکثر مومنین سجادے بچھاے عبادت الٰہی میں مشغول ہیں سیکڑوں حوران جام شراب کوثر ہاتھوں میں لیے انکی پرستاری میں
حاضر ہیں ہم دونوں بھائیوں نے یہ تماشا خلد و نار کا دیکھا تو اس بزرگوار سے پوچھا کہ یا حضرت آپ کون بزرگوار ہیں اور وہ مکان

جہان شعلے آگ کے فلک کشیدہ ہین اور ہزارون آدمی اُسمین پڑے جلتے صد گونہ عذاب مین مبتلا ہین کیا ہے اور یہ باغ جہان پر فضا اور
پر ہوا کے جانفزا ہو اسکا کیا نام ہے اُن پاک طینت نے فرمایا کہ صاحبو پہلے کا نام تو ابراہیم ہے اور وہ جہنم ہے واسطے مشرکین اور منافقین کے اور یہ باغ
بہشت ہے واسطے اہل دین اور مومنین کے تب ہمنے گھبرا کے پھر عرض کیا کہ یا حضرت ہم اس رنج اور عذاب الیم سے کیونکر مفر پائین اور اس باغ مین
ہین کسطرح جائین اُن مقدس نے ارشاد کیا کہ تم دونون کلمہ طیبہ پڑھ کے مشرف باسلام ہو اور مثل ہمارے اس درجے سے باہر نکل کے دیکھو کہ ہماری
اولاد مین سے ایک شاہزادہ ہے کہ نام اُسکا شاہزادہ بدیع الزمان گرد لشکر شکن ہے قلعہ شکستہ ملک خاوران کو سخر کرکے مع رستم خان بن [illegible] کے
اور سعد اور سعید اور قیس اور قمر تیس ہزار سوار کے یہان آیا ہوا ہے تم دونون سعادت ملازمت حاصل کرکے اسکے ہمراہ جہاد کرو بس یہ سنتے ہی ہم دونون
بھائیون کی آنکھ جو کھل گئی آپ نے پھر اُن بزرگ کو تو نہ دیکھا مگر تمام مکان ہمارا معطر تھا تب ہم اپنے دلمین یہ سوچ کر کہ اگر یہ خواب ہمارا سچ ہے تو لاشک
اصلا ریب ہمکو زیارت شاہزادہ بدیع الزمان والا رتبت کی نصیب ہوگی آپ اپنے رکیبون پچاس ہزار اسلاف کو چلے سو الحمد للہ و المنۃ کہ شرف [illegible]
حضور سے افتخار دارین حاصل کیا شہزادے نے کلمہ شہادت اُنکو تلقین کیا وہ دونون بھائی کلمہ طیبہ پڑھ کے مع اپنے اسی ہزار سوار دن ازسر صدق
مسلمان ہوگئے پھر دونون بھائی ملتمس ہوئے کہ شہزادہ صاحب کرامت [illegible] روز سے [illegible] درویش [illegible] ایک روز بجائے خوان نعمت
مہمان ہوکر قناعت فرمایئے تو زہے افتخار ہم غلامون کا ہو شاہزادہ عالم نے منظور فرمایا اور ہمراہ انکے داخل [illegible] ان کو [illegible] چھوڑ کے

حبیب تک دو گھڑی داستان لشکر فیروزی اثر زلزلہ آفات ثانی سلطان امیر حمزہ صاحبقران سے بیان کیے جاتے ہین

الغرض جسوقت گاؤ دنگی گاؤ سوار لشکر اسلام سے شکست فاش کھا کے قلعہ بربرین حصاری ہوا تو حسب حکم شہنشاہ والا جاہ سعد بن قباد
جہانبان لشکر اسلام کے غازیان دیندار اور مجاہدان ستور شمار گرد و پیش اس قلعہ کے محاصرہ کیے ہوئے پڑے تھے ایک روز کی نقل ہے کہ بیچ بارگاہ عالی
مین شہنشاہ لشکر اسلام سریر سلطنت پر اجلاس فرما ہیں اور امیر حمزہ صاحبقران دنگل [illegible] پر متمکن ہین باقی پانچہزار پانسو پچپن گرد گردن کش
دست راستی و دست چپ اپنے اپنے دنگلون پر باادب بیٹھے ناچ دیکھ رہے ہین وہان حال گاؤ دنگی گاؤ سوار کا سنیے کہ اُسنے اپنے بیٹے
رستم خان کو جسے اسنے بجرم خدا پرستی مقید کیا تھا قید سے باہر نکلوایا اور اپنے گلے سے لگا کے بہت سا پیار کیا خلعت فاخرہ پہنایا [illegible]
تجدید کیا کے [illegible] سبب کہا کہ اے فرزند آج شب کو مجھے خواب مین زیارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نصیب ہوئی اس جناب نے مجھے ہزار خوف
و رجا اور امید و بیم میں گلزار خلیل و معرفت [illegible] دکھلا کے کلمہ شہادت تلقین کیا مین بدل و جان کلمہ پڑھ کے مشرف باسلام ہوا ہون اب
چاہتا ہون کہ تیرے ذریعے سے شرف ملازمت امیر حمزہ صاحبقران کا حاصل کرکے افتخار کونین اور سعادت دارین حاصل کرون رستم خان نے نہایت
خوش ہو کے اسیوقت ایک عرضداشت بمضمون مذکورہ بحضور سلطان صاحبقران ارسال کی بعدہ گاؤ دنگی گاؤ سوار کو ہمراہ اپنے لیکے
امیر حمزہ صاحبقران روانہ ہوا القصہ مختصر جبکہ وہ عرضداشت بنظر اقدس امیر حمزہ با توقیر گذری نہایت خوش ہو کے فرمایا کہ خوشا حال گاؤ دنگی
گاؤ سوار کا کہ زیارت حضرت ابراہیم کی اسنے کی اور ملت بیضا و دین اسلام قبول کیا اور چند سرداروں کو استقبال کے لیے بھیجا وہ با عزاز و اکرام اُسے لائے
گاؤ دنگی گاؤ سوار نے اپنے دونون ہاتھ رومال سے باندھ لیے تھے اور جسوقت کہ اندرون بارگاہ داخل ہوا تو کیفیت شرم جرم مین غرق ہوکر اور دامن
تیغ [illegible] انفعال [illegible] قدم اقدس پر گر پڑے امیر با توقیر نے اپنی چھاتی سے لگالیا اور ہاتھ پکڑ کے روبرو تخت
بادشاہ اسلام کے لیجا کے لائے بادشاہ نے نذر قبول فرما کے دست مرحمت اسکی پشت پر رکھا اور سمت چپ اشارہ دنگل پر بیٹھنے کا کیا گاؤ دنگی گاؤ سوار
آداب بجا لا کے بیٹھ گیا اور بصد عجز و انکسار کے مستدعی اس امر کا ہوا کہ غلام اس ملت و دین سے محض نابلد ہے لہذا امیدوار عطیات عالی
اور مراحم خسروانی سے یہ ہے کہ واسطے ہدایت طریق اسلام اور تلقین مسائل دین کے کسی مرد مومن کو ارشاد ہو سلطان والا شان نے جانب ابراہیم
گرد بن خاقان چین اشارہ فرمایا خوشگہ ابراہیم گرد نے طریقہ وضو اور نماز پنجگانہ اور مسائل دین وغیرہ جو کچھ مسلمان کو چاہیے سب آگاہ کیا اگلے
صبح کو بوقت دربار جبکہ شہنشاہ لشکر اسلام نے سریر سلطنت پر اجلاس فرمایا اور پانچہزار پانسو پچپن شاہ و شہریار زادے اور گرد و گردن کش اپنے
اپنے دنگلون پر بیٹھے امیر حمزہ عالیمقام نے دنگل شاہزادہ بدیع الزمان و شاہزادہ ملک قاسم کا خالی دیکھ کر ایک سرد دل سے کھینچ کر فرمایا کہ

وہ صورتین الٰہی کس ملک بلستیان مین ہین اب دیکھنے کو آنکھین جنکے ترستیان ہین بعدازان خواجہ بزرگ امید اور دریادل وغیرہ کو اپنے پاس
بلاکے پوچھا کہ اے بزرگوارو ایک مدت درازسے شاہزادہ بدیع الزمان اور قاسم مفقود الخبر ہین نہین معلوم کس سرزمین پر اور کس ملک مین اور کس
حال مین ہین طریقہ علم نجوم اور رمل سے ملاحظہ کرکے بتاؤ تو ذرا کہ مشتاق آنکھون انہین مین دیکھون ایسا بھی خدا کبھی کریگا ان چارون
مقدسون نے اصطرلاب کو لیکر آفتاب کے مقابل کیا بعد اسکے زایچہ کھینچکر ستارگان سعد و نحس کی گردش کا شمار کرکے عرض کی کہ یا امیر ہمارے
حساب اور ہمارے علم سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ افضال ایزدی سے سرزمین باختر کوئی اقلیم ہے وہان وہ دونون آفتاب سپہر صاحبقرانی طالع اور
جلوہ فرما ہوکے آفاق گیر ہین خصوصاً شاہزادہ بدیع الزمان تو بڑا ہی صاحب جاہ و حشم ہے بہت سے ملک اور بہت سے قلعے اسکے قبضہ اقتدار
مین ہین اور اسوقت کی ساعت سعید سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آج خبر فرحت اثر اور مژدہ صحت و سلامتی ذات ستودہ صفات شاہزادہ بدیع الزمان
عالی شان کوئی شخص اُس سرزمین سے اسکے سمع اقدس تک حالیون مین پہونچائیگا والعلم بالصواب امیر با توقیر ان بزرگوارون کو خلع خلعت کرکے
منتظر چشم براہ اخبار شاہزادہ بدیع الزمان عالی قدر ہوکے تھے کہ ناگاہ بعد دو پہر آکے عرض کی کہ ایک سوداگر عتبہ فلک تکریم پر حاضر ہوکر امیدوار
باریابی کا ہے سلطان عالیمقام نے ارشاد کیا کہ کیا مضائقہ بلاؤ حسب الحکم سلطان باکرم کے اس سوداگر نے اندرون بارگاہ حاضر ہوکے مجرا گاہ پیش
بجا لایا اور قریب تخت شاہی کے پہونچکے نذر دی کرسی بیٹھنے کو ملی صاحبقران نے پوچھا کہ اے تاجر کیا نام تیرا ہے اور کہان سے آنا ہوا اُسنے عرض کی
کہ اے سلطان یہ بندہ ترقی خواہ قدیم پروردۂ نعمت سے ہمراہ رکاب حضور کے پرورش پایا آیا تھا فامی کا نام خواجہ آشوب ہے بالفعل بطریق تجارت شہر
سنجان مین وارد تھا حسب اتفاق شاہزادہ بدیع الزمان سے ملاقات ہوگئی اُس شاہزادۂ عالی صفات نے ایک عرضداشت مجھے دی ہے اُسکے ذریعہ
سے سعادت اندوز آستانہ دولت کا ہوا ہون سلطان صاحبقران نے یہ مژدہ تازہ سنکے وہ عرضداشت طلب کرکے ملاحظہ فرمائی اور فرط شادی
سے بہرہ مند ہوا تھے صبح ای وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی بعدازان خواجہ آشوب کو خلع خلعت دیکے پوچھا کہ خواجہ تم یہ بتلاؤ کہ
یہان سے شہر سنجان کتنی دور ہے خواجہ نے عرض کی کہ یا امیر اگر سواری کشتی اور جہاز مین جایئے تو کوئی چھ مہینے کا راستہ ہے اور اگر خشکی کی راہ سے
جایئے تو سات ہزار فرسنگ کا راستہ ہے اور راستہ بہت خراب اور ایک جنگل بیچ مین پڑتا ہے کہ نام اسکا بیابان جبل القمر مشہور ہے اس بیابان مین کوسون تک
اول تو پانی نہین میسر کوئی جھیل کوئی دریا نہین اور سوا اسکے ہزارون آفات اور بلیات ایسی ہین کہ انسان کا گذر غیر ممکن سکندر ذوالقرنین جیسے
صاحب دولت حضرت خضر اور الیاس رہبر اور ہمراہ تھے اور لقمان حکیم اور ارسطاطالیس سا وزیر صاحب تدبیر تھے تین لاکھ سوار سے اس بیابان مین گیا تھا چھ مہینے
کے بعد واپس آکے بارہ ہزار سوار سے کہ وہ بھی لب گور تھے اس بیابان سے باہر نکلا تھا باقی سب سوار و پیادہ اور لشکر اور بہیر و بنگاہ سکندر ذوالقرنین
جیسے بادشاہ کا اس بیابان مین ہلاک ہوگیا شعر پایا کھوج بر سر نقش پائے رہگان ڈھونڈھے نہین جنکا پتا ملکی کوئی انکو کہان ڈھونڈھیے
چنانچہ سکندر ذوالقرنین نے اثنائے راہ مین اسکے سات منار تعمیر کیے ہین ہزار ہزار فرسنگ پر ایک منار بطور نشان منزل کے بنایا ہے یعنی جب
بڑا ہر ایک منار کے پہونچے تو گویا منزل پر پہونچا اور آب و طعام بھی سوائے ان منارون کے اثنائے راہ مین کہین بہم نہین پہونچتا اس باعث سے وہ
راستہ مسدود ہے امیر با توقیر نے خواجہ بزرگ امید اور صاحب دل وغیرہ سے پوچھا کہ اب ذرا اپنے علم سے یہ بھی دیکھیے کہ کوئی ایسا بھی بندۂ خدا ہے
جو جبل القمر ہفت میل کی راہ سے جائے اور شہر سنجان سے شاہزادۂ بدیع الزمان کی خبر لے آئے خواجہ زادون نے زایچے مین ملاحظہ کرکے دیکھا
اور اُسکے حرفون کو مطالعہ کرکے کہا کہ یا امیر با توقیر خدائے عزوجل کی قدرت بہت بڑی ہے ایسے بھی لوگ دنیا مین موجود ہین کہ آج چاہین تو ایسے ایسے
دو بیابانون کو طے کرکے بعافیت تمام پھر آئین اور سب سراج عیاری قطب فلک خنجر گذاری شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نام ادب سے بچشم پر نم شاہ
کیا استاد بزرگ امید اور دریادل کی آنکھ کا دیکھا عمرو نے کہا کہ خواجہ سلامت یہ کیا ہے اور اشارہ مجھ بیچارے کی جانب تو نہین ہے یہ خدمت کسی اور کے
تفویض ہو امیر با توقیر نے فرمایا کہ اے عمرو بے پیر دوری شاہزادۂ بدیع الزمان اور قاسم سے جو کچھ صدمے دل پر ہین کچھ بیان نہین کر سکتا شعر
تا بدان مقصد عالی نتوانم رسید ہان اگر لطف شما پیش نہد گامی چند عمرو نے کہا کہ خوب مجھے سوا اپنے مطلب کے اور کسی جان کی کیا
ہے خدا جانے اندنون مجھ پر کیا گذرتی ہے ہر روز فاقہ موجود رہتا ہے تنگدستی سے مین عاجز ہون خبر یہان تک تو حاجت نہین کہ ٹوپی

جوتی پہنے پھرو گا یہ کیسا غضب ہی کہ لڑکے بالے تعلق پاس آداب نہیں کرتے گھر میں جاتا ہوں تو کوئی گھر میں بی بی اور لونڈی میری حقیقت نہیں سمجھتی اپنا حال کس سے کہوں اور کہاں بدوں شعر ہر چند کہ تیر چرخ را آماجم ؛ بر تارک افلاک بلاکت تاجم ؛ یک شمہ مفاسی خود بگویم ؛ چندانکہ فراغتست من محتاجم ؛ غرض کہ دیا ہوا روپیہ ہوس نے تو خوب آنکھ کھول کر دیکھا کہ اس روپیہ سے زیادہ تر کوئی شی عزیز نہیں اور یہ قول کسی استاد کا سچ ہی کہ شعر ؛ زر تو خدائی و لیکن بخدا ؛ ستار عیوب و قاضی الحاجاتی ؛ سلطان والا شان حمزہ صاحبقران نے یہ گفتگو عمرو کی سنکے تبسم فرمایا اور کہا ای خوش بیاں دل ای غمخوار جہان مصرع جمع را سہ حرف است وہر سہ تہی یہ جو تو نے خزانہ بیت المال جمع کیا ہی وہ کسدن کام آئیگا عمرو نے کہا واقعی مجھسے بڑی خطا ہوئی جو میں نے آپکا اظہار حال کیا عمرو تجھے تو میں کیا جواب دوں اور کیونکر حقول کردن واقعی میں حریص اور طامع ہوں لیکن یہ اساتذہ نے جو کہا ہی آیا اسے کیا کہا جائے مصرع

شکر این کوکب و اقبال ظفر خواہد	تاج و تخت و علم و تیغ و سپہ میخواہد	حشمت و شوکت و جاہ و لشکر خواہد	این ہمہ از پے آنست کہ زر میخواہد
آن وزیرے کہ بیسے عاقل و دانا شد	کار او با ہمہ کش رتق و مدارا باشد	مجلس شاہ و ہوا خواہ رعایا باشد	این ہمہ از پے آنست کہ زر میخواہد
فاضلی کو ہمہ در علم فروع است و اصل	گاہ اندیشہ معقول کند گہ منقول	ہر کسے را کہ بخواہد بخدا و برسول	این ہمہ از پے آنست کہ زر میخواہد
آن حکیمی کہ تراکیب معاجین سازد	بعبارات حکیمانہ سخن پردازد	ہر دم مسیح بقانون نظر اندازد	این ہمہ از پے آنست کہ زر میخواہد
آن سپاہی کہ سوے معرکہ چون تیر رود	بے محابا ہمہ تن بر دم شمشیر زند	نہ کند بیم سپے جنگ سوے شیر رود	این ہمہ از پے آنست کہ زر میخواہد

اور ہندی والوں نے یہ کبت مصداق حال میرے مثال کے کہا ہی کبت

گھر بن کنا دیکھے جوگی کن پھاڑ دیکھے سیس بھاری جٹاد یکھے جو رلائے مین	موتی انمول دیکھے سورا ور کول دیکھے کرت کھول دیکھے گھنڈی پنڈ مین
سار اور سونکھے کا برادر کورو دیکھے مایہ کی الود دیکھے پورے رہے دھن مین	او دانت کے دیکھی دیکھے جنم کے سکھی دیکھے ایک نہ دیکھے جنکے گانٹھ نہین ہین

مجھے سوا میرے اور کوئی اتنا بھی طالب زر اور طامع اور حریص شاید نہیں ہی خیر اگرچہ میں حریص اور طامع ہوں تو خدا حافظ میرا بیان کیا فرو دو اب میں بھی کعبۃ اللہ کو واسطے حج کے جاتا ہوں یہ کہکے عمرو اٹھ کھڑا ہوا اور سلطان صاحبقران سے رخصت طلب ہوا سلطان عالی مقام نے فرمایا ای عمرو اس تدبیر اور حیلہ سازی سے کیا غرض ہی جو کچھ تو کہے میں تجھے دوں ابھی عمرو کچھ جواب نہیں دینے پایا تھا ناگاہ گاؤ لنگی گاؤ سوار نے کہا یا سلطان صاحبقران بیابان جبل القمر ہفت میل کا طے کرجانا جیسے اشکال بلا بہت محال ہی ایسے مقام پر تو غلام کچھ عرض نہیں کر سکتا مگر بہت نازک مقدمہ ہی ہر چند کہ اب غلام کو تیرہ کام نہیں میں نے ملت بیضاء دین اسلام قبول کیا ہی مگر حضور نے زبانی خواجہ اشوب کے حال سکندر ذوالقرنین کا گوش خود سنا با وجود اسکے کہ حضرت خضر اور الیاس علیہ السلام ایسے دو رہنما اور نقوماجس اور ارسطا طالیس ایسے دو وزیر صاحب تدبیر سکندر کے ہمراہ تھے آسپر بارہ برس میں ابن جبال نکلا تھا اور تیس لاکھ سوار ستے ہی دس بارہ ہزار زندہ و سلامت بچے تھے باقی سب ہلاک ہو گئے لوگ بیچدہ ہزار ملک باختر کے رہنے والا اس بیابان ہفت میل کی شان میں کہتے ہیں کہ وہ صوبت و قدرت لقا ے خدا ے باختر کا ہی اسکی انتہا پانا غیر ممکن ہی امیر یا تو تو نے فرمایا کہ اسرافیل درگاہ لقا عمرو کے پاس تین سو ساٹھ پیغمبرن کا تبرکات ہی اور عمرو صاحبقران زمان عمرو کے نزدیک طے کر جانا بیابان جبل القمر کا کچھ دور نہیں عمرو بول اٹھا کہ ای حمزہ میرے بوڑھے چونڈے پر رحم کیجئے بس زیادہ اس خوشامد اور سخن سازی کو موقوف کیجیے یہ خدمت خاص اس مور ضعیف سے کبھی نہیں ہو سکتی گاؤ لنگی گاؤ سوار نے کہا کہ ای عمرو بیک مرحلہ کا اس راہ میں گذر نہیں ہو سکتا تم بیچارے ناحق طمع پر خیال کرتے ہو مگر وہ جو کہتے ہیں مصرع بہ وزد طمع دیدہ ہوشمند ؛ بعضے مقام پر طمع انسان کو بہت خراب کرتی ہی عمرو نے کہا کہ ای گاؤ لنگی گاؤ سوار تم سچ کہتے ہو بھلا وہ بیابان قدرت لقا کا ہی مجھسے کاہے کو وہاں جایا جائیگا گاؤ لنگی نے کہا وہ صحراے قدرت ہی یا نہیں ہی جانے سے احوال معلوم ہو جائیگا اور بیٹ بھر کے مشکل ہو گیا یوں باتیں بنانے کو اور بیچ کرنے کو تو مجھسے کہو میں بھی کسدن کہ اں آپ بیابان ہفت میل کی راہ سے سنجان میں پہنچ جائینگے عمرو نے کہا کہ بھلا اے گاؤ لنگی سکندر ذوالقرنین بادشاہ

بحروبر جو صبح وشیون سے کیا تو بارہ برس میں اُس صورت سے باہر نکلا تھا اگر کوئی شخص بارہ مہینے مین بیابان ہفت میل کو طے کرکے
پھر آئے تو آپ کیا دیجیے گا گاؤ لنگی گاؤسوار نے کہا کہ اے عمرو سال بھر کا خراج ملک بربر کا مین اُسے اسیوقت دیتا ہون عمرو نے کہا
کہ اور جو کوئی چھ مہینے مین جاکے آوے گاؤ لنگی نے کہا تو تین برس کا خراج ملک بربر کا دون عمرو نے کہا بھلا جو کوئی تین مہینے
مین اُس بیابان کو طے کرکے آئے گاؤ لنگی گاؤسوار نے کہا کہ پانچ برس کا خراج ملک بربر کا مین دیتا ہون عمرو نے کہا اے
اسرافیل درگاہ لقا زیادہ نہ بڑھتے جاؤ فقط سال بھر کے خراج پر قائم رہو جو دے بھی سکو تین مہینے بھی جانے دو اگر کوئی چالیس دن
دشت گردی اور صحرانوردی اُس ہفت میل کی کرکے پھر تمھارے پاس آجائے تو کیا دوگے گاؤ لنگی نے اپنا منہ پیٹ لیا اور ڈاڑھی
کو نوچا انگشتری اپنے ہاتھ سے اُتار کر آگے عمرو کے پھینک دی اور کہنے لگا کہ مین بارہ برس کا خراج ملک بربر کا اُسے دون اور اے
سلطان صاحبقران یہ بھی خدا کی قدرت ہے کہ کل دن یکدہ ہزار ملک باختر مین اسرافیل درگاہ خداوند لقا مشہور تھا اور آج
یہ حقیقت میری ہو گئی کہ ایک ایک پیادہ ایک ایک نفرہ میری ہتک حرمت اور ننگ عزت چاہتا ہے صریح جسے چاہے دے دے
خدا عمرو جاوہ کجا بیابان ہفت میل صحرائے قدرت خداوند لقا اور کجا طے کر جانا عمرو کا مین نے تو کہہ دیا کہ میری مہر موجود ہے ایک اقرارنامہ
مجھ سے لکھوا کے وہ مہر اُس پر ثبت کر لیجیے کہ بارہ برس کا خراج ملک بربر کا بشرط طے کر جانے بیابان جبل القمر کے دینے کو حاضر ہون عمرو
نے انگشتر مہر گاؤ لنگی کی لے لی اور امیر بانو تیر نے پھر کر سرکر کہ گاؤ لنگی کو منع کیا کہ اے اسرافیل درگاہ لقا عمرو سے مباحثہ نہ کرو عمرو کا
مقدمہ بہت نازک ہے گاؤ لنگی گاؤسوار نے کہا یا سلطان صاحبقران اب حضور اس مقدمہ مین معاف رکھیں کچھ نفرہ مین یہ
عیاری نہین ہے بیابان ہفت میل عمرو کو طے کر جانا بہت کیفیت دکھلائے گا عمرو نے بھی کہا کہ حمزہ مین سال بھر کا خراج ملک بربر
کا تجھ سے لون گا اگر تو گاؤ لنگی کو بہکاوے اور اغوا کرے اب اس شرط سے باز رکھے گا گاؤ لنگی گاؤسوار نے کہا کہ اے عمرو مین سال
بھر کا خراج ملک بربر کا تجھے دونگا جو تو نجائیگا اور یہ کہکے اُسی حالت غیظ وطیش مین ایک اقرارنامہ بدین مضمون کہ اگر عمرو بیابان
جبل القمر ہفت میل کو طے کرکے شہر سنجان مین ہو آئے تو مین سال بھر کا خراج بلا اکراہ و اجبار دون اور اس امر مین کوئی حجت اور
عذر وحیلہ پھر نکرون اور اس اقرارنامہ پر اپنی مہر کرکے عمرو سے کہنے لگا کہ بسم اللہ آپ جائیے عمرو نے کہا کہ صریح این را لکھے گو کرتا
تماشا اے گاؤ لنگی گاؤسوار یہ کاغذ تو محض بیکار ہے اگر تم منکر ہو جاؤ یا تجھے مجھے روپیہ وصول ہو تو مین اس کاغذ کو لیے پھرونگا
یا شیر لنگ کے چاٹونگا اسپر حمزہ صاحبقران اور تمام بارگاہ نشینوں کی مہرین گواہیوں کی بھی ثبت ہو جائین تو کیا مضائقہ ہے یہ اقرار
نامہ تمھارا لون اور عازم منزل مقصود ہون گاؤ لنگی گاؤسوار وہ اقرارنامہ لیکے جلدی سے مارے غصہ کے کانپتا اور تھرتھراتا اور ہونٹ
اپنے چباتا ہوا روبروئے امیر بانو تیر کے آیا اور ملتمس ہوا کہ یا سلطان صاحبقران عنداللہ آپ اس کاغذ کو اپنی مہر سے مزین فرمائیں امیر بانو تیر
نے فرمایا کہ دیکھو اسرافیل درگاہ لقا جو کام کرو سمجھ کے کرو مباحثہ اچھا نہین دور کرو جانے دو گاؤ لنگی نے کہا کہ اے سلطان صاحبقران
اب غلام کی اتنی بھی خاطر اور توقیر آپ کو منظور نظر نہین حضور فقط اپنی گواہی کی مہر اسپر ثبت فرما دین باقی آپکو کچھ کام نہین عنداللہ
میری بات رکھیں صاحبقران دوران نے کہا اے گاؤ لنگی مین تمھاری بہتری کے واسطے مخالفت کرتا تھا تم واسطے کیوں جلاتے ہو
مین مہر کیے دیتا ہون اب تم جانو یہ کہکے امیر بانو تیر نے اپنی مہر اُس پر ثبت کر دی بعد اسکے تمام سرداران بارگاہ کی مہرین گواہی کی
اُس اقرارنامہ پر ثبت ہو گئین گاؤ لنگی نے کہا کہ اب لے اے عمرو یہ اپنے پاس رکھو مگر ایک اقرارنامہ تم بھی مجھے لکھ دو کہ اگر تم بیابان
جبل القمر مین نجا سکو تو مین سال بھر کا خراج تجھ سے لونگا عمرو نے کہا بچشم ما روشن بسم اللہ ابھی یہ کہکے عمرو نے بھی ایک اقرارنامہ
اسی مضمون سابق الذکر سے لکھ کر تمام سرداروں کی گواہیاں کرا کے کہا کہ اے گاؤ لنگی لو مین نے بھی اقرارنامہ لکھ دیا مگر یہ فرمائیے
کہ جسوقت مین بیابان جبل القمر کو طے کرکے ملک باختر سے مراجعت کرکے یہان آؤن اور اسوقت تم بھاگ جاؤ یا حیلہ حوالہ کرو یا دیر
مین کرو تو موجب تشفی کا ہو اور میرا روپیہ کیسی سبیل اور جید و دیانت کا ہر مین چھوڑنے کا نہین لہذا تمھارا اعتبار تو ہے مجھے مطلق

نہین کرتے مجھے روپیہ وصول ہوبان کسیکو اپنا ضامن دو کہ اگر تم بھاگ جاؤ تو مین وہ روپیہ سال بھر کے خراج کا اس سے
وصول کرلون گاؤ لنگی گاؤ سوار نے کہا کہ مین ملک بربر کا حاکم اور فرمان روا ہون میرا اعتبار تمکو نہین تو مجھسے زیادہ تر معتبر
اور مہاجن کون ہوگا عمرو نے کہا حمزہ بڑا مہاجن ہے اور بڑا معتبر مرد متدین میری نظرون مین ہے یہ اگر ضمانت اپنی لکھدے تو کیا مضائقہ
یہ تو معاملہ ہے اسمین پاس و لحاظ مین کسی کا نہین کرتا گاؤ لنگی گاؤ سوار نے بخدمت سلطان والا تبار عالی منزلت عرض کی کہ اے
صاحبقران دوران اگر حضور کی نظرون مین غلام کی کچھ آبرو اور معتبری ہو تو امیدوار ہون کہ از راہ بندہ نوازی آپ میری ضمانت
کرو مجھے امیر با توقیر نے فرمایا کہ اے امیر قبیل مدد گاہ لقا لاحول ولا قوت استغفار تمھاری آبرو اور عزت اور توقیر اور معتبری کا کیا
ذکر ہے مجھے تمھاری ضمانت کر دینے مین کچھ انکار نہین مگر مال کار کو تم سمجھ دیکھو گاؤ لنگی نے کہا غلام نے خوب سمجھ لیا ہے آپ ضمانت
غلام کی کردین صاحبقران عالی شان نے فرمایا کہ جو تمھاری خوشی اور یہ لکھکے قطعہ ضمانت بہ مہر خاص امیر با توقیر نے لکھکر گاؤ لنگی کے
حوالہ کیا تب گاؤ لنگی نے عمرو سے کہا کہ لو صاحب تم نے تو کوئی دقیقہ اپنے اطمینان مین فروگذاشت نہین کیا پھر مین کیون تمھارا لحاظ
کرون اگر تم راہ مین سے پھر آؤ اور بیابان ہفت میل کو نہ طے کرسکو تو تم عیار پیشہ ہو تمھارا مجھے کیا خاک اعتبار ہوگا تم نے مجھے
سنا کیا ہے تم بھی اپنا کوئی ضامن مجھے دو عمرو نے کہا ابھی ضامن لو اور یہ لکھکے سمت خسرو بلاد ہندوستان گرشاسپ دوران
رستم زمان لندھور بن سعدان دلگیر عمرو نے کہا کہ کیون ہندی تو ہمارا ضامن ہوگا لندھور نے جواب دیا کہ بجان و دل
تیرا حاضر ہون ایک سال کا خراج ملک بربر کا کیا مال ہے مین دس برس کے خراج کا خواجہ سلامت تمھارا ضامن ہون یہ کہکے
قطعہ ضمانت اپنی مہر سے لکھکر لندھور نے عمرو کے حوالہ کر دیا اور بتقاطر اور مواجہ پانچہزار پانچسو چھپن سردارون کے بذریعہ سلطان
صاحبقران اقرار نامہ مہری گاؤ لنگی مع قطعہ ضمانت عمرو کا اور اقرار نامہ مہری عمرو مع قطعہ ضمانت لندھور گاؤ لنگی گاؤ سوار
کو تقسیم ہوا البدا یکے عمرو نے بخدمت سلطان والا شان امیر حمزہ صاحبقران عرض کی کہ اے حمزہ اب تو کہہ کہ مین جو بدیع الزمان
کی خبر شہر سنجان مین جا کے تجھے لا دون تو مجھے کیا دیگا سلطان صاحبقران نے فرمایا کہ تو نے گاؤ لنگی گاؤ سوار سے شرط کی
اور خراج ایک سال ملک بربر کا لیگا اب اس سے زیادہ کیا چاہتا ہے ابھی کیا حرص و ہوس باقی ہے عمرو نے کہا معقول یہ تو تم
مجھے جلد اطلاع کر دی مجھے کیا یہ شعور نہین ہے کہ واسطے اطمینان خاطر اور معقول کرنے گاؤ لنگی کے اور ثبوت دعوی شرط اور اپنی
حقیقت کے ایسا ایک سردار کو جیسے گاؤ لنگی گاؤ سوار اور تمام روئے ملک بربر پہچانتے ہونگے گنجاب کے ملک سے
بیہوش کرکے پکڑ لاؤنگا اور شاہ ہاپنے حال کا آئے قرار دیکے روپیہ اپنا گاؤ لنگی سے بھر لیگا اور گاؤ لنگی سے نہ وصول ہوگا تو تیری
ضمانت ہے تجھسے لونگا مجھے بدیع الزمان اور قاسم کی خبر دینے سے کیا غرض اور مطلب ہے امیر عالی مقام یہ کلام عمرو کا سنکے بے
ساختہ ہنسنے لگے اور فرمایا کہ خبردار اے عمرو ایسی حرکت نکرنا اور جو تجھے احتیاج ہو اور تو کچھ مین دینے کو انکار نہین کرتا سب موجود ہے
عمرو نے کہا استغفار حمزہ مین نے کبھی کچھ تجھسے نہین مانگا ہے اور مین جب مانگون اور تو دے تو پھر لطف کیا رہا حاشا یہ وضع میری
نہین ہے بمضمون اس شعر کے شعر عرض مطلب ہے ارباب قناعت کو گزند صورت تبخالہ زبان لب پہ ہے حرف دعا سلطان والا قدر عالی منزلت
نے تبسم فرما کے شاہ صفا خزانچی کو اشارہ کیا کہ پانچ تھیلیان زر سرخ کی بطریق زاد راہ عمرو کو دو چنانچہ شاہ صفا نے باواز بلند کہا کہ
لو خواجہ اب تو خوش ہوئے سرکار سے پانچہزار اشرفیان تمھاری راہ کے خرچ کو مرحمت ہوئین مین عمرو کی پانچون کھل گئین اور سلطان لا
ثانی کی بہت سی حمد و ثنا کر کے دامن پھیلا اور یہ کہتا ہوا اشعار کف عطا سے تیرے ابر گوہر افشان کی

حدوث نے ابر سے منہ طول کر گوہر منگے	ترے کرم نے دیے بے سوال حاجت مند	مناسبت نکرے طبع نکتہ سنج پسند
نشانہ گوش فلک نے کوئی ترے مانند	مدام تا کہ عروسان ماہ و انجم کی	نہ چشم مہر نے دیکھا ترا کوئی ثانی
تری جناب مین شاہا عروس دہر رہے	الہی تو ہی ہو اقلیم مدح کا خداوند	ہر بارگاہ لب بام آسمان بلند
		وہ پانچ توڑے اشرفیوں کے بھی نذر طفیلی

کیے اور تیاری کی سامان سفر میں مصروف ہوا یہان امیر بانو قرنے حکم دیا کہ آج بارگاہ سلیمانی کوہ بربر پر لیجا کے استادہ کرو اور جتنے شاہ و
شہریار زادے بارگاہ نشین ہیں سب وہین چل کے جمع ہوں ہم وہان سے عمرو کو رخصت کرینگے کس لیے کہ کوہ بربر سے بیابان جبل القمر
نظر آتا ہے اور جہان تک کہ پیک نظر دوڑ سکتا ہے تمام کیفیت ریگستان کی معلوم ہوتی ہے چنانچہ حسب حکم عظام سلطان عالی مقام کے جل
داران لیور شہ دیان پلپلان کرب گودکرب عمرو معدی کرب پہلوان عادی نے بارگاہ سلیمانی کو لیجا کے کوہ بربر پر استادہ کرایا اور امیر
بانو قرنے بعد برخاست دربار اسی پہاڑ پر اپنی بارگاہ میں جا کے آرام فرمایا سوتے سوتے کوئی دو پہر یا ایک یا دو گھڑی شب کی
باقی ہوگی کہ یکایک سلطان صاحبقران دوران کی آنکھ کھل گئی اور بخیال مآل اندیشی کہ عمرو انیس و دلسوز جان نثار یار غمگسار اپنا
اس صحرائے آفت زا اور بیابان جبل القمر میں یکہ و تنہا جاوے خدا نخواستہ کوئی پیچ پڑ جاوے یا کسی بلا میں مبتلا ہوکے الیاس و
اپنا ہاتھ سے جاتا رہے تو پھر تو حمزہ و لطف زندگی خاک ہے اور از بسکہ عمرو طامع ہے کہنا اور منع کرنا میرا مانے گا نہیں بس مقرر دن مصلحت
اور مقتضائے فراست یہی ہے کہ سال بھر کا خراج ملک بربر کا عمرو کو دے کے وہان کے سفر سے روک لیجیے اور سال بھر کا خراج ہاتھ
شرط کے گاؤ لنگی کو دیجیے اور یہ کہیے کہ عمرو بھی صادق القول تھا اور تم کاذب نہیں ہو واقعی یہ بیابان ایسا ہی ہوگا تم دونوں روپئے
شرط کا مجھے لو یہ تصفیہ بہت اچھا ہے غرض یہ پیش خود تجویز کرکے فرمایا عمرو کو ذرا طلب کرو اور حسب حکم چوبدار فوراً جاکے عمرو کے خیمہ میں
اطلاع حکم لایا اور اس عرصہ میں رات کوئی پہر بھر باقی رہ گئی تھی کہ دیکھا سامنے سے شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار وہ جامہ گلے میں پہنے
تین سو ساٹھ ہتھیاروں کے جن کی بدولت رات پر آراستہ کیے قنطورے زربفت پاتابے قراقی باندھے حلقہ کمند عیاری اور حقہ آتش بازی ہاتھ میں
جوڑی خنجر کی کمر میں تھیلہ عیاری گلے میں حمائل توبڑہ پتھروں کا پشت پر شکاری کا ماتھے پر لگا ہوا زنگ گنگا جمنی پانوں میں بجاتا
ہوا اور امیر بانو قر او مجرا کرکے ملتمس ہوا کہ اے حمزہ خدا حافظ میں نے تجھے حوالہ خدائے کریم کیا اب میں رخصت ہوتا ہوں جو کچھ
کہ جرم و خطا مجھ سے سرزد ہوئے ہوں امیدوار ہوں کہ مجھے معاف فرمانا اور میرے اہل و عیال کی پرورش سے غافل نہ ہونا سلطان
عالی مقام نے یہ کلام سنکے فرمایا کہ خواجہ اچھا جاتے ہو ابھی تو پہر رات پچھلی باقی ہے آخر تو جاتے ہو دو چار باتیں ہمسے تو کرلو یہ کہکے
صاحبقران دوران نے عمرو کا ہاتھ پکڑ کے اپنے پاس بٹھا لیا اور فرمایا کہ خواجہ سلامت تمھارے بیابان ہفت میل طرار آنے
اور اس راہ سے شہر سنجان کے جانے میں کوئی شک اور شبہ نہیں رہا مجھے بہ خدائے عزوجل یقین کلی ہوگیا کہ تم بے شبہ اسی راہ
جاکے شہزادہ بدیع الزمان کی خبر لاؤگے اور شرط تم گاؤ لنگی گاؤ سوار سے جیت چکے مگر اب میری خوشی یہ ہے کہ تم سال بھر
کا خراج ملک بربر کا مجھ سے لو اور اس بیابان ہفت میل کی طرف جانیکا قصد نکرو اور اگر تمکو یہ خیال ہو کہ گاؤ لنگی کچھ خدشہ
اور مباحثہ میرے نہ جانے سے کریگا تو اسلیے میں نے یہ تجویز کی ہے کہ سال بھر کا خراج ملک بربر کا گاؤ لنگی کو بھی میں حوالہ کردونگا کہ
تمکو نہ گاؤ لنگی سے مواخذہ نہ بیابان جبل القمر کے جانے سے سروکار رہے نہ گاؤ لنگی سے تجھے کچھ مطالبہ اور نہ ملک سنجان اور باختر
میں اس بیابان کی راہ سے پہنچانے اور بیٹھ رہنے سے غرض اور واسطہ ہے عمرو نے کہا اے حمزہ میں ہر چند کہ دنیا کا حریص اور طامع ہوں
لیکن توبہ استغفار یہ گمان تیرا غلط ہے کہ میں طمع خراج ملک بربر سے آمادہ سفر ہوں قسم ہے تیری جان عزیز کی اور قسم ہے اسی خالق کون
و مکان کی کہ جو میں نے زبان سے اقرار کیا اب اسمیں سر مو فرق نہوگا تا وقتیکہ اس بیابان جبل القمر کی سیر کرکے شاہزادہ بدیع الزمان کی
خبر ملک سنجان سے نہ لاؤں اب ایک دم یہان رہنا اور کھانا پینا مجھ پر حرام مطلق ہے ایک سال کا نہیں اگر تو دس برس کا خراج
ملک بربر کا مجھے دیگا تب بھی اب یہان نہیں میں رہنے کا بس اب مجھے چھوڑ دے اور بخوشی رخصت کر کہ میری منزل کھوٹی ہوتی ہے
امیر بانو قرنے فرمایا کہ عمرو میں تجھے جانے نہیں دونگا ہزار تو حیلہ شرعی کا اور دلائل و براہین سے تقریر کو طول دے میں ہرگز نہ مانونگا
اس عرصہ میں اور سب شاہ و شہریار زادے مع خسرو بلاد ہندوستان اور مالک اژدر صاحب نیزہ دو سر اور بہرام گردن خاقان
چین اور فرامرز عادی بن مغربی اور جمہور وغیرہ سردار بحضور سلطان صاحبقران آگئے اور یہ مباحثہ بیچ میں امیر بانو قر اور عمرو کے

دیکھ کر سب باادب خاموش کھڑے رہے اور رات اب تھوڑی رہی تھی وہ صبح کا وقت نسیم سحر وزان اور درختوں پر طائران خوش الحان
ذکر خالق جن وبشر میں مصروف ہوئے ہر ایک کو فکر وضو اور نماز کی تھی کہ خواجہ دریادل اور بزرگ امید دونوں بزرگوار تشریف
لائے اور انھوں نے ایک رقعہ سنگی اپنا عمرو کو دیکر کہا کہ خواجہ اثناے راہ میں بیابان ہفت جبل میں تم کو ایک باغ نہایت
سبز و خرم نظر آئیگا اور اس باغ میں ایک مرد بزرگ کہ نام اُن کا شب آہنگ نجوم شناس زرانجوم ہے رقعہ ہمارا حوالہ کر دینا وہ
تمکو طریقہ اس بیابان جبل القمر کے طے کرنیکا جس طور سے بتلا دیں تم اسی راہ پر چلے جانا امید جناب احدیت سے یہ ہے کہ بخوبی
تمام منزل مقصود پر پہونچ جاؤ گے عمرو نے وہ رقعہ لیکر اپنی زنبیل میں رکھا اور اپنے دل میں سوچا کہ حمزہ مجھے جانے نہ دیگا اور
مجھے گاؤ لنگی گاؤ سوار کے پاس چالیس روز میں آنا مسلم ہے اور اب روز روشن ہوا چاہتا ہے کسی عیاری سے اب جلد
حمزہ کے ہاتھ سے رہائی اپنی کروں اور راہ منزل مقصود کی پکڑوں یہ سوچ کے ایکبار عمرو نے کہا یا امیر بانوقیر ذرا آسمان
کی طرف تو ملاحظہ فرمائیے کہ یہ کیا ہے جو سامنے نظر آتا ہے اس میں سے ایک پنجہ کیسکا دو مرتبہ نکلکر پھر غائب ہو گیا مجھے
اسوقت نہایت خوف اور تشویش پیدا ہوئی ہے خدانخواستہ ایسا نہو کہ پنجہ میری فکر میں آیا ہو اور مجھے اٹھالیجاے سلطان
والاشان بیان عمرو کا سنکے مع تمام سواروں کے بسوے آسمان دیکھنے لگے عمرو نے جو امیر کو غافل دیکھا ایک مرتبہ ہاتھ
اپنا امیر والا توقیر کے ہاتھ سے چھڑا کے جسطرح سے ہوائی گنج سے یا شرارہ سنگ سے نکلے وہ سب کی نظروں سے غائب
ہو گیا صاحبقران دوران نے جو پلٹ کر دیکھا تو فرمایا کہ اے عمرو یہ تو نے کیا کیا شعر ای غائب از نظر بخدا میسپارمت ؛
جانم بسوختی و بدل دوستدارمت ؛ بعد ازان تو ہر چند سرداران لشکر اسلام سمت بیابان ہفت جبل دوربین لگا کے
دیکھا کیے مگر سوائے ایک تودہ خاک کے اور کچھ خاک نظر نہ آیا لاعلاج ہو کر سلطان والاقدر عالی منزلت اس پہاڑ پر سے
اتر کے بارگاہ شاہی میں داخل ہوئے اور عالم تنہائی اور بے دوستی اور مصائب سفر بیابان جبل القمر اور یوں چلا جانا
عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار کا دل میں حقیقتاً ان رنجوں کے خیال آجاتا ہے تو اسوقت نہایت غم اور اندوہ آگین
حسرت آنکھوں میں بھرے فرماتے تھے افسوس صد افسوس شعر ز رفتن تو من از عیش بے نصیب شدم ؛ سفر تو کردی و من در وطن
غریب شدم ؛ اور شہنشاہ والاجاہ گیتی پناہ خواتین سجدہ ظل اللہ بادشاہ لشکر اسلام اور تمام بیٹے پوتے سلطان
عالی مقام کے جتنے گلدستہ باغ ابراہیمی وگلزار صاحبقرانی ہیں سب کو عجب طرح کا رنج اور ملال عمرو کے جانیکا عائد
حال ہے اور جتنے کہ سردار اور گردان گردنکش بارگاہ نشین تھے خصوصاً خسرو بادشاہ ہندوستان کہ شاہ سب وہاں جانشین تھے
حمزہ صاحبقران رستم زمان لندھور بن سعدان بھی سب مشوش اور کمال بحضور قلب اور خلوص نیت سے
واسطے مال خیر ہونے اور بحت و عافیت بیابان جبل القمر کو طے کرکے آنے شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار کے دعا جناب
اقدس الہی سے مانگ رہے تھے اور آپس میں بوفور محبت کہتے تھے شعر آن سفر کردہ کہ صد قافلہ دل ہمرہ اوست ؛ ہر کجا ہست خدایا
بسلامت دارش ؛ مگر وہ کافر ازلی گاؤ لنگی گاؤ سوار تیرہ روزگار بازار تاریک دل اور سیاہ قلب جب تک سرداران شہریار بارگاہ نشین
کو ملول اور غمگین دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ مہربان من کوئی مقام الام وفکر کا نہیں شاہ عیاران عیار ملک دار ہیں عاقل اور
ہوشیار ہیں جانتے ہیں کہ امیر حمزہ نامدار میرے خریدار اور عاشق زار ہیں سال بھر کے خراج ملک بربر کی کیا حقیقت ہے
اگر مجھے پیار کرتے ہوں گے تو میرے عوض خواہ مخواہ وہ دیں گے کچھ سبب سال بھر کے خراج کے واسطے ذلیل نہیں ہو
رنج نہ ہو گا دو چار دن اعراض فرمائینگے خفا ہو جائینگے پھر آخر کو سب بارگاہ نشین تمام بیٹے پوتے سلطان بامکین
کے حامی ہو کے عفو جرائم کرا دینگے عمرو کو اس بات کا تو خوف اور اندیشہ بھی نہیں باقی رہا کہ مجھے جو شرط
کرکے چاہیں کسی عیاری سے وہ ایک چیز لیں تو غیر ممکن ہے سامنا بھی تو تنگ میں ہو کہ بیابان جبل القمر کے طے کرنے

اور شہر سبا میں خداوند لقا کے نیفولون کا رخانہ خداوندی ناور پیغمبر مرسل کی بارگاہ اور ملک کا پتا نہ پاؤنگا کیونکر معقول
ہونگا اور تصفیہ طلب ہونگا سلطان با کرامت سے اور خوش کرونگا آپ کو عدالت قریب از جبرا اور طرف داری شایان تو نہیں
کریں بہر نوع مطمئن ہوں اور خدا نخواستہ اگر شاہ عیاران عیار شاہزادہ بیابان ہفت میل پر قدم زن ہوئے اور اس صحرائے
قدرت میں جا پڑے تو پھر معاذاللہ میں مسلمان ہون کیا ہوں سکے حق میں پھر کوئی عیاری مکاری اپنی وہان کرکے نکل
آئیں گے تو اسوقت میں جھک کے سلام کرونگا اور ... کا خراج کیا لاحول ولا قوۃ استغفار میری ہمت کے نزدیک
... خراج کی کچھ اصلیت اور حقیقت نہیں ہے اُن کو دونچا اور پھر دل سے آنکا میں معتقد اور مرید ہو جاؤنگا اور کہونگا کہ آپ بڑے
ولی اللہ ہیں جو بیابان ہفت میل کو طے کر آئے غرض وہان تو بارگاہ میں سلطان صاحبقران کی یہ گفتگو اور یہ چرچے ہو رہے
تھے بیان کا حال سے جہان جیسا کچھ اور جو کچھ ہوگا گزارش کیا جائیگا جب تک او لان اول

دو کلمہ داستان فطرت بیان خواجہ عمرو بن امیہ ضمری کے بیان سے کیے جاتے ہیں

اشعار گران ... بیانان عالم ... دانش و عقل مجسمہ ... آبیاری ... جہان سر خلف در خنجر گزاری ... بہر کشور ہا
جہان کشا ... شاہ عیاران عیار ... گزارش کیا جاتا ہے کہ جب عمرو سلطان صاحبقران کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا کے
سمت بیابان جبل القمر روانہ ہوا تو جاتے جاتے ایک صحرائے لطف خیز میں اسے جا دکھائی کوسون تک گلہائے صحرائی سے
کھلا اور پیا ... خوشبو ہوا ایک سمت ایک نہر پانی کی نہایت صاف و شفاف جاری ہے ہزاروں چرند اور پرند لب نہر آتے ہیں اور
پانی پیکر چلے جاتے ہیں اور سامنے ایک بڑا پتھر اہے اس پر کچھ آدمی بیٹھے ہوئے جو کوئی اس طرف سے جانیکا ارادہ کرتا ہے
اُس کو منع کرتے ہیں اور اس جنگل کی طرف نہیں جانے دیتے ہیں جسوقت ان لوگون نے دور سے عمرو کو آتے دیکھا تو
وہیں سے باواز بلند کہا کہ اے شخص خبردار اس راہ سے تو کبھی جانیکا قصد نہ کرنا اگر راہ گم کردہ ہے تو وہیں سے پھر جا اور
زنہار زنہار اسطرف بطرف قدم نہ بڑھانا یہ وہ بیابان جبل القمر ہفت میل کا ہے جو شخص کہ اس راہ میں قدم زن ہوا ہے
اُسکا ابد الآباد تک کسی کو سراغ لگین نہیں ملا اور یہ کہکے چاہتے تھے کہ دوڑ کر عمرو کو روکیں اور سد راہ ہوں عمرو نے
جو دیکھا کہ یہ لوگ مجھے اوپر جانیکو ممانعت اور مزاحمت کرتے ہیں اور میرے روکنے کو آتے ہیں وہیں سے ایک جست کرکے
برابر پہونچا اور چشمک کہ وہ ہوشیار ہوکے کچھ کہیں یا روکیں دوسری جست میں صاف لنگار سر باب پر جا پہونچا تیسری
جست میں نظروں سے غائب ہو گیا وہ لوگ سب متحیر اور ششدر ہوکر آپس میں کہنے لگے یارو یہ کوئی چھلاوہ تھا یا کوئی قوم
اجنہ یا کوئی آسیب تھا دیکھتے دیکھتے یہ نہ معلوم ہوا کہ کدہر آیا اور کہاں چلا گیا غرض یہ کہ عمرو جستین کرتا ہوا بدو پہر کے کنارے
ایک غار کے پہونچا اور وہاں دیکھا کہ میل نوری ہی استادہ ہے اور اس پر لکھا ہے کہ اے آیندگان این صوب خبردار اور زنہار
اب آگے جانیکا حوصلہ نکرنا پس بیادہ سے پھر جا یہ میل اولین بیابان ہفت میل کا ہے ابھی تک خیر ہے آگے پھر جانا بڑ ہونا
معلوم شعر گر بہ کس بے اجل نخواہد مرد تو مرو در دہان اژدرہا عمرو نے اسے پڑھکے کہا من روم در دہان اژدرہا کہ
بے مشقت اور ریاضت کبھی دو پیسے کیا دنیا میں نہیں ملتے اور خوف اور ڈر کہاں نہیں فقط فضل الٰہی شامل حال چاہیے اور
کہکے آگے بڑھا ابھی کوس بھر بھی نہیں پہونچا تھا کہ دور سے ایک چاردیواری باغ کی سنگ مرمر کی بنی ہوئی نمایان ہوئی نظم

ناگہان ایک سامنے سے طرفہ باغ آیا نظر
جسکی اسکی چاردیواری ہو صاف آئینہ سان
جیون قدم آگے کو رکھا اُسنے کی گلگشت باغ
کھلت گل بس ہر اک جانب سے کرتی تھی اُدان

دشت شادابی میں جسکے بہری ہے گل زبان
پشتہ دیوار پہ اُسکے ہے سبزہ دوب کا
صنعت دیکھیں تو اُس گلشن قدرت کی وہاں
دجہ کی حالتیں جفت باندھے کھڑے ہیں جو

تو روش مستانہ دکھلانے لگا پاسے خیال
خار سبزی سے جسکے سبز خط گلرخان
رد کھلا تی پھرتی ہے باد بہاری ہر قدم
ہر طرف کیلے شکل خنجر پوشان جہان

دار لبستون سے چمن میں چرخ اخضر کی بنا
بیتے ہیں کاماتم عشرت طائران خوش بیان
قہقہ زن کبک ہیں شمشاد کے سایہ تلے
ہر روش پر کر رہے طاؤس ہیں رقاصیان

تاک کے خوشہ پر ہو عقد ثریا کا گمان
چہچہے کرتے ہیں شاخ گل پہ مرغان چمن
کرتے پھرتے ہیں تدروان چمن اٹکھیلیان

نغمہ پیرایان گلشن ہیں ہم مرغولہ سنج
زمزمہ پرداز کو کو سرو پر ہیں قمریان
نخل کے پتون سے آتی ہر طرف تالی کی صدا

چار طرف بیلچہ کاری کی ہوئی دار بیل چڑھا ہو اگر جیل کی اور مہندی کی ٹٹیان قرینے سے ہوئین سرو شمشاد مانند عروس ووداماد ہر مقام پر ایستادہ بلبل ہزار داستان گلون پر دلدادہ غنچے تبسم کر رہے ہیں پھول قہقہے مارتے ہیں نرگس کو انتظار سلام شریف شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار کا ہو سوسن ہزار زبان معروف حمد ایزد دادگار سنبل اپنے سر کے بال کھولے ہوئے زمین باغ پر سجدات شکر آمد بہار بجاب ایزدی کر رہی ہو اور نسیم دامن مین گل بھرے ہوئے فرط شادی سے روش باغ پر لوٹتی پھرتی ہو شور بہار دیکھی ہو کم ایسی چشم نرگس نے صبا یہ کہتی ہو کھا کر شگوفہ کی سوگند عمرو فضائے باغ دیکھ کر شادان و فرحان گلگشت کرتا میوہ تر و خشک کھاتا ہوا اب ناف باغ مین پہونچا تو دیکھا ایک بنگلہ بیت پر تکلف کھڑکیان یاقوت کی اور کٹہرے پکھراج کے آگے اس بنگلے کے سائبان زر بفتی کھینچا ہوا ستارے الماس تراش جھالر مین موتیون کی دو رویان کلابتونی چھت زر بفتی پردے سقرلاتی اور مخملی پڑے ہوئے فرش مخمل کاشانی کا گسترده اور اسمین ایک پیر مرد با محاسن سفید لنگی کمار وسے کی باندھے سجادہ بچھائے تسبیح ہزار دانہ ہاتھ مین لیے ذکر الہی مین مشغول ہو ناگاہ نگاہ اس پیر مرد کی عمرو کی جانب جو پڑی نہایت متحیر اور ششدر ہوکے پوچھنے لگا کر اے شخص شعر چہ کسی وچہ نام خوانندت * در کدامی مقام دانندت * میری عمر ہزار برس کی ہوئی اور سات سو برس سے یہان بیابان تکیہ پر توکل بیٹھا ہوا ہون مصرع مرد درویش ہون تکیہ ہو توکل میرا * لیکن اس مدت کثیر مین مین نے کسی آدم زاد کی شکل اس باغ مین نہین دیکھی اور بعد سکندر ذوالقرنین نہ کسی بادشاہ کو نہ کسی گدا کو اس راہ سے جاتے دیکھا یا تو کون ہو کر اس بیابان جبل القمر ہفت میل کے الپ میل کو طے کر کے یہان اس باغ مین میرے پاس تک پہونچا اور باعث تیرے سے یہ مشقت اور ریاضت کھینچکر اس راہ سے آنیکا کیا ہو عمرو نے رقعہ خواجہ بزرگ امید اور دریا دل کا زنبیل سے نکالکے اس پیر مرد کو دکھلا دیا حضرت مین نے اکثر بزرگون سے سنا ہو شعر مردان خدا خدا نباشد * لیکن ز خدا جدا نباشند * لہذا امید آپکی ذات قدسی صفات سے یہ رکھتا ہون کر آپکی دعا سے اس بیابان ہفت میل کی راہ کو طے کرون اور ملک باختر مین جاکے بخوبی تمام شاہزادہ عالیمقام بدیع الزمان کی خبر لاؤن اور زیارت اقدام عالی سلطان غضنفر احتشام امیر حمزہ صاحبقران سے پھر مشرف ہون اس مرد پیر نے رقعہ خواجہ بزرگ امید کا مطالعہ کرکے عمرو کی بہت سی خاطرداری کی اور بڑی تواضع و تکریم سے پیش آگے جو کچھ کہ ماحضر موجود تھا بطور دعوت اسکے عمرو کے سامنے حاضر کیا اور دسترخوان بچھا کر بہزار منت و سماجت کھانا کھلایا اور کہا کہ آج تم یہان رہو شب کو جو کچھ مجھے معلوم ہو تمکو بتلا دونگا غرض دن تو گذر گیا جب کہ وقت شام کا ہوا شبا جنگ اختر شناس نے عمرو کا ہاتھ پکڑ کے باغ سے باہر نکلا اور انگلی سے پر بتا کے چند ستارے آسمان کے دکھلائے اور کہا کہ انھین ستارون کے مابین مین تا وقتیکہ یہ تمکو نظر آئین جہان تک ہو سکے اس راہ کو قطع کیا جائے چلے جانا بعد ہزار فرسنگ دوسری میل سے کا جہان میل نظر آئے وہین تمام دن بسر کرنا وہان آب و طعام البتہ میسر آئیگا بعد ازان جب آفتاب غروب ہو تو وقت شام ظلمت مین پھر انھین ستارون کی راہ راست پر قدم بقدم چلے جانا اسی طرح سے جب چھ میل جو باقی ہین سب تمام ہو جائین تو پھر آگے سیدھا راستہ شہر سائل کا تجھے ملجائیگا سائل مین ہوکے شہر سنجان مین جائیو عمرو نے ستارون کو خوب سا اپنے دل مین خیال کر کے وہان شب بسر کی صبح کو نماز کے وقت جو عمرو سو کے اٹھا تو سلیے کہ اب چل کے شب آہنگ اختر شناس سے پوچھ لے

کردن اور شام کو رخصت ہو کے راہ منزل مقصود کی لی شب آہنگ اختر شناس کے بنگلے کے قریب گیا تو دیکھا کہ
پردے پڑے ہین عمرو نے پکار کے کہا کہ اے شب آہنگ اختر شناس کیا آپ نماز سے فارغ ہو کے وظیفہ پڑھتے ہین
کچھ جواب نہ آیا تب عمرو نے پردہ اٹھا کے جو دیکھا تو دو شمعین جلتی ہین اور شب آہنگ ایک بوریے پر چادر سفید منھ پر ڈالے
غافل پڑا سوتا ہی عمرو اندرون بنگلہ گیا تو دیکھا کہ کئی کورے گھڑے پانی سے بھرے رکھے ہین اور کچھ روئی تھوڑا سا
کافور ایک پڑیا مین لپٹا ہوا رکھا ہی اور ایک قبر کھدی ہوئی تھی اُسکے برابر قبر کے دھرے ہین ایک کفن سیا ہوا برابر
بوریے کے پڑا ہی یہ رنگ وہانکا دیکھ کر نہایت پریشان اور متوحش ہوا اور شب آہنگ اختر شناس کو ہاتھ پکڑ کے
جگانے لگا تو یہ معلوم ہوا کہ شب آہنگ اختر شناس قالب بیجان محض مردہ پڑا ہی عمرو نے اپنا منھ پیٹ لیا اور نہایت رنجیدہ
اور مغموم اپنے جی مین کہتا تھا کہ یہ شخص مرد مسلمان تھا شاید اس نے اسیواسطے شب کو رخصت نہین کیا اپنی میت کے دفن
اور کفن کرنے اور گاڑنے اور نماز میت پڑھنے کو اپنے پاس رکھ لیا تھا خیر سنگ آمد و سخت آمد ناچار شب آہنگ اختر شناس
کو بطریق اہل اسلام اور حسب الاحکام شریعت غسل دیکر کفنایا اور اُس قبر مین دفن کر کے نماز میت پڑھی بعد ازان وہ پردے اور فرش
فروش اور جو چیز وہان تھی سب عمرو نے لیکے نذر زنبیل کی اور اپنے دل مین یہ سوچے کہ یہ شخص شب آہنگ اختر شناس
سالہا سے دراز سے یہان رہتا تھا جہان یہ چھت اور پردے اور اسباب اور سامان ظاہری اسکا تھا آخر کچھ نقدی بھی ہوگی کہ
کہین دفینہ کر کے رکھا ہوگا چار طرف خوب ڈھونڈھ کر اور جابجا زمین کو کھود کر دیکھا کہین ایک پیسہ بھی نقد نہ ملا تب ناچار عاجز
ہو کے برا بھلا کہتا ہوا کہ یہان لٹ گیا مقدس صورت سلیم الطبع کریم الوضع عارف اللہ بڑا ابدال اور زاہد شب آہنگ
اختر شناس تھا اتنا تو جانتا تھا کہ صبح کو مین مر جاؤنگا عمرو مرد مسلمان ہی اسکو کسی تدبیر سے واسطے اپنے کفن و دفن کے
آج شب کو اپنے پاس رکھ لون جانے نہ دون یہ خیال نہ آیا کہ آخر وہ بھی مرد مسلمان ہی اسے وجہ شفقت اور ریاض میری
میت اور غسل دینے کفنانے دفنانے مین جو کریگا کچھ اسکے لیے تلافی اس خدمت کی بطور اجرت کے تجویز کر رکھون تا کہ میری
روح کو ثواب حاصل ہو سو کچھ بھی نہین واہ واہ غرض یہ شکوہ و شکایت کرتا اُسی قبر پر گلیم عیاری بچھا کے سو رہا خواب
مین عمرو نے دیکھا کہ شب آہنگ اختر شناس اسیوقت فقط لنگی کھاروے کی باندھے تسبیح ہزار دانہ ہاتھ مین لیے سرہانے کھڑا
کھڑا ہنستا ہی اور کہتا ہی کہ خواجہ بدولت فقیر کے پاس سوائے دعا کے اور کیا ہی جو آپکی تواضع کرے الا اس باغ کے دست چپ
کو ایک تہ خانہ ہی اُس تہ خانہ مین ایک طاق پر ایک فلاخن اور تین پتھر رکھے ہین وہ مین نے آپکی نذر کیے ان
پتھرون کا یہ خواص اور اعجاز ہی کہ اگر ایک چیونٹی پر ماریے تو تاثیر کریگا اور جو فیل مست پر یا کسی پہاڑ پر ماریے تو بھی وہ پتھر اپنا کام
کر جائیگا اور پھر بدستور جہان سے اٹھا لگے دبہ کروگے وہین پر موجود ہوگا کبھی پاس سے گم نہوگا یہ خواب دیکھنے کے ساتھ عمرو کی
آنکھ کھل گئی اور گھبرا کے اُس تہ خانہ مین جو گیا تو واقعی ایک طاق پر تین پتھر اور ایک فلاخن دیکھے دیکھ کر عمرو نے
اٹھا لیے اور یہ کہتا ہوا کہ مصرع ہر چہ از دوست میرسد نیکوست ؛ خیر اس فقیر سے جو کچھ ملنا قسمت تھا ورنہ مصرع دزد از خانہ
مفلس خجل آید بیرون ؛ اس شخص سے مجھے ملنا کیا تھا دن تو وہان بسر کیا جب وقت شام کا ہوا شاہ عیاران عیار عمرو
بن امیہ نامدار انھین ستارون کو خوب سا پہچان کر انھین کے مابین مین جستین کرتا روانہ ہوا دو چھاگلین پانی کی عمرو کے
پاس تھین ایک کا پانی تو خرچ ہو چکا تھا ایک مین باقی تھا جبکہ برابر دوسرے میل کے پہونچا تو اُس نے دیکھا کہ برابر میل کے
ایک تالاب پر از آب ہی لیکن اُسمین لہو کہاستے درختون کے اور خس و خاشاک اور کھالین جانورون کی بہت سی پڑی
ہوئی ہین اور ایک درخت چنار کا بہت بڑا کنارے پر تالاب کے ہی عمرو نے اُس تالاب کو دیکھ کر خوشی خوشی ایک چھاگل
جس مین پانی بھرا تھا درخت مین باندھکر لٹکا دی اور دوسری چھاگل خالی لیکر تالاب پر پانی بھرنے کو گیا تو اُس نے دیکھا کہ پانی تالاب

کا سبز ہے عمرو اپنے دل میں سوچنے لگا کہ یہ پانی سبزی مائل کیوں ہے حسب اتفاق اس تالاب پر ایک اژدہا پڑا رہتا تھا اسکے
کچلے سے زہر جو لگتا تھا وہ بیکر تمام پانی میں مخلوط ہوتا تھا اسکے باعث سے پانی سبز رنگ ہو گیا تھا عمرو اس اژدہے کو دیکھکر
بہت اداس اور نہایت سراسیمہ ہوا اور تالاب سے نکلے چاہتا تھا کہ بھاگ جائے یکبار اس اژدہے نے آہٹ عمرو کے پاؤں کی سنکے اپنا
سر اٹھایا اور عمرو نے وہ چھاگل بھی نہ بھری وہاں سے جان چھوڑ کر بھاگا اور اژدہا بھی عمرو کے تعاقب میں تالاب سے نکل کر چلا
عمرو نے جو دیکھا کہ اژدہا میرے پیچھے آتا ہے تو جھپٹ تمام ایک ٹیکرے پر چڑھ کے وہی فلاخن جو شب آہنگ اختر شناس کے ہاں
سے لایا تھا اس فلاخن میں انہیں پتھروں میں سے ایک پتھر رکھکر چرخ دیکر جو اژدہے پر مارا تو اژدہے کا سر اور کچھ پتھری ہو گیا اور
دھڑ اسکا زمین پر دو نیزہ اچھل اچھل کر جسطرح سے پہاڑ ٹکراتا ہے اسی زور سے زمین پر گر کے تڑپنے لگا عمرو بسجدہ شکر بجا لا کر ترقی کرتا ہوا کسی
خیار کے درخت پاس آیا تو اسنے دیکھا کہ اب دن بخوبی نکل آیا ہے اور وہ چھاگل پانی بھری ہوئی جو میں درخت میں باندھکر لٹکا گیا
تھا اسپر لکھو کھا کوے قد آدم برابر شور و غل کر رہے ہیں اور یہاں تک چونچیں انہیں ماری ہیں کہ چھاگل سب غربال ہو گئی اور تمام پانی
اسکا بہگیا ہے اور کوؤں نے جو عمرو کو دیکھا تو وہ سب شور و غل کر کے عمرو کے سر پر جا گرے عمرو نہایت پریشان اور بدحواس ہو کر
حیران و ششدر رہ پاے رفتن نہ روے ماندن ایک رتبہ سوچا کہ واہ وا میں تو بھول گیا وہ فلاخن اور تینوں پتھر تو میرے پاس ہیں
ہزاروں جو میں ان کو انہیں تینوں پتھروں سے پاس ہی لہر تک موجود ہونگے یہی وقت تجربہ اور انکے امتحان کرنیکا ہے جھٹ پٹ فلاخن نکالکے پتھر رکھ
رکھکر مارنا شروع کیا تو یہ حال تھا کہ چار روٹ لاکھ تے انکی ضرب سے کشتہ ہو ہو کر میدان میں ڈھیر ہوتے جاتے تھے اور وہ تینوں پتھر
ابھی کم نہیں ہوتے تھے نوبت بجائے رسید کہ وہ بہ [illegible] عمرو نے [illegible] کی کہ الحمد عمرو کا شغل ہو گیا مگر نہ کوے کم ہوتے تھے
نہ وہ پتھر ان میں سے ایک کم ہوتا تھا آخر کار جب کوئی دو گھڑی دن پچھلا باقی رہ گیا تب وہ کوے کم ہوئے مگر کوسوں تک جدھر نظر
دیکھتا تھا کوؤں کی لاشوں سے کالے پہاڑ نظر آتے تھے خدا خدا کرکے شام ہوئی اور اب کوئی کوا بجز زاغ شب کے پرفشاں نہیں
دکھلائی دیا تب عمرو بھوکا پیاسا دونوں کا اس گل اور اس بیابان جبل القمر کو گالیاں دیتا برا بھلا کہتا ان ستاروں کو
دیکھکر آگے کو چلا اور بعد از طے مراحل اور قطع منازل جب کہ کوئی چار گھڑی رات پچھلی باقی رہ گئی اسوقت ہزار فرسنگ پر جا کے
دور سے دیکھا کہ ایک طرف آگ سی لگی ہوئی ہے اور روشنی اسکی کوسوں تک پھیلی ہوئی ہے عمرو یہ سوچے کہ شاید اسطرف کچھ آبادی
ہو تھوڑی دور آگے گیا تو اسنے دیکھا کہ ایک باغ ہے بغیر چار دیواری کا اور کچھ درخت میوہ دار اسمیں بہت گنجان لگے ہوئے
ہیں ان درختوں کے تلے چند غول مردہ خوار نورون کا گوشت آتش میں بھون بھون لگا کے بڑے بڑے لکڑ درختوں کے جلانے
بھون رہے ہیں اور بطور کبابوں کے انکو کھا رہے ہیں عمرو چاہتا تھا کہ وہاں سے بھاگے یکایک ان غولوں نے جو عمرو کو دیکھا تو سب
خوش ہو ہو کر دوڑے مگر عمرو مثل برق و باد بھاگا چلا جاتا تھا اور پیچھے پیچھے عمرو کے وہ سب غول شور و فغان کرتے دوڑے
چلے آتے تھے عمرو سوچا کہ یہ حرامخور اب تیرا پیچھا نہ چھوڑینگے اور تو کہاں تک انسے بھاگتا پھریگا بس یہ سوچکر زنبیل میں ہاتھ
ڈال کے ایک تھیلی بہت بڑی کہ اسمیں نقل میوہ کے بہت شیریں بیہوشی آغشتہ پڑے ہوئے تھے نکالی اور اثنائے راہ میں بکھرا ڈال
دی ان غولوں میں سے ایک غول نے دو چار نقل اٹھا کے جو منہ میں اپنے ڈالے تو نہایت خوش ہو کر بہو قہقہہ اپنے چاشنی کو
اور غولوں کو پکار کے کہنے لگا کہ یارو یہ نعمت غیر مترقبہ تو نہ ملی تھی تب پیچھے اس بیہودہ گو کے دوڑو یہ بھاگ کے ہمارے سامنے سے
کہاں جا سکتا ہے یہ سنتے ہی وہ سب غول چرے اور [illegible] تھیلی کے نقل سبھوں نے لیکر کھانے لگے اور خوب خوش ہو ہو کر کھانے
لگے جب [illegible] کے کھا چکے تو بیہوشی نے اثر کیا اور سب کے سب بیہوش ہو کر گر پڑے عمرو نے جب دیکھا کہ غول سب بیہوش ہو کر
گر پڑے تب خنجر کھینچ کر [illegible] سب غولوں کو ذبح کر کے ان کا خون بہا دیا اور تیسرے پہاڑ یعنی تیسرے میل کے قریب پہونچا وہاں بھی لکھا
تھا کہ اے عزیز اگر تو راہ [illegible] یہاں تک پہونچ گیا ہے تو اب ہرگز آگے قدم نہ بڑھانا جدھر سے آیا ہے اسیطرف کو پھر جا

نے کہا یہ سب محض واہیات کہانی ہے جو مشیت پروردگار ہوگی وہی ہوگا یہ کہکے اُسی مقام پر آ کر پڑا اور زنبیل میں سے کچھ نان
کباب اور شیرینی نکال کے کھائی اور پانی جو بچا اُسے دسترخوان میں لپیٹ کر سرہانے رکھ لیا اور سو رہا کوئی چار گھڑی دن
چڑھا ہوگا کہ عمرو کی آنکھ کھلی اور اُسنے دیکھا کہ گدھے کے برابر چیونٹے گھر لیا ہے سرہانے اور گرد پیش دور تک پھیلے ہیں عمرو
نہایت سراسیمہ اور بدحواس ہوکر اُٹھا اور بہت سا برا بھلا اُس بیابان ہفت میل کو کہتا ہوا کہ لعنت ہے اس کمبخت جنگل پر جہاں
کہیں دو پیسے کی آمدنی کا سہارا بالائے طاق آسایش و راحت بھی دم بھر نہیں ملتی زندگی شاق ہوگئی عجیب و غریب آفات اور
بلیات کا سامنا ہوتا جاتا ہے مگر شعر کیا وغیرہ کام آگئی ہاتھوں سے اُنکے بچ گیا چیونٹے ہزاروں رات کو ڈھونڈھا کیے پر نہ
مجھے پا سکے جھنجلا کے وہی گوپھن اور وہی پتھر پھر شب آہنگ اختر شناس کے زنبیل سے نکال کر نشانہ تاک تاک کر مارنا شروع
کیے اور دوپہر ڈھائی پہر کامل پتھر مار مار کے کھو کھا چیونٹے مار ڈالے کہ چاروں طرف آدھ آدھ کوس تک چیونٹوں کے انبار لگ گئے تھے
مگر سطح سے آمد چیونٹوں کی کم نہیں ہوتی تھی اب عمرو کا ہاتھ شل ہوگیا اور نہایت تنگ ہوکے بیابان جبل القمر ہفت میل پر
ہزار ہزار لعنت اور نفرین کرتا جاتا تھا کہ دیکھا دن کوئی پہر چھ گھڑی باقی رہ گیا تھا اور وہ چیونٹے بھی اب کم ہوتے جاتے تھے
مارے خدا خدا کرکے آفتاب غروب ہوا اور وقت شام کا دیکھا عمرو جھٹ پٹ گٹھری اپنی باندھ کے اُٹھ کھڑا ہوا اور اُنھیں ستاروں کے
راہیں میں قطع منازل اور طے مراحل کرتا ہوا جب کوئی پہر رات پچھلی باقی رہی تو میل چہارم کے قریب پہونچا اور وہاں بھی یہی
لکھا دیکھا کہ اے شخص اگر تو شاید اپنی وارونی طالع اور گردش لیل و نہار سے یہاں تک پہونچ گیا ہو تو اب بھی بہتر ہی تیرے
حق میں کہ یہانسے پھر جا اور آگے کو قدم اپنا نہ بڑھا ورنہ مبتلائے صد گونہ بلا ہوکر بہزار حسرت اور ناکامی جانسے جائیگا اور
پھر ابدالآباد تک گور میں بھی کف افسوس ملیگا اور کچھ مطلب نہ پائیگا عمرو نے کہا سب واہیات ہے خدائے ما بزرگ است
یہ کہکر وہیں زیر میل گلیم عیاری بچھا کے بیٹھ گیا اور دم لینے لگا حسب اتفاق آج شب چاردہم ہے تو چاندنی کوسوں تک
پھیلی ہوئی ہے شعر زمین نور کی آسمان نور کا جدھر دیکھیے ہو سماں نور کا عمرو شب ماہ کی فضا دیکھتے دیکھتے سو گیا اور کوئی
چار گھڑی دن چڑھے سوکے جو اُٹھا تو اُسنے دیکھا کہ سامنے چند قدم پر ایک مختصر سا باغیچہ کسی کا ہے اندر سے درخت کیلوں
کے لہراتے ہوئے اور منڈیروں پر دیوار سے نکلے ہیں طاؤس پھر رہے ہیں اور دروازہ اُسکا باہر سے مقفل ہے عمرو نے کہا
اس باغیچہ میں چلیے سیر کرنے اور کچھ نہیں ہو تو تماشا کرکے پہر چھ گھڑی سو رہوں تو پھر آگے چلوں یہ کہکر عمرو وہاں سے اُٹھا
اور اُس دروازے کے قفل کو کھولکر اندر گیا تو دیکھا کہ صحن میں ہزاروں درختان پر ثمرادہ نہالان بارور اور کچھ میں گلہائے بوقلمون
کھلے ہیں اور مہندی اور گرد اس کی ٹٹیاں بہت پُرتکلف کھڑی ہوئی ہیں روشوں پر دو ابیل بنا ہوا ہے اور شمالی رو پھر ایک مختصر
سی بارہ دری ہے سفیدی سے مصقول پھری ہوئی چھت پردے بہت پُرتکلف فرش نفیس اور پاکیزہ گسترہ کہیں انبار اشرفیوں
کا کہیں ڈھیریاں روپیوں کی کہیں دانہ ہائے گوہر شب چراغ اور یاقوت اور زمرد اور پکھراج اور نیلم اور فیروزہ وغیرہ
جواہرات بیش بہا اور نایاب پڑا اور ایک جاپر چند خوان کھانے کے کھانا تحفہ تحفہ اقسام اقسام طرح طرح کی قابوں میں
پیالوں میں طشتریوں میں بھرا ہوا خوانپوش اس پر ڈھکے ہوئے تورے پوش تمامی کے پڑے ہیں ایک پلنگ سونے کا بہت
پُرتکلف اور نفیس بیچ بند کھچے ہوئے تکیے بہت نرم نرم لگے ہوئے ایک صحنچی میں بچھا ہے عمرو یہ سامان و بانگاہ دیکھکر وجد
کر گیا اور سجدات شکر کے ادا کیے دل میں کہنے لگا کہ یہ نعمت غیر مترقب جناب احدیت نے اپنی قدرت کاملہ سے مجھے عطا کی
مصرع ذوق دارو ذی رسان پر سیدہ ورنہ کہاں یہ کمبخت بخس ناپاک بیابان جبل القمر اور کہاں یہ دولت عظمیٰ غرض
پہلے تو عمرو نے دسترخوان بچھا کے خوب شکم سیر ہوکے کھانا کھایا بعد اسکے یہ سوچنے لگا کہ پہلے جو شخص کہ مالک اس گھر کا
اور اس اسباب کا ہو اُس سے فیصلہ کر لوں تو اس نقد و جنس و مال و اسباب کو زنبیل کروں یہ خیال کرکے پلنگ پر

جاکے سو رہا سوتے سوتے ایکمرتبہ ایک آواز عمرو کے گوش زد ہوئی کہ کوئی شخص باہر سے پکار پکار کہتا ہی کہ ای شخص تو کون ہی
جو میرے گھر مین گھس آیا اور دروازہ اندر سے بند کر لیا اور مین بڑی دیر سے پکار رہا ہون جواب نہین دیتا ہی عمرو نے دل مین
کہا کہ یہ کوئی وارث مکان کا پیدا ہوا اب چلون اس سے گفتگو کرون اور دیکھون کہ یہ شخص اپنی حقیقت اور ملکیت اس
مال و اسباب پر کن دلائل اور براہین سے ثابت کرتا ہی آخر جو گھر کا مالک ہوگا اور یہ نقد و جنس اسکا ہوگا تو اور بھی کوئی
گواہ شاہد اسبات کا ہوگا یا نہوگا غرض یہ سوچکے عمرو دروازے کے قریب آیا اور اندر سے جواب دیا کہ ارے تو کون ہی جو بے وسیلہ
بے جہت شور و غل کرکے مجھے بدخواب کرتا ہی اور مجھے آرام کرنے نہین دیتا باہر سے اُسنے کہا کہ ہی لو کیا کہتا ہی مین تو نجم الدین
غول اسکا مالک ہون مین نے اس مکان مین درختان باردار سایہ گستر میوے کے اور نخل گل لگائے ہین اور اس مکان مین
ایک بارہ دری تیری کی ہی چھت پر دے لگائے فرش شیشہ کیا جواہرات اشرفی روپیہ مین نے دھر کے رکھا ہی تو کہان سے
پیدا ہوا ہی ذرا نام تو اپنا مجھے بتلا عمرو نے کہا کہ تو عجب احمق ہی اور عجب نادان ہی جیسا معلوم ہوتا ہی شاید کچھ نشہ پیکے آیا ہی جو ایسی باتین
کر رہا ہی یہ مکان میرا ہی اور مین نے اسمین وہ جو تو بیان کرگیا ہی سب سامان مہیا کیا ہی میرا نام شمس الدین غول ہی اُس
غول نے باہر سے کہا کہ تیری پہچان کیا ہی تو اپنا کچھ پتا سراغ مجھے دے تا مین جانون اور معقول ہون کہ مین راہ بھول
گیا میرا مکان یہ نہین ہی یہ کسی اور کا مکان ہی عمرو نے کہا تو بھی کچھ اپنا نشان مجھے دے تا مین اپنے جی مین خجل اور منفعل
ہون اور اپنا گھر تیرے واسطے چھوڑ کر کہین بیابان اور جگہ چلا جاؤن نجم الدین غول نے کہا کہ میرے سر مین ایک بال بہت
لمبا ہی عمرو نے کہا تو یہ گھر تیرا نہین یہ مکان میرا ہی کس لیے کہ میرے سر مین بھی ایک بال بہت بڑا ہی اگر تیرے سر کا بال میرے سر کے
بال سے زیادہ ہو تو البتہ مجھے یقین آئے کہ ہان تو سچ کہتا ہی اُس غول نے کہا ذرا تو اپنا بال میرے سر کے بال کے برابر کر کہا اگر میرا
بال تیرے بال سے بڑا نکلے تو پھر تو کیا کہیگا عمرو نے کہا اچھے میرا بال اور اپنا بال مجھے دے کہ میرے اور تیرے ابھی فیصلہ ہو
چنانچہ عمرو نے تو کمند آصفی بصفا کو بیچ سے کٹنے چاہے بال کے برابر تیلا کرکے اور چاہے کہ آسے گنہ دیکے زنبیل
سے نکال کے غول کے ہاتھ مین سرا اسکا دیا اور اُسکے سر کا بال اپنے ہاتھ سے لیکے کہا کہ اب تو ناپ لے اُس مردود غول
کا بال کیا بلا تھا جو کمند کی برابری کرسکتا کمند کو عمرو چاہے تو بیجڑہ طلب کرکے ہزاروں گز کا کرے غرض وہ نجم الدین غول
قائل ہوکر کہنے لگا کہ ایک بال پر کیا خاتمہ ہوگیا ابھی تو میرے کئی نشان اس مکان کی ملکیت اور دعوی کے ہین ذرا تو اندر دروازے
کے بیٹھکر میرے ساتھ پیشاب تو کر جو زیادہ کرے وہ مالک اس گھر کا ہو عمرو نے کہا بہت خوب بس اتنا سنتے نجم الدین غول
غیظ و طیش مین بیٹھکر پیشاب کرنے لگا عمرو نے بھی شکیزہ حضرت خضر علیہ السلام زنبیل سے نکال کے دہانہ اُسکا کھول دیا ادھر
پانی جاری ہوگیا نجم الدین غول تو کوئی چار گھڑی اتنا سے درجہ پیشاب کرکے ٹھہر گیا عمرو نے جو شکیزہ خضر کا منہ کھول
دیا تو دم بھر مین ایک نہر پانی کی جاری ہوئی اور اُس صحرا مین آدھ آدھ کوس تک بھرا تو پانی ہوگیا جب غول نے
طغیانی پانی کی دیکھی نہایت خائف اور لرزان ہوکے بولا کہ بس بس ای شمس الدین غول اب شاشہ کرنا موقوف کر ابھی
ایک پہچان اور نشان میری حقیقت کا اس مکان پر اور بھی ہی اگر اسمین تو زیادہ ہوگا تو البتہ مجھے یقین ہوگا کہ واقعی تو ہی
اس مکان کا مالک ہی مین اپنا مکان بھول گیا عمرو نے کہا وہ کیا ہی نجم الدین غول نے کہا کہ جو گوز ایسا مارے کہ کوس
بھر تک آواز اُسکی جائے عمرو نے کہا کیا مضائقہ ہی تو پاد تو مجھے یقین ہو اور مین جانون کہ تو سچ کہتا ہی اور کوس بھر تک تیرے
گوز کی آواز جاتی ہی جو اُسکے مین تجھے معقول کرونگا اُس نجم الدین غول نے ایک گوز مارا کہ کوس بھر تک اُسکی آواز
گئی عمرو نے سفید مہرہ زنبیل سے نکال کے بجایا کہ آواز اُسکی سات فرسنگ تک جاتی تھی نجم الدین غول آواز مہرہ
کی سنکے گھبرا گیا اور مارے ڈر کے یہ کہتا ہوا کہ ای شمس الدین غول تو سچا ہی اور مین جھوٹا تھا معلوم ہوا کہ یہ مکان تیرا ہی

ایک میل باقی ہی لیکن بس اب تیرے واسطے کوئی جا خوف و خطر کی نہین ہی باطمینان تمام اپنی منزل مقصود کی راہ پر چلا جا
عمرو نے کہا کہ جہان خوف و خطر تھا وہان میرا کسی نے کیا کر لیا یہ بھی واسطے احمقون کے ڈرانے کے کسی نے یہ چار فقرے
استادانہ ہر میل پر لکھ دیے ہین غرض یہ کہ عمرو اُسی میل کے پاس اپنی گلیم عیاری بچھا کے بیٹھ گیا اور ساعت بھر دم لیکے پھر
سوچا کہ رات کو تو مین نے اُن ستارون کو خوب سا اپنے ذہن مین غور کر کے دیکھ لیا کہ یہی طور لگا تا دم سحر رہتا ہی اور روز اول
سے مین اسی راہ پر چلا آیا آج تک سہو کا ذرہ نہین دیکھا پھر رات کا انتظار کرنا کیا ضرور اسی راہ پر سیدھا چلا چلون اپنی منزل
کھوٹی کیون کرون غرض یہ سوچ کر پھر وہان سے اٹھا اور اُسی راہ راست پر کہ عمرو کی نظرون مین چڑھی ہوئی تھی عرصہ راہ کو طی
کرنے لگا قریب شام ساتوین میل پر پہونچا اور اُسنے دیکھا کہ اس میل پر کندہ ہی کہ زہے جرأت اور خوشا قسمت تیری ای شخص مسافر
تو طالع سکندری رکھتا ہی جو بیابان تک بیابان ہفت میل کو طی کر کے پہونچا اب کوئی خطرہ راہ اور کسی طرح کا کھٹکا آگے
نہین ہی بے خوف و خطر بسجات شکر ایزدی کرتا ہوا جہان جی چاہے چلا جا عمرو نے کہا شکر ہی خداے عز و جل خالق جز و کل
کہ اس صحراے وحشت زا سے مین بعافیت تمام نکل آیا اب کوئی پہر گھڑی اسی مقام پر آرام کر لون تو پھر آگے کو
چلون یہ کہکے ساتوین میل کے تلے بستر اپنا لگا کے کچھ زنبیل مین سے کچھ اور روٹیان نکالین وہ کھائین اور ایک چشمہ آب پر
جا کے پانی پیا اور سو رہا جب کہ آدھی رات کا عمل ہوا اسوقت عمرو اپنی گٹھری باندھ کے ایک سمت راہ پکڑ کے روانہ ہوا اور
چند دوا دوش کیا جسوقت کہ اشعار لگے ہونے نظرون سے تارے نہان ؛ چھپا نور مین جادہ کہکشان ؛ رخ شمع مائل بزردی
ہوا ؛ لباس فلک لاجوردی ہوا ؛ مسیحا نفس تھی نسیم وزان ؛ اُٹھے لوگ لے لے کے انگڑائیان ؛ لیے گریبان سحر چاک
ہوا اور شاہ زرین کلاہ آفتاب خلوتخانہ مغرب سے نکلکر تخت نیلگون سپہر پر جلوہ آراے عالم ہوا عمرو نے دور سے دیکھا کہ ایک
شہر دکھلائی دیتا ہی اور اُسکے گانون گرانون قصبے پورے چپ و راست معلوم ہوتے ہین کچھ مسافر راہ گیر بھی ملنے لگے تھوڑی
دور آگے جا کے اب جو دیکھا تو دروازہ شہر پناہ کا کھلا ہوا ہی اور خلق اللہ آیند روند اُسمین سے آتے جاتے ہین عمرو
بسم اللہ کہکر اندرون شہر داخل ہوا تو شہر بہت بڑا اور پُر فضا خلقت انبوہ در انبوہ سکان شہر گرد و گرد چوپڑ کا بازار رستہ
بنا ہوا چاندنی چوک اردو بازار جوہری بازار کشمیری بازار اسلحہ بازار چینی بازار خاص بازار صرافہ بزازہ سب کھلا
ہوا دکاندار بھی آتے جاتے ہین اور دُکانین کچھ کھل چکی کچھ کھلتی جاتی ہین غرض عمرو سیر کرتا ہوا جسوقت چاندنی
چوک مین پہونچا تو دست راست کو سامنے ایک دُکان بہت پُر تکلف سجی ہوئی دیکھی اور اُسمین دیکھا کہ ایک
درزی بچہ مشروع کا پائجامہ پانون مین اور انگرکھا ململ کا گریبان مین سیاہ فیتہ لگا ہوا بہت ٹھیک ٹھاک سیا
ہوا گلے مین پہنے ٹوپی دو دوزی بہت بھاری سر پر رکھے دونون بازوون پر جوڑی نورتن کی باندھے برس
سترہ اٹھارہ ایک کا سن و سال سراپا حسن و جمال بہت چست و چالاک ایک سوزنی بہت تختہ اور پاکیزہ بچھائے
بیٹھا ہی اور گرد و پیش اُسکے دس بارہ اور درزی بہرو جوان بیٹھے کپڑے سی رہے ہین عمرو نے اُس درزی بچہ کی
آنکھ گرما گرم اور چتون بہت چالاک دیکھ کر اپنے جی مین کہا کہ ای عمرو یہ شخص تو درزی بچہ نہین ثابت ہوتا ہی یہ کوئی عیار
پیشہ ہی لاؤ اسے تحقیق کرتے چلیے یہ کہکے عمرو نے زنبیل پر ہاتھ مار کے معجزہ طلب کیا اور کہا باوا آدم بہت جلدی
مین رنگ روغن عیاری کا ملتے دیر لگ جاتی ہی لہذا امیدوار ہون کہ میری صورت ایک جیوا آزاد فقیر کی ہو جائے ساتھ
اتنا کہنے کے عمرو بصورت آزاد بن گیا اور اُس دُکان پر سامنے اُس درزی بچے کے آ کے صدا دی کہ عشق اللہ کیون
بابا نام معبود بھی کچھ فقیر دن سے واحد شاہد ہوتا ہی اُس درزی بچہ نے عمرو کو جو دیکھا بے ساختہ گھبرا کے اٹھا اور یہ
کہتا ہوا کہ یا حضرت آئیے آئیے دوڑ کر قدمون سے عمرو کے لپٹ گیا اور بڑی گرمجوشی اور تعظیم و تکریم سے عمرو کو لیجا کے اندر دکان

دکان اُسی سوزنی پر بچھایا اور جھٹ پٹ پانی گرم کر کے منھ ہاتھ پاؤن شاہ صاحب کے دھلوائے بعد ازان پوچھنے لگا کہ یا حضرت
کہان سے آنیکا اتفاق ہوا عمرو نے جواب دیا کہ بابا فقیر سیاح جہان گرد ہی آتا جاتا تو اس سرائے فانی میں لگا ہی رہتا
ہی قطعہ از گلشن دہر ہر کہ آمد شد ہمہ ؛ بلقیس فسانہ دارد و پار ہم ؛ امروز صد افسانہ گر خواہی بشنو ؛ فردا است کہ تشنوی
صدائے خود ہم ؛ یہ کہکے جھولی میں سے کچھ ٹکڑے گدائی کے نکال کے اُس درزی بچے سے کہا کیون بابا یہ چھانڈرا
فقیر کا ہی جی چاہے تو حاضر ہی نوش کر اُس نے کہا زہے افتخار اور خوشا طالع میرے یہ ٹکڑا کہان میسر آتا ہی یہ تو تبرک الٰہی ہی
یہ کہکے دو چار ٹکڑے اُس درزی بچے نے بھی کھالئے اور کچھ شاہ صاحب نے کھائے اور پانی پیکر منہ ہاتھ دھویا بعد اسکے
کہا کیون بابا کہیں ایسی جا بھی ہم کو تیرے یہان ملیگی کہ ذرا ہم سو رہیں درزی بچے نے کہا یا حضرت بسم اللہ آپ آرام فرمائیں
وہ کوٹھری میں پلنگڑی بچھی ہوئی ہی عمرو نے کہا تو بابا ایک کام کرنا فقیر کا معمول یہ ہی کہ اگر جاگتا ہی تو چھ چھ مہینے نہیں سوتا ہی
اور اگر سوتا ہی تو ہم چھ چھ مہینے تک سویا ہی کرتا ہی جاگنے کا ذکر کیا وہ درزی بچہ یہ حال شاہ صاحب کا سنکے کہنے لگا کہ حضرت
آپکی جو بات ہی خالی از کرامات نہیں کیا اندیشہ ہی آپکا جب تک جی چاہے آرام کیجیئے غرض عمرو اندر کوٹھری کے جاکے اُس پلنگڑی
پر منھ ڈھانپ کے پڑ رہا پہرے پڑے جب کہ شام کا وقت ہوا تو سب درزی اٹھ اٹھ اپنے گھرون کو گئے اور کٹھریان کپڑون کی باندھ
باندھ کے طاقون میں رکھدین اب فقط وہ درزی بچہ اکیلا بیٹھا ہی اور ایک شاگرد اسکا چراغ جلا کے رہ گیا ہی باقی اب سوائے اُس درزی
بچے کے کوئی وہان نہیں اس عرصہ میں گھڑی دو ایک رات آگئی کہ ایک مرتبہ عمرو نے کوٹھری میں پڑے پڑے دیکھا کہ روشنی
مشعل کی نمود ہوئی اور سامنے ایک عورت برس چالیس ایک کا سن نہایت حسینہ گوری رنگت شبنم کا کرتہ پہنے ہیں اور گلبدن
کا پائجامہ کلیون دار بڑے بڑے پائنچون کا پاؤن میں پہنے دوپٹہ آب روان کا سر سے ڈھلکا ہوا سونے کے موٹے موٹے
کڑے ہاتھون میں پہنے آگے اور پیچھے اسکے ایک مزدور ہی گنگام کا لنگا پہنے چادر موٹی دھوتر کی سر پہ اوڑھے ایک خوان
کھانیکا کسنہ کسا ہوا تورہ پوش اُسپر پڑا ہوا لائی اور اُس درزی بچے کی دونون ہاتھون سے سر سے پاؤن تک بلائیں لیکے
کہا کہ قربان جاؤن حضور نے فرمایا ہی یعنی شعر تغتی کہ نایم بتو وعدہ دوست ؛ این وعدہ گر راست شود روز قیامت ؛ ای شہریار
تمنے وعدہ کیا تھا کہ چند روز اور صبر کرو سواب صبر و ضبط تاچند تمنے سنا نہیں کہ بابا جان اب اس بات پر آمادہ ہین کہ
امروز فردا میں میرا عقد جہان تم جانتے ہو وہان کر دیں سو ہر چند کہ تا روز حیات کیا تاب و طاقت کیسکی جو میرے اوپر ہاتھ
ڈال سکے اور جب ایسا ہی دیکھون گی کہ اب کسیطرح سے میری آبرو نہیں بچتی تو ناچار ہو کر شعر وصلت کی شب اضطراب کر
رکھونگی گلے پہ اپنے خنجر ؛ لہذا میں امیدوار ہون کہ آج کسی گھات سے رات کو تم آجاؤ تو کچھ باتیں ہم تمسے کرلیں اور کچھ حسرت
اپنے دل کی نکال لیں کیونکہ خدانخواستہ مصرع فردا کہ نہ زیم چہ سود اشک ندامت ؛ اُس درزی بچے نے اُس عورت سے
کہا کہ میری طرف سے تم کہدینا کہ میں نے جو وعدہ کیا ہی اُسے جھوٹھ نہ سمجھنا اور تم چلو تمھارے پیچھے میں بھی آج کوئی آدھی رات
کے عمل میں ضرور بالضرور آؤنگا شعر تن یار کہ گفتا تو ام دل نگرانست ؛ گوئی رسم اینک بسلامت نگران باش ؛ پھر اُس
عورت نے کہا کہ واری کل کے برتن جو خالی ہون تو مجھے دیجیے میں لیجاؤن اُس درزی بچے نے کہا ٹھہرو لیتے جاؤ یہ کہکے
وہ درزی بچہ اُسی کوٹھری میں جہان عمرو شاہ جی بنا منھ لپیٹے پڑا تھا گیا ایک کونے میں ایک ٹوکرا برتنون سے بھرا ہوا
رکھا تھا اُٹھا کے باہر لایا اور اُس عورت کو دیکے رخصت کیا عمرو نے یہ تماشا دیکھ کے اپنے دل میں کہا کہ کیا قدرت
خدا کی ہی کہ یہ درزی بچہ بڑے مال مارتا ہے کسی بادشاہزادی سے اس سے آشنائی ہی اُسکے یہان کے یہ تحفہ تحفہ
برتن ہین ورنہ کسی غریب کو تو یہ ہزار برس دیکھنے کو میسر نہ آئین گے غرض ایک دو گھڑی کے بعد اُس درزی بچہ نے
دسترخوان بچھایا اور تمام کھانا چنا بعد اسکے عمرو کے پاس آکے کہنے لگا کہ شاہ صاحب ذرا بیدار ہوجیے تو

کچھ نان و نمک حاضر ہے اسے تناول فرمایئے پھر سو رہیے گا عمرو نے وہ خراٹے لینا شروع کیے کہ ہر چند وہ جگایا کیا عمرو نہ اٹھا
تب اُس درزی بچے نے یہ کہا کہ شاہ صاحب سچ مچ تھکے تھے کہ میں پیچھے پھر بیٹھے سوتا ہوں بیشک مجھے یقین ہوا کہ یہ سوتے ہونگے
اب اسوقت میرا جگانا بھی بیکار ہے عمرو کے پاس سے جا کے کھانا کھایا اور باقی اٹھا رکھا اور ہاتھ منہ دھو کے بیٹھا رہا
جب کہ دو پہر رات کامل ہوا تو اُسنے ایک روغن عیاری ملے اور نئی صورت اپنی بنا کے اور قلندرے پا تا بہ باندھ کے
جوڑی خنجر کی کمر میں رکھی حلقے کمند کے ہاتھ میں لیکے ایک چادر عیاری اوڑھ لی اور واسطے اپنے اطمینان خاطر کے پھر
عمرو کے پاس آیا اور دو چار مرتبہ عمرو کو جگایا کہ شاہ صاحب شاہ صاحب کیا آپ بیدار ہیں کچھ حقے پینے کی حاجت ہو تو
حاضر ہے عمرو نے ایسا ظاہر کیا کہ آپ کو نیند میں ڈالدیا کہ بالکل اُسپر ثابت ہوا جب اسے صدق ہو گیا کہ شاہ صاحب نہایت
غافل سوتے ہیں تب اُسنے دیوار پر کمند ماری اور کمند پکڑ کے اپنے مکان کی دیوار سے نیچے اترا عمرو بھی ساتھ ہی
جھٹ پٹ تعاقب میں اسکے دیوار پر کمند مار کے نیچے اترا اور آگے آگے وہ درزی بچہ اور پیچھے پیچھے عمرو بسرعت تمام [illegible]
چوک اردو بازار جوہری بازار صراف بزازہ ہو کے زیر ایوان شاہی پہونچا وہاں جا کے اُس درزی بچے نے کمند دیوار ایوان
شاہی پر پھینکی اور جسوقت کہ لٹو کمند کا دیوار پر جا کے قائم ہو گیا وہ درزی بچہ کمند پکڑ کے دیوار پر چڑھ گیا اور اندرون قصر
سلطانی اتر گیا عمرو بھی ساتھ ہی اسکے بچتی بچاتی اپنی کمند مار کے اُسی کمند کی راہ سے دیوار پر چڑھا اور با آہستگی تمام
قصر شاہی پر اتر کے ایک گوشہ میں بیٹھ کر دیکھنے لگا کہ زیر قصر سامنے شمال رویہ ایک بارہ دری سنگ مرمر کی سب تکلف
بنی ہوئی اور چھت و پردے تمامی اور زر بفت کے لگے ہوئے آگے اُسکے ایک سائبان زرتاری جھالریں مقیش کی
بانسلک بانس مرواریدے آویزاں اندر بارہ دری کے ہزار پانچسو جھاڑ بلورین شمعیں مومی اور کافوری انمیں چڑھی ہوئیں
روشن ہیں کنول دیوار گیریاں سورج مکھیاں قد آدم شیشہ تصاویر شاہان پیشین اور اکثر پریزادوں کی لگی ہوئیں تیاری
سب معقول ہے اور ایک نازنین مہ جبین مہر تمکین بر سن بارہ ایک کا سن و سال سراپا حسن و جمال مشہور ہے کہ دودین
آن شکل و رخسار ؛ بہ بند و زاہد صد سالہ زنار گہیت ۔ سندر روپ سروپ مہان یون سے نچے جیسے انگ میں سیجے
پھول کھیون کون دیکھے ذلکی چھب دیکھے ہی بیجے ؛ برہ کی چوٹ سہی نہیں جات نہ دوسرے اور کو دیکھیں دیکھی کوئی اور
نیناو نینے ٹک بیٹھے ہی کہ دیکھے ہی جیجے ؛ گر چہرہ مانند گل پژمردہ کے زرد بال ہے کے مانند سنبل پریشان آنکھیں
مانند چشم نرگس کے بحسرت نگران باغ جوانی پر پالا سا پڑا ہوا ہر مرتبہ آہ سرد دل پر درد سے کھینچکر یہ کبت حسب حال اپنے
پڑھتی ہے اور روتی ہے کبت سوچت جات سبھی دن رات کچھ نہ بسات کیا کرنے ؛ اب جنگل میں پڑے نینن چین
یہ ساری رین جرا کرنے ؛ اوت لالن کو جیرا نچے ات ہو کن لاج بسار دیئے ؛ دوڑ لیے مہنے ہمرے رہی کچھی بدعہ یون ہی
لکھی تو کیا کرنے ؛ ابھی وہ نازنین یہی گفتگو اپنی مقربین ہم نشین انیسوں خواصوں سے کر رہی تھی کہ یہ درزی بچہ
کوٹھے پر سے اتر کے پہونچا اور آتے دیکھکر جتنی مصاحبین اور خواصین صحبت والیاں اُس بادشاہزادی کی تھیں
سب کی سب گھبرا کے اٹھ کھڑی ہوئیں اور جھک جھک کر تسلیمات اور مجرے کرنے لگیں اور شاہزادی اس درزی
بچہ کو دیکھ کر متبسم ہوئی اور کہنے لگی کہ واہ واہ صاحب واہ واہ شعر اپنی غرض کے ہیں سب یار ؛ کیا کہوں مجھ نگوڑی
خدا کی سنوار ؛ آجکل وہ مثل ہے عاشق کی ؛ آنکھ ہوئی چار دلمیں آیا پیار ؛ کیا خوب تمکو ہماری یاد رہتی ہے یہی
وعدہ اور یہی عہد و پیمان تمہارا ہم سے تھا اُس درزی بچے نے آنکھوں میں آنسو بھر کے کہا کہ اے ملکہ قسم ہے مجھکو اپنے
دین و ایمان کی کہ میں نے تجھسے وعدہ غلط نہیں کیا تھا میرا قول صادق اور عہد واثق ہے خدا چاہے تو کبھی اسمیں
فرق نہ پڑیگا ماجرا یہ ہے کہ آج ایک بزرگوار بوضع آزادانہ میرے مکان پر تشریف لائے ہیں کیا عجب کہ وہی بزرگوار شاہ

عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار ہون کسلیے کہ شاہ عیاران عیار ہزار صورتین بدل سکتے ہین مجھے تو بدل یقین ہے کہ سوا اُنکے یہ شخص اور کوئی نہین ہے ملکہ نے جواب دیا کہ تم ہمیشہ یہی باتین بنایا کروگے میان کل پرسون ہمارا کام تمام ہو جائیگا اُس درزی بچے نے دوڑ کر ملکہ کو گلے سے لگا لیا اور کہا کہ اے ملکہ تم گھبراؤ نہین اور ایسے گلے پڑین ہرگز بانچہ لاحول

شراب و مینا و جام و مطرب بہار باغ ابر و برق و باران
سب ایک جا اب ہین آج باہم ہوا ہے تقدیر سے یہ سامان

فلک جدائی کے گھات مین ہے یہی محل دو نو ہے یار جان
ہوئی ہے مدت سے وصل کی شب نہ حشر تک ہو سحر نمایان

کرون مین آمین تم کا کے مرکو خدا سے تو اے صنم دعا کر

ہوئے ہین مدت مین دونون باہم خوشی سے ہے دل کو لگنے دیجیے
نہین ہے کوئی محل صحبت گلے مین ہاتھون کو ڈال دیجیے

شراب گلگون بھری ہے شیشے مین دست رنگین مین جام لیجیے
حجاب بیجا ہے وصل کی شب نقاب اُلٹیے شراب پیجیے

ہماری ہے جدائی کیلیے ذرا لو اب منہ سے منہ ملا کر

بارے ملکہ نے اشارہ خواصون سے کیا اور چند خواصین کچھ گلابیان شراب کی اور پیالے الماس تراش زمردین لائین اور دونون عاشق و معشوق آپس مین جھکے شراب پینے لگے مگر اُس شاہزادی کا یہ حال تھا کہ لشہ صہبائے وصل مین سرشار ہر بار خواصون اور مصاحبون کی جانب مخاطب ہو کر بہزار حسرت و آرزو کہتی تھی شعر شب وصل صنم ہے آن اے ہمدم کسی ڈھب سے نگہ بان سحر کو تاک رکھنا من شب سے ؛؛ اور کبھی لسوے سیارگان فلک دیکھ کر یہ کبت زبان پر لاتی تھی کبت کرم کرم آج پٹ سے سنجوگ ہوا نند اشک از یہ سہات ہے ؛؛ سکہ نہ مرد دلکو البیاد بجو نہ اترے لمری سے لگ سے چھاتی کلاہ جنم جنم بھرا ہوا احسان لہا لیے کرشن ریچہ کی نہین جاتی ہے ؛؛ اے گھڑیار دا س ترت ہون ؛؛ ربار ہو گئی تار ہو گئی رین کی عمرو بن امیہ بنکام بالاے بام خاموش ایک مقام پر بیٹھا ہوا یہ سب تماشا صحبت کا اُن دونون عاشق و معشوق کا بخوبی تمام دیکھ رہا تھا اس عرصہ مین وہ شب اخیر ہو گئی شعر شب ہوئی آخر نمایان ہو چلے آثار صبح ؛؛ آتش خورشید نے کی گرمی بازار صبح پہنچنے دکھا کر زہرہ آسمان پر بلند ہوا محفل سیارگان فلک مین عجب طرح کی ایک برہمی اور بڑی پڑ گئی کہ وہ جا بجا ستارے بڑے بڑے تھے وہ تورہ گئے باقی چھوٹے جتنے ستارے تھے سب معدوم ہو گئے نسیم سحر وزان روشنی پر شمعون کی سفیدی عیان تھی گویا اُس مین بھیگے ہوئے مستون کی صورت کھڑے جھوم رہے تھے شمعین گل گل ہو کے تھوڑی تھوڑی رنگین پر دانون نے خاکستر لگنون مین بھرے ہوئے فرشون مین جا بجا پڑی ہوئین مینائے زمردین کے زیر جھان تمام پڑے ہوئے چھنتے تھے ہار پھولون کے جو عورتون نے اپنے گلے سے اُتار کے پھینک دیے تو اُن کی بھینی بھینی بو اُس تمام محفل مین پھیلی ہوئی وہ درزی بچہ یہ رنگ محفل کا دیکھنے کے ساتھ گھبرا کر اُٹھا اور اُس نازنین نے دامن اُسکا پکڑ کے بعد آہ و فغان یہ شعر پڑھا شعر کیدن شمع کی حالتین چھوٹے تجھے جاتے ہوئے دم آنکھون مین ہے میرا تم نہین چھپاتے ہو ؛؛ اُس درزی بچے نے بکمال عجز و انکسار باچشم اشکبار کہا کہ اے ملکہ اگر زندگی مستعار اور حیات ناپائدار باقی ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ آج کل مین کوئی صورت ہمارے تمھارے وصل کی نمود ہوئی جاتی ہے تم تنگ بافعال ایزدی رکھو باقی کچھ رنج و فکر و خود کشی سے فائدہ نہین شعر کار ساز ما بفکر کار ماست ؛؛ فکر ما در کار ما آزار ماست ؛؛ یہ کہکے جونہین وہ درزی بچہ ملکہ کے پاس سے اُٹھکر چلا مرشد کامل ہادی دین شاہ عیار دیاران عیار عمرو بن امیہ مدار قبیل از ان سکے آنے کے جھپٹ پٹ کمند پکڑ کے نیچے اُتر پڑے اور بنفرستہ الیمن اُسی مکانین درزی بچے کے آئے اُسی حجرے مین جس طرح سے تھے منہ لپیٹ کے سو رہے اور خراٹے لینے لگے بعد اسکے وہ درزی بچہ اُسی صورت سے بذریعہ کمند قصر شاہی سے اُترا اور ہر راہ کو طے کرکے مارکے اپنے مکان مین آیا اور چلے جاکے اُس کوٹھری مین شاہ صاحب کو لیٹے عمرو کو دیکھا کہ ہان اُنکی

شغل سے غافل پڑے ہین اور نفیر خواب بلند ہو رہے مطمئن ہو کے اپنے ہاتھ سے سارے مکان مین جھاڑو دی اور بوریے
بچھا کے پھر اسپر ٹکڑے ٹاٹ کے ڈال دیے گٹھریان کپڑون کے سینے کی جو اور درزی باندھ کر رکھ گئے تھے وہ سب
کوٹھری مین سے نکالکر اُس بوریے پر رکھین جب اسکے پھر آپ اُسی حجرے مین جا کے عمرو کو جگانے لگا کہ پاشاہ صاحب
پاشاہ صاحب یا حضرت دن بہت چڑھ آیا آپ ذرا بیدار ہو کے منھ ہاتھ دھویے غرض جب خوب سا عمرو کو جگایا تو عمرو
نہایت گھبرا کے اور یہ کہتا ہوا کہ ہو غضب او ناشدنی ارے کمبخت خدا تجھے سمجھے ہو ہو یہ تو نے کیا ستم کیا مجھے اس وقت
تو نے کیون جگا دیا ہاے کیا خوب مین خواب دیکھ رہا تھا او کمبخت ہاے خدا تجھے غارت کرے لاحول ولا قوۃ توہی کرا ستغفار
ارے اسی واسطے مجھے تو نے اپنے گھر مین مہمان رکھا تھا ارے یہ کون سی دشمنی اور کس وقت کی عداوت سے تجھے
مجھسے تھی اب دیکھون وہ باقی خواب مجھے دیکھنا کب نصیب ہو وہ درزی بچہ نہایت حیران و ششدر ہو کے پاؤن پر
گر پڑا اور اپنے دونون ہاتھ باندھ کر کہنے لگا کہ یا حضرت ایسا مجھسے کیا قصور ہوا مین نے تو یہ سمجھکر کہ آپ کل پہر دن چڑھے
سے غافل پڑے آرام کرتے تھے نہ آپ نے کچھ کھانا کھایا نہ اسوقت سے پانی پیا نہ بول و براز کرنے کو اٹھے لہذا آپکو
جگادون تاکہ اس حوائج ضروری سے آپ فراغت کر کے پھر سو رہین عمرو نے کہا ارے کمبخت افسوس ہے کیا کہون اس
وقت تو تو نے عجب طرح کا داغ اور صدمہ میرے دل کو دیا ہے ابھی مین پڑا ہوا کیا خوب خواب دیکھ رہا تھا کہ تو دندیلک
کی صورت سے ایک آن واحد مین عیار کی صورت بنگیا اور قطورے زرلفتی یا ٹاپے سقرلاتی باندھکر اس سامنے والی دیوار
پر سے باہر اترا اور جس طرح سے کہ ہوائی گنج سے یا شرارہ سنگ سے نکل جاتا ہے بطرفۃ العین تو ایک بڑا محل کسی بادشاہ
کا ہے اسکے پیچھے پہونچا اور اُس محل کی دیوار پر کمند پھینک کر چڑھ گیا پھر کیا دیکھتا ہون کہ تو اُس محل کے اندر ایک
بارہ دری سنگ مرمر کی بہت پر تکلف بنی ہوئی اور سجی ہوئی ہے اُسکی طرف چلا اور وہان ایک نازنین مہ جبین بانگین
صاحب حسن و جمال سراپا غنج و دلال حسن ایسا کہ جیسے ماہ شب چہاردہم اشعار قامت ایسا تھا کہ ہنگام خرام اسکے اگر
آگے آجائے قیامت تو یہ بولے کہ مرک ؛ زرق برق آب سے پوشاک ہے اُسکی کہ جیسے کوند بجلی کی کہون یا کہون شعلے کی
جھلک ؛ اور گرد و پیش اسکے سو سو اسو انیسین جلیسین ہمنشینین ہمرازین مقربین مصاحبین خواصین لونڈیان باندیان
زر دوز گوش مرصع پوش ہجوم اور دھوم کیے ہوئے بیٹھی ہین جسوقت کہ تو وہان پہونچا تو اُس نازنین نے بنظر حسرت
تیری طرف دیکھ کر مضمون اس شعر کے شعرا زدا سے برا بیرے کی یار رفتہ باشد و در دام ماندہ باشد و صیاد رفتہ باشد
کچھ لب بشکایت وا کیا اور تو اسکی بہت سی دلجوئی اور خاطر داری کر کے تمام شب ہنگامہ عیش و طرب مین مشغول
رہا ابھی کچھ اور لطف اور کیفیت وہان کی دیکھنا باقی رہگئی تھی کہ ہاے تو نے مجھے جگا دیا اب مجھے یہ صدمۂ عظیم ہے کہ
بروقت رخصت مجھسے اور اُس نازنین نہ خلعت سے کیا رمز و کنایہ عاشقانہ اور معشوقانہ ہوئے ہونگے وہ مین
نہ دیکھنے پایا ہاے وہ اب باقی خواب مین کیونکر دیکھون اُس درزی بچے نے جو یہ گفتگو عمرو کی سنی تو بیتابانہ عمرو
کے پاؤن پر گر پڑا اور رو رو کر کہنے لگا کہ یا حضرت آپ نے تو میرا جو کچھ حال تھا سب بچشم اپنی ملاحظہ فرمایا اور کوئی راز
میرا آپ پہ اخفا نہین رہا اب مین امیدوار ہون کہ آپ بھی اب مجھسے پردہ نکرین یہ فرمائین کہ آپ کون صاحب ہین
عمرو نے کہا کہ مین آزاد بینوا فقیر ہون اُس درزی بچے نے کہا عیاذاً باللہ آپ یہ فقرا مجھے آپکے دشمن بینوا فقیر
ہون عمرو نے کہا پھر تو مجھے کیا جانتا ہے تو ہی کہدے اُسنے کہا کہ مین تو یہ جانتا ہون کہ آپ شاہ عیاران عیار
عمرو بن امیہ نامدار ہین عمرو نے کہا مین اس امر سے مطلق آگاہ نہین اُسنے کہا کہ اور عمرو کوئی نہین حضرت آپ کا نام عمرو
ہے عمرو نے کہا بابا امر ذات اللہ کی ہے امر نام اللہ کا ہے مین عمرو کہاں سے ہو گیا اُسنے کہا بس یا حضرت زیادہ آپ ٹالا اور پڑ

نہ کیجئے مجھے اسوقت صدمۂ عظیم ہے عجب نہیں اس صدمۂ جانکاہ سے ہلاک ہوجاؤں عند اللہ سچ سچ آپ فرمائیں کہ حضور
آپ عمرو ہیں یا نہیں مجھ ہی کو دھوکا ہوتا ہو عمرو نے خنجر پر ہاتھ رکھکے کہا کہ فرض کیا میں نے کہ میں عمرو ہوں پھر تو میرا
کیا کریگا بس جو نہیں اُس ورزی بچے نے جانا کہ حضرت شاہ صاحب عمرو ہیں پھر تو یہ عالم تھا کہ کئی بار عمرو کے گرد تصدق ہوکر
نثار ہوکے مارے خوشی کے پھولا ہوا پیراہن میں نہیں سماتا تھا اور کہتا تھا شعر شکر خدا کہ ہرچہ طلب کردم از خدا ٭ بر منتہاے ہمت
خود کامران شدم ٭ بعد اسکے اُس نے اسطور پر اظہار حال اپنا کیا کہ یا شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار ماجرا یہ ہو کہ یہ ملک
طولانیہ مشہور اور معروف ہو اور طولان شاہ میرا باپ حکمران اور فرمانروا اس ملک کا ہو سواے میرے اور کوئی اولاد
نہیں رکھتا تھا اور میلان شاہ چھوٹا بھائی عالم وقت اور بادشاہ ہو یہ میرا چچا ہو چنانچہ اسکی ایک بیٹی ملکہ انجمن آرا ہو جسے
آپ نے شب کو مجھسے بہت مانوس دیکھا ہو میرے باپ طولان شاہ نے بہت خورد سالی سے ملکہ انجمن آرا کو میرے ساتھ نام
زد کردیا تھا چنانچہ ہم دونوں اسی میں طفولیت سے آپس میں کھیلتے تھے اور ایک عجب طرح کی محبت اور اتحاد دلی ہمارے
اور ملکہ انجمن آرا کے فیمابین تھا حسب اتفاق وہ جو کہتے ہیں کل نفس ذائقۃ الموت جب کہ میرا باپ مرض الموت
میں گرفتار ہوا اور قریب بہ ہلاکت پہونچا تو ایک روز بصحت نفس و ثبات عقل طولان شاہ میرے والد بزرگوار نے
میرے عمو یعنے اسی میلان شاہ کو بلاکے وصیت کی کہ بھائی اب میں صبح و شام میں مسافر ملک عدم ہوا چاہتا ہوں جو
بچہ فرزند میرا فتاح زرین کمر ابھی بہت صغیر سن ہو لہذا میں تمکو مالک و مختار اپنی سلطنت کا کرکے وصیت کرتا ہوں کہ تم بعد وفات
میرے اس فرزند دلبند فتاح زرین کمر کو تخت پر بٹھلانا اور آپ بطور پیشدست کے کاروبار سلطنت کرنا جبکہ یہ سن تمیز کو پہونچے
تو وارث تاج و دیہیم اور مالک فوج و اقلیم کا یہی ہو تمسے کچھ علاقہ نہیں ہاں ایک کام کرنا کہ میں نے تمھاری بیٹی کو اپنے
اس لخت جگر قرۃ العین نور بصر فتاح زرین کمر کے ساتھ جو نامزد کیا ہو تو بوقت بالغ ہونے ان دونوں کے طریقہ عقد کا کردینا
اور جو تمھارے واسطے منصب اور جاگیر اور رتبہ مرتبہ کہ ہو اُسپر اپنے قانع رہنا بطمع نفسانیت خبردار اور زنہار میری
وصیت میں فرق نہ لانا کہ میری روح کو صدمہ پہونچے اور گور میں بھی مجھے چین نہ آوے چنانچہ اس میلان شاہ میرے
چچا نے بہزار عجز و انکسار میرے باپ کے روبرو عہد و پیمان اور بہت سی قسمیں اقسام کرکے اپنی بیٹی کی شادی کا بھی میرے ساتھ
اقرار کیا اور مجھے تخت پر بٹھلانے کا بھی اور اپنے ولیعہد ہونے کا بھی اقرار کیا آخر جسوقت وہ شہنشاہ گردون بارگاہ طولان شاہ
باپ میرا فردوس آرامگاہ ہوا تو یہ چچا میرا آپ تخت پر بیٹھا اور مجھے نظربند رکھا بعد چند سال کے جبکہ میں سن تمیز کو پہونچا تو
ایک روز کی نقل ہو کہ سعد مبارک نامے ایک دادی میرا کہ لاکھ جان و دل سے میرے نام پر فدا اور نثار ہو وہ مجھے پوشاک
پہناکے اپنے ہمراہ بارگاہ میلان شاہ میں لیگیا اور عمو یعنے میلان شاہ نے مجھے دیکھکر کہا کہ اے سعد مبارک آج
تو ان صاحبزادے کو کہاں لایا میرے دادی مبارک نے بعد دعاے ثناے شاہی عرض کی کہ شاہزادہ اب چشم بد دور
سن تمیز کو پہونچا ہو امیدوار عطیات خاقانی اور مراحم خسروانی کا ہے کہ اپنے حق کو پہونچے میرے عمو میلان شاہ نے کہا
اچھا بہت بہتر یہ کہکے مبارک کو اشارے سے اپنے پاس بلاکے کان میں کچھ کہا کہ میں نے دیکھا کہ مبارک کا رنگ
متغیر ہوگیا اور اُسکی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے مجھے بارگاہ سے لیکر باہر آیا اور اپنے ہمراہ لیکے کوئی دو تین کوس
شہر سے علیحدہ ایک پہاڑ پر لیجاکے میرے دادی مبارک نے مجھسے کہا کہ لاکھ جانیں غلام کی تصدق آپ کے نام پر اے
شہزادۂ عالم اسوقت آپ کے عمو جان نے مجھے حکم دیا ہو کہ تو فتاح کو کسی صحرا میں لیجاکے قتل کر سو میں آپ کو اس ظالم
کے سامنے سے یہاں تک نکال لایا ہوں اب آگے جو مشیت پروردگار ہو اسمیں کسی کو کیا دخل ہو میں یہ حال سنکے
سراسمہ اور مضطر ہوکے بڑی دیر تک رویا کیا اور روتے روتے میری آنکھ جو جھپک گئی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ

آسمان پر سے ایک تخت چند ملائک لیے زمین پر اُترے ہیں اور اس تخت پر ایک شخص باریش سفید نورانی صورت بیٹھے تھے اُنھوں نے میری دلجوئی کر کے فرمایا کہ تو اس کفر و کافری کو اور لقا پرستی کو ترک کر کے کلمۂ شہادت پڑھ اور ملت بیضا دین اسلام قبول کر میں نے کہا کہ جو کچھ آپ فرمائیں میں اُسے بجا لاؤں چنانچہ اُن بزرگوار نے کلمۂ شہادت مجھے تلقین کیا اور میں نے بخلوص نیت کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کیا تب پھر اس بزرگ نے فرمایا کہ اب تو گھبرا نہیں کیا تاب و طاقت تیرے چچا میلان شاہ کی جو تیرے جسم کے رونگٹے کو بھی ایذا پہونچا سکے مگر چند مدت بیقراری بقول شخصے مصرع زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز پس تو اپنی ہیئت کو تبدیل کر کے تاکوئی تجھے پہچان نہ لے اور یہاں سے شہر میں جا کے محنت مزدوری کر کے بسر اوقات اپنی کر اور باقی خوف اندیشہ کسی بات کا مکر فلان تاریخ اور فلان مہینے میں اور فلان دن تجھے زیارت شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار کی ہوگی کیونکہ وہ حسب الحکم سلطان صاحبقران بیابان ہفت میل طے کر کے سمت شہر سائل جاینگے تو بعد حصول شرف قدمبوسی اُس یکہ طرار عمرو بن امیہ نامدار کے اپنی غرض حال کر نا یقین ہو کر اُسی وجہ شاہ عیاران عیار سے پھر سریر شاہی ورثہ و ترکہ آبائی تیرا تجھے ملے اور تو بھی فرمان روا شہر طولانیہ کا ہو بس اتنا خواب دیکھا میری آنکھ کھل گئی اُس دن سے میں اس لباس اور اس ہیئت کذائی سے دکان پارچہ دوزی کی یہاں کر کے رہتا ہوں اور ملکہ انجمن آرا کو کسی ذریعہ سے خبر میری یہاں رہنے کی ہو گئی تو میرے آنے کے ہمیشہ رسم نامہ و پیام کی رہتی تھی کبھی کبھی میں کمند مار کے وہ گھڑی کیواسطے اُسکے پاس بھی ہو آتا ہوں چنانچہ میں نے یہ خواب تو بپاس ادب ملکہ سے نہیں کہا تھا مگر اسی خواب کی امید پر یہ اقرار اور وعدہ حتمی ملکہ سے کیا تھا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اے ملکہ عنقریب یہ دن جدائی کے دور ہوئے جاتے ہیں اور شب عیش و وصال نصیب ہوتی ہے سو الحمد للہ والمنۃ کہ آپکے اقدام عالی کی زیارت سے مشرف ہوا اب میرے حق میں جو بہتر اور مناسب سمجھیے وہ کیجیے عمرو نے یہ سرگذشت فتاح زرین کمر کی سن کے کہا کیا مضائقہ کہ خدا کے فضل و کرم سے یہ کام بخیر و خوبی ہو جائیگا لیکن وہ جو تو نے سنا ہو کہ زر کار کند مرد لاف زند یعنے زر بے پیسے مفت کے کوئی کام دنیا کا نہیں ہوتا خصوصاً یہ بڑا مقدمہ کہ بہت مشکل ہے اسکو مبلغ کثیر چاہیے فتاح زرین نے کہا کہ بادشاہ عیاران عیار میرے باپ طولان شاہ نے تین تہ خانے خزانے کے میرے اس چچا میلان شاہ سے مخفی حالت نزع میں مجھے بتلا دیے تھے وہ موجود ہیں اُنہیں سے جسقدر کہ خرچ ہوگا مجھے انکار نہیں ہے جو آپکا جی چاہے لے لیں عمرو نے کہا مصرع راستی موجب رضائے خداست ۔ اے فتاح اسوقت جو تو وعدہ با لینے کرتا ہے اسمیں فرق نکرنا صادق القول رہنا خبردار مجھے جھوٹ نہ بولنا اگر وہ تینوں تہ خانے خزانے کے نہ نکلے تو یہ خوب یاد رکھنا کہ پھر تیرا انجام بہت برا ہوگا اور روپیہ پھر جب حساب اُن تہ خانوں کے ہر نوع تجھے دینا پڑیگا فتاح نے کہا کہ بادشاہ عیاران عیار کیا قدرت اور کیا طاقت ہے جو میں آپ کے سامنے سر مو بھی دروغ عرض کروں گا وہ تینوں تہ خانے کیسہ ہائے زر و سیم سے مملو ہیں عمرو نے کہا خیر پھر دیکھے یہ کہکے عمرو نے دیکھا کہ دن کوئی دو تین گھڑی کل چڑھا ہے بس پیش خود یہ تجویز کر کے کہ اے عمرو جانا بدیع الزمان کے پاس اور چالیس روز کے عرصہ میں پھر بدستور لشکر فیروزی اثر میں جا کے زر خطیر سال بھر کا خراج ملک بہ بہ کا بابت شرط کے لینا ہے کار امروز را بفردا مگذار اسیوقت چلیے اس فتاح زرین کمر کے مقدمہ کو میلان شاہ بادشاہ سے تصفیہ کرا دینا چاہیے جھٹ پٹ فتاح زرین کمر کے پاس سے اُٹھ کھڑا ہوا اور تھوڑی دور پر جا کے اُسنے دیکھا کہ ایک لڑکا برس بارہ ایک کا سن پوشاک فاخرہ پہنے ایک مرکب گلگون خوشخرام پر سوار ہزار بارہ سو خاص بردار علم پیچھے لگائے بردار اور کچھ جلوس کے لوگ ہمراہ چوبدار اعصابردار آگے آگے اہتمام کرتے بڑی دھوم دھام سے اپنے باپ میلان شاہ کے مجرے کے واسطے جاتا ہے ایک خواص خاصدان سونیکا لیے پیچھے تھا ذرا ٹھہر کے

پیشاب کرنے لگا عمرو نے برابر اُس خواص نے جاکے بیضۂ بیہوشی اُسکی ناک پر مارا کہ وہ چیخ کھاکے وہین بیہوش ہوکر
گر پڑا عمرو نے ادھر اُدھر دیکھ کے بجستی تمام اُسے اُٹھا لیجا کے ایک غار مین ڈال دیا اور جھٹ پٹ ایک روغن عیاری
کا اپنے منھ پر ملکے پھر اُس خواص کی صورت بن گیا اور پھر جلدی سے وہ خاصدان لیے اُس شہزادے کے گھوڑے کے
برابر جا پہونچا جب کہ وہ شہزادہ دروازہ بارگاہ پر اپنے باپ کے پہونچا تو گھوڑے پر سے اُترکے گلوری پان کی اُس خواص
یعنے مرشد کامل ہادی و رہنما شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار سے طلب کی مرشد کامل نے ایک گلوری بہت تحفہ
عطر مین بسی ہوئی بیہوشی آغشتہ خاصدان مین سے نکال کے برابر جاکے کھلادی اور پیچھے سے دونون اپنے ہاتھ باندھ
کے عرض کی کہ شہزادۂ عالم کی عمر دراز ہو خانہ زاد کو کچھ بہت ضروری عرض کرنا ہے ذرا آپ ابھی اس صحنچی مین توقف
فرمائین تو غلام گزارش کرے شاہزادے نے کہا اچھا آؤ اور سب سے علحدہ لیجاکے عمرو سے پوچھا کہ کیا تو کہتا ہے عمرو نے
پہلے تو وہ گلوری بیہوشی آغشتہ کھلائی تھی اب اس نے بیضۂ بیہوشی مارکر جھٹ پٹ بیہوش کردیا اور باندھ پشتارہ
اپنی زنبیل مین رکھ جلدی سی زنبیل پر ہاتھ مارا اور مجزہ طلب کرکے ہو بہو اُس شاہزادے کی صورت بنگیا اور
اُسی لباس اور پوشاک سے باہر نکلکر اندرون بارگاہ میلان شاہ کے پاس گیا اور مجرا کرکے برابر میلان شاہ کے
بیٹھ گیا اور بوقت دربار برخاست کرنے کے یہ شاہزادہ یعنے عمرو بھی ہمراہ سواری میلان شاہ کے محل کی ڈیوڑھی
پر اپنے گھوڑے پر سے اُترکے میلان شاہ کے ساتھ اندرون محل چلا زنانی ڈیوڑھی مین دیکھا کہ اب سوا
میرے اور میلان شاہ کے اور کوئی نوکر چاکر اپنا بیگانہ نہین ہے عمرو نے کہا قبلۂ عالم آج شب کو مین نے عجیب
خواب دیکھا ہے یہ سنکے میلان شاہ ٹھہر گیا اور پوچھنے لگا کہ ہان بیٹا کہو تو کیا خواب تجھے دیکھا ہے عمرو نے کہا کہ مین نے
یہ دیکھا ہے کہ در آسمان شق ہو گیا اور اُسمین سے ایک بزرگ تخت پر سوار ملائک اُس تخت کو دوش بدوش لیے
زمین پر اُترتے چلے آتے ہین مجھسے اُس بزرگ نے فرمایا کہ اے لڑکے ذرا بائین طرف اور داہنی طرف دیکھ چنانچہ
مین نے عذاب نار جہنم اور فضاے گلزار نعیم کی دیکھ کر پوچھا یا حضرت یہ کیا مقامات ہین حضرت نے مجھے ارشاد
فرمایا کہ وہ دوزخ ہے واسطے لقاپرستون اور مشرکون کے اور یہ گلزار بہشت ہے واسطے مومنین کے تو اس لقاپرستی
کو ترک کر اور کلمہ شہادت پڑھ مین اُس بزرگ کو کچھ جواب دینے نہین پایا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی معلوم نہین کہ
اسکی کیا تعبیر ہے میلان شاہ نے حال خواب کا سنکے جواب دیا کہ بیٹا تو اس کا مطلق خیال نہ کرنا اور حاشا
کچھ وسواس اپنے دل مین نہ لانا یہ خواب شیطانی ہے عمرو نے کہا آپ برحق فرماتے ہین لیکن یہ کون صاحب ہین
جو آپ کی پشت پر کھڑے مجھے آنکھ سے اشارہ کرتے ہین کہ میلان شاہ کا کہنا نہ مانو یہ باپ تیرا کافر ہے
میلان شاہ نے یہ سنکر کہ کہان کون ہے جو نہین پلٹ کر دیکھنے کا ارادہ کیا عمرو نے برابر سے بیضۂ بیہوشی مارا چارون
شانے چت تھا اُسوقت عمرو نے جلدی سے پشتارہ اُسکا بھی باندھ کے زنبیل مین ڈال لیا اور اپنے منھ پر رنگ
روغن عیاری ملکے ہو بہو میلان شاہ کی شکل بنکے اندر محل کے داخل ہوا اور پہلے تمام محلات اور ملازمین اور
منتظرین اور خواصین وغیرہ کو یہ حکم دے کے کہ سب میرے پاس سے ہٹ جاؤ جب تک مین نہ یاد کرون جلوہ
کوئی بارہ دری مین نہ آنا جب کہ سب بیبیان بہوین بیٹیان نوکرین چاکرین لونڈیان باندیان بارہ دری وازنان
خواصنیان بارہ دری سے نکل کر اور کسی مکان مین جا بیٹھین اُس وقت عمرو نے پہلے اُن
تینون تہ خانون کو جاکے کھلوا اور جس طرح سے فتاح زرین کرنے خزانہ کا حال بیان کیا تھا اسی طرح سے
وہ تینون خانہ گنج زر و سیم سے مملو تھے عمرو نے جھٹ پٹ جال الیاسی کو زنبیل سے نکال کے چاروطرف پھیلا اور

روپیہ اشرفیون کے توڑے اُس جال مین کھینچ کھینچ کر اپنی زنبیل مین بھرتا جاتا تھا الغرض ایک دو گھڑی کے عرصہ مین اُن
تینون تہ خانون مین سوائے خاک کے ایک روپیہ تک باقی نہ رکھا بعد اسکے پھر بدستور اُن تینون تہ خانون کو مقفل
اور مسدود کر کے وہانسے بارہ دری مین آیا اور زنبیل سے میلان شاہ کو نکالکر زمین پر لٹا دیا اور چھاتی پر چڑھ کے
فتیلہ رفع بیہوشی کا اُسکو دیا میلان شاہ کو چھینک آئی اور آنکھ کھل گئی تو اُس نے دیکھا کہ میری صورت کا ایک
شخص خنجر کھینچے میری چھاتی پر چڑھا ہوا مجھے ذبح کیا چاہتا ہے نہایت عجز وانکسار سے باچشم اشکبار کہنے لگا کہ آپ مجھے
کیون ذبح کرتے ہین عمرو نے کہا کہ مین فرشتۂ قدرت نادیدۂ خدائے آسمان کا ہون وہ جو تو نے کہ گستاخانہ اپنے
بیٹے کا خواب سنکے زبانسے نکالا تھا اُس جرم کے قصاص مین تجھے ذبح کرنے کو آیا ہون اور سمت جہنم بھیجونگا میلان
شاہ نے گڑگڑا کے کہا یا فرشتۂ قدرت مجھے خطا ہوئی آپ معاف فرمایئے بیشک وہ شبہہ وہ خواب میرے فرزند کا صادق
تھا اور مین نے اپنی بے خردی اور شامت اعمال سے اُس خواب کو جھوٹا سمجھکر خواب شیطانی کہا تھا آپ جو کچھ مجھے
ارشاد کیجیے مین قبول کرون عمرو نے کلمۂ شہادت میلان شاہ کو تلقین کیا اور وہ از سر صدق کلمہ پڑھکے مسلمان ہو گیا
تب عمرو نے یہ اُس سے کہا کہ اے میلان شاہ اب تو نے کلمۂ طیبہ پڑھا اور مشرف باسلام ہوا خبردار اب جو بات کہ حق
ہو میرے سامنے کہنا بھلا مین تجھ سے پوچھتا ہون کہ تیرے بھائی طولان شاہ نے وقت رحلت تجھے وصیت کی تھی کہ
میرے بیٹے فتاح زرین کمر کو تخت پر بٹھلانا اور تو لیعدی کا کام کرنا اور جسوقت کہ وہ سن تمیز کو پہونچے تو اپنی بیٹی
ملکہ انجمن آرا کا میرے فرزند کے ساتھ عقد کر دینا سو تو نے برخلاف اُسکی وصیت کے سلطنت اُسکی غصب کر لی اور
بیٹی کو اپنی اُسکے ساتھ منعقد نہ کیا اور حکم قتل کا دیا تھا یہ کیا ماجرا ہے مفصل بیان کر تب میلان شاہ نہایت
خجل اور منفعل ہو کے کہنے لگا شعر معترف خطا کا ہون تو حاجت گواہ نہین ؛ جو چاہو سو کرو ہم تو بے گناہ نہین ؛ فی الواقع
یہ خطائے فاش مجھسے سرزد ہوئی مگر اب آپ کے سامنے عہد کرتا ہون اور قسم کھاتا ہون کہ اسی وقت مین فتاح زرین کمر
اپنے بھتیجے کو تلاش کرا کے بلاتا ہون اور سلطنت اُسکے باپ کی اُسے دیکے اپنی بیٹی کو اُسکے عقد مین کر دونگا اور
مین تارک الدنیا ہو کے کسی صحرا مین جا بیٹھونگا بقیہ حیات یاد الٰہی مین رہونگا عمرو نے کہا تو اے میلان شاہ دنیا و عقبیٰ
تیری دونون بخیر ہو نگی مگر تو یہ بتلا کہ جتنی مدت تو نے اس طولانیہ کے ملک مین حکمرانی اور سلطنت کی ہے کسقدر خزانہ
زر و سیم کا جمع کیا اور راہ خدا مین تو نے کیا دیا ہے میلان شاہ نے رو کے کہا کہ اصل حقیقت تو یہ ہے کہ واقعی آمد
ممالک محروسہ سے بعد صرف تنخواہ فوج وسپاہ وغیرہ کے کئی خزانے میرے قبضۂ اختیار مین ہین مگر مین نے کبھی ایک کوڑی
کسی کو راہ خدا مین نہین دی یہ کنجیان خزانہ کی حاضر ہین مین نے [illegible] خزانہ راہ خدا مین دیا اور وقف مومنین کیا عمرو
نے کہا اب مجھے دے مصرع درکار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست ؛ اور یہ کہکے وہ سب کنجیان خزانہ میلان شاہ کی عمرو نے
لیکے نذر زنبیل کین اور آہستہ کہنے لگے کہ بس اب اے میلان شاہ حق تلفی نہ کرنا اور سلطنت طولانیہ کی اور فرمان روائی اس
ملک کی فتاح زرین کمر اپنے بھتیجے کو دیکر اپنی بیٹی ملکہ انجمن آرا کا عقد اُسکے ساتھ کر دینا کہکے تو جان عمرو گلیم اوڑھ کر
غائب ہو گیا اور جہان خزانہ میلان شاہ کا تھا وہان جاکے اُنھین کنجیون سے قفل کھول کر سارا خزانہ اُٹھا کے
نذر زنبیل کیا اور فتاح زرین کمر سے آکے سارا حال میلان شاہ کا بیان کرکے کہا کہ مین نے جو تجھسے وعدہ کیا تھا
مین پورا کر چکا سلطنت اور حکمرانی اس ملک کی اور ہم بستری اپنے محبوب دلخواہ کی تجھے مبارک ہو میلان شاہ
تیرا چچا ترک دنیا کر کے بہ نیت عزلت نشینی [illegible] ہوا جاتا ہے اب تو آپ کو ظاہر کر اور سریر سلطنت پر جاکے بیٹھ [illegible] کہ تم
تینون گنج کا مجھسے عہد و پیمان کیا ہے اُسکو دیکر تا کہ مین صبح کو یہان سے روانۂ منزل مقصود ہون فتاح زرین کمر

نے کہا کہ مین تو غلام حلقہ بگوش آپکا ہون وہ گنج کیا حقیقت رکھتے ہین اور جو کچھ کہ مجھسے خدمت ہوسکے گی مین بجان و
دل حاضر کرونگا غرض یہان تو یہ گفتگو عمرو سے اور فتاح زرین کمر سے ہو رہی ہے وہان میلان شاہ کا حال سنیئے یکایک
اسنے جو دیکھا کہ وہ فرشتہ قدرت جو میری صورت بنکے آیا تھا میری نظرون سے غائب ہوگیا گھبرا کے بارہ دری سے باہر
نکل آیا اور کسی بی بی اور باندی سے کچھ کلام نہین کیا فقط محل سے برآمد ہوکے حکم دیا کہ شہر طولانیہ مین جا بجا تلاش
کرو اور دس دس بیس بیس کوس تک جاکے ڈھونڈھو جہان کہین فتاح زرین کمر میرا بھتیجا کہ وہی وارث اور مالک
اس سلطنت کا ہے ملجائے تو اُسے جلد لاؤ مین اُسکی امانت بموجب وصیت اپنے بڑے بھائی کے حوالہ کرکے بتہیہ یاد الٰہی
کے واسطے صحرانوردی اور دشت گردی کے اب جاؤنگا چنانچہ یہ خبر تمام شہر مین عالمگیر ہوگئی کہ میلان شاہ بادشاہ
عالیجاہ اب مثل ابراہیم ادہم سلطان بلخ و بخارا کے ترک سلطنت کرکے بصورت گدایان خرقہ پوش بتہیہ صحرانوردی
اور دشت گردی جاتا ہے اور اپنے بھتیجے فتاح زرین کمر کو فرمان روا اس ملک کا کرنیکو طلب کیا ہے فتاح زرین کمر نے
وہ ہیئت کذائی اور وضع درزیون کی تبدیل کی اصلی صورت اپنی بناکے اور عمرو بھی آزادانہ شکل سے تھا فتاح زرین کمر
سے باتین کر رہا تھا کہ ناگاہ ایک طرف سے کچھ مردم چوبدار ہرکارے چپراسی تلاش کرتے اور چار طرف ڈھونڈھتے
ہوے پہنچتے وہان بھی آنکلے فتاح زرین کمر کو پہچانکے سبھون نے جھک جھک کر مجرا کیا اور بطرفۃ العین مجمع خاص و عام
ہوگیا اور اُسی مقام پر تمام جلوس سواری کا اور سوار و پیادے ہزارون آدمی جمع ہوگئے اور فتاح زرین کمر
کو سوار کراکے میلان شاہ کی بارگاہ مین لے گئے میلان شاہ نے فتاح زرین کمر کو دوڑ کر اپنے گلے سے لگا لیا اور
بہت سا عذر و معذرت کرکے کہا کہ لو بیٹا تخت و تاج اور ملک و مال اور چتر و علم اور یہ جاہ و حشم سب تمھارے باپ کا
تمکو مبارک ہو اور مین خوشی سے اپنی بیٹی ملکہ انجمن آرا کی رسوم شادی اور مناکحت کی کرکے وصیت میرے بڑے
بھائی صاحب کی ہے ادا کرکے آپ کسی صحرا مین جاکے یاد الٰہی مین بسر کرونگا غرض یہ کہکے تخت زرین پر فتاح زرین کمر
کو بٹھلا دیا اور سامان جہیز اور تیاری شادی اپنی بیٹی ملکہ انجمن آرا کی کرنے لگا شاہ عیاران عیار اُسی صورت
سے آزادون کی مشیر خاص زرین کمر بنے ہوے تا غروب آفتاب تو شریک صحبت رہے وقت شام فتاح زرین کمر
عمرو کا ہاتھ پکڑکے اندرون محل جہان وہ تینون تہ خانے خزانے کے تھے وہان لے گیا اور جس تہ خانے کو کھولکر دیکھا
سواے خاک مٹی کے اور کچھ وہان نہ تھا اپنے جی مین نہایت خفیف اور ذلیل ہوکر سکتے کی صورت محو حیرت عمرو
سے کچھ کہہ نہین سکتا تھا عمرو نے مسکرا کے کہا کہ سبحان اللہ اے فتاح ابھی تو یہ پہلا مقام ہے مصرع سالے کہ
نکوست از بہارش پیداست ع فتاح زرین کمر نے کہا کہ کچھ غلام کی عقل کام نہین کرتی اگر مہوجان بھی اس خزانہ
کو صرف کرتے تو دو چار برس مین ایک تہ خانہ خالی ہوتا عمرو نے کہا ہان صاحب سچ ہے جب مجھو لٹو ہونے پر
آئے تو پھر جو جی چاہا کہنے لگے پھر وہ خزانہ آخر کیا ہوا فتاح زرین کمر نے سرنگون ہوکر کہا کہ شاہ عیاران عیار
اسوقت تو آپ کے سامنے فی الواقع بہت ذلیل اور خفیف اور محض کاذب ہوا مگر انشاء اللہ تعالےٰ تا زندہ ام
بندہ ام بالفعل سردست دو صندوقچے جواہرات کے ایک مقام پر مدفون ہین مین منگوا کر آپکی نذر کرتا ہون اور جب
آپ وہان سے مراجعت فرما کے تشریف لائینگے اُسی وقت مین وہ سب پیشکش کرونگا یہ کہکر وہ دونون صندوقچے
جہان گڑے تھے وہان سے نکال کر لایا اور عمرو کی نذر کیے عمرو نے انکو زنبیل مین رکھکے فتاح زرین کمر سے کہا
کہ مین فقط اس خیال سے کہ تیری دل شکنی نہو یہ نذر تیری قبول کیے لیتا ہون مگر اپنے جیتیون مین سے جو کہ تجھے میرا حصہ
دینا منظور ہو وہ اور تینون تہ خانے کے خزانہ کا روپیہ جو محسوب ہو وہ بطور امانت کے رکھنا انشاء اللہ تعالےٰ سے

مین باختر سے پھر کر تجھے لیتا جاؤنگا اور اب مین رخصت ہوتا ہون فتاح زرین کمر اپنی آنکھون مین آنسو بھر کر کہنے لگا
کہ یا شاہ عیاران عیار غلام نے اپنی معشوقہ سے ہاتھ کھینچا اور اس سلطنت سے درگذرا آپ کے ہمراہ چلیگا اور اب غلام
کے دل کو یہی آرزو ہے کہ اقدام عالی سے جدا نہو عمرو نے کہا کہ اے فتاح مین گاؤ تنگی گاؤ سوار سے چالیس دن مین
بیابان جبل القمر کو طے کرکے ملک سنجان سے شاہزادہ بدیع الزمان کی خبر لیکے پھر آئیگا وعدہ وفور شتابی کرکے آیا ہون
میری چال اور تیری رہروی سے زمین و آسمان کا فرق ہے تو میری گرد کو بھی کسیطرح سے نہین پہونچ سکتا اگر تجھے
یہی منظور ہو تو شہر سیائل مین مجھ سے ملاقات کرنا یہ کہکے عمرو مثل شاہین تیز پر فتاح زرین کمر کے پاس سے آگے روانہ
ہوا اور دور سے اسنے دیکھا کہ لکھوکھا آدمی اور کرورہا خلق ہر چہار طرف سے خیل خیل اور ذیل ذیل گروہ گروہ اور انبوہ
انبوہ سوار و پیادے ادنی اعلی وضیع و شریف کروہا امیر و فقیر برنا و پیر زن و مرد کپڑے تحفہ تحفہ پہنے ہزارون فیل نشین
اور پالکی نشین سیکڑون میانون پر رتھون پر سوار پوشاکین دھوم دھامی آراستہ پیراستہ کیے شادان و خندان
سامنے چلے جاتے ہین ہزارون کھلونے والے ہزارون نٹ نٹنیان بازیگر کٹھ پتلی والے بندر خرس نچانیوالے
ہیجڑے زنانے جوگی بیچ بھان متی بھان متیان ہزارون طائفے دس کوس پانچ کوس دیہات کے مزدورونکے سر پر
ساز سارنگیان ڈھولکین طبلے چنگ تال کی جوڑیان بیچے کسبیان گاڑیون اور الون پر سوار سپر داکی پیادہ پا جنستے
ٹھٹھے مارتے اچھلتے کودتے اور یہ کہتے پھرتے کہ آج خداوند لقا کے اس نوروز کے میلے مین سال بھر کی فکر قوت سے
ہم لوگ مطمئن اور مستغنی ہو جائینگے گام فرسا ہین ہزارون ساہوکار و ساہوکار بچے اگر والے بنیے ہزارون حلال خور
مداری سلاری کیرالی لکھوکھا کفار و انفار بڑے بڑے نیزے بانسون کے غلاف اسے تمامی اور زری زربفت کے
منڈھے ہوئے پھریرے مشجر یعنی وطوفانی ہوا سے لہراتے اور جھونکے کھاتے سو سو پچیس پچیس پچاس آدمی لنگر سے
دکھنی آن بانسون کو تھامے ہوئے ڈھول دمامے بجتے ہزار بالکھوکھا ساہوکار بچیان رنڈول بچیان مہاجنیان اور
کھترانیان مچھیرے اور ڈھول بجاتین قلادے گردنون مین ہار پھولونکے پہنے دونے اور ٹوکریان مٹھائیون کی
چنگیرین ہارون پھولونکی سبز سرخ موم اور کافوری بتیان اور لوبان لیے لقا سے مشرک خدا کے نام سے
گیت گاتی چلی جاتین تھین عمرو نے یہ تماشا دیکھکر لوگون سے پوچھا کہ یہ میلہ کیسا ہے اور کہان ہے ان لوگون نے جواب دیا
کہ اے شخص شاید تو پردۂ دنیا پر نہین رہتا ہے آج کے دوسرے دن یعنی کل صبح کو روز نوروز عالم افروز خداوندی
ہے اور زیر قیطول خداوند لقا کہ برس برس دن کی راہ سے یہ لوگ میلے کے دیکھنے کو آتے ہین جمع ہونگے وقت
نصف النہار کے خداوند پیجوہ ہزار ملک لقا سے خدا سے باختر اپنا چہرۂ زشت دریچہ سے نکالے گا تمام خلق
پست اس شکل و ہیئت کو دیکھکر سربسجود ہونگے اور سجدہ سے سر اٹھاکے جو جسکی مراد ہوگی وہ مانگیگا اور اپنی مراد پائیگا
عمرو یہ گفتگو ان لوگونکی سنکے خاموش ہو رہا اور تھوڑی دور علیحدہ جاکے رنگ روغن عیاری کا اپنے تمام بدن پر
ملکے ایک بڑے بوڑھے سپاہی مسافر کی صورت بنا چوڑی دار پائجامہ پانوُن مین دوہرا انگرکھا چکن کا کسنے مین
چپکا سب عاری کرے باندھے ایک پیچ کاسنی سر پر ڈھاک کا پتہ آگے پگڑی مین دھوپ کے بچاؤ کے واسطے
کھونسے لمبی تاڑی کی کرا کمر مین حلیم خانی کی تلوار داب مین ایک ٹٹو بلا کر ہڈیان اسکی پوست سے نمایان تھین
اس پر سوار ہوکر میلے والون کے ساتھ ساتھ کوئی آدھ کوس آگے گیا اب جو دیکھا تو سبحان اللہ فرسنگون تک
سیکڑون باغات لگے ہین ہزار ہا خیمے ڈیرے بنگلے اسپک ماہ شمان نگندریان ارکیان چوپڑ کی بارہ دریان
پال تنگیرے پھولداریان استادہ ہوتی جاتی ہین چہار طرف دکانین کھنچی ہین بازار لگتا جاتا ہر دکاندار نہین

لگاتے جاتے ہین کہین حلوائیون نے چبوترے مٹی کے تختہ تختہ نفیس اور پاکیزہ باندھ کر کسی نے پال کسی
جازم کسی نے چاندنی تان لی ہین کسی نے قناتین گھیر لین کوئی بہت بڑی دکان ہو کر وہان نگر سے بیچو بیچ استاد
ہین تھال مٹھائیون سے لگے ہین تختہ تختہ شیرینی لڈو پیڑے برفی خرمے بجے امرتیان جلیبیان پاکڑیان ٹکیان
سیوے کی لوزین گلاب جامن مٹھائی پیٹھے کی شکرپارے دربہشت عماؤن مین بچے ہوے بتھیان گرم ہین کڑھائی
چڑھے ہین پوریان کچوریان پچیان تر حلوا کھجورین وغیرہ پکوان بکتا جاتا ہی خوانچے والے خوانچون مین بازار
مین بیچتے پھرتے ہین کہین بالائی کھویا رابڑی دہی دودھ بک رہا ہی کہین میوے والی موٹھ مٹر گھنگنیان چنے سنہال پٹی
ریوڑیان حلوا سوہن دودھیا حبشی انواع انواع اقسام اقسام طرح کا تخم خربزہ قند کے قوام مین بنائے ہوے لاچی دانے
وغیرہ خوانچے والے لیے پکارتے پھرتے ہین سیکڑون فقیر جلالی جاری آزاد وغیرہ دست پنجے ہاتھون مین اور
کڑے لوہے کے لیے زنجیرین ہلاتے سیکڑون مرچڑے ننگے چمڑے کے لنگین باندھے سر ننگے استرے ہاتھون مین سر سے
لہو بہتا ہوا سیکڑون ستھرے شاہی کالی کالی سیلیان گلون مین ڈالے ڈنڈے بجاتے بانیان سنا رہے ہین دس بیس سنگ زن
بھاری بھاری پتھر اپنی چھاتیون پر مارتے ہوے کہین دو چار ننگے بچے اپنی چادرون کو بچھائے ہوے بیٹھے
بنائے اور جلائے ہاتھون پر زانو پر رکھے گل کھاتے تعفن اور جا بجا ہین گوشت کے جلنے کی چار طرف پھیلی ہوئی ہی کہین چار
چار الگوری فقیر استخوان اور دندان انسان اور کھوپریون کا بندرون کی ایک مالا پہنے گلے مین ڈالے غلاظت تمام
جسم مین ملے کاسۂ سر آدم مین بول و براز بھر بھر کے پیتے ہوئے دکاندارونکے سامنے بیٹھے ہین کہین پانچ سات جوگی
ننگے گیروے کپڑے پہنے ناقوس کے گزرون کے مالے گلے مین ڈالے ایک ایک نادیہ بیل کو کر اس پر جھولین کوڑیون سے
منڈھی ہوئی پڑے بڑے لوٹے ان بیلون کے کوہنون پر لگا کے اپنے ساتھ لیے گھنٹی ہلاتے دکانون پر
لیے کھڑے ہین کہین دو چار مشرکین یعنی ایک محافہ کہارون کے دوش پر ہمراہ لیے اور اس محافے مین پتھر تصویر
لقائے مشرک خدا کا رکھے ہر ایک ادنی اعلیٰ وضیع و شریف کو دکھلاتے پھرتے ہین اور تمام کفار آ کے زیارت
بجا لا کے بقدر اپنے اپنے حوصلہ کے اشرفی روپیہ انگوٹھی چھلے وغیرہ زیور انکو دیتے ہین کہین دس بیس اشرار کفار ایک
نقشہ قبیلون کا اور تماشا دوزخ اور بہشت کا لقائے ایک کتاب پر کھینچوا کے بہت پر تکلف کار طلائی اور نقرئی سے
بنوا کے اپنے اپنے دوش پر رکھے ہر ایک امیر و فقیر صغیر و کبیر کو مرد و زن و مرد کو اسے کھول کر دکھلاتے ہین اور
عذاب دوزخ او رسے لقائی اس شخص کو خائف و ترسان کرنے جعلسازی اور افسانہ پردازی اور لسانی
اور چرب زبانی سے کچھ مانگتے ہین اور اسی فکر و تلاش مین پھرتے ہین اکثر سر میدان جلتی ہوئی ریت مین کھڑے
ہین بعضے کیچڑ مین پڑے لوٹتے ہین دس بیس خنجریان بجاتے دو چار ڈھولک طنبورا لیے لقائے مشرک خدا کی
توحید سیکڑون تمہیدین اٹھا کے گاتے ہین لوگ راہ گیر میلے والے روپے پیسے کوڑیان پھینکتے جاتے ہین کہین دو
چار حبشی بل بنے ہوے تختیان ہاتھون مین لیے شلنگین بھرتے کودتے پھرتے ہین کسی دکان پر ہیجڑے زنانے
ڈھولک مجیرے لیے تالیان بجا بجا کے ناچتے ہین ایک سمت جو دیکھا تو سیکڑون دکانین شیشے موتی والے بساطیون
کی لگین ہین دوسری طرف ہزارون دکانین کبابی اور نان پزونکی شیرمال باقرخانی نافتان کلچے آبی خمیری روغنی
چپاتیان بہا کے زردہ پلاؤ چلاؤ متنجن شیر برنج فسنجان مچھلی چانول شب دیگ قورمہ قلیہ کباب اقسام اقسام
طرح کے بک رہے ہین کہین تنبولی بڑے پان کے ورق نقرہ لگی ہوئی گلوریان تختہ تختہ لگائے دکانون پر بیٹھے
پانونکو الٹ پلٹ رہے ہین کہین باغبان گندھا پھولون کا ہار پھولونکے بدھیان پھولون کی پنکھیان پھولونکی بنائے چنگیرین

لگائے پکار رہے ہین مصرع مطر بار ہین کیا موتیے کے؛ کہین تر و فروش گجرئین شوخ و شنگ چالاک اور گرما گرم ترکاریان اور میوۂ
خشک ٹوکرون مین لگائے بیٹھی ہین کہین ساقنون کی دکانون کی فضا و کیفیت ہی کسی نے پال کسی نے تنگیرہ بجو یا ستادہ کیا
ہی کسی نے چھتر تان لیا ہی تخت اونچے اونچے لگائے کورے کورے وارے تختہ تختہ گلاگلیان دکان پر رکھی ہوئین گلنار گلابی کاسنی
زنگاری دوپٹے سرون پر کنگھی چوٹی کیے مسی کی دھڑی جمائے پان کھائے لکوٹا جھائے پاجامے مشروع اطلس گلبدن کے چڑے
بڑے پائچون کے پہنے ہوئے اونی لال تیغے لگے ہوئے انگیان کرتیان فوق البھڑک پہنے ہوئے زرق برق بنی ٹھنی ہین جھنک
مٹک رہی ہی چرس گگڑے کے دم پڑ رہے ہین آگا لوگ جمع ہین دائرہ مرچنگ طنبور بلک رہا ہی کوئی ڈھولک کوئی چکارا کوئی کرنال
کوئی چینی کے ٹکڑے بجا رہا ہی کوئی سنکھ لگاتا ہی کوئی گت بول رہا ہی کوئی پچھاڑ کھاتا ہی دو چار سو کہار کسی خیمے کے دروازے پہ
یا کسی باغ مین آمون کے درختون کے تلے جماؤ کیے ہیرک بجا رہے ہین کہروا ناچ ہو رہا ہی مچا مجمون کا غل ہی کہین ہتالون
مین شراب بکھر رہی ہی شرابی اور میخوارون کا ہجوم اور دھوم ہی مصرع جھنبون پر کہین مجور پڑے متوالون کے کوئی نشے مین
بیٹھا جھومتا ہی کوئی حالت سرور مین کہتا ہی شعر ہون بندۂ پیر مغان ساقی کچھ جانے تکلف مجھے نہین؛ لاؤ دردی سے گرفت ؟
نہین دیکھو ہی مین گر جام نہین؛ کوئی اکڑا ہوا چلا جاتا ہی کوئی بدمست ہوکے کیچڑ مین پڑا لوٹتا ہی کہین تاڑی کے سینڈھے کے لگائے
اور لنبیان دھری ہین لوگ تاڑی پی پی کے بدمستیان کر رہے ہین کوئی بڑ ہانک رہا ہی کوئی فحش بک رہا ہی آبکاری کے پیادے
بھکارے چار طرف سے جھکے ہوئے محصول وصول کرتے جاتے ہین کہین سود وسوا فیونیون کی ٹکڑیان نظر آتی ہین لوگ
مٹھائیون کی دھری ہین کوئی گٹا چھیلتا ہی کوئی گنڈیری کھا رہا ہی کوئی پینک مین بیٹھا اونگھ رہا ہی کوئی حقہ پی رہا ہی کوئی کہانی
کہہ رہا ہی ٹھوڈا گھوٹتا ہی کہین جوا ہو رہا ہی جواری جمع ہین کوئی کھٹین کوئی سولہی کوئی چوسر کوئی گنجفہ کوئی سہ سر کوئی نقش
کھیل رہا ہی دس بیس ہارے بیٹھے ہین پانچ سات جیت کر اٹھے ہین دو چار سے جھین جھپٹ تکرار بحث کر رہے ہین ایک
لشتم کشتا گھونسم گھانساوات کی دھول دھپا اسکے بٹے اسکے ہاتھ مین اور اسکے بٹے اسکے ہاتھ مین لڑ رہے ہین چوپال والے
بھی پنچ جاکر رہے ہین نال والے اپنی اشرفیان روپیے جمع کیے سنبھال رہے ہین چپراسی ہرکارے دھمکا دھمکا کے
اپنی مطلب براری کرتے جاتے ہین کہین کسی سے تلوار چلی ہی کسی کا ہاتھ اڑ گیا ہی کسیکا جبڑا کھل گیا ہی کوئی سخت زخمی
ہوکر پڑا سسکتا ہی کوئی تلوار مار کے بھاگا جاتا ہی دو چار کھڑے ہین مرنے مارنے پہ مستعد ہین ایک دو کی مشکین بندھی ہوئی
پیادے کوتوالی چبوترے قبضے تلوارون کے مارتے پکڑے کوتوال کے پاس لیے جاتے ہین چار طرف تماشائیون کا ہجوم ہی
کہین کوئی چور پکڑا گیا ہی دس پانچ اٹھائی گیرے جیب کترے اچکے گنٹھ کٹے لٹیا چور گرفتار ہوے ہین انکے ہاتھ بندھے
ہوے لوگ انکے سرون کے بال پکڑے جوتی پیزار کرتے لات گھونسا مارتے ہوے لیے جاتے ہین کہین کسی شخص کی جورو
بدخو حرامکاری مکاری مین پکڑی گئی ہی کہین پر کوئی رنڈی منڈی مسنڈی اپنے یارون سے فرمائشات اقسام اقسام
کی بہزار ناز و انداز کرتی ہی کوئی اپنے چھوٹے بھائی کو کہین پکارتا پھرتا ہی اور کہین پہ کسی طرف کو کسی کا لڑکا کھو یا گیا ہی
ڈھونڈھنے مین سودائی دیوانہ سا بنا پھرتا ہی کسی کا ٹٹو چھوٹ گیا ہی سوار لوگ کے جوانسا پیچھے پیچھے اسکے دوڑتا جاتا ہی چار
طرف سے مار مار ہو رہی ہی لوگ قہقہے لگا رہے ہین ٹٹو کے مالک کو بنا رہے ہین مگر وہ اسکا پیچھا نہین چھوڑتا ٹٹو دولتیان جھاڑتا
پھرتا ہی کہین کسی بیل نے کسی ساہوکار بچے کے منجھے کو الٹ دیا ہی سیکڑون آدمی وہان کھڑے تماشا دیکھ رہے ہین کسی کو کسی
گھوڑے نے لات ماری ہی وہ تو سر پیٹتا ہوا زمین پر تڑپتا پھرتا ہی لوگ گھوڑے کے گرد و پیش کھڑے ہین سوار سے حجت تکرار
ہو رہی ہی کہین کھلونے والون کی دکانین لگی ہین مٹی کے کاٹھ کے ابرک کے موم کے لاکھ کے شورے کے کھلونے بک رہے ہین
کہین چمیری جھنجھنون کا لگا ہی کہین مٹی کے ارون کا انبار پڑا ہی کہین ہنڈولا گڑا ہی کہین بندر ناچتا ہی کہین ریچھ لڑتا ہی کہین بازیگر بیرے زینے

اور سانپ کا تماشا کر رہے ہیں کہیں بازیگر نیان کہیں کٹھ پتلی والے بہروپیے اپنا اپنا جدا جدا رنگ جماتے ہیں کہیں نقال نقلیں کرتے ہیں
کہیں نٹ بانسوں پر چڑھتے ہیں نٹنیاں ناچ رہی ہیں کہیں دو چار جڑی بوٹی ٹماش جنگل کی تھیلیوں میں بھرے بیر بہوٹیاں کچھ دھان
دو چار کھلیاں دو چار کپیاں تیل کی کسی میں سانڈے کا تیل کسی میں سولنس کا تیل اور کہیں دو ایک بسکھپرے لیے کہیں دو چار سانڈے لٹکے
دوکان پر بچھائے ایک شطرنجی بچھائے بیٹھے ہیں کہیں کوئی مونڈھا ڈالے چادر پھیلائے داستان کہانی کہہ رہا ہے سامعین مجمع ہیں تماشائی
کھڑے ہیں کہیں کچھ تنبولیاں رستہ چوپھیلے میانے ڈولیاں پردے والیوں کی سیکڑوں خاکیوں کی چلی جاتی ہیں غرض بڑی دھوم
دھام میلے کی اور ہجوم میلے والوں کا ہے اور سمت شہر سابل جہاں یہ زیر قیطول لقا میلہ ہو گا جو دور سے عمرو نے خیال کیا تو معلوم ہوا
کہ چونسٹھ فرسنگ کا یہ شہر ہے اور چالیس دروازے ایسے ایسے مرتفع اور بلند آمد و رفت کے ہیں جنہیں پانچ پانچ فیل مست کے
ہودے کے برابر بلندی اور بارہ بارہ چھکڑے برابر نکلجانے کا راستہ ہے اور کوہ طلا اور کوہ نقرہ اور مار کوہ اور اژدر کوہ یہ چار پہاڑ
بہت بڑے فلک فرسا شہر پناہ کے چپ و راست واقع ہیں اور بلندی سے شہر سابل کے ساتوں طبقے قیطولوں کے اور
قصر اور ایوان مرصع بہشت کے اور مکانات ہولناک دوزخ کے دیکھے اور لب گردان چاہ ماران کی کہ لقاے مشرک
خود نے دعوی الوہیت یہ علامت اپنی کفر اور کافری کی رکھی ہے سب بخوبی نظر آتے ہیں اور انشاء اللہ تعالے نقشا اور لطف
ان مقاموں کا بوقت ایلچی گری خسرو بلاد ہندوستان گرشاسپ دوران جانشین مسند سلطان صاحبقران یعنے رستم زمان
اللہ مورد بن سعدان مفصلاً اور مشروحاً بخوبی تمام بیان کیا جائیگا القصہ تا چند طول دیجیے مختصر یہ کہ اب مرشد کامل ہادی
رہنما نے یہ کیفیت اور فضا شہر سابل کی اور بیرونجات و دیہات میں میلے والوں کے ازدحام اور دھوم دھام کو اور مال
اور بڑے متمول اور مالدار وہاں کے رہنے والے ادنی اعلی کو دیکھ کر پیش خود تجویز کیا کہ اے عمرو بعد مدت بسیار بخوبی
طالع بیدار سے اب کچھ امید پڑتی ہے کہ اس فاقہ کشی اور عسرت اور دو دو کوڑی کی محتاجی سے کچھ دنوں کو تو بے فکری اور
دلجمعی ہو جائیگی اور کیا عجب ہے کہ کوئی گوشہ زنبیل کا بھی معمور ہو جاے اور یہ تجویز کر کے جھٹ پٹ رنگ و روغن عیاری
کا اپنے منہ پر مل کے ایک سوداگر کی صورت بنایا صرف مغربی جامہ گلے میں کتان کی پگڑی قدم رسولی سر پر دو آنچلا
پٹکا کمر میں بندھا ہوا مشروع کا پائجامہ پاؤں میں زیر پائی زربفتی اسمیں دانے ہیرے یاقوت اور زمرد وغیرہ جواہرات
ٹکے ہوے پاشنہ کے درمیان میں چھوٹا صدف بے بہا کا نصب کیا ہوا یا محاسن سفید عصاے مرصع از سر تا پا ایک
ایک دانہ گوہر شبچراغ کی طرح ایک ڈال اور پر شام الماس بے بہا کی اور کئی لعل شب چراغ ایسے اسمیں جڑے تھے کہ سات
سات سلطنت کا خراج ایک ایک نگینہ کی قیمت تھا ہاتھ میں لیے عجیب ایک عظمت اور صولت اور شوکت و شان سے اندرون
دروازہ شہر سابل قدم زن ہوا تو اس نے دیکھا کہ یہ شہر فی الحقیقت ایک کارخانہ طلسمی بنا ہوا معلوم ہوتا ہے نہایت
وسیع اور پر فضا مسکان شہر وا متاملک زر در زمین حسن خیز رعایاے شہر مالا مال ادنی اعلی مرفہ حال چاندنی چوک
اور دو بازار جوہری بازار کشمیری بازار اطلس بازار صرافہ بزازہ سب کھلا ہوا تمام دکانیں شہر کی رنگآمیزی کی ہوئیں چھت
پٹے تمامی و زربفت کے آگے سائبان زربفتی زرتاری کھینچے ہوے دکاندار پوشاکیں دھوم دھام کی پہنے لال لال
پگڑیاں باندھ باندھ کر اپنے لڑکے بالوں کو جوڑے بھاری بھاری پہنا کے لا لا کے دکانوں میں بٹھائے ہیں چار طرف شامیانے
بانس کے گڑے ہیں سرو چراغاں کی روشنی کا سامان درخت تمام طلائی ہائے تمامی کمخواب مشجر اسماری اطلس سے
منڈھے ہوے قمقمے گنبد روشنی کے روشن چھوٹے بڑے بیچ بارہ دریاں قلعے آتشبازی کے گڑے ہوئے تمام چھتیں مکانوں کی
جو کوٹھے پر دو ہیں اثر ہزار ہا انڈے ہیں بیوہ غریب بیوا میں بڑی بوڑھی عورتوں کے غول کے غول سفید بال لٹکے بچے چاندی کے سے
جھکتے ہوئے سفید سفید محمودی کی چادریں سروں پر ڈالے سفید سفید پائجامے گاڑھے کے پاؤں میں پہنے زرد بانات کی جوتیاں پاؤں میں کھڑاؤ

ہوا دکا نیز بھی سیر دیکھ رہی ہین اور جو مکانات پردے کے مثلاً گھر بنگلے برج پختہ اور خام ہین اُنمین کہین چلمنین لگی ہین کہین چلونکی
کہین زربفتی زرتاری سقرلاتی کارچوبی مخملی پردے کہین باناتی پردے کہین ٹاٹ کے پردے کہین سینٹھے کے کہین بکرمن
کے پردے پڑے کسینے چاندنی گھیر لی ہی کسی نے قنات کسی نے جازم کسی نے پلنگپوش کسی نے شطرنجی کی آڑ کر لی ہو دس بیس
چار پائیان کھڑی کرکے پردے کر لیے ہین کسی نے کسی بڑی بوڑھی کو ٹٹی بنا کے آگے بٹھا لیا ہی کوئی کسی لڑکی کو آگے بٹھا دے
اڑکیے ہنس ہنس کے کہ رہی ہی کہ کوئی بھڑوا ہمین کیا دیکھیگا بیٹے بیٹھے کا دن ہو ذرا اپنی اماں بھینا کی جا کے خیر تو لے ہو کیا کرتی
ہونگی ہزارہا پریزادین حور طلعتین اُن پردے چلمنون مین بیٹھی جھانک رہی ہین ہر طرف اُگھڑیان اُگھڑیان نظر آتی ہین گلستان
کھلا ہو زیر مکانات سر سڑک ہزارہا عاشق بیدل اور مشتاق جمال کوئی تجرد فی تہمد لنگوٹے باندھے بیٹھے بیراگا اور دشت خار
ہاتھ مین پکڑے کتنے طوطی کے پنجرے لیے ادھر اُدھر اشعار مشتاقانہ بصد درد و آہ پڑھتے نعرہ عاشقانہ کرتے پھرتے ہین کوئی کہتا ہو
شعر فقیرانہ آئے صدا کر چلے ؛ میان خوش رہو ہم دعا کر چلے ؛ کوئی درد فراق اور شدت اشتیاق سے کسی اپنے محبوب مرغوب
کو یہ سناتا چلا جاتا ہو شعر بیٹھے ہو سے کیسے ٹھنڈے اپنے دلکا ؛ سوز گیا ہنگے ملے تم آکے ؛ پیارے اپکا بھی نوروز گیا ؛
کوئی کسی کرے کے نیچے کھڑا ہوا کہ رہا ہی شعر اپنی کھڑکیون کے پٹ دونون برابر کھول دے ؛ دیکھ میرا حال باہر چلمن اندر کھول دے
کوئی زار و ناتوان عاشق خستہ جان مثل ہلال انگشت نما ے عالم اشعار لاغر تر استخوان ذرے ؛ تن شاخ خزان رسیدہ جیسے ؛
چہرے پر غبار یون نمایان ؛ جون ابر تنک مین ماہ تابان ؛ شوریدہ سر و شکستہ احوال ؛ جاے ہین بدن قلم مین جون بال ؛
کسی درخت کے تلے مثل ثمر پختہ پڑا ہوا ہے ہم کسی اپنے معشوق سے آنکھ لڑاے کہ رہا ہی سودا پر نہین اُڑ کر تمہارے پاس جو
آجاوین ہم دل ہی دل مین کب تلک خون جگر کہاوین ہم ؛ زخم دل اور داغ سینے کے کسے دکھلاوین ہم ؛ دل تمہارا ہی نہین کیونکر
اسے سمجھاوین ہم پھوٹ جاوین نکلے ہاتھون سے جو نکلے دم کہین ؛ خاک ایسی زندگی پر تم کہین اور ہم کہین ؛ بیٹھے تماشا مین میلے والے
اور راہگیر حال اور قال اُسکا دیکھ کر اور سنکر کہتے جاتے ہین سبحان اللہ شعر لوٹتے ہین خاک پر آنکھین لگی ہین سوے بام ؛ طالب
معراج ہین افتادگان کوے دوست ؛ کوئی شوخ چشم اپنے بالاخانے کے دریچے کا ذرا سا پردہ اُٹھاے دیکھ رہی ہو ایک شخص اپنے
ساتھ والون آشناؤن سے اُسکی طرف اشارا کرکے کہ رہا ہی شعر اُٹھا اُٹھا کے جو پردہ نگاہ کرتے ہین ؛ ہمارا دلین وہ در پردہ راہ کرتے ہین
کوئی نازنین مہ جبین مہر تمکین ڈولی مین سوار ذرا سا پردہ ہٹاے جھانکتی میلے والون کی سیر بہار دیکھتی ہوئی چلی جاتی تھی
ایک شخص عاشق جمال اور فریفتہ تمثال اُس عشوہ گر سحر انداز سراپا غمزہ و ناز کا ہو کر افتان و خیزان پیچھے پیچھے سواری کے دوڑتا
اور یہ شعر سنا سنا کے پڑھتا ہی شعر پیچھے جاتی سواری تیری چلے میری جان ؛ ہو کفن میرا بھی ڈولی کی چادر کھولدے ؛ ہزارون
اشراف زادیان پردہ نشین چالاکین او باشین خانگیان ڈومنیان بہوین بیٹیان اکثر درختون کے تلے سر راہ قناتین
کھڑی کر پردے چلمنین لگا کر بعضے بعضون نے چاندنیان جازمین تان لی ہین پردے کرکے بیٹھی ہین لوٹی پچیسی چو
گنجیفہ شیر بکری کھیل رہی ہین بجا رہی بجا رہی پاندان چھالیان تحفہ تحفہ صندوقچے پاس رکھے آپسمین اختلاط کی باتین
کر رہی ہین قہقہے مارتی ہین کوئی گا رہی ہو کوئی طبلے بجا رہی ہو کوئی ستار چھیڑ لی ہو کوئی بائین کو ملا رہی ہو کوئی ڈھولکی
بجا رہی ہو کوئی ڈلی کتر رہی ہو کوئی پھولون کے ہار پھولون کا گہنا پھولون کا طوق اور کل زیور پھولون کا پہن رہی ہو کوئی
بڑی بڑی بدھیان گلے مین ڈالے گرجبکا زین بوسہ دے رہی ہو ہنسے ہو اور کوئی گلوریان تحفہ تحفہ بنا کے عطر مین بسا
کے چاندی کے خاصدان مین کسی اپنی ماما اصیل کے ہاتھ کسی کو بھیجتی ہو کوئی اپنی عزیز یگانون اور ساتھ والیون کے
پاس و لحاظ و شرم و حیا سے کسی اپنے مشتاق کو سنا کے یہ شعر پڑھ رہی ہو شعر اپنی تو وہ صورت ہو کہ جون بلبل تصویر کی
پرواز کی طاقت نہین اور پاس چمن ہو ؛ کوئی شوخ و شنگ نہایت گرماگرم کسی اپنے عاشق بے نام و ننگ کو بحال زار

سر گرداں و خوار و پریشان و گریان و نالان دیکھ کر از بسکہ دولو محبت اور جذب عشق سے دل ملا جاتا تھا اور کلیجہ چار چار بانس اچھلتا تھا جی چاہتا تھا کہ کسی صورت سے اسے اپنے پاس بلاؤں اور دلبری دلداری اس کی کروں مگر از راہ شوخی و عشوہ گری اپنے حسن و شباب پر نازاں ہو کر ہم ایسے ہیں ہزار انداز و ناز اسکی طرف بزردیدہ نگاہی دیکھ لیتی ہی اور اپنی ساتھ والیوں ہمجولیوں سے مخاطب ہو کر یہ شعر کسی غزل کے پڑھتی جاتی ہی اشعار

خاک اڑاتے گلیوں میں سر پیٹتے پھرتے رو دین
آنسوؤں نخشیوں کو اپنے رو رو کر دیتے ہیں
معشوقوں کے رسوا کیے ہوئے ہیں یہ بلا شک نہیں

لو چھوڑ نے خدا کی مارا نہیں پھر کون عاشق ہوتے
کیسے پھرتے مرتے ہیں ہم آج بیان کل دیکھیں
بھلا باتیں کیا بجے اپنے ہاتھوں نے کاٹے ہیں

فقرے دم بازی مکاری مجھو تم و سینہ زنی
مر جائیں کمبخت یہ ناحق عشق کا نام ڈبوتے ہیں
اور کبھی یہ طرز دلبرانہ و انداز معشوقانہ

اُس سے کچھ لی آنکھ سے آنکھ ملا کے قہقہے مار کے ہنستی ہی اور کہتی ہی اشعار سنتے تو ہمکو دل ہی دیا ہی اسپر بھی یہ واویلا مچتے تو دیکھا چاہنے والے بھی تک اپنا کھوتے ہیں ؛ قصہ پاک ہو جھگڑا چھوٹے مرتے ہو تو مر جاؤ تم ؛ ہم باعفت پارسا ہو کر مفت ابرسوا ہوتے ہیں ہماتھ والیاں ہمجولیاں اُنکی اپنے اپنے چاہنے والوں کا حال فخریہ کہتی ہیں اور ہنستی ہیں ایک کہتی ہی بوالشعار

سب ہیں عیار کوئی یار نہیں | کہیں دنیا میں چلو پیار نہیں | ہمنے کوئی سچ کہیں نہیں | جھوٹے تم ہمکو تو اعتبار نہیں

کوئی کہتی ہی دور کو اس چاہ اور عاشقی پر خدا کی مار شعر ہے یہ مگر طرح مٹی چاہ نصیب اعدا ؛ کرے اس دکھڑے کو اللہ نصیب اعدا و دو چار کہتی ہیں کہ ہی ہو قربان کیا تھا ان کمبخت جھوٹے فریبے دغا باز عاشقوں کو ابتدا میں اپنی اپنی غرض اور مطلب براری کے لیے ہائے وائے کریں روتے پھریں بال بڑھائیں کفنیاں پہنیں شہدیں شتر بی گیروے بستر کیے گلیوں میں خاک اڑاتے ہیں مریں لڑیں زہر کھائیں گلا کاٹیں آپ بے حیا اور ذلیل اور رسوا ہوں طرف ثانی کو رسوا کریں اور جب غرض اُنکی نکل جاوے تو پھر دل میں خاک اُڑتی ہی وہ آنکھ نہیں وہ بات نہیں وہ پیار نہیں اشعار

یہ عاشق نہیں سمجھے ہیں یار ہیں
خدا انکے شر سے بچائے ہیں
یہ ہیں ہجر تک آہ و شیدا بیان

مزور ہیں اور فتنہ ہزار ہیں
کہ رحم انکے اوپر نہ کیجیے ہیں
ہو ا وصل تب پھر یہ حالت کہاں

وفا آہ و نالے دیتے ہیں کے
جہان ہمکو یا نے قابو میں لے

اسی مکر میں جان لیتے ہیں ہے
نہیں یاد رہتی ہے پھر ہائے دم

سیکڑوں خوش وضع آنکی بانکی ترچھی اوالو جوان کبر لیے ہاد شہر فانا دے اگر دو کانوں میں کمل کا فرش کیے شطرنجیاں بچھائے چارپائیاں بچھائے چاندی کے بیچوان چاندی کی گڑگڑیاں ہاتھوں میں لیے دھوم دھامی پوشاکیں پہنے عطر ملے بیٹھے ہیں سیکڑوں چبوتروں پر دروازوں پر کرسیاں بچھائے مونڈھے ڈالے اکثر تپائیوں پر بیٹھے کوئی ڈال ہوموٹے رہا ہی کوئی برف کھا رہا ہی کوئی فالودہ پی رہا ہی اپنے معشوقوں کی طرف اشارے کنائے کیے یہ اشعار پڑھ رہا ہی اشعار

کھلا تمکو میرے جلانے سے حاصل
اگر میری رنجش ہی مد نظر ہی

دوپٹے کو آنکے سے دہرانہ اوڑھو
تو پھر جتنو تمہیں لبھانے سے حاصل

نہیں دل کسی کا دکھانے سے حاصل
نمودار جوبن چھپانے سے حاصل
کوئی ناز میں پردہ نشین گوشہ

قنات کو پاڑے کھڑی ان لوگوں کو دیکھ دیکھ کر ہنس رہی ہی ہیاں ایک صاحب آہ سرد دل پر درد سے کھینچ کر اپنے آشناؤں دوستوں سے اُسکی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں قطعہ دل چھین لیا ظالم نے ہنس ہنس کے ؛ اور صبر بھی لے لیا انھیں لوگوں نے تھا جو یہ سامنے کھڑی ہنستی ہیں ؛ برباد ہیں کیا انھیں لوگوں نے ؛ سیکڑوں غول بانکے ترچھے لوگوں کے تیغے قرابین دونالیاں پاؤں پر چڑھائے سپریں تلواریں سنبھالے مونچھوں پر بل دیتے اکڑتے بڑھتے ہوئے ادھر سے اُدھر اُدھر سے ادھر پھرتے ہیں آپس میں گھور گھور کھارا اشارہ ہو رہا ہی آنکھیں مل رہی ہیں نظریں لڑ رہی ہیں ہزار ہا غول کے غول لکھترائیوں اور ساہو کار بچیوں کے اور ہزار ہا غول اگر والیوں اور رستوگی بچیوں

جوہری پکھیون رستوگی چھیون کے اُنکے پانوُنکے گردون کی آواز سے کلیجے ہی کڑھے سے گرفتار ستم دل ہو تو بے اختیار مانند
موم کے نرم ہو جائے اساوری اطلس کمخواب زربفت تاش کلبدن مشروع تافتے کے لہنگے پہنے بنارسی زرد سرخ دھوتیان
ساریان باندھے لہنگون کو ہاتھون پر اٹھائے بلوری سی تختیان شفاف رانین آدھی کھلی ہوئی دوپٹے بیل کاری کے
ڈوریے کی چادرین سر سے اوڑھے آدھا منھ کھولے آدھا منھ ڈھانپے بلور کی سی کلائیون مین ہاتھون کی سبز سبز سرخ سرخ چوڑیان
پہنے ہنستی مسکراتی پان کھائے چلی جاتی ہین ایک عالم محو نظارۂ جمال انکا ہو رہا ہی انکی چال کا ہو ہر بیٹھے کہتے ہین شعر
او دامن اٹھا کے جانے والے ٹھمک ہلو بھی خاک سے اٹھے ۔ اشعار ان چوڑیون کی سنتے ہی جھنکار و دوستی ۔ کھائی دل
مجروح نے تلوار و دوستی ۔ رسوائی عاشق سے تو واقف نہ ہوا اور ۔ یان بہ گئے تماشے سر بازار و دوستی ۔ کوئی کہہ رہا ہی
شعر او جانیوالے شخص ٹک اب مڑکے دیکھ لے ۔ یان بھی تڑپ رہے ہین گنہگار چار پانچ ۔ کچھ لوگ کسی مقام پر کھڑے
کہہ رہے ہین شعر پڑھ کر اسکے چلے منھ پہ دوپٹہ ڈالے گمان جاتے ہو بھلا او میان جانیوالے ۔ ہزارون چونے والیان
بھانڈ ڈاہلیتی کمخاب نقال کشمیری نچے کلاونت نچے حوگی نچے جہان تہان سر چوک کوٹھون پر جماؤ کیے ڈھولکین منجیرے
ساز سارنگیان لیے اپنا اپنا جلسہ اور اکھاڑا جدا جدا جمائے دھومین مچا رہے ہین زیر قبول خداوندی چونسٹھ لاکھ
سوار و پیادون کی چھاؤنی پڑی ہوئی ہی چار سوے بازار مین چبوترہ کوتوالی کے آگے ساٹھ ہزار عیار کفار نابکار قطور سے
ورلفیق پاتابے سقرلاتی باندھے حلقہ اے کمند عیاری کلائیون مین لپٹے تھے آتشبازی کے جتنے بیہوشی کے اور کلنجین
ہاتھون مین پکڑے جوڑیان خنجر وزنی کی کر دین لگائے ڈنفے بجاتے چوتارے چھیڑتے شلنگین بھرتے صلاح مشورے باہم
کر رہے ہین اور اندرون چبوترہ کوتوالی مہتر گردم و ادصارم زاد حبشی عیار طاؤس حرمین دونون لقا کے بیٹھے ہین اور
ایک شخص تاج مرصع پہنے بہت معقول صورت کو مشکین باندھے سپاہی کوتوالی کے کوڑے مار رہے ہین شاہ عیاران
عیار عمرو بن امیہ اعادہ لاآب بھی سوداگرون کی صورت بہت نفیس وضع بنے میلے کی سیر کرتے جاتے تھے اس شخص پر
مار پڑتے دیکھ کر کسی سے پوچھا کہ صاحب یہ کون شخص ہی اور کس علت مین یہان گرفتار ہو کر آیا ہی اور کس جرم کی تعذیر
دیتے ہین ایک عیار ان عیارون مین سے جو صلاح مشورے باہم کر رہے تھے عمرو کو گفتگو اسکے مقدمہ مین کرتے دیکھ کر
نہایت تند ہوا اور کہنے لگا کہ ای شخص یہان میلہ ہی تجھے اس تحقیقات سے کیا مطلب ہی عمرو نے کہا کہ صاحب آزردہ نہو مین نے
اسلیے پوچھا ہی کہ اگر یہ شخص مجرم سرکار کسی کا قرضدار ہو تو مین اسکے عوض قرضہ اسکا ادا کرکے اس عذاب الیم سے
اسے نجات دلوا دون مجھے حسنات ہوگا گردم عیار نے چبوترے پر سے یہ گفتگو جو سنی اور عمرو کی صورت سوداگرون
کی سی دیکھی تو وہان سے کہنے لگا کہ ای خواجہ ماجرا یہ ہی کہ حمزہ صاحبقران نادیدہ خدا کے پرستارونکا جو سردار ہی
اسکا عمرو نام ایک عیار ہی اسکے سر پر تاج عیاری بہت پر تکلف اور گران قیمت مین نے دیکھ کر اس سے زیادہ تکلفات
کرکے اپنے واسطے ایک تاج تیار کرایا ہی اب فرق کیا باقی ہی مگر عمرو کے تاج مین کئی لعل اٹھارہ اٹھارہ مثقال کے
لگے ہوئے ہین مین نے اس سوداگر بدذات سے کہا کہ مجھے بھی تو ایک لعل اٹھارہ مثقال کا تلاش کرکے لا دے
سو یہ بدذات ہر روز مجھسے وعدہ امروز و فردا کیا کرتا ہی اور لعل نہین مہیا کرتا ہی اسواسطے اسے مین کوڑے مارتے
مارتے جان سے مار ڈالونگا عمرو نے پوچھا کہ داروغہ صاحب تم لعل کی قیمت دینے کا اقرار کرتے ہو یا زبردستی مفت
اس سے منگاتے ہو مہتر گردم نے کہا کہ ای سوداگر مین داروغہ نہین ہون مین طاؤس حرمین لقا مہتر گردم عیار ملک شہر
مسائل کا ہون مین باوصف ایسی حکومت کے اس لعل کی قیمت خاطر خواہ جو یہ مانگتا وہ مین دیتا مفت نہین لیتا عمرو نے کہا کہ
اگر مہتر صاحب تم قیمت دیتے ہو تو پھر اسکا عذر بیجا ہی مین آپکو انمیں مثقال کا ایک لعل کیا حقیقت رکھتا ہی کہو تو وہ لعل ابھی اسیوقت

عطر گرد نے ان سے کہا آپ یہ فرمایئے کہ مجھے آپ اسکی قیمت کیا دیجئے عطر گرد نے کہا اے خواجہ تم مجھے تین ... اعل دو
تو ہین پچاس توڑے زر سرخ کے ابھی تمھارے تواضع کرون یہ سنکے جلدی عمرو کو اپنے پاس بٹھا کے لوگون سے کہا ارے خواجہ
صاحب کیواسطے کرسی لاؤ غرض ایک کرسی لائے جو بیٹھا اور نقش سے ایک لعل مشتری کا بنا ہوا نکال کے کہا لیجیئے عطر صاحب
وزن کرا لیجیئے کہ اسمین مثقال سے ... عطر گرد دیکھ کر دنگ ہو گیا کہ اسکی روشنی سے
تمام مکان چبوترے کا جگمگانے لگا عطر گرد نے نہایت خوش ہوکے لوگون کو حکم دیا کہ جلد جاکے پچاس توڑے اشرفیون کے
ہمارے مکان سے گھوڑون خچرون پر لدوا کے خواجہ صاحب کو حوالہ کرو حسب الحکم عطر گرد کے آن واحد مین پچاس توڑے
اشرفیون کے خچرون پر بار ہوگئے تب عمرو نے کہا عطر صاحب اب جو آپ نے یہ نوازش فرمائی وہان اتنا امیدوار ہون کہ اگر
فرمایئے تو یہ خچر جہان لب دریا میرا جہاز لگا ہے وہان تک یہ توڑے پہونچا دین عطر گرد نے کہا کیا قباحت ہے اچھا آؤ خچر والو
جاؤ خواجہ صاحب کا لب دریا جو جہاز تجارت کا لگا ہے وہان توڑے اشرفیون کے پہونچا دو عمرو سلام کرکے اٹھا اور چلتے وقت
عطر گرد سے یہ کہدیا کہ عطر صاحب تین روز تک ... مین ڈال کر پانی پھر دیکھیگا جو اس کے پھر اسکو نکال لیجئے گا اور اسکی آب
وتاب ملاحظہ کیجئے گا کہ آفتاب کی شعاع ... شرمندہ ہو جائیگی اور قیمت دو چند ہو جائیگی عمرو کوتوالی چبوترے سے
اتر کر چلا اور تھوڑی دور پر جاکے ان خچر والون سے کہا اگر تم میرے ساتھ کنارہ دریا تک خراب ہوتے پھروگے یہ برابر جو دکان
خالی پڑی ہے اسمین یہ سب توڑے ... اور تم سب اپنے خچر لیکے چلے جاؤ میرے نوکر چاکر آتے ہونگے وہ اٹھا لیجاسکینگے
خچر والے ہر چند عذر کرتے رہے لیکن تمہین صاحب ہم جہان آپ فرماتے وہان تک پہونچا دین عمرو نے کہا نہین تم بیچارے غریب
مزدور ہو میرے آنے کے لیے اپنے بچے ... کی پرورش کے واسطے ... اور مشقت کرتے ہو مجھے منظور نہین ہے
کہ تمکو اتنا ہو ... یہ لو مین تمکو اپنے پاس سے انعام دیتا ہون تم سب جاؤ یہ کہکے ایک اشرفی قلب کہ کچھ مٹی کی بنی ہوئی
انکو دی وہ سب دعائین دیتے توڑے اشرفیون کے خچرون پر سے اتار کے اس دکان مین رکھکے چلے گئے عمرو نے جھٹ
پٹ جال الیاسی نکال کے ان پچاسون توڑون کو زنبیل مین رکھ لیا اور جلد جلد اس کوچے سے اس کوچے مین اس گلی سے اس
گلی مین جاکے زنبیل پر ہاتھ مارا اور مجموعہ طلب کرکے اپنی شکل سپاہیون کی بنائی پھر چوک مین جا نکلا اور اسی طرح سے
سینکڑون ... اور آدمیون کا مجموعہ عبور کرتا ایک ... حلوائی کی دکان پر ٹھہر گیا اور وہان اپنے ... خواجہ
اخی سعید کو بیٹھا دیکھکر ایک اشرفی قلب دی اور کہا ہم مسافر ہین کچھ مٹھائی ہمارے واسطے جلد لاؤ خواجہ اخی سعید نے وہ
کھوٹی اشرفی پہچانکر عمرو کی طرف دیکھا اور جانا کہ یہ شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ ہے تب اخی سعید نے اشارہ سے کہا کہ
تمہارا میری دکان پر سر بازار ٹھہرنا باعث میرے قتل اور خانہ بربادی کا ہوگا لہذا مصلحت وقت یہ ہے کہ تم اندر زنانے مین
اپنی بہن کے پاس جاؤ عمرو بے ساختہ اس مکان مین قدم زن ہوا سمینہ بانو بہن نے عمرو کی جو غیر مرد کو زنانے مین بے خوف
وخطر آتے دیکھا چاہا کہ شور و غل کرے بعد اسکے پہچان گئی دوڑ کے عمرو سے لپٹ گئی اور بڑی دیر تک بلائین لیکر
روئی اور بعد ازان احوال سلطان صاحبقران کا اور بیان عمرو کے آنیکا پوچھا بڑی عزت و توقیر سے عمرو کو بٹھلا کے ہاتھ
منہ دھلوایا اور کھانا کھلوایا عمرو نے سب احوال اپنے آنیکا اور عطر گرد سے روپیہ بعیاری لینے کا بیان کرکے وہ پچاسون توڑے
زر سرخ کے جو عطر گرد سے لیے تھے سب بہن کی تواضع کیے اور اخی سعید و سمینہ بانو دونون میان بی بی عمرو کی دعوت
کی تیاری اور مہمانداری مین مشغول ہوئے اس عرصہ مین آواز نقارے کی گوش زد ہوئی عمرو نے پوچھا کہ یہ نقارے
شہر مین کیسے بجتے ہین اخی سعید نے کہا بھائی سال بھر بیتے کل کے دن لقا سے مشرک خدا اپنے قیطوطون کی گھڑی
مین انبار ... اور شکل ... تمام خلق کو دکھلاتا ہے اس کا نام لقا نے ... قرار دیا ہے اور اسی کا یہ میلہ جو ہے سنتے راہ

مین دیکھو ہوتا ہر خلایق سال سال بھر کی راہ سے اس امید پر کہ لقا کا روے نامبارک آج دیکھینگے اور دعائین مانگین گے اس شہر مین آکے جمع ہوتی ہے عمرو یہ حال دیکھکے بہت ہنسا اور تمام رات بآرام وہان بسر کرکے صبح کو یہ کہکے کہ ذرا مین بھی یہ میلا اور یہ کیفیت میلے کی اور لقاے مشرک خدا کی کفر و کافری کی دیکھ آؤن وہان سے باہر نکلا اور ایک گنوار دیہاتی کی شکل بنا کر بڑے گڑ زبل طویل القامت گنوار کے ہاتھ پاؤن ایک انگوچھا یعنی ایک دو ہاتھ کا کپڑا سر سے لپیٹے لنگوٹا باندھے چوڑا و لپشلوا چوتا ہاتھ بھر کا پاؤن مین پہنے لوہا بند عالیشان کاندھے پر رکھے سالو اور نگ دو چادر دونے چیچک کے منھ پر اس قطع اور برزق سے میلا دیکھتے بھیڑ بھاڑ مین گھستے چلتے زیر قیطول صحراے محشر مین آکے ایک بہت اونچے ٹیلے پر چڑھ گیا اور سامنے دریچہ جہان نما کے نہایت مشوش اور مغموم سر جھکاکے بیٹھ رہا ناگاہ ایک گبر غیور قوی ہیکل تنومند بازو نہایت خائف شکل کہ اسے لقاے مشرک خدا نے فرشتہ روزی رسان خطاب دیا ہے اس ٹیلے پر چڑھ آیا اور عمرو کو مغموم اور ملول بیٹھا دیکھکر پوچھنے لگا کہ ای بندہ خداوند لقا تو کون ہے اور یہان مغموم اور ماندہ و بیکس اتنا مسکین بنا کیون بیٹھا ہے جو تجھے تلاش رزق اور حاجت دنیا ہو وہ مجھسے مانگ کہ مین فرشتہ روزی رسان خداوند سجدہ ہزار ملک باختر کا ہون عمرو نے رو کے اور بہت سی اپنی محتاجی اور مفلسی ظاہر کرکے کہا اشعار فاقے پہ فاقے کرتا ہون شدت سے بھوک کی بے بیلو کی طرح رہتا ہون نحسون اپ تشکیلو و حال تنگدستی و محتاجگی یہ ہو کہ ملتے نہین پہنے کو کپڑے ہی ٹاٹ کے مجھے کچھ ایسا دے کہ تا میری یہ مفلسی رفع ہو اس فرشتہ روزی رسان نے پانچ تھیلیاں اشرفیون کی عمرو کو دے کر کہا کہ ابکی سال مین بالفعل تو خداوند نے تجھے یہ زر نقد واسطے عرت قوت کے مقدر کر دیا سو تجھے مین دیتا ہون اور آگے پھر جو تیرے لیے وہ تقدیر کریگا جہان تو ہوگا وہان پہونچا دونگا یہ کہکے وہ چلا گیا عمرو نے وہ پانچون تھیلیاں اشرفیون کی نذر زنبیل کرلین اور پھر وہین بیٹھ کے تماشا میلے کا اور ہر میلے والون کا دیکھنے لگا یکایک ایک شور یوم النشور اٹھا اور چار طرف غل ہوا کہ یا خداوند یا خداوند عمرو نے گھبرا کر جو اس دریچہ جہان نما کی طرف خیال کیا تو دیکھا کہ لقاے مشرک خدا نمرود شاہ باختری مردود آکر اس کھڑکی مین سے سر نکالے بیٹھا ہے اور از مغرب تا مشرق اور از جنوب تا شمال زنگون تک لکھوکھا آدمی کروسار دونان امیر و فقیر ادنی اعلی شاہ گدا صغیر و کبیر برنا و پیر اہل حرفہ بازاری دکاندار پیادہ سوار اشراف اجلاف اور جتنے زمیندار گنوار رعایا براپا تھا کہ مانو رانا بجے بالو مستوچو ادری قانونگو انفار اور کفار مین سب اوندھے زمین پر سمت دریچہ جہان نما پڑے ہوے ایک کے جو تڑ پہ ایک کا سر اسیع خوشے منھ کو دین کوئی دست بدعا ایسے کہتا ہے کہ یا خداوند میرے اولاد نہین مجھے بیٹا عطا کر کوئی مستغاثہ پکارتا ہے کہ یا خداوند مجھے دولت دنیا سے مستغنی کر کوئی کہتا ہے کہ مجھے عارضہ جسمی سے صحت دے کوئی بکتا ہے کہ میری حرمت دشمنون کے ہاتھ سے بچا یہ بیب تماشا دیکھکر عمرو کی عقل دنگ ہوگئی اور اپنے دل مین کہنے لگا کہ سبحان اللہ کیا کرے بیوقوف جمع مین مصرع آدمیان گم شدند ملک خدا خر گرفت ہے جو اس گبر غیور خول پیکر خوس بادیہ ضلالت علیہ اللعن والعذاب کو سجدہ کرتے ہین توبہ اور استغفار ہے عجب ساختہ جو اوپر عمرو کی آنکھ اٹھ گئی تو لقا کی ڈاڑھی کو دیکھا کہ کیسی گز بھر کا ڈاڑھی کا خوب کنگھی کیا ہوا بال بال صاف اور شفاف جدا جدا اگوہر شاہوار اور لعل شبچراغ اور یاقوت اور زمرد اور نجم اور فیروزہ اور الماس بے بہا ان بالون مین پرو دیا ہوا ہے عمرو ایسا جواہرات لقا کی ڈاڑھی مین پرو دیا ہوا دیکھ کے زیادہ تر بیتاب ہو گیا اور پانی منھ مین بھر آیا جی مین کہتا تھا کہ افسوس صد ہزار افسوس یہ فلک کج رفتار اور گردون غدار اشعار یار ہے خار پر ہمکو کچھ اوست دہیہ

خار کے سر پہ کرے دامن گل کا سائیان
ہنس کو موتی چگاتا ہے صدا یہ بے تمیز
پوست کھینچے ہما کا وسے گو شہ گون

بیل کھینچے دیدۂ بینا مین یہ تاریک عقل
گدھے کی کحل الجواہر کیجے چشم سرمہ دان
تاکا کھیچے بیان اس سفلہ دون کا خراج

ایک ڈھیرے پر نہین گا ہے جنین گا بے ٹھکان
ہم تو دو دو پیسے کو محتاج پھرین اور اس مشرک خد سے لقا کی ڈاڑھی مین یہ جواہرات

ہفت اقلیم کی سلطنت کا پردیا ہو واہ واہ ہو واہ واہ غرض بہت سا افسوس کر کے ایکبار شاہ عیاران عیار نے کہا کہ یا حضرت
خواجہ خضر علیہ السلام اسوقت مین آپ سے التجا کرتا ہون کہ اگر یہ پولاد داڑھی کا لقا کی مع تمام اس جواہرات کے میرے ہاتھ آجائے
تو زیادہ تو مجھ مین استعداد اور مقدور نہین ہی مگر یہ سمجھ سکے کہ کار دنیا بدون کچھ خرچ کیے کسی سے نکلتا نہین لہذا اسوا تین کوڑی
کی نیاز آپکی مین دلواونگا اپنی اوقات موافق گویا مین نے بڑا کام اور بڑا حوصلہ کیا ہی مگر عند اللہ آپ میرے حق مین جناب باری
سے دعا کیجیے اور یہ جواہرات لقا کی داڑھی کا مجھے دلوا دیجیے اور مین سعی اور تلاش مین کوتاہی نہین کرنیکا بعد اس دعا مانگنے
کے اب عمرو نے ان دعا مانگنے والون کو کہ جو زنگون تک اوندھے پڑے سربسجود تھے لقا سے دعائین مانگتے دیکھکر اپنے
دل مین خیال کیا کہ ای عمرو کچھ تو بھی اس علیہ اللعن لقا سے مشرک خدا کو لطف دکھا شاید اسی عیاری سے وہان تک رسائی ہو جائے
یہ خیال کر کے اپنا لنگوٹا کھول ڈالا اور برہنہ اور عریان ہو کے اسکی طرف منہ کر کے کھڑا ہو رہا ایک مرتبہ لقا نے جو دور سے اسطرف کو
دیکھا کہ ایک گنوار دیہاتی ننگا دھڑنگا کھڑا ہوا ہی اور سجدہ نہین کرتا آپنے اپنا سر دریچہ جہان نما سے اندر کھینچ کر پٹ دریچے کا بند کر لیا
اور دم بھر بعد پھر کھڑکی کھولکر جو دیکھا تو پھر عمرو برہنہ نظر آیا اسوقت لقا سے مشرک خدا کو ایک حالت غیظ طاری ہوئی اور
نہایت درہم و برہم ہو کر پکارا کہ ای جبرئیل درگاہ یاقوت شاہ جلد آیا یاقوت شاہ قریب کے حاضر ہوا لقا نے کہا کہ ای جبرئیل درگاہ
مین نے تجھے اپنے نور قدرت سے پیدا کیا اور فرشتہ مقرب خاص جبرئیل درگاہ یاقوت شاہ کے نام سے نامور کیا ہی تو اسوقت کچھ لوگ
اپنے ہمراہ لیکے جا اور وہ جو بندۂ مغضوب اور گستاخ سامنے دریچہ جہان نما کے کھڑا ہی اسے گرفتار کر کے میرے پاس لا حسب الحکم لقا کے
یاقوت شاہ غیظ و طیش مین بھرا ہوا تازیانہ ہاتھ مین لیے قیلولون پر سے اترا اور کچھ لوگ مسلح اور مکمل اپنے ہمراہ لیے اس جگہ سے
پر عمرو کے پاس پہونچا اور ایک تازیانہ عمرو کو لگا کے کہنے لگا کہ او بدذات یہ حرکت گستاخانہ تو بحضور خداوند لقا کر رہا ہی چل
اپنے لنگوٹے کو باندھ عمرو نے کہا کہ صاحب تم چاہو مجھے حلال کر ڈالو میرا گلا کاٹ ڈالو لیکن مین تمھارا کہنا کبھی نہین مانونگا نہ اپنا
لنگوٹ باندھونگا اسی طرح سے ننگا مادر زاد کھڑا رہونگا اور اسی طرح ہزار ہزار دھکا لاکھ سجدے خداوند لقا کو کرونگا نہ چوری سے
ای بار خداوند سے پاؤنگا یاقوت شاہ نے ہر چند بسہولت و آشتی اور بدرشتی و سیاست عمرو کو سمجھایا اور منع کیا کہ تو ایسی گستاخی
خداوند لقا کی تجھ پر غضب نازل ہوگا اپنے لنگوٹے کو باندھ مگر عمرو نے نہ مانا تب یاقوت شاہ نے عاجز اور ناچار ہو کر کہا کہ یہ گنوار
بڑا بیوقوف اور اسکی عقل اوندھی ہی یہ کسی طرح کسیکا کہنا اور سمجھانا نہین مانیگا اسے مین خداوند کے پاس لیے جاتا ہون چاہے
اس پر وہ مہربانی کرے چاہے قہر کرے مین بدون تقدیرات خداوند کے نہ اسے قتل کر سکتا ہون کہ اس گستاخی کی اسے تعزیر ملے
اور نہ اسے چھوڑ جا سکتا ہون یہ کہکے عمرو کو گرفتار کر کے یاقوت شاہ زیر قیلولہ خداوندی لایا اور وہان عمرو کی آنکھون مین
پٹی باندھ کے قیلولہ مشمشی پر جہان تخت گاہ لقا سے مشرک خدا کے آگے حجاب قدرت پڑا ہی اور اطراف مین پیغمبران مرسل اور
نامرسل اور پہلوانان قدرت اور ستونان درگاہ لقا اور بادشاہان آقالیم مالک تاج و دیہیم دست ادب بستہ زنگلون پر بیٹھے ہین
وہان یاقوت شاہ نے عمرو کو لیجا کے سنگ سیاہ پر قدم رکھا اندر سے آواز پیدا ہوئی کہ ای جبرئیل قدرت فرشتہ مقرب خاص
چہ تقدیرات کردیم یاقوت شاہ نے عرض کی کہ وہ بندۂ گستاخ جو روبروے دریچہ جہان نما اس نگر پر گستاخ ننگا کھڑا تھا حسب
تقدیرات خداوندی اسے گرفتار کر کے لایا ہون لقا نے کہا تقدیر کردیم کہ اسکی آنکھون مین پٹی باندھ کے برابر حجاب
قدرت کے لا کے کھڑا کر دے یاقوت شاہ نے اسی صورت سے عمرو کو برابر حجاب قدرت کے کھڑا کر دیا لقا نے پوچھا کہ ای بندۂ
گستاخ یہ کیا حرکت ناشائستہ تو کرتا تھا عمرو نے جواب دیا کہ گسائیان موری آنکھین تو مندین ہین کیا جانون کہ گسیان اور مالک ان
کی جب تے گسیان اپنے مالک سے مورا سامنا ہووے تب مین اپنا حال کہون لقا نے حکم دیا کہ اسکی آنکھین کھول دو اور حجاب
قدرت میرے سامنے سے اٹھا دو کہ یہ بندہ میرا اپنے خداوند حقیقی کو دیکھکر سجدہ کرے اور اپنے اعمال نازیبا اور افعال کی سزا پائے

آنکھوں کی پٹی کھولکر کہا کہ ای بندۂ گستاخ سجدہ کر عمرو نے دیکھا کہ منظوراور منظور اور معقول ور منقول وغیرہ خوبصورت خوبصورت نوجوان نوجوان چند لونڈے کہ وہ فرشتگان مقرب درگاہ مشہور ہین چپ وراست کھڑے ہوے ہین اور تخت پر لقاے مشرک خدا بیٹھا ہی عمرو نے سجدہ تو نہ کیا اور وہی حرکت گستاخانہ کی لقا نے نہایت غیظ وطیش مین آ کے کہا کہ ای بندۂ گستاخ یہ کیا تیری شامت ہی ابھی تجھے دوزخ ہاویہ مین ڈال دونگا عمرو نے کہا کہ گسیان تو میرا مالک ہی تجھسے کوئی راز ظاہری اور باطنی مخفی اور پوشیدہ نہین پہلے میری فریاد سن لے پھر جو تیری خوشی ہو کرنا مین فلان ملک مین جو فلان قصبہ ہو وہانکے زمیندار کا بیٹا ہون اور وہان اُس گانون کی یہ رسم ہی کہ جو قوی جسیم ہوتا ہی اُسکو اپنی بیٹی دیتے ہین اور جو کمزور اور پست قد ہوتا ہی اُسکے ساتھ کوئی اپنی بیٹی کی شادی نہین کرتا اور مین ایک برادری کی لڑکی پر عاشق ہون اور چاہتا ہون کہ میری شادی اُسکے ساتھ ہو لیکن چونکہ قد آور نہین ہون اسلیے مین یہان آیا ہون کہ تو گسیان مالک ہی دنیا کو تو پیدا کرتا ہی کسی کو دولت دیتا ہی اندھے کو آنکھین کوڑھی کو کایا بانجھ عورت کو بیٹا غرض جو کوئی تجھسے جو مراد مانگتا ہی اُسکی مراد ملتی ہی میری مراد یہی ہی کہ تو گسیان میرے جسم پر ذرا اپنا یہ قدرت پھیر دے کہ بہوت اور بڑھ جاے اور یہ قدرت خداوندی کی سب عالم پر ظاہر ہو اور وہ میری جورو مطلوبہ اور مرغوبہ میرے ہاتھ آئے لقا نے اپنا منھ پھیر کے کہا کہ یہ اوجڈ گنوار ہی اسکی عقل اور فہم مین نے اسی طرح تقدیر کی ہی اسکا کچھ قصور نہین یہ بندہ خاص بختک بیارا ایک حکمنامہ اُس ملک کے بادشاہ کو لکھ بھیج کہ وہ اُس زمیندار سے کہکے اُس لڑکی کی شادی اُسکے ساتھ کرا دے اور کوئی عذر اور حیلہ درمیان مین نہ لائے عمرو نے کہا گسیان اگر وہانکے حاکم نے زبردستی اُسکے ساتھ میری شادی کرا دی تو میرا مطلب کچھ نہ نکلا کیونکہ وہ میری معشوقہ تو مجھسے کبھی راضی نہوگی اور نہ میرے جی کو تیری خداوندی کی طرف سے اعتقاد زیادہ ہوگا جبتک تو اپنا یہ قدرت میرے جسم پر پھیر کے نہ بڑھا دیگا لقا نے کہا اچھا جا کچھ روز مین بڑھا دونگا عمرو نے کہا تو گسیان مالک ہی جب تو میری مراد ابھی نہ دیگا اور قدرت اپنی مجھے نہ دکھائیگا تو اب مجکو تو چاہے دوزخ مین ڈالدے چاہے تو پیر گلا کٹوا ڈال لیکن مین اپنی غرض کو نادیدہ خداے آسمانی کی جا کے آج سے پوجا اور پرستش کرونگا لقا نے جو یہ گفتگو عمرو کی سنی تو اس مشرک خدا علیہ اللعن کو یہ کہان گوارا ہی کہ میرا بندہ اور کی پرستش کرے نہایت عاجز اور ناچار ہوا اور بہت پیچ وتاب کھا کے کہنے لگا کہ یہ رجاے کا لٹھ اوندھی کھوپڑی اُلٹی عقل کا گنوار ہی خیر اسے میرے پاس لاؤ عمرو وہانسے دو تیان آگے بڑھا لقاے اپنا منھ پھیر کے عمرو کے جسم پر اپنا ہاتھ رکھ کر کہا بس جا عمرو نے شور وغل مچانا شروع کیا کہ واہ واہ گسیان واہ واہ میرے مالک کیا کہنا تیرا وہ دیکھو میرا جسم بڑھ گیا تو نے جو اپنا یہ قدرت اسپر پھیرا تو سچ مچ دو ہاتھ بڑھ گیا اب مین تیری قدرت کا قائل ہوا لقا نے کہا جلد اسے یہان سے لیجا کے قیطلون سے اُتار آؤ فرشتگان مقرب نے پھر عمرو کی آنکھون مین پٹی باندھکر جھٹ پٹ قیطلون پر سے اُتار کر باہر نکالدیا اور عمرو کی آنکھوں کی پٹی کھولدی عمرو کے منھ مین پانی بھر آیا اور دولت قیطلون کی دیکھتے ہی عمرو کی تو رال ٹپکی پڑتی ہی کہتا ہی کہ ہاے کیونکر مین یہ سب مال اسباب نقد وجنس یہان کا لوٹ کر اپنی زنبیل مین رکھ لون اور جھٹ پٹ شاہزادہ بدیع الزمان کی خبر لیکے یہان سے بھرون اور گاؤ لنگی گاؤ سوار سے شرط جیت کر سال بھر کا خراج ملک بربر کا لون

غرض عمرو تو اس فکر وتدبیر مین ہی اب اُسکو تو یہین رہنے دیجیے

جبتک دو کلمے داستان شوکت بیان شاہزادہ انجم گروہ رستم شکوہ سر فتنۂ ملک باختر صاحبقران بن صاحبقران پہلوان ہمتن شاہزادۂ بدیع الزمان گرد لشکر شکن کے بیان کیے جاتے ہین

جسوقت گنجاب بن گنجور بن ملک حرمان دیوکش کو خبر پہونچی کہ شاہزادۂ بدیع الزمان عالیشان نے قلعہ شکستہ حرمان دیوکش مین جا کے اپنا دخل کر لیا اور وہ جو خزینہ اور دفینہ کئی برس کے خراج کل باختر کے سیم وزر کا اُس قلعہ مین تھا سب پر قابض اور متصرف ہوا اور اہرمن وساریج دونون قلعہ دار وہان کے کلمۂ شہادت پڑھ کے مسلمان ہوگئے اور

اب بلیع اور فرامرز بدیع الزمان کے ہو کے قدر داری اُس قلعہ کی کرتے ہین گنجاب یہ سنکر حالت اضطراب مین مغموم اور
اندوہگین تھا اور ابھی کچھ کہنے نہین پایا تھا کہ چند اشخاص سراسیمہ اور مضطر بارگاہ گنجاب مین باریاب ہوکر منظر اس حال کے ہوئے
کہ یا پیغمبر مرسل شاہزادہ بدیع الزمان سے حارب خونریز اور ضارب خونریز حاکم درہ خونریز جاکے ملگئے اور بلا اکراہ و اجبار
بطیب خاطر اپنے کلمہ طیبہ پڑھکر مسلمان ہوگئے اور بدیع الزمان کو بطریق دعوت اپنے ہمراہ درہ خونریز مین لیجاکے جتنا کہ خزانہ
وہان تھا سب بدیع الزمان کی نذر کیا اور ابھی تک بدیع الزمان وہان جشن نشاط اور محفل رقص و سرود مین بیٹھا جام صہبائے
عیش و انبساط سے مدہوش اور بادہ نوش ہی بس یہ حال سنکے گنجاب کا پھر تو یہ حال تھا کہ مثل مار سر دم بریدہ ہزار ہزار
پیچ و تاب کھاتا تھا اور کف افسوس مل ملکے کہتا تھا شعر کوکب بخت مرا ہیچ منجم نشناخت * یا رب از مادر گیتی بچہ طالع زادم
آخر کے شدت رنج و تعب سے بہزار غیظ و غضب جانب تہلیل دراز ترکیب مخاطب ہوکے کہا کہ اسیوقت چالیس ہزار سوار
اپنے ہمراہ لیکے برسر بدیع الزمان سمت درہ خونریز جا اور ان دونون نمک حرام مفسدون حارب خونریز اور ضارب خونریز
دشمنان خداوند لقا کو اسیر اور دستگیر کرکے اور بدیع الزمان کا سر کاٹکر میرے پاس لا حسب الحکم گنجاب کے تہلیل دراز ترکیب
فوج چالیس ہزار سوار سمت درہ خونریز روانہ ہوا اور بعد کوچ کرجانے تہلیل دراز ترکیب کے از بسکہ گنجاب کو طاقت
صبر اور ضبط کی نہ رہی تو پیش خود یہ تجویز کرنے لگا کہ جو کچھ میرے ملک اور میرے گھر بار کی تباہی و بربادی ہوئی ہے سب اس خانہ
خراب میری بیٹی گوہر ملک کی ذات سے ہوئی ہے پس چلے جاکے اس شوخ دیدہ گیسو بریدہ گوہر ملک کو چار باغ ملک حرمان
سے مع فضل بن گیا ہو اور ارباب باختری وغیرہ نمک حرامون کے گرفتار کر لاؤن اور ان سبکو سزائے اعمال پہونچاؤن
تو بعد اسکے جیسا محل اور موقع ہوگا بدیع الزمان سے سمجھونگا غرض یہ کہ گنجاب بھی لشکر فراوان اور فوج و سپاہ بیکران لیکے از شکوہ
مثل مور و ملخ کے کفار نابکار پیادے اور سوار نظر آتے تھے سمت چار باغ ملک حرمان دیوکش روانہ ہوا دوسرے روز دوسری
منزل مین ایک عیار شاگردون مین سے سنجانی عیار کے گرد مین اٹا ہوا پسینے مین غرق دوڑا ہوا سامنے گنجاب کے آیا اور دعا
و ثنائے گنجاب مین یہ رباعی پڑھی رباعی تو فخر خراسانی و فتا ساقلندہ گوہر بہن داری درا ساقطا زندہ روزبان شبان
رخ تو ہے خواہم ... وحدت خدا و باساقطا زندہ پیغمبر صاحب کی عمر دراز ہو بیٹے جو آپ کے سمت ملک برہبر تشریف لیگئے تھے
مسعود وہانسے مراجعت فرماکے مع ہرمز بن نوشیروان اور فرامرز بن نوشیروان اور ملک بختیارک شوم کا ذبیدین فلان مقام لب
دریا آ پہونچے ہین گنجاب نے جو یہ مژدہ راحت فزا اپنے بیٹون کے آنے کا سنا تو نہایت مسرور اور جوش خون پدری سے بیتاب ہو
کہنے لگا کہ اب چلے جاکے لب دریا اپنے فرزندون سے ملاقات کرون اور انہین سے آئون اس بہانے سے گویا استقبال ہرمز
اور فرامرز بن نوشیروان کا بھی ہوجائیگا بعد اسکے چار باغ پر فوج کشی کرونگا اور ملکہ گوہر ملک کو پکڑ لاؤنگا غرض یہ کہکے گنجاب
مع اپنی تمام فوج و سپاہ کے سمت دریا واسطے اپنے تینون بیٹون کے دیکھنے اور ملاقات کرنے اور پیشوائی اور استقبال ہرمز اور
فرامرز بن نوشیروان کے جاتا ہی اب آگے دیکھیے کیا ہو

اب شمہ داستان فطرت بیان مہر اوج عیاری قطب فلک خنجر گذاری شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار سے بیان کی جاتی ہی

کہ جب عمرو لقاے مشرک خدائے بیاری اپنے جسم پہ باقوت رکھوا کے پھرا اور قیدیون پر لوگون نے عمرو کی آنکھون پہ پٹی باندھکر
نیچے اتار دیا تو عمرو اور شکل اپنی بنا کے سیر کرتا سر چوک چلا جاتا تھا کہ سامنے سے ایک سواری نمود ہوئی عمرو نے دیکھا ایک
لڑکا بہت خوبصورت برس چودہ سولہ ایک کا سن و سال سراپا حسن و جمال کج بہت عیاری سے معاملہ لگا ہوا سر پر رکھے انگرکھا
شبنم کا گلابی رنگا ہوا بہت چست بینے دوپٹہ چکا لگا ہوا کمر سے باندھے پاجامہ اطلس کا کار چوبی یاقوت احمر کے

سرخ سرخ بوٹے اور زمردی بیل اور پتیان بنی ہوئی ہین گھونگھردار پائون مین پنجے جوتا ماٹ بانی دو تین اشرفی کا ایک جوڑ سبز ڈی کی کمر مین کھولے ایک مرکب باد پا گلگون عذار بازین و لجام مرصع کار اور دمچی پوزی ساز و براق سکلل بزمرد تہ بجواہر پر سوار سوسوا سو مردہے چوبدار عصابردار نقیب جزار بارہ سو خاص بردار پانچ ہزار سوار بڑے بڑے رسالدار سپہ سالار اور ہجوم جلوس سواری کا ہمراہ لیے بڑے ایک شان و شوکت سے گھوڑے کو چمکاتا کراتا چلا آتا ہی اور دو چار سو امیر امرا رئیس زادے وزیرزادے مقربان درگاہ لقا اپنے اپنے گھوڑون پر سوار گرد و پیش آسکے باتین کرتے چلے آتے ہین عمرو نے لوگون سے پوچھا کہ صاحبو یہ کون صاحب ہین لوگون نے کہا کہ یہ ایک کھتک کا لونڈا ہی طیفور زنلواز اسکا نام تھا منظور نظر خداوند لقا ہو گیا خداوند نے مقبول پری چہرہ اسکو خطاب دیا اور معشوق اپنا گردانا اب اسکا یہ رتبہ اور مرتبہ ہی کہ بیدہ ہزار ملک باختر کے امیر امرا شاہ و گدا اسکی بڑی عزت اور توقیر کرتے ہین اور دست نگر اسکے رہتے ہین جو یہ کہدے وہی خداوند باختر تقدیر کرے عمرو نے پیش خود یہ تجویز کرکے کہ عیاری تو خوب سوجھی ہی بن پڑنا شرط ہی جھٹ پٹ ایک سو قدم آگے جاکے زنبیل پر ہاتھ مارا اور کہنے لگا کہ یا دادا آدم میری صورت ایک مہنت کی ہو جائے ساتھ معجزہ طلب کرنے کے اب عمرو نے آئینہ مین دیکھا کہ مین ایک مہنت کی صورت برس اسی پچاس کا سن رنگت سرخ و سفید میدے اور شہاب کی سے تو ندیلی پیٹ کا منڈا سبت بھاری ایک گیروا تہ باندھے گیردی چادر اوڑھے سر کے بال سب غائب چٹ یا گھٹی ہوئی پلکین بھوین ریش و بروت سب سفید ہین پہ پھر تو عمرو زنبیل سے جوڑی زنلی نکال کے ایک دکان مین جا بیٹھا اور باکمال داؤدی اس غزل کو زنلی مین گانے اور بجانے لگا غزل

زلف گرکس نم مین اپنے ہما ہو جائینگے
چشم کرسے خاکسارون کو نہ دکھا چاہیے
گریہ ہی تو پھرتے سب روزے قضا ہو جائینگے
منع کیون کرتا ہی ناصح آہ و زاری سے ہمین
رفتہ رفتہ ہم کسی کے مبتلا ہو جائینگے

ہر گئی تو ہی خواب راحت پر غضب اک ور ہی
آج ہین محتاج کل حاجت روا ہو جائینگے
چشم وحدت بین کا سرمہ ہونگے ہم زار و نحیف
جسکے کسدن خوش تھے وہ جواب خاک ہو جائینگے

گر غرور ناکسان سے آشنا ہو جائینگے
لیجیے کیسے آشنا سے جدا ہو جائینگے
لوگ کہتے ہین کہ روزہ ہی مسافر پر حرام
اسپاسے چرخ مین جب سرمہ سا ہو جائینگے
گر یہی شوق خیال موشکافان ہر اک ہوس

تو یہ عالم ہوا کہ ہزار بارہ سو راہ گیر اہل حرفہ بازاری دکاندار زن و مرد ادنی اعلی شاہ و گدا صغیر و کبیر برنا و پیر سب صدائے زنلی کے حیرت سکتے کی صورت جہان کھڑے تھے وہین محض بے ہوش اور خود فراموش کھڑے اور بیٹھے جس حالت مین تھے اسی طرح سے رہ گئے شور ہوا بند ہو گئی اس گھڑی اس اصول دلپسیر لگے جانور اپنا بھول درختون سے لگ لگ کے باد صبا کی وجد مین ہونے وا ہ وا ہ راستے بند ہو گئے اسقدر بھیڑ آدمیون اور راہ گیرون کے رک کر کھڑے ہو رہنے سے ہو گئی تھی کہ سواری طیفور زنلواز کی رکی اور آدھر آواز بانسری کی جو طیفور کے گوش زد ہوئی تو ایک برچھی سے اسکے دل کے پار ہو گئی کلیجا پکڑ کے رہ گیا اور اپنے نوکرون ساتھ والون سے پوچھنے لگا کہ یہ بھیڑ بھاڑ کیسی ہو رہی ہے یہ زنلوازی کون کر رہا ہی لوگون نے کہا کہ ایک بڑے مہنت جوگیشر ہین کہ وہ بیٹھے بانسری بجا رہے ہین آنکے دیکھنے اور بانسری کی سننے کو یہ سب لوگ بھیڑ لگائے کھڑے ہین طیفور کا یہ حال تھا کہ زنلی آواز سنکے اسدرجہ اسکا دل گداز ہو گیا کہ آنسو نہین تھمتا تھا اور کلیجا مسلا جاتا تھا نہایت بیتاب ہو کر جھٹ پٹ وہین گھوڑے پر سے کود پڑا اور پیادہ پا اس طرف کو دوڑا چوبدار مرد ہے عصا بردار اور بڑے بڑے امیر امرا آگے پیچھے داہنے بائین لوگون کی بھیڑ بھاڑ کو ہٹاتے اور اہتمام کرتے غرض بہزار دشواری جبکہ اس دکان تک جہان مرشد کامل زنلوازی کر رہے تھے پہونچے تو طیفور گھڑی بھر کامل سامنے عمرو کے اپنے دونون ہاتھ باادب باندھے کھڑا رہا گو مرشد کامل جو اپنے آنکھین بند کیے مصروف زنلوازی تھے مطلق خبر ہونے اور نہ آنکھ کھولکر دیکھا کہ کون آیا اور کون کھڑا ہی لیکن گھڑی بھر کے طیفور نے جب طاقت ضبط نہ دیکھی تب دوڑ کر عمرو کے

پی لیا اور پینے کے ساتھ ہی ایک دماغ میں دود سا پیدا ہوا کہ چکر کھا کے تڑاق سے زمین پر گر پڑا اور بیہوش ہو گیا عمرو نے جھٹ پٹ اسکا پشتارہ باندھ کے ایک درخت کے نیچے ڈال دیا اور رنگ و روغن عیاری کا ملکے آپ ہو بہو طیفور نے نواز کی شکل بنکے باہر نکل آیا اور تمام محفل والوں اور اپنے نوکروں کے سامنے تعریف اور توصیف مست جی کی کرنے لگا کہ واہ واہ ہو واہ واہ واہ بس اب کہاں وہ مست جی کے درشن اب مجھے کہاں نصیب ہونگے واہ کیا صاحب کشف و کرامات صاحب خداوند لقا سے تھے ایک پیالہ مجھے بھی دے کے تمام دولت کشف اور علم موسیقی اپنا عطا کر دیا تمام طائفہ اور اہل محفل مشتاق آواز کے ہو کر کہنے لگے کہ اے طیفور ایسے لوگ ہوتے ہیں تیرے کو تو منظور نظر خداوند لقا کا ہے اور دنیا میں کیسے ملتے ہیں اب ہم امیدوار ہیں کہ وہ جو تو نے حاصل کیا ہے ہم سبکو بھی سنا دے محروم نہ رکھ طیفور نقلی یعنی مرشد کامل نے کہا مجھے خود منظور ہے کہ دیکھو میں بھی اُنکی تعریف کرتا ہوں یا جھولنا ساتون تقلیان ذکی ملا کے پھونک دین اور یہ غزل گانا شروع کی

غــزل

ہمہ عاجز اندو مضطر چہ من و چہ تو چہ سنجر
ہمہ راوطن محن شد چہ گیو چہ جم چہ قیصر
ز دل حزین ضد خاک چو دی بہ آب خاک

ہمہ بیقرار و بیخود چہ فلک چہ مہر چہ اختر
شکر دوستانند ہمہ دشمنان جان اند
نفسے شوند فنا کی چہ پدر چہ عم چہ مادر

ہمہ راروان زرق شد ہمہ را فنا کفن شد
ہمہ طالبان نان اند چہ پسر چہ زن چہ دختر

گیت جو جو سر تھے سب سند ہو ہو کو بھول گئیں تھر تھر تھرانے انکھین بھر بھر کے سانسری؛ کوئی سن لوٹ گئیں کوئی لوٹ پوٹ گئیں کاہو کی آنکھین سے نکس کے بانسری؛ امین بجے جیت میں پکارے کرہاے ہاے کیجے سکھی ایسی نیسوا رن کو ناسری؛ بن بن ڈھونڈتے بانس ڈاے کٹاے نہ یہ اپکینگے بانس نا یہ باجے گی بانسری؛ چار طرف سے دھوم واہ واہ اور اہاہا کی اٹھی طائفہ ارباب نشاط اور جتنے کہ حاضرین محفل تھے سب ایک عالم محویت میں بیٹھے مبہوم رہے تھے دو گھڑی کامل طیفور نقلی نے بانسری بجا کے رکھدی اور کشتیان شراب اور گلابیون کی منگا کے ایک ایک گلابی کی شراب دیکھتے دیکھتے جنگی بیہوشی کی ملانا شروع کی اور وہی شراب کی گلابیان عام صحبت کو تقسیم کر کے کہا کہ بھلا تم لوگوں نے شراب تو بڑے بڑے امیرون کے میان کی پی ہے یہ لطف اور ذائقہ شراب کا کہیں نہ دیکھا ہوگا ذرا پیو اور منصفی سے کہو کہ مجنے شراب خانہ ساز کیسی تیار کروائی ہے انہوں نے گلابیان خوشی خوشی لے کے پینا شروع کیا اور بلا فصل ایک ایک کے دماغ میں بیہوشی سرایت کر گئی چار طرف تڑاق پڑاق چھینکیں انے لگیں اور سارے صحبت والے چیخ مار مار کے بیہوش ہو گئے اور فرش پر لوٹ گئے عمرو نے جب دیکھا کہ اب تمام محفل میں تاثیر نمک سرکار کی ہو چکی تب بچپتی تمام اُٹھ گرد و چار لوہار سنار زنبیل میں سے نکالے اور انسے کہا کہ ہاں جلد جلد یہ سب اسباب اٹھا کے گٹھریاں باندھ باندھ کے رکھتے جاؤ وہ سنار لوہار وغیرہ جو قیدی زنبیل میں سے نکلے تو ایک ایک ٹوپی ایک ایک لنگوٹی کا غذلی باندھے ایک ایک گز کے ڈنڈے کرتے ہیے محفل والوں کے کپڑے رنڈیوں کے زیور اتارنے لگے اور آن واحد میں عطردان پاندان چنگیرین چوگھڑے شمعدان خاصدان اور ظروف اور جو کچھ مال اسباب نقد و جنس طیفور کے گھر میں تھا سب لوٹ کر گٹھریوں میں باندھا اور عمرو نے جال الیاسی مار مار کے وہ سب اپنی زنبیل میں بھر لیا پرانی پرانی شطرنجیوں کے ٹکڑے اور بوسیدہ ٹکے اٹھا کے نذر زنبیل کیے اور کہا کہ داشتہ آید بکار کسی وقت یہ بھی کام آجائینگے نقش بوریہ کو چاہتا تھا کہ اٹھا لے مگر وہ کسی صورت سے نہیں اٹھ سکتا تھا بعد اسکے جب طیفور کے گھر میں بجز خاک کے اور کوئی چیز باقی نہ رہی اور وقت صبح کا ہوا تب عمرو نے پوشاک طیفور کی پہنکر سب کوٹھے اور حجرے سر بمہر و مقفل کر دیے اور باہر مکان سے نکلا سواری طلب کی لوگ نوکر چاکر جلوس والے شاگرد پیشہ سب حاضر تھے گھوڑا اُسکی سواری کا حاضر تھا طیفور نقلی سوار ہوا اور بدستور معمولی سواری اور پیادے اور چوبدار مرصع عملہ شاگرد پیشہ جلوس والے سب لوگ سواری کے ہمراہ گرد و پیش آ گئے ہم کنان دربار قیطول خداوندی جب سواری پہونچی تو اسوقت تک نئی چوبدار اسکے بلانے کو پہونچ چکے تھے اس عرصہ میں

یہ پہونچا اور مردہ ہون نے اُٹھ کے سجدہ کیا اور کہا کہ خداوند نے کئی مرتبہ آپ کو یاد فرمایا اور رات بھر خداوند کو بغیر آپ کے خواب
نہین آیا جلد تشریف لے چلیے طیفور نقی یہ سنتا ہوا کہ خداوند تو مجھے ایک دن کی مہلت نہین دیتے ہین چین اور آرام میرا سب
جاتا رہا خیر جو مشیت خداوندی ہو مین بندہ عاصی ہون مجھے کیا مقام عذر و معذرت کا کیسا دم مارنے کا نہین ساتوین قیلون
کو طولاکے اُترسیر اور نفسا قیلون کی بروقت اپنی کرسی لقا حضور کے بخوبی تمام بیان کیا یکی دیکھتا ہوا برابر حجاب قدرت کے
پہونچا اور لقا کی خدمت کرکے اپنے کرسی پر بیٹھ رہنے لگا کہ یا خداوند آج شب کو خواب مین تو نے مجھے اپنا نظر کردہ کیا اور
یہ قدرت اپنی میری پیٹھ پر سے لگا کے لعاب دہن مبارک میرے منہ مین ڈالا اور فرمایا کہ علم موسیقی مین تو نائک زمانہ ہوگیا اور جو چاہیگا
وہ تجھکو دیدینگے کسی بات مین تو محتاج اور محتاج نہ رہیگا اور ہمیشہ نوجوان اور صاحب حسن و جمال بنا رہیگا بس یہ خواب
دیکھکر میری آنکھ جو کھل گئی تو مین اب چاہتا ہون کہ امتحان تیری قدرت کاملہ کا کرون اور تمام بارگاہ نشین پیغمبر مرسل اور
نامرسل اور پہلوانان قدرت اور ستونان بارگاہ اور بادشاہان روے زمین بندے تیرے تیری کرامات اور اعجاز نمائی کا
تماشا دیکھین لقاے مشرک خدا نے یہ خواب طیفور نواز کا سنکے کہا کہ فی الحقیقت مین نے یہی تقدیر کی ہے اور آج سے جتنی
تمام قدرت اپنی تیرے جسم مین بھردی ہے پس اب سازون کو بجا اور جو راگ کہ بہت مشکل ہووے تو گا کسی مقام پر تو بند نہین
رہیگا اور جو تو طلب کریگا وہ مین تجھے قبل از سوال عطا کرونگا کوئی حاجت تجھے نہین. یکی طیفور نقی نے کہا کہ خوب یاد آیا
مین نے خواب مین یہ بھی دیکھا ہے کہ تو نے ریش مبارک مجھے عطا فرمائی ہے اور حسب الحکم تیرے مین نے خواب مین گستاخانہ
تیری ریش مبارک کو مونڈ لیا ہے لقا نے کہا اے مقبول پری چہرہ خاموش یہ خواب شیطانی ہے اور یہ کہکر حکم دیا کہ آج جاے
خاطر مقبول پری چہرہ مین نے تقدیر کی کہ جتنے مطرب نچے اور سرودیے اور قوال اور کلاونت اور مغنی اور گویے اُستاد گانے
بجانے کے شہر سبال مین ہین اور جتنے طائفے ارباب نشاط کے ادنی اعلی ہین اور کشمیری نچے اور نقال بچے ڈوم ڈھاڑی
غرض اس فرقے کے وہ سب جوڑے اور پوشاکین دھوم دھامی پہنکے زیور مین آراستہ و پیراستہ ہوکے بارگاہ خداوند
لقا مین حاضر ہون اور حوران بہشت برین کو بھی حکم ہوپہنچے کہ آج خداوند نے تقدیر کی کہ تم بھی سب ساکنان گلزار جنت
شریک جلسۂ رقص و سرود ہو اور تعمیل حکم خداوندی کرو بعد ازان تمام بارگاہ نشینون کو حکم دیا کہ آج تم سب لباس
فاخرہ اور پوشاکین پر تکلف پہنکے جشن خداوندی مین حاضر ہو چنانچہ حسب الحکم لقاے مشرک خدا کے چار گھڑی دن رہے
سے دو ڈھائی ہزار طائفے ارباب نشاط کے حاضر ہوے اور تمام حوران بہشت زیور مرصع پہنے آکے جمع ہوئین اور جتنے
بارگاہ نشین مقربان درگاہ تھے وہ سب کے سب قریب پانچ چھ ہزار کفار تیرہ روزگار کے اپنے اپنے دنگلون پر باادب
بیٹھے تھے لقا نے کہا اے مقبول پری چہرہ تقدیر کردیم کہ تو اعجاز قدرت کاملہ میرے بندگان خاص الخاص پر ظاہر کر
اور کچھ بالحان داؤدی نغمہ سرا میری وحدانیت اور خداوندی کی ہو عمرو نے یہ کلام لقاے مشرک خدا تیرہ انجام کا جو
سنا جوڑی نلی کمر سے نکالی اور ساتون قفلیان اُسکی ملا کے یہ غزل اُس مین گانا شروع کی

غزل

رہ و رسم دنیا میں غیر فزا ہے
پرستش گہ اپنی ہین دیر و مساجد
کہین اک تجود و اذان و اقامت
حقیقت مین ہر یک کو محتاج دیکھا

فنا مین بقا ہے بقا مین فنا ہے
پڑھا یا کہین آیۂ رہنما ہے
کہین صوت ناقوس و بانگ [illegible]
ہر آشنا سبکا حاجت روا ہے

یہ جاہ و حشم عارضی ہین جہا کہین
غرض کعبہ و دیر و میخانہ دیکھا
کہین زمزم مین ای مست غفلت

منڈی آنکھ جب پھر خدا ہی خدا ہے
بیان کی ہر اک رسم و آئین جدا ہے
ہر اک غنچہ نرالا ہے بے ربا ہے

پھر تو یہ عالم ہوا کہ الیاس خون آشام وغیرہ سترہ اٹھارہ سو
مقبول نشین پیغمبران مرسل و نامرسل اور پہلوانان قدرت اور ستونان بارگاہ اور مقربان درگاہ اور جالوت رعد آواز
وغیرہ فرشتگان قدرت لقا اور قریب پانچ ہزار کسبیان ڈومنیان کشمیری بچیان قوال کلاونت بچیان سرودین

نقالین بہروپئین وغیرہ ارباب نشاط اور حور و غلمان بہشت اور پری زاد نازنین پردہ نشین جو جو کہ حاضرین صحبت تھین سب کے سب
محو حیرت سکتے کی صورت سیکڑون اپنا کلیجا پکڑے رو رہے تھے سیکڑون حالت وجد مین کلمۂ دم بدم چشم پر آب سے دمبدم آہ آہ اور واہ
واہ کی تھی لقا کا یہ حال تھا کہ اپنی ریش نامبارک کو ہلاتا تھا اور فرط سرور سے مستون کی طرح سے جھوم رہا تھا اور کہتا تھا کہ ای بندگان قدرت
پسندیدہ تماشائے قدرت خدائی من پھر عمرو نے کہا کہ یا خداوند جسکو خواب مین تونے مجھے دوسرا کمال یہ عطا فرمایا ہو اگر تو نے نوازی بھی
کرتا جاے اور ناچتا بھی جاے اور ساغر شراب سے مملو ہاتھ مین لیے ہر ایک کو پلاتے اور کیا مجال جو قطرہ بھر شراب پیالے سے
چھلکنے پاے لقا نے ہنس کے کہا کہ یہ بھی تقدیر مین نے ستر ہزار برس پہلے کی تھی کہ مین عالم خواب مین مقبول پری چہرہ
کو اپنا نظر کردہ کر کے ہر ایک علم و فن مین وحید عصر کرونگا اور فرید دہر کرونگا اچھا تمام میخانہ آج مین نے بخش دیا جسکو تیرا جی چاہے
شراب پلا اور اپنا کمال دکھلا عمرو نے چھوٹے کشتیان شراب کی منگاکے سب گلابیون مین شراب الٹ پلٹ کر کے اور جتنے شیشے
اور قرابے اور گلابیان شراب کی علٰحدہ رکھین بعض ان شیشون مین بیہوشی مخلوط کر کے جلدی سے زنگولے پانون مین
باندھے اور اسی طرح سے جوڑی نے کی بجاتا اور پیالے شراب کے اور گلابی شراب کی ہاتھ مین لیے رقص کرنے لگا اور حالت
رقص مین نے نوازی کرتا تھا مگر تال مین سم مین کسی مقام پر کیا دخل ہو کہ کچھ فرق پڑنے پاے اور طرہ اسپر یہ تھا کہ اسی حالت
مین شراب کو گلابی سے پیالے مین بھر بھر کے کس چستی اور سرعت سے تمام بارگاہ نشینون ادنی و اعلی زن و مرد کو شراب
پلاتا تھا اور کیا امکان ہو کہ قطرہ شراب کا پیالے سے گرنے یا چھلکنے پاے اور ایک دو گھڑی کے عرصہ مین ایک دور گزر گیا
جب عمرو نے دیکھا کہ نشہ سرکار تاثیر کر چلا ہر ایک کی آنکھ مین سرور اور دماغ مین گردش کی علامت پائی جانے لگی دوسرا دور شروع
کیا تھا کہ رنگ صحبت دگرگون ہو چلا عمرو نے اپنے جی مین کہا کہ اب پہلے اس مشرک خدا لقا کو شراب پلاؤن تب تیسرے دورے
کو جاؤن ناچتے ناچتے نے نوازی کرتا ایکمرتبہ چھم چھم کر کے بجانب قدرت اٹھاکے برابر لقا کے آ پہنچا اور باقی پیالہ بیہوشی آمیز
شراب کا منہ سے منہ ملاکے لقا کو پلا دیا لقا نے ہنس کے کہا کہ ای مقبول پری چہرہ شعر گر یار پلائے تو پھر کیون نہ پیجیے ،
زاہد نہین مین شیخ نہین کچھ ولی نہین ، اور پینے کے ساتھ یہ عالم ہوا کہ لقا کی دونون آنکھین گلنار خون کبوتر کے رنگ کی ہو گئین
اور زبان مین لکنت آگئی عرق عرق پسینے پسینے ہو گیا دوسرا پیالہ شراب کا جو عمرو دینے لگا تو منہ سے بات نہین نکلتی تھی ہاتھ
سے اشارہ کرتا تھا کہ اب نہ پیونگا یہ شراب بہت تیز ہے عمرو نے اپنے آپ کو بھی مخمور بناکے کہا یا خداوند گستاخی معاف مجھے تو
اپنی زبان سے معشوق بھی کہتا ہے اور پھر مین کبھی نہ کبھی آج جو تجھے شراب پلانے آیا ہون تو تو اپنی خدائی کا غرور مجھے دکھلاتا ہے
اور شراب نہین پیتا انکار کرتا ہے مین ابھی اس گلابی اور جام کو مع تمام میخانے کے خاک مین ملاکے صحرائے قدرت مین جا
بیٹھتا ہون اور فقیر ہو جاؤنگا تو واہ واہ یہ تو وہی مثل ہوئی شعر سگ چہ داند قیمت آب حیات ، خر چہ داند قدر حلوا و نبات ،
تمام عمر تو تیری عبادت کرتا رہا تجھے لطف اور حظ اپنی خدائی کا کیا خاک ہے یہ کہکے عمرو اٹھکے چلا تو لقا نے اشارے سے
کہا مصرع تو جرم کردی و خواہم ترا سزا بدہد ، اسوقت تو کیا گستاخانہ گفتگو کرتا ہے مگر مین از راہ رحیمی و کریمی اور خیال
اسکے کہ مصرع ہر چہ از دوست میرسد نیکوست ، اپنا معشوق سمجھ کر تیری خوشی منظور کرتا ہون اور ای مقبول تیری رنجش مجھے
گوارا نہین لا دے عمرو نے دوسرا پیالہ بھی جلدی سے لقا کے منہ مین ڈال دیا اور وہ غٹ غٹ کر کے پی گیا ساتھ پینے کے
چھینک مار کے تڑاق سے زمین پر گرا عمرو نے ادھر ادھر دیکھکر جلدی سے لقا کو اسی صورت سے تخت پر بٹھا دیا اور پٹی
بیہوشی کی دماغ پر چڑھا کے حجاب قدرت کے باہر نکل آیا تو یہان عجیب و غریب رنگ صحبت کا دیکھا کہ ایک سمت
چار سو دنگل جیسے تھے ان دنگل نشینون کو شدت نشہ بیہوشی سے دماغون مین گردش اور ہاتھ پانون مین لغزش
جو معلوم ہوئی تو آپس مین کہنے لگے کہ دیکھنا آج ذاتشان کی بے تمیزی اور بدذاتی کہ ہمارے تمہارے دنگلون کو اٹھا

چھاگئے ہیں ہر مرتبہ لحظہ بہ لحظہ ہمکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم کانپ رہے ہیں اور اب گرے پڑتے ہیں دنگل الٹے جاتے ہیں جون ہی
کہا تم سچ کہتے ہو یہی حال ہمارا ہے ہم ابھی گرے پڑتے ہیں واقعی خداوندی بارگاہ کے فراش بڑے تماشگر ہیں بے وقوفی سے
یا چلبلا بازی سے دنگل الٹے جاتے ہیں آؤ انکو سیدھا کرکے بیٹھیں یہ کہکے سب کے سب اٹھ کے دنگلوں کے پائے اوپر کیے اور
انھیں الٹے کے نیچے جو لگے تو سر نیچے ٹانگیں اوپر چارطرف سب گرے اور بیہوش ہوگئے اسی واسطے دوسری طرف چار سو سات
چار سو دنگل نشین جو عمرو کی زنواوی سن رہے تھے ایک ایک نشہ بیہوشی کی حالت میں ہے برابر جو دوسرا شخص بیٹھا تھا اس
سے کہتا تھا کہ صاحب ذرا ٹھہرنا ذرا ٹھہرنا تمہاری مونچھوں میں چمگادڑ لٹکا ہے یہ کہکر مونچھیں اسکی پکڑ جوتی اپنی لیکے پوچھتا ہے کہ کہئے
اسے ماروں وہ کہتا ہے کہ ہاں صاحب دیر نہ کیجئے اسے تو ماریئے مگر آپکی بھی مونچھ میں مجھے چمگادڑ سا لپٹا معلوم ہوتا ہے اسنے
کہا کہ بھائی تم بھی یہ احسان مجھ پر کرو جوتی سے اسے مار لو اور نہیں تو یہ چمگادڑ تو بہت بڑا جانور ہے پھر دم بھر بعد ایذا پہونچائیگا
یہ باہم گفتگو کرکے اسنے اسکے منہ پر جوتی ماری اسنے اسکے منہ پر دونوں اٹھتے اٹھتے ہی طمانچہ لگا بیہوشی کا کچھ مارے گر پڑے
اور بیہوش ہوگئے تیسری طرف چار سو پانچ سو پہلوان مرسل اور نامرسل پہلوانان قدرت ستونان بارگاہ اور مقربان درگاہ
اتقا جو رقاصی اور ساقی گری عمرو کی دیکھ رہے تھے تو سبب سرایت کرجانے بیہوشی کے یہ کہکے کہ واہ کیا ناچ مقبول پری چہرہ
ناچ رہا ہے کہ زمین و آسمان اور تمام عالم ہماری نظروں میں گردش کھا رہا ہے بعد اسکے وہاں فرش چاندنی جو گسترده تھا اسکی
طرف دیکھ کے کہنے لگے کہ لو اور قدرت خدا کی آج دریاے رحمت خداوندی بھی جوش مارتا یہانتک آ پہونچا اب کہو یارو دنگل
کیونکر جائیں ساتھ والوں نے کہا کہ واہ تم عبث ڈراے پانی کے بڑھ آنے میں اتنا گھبراتے ہو ابھی ناک کان اپنے بند کرکے اسی
پانی میں غوطہ لگاکے پار نکل چلو یہ سنکے سبھوں نے کہا کیا خوب تدبیر تمنے بتائی آؤ غوطہ لگائیں اور اس دریا کے پار اترکے
اپنے اپنے گھروں کو پہونچیں یہ کہکے جتنے تھے سب اپنے اپنے ناک کان بند کرکے دنگلوں پر سے اتر پڑے اور اس چاندنی کے
فرش کی سفیدی کو دریا کا پانی سمجھکر غوطے لگانے کو جو ہیں جھکے بیہوش ہوکر وہیں اوندھے منہ گر پڑے ایک جانب دنگلوں
کے آگے قالینوں کا فرش بچھا تھا وہ دنگل نشین کہ بڑے بڑے شاہان روے زمین اور شجاعان صاحب تمکین تھے اور
قالینوں کے نقش و نگار باغ و بہار سمجھ کے باہم کہنے لگے کہ کیا قدرت خداوند بیچون ہزار ملک باختر کی سیر دیکھو تو کہاں
قیلول خداوند اور یہ جلسہ مقبول پری چہرہ کے گانے بجانے کے اور کہاں آن واحد میں بہار باغ بوستان لالہ و ریحان
گلہاے بوقلموں میوہ ہاے گوناگون پیش نظر ہیں بیٹھے کیا کرتے ہو بقول شخصیکہ بیکار مباش کچھ کیا کر آؤ گیندہ بازی
اور گلبازی کریں یہ کہکے سب کے سب اچھلنے کودنے لگے اور تڑاق پڑاق بیہوش ہوہوکر چارطرف گرے مختصر
یہ کہ تمام بارگاہ میں کئی ہزار کفار بیہوش اور خود فراموش چارطرف اوندھے سیدھے پڑے تھے کچھ تن بدن کی خبر کسیکو نہ تھی
عمرو یہ کیفیت وہاں کی دیکھکر جھٹ پٹ بارگاہ سے باہر نکل آیا یہاں دیکھا کہ کئی ہزار چوبدار مردہے حاجب دربان رقاصی
یوزباشی لیساول فراش خواص خدمتگار مشعلچی ہدکا نذار وغیرہ ہمہ شاگرد پیشہ کے لوگ جو بیٹھے تھے وہ عمرو کو مقبول پری
چہرہ سمجھکر گھبرا گھبرا کے دعائیں دیتے اٹھ کھڑے ہوے اور اپنے اپنے دست ادب باندھ باندھکر کہنے لگے کہ خداوند آپ تو
محبوب و مرغوب منظور نظر خداوند لقا ہیں اور آج آپکی بدولت ایک زمانہ کامیاب ہوا اور ادنی اعلی شاہ گدا اسکو شراب عنایت ہوئی
ہو سواے ہم غلاموں کے کہ ہمکو ایک بھی گلابی شراب کی مرحمت نہوئی شعر جب آئے تیرے میخانے میں سب جھوم چلے ساقیا ایک ہمیں تشنہ
تھے سو محروم چلے عمرو نے کہا صاحبو تم ایسا گلہ یاس کا زبان پر نہ لاؤ شراب موجود ہے اوجھتی تھے پی جاے پھر یہ کہکے اشارہ کیا کہ وہ
جو سامنے والے درجے میں قرابے اور شیشے شراب کے رکھے ہیں وہ سب تم دو دو آدمیوں میں ایک شیشہ تقسیم کرلو اور بیٹھکر پیو اور خداوندی
قدرت کا تماشا دیکھو وہ تمام شاگرد پیشے والے خوشی خوشی دوڑ پڑے اور جھٹ پٹ شیشے شراب کے اٹھا لاکے پینے لگے اور آن واحد

میں بیہوش ہو ہو کر جہاں بیٹھے تھے وہیں گر پڑے عمرو نے جب دیکھا کہ اب کوئی فرد بشر ملازمین اور متوسلین اور حاضرین صحبت اور
بارگاہ نشین لقا ہوشیار نہیں سب کے سب بیہوش پڑے ہیں بے کھٹکی تمام اپنی زنبیل میں سے سوسوا سو بندھوے وہی ایک ٹوپی ایک
لنگوٹی باندھے ایک گڑگڑی ڈلی ہاتھوں میں لیے کہاتے نکلے عمرو نے کہا ارے ہاں جلدی جو سب کافر ٹیے سوتے ہیں اُنکے کپڑے لتے
زیور اور ہمیان جتنا فرش فروش خیمہ ڈیرہ مال اسباب نقد جنس ہو سب سماتا گٹھریاں باندھ باندھ کے تیار کر دو دیر نہو میں ابھی آتا ہوں
یہ کہکے عمرو پیر حجاب قدرت اُٹھا کے لقا کے پاس گیا اور زنبیل سے ایک استرا بہت تیز دم اور ایک کٹوری چاندی کی نکالکر اُس کٹوری
میں پیشاب کیا اور لقا کی چھاتی پر چڑھ کے ایک کپڑے کا چاپڑ بنایا اور اُس سے وہی پیشاب لقا کے منہ پر چھڑک چھڑک کے
استرے سے تمام ڈاڑھی لقا کی مونڈلی مگر دو بال باقی رکھکر ایک بال میں تو ایک ذرا سا پرچہ کاغذ کا جس میں مضمون اشعار مرقوم کلاہ
سر قیصر بہرم ؛ زنگ از تیغ بجنگ بد افسر بہرم ؛ از نخل خسروان چو گرم ساقی ؛ ز تیغ و سپر و جبہ و ساقہ بہرم ؛ ای مشرک خدا علیہ اللعن و
العذاب لقا تم شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار کیا کروں مجبور ہوں کہ مجھے حکم سلطان والاشان امیر حمزہ صاحبقران
کا نہیں ہے ورنہ میں تجھے ابھی جہنم واصل کر کے چلا جاتا فقط بطور چشم نمائی تیری ریش نامبارک کو پیشاب چھڑک کر مونڈے
لیے جاتا ہوں تمام میرا سرپرندہ جادوگران و باج ستانندہ ریش کافران مشہور و معروف ہے اور میں بدو نوید اورنگ قلعہ گیر
بے جنگ موصوف ہوں مجھکو لازم ہے کہ اول تو اس کفر و کافری سے باز آ اور دعوے الوہیت ترک کر شہادت پڑھ کے نکل اس
چاہ کفر و ضلالت سے اور بہرہ یاب ہو چشمۂ ہدایت لیکن از بسکہ تو سیاہ دل ہے شعر آب زمزم و کوثر سفید نتوان کرد ؛ گلیم بخت کسے را
کہ بافتند سیاہ ؛ لہذا تو جان جو چاہ سو کر مگر یاد رکھ یہ سالانہ خراج اس اپنی ڈاڑھی کا جہاں لشکر فیروزی اثر امیر حمزہ صاحبقران
نامور کا ہو وہاں میرے پاس ہنڈوی کر کے بھیج دیا کرنا ایک دن کیا ساعت بھر کا فرق اگر اس میں پڑ گیا تو یہ سمجھ رکھنا کہ
میں تیری ریش تراشنے کے واسطے پھر اسی وقت موجود ہونگا اور ایک بال تیری ڈاڑھی میں نہ نکلنے دونگا غرض یہ لکھکر اس بال
میں باندھ دیا اور دوسرے بال میں گھنگرو چھوٹے چھوٹے باندھکر لقا کو ایک ریچھ والے کی صورت اس طرح سے کہ ایک سفید چاندنی
کے پاٹ کو پھاڑ کر آدھا تو اُسے سیاہ کیا اور آدھا سفید رہنے دیا اور دونوں کو ملا کے سی دیا تو جب ایک قطع اُسکی ہو گئی اُسکا تو
ایک چکا لقا کے سر پر باندھ دیا اور ایک کھاروے کی پگڑی بیچ کرے باندھکے چند زنگ بطور گھنگرو کے باندھ دیے اور ایک
لکڑی ہاتھ میں لقا کے دیکے دو بڑی بڑی لکڑیاں بغلوں میں لقا کی لگا کے لقا کو تمام کیا اور آگے اُسکے ایک زنچہ مقوے کا
زنبیل سے نکال کے لٹکا دیا بعد اُسکے وہاں سے باہر نکلا اتفاقاً پیاس کی شدت ہوئی مگر دیکھی پر گھڑوں میں پانی صاف و شفاف
بھرا ہوا تھا اُس میں سے پانی پیتے ہی ایک غنودگی سی آئی عمرو گھبرایا چاہتا تھا کہ اُٹھے دھم سے بیہوش ہو کے گرا اور تھوڑی
دیر کے جب ہوشیار ہوا تو اپنی مہر انگشتری میں سیاہی بھری پائی دل میں خیال آیا فرود کی نابشدنی چالاک وغیرہ میرے
پیچھے آیا ہو یہ اُسی کی چالاکی ہے اور کوئی خطاجل کمبخت نے بنایا کیونکہ اور کوئی عیار لقا کی طرف کا مجھے بیہوش کرنے تو کاہیکو
آتا ہر چند تلاش کیا اُس عیار کا پتا نہ معلوم ہوا آخر کو ناچار ہو کر وہ جو بندھوے زنبیل کے چاروں طرف نقد و جنس لوٹ کر
گٹھریاں باندھ باندھکر رکھتے جاتے تھے عمرو نے جال الیاسی ڈالکے اپنی زنبیل میں سب بھر لیا اور کوئی شے نقد و جنس سے
وہاں باقی نہیں چھوڑی پہلوانوں اور سرداروں کے پاؤں میں فقط ایک ایک پائجامہ رہنے دیا تھا باقی خاک نہ تھا الغرض ان
چار سو ساڑھے چار سو بڑے بڑے جلیل القدر شاہ اور شہریار گردن کشوں مثل الغاش عون آشام اور ضیغم خون آشام
وغیرہ کا آدھا منہ کالا آدھا سفید کسی کا آدھا کالا آدھا زرد کسی کی ایک طرف کی ڈاڑھی کسی کی ایک طرف کی مونچھ مونڈ ڈالی
ہزار بارہ سو کفار نابکار کو اس صورت سے کسی کو خوبصورت لونڈا بنا دیا کسی کو حبشی کی شکل بنا کے چھوڑ دیا ہزار بارہ سو
تیلیوں کو اوندھا کر کے لٹا دیا اور اُنکے چوتڑوں میں چربی کی شمعیں روشن کر کے رکھ دیں کہ چار طرف

انھین شمعون کی روشنی ہو رہی ہے اسی طرح سے خوب سا تمام بارگاہ نشینوں کو لقائی ذلیل اور روسیاہ کر کے باہر بارگاہ کے نکلا اور
وہ جتنے شاگرد پیشے و بے خواص خدمتگار فراش چوبدار مشعلچی مکان مذکور بیہوش پڑے تھے اُن سبکے کپڑے زیور جو کچھ اسباب نقد و جنس
جو کچھ کہ ہاتھ آیا سب لیکر نذر زنبیل کیا اور اُن شمعوں کو برابر برابر زانو بزانو بٹھا کر اسکا ازار بند اُسکے ازار بند سے اُسکا ازار بند
اُسکے ازار بند سے گرہ دے کے زنجیر و بندی کر کے سبکے منھ کالے کیے اور ایک ایک جوتی آتشین کی اُنکے ہاتھ مین پکڑا کے قیلولون کے بیچ
اُڑا دیا اور جو کوئی بیچ مین ملگیا اور آنے پوچھا کہ ای مقبول پری چہرہ خداوند لقا کیا کرتے ہین تو عمرو یہ کہتا ہوا کہ خداوند آرام فرما
رہے ہین مین اپنے گھر کو جاتا ہون جلدی جلدی قدم اُٹھاتے اپنی بہن سکینہ بانو کے مکان مین آیا اور اپنے بہنوئی اخی سعید سے اور
اپنی بہن سے سارا حال لقا کے قیلولون کے تباہ اور برباد کرنے کا اور لقا کی ڈاڑھی مونڈ لانے کا بیان کر کے وہ پوستے
کا بولا لقا کی داڑھی کا زنبیل سے نکال کے سبکو دکھلایا اور کہا کہ اب مین اسکو حضور سلطان والاشان امیر حمزہ صاحبقران
کے بیجاؤنگا اور اسی داڑھی کی بچت سے گاؤ تنی گاؤ سوار کو قائل کر کے اپنی شرط کا روپیہ لونگا اخی سعید لقا ے مشرک
خدا کی داڑھی دیکھکر بہت خوش ہوا اور عمرو سے کہنے لگا کہ فی الحقیقت ای عمرو تو بلاے بیدرمان آفت زمانہ ہے کیا کار رستمانہ
کیا ہے مگر خدا نکرے کہ تیری خبر یہان میرے مکان مین آنے کی کسی کو ہو جاے تو پھر میرا گھر بار اہل و عیال سب تاخت و
تاراج ہو جائیگا عمرو نے کہا بھائی تم خاطر جمع رکھو مین صبح کو یہان سے کوچک باختر کی طرف چلا جاؤنگا اور جب شاہزادہ
بدیع الزمان کی خبر لیکر شہر سنجاب سے آؤنگا تو پھر تم سے ملاقات کرونگا ابھی یہی باتین عمرو کر رہا تھا کہ وقت نماز صبح کا ہوا اور
عمرو ہیئت گدایان خرقہ پوش اخی سعید کے مکان سے نکلکر قریب چوک بیچ بازار دیکھا کہ بخوبی روز روشن ہو گیا ہے اور سامنے
سے عنتر گردو مرد اور ارم زاد بخشی عیار طاؤس حرمین لقا جنکو پچھلے دو محل سرائی کے بنے ہوے پچاس ہزار اشرفی ملے تھے چلے
ہنسا چلے آتے ہین عمرو نے اپنے جی مین یہ کہا کہ اگر اب مین چھپ کے چلا جاؤنگا اور اس سے ملاقات نکرونگا تو یہ عنتر گرد مرد کہیگا کہ عمرو
مجھے بیٹھری کے محل جیاری دے کر چلا گیا اگر میرا سامنا کر کے جاتا تو مین جانتا کہ بڑا عیار تھا غرض یہ سمجھے ہوا جو عنتر گرد مرد اور
ارم زاد بخشی کے آگے کہا کہ بابا خوش رہو عنتر گرد مرد نے اُسی وقت بہ نگاہ اولین عمرو کو پہچان لیا اور کمال تپاک سے دوڑ کر
ملاقات کی اور کہا کہ یا محسن بندہ خوش آمدی و صفا آوردی رباعی از آمدنت اگر خبر داشتمی ۛ در رہ گذرت گل و سمن کاشتمی
گلدستۂ کرپاے برخاک تنی ۛ خاک قدمت برید و بر داشتمی ۛ بادشاہ عیاران عیار اسوقت آپ کچھ میری طرف سے کھٹکا دل مین
نلائین مین وہی نیازمند آپ کا ہون اور آپ نے جو احسان اُس روز مجھپر کیا ہے تا قید حیات نہین بھولونگا عمرو نے کہا
صاحب مین نے تمسے کیا سلوک کیا اور تمپر میرا کون سا احسان ہے وہ بیان کیجیے گرد مرد اور ارم زاد بخشی نے کہا کہ ہم جسدم
خداوند لقا کے سرداران امیر حمزہ صاحبقران کی تصویرین کھینچنے کو ملک پر بریون گئے تھے اور آپ نے دو ہپ کے وعدہ
مین پانچ ہزار پانچسو چھپن سرداروں کی تصویرین کھنچوا کے ہمکو عنایت کین تھین اب اگر از راہ بندہ نوازی بندہ خانہ تک
قدم رنجہ فرمایئے اور جو کچھ نان و نمک حاضر ہے اُسے قبول کیجیے تو زہے افتخار اور باعث عزت اور آبرو کا ہماری ہو جائے
عمرو نے اپنے جی مین خیال کیا کہ اگر اب مین اسکے گھر مین دعوت کھانے نہین جاتا تو عیاری سے بعید ہے یہ جانیگا کہ عمرو مجھسے
ڈر گیا یہ سوچ کے عمرو نے کہا بسم اللہ کیا قباحت ہے چلو ہم تمھاری دعوت رد نہین کرینگے یہ کہکے عمرو گرد مرد اور ارم زاد بخشی
کے ساتھ اُسکے گھر پر جاتا ہے اور گرد مرد اور ارم زاد بخشی کو ابھی کچھ حال لقا کی ڈاڑھی مونڈنے کا اور تمام قیلول نشینون
اور صحبت والون کو ذلیل اور روسیاہ کرنے کا اور نقد و جنس وہان کی لوٹ لانے کا مطلق نہین معلوم ہوا ہے اور نہ عمرو کی کسی عیاری
کی ابتک خبر ہے غرض اثناے راہ مین عنتر گرد مرد اور ارم زاد بخشی نے عمرو سے پوچھا کہ آپ کا تشریف لانا اس ملک مین کس
تقریب سے ہوا عمرو نے کہا کہ امیر عالیشان حمزہ صاحبقران میرے آقا ے ولی نعمت نے اپنے فرزند

دلبند شاہزادہ بدیع الزمان گردشکن کی خبر کے واسطے مجھے شہر سنجان کی طرف بھیجا تھا اور گاؤ لنگی گاؤ سوار سے مجھے شرط ہوئی تھی کہ اگر چالیس روز مین بیابان جبل الغم ہفت میل کی راہ سے جا کے شاہزادہ بدیع الزمان کی خبر صحیح وضیح شاہزادہ عالم کے حمزۂ صاحبقران کو پہونچا دون تو گاؤ لنگی گاؤ سوار ایک سال کا خراج ملک بربر کا مین لون اور جو چالیس روز مین نہ جا سکون تو جو روپیہ سال بھر کے خراج کا ملک بربر کے از روے حساب محسوب ہو وہ مین گاؤ لنگی گاؤ سوار کو دون مہتر گردمرد یہ حال سنکے کہ عمرو بیابان جبل الغم ہفت میل کی راہ سے آیا ہی نہایت حیران و ششدر ہو کے کہنے لگا کہ بادشاہ عیاران عیار حق تو یہ ہی شعر جو تو دیگر را نباشد دسترس ؛ آنچہ تو کردے کے آید ز کس ؛ کیا تاب و طاقت اور کسی دوسرے کی جو اُس راہ سے آنے جانے کا تو کیا ذکر ہو خواب مین بھی اُطرف کو منھ کرے نہین سو تا القصہ یہی باتین کرتا عمرو کو اپنے مکان مین لایا اور بڑے اعزاز و اکرام سے عمرو کو بٹھلایا اور تیاری دعوت مین معروف ہوا اس عرصہ مین ایک لڑکا نہایت خوبصورت قطورے زرنفتی پاتا بے سقرلاتی باندھے جوڑی خنجر کی اور عمر بان کر مین کچھ عیاری کا ہاتھ مین لیے تیور بہت کڑے آنکھ نہایت چست و چالاک پیشانی پر نور شجاعت نمایان اندر مکان کے آیا اور عمرو کو با وصف اسکے کہ کبھی اپنے فرزندون سے اسقدر موانست اور محبت نہین ہو کرتی تھی دیکھ بے ساختہ محبت اُسکی طرف متوجہ ہوا اور گردمرد سے پوچھنے لگا کہ یہ لڑکا کسکا ہی گردمرد نے کہا یہ بندہ زادہ ہی اور خورد سال اسکا نام ہی عمرو نے یہ سنکے اُس لڑکے کو اپنی گود مین لیکے بٹھلا لیا اور اسکی پیشانی پر بوسہ دے کے اپنا فرزند نامزد کیا اور ایک حلقہ طلائی زنبیل سے نکالکر اُسکے گلے مین ڈالکے اپنا نظر کردہ کیا اور دعوت کھانے مین مشغول ہوا

جب تک وہ کے داستان قیلول خداوندی لقا سے بیان کیجاتے ہین

کہ جب وہ شب آخر ہو گئی وقت صبح کا ہوا اور نسیم سحر وزان ہوئی تو باہر بارگاہ لقا کے وہ چوکیدار چوبدار خواص خدمتگار فراش مشعلدار وغیرہ جنکو عمرو نے منھ کالا کرکے ایک ایک ہاتھ مین جوتیان پہنا کے ازار بندون کی زنجیر جوڑی مین پھنسا دیا تھا صبح کی ٹھنڈی ہوا جو اُسکے دماغون مین پہونچی تو دس پانچ کی بیہوشی اُتر گئی اور اُن سبھون نے اپنی آنکھین کھولکر جو دیکھا کہ ایک شخص کالے منھ کا جوتی لیے ہمکو مارتا ہی تو اپنا منھ تو وہ سنحرا دیکھتا نہ تھا کہ میرا بھی منھ کالا ہی اور جو اسکا حال ہی وہ میرا حال ہی اُسی کو کل ہو رہا اور اجنبی دشمن اپنا سمجھ کے آنخضرہ جو جوتی اسکے ہاتھ مین تھی تڑاق سے اُسکے منھ پر ماری اُسکی جو جوتی لگی تو اُسنے بھی آنکھ کھولکر دیکھا کہ ایک شخص بہد سیاہ صفت بے گناہ مجھے جوتی مارتا ہی اُسنے کہا ابے مردود حرامزادے کل موہے تو کون ہی اور تو نے مجھے جوتی کیون ماری غرض اس طرح سے جوتی پیزار جو ہونے لگی تو سبکے ازار بند آپس مین بندھے ہوئے تھے اسکے کھینچنے سے اور جوتیون کی تڑاق پڑاق سے دوسرے کی آنکھ کھل گئی دوسرے کے باعث سے تیسرے کی تمام اُن شاگرد پیشے والون سے جوتی چلنے لگی ایک دوسرے کو جوتیان مارکے کہتا تھا کہ او مردود حرامزادے شاید رات کو جو انعام جشن خداوندی کا خداوند نے عنایت کیا ہی اسکا حصہ تو نے ہمکو نہین دیا آپ ہی آپ تو چٹ کر گیا ہضم کیا چاہتا تھا سو وہی قہر خداوندی تجھپر نازل ہوا ہی تیرا منھ کالا ہوگا وہ دوسرا کل موہا بھی یہی جواب اور یہی خطاب اسکی جانب کرکے اُسکو جوتیان مارتا تھا ادھر ادھر خوب جوتیان چلنے لگین اور آپسمین کشتم کشتا کی نوبت تھی سا مذور ہے تھے کہ اکثرون کے منھ پھٹ گئے لہولہان تھے شور و غل جو زیادہ ہوا تو بوقت معمول یاقوت شاہ جبرئیل درگاہ لقا نے جو جا کے سنگ سیاہ پر قدم رکھا اور معمول قدیم یہ تھا کہ جہان یاقوت شاہ جا کے سنگ سیاہ پر قدم رکھتا تھا اسکے پاؤن کی آہٹ کے ساتھ لقا اندر سے آواز دیتا تھا کہ اے بندۂ قدرت چہ تقدیر کردید یاقوت شاہ کچھ اسکا جواب دیکے اندر جاتا تھا تو آج اول خواص خدمتگار وغیرہ نقارون کے شور و غل سنے اور سوا اسکے لقا سے

مشرک خدا اونکو دیکھ والا بیہوش اور خود فراموش کھڑا تھا کچھ جواب اور کچھ آواز یاقوت شاہ کے کان میں آئی اور شور
یوم النشور بپا ہوئے قیطول گردش زدہ ہوا یاقوت شاہ گھبرا کے اندر جو گھس گیا تو اسنے دیکھا کہ کئی ہزار کشتہ کشتگو سم گھاسا
وت کی طرح تڑپتے لہو لہان ہو رہے ہیں یہ تماشا دیکھ یاقوت شاہ حیران ہوا کہ آج یہ تقدیرات خداوندی کیسی ہی یہ
ہزاروں مغضوبان بارگاہ اور مقتولان تیغ خداوندی گو یہ یہاں کہاں سے آ گئے اسکون ہین آخر کو یاقوت شاہ نے
کچھ اور لوگ باہر سے بلا کے حکم دیا کہ ماروان حرامزادے ردیا ہوں کو اور جلد یہاں سے زیر قیطول آتار دو اور پوچھو کہ
یہ کون لوگ ہیں اور کہاں سے آئے ہیں چار طرف سے لوگ کود پڑے اور لٹھیاں اور بانس لے لے کر جو اسے تو مار مار
کے ان سب مردودوں چوبداروں خواص خدمتگاروں وغیرہ ٹکڑے والوں کو پرزے پرزے اڑا دیا وہ داد بیداد فریاد
کرکے کہنے لگے کہ ہم تو نمک خوار بندے سرکاری فلان فلان ہیں غرض یاقوت شاہ کی عقل دنگ تھی اور کچھ بات ذہن
میں اسکے نہ آئی تھی کہ یہ کیا کارخانہ قدرت خداوند لقا کا ہے ناچار ہو کے اندرون بارگاہ گھسا اور اپنے جی میں کہتا تھا
کہ اب چلکے خداوند لقا سے یہ حال دریافت کروں جو نہیں اسنے اندر قدم رکھا تو وہاں دیکھا کہ واہ واہ ہر واہ واہ وہی
لطف اور فضا ہر کئی سو بارگاہ نشین اوندھے پڑے ہوے اور شمعین انکے چوتڑوں پر جلتے جلتے تھوڑی تھوڑی جو رہ گئیں تھا
تو تمام چربی انکے چوتڑوں پر گر کے جم گئی تھی اکثروں کی چوتڑوں کے بال جلکے گوشت کے جلنے سے چراہند اور
بدبو پھیلی ہوئی ہو مگر کچھ انکو خبر نہیں جیسے پڑے تھے ویسے ہی پڑے ہیں اور ایک طرف چار سو پانچسو عجیب الخلقت
گر آدھے منہ کالے آدھے منہ سفید زرد نیلے بھورے زنگاری گلابی ہرمزی غرض بوقلموں صورتین کسی کی آدھی
ڈاڑھی نہیں ہو کسی کی آدھی مونچھ نہیں ہو کسی کے سر پر سات کسی کے سر پر بارہ چوتیاں ہیں کسی کی مونچھ ڈاڑھی
بھوین پلکین سر کے بال سب منڈے ہوے ہیں ایک طرف دیکھا کہ چار سو ساڑھے چار سو حبشیوں خاکروبوں سائیسوں
شتربانوں فیلبانوں میں عجب طرح سے چپت چل رہی ہو یاقوت شاہ کی یہ رنگ محفل خداوندی دیکھکر عقل دنگ ہو گئی
اور اپنے ہاتھوں سے منہ اپنا پیٹ لیا اور کہتا تھا کہ آج بیشک قہر خداوندی یہاں نازل ہوا ہو ورنہ کوئی بات سوا اسکے
سمجھ میں نہیں آتی یہ ماجرا کچھ میں نہیں آتا کہ کیا ہو اب حجاب قدرت اٹھا کے خداوند کے پاس جاؤں تو یہ حال اور
اور یہ راز سربستہ قدرت خداوند کا منکشف ہو اور میرے دل کی طمانیت ہو غرض یہ کہ کے یاقوت شاہ نے جونہیں
حجاب قدرت اٹھایا تو دیکھا کہ میں تخت خداوندی پر ایک فقیر قلندر ریچھ والا گدڑی اپنے ہاتھ میں پکڑے ایک ریچھ
نچا رہا ہو یاقوت شاہ کی ایک آتش غضب کانون سینہ میں مشتعل ہوئی اور دود بد دماغی اسکے دماغ جان سے اٹھا
مارے غصے کی ضبط نہ ہو سکا اور یاقوت شاہ نے بکمال غیظ وطیش جھنجلا کے بڑے زور سے ایک کوڑا اس ریچھ
والے قلندر کی پیٹھ پر کہ درحقیقت وہ لقاے مشرک خدا ہی مارا اور ضرب تازیانہ سے تمام پیٹھ اسکی شق ہو گئی اور
بیساختہ تڑپ کر اسنے آنکھ کھول دی اور بیہوشی جو اتر گئی تو اسنے اپنے منہ اور اپنی صورت کا تو خیال بھی کچھ کیا نہیں
صدمے یاقوت شاہ کو تازیانہ مارتے دیکھکر پکارا کہ اے یاقوت شاہ جبرئیل درگاہ بندہ خاص یہ حرکت تو کیا کرتا ہی
ابھی میں تجھے دوزخ بادیہ میں ڈال دونگا ہم خداوند باختر یاقوت شاہ نے اسپر بھی نہ پہچانا کہ یہ لقا ہے خدا کچھ ہو
بہ ملال غیظ وغضب سے دوسرا کوڑا مار کے کہا کہ او بدذات تو کیا کہتا ہو اور دوسرے ہمسری خداوندی لقا کرتا ہو ایک
تازیانے کی چوٹ سے لقا تلملا کے یہ کہتا ہوا ایک سمت کو بھاگا کہ ہاں ہاں اے مقرب درگاہ میں یہ تقدیر شکوہ
مین نے شراب پی کے عالم مستی میں کی ہوگی مجھے یاد نہیں حالا تقدیر کردیم کہ تم لقا سے بے لقا رانده درگاہ خدا
زمرد شاہ مردود باختری یاقوت شاہ تو میرا فرزند قدرت ہو اب سے مجھے تازیانہ نہ مار اور خبردار اپنے

خداوند حقیقی کے سامنے ایسی بے ادبی نہ کرتا اور جسوقت کوڑا لگا کے لقا تڑپ کر بھاگا تو وہ گھنگرو جو عمرو نے لقا کی ڈاڑھی کے
ایک بال مین باندھ دیے تھے اور ایک بال مین ذرا سا پرچہ کاغذ نصیحت نامہ کا اس گھنگرو کے بجتے اور آواز سے لقا نے اپنے
منھ پر جو ہاتھ پھیر کر دیکھا کہ یہ گھنگرو میری ڈاڑھی مین کیسا بندھا ہی تو کوئی بال ڈاڑھی کا سوائے اُن دونون بالون کے لقا کے
ہاتھ مین نہ آیا پھر لقا نے اُن دونون کو بھی توڑ لیا گھنگرو توڑ کے پھینک دیے مگر اُس رقعہ کو جو دیکھا تو اسمین لکھا تھا کہ این کار عمرو ست
اُدھر یاقوت شاہ کو بھی لقا کی آواز سے معلوم ہوا کہ یہ خداوند لقا ہی اُسمین لقا نے کہا کہ اے یاقوت شاہ یہ تمام رسوائی اور ذلت
و خرابی وہ دزد باریک گردن لک لک پا ساربان زادہ عمرو عیار کر گیا تقدیر کردیم کہ جلد اُسے گرفتار کرو اور میرے سامنے لاؤ مین
اُسے دوزخ باد مین ڈال دونگا بس حسب الحکم لقا کے یاقوت شاہ نے لوگون کو تاکید روانہ کیا کہ جلد گردمرد کو پکڑ کے لاؤ یہان
وہ وقت ہی کہ شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار مہتر گردمرد کے گھر مین بیٹھے دعوت کھا رہے ہین اور مہتر گردمرد خدمتگاری
اور کاروبار مین سرگرم ہی اور خوردوک عمرو کے پاس بیٹھا باتین کر رہا ہی کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے آ کے گردمرد سے کہا کہ خداوند
تمھارے نے یاد کیا ہی گردمرد نے کہا اچھا جاؤنگا اس مین عمرو نے کہا کہ اے مہتر گردمرد دیکھو تجھے تھے ایک عیاری کر کے
پچاس ہزار اشرفی لین اور چلے گئے تمکو مطلق کچھ ثابت نہ ہوا کہ تو وہ لعل بھی تھے کسی ظرف مین پانی کے ڈال دیا تھا
یا یقین رکھا ہی وہ لعل مصری کا بنا ہوا تھا گردمرد نے گھبرا کے اُن بادیے مین پانی بھر کے اُس لعل کو ڈال دیا تھا اور
اس انتظار مین تھا کہ بعد تین روز کے اس لعل کو نکال کر دیکھونگا لا کے جو دیکھا تو وہ پانی بادیے کا تمام گدلا سرخ
رنگ ہو گیا تھا اس مین ہاتھ ڈال کے لعل کو دیکھا تو کہین ذرا سا ریزہ بھی اسکا نہین تمام گھل گیا ارم زاد بخشی نے ذرا سا وہ
پانی لیکر جو چکھا تو کہنے لگا واہ واہ اے بھائی گردمرد ذرا چکھ لو مزا لگ کے اسے پیو تو دیکھو کیا خوب شربت ہی بس گردمرد کی رنگت
سفید ہو گئی ہوش حواس بجا نہ تھے دو گھڑی کامل اس صدمے مین منھ سے گردمرد کے بات نہین نکلی تھی عمرو نے کہا کہ
اے گردمرد استغفار مجھے پچاس ہزار اشرفی کی محتاجی اور طمع نہین ہی اپنے پچاسون توڑے زر سرخ کے مجھسے پھیر لو
مین تو فقط تمھین اپنی عیاری کا معتقد کرنے کو اور اپنی استادی اور دستکاری دکھلانے کو وہ لعل دے گیا تھا گردمرد اور
ارم زاد بخشی نے باہم چشمک زنی اور اشارہ کر کے کہ کوئی ایسی عیاری کیجیے اور ایسی بات نکالیے کہ اسوقت تو عمرو جہان سے
یہان مہمان ہی پکڑنا مناسب نہین جب یہان سے نکل کے تھوڑی دور پہونچے تو اسے پکڑ دیجیے اور اسکی زنبیل چھین لیجیے
غرض یہ کہ دونون عیارون نے عمرو سے کہا یا شاہ عیاران عیار صدقے کی تھین وہ پچاس ہزار اشرفیان اُسکی بھی
کچھ اصل و حقیقت ہی مگر واہ کیا کہنا آپ کا کیا خوب عیاری اور دستکاری آپ کی ہی ہم معقول ہوئے ایک بات ہم آپ سے
پوچھین اگر ہم کو بتلا دیجیے تو ہم کمال ممنون اور مشکور ہون عمرو نے کہا وہ کیا بات ہی پوچھو مین تمکو ابھی بتلا دونگا تمسے
ہرگز نہ چھپاؤنگا مہتر گردمرد ارم زاد بخشی نے پوچھا خواجہ سلامت بھلا آپ شکل تبدیل اگر عیاری سے رنگ روغن سے
جلدی مین نہین کر سکتے تو معجزہ زنبیل سے لیکے وہ صورت بنا لیتے ہین یا ہفت اقلیم کا مال اسباب خزانہ جو شی چاہتے
ہین وہ آپ زنبیل مین بھر لیتے ہین اور کسی کو اسکا پتہ نشان کچھ نہین ملتا اور گلیم معجزے کی ہی آپ اُسے اوڑھ کر غائب ہو جاتے
ہین یا جال الیاسی دستگیر خضر علیہ السلام یا خنجر دانیال کی یا کمند آصف یا صفا وغیرہ وغیرہ یہ سب چیزین
تو پیغمبرون اور آپ کے بزرگون کا تبرکات ہین انکے اُنکی باعث سے آپ کے ہزارون کام نکلتے ہین وہ سب آپ کی
زنبیل مین بھری رہتی ہین مگر یہ فرمائیے کہ آپ جو ہزارون فرسنگون آن واحد مین پہونچ جاتے ہین مثلاً یہان سے
تا ہفت میل جبل القمر کہ بارہ ہزار فرسنگ نہایت خطب راستہ ہی اسے آپ سات روز یا چھ روز مین طی کر کے یہان
تشریف لائے اتنی جلد روی کا کیا باعث ہی اتنا جلد آپ کیونکر چلتے ہین یہ ہمکو بتلا دیجیے کہ ہماری تسلی ہو جائے

عمرو نے کہا کہ اے معتبر گرو مرد اور اے ارم زاد حبشی اسکا حال مین لکھے کیا کہون جسوقت کہ مین مزار بابا آدم صفی اللہ
علی نبینا کے وارد ہوا تھا تو جہان مین نے منڈھی حضرت دانیال کی اور بیڑ نبیل اور جال الیاسی اور کنڈا صفاسے بصفا
وغیرہ تبرکات وہان سے پایا اسی طرح سے اثنائے راہ مین ایک پہاڑ پر مین نے ایک گدھا دیکھا کہ تمام سر سے پاؤن تک مکلل
بزر مغرق بجواہر جسم نہایت خوبصورت اسکا تھا اور ایک ایک بال اسکا جگمگ وہ صدکان جواہر معلوم ہوتا تھا مین نے جو دریافت
کیا تو وہ جو تھے سنا ہو کہ خر عیسے سو دی گدھا حضرت عیسے کا تھا تب مین نے کچھ تمام دو بال اس گدھے کے توڑ لیے ہین
یہ ساری کرامات اور جلد روی اور دوندگی مجھ مین انھین بالون کی بدولت اور انھین کی برکت سے ہے جسوقت مین کہین جاتا ہون
تو اس مین سے ایک بال اپنے تاج عیاری پر رکھ لیتا ہون ہزار ہزار فرسنگ آن واحد مین پہونچ جاتا ہون اور مطلق کسل
راہ مجھے نہین معلوم ہوتا ہے معتبر گرو مرد اور ارم زاد حبشی نے جو یہ حال بالون کی کرامات کا سنا تو بہت خوش ہوکے آپس مین
مشورہ کرنے لگے کہ اگر وہ دونون بال کسی گھات کسی فریب سے ہاتھ آجائین تو کیا خوب بات ہے اور یہ مشورہ کرکے معتبر گرو مرد نے
عمرو سے دست بستہ ہوکر کہا کہ یا شاہ عیاران عیار ہر چند کہ ہم خوب جانتے ہین کہ یہ استدعا اور عرض ہماری آپ منظور اور قبول نہ
کرینگے مگر ہم پیش خود یہ تجویز کرکے مصرع چہ نسبت خاک را با عالم پاک نہ ہمکو آپ سے کچھ مناسبت نہین اور آپ کو سب طرح کی
طاقت اور سب طرحکا مقدور دیکھیے کیسے تبرکات آپ کے پاس ہین دوڑنے اور تیز رفتاری کی کچھ آپکی احتیاج نہین اگر جادوگر
ہفت اقلیم جمع ہوکے آپ کو محاصرہ کرین اور چار طرف سے راہین مسدود ہون تو آپ منڈھی دانیال کی نکال کے اسی مقام پر
مقیم ہو جائین اور دم بھر مین سب ساحرون کو مار کر جدھر چاہین ادھر آپ نکل جائین اگر گڑوڑا می آمادہ قتل آپکے دشمنون
کے ہون تو آپ کو بھاگنے کی حاجت نہین ہے آپ گلیم عیاری اوڑھ کے جس طرح چاہین ہنستے قہقہے مارتے بالطینان خاطر
تشریف لیے چلے جائین اور کوئی آپ کو نہ دیکھے نہ سدراہ ہوسکے علی ہذا القیاس ایسے ایسے تبرکات کی چیزین آپکے پاس
بہت سی ہین کچھ آپ کو کہین بھاگنا نہین پڑتا اپنی خوشی سے یون چاہین آپ جلد چلین چاہین آپ آہستہ چلین یہ کچھ ضرور
نہین کہ آپ مور کی طرح سے اڑ جائین اور اس مین آپ ذریعہ اور وسیلہ کسی تبرکات اور مجرب کا ڈھونڈھین سوا اسکے آپ
کی چال بھی وہ ہے کہ ہم سب سر پٹک کے رہ جائین تو آپ کے توقف مین دوڑ کر آپ کے قدمون کی خاک کو نہ دیکھ سکین اور کہین
آپ کو نہ چھو سکین لہذا امیدوار ہین کہ وہ پچاس ہزار اشرفیان جو آپ لعل مصری کا بھجوا سے لیکے تھے وہ بخشش خاطر
آپ پر تصدق کین اب سردست اور تو حاضر نہین لیکن چالیس ہزار اشرفی اور آپ کی نذر اور تواضع کرتے ہین وہ دونون بال جو
خر عیسی کی آپ لائے ہین وہ ہمکو عنایت کیجیے کس لیے کہ ہمکو دوا دوش رات دن رہتی ہے تمام عمر آپ کے ممنون اور مشکور رہینگے
عمرو نے کہا کہ سبحان اللہ اے معتبر گرو مرد یہ آپ عیاری اور اپنی استادی اسوقت کہاتے ہین بھلا سنو تو بساط کا ثبات عیاری
تو دو تاری سے ہے اور وہ دونون بال دم خر عیسی کے تبرکا اور تیمنا میرے پاس ہین اگر مین نے وہ دونون بال چالیس ہزار اشرفی
کے طمع دینا کہ تم عیاری کرکے چالیس تھیلیان زر سرخ کی طرح مجھے دیتے ہو تمکو حوالہ کر دون تو مجھ سے لیتا غیر ممکن ہے مین یعنا
بھر مین جہان ہزار دوادوش ہو بچون وہان تم آن واحد مین پہونچ کے مجھے گھیر لو تو آیندہ جنگ دو سردار واللہ اعلم بالصواب
کون جیتے کون ہارے تو اس مقدمہ مین تم دونون صاحب مجھے معذور رکھو اور کوئی چیز ہوتی تو مین بخدا ابھی تمکو دیتا اور
بال تم لیکے کیا کروگے تم تو آپ ایسے جلد رفتار اور تیز رو ہو کہ مین نے ہزارون لاکھون پیک اور عیارون کو دیکھا کسی کو ایسا
جلد چلنے والا نہین پایا معتبر گرو مرد نے کہا یا شاہ عیاران عیار توبہ استغفار ہماری کیا مجال جو ہم آپ سے عیاری کرسکے
کتے ہون یا آپ سے فریب یا دغا کا ارادہ رکھتے ہون اور طمع دیتے کیسا وہ چالیس تھیلیان زر سرخ کی تو حاضر ہین لیجیے
اور یہ کہکے جھٹ پٹ ایک کوٹھری مین ایک صندوق رکھا تھا اسکا قفل کھولکر چالیس توڑے اشرفیون کے

نکال کے عمرو کے آگے رکھ دیئے اور ہر ایک توڑے کا منھ کھول کے اشرفیاں دکھلائیں عمرو نے کہا خیر ای معتر گردمرد یہی ٹھیک راہ
بڑی بہر راہ اچھو کے عیاری نہیں کرتے اور تمھارے قول و فعل کا خدا حافظ اور وہ دونوں بال موجود ہیں مگر خبردار زینہار کوئی وجہ
اور کوئی حیلہ مجھے نہ کرنا یہ کہہ کے دو بال لقا کی ڈاڑھی کے زنبیل سے نکال کے معتر گردمرد اور ارم زاد بخشی کو حوالہ کر دیئے
اور وہ چالیس توڑے اشرفیوں کے معتر گردمرد اور ارم زاد بخشی کے سامنے سے بغیر وہ زمین اٹھا کے زنبیل میں رکھ لیئے معتر گردمرد
اور ارم زاد بخشی بالوں کو دیکھ کر محو حیرت سکتے کی صورت رہ گئے اور فرط شادی سے پیراہن میں پھولے نہیں سماتے تھے اور دونوں
آپس میں اشارہ کرتے تھے کہ چالیس ہزار اشرفی کی کیا حقیقت ہے اگر اسوقت عمرو زیادہ حجت اور طمع کرتا تو ہم سب اسباب نقد و
جنس اپنے گھر کا بیچ کر کے جہاں تک ہو سکتا عمرو کو دیتے اور یہ دونوں بال لے لیتے اسوقت اپنا ہم گھر بیچ ڈالتے بلا سے
جب یہ یہاں سے پچاس کوس آگے سمت شہر سنجان پہونچیگا اسوقت ہم بھی بال ایک ایک اپنے سروں پر باندھ کے دم بھر
میں وہاں جا پہونچینگے اور یہ ایک ہوگا ہم تم دو ہونگے چار طرف سے اسکو محاصرہ کر کے بلا بازی گرفتار کر لینگے اور ساری
کرامات اور بساط کائنات اور ہفت اقلیم کی دولت اور تمام عمر کی کمائی زنبیل میں ہے اسکی زنبیل چھین لینگے پھر یہ بیدست
و پا ہو جائیگا غرض معتر گردمرد اور ارم زاد بخشی تو اس خوشی میں تھے کہ ناگاہ عمرو اپنی گٹھری گٹھری باندھ کر اٹھ کھڑا کہنے لگا خدا
حافظ ای معتر گردمرد اور ارم زاد بخشی اب ہم رخصت ہوتے ہیں کس لیئے کہ ابھی ہمیں جا کر شہر سنجان میں شاہزادہ بدیع الزمان
کی خبر لانا ہے اور چالیس دن کے درمیان میں ملک بہ ملک میں پہونچ جانا ہے معتر گردمرد اور ارم زاد بخشی نے کہا بہت بہتر
اگر یہی چاہیے تو فقط مراجعت شہر سنجان سے پہلے بھی ملاقات کرتے جانا عمرو نے کہا بشرط زندگی و فرصت یہ کہکے عمرو
رخصت ہوا اتنی دیر میں دو چوبدار دوڑتے ہوئے اور آئے اور معتر گردمرد سے نہایت تاکید سے کہا کہ جبریل
درگاہ یاقوت شاہ تمکو یاد کر رہے ہیں اور تم ابھی تک حاضر نہیں ہوئے جلد چلو معتر گرد و ارم زاد بخشی نے کہا کہ صاحب
حاضر ہوتے ہیں ایسا کونسا کام ضروری در پیش ہے جسکے واسطے یہ تہتک اور تاکید تم کرتے ہوئے آئے ہو بارے کپڑے
پہنے اور وہ دونوں بال ایک تو معتر گردمرد نے اور ایک ارم زاد بخشی نے اپنے تاج عیاری میں رکھ لیا اور خوشی خوشی چوبداروں
کے ساتھ بڑی تمکنت اور غرور سے چلے یہاں یاقوت شاہ جبریل درگاہ لقا کو ہاتھ میں پکڑے غصے میں بھرا
ہوا چوبدار بھیجتا جاتا ہے کہ جلد معتر گردمرد اور ارم زاد بخشی کو لاؤ اس عرصہ میں یہ دونوں یعنی معتر گردمراد اور ارم
زاد بخشی پہونچے یاقوت شاہ کو سلام کیا یاقوت شاہ نے کہا کہ ای طاؤس جسم میں تھا تجھے اسدرجہ غفلت اور
بیخبری ہے اور یہ شانت تیرے مزاج میں سما گئی ہو کہ میں بیر بیرے گھڑا اور پچاس چوبدار تیرے بلانے کو بھیج چکا ہوں
اور تو نہیں آتا عمرو عیار حمزہ کا میاں کیا غضب کی عیاری کر گیا ہے معتر گردمرد و ارم زاد بخشی نے ابھی یہ کلام یاقوت شاہ
کی زبان سے پورا نہیں نکلنے پایا تھا تمام تھا کہ آگے بڑھ کے بڑے غرور اور بانکپن سے وہ بال دکھلا کے کہا کہ آپ
جبریل قدرت خداوند زادے ہیں جو چاہیں سو فرمائیں عمرو کیا عیاری ہمارے سامنے کر کے چلا جائیگا اور ہم
اس سے کیا غافل ہیں یہ دیکھیے ساری بساط کائنات سمیٹ پونجی جو کرامات عمرو کی تھی وہ تو ہمنے اس سے
چھین لی کہ انھیں بالوں کے زور و طاقت پر وہ بہت کودتا پھرتا تھا اب وہ بیچارہ کہاں جائیگا یاقوت شاہ نے
جو ان بالوں کو دیکھا تو پہچانا کہ یہ لقا کی ڈاڑھی کے بال ہیں زیادہ جھنجھلایا اور بکمال غیظ و غضب دوڑ کر ایک
ایک کھلا معتر گردمرد اور ارم زاد بخشی کے مار کر کہا کہ او بد ذات حرامزادو یہ بال تو خداوند لقا کی ڈاڑھی کے
ہیں عمرو کیا کیا بے ادبیاں اور کیسی کیسی گستاخیاں کر کے خداوند کی ڈاڑھی مونڈھ لے گیا ہے اور تم یہ بال فخریہ
ہمکو دکھلانے کو یہاں لائے ہو بس یہ حال سنتے معتر گردمرد اور ارم زاد بخشی دونوں کا رنگ زرد ہو گیا

اور منھ پر مردنی جان سی چھا گئیں کلیجا پکڑ کے بیٹھ گئے یاقوت شاہ نے پھر تازیانہ اٹھا کے کہا او حرامزادو
اب تم ذلیل لائے ہو لب تو جلد جاؤ اور گمسرو جہان نے تلاش کرکے لے آؤ ورنہ قہر خداوندی میں مبتلا
ہو گے اور ابدالآباد تک دوزخ ہاویہ میں پڑے سڑا کرو گے آخرکار ناچار ہو کے جہتر گرد مرد اور ارم زاد
بخشی دونوں عیز تلاش شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار جاتے ہیں اسکے آگے دیکھیے کیا ہوتا ہیں تو ...

جنبک شمہ داستان فرحت بیان شاہزادہ عالی شان بدیع الزمان گرد لشکر شکن اور حالات ملکہ گوہر ملک اور مو خرفات گنجاب علیہ اللعن والعذاب سے بیان کیا جاتا ہے

کہ جسوقت گنجاب بن تجور بن ملک حرمان دیوکش نے ہلیل دراز ترکیب کو واسطے محاصرہ اور سدباب
کوہ نے دڑہ خونریز کے ہمسر شاہزادہ بدیع الزمان گرد لشکر شکن بھیجا اور آپ مع لشکر بیکران اور افواج
بے پایان سمت چار باغ بہ تہیہ گرفتاری ملکہ گوہر ملک سوار ہو کے چلا اثنائے راہ میں خبر آئی ہرمز بن نوشیروان
اور فرامرز بن نوشیروان اور اپنے بیٹوں کی جوستی تو پلٹ کر برائے استقبال ہرمز اور فرامرز سمت دریائے زخار
روانہ ہوا یہاں چار باغ ملک حرمان دیوکش میں ملکہ گوہر ملک کو جو یہ خبر ہوئی کہ گنجاب مع تمام سرداران اور
سپہ سالاران اور افسران فوج اور سوار و پیادوں وغیرہ کے اپنے لشکر و سپاہ کو ہمراہ لے کے پہلے تو میری
گرفتاری کو اس طرف آتا تھا اب اسکے شاید کچھ سردار اور بھائی میرے ملک پر بڑے آتے ہیں انکے لینے کو سمت
دریائے زخار گیا ہے اور تمام شہر خالی ہے ملکہ گوہر ملک نے ازراہ اولوالعزمی پیش خود تجویز کیا کہ میں نے بزبانی
اکثر اکابرین اور معتبرین سنا ہے کہ ملکہ گروہ بانوئے جوان شاہزادہ بدیع الزمان کی ہیں اکثر اوقات نقاب
منھ پر ڈال کے گھوڑا سوار اور پیادوں میں کار رستمانہ اور دلیرانہ کیے ہیں پس میں بھی تو بہو انکی اور ناموس
انکے بیٹے شاہزادہ رستم صولت کی ہوں جس نے یکہ و تنہا ملک سنجان میں فروج کرکے ستائیس شخص
لشکر گنجاب پر مارے اور بجان واحد لکھوکھا کفار میں کیسے کیسے کار نمایاں کرکے نکل گیا ہے ایسا وقت
اور موقع بھی پھر کہاں ملیگا کہ فرقہ سپاہ میں سے کوئی متنفس شہر سنجان میں نہیں ہے مضمون اس حدیث
شریف کے کہ السعی منی والاتمام من اللہ میں چلکے شہر سنجان میں اپنا عمل دخل کروں غرض
یہ تجویز کرکے مشورہ وشراکت فضل بن گیاہور خون آشام وغیرہ ترک جوشن پوش اور قاتل
زنگی کو تو چار باغ کی محافظت کے واسطے وہیں تعین کیا اور آپ مع فضل بن گیاہور خون آشام
وغیرہ جان نثاران شاہزادہ عالی مقدار اور چالیس ہزار دلیران عرصہ کارزار اول شام
چار باغ سے سوار ہوئی اور صبح ہوتے ہوتے دروازہ شہر سنجان پر پہونچی یہاں تک کہ دروازہ
شہر پناہ کا وہی کھلا تھا کہ ملکۂ عالم مع رفقائے شاہزادہ عالی شان اور سواران جانفشان بسم اللہ
کہکے اندرون شہر داخل ہوئی اور جو وہاں ہزار دو ہزار سوار پیادے متعین تھے جسوقت کہ وہ کچھ
تعرض کرنے لگے اسنے پہلے انھیں سب کو تہ تیغ بیدریغ کرکے خاک و خون میں ملا دیا بعد اسکے شہر سنجان میں
تلواریں کھینچ کھینچ کر سب گرے اور آمادہ کفار کشی ہو کر قتل عام کرنے لگے یہاں تک کہ کافروں
کو جا امن کی نہیں ملتی تھی کہ اپنے تئیں بچائیں غرضکہ کئی ہزار کافروں کو جہنم واصل کرکے
لاش پہ لاش دھڑ پہ دھڑ سر پر سر ڈھیر کردہ گراتے جاتے تھے اور چار طرف آواز الامان الامان کی بلند ہوئی اصل

علاقہ شاہزادہ عالم سے رکھتا ہو اور بجان و دل دعوی محبوبیت کا لندھور کو شاہزادہ بدیع الزمان سے ہو تو جنس کی بیٹی یعنی ملکہ گوہر ملک
سے کہنے لگی کہ واری اس شاہزادہ بدیع الزمان کو مین نے کسدن اپنے بیٹون سے کم سمجھا تھا اور مین تو ہمیشہ پروانہ اسکی صورت کی
رہی ہون اب جو کچھ کہ مجھسے خدمت و دلسوزی شاہزادہ بدیع الزمان کی ہو سکیگی حتی المقدور مین کوتاہی کبھی نہ کرونگی اور بعد ازین
دا ایمان ابھی مصلحت وقت نہین کہ مین مسلمان ہو جاؤن جب وقت ساعت ہوگا تو مین اعتقاد بدل اور اقرار باللسان کرونگی اور
لا الٰہ الا اللہ کا کلمہ پڑھ کے مشرف باسلام ہو جاؤنگی میری بات مین کبھی فرق نہ پڑیگا غرض یہ کہ اب ان بیٹیون مین بڑی محبت ہے
اور دونون باتفاق منتظر تشریف آوری شاہزادہ آفاق بدیع الزمان کی مین انکو تو اسی طور پر چھوڑتے

اب شمہ حال کنجاب علیہ اللعن سے بیان کیا جاتا ہی

کہ کنجاب جو مع لشکر اور سپاہ چار باغ کی جانب سے مراجعت کر کے سمت دریا بقصد ملاقات اپنے بیٹون کے کہ طلب اور ...
پہونچا تو وہان استقبال ہرمز بن نوشیروان اور فرامرز بن نوشیروان کا کر کے خواجہ کرادالدین ملک بختیارک شوم کا فرزند
سے اور اپنے بیٹون سے ملاقات کی اور وہین لب دریا اپنا خیمہ استادہ کرا کے تیاری دعوت اور جشن شاہانہ مین معروف ہوا سو
طائفے ارباب نشاط کے طلب کیے صحبت ناچ گانے کی ہوئی طاب طبلے پر پڑی آواز ہوشربا ہوش نوشانوش کی سراسیمگی کا
باہمین کی ملک آسمان کو جانے لگی غنچیان سراپا ناز اور مطربان خوش آواز کا جوبن اور ساقیان مہرطلعت اور ماہصورت کے دور کی
دھوم اہل محفل عالم مستی مین کہ رہے تھے قطعہ مین کب سے تھا تیرا اشتیاقی ساقی ؛ مدت مین ہوا ہی تو ملاقی ساقی ؛ جاتا ہے یہ
دور جلد بھر دے پیالہ ؛ شیشے مین جو کچھ رہی ہو باقی ساقی ؛ ناگاہ سامنے سے ایک جوڑی ہرکارے کی گردمین آلودہ پسینے مین غرق
عرق ریز سراسیمہ اور مضطر بحضور کنجاب آکے بعد دعا و ثنا کے پیغمبری پکاری کہ پیغمبر رسل کی عمر دراز ہو ملکہ گوہر ملک پیغمبرزادی
نے مع فضل بن گیا ہور خون آشام چار باغ ملک حرمان دیوکش سے فتح کر کے شہر سنجان مین اپنا عمل دخل کرلیا اور تمام
کوٹھون پر خزانون کے اور جواہرخانے وغیرہ کے چوکی پہرے اپنے بٹھا کے کھڑکھار وہ خزانون سے نکلوا کے اپنی فوج و سپاہ کو تقسیم کر دیا اور
تنخواہ داشت نو ملازمون کی جاری ہی شہرپناہ کے دروازون پر توپین تیل کے کڑھاؤ کڑک کے پیسے بارود کی ہنڈیان چڑھوا دین مین
تو دار و کمانداروغیرہ ہزارون جوان نیلبند دروازے پر فصیلون پر جون پر آمادہ رزم و پیکار بیٹھے ہیں کنجاب نے جو یہ حال خراب اپنے شہر
اور خزانون اور جواہرخانون وغیرہ دولت و مال کا سنا تو اپنے دونون ہاتھون سے سر و سینہ پیٹ کے ڈاڑھی کو نوچ ڈالا اور ہونٹ
اپنے دانتون سے چباتا تھا اور کہتا تھا مصرع دیگر بہ کہ نالیم کہ از ما بہ ماست ؛ ملک بختیارک شوم کا فرزند جو برابر کنجاب کے
بیٹھا تھا اسنے پوچھا کہ ای پیغمبر رسل گوہر ملک کون ہی کنجاب نے کہا کہ میری بیٹی ہی بختیارک بیٹی کا نام سنکے پکارا صلواۃ بر محمد ای
کنجاب مجھے یقین کامل ہوا کہ گوہر ملک شاہزادہ بدیع الزمان پر شیفتہ و فریفتہ عاشق زار ہی جو اسنے ایسی حرکت لغو کی اور ایسا
نالایق کام کیا ای کنجاب اب تم ملک سنجان کی فرمانروائی اور حکمرانی سے ہاتھ دھو بیٹھو یہ سرزمین اب اسلام آباد ہو جائیگی اور یہ ملک
قبضہ اختیار مین بدیع الزمان کے ہو گیا اسلیے کہ ان خدا پرستون کا قدیم الایام سے یہی معمول اور دستور ہی کہ جس اقلیم اور بلاد مین خروج
کرتے ہین تو وہان پہلے ایک داغ حاکم شہر کے دل پر اسطرح کا دیتے ہین کہ اسکی بیٹی یا بہن سے عشق کر کے اسکے ملک اور سلطنت کو اپنے قبضے
مین لاتے ہین اور اس سرزمین کو یک قلم اسلام آباد کر کے آگے قدم رکھتے ہین کنجاب نے بختیارک کی طرف دیکھا کہ ایک عجیب الخلقت مسخرہ
کی صورت زرد رنگ کوتاہ گردن تنگ پیشانی و دراز بینی اور نطفہ شیطانی کی ساری علامتین چہرہ پر عیان گڑہے کے سی آنکھیں گلے مین
طوق لعنتی کا پڑا ہوا ایسے خرخشات اور ہیزلیات لغو پوچ اور لاطائل بیہودہ و خرافات روبرو دکھال رہا ہی وہ برہم ہو کر کہا کہ ای نامعقول
اس گفتگوئے بیہودہ اور فضول سے تجھے کیا حصول بس زیادہ گو مت ہو مصرع سخن تا نپرسند لب بستہ دار ؛ بختیارک نے کنجاب
کو پیچ و تاب کھاتے اپنی گفتگو سے متذکر تھے جو دیکھا تو کہنے لگا کہ ای پیغمبر رسل تو میری باتون سے کچھ اپنے جی مین ہراسان اور فکر مند

حقیقت اور دلیل سنو یہ بات پہلے تیرے گھر مین نئی نہین ہوئی ہے یہ ابتدا تو اس عشق اور عاشقی کی انھین دونون صاحبون کے گھر سے
شروع ہوئی یعنی امیر حمزہ صاحبقران نے ملکہ مہرنگار بیٹی نوشیروان ملک العادل کسریٰ کی اور بیٹا انھین دونو صاحبون کی
عاشق و فریفتہ ہوکے ملک دامن مین اپنا عمل دخل کیا اور نوشیروان بن قباد بن کیقباد بن فریدون ایسے شہنشاہ ذی شان
خواقین سجدہ گاہ ظل اللہ محتشم و محترم فرمانروائے ایران و توران فخر دودمان ساسانیان و کیانیان کہ جسکی بارگاہ مین چہل و چہار کرسی زر
پایہ سونا چاندی کی نشین الخاص مسعود ہو یار سلطنت چوبیس سو پہلوان پائے تخت سوا لاکھ کہ اور کرور سوار حاضر رہتے تھے اسکا تاج
و دیہیم و فوج اقلیم چتر و علم جاہ و حشم خزینہ و دفینہ اہل و عیال مال و منال سب تباہ و برباد کرکے اس درجہ کو پہونچا دیا کہ اولاد تک بھی
دونون مرشد زادے کل آفاق کے ہرمز اور فرامرز آج اس مصیبت سے دربدر خاک بسر ہوکے تیرے ملک مین آئے ہین اور تیرے سامنے
بیٹھے ہین ہرمز بن نوشیروان نے یہ گفتگو بختیارک کی سنکے غصے سے کہا ای نامرد بدذات تو کیا بکتا ہے ہمکو اور رسوا کرتا ہے بختیارک
نے کہا کہ ای ہرمز تاجدار تجھے نہین معلوم کہ پیر خود درماندہ ہے شفاعت کسکی کرے گا گنجاب تو خود اسی درد مین مبتلا ہے یعنی شاہزادہ بدیع الزمان
جو امیر حمزہ صاحبقران کا بیٹا ہے اسنے بخیال اسکے کہ مصرع میراث پدر خواہی علم پدر آموز اپنے باپ کے قدم بقدم اس ملک سنجان
کے اسلام آباد کرنے کا اپنے دل مین مصمم ارادہ کرکے اس ملک مین خروج کیا ہے اور بیٹی گنجاب کی ملکہ گوہر ملک سے رابطہ
دوستی اور اتحاد کا باہم پہونچا کے اسکو اسنے اپنے قابو مین کر لیا اور کلمہ شہادت پڑھوا کے مسلمان کیا اور ملکہ تہ دل و جان سے عاشق
اور فریفتہ شاہزادہ بدیع الزمان کی ہے تو اب وہ ہے شاہزادہ بدیع الزمان کو فرمانروائی اور حکمرانی کا ملک سنجان کی برحق اور
بجا ہے اسمین اب شک و شبہ کوئی نہین یون گنجاب جو چاہین سمجھے لیکن مگر یہ ملک سنجان تمام چند روز مین تہہ تیغ کر اسلام آباد
ہو جائیگا مین اسمین سر مو جھوٹ نہین کہتا سچ کہتا ہون اور میرے کہنے کا اگر کسی کو یقین نہ آئے تو پھر چند روز مین دیکھیگا میرا حق
و باطل کھل جائیگا گنجاب اس گفتگو سے بختیارک کی نہایت رنجیدہ اور کشیدہ خاطر ہوکے اسیوقت وہان سے اٹھ کھڑا ہوا اور سوار
ہوکے مع اپنی فوج و سپاہ کے شہر سنجان کی طرف روانہ ہوا اور قریب شہر سنجان کے آ پہونچا اور چار طرف سے محاصرہ کرکے
آمادہ جنگ ہوا غلغل پڑ گیا ہر طرف غل ہوا کہ ہان آج یہ دن سرفروشی اور جان نثاری کا ہے ای بہادر و خبردار کہ اپنے جی مین خطرہ
پاس ہے ہراس نہ لاؤ بیخوف و خطر برج و فصیلون پر سے ناوک اندازی کرو اور گولے توپکے مارو یہ سب کفار نابکار دلیران واحد مین
پسپا ہوکے فراری ہو جاوین گے چنانچہ جب اسطرف سے لشکر گنجاب کے سوار و پیادے حملہ کرکے قصد کرتے تھے کہ خندق کو طے کرکے زیر دیوار
شہر پناہ پہونچین اور سیڑھیان لگا کے فصیلون پر چڑھ جاوین اور اسطرف اتر کر دروازہ شہر پناہ کا کھولدین اور جو
بجانے قفل پڑ گیا اور خون آشام اور پے گولہ اندازون اور تفنگ اندازون اور کمانداروں نے اس درجہ بارش تیر اور گولی کی
اور بچھرون کی افواج کفار پر کی کہ کوس کوس دو دو کوس تک فوج گنجاب کی پسپا ہوکے جہان تہان درختون ٹیلون و ٹیکرون کی
آڑ لیکے لڑتی تھی اور کسی کا حوصلہ ایک قدم آگے بڑھانے کا نہین پڑتا تھا ہزارون کفار و پیادے مارے گئے اور مثل بچھڑون اور گھوڑون
کی جھجھری ہوکے مثل زاغ و زغن کے بروے ہوا پرواز کنان جہنم واصل ہوتے جاتے تھے القصہ چار روز صبح سے تا شام فوج کفار
تیرہ انجام نے سو طرح کی سعی اور کوشش کی مگر کچھ فائدہ نہ دیکھا آخرکار پانچوین روز گنجاب نے اپنے لشکر کو اس حرب و
پیکار سے مخالفت کرکے کہا کہ تا دو تین روز مین نہ لڑون اب تم قصد یورش اور تہیہ جنگ نہ کرو اور یہ حکم دے کے اپنی بارگاہ
مین نہایت مغموم اور ملول ہو کر بیٹھ گیا اور متفکر بیٹھا یہ سوچ رہا تھا کہ کون سی تدبیر اور کیا راہ نکالون جو پھر اپنے شہر اور ملک و مال
پر قابض ہون ناگاہ سامنے سے ایک عیار گرد و غبار مین آلودہ اندرون بارگاہ کے نمودار ہوا اور مجرا گاہ پر سے گنجاب کو
مجرا کرکے بعد دعا و ثنا کے کہا کہ پیغمبری ورمن کی زمین مکہ سے قاہر بن قہرمان بھی پیغمبر مع دل القا کا ایک لاکھ بیس ہزار سوار
آپ کی ملاقات اور اعانت اور نصرت کو آتا ہے گنجاب نے جو یہ حال سنا تو اپنے دل مین سوچا کہ قہرمان عجم بھی پیغمبر مارمل خدا ہے

ہم مرتبہ میرا ہوا اور یہ قاہر جیسا اُسکا ستون بارگاہ لقا بھی اُن کی تعظیم و تکریم کے ہر پس یہ سوچ کر گنجاب اپنی بارگاہ سے نکل کے سوار ہوا اور
چند قدم قاہر بن قہرمان عجمی کا استقبال کر کے با عزاز و اکرام تمام اُسے اپنی بارگاہ میں لایا اور برابر اپنے تخت کے کرسی بٹھا کے اور
ساقی کو اشارہ کیا حسب الایماء گنجاب ساقی نے تین جام شراب کے لبریز کر کے قاہر بن قہرمان عجمی کو دیے اور اُسنے وہ جام پے در پے پیے
یہ جیکو دماغ اُسکا بادہ ناب سے گرم ہوا اور سرور آنکھوں میں ہوچا تب گنجاب نے اظہار تمنا کا حال خراب ہوا اور بالتفصیل صورت عجمیہ
ملکہ گوہر ملک اور فضل بن گیا ہور خون آشام کا آکے قلعہ و شہر میں عمل و دخل کرنے کا درپردہ قاہر بن قہرمان عجمی سے بیان کیا قاہر بن
قہرمان عجمی نے بجواب اس سرگذشت گنجاب سے کہا کہ بالفعل پیر پل تھا اب میرے نزدیک صلاح یہی ہے کہ آپ پہلے نام طبل جنگ بجوا دیں میں کل مجلکو
تاخت کر کے آن واحد میں تیرا عمل اور دخل قلعہ اور شہر میں کرا دونگا گنجاب نے کہا اس سے بہتر ابھی اور بہت کیا ہو کہ ہمارے لشکر میں طبل
جنگ بجے چنانچہ حسب الحکم گنجاب لشکر کفار میں طبل جنگ بجا اور یہ خبر قاہر بن قہرمان عجمی کے آنے اور طبل جنگ بجوانے کی وہاں ملکہ گوہر
ملک اور فضل بن گیا ہور خون آشام نے جو سنی تو فضل بن گیا ہور نے کہا اے ملکہ عالم قلعہ بند ہو کے رہنے میں نامردی ہے صبح کو جلکر
قاہر بن قہرمان عجمی سے میں سر میدان لشکر مقابلہ کرونگا اور بعد میرے مقتول ہو جانے کے آپ کا خدا نگہبان ہے یہ کہکے اپنی فوج و سپاہ کو حکم دیا
کہ کل صبح کو قاہر بن قہرمان عجمی مثنیٰ قلعہ گیری آئیگا تو شرافت اور حق نمک گذاری سے غافل نہ رہنا اور سر فروشی اور جان نثاری کر کے سرخرو
دارین ہونا غرض یہاں بھی بڑی جاگ اور چہل پہل تمام لشکر میں رہی اور ہوشیاری اور خبرداری شب کو رہی دوسرے روز صبح کو قاہر بن قہرمان
عجمی مسلح اور مکمل ہو کے ہمراہ گنجاب سوار ہوا اور روبروے دروازہ قلعہ تنہا اپنی فوج و سپاہ سے پرے جا کے گنجاب سے بولا کہ یا شیر پل اب
آپ اپنا لشکر اسی جا پر قایم کر کے تماشا دیکھیے کہ میں یکہ و تنہا اس قلعہ کو جا کے فتح کیے لیتا ہوں اور جسوقت میں اس دروازہ قلعہ کو توڑ کے اندر
شہر کے داخل ہوں آپ بھی مع اپنے لشکر کے تعاقب میں میرے شمشیر زنی کرتے چلے آئیگا یہ کہکے قاہر بن قہرمان عجمی ایک گرز گران ہاتھ
میں لیے مسلح اور مکمل اپنے گھوڑے کو مہمیز کر کے روبروے دروازہ قلعہ چلا اور وہاں فیلسند دروازے پر سے فضل بن گیا ہور خون آشام نے
جو قاہر بن قہرمان عجمی کو تنہا بہ نیت قلعہ گیری آتے دیکھا جھٹ پٹ اپنے سپاہیوں کو ہمراہ لیے وہاں سے اُتر کے دروازہ قلعہ کو کھلوایا
اور مع اپنی فوج و سپاہ کے باہر نکلکر آمادۂ رزم و پیکار ہوا اور پہر بھر کامل ایسی شمشیر زنی کی کہ ایک لاکھ تیس ہزار سوار و پیادگان قاہر بن
قہرمان عجمی کو درہم اور برہم کر کے ہزاروں کفار کو جہنم اسفل السافلین پہونچایا اور تلاطم ڈال دیا تھا آخر کار قاہر بن قہرمان عجمی کی
نہایت زبردست اور آفت روزگار ہر فضل بن گیا ہور اُس سے جنگ رستمانہ کر کے زخمی ہو گیا اور تا غروب آفتاب ساتوں بھائی فضل
کے قاہر کے ہاتھ سے زخمی ہو گئے تھے مگر فضل اُسی حالت زخمداری میں دلیرانہ آمادہ حرب و ضرب تھا جبکہ وقت شام کا ہو گیا اسوقت
قاہر بن قہرمان عجمی نے بہ آواز بلند کہا کہ اے فضل رات کو غنیمت سمجھ کے جا میں تجھے کچھ تعرض نہیں کرتا مگر کل میں اس قلعہ کو فتح کرونگا
تیرے حق میں بہتر یہی ہے کہ تو تمکو ارادہ روشنی سرکار گنجاب کا ہے ملکہ گوہر ملک اور اس قلعہ اور شہر کو حوالہ گنجاب کے کردے جو منصب سپہسالاری کا
تیرے باپ گیا ہور خون آشام کا تھا وہی منصب میں تجھے شیر پل سے دلوا دونگا اور جو عزت اور توقیر تیری ہوگی وہ اور کسی کی نصیب
نہ ہوگی ورنہ تو جان کر کل اگر میری نصیحت اور کہنے پر تو نے عمل نہ کیا تو بعذاب الیم مبتلا ہو کر مارا جائیگا غرض یہ کہکے قہرمان عجمی لب
آسائش بجواکے پھر گیا اور یہاں فضل بن گیا ہور اپنے ساتوں بھائیوں کو اور تمام فوج کو ہمراہ لیے قلعہ میں کے داخل ہوا اور قلعہ بند
ہو کے اپنے علاج اور بھائیوں کے زخموں کی بخیہ اور مرہم پٹی میں مصروف ہوا دوسرے دن قاہر بن قہرمان عجمی مع گنجاب سوار ہو کے روبروے قلعہ
آیا اور اپنے ہمراہیوں کی زبانی فضل بن گیا ہور خون آشام سے کہلا بھیجا کہ اے فضل ابھی خیر ہو کچھ بات بگڑی نہیں ہے میرے
کہنے پر عمل کر اور ملکہ گوہر ملک کو عماری میں سوار کرا کے شیر پل کے پاس پہونچا دے کس لیے کہ ملکہ شکیر ہو یا قوت شاہ جو عمل
درگاہ خداوند زادے کی اور سر خداوند لقا کی ہے اور سو اس کے ہم اور تو دونوں ایک ترکش کے تیر ہیں پھر تیرا قصور گنجاب سے
معاف کرا دینگے اور وہی منصب سپہسالاری کا جو تیرے باپ کو تھا تجھے دلوا دینگے اور یہ کہو میرا کہنا مان اور جواب تو نہیں بانے گا

تو بیک و تنہا بجان واحد ابھی آ کے تجھسے قلعہ لیے لیتا ہوں اطلاعاً واسطے اتمام حجت کے میں نے کہدیا آگے تو جان جبکہ پیغام قاہر
فضل بن گیا ہور خون آشام نے سنا تو ازراہ غمخواری شاہزادہ بدیع الزمان گردن شکن جواب کہلا بھیجا کہ خدا اسے بیزار
است ای قاہر جو تجھسے ہو سکتے ایسین تو کوتاہی اور قصور نہ کرنا اور خبردار اور زنہار اب ایسا بیہودہ نہ بکنا وہ لقا کیا خوک ہرزہ گرد
بادیۂ ضلالت مسخرا ہی اور یاقوت بیچارا کیا بلا ہی ملکہ آفاق گوہر ملک ناموس میرے آقاے ولی نعمت شاہزادہ بدیع الزمان کی ہو اسکا نام
تا وقتیکہ انسان ہزار مرتبہ گلاب کیوڑے سے کلیّان کرکے اپنی زبان کو پاک نکرے نرے فرشتے کی یہ طاقت نہیں جو اُسکے دامن تک ہاتھ
پہونچا سکے تو اُسکا ذکر مذکور نہ کر اپنے کام میں سرگرم رہ قاہر بن قہرمان عجمی یہ جواب بے پیغام کا فضل بن گیا ہور خون آشام
کیطرف سے سنکر مثل شعلۂ جوالہ بھڑک اٹھا اور اسی حالت غیظ وغضب میں اپنے کرگدن کو تمک مارکے برابر قلعہ کے پہونچا اور پکار کے
کہنے لگا کہ ای فضل تو ان توپوں اور گولا اندازوں پر مغرور نہ ہو جسوقت کہ مین یلغار کرکے شمشیر زنی کرتا آؤنگا سب کو مین تیری
بند ہو جائینگی اور یہ جتنے گولا انداز اور ناوک افگن ہین سب بھاگ جائینگے تو مفت میرے ہاتھ سے مارا جائیگا اور کسی سے پھر مین آنا
دیکھو میں قلعہ لیے لیتا ہوں اب بھی میرا کہنا مان فضل بن گیا ہور خون آشام نے فیلبند دروازے پر آکے جواب دیا کہ ای قاہر
بمراب تساہل اور تامل کیا کرتا ہی شعر من نہ آنم کہ از خطا و جفا بروارم دگرچہ سازند باچون قلم بنہاز بند بندم تا وقتیکہ دم میں دم ہی سر اور میرے
جسم میں جان ہی میں اپنے آقاے ولی نعمت کے واسطے سرفروشی اور جان نثاری میں حتی المقدور اپنے ذمہ سے نہ ٹلونگا اس گفتگو سے
بیہودہ سے کیا حاصل غوغاے ابر رگ سست تو اپنے دل کی حسرت اور ارمان نکال لے قاہر یہ گفتگو فضل کی سنکر اور زیادہ تر غضبناک
اور خشمگین ہوا کہ حالت غیظ وطیش میں زمانہ اسکی نظروں میں تیرہ و تار نظر آتا تھا گرز گران کو ہاتھ میں لیکے کرگدن کو سمت قلعہ گرم تاز کیا
یہان فضل نے گولا اندازون سے کہا کہ یارو جو کوئی قہرمان عجمی کا نشانہ کرکے گولے سے مع کرگدن اسکو اڑا دیگا میں اُسے دولت دنیا سے
مستغنی کردونگا اور حضور شاہزادۂ عالم میں بتقریب اسکی شجاعت کے سعی کرکے مقرب خاص کرا دونگا گولا اندازوں نے عرض کی کہ ای
فضل بن گیا ہور خون آشام اصل حقیقت یہ ہی کہ قاہر بن قہرمان عجمی ستون بارگاہ لقا شجیع روزگار بلا کا شخص ہی ہم نہ تک ہمسے
ہو سکیگا ہم حتی المقدور اپنے کوتاہی نکرینگے اسلیے کہ جسوقت یہ قلعہ مین پہونچ جائیگا تو ہم ڈھونڈ ڈھونڈھکے ہمکو مع ہمارے عیال
واطفال کے خدا جانے کس عذاب الیم میں مبتلا کریگا یا مار ڈالیگا ہمکو بھی جان عزیز ہی ای فضل بن گیا ہور خون آشام کچھ فقط تیرے حکم پر
ہم بند نہیں ہم خود اس آفت زمانہ سے الامان الامان کرتے اور حذر مانگتے ہیں ابھی گولا انداز یہی کہہ رہے تھے کہ دیکھا قاہر بن قہرمان عجمی برابر
توپ کے گولے کی زد کے پہونچا اور گولا اندازوں نے ساتوں توپوں کے مہرے سامنے کرکے نشانہ باندھ کے مہتاب دکھلائی اور برابر ساتوں توپون
کو فیر کیا قاہر بن قہرمان عجمی نے جو گولا سامنے سے آیا اُسے تو اپنے گرز پر روکا کہ کمان گرز کی کہاکے جس زور سے گولا آتا تھا اسی رخ سے
پلٹ گیا دور جا کے گرا اور جو گولا کہ داہنے بائین آتے دیکھا اسکو جانے دیا اسی طرح سے گرز کو اپنے منھ کی پناہ کیے قریب خندق کے پہونچا اور وہاں
کرگدن پر سے اترکے اپنے گرز کو خندق میں ڈال کے بطور پل کے بنایا اور ہر چند گولا اندازوں نے اوپر سے تیل کے کڑھاؤ اور لکڑ کے پہاڑ
بارود کی ہنڈیاں اور ذا الو رستولا مارنا شروع کیا مگر قاہر بن قہرمان عجمی نے مطلق خیال نکیا اور دامن گردان کے اسی اپنے گرز پر چڑھکے
خندق کے پار اتر گیا اور پھر گرز کو اٹھا کے قلعہ کے دروازے پر جا پہونچا اور ایک ضرب گرز میں دروازے کو قلعہ کے بیخ وبن سے گرادیا سب چولین
دروازے کی ٹوٹ گئین بعد اسکے قاہر شمشیر برہنہ لیے اندرون قلعہ گھسا اور وہان جتنے گولا انداز تھے دور ہی سے قاہر بن قہرمان عجمی کو
تلوار کھینچے آتے دیکھکر توپیں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوے یہان گنجاب بھی پیچھے پیچھے قاہر بن قہرمان عجمی کے مع اپنے تمام لشکر کے گھوڑے
کو بھگاتا شہر میں داخل ہوا اور شادیانے فتح کے بجواکے اپنے تخت پر جا بیٹھا چار طرف سے نذرین گذرنے لگین یہانتک یہ خبر جو محل میں
پہونچی اور ملکہ گوہر ملک نے سنا کہ گنجاب شہر میں داخل ہوا اور قاہر بن قہرمان عجمی نے دروازہ قلعہ کو توڑکے اندرون قلعہ اپنا عمل
دخل کر لیا آہ جانکاہ جگر سے کھینچکر اپنے دل میں سوچی کہ اب جسوقت یہ موذی گنجاب مجھے پائیگا اسوقت جان سے مار ڈالیگا اور خدا جانے

کس کس عذاب الیم سے کون کون سے بڑا خنجر کرکے تڑپا تڑپا کے ماریگا بس یہ سوچ کے حالت یاس میں اُسیوقت ایک گوشہ
پرانا پڑا تھا اسکو منہ پر ڈالکے اور منہ اپنا چھپا کے محل سے باہر نکلی اور صبح صادق کا وقت کچھ تھوڑی تاریکی شب کی باقی تھی گریہ کنان
و مضطر ایک سمت جلد جلد قدم اٹھاتی جاتی تھی کوئی چار گھڑی دن چڑھے ایک کوچہ میں پہونچی لیکن وہ زمین سنگلاخ اور تلوے
اسکے مثل گل نازک تر کثرت پیادہ روی سے ہر قدم پر ٹھوکرین کھا کھا کے گرتی تھی اور مارے ہول کے خائف و ترسان مثل بید لرزان کھڑی
ہوتی تھی وہ نصف کوچہ طے کر گئی تو اسنے دیکھا کہ ایکطرف چھوٹا سا مکان تعمیر ہے دروازہ اسکا کھلا ہے اور کوئی گرد و پیش اسوقت آنے
جانیوالا نہیں معلوم ہوتا ہے بیساختہ بدحواس از خود رفتہ اس حویلی میں گھس گئی وہان ایک پیرزال ستر اسی برس ایک کا سن و سال اسکا
ضعیف اسقدر تھی وہ پیرانہ سال ؛ کہ چاندی کے پتر تھے سب سر کے بال ؛ کوئی دانت منہ میں نہ تھا زینہار ؛ کمر روتی جوانی کو وہ دار سہا
ہوا جھریوں سے تھا یہ حال تن ؛ نہ تھے جسطرح دامن پیرزن ؛ نہایت محتاج اور غریب شکستہ حال میلے کپڑے پہنے بیٹھی تھی اسنے جو
ملکہ گوہر ملک کو باین بے سر و سامانی پریشان و مضطر اپنے گھر میں آتے دیکھا تو وہ ضعیفہ گھبرا کے اٹھ کھڑی ہوئی اور بکمال شفقت پوچھنے
لگی کہ میں قربان جاؤن خیر باشد تم کون ہو اور اسقدر کیوں بدحواس اور گھبرائی ہوئی یہان میرے گھر میں کیونکر آئی ہو ملکہ گوہر ملک نے اشک
آنکھون میں بھر کے کہا اے مادر مہربان شعر ؛ چشم تر ہوں زرد رنگ اک بے وطن ہوں ؛ جو کچھ کہو سو ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں ؛ الغرض از
ابتدا تا انتہا سب حال اپنا اُس پیرزال سے بیان کیا اس بڑھیا نے بہت سا افسوس کرکے ملکہ کی سر سے پانوں تک بلائیں لین اور
کہنے لگی واری ایک جان میری سو ہزار ہو سو تم پر سے اور صدقے کر دونگی میرے جیتے جی تو تمھارے دشمنون کو یہان کوئی غارت نہ کرسکیگا
پاؤگی تم بھی یہان بیٹھ رہو بارے ملکہ گوہر ملک عاجز و مجبور بیچارن رنجور اس کوٹھری میں چھپکے بیٹھ رہی تو وہان فضل بن گیا ہو
جون آشام نے جو دیکھا کہ قاہر بن قہرمان نے قلعہ لے لیا اور گنجاب کا شہر سنجان میں عمل دخل بدستور ہو گیا فضل ایک دروازہ شہر
میں تھا اسنے کھولکر فوج اپنے اُن ساتون جانیون اور ایک لاکھ چالیس ہزار سوار کے ایک سمت نکل کے چلدیا اب دیکھیے اس سے کیا ہوتا ہے

جنبش قلم دو کلمے داستان گنجاب علیہ اللعن کو عذاب جان کیے جاتے ہیں

گنجاب اپنی بارگاہ میں دو تین گھڑی بیٹھ کے جسوقت کہ دربار برخاست ہوا تو اندرون محل داخل ہوا اور ہر چند تمام محل میں ملکہ گوہر ملک
کو تلاش کیا کہیں کچھ سراغ اسکا نہ ملا تب نہایت تشویش اور تفکر باہر نکلا اور یہ تذکرہ ملکہ گوہر ملک کے نہ ملنے کا اپنے مقربون و مصاحبون
سے کرنے لگا خواجہ کراز الدین ملک بختیارک شوم کا ذہین سے یہ حال سنکے کہا کہ یا پیغمبر سل ملکہ گوہر ملک بیشک شبہ و لولوث
سے بیتاب ہو کے بھاگ گئی سر مو اسمین فرق نہیں مگر یہ بھی یقین ہے کہ ابھی اسی شہر میں ہو شہر کی خانہ تلاشی جو لیجیے تو مل جائیگی باہر کہیں
وہ نہ جا سکیگی منادی شہر میں ہو جائے ضرور خانہ تلاشی ہو تو بہتر ہو گنجاب نے بموجب کہنے بختیارک کے سنجانی عیار کو تاکید تمام
حکم دیا کہ بازار بازار منادی کرا دے کہ جو شخص ملکہ گوہر ملک کا سراغ نکالے اور خبر پہونچائے کہ فلان مکان میں یا فلان محلہ میں فلان
شخص کے گھر میں ہے اُسے سرکار پیغمبر سل سے بہت سا کچھ انعام و اکرام ملیگا اور جو شخص کہ اپنے گھر میں ملکہ گوہر ملک کو چھپائیگا اور
سرکار میں آ کے اطلاع نہ کریگا اسکا مال و اسباب گھر بار سب تاخت و تاراج کر لیا جائیگا اور زن بچے اسکے کولھو میں ڈلوا کے پلوا دیے
جائینگے چنانچہ سنجانی عیار نے حسب الحکم گنجاب کے ڈھنڈھورے کو بلا کے کچھ لوگ ہمراہ کر دیے اور وہ ڈھنڈھورا کوچہ بکوچہ چارسو
بازار میں دہل پر چوب مارتا یہ منادی کرتا پھرتا تھا حسب اتفاق جس پیرزال کے گھر میں ملکہ گوہر ملک چھپی بیٹھی تھی اسکا ایک بیٹا تھا بہت
حرامزادہ اور قمار باز اور بدذات تھا وہ ولد الزنا ایک مخنثے کی دکان پر بیٹھا وہ چنگ کہیے مرچنگ بجا رہا تھا اُسنے یہ ڈھنڈھورا
اور منادی سنکے اپنے دل میں خیال کیا کہ بیٹھا اپنی بڑھیا ماں کو بھیجوں کہ وہ مکار کٹنیوں کے کچھ نکلیں جوتی کچھ گرتا جالی کی
لیون کہ تو شہر سنجان میں ہر ایک کے گھر میں اس حیلہ سے تلاش کر آئے کہیں گوہر ملک کا پتا لگ جائے تو گنجاب سے جا کے کہوں اور
بہت سا روپیہ اشرفی اسکے صلہ میں جو پاؤن وہ خوب ہی کھلکے چھکے پنجے پر ہزار دو ہزار روپیہ کا ایک ایک داؤن بدعدن اسکا

بڑے جواری مہاجنون سے لاکھون روپیہ جیت لون اور خوب چرس گانجے کے دم اڑاؤن اور قوت غضب کے پیون پس وہ شیطان
علیہ اللعن اس پیرزال کے گھر مین آیا ملکہ گوہر ملک نے جو دروازہ کھلنے کی آہٹ پائی تو جلدی سے اٹھکر اسی حجرے مین جا بیٹھی
اور یہ حرامخور بازار سے گوشت لایا تھا اسے صاف کرنے کے لیے ایک طرف ماں سے سنگا کے گوشت کو پاک کرتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا
کہ اماں آج پیغمبر زادی گوہر ملک اُس اپنے یار بدیع الزمان کے عشق مین گھر سے نکل بھاگی ہے اور پیغمبر مرسل نے منادی کرادی ہے کہ جو
کوئی گوہر ملک کا سراغ لگا لائے سرکار سے بہت سا روپیہ اسکو انعام ملیگا اسلیے مین چاہتا ہون کہ تو چادر اوڑھ کے یہان محلے والون کے
ادھر اور ادھر اور شہر کے گھرون مین جا کے تلاش کر اگر کہین گوہر ملک کا پتا لگا تو مجھے ہزار روپیہ ابھی سرکار گنجاب سے دلا لے اُس بڑھیا نے کہا
ای خانہ خراب کمبخت نالائق پھر ایسی بات اپنے منھ سے نہ نکالیو تو خاک مین ملے روپیہ انعام لینے والا ہے غضب کی بی بی دلیا کام کرتا ہے ایک
بیچاری صاحبزادی پردہ نشین فلک زدہ ستم رسیدہ کا صبر سمیٹے گا اور اُسکو جتلائے صد گونہ آفت ایسے دشمنون کے حوالے
جو تو کر دیگا تو وہ روپیہ تو کے دن کھائیگا فارت کرے خدا کا قہر تیری جان پر ٹوٹیگا عاقبت تیری خراب ہو جائیگی اور کیا عجب ہے کہ ان
اسکی ملکہ غنچہ خاتون سی سفارش کرکے ملکہ گوہر ملک کو چھوڑ جائے تو تیرا کیا حال ہوگا وہ تو باپ ہے وہ بیٹی ہے جگر جگر است دگر دگر
جب چارون مین وہ ملیگی تو کسی نہ کسی حیلے بہانے سے کوئی تقصیر کوئی جرم تیرے ذمے ثابت کرکے وہ ملکہ گوہر ملک اپنی ماں ملکہ غنچہ خاتون
مجھے جیتا نہ چھوڑیگی خبردار ایسا کام کبھی نہ کرنا بلکہ عیب پوشی مین بڑا اجر ہے ابھی وہ بڑھیا اپنے اس ملعون بیٹے سے یہ باتین کر رہی تھی
کہ حسب اتفاق ایک بلی کہین سے آگئی اور جھپٹ کر ایک بوٹی گوشت کی لیکر اسی کوٹھری مین جہان ملکہ بیٹھی تھی گھس گئی یہ شہدا
حرامزادہ بیٹا اُس بڑھیا کا کہ بڑا ہی لئیم اور مانند شیطان علیہ اللعن تھا مشہور بدزمانہ زرگر یہ چالاک خورد روش خوردہ سگ ناپاک
یہ بھی ساتھ ہی اُس بلی کے دوڑ کر کوٹھری مین گھس گیا اور یکایک ملکہ گوہر ملک کو وہان بیٹھا دیکھا بہت خوش ہوا اور قریب تھا
کہ شادی مرگ ہو جائے کہنے لگا کہ واہ میرے استاد کیا کہنا ہے خوب بر وقت ہاتھ آئی ملکہ گوہر ملک نے اس حرامزادے سے بہ ہزار عجز و انکسار
با چشم خونبار اپنے دونون ہاتھ باندھ کے کہا کہ مین نے تجھے اپنے منھ سے بھائی کہا اے بھائی گنجاب مجھے کیا خاک دیگا اگر اللہ پھیرے دن
پھیرے اور شاہزادہ بدیع الزمان پھر تشریف لائے تو مین تجھے منصب و جاگیر دلوا دون گی اور اسقدر اشرفی روپیہ تجھے دونگی کہ پھر
تجھے دولت دنیا کی محتاجی نہ رہیگی اور یہ کہکے ایک جوڑی نورتن کی کہ کئی لاکھ روپیہ کا جواہرات اسمین نصب تھا اپنے بازوؤن پر سے
اُتار کے اس ناخلف بڑھیا کے بیٹے کو عطا فرمائی اور پھر بہت سی منت و خوشامد کرکے کہا کہ بھیا تو کہین خدا کے واسطے میرا پتا نہ کہنا
وہ نالائق جوڑی نورتن کی لے کے یہ کہتا ہوا کہ یہی تو نشانی ہاتھ آئی ہے ہر چند وہ پیرزال روکا کی اور سد راہ ہوئی اسنے بڑھیا کو
گالیان دے کے جھٹ پٹ دروازہ کھولا اور باہر نکل کے اس ڈھنڈھورے کو ڈھونڈھتا ہوا کوس بھر جا کے اس ڈھنڈھورچی
سے ملاقات کی اور کہا کہ مجھے تم لگ گنجاب کے پاس لے چلو مین پتا ملکہ گوہر ملک کا ابھی لگا دونگا وہ لوگ جو ڈھنڈھورے کے
ساتھ تھے ان سبھون نے نہایت خوش ہوکے اس ملعون نابکار بڑھیا کے چھوکرے کو اپنے ہمراہ لیا اور گنجاب کے پاس لیجا کے کہا کہ یہ شخص
کہتا ہے کہ مین ملکہ گوہر ملک کا پتا جانتا ہون گنجاب نے آگے بڑھ کے پوچھا کہ تو نے ملکہ کا سراغ کیونکر پایا ہے اسنے کہا کہ یا پیغمبر مرسل
وہ تو میرے گھر مین چھپی بیٹھی ہے اور یہ جوڑی نورتن کی مجھے دے کے بہت سی میری منتین اور خوشامدین کرتی تھی اور کہتی تھی کہ
تو پیغمبر مرسل سے جا کے نہ کہنا مین تجھے بدیع الزمان سے منصب اور جاگیر دلوا دونگی گنجاب نے وہ جوڑی نورتن کی پہچان کے اور اس نطفہ حرام
کی زبانی سنکے ہزار روپیہ اسکو انعام دینے کو مشروط کیا کہ جب ملکہ کو تو اپنے گھر سے پکڑوا دے اسوقت ہزار روپیہ تجھے دونگا اور
سنجانی عیار کو مع قاہر بن قہرمان عجمی حکم دیا کہ تم اس چھوکرے کو لیکے وہان جاؤ اور ملکہ کو گرفتار کر لاؤ حسب الحکم گنجاب کے قاہر
بن قہرمان عجمی اپنی فوج ہمراہ لے کے اس پیرزال کے بیٹے کے ساتھ وہان پہونچا اور تمام آس پاس کوچہ اور اس محلے کا محاصرہ کر کے
اس بڑھیا کے دروازے پر گیا ایکبار آواز گھوڑون کی ٹاپون کی اور شور و غل سنکے ملکہ گوہر ملک اور وہ پیرزال جو کوٹھے پر چڑھ گئی تھی

فوج و سپاہ کا بلوہ اور قاہر بن قہرمان عجمی کو دیکھ کر ملکہ نوشل تاب بیان خود حیرت سکتے کی صورت جہان کھڑی تھی کھڑی رہ گئی اور بات منہ سے نہین نکلتی تھی اور اس پیرزال نے دو دوہتڑ اپنے سر پر مارے اور تو کچھ بن نہ آیا ایک بڑا بھاری پتھر پڑا تھا اسکو اٹھا کے جونہین آگی بیٹے جہنمی علیہ اللعن نے اندر مکان کے قدم رکھا اوپر سے اسکو اپنے بیٹے کے سر پر مارا کہ کاسہ سر اسکا مانند کدو یا تربوز کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا اور زمین پر گرکے پھڑک پھڑک کر جہنم داخل ہوگیا قاہر بن قہرمان عجمی بخوف و خطر اندرون مکان کے گھسنے چاہتا تھا کہ ملکہ گوہر ملک کا ہاتھ پکڑے علقمہ اضطرلابی وزیر اعظم گنجاب کا بھی قبل از پہونچنے قاہر بن قہرمان عجمی کے وہان جا پہونچا تھا یہ بھی برابر قہرمان عجمی کے تھی اسنے یہ تیہہ قاہر کا دیکھا تو کہا ہان ای کاہر دست خود را نگاہدار و خبردار ایسی حرکت تو نہ کرنا کس لیے کہ یہ مخدوم خداوندزادہ ہمراز ملک باختر کی اور منگیتر یاقوت شاہ جبرئیل درگاہ خداوند لقا کی ہے اگر یاقوت شاہ سنے گا کہ قاہر نے میرے ناموس پر دست اندازی کی اور اس درجہ بیحرمتی کرکے لایا ہے بلاشک و شبہہ خداوند لقا سے کہکے تجھے سنگسار کروائیگا اور مناسب یہ ہے کہ تو ملکہ گوہر ملک کو باعزت اور حرمت سوار کرا کے اسکی مان ملکہ غنچہ خاتون کے پاس بھیجدے وہ مان ہے چاہے قتل کرے چاہے قید کرے چاہے وہ گنجاب کے پاس بھیجدے چاہے نہ بھیجے تو مصلحت سے اور مواخذہ سے بری رہیگا قاہر بن قہرمان عجمی یہ کلمات نصیحت آیات علقمہ اضطرلابی کے سنکے اپنے جی مین سوچا کہ علقمہ اضطرلابی وزیر اعظم گنجاب کا ایک مرد بزرگ جہاندیدہ اور پسندیدہ روزگار گفتگو معقول کرتا ہے خداوند لقا جو اپنے بیٹے یاقوت شاہ کا کہنا سنے گا اور جو جو کا پاس خاطر کرے گا وہ میرا کبھی نکریگا بیشک مجھے دوزخ ہاویہ مین اس جرم پر ڈالدیگا بہتر یہی ہے کہ مین گوہر ملک کو ملکہ غنچہ خاتون کے پاس پہونچا دون غرض یہ سوچ کے قاہر بن قہرمان عجمی نے گوہر ملک کو باعزاز و باکرام تمام ایک محافے مین سوار کرا کے ملکہ غنچہ خاتون کے پاس بھجوادیا اور آپ گنجاب کے پاس آیا اور کہا کہ مین نے ملکہ گوہر ملک کو سوار کرا کے اندرون محل بخدمت ملکہ غنچہ خاتون پہونچا دیا گنجاب یہ سنکے نہایت درہم و برہم ہوا اور کہنے لگا کہ صاحب تم اس شوخ دیدہ گستاخ کو میرے پاس کیون نہ لائے واہ واہ بابا ہم ہی سے باہر تمنے محل مین بھجوادیا یہ کیا نادانی کی حرکت تمنے کی قاہر بن قہرمان عجمی نے جواب دیا کہ کیا آپکا اختیار محل مین نہین ہے وہان سے جاکے پکڑ لائیے بختیارک نے کہا کہ ملکہ گوہر ملک قابل سزا ہے مگر بغیر مرسل وہ واقعی محل مین اگر ملکہ اپنی مان کے پاس پہونچ گئی ہو تو اب نہین آسکتے ہین اقبالمندون کے واسطے کوئی نہ کوئی حیلہ ایسے وقت مین نکل آتا ہے گنجاب زیادہ تر جھنجھلا کے کامل خان بن گنجاب عادل خان بن گنجاب اپنے دونون بیٹون کو بلا کے حکم دیا کہ تم محل مین جاکے اس ننگ خاندان کو قتل کرو حسب الحکم گنجاب کے جبکہ عادل خان اور کامل خان دونون بھائی تلوارین پکڑے بنیت قتل ملکہ گوہر ملک اندرون محل داخل ہوئے ملکہ غنچہ خاتون ملکہ گوہر ملک کی مان نے بہت سخت اور سست ان دونون اپنے بیٹون کو کہکے باہر نکالا پھر وہ دونون مشورہ کرکے کہ امان جان کو کہنے دو اور انکا کہنا نہ مانو حسب الحکم بابا جان کے ملکہ گوہر ملک کا ایک تلوار مین کام تمام کردین اندرون محل کے پہونچے غنچہ خاتون نے جلدی سے ملکہ گوہر ملک کو توشہ خانے مین چھپادیا اور آپ کرسی دروازے پر بچھا کے بیٹھی اور عادل خان اور کامل خان کو بیٹے تو بہت سا منع کیا اور سمجھایا کہ میرے جیتے جی تم اسکے مار ڈالنے والے کون ہو بہتر یہی ہے کہ جلد میرے سامنے سے دور ہو جب ان دونون نے ملکہ غنچہ خاتون کا کہنا نہ مانا اور اسی بات پر آمادہ ہوئے کہ ہم بدون قتل کیے اس شوخ دیدہ گیسو بریدہ کے یہان سے ہرگز نہ جائینگے تب ملکہ غنچہ خاتون نے جھنجھلا کے لونڈی سے کہا کہ مارو ان دونون خاک مین خون اور موذیون کو انکی یہ بھی طاقت ہو کہ یہ اسکے روبرو گستاخی کو بھی اپنا پہونچا سکین لونڈیون نے چار طرف سے چپلے اور لکڑیان سے کہ جہان تک انکا زور چلا عادل خان اور کامل خان کو مارتے مارتے دیوانہ بنا کے تمام پوشاک دونون کی پرزے پرزے کر ڈالی اور سوائے اسکے محل سے بڑی ذلت اور رسوائی سے باہر نکال دیا وہ دونون ذلیل اور خفیف ہوکر گنجاب کے پاس آئے اور رو رو کر سارا حال بیان کیا گنجاب لے یہ حال سنکے بہت پیچ و تاب کھایا اور اسی حالت غیظ و غضب مین تازیانہ اٹھا کے چلا علقمہ اضطرلابی وزیر اعظم نے گنجاب سے عرض کی کہ بغیر مرسل اسوقت اندرون محل آگیا

تشریف لیجانا مناسب نہین نجتیارک نے کہا کہ اے گنجاب یہ علقمہ اضطرلابی وزیر اعظم تیرا معلوم ہوتا ہی کہ مسلمان ہی اسکے کہنے پر
تو عمل نکر بڑی حیرت کا مقام ہی کہ جورو پر پردہ نہ چلے اور جورو ایسی سرکش ہو کر خاوند کا اور خاوند بھی کون تجھ ایسا پیغمبر مرسل خداوند لقا
کا جسکے مطیع حکم ہیجدہ ہزار ملک کے بادشاہ اور بڑے بڑے فرمانروا اور تمام بندگان خداوند ہین اور سب تیرے امتی کہلاتے ہین
مین تو یہی صلاح دونگا کہ جسطرح ہوسکے ملکہ کو ہر ملک کو جاکے چشم نمائی کر اور کچھ تنبیہ دے ایسا خود سر اور خود مختار اور بیخوف
وخطر خاندان گستاخ اولاد کو خصوصاً اپنی ذات کو اور بیٹی بھی کون کہ خداوندزادے سے منسوب ہو اور خداوند لقا کی خاص بہو ہو
دینا نہ چاہیے جو کچھ اسکا مواخذہ اور جوابدہی پڑیگی پھر کوئی بحضور خداوند لقا ملکہ غنچہ خاتون کو پوچھنے نہ آئیگا قہر خداوند بیکش
کجی سے ہوگی گنجاب نے باغوائے نجتیارک وزیر اعظم یعنی علقمہ اضطرلابی کا کہنا نہ مانا اور کوڑا لیکے بیباختہ اندرون محل جاکے
کہنے لگا کہ کہان ہی وہ شوخ دیدہ گیسو بریدہ لاؤ تو اسے کہ مین ابھی اسکا سر کاٹ کے تصفیہ کیے دیتا ہون اور جو کوئی اسکا ساعی
اور ممد و معاون ہوگا اسکو یہانتک کوڑے مارونگا کہ بدن اسکا پاش پاش ہو جائیگا پھر وہ سعی و سفارش کا کبھی نام نہ لیگا ملکہ
غنچہ خاتون نے کہا اے گنجاب خانہ خراب تو کیا کچھ اسوقت نشہ مین ہی جو ایسی بہکی بہکی باتین کرتا ہی وہ ناموس اور منکوحہ جبرئیل
درگاہ یاقوت شاہ مقرب خاص فرشتۂ قدرت خداوند باختر کی ہی تجھے لازم نہین کہ تو اسکے رونگٹے کو ایذا پہونچائے اگر تجھے یہی
منظور ہو تو اسکے خاوند کے پاس سوار کرا کے بھیجدے وہ اسکا شوہر ہی چاہے قتل کرے چاہے نہ قتل کرے گنجاب نے اس تباوہ
مین کچھ غنچہ خاتون کو کمر سخت لیکر ایک کوڑا مارا کہ تمام جسم نازک غنچہ خاتون کا شق ہو گیا اور خون جاری ہو گیا اور شدت
ایذا و درد سے ملکہ غنچہ خاتون زمین پر گر کے پھڑکنے لگی اور اسی حالت غیظ مین پھر جو اٹھی تو دسوا لونڈیون کو حکم دیا کہ ہان
ادھر داریو کیا یہ تمہارا یار ہی کون ہی مارو اس سنڈسے کو اور خبردار یہ ابھی یا محل سے نکلکر جانے پائے اور جو کسی نے کچھ خوف
یا رعایت اسکی کی تو مین اس غارت گئی کی اسیوقت ناک چوٹی سے کاٹ کر تا قید حیات پھر قید سے نہ چھوڑونگی اتنا اشارہ
ملکہ غنچہ خاتون کا جو لونڈیون نے پایا تو چار طرف سے جوتیان لیکے چلین اور دست پنجے اور چلے اور سونٹے لے کر جو گرین تو
گنجاب کا یہ حال تھا کہ مارے مار کے بدحواس ہوگیا تھا اور جسطرف جاتا تھا لونڈیان بلائین سی لپٹی ہوئی تھیں نہین چھوڑتی تھین
اور داڑھی کے بال تمام نوچ ڈالے کپڑے بدن کے پرزے پرزے اڑا دیے نوبت یہانتک پہونچی کہ گنجاب کے تمام جسم سے
لہو بہتا ہوا ننگا فقط پاجامہ پاؤن مین رہ گیا تھا بہزار ذلت و خواری بھاگ کر محل سے باہر نکل گیا علقمہ اضطرلابی نے جو یہ
حال گنجاب کا دیکھا تو بہت سی لعنت ملامت کر کے کہا اے گنجاب شنو از سے بلبلت آنکہ کجا پسند افتد کہ گوش ہوش بزبان
ہرزہ گو داری؛ اگر تو میرا کہنا مانتا تو یہ ذلت اور رسوائی کیون ہونے پاتی جیسا تو نے نجتیارک کے کہنے پر عمل کیا ویسا
اسکا انجام دیکھا اب اگر میرے کہنے پر تو عمل کرے تو مقتضائے فراست اور صلاح وقت یہ ہی کہ ملکہ کو محافے مین سوار کرا کے
سمت سبائل یاقوت شاہ جبرئیل درگاہ لقا کے پاس روانہ کردے تا آئندہ کو تو الزام سے پاک رہے گنجاب نے کہا
کیا مضائقہ مگر اس ننگ خاندان کا محل سے باہر نکلنا تو خیلے اشکال اور بہت محال ہی ہان تو اگر غنچہ خاتون کو یہ سب نشیب
و فراز اور مآل کار اسکا سمجھا اور بہلا کے اسے سوار کرا دے تو البتہ ہو سکتا ہی کہ مین کچھ تعرض نکرونگا سوار کرا کے اسکے منگیتر
کے پاس بھیجدونگا علقمہ اضطرلابی نے کہا مین حتی المقدور ڈیوڑھی پر جاکے عرض کرونگا اور جسطرح سے ہو سکیگا ملکہ غنچہ
خاتون کو سمجھا کے ضامن ہو کے پیغمبرزادی کو سوار کرا کے لاتا ہون لیکن اسی شرط پر کہ نہ شدائد اور دقت ملکہ کو عرصہ
ملک پر ہونے پائے باعزاز و تکریم اور باعزت اور حرمت اسکو سبائل کیطرف روانہ کر دیجیے گنجاب نے کہا مجھے قبول ہی مین مطلق کچھ
نہین کہونگا ہان ایک بات ہی کہ بطور قیدیون کے بھیجونگا علقمہ اضطرلابی نے کہا خیر اسکا مضائقہ نہین آپ باپ اسکے بزرگ
ہین اتنی چشم نمائی بھی چاہیے غرض یہ کہکے علقمہ اضطرلابی نے ڈیوڑھی پر جاکے ملکہ غنچہ خاتون کو بہت سا سمجھایا اور یہ کہکہ

اگر ملکہ پیغمبر زادی سے کوئی کام خلاف شان انکی پیغمبر رسل کہیں یا خدانخواستہ نوبت بدعت کا ارادہ کر بیٹھے تو غلام اس بات کا ضامن
ہے مگر بالفعل پیغمبر زادی کا وہاں بھیجنا نسب اور نسبت مناسب ہے ملکہ غنچہ خاتون نے بھی اپنے جی میں یہی سوچ کے کہا کہ خدانخواستہ
اگر گنجاب کا کچھ بھی قابو چل گیا تو یہ موذی بلا توقف اور بلا تامل ملکہ کے دشمنوں کو مار ڈالیگا اس سے بہتر یہی ہو کہ بلائے ملکہ کی جان تو
بچی سوار کرا کے انکے شوہر یاقوت شاہ کے پاس بھیجا دونوں غرض یہ کہ سواے سوار کر دینے کے اور کچھ چارہ نہ دیکھا اسوقت عالم
اضطراری نے حسب الحکم گنجاب کے ملکہ کے ہاتھوں میں طلائی ہتھکڑیاں اور پانوں میں طلائی بیڑیاں ڈالتے آہستہ سے ملکہ گوہر ملک کے
کان میں کہدیا کہ شعر ہاں مشو نومید چون واقف نۂ از سر غیب * باشد اندر پردہ بازیہای پنہان غم مخور * ای ملکہ گھبرائیو نہیں خاطر جمع
رکھنا کہ اثناے راہ میں کچھے اور شاہزادہ بدیع الزمان سے ملاقات ضرور ہوگی اور خدا نے چاہا تو وہ شاہزادہ تم حضور سے تجھے
ان ناخدا ترس قوم کفار کی قید شدید سے صاف نکال لے جائیگا فقط الہی شکر ہے خیال چاہیے یہ رنج و غم سارا دور ہو جائیگا مصرع
جہان نماند چنین روز ہم نخواہد ماند القصہ ملکہ گوہر ملک گرچہ زار زار روتی تھی خون اور سینہ کو وہاں کھانے میں
بھی بقول سعدی شیرازی ہر کہ دست از جان بشوید ہر چہ در دل دارد بگوید * گنجاب کے نام پر وہ بہتیریں ماریں کے برا بھلا کہکے
کوسنے دے رہی تھی اور گنجاب نے کامل خان اور عادل خان اپنے دونوں بیٹوں کو بلا کے مع پچاس ہزار سوار تعینات کیا تمام
حکم دیا کہ اگر کہیں راہ میں بدیع الزمان کا سامنا ہو جائے نہیں تم سنو کہ بدیع الزمان آتا ہو تو تم دونوں آنے دینا تم پہلے اس
مشوخ دیدہ گیسو بریدہ کا کام تمام کر دینا جان سے مار ڈالنا زندہ ہرگز نہ چھوڑنا بعد اسکے بدیع الزمان کا مقابلہ کرنا جیسا موقع
محل دیکھنا ویسا کرنا مگر خبردار اسکے قتل سے غافل نہ ہو جانا ایسا نہ ہو کہ بدیع الزمان آ جاے اور جب تک تم
سنبھلو وہ اس ننگ خاندان کی قید کو چھڑا لیجاے کامل خان و عادل خان نے کہا کہ بدیع الزمان بیچارہ تو کیا حقیقت رکھتا ہو
اگر کل لشکر خدا پرستوں کا ملک سر پر ہے مع پانچ ہزار پانچسو پچیس گردن کشوں کے انکے چڑھ آئے کے قلعہ کے قریب تک پہونچ سکے
تو کیا منہ اور کیا قدرت کسی کی آپ کے اقبال سے ہماری یہ دعوی ہے کہ ایک کو زندہ و سالم پکڑ کے جانے دیں یہ تو یہ کہکے محافہ ملکہ کا لیے
سبائل کو روانہ ہوتے ہیں بیان مرجان تیز رفتار ملکہ گوہر ملک کے عیار نے جو یہ سانحہ ہوش ربا اور حادثہ جانگزا ملکہ گوہر ملک
کے گرفتار ہو کر سمت سبائل جانے کا دیکھا تو نہایت سراسیمہ اور مضطرب ہوا بسبب اسکے کہ شاہزادہ بدیع الزمان کے درۂ خون ریز میں
جا کے حارب خونریز اور ضارب خونریز کے بیان: موت لانے اور مصروف جشن شادی اور محفل میں ہونے کا حال مرجان
کو معلوم تھا سمت درہ خونریز روانہ ہوا اور بعد طے مراحل اور قطع منازل جبکہ قریب اس درہ کے پہونچا تو اسنے دیکھا کہ سوسن
لشکر بلبل دراز ترکیب کا اس درہ خونریز کو محاصرہ کیے پڑا ہے کیا ممکن اور کیا مجال کہ انسان تو کیا حقیقت رکھتا ہو ایک چڑیا بھی اڑ کر
اسطرف سے زندہ و سالم نکل جاے اور اندرون درہ خونریز دو سوار جا ہیں کہ برابر رکاب سے رکاب ملا کے گھوڑے نکال
لیجائیں تو غیر ممکن فقط ایک سوار کے جانے کا راستہ ہو مرجان عیار نے بمقتضاے فراست دل میں خیال کیا کہ اسوقت جانا مصلحت
نہیں ہو جبکہ وقت شام کا ہوا اسوقت رنگ روغن عیاری ملکے ایک فقیر گدا اپنے تئیں بنا دیتا ہوا بلبل دراز کے لشکر میں ٹکڑے مانگنے لگا
اور گدائی کرتا ہوا ذرا جو لوگوں کو غافل دیکھا جسطرح ہوا انگیز سے یا شرارہ سنگ سے نکل جاتا ہو ایک جست کر کے درے میں داخل
اور بخدمت شاہزادۂ بدیع الزمان جا کے مجرا کیا شاہزادہ عالیشان مرجان کو دیکھ نہایت شادمان ہوا اور ملکہ گوہر ملک کا تصور
دل میں آگیا فرط شوق سے بیساختہ یہ شعر پڑھنے لگا شعر مرحبا اے طوطی شکر شکن * از گل زیبا بگو با من سخن * مرجان نے ایک آہ
سرد دل پر درد سے کھینچکر از ابتدا تا انتہا سارا حال مفصلاً و مشرحاً بیان کر کے کہا کہ اے شہریار جو بدون تائید ایزدی اور
اعانت سرمدی ملکۂ عالم کے دشمنوں کا جانبر ہونا بظاہر کچھ میرے ذہن میں نہیں آتا کس لیے کہ جسوقت گنجاب نے ملکہ کو
بقید سلاسل طلائی محافہ میں سوار کر کے ہمراہ کامل خان و عادل خان اپنے دونوں بیٹوں اور پچاس ہزار سوار کے سمت سبائل

روانہ کیا ہی کامل خان اور عادل خان کو تاکید تمام حکم دیدیا ہو کہ اگر اثنائے راہ میں کہیں شاہزادہ بدیع الزمان آپڑے تو تخت
پیچھے لگا کے دشمنوں کا تصفیہ کر ڈالنا بعد اسکے بدیع الزمان کا مقابلہ اور مجادلہ کرنا شاہزادہ بدیع الزمان یہ سانحہ ہوش ربا
اور حادثۂ جانگزا اسکے ہر چند چاہتا تھا کہ ضبط کرے لیکن ضبط نہو سکا بیساختہ حالت بیکسی اور بے بسی ملکہ کی یاد کرکے زار و نزار
مانند ابر بہار کے تادیر خوب رویا کیا ہر چند رستم خان بن گنجاب نے بہت سی تسلی اُس شاہزادہ عالیجناب کی کرکے کہا کہ اے شہریار
ملکہ گوہر ملک کا جناب احدیت حافظ اور نگہبان ہو مصرع دشمن اگر قوی ست نگہبان قوی تر است آپ اس درجہ بیتابی
اور بیقراری نہ فرمائیں شاہزادہ عالم نے فرمایا کہ اے بھائی رستم خان مجھے تو بڑا اندیشہ یہ ہو کہ میں اس درۂ خونریز سے کہ نہایت
جائے خراب اور تنگ و تاریک ہو کیونکر نکلکر وہاں تک پہونچونگا اور کسطرح سے ملکہ کی رہائی وہاں سے ہوگی مرجان نے
کہا شہریارا ایک عیاری میرے خیال میں آئی ہو اگر مقرون مصلحت اور پسند رائے اقدس ہو تو کیا مضائقہ آپ ایک ایلچی کی صورت
بنکے درۂ خونریز کے دروازے پر تشریف لے جائیں اور یہ بات کہیں کہ کوئی صلیل دراز ترکیب سے جاکے اتنا پیغام شاہزادۂ
بدیع الزمان عالی مقام کا پہونچا دو کہ مجھے شاہزادۂ عالم نے واسطے صلح کرنے کے ایلچی اپنا کرکے بھیجا ہو اگر مجھے صلیل دراز ترکیب اپنے
پاس بلالے تو جو کچھ شاہزادے نے فرمایا ہو میں زبانی صلیل دراز ترکیب کے گوش گذار کروں شاہزادہ عالی مقام نے یہ تدبیر
اور عیاری مرجان کی بہت پسند کی اور اسی وقت جھٹ پٹ ایلچی کی صورت بنکے سوار ہوا اور جانب حارب خونریز اور ضارب
خونریز اور رستم خان بن گنجاب وغیرہ اور تمام لشکر شاہزادۂ نامور کی پشت پر آتے آتے درۂ خونریز کے برابر پہونچا اور تمام
فوج و سپاہ کو درے کے اندر چھوڑا اور شاہزادۂ عالم کہ وضع خاص ایلچی کی شکل جاکے برابر درۂ خونریز کے کھڑا ہوا اور صلیل دراز
ترکیب سے کہلا بھیجا کہ شاہزادہ بدیع الزمان کو اب منظور ہو کہ تمہارے ذریعے سے بطیب دل سے صلح اور آشتی کرلوں تو اس روز روز کے
فتنہ و شور و معرکۂ جنگ و جدل سے مطمئن ہوں صلیل یہ پیغام شاہزادہ عالی مقام کا سنکے اپنے دل میں نہایت خوش ہوکے کہنے لگا
کہ یہ بھی فقط تائید خداوند تعالیٰ ہو کہ وہ بدیع الزمان جسکے ہاتھ سے ہزارہا لاکھ سوار و پیادہ گنجاب کا الامان الامان پکارتا ہوا اور
کیا ہو رخون آشام وغیرہ سردار اور بڑے بڑے سرکش اور دلیران عرصۂ کارزار اُسکی ضرب دست سے جانبر نہو سکے آج مجھے
پیام آشتی اور صلح کا دے کہ لاتا ہو اب میرا تصفیہ گنجاب سے کرادو گویا یہ فتح میرے نام پر لکھی جائیگی غرض یہ سمجھکے کہنے لگا اچھا
بدیع الزمان کے ایلچی سے کہدو کہ دس بارہ سوار اپنے ہمراہ لیکے ہمارے پاس آئے زیادہ بھیڑ بھاڑ نہو اور بیان اگر جو کچھ کہ پیام
شہزادہ بدیع الزمان نے دیا ہو کہہ جائے جبکہ یہ جواب صلیل دراز ترکیب کا شاہزادہ عالی جناب نے سنا تو آپ اُسی شکل سے ایلچی
بنا ہوا مسلح اور مکمل اور رستم خان بن گنجاب ایسے ایسے دس بہادروں کو اپنے ساتھ لیکے درۂ خونریز سے بسم اللہ کہکے باہر نکلا اور
داخل ہوا کہ صلیل ہوا صلیل دراز ترکیب نے بسبب اسکے کہ مرجان نے ہیئت شاہزادہ والا شان کی تبدیل کردی تھی مطلق نہ پہچانا مگر شان
و شوکت اور عظمت و جبروت شاہزادۂ عالم کی دیکھکر اپنے جی میں سوچا کہ یہ ایلچی بہت بہادر اور جوان دلیر معلوم ہوتا ہو اور عجب طرح کا
رعب و دبدبہ اسکا ہو کہ بات منہ سے کرنے میں رکتا ہوں قصہ مختصر گفتگو شروع ہوئی اور تقریر کو طول کھینچا نوبت ہتھیار کی پہونچی
کہ ایک مرتبہ شاہزادۂ نامور نے نعرۂ اللہ اکبر کا ایسے کھینچکر نعرہ کیا کہ منم اعظم گردہ رستم شکوہ سرفتنہ ملک باختر صاحبقران بن صاحبقران
پہلوان تہمتن شاہزادہ بدیع الزمان گرد لشکر شکن صلیل دراز ترکیب نے نعرۂ بدیع الزمان جو سنا تو گھبرایا ہوا سپر تلوار پر پٹک
اٹھا اور دوڑ کر تلوار سر اقدس پر شاہزادۂ نامدار کے ماری شاہزادۂ والا قدر نے اُسکی ضرب کو روک کے بوقت برگشتن تیغ دو دل
کمر پر اُسکے مارا کہ مثل خیار تر دو پر کالے ہوکر گرا اور دم بھر پھڑک کر واصل جہنم ہوا اور کفار نابکار پیادہ اور سوار اسکے ہمراہی
جو سپر میں تلواریں کھینچ کھینچ کے چاروں طرف سے ہمسر شاہزادۂ عالی مقدار پٹ تو رستم خان بن گنجاب سے تلوار چلنے لگی اس عرصہ میں
اندرون درۂ خونریز سے صعد جنگ نشین اور سعید جنگ نشین اور حارب خونریز اور ضارب خونریز وغیرہ جتنے شجاعان نامدار

کا زار اور رفقائے جان نثار شاہزادہ بدیع الزمان تادار کے تھے سب کے سب جھٹ پٹ ایک ایک کھیتی تمام ورے سے نکال کر
آمادۂ پیکار ہوئے اور الغرض اجمعین تمام لشکر میں مہلیل کے تلاطم ڈال دیا کئی ہزار کافر تیغ آبدار ہو کے واصل جہنم ہوئے باقی ہزیمت
اٹھا کے بھاگ گئے جب کافروں نے شکست مہلیل دراز ترکیب کو اٹھا لیا اور فراری ہو کے سمت شہر سنجان گنجاب کے پاس چلے ہمراہیان
شاہزادۂ عالی شان نے تمام مال و اسباب اور نقد و جنس خیمہ ڈیرہ گھوڑے ہاتھی پالکیاں شتر وغیرہ جو کچھ مہلیل دراز ترکیب کے لشکر میں
تھا سب تاخت و تاراج کر دیا اور سارا خزانہ مہلیل کا اپنے قبضے میں کر کے شادیانے فتح کے بجوا دیے اور شاہزادۂ والا رتبت مظفر و منصور
ہو کے مع رستم خان بن گنجاب اور سعد جہانگیر گشن اور سعید جہانگیر گشن اور عارب خونریز اور ضارب خونریز وغیرہ بہادروں اور
فوج و سپاہ کے بشوکت تمام سمت لشکر کامل خان بن گنجاب اور عادل خان بن گنجاب کے روانہ ہوا اثنائے راہ میں مرجان تیز رفتار
عیار جان نثار نے شاہزادۂ عالیمقام سے عرض کی کہ اے شہریار اگر حضور اس تمام و طمطراق سے مع فوج و سپاہ تشریف لے چلیں گے تو کامل خان اور
عادل خان بموجب حکم گنجاب کے جس وقت سنیں گے کہ شاہزادہ بدیع الزمان آتا ہے ملکۂ عالم کے دشمنوں کو ہلاک کر ڈالیں گے لہذا مناسب اور
صلاح وقت یہ ہے کہ حضور یکہ و تنہا بجان واحد غلام کے ہمراہ مرکب کو تیز گام کیے چلے آئیں اور رستم خان اور سعد و سعید وغیرہ صاحبوں
سے کہہ دیجیے کہ سمت چار باغ ملک حرمان دیوکش جائیں اور وہیں جا کے ٹھہریں چنانچہ بموجب عرض و معروض اور مشورۂ مرجان
کے شاہزادۂ عالی شان نے اپنے لشکر کو سمت چار باغ روانہ کر دیا اور آپ تن تنہا مع مرجان تیز رفتار بہ تقید رہائی ملکۂ گوہر ملک پہ سر
گھوڑا اڑائے قریب لشکر کامل خان بن گنجاب اور عادل خان بن گنجاب کے پہونچا اور چاہا کہ شبخون فوج و سپاہ پر کامل خان
اور عادل خان کی مارے مرجان نے منع کیا اور کہا کہ اے شہریار زنہار یہ ارادہ ہرگز نہ کیجیے گا ملکۂ عالم کے دشمنوں کو کامل خان اور
عادل خان آپکی آمد اور آپ کا نام سنتے ہی زندہ نہ چھوڑیں گے آپ ایک گھڑی دو گھڑی اسی مقام پر ٹھہریں غلام جا کے بعیاری ملکہ کو ابھی
لیے آتا ہے یہ کہکر مرجان تیز رفتار ایک روغن اپنے منھ پر ملکے ہو بہو سنجانی عیار اپنے باپ کی صورت بنایا اور حستن کرتا ہوا کامل خان کی بارگاہ
میں جا کے کھڑا ہوا اور کہا کہ پیغمبر مرسل نے مجھکو واسطے حفاظت اور نگہبانی کے بھیجا ہے اور تاکید تمام کر دیا ہے کہ تا وقتیکہ شہر سبائل میں قافلہ
ملکہ کا نہ پہونچے تو خبردار اور زنہار کہیں لمحہ بھر جدا نہ ہونا چنانچہ میں ابھی جانتا ہوں کہ میرا بڑا بیٹا مرجان بڑا شہدا اور نالائق ننگ
خاندان ہے جسنے بہواخواہی بدیع الزمان میں میرے لخت جگر پارہ جان مروارید فلطان میرے چھوٹے بیٹے کو یعنی اسنے اپنے
چھوٹے بھائی کو ذبح کر ڈالا وہ لاشک و لاریب عیاری و مکاری سے غافل نہ ہوگا اور جان تک لڑ سکا اور جیگا وہ بیتاب ہیکل کوئی مکر کر
قریب پا کے ملکہ کو چھڑا لیجائیگا تو مجھے بڑی ذلت اور روسیاہی پیغمبر مرسل کے سامنے ہوگی اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ اب تم دونوں
صاحب اس بات سے محض بے خوف و خطر ہو ملکہ کے جانے کی حفاظت میں کرونگا اور جس وقت کہ میں نے کہیں اثنائے راہ میں دیکھ لیا
تو جیسا سے اپنا مرنا برحق جانتا ہوں اسیطرح سے اپنے مروارید فلطان چھوٹے بیٹے کے خون کا قصاص اس سے لینا اور اسکا مار ڈالنا
برحق سمجھتا ہوں کامل خان بن گنجاب اور عادل خان بن گنجاب نے سنجانی عیار کہکر مرجان سے کہا کہ بس اب ہماری بھی
ہو گئی خوب ہوا جو تم آ گئے لو ذرا اندر خیمے کے چلے اس ننگ خاندان کو دیکھو اور کیا کر رہی ہے مرجان تیز رفتار سنجانی کی صورت بنا ہوا
بے ساختہ خیمے کے اندر گیا تو سب خواصوں نے مرجان کی صورت دیکھکر جانا کہ گنجاب نے سنجانی عیار کو ملکۂ عالم کی نگہبانی کے واسطے بھیجا
ہے اس سے کوئی محل میں چھپتا نہیں اور نہ کبھی ملکہ نے اس سے پردہ و حجاب کیا ملکہ کا اداوی ہی خیر ننگ آمد و نحت آدجان اور ظلم
میں یہ بھی جو چاہے وہ حکومت کرے اسمیں ملکۂ گوہر ملک کی نگاہ جو سنجانی نقلی سے دوچار ہو گئی تو اسنے اشارے سے کہا کہ اے ملکہ
گھبراؤ نہیں میں سنجانی عیار نہیں ہوں ملکہ نے بنگاہ اولین پہچانا کہ یہ سنجانی نہیں ہے یہ مرجان میرا کوکا میری رہائی کے واسطے آیا
ہے پس کھڑا اپنے جی میں اندر سے خوش ہوئی کہنے لگی کہ رضینا بالقضا خیر مرنا تو برحق ہماری چھوڑ کر بود واسطے کے لیے شراب لاؤ کچھ کھانا تو کھلاؤ
لونڈیاں باندیاں گلابیاں شراب کی لائیں اور باورچی خانے والی نے خاصہ خوان میں لگا کے تورہ پوش ڈالکر لا کے آگے رکھ دیا

ملکہ نے کہا دعویٰ کچھ بھوکھ ہو تو کھانا کھالے سنجانی نقلی نے کہا کہ شہزادی تمنے اور تمھاری ساتھ والیون نے بھی کھایا ہی یا ابھی
کچھ نہین کھایا سبھون نے کہا کہ سنجانی کیسا کھانا اب ہم سب تو قیدی بندیان شیر برسل کی ہین جب ہماری کانے کج دوسرا دن ہی
کہ دانہ منہہ پر نہین رکھا ہی تو لعنت ہی ہمارے کھانے پینے پر سنجانی نقلی نے کہا کہ صاحبو ملکہ کے نہ کھانے سے کیا ہوتا ہی کیون خلاف
شان اپنے خاندان کے انھون نے ایک حرکت ناحق کی خراب جیسا کیا ویسا اسکا انجام دیکھین اور کیا انکا اسمین نقصان ہی کیا
باپ نے اور کچھ تشدد اور شدائد نہیں کرنا مناسب نہ جانا بہ خیال مآل اندیشی کہ وقت باز پرس خداوند باختر کو کیا جواب دیجے انکے
لشکر یاقوت شاہ کے پاس انھین بھیجے دیتا ہی کھانا کھا لین بالی عمین آخر ایکدن وہان جانا ہوتا اسکا رنج کرنا بیجا ہی غرض ایسی
باتین بنا کے دسترخوان بچھوا دیا اور جتنا خاصہ خوان مین آیا تھا سب کو اٹھا اٹھا کے دیکھنا شروع کیا اور الٹ پلٹ مین ہر ایک
کھانے مین بیہوشی ملادی اور جتنی گلابیان شراب کی تھین سب کی شراب الٹ پلٹ کر نہین ایک ایک چٹکی بیہوشی کی ڈالدی اور
جسوقت کہ وہ کھانا سب نے کھایا اور شراب پی سب کے سب بیہوش ہو گئے تڑاق پڑاق چار طرف پڑے سنجانی نقلی نے چٹ
پٹ ملکہ گوہر ملک کا پشتارا باندھکر کاندھے پر رکھا اور پشت پردے خیمے کو چاک کر کے نکلا وہان ایک تورکسیکا گھوڑا بازین و لگام
مرصع کار اور ایک دست بقچہ اسمین ایک جوڑا مردانہ بندھا ہوا لیے کھڑا تھا مرجان نے پہرے جا کے اُس سائیس کو ایک بغدا بیہوشی
مارا کہ وہ چارون شانے چت بیہوش ہو کر گر پڑا اور مرجان بچی تمام اس گھوڑے پر سوار ہو کے چلا چند قدم پر جا کے اُسنے دیکھا کہ
ایک بخشنا خیمہ روشن ہی مرجان نے جلدی سے اُس بخشنا خیمے کو لیکر اُس خیمے مین لگا دیا مرجان نے گھوڑے کو تازیانہ لگا کے یہ جا وہ جا
سیدھا بخدمت شاہزادہ والا مرتبت روانہ ہوا اور وہان جو خیمے سے آگ بھڑک کر اٹھی تو اس خیمے اور ڈیرے مین چار طرف آگ پھیلی
اور سوار اور پیادے سب آگ بجھانے کے کام مین مصروف ہوئے یہان مرجان عیار ملکہ کا پشتارا لیے گھوڑے کی ڈاک سے حضور
شاہزادہ بدیع الزمان گرد لشکر شکن پہونچا اور پشتارے کو سامنے شاہزادہ عالم کے کھولکر ملکہ کو فتیلہ دفع بیہوشی کا دیا چھینک آئی اور
ملکہ کی آنکھ کھل گئی شاہزادہ بدیع الزمان نے ملکہ کو لیکے گلے لگا لیا مرجان نے کہا حضور اسوقت کھڑے ہونے اور بات کرنے کا
موقع نہین یہ جوڑا مردانہ پوشاک کا ملکہ کو پہنا کے ابھی تھوڑی شب باقی ہی جھٹ پٹ یہان سے سوار ہو کے اپنے لشکر سے جا ملیے
شاہزادہ بدیع الزمان نے مرجان کی بہت سی تعریف اور توصیف کر کے بموجب اسکے کہنے کے ملکہ کو مردانہ پوشاک پہنا کے
گھوڑے پر سوار کیا اور آپ اپنے مرکب پر سوار ہو کے مع ملکہ سمت چار باغ روانہ ہوا اور مرجان تیز رفتار ہمراہ رکاب ظفر انتساب ہی
جب تک یہان کامل خان عادل خان کے لشکر کا حال سنیے کہ جب شور ظلمت شب سے نمایان ہو چلے آثار صبح و آتش خورشید
کی گرمی بازار صبح یعنی وقت صبح کا ہوا اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلنے لگی تو جتنی لونڈیان باندیان بیہوش پڑی تھین انکے دماغون
مین جو ہوا لگی تو سبکی بیہوشی اتر گئی اور ایک ایک نے اٹھکر دیکھا کہ ملکہ گوہر ملک پلنگ پر نہین تمام خیمہ مین تلاطم پڑ گیا اور جب کامل خان
اور عادل خان نے یہ حال سنا کہ شب کو سنجانی عیار لونڈیون کو بیہوشی دے کے اور خیمہ مین آگ لگا کے ملکہ گوہر ملک کو
لیگیا ان دونون نے آپسمین کہا کہ سنجانی عیار سے یہ نمکحرامی کبھی نہین ہوئی ہوگی مگر ثابت ہوتا ہی کہ اسکا بیٹا مرجان تیز رفتار
طرفدار بدیع الزمان نادیدہ خدا کا پرستار ہو گیا ہی اُسنے یہ عیاری کی ہی چلو اُسے اب ڈھونڈھین یہ کہکے اپنے اپنے
مرکبون پر سوار ہوے اور مع پچاس ہزار سوار بتلاش ملکہ گوہر ملک اور مرجان عیار گھوڑون کو سرپٹ ڈالے لشکر کا پتا
اور نشان پوچھتے روانہ ہوے

اب حال شاہزادۂ اقبال بدیع الزمان کا بیان کیا جاتا ہی

کہ جب شاہزادہ بدیع الزمان مع ملکہ گوہر ملک و مرجان عیار گھوڑون کو سرپٹ ڈالے ہوئے صبح ہوتے ہوتے قریب تل سجان
کہ شہر سے کوئی چار پانچ کوس کے فاصلے پر تھا پہونچا اور کیفیت اور فضا وہان کی دیکھکر واسطے ادائے نماز صبح اپنے مرکب سے

اُترکے ایک چشمۂ آب پر وضو کرنے لگا ملکہ گوہر ملک بھی گھوڑے پرسے اُتر کے زین پوش کو بچھوا کے بیٹھی سیر دیکھ رہی تھی اور مرجان عیار بالائے ٹیکرہ جا کے چار طرف دیکھ رہا ہے اور ہر مرتبہ شاہزادۂ عالی شان سے جا کہہ تمام کہتا ہے کہ شہریار زیادہ توقف کرنا مناسب نہیں ہے بس نماز سے فارغ ہو کے سوار ہو جیئے جا رہا باغ رہن پہونچکر پھر جو مرضی مبارک ہو کیجیے گا ملکہ گوہر ملک نے جواب دیا کہ بھیا مرجان تین شبانہ روز جھکو دوا دوش میں گذرے ہیں کہ کھانا تک نصیب نہیں ہوا ہے تو گھوڑے کی سواری سے شل ہو گئی ہوں ذرا سیان دو چار گھڑی دم لیکے سوار ہونگی ایسی مصیبت تو میرے دشمنوں پر کبھی خواب میں نہیں پڑی جیسی آج مجھ پر قیامت نازل ہو رہی ہے شاہزادۂ عالم نے کہا کہ واقعی ملکہ تم سچ کہتی ہو مگر مشیت پروردگار سے کیا چارہ ہے دو چار گھڑی دم کر کہو تم کہتی ہو بجا ہے میں کہتا ہوں کہ آج یہیں مقام کر لینا لیکن خدانخواستہ ڈر یہ ہے کہ کہیں پیچھے سے فوج غنیم کی آ پہونچے پھر اس وقت مجھے اپنا تو رب کعبہ کچھ خیال نہیں شعر من مست جام عشقم از خود خبر ندارم ؛ گر سر رود درین رہ پروائے سر ندارم ؛ فقط تم رہے تمہیں ملکہ یہ پریشانی ہے اگر تمہارا ساتھ نہ ہوتا تو کچھ فکر نہ تھا ملکہ نے کہا کہ بسم اللہ سوار ہو جیئے اگر میں اثنائے راہ میں مر بھی جاؤں تو یہ سعادت میری مگر مجھے یہ منظور نہیں کہ خدا نکردہ تمہارے دشمنوں پر کوئی واردات ہو جائے غرض یہ کہ شاہزادۂ بدیع الزمان چاہتا تھا کہ گھوڑے پر سوار ہو ناگاہ شعر از دامن دشت علاج اور نگ ؛ گردے برخاست تو تیار نگ ؛ یعنی از پردۂ بیابان گردے برخاست کہ تیرہ و تیرہ و خیرہ و سر گردہ آسمان رسیدہ و پائے گردہ بہ زمین دوزیدہ طوفان و پیکان چون سر زلف عروسان ہوا نے اڑا گرد کو جسے مارا ہوا کو دامن گرد شگافتہ ہوا مرجان نے بآواز بلند کہا کہ شہریار غضب کا سامنا ہو گیا کامل خان بن گنجاب اور عادل خان بن گنجاب مع فوج و سپاہ آن پہونچے شاہزادۂ عالی مقام نے ملکہ اور مرجان کو فرمایا کہ تم دونوں اسی ٹیکرے پر ٹھہرو اور آپ یکہ و تنہا بجان واحد توش زین پر جا بیٹھا اور مرکب کو چمکا کے سر میدان قائم ہوا حسب اتفاق سنجانی عیار ؛ اپ مرجان کا یہ بھی حسب الحکم گنجاب کامل خان و عادل خان کے پاس جاتا تھا اثنائے راہ میں حال مرجان کی عیاری اور ملکہ گوہر ملک کے لیجانے کا سنکے اپنا سر پیٹتا ہوا کامل خان اور عادل خان کے جو لشکر میں گیا تو کامل خان اور عادل خان نے جو مرجان عیار کی عیاری بہیئت سنجانی عیار دیکھی تھی تو اسی شبہ میں ان دونوں نے سنجانی کو آتے دیکھکر پہلے تو کچھ نہ کہا جب سنجانی دوڑ کے کے قریب پہونچا تو کامل خان نے جھپٹ تمام سنجانی کا ہاتھ پکڑ کے ایک طمانچہ اس زور سے اسکے منہ پر مارا کہ قریب تھا کہ غش کھا کے گر پڑے اور کہا لینا اس بد ذات کو ساتھ اس آواز کے چار طرف سے لوگ دوڑ پڑے اور جھٹ پٹ سنجانی کی مشکیں باندھ لیں ہر چند سنجانی عیار کہتا تھا اور قسمیں کھاتا تھا کہ ای بیخبر دو میں سنجانی عیار بیخبر پرسل کا ہوں میں مرجان نہیں ہوں مگر کسی کو یقین نہیں آتا تھا آخر کار بعد زد و کوب بسیار جبکہ سنجانی قریب ہلاکت ہو چکا تو سب کو معلوم ہوا کہ نہیں یہ سنجانی عیار ہے اور مرجان نہیں ہے بارے کامل خان اور عادل خان نے سنجانی کی مشکیں کھلوا دیں اور عذر کیا کہ اے سنجانی ہو گا تمہاری عیاری کیا جانیں نادانستہ دھوکے میں تمہیں گرفتار کر لیا تھا سنجانی نے کہا شعر ہر چہ در دوری سرم چون تو پسندی رواست ؛ بندہ چہ دعوے کند حکم خداوند راست ؛ القصہ یہ باتیں باہم کر کے سنجانی عیار نے دور سے شاہزادۂ بدیع الزمان نامدار اور ملکہ گوہر ملک اور مرجان تیز رفتار کو دیکھا اور کہا ای کامل خان اور عادل خان بن گنجاب تم دونوں صاحب بخود دیکھو کہ بدیع الزمان تو اسی ٹیکرے کے نیچے شمشیر بکف کھڑا ہے اور ملکہ اوپر اسکے بیٹھی ہے اور مرجان ترکش اور تیر دست راست کو رکھے اور گوشۂ کمان کو تا بناگوش کھینچے برابر ملکہ کے بیٹھا اسی طرف کو نشانہ تاک رہا ہے کامل خان اور عادل خان نے جو شاہزادۂ بدیع الزمان عالیشان کو یکہ و تنہا دیکھا تو اپنے ساتھ والے پچاس ہزار سواروں سے یہ کہکے کہ اے دلاور پرستو بہادرو ہاں لینا اس نادیدہ خدائے آسمانی کے پرستار بدیع الزمان آفت روزگار کو اور خبردار کسی طرح سے بھاگ کر جانے نہ دو نیا یہ سنکے چار طرف سے کفار مثل مور و ملخ حملہ کر کے بہ سر شاہزادۂ نامور آگھیرا اور ادھر سے شاہزادۂ رستم صولت یہ علاوہ

روہ لشکر کفار نابکار کا دیکھکر اپنے مرکب کو جھکا کر چلا اور قبضہ طہمورث دیوبند پر ہاتھ ڈالا کر طلعۃ اللہ اکبر جگر سے کھینچا اور مثل شیر گرسنہ و تشنہ آمادہ کفار کشی ہوا اور جسطرف کو رخ کرتا تھا فوج کفار مثل کلاہ گو سفند سامنے سے پراگندہ ہو کر بھاگ جاتی تھی پھرتی تھی اشعار

پے قتل کفار اعدائے دین / دلیران جنگاہ و افواج کین — سر پیچ خوبی شہ انجمن / بدیع الزمان گرد لشکر شکن
چو شد حملہ ور آتش ارجمند / بہ کف تیغ طہمورث دیوبند — نمودار شد خسرو کارزار / ز تن شد جدا سر ہزاران ہزار
ہر جا کہ شمشیر او کار کرد / یکے را دو کرد و دو را چار کرد — بہ فوج عدو شد اجل خندہ زن / ہمی کرد پرواز جانہا ز تن
یکے بود بے پا و بے سر یکے / یکے کشتۂ تیغ و خنجر یکے — یکے بود بر نوک نیزہ طپان / یکے اوفتادہ یکے نیم جان
یکی بود چون مرغ بسمل بخاک / شد از زخم خنجر یکے سینہ چاک — یکے را روان خون ز زخم سنان / بمیدان یکے تشنہ لب داد جان
یکے داشت در سر ہوائے گریز / یکے چارہ جو از دم تیغ تیز — یکے چشم پر نم چو تبخال داشت / یکے بر لب از سوز دل نالہ داشت
یکے بود گریان بحال پدر / یکے بر پدر و یکے بر پسر — بنوک غضب آن شہ ارجمند / ز شمشیر و خنجر ز گرز و کمند
بریدہ دریدہ شکست و ببست / یلان را سر و سینہ و پا و دست — نمایان شد ہر سو ہزاران ہزار / ہمی گشت در دشت خون جوئبار
سر مردہ و دزیرہ نعل ستور / شدہ مرغ دیدہ مور کور

جو ہر تلوار کے مانند زلف پیچان کے شانون سے فوج دشمن کے ہوئے اور حلقہ کمند کے مانند گریبان کے گلون سے سرکشون کے لپٹے ہوئے شاہزادۂ حق پرست زبردست قوی بازو کہ کسیکو اسکے مقابلہ آبدار پر جگہ انگلی رکھنے کی نہین خدا کو اپنا پشت پناہ سمجھے دس دس بیس بیس کفار لعین اور اعدائے بیدین کو کہ نیلی گھو ٹیے تھے سر کاٹ کا مثل ناخنون کے خاک اور خون مین ڈالتا جاتا تھا لاکھون ز بانین اشقیائے شریر کی مانند چکیان کے خشک اور ہاتھ شمع اعدائے بے پیر کے مانند سوفار کے کھلا رکھتے تھے سیکڑون کی جانین دروز خم تیغ سے مثل طائر نوگرفتار کے طپان مین کتنون کے دماغ ضرب گرز سے خون ہو کر ناک کی راہ سے بہتے تھے آخر کار وہ اشجع دہر ضیغم کارزار یعنی شاہزادہ بدیع الزمان نامدار یکہ تنہا اس ابر ظلم لشکر کفار اور فوج اشرار مین زخمی اور مجروح ہوکر تمام جسم اطہر اسکا زخمہائے کاری سے مثل تختہ لالہ زار وان شکستہ اور خستہ تھا اور ہر لب زخم سے صدائے مرحبا صد مرحبا کی آتی تھی برق شمشیر سے ہزارون خرمن جان عدو کی جلتا ہوا لاش پر لاش دھڑ پہ دھڑ سر پہ سر گراتا جاتا تھا بے اختیار زبان تیر پر کلمہ زہ جاری تھا اور کمانین شجاعت اور قدر اندازی اس صید افگن کی دیکھکر قربان ہو رہی تھین شعر درک خجر و ارکر دون ہر دم از چرخ برین ؛ زدم او سیدید و بگفت آفرین صد آفرین : اسوقت فوج اشقیا بے پیر اور لشکر اعدائے شریر نے شاہزادۂ آسمان توقیر کو مثل شبانہ روز سے بے آب و دانہ تشنہ و گرسنہ سر سے پانک زخمون مین چور بجان خستہ و رنجور یکہ و تنہا دیکھکر ہر چند کہ بہیب تیر اور شمشیر سے اس رستم صولت اشجع میدان وغا کے قریب تو کوئی جا نہین سکتا مگر از راہ نامردی اور شقاوت چار طرف سے محاصرہ کرکے تیر باران کرنا شروع کیا انتہا یہ کہ کثرت بارش تیر سے اکثر تیر جسم اطہر پر اس والا گوہر کے کاری لگے تھے اور مرکب باد پا اس اشجع میدان دغا کا ہمہ تن جراحتہائے تیر و سنان سے مشبک ہو کر زمین پر گرا اب چار ناچار وہ ضیغم بیجائے کارزار جبتی تمام مرکب پر سے جدا ہوکر پیادہ پا معروف حرب و ضرب ہوا ایکا یک تصور جو ملکہ گوہر ملک کا دل مین آگیا تو وعدہ گاہ معاف سے جنگ رستا ند کرتا ہوا جبکہ دیکھا کہ فوج کفار نے دو دو تین تین تیر پے تاب ہے دور دور متفرق و پراگندہ ہر جبتی تمام اس تیر سے پرجان ملکہ اور مرجان تیز رفتار تھے وہان آیا تو دیکھا کہ ملکہ نہایت سراسیمہ و مضطر دل بریان و دیدہ گریان حالت غش مین پڑی ہوا اور مرجان تیز رفتار با چشم اشکبار ملکہ کے منہ مین پانی ٹپکا رہا ہے ناگاہ ملکہ گوہر ملک کی جو آنکھ کھل گئی تو شاہزادۂ بدیع الزمان کو از سرتا پا خون مین چور خون مین آغشتہ دیکھکر دو ہتڑ اپنے سر پر مارے اور خوب سینہ کوبی اور سرزنی کرکے کہنے لگی

اشعار ہے ہے ای شہریار میرے / مرجاتی مین کاش پیدا ہوکر — پھرتی گرتے کاش مین جل بدرکن / موت آتی نہین ہے پہونکو مرجاؤن — دیون دکھیون مین دشمنون کو جیجے

تو آتین یہ آفتین نہ سر پر	یا ہوتی تو چشم کور ہوتی	جو دیکھ کے یون تجھے نہ روتی	اے خون مین تر ترا ہو داماں
زخمون مین ہے چور سر سے تا پا			

اے شہریار عالی تبار ہے یہ مصیبت آپ کی جان پر میری وجہ سے ہوئی خدا نخواستہ اگر حضور کے
دشمنون کو چشم زخم پہونچا تو ہاے تمام خواتین حفظ کر کے مجھ بدنصیب کمبخت کو کیا کہینگی کہ اس کم بخت گوہر ملک نے ہمارے شہزادے کو
یہان سے لیجا کر تنہا بیکس و بے کس بے مونس و بے یار و مددگار مجمع کفار مین شہید کرایا ہاے شہریار مین کسی کے منہ دکھانے کے قابل
نہ رہونگی صبح گئے دونون جہان کے کام سے ہم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے یہ کہکر اسقدر روئی کہ تمام دوپٹہ آنسوؤن سے تر ہو گیا
شاہزادۂ عالی مقدار بدیع الزمان نامدار نے یہ حال زار ملکہ کا دیکھکر با چشم اشکبار مرجان تیز رفتار سے فرمایا کہ اے مرجان یہ دنیا
سراے فانی ہے اور اس زندگی مستعار اور حیات ناپائدار کا کیا اعتبار شعر دم مین یان کیا جانے کیا ہو کیا نہین ؛ کچھ بھروسا زندگانی کو
نہین ؛ بس اے برادر اب اس لشکر کفار اور فوج اعداے نابکار سے کوئی صورت جانبر ہونے اور زندہ و سلامت یہان سے نکل جانے کی نگاہ
تو نظر نہین آتی اور اسوقت از بسکہ مین شدت درد و ایذاے زخمہاے کاری سے جان بلب اس سراے فانی مین کوئی دم کا مہمان
ہون لہذا اے کیا کہون اتنی وصیت میری یاد رکھنا کہ جبکہ مین رہرو ملک عدم ہون تو بپاس حق نمک اور میری محبت کے لیے میری ملکہ
گوہر ملک کے شریک حال رہنا اور کار سرفروشی اور جان نثاری مین تا مرنے کے جانتک تجھ سے سعی و کوشش ہو سکے ملکہ کو تا لشکر
فیروزی اثر سلطان صاحبقران امیر کشورگیر جہان ستان پہونچا کر میری طرف سے عرض کرنا کہ اے شہریار وہ فدوی عاصی دم جانکنی
وقت نزع کوئی حسرت دنیا اپنے دل مین سواے زیارت اقدام عالی کے نہین رکھتا تھا اور معرکہ جنگ مین پچاس ہزار سوار سے مقابلہ اور
مجادلہ اور جنگ و دستبرد کرکے فرق مبارک پر تصدق ہو گیا یہ ملکہ گوہر ملک ناموس آپکی کہ سواے آستان دولت کے اور کہین کوئی ماوا
و ملجا اسکا نہین ہے جہان یہ عاجزہ و بیوہ ہو آپ کی چارون بیٹھ کے غمخواری میری کریگی لہذا اسے حضور مین بھیجا ہے اور امیدوار ہون
کہ از راہ تفضلات بندگان نظر پرورش اسکے حال پر مبذول رہے تا بقیہ حیات اپنے یہ کنیز از سایہ ہما پایہ مین آپکے ایام زندگانی کاٹ
لے اور نماز پنجگانہ مین دعاے بقاے سلطنت اور کشورستانی مین سرکار کی مصروف اور مشغول رہے اور جو خدا نخواستہ لشکر فیروزی اثر سلطان
صاحبقران تک تیری رسائی نہو سکے تو ملکہ کو بخدمت شاہزادہ والا رتبت خاور سپاہ ملک قاسم لعل خفتان خونریز خاوری پہونچا دینا کہ وہ
لخت جان و جگر قرۃ العین نور بصر ہے چچا بہر اطاعت اور فرمانبرداری مین اسکی کسی صورت سے از راہ سعادتمندی کی قاصر ہوگا اور صرف اوقات اسکی
بخوبی تمام وہان ہو جائیگی اتنا کہکے پھر اس شاہزادۂ عالی مقام نے فرمایا کہ اے برادر اب ہم تجھکو اور ملکہ عالم کو حوالے خداے کریم کرتے ہین وقت الوداع
الوداع ہے اور الفراق الفراق کا ہے دیکھ لشکر کفار چارون طرف سے یورش کر کے قریب آن پہونچا اب زیادہ ٹھہرنا ہمارا مناسب نہین یہ کہکے چاہتا تھا کہ شاہزادہ
بدیع الزمان نامدار وہان سے اٹھے اور اس پیڑ کے نیچے سے نیچے اترے ادھر ملکہ گوہر ملک یہ حال دیکھکر باوصف اسکے کہ غش شبانہ روز کچھ ابتک
ٹک بہم نہین پہونچا تھا اور ملکہ اسیر یہ تھا کہ معرکہ جدال و قتال درپیش تھا اور ایک جان و او شاہزادۂ عالیشان کی پچاس ہزار کفار بشمشیر
عریان بلوہ کیے چلے آتے تھے یہ حالت غش مین پڑی تھی بیساختہ اٹھ بیٹھی اور دامن شاہزادۂ والا رتبت کا پکڑ کے سواے سرزنی اور سینہ کوبی
اور آہ و زاری اور بیقراری کے کوئی بات منہ سے نہین کہتی تھی اور نگاہ حسرت سے دیکھ رہی تھی اسطرف مرجان تیز رفتار با چشم خونبار کہتا
تھا کہ اے شہریار پہلے اس خانہ زاد موروثی کا یہ تھا کہ سر اقدس پر نثار ہو جاتا اور دشمنون کا روز بد نہ دیکھتا مگر افسوس ملکہ عالم کی تنہائی
اور بیکسی سے یہان روح میری اٹکا اسوقت کچھ خاطر سے نہین بن پڑتی کہ کیا کرے بجز اسکے کہ حضور ایک ساعت ٹھہر اور یہان توقف فرمائین
کہ یہ ترکش تیرون کا خانہ زاد خالی کر کے اپنے دل کا ارمان نکال لے ابھی شاہزادۂ عالی جناب کچھ مرجان کو جواب دینے نہین پایا تھا
کہ ایکبار لشکر کفار مین ایک غل ہوا کہ جتنے سوار اور سالاردار اور افسران فوج کامل خان اور عادل خان کے ہمراہ تھے سب اپنے
اپنے گھوڑون پر سے اتر پڑے اور دیکھا کہ ایک شخص با محاسن سفید چالیس گز کا قد سر پر تاج مکلل و مرصع ہوا پر رکھے آسمان کی طرف سے
مثل برق کے چیخ مارتا اور یہ آواز دیتا ہوا آتا ہے کہ اے بندگان خداوند لقا بایند و آگاہ باشید کہ تم مین بابا چرخ زن بیابانی فرشتۂ مقرب بارگاہ

خداوند باختر مجھے خداوند باختر نے واسطے رہبری و رہنمائی مسافران گم کردہ راہ کے اس مقام پر متعین کیا ہے تاکہ جو کوئی شخص دریا میں غرق ہوتا ہو میں اسے ڈوبنے سے بچا لیتا ہوں بس یہی خدمت خداوند باختر نے مجھے مقرر کردی ہے ابھی ایک فرشتہ وحی رسان حضور قیطول خداوندی سے میرے پاس آکے ابلاغ حکم کیا کہ تین چار دن سے تین لاکھ پچاس ہزار بندے میرے تل سنجان میں بے آب و دانہ قریب ہلاکت پہونچے ہیں اور تین شخص ایک بدیع الزمان اور دوسری ملکہ گوہر ملک اور تیسرا مرجان نادیدہ خدا کے پرستار تل سنجان کی جو نواح پڑے ہیں ان تینوں کو مبتلائے صد گونہ آفات کرکے کامل خان بن گنجاب اور عادل خان بن گنجاب کے حوالے کرنا میرے دریائے قہر میں غرق کردے اور سپاہ کو واردے کر پھر وہ چرخی زن بظاہر بانی فرشتہ مقرب بارگاہ لقا دو چار چرخ مار کے نظروں سے غائب ہوگیا اور دم بھر بعد پھر گھاتا آسمان کی سمت سے پروانہ زمین پر اترا کامل خان بن گنجاب اور عادل خان بن گنجاب بھی اپنے اپنے گھوڑوں پر سے اتر پڑے اور مع پچاس ہزار سوار اپنے ساتھ والوں کے سمت قیطول خداوند لقا زمین پر سجدہ کرکے کہنے لگے کہ اے چرخی چرخ زن تم فرشتہ مقرب درگاہ خداوند کے ہو چرخ زن نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم سب کو ابھی کچھ شک ہے اسی کو وسوسہ شیطانی کہتے ہیں مگر کیا مضائقہ اب تم واسطے اطمینان اپنی جانوں کے اور رفع شک کرنے کے ایک دو گھوڑے باساز و یراق یہاں کھڑے کردو اور دیکھو کہ میں ابھی انکو بقوت ملکوتیہ تہ زمین میں پہونچا کے تمہاری نظروں سے غائب کردیتا ہوں اور پھر جب کہو گے تب انکو تحت الثریٰ سے نکال کے یہاں کھڑا کردونگا کامل خان اور عادل خان نے کہا کہ ہمارے گھوڑوں سے زیادہ تر باساز و یراق مرصع اور کسکا ایسا گھوڑا ہے یہی دونوں برابر مجھ سے پچھ طاسے کھڑے ہیں انکو آپ غائب کردیں تو ہمارا اعتماد اور اعتقاد ہو پھر چرخی چرخ زن نے گلیم اپنی بغل سے نکالکے ان دونوں گھوڑوں پر ڈالدی وہ دونوں گھوڑے بھی نظروں سے غائب ہوگئے جب کامل خان اور عادل خان وغیرہ کفار نے یہ معجزہ دیکھا تو پھر تو سبکا یہ عالم ہوا کہ اپنے اپنے دلوں میں یہ اعتقاد اور یقین ہونے لگا کہ واقعی یہ فرشتہ مقرب خداوند ہے بے ساختہ چاروں طرف سجدہ کرنے لگے عمرو یعنی چرخ زن نقلی نے کہا کہ بس اب تم سب ذرا تماشا قدرت نمائی اپنے خداوند کا دیکھو کہ میں بدیع الزمان اور گوہر ملک اور مرجان کو تعین کرتا ہوں اگر انہوں نے خداوند لقا کو سجدہ کیا اور میرا کہنا نہ مانا تو اسی وقت ان تینوں کو دریائے قہر میں خداوند کے غرق کیے دیتا ہوں یہ کہکے جانب اس ٹیکرے کے جہاں شاہزادہ بدیع الزمان اور ملکہ اور مرجان بیٹھے تھے مخاطب ہوا اور ایک جست کرکے اسلیے سے چرخ کھانا چاہتا تھا کہ اس ٹیکرے پر جانے کہ ملکہ تو یہ صورت عمرو کی دیکھکر سہم گئی اور ایک طرف سے شاہزادہ عالی مقدار نے اور ایک طرف سے مرجان تیز رفتار نے تیر کو کمان میں پیوستہ کر زہ کو گوش سے ملایا گوشہ کھینچکر عمرو کو نشانہ ناوک کرتے ہی دونوں کو پڑپ کیا عمرو نے جبکہ تمام شاہزادہ کے تیر کو تو قلم کیا اور مرجان کے تیر کو خالی دیکر برابر شاہزادہ نامور کے جا پہنچا اور بہ آواز بلند کہا کہ اے خیرہ سر تیرہ روزگار زندہ گستاخ یہ تیرا مقدور تھا جو تو خاص ہیو کو خداوند باختر کی جو ملکہ گوہر ملک بیٹی بختیرو سل کی اور سنگین یاقوت شاہ بیرسل درگاہ کی ہے اپنے ساتھ لیکر یہاں تک آیا اور سرکشی کرتا ہے اور خداوند باختر کے قہر و غضب سے نہیں ڈرتا یہ سنکے تلوار شاہزادہ نے ... شاہزادہ عالم نے بہ فن سپہ گری بند دست عمرو کا پکڑنا چاہا کہ ایک گھونسا مارے عمرو نے آہستہ سے کہا اے فرزند پیروار ایسی حرکت نہ کر مجھے تونے نہیں پہچانا میں کون ہوں اور اپنی بائیں آنکھ کا تل دکھلایا شاہزادہ عالی شان نے جو عمرو کو پہچان لیا تو نہایت بیتاب ہوکے عمرو کے پاؤں پر گر پڑا اور بیحد آنسو بہانے لگا کہ اے عم بزرگوار خدا کی قسم میرے دل کا عجب رنج کیجیے کہ یہ صورت آپکی میں عالم خواب میں دیکھتا ہوں یا بیداری میں عمرو نے ہنسکے کہا کہ اے لخت جگر بادیدہ دل شاہزادہ بدیع الزمان نامور یہ خواب نہیں ہے یہ عین بیداری ہے حمزہ نے مجھے تیری خبر کے واسطے بھیجا ہے شاہزادہ عالیشان نے پوچھا کہ احوال صحت و تندرستی مزاج اقدس اعلیٰ سلطان عالی مقام کا بیان کیجیے عمرو نے کہا کہ بیٹا حمزہ کا حال قابل بیان نہیں ایک داستان طولانی ہے یہ بیان میں کیونکر کہوں یہ تعجب سنو اب تو ہے اس وقت فرصت کہونگا یہ کہکے وہ گلیم اپنی مع ان گھوڑوں کے جو کھینچ لی اور زیور اور ساز و یراق ان گھوڑوں کا اتار کر گھوڑوں کو چھوڑ دیا اور پھر وہی گلیم بدیع الزمان اور ملکہ اور مرجان کو اڑھادی کہ یہ تینوں شخص سب کی نظروں

غائب ہو گئے یہ سب کو دیکھتے تھے مگر انکو کوئی نہیں دیکھتا تھا پھر اسکے باآواز بلند کہا کہ اے کامل خان بن گنجاب اے عادل خان بن گنجاب
تم مع دو چار اپنے سرداروں کے اس ٹیکرے پر آؤ اور دیکھو کہ ان تینوں خدا پرستوں نے خداوند لقا کی جناب میں ایک کلمہ خلاف ادب
کہا تھا اس جرم پر عتاب اور قہر خداوندی نازل ہوا ہے انہوں نے اسی ٹیکرے کے نیچے اُن تینوں کو غرق کر دیا کامل خان اور عادل خان
مع چند سرداروں کے اس ٹیکرے پر جاکے چاروں طرف خوب غور کرکے دیکھ رہے تھے مگر کہیں شاہزادہ بدیع الزمان اور ملکہ گوہر ملک
اور مرجان نظر نہیں آتے تھے کامل خان وغیرہ سب کو یقین کلی ہو گیا کہ یہ مقرر فرشتہ مقرب درگاہ خداوند لقا ہے اور پھر سبھوں نے
سمت قبلول خداوندی لقا سجدے کیے اور کہنے لگے کہ یا خداوند تو برحق ہے عمرو نے کہا کہ بس اب خداوند کا حکم ہے کہ تم سب
شہر سنجان کو پھر جاؤ اور جو کچھ تم نے بچشم اپنے دیکھا ہے یہ ساری نقل گنجاب کے روبرو بیان کرو تا زیادہ بیان نہ ٹھہرو کامل خان
اور عادل خان نے فرشتہ مقرب درگاہ یعنی عمرو سے یہ سنکے اسیوقت وہاں سے مع باقیماندہ سواروں کے کوچ کر دیا اور سنجان
کیطرف جاتے ہیں انکو تو جانے دیجیے یہاں شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار نے جب دیکھا کہ کامل خان بن گنجاب اور عادل خان
بن گنجاب مع تمام اپنی فوج وسپاہ کے اب دور نکل گئے شاہزادہ بدیع الزمان اور ملکہ اور مرجان پر سے گلیم عیاری اتاری اور کہا کہ
شاہزادہ عالم اب تم مع ملکہ یہاں سے جھٹ پٹ سوار ہوکے چلدو ٹھہرنا دم بھر یہاں مصلحت نہیں ہے یہ بات سنکے شاہزادہ بدیع الزمان
اور ملکہ گوہر ملک انہیں دونوں گھوڑوں پر جنکو عمرو نے کامل خان اور عادل خان سے لیکر گلیم عیاری میں چھپا دیا تھا انہیں
گھوڑوں پر سوار ہو کر مع مرجان عیار سمت چارباغ ملک حرمان دیوکش روانہ ہوئے اثنائے راہ میں شاہزادہ عالیجاہ نے فرمایا کہ
اے مرجان تو آگے جا اور ملکہ کے آنے کی خبر مفضل بن گیا ہور خون آشام اور ترک جوشن پوش اور قاتل زنگی اور مقاتل زنگی
وغیرہ سرداروں سے کردے شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار نے کہا میں جاکے چارباغ میں تمہارے سب رفیقوں اور جان نثاروں کو
اطلاع کیے دیتا ہوں یہ کہکے عمرو شاہزادہ عالم سے رخصت ہو کر جس طرح چشم سے نگاہ نکلتی ہے آن واحد میں قریب چارباغ کے پہنچا از
بسکہ قاتل زنگی و مقاتل زنگی دونوں نے چارباغ کو بخیال آل اندیشی بطور قلعہ کے آراستہ و پیراستہ کر رکھا تھا اور ہر وقت دروازہ باغ کا
بند رہتا تھا عمرو نے دروازہ کھلوانا مناسب نہ جانا ایک جست کرکے اندرون چارباغ داخل ہوا اور چاروں طرف سے زنگیان ہمراہی قاتل و
مقاتل نے ہاں ہاں کرکے سپریں تلواریں پکڑکے عمرو کو چاہا کہ گھیر کر گرفتار کریں مگر استاد مرشد کامل کو کون پکڑ سکتا تھا نوبت یہانتک پہونچی کہ
شاہ عیاران عیار نے ایک مرتبہ دو چار جستوں میں ان اسی ہزار حبشی بچوں کی گرد دارے سے صاف نکل کے اور مفضل بن گیا ہور خون آشام
کے مکان بود و باش پر جاکے باآواز بلند کہا کہ اے سرداران شاہزادۂ بدیع الزمان نامدار بدانید و آگاہ باشید کہ منم صاحب عیاری قعب
فلک خنجر گذاری شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار شاہزادۂ انجم گروہ حشم شکوہ سرفتنہ ملک باختر صاحبقران بن صاحبقران پہلوان
مشتق شاہزادہ بدیع الزمان گرد و شکر شکن مع ملکہ گوہر ملک اور مرجان عیار ہزارہا کفار اور اعدائے نابکار کو عرصۂ کارزار میں بضرب
تیغ آبدار واصل جہنم کرکے مظفر و منصور بعزت و حرمت تمام و بشوکت مالا کلام آتا ہے اور مجھے فقط تم سبھوں کو اطلاع کر دینے کیواسطے
پیشتر سے روانہ کر دیا ہے مفضل بن گیا ہور خون آشام اور ترک جوشن پوش رفقائے جان نثار شاہزادۂ والاقدر کے یہ مژدۂ جانبخش
اور سروش راحت فروش تشریف آوری شاہزادۂ والا مرتبت اور نام عمرو کا سنکے شادان و فرحان بجہت اسکے کہ اکثر زبانی شاہزادۂ عالیقدر
بدیع الزمان نامدار تعریف و توصیف اور رتبہ اور مرتبہ شاہ عیاران عیار کا سنا کرتے تھے اپنے اپنے مقام پر سے اٹھ اٹھ کے دوڑے
اور ہر ایک نے بقدر اپنی ذی کے اشرفیاں اور جواہرات وغیرہ اور اثاثے سب بطور رونمائی اور پیشکش کے عمرو کو دیے اور
تمام چارباغ میں عجیب طرح کی دھوم خوشی کی پھیلی اور بہت مصاحبین اور ہمنشین وغیرہ طرز میں شاہزادۂ عرش نشین کا تھا بعد ازاں ایک
پالکی جواہر نگار مرصع کار واسطے ملکہ کی سواری کے اپنے ہمراہ لیکے سب کے سب برائے پیشوائی اور استقبال کے چلے اور اثنائے راہ میں
ملازمت شاہزادے کی حاصل کرکے ہمراہ رکاب ظفر انتساب اس عالیجناب کے پھر آکے چارباغ ملک حرمان دیوکش میں داخل ہوئے

اور یہاں حسب الحکم شاہزادہ عالم کے تیاری جشن شاہانہ اور محفل خسروانہ کی ہوئی ہنگامہ شادی اور غلغلہ مبارکبادی چار سو تھا ساقیان ماہ طلعت کی دھوم اور مغنیان مہر صورت کا ہجوم دور شراب کا چل رہا تھا ایک سردار سپہ سالار نشہ عشرت میں کہتا تھا شعر

ساقیا برخیز و در دہ جام را ‖ خاک بر سر کن غم ایام را
دور چلے دور چلے ساقیا ‖ اور چلے اور چلے ساقیا

مختصر تین شب و روز جلسہ ناچ رنگ کا رہا جب وقت شام کا ہوا اسوقت شاہزادہ عالیمقام محفل سے اٹھکر اندرون محل داخل ہوا اور ملکہ گوہر ملک کے ساتھ صحبت عیش و طرب میں مصروف ہوا عمرو نے جو دیکھا کہ بدیع الزمان محل میں گیا اور مجھے یہاں تنہا چھوڑ گیا عمرو بھی اٹھکر زنانی ڈیوڑھی پر آیا اور جو نہیں چاہا کہ اندر ڈیوڑھی کے قدم رکھے حاجب بانوں نے ہاں ہاں کر کے روکا اور کچھ تیوری بدلکے کہا کہ صاحب تمکو خبر ہے زنانے میں گھسے جاتے ہو عمرو نے ان سبھوں کے کہنے اور روکنے کا مطلق خیال نہ کیا کہ یہ کیا بکتے ہیں اور کیا کہتے ہیں جست کر کے اندر محل کے جا پہونچا یہاں حاجب دربان سپاہی چوبدار مردوں نے شور و غل کیا کہ لینا یہ کیا حرکت اس نے کی اور وہاں محل میں جو لونڈیوں نے دیکھا کہ ایک عجیب الخلقت نئی صورت شخص عجیب شخص کنارپی سا سر اور کچھ سا منہ اور چپٹی سی ناک اور بادام سے کان اور زیرہ سی آنکھیں تنکا سی داڑھی طباق سا پیٹ تاگا سی گردن رسی سے ہاتھ پاؤں چھ گز کا منہ لالا اوپر کا بیچ کا نیچے کا ہے بیساختہ محل میں گھسا چلا آتا ہے سب کو یقین ہو گیا کہ یہ آدمی نہیں کوئی جن یا کوئی آسیب ہے چیخیں مار کے چار سو سارے چار خواصیں لونڈیاں باندیاں مامائیں دوائیں کہاریاں چیلیاں مغلانیاں اور دست بچے اور پھلکیاں اور کرکے چاروں طرف سے لے کر ڈوئیاں اور عمرو کو مارنا شروع کیا عمرو نے بدحواس ہو کے چیخیں کرنا شروع کیں اور پکار پکار کہتا تھا کہ او حرامزادیو چھوڑ دو تمنے مجھے زرولا اور بلوہ کیوں کیا تمہاری ملکہ نے مجھے بلایا تب میں یہاں آیا ہوں لونڈیاں باندیاں اور زیادہ تر گھبرائی تھیں اور سارے محل میں ہنگامہ شور و غل سے قیامت بپا تھی اور چاروں طرف یہی دھوم تھی کہ ایک جن باغ میں آیا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں تو تمہاری ملکہ کے بلانے سے آیا ہوں یکایک ملکہ گوہر ملک نے جو یہ غلغلہ سنا تو سر اٹھا کے چاروں طرف دیکھنے لگی اسمیں عمرو اچک کر بھاگتا ہوا ملکہ کے برابر جا پہنچا اور پکارا کہ ای ملکہ حفظ اللہ ان اپنی لونڈیوں باندیوں سے میری جان بچاؤ یہ مجھے مارے ڈالتی ہیں ملکہ عمرو کو دیکھکر تعظیماً اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنی لونڈیوں باندیوں سے باآواز بلند کہا کہ ہاں ہاں او کمبختو حرامزادیو تم درگور ہو یہ کیا کرتی ہو یہ جن نہیں ہے یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے مجھے اور شاہزادہ بدیع الزمان اور مرجان کو کامل خان اور عادل خان کی فوج و سپاہ کے محاصرے اور ظلم سے جان بخشی کر کے یہاں تک زندہ و سالم پہونچایا ہے ہزاروں احسان فرمائے ہیں تمہارے آقا سے ولی نعمت شاہزادہ والا رتبت کے عم بزرگوار ہیں لونڈیوں نے کہا کہ قربان کیا تھا ایسے ہم کو خدانخواستہ توج یہ ہمارے شاہزادہ عالم کے چچا ہوں خدا جانے یہ کون آسیب ہے شاہزادہ والا تبار نے فرمایا ہاں ہاں چپ کر لیاری ٹھیک کمبختو زبان سنبھالو خبردار کوئی بات خلاف آداب اب منہ سے نہ نکالنا یہ میرے قبلہ و کعبہ عم بزرگوار ہیں یہ کہکے شاہزادہ عالی قدر واسطے تعظیم کے اٹھا اور بہ کمال اعزاز و تکریم عمرو کو لا کے اپنے برابر مسند پر بٹھایا اور بہت سی عذرخواہی کر کے دست ادب باندھ کے عرض کی کہ ای عم بزرگوار یہ چھوکریاں حضور کے حال سے آگاہ نہ تھیں لہذا امیدوار ہوں کہ انکے جرم و خطا کو آپ معاف فرمائیں عمرو نے کہا بیٹا خیر جو کچھ ہوا سو ہوا مجھے انسے کیا شکایت ہے شاہزادہ بدیع الزمان نے حال سلطان صاحبقران کا پوچھا عمرو نے کہا اے بدیع الزمان جس دن سے تجھے لکا اپنے ہمراہ سے آئی حمزہ تیرے درد دوری اور غم مفارقت میں نہایت بیتاب اور بے خور و خواب بحال خراب با چشم پرآب ہر لحظہ و ہر لمحہ یہ شعر زبان پر لاتا تھا شعر اپنی آنکھوں سے اسے میں دیکھوں نہ الٰہی کبھی خدا کریگا بعد چند مدت کے خواجہ آشوب سوداگر یہاں سے گیا اور لیے تمہاری عرضی پیش کر کے سارا حال صحت اشتمال تمہارا اس بے شمار دیکھنے اور ارباب باخبری کے آنے کا مضمون اور مشروح بیان کیا بارے اس دن سے انکے حمزہ کے جی کو تسکین ہوئی اور مجھے تمہاری خبر لینے کے واسطے بھیجا میں نے حمزہ سے اقرار کیا کہ میں چالیس دن میں شاہزادہ بدیع الزمان کی خبر جلد لا کے دونگا [illegible]

یقین ہوا اور اُسنے شہر [illegible] ہفت تنبل کی راہ کو طے کرکے شاہزادہ بدیع الزمان کی خبر لا
تو مین سال بھر کا خراج [illegible] ہفت نبل کی راہ کو طے کرکے شاہزادہ بدیع الزمان
کی خبر نہ لا سکوگے تو مین [illegible] جسطرح ہوگا لونگا شاہزادہ عالیشان
نے یہ حال سنکے کہا کہ ملکہ جان تو یہ [illegible] آپ کا [illegible] خراج کا روپیہ کاؤ لنگی [illegible] کو تشریف
لائے ہین میرے واسطے آپ [illegible] حقیقت جو لوگ [illegible] مین شرح میراث پدر خواہی ملحد آموزہ آفریدہ حمزہ
کا ہوا اُسکی خلقت مین ایک خست بھری ہوئی ہی جو کبھی کسی کو کوڑی دیتا نہین جانتا کیسا ہی ذی حق ہو مگر حمزہ ہزار دل اور برائی
اور ہیچ شرمی لنڈول کے اس [illegible] کے حق کو باطل [illegible] سرفروشی اور جان نثاری اور خدمتگزاری کو مٹا کے خاک مین ملا کے
معقول کر دیگا اور ایک حبہ کبھی نہ دیگا [illegible] سا گئی ہی فرزندون کو لازم ہی کہ بزرگون کو نذر دین
پیشکش گزرانین جسب ذی اپنے [illegible] مین حاضر ہون [illegible] تو مجھے اُستاد نے پڑھائی نہین تقریر یہ سنکر لی ہی شاہزادہ
بدیع الزمان عالیشان نے [illegible] ملکہ کے سامنے شرمندہ نہ کیجیے انشاء اللہ تعالیٰ
جسوقت [illegible] تشریف فرما ہونگے فدوی خزانہ گنجاب کا جو کچھ اپنے
قبضہ و تصرف مین [illegible] کے پیشکش کریگا عمرو نے کہا ان جناب [illegible] مصرع [illegible] بات
عاشقان [illegible] صندوق جواہرات پیش بہا کے منگا کے شاہزادہ عالم کیطرف سے عمرو کو نذر دیے
عمرو نے نہایت خوش ہو [illegible] صندوق [illegible] کے زنبیل [illegible] کیے اور کہا کہ ای ملکہ جان یہ تحفہ شاہزادہ بدیع الزمان کی طرف سے
نذر دی ابھی [illegible] ملکہ نے کچھ جواب نہین دیا تھا کہ شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا عمو جان [illegible] ملکہ کو
اٹھی دین آپکو لازم ہے کہ آپ ملکہ کو رونمائی مرحمت فرمائین عمرو نے کہا نہین یہ غلط ہی رونمائی ملکہ کو چاہیے کہ وہ مجھے دین کس لیے کہ میری
صورت عجیب و غریب ہی ایسا عجیب الخلقت انسان ملکہ نے کوئی کبھی نہین دیکھا ہوگا ملکہ گوہر ملک یہ بات سنکے بے اختیار ہنس پڑی اور
دلارام وغیرہ اپنی خواصون سے اشارہ کر کے [illegible] صندوق جواہرات کے اور منگا کے [illegible] نذر دی عمرو نے وہ صندوق
جواہر بیش بہا کے جو دیکھے تو کمال خوش ہوئے ملکہ کو بہت سی دعائین دین اور کہا کہ [illegible] تیرا راج سہاگ قائم رہے کیا کہنا تیرا کیسے عالیخاندان کی
بیٹی ہی کی بی بی [illegible] کریم ابن کریم کی بہو تو ہی مین نے حمزہ کی اور بھی سب بہوین دیکھی ہین مگر توبہ استغفار تیری جوتی کی برابری کوئی نہین
کر سکتی ہی اسکے وہ بارھون صندوق بھی جال الیاسی مار کے اپنی زنبیل مین رکھ لیے اور کہا کہ ای شاہزادہ بدیع الزمان جسوقت کہ مین تیری
خبر لینے کو ملکت [illegible] سے چلا تو [illegible] ہفت سیل کے بیچ شہر [illegible] مین پہونچا تو مین نے قیطولون پر چڑھ کے تمام قیطول نشینون کو تو
ساؤلیل کیا اور لقا کی داڑھی کو پیشاب چھڑک کر مونڈ لیا اور حمزہ کے دکھانے کے لیے جاتا ہون ملکہ گوہر ملک نے یہ گفتگو عمرو کی سنکے کہا
اجی عمو اتنا جھوٹ بولتے ہو کہاں وہ لقا کہاں آپ اسکے وہ قیطول کہاں تمھارا وہاں پہونچنا اور اُسکی داڑھی کا مونڈنا بات وہ کہو جو کوئی سچ
سمجھے اور [illegible] زمانہ مین آ سکے [illegible] ملک باختر کی خدائی کرتا ہی [illegible] دس لاکھ سوار و پیادون کی اُسکے قیطول کے نیچے چھاؤنی رہتی ہی
جہان پرندہ پر نہین مار سکتا وہان تم [illegible] گئے اور پیشاب چھڑک چھڑک کر داڑھی مونڈ لائے عمرو نے کہا ماشاء اللہ [illegible] تو دی کیا اگر
لقا کی داڑھی تو موجود ہی [illegible] عمرو نے اپنی زنبیل مین سے لقا کی داڑھی نکال کے آگے رکھ دی اور شاہزادہ بدیع الزمان
اور ملکہ گوہر ملک داڑھی لقا کی دیکھ [illegible] ہو گئے اور ملکہ کو یقین ہو گیا کہ عمرو سچ کہتا ہی جب [illegible] عمرو نے کہا کہ ای ملکہ اب مین گنجاب کی داڑھی مونڈنے
جاتا ہون ملکہ گوہر ملک نے کہا ای عمرو [illegible] گنجاب [illegible] جو جی چاہے وہ جا کے کرو لیکن مین حیران ہون کہ
گنجاب کی بارگاہ مین [illegible] سردار اور [illegible] ہزار [illegible] پہلوان [illegible] بارگاہ لقا اور
سپہ سالار [illegible] سوار اور پیادون کی [illegible] خدانخواستہ کوئی پیچ ایسا نہ پڑ جائے کہ کہین دشمن وہاں گرفتار ہو جائین

تو پھر کوئی عیاری و مکاری وہان نہ چلے گی عمرو نے کہا اے ملکہ ہمارے تمھارے کچھ شرط اسی بات پر ہو تو کیا مضائقہ ملکہ گوہر ملک
نے کہا کہ اے عمرو پانچ ہزار اشرفیان تمھین دون جو تم گنجاب کی داڑھی مونڈ لاؤ اور جو تم نہ مونڈ لاؤگے تو پانچ ہزار اشرفیان مین
تمسے لونگی عمرو نے کہا بہت خوب ہمارے اور آپکے یہ شرط ہو چکی اور یہ کہکے عمرو روانہ ہوا اور رنگ روغن عیاری کا مُنھ
پر مل کے ایک فراش کی صورت بنکے دروازہ بارگاہ گنجاب پر پہونچا اور بخوف و خطر اندرون بارگاہ جاکے دیکھا کہ تخت جوہری
پر گنجاب بیٹھا ہی اور برابر دست راست کو ایک دنگل پر ہرمز بن نوشیروان اور ایک دنگل پر فرامرز بن نوشیروان
اور سامنے کرسی پر خواجہ گرازالدین ملک بختیارک شوم کافر بیٹھا ہی اور برابر ہرمز کے دست راست کو علقمہ وزیر گنجاب
کا اور بائین طرف سہراب خان بن گنجاب اور محسن خان بن گنجاب اور قاہر بن قہرمان قجی وغیرہ سردار قریب
ستر سوا اٹھارہ سو گردن کش باادب بیٹھے ہین گنجاب سے اور بختیارک سے باتین ہو رہی ہین کامل خان بن
گنجاب اور عادل خان بن گنجاب نے آکے مجرا گاہ پر سے مجرا کیا اور دست راست گنجاب کے تخت کے دونون
بیٹھے گنجاب نے کامل خان اور عادل خان سے پوچھا کہ اے فرزندان من بہت جلد تم خداوند کی بارگاہ سے پھر آے
کامل خان اور عادل خان نے عرض کی کہ اے پدر بزرگوار آپکو تو پرچہ وقائع سے غلامون کا حال معلوم ہو گیا ہوگا
کہ مرجان تیز رفتار سنجانی عیار کی صورت بنکے ملکہ گوہر ملک کو چرا لیگیا اور بدیع الزمان کے پاس پہونچا دیا صبح کو
ہمکو جب خبر ہوئی تب ہم دونون بھائی مع فوج و سپاہ اسکی تلاش مین دوڑے اور ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے برابر تل سنجان
کے پہونچ گئے بدیع الزمان اور مرجان اور ملکہ کو گھیرا بدیع الزمان ملکہ اور مرجان کو اس ٹیکرے پر بیٹھا کے تنہا وہان
سے اُترکے ہمارے مقابلے مین آیا اور تین شبانہ روز معرکہ جنگ و جدال مین قریب دس بارہ ہزار سوار و پیادے ہماری
فوج کے مارے گئے ہم دونون بھائی لڑتے لڑتے جب عاجز ہو گئے اور بدیع الزمان کا گھوڑا مارا گیا اور وہ پیادہ
پا میدان سے پلٹ کے ملکہ کے دیکھنے کو پھر اُسی ٹیکرے پر گیا تو اُسوقت فرشتہ مقرب خاص درگاہ خداوند باختر کہ تمام
اُسکا باپارچہ سبز زرین تھا اور داڑھی اُسکی تمام مقیش کی تھی اور جسوقت وہ آسمان پر سے اُترا تھا تو سیکڑون چڑا اور مرغ
لیے آتشی مارے کہ ہمارے سبکے ہوش اُڑ گئے بعد اسکے اُس مقرب خاص بارگاہ خداوند نے ہمسے کہا کہ مجھے خداوند باختر
نے تمھاری مدد کے واسطے بھیجا ہی اور یہ تقدیر کی ہی کہ یہ بیابان تل سنجان مین جو مسافر کہ راہ بھول جاے اُسکو راہ
بتا دینا یا جو کوئی کہ دریا مین ڈوبتا ہو اُسکو ڈوبنے سے بچا لینا اور یہ کہکے اُس فرشتہ مقرب خاص خداوند نے کہا
کہ اگر تمکو میری بات کا اعتبار نہو تو دو ایک گھوڑے لاؤ مین معجزے سے گھوڑون کو غائب کر دون ہم دونون بھائیون نے
اپنے دونون گھوڑے اسکے سامنے کھڑے کر دیے اُس مقرب خاص نے کچھ ایسا معجزہ کیا کہ فی الحقیقت وہ دونون گھوڑے
ہماری نظرون سے غائب ہو گئے بختیارک نے یہ گفتگو کامل خان اور عادل خان کی سنکے کہا کہ صلوٰۃ بر محمد اور یہ
کہکے بختیارک نے پوچھا کہ ہان صاحب پھر کیا ہوا کامل خان اور عادل خان نے کہا کہ ہم دونون بھائی مع
تمام اپنی فوج کے یہ معجزہ دیکھکر سجدے مین جھکے اور وہی فرشتہ مقرب بارگاہ سنگ تل سنجان پر چڑھ کے بدیع الزمان
اور ملکہ گوہر ملک اور مرجان تیز رفتار کو اپنے کارخانے سے زمین مین غرق کر دیا اور ہم دونون بھائیون کو اسنے
پاس اُسی ٹیکرے پر بلا کے دکھا دیا کہین سراغ اور پتا اور کچھ نشان بدیع الزمان اور ملکہ اور مرجان کا نظر نہین
آتا تھا ہمکو یقین ہو گیا کہ واقعی یہ فرشتہ مقرب خاص ہی اور سارا معجزہ اور کرامات قدرت خداوند کی
ہو پھر ہمسے اُس فرشتہ نے کہا کہ اب تم ہرگز نہ جانا اپنی فوج و سپاہ کو لیکے ملک سنجان کی طرف پھر جاؤ
بدیع الزمان کو مین نے بسبب تقدیر خداوند کے زمین مین ملا کر دیا اب گنجاب ہر صورت مطمئن ہے

چنانچہ بموجب حکم اُس مقرب خاص درگاہ خداوند لقا کے ہم دونون بھائی اُسی دم سوار ہو کے مع اپنی فوج و سپاہ
کے آپ کے پاس چلے آئے ہین بختیارک نے یہ حال زبانی کامل خان اور عادل خان سنکے گنجاب سے کہا
یا پیغمبر مرسل نہ ہے طامع نہ ہے اتفاق کر اب فرشتہ مقرب خاص خداوند لقا تیرے بیٹون کی مدد کے واسطے اُس بیابان
تل سنجان مین آیا اور بدیع الزمان اور ملکا اور مرجان تیز رفتار کو اُسی تل سنجان مین غرق کر کے اُن دو گھوڑون
کو غائب کر کے چلا گیا ایسا معجزہ تو کبھی مین نے نہین دیکھا نہ کسی سے سنا تھا تیرے دونون بیٹے خداوند لقا کے
خاص بندون مین ہین خداوند لقا کا معجزہ اور فرشتہ مقرب خاص درگاہ کا قول اور تیرے بیٹون کا اعتقاد سب
سچ ہی سچ ہو گا تو سمجھے کہ یہ معجزہ اور یہ فرشتہ مقرب درگاہ خداوندی اور یہ اعتقاد جو کچھ اور رنگ نہ دکھلائے کس لیے کہ مصرع
چشم من بسیار ازین خواب پریشان دیدہ است ؎ ابھی گنجاب بختیارک کو کچھ جواب نہین دینے پایا تھا کہ محسن خان
اور سہراب خان نے گنجاب سے کہا کہ بابا جان ہم بھی حضور کے واسطے ملک بربر سے تحفہ جات وغیرہ لاے تھے
یہ کہہ کے چارسو صندوق منگائے اور گنجاب نے کہا اچھا ایک صندوق کو کھولو اُسے دکھاؤ کیا کیا تحفہ لاے
ہو محسن خان اور سہراب خان نے جلدی سے ایک صندوق کا قفل جو کھولا تو سبھون نے دیکھا کہ اُسمین لید
گھوڑون کی اور سرگین گاؤ کے سوا اور کوئی چیز نہین ہے گنجاب اُس سرگین گاؤ اور گھوڑون کی لید کو دیکھ
اور اُسکی تعفن اور بدبو سے نہایت پراگندہ خاطر اور بدماغ ہوا محسن خان اور سہراب خان نے یہ بلیات
اس صندوق مین ملوث دیکھ کر اُسے تو علحدہ رکھوا دیا اور دوسرے صندوق کا قفل کھولکر گنجاب سے عرض کیا کہ اس صندوق
مین نہین معلوم کیا ہیچ پڑا ہے گر اب بابا جان اسکو ملاحظہ فرمائیے کہ غلامون نے کیسے کیسے تحفے ملک بربر کے آپکے
پیشکش کے واسطے خریدے ہین اور وہ یہ ہین گنجاب نے اُسکا تختہ جو اٹھوایا تو دیکھا کہ اُس مین ڈھیلے اور پتھر
اور دس بیس موش کور بوسیدہ دو ایک کتے مردہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُنکو زندہ پکڑ کے منہ باندھ دیے ہین یا خدا
جانے کیا تدبیر کی ہے کہ بعد چند روز کے اُس مین گھٹ گھٹ کے مر گئے مگر ابھی بالکل سڑ نہین گئے ہین گنجاب
نہایت درہم اور برہم ہو کر غصے سے کانپنے لگا اور جھلا کر کہنے لگا او بدذات ملعونو یہ تحفے کیا جھک مارا اور گوہ کھایا ہے مجھے بھی
خوش طبعی کرتے ہو یہ وہی مثل ہے کہ بازی بازی باریش بابا ہم بازی صندوقون مین ڈھیلے پتھر چھچھوندرین کتے
مردہ گوبر لید بھر کے میری نذر کے واسطے لاے ہو ابھی محسن خان اور سہراب خان دونون بیٹے گنجاب کے کچھ اپنے
دلون مین حیران اور پریشان ہو کر بجز سرنگونی اور منفعل ہونے کے جواب نہین دینے پائے تھے کہ ایک مرتبہ
بختیارک بول اٹھا اے گنجاب جو کچھ کہ شک و شبہ میرے جی مین فرشتہ مقرب درگاہ خاص خداوندی کی طرف سے تھا
وہ اسوقت سب رفع ہو گیا مجھے قسم ہے خداوندی کی کہ جسوقت اُنھون نے عمرو کا مال لوٹا تھا تو مین نے بہت سا سمجھایا
اور منع کیا تھا کہ عمرو کا مال اسباب صاحب تم نہ لوٹو اور ایسا غضب نہ کرو ان دونون تمھارے بیٹون نے میرا
کہنا نہ مانا اے گنجاب میرا کہنا تو سچ ہوا نہ جانا وہ فرشتہ مقرب کوئی نہ تھا عمرو عیاری کر کے آیا ہو گا اور بدیع الزمان
اور گوہر ملک اور مرجان کو بچا کے لے گیا اور آتے اپنے مال کے ساتھ محسن خان اور سہراب خان
کا بھی نقد و جنس مال اسباب سب صندوقون مین سے لے کے اپنی زنبیل مین رکھ لیا ہے مجھے اب تردد اور بڑا کھٹکا
اور خوف دل مین یہ پڑا ہے کہ کہین ایسا ستم اور ایسا غضب نہ ہو کہ وہ تیری بارگاہ مین کوئی عیاری کر کے
آئے اور دشمنون کے کان بہرے کہین وہ مرشد کامل مرشدی نہ کر جائے کہ جیسے دشمنون کی ڈاڑھی مونڈ
کے تمام بارگاہ نشینون کو ذلیل اور رسوا کر کے مال اسباب تیرا لوٹ کر لیجائے کس لیے کہ اسکا نام سر بندہ

جادوگران اور ریش تراشندہ کافران ہی ہو گنجاب نے نہایت پیچ و تاب کھاکے جواب دیا کہ او مردک شیطان مجسم
کیا تو کہتا ہو اور جھک مارتا ہو ایسا عمرو کوئی فرشتہ ہو یا کوئی جن ہو یا کوئی آسیب ہو یا کوئی بلا ہو کہ میری بارگاہ مین
گھس آئیگا اور تمام میرے سردارون اور بارگاہ نشینون کو ذلیل کرکے میرا مال اسباب لوٹ لیجائیگا اور کوئی نہ اُسے
دیکھیگا نہ کوئی کچھ اسکا کرسکیگا اور وہ ہمارے سبکو خاک مین ملاکے زندہ اور سالم بچ کے چلا جائیگا تجبیارک نے کہا ای
گنجاب فرشتہ اور جن اور آسیب اور بلا کی کیا حقیقت ہو جو اُسکی برابری کرسکے وہ عیار بد بلا ہو اُسنے لات اسلے
جنات ملے تھا قیادم ختیالوشک لوٹا جو تک جھونا سری گاتیگا بچھڑہ وغیرہ پونے دو سو خداؤن کو غارت کر دیا کاشغر
کشمیر بنگالہ کانور و دیس ام الجبال اندر کوٹ مارو چاہ وغیرہ سیکڑون ملکون کے جادوگرون کو مار ڈالا نام و نشان سحر
و ساحری کا اس سرزمین پر نہین رکھا اسکو یہان آتے کچھ دیر نہین لگے گی وہ چاہے میری صورت بنکے یہان آئے
اور عیاری کرجاے اور پھر مین ہر چند تم سب صاحبون سے کہون کہ یہ عمرو ہی تم کبھی میرا کہنا نہ مانوگے اُسکا کہنا سچ
جانوگے وہ چاہے تو تمہاری صورت بنجاے ای گنجاب قسم کھاکے کہتا ہون کہ اگر وہ عیار یہان آئے تو جو چاہے سو وہ
کرجاے مگر کبھی کوئی اُسکو نہ پہچانے پھر اگر پہچانون تو مین پہچانون اور سواے میرے کیا تاب و طاقت کسی کی جو اسکو پہچان
سکے گنجاب یہ حال عمرو کا سنکے اسدرجا اپنے جی مین خائف اور ترسان ہوا کہ اپنی انگشتری اُتارکے تجبیارک کو دی اور
کہا کہ ای تجبیارک اگر تو عمرو کو خوب پہچانتا ہو تو مین نے تجھے اپنا حافظ جان سمجھکر یہ اپنی انگشتری اسلیے دی ہو کہ جسوقت
عمرو یہان آئے تو تو مجھے بتلا دینا اور مین اس اپنی انگوٹھی سے تجھے پہچان لونگا تجبیارک نے کہا ایک شرط سے کہ جس آن
تو مین کہون پھر تو کچھ اُس مین عذر اور حیلہ نہ کرا اور بے تامل آسے مان لے تو کیا مضائقہ مگر مین خوب جانتا ہون کہ
جسوقت وہ عیار یہان آئیگا اور تجھسے وہ باتین کریگا تو پھر مین ہزار طرح سے تجھے سمجھاؤنگا اور کہونگا تو میرے کہنے پر
کبھی عمل نہ کریگا اور ناحق کی ذلت بلکہ باعث میری ہلاکت کا ہوگا گنجاب نے کہا کہ ای تجبیارک تو خاطر جمع رکھ اگر ایک
مرتبہ خداوند لقا بھی تشریف لاوینگے اور تو کہیگا کہ یہ خداوند نہین ہین یہ عمرو ہی تو مین خداوند لقا کا بھی مطلق پاس اور
لحاظ نہ کرونگا تجبیارک نے کہا ای گنجاب تو خداوند لقا کی قسم کھا کہ جسوقت مین عمرو کو پہچان کر تجھسے کہون کہ یہ عمرو
ہو تو جھٹ پٹ اسے گرفتار کرلے اس مین فرق نہ پڑے گنجاب نے کہا جو تو کہیگا قسم ہو مجھے خداوند ہیجدہ ہزار ملک باختر
کی مین اسپر عمل کرونگا تجبیارک نے کہا توبہ استغفار سب جھوٹھ اور محض غلط ہو کبھی تو میرے کہنے پر عمل نہ کرے گا
تیرا جو جی چاہے میرے کہے پر عمل کرے خواہ نہ کرے لیکن عمرو کو مین ضرور پہچان لونگا گنجاب نے کہا ای تجبیارک تو سخت احمق
اور بڑا بے ایمان ہو جو میں نے از روے خداوند لقا کی قسم کے تجھسے کہا کہ جو تو کہیگا مین مانونگا اور اُسی پر عمل
کرونگا انتہا ہے درجہ یہ کہ خداوند لقا بھی آئے گا اور تو کہیگا کہ یہ عمرو ہو تو خداوند کا بھی خیال نہ کرونگا اور جو خداوند لقا بھی
مجھسے فرمائیگا کہ تو تجبیارک کا کہنا نہ مان تو مین خداوند کا بھی فرمان اور حکم نہ مانونگا اور تیرے کہنے پر عمل کرونگا تجبیارک
نے کہا تو ایک اقرار نامہ اس مضمون کا کہ جو تجبیارک کہیگا مین سچ جانونگا اور اُسکے کہنے پر عمل کرونگا لکھدے اور
تمام اپنے سردارون اور بارگاہ نشینون اور بیٹون کی گواہی اُس اقرار نامہ پر کروادے گنجاب نے کہا اچھا مجھے قبول
ہو یہ کہکے گنجاب نے اُسی مضمون کا اقرار نامہ لکھواکے اپنی مہر اُسپر کردی اور تمام سردارون اور بارگاہ نشینون اور
اپنے بیٹون کی مہرین گواہی کی اُسپر کروادین اور وہ کاغذ تجبیارک کو حوالہ کردیا جب تجبیارک نے وہ کاغذ مہری گنجاب کا
اپنے ہاتھ مین لیا تو رگ شیطنت اسکی جوش مین آئی اور ایکمرتبہ سنبھل کے گنجاب کی جانب مخاطب ہوکے کہنے لگا کہ ای گنجاب
مجھے اسوقت یقین کامل ہو گیا ہو کہ وہ مرشد کامل ہادی رہنما یہان تیری بارگاہ مین موجود ہی بس اب ہر چہ بادا باد

مین نے تجھسے اقرار کیا ہے کہ مین اس عیار کو خوب پہچانتا ہون جسوقت آئے پہچان لونگا اور تجھے کہدونگا اور ہر چند کہ یہ بھی جانتا ہون کہ اگر وہ بیان ہونگے تو میری گفتگو سب اُنھون نے سنی ہوئی اور کیا جانیے اُسکا عوض وہ مجھسے کیا کرین لہذا اول مین تجھسے یہ کہتا ہون کہ اسوقت آج اپنی بارگاہ مین میری نسبت یہ حکم جاری کردے کہ جسے مین جو کچھ کہون وہ قبول کرے اور جو چاہون سو مین کرون گنجاب نے بآواز بلند تمام اپنے بارگاہ نشینون سے کہا کہ آج جتنے سردار اور بارگاہ نشین اور بیٹے عزیز یگانے بیگانے نوکر چاکر ادنی اعلی ہیرے ملازمین اور حاضرین صحبت ہین جو بختیارک کا حکم نہ مانیگا مین بہت بڑی تیغ اُس سے پیش آؤنگا سبھون نے دست ادب باندھ کے عرض کی کہ کیا مجال کسی کی جو خواجہ بختیارک کا حکم نہ مانے بختیارک نے کہا کہ اچھا تو سنو سب بگوش دل کہ آج جو کوئی ناآشنا سا اجنبی شخص بارگاہ پیغمبر مرسل مین آئے یا آنے کا ارادہ کرے تو اُسی وقت مجھسے اطلاع کرنا اور جو مجھسے خبر نہ کی تو مین اُسے بعذاب الیم جلا کرکے اسطرح سے مارونگا کہ اُسکے حال پر ماہیان دریا اور مرغان ہوا گریہ وزاری کرینگے غرض یہ کہکے بختیارک تو چارطرف بغور دیکھ رہا ہے اور اپنے جی مین کہتا ہے کہ بیشک وشبہہ مرشد کامل آج اس بارگاہ مین تشریف فرما ہین دیکھیے تل کار کیا ہو گرحال یہ ہے کہ بیان معراج عیاری وقطب فلک خنجر گزاری شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار چار گھڑی پیشتر سے گنجاب کی بارگاہ مین ایک خدمتگار کی صورت بنے موجود تھے اور از ابتدا تا انتہا ساری گفتگو بختیارک کی سنکے اپنے دل مین کہتے تھے کہ اس بختیارک بدذات نے کیا فتنہ برپا کر دیا ہے اور بیان گنجاب کے پاس آکے میرا خوف اور ڈر بھی سب بھول گیا ہے اس مین وقت شام کا ہوا اور گنجاب نے دربار برخاست کر دیا جتنے سردار تھے سب رخصت ہوکے اپنے اپنے مکانون کو گئے بختیارک نے پھر آہستہ سے گنجاب سے کہا کہ اے پیغمبر مرسل جو مین نے تجھے سمجھا دیا ہے اور جو کچھ کہ تو نے مجھسے عہد و پیمان کرکے اقرار نامہ مہری اپنا لکھ دیا ہے اُسمین خبردار خبردار فرق نہ پڑے گنجاب نے کہا کہ اے بختیارک تو اس بات سے خاطر جمع رکھ کہ مین تیرے کہنے پر عمل کرونگا زمین آسمان پھر جائینگا تب بھی مین سوا تیرے اور کسی کا کہنا نہ مانونگا بختیارک نے کہا کہ واہ بھلا مین اپنے دلکو کیا کرون کہ مجھے کسی طرح سے تیرے قول و قسم اور تیرے کہنے کا اعتبار اور یقین نہین آتا کیا سبب کہ وہ شاہ عیاران عیار ایسا ہے بلا ہے کہ جسوقت وہ آکے دو باتین تجھسے کریگا پھر تو کچھ نہ میری بات کا خیال کریگا اور نہ پھر ہرگز میرے کہنے پر عمل کریگا اُسوقت تو اور بہت خراب جائیگا گنجاب نے کہا ایسا کبھی نہو گا مین تیرا ہی کہنا کرونگا خاطر جمع رکھ غرض بختیارک گنجاب کو خوب سا سکھا پڑھا کے سب طرح سے اپنی دلجمعی کرکے اور وہ انگوٹھی گنجاب کی اور اقرار نامہ مہری گنجاب کا لیکے اور منصب وزارت کا گنجاب سے لیکے رخصت ہوا اور بارگاہ سے نکلکے اپنے خیمہ کو چلنے لگا تو سب چوبدار اور دربان اور مردہے اور سوار پیادے اور خدمتگار اور فراش وغیرہ عملہ شاگرد پیشہ والون نے آگے بختیارک کو مجرا کیا اور ایک کانا مشعلچی دستی روشن کرکے بختیارک کی سواری کے ہمراہ ہوا اور چند قدم سامنے جاکے داہنی طرف سے مشعل کو بختیارک کی مونچھون کے برابر لایا کہ چند بال بختیارک کی مونچھ کے جل گئے بختیارک نے نہایت خفا ہوکے کہا او نامعقول تو اندھا ہے تجھے کیا سوجھ نہین پڑتا یہ کہکے حکم دیا کہ اس مشعلچی کو نکال دو نوکرون نے کہا کہ ہٹ جا ہٹ جا وہ مشعلچی مشعل کو گل کرکے پھر بائین طرف سے آیا اور مشعل روشن کرکے بائین طرف کی مونچھ بختیارک کی جلادی پھر بختیارک نے غصہ ہو کے کہا کہ او بدذات تو بڑا نامعقول ہے اے تو نے یہ کیا حرکت کی کہ میری مونچھ جلادی عمرو نے یہ کہکے کہ ملک جی خفا نہوجیے ہی اپنی بائین آنکھ کا تل بختیارک کو دکھایا بختیارک نے جو وہ تل عمرو کی آنکھ کا دیکھا تو پہچانا کہ عمرو ہے ڈر سے خوف سے تھر تھر کانپنے لگا اور پیشاب نکل گیا

اور نہایت عجز و انکسار سے اپنے دونوں ہاتھ باندھ کے کہنے لگا کہ مجھ سے نادانستہ بڑی بے ادبی اور خطا ہوئی کہ میں سوار ہوں
اور حضور پیادہ پا ہیں اور یہ کہہ کے چاہتا تھا کہ اپنے خچر پر سے اتر کے عمرو کے پاؤں پر گر پڑے عمرو نے کہا صاحب تم وزیر اعظم
گنجاب کے ہو میں ایک پیادہ خبردار اور زینہار خچر ی سے اترنے کا ارادہ نہ کرنا سوار رہو بختیارک نے گڑگڑا کر کہا
کہ قربانت شوم گنجاب مسخرا کیا کرتا ہو میں آپ کا غلام جان نثار ہوں عمرو نے آہستہ سے کہا او بدذات عجیب
ابھی تو گنجاب سے میرے پہچان لینے کا وعدہ کر کے کیا کیا میرے حق میں بکا بکا کے آیا ہو اور پھر یہ میرے سامنے
چرب زبانی اور لسانی کر کے باتیں بناتا ہو بختیارک کی سواری میں اور جو پیادے خواص خاص خدمتگار تھے وہ
سب اپنے دل میں حیران ہو کے کہتے تھے کہ یہ مشعلچی شاید ملک جی کے کوئی بزرگوں میں سے ہو کہ ایسی گفتگو سخت
کرتا ہو اور ملک جی اس طرح سے عجز و انکسار کر کے اسکی خاطر اور ادب اور لحاظ کرتے ہیں غرض یہ کہ بختیارک بہت سا عذر
کر کے عمرو کو اپنے خیمہ میں لایا اور سب نوکروں چاکروں کو خیمہ سے باہر نکال کے اپنے دونوں ہاتھ باندھ کے پاؤں پر گر پڑا
اور کہا کہ میں نے حضور کی نذر اور پیشکش کے واسطے بہت سا زر نقد جمع کر رکھا ہو اس لیے یہ باتیں بخیال مآل اندیشی
میں نے گنجاب سے کی تھیں تاکہ جسوقت آپ سے ملاقات ہو وہ سب روپیہ آپ کی نذر کر دوں سو اب شکر خدا کا کہ آج
ملازمت مجھے حاصل ہوئی اب بسم اللہ کریے جس طرح سے آپ کا جی چاہے گنجاب کی داڑھی مونڈ لیے اور اسکی ساری
بارگاہ کا مال اسباب لوٹ کر اپنے قبضہ تصرف میں لایے عمرو نے کہا بہت خوب او شیطان بے ایمان گنجاب سے
وعدہ اور شرط کر آیا ہو کہ میں تیرا محافظ رہونگا اور میں عمرو کو پکڑ کر تجھے بتلا دونگا تو خوب جانتا ہو کہ قدیم سے میں نے جس
بادشاہ کی یا جس کسی سردار کی یا کبھی جس کسی گبر مغرور و سرکش کی داڑھی مونڈی اور اسکی بارگاہ کو لوٹا شکوہ عیاری کی
ہو اب تو دیکھ گنجاب کی بارگاہ کو اگر دوں میں نہ تباہ و برباد کروں اور اسکی داڑھی دن میں نہ مونڈوں تو نام اپنا
شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار نہ رکھوں اور اسی واسطے اسوقت تجھے زندہ و سالم چھوڑتا ہوں کہ تیرے
جی میں یہ حسرت نہ رہ جائے بختیارک نے رو کے کہا کہ لاکھ جانیں غلام کی آپ کی جوتیوں پر تصدق و نثار ہو جائیں
غلام کی کیا قدرت و طور کیا طاقت جو آپ کی برابری کر سکے آپ جو نہ کریں وہ تعجب ہو حضور کا فرمانا سب برحق و بجا ہو عمرو
نے کہا او بدذات نالایق میں تجھے خوب پہچانتا ہوں اور تیری شرارت سے خوب آگاہ ہوں بختیارک کا یہ حال
تھا کہ پاخانہ پائجامہ میں نکل پڑا تھا اور مارے ہول اور ڈر کے جاڑے کی سی تپ چڑھی ہوئی بات نہیں کر سکتا تھا
اور رو کے یہی کہتا تھا او شاہ عیاران عیار میں نے منصب وزارت کا فقط بنظر دولت خواہی حضور کے لیا ہو عمرو
نے کہا اچھا کیا مضائقہ لیکن پہلے بختیارک یہ جو کچھ مال و اسباب نقد و جنس تیرے خیمے میں ہو یہ تو میری نذر کر دے
بعد اوسکے گنجاب کی بارگاہ میں جیسا موقع ہوگا سمجھ لیا جائیگا بختیارک نے کہا زہے افتخار اور سعادت یہ تو سب
مال اسباب حضور ہی کا ہو یہ کہہ کے حاضر کیا کہ صندوق اشرفیوں اور روپیوں کے اور کچھ جواہرات اور تسلہ
آفتابہ سلفچی عطردان پاندان چنگیرہ چنگیر وغیرہ ظروف نقرہ اور ظروف مسی وغیرہ اور فرش اور فروش جو کچھ اسباب تھا
سب عمرو کے سامنے انبار لگا دیا عمرو نے جال الیاسی مار کے وہ سب نذر زنبیل کیا ایک جوڑا تک کسی قسم کی پوشاک
کا باقی نہ رکھا تھا فقط نقش بوریا رہ گیا تھا کہ وہ اٹھا نہیں سکتا تھا بختیارک ننگا مادر زاد ایک ہاتھ اپنا آگے ایک
پیچھے رکھے چپکا سرنگوں کھڑا تھا عمرو نے کہا او بختیارک اب میں رخصت ہوتا ہوں جو پہلے تجھے گنجاب کو سمجھانا
تھا تو تو حسب مقدور اپنے خوب سا سمجھا آیا ہو مگر قسم ہو سر اقدس سلطان صاحبقران کی کہ میں دن میں جا کے گنجاب
کی داڑھی مونڈونگا اور اسکے بارگاہ نشینوں کو خوب سا ذلیل اور خراب کر کے مال اسباب سب لوٹ لیجاؤنگا بس آج

مجھے وزیر بھی ہو کر تو جا کے جس طرح سے تیرا جی چاہے بخوبی سمجھا دے مین تو جو کہتا ہون وہ کرونگا یہ کہکے عمرو تو جس طرح
ہوائی کنج سے یا شرارہ سنگ سے نکل جاتا ہی مثل برق خاطف کے بختیارک کے خیمے سے نکلا یا اور جب بختیارک نے دیکھا
کہ عمرو چلا گیا بہت دور پہونچا تب اُسنے اپنے نوکرون کو پکار کے کہا کہ ای کمبختو جلد آؤ خواص خدمتگار فراش پیادے
وغیرہ جو کہ ملازم اور متعینہ بختیارک کے پاس تھے اُن سبھون نے جو اندر خیمے کے آکے دیکھا کہ بختیارک برہنہ مادر زاد
بیٹھا ہی سبھون نے پوچھا ملک جی خیر باشد یہ کیا ماجرا ہی بختیارک نے رو کے جواب دیا کہ یارو وہ شیطان جو میرے سامنے
آیا تھا وہ عمرو تھا سارا اسباب اور نقد جنس جو کچھ کہ میری انیٹ تھی لوٹ کے لیگیا یہ کہکے اپنے نوکرون سے کپڑے
پہنکے اپنی خچری پر سوار ہوا اور اُسی وقت سوار ہوکے گنجاب کی بارگاہ مین گیا گنجاب نے بختیارک کو دیکھکر پوچھا ملک جی
کیون خلاف معمول اسوقت تمھارے آنے کی کیا وجہ بختیارک نے کہا کہ ای گنجاب بگوش ہوش سن کہ وہ عیار ابھی
میرے خیمہ مین جا کے مجھسے شرط کر آیا ہی کہ مین دو دن مین جا کے اگر بارگاہ گنجاب کو خاک مین نہ ملا دون اور گنجاب کی ناک
نہ مونڈ دون تو نام اپنا عمرو نہ رکھون اس لیے مین اسوقت پھر تیرے پاس آیا ہون اور خوب سا تجھے سمجھائے دیتا ہون
کہ مین جو تجھسے کہون یا اشارہ کرون اُسپر تو عمل کرنا خبردار اسمین فرق نہ پڑے کہ بے کہان جا کے اپنا
سر منگاون اور کس سے کہون یا رکھون یہ مین خوب جانتا ہون کہ جسوقت عمرو تیرے پاس آئیگا اور وہ دو باتین تجھسے کریگا
تو پھر تو ہرگز میری بات میری نصیحت میری خیرخواہی کچھ مطلق نہ سنیگا جو وہ کہیگا وہی کریگا گنجاب نے ازدوے
قسم کہا ملک جی مین قسم کھا کے کہتا ہون اقرار نامہ مہری اپنا تمکو لکھ دیا ہی کہ جو تم کہتے ہو اسی پر عمل کرونگا پھر تمھارے
دل کا وسوسہ نہین جاتا تم خاطر جمع رکھو مین سوا تمھارے کہنے کے اور کوئی بات کسی کی ہرگز ہرگز نہین مانونگا بختیارک
نے کہا تو پھر کچھ ڈر نہین سمجھ لونگا یہ کہکے اور پھر بہت سا گنجاب کو سمجھا کے سکھا پڑھا کے بختیارک رخصت ہوا اور اپنے
خیمہ مین آکے اسی فکر مین مصروف ہوا۔

اب دو کلمے داستان شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار سے گذارش کیے جاتے مین

کہ عمرو گلیم عیاری اوڑھ کے شبکو گنجاب کے محل مین آیا اور بآواز بلند یہ کہا کہ ای گنجاب ہان و آگاہ باش کہ خاص الخاص
بندہ میرا نوشیروان ملک العادل کسریٰ تھا جبکہ وہ سرمست بادۂ غفلت اور متکبر و مغرور بدرجۂ نہایت ہوکے مجھے بھول گیا
تب مین نے اُسپر اپنا غضب نازل کرکے امیر حمزہ صاحبقران سے مغلوب کروا دیا گنجاب نے جو یہ آواز غیب سنی
بے اختیار اُٹھکر سمت قبول خداوندی لقا زمین پر سجدہ کرنے لگا اور اپنے جی مین نہایت خوش ہوکر کہتا تھا کہ ای گنجاب آج
نصیب اور خوش طالع تیرا کہ تیرے گھر مین خداوند ایسجدہ ہزار ملک با فخر تشریف لایا ہی جب گنجاب نے سجدے سے سر اُٹھایا تو پھر
عمرو نے آواز دی کہ ای گنجاب اگر چشم بینا اور گوش شنوا رکھتا ہو تو اب دیکھ اور خوب کان لگا کے سن کہ مین اپنا قہر تجھپر نازل
کیا چاہتا ہون کیا سبب کہ تو رجوع قلب میری طرف نہین رکھتا اور اپنا راز مجھسے چھپاتا ہی اور اعانت مجھسے نہین طلب کرتا
اور واسطے اپنے دفع آفات اور رفع حاجات اور حل مشکلات میری جناب مین مستدعی اور ملتجی نہین ہوتا اور تو یہ نہ جانتا
کہ مین خداوند لقا ہون راز کل عالم اور زمین و آسمان کا مجھسے چھپا نہین ہی اسی واسطے ایک ادنیٰ کمترین بندے کو کہ جسکا نام
بدیع الزمان ہی مین نے اپنی قدرت کاملہ سے خلق کیا اور تیرے ملک مین اُسے بھیجا کہ سترہ اٹھارہ لاکھ سوار و پیادے کہ جو
تیرے ملازمین کی آنکھ کے ہاتھون سے تباہ و برباد کروا دی اور کیسے کیسے بڑے سردارون کو اس بدیع الزمان کے ہاتھ سے
زنگین و ہوایین قتل کروا ڈالا اس ایک شخص کو تجھپر غالب کر دیا اگر تو کیفیت اپنے حال کی از راہ عبودیت میرے پاس مجھسے بیان
کرتا تو کبھی تجھپر قہر نازل نہ کرتا تو نے از راہ کبر و نخوت اور دعوی جبری اور شوکت و حشمت کے اپنا راز مجھسے مخفی کیا مین نے کیا ہو

خون آشام تیرے ایسے جلیل القدر سپہ سالار اور عقیل و دراز ترکیب ایسے سرداروں کو ملیح الزمان کے ہاتھ سے قتل کروا دیا پس
تجھ پر قہر و غضب میرا ظاہر ہو جب گنجاب نے یہ آواز سنی تو غنچہ خاتون سے کہنے لگا کہ غنچہ خاتون تمنے بھی یہ باتیں سنیں یا نہیں
سنیں یا فقط میرے کان میں یہ آواز آئی ہو ملکہ غنچہ خاتون اور تمام ملکہ کی انیسوں جلیسوں مقربوں مصاحبوں خواصوں نے
سجدے کرکے کہا کہ ای پیغمبر مرسل یہ اعجاز خداوند باختر کا ہو ہم سب خوب سن رہے ہیں اسمین عمرو نے کہا کہ ای گنجاب گوش ہوش
سن کر تو نے ایک کلمۂ کفر اب اپنے منھ سے نکالا ہو کہ اسپر میں تجھسے نہایت غضبناک ہوا ہوں کہ تو مجھے بھول گیا اور بختیارک
کو تو نے اپنا محافظ اور نگہبان مال و جان کا گردانا اور تو نے کہا ہو کہ ای بختیارک اگر خداوند لقا بھی تیرے مقدمہ میں مجھسے
کچھ کہیگا تو میں نہ مانونگا تیرے ہی کہنے پر عمل کرونگا گنجاب یہ راز و نیاز کی باتیں اپنی اور بختیارک کی غیب سے سنکے
زیادہ معتقد ہو گیا اور نہایت تضرع و زاری سے سجدے کرکے کہتا تھا کہ یا خداوند توبہ توبہ ہزار توبہ فی الحقیقت یہ
خطائے فاحش مجھسے سرزد ہوئی اور بر حق میں نے یہ کلمۂ کفر منھ سے نکالا تھا تو مجھے معاف کر تیری ذات رحیم ہو جب گنجاب
نے بہت سی توبہ کی اور خوب عاجزی کرکے رویا تب عمرو نے پھر ندا دی کہ ای گنجاب یہ بختیارک شیطان ہو کوئی کبھی شیطان کے
طریق پر عمل کرتا ہو اور جو کوئی شیطان کی راہ پر چلے وہ بھی شیطان ہو اس بختیارک کے کہنے پر نوشیروان نے عمل کیا
تو نے سنا ہوگا کہ نوشیروان ایسا بادشاہ حمزہ کے ہاتھ سے شہر بشہر جا بجا گا پھرا اور جس شہر میں گیا جو بادشاہ اس شہر کا
تھا اسنے بھی اسی شیطان کے کہنے پر عمل کیا میں نے اسپر بھی اپنا قہر نازل کرکے تباہ اور برباد کر دیا کل کی بات ہو
کہ اسرافیل قدرت میرا گاؤ لنگی گاؤ سوار تھا اسکے پاس بہرمز تاجدار اور فرامرز نابکار دونوں بیٹے نوشیروان
کے جو آئے تو یہ شیطان یعنی بختیارک بھی انکے ساتھ گاؤ لنگی گاؤ سوار کی بارگاہ میں جاکے داخل ہوا اور وہ میرا
اسرافیل درگاہ گاؤ لنگی گاؤ سوار اس شیطان کے کہنے پر چلا میں نے اسے بھی اپنے تجلی مبتلا کرکے تباہ کر دیا
پس ای گنجاب تو یہ سمجھ لے کہ جتنے اسرار خفی و جلی ہیں سب مجھپر عیان ہیں تو نے مجھسے پردہ کیا اور اپنا محافظ شیطان
کو بنایا اور میرے حق میں اس شیطان سے تو نے یہ کلمہ کہا کہ اگر خداوند بھی کوئی بات کہیگا تو ای بختیارک میں نہ مانونگا
اور تیرے کہنے پر عمل کرونگا خیر تو توبہ کرتا ہو اس سبب سے مجھے شرم آئی ہو میں نے تیرا گناہ بخشا لیکن اس طور سے کہ کل
ایک فرشتہ وحی رسان میرا تیرے پاس آئیگا وہ فرشتہ جس طرح سے تجھے سمجھائے اور کہے تو اسپر عمل کرنا کل تیری پیغمبری
میں اپنے کل بندوں پر ظاہر کرونگا اور خبردار زنہار بختیارک شیطان ہو اسکے کہنے پر مطلق خیال نہ کرنا بلکہ اسکو اپنی
بارگاہ میں نہ آنے دینا اور جو تو نے اسکی بات پر عمل کیا تو ایسا غضب تجھپر نازل کرونگا کہ پھر ابد الآباد تک نام
و نشان تیرا صفحۂ ہستی پر باقی نہ رہیگا بہتر تیرے حق میں یہی ہو کہ جو کچھ وہ فرشتہ وحی رسان کہے تو کرنا اور اپنے سب سرداروں
اور بارگاہ نشینوں اور عزیزوں یگانوں بیگانوں ہمنشینوں مصاحبوں مقربوں کو حکم دینا کہ کل پوشاکیں و عمامہ ہائے
مغرق بزر و مکلل بجواہر پہنکر امین فرشتہ وحی رسان خداوند کا آئیگا اور تیری پیغمبری ظاہر ہوگی اور تو بڑے تجمل و
شوکت سے اپنی محفل کو آراستہ و پیراستہ کرکے ظروف طلائی اور مرصع اور اسباب تمام اور رکھنا اور تکلفات بہت سا کرکے
اپنے تخت پیغمبری پر بیٹھنا اور جو حکم کرے وہ فرشتہ وحی رسان کرنا جاہے مطابق اسکے بجا لانا مر ہو اسکے حکم میں فرق نہ پڑنے پائے
اور جو اسکی عدول حکمی کریگا پھر میں اسکو کبھی نہ بخشونگا غرض یہ باتیں کرکے عمرو نے چند نافے مشک کے پردے پر ہوا
پھینک دیے اور دو چار شیشیاں عطر و روح افشان کی چار طرف ڈالدیں [illegible] خوشی اور عجب طرح کی ایک تجلی ہوگئی اور خوشبوئے
مشک سے تمام مکان گنجاب کا معطر و معنبر ہو گیا پھر اسکے آپ بارگاہ سے نکل گیا یہاں گنجاب نے تمام شب یا خداوند یا لقا کہو
[illegible] تسبیح اور [illegible] میں بسر کی اور صبح کو [illegible] پراگندہ ہوکے بارگاہ میں آیا اور [illegible] تخت پیغمبری پر جلاس کرکے بیٹھا ہی تھا کہ [illegible]

چوبدار جا کے بختیارک کے پاس سے میری انگشتری منگوا دے چنانچہ حسب الحکم گنجاب کے ایک چوبدار بختیارک کے خیمے کے
دروازے پر گیا تو وہ وقت تھا کہ بختیارک سو کے اٹھا تھا اور سلفچی آفتابہ اپنا منہ دھونے کو منگایا تھا یہیں چوبدار پہونچا بختیارک کے
دربانوں نے کہا ٹھہرو ہم عرض کرلیں تو تم اندر جاؤ گنجاب کے چوبدار نے بختیارک کے دربانوں کا مطلق کہنا نہ مانا اور بے تحاشا
اندر خیمے کے گھسا ہوا چلا گیا بختیارک نے گنجاب کے اس چوبدار کو بدون اطلاع یوں بے دھڑک اپنے خیمے میں چلے
آتے دیکھا تو اپنے دل میں سوچا کہ معلوم ہوتا ہے کچھ خیر نہیں ہے بعد اسکے اس چوبدار سے پوچھا کہ کیوں کیا حکم ہے چوبدار نے کہا کہ
پیغمبر مرسل نے انگشتری اپنی طلب کی ہے بختیارک نے کہا تم چلو میں آپ انگشتری لیکے آتا ہوں چوبدار نے کہا مجھے یہ حکم نہیں
ہے تم انگوٹھی مجھے حوالے کر دو بعد اسکے تم چاہو جاؤ چاہو نہ جاؤ بختیارک نے چاہا کہ عذر و حیلہ کرکے انگوٹھی چوبدار کے ہاتھ نہ بھجوائے
آپ لے کے جاؤں چوبدار نے مطلق کہنا نہ مانا اور بجبر شدت کر کے انگشتری بختیارک سے لی اور بارگاہ گنجاب میں آ کے
وہ انگشتری گنجاب کو دی گنجاب نے پھر حکم دیا کہ اب دروازۂ بارگاہ پر ممانعت کردو کہ خبردار آج بختیارک اندر بارگاہ کے
نہ آنے پاوے اور جتنے وہاں مقربین اور مصاحبین سرداران و امراے جلیل الاقتدار بارگاہ نشین حاضر صحبت تھے ان سبھوں
سے تمام حال اپنے محل میں ملکہ فرشتۂ وحی رسان کے آنے کا اور جو کچھ گفتگو آپنے یعنی فرشتۂ وحی رسان عمرو نے کی تھی بیان کی سرداران
نے عرض کی کہ اے پیغمبر مرسل یہیں مہربانی خداوند تعالی آپ کے حال پر ہے اور یہ سب فقط خداوند تعالی رحیم اور کریمی
کا باعث ہے کہ ایسی خطاے فاحش اور ایسی تقصیر کہ شیطان کی محافظت اور پناہ کا آپ نام لیں اور خداوند کی پناہ نہ چاہیں
آپ سے سرزد ہو اسکا قہر نازل ہوتا تعجب نہ تھا واقعی آپ نے بہت برا کیا گنجاب نے پھر اپنے تخت پر سے اتر کے سمت
قبلہ لول تعالی سجدہ کیا اور بعد اسکے اپنے سرداران بارگاہ نشینوں سے کہا بس اب تم جلد سب اپنے اپنے مکانوں کو جا کے پوشاکیں
نفیس مکلل بزر و غیرہ بجواہر پہن پہن کے آؤ اور اب وہ فرشتۂ وحی رسان آتا ہوگا اور میری پیغمبری ظاہر کریگا بارے حسب الحکم
گنجاب وہ سب سردار اور بارگاہ نشین تو اپنے گھروں کو جا کے بڑی بڑی بد صوم دھانی پوشاکیں پہن پہن کے پھر بارگاہ میں
گنجاب کی آتے جاتے ہیں یہاں گنجاب نے بموجب حکم اس فرشتۂ وحی رسان یعنی عمرو کے لٹنے سے اپنی محفل کو بڑے
تکلف سے آراستہ کیا اور کرور ہا روپیہ کا لوازمہ اور ظروف نقرئی و طلائی جواہرات کے لگا کے بجا بجا قرینے سے رکھوائے
اور بہت سا جواہر بیش بہا اور نایاب چیدہ چیدہ مثلا مالاے مروارید کہ ایک ایک دانہ مثل بیضہ کبوتر تھا یا جوشن یا نورتن کہ اس
میں الماس بے بہا اور لعل و یاقوت احمر اور زمرد اور کہرباج وغیرہ ایک ایک شے سات سات سلطنت کے خراج کی تھی اپنے
جسم پر آراستہ کر کے گنجاب اپنے تخت پیغمبری پر منتظر آمد فرشتۂ وحی رسان بیٹھا تھا غرض یہاں بارگاہ میں گنجاب کی تو یہ
سامان ہو رہا ہے اب وہاں حال بختیارک کا سنئے کہ بختیارک نے دیکھا کہ گنجاب نے اپنی انگوٹھی منگالی نہایت سراسیمہ اور
مضطرب سوار ہو کے برابر بارگاہ گنجاب کے آیا یہاں جو کوئی ادنی اعلی لڑکا بالا جوان بوڑھا امیر فقیر بختیارک کو دیکھتا
تھا بے ساختہ و بے خوف و خطر فحش گالیاں دے کے کہتا تھا کہ یہ شیطان ہے ایک عالم کو یہی گمراہ کرتا ہے بختیارک نہایت
حیران و پریشان ہو کر اپنے جی میں سوچتا اور کہتا تھا کہ یہ ساری مرشدی عمرو کی ہے دیکھیے آج جان کیونکر بچتی ہے قصہ
مختصر دروازۂ بارگاہ گنجاب پر بختیارک نے اپنی گھوڑی پر سے اتر کے چاہا کہ اندرون بارگاہ قدم رکھے ایک مرتبہ چوبدار
مروبے دربان لیساول وغیرہ جتنے دروازۂ بارگاہ پر حاضر تھے سبھوں نے گالیاں دینا شروع کیں اور جوتی پیزار کرنے
کو آمادہ ہو گئے گردنیاں اور دھکے دیکے باہر نکال دیا بختیارک نے کہا کہ یارو ہاں ہاں کیا کرتے ہو میرا کیا قصور
اور کیا گناہ ہے خدا لگتی کہو تو میں بھی اپنے جی میں مقبول ہوں اور وہ جو فرشتۂ وحی رسان بنکے آئیگا وہ عمرو
عیار ہے ہاے ہاے کیا غضب ہے تم کوئی میرا کہنا نہیں مانتے میری بات کو جھوٹ سمجھتے ہو میں سچ کہتا ہوں

کہ وہ عیار آکے ساری بارگاہ کو گنجاب کی خراب اور برباد کر جائیگا چوبداروں مردہوں دربانوں وغیرہ سے چوب اور چابک
ہاتھوں میں لے لے کے کہا کہ او بدذات تو شیطان ہے خداوند لقا کے بندوں کو گمراہ کرتا اور ورغلاتا ہی جاتا ہے تو جلد یہاں
سے جا ورنہ مارے لاٹھیوں اور جوتوں کے ساری شیطنت اور شرارت تیری بھلا دینگے اور ہم تیرے فریبوں میں کبھی
نہ آئینگے بختیارک پچھلے پاؤں ہٹا اور جوتی پیزار سے آپ کو بچایا اور کہتا جاتا تھا کہ او بیوقوف شامت زدو بھلے اسوقت
تو تم میری بات نہیں سنتے ہو میرا کہنا سچ نہیں جانتے مجھے جھوٹا سمجھتے ہو جسوقت عمرو آکے تم سبھوں کو ذلیلیں دیگے
اور خوب سلیے عزت اور رسوا کرے اور پیغمبر مرسل کو ذلیل اور بے حرمت کرکے بارگاہ کا سارا مال و اسباب اور نقد و
جنس لوٹ کے لیجائینگے اسوقت کفِ افسوس ملوگے اور سر پیٹ پیٹ کے سب کہوگے کہ ہاں بختیارک سچ کہتا تھا
یہ جھوٹھ کہتا تھا مردے چوبدار دربان سب اور زیادہ تر جھنجلا کے گالیاں دیتے اور مارنے کو دوڑتے اور کہنے لگے کہ او
بیوقوف شیطان تو بکو کیا ورغلائیگا اور گمراہ کریگا ہم ہرگز ہرگز تیری بات کو نہیں مانتے تو بکتا کیا ہے اور کیا جھک مارتا ہے
اور گوہ کھاتا ہے بختیارک نے ناچار ہوکے کہا کہ اچھا تم لوگ میرا کہنا نہیں مانتے تو نہ سہی مگر ذرا میرے آنے کی خبر گنجاب
کو کردو اور میری طرف سے اتنا عرض کردو کہ بختیارک کچھ عرض کیا چاہتا ہے ایک چوبدار نے کہا کیا مضائقہ ہم تیری
اطلاع کیے آتے ہیں مگر خبردار جبتک حکم نہ آئے تو جہاں کھڑا ہے وہیں رہنا آگے قدم نہ بڑھانا یہ کہکے وہ چوبدار اندر
بارگاہ گیا اور گنجاب سے اظہار حال بختیارک کا کیا گنجاب نام بختیارک کا سنکے مثل شعلہ جوالہ بھڑک اٹھا اور حکم دیا
کہ اس بدذات شیطان کو جاکے سمجھا دو کہ جبتک فرشتہ وحی رسان خداوند لقا کا نہ آئیگا اور وہ اجازت تیرے آنے کی
نہ دے گا تب تک تجھے ہرگز گرد و پیش بارگاہ کے آنے کا حکم نہیں جلد یہاں سے دور ہوجا اس چوبدار نے آکے بختیارک
سے کہا یا کہ حکم ہے پیغمبر مرسل کا کہ تا وقتیکہ فرشتہ وحی رسان نہ آئیگا تیرے آنے کا حکم نہیں دیتا جلد یہاں سے پلٹ جا
آخرکار بختیارک ناچار ہوکے وہاں سے اپنے دل میں روتا اور دو ہتڑیں سر پہ مارتا یہ کہتا ہوا کہ آج یہ مسخرا گنجاب خوب
خراب ہوگا میری بھی جوتی سے جو کوئی اپنا کہنا نہ مانے وہ جہنم میں جائے تعب مختصر بیان بارگاہ گنجاب میں جشن شاہانہ
اور محفل خسروانہ بڑے ہی تکلف سے آراستہ ہوا اور عطردان پاندان چنگیر چوگوشے منقل اگر سوز مجمر سوز وغیرہ ظروف طلائی
اور مرصع کار رجا بجا رکھے ہیں سردار سب پوشاکیں جواہر نگار پہنے ہوئے بیٹھے ہیں گنجاب شادان و فرحان چار طرف
شاہراہ انتظار میں فرشتہ وحی رسان کا نگران ہے اس میں کوئی پہر دن چڑھا ہوگا کہ یکبار شاہ عیاران عیار محل پر
گنجاب کے گلیم عیاری اوڑھے تشریف لیگئے اور وہاں سے چند نافے مشک کے اور تھوڑا سا عطر ادھر ادھر پھینکا یا
اور چند شیشیاں گلاب و رو آتشبازی کی چپ و راست دیوار پر ماریں کہ انکے باعث سے عجب طرح کی تجلی اور نور چاروں طرف
ظاہر ہوا اور خوشبو سے مشک اور عطر وغیرہ کی تمام بارگاہ نشینوں کے دماغ معطر ہوگئے بعد اسکے عمرو نے گلیم عیاری سے کہی
بصورت فرشتہ وحی رسان قدرت خداوند لقا بنگیا داڑھی تمام مقیشی اور پوشاک بہت فاخرہ تاج مرصع جس میں کئی لعل
شب چراغ اور گوہر شاہوار اور دانے ہیرے یاقوت اور زمرد ہیرے الماس اور زمرد اور پکھراج اور فیروزہ نصب کیا ہوا
چالیس گز کا قد رنگت ولایتی انار کا مانند اس ہیئت سے بکمال شان و شوکت اس محل کی چھت سے جست کرکے گنجاب کی
بارگاہ میں جلوہ فرما ہوا تمام کفار اہل دربار تمام بارگاہ نشینوں کو یہی ثابت ہوا کہ ہوا سے آسمان سے پرواز کرکے آیا ہے
گنجاب تخت پہ سے اور سب سردار اپنی اپنی کرسیوں اور دنگلوں پر سے اٹھ اٹھ کے لیسبت قیلولہ لقا سجدہ کرنے لگے
اس میں عمرو یعنی فرشتہ وحی رسان نے آواز دی کہ بس سجدے سے سر اٹھاؤ کہ خداوند لقا نے تمکو تخت پھر
سر ترقب اور دولت کونین کی عطا فرمائی ہے اور بعد اسکے سارا حال رات کا بیان کیا کہ خداوند لقا آپ یہاں تشریف لاتا ہے

اور ای گنجاب مجھے یون فرمایا گیا کہ مین تجھپر تیرا نیا نازل کرنا کیلیے کہ تو نے شیطان کو اپنا محافظ گردانا اور مجھے تو بھول گیا اور تیرے
باب مین فرمایا گیا تھا کہ صبح کو فرشتہ وحی رسان آئیگا جو کچھ وہ کہے اسکے کہنے پر عمل کرنا اسلیے خداوند نے مجھے بھیجا ہے کہ مین نگہبان
خداوند پر ای گنجاب تیری پیغمبری ظاہر کر جاؤن یہ کلام فرشتہ وحی رسان یعنی عمرو کا سنکے پھر گنجاب اور سب سردارون
نے سمت قیطول زمرد نشاد سجدہ کیے اور پھر فرشتہ وحی رسان نے منادی کی بس اب سجدے سے سر اپنے اپنے اٹھاؤ اور
ای گنجاب اس شیطان کو بھی طلب کرتا ہون اسے فہمائش کرون اور سمجھاؤن شاید اب بھی وہ اپنی معصیت اور شیطنت سے
توبہ کرے گنجاب نے جو سنا کہ فرشتہ وحی رسان بختیارک کے آنے کی اجازت دیتا ہے حکم دیا کہ ارے کوئی چوبدار
جاکے بختیارک کو بلا لاوے چنانچہ حسب الحکم گنجاب کے چوبدار نے بختیارک سے جاکے کہا کہ چلیے پیغمبر مرسل نے آپکو یاد
کیا ہے بختیارک نے کہا کہ حاشا اب مین گنجاب کی بارگاہ مین ہرگز نہ جاؤنگا چوبدار نے اگر گنجاب سے عرض کی کہ بختیارک نہین حاضر
ہوتا آگے جیسا ارشاد ہو فرشتہ وحی رسان نے کہا کہ اسے تم پکڑ لاکے جلد حاضر کرو حسب الحکم فرشتہ وحی رسان کے چار سے چوبدار مختار
ہرکارے چپراسی جاکے بختیارک کو زبردستی اور بجبر کشان کشان سامنے فرشتہ وحی رسان کے حاضر کر دیا بختیارک نے خود آپ
عمرو کو فرشتہ وحی رسان بنا ہوا تھا بہ نگاہ او لین پہچان کر پکارا نعوذ باللہ اور سجدہ کرنے لگا فرشتہ وحی رسان نے کہا ای شیطان تو مکر
کر کہ پھر کبھی کسی بندے کو خداوند لقا کے نہ ورغلاؤنگا بختیارک نے کہا ای فرشتہ وحی رسان تو بہ جو ہے باقی لقا اور گنجاب کیا
کہتے ہین یہ گفتگو بختیارک کی سنکے فرشتہ وحی رسان نے بختیارک کو اپنے پاس بلا کے آہستہ سے کہا ای بختیارک تو نے
میری عیاری دیکھی اب تو گنجاب سے کہدے کہ یہ فرشتہ وحی رسان نہین ہے یہ عمرو عیار ہے بختیارک نے جواب دیا کہ
گنجاب سنا کیا کرتا ہے جو مین اس سے یہ بات کہون ہان اگر آپ ابھی فرمائین تو گنجاب کا تاج اتار لون عمرو نے کہا ای
بدذات جو مین تجھے حکم دیتا ہون اسکی تعمیل تو کر یہ اپنی شیطنت اور شرارت کی باتین کسی اور سے کر نا کر گنجاب کیا کرتا ہے سچ
کیا فائدہ تو جلکے اس سے بھی از روے قسم کہدے کہ ای پیغمبر مرسل یہ عمرو عیار ہے فرشتہ وحی رسان نہین ہے یہ عیاری
کرنے کو آپکے بارگاہ نشینون کو ذلیل کرنے آپکو ذلت دینے کو بارگاہ کا مال و اسباب لوٹنے کو آیا ہے بختیارک
ناچار عمرو کے ڈر سے گنجاب کے پاس جا بیٹھا اور آہستہ آہستہ کہنے لگا کہ ای پیغمبر مرسل تو سخت نادان اور بڑا احمق
اور بے وقوف ہے یہ فرشتہ وحی رسان نہین ہے عمرو ہے اب بھی خیریت ہے میرا کہنا مان جو مین کہتا ہون اسپر عمل کر
ورنہ دم بھر بعد ہاتھ مل ملکے بہت پچھتائیگا مصرع دم مین پھر ہم ہین نہ محفل ہے نہ سامان ہو نہ ہو پس یہ گفتگو بختیارک
کی سنکے گنجاب نے نہایت پیچ و تاب کھایا اور تھرا اٹھا بختیارک کی طرف سے پھیر کے چاہتا تھا کہ کچھ کہے ناگاہ فرشتہ
وحی رسان بولا یہ شیطان سچ کہتا ہے مین فی الواقع عمرو ہون اور ای گنجاب خداوند لقا اپنا معجزہ دکھلاتا اور یہی تقریر
کرتا ہے کہ جو کوئی شیطان کے کہنے پر عمل کرے پھر اسکی بخشش خداوند کبھی نہ فرمائیگا ابھی تیرے کان مین بختیارک
نے یہی کہا کہ یہ فرشتہ وحی رسان نہین ہے عمرو عیار ہے گنجاب نے فرشتہ وحی رسان کی زبانی یہ تقریر سنکے اپنے
جی مین کہا بے شک یہ فرشتہ وحی رسان مقرب خداوند ہے بختیارک نے میرے کان مین بہت آہستہ سے یہ بات
کہی تھی اور اسکو معلوم ہو گیا بس یہ سوچ کے گنجاب نے پھر اپنے تخت پر سے اتر کے سمت قیطول خداوند لقا
سجدہ کیا اور کہا ای فرشتہ وحی رسان لاشک و لاریب اس شیطان نے مجھسے یہی کہا تھا کہ یہ فرشتہ وحی رسان نہین
ہے عمرو ہے فرشتہ وحی رسان نے پھر کہا کہ ہان پیغمبر مرسل شیطان سچا ہے مین عمرو ہون پھر اب سب ملکے مجھے کچھ تقریر
گنجاب نے بکمال عجز و انکسار جواب دیا کہ کیا مجال اور کیا تاب و طاقت کسی کی جو آپکی جناب مین خلاف آداب
کوئی بات بھی کر سکے یہ شیطان گو کہتا ہے اور بہت سا جھک مارتا ہے یہان کوئی اس بدذات گمراہ کنندہ بندگان

خداوندی بات پرتف بھی نہیں کریگا اور جو کوئی اس شیطان کے کہنے پر عمل کریگا اسپر قہر خداوند کا نازل ہوگا اور وہ پھر کبھی بخشا نہ جائیگا یہ کہہ کے گنجاب نے حکم دیا کہ ہان مارو اس نمک حرام شیطان کو چنانچہ حسب الحکم گنجاب کے چار طرف سے ملازمان گنجاب اور حضار صحبت نے بختیارک کو خوب جوتیان وغیان کو زے وعولے مارین بختیارک داد و بیداد تو بہ تلا کرکے کہتا تھا کہ اے فرشتہ وحی رسان تو برحق ہے بس میرے حال پر رحم کر اور اگر تو میرے قتل کا ہو تو مین مسلمان ہوں میرے کلمۂ شہادت کا گواہ رہنا یہ کہہ کے لگا کلمہ پڑھنے عمرو نے کہا بس زیادہ کوسنا تھا تو یہی کہ جا کر عمرو ہو عمرو ہو قصہ مختصر یہ کہہ کے فرشتہ وحی رسان منبر پہ جا بیٹھا اور آواز بلند وعظ اور پند کرنے لگا اور شراب منگا کے گنجاب اور تمام سرداروں بارگاہ نشینوں وغیرہ حاضرین صحبت سے کہا کہ آج میں بموجب حکم اور تقدیرات خداوند لقا کے وارد محفل گنجاب ہوا ہوں اور پیغمبری گنجاب کی ابھی تک کسی پر ظاہر نہ تھی آج رتبہ پیغمبری کا گنجاب کی بندگان خداوند لقا کے اوپر اور کل عالم پر ظاہر کرتا ہوں اور ایک پیالہ شراب کا بھرکے گنجاب کے ہاتھ میں دیا بعد اسکے ایک پڑیا بیہوشی کی شراب کے ساتھ گنجاب کو دے کر کہا کہ اے گنجاب سے یہ بیہوشی ہے اور میں عمرو عیار ہوں اس بیہوشی کو پہلے تمام شیشون اور صراحیوں اور گلابیوں وغیرہ میں شراب کی مخلوط کر کے باقی قدرے اپنے اس شراب کے پیالے میں ملا اور تمام اپنے بارگاہ نشینوں کو پلا اور آپ بھی پی اور بعد ہم بہر کے میری عیاری کا تماشا دیکھ گنجاب نے جلدی سے وہ پیالہ شراب کا اور وہ پڑیا بیہوشی کی فرشتہ وحی رسان کے ہاتھ سے لیکے کہا کہ اے فرشتہ وحی رسان میرے یہی کہ یقین کامل ہے اور میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تو مقرب خاص خداوند باختر کا ہے تیرے ہاتھ کا زہر ہمارے لیے آب حیات سے زیادہ تر ہے اور یہ کہہ کے وہ پڑیا تمام شیشون اور قرابون اور بوتلوں اور شیشوں اور گلابیوں میں ملا کے کوئی مین اشہ باقی رکھ لی وہ دوا ہوئی اس شراب میں ملا دی فرشتہ وحی رسان نے حکم دیا کہ اب دیر نہ کر بے وسواس اس پیالے کو نوش کر سب الحکم فرشتہ وحی رسان کے گنجاب نے وہ پیالہ شراب کا غٹ غٹ کر کے پی لیا اور جتنے بارگاہ نشین اور سردار اور حاضرین صحبت تھے ان سبھوں نے بھی ایک ایک پیالہ بھر بھر کے پینا شروع کیا جس وقت کہ دور جام شراب بیہوشی آمیختہ کا تمام ہوا تو عمرو نے دیکھا کہ دوسرے دور کی نوبت ابھی نہیں آنے پائی ہو کر ایکبار چار طرف سے سب سرداروں کو چھینکیں آئیں اور تمام بارگاہ نشین چرخ مار مار کر مع گنجاب زمین پر گر پڑے عمرو نے دروازہ بارگاہ کا پہلے سے مسدود کر رکھا تھا جو لوگ مردے چوبدار دربان حاجب لیسا دل وغیرہ اور پیادے سوار چوکی پہرے والے خواص فراش باہر تھے وہ تو باہر رہے اندر آنے نہیں پائے اور جو مقربین اور مصاحبین سردار اور بارگاہ نشین اندر تھے وہ سب بیہوش ہوگئے اب فقط شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار یا بختیارک باقی رہ گیا عمرو نے بختیارک سے کہا کہ ملک جی آپ کچھ ذرا تکلیف کیجیے اور یہ مال و اسباب جو گنجاب کی بارگاہ میں ہو دیکھیے خراب نہ ہونے پائے جلد جلد اسکو اٹھا اٹھا کے میرے پاس دیتے رکھتے جائیے اگر کسی شی میں کچھ نقص واقع ہوگیا یا کسی کپڑے اور فرش میں دھبا لگ جائیگا تو مین بہت بڑی خرابی تم پر پیش آؤنگا بختیارک ادھر ڈر کے مثل قالب بیجان تھا مگر اسپر بھی تہہ فروش مال و اسباب نقد و جنس اٹھا اٹھا کے دیتا تھا اور برابر شاہ عیاران عیار کے لاکے رکھتا جاتا تھا عمرو ایک مرتبہ جال الیاسی اسپر پھینک کے اپنی زنبیل میں ڈالتا جاتا تھا جب عمرو نے دیکھا کہ اسباب بارگاہ گنجاب میں بہت سا ہے اکیلا بختیارک کہاں تک لائیگا تب آپ نے زنبیل سے کچھ لوہار کچھ بڑھئی کچھ سنار کچھ اور بند موسے نکالے انکو حکم دیا کہ ارے ہان جھٹ پٹ یہ سب اسباب اور مال اور فرش و فروش پردے اور چلمنین اور پلنگ چاندی کے اور جو شے جہان پر ہو اٹھا لاؤ دیر نہ کرو وہ کم بخت بند موسے چار طرف

ایک ایک کاغذ کی ٹوپی سر پر اور گلو میں تھیلیان باندھے ایک ایک گز کی ڈلی ہاتھون مین لیے بکھسنے جاتے اور لوٹ لوٹ کے
سارا اسباب لاتے تھے عمرو زنبیل کرتا جاتا تھا القصہ طول تا چند دیجیے مختصر یہ کہ چار گھڑی کے عرصہ مین جتنے مکان
اور بارگاہ نشین تھے سبکی پوشاکین اور ساری بارگاہ کا مال و اسباب نقد و جنس اثاثہ یہانتک ٹاٹ کے ٹکڑے اور سر سے
ٹوٹے شطرنجیون کے ٹکڑے جو کہین کہین جوتون کے رکھنے کی جا پر بچھے تھے وہ بھی عمرو نے اٹھواکے زنبیل مین رکھ لیے
اور کہتا تھا کہ داشتہ آید بکار فقط نقش بوریا باقی تھا وہ اٹھ نہین سکتا تھا بعد اسکے لوہار اور سنار بڑھئی وغیرہ جتنے تھے ان
کو پکڑ کے زنبیل مین ڈالدیا اور تمام بارگاہ نشین اور مقربین اور مصاحبین اور سردارون کو گنجاب سمیت روغن عیاری
کا لگا کے لنگورون کی صورت بناکے زمین پر ایک سے لگاکے اور منہ کالے کرکے برہنہ اور عریان چھوڑ دیا اور قاہر بن قہران
لجمی کو ایک حبشی کی شکل بناکے پاخانے کی چوکی کے تلے منہ کھول کے لٹا دیا بعد اسکے بختیارک کو ایک نرما جبا لنگوٹ
کا بنا ہوا بے خبر کھلاکے اس پاخانے کی چوکی پر بٹھا دیا اور کہا کہ خبردار او بے ادب اگر تو ذرا یہان سے جنبش کریگا یا یہان
سے کہین اٹھکر جائیگا تو تجھے جان سے مار ڈالونگا بختیارک خوف جان سے اپنے دل مین کہتا تھا کہ عجب کوئی گو کھا
جل رسیدہ ہوگا جو یہان سے اب جبتک یہ حضرت عزرائیل تشریف نہ لیجائینگے پیشاب کرنے کو بھی اٹھنے بعد اسکے عمرو
نے گنجاب کے پاس جاکے اسی حالت بیہوشی مین گنجاب کی ساری پوشاک اتار لی اور چھاتی پر اسکی چڑھکے پیشاب
چھڑک چھڑک کے داڑھی مونڈی فقط دو بال جس طرح سے لقا کی داڑھی مین چھوڑ دیے تھے اسی طرح سے گنجاب کی
بھی داڑھی کے دو بال باقی رکھکے ایک پرزا کاغذ کا بدین مضمون کہ گنجاب بدان و آگاہ باش این کار دگر نیست این کار
عمرو بن امیہ ضمری است پیرلزام سرہمزہ جادوگران و باج ستانندہ ریش کافران ہزار لاکھ روپیہ سالانہ خراج اپنی داڑھی
کا اگر تو سال بسال مجھے بھیجیگا تو تو بہتر ہوا اور جو کبھی ایک دمڑی کا فرق اور عرصہ ہو جائیگا تو یاد رکھنا جہان تو ہوگا اور فولاد
کے قلعہ مین بھی چھپے گا تو مین وہان پہونچونگا اور ایک بال تیری داڑھی کا نہ چھوڑونگا اور ایک بال مین تین ماشہ کا لٹکا
باندھکے تمام منہ کالا کردیا اور اسی طرح سے قاہر بن قہران لجمی وغیرہ سردارون اور گنجاب کو بے ہوش چھوڑکے
بختیارک سے کہا کہ او نالائق سے مین تو اب جاتا ہون مگر تو اگر ذرا یہان سے جنبش کرکے کہین جائیگا تو مین سے تجھے
ابھی آکے ذبح کر ڈالونگا یہ کہکے عمرو تو مثل برق کے جھپک کر بارگاہ سے گنجاب کی نکل گیا اور یہان بختیارک کے
پیٹ مین جمالگوٹے کے کھانے سے جو دست کی احتیاج ہوئی اور بخوف جان وہان سے اٹھ نہ سکا تو جتنا بول و
براز تھا سب قاہر بن قہران لجمی کے منہ مین گیا اور اس طرح سے تا غروب آفتاب بختیارک کو دست چلے آتے
تھے اور تمام فضلہ قاہر کے منہ مین اور سر پر گرتا تھا وقت شام کے حسب الاتفاق سنجالی عیار جو واسطے تمام شہر کے
اخبار لکھنے کے دروازہ بارگاہ پر آیا اور دربانون چوبدارون وغیرہ سے پوچھا کہ آج دروازہ بارگاہ کا کیون بند ہے سبھون
نے کہا آج فرشتہ وحی رسان مقرب خداوند جس وقت سے یہان آیا ہے دروازہ بند ہو گیا نہین معلوم کہ اندرون بارگاہ
کیا صحبت ہے سنجالی عیار اپنے دل مین سوچا کہ فرشتہ وحی رسان کون آجتک تو مین نے کبھی کوئی فرشتہ خداوند
کی بارگاہ سے آتے جاتے یہان نہین دیکھا تھا یہ فرشتہ وحی رسان نیا کیونکر اور کہان سے آیا ذرا کسی گھات سے اسکی
صورت اور اسکی شکل دیکھنا چاہیے اسلیے الگ جاکے دیوار بارگاہ پر کمند ماری اور کمند مارکے اندرون بارگاہ
جو اترا تو عجب رنگ صحبت کا دیکھا کہ ہزارون لنگور گرد پیش فرش کے غلطان پڑے سوتے ہین اور گنجاب کے تخت پر ایک
شخص سیاہ سفید ریش و بروت کا صفایا ہوا برہنہ مادرزاد پڑا ہے سنجالی کچھ بھونچک ہوکر کے ابھی چارطرف دیکھ رہا تھا
اور اپنے جی مین کہتا تھا کہ یہ کیا تماشا خداوند کی قدرت کا مین دیکھ رہا ہون اسقدر لنگور بارگاہ مین

پیغمبر رسل کے کہان سے آگئے اور یہ داڑھی مونچھ منڈا سے کل ہوشیا پیغمبر رسل کے تخت پر ننگا مادر زاد کون پڑا ہے اور پیغمبر رسل
اور تمام سردار بارگاہ نشین کیا ہوے ناگاہ ایک طرف سے نجتیارک نے توبہ کرکے کہا کہ اے سنجانی عیار کیا حیران و پریشان
کھڑے دیکھ رہے ہو خود کردہ را درمان نیست ذرا ادھر میرے پاس آؤ تو مین سارا حال تجھے بیان کرون سنجانی نے نجتیارک
کی آواز سنکے اُس طرف کو جو دیکھا کہ نجتیارک ننگا مادر زاد چوکی پر بیٹھا پانخانہ پھر رہا ہے سنجانی عیار نے کہا کہ ملک جی اپن یہ
کیا تمھاری شامت ہے کہ بارگاہ مین پیغمبر رسل کی ننگے بیٹھے پانخانہ پھر رہے ہو اور پیغمبر رسل کی بارگاہ مین یہ کیا قہر خداوندی
کا نازل ہوا ہے نجتیارک نے ساری سرگذشت عمرو کے آنے کی اور عیاری کرکے تمام بارگاہ نشینون کو مع گنجاب لٹ کر
کے نکل جانے کی بیان کی اور کہا کہ مین ہر چند پہلے آکے کہہ گیا تھا پر بہت سا سمجھایا اپنا سر پیٹا کہا کیا کہ یا پیغمبر رسل یہ مرد
عیار ہے میرا کہنا کسی نے نہ مانا ہے سنجانی عیار نے سقون کو بلوا کے تمام بارگاہ نشینون کے اوپر تسکین پانی کی ڈالین پھر
جھلوایا ہر ایک کے دماغ سے بیہوشی دور ہوئی سبکو ہوش آیا گنجاب نے ہوشیار ہو کے اور اپنا حال دیکھ کے اپنا منھ
پیٹ لیا اور سنجانی عیار کو حکم دیا کہ جہان وہ دزد باریک گردن لٹ لٹ پا مادر بان زادہ ملے جلد گرفتار کرکے وہ چنانچہ یہانتک کہ
کاہرن قہران نجمی وغیرہ سب سردار ہوشیار ہوے جو اٹھتا ہے اپنا سر پیٹتا حمام مین جاتا ہے اور گنجاب نقاب منھ پر ڈالکے محل
مین گیا انکو اسی حالت مین چھوڑ دیے اور حال عمرو کا سنیے اشعار

بباغ دین ز فکرش آبیاری	جہان سرہنگ در خنجر گذاری
گزان استاد عیاران عالم	ہر کشور بلاے جان کشا
سراپا دانش و عقل مجسم	عمرو آن شاہ عیاران عیار

کہ شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار بارگاہ سے گنجاب کی نکل کے چار باغ ملک حرمان دلو کش مین بخدمت شاہزادہ
بدیع الزمان اور ملکہ گوہر ملک پہونچا شاہزادہ عالیمقام نے بعد ادراک حال صحت مزاج پوچھا کہ عمرو جان فرمانیے گنجاب
کی بارگاہ مین تشریف لیجانے کا کب تک ارادہ ہے ملکہ کو کسی طرح سے یقین نہین آتا اور کہتی ہین کہ شاہ عیاران عیار کی
یہ محض نادانی اور خام خیالی ہے گنجاب کی داڑھی مونڈنا تو بہت مشکل کام ہے اُسکی بارگاہ مین جا کے زندہ و سلامت بچکر
چلے آئینگے تو مین جانونگی کہ رستم کر آئے عمرو نے ہنس کے کہا کہ مین پانچ ہزار اشرفیان اپنی شرط کی جیت چکا ملکہ سے اور گنجاب
کے سارے بارگاہ نشینون کو خوب سا ذلیل اور رسوا کرکے گنجاب کی داڑھی مونڈ کے اُسکی بارگاہ کا سب مال اور اسباب لوٹ
کے آیا ہون یہ کہہ کے وہ داڑھی گنجاب کی اپنی زنبیل سے نکال کے ملکہ گوہر ملک اور شاہزادہ بدیع الزمان کے آگے
رکھدی شاہزادہ عالیمقدار اور ملکہ داڑھی گنجاب کی دیکھکر دنگ ہو گئے اور ملکہ گوہر ملک کہتی تھی کہ فی الحقیقت شاہ
عیاران عیار آفت روزگار اور بلاے بیدرمان ہین کچھ عقل مین یہ بات نہین آتی گنجاب کی داڑھی مونڈنا ہزارون سورماؤن
اور پہلوانون مین کچھ ٹھٹے بازی نہین غرض یہ کہہ کے ملکہ نے پانچ تھیلیان اشرفیون کی عمرو کی تواضع کین اور شاہزادہ
بدیع الزمان نے ایک عرضداشت اپنے حالات کی از ابتدا تا انتہا مفصلاً اور مشروحاً لکھکر بخدمت شاہزادہ خاور سپاہ
ملک قاسم آشنا لکھدیا کہ شاہزادہ خاور ملک قاسم بھی بخیریت تمام و بشوکت مالا کلام یہان تشریف فرما ہین مگر چند روز سے
ملاقات نہین ہوئی سنا ہے کہ کوئی مقام خسرو کوہ ہے وہان پر مقیم ہین اور لفافہ پر مہر اپنی کرکے بخدمت سلطان ظفر احتشام امیر
عالی مقام بدست شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار روانہ کی اور عمرو شاہزادہ عالی مرتبت سے رخصت ہو کے سمت
لشکر فیروزی اثر روانہ ہوا اور بعد طے مراحل و قطع منازل پھر شہر سائل مین پہونچا اور اُسدن رات کو اپنے بھائی اخی
سعید اور اپنی بہن سمینہ بانو کے مکان مین فروکش ہوا اور مفصلی سے ماجرا سارا حال شہر بیابان مین ہو کے شاہزادہ
بدیع الزمان سے ملاقات کرنے اور گنجاب کی بارگاہ لوٹنے اور گنجاب کی داڑھی مونڈنے اور اُسکے سب بارگاہ نشینون کو
دینے کا اور جو کچھ گزرا تھا سب بیان کیا اخی سعید نے کہا کہ اے خواجہ سلامت خیر اب تک تو ہر نوع فضل آلہی شامل حال ہو گیا ہے

کو خبردار اور ہوشیار رہنا کس لیے کہ حسب الحکم لقاے مشرک خدا کے مہتر گرد مرد اور ارم زاد بخشی دونوں عیار مع ساٹھ ہزار
عیاروں کے سر راہ بیابان جبل القمر ہفت میل کے پل ہی پر نزد شان پر تمہارے پکڑنے کو بیٹھے ہیں عمرو نے کہا اے اخی سعید خدا
مابزرگ است غرض یہ کہہ کے کوئی چار گھڑی رات رہے عمرو اپنی راہ ہوا اور اخی سعید سے رخصت ہوا اور اسی بیابان ہفت میل
کی طرف چلا جبکہ اس پل کے قریب پہونچا تو عمرو نے ایک درخت کی آڑ میں دور سے اس پل کے عرض اور چوڑائی کو غور کر کے ایک
جست کی مانند یک نفر اس خوب صورتی اور چستی سے اس پل کے پار پہونچ گیا کہ مہتر گرد مرد اور ارم زاد بخشی وغیرہ کسی عیار کو مطلق
معلوم نہیں ہوا کہ کون آیا اور کون گیا تب وہاں سے عمرو نے بدنجمی تمام آواز دی کہ اے مہتر گرد مرد اور ارم زاد بخشی میں شاہزادہ
بدیع الزمان کی خبر لے کے جو پھرا تو میرے جی میں آیا کہ تجھے جہنم واصل کر کے جاؤں مگر کچھ میرے دل میں تجھ پر رحم اور ترس آگیا
اس لیے تجھے زندہ چھوڑے جاتا ہوں غرض یہ گفتگو کر کے عمرو تو مثل برق چمک کے ان سب کی نظروں سے غائب ہو گیا اور
جس دن کہ آمد لشکر فیروزی اثر سلطان صاحبقران کے رواں ہوتا ہے اسکو تو جانے دیجیے مگر جبتک

تتمہ داستان شوکت بیان تورحمہ قصہ جلالت و شہامت صاحب عزم و دولت رزم شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم لعل خفتان خونریز خاوری سے بیان کیا جاتا ہے

کہ جس وقت وہ سوار زرہ پوش شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم کو جنگ مردانہ کر کے گنبد طلسمی میں پکڑ لے گیا تو اب بیان حال
سنیے کہ اس طلسم کا بادشاہ ایک ساحر زبردست توسن جادو ہے وہ سوار زرہ پوش قاسم کو بزور سحر گرفتار کیے توسن جادو کے
پاس لایا اور توسن جادو نے حکم دیا کہ اسکو قتل کرو اور تابوت اسکی لاش کا بیرون شہر بھیجو حسب اتفاق اسوقت ملکہ ناہید
جادو بیٹی توسن جادو کی وہاں آئی اور اس نے قاسم کو دیکھکر پوچھا کہ بابا جان یہ کون شخص ہے توسن جادو نے کہا یہ سیر طلسم کرنے کی
نہیا نیکے قاعدے سے میں نے اسے قتل کر کے تابوت اسکا بیرون شہر پہونچانے کو حکم دیا ہے ملکہ ناہید جادو شاہزادہ قاسم پر عاشق
ہوئی تھی اور تو کوئی تدبیر قاسم کے بچانے کی نہ دیکھی کہنے لگی بابا جان میرا جی چاہتا ہے کہ اسے میں لیجا کے قتل کروں اور کل صبح کو
تابوت اسکا بیرون شہر بھیجدوں توسن جادو نے کہا اچھا ناہید جادو قاسم کو وہاں سے اپنے مکان پر لائی اور قاسم کا حسب
نسب دریافت کر کے اپنا اظہار عشق کیا کہ اب میں تیری صورت کا ایک پتلا ماش کے آٹے کا بنا کے اسکا سر کاٹکر تابوت اسکا
بیرون شہر بھیجے دیتی ہوں قاسم نے کہا تمھیں اختیار ہے جو تمہارے جی میں آئے وہ کرو چنانچہ ناہید جادو نے ایک
پتلا ماش کے آٹے کا قاسم کی صورت کا بنا کر اسکا سر کاٹا اور اسکی لاش تابوت میں رکھکر بیرون شہر بھجوا دیا اور وہاں جو سابق
میں بیان کیا تھا کہ قبریں نظر آتی ہیں انہیں جا کے کسی قبر میں دفن کروا دیا ہمایوں بن شداد نے جو وہاں تابوت قاسم کا آتے
دیکھا تو شدت رنج و غم اور کثرت شیون و شین اور ماتم سے جب ضبط نہو سکا تو ہمایوں بن شداد فقیر ہو کے اسی قبر پر قاسم کی
بیٹھ رہا یہاں ناہید جادو نے قاسم سے کہا کہ اے شہریار اب میں تجھے اس طلسم سے نکالے دیتی ہوں قاسم نے کہا اے ملکہ ہمارا
یہ طریق نہیں کہ جس مہم پر قدم رکھیں اور پھر جب تک اسکو طے نکریں وہاں سے ایک قدم اپنا پیچھے ہٹائیں بس میں جبتک کہ اس
طلسم کو فتح نکر لونگا یہاں سے نہ جاؤنگا ملکہ ناہید جادو نے کہا خیر اگر آپ کی یہی خوشی ہے تو میں جا کے اماں جان سے
تحقیق کر کے کہ یہ طلسم کیونکر فتح ہوگا کہے دیتی ہوں یہ کہہ کے ناہید جادو اپنی ماں کے پاس گئی اور پوچھا کہ اماں جان یہ طلسم
کیونکر فتح ہوگا ماں ناہید جادو کی یہ بات سنکے نہایت خفا ہوئی اور کہنے لگی کہ ابکی مرتبہ تو تو نے یہ کہا اگر پھر جو میں نے تیرے منہ سے
ایسی بات سنی ایسا طمانچہ مارونگی کہ منہ تیرا ٹوٹ جائیگا ناہید جادو ناامید ہو کے قاسم کے پاس آئی اور سارا حال اپنی ماں کا بیان
کر کے کہنے لگی کہ اماں جان نے تو نہ کہا مگر میں بابا جان سے جا کر پوچھ آؤنگی یہ کہکر ناہید جادو نے اپنے کو مثل طاؤس طناز آراستہ کیا اور
توسن جادو کے پاس گئی ناظرین والا تمکین پر واضح ہو کہ مردود ملعون توسن جادو اپنی بیٹی ملکہ ناہید جادو پر ہزار جان سے شیدا ہے

بارہا اسکے دل مین وسواس شیطانی کی وجہ سے خیال دیگر گزرا یا اس وجہ سے تامل تھا کہ اگر اسکی مان کو کہین معلوم ہو جائیگا بڑی
مصیبت پڑیگی مگر آج جو اسنے ملکہ ناہید کو اس طرح بعہد ناز و ادا دیکھا اپنے پاس بٹھا کر باتین ملوسانہ کرنے لگا ملکہ ناہید اس ملعون
و مردود کی ان حرکات سے نہایت درجہ ناراض ہوئی مگر چونکہ اسکو تو شاہزادہ قاسم عالیشان کیواسطے تحقیق لوح کی منظور تھی
اسوجہ سے سنگ آمد و سخت آمد کا خیال کرکے توسن جادو کی طرف متوجہ ہوئی اور آنکھون مین آنسو بھر کے کہنے لگی ای
والد بزرگوار یہ آپ کو کامل یقین ہوگا کہ مین آپ سے عہد طفولیت سے کس درجہ مانوس ہون مگر والدہ صاحبہ مجھے ناحق
کو بدگمان ہین مجھے صرف یہ خیال رہتا ہے سامری نہ کرے کہین کوئی دشمن جان ساحران داخل طلسم ہو اور وہ آپکے
درپے ایذا ہو تو مجھے اسوقت بسبب لاعلمی حالات طلسم کے اسکا تدارک بالکل نہو سکیگا اسوجہ سے مین نے آپ سے حال طلسم کو دریافت
کیا ورنہ مجھے اس کیفیت کے دریافت کرنے کی کیا ضرورت تھی ملکہ ناہید جادو توسن سے باتین کرتی ہے مگر یہ مردود اسکی ہر بات ادا
پر ادا پر لوٹا جاتا ہے جب اس مردود علیہ اللعن والعذاب کو تاب ضبط باقی نہ رہی اسوقت اسنے کہا ای ملکہ میری جان ایک مدت
سے تجھ پر جاتی ہے مگر مین بسبب تیری مان کے خوف کے تجھسے تعلق پیدا کرتے ڈرتا ہون اگر تو میرا منشاے دلی پورا کرنے
کا اقرار کرے تو البتہ مین اسرار طلسم سے تجھکو آگاہ کردون ملکہ ناہید جادو توسن مردود کے اس ارادے اور فحش الفاظ کے
بیباختہ کہنے سے نہایت منفعل ہوئی اور سر جھکا کر کہنے لگی کہ مین تیری کنیز تیری پرورش یافتہ تیری تعلیم کردہ ہون بھلا مجھے
تیرے کسی حکم سے انحراف ہو سکتا ہے مگر ہان مین نے اپنی انجومیون سے سنا ہے کہ جو لڑکی کم سنی مین بیاہ جاتی ہے اسکو خاوند
کے گھر بڑی سختی جھیلنا پڑتی ہے اسوجہ سے مین بوجہ صغر سنی کے تجھسے ایک سال کی مہلت طلب کرتی ہون بعد اسکے مین تیری لونڈی
ہون تجھکو اختیار ہے جب خداوندون نے بیٹی بہن مان جو کچھ بھی جائز کر دی تو مجھے کب انکار ہوگا توسن اس بات کے سنتے اچھل پڑا
اور فوراً ملکہ ناہید کو اپنی آغوش مین دبا کر متواتر چند بوسے لیے ملکہ ناہید نے جب اس ملعون کی بدنفسی اور شرارت کی یہ حالت
دیکھی عجب طرح کا صدمہ جانکاہ اسپر گزرا اور غصہ کے مارے تڑپ کر اسکے پاس سے دور جا کر کہنے لگی یہ کیسی نالائق حرکت
تیری ہے تجھے اپنے قول اقرار کا بھی خیال نہین ابھی مین تجھسے خود کہہ چکی ہون کہ بعد ایک سال کے مین بڑی ہو لونگی پھر
تجھکو اسوقت یہ بیہودہ حرکت کرنا کیا ضرور تھا توسن جادو ملکہ ناہید کو اسقدر غضب آلودہ دیکھکر تھر تھر کانپنے لگا اور
ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا ملکہ عالم اسوقت میری اس بیباختہ حرکت ناشائستہ کا قصور معاف کرو سامری نے چاہا تو آج سے
سال بھر تک جیسا کہ تجھسے وعدہ کیا ہے کبھی اس فعل شنیعہ کا مرتکب نہونگا القصہ بڑی منت خوشامد سے ملکہ ناہید جادو کو پھر مسند
پر بٹھایا اور توسن دل مین سوچنے لگا کہ اسوقت اسکا غصہ کیونکر کم ہو سوچتے سوچتے یہ تدبیر نکالی کہ مین اس سے حال طلسم
بیان کرنا شروع کردون تو کیا عجب ہے کہ اسکا غصہ رفع ہو یہ سوچ کر کہنے لگا ملکہ عالم ذرا تم میری طرف متوجہ ہو اور غصہ کو
تھوک ڈالو مین تمسے پوست کندہ حال طلسم بیان کیے دیتا ہون پہلے اس طلسم کا مالک لاچین جادو تھا واقعی بڑا ساحر
زبردست تھا عجب انتظام طلسم کے اسنے کیے تھے جنکی تعریف مین بیان نہین کر سکتا ہون اول تو لوح کو خود اسنے ایسی جگہ
پوشیدہ کیا کہ اب تک مجھکو بھی اسکا حال معلوم نہین دوسرے دربندون کو ایسا مستحکم کیا کہ کیا مجال کسی کی جو فتح کر سکے مجھکو
بھی اسی نے علم سحر تعلیم کیا مگر میرے دل مین ہمیشہ سے یہ آرزو تھی کہ مین کسی طرح اس طلسم پر قابض ہون اس وجہ سے
کبھی اس فکر سے غافل نہ رہتا تھا ایک دن کا ذکر ہے کہ لاچین جادو نے نجومیون اور کاہنون کو بلوا کر دریافت کیا کہ آیا
طلسم کو کوئی فتح کریگا یا اسی طرح سے برقرار رہیگا نجومیون نے بڑی فکر اور غور سے احکام نکال کر یہ حکم سنایا کہ اس طلسم
کا فتاح قاسم حمزہ کا پوتا ہوگا اور اسکا دین یزدان پرستی ہوگا لاچین جادو بولا یزدان پرستی کوئی دین علاوہ
دین سامری اور جمشید پرستی کے ہے نجومیون نے جواب دیا کہ دین آئندہ ایسا وسیع اور جہانگیر ہوگا کہ کوئی شمشیر

ور قریہ اور گاؤں اس سے خالی نہ رہیگا لاچین اس بات سے بہت گھبرایا اور نجومون سے پوچھنے لگا کہ آیا اس طلسم کے بچنے کی بھی کوئی
صورت ہے نجومون نے کہا اس صورت سے بچاؤ تو ممکن ہے کہ ابھی سے دین یزدان پرستی کو ترقی دی جائے اور چند یزدان پرست تلاش کرکے
بلا لیے جائیں جو مسائل یزدان پرستی تعلیم کریں اسی وجہ سے جب شاہزادہ داخل طلسم ہوگا تو اس کیفیت سے بہت خوش ہوگا اور کیا
عجب ہے کہ تمہارے طلسم کی فتح سے باز رہے لاچین کو نجومون کی باتیں اسوقت کچھ ایسی موثر ہوئیں کہ اُسنے حتمی ارادہ مسلمان ہونیکا کر لیا اور
چند ساحرون کو حکم دیا کہ تم اکناف عالم میں پھر کر چند یزدان پرستون کو اٹھا لاؤ میں انسے پہلے بحث مذہبی کرونگا اگر انکا قول درست معلوم ہوا
تو بیشک مسلمان ہو جاؤنگا ورنہ اپنے دین قدیم پر قائم رہونگا تمام حاضرین دربار لاچین کی اس گفتگو سے نہایت درجہ ناخوش ہوئے خصوصاً خنزیر
جادو وزیر اعظم لاچین جادو کو یہ بات بہت ناگوار ہوئی اور جب دربار برخاست ہوا تو وہ میرے مکان پر آکر کہنے لگا اے توسن جادو کچھ تمنے
لاچین جادو کی باتیں سنیں میرا دل کانپ رہا ہے بالکل لاچین کی طرف سے پھر گیا اگر تم میری مدد کرو تو ہم تم ملکر اسکو گرفتار کریں اور تم اسکی جگہ پر بادشاہی
کرو تو بہتر ہے چونکہ مجکو پہلے سے ہوس بادشاہی سر میں سمائی ہوئی تھی اسوجہ سے میں اس بات سے نہایت خوش ہوا اور خنزیر جادو کو گلے لگا کر
اور میں نے اس سے کہا اے بھائی خنزیر ہر چند لاچین میرا ماموں ہے اور اسی نے مجکو علم سحر تعلیم کرکے سپہ سالار مقرر کیا مگر میں مدت سے اسبات کا منتظر
تھا کہ کوئی میرا مددگار ہو تو میں کوئی ترکیب کرکے لاچین کو گرفتار کرلوں اسوقت چونکہ بالکل تخلیہ ہے اگر یہی رائے قرار پا جائے کہ لاچین
کس طرح گرفتار ہوگا تو مناسب ہے خنزیر بولا اے توسن جادو لاچین ایسا جادوگر نہیں کہ کوئی اُسے سر کھڑے گرفتار کرے اس سے یہ بات
مناسب ہے کہ اسکی دعوت کیجائے اور پوشیدہ تو اسپر سحر کر اور میں کھانے میں بیہوشی لاؤنگا جب اسپر بیہوشی اثر کرے تو ہم لوگ اسکو مع تمام
ہوا خواہون کے گرفتار کر لینا ای ملکہ ناہید جادو میں اسوقت کی اپنی خوشی کا حال بیان نہیں کر سکتا ہوں بار بار اُٹھتا تھا اور خنزیر جادو
کو گلے لگاتا تھا اسوقت میں نے خنزیر جادو سے کہا ای خنزیر مجھے تمہارے احسان کا معاوضہ کیا دینا ہوگا یہ بات ظاہر ہے کہ تم وزیر اعظم
لاچین جادو کے ہو میں اسوقت نہایت خوشی سے تمکو اجازت دیتا ہوں کہ بعد گرفتاری لاچین جادو کے تم تخت سلطنت پر متمکن ہونا
خنزیر جادو میری اسبات سے نہایت خوش ہو کر کہنے لگا ای توسن جادو تمہارے قول سے گویا مجکو سلطنت مل گئی سلطنت تمہارے واسطے
شایان ہے اور میں چونکہ بوڑھا ہوا ہوں اسوجہ سے بعد گرفتاری لاچین جادو کے میں صرف تمہاری حفاظت جان کے لیے ایک نقاب کی
صورت بنا ہر وقت تمہارا اکثر ان حال رہونگا تمکو البتہ اسقدر میرے بار کا ضرور متحمل ہونا پڑیگا کہ میرے بال بچون کے صرف و اخراجات کا
اچھی طرح کفیل رہنا میں خنزیر جادو کے حسن عقیدت سے جسقدر خوش ہوں میرا دل ہی جانتا ہے قصہ مختصر خنزیر جادو مجھسے اس قسم کی باتیں
کرکے رخصت ہوا اور میں منتظر وقت تھا ایک دن لاچین جادو نہایت خوش بیٹھا تھا اور میں بھی دربار میں موجود تھا کہ ناگاہ میرے گھر کا نوکر
دوڑا ہوا آیا اور مجھے علٰحدہ بلا کر تیرے پیدا ہونے کی خوش خبری دی ای ناہید اول تو تیرے پیدا ہونیکی خوشی دوسرے وہ میرا ارادہ لاچین جادو
کی دعوت کرنیکا پورا ہوا اسوقت لاچین کے روبرو جاکر میں نے اُسکے تخت کو بوسہ دیکر تیرے پیدا ہونیکی خبر کہی لاچین نہایت خوش ہوا اور میں نے
اسیوقت تیری چھٹی کے دن اُسکی دعوت کی اُسنے بخوشی منظور کیا میں خنزیر جادو کے پاس گیا اور اس سے بھی ساری کیفیت بیان کی وہ
بھی میری اسبات سے بہت خوش ہوا کھانے کا انتظام خود لینے کا اقرار کیا جب چھٹی کا دن آیا ای ناہید میں لاچین جادو کو گھر پر لایا پہلے تجکو
اسکی گود میں دیا وہ تجھے لیکر نہایت درجہ خوش ہوا اور مجھسے کہنے لگا ای توسن جادو نہ معلوم کیا سبب ہے کہ اس لڑکی کو دیکھکر مجھے اس کی ایک
عجیب قسم کی محبت پیدا ہوتی ہے سامری و جمشید اس لڑکی کی عمر دراز کرے میں بھی لاچین کو دعا دے رہا تھا پھر وہاں سے میں لاچین کو محل جشن میں
لایا تمام اراکین سلطنت اور لاچین کو ایک دسترخوان پر کھانا بیہوشی آلود کھلوایا جب انکی حرکات سے آثار بیہوشی ظاہر ہونے لگے اسوقت خنزیر
جادو لاچین کے سامنے آیا اور لوح طلسمی لاچین کے بازو پر سے کھولکر لاچین کیطرف متوجہ ہوا کہ ای لاچین جادو آگاہ باش کہ آج میں تجھسے
تیرے اس ارادے کا انتقام لینے والا ہوں جو اسروبار یزدان پرست ہونے کو کہتا تھا لاچین اسبات سے بہت متغیر ہو کر اٹھا اور چاہا کہ خنزیر
جادو کو پکڑ لے اسکی بدگوئی کی سزا دے مگر بیچارہ بیہوش ہو کر گرا جلد سب کو قید سحر میں گرفتار کرکے برج طلسمی میں لا کر اسیر کیا ابھی تک میں ہی طلسم کا بادشاہ ہوں اور خنزیر

بمشکل خطاب میری بارگاہ مین اکر میری حفاظت کرتا ہے اور یہ بھید آج تک بجز تیرے کسی کو معلوم نہین ہے سنا اے جان جان تونے سارا
قصہ اب میری خطا کو معاف کر اور بخوشی خاطر ایک بوسہ اب اپنے لب نجات دہ گلرنگ کو دے ناہید کو توسن کی اس بیہودہ خیالی پر
بے اختیار ہنسی آگئی کہنے لگی سچ ہے تو او نگوڑے نمک حرام تونے اپنے سگے ماموں لاچین کو جسنے تجھے خاک سے پاک کیا اور عالم سا
مین تجھے عالم کر کے سپہ سالار کر دیا پھر تونے اسکے ساتھ ایسی کوہ نمکی کی جفا مین تجھسے کیا امید نیکی کی رکھوں توسن اتنی بات سے
دوڑکر قدموں پر گر پڑا اور کہنے لگا اے پیاری وہ محل اور تھا اب یہ موقع اور ہے اگر مین بحالت سپہ سالاری رہتا تو تم کا ہیکو شہزادگی
کھلاتین اچھا اب اس غصہ سے درگذرو اور ہنسی خوشی کی باتین کرو ناہید نے کہا واہ واہ یہ تونے عجب طرح کی ایک مہمل بات بیان کردی
کہ مین نے لاچین کو گرفتار کیا اور گنبد طلسمی مین قید کرایا مگر یہ تو بتادے کہ آیا گنبد طلسمی کہاں ہے اور اسکے راستے کی تونے کیا کیا حفاظت
کی اور کیا سامان کیے ہین جو مقدم بات تھی اسکو چھپا گیا توسن جادو نے کہا شعر اے دوست اگر جان طلبی جان بتو بخشم ؛ ور جان
چہ عزیز ست بگو آن بتو بخشم ؛ تجھے اس تحقیق کی کوئی ضرورت نہین ہے مگر بالک ہٹ مشہور ہے سن میرے تخت کے نیچے
ایک نقب ہے اسکے دہانہ پر ایک ایسا بھاری پتھر نصب کیا ہوا ہے کہ جبتک کوئی ایسا مرد رستم توان نہو کیا مجال جو اسے جنبش دیسکے
سو آدمی طاقت وار جب شریک کیے تھے اسوقت یہ پتھر اس نقب کے منہ پر رکھا تھا اگر اسے ہٹائے تو اندر داخل ہو تو ہری
ایک اژدہا آتش فشان حملہ آور ہوگا اگر اسے مار ڈالا تو خیر اور اگر کچھ دیر لگ گیا تو قیامت ہوئی اگر ہزار جانین رکھتا ہوگا ایک زندہ
نہ بچ جائیگا دوسرے آگے ایک شیر ملیگا اس سے کشتی پیدا کرے بعد اسکے ایک ساحر ملیگا اگر اسپر کسی طرح قابض ہو تو فوراً مار ڈالے
تاکہ وہ کہے کہ مین لاچین کی رہائی کی صورت بتاؤنگا ایک زمانے اور فوراً قتل کرے بعدہ وہ گنبد ملیگا اسے کھولکر لاچین کو
بیٹھا کر دے جب وہ طرح کا نشان بتائیگا اسوقت طلسم فتح ہو جائیگا اچھی پیاری ناہید بھلا تمھین بتاؤ کسکو ایسا زور ہے ایسی مشکلین
جھیلکر لاچین کو چھڑا کر طلسم فتح کریگا اور خوب یاد آیا ایک اسیر طلسمی قاسم نامے آیا تھا اسکو تونے خود مار ڈالا اس سے البتہ خطرہ تھا کہ
پیدا ہوا تھا اگر وہ زندہ رہتا کیا عجب تھا کہ وہ اس طلسم کو فتح کرتا ناہید نے کہا بابا جان آپ بہت درست فرماتے ہین واقعی میرے خیال مین
بھی کوئی شخص ایسا ذی حوصلہ نہین معلوم ہوتا کہ وہ جا کر لاچین کو چھڑائے توسن نے کہا اے ناہید اب تم مجھے بابا نہ کہا کرو وہ زمانہ
طفلی کا تھا جب تم مجھے بابا کہتی تھین اب جو الفاظ مین تمھین کہتا ہون وہی پیارے الفاظ اپنے بھولے منہ سے تم بھی مجھے کہا کرو
ورنہ اسمین کچھ بھی لطف نہین آتا کہ مین تو تمھین پیاری دلبر کہوں اور مین تمھارا عاشق شیدا ہون چاہنے والے کو بابا جان کہنا
بڑی شرم کی بات ہے بعد ان باتوں کے ناہید رخصت ہو کر شاہزادہ عالیشان قاسم نوجوان کی خدمت مین آئی اور ساری کیفیت
اول سے آخر تک بیان کی قاسم نے کہا اے ملکہ سب مشکلین حل ہو گئین مگر کوئی صورت بتا کہ پہلے اس کمبخت خنزیر جادو کو بیہوش
کرین یا مارین بعدہ اس کندہ جہنم توسن کو بیہوش کرین جب جا کے اس نقب تک رسائی ہو ناہید نے کہا اے شہریار توسن کو تو ایک
گل شراب پلاکر مدہوش کر دونگی مگر کوئی تدبیر ایسی لگایے جسمین وہ نگوڑا خنزیر بھی شریک ہو کر بیہوش ہو جب کام چلے شاہزادہ
قاسم اس فکر مین مبتلا ہوا تھا اس عرصہ مین ناہید نے خوش ہو کر کہا شہریار مبارک ہو ایک تدبیر سوجھی ہے شاہزادے نے فرمایا کیا
تدبیر ہے ناہید نے کہا کل مین جاکر توسن جادو سے کہون کہ تو جو ارادہ میرے ساتھ رکھتا ہے اگر اسکا ظہور ہو اور تو کسی وقت مین مجھ
سے منحرف ہو جاوے تو مین تیرا کیا کر لونگی اسوجہ سے یہ مناسب ہے کہ تیرے مشیروں مین جو سب سے معتمد ہو اسکی گواہی اور
اقرار نامہ پر مہر کرا دے کہ تمام عمر ہرگز بجز میرے اور کسی سے تو متعلق نہ ہوگا تو جو سزا چور کی وہ تیری ہوگی وہ اپنی غرض کو منظور
کریگا مین خنزیر کو بلواؤنگی جب وہ آئیگا اسکو بھی شراب بیہوشی آمیز پلاؤنگی جب دونوں بیہوش ہوجاوینگے اسوقت حضور کو
تکلیف دونگی آپ تشریف لے چلیے گا مگر ہان یہ فرمائیے وہ پتھر نقب کے منہ سے کیونکر اٹھائیگا شاہزادہ اس بات سے ہنس پڑا
اور کہا اے ملکہ اس پتھر کی بھی کوئی ہستی ہے اگر کوئی پہاڑ ہوتا تو میرے زور و قوت کی کیفیت دیکھتین خیر بروقت معلوم ہو جائیگا

مگر واقعی یہ رائے خوب تجویز کی ہر خدا تمھارے ارادے کو پورا کرے

اب شمہ داستان حیرت بیان امیہ بن عمرو کی بیان کیجاتی ہے

واضح رائے ناظرین والا تمکین ہو کہ جس وقت خواجہ نے لقا مشرک خدا کو بیہوش کیا تھا اور خود پانی پی کر بیہوش ہونے وہ چالاکی انکی
حضرت کی تھی اور اسوقت اسنے یہ چالاکی کی تھی کہ ایک فرمان مہری خواجہ جعلی تیار کرکے کہ امیہ عیاری تیرا مقصد ہو تو میرا استاد میں تیرا
شاگرد ہوں کر سکی ہو میں نے بخوشی خاطر تجھکو دی یہ فرمان تیار کرکے اسپر خواجہ کی مہر کرکے اپنے پاس رکھا اور وہاں سے روانہ ہوا
اتفاق روزگار سے یہی سیر کرتا شاہزادہ بدیع الزمان کو تلاش کرتا اسطرف آنکلا صحرا کی فضا دیکھکر بصورت مبدل ایک مقام پر لب نہر بیٹھکر چنگ
بجا کر گانے لگا اتفاقات روزگار ایک جادوگر رہنے والا اس طلسم سلیمانی کا عقاب جادو نامے بشکل عقاب بنا ہوا اسطرف آنکلا
امیہ کو گاتے سنکر یہ تجویز کی کہ اسکو اٹھا کر اپنے گھر لیے چلوں اور اسکو نوکر رکھکر روزمرہ گانا سنا کروں اور خود بھی اس علم فن
میں مہارت حاصل کروں یہ خیال کرکے وہیں سے کندے جوڑ کر جو گرا تو امیہ بن عمرو کی کمر میں پنجہ ڈال کرکے اڑا ہر چند امیہ چلایا کہ
ارے کمبخت تو کون ہو اور مجھے کہاں لیے جاتا ہو مگر اسنے ایک نہ سنی امیہ خوف سے بیہوش ہو گیا جب ہوش آیا اپنے کو ایک مکان میں
پایا اور ایک ساحر کریہ منظر کو اپنے پاس کھڑے ہوے دیکھا امیہ جلدی سے اٹھ بیٹھا اور سلام کرکے اس سے اپنے اٹھا لانے کا حال
پوچھا اسنے اپنا منشاے مذکور بیان کیا امیہ سنگ آمد و سخت آمد کا خیال کرکے چپ ہو رہا عقاب نے امیہ کی بہت سی دلداری کی اور
بہت زر نقد پیشکش کیا اور کہا اے شخص تیرا کیا نام ہو اور کہاں کا رہنے والا ہو امیہ نے کہا میں سنجان کا رہنے والا ہوں اور
مجھے استاد مینوش چنگ نواز کہتے ہیں عقاب نے کہا تو آج سے آپ میرے بڑے استاد کے ہیں مجھے آپ علم موسیقی تعلیم فرمائیں
امیہ نے کہا تم تو بتاؤ کہ مجھے جو اٹھا لائے تو یہ مقام کون ہو اور یہاں کا بادشاہ کون ہو اور تم کس عہدے پر ممتاز ہو عقاب نے کہا
کہ اے استاد مینوش چنگ نواز میرا نام عقاب جادو ہو اور شہنشاہ ساحران توسن جادو کا مصاحب خاص ہوں وہ مجھسے
ہر بات میں مشورہ لیا کرتا ہو اور مجھے بہت عزیز رکھتا ہو چنانچہ کل میں تمکو بھی لے چلکے دربار کی کیفیت دکھاؤنگا دیکھنا ایسے بادشاہ
ذی شوکت و صولت کم ہوتے ہیں اگر تمھارا گانا ہمارا بادشاہ سن پائیگا تو کیا عجب ہو کہ تمکو ایک دم اپنے سے جدا نہ کرے استاد
مینوش چنگ نواز نقل نے کہا میاں عقاب اب مجھے تو تجھے ایک قسم کی محبت پیدا ہو گئی اب بادشاہ توسن چاہے مجھے لاکھ روپیہ
بھی دیگا تو میں تمھیں نہ چھوڑونگا عقاب نے کہا یہ تمھاری عنایت ہو میں کس لائق ہوں قصہ مختصر بسبب کسل راہ کے عقاب جادو
مع امیہ کے کھانا کھاکے آرام کیا امیہ نے ارادہ کیا کہ رات ہی کو اس کمبخت کو قتل کروں مگر چونکہ حال طلسم کا دریافت کرنا تھا اسوجہ سے
یہ خیال کیا کہ کل چلکے ذرا دربار کا بھی رنگ دیکھنا چاہیے اسوجہ سے یہ بھی ایک گوشہ میں سو رہا صبح کو عقاب مع امیہ دربار توسن
جادو میں آیا امیہ کو توسن جادو سے ملوایا نذر دلوائی اور بہت سی تعریفیں استاد مینوش چنگ نواز کے گانے کی کیں چنانچہ
توسن کو بھی امیہ کے گانا سننے کا نہایت اشتیاق ہوا اور عقاب جادو کے کان میں جھک کر کہا اے عقاب جادو تم سے کوئی بات
چھپی نہیں ہو یہ تم بھی جانتے ہو کہ میں ایک مدت سے ملکہ ناہید جادو پر جان و دل سے فریفتہ ہوں اسنے سال بھر کا وعدہ کیا ہو
مگر یہ قصہ ہو چند دوار ہو رہنا سکے سمجھانے کے لیے مقرر کروں کہ تھوڑے عرصہ میں آئے راہ راست پر آئیں پھر سامری نے چاہا تو
ایک حیلہ ایسا معقول کرونگا کہ عالم عالم اور دنیا دنیا کو رشک ہوگا اسمیں البتہ استاد مینوش چنگ نواز کے سننے کا لطف
آئیگا عقاب نے کہا اے خداوند یہ آپکا کیا ارادہ ہو بھلا ناہید آپ کی بیٹی اور آپ اسکے ساتھ یہ قصد کریں توسن نے جواب دیا مصرع
بہ عقل و دانش بباید گریست * بھلا عقل - گوارا کرونگی کہ ایسی حسینہ جمیلہ کو چودہ برس تک پرورش کیا ہزاروں طرح کی اسکے
لیے ایذائیں اٹھائیں اب جام سامری جو وہ جوان ہوئی تو مزے دوسرے اڑائیں اور دوسرے جب خداوند سامری اور جمشید
اپنی کتاب معجزہ میں اجازت دے چکے تو ہم بندوں کو کسی طرح زیبا نہ چاہیے عقاب نے کہا تو پھر کچھ اندیشے کی بات نہیں ہو آپ

ملکہ ناہید کو راہ پر لائیں القصہ بڑی دیر تک اسی قسم کی باتیں عقاب اور توسن سے رہیں بعد دربار برخاست ہونے کے عقاب استاد مینوش سے توسن کی حماقت کا حال بیان کرتا اپنے گھر میں آیا اور بعد کھانا کھانے کے تھوڑی دیر استاد مینوش کا گانا سنا بعد سونے کے اسنے حالت غفلت میں اسے بیہوش کرکے ایک گڑھے میں اس خیال سے دفن کر دیا کہ مبادا اسکے قتل ہونے سے اسکے عزیز بچائیں تو میں فوراً گرفتار ہو جاؤنگا اور آپ بصورت عقاب درست ہوکے اب لشکر عیاری میں جا پہنچا ہے

اب تتمہ داستان ملکہ ناہید جادو اور شاہزادہ ملک قاسم تعل خفتان خونریز خاوری کی بیان کیجاتی ہے

کہ جب ملکہ ناہید جادو اور شاہزادہ قاسم میں توسن جادو کو ت خنزیر جادو کے بیہوش کرنے کا مشورہ ہو چکا دوسرے دن ملکہ ناہید نے اپنے تئین مثل عروس شب اول کے آراستہ اور پیراستہ کیا اور شاہزادہ قاسم سے رخصت ہوکر توسن جادو کے پاس پہونچی توسن جادو ایک تو دل دادہ اور شیفتہ اول ہی سے تھا آج نیم بسمل ہو گیا اور ہاتھ جوڑکر کہنے لگا اے سرمایۂ لذت زندگی اے روا نع عمر بلائے بے اللہ کی مجھے تیری ایک ساعت کی جدائی ایک سال سے زیادہ ہر تجھو سامری اور جمشید کا واسطہ اب مجھے نہ ترسا اور اپنے زلال وصال سے سیراب کر اب مجھ میں تاب و صبر شکیب نہیں کر بغیر تیرے وصل کے ایک ساعت تحمل ہو سکوں ملکہ ناہید ان بیہودہ باتوں کو سنکر نہایت مکدر ہوئی مگر بظاہر بصلاح وقت کہنے لگی اے والد بزرگوار مجھے بھی اسبات کا خیال آیا کہ جب میں نے سال بھر بعد ایفائے وعدہ کیا تو کیا اور آج کیا تو کیا اس سے میں ابھی راضی ہوتی ہوں مگر یہ شرط ہے کہ تو کوئی اپنا معتمد طلب کرکے ایک اپنا مہری اقرار نامہ لکھدے کہ میں بغیر تیری رضا کے کوئی کام نہ کرونگا اسوقت البتہ میں تجھسے راضی ہونگی توسن یہ باتیں سنکر اچھل پڑا اور کہنے لگا کہ ابھی بلا خنزیر جادو سے بڑھکے اور کون میرا معتمد ہوگا جسکی بدولت سلطنت کرتا ہوں میں اسے ابھی بلاتا ہوں وہ تیرے حسب منشا اقرار نامہ لکھ دیگا ملکہ ناہید جادو نے کہا کہ میں خنزیر جادو کے اقرار نامہ لکھدینے پر راضی ہوں آپ خوشی سے اُسے بلوائیں توسن جادو نے اسیوقت دستک دی بفور دستک دینے کے ایک عقاب پرواز کنان آیا اور غلط مارکر بصورت انسان بنا اور توسن جادو کو سلام کرکے مستفسر حال ہوا توسن نے سارا حال بیان کیا اور بمنت و خوشامد اقرار نامہ لکھنے پر خنزیر کو راضی کیا اس عرصہ میں ایک چوبدار نے عرض کیا کہ عقاب جادو امیدوار باریابی ہر توسن نے عقاب کو بھی بلوا لیا اور ملکہ ناہید سے کہا کہ ملازم ایک شخص کو گواہ کرنے کو کہنی تھیں اب دو گواہ ہوگئے اس عرصہ میں خقاب بھی پہونچا توسن اور خنزیر اور ملکہ ناہید کو سلام کرکے بائیں جانب توسن جادو کے بیٹھ گیا اس عرصہ میں خنزیر جادو نے اقرار نامہ تیار کرکے اپنی اور توسن جادو اور عقاب جادو کی مہر کردی اور اقرار نامہ ملکہ ناہید جادو کے حوالہ کیا ملکہ نے اقرار نامہ اپنے پاس رکھا اور چند صراحیاں شراب کی جو اپنے ہمراہ لائی تھی ایک ایک جام سب کو تقسیم کیا خنزیر اور توسن تو بے اندیشہ پی گئے مگر جب عقاب نے پینے کا قصد کیا کچھ عجب بیہوشی کی محسوس ہوئی فوراً سمجھ بیہوشی کی پڑیا ملا کہ ہی جام سے کے پی گیا اور توسن جادو سے متوجہ ہوکر بولا شہنشاہ یہ شراب بہت تیز معلوم ہوتی ہر پیتے ہی سر چکرانے لگا اگر اجازت ہو میں ایک گوشہ میں لیٹ رہوں توسن نے کہا کیا مضائقہ ہر عقاب جادو دل میں یہ سوچ کر کہ دیکھنا چاہیے یہ مقدمہ کیا ہر ملکہ ناہید نے توسن کو شراب بیہوشی آلودہ پلائی اسمیں کچھ بھید ضرور ہر یہ خیال کرکے ایک گوشہ میں لیٹ رہا ادھر جب ملکہ نے چند جام دونوں کو متواتر دیے ایک تو شراب کی تیزی نے دوسرے بیہوشی کے نشہ نے دونوں کو مبہوت کر دیا خنزیر جادو توسن سے کہنے لگا اے توسن یہ تجھے خوب معلوم ہر کہ میں نے کس کوشش سے لاچین کو بفریب گرفتار کرایا اگر میرا قدم درمیان میں نہوتا تو جیتا اسکو اسکے گرفتار کرنے کا حال معلوم ہوتا اسکے عوض آج صرف میری یہ آرزو ہر کہ تو اپنی لڑکی ناہید کو مجھے دیدے کیونکہ ایک تو یہ مناسب نہیں کہ اپنی لڑکی کے ساتھ تو فعل مکروہ کرے دوسرے میں تیرا محسن ہوں اگر تو ایسا کرے تو گویا نعم البدل ہو جاوے توسن اسبات کے سننے سے مثل شعلہ بھڑک اٹھا اور کہنے لگا او مردود ابھی تو ہی نے مجھسے جلد بازی کی لیکر اقرار نامہ لکھکر ناہید کو دیا ہر اور خود ہی ناہید کی خواستگاری کرتا ہر بس زیادہ بہوس پرستی نہیں کرتے میں ورنہ بیعزتی کا مزا

ہوتا ہی آئندہ ایسا کلمہ خبردار زبان پر نہ لانا ورنہ تیرے لیے بڑی قباحت ہوگی خنزیر بولا میرے لیے کچھ برائی نہ ہوگی اگر ہوگی تو
تیرے لیے جب خلق سامری تیرا احوال سنیگی تجکو لعنت ملامت کریگی اس سے تو مجھے ملکہ ناہید کو دیدے توسن نے دوڑکر ایک
گھونسا مارا کہا او مردود جب تک ملکہ ناہید کا لیے جاتا ہی خنزیر گھونسا کھا کر لپٹ گیا کشتی ہونے لگی ہوتے ہین میان عقاب نے آواز دی
کہ نکمی کا بارے اور چینی کا بیٹا دیکھین کون دے مارتا ہی ملکہ ناہید نے جب دیکھا کہ عقاب ابھی باتین بنا رہا ہی ابھی بیہوش نہین آئی
گھبرائی اس عرصہ مین توسن اور خنزیر دونون لڑکھڑا لڑکھڑا کر بیہوش ہوگئے عقاب نقلی یہ سوچا کہ کل معاملہ مجھ پر منکشف ہوجائیگا
اور اس راز سے آگاہ ہونگی اسکو نہ اس سے خود بھی ہان ہان کہتا ہوا اٹھا اور خود ہی لڑکھڑا کر دھم سے گر کر بیہوش ہوگیا جب ملکہ
ناہید نے ان سبکو بیہوش پایا بہت جلد شاہزادہ قاسم کو بلوائی اور تخت توسن جادو کا الٹ کر دہنہ نقب کو دیکھا واقعی ایک
سنگ کلان دہنۂ نقب پر رکھا ہوا تھا قاسم نے دست حق پرست کو پتھر کے گوشے مین قائم کر کے زور دیا وہین مین اٹھا لیا ناہید
یہ زور و قوت شاہزادہ والا مرتبت کا دیکھکر دنگ ہوگئی ادھر عقاب نقلی شاہزادہ قاسم کو دیکھ کر سمجھا کہ شاید ملکہ ناہید شاہزادہ
قاسم پر عاشق ہی اسوجہ سے اسنے اسقدر جسارت کی ورنہ عورت کو یہ دل گردہ کہان ادھر شاہزادہ قاسم نے اپنے تئین نقب
مین جلدی سے ڈالدیا جب آنکھ کھلی ایک میدان وسیع نظر آیا قاسم ایک سمت کو چلا تھا کہ سامنے سے ایک اژدر آتش فشان
لعاب آتشین چھوڑتا نظر آیا قاسم نے پکار کر آواز دی کہ اے اژدر جادو یہان و آگاہ باش کہ مین فاتح طلسم ہون اگر اپنی زندگی
چاہتا ہی تو میری اطاعت قبول کر ورنہ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو اژدر آتش فشان یہ بات قاسم کی سنکر متشکل بشکل انسان
ہوا اور شاہزادہ قاسم کے پاس آکر کہنے لگا کہ اے فاتح طلسم یہ مین نے مانا کہ تم نقب طلسمی مین داخل ہوئے اور مین بھی جانتا ہون
کہ جو شخص اس نقب سے گذریگا بیشک وہ طلسم کشا ہوگا مگر تم مجھے نشانیان طلسم کشائی کی دکھاؤ قاسم اژدر جادو کے سوال
وجواب سے ناچار ہوا تھا اس عرصہ مین ناہید جادو پہونچی اژدر جادو نے سلام کیا ملکہ نے کہا او اژدر جادو اسوقت شہزادہ عالم
کا روکنا مناسب نہین بوقت واپسین جب لاچین کو رہا کر لینگے اسوقت نشان طلب کرنا یہ ضرور نشانی دینگے اژدر جادو بسبب
چند وجوہ کے جو آگے ظاہر ہونگی چپ ہو رہا اور شاہزادہ قاسم آگے روانہ ہوا تھوڑی دور گیا ہوگا کہ ایک طرف سے شیر کے دہاڑنے کی
آواز آئی شہزادے نے ادھر پلٹ کر دیکھا ایک شیر سفید رنگ کو نہایت غیظ و غضب مین آتے دیکھا پس شاہزادے نے قصد
کیا تھا کہ جھپٹ کر بیک ضرب پلارک افراسیابی دو پرکالے کرے اس عرصہ مین شیر کے منہ سے ایک شعلہ آتش نکلا اور شہزادے کو
لپٹ گیا شہزادہ اس شعلے کی تاب نہ لاکر بیہوش ہوگیا اس عرصہ مین ملکہ ناہید پہونچی نعرہ کیا او پیران جادو تو نے ستم کیا کہ
شاہزادے کو گرفتار کرلیا اگر ذرا بھی چشم زخم پہونچا تو تیرے ٹکڑے اڑا دونگی پیران جادو نعرہ ناہید جادو کا سنکر بولا او چھوکری
ننگ خاندان خوب ملکہ ہرے کرنے کے نقب مین گھسی خوب باوا کی سلطنت تباہ کرنے کا قصد کیا بس چلی جا میرے سامنے
سے مجھے پاس ننگ توسن ہی ورنہ ابھی تجھے قتل کرتا ناہید نے کہا او موذی تیری قضا آئی ہی ہان خبردار ہو یہ کہکر ایک گولا
پیران نے سینے پر مارا پیران ہنسا اس ہنسی مین ایک شعلہ منہ سے نکلکر ناہید جادو کے ترنج کو کاٹکر وہی شعلہ ناہید کو لپٹ گیا
یہ بھی دھم سے بیہوش ہوکر گر گئی پیران نے چاہا کہ شاہزادہ قاسم کا سر کاٹ لے اور ناہید کو گرفتار کر کے توسن کے پاس بھیجے
اس قصد سے شاہزادہ قاسم کی سمت چلا تھا کہ پشت پر آواز آئی او پیران کیا ستم کرتا ہی بغیر بادشاہ کی اجازت کے تو اسبات
کا بھی مختار ہوگیا کہ جسے چاہے قتل کرے پیران نے پلٹ کر دیکھا کہ توسن جادو بھبھوکا ہوا برہنہ شمشیر ہاتھ مین لیے چلا آتا ہی پیران
توسن جادو کی شکل دیکھکر کانپ گیا اور ہاتھ جوڑ کر عرض کرنے لگا شہنشاہ میرا قصور معاف ہو واقعی سخت غلطی ہوئی تھی کہ
بغیر حضور سے دریافت کیے اس جوان کے قتل کا ارادہ کیا تھا توسن نے ڈانٹا کہ او ملعون تو یہ سمجھے ہوئے تھا کہ بدولت
تیری چال سے بالکل غافل ہین اسنے جسوقت اس حرامزادے نے ناہید کو پکڑ کر اور اسکو اپنا شریک کر کے اس نقب مین قدم رکھا

مین جانتا تھا مین تم لوگون کی کارگذاری اور ہوشیاری دیکھنے کو آیا تھا خیر خوب وقت پر پہونچا یہ باتین کہتا ہوا توسن قریب
ہیران جادو کے آیا اور کہنے لگا ای ہیران یہ دوسرا جادوگر پیچھے تیرے کون کھڑا ہی اُسنے پلٹ کر دیکھا تھا اس عرصہ مین گلے
مین کمند کے حلقے پڑے ہیران الٹ کر گر پڑا تھا کہ داہنے ہاتھ سے تو جھٹکا پڑا اور بائین ہاتھ کی پانچون انگلیون سے حباب
بیہوشی ناک پر جو چٹکی تو ہیران جادو دھم سے منہ کے بل گرا اور پرے تلوار کا ہاتھ پڑا دو ٹکڑے مردود کے ہوے نعرہ ہوا نام امیہ
بن عمرو ایسی عیاریان کرتا ہی دست راستی عیارون کا حصہ ہی یہ کہکے یہ تو ایک سمت نکل گیا ادھر شاہزادہ قاسم اور ملکہ ناہید جادو
کو ہوش آیا ہیران جادو کے مرنے سے جب سحر برطرف ہوا تھا تو امیہ بن عمرو کا نعرہ بھی سنا تھا اور فقرہ خنجر پنہا امیہ سے شاہزادہ
نہایت خشمگین ہوا تھا امیہ کو ہر چند تلاش کیا کہین نہ ملا ناچار ہو کے آگے کا راستہ لیا ملکہ ناہید شاہزادے سے باتین کرتی چلی جاتی
تھی ایک مقام پہ دیکھا کہ ایک درخت بہت بڑا لگا ہی ہر شاخ مین اسکے پنجرے جانوران خوش الحان کے لٹکتے ہین ہر وقت ان
جانورون کی خوش لحانی سننے شاہزادے اور ملکہ ناہید جادو کو ایسا مبہوت کیا کہ مطلق دونون مین ایک کو بھی یہ خیال نہ ہوا
کہ ہم کس واسطے آئے ہین اس عرصہ مین وہ درخت پھٹا اور اسمین سے ایک جانور خوش رنگ قوی الجثہ نہایت تنومند نکلا
شاہزادے اور ملکہ کو کھڑے ہوے دیکھکر گویا ہوا ایہا الناس کدھر سے آئے ہو اور کدھر جاؤ گے شاہزادہ قاسم نے جواب دیا ای جانور
مجھکو یہ بڑا تعجب ہی کہ تو باوجود حیوان ہونے کے بھی بزبان انسان گفتگو کرتا ہی اول تو ہماری اس بات کا جواب دے تو ہم تجھے
اپنی بھی سرگذشت بیان کرین وہ جانور بولا ای شخص مجھکو طیران شجر نشین کہتے ہین اور محافظ ہون اس راہ کا مجھکو سخت تعجب
ہی کہ اس راہ سے بجز طلسم کشا کے اور کوئی نہ آئیگا اسواسطے مین اُسکا منتظر ہون ای شخص اگر تو ہی طلسم کشا ہی تو علامت طلسم کشائی
دکھا ورنہ جدھر سے آیا ہی اُدھر ہی چلا جا شاہزادہ قاسم نے جواب دیا ای طیران شجر نشین انشاءاللہ مین ہی اس طلسم کو فتح کرونگا
اور اسوقت مین لاچین جادو کے چھڑانے کو جاتا ہون اگر تو میری مدد کرے تو بعد فتح اس طلسم کے تجھکو وزیر اعظم لاچین جادو
کا کرونگا اس بات سے طیران خوب رویا اور کہنے لگا مرحبا آفرین بادبرین ہمت مردانہ تو ای شہریار مین اپنی حالت کیا بیان
کرون جس مصیبت مین گرفتار ہون مین وزیر دوم شہنشاہ لاچین تھا جب خنزیر جادو وزیر اول نے شہنشاہ لاچین کو بمکر
توسن جادو سے ملکر گرفتار کیا اور مجکو اس بات کی خبر ہوئی تو مین فوراً بگڑ گیا درمیان مین کئی لڑائیان سخت درپیش ہوئین
آخرکار توسن جادو کا ایک دوست ملک مواج بن گرداب نظر پیچ کہ وہ کمبخت غضب کا ساحر ہی اُسنے آکر مجھے گرفتار کرکے
اس شجر سحر مین مقید کیا ہی مین اس درخت کے سایہ سے کہین نہین جا سکتا یہ طلسم اسی کمبخت کا باندھا ہوا ہی جب تک وہ زندہ
ہی مین اس بلا مین گرفتار رہونگا شاہزادہ قاسم نے فرمایا آیا وہ ساحر مواج کہان ہو کسطرح مارا جائیگا طیران شجر نشین نے کہا
ای شہریار اُسکا مارا جانا بغیر لوح غیر ممکن ہی جب تک مفتاح طلسم نہ ہوگی اگر لاچین بھی چاہے تو وہ کمبخت کسی طرح مغلوب نہ ہوگا
شاہزادے نے فرمایا اچھا لاچین جادو کہان قید ہی طیران بولا ای شہریار یہان سے تھوڑی دور پر باغ زبرجد سلیمانی ہی اس
باغ کی بارہ دری کے اندر چھت مین ایک پنجرہ لٹکتا ہی اسمین لاچین قید ہی آپ بہت جلد تشریف لیجائیے ورنہ شاید
کوئی تازہ واردات حادث ہو شاہزادہ یہ سنکر اُسطرف کو روانہ ہوا ملکہ ناہید نے کہا ای شہریار توسن نے تو مجھے محبوس
مہمل تیار کیا تھا واقعی یہ راہ نہایت پر خطر تھی بغیر خدا نے چاہا تو لاچین کو چھڑا لیتے ہین القصہ شاہزادہ قاسم اور ملکہ ناہید
جادو باتین کرتے تھوڑی دور بڑھے ہونگے کہ سامنے سے چاردیواری باغ کی نظر آئی شاہزادہ باغ کو دیکھکر نہایت مسرور
ہوا جب قریب دروازہ پہونچا دروازے کی چوکھٹ پہ ایک دیو قوی الجثہ کو بیٹھے پایا جیسے ہی دیو کی نظر شاہزادہ عالی مقدار
پہ پڑی ایک نعرہ ماری کہ بعد مدت خداوند ابلیس نے ایک بھنگا میری ڈاڑھ گرم کرنے کو بھیجا ہی یہ کہکر باواز بلند کہا ای شخص
اپنا منہ کھولے بیٹھا ہون تو میرے منہ مین کود پڑ مین تجھے دانت کے تلے بھی نہ دبانے دونگا شاہزادہ جب قریب پہونچا کہا

لنگر بڑا سا اٹھا کر اسکے منھ مین ڈالدیا اور آپ علیحدہ کھڑا ہو رہا دیو نے جیسے ہی دانت مارا کڑکے آواز آئی تمام مٹی حلق کے اندر اتر گئی جلدی سے تھوک کر کہنے لگا سچ ہے وہ جو کہتے ہین آدم زاد خاکی نژاد ہے یہ آدم تو لنگر نژاد تھا میرا تمام منھ اور جبڑا اکڑا ہو گیا یہ کہکر اُس لنگر کو دیکھنے لگا اس عرصہ مین شہزادہ والا مرتبت نے خیال کیا کہ اس بیہودہ سے مقابلہ کیسا جلد اسکو واصل جہنم کرو یہ سوچ کر نعرہ کیا نعرہ قاسم شہ آفتاب مشرق دین پروری شہسوار لعل پوش نادری اوسکا مقصود کیا بیہودہ یک دم از جا ہوا ہو یہ کہکر دیو کیطرف جھپٹا ملکہ ناہید نے جو دیکھا کہ شاہزادہ خود دیو کی طرف دوڑا جاتا ہے پکاری اے شہریار یہ کیسا غضب کرتے ہو اپنے پانؤن سے آپ دہن اژدر مین جاتے ہو قاسم ملکہ ناہید کے کہنے کو مطلق خیال مین نہ لایا اس عرصہ مین دیو نے دیکھا کہ آدمی خود میری طرف جھپٹا چلا آتا ہے دانت چاہا کہ مین اسکو اٹھا کر منھ مین رکھ لون شاہزادہ قاسم نے جب اسکا ہاتھ قریب آتے دیکھا اسکی انگلیون کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کے ایک جھٹکا دیا کہ وہ منھ کے بل زمین پر آرہا شاہزادے نے ایک گھونسا کنپٹی پر ایسا مارا کہ آدھی تک ہاتھ سر مین گھس گیا دیو چیخ کھا کر زمین پر گرا ملکہ ناہید جادو نے جو یہ زور اور قوت شاہزادہ والا مرتبت کی دیکھی متعجب ہو کر شاہزادے کی تعریفین کرنے لگی شاہزادہ اندر باغ کے داخل ہوا باغ نہایت پر فضا تھا ہزارون قسم کے جانور بزبان بے زبانی حمد خالق زمین و آسمان کر رہے تھے شہزادہ وجد کی حالت مین ان جانورون کی کیفیت دیکھتا چلا جاتا تھا کہ سامنے ایک مکان وسیع نظر آیا جب اندر داخل ہوا وسط سقف مین ایک پنجرہ آہنی لٹکا پایا اسمین لاچین جادو کو مقید دیکھا شہزادے نے اس پنجرے کو بدقت اُتارا اور چاہا کہ قفل کھولے کسی طرح ممکن نہوا اسوقت لاچین بولا اے شہریار یہ قفل بغیر اُس کنجی کے جو توس جادو کے جوڑے مین ہے ہرگز نہ کھلے گا ملکہ ناہید نے کہا اے شہریار مین ابھی لاتی ہون یہ کہکر فورا پلٹ کر توس پاس آئی اُسے اسیطرح بیہوش پایا جلدی سے اُسکا جوڑا کھولکر کنجی نکالی اور پھر نقب مین کود کر شاہزادے پاس پہونچی شاہزادہ دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اسی کنجی سے قفل کو کھولکر لاچین کو رہا کیا لاچین جادو دوڑ کر شاہزادے کے قدمون سے لپٹ گیا شاہزادے نے لاچین کو گلے سے لگایا لاچین نے عرض کی شہریار ذرا آپ یہین توقف کرین مین اس کمبخت خنزیر جادو کو مار کر مہرہ زرد سلیمانی لے آؤن اُسوقت دیر ہوگی کہ اس کمبخت توس علیہ اللعنۃ کے بجھون یہ کہکے اسیوقت پرواز ہوا اور ایک سمت کو اڑا

اب تتمہ حال خزان مآل مردود ملعون توس جادو کا بیان کیا جاتا ہے

کہ جسوقت اس مردود کی بیہوشی کم ہونے لگی یہ کہتا ہوا اٹھا کہ جان جانان و اے سرمایہ زندگانی مجھ نشہ کو چڑھے پھر تیرے وصل کی خبر نہ رہی تو نا واقف ہونا یہ کہکر اٹھا خنزیر کو بھی بیہوش پایا عقاب کو دیکھا کہین غائب ہو گیا گھبرا کر پکارنے لگا اے ناہید جادو کہاں ہو ماری کا واسطہ جلد آؤ اپنے عاشق کو نہ تڑپاؤ جب کچھ جواب کسی طرف سے نہ پایا تو گھبرا کر اٹھا اب جو خیال کیا تو دیکھا کہ تخت کے نیچے پڑا ہوں تخت ایک سمت اوندھا پڑا ہے اور وہ نقب سے تیغ جا رہی ہے یہ کیفیت دیکھکر توس جادو کے ہوش اُڑ گئے خنزیر جادو کو پکارا اے خنزیر کیا نگین پیارے پڑا ہے اے کمبخت دیکھ تو کیا آفت نازل ہوئی ارے ستیاناس گئے ملکہ ناہید نے بڑا غضب کیا سارا حال مجھسے دریافت کیا اور نہ معلوم کسکو ہمراہ لیکر داخل نقب ہوئی مگر کیا ہوتا ہے مجھے بھی شک ہوا تھا اسکی آنکھون سے چل معلوم ہوتا تھا مین نے غضب سہنا چاہا کہ اب تھوڑی دیر مین ہیران گرفتار کیا ہوگا جب توس خوب چلا چکا خنزیر کی بھی آنکھ کھلی توس کو اپنے سر جانے پریشان دیکھکر بھی حیران ہوا اور پوچھنے لگا اے شہریار خیر تو ہے آج کیا آپ کی حالت ہے توس نے ساری کیفیت بیان کی اور کہا اے خنزیر بہت غضب ہوا مگر مین نے پوری کیفیت نقب کی اس کمبخت سے نہین بیان کی تھی مجھے یقین کامل ہوگیا ہیران نے اسکو بھیج اسکے ذریعے سے گرفتار کیا ہوگا توس جادو خنزیر سے اسی باتون مین مشغول تھا کہ ناگاہ آسمان سے نعرہ لاچین جادو کا بلند ہوا توس تو گھبرا کے ایک کوٹھری مین گھس گیا خنزیر ایک سمت کو بھاگا لاچین نے دیکھا کہ خنزیر بھاگا جاتا ہے وہین سے ڈانٹا کہ او حرامزادہ سر نگہ حرام مین تجھے کب چھوڑتا ہون کہ تو جیتا بچے

بغل سے جا سکے یہ کہکر زمین پر اُترا خنزیر مسکی یہ کیفیت ہوئی کہ مارے ڈر کے ہاتھ پاؤن مین رعشہ پڑ گیا اُس وقت بھاگنے کا راستہ
بھی مسدود دیکھکر اپنے دل مین خیال کیا کہ لاچین بارہ برس کے بعد قید شدید سے چھوٹا ہے اب سحر کو بھول گیا ہوگا مین خود ہی اس
لڑکے کو مارون یہ خیال کر کے لاچین کو ایک تیغ مارا لاچین جادو اُسکے تیغ مارنے سے ہنس پڑا اور کہا اے خنزیر تیری ابھی یہ ہستی
ہوئی کہ مجھ پر سحر کرے یہ کہکر انگلی کا اشارہ کیا ایک برق چمک کر تیغ پر پڑی تیغ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر زمین پر گر پڑی ادھر لاچین نے
اسی حالت غیظ و غضب مین انگلیون کا اشارہ کیا پانچ برقین سر خنزیر پر گرین خنزیر کے دو ٹکڑے ہوے خنزیر کے مرنے سے زمانہ
تیرہ و تار ہو گیا آواز آئی کشتی مرا کہ نام من خنزیر جادو بود افسوس مردم و بمطلب خود نرسیدم لاچین نے دوڑ کر خنجر سے پیٹ
خنزیر کا چاک کیا اور اُسکے دل سے وہ مہرہ جسکا نام زرد مہرہ سلیمانی تھا نکال لیا اور سمت شاہزادہ قاسم روانہ ہوا جب لاچین
جادو خنزیر کو مار کر چلا گیا اُس وقت توسن جادو نے بھائی خنزیر کا کشتہ ہوا پایا باہر نکلا اور بڑی دیر تک اُسکے لاشے پر رویا کیا
بعد اُسکی لاش کو جلا کر اپنے مشیران سلطنت کو جمع کیا اور سب سے اِس بارہ مین مشورہ لینے لگا اب لاچین کے واسطے کیا تدبیر
کیجاوے کہ وہ مع طلسم کشا کے گرفتار ہو ہر شخص اپنی راے کے موافق بات کہتا تھا آخر کار یہ صلاح قرار پائی کہ سوج بن گرداب
آپ خود مین وہ بڑا ساحر زبردست ہے کیا عجب ہو کہ لاچین پر غالب آئے ورنہ تمام طلسم کا کوئی ساحر لاچین پر غالب نہ آسکیگا
توسن کو یہ راے پسند آئی اور اسی وقت سوج کے ملنے کو روانہ ہوا

اب چند کلمے داستان ایرج بن عمرو کے گذارش کیے جاتے ہین

کہ جس وقت شاہزادہ قاسم اور ملکہ ناہید کہربان جادو کے ہاتھ سے رہا ہو کر اور لشکر کے ایک سمت روانہ ہوئے جاتے جاتے ایک مقام پر پہنچے
سیر ہوا کہ ناگاہ اتنے مین توسن جادو کو پریشان حال ایک سمت جاتے دیکھا جلدی سے اپنی شکل عقاب جادو کی بنا کے توسن جادو
کیطرف چلا جب توسن کی نظر عقاب پر پڑی عقاب کیطرف متوجہ ہو کر کہا اے عقاب مجھے تو عتاب سامری و جمشید کا نازل ہوا
تمکو یہ بتاؤ کہ جب مین اور خنزیر اور تم سبکو ناہید نے بیہوش کیا تو تم پر کیا گذری عقاب نے کہا اے شہریار عجب سانحہ ہوش ربا
در پیش ہوا جس وقت مین مختل حواس ہوا اُس وقت آپ سے اجازت لیکر ایک گوشہ مین لیٹ رہا اتفاقاً مجھے احتیاج ضروری کی
خواہش ہوئی جب پاخانہ مین پہنچا وہان جاکر بیہوش ہو گیا اُس وقت میری آنکھ کھلی جس وقت لاچین کا نعرہ ہوا تھا مین لاچین کے
ڈر کے مارے وہان سے بھاگا اس مکان مین آکر دم لیا اُس وقت آپکو یہین پایا یہ فرمایئے یہ کیفیت کیا ہو گئی توسن اس بات کے سننے سے
رو دیا اور کہا اے عقاب ستم کیا ملکہ ناہید کمبخت نے جو کچھ کیا اُسنے کیا نہ معلوم کب کی دشمنی کا بدلہ لیا کہ مجھکو بیہوش کر کے نقب
طلسمی کو طے کیا نہین معلوم اژدران اور برن سے کیونکر عہدہ برائی ہوئی ہوگی طہران نے کیونکر جگہ دی ہوگی خیر جو کچھ ہوا سو ہوا
اب میرا ارادہ ہے کہ جا کر سوج بن گرداب کو لاؤن وہ البتہ لاچین کا ہم پلہ ہو ورنہ مین لاچین سے کیا مقابلہ کر سکونگا عقاب نے کہا اے
شہریار بہت عمدہ بات آپنے تجویز کی ہے مگر مین نے سنا ہے کہ قاسم نامے کوئی شخص ملکہ ناہید کے ہمراہ گیا تھا اُسکی روسے یہ مرحلات طے ہوے
توسن قاسم کا نام سنکر گھبرا کر کہنے لگا مین نے کاہنون سے سنا ہے کہ قاسم ہی فاتح طلسم ہوگا کیا عجب ہے کہ لاچین شاہزادہ قاسم
جوان کی اطاعت اختیار کرے اور کیون مطیع نہ ہوگا جب اُسکو ایسی سخت مصیبت سے رہا کیا ہے مگر خیر کہان جائیگا میرے ہاتھ سے مین
اُسے دم لینے کی مہلت نہ دونگا مگر افسوس لوح کا پتہ مجھے معلوم نہین ورنہ مین اُسے غائب کر دیتا یہ مجھے یقین کلی ہے کہ جب تک مین
سوج کو لیکر آؤنگا لاچین کل مرحلات فتح کرا دیگا خیر مین اپنے ارادے کو بھی فسخ نہین کر سکتا بغیر سوج کے میرا کام درست نہوگا
اے عقاب اگر تو بھی میرے ہمراہ چلے تو بہت اچھی بات ہو عقاب نے کہا بسر و چشم بھلا مین یہان کیونکر رہ سکتا ہون جب لاچین
کو خبر ہوگی مجھے بھی کو گرفتار کریگا یہ کہکر عقاب بھی توسن کے ہمراہ ہوا

اب دو کلمے داستان شہزادہ قاسم کے بیان کیے جاتے ہین

جسوقت لاچین جادو شہزادہ والا منزلت کو باغ میں چھوڑ کر روانہ ہوا شاہزادہ منتظر بیٹھا تھا کہ آسمان پر ایک برق چمکی شاہزادہ
اس طرف متوجہ ہوا دیکھا لاچین جادو خوشی خوشی پرواز کنان چلا آتا ہے شاہزادہ بھی لاچین کو دیکھکر خوش ہوا اس عرصہ میں
لاچین پہونچا اور کہا اے شہریار میں نے خنزیر مردود کو مارا اور مہرہ اس سے حاصل کیا اب طلسم کشائی آپکو مبارک ہو
یہ کہکے وہ مہرہ زرد سلیمانی قاسم کے بازو پر باندھ دیا اور قاسم کو اپنے ہمراہ لیکر پہلے طہران پاس آیا سحر مواج کو دفع کیا طہران
شہزادہ سے رخصت لیکر اور اپنے سحر کو تازہ کر کے کو ایک سمت روانہ ہوا لاچین شاہزادے کو مراد شاہ کے شہر میں لایا اور مراد شاہ
از سر صدق مسلمان ہوا اور سارے ملک کو اپنے اسلام آباد کیا لاچین جادو پھر قاسم کو مع مراد شاہ اور تمام اسکی فوج و سپاہ کے
اس غار کے قریب لایا اور قاسم سے کہا اے شہریار یہ سوار زرد پوش غار سے نکلتا ہے اسکے سر پر ایک سفید خط ہے آپ کو لازم
ہے کہ اس سفید خط پر ایک تلوار ماریئے جب وہ مارا جائیگا لوح طلسم اسکی کھوپڑی سے نکلیگی آپ لوح نکال لے اپنے قابو میں رکھیگا
اور جسطرح لوح میں لکھا ہوا اسپر عمل کر کے طلسم کو فتح کیجئے گا قاسم نے جا کے سر پاس زرد پوش کے تلوار ماری اور جب وہ مر گیا
تب لوح طلسمی اسکی کھوپڑی سے نکال لے اپنے گلے میں ڈال لی پھر اس غار میں کود پڑا جب دو گھڑی بعد قاسم کے پانوں میں
پہنچے اور آنکھ کھولی تو قاسم نے دیکھا کہ ایک باغ میں بنگلہ پڑا ہے سائبان اسکے آگے کھنچا ہے اور اسکے نیچے اکوان نامے ایک
جادوگر بیٹھا ہے اکوان جادوگر نے جو قاسم کو دیکھا تو بڑی تواضع و تکریم سے سپر تلوار اور ایک گھوڑا پا بستہ یراق مکلل بزر زرق
بھجا ہے قاسم کے آگے لاکے کہنے لگا کہ اے بہادر یہ سلاح اپنے بدن پر آراستہ کر کے اس گھوڑے پر سوار ہو قاسم نے یہ گفتگو ساحر کی
سنکے لوح کو ملاحظہ فرمایا اسمیں لکھا تھا کہ اے شکنندہ طلسم اگر اکوان جادو تجھے بمدارات و تواضع پیش آئے اور سلاح
آراستہ کرنے کو کہے تو تو فوراً سلاح اپنے بدن پر آراستہ کرنا مگر اس گھوڑے پر نہ سوار ہونا اور اکوان کو باتوں میں لگا کے
ایک تلوار مارنا کہ وہ دو پرکالہ ہو قاسم نے بموجب نوشتہ لوح عمل کیا سلاح اپنے تن پر آراستہ کیے اور اکوان کو ایک ضرب تیغ دو
پرکالہ کیا چاروں طرف اندھیری چھائی بہت تیز و تند آندھی چلی سنگباری آتشباری ہونے لگی بعد تھوڑی دیر کے مطلع صاف ہوا آواز پیدا ہوئی
افسوس مردم و جان دادم و بمطلب خود نرسیدم کشتی مرا کہ نام من اکوان جادو بعد شاہزادے نے اسکی لاش کو علیحدہ ڈال دیا اور
جہاں تخت بچھا تھا اسی تخت کے تلے دہانہ نقب تھا اس نقب میں قدم زن ہوا جب اس نقب سے باہر نکلا تو ایک بیابان پر فضا دیکھا
سبزہ زار کی بہار ہر چہار طرف نہریں آبشار جاری ہزاروں نخل سایہ دار اور بار آور اور ان پر جانور خوش الحان و خوشرنگ زمزمہ پرداز
نظر آئے شاہزادہ یہ کیفیت دیکھتا چلا جاتا تھا سامنے سے ایک قصر طلائی نہایت عمدہ اور پاکیزہ سامان شاہانہ سے آراستہ و پیراستہ
نظر آیا قاسم نے برابر اس قصر کے جا کے دیکھا کہ ایک سمند برق آہنگ نہایت خوشرنگ بہت خوبصورت بندھا ہے قاسم
اس گھوڑے کو دیکھکر بہت خوش ہوا اس عرصہ میں اس دیو نے قاسم کو جو دیکھا تو نہایت غیظ و غضب سے قاسم کو گھور
گھور کر دیکھنے لگا قاسم نے دیو کو خشمناک دیکھکر لوح کو ملاحظہ فرمایا اسمیں لکھا تھا کہ اے شکنندہ طلسم اگر افضال الہی سے
تو بیابان کو طے کرے اور قصر طلا کے اندر میں پہونچکر اس گھوڑے کو اور دیو اور صندوقچہ کو دیکھے تو تجھے لازم ہے کہ پہلے تو اس
دیو سے اقرار کرے کہ میں تجھے اس قید سے چھڑاؤنگا جب وہ دیو تیرا یار ہو اسوقت اسم حاشیہ لوح پڑھ کے اس دیو پر دم
کرنا دیو کی سب قید کھل جائیگی اسوقت وہ گھوڑا کہ نام اسکا شبرنگ زہرہ جبین سلیمانی ہے تجھے دیگا قاسم نے بموجب حکم لوح عمل
کیا جب دیو قید سے رہا ہوا تو قاسم کو سلام کر کے اس قصر میں گیا اور وہاں سے زین و لگام اور ساز و یراق مرصع کا راس
راہوار کا لاکے قاسم کے روبرو رکھ دیا قاسم نے چاہا کہ میں اسپر سوار ہوں گھوڑے نے سوار ہونے نہ دیا اسوقت اس دیو نے
کہا اے شہریار اگر آپکے پاس مہرہ زرد سلیمانی ہو تو اس گھوڑے کو دکھا دیجیے پھر رام ہو جائیگا اور اگر مہرہ زرد سلیمانی آپکے
پاس نہیں ہے تو یہ گھوڑا حضرت سلیمان کی سواری کا ہے کبھی آپکو سوار ہونے نہ دیگا قاسم نے وہ مہرہ زرد سلیمانی جو لاچین

جادو خنزیر جادو وزیر بہ تدبیر کو اندر لایا تھا گھوڑے کو دکھایا اسوقت وہ گھوڑا مرجھا کر مثل کرگی کے کھڑا ہو گیا شاہزادہ قاسم
نہایت خوش ہوا دیو نے زین اور لگام سے آراستہ کیا اور شاہزادہ بسم اللہ کہکے اس اسپ شبرنگ نذر جمشید سلیمانی پر سوار ہوا
شبرنگ قاسم کو اس جنگل میں لایا جہاں درختوں کے تنے میں بڑے بڑے غار تھے اور انکے آگے بڑی بڑی قبریں بنی ہوئی
تھیں ہمایون بن شداد ایک قبر کو شہزادے کی قبر خیال کرکے اسپر فقیر بنا بیٹھا تھا جب شہزادے کو آتے دیکھا تو دوڑ کر قدموں سے
لگا ہر بار تصدق ہوتا تھا شاہزادے نے ہمایون بن شداد کو گلے لگایا اور بہت سا پیار کرکے گھوڑے پر سے اتر پڑا اور ساری کیفیت
اپنی بیان کی ہمایون نے بھی ساری سرگذشت اپنی بیان کی صبح روز چہارشنبہ تمام مسقف قدیم پر چند گھوڑے پیدا ہوئے اور
ہر ایک گھوڑا ہر ایک قبر پر آکے کھڑا ہوا اور جو کچھ آدمی وہاں تھے وہ ان گھوڑوں پر سوار ہوئے اور گھوڑے پرواز کنان
اس گنبد کے نیچے آکے کھڑے ہوئے ایک مرتبہ لاچین جادو مع ملکہ آ پہنچا جادو اور تمام اپنی فوج و سپاہ ساحران کے ہمراہ
لاچین جادو قاسم کو دیکھکر تخت پر سے اتر پڑا اور قاسم کی رکاب کو بوسہ دے کر ہمراہ رکاب ہوا قاسم نے لاچین کو پھر تخت پر سوار کیا

اب تتمہ داستان توسن جادو اور عقاب نقلی کی بیان کیجاتی ہے

جبکہ توسن مع عقاب کے راہ صحرا طے کرکے ایک مقام پر پہونچا جہاں بوے انسان دماغ جان تک نہ پہونچتی تھی ناگاہ ایک
سمت سے ایک ساحر کریہ منظر نہایت بد دماغ نمودار ہوا اور توسن کیطرف مخاطب ہوکر کہنے لگا اے توسن خیر ایسی کیا مصیبت
پڑی کہ تو مصیبت زدوں کیطرح مع عقاب یہاں آیا ہے توسن یہ بات سنتے ہی قدموں پر مواج کے گر پڑا اور ساری کیفیت اپنی
رو رو کر بیان کی مواج کو اسکے رونے پر ترس آیا اور کہنے لگا اے توسن جادو کیا کہوں مجھے تیرے آنے کی خبر ہوئی جب تو نے
اس صحرا میں قدم رکھا تب تیری خبر مجکو پہونچ چکی تھی اور میرا یہ قصد نہ تھا کہ تیرے ہمراہ جاکر لاچین سے مقابلہ کروں مگر اسوقت تیری
گریہ و زاری نے مجکو بیچین کر دیا اب میں ضرور تیری مدد کرونگا یہ کہکے اسنے دستک دی توسن اور عقاب نے دیکھا کہ بر رنگ ہوا
چار نہریں بہتی ہوئی نظر آئیں اور ایک نہر کے کنارے فرش نہایت نفیس گسترده وسط فرش میں ایک تخت بچھا ہوا اور اسپر مواج
قائم ہوا مواج نے اشارہ کیا وہ نہریں زمین پر آئیں توسن نے کہا اے شہنشاہ ساحران کچھ فوج بھی طلب کر لیجئے کس وجہ سے مجھے یقین
کامل ہے کہ قاسم نے طلسم ضرور فتح کرلیا ہوگا اور تمام فوج و سپاہ میری لاچین کے ماتحت ہو گئی ہوگی مواج نے کہا اے توسن تو
گھبراتا کیوں ہے تو فوج دیکھے گا دیکھ ان نہروں میں جسقدر مچھلیاں اور کیڑے ہیں سب فوج ہے اور کنارے جو جنگلے اور
طاؤس وغیرہ ہیں یہ سب بڑے بڑے ساحران زبردست ہیں جب مقابلہ پڑیگا اسوقت کیفیت دیکھنا یہ کہکے آپ تو تخت پر سوار ہوا
اور توسن اور عقاب کو اپنے برابر مسند لیوں پر بٹھا کے اشارہ کیا پھر وہ نہریں بہر رکھے ہوا پران ہوئیں یہاں لاچین جادو شاہزادہ
قاسم سے باتیں کر رہا ہے کہ ناگاہ یہ دیکھا کہ چار نہریں بہتی ہوئی چلی آتی ہیں اور تخت پر مواج اور مسند لیوں پر توسن
اور عقاب بیٹھے آتے ہیں لاچین نے مواج کو دیکھکر ہوش باختہ ہو گئے اور شاہزادہ قاسم کی طرف متوجہ ہوکر کہنے لگا اے
شہریار ستم ہوا یہ موذی آیا ہے خدا اسکے شر سے بچائے اے شہریار یہ نہریں سحر کی ہیں قاسم نے کہا خیر سمجھ لیا جائیگا جو مشیت ایزدی
ہوگی وہی پیش آئیگا لاچین ابھی یہی باتیں کر رہا تھا کہ ایک ہوا کے تیز جھونکے چلنے لگے اب جو آسمان پر نظر کی تو ایک سمت
سے ایک باغ پر بہار پیدا ہوا [illegible] تا بہ حد نگاہ ہے اس باغ کے گرد ہزاروں درخت بڑے بڑے بجاے دیوار اور درمیان میں ایک
بارہ دری سنگ مرمر کی [illegible] پرتکلف بجاے رنگ آمیزی کے یاقوت و لعل رمانی کے گل بوٹے تھے اور لاجورد کے [illegible]
صنعت سے استادان چابکدست نے بنائے تھے چار سمت بارہ دری کے چار نہریں آئین پانی شفاف و شفاف مثل [illegible]
[illegible] ہوا اور ان نہروں [illegible] قسم کے پھولوں کے تختے لگے ہوئے عجب لطف دے رہے تھے ہوا سرد چل رہی تھی [illegible]
کی بہار آنکھوں میں کھپی جاتی تھی ہر روش میں لالہ و گل سہارا دے رہا تھا ہزار ہا بلبلان خوش نوا اور طوطیان خوش آواز

رنگ برنگ کے پرواز کنان کہیں بلبل شاخ گل پر بیٹھا غزل خوانی کر رہا ہے کہیں فاختہ قلندر مشرب لباس خاکستری پہنے یاد محبوب
حقیقی مین حق سرہ کر رہی ہے اس باغ پر بہار پر ایک ابر سایہ گستر تھا اسمین سے ننھی ننھی پھوار پڑ رہی تھی لاچین جادو اور
شاہزادہ قاسم اس باغ سراپا بہار کو دیکھکر محو حیرت سکتے کی صورت ہو رہے تھے اس عرصہ مین رعد گرجا برق چمکی آسمین سے
نعرہ ہوا اسمم طیران سحر نشین اے شاہزادہ والا تبار وائے لاچین نابکار تمھارا غلام حاضر خدمت ہوتا ہے مگر اسوقت میرا یہ ارادہ
ہے کہ اس نمک حرام توسن اور سرکش اور مواج کو ذرا مزا چکھا لون تو حاضر خدمت ہوں یہ آواز جب لاچین اور شاہزادہ قاسم
نے سنی اب جو غور کیا تو وسط بارہ دری مین طیران بیٹھا ہوا ہے جب شاہزادہ قاسم اور لاچین کی نظر حضرت پڑی طیران نے اپنے
مقام پر سے اٹھ کے مجرا کیا لاچین اور قاسم نے جواب دیا اس عرصہ مین مواج نے جو طیران کو آتے دیکھا توسن کی طرف مخاطب ہو کر
کہا او ساحری نے یہان یکے کہ میان طیران اور ہمارے مقابلہ کا دعوے کرین نیر چلے زرا مین، تو تو مزا چکھا دون یہ کہکر اپنی نہرون
کیطرف اشارہ کیا نہرون مین ایک جوش پیدا ہوا ہزارون مچھلیان اسمین سے پر پرواز پیدا کرکے اور کڑک کڑک بروے
آسمان جاکر اب جو باغ طیران مین گرتی ہین غضب تلاطم ڈال دیا آن واحد مین ہزارون درخت بیخ و بن سے گرا دیے کیڑون
جانوران خوشرنگ یا تو درختون پر بیٹھے ترنم سرائی کر رہے تھے یا زمین پر مثل ایک مرغ گوشت کے بے پر و بال پڑے تھے اور ان
مچھلیون کی یہ کیفیت تھی جسطرف نکلتی ہین منھ سے شعلے نکلتے ہوے درختون کو جلاتی ہوئی ہوا ہو جاتی ہین ایک عجیب قسم کا تلاطم
اس باغ سحر مین ڈالدیا یہ کیفیت طیران نے اپنے باغ کی دیکھ کر وہین بیٹھے بیٹھے ایک مرتبہ جابر کو اشارہ کرتا ہے تو وہ ابر مختصر
اس باغ پر بہار پر سایہ فگن تھا طیران کے اشارے سے مثل رعد مین کے باریک ہو کر سمت مواج چلا مواج اپنے تخت پر کھڑا ہو گیا
اور ایک گولا فولادی جیبت سے نکال کے اس ابر پر مارا اس گولے کے پڑتے ہی وہ ابر شق ہوا اور بجلی کڑک کر جو گری تو نشانہ عین
کا زخمی ہوا اور پھر ابر سمت چلا جب مواج نے یہ کیفیت دیکھی تو جلتے تو لسنے اپنے زخم کو باندھا اور پر پرواز پیدا کرکے بروے آسمان چلنے لگا
اس عرصہ مین اس ابر سے کڑاک کڑک کے برقین گرنے لگین ایک برق توسن کے سر پر پڑی یہ بھی زخمی ہوا ایک برق عقاب
جادو کی طرف چلی عقاب نقلی نے گھبرا کر اپنے تئین نیچے گرا دیا اور پکارا اے شہریار ذرا مجھے بروے ہوا دیکھے ورنہ یہ غلام
آپ کا امیہ بن عمرو آپ پر سے تصدق ہو جائیگا جب آواز امیہ کی قاسم نے سنی لاچین سے اشارہ کیا کہ اسے زمین پر گرنے
نہ دینا لاچین نے ایک سحر کیا ایک پنجہ پیدا ہوا اور امیہ کو سامنے قاسم کے لا دیا قاسم تو اس دن کا جلا ہوا تھا کہنے لگا اے
امیہ خدا کی شان تجکو بھی عیاری کرنے کا سلیقہ پیدا ہوا سیارہ کے سامنے تو دم دبائے پھرتا ہے یہان یون نعرہ کرکے بھاگتا ہے
کہ عیاری بھی دست راستون کا حصہ ہے اسوقت کوئی نہ عیاری چلی جب جانتے کہ مواج یا توسن کو مارتے اور اگر سیارہ
ہوتا وہ ایسا کے بھی دکھا دیتا امیہ چونکہ قاسم کی آتش خوئی سے خوب واقف ہے اس وجہ سے خاموش ہو رہا مگر اس
عرصہ مین اس ابر کی برقون نے ستم ڈھا دیا جس نہر پر برق گری تمام پانی کو تہ و بالا کر دیا ہزارون مچھلیان مر مر کے پانی
مین تیرنے لگین تمام نہرون کی مچھلیون کا اس برق بلا نے تیرا و کر دیا ہے بجلیان کڑک کڑک کے گر رہی تھین تمام نہرون
کا کر لکھان کر دیا لیکن یہ کیفیت ہے کہ نہرین کسی ترکیب سے شکست نہین ہوتین لاچین اور قاسم ایک سمت کھڑے
ہوے یہ کیفیت دیکھ رہے ہین اب جو دیکھتے ہین تو مغرب سے ایک ابر دھوان دھار اٹھا اور ایک چشم زدن مین آکر اس ابر
پر محیط ہو گیا اس ابر سے موسلا دھار پانی برسنے لگا جسقدر برقین ابر اول کی چمک چمک کر رہی تھین انکو بجھا دیا ناگاہ
اس ابر سے نعرہ ہوا اسمم مواج بن گردان جادو او طیران ابھی تو ڈھونڈتا ہے سحر کرنا سیکھ طیران یا تو اپنے سحر کو زور دے رہا
تھا یا نعرہ مواج کا سنکر خنجر آبدار نیام انتقام سے کھینچ دوڑا مواج نے ایک گولا مارا تمام باغ طیران مین آگ لگ گئی
آن واحد مین جلکر خاک ہو شاہزادہ قاسم کو اس باغ کے جل جانے کا نہایت افسوس ہوا اس عرصہ مین طیران اور

مواج سے خنجر سحر چلنے لگے عیاذاً باللہ عجب سانحۂ قیامت نما برپا تھا ہزاروں چوٹیں سحر کی چل رہی تھیں دونوں مثل بلبلوں کے
آپس میں گتھے ہوئے تھے آخر کار بروے ہوا لڑتے لڑتے زمین پر اُتر آئے وہاں بھی عجب زور شور سے لڑائی لڑ رہے تھے قصہ مختصر
ایک مقام پر مواج نے خنجر مارا سر طیران زخمی ہوا طیران نے خنجر مارا شانہ مواج کا زخمی ہوا مواج نے زخم کھا کر کہا او چھوکرے
غضب کیا تو نے مجھے زخمی کیا معلوم ہوتا ہے آج تیری قضا ہی آگئی ہے یہ کہکر پیچھے ہٹ کے ایک دوہتڑ زمین پر مارا کچھ کلمات سحر زبان
پر جاری کیے ابر سحر مواج نے پھر اس جگہ سے جنبش کی اور اس زور شور سے پانی برسا کہ آن واحد میں تمام صحرا پانی سے بھر گیا
طیران نے سحر کرکے ایک کاغذ کی ناؤ بنائی اسپر سحر دم کیا وہ ناؤ مثل آہنی کشتی کے ہوگئی یہ اسپر سوار ہوکر سحر کرتا اُس دریائی آفت
سے بچا چلا جاتا تھا ناگاہ ایک نہنگ اُس پانی سے نکلا اور بڑھکر جو دم مارا تو کشتی کے ہزار ٹکڑے ہوئے طیران چاہتا تھا کہ اُڑ
کر جاؤں مگر اُس نہنگ نے طیران کو نگل لیا لاچین نے طیران کی جب یہ کیفیت دیکھی صبر نہو سکا ہاے طیران کہکے ایک ترنج
اس ابر پر مارا ابر ٹکڑے ٹکڑے ہوکر پراگندہ ہوگیا جو دریا بروے زمین بہ رہا تھا وہ بھی ایک سمت سمٹ کر غائب ہوگیا لاچین نے
مواج کو ڈانٹا او مواج کہاں جائیگا میرے ہاتھ سے مواج نے جب لاچین کو اپنی طرف آتے دیکھا جھپٹ کر گولا مارا لاچین
نے اشارہ کیا گولا اُلٹا پھرا مواج نے کچھ دانے سرسوں رائی جیسے کے پڑھ کے مارے وہ بھی صدقہ ہوکے گر پڑے اب لاچین
سحر کرتا جھپٹا جب قریب مواج پہونچا شمشیر آبدار پر اسمے سحر دم کرکے پکارا او نمک حرام خبردار رہیو یہ نہ کہنا کہ خبردار نہ کیا تھا اب میرا
بھی دمبدم کے یہ کہکر چاہتا تھا کہ تلوار اس کافر بدکردار پر لگاے اس عرصہ میں پشت پر نعرہ ہوا تمہ بوتیمار جادو لاچین پلٹ کر
چاہتا تھا کہ دیکھے اس مردود نے جال جمشیدی ڈالا لاچین عالم غفلت میں اسیر پنجۂ تقدیر ہوا پکار کر شاہزادہ قاسم سے کہا کہ
شہریار غلام جان نثار آپ کے قدموں پر سے نثار ہوتا ہے قاسم کی نظر جو لاچین جادو پر پڑی فوراً نعرہ کیا او کافر بے حیا کیا
حرکت نامردانہ کرتا ہے خبردار اگر ذرا چشم زخم لاچین کو پہونچا تو رب کعبہ تم لوگوں کی بیخ و بنیاد صفحۂ دنیا سے مثل حرف غلط مٹا دونگا یہ کہکر
ڈال قبضہ پارک افراسیابی پر ہاتھ بوتیمار کیطرف لپکا بوتیمار نے جب شاہزادہ قاسم کو اپنی طرف آتے دیکھا بسبب بوجھ کے
خائف ہوکے چاہتا تھا کہ لاچین کو لیکر نکل جاوے اس عرصہ میں مواج بھی قریب پہونچا ایک سحر شاہزادہ پر کیا جب شاہزادہ
اسمیں ابھی مواج نے بوتیمار جادو کو اپنے گلے لگایا کہا اے فرزند تم کیونکر آئے بوتیمار نے کہا اے والد بزرگوار میں جیحون جمشیدی کے
کنارے بیٹھا ہوا سحر یاد کرتا تھا اتفاقاً اسوقت چند لشکر کی تحقیق حال کو بھیجے تھے انھوں نے ساری کیفیت آپکی مجھسے بیان کی
مجھسے کیفیت سنکر تاب ضبط باقی نہ رہی فوراً یہ جال عطیۂ خداوند جمشید کا لیکر جھپٹا سامری کا شکر ہے کہ اسی وقت پہونچا ورنہ لاچین کا
خاتمہ کر چکا تھا مواج یہ کیفیت سنکر بہت خوش ہوا اس عرصہ میں شاہزادہ قاسم نے لوح دیکھکر ایک اسم پڑھا سحر دفع ہوا بوتیمار نے قصد کیا
کہ کچھ سحر کرے مواج مانع ہوا کہ تو ابھی بچہ ہے لڑائی زیادہ تجربہ سے تعلق رکھتی ہے دیکھ میں لوح اس طلسم کشا سے کس آسانی سے لیے لیتا ہوں
یہ کہکر جیب سے تھوڑا سا کاغذ نکالا ایک شیر کترا اسپر کچھ افسون سحر دم کیے وہ فوراً اصلی شیر کی صورت ہوگیا مواج نے اشارہ کیا کہ اے
اس اپنے شکار کو شیر قاسم کیطرف جھپٹا قاسم نے بیک ضرب پارک دو پرکالے کیا ایک شیر کے دو شیر ہوئے اور دو طرف سے حملہ کیا شاہزادہ
نے ان دونوں کو بھی مارا پھر چار ہوئے قصہ مختصر اسی طرح کئی ہزار شیروں نے شہزادے کو چار طرف سے گھیر لیا قاسم اتنی مہلت نہیں پاتا
کہ لوح کو دیکھکر اسکا انسداد کرے یہ تو اس مشکل میں مبتلا ہے ادھر بوتیمار اور مواج دونوں باپ بیٹے باتیں کر رہے تھے لاچین جال جمشیدی
میں پھنسا ہوا بصد حسرت و یاس ان دونوں مردودوں کا منہ تک رہا تھا اور شاہزادہ قاسم کی یہ حالت دیکھکر آٹھ آٹھ آنسو روکر کہتا تھا کہ
اب بچ نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی شاہزادہ ان شیروں کو کب تک قتل کریگا آخر کو خود ہی تھک کر گرفتار ہو جائیگا لاچین اسی خیال
میں غلطاں تھا کہ ایک سمت سے توسن جادو ملک شہریاری بر سر قباے زر اندود در بر نمودار ہوا دوڑ کر مواج کے گلے لپٹ گیا اور کہا
کہ اے مواج یہ تمہارا احسان مجھپر ایسا بڑا ہے کہ میں تمام عمر سرنگوں رہونگا خصوصاً تمہارے صاحبزادے بوتیمار جادو کا میں کس زبان سے

شکریہ ادا کروں ایسے وقت صعب میں تم پہنچے ہوئے کہ بجز خداوند سامری کے اور کوئی نظر نہیں آتا تھا یہ کہکر ایک جام بلوری
بغل سے نکالی اور کہا اے مواج لے آؤ جب تک طلسم کشا گرفتار ہو ہم تم تھکے ماندے ہیں ایک جام شراب کا پئیں یہ کہکر جام
شراب کا مواج کی طرف پیش کیا مواج چاہتا تھا کہ پی جاوے ایک مرتبہ آسمان سے آواز پیدا ہوئی اے مواج خبردار یہ جام نہ پینا
مواج نے جو آسمان کیطرف دیکھا تو توسن جادو کو بیٹھا دیکھا غضب آمیز دیکھا اسکو تعجب ہوا کہ ایک توسن تو یہ کھڑا ہی اور ایک
توسن بر سر ہوا آخر یہ بھید کیا ہے اس عرصہ میں پھر توسن پکارا اے مواج یہ جو میری شکل بنا کر آیا ہے یہ کوئی عیار مکار معلوم
ہوتا ہے جلد گرفتار کر لینا جانے نہ دینا مواج نے قصد کیا کہ توسن نقلی کو گرفتار کرے توسن نقلی کے پاس بو تیار خنجر فولاد کا خنجر سینہ میں
بو تیار کے مارا کہ اس کو کوکے سے اس کو ہلاک کر گیا اور خود کیا منہ امیہ بن عمرو اور مردود کیا کہ مجکو ایسا ویسا خیال کیے ہوئے دیکھ کر
یہ تو ایک سمت روانہ ہوا ادھر بو تیار کے مرنے سے لاچین جادو جال جمشیدی سے رہا ہوا اور نعرہ کیا اے مردود علیہ اللعنۃ الوہاب جاوے
کدھر کہ از دست من زندہ ... یہ کہکر جبتک مواج سنبھلے سنبھلے ایک ہاتھ شمشیر سحر کا مارا مواج کے دو ٹکڑے ہوئے اہل شور
یوم النشور برپا ہوا آواز آئی کشتی مرا نام من مواج بن گرداب جادو بود افسوس مردم و طناب خور زمین سیدہ مواج کے مرتے ہی وہ تیر
شیر بھی غائب ہوئے شاہزادہ قاسم بھی جدا اور توسن جادو کی طرف جھپٹا توسن نے متواتر کئی وار کیے مگر بسبب لوح کے کوئی حرف
اس مردود کا شاہزادے کے جسم اطہر پر موثر نہ ہوا آخرکار ایک مقام پر توسن نے چاہا پرواز کرے اور اڑ جاوے شاہزادے نے لوح
کا عکس ڈالا پر جل گئے توسن منہ کے بل زمین پر گرا دوڑ کر شاہزادے نے ہاتھ تلوار کا مارا دو ٹکڑے مردود کے ہوئے پھر تو عجائبات
وہ آفت برپا ہوئی جسکی انتہا نہیں پہر بھر کامل سنگباری برفباری ہوا کی آخرکار آواز آئی کشتی مرا نام من توسن جادو بود
لاچین نے دوڑ کر شاہزادے کے ہاتھ چومے شادیانے فتح کے لاچین کی فوج میں بجنے لگے مواج کے مارے جانے سے طہران
بھی رہا ہوکر آیا شاہزادے اور لاچین کے قدموں پر گرا لاچین نے گلے لگایا شاہزادے نے بہت مہربانی فرماکر طہران کے سحر کی
تعریف کی لاچین نے طہران کو وزیر اعظم مقرر کیا تمام طلسم پھر از سر نو لاچین کے قبضہ میں آیا جس جس نے سرکشی کی اپنی سزائے
اعمال کو پہنچا شاہزادہ قاسم نے لاچین جادو کی شادی کا امید جادو کے ساتھ بڑے تزک شاہانہ سے کی لاچین جادو
نے خزانہ طلسم سلیمانی کا اور بارگاہ چہل ستون سلیمانی اور شبرنگ زہرہ جبین سلیمانی شاہزادہ قاسم کی نذر کیا قاسم
نہایت شاداں و فرحاں شادیانے فتح اور نصرت کے بجواتا وہاں سے بعظمت و صولت تمام و شوکت و حشمت مالا کلام مرادکوہ
میں داخل ہوا مراد شاہ مع اپنی تمام فوج اور سپاہ کے شاہزادے کا استقبال کرکے اپنی بارگاہ میں لایا اور جشن شاہانہ اور
محفل خسروانہ آراستہ و پیراستہ کرکے خوب جلسہ رقص و سرود شاہزادہ قاسم کو دکھایا شاہزادہ قاسم نے شراب کے نشہ میں
ایک نامہ شاہزادہ بدیع الزمان کو بدین مضمون لکھا کہ اے عم بزرگوار میں نے طلسم سلیمانی فتح کیا بارگاہ چہل ستون سلیمانی
اور اسپ شبرنگ زہرہ جبین سلیمانی خاص سواری کا حضرت سلیمان علیہ السلام کی لایا ہوں اگر آپ بھی ایسا اثاثہ پیدا
کریں تو مجھ سے ہمسری کا دعوی کرنا ورنہ ایسے بیہودہ خیال سے درگذر کیجئے بس یہ نامہ لکھکر دیو ہفت سر کے ہاتھ بخدمت شاہزادہ
بدیع الزمان بھیجا اور دیو ہفت سر نامہ قاسم کا لیکے سمت سنجان بخدمت شاہزادہ بدیع الزمان روانہ ہوا حسب اتفاق
شاہزادہ بدیع الزمان شکار میں تھا کہ دیو ہفت سر پہنچا اور نامہ قاسم کا بخدمت شاہزادہ بدیع الزمان گذرانا اور زبانی بھی
سارا حال قاسم کا بیان کیا شاہزادہ بدیع الزمان نے نامہ قاسم کا پڑھ کر زمین پر ڈال دیا اور کہا کہ استغفار قاسم نے کیوں
ایسا کام کیا جس پر اسقدر نازاں ہے اور مجھے تمہاری ایک پرانا خیمہ اور ایک گھوڑا ملا نعوذ باللہ تعالی مصرع قدرت حق سے گئی برابر
اتنے سے بیڑو ہاتھ آگیا تو یہ غرور ہو گیا دیو ہفت سر نے جو نامہ قاسم کا نہایت بے توقیری سے زمین پر ڈال دیتے دیکھا
اور یہ کلام زبانی شاہزادہ بدیع الزمان عالی مقام کے سنا کمال غیظ و جلال میں آگے گرمین شاہزادہ بدیع الزمان کا

پکڑ لیا اور چاہا کہ زمین سے اٹھائے شاہزادہ بدیع الزمان نے جلدی سے دیو کا ہاتھ پکڑ کے داہنے ہاتھ سے ایک طمانچہ اسکے کلے پر مارا دیو ہفت سر چرخ مار کر زمین پر گر پڑا شاہزادہ بدیع الزمان نے کھینچی تمام دونوں کان اس دیو کے پکڑ کے جو زور کیا تو دونوں کان اکھڑ کے شاہزادہ عالم کے ہاتھ مین آگئے اور دو پرنالے خون کے دونوں کانوں کی لووں سے جاری ہوے اسوقت شاہزادہ بدیع الزمان نے پھر دونوں کان دیو کے اسی دیو کے ہاتھ پر رکھ دیے اور کہا چل دور ہو میرے سامنے سے اور جا اس ترک تنگ ظرف تنگ چشم کے روبرو دیو یہ حال اپنا دیکھ کے بھاگا اور شاہزادہ قاسم کے پاس جا کے سارا حال بیان کیا قاسم مثل شعلہ جوالہ بھڑک اٹھا اور دیو کو تو جھڑک دیا کہ اور دور دور ہو وہاں تو تجھے کچھ بن نہ پڑا یہاں میرے سامنے رونے کو آیا ہے اور یہ کہکے قاسم مع مراد شاہ اور تمام فوج و سپاہ سمت سنجان بر سر جار بلغ روانہ ہوا

اب ذکر حال امیہ بن عمرو کا کہ بعد فتح ہونے طلسم سلیمانی کے بخدمت والا مرتبت عالیشان شاہزادہ بدیع الزمان عالیمقام جاتا ہے بیان کیا جاتا ہے

کہ جب امیہ بن عمرو قیطولوں پہ سے روانہ ہو کر سمت شاہزادہ بدیع الزمان نامدار چلا تھا تو راستے مین عقاب طلسم سلیمانی مین گیا جب طلسم فتح ہوا تو یہ بصورت ہمعل قاسم کے لشکر مین پوشیدہ رہا کیا جب دیو ہفت سر کی کیفیت سنی اور شاہزادہ عالم کو فوج کشی کرتے دیکھا تو یہ برائے اطلاع وہی شاہزادہ بدیع الزمان روانہ ہوا اور بعد طے مراحل اور قطع منازل بخدمت شاہزادہ بدیع الزمان آیا اور دعا اور ثنا کے بعد دست بستہ ہو کر عرض کی شعر الٰہی در جہان باشی باقبال جوان بخت و جوان دولت جوان سال شاہزادہ بدیع الزمان اپنے عیار قدیمی امیہ بن عمرو کو دیکھ کر نہایت خوش ہوا اور امیہ بن عمرو سے حال صحت اشتمال سلطان صاحبقران کا اور تمام لشکر اسلام کا پوچھنے لگا امیہ بن عمرو نے سارا حال لشکر کا اور سلطان نامور کا بیان کر کے کہا کہ غلام نے طلسم سلیمانی مین بہت دنوں کی مگر قاسم آپ کے دیو ہفت سر کے کان اکھاڑنے کی وجہ سے لشکر کشی کر کے بہ تعیہ قاصد جان تشریف لاتے ہین مین دیدہ و دانستہ شاہزادہ خاور سیاہ سے پوشیدہ رہا صرف چشم پوشی کر کے خدمت حضور مین چلا آیا ہوں شاہزادہ بدیع الزمان نے یہ سنتے قاسم کا سنکے غصہ بن گیا ہو رخون آشام کو ہمراہ لیا اور کچھ لشکر اپنے ساتھ لیکر سمت مراد کوہ بمقابلہ شاہزادہ خاور سیاہ روانہ ہوا اسطرف سے قاسم اور ادہر سے شاہزادہ بدیع الزمان کوچ بکوچ منازل طے کرتے چلے آتے تھے ناگاہ ایسا اتفاق ہوا کہ دونوں لشکروں کا مقابلہ ہو گیا اور شاہزادہ بدیع الزمان کو معلوم ہوا کہ یہ لشکر قاسم کا ہے اور قاسم کو تحقیق ہوا کہ یہ لشکر بدیع الزمان کا ہے دونوں بہادر اپنے اپنے لشکر کی صف آرائی کر کے اور میدان جنگ کو آراستہ کر کے آمادہ رزم و پیکار ہوے ایک مرتبہ شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم اپنے مرکب شبرنگ زہرہ جبین سلیمانی پر سوار ہو کر کے وسط میدان مین آیا اور نعرہ کر کے شگاف جگر سے کھینچ کر یہ آواز بلند پکارا کہ او کشتی گیر تو نے میرے ملازم دیو ہفت سر کے جو کان اکھاڑے ہین اب مین اسکا قصاص لینے آیا ہوں تیرے بھی اسی طرح کان اکھاڑوں گا شاہزادہ بدیع الزمان نے یہ گفتگو قاسم کی سنکے جواب دیا اے ترک تنگ چشم خود ہی اس غم و غصہ مین تو اپنا سر دے مار گو اس ہرزہ گوئی سے کیا حاصل یہاں محل گفتگو نہیں یہاں بدم شمشیر و زبان نیزہ گفتگو کرنا چاہیے پس یہ جواب شاہزادہ عالیجناب بدیع الزمان کا سنکر قاسم نہایت غیظ مین آیا اور جیسا خستہ و شکر سینہ بے کینہ شاہزادہ بدیع الزمان نامور پر نیزہ مارا شاہزادہ بدیع الزمان نے سنان نیزہ کو اپنے نیزے کی سنان پر اٹھا لیا اور ایسین نیزہ بازی ہوئی کہ آسمان

بجنبش در آمد ز آسمان زمین
سنان را چنین کے بود کارزار

بدو گل اجل ہر دو را مرگ باد
چنان تیزہ با نیزہ آمیختند

سنان چون زبان سے نیزہ باز
سنان یک بدیگر در آویختند

بمیدان کشیدہ سنان بہر کین
کہ بر ہم زدہ چون زنان گو ضمار

نوبت یہ بہ رسید کہ ساتھ ساتھ طعن نیزوں کی برابر چلین اور دونوں بہادروں کے نیزے خلل ہوگئے نیزوں کو ڈال دیا پھر دونوں اپنے اپنے گرز اٹھا کے آمادہ گرزبازی ہوے ایسین ہٹا یون

بن شداد سے کہا کہ شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم سے بدیع الزمان کو مباحثہ اور مقابلہ کرنا لازم نہین تھا جو یون بے ادبانہ وہ
جو مہلک کرتیہے فضل بن گیا ہور خون آشام نے یہ کلام ہمایون بن شداد کا سنکے جواب دیا کہ ای ہمایون بن شداد ای زعم
خویش را لشناس تو اپنی اصل و حقیقت کو دیکھ تجھے کیا غرض ہی جو تو یہ مزخرفات اور مہملیات بکتا ہی وہ دونون اولاد سلطان
والا شان امیر حمزہ صاحبقران ہین آپسمین جو چاہین وہ کرین ہمین اور تمہین مناسب نہین کہ ان دونون صاحبون کے مقدمات مین
دخل دیکے کوئی بات بولین ہمایون بن شداد یہ گفتگو فضل کی سنکے نہایت خشمگین ہوا اور تلوار کھینچکر بیمحابا دوڑ کر فضل بن
گیا ہور خون آشام کے سر پر ماری فضل بن گیا ہور خون آشام نے اپنی تلوار کی پشت پر اسکی ضرب کو روک کر ایک تلوار ایسی ماری
کہ ہمایون بن شداد کے تا دو ابرو اتر گئی اور ہمایون بن شداد کے سر سے ایک چادر خون کی جاری ہوئی ناگاہ ایک سمت
سے ایک نعرہ گوش زد ہوا کہ ہر کہ داند داند و ہر کہ نداند حالا مرا بداند و بشناسد کہ منم نقابدار نمد پوش ہوا خواہ شاہزادہ خاور سپاہ
ملک قاسم لعل خفتان خونریز خاوری اور یہ فرماکے برابر فضل بن گیا ہور خون آشام کے آیا اور بضرب تیغ فضل بن گیا ہور
کو زخمی کرکے سمت شاہزادہ بدیع الزمان متوجہ ہوا ناگاہ دست راست سے ایک نعرہ ہوا کہ ہر کہ داند داند و ہر کہ نداند حالا مرا
بداند و بشناسد کہ منم نقابدار پلنگینہ پوش ہوا خواہ شاہزادہ بدیع الزمان گردنکش شکن اور یہ نعرہ کرکے بمقابلہ نقابدار نمد پوش
آکے کہا ای نقابدار نمد پوش تجھے کیا لازم تھا کہ تو نے ہوا خواہ بدیع الزمان کو زخمی کیا نقابدار نمد پوش نے درہم برہم ہوکے دوڑ کر
تلوار پلنگینہ پوش پر ماری اور نقابدار پلنگینہ پوش نے زخم تلوار کھاکے رومال سے اپنے زخم کو باندھا اور پلٹ کر تلوار نمد پوش
پر ماری نمد پوش بھی زخمی ہو گیا قاسم نے تلوار شاہزادہ بدیع الزمان کے سر اقدس پر ماری اور شاہزادہ بدیع الزمان زخمی ہو کر
اسی حالت زخمداری مین یہ فرماکے کہ ای قاسم شعر تو ضرب زدی ضرب من نوش کن تو بہ شادی از دل فراموش کن تیغ ظفر
دیو بند قاسم کے سر پر مارا کہ قاسم بھی زخمی ہو گیا اور چار طرف سے دونون لشکر جنگ مغلوبہ کرکے آپسمین آمادہ رزم و پیکار ہوئے
حسب اتفاق طیفور زمرد پرست نامے ایک سردار لقا کی بارگاہ کا چار لاکھ سوار اپنے ہمراہ لیے واسطے استمداد گنجاب کے سپاہ کی سمت
آتا تھا اثنائے راہ مین سنکر جنگ شاہزادہ بدیع الزمان اور قاسم کا سنکے اپنے جی مین سوچا کہ کیا خوب لمحات کا وقت ہی کہ اسوقت
مین اپنی فوج و سپاہ کو لیکر ان دونون دشمنان خداوند کے لشکر پر جا پڑون اور دونون نادیدہ خدا کے پرستارون یعنی
بدیع الزمان اور قاسم کے سر کاٹ کے حضور خداوند باختر کے چلون کیا عجب ہی کہ اسکے جلدو در صلہ مین طرہ پیغمبری سے مجھے
ملجائے غرض طیفور زمرد پرست یہ اپنے جی مین سوچ کے مع اپنے چار لاکھ سوار کے بیخبر دونون لشکرون پر آگرا اور تا غروب
آفتاب شاہزادہ بدیع الزمان اور شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم نے اسی حالت زخمداری مین اسقدر شمشیر زنی کی کہ لاش پر
لاش [illegible] سر پر سر مردہ پر مردہ گرا دیا تھا اور جسطرف وہ دونون ضیغم دشت کارزار تیغ آبدار کھینچکے حملہ ور ہوتے
تھے افواج کفار نشان [illegible] چار طرف بھاگی بھاگی پھرتی تھی اور دلیران ستور شکار اور شجاعان عرصۂ کارزار ہمراہیان
دونون شاہزادگان والا تبار کے جو تھے انھون نے مردفروشی اور جان نثاری مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا بلکہ قریب
تھا کہ لشکر طیفور زمرد پرست ہزیمت کھاکے بھاگ کھڑا ہوا اس عرصہ مین ظلمت شب جو طاری ہوئی اور از بسکہ شاہزادہ
بدیع الزمان اور خاور سپاہ کے جو جسمہائے اطہر سے بسبب جراحتہائے کاری کے خون بشدت اور بکثرت نکل گیا تھا تو غش پر
غش چلا آتا تھا اسوقت حالت اپنی سستی اور ضعف کی دیکھکر دونون شاہزادون نے تلوارون کو میان مین کرلیا اور اپنے
اپنے ہاتھ گھوڑون کے گلون مین ڈالکر قربوس پر اپنے سرون کو جھکا دیا وہ مرکب بادپا اپنے راکبون کو باہی جانگذار کی
دیکھکر میدان سے لیکے ایک ایک سمت کو نکل گئے انکا حال آگے معلوم ہوگا

جب تک وہ نکلے داستان شوکت بیان لشکر فیروزی اثر فوج دریا موج سلطان سلطانان شاہان

حلقہ فگن گوش گردن کشان مردم ربائے زمین جنگ شیر بیشہ جنگ سلسلہ دہ کمان رستم دستان صاحب گرز سام بن نریمان زلزلۂ قاف ثانی سلیمان امیر حمزۂ عالیشان صاحبقران دوران سے بیان کیے جاتے ہیں

کہ جبکہ شاہ عیاران عیار عمرو بن امیۂ نامدار سلطان جمشید اقتدار امیر حمزۂ عالی وقار سے رخصت ہوکے سمت باختر واسطے خبر لانے شاہزادۂ بدیع الزمان کے روانہ ہوا اور گاؤ لنگی گاؤ سوار کہ از راہ تزویری و مکاری بظاہر مسلمان اور باطن میں لقا پرست بارگاہ گردون اشتباہ میں بحضور صاحبقران دوران ایام گذاری اور کمین وقت میں رہتا ہے بیان سلطان والا شان شکارگاہ میں گئے اور وہاں نقابدار کئی نمودار ہوئے اور حسب الحکم صاحبقران عالی شان کے مقبل نے جاکے دریافت کیا کہ یہ نقابدار ملکہ مہرگہر تاجدار بنت ملکہ مہرنگار کی نوشیروان کی بیٹی ہے جو کہ گاؤ لنگی گاؤ سوار سے نامزد ہے بسبب لڑکی ہونے میں ملکہ مہرگہر تاجدار مسلمان ہے اور مدت سے آرزو رکھتی ہے کہ حضرت کی ملاقات کرے پس سلطان صاحبقران یہ سنتے بہت خوش ہوئے اور مقبل کو دست پالکی جبکہ ملکہ مہرگہر تاجدار کو بلاکے اپنے محل میں داخل کرنے کا حکم فرمایا بعد اسکے جب گاؤ لنگی گاؤ سوار نے سنا کہ ملکہ مہرگہر تاجدار کو کہ میرے نامزد تھی اُسے امیر حمزہ صاحبقران نے بلاکے اپنے محل میں داخل کیا نہایت پیچ و تاب کھاکے دو ہتڑ اپنے سر پر مارا اتنے میں دیوتنگ عیار اُسکا آیا اور یہ حال گاؤ لنگی گاؤ سوار کا دیکھکر کہا کہ ای اسرافیل درگاہ لقا آپ چندے صبر کریں اب دیکھیے کہ میں حمزہ سے اسکے عوض میں کیا سلوک کرتا ہوں یہ کہکے تو عیاری کی فکر میں جاتا ہے

اب بیان ہے داستان وحشت بیان تسیم شریف سامعین گزارش کی جاتی ہے

کہ جسوقت دیوتنگ عیار گاؤ لنگی گاؤ سوار سے یہ کہکے کہ میں حمزہ کی فکر میں جاتا ہوں ایک سمت کو روانہ ہوا تھوڑی دور بھی نہیں گیا تھا کہ اسنے دیکھا سامنے ایک لشکر نمایان ہے دیوتنگ عیار نے اس لشکر میں جاکے جو پوچھا کہ یہ لشکر کسکا ہے اور کہاں جاتا ہے لوگوں نے کہا کہ کاؤس شاہ کوہستانی حسب الحکم خداوند لقا کے اسرافیل قدرت گاؤ لنگی گاؤ سوار کی مدد کے واسطے مع لاکھ سوار کے جاتا ہے دیوتنگ عیار یہ حال تحقیق کرکے اس لشکر میں گھسا اور کاؤس کوہستانی کے پاس جاکے اسنے بیان کیا کہ ای کاؤس کوہستانی میں دیوتنگ عیار اسرافیل درگاہ لقا یعنی گاؤ لنگی گاؤ سوار کا رفیق ہوں اور جان نثار ہوں میں نے سنا کہ تو حسب الحکم خداوند لقا کے واسطے اعانت اور امداد گاؤ لنگی گاؤ سوار کے مع لاکھ سوار آیا ہے جسکے مجھے تجھسے بہت ضروری کہنا ہے اگر ساعت بھر کے واسطے ٹھہر جاتو میں تجھسے کہوں کاؤس کوہستانی نام دیوتنگ عیار سنا کہ تھا کہ دیوتنگ عیار اسرافیل درگاہ لقا کا ہے اسنے بڑی خاطر دیوتنگ عیار کی کرکے کہا بہت بہتر ہے خوب ہوا جو ای دیوتنگ تیری ملاقات ہوگئی مجھے بھی اسبات کا خیال دل میں تھا کہ گاؤ لنگی گاؤ سوار اسرافیل قدرت خداوند لقا کا ایسا ہیں جسے بادشاہ ہفت کشور بھی اگر چاہے کہ دفعتہً زیر و زبون کر سکے یہ زور دار نادیدہ خدائے آسمان کے پرستاروں کا ایسا زبردست کہاں سے پیدا ہوا جسنے اسرافیل قدرت کو بہ تنگ کر رکھا ہے اور خداوند نے مجھے اسکی مدد کے واسطے بھیجا ہے یہ کہکے کاؤس کوہستانی نے حکم دیا کہ آج ہم یہیں مقام کرینگے چنانچہ خیمہ استادہ کرکے وہیں اتر پڑا اور دیوتنگ عیار کو علحدہ لیجاکے پوچھا کہ ہاں صاحب یہ حال تو بیان کرو کہ یہ فرقہ خداپرست کون ہیں اور اسرافیل سے کیونکر مقابلہ اور مجادلہ ہوا اور ان دونوں میں اب غلبہ کسکو ہے دیوتنگ عیار نے ایک آہ سرد کھینچکر کہا ای کاؤس کوہستانی میں یہ قہر خداوندی کا حال کیا کہوں ہر چند کہ یہ داستان بڑی ہے مختصر تجھسے کہتا ہوں کہ حمزہ صاحبقران سرگروہ ان خداپرستوں کا نہایت زبردست اور صاحب اقبال ہے سالہائے دراز سے کیسے کیسے معرکے رزم و پیکار کے گاؤ لنگی گاؤ سوار سے درپیش رہے اور کبھی سوائے اپنی ذلت اور شکست فاش کے ان خداپرستوں کا کچھ نہ کرسکے آخر ناچار ہوکر بمقتضائے فراست و دانائی یہی مصلحت سمجھے کہ از راہ فریب سازی کرکے تا وقتیکہ خداوند لقا پھر اپنا فضل نکرے بظاہر ان لوگوں کی اطاعت کیجیے چنانچہ اسرافیل درگاہ لقا گاؤ لنگی گاؤ سوار عاجز و ناچار ہوکر طوطے کی طرح کلمہ پڑھکے بظاہر مسلمان ہوگیا اور تمام ملک اپنا

بھاگ کھڑے ہوسنگے مگر ایک کام کرنا کہ حمزہ سے بروقت اقرار دعوت کھانے کے یہ بھی کہدینا کہ شہریار میں ایک ادنیٰ غلام
ہوں یہ حوصلہ نہیں رکھتا کہ تمام لشکر فیروزی اثر کی دعوت کرسکوں فقط اتنا امیدوار ہوں کہ ازراہ غلام نوازی حضرت ظل اللہ
شہنشاہ لشکر اسلام اور حضور مع تمام اپنے پانچہزار پانچسو پچپن شاہ وشہریار بارگاہ نشینوں کے تشریف لے چلیں اور جو کچھ نان
و نمک حاضر ہو اُسے نوش فرمائیں مگر دس دس بیس بیس خواص خدمتگار سو دو سو چوبدار ورہے وغیرہ شاگرد پیشہ ہزار دو ہزار
سوار و پیادے سواری کے جلوس کے ہمراہ رکاب ظفر انتساب ہوں تو مضائقہ نہیں اور ایک یہ عرض ہے کہ غلام تجارت پیشہ ہے عیاران
لشکر کا نام سنتے غلام کی روح کانپتی ہے عیار کوئی سرکار کے ہمراہ نہو بس بہ طریقہ حمزہ اور بادشاہ اسلام اور تمام اُسکے بارگاہ
نشینوں کے پکڑ لینے کا ہے کاؤس کوہستانی نے کہا اچھا بہتر تو میری صورت سوداگروں کی سی بنادے میں ابھی سوار
ہوتا ہوں دیوژنگ عیار نے ایک روغن عیاری کا مل کر کاؤس کوہستانی کی صورت تبدیل کرکے پوشاک سوداگروں
کی پہنادی اور کاؤس کوہستانی پانچ چھ ہزار خالی صندوق شتروں پر لدوا کے مع لاکھ سوار کے سوار ہوا اور نقارہ کوچ کا
بجوا کے سمت لشکر فیروزی اثر روانہ ہوا ابھی کوئی پانچ کوس لشکر سے سلطان نامور کے دور تھا کہ عیاران لشکر اسلام نے ہمگی
جاہ و حشم و فوج و سپاہ کو دیکھکر حال دریافت کیا کہ یہ کوئی سوداگر ہے واسطے فروخت مال تجارت کے اسطرف کو آتا ہے خبر
لیکے بارگاہ سلیمانی میں آئے اور زمین ادب کو بوسہ دے کے بحضور شاہ لشکر اسلام بعد دعا وثنائے شاہی دست بستہ
پکارے کہ سردار عالم کی عمر دراز ہو یہاں سے پانچ چھ کوس کے فاصلے پر ایک بہت بڑا سوداگر ملک التجار بڑا مال و اسباب
پانچ چار ہزار شتروں پر بار کرکے لاکھ سوار سے فلاں میدان میں فروکش ہوا ہے امیر بااتوقیر نے فرمایا کہ اُس سوداگر کو ہمارے
پاس لاؤ جو مال و اسباب تحفہ اور عمدہ ہوگا ہم اُسے خرید لینگے اور قیمت جو وہ طلب کریگا اُسے دینگے حسب الحکم سلطان با
اکرام کے چوبدار نے کاؤس کوہستانی کے پاس جاکے ابلاغ حکم کیا کاؤس کوہستانی سوداگر بنا ہوا بموجب سکھلانے
اور بعبارت گفتۂ دیوژنگ عیار کے اُسیوقت سوار ہو کے داخل بارگاہ گردوں اشتباہ ہوا اور مجرا گاہ پر سے مجرا کر کے نذر دی
پیشگاہ معدلت دستگاہ سے حضرت ظل اللہ کے بکمال عطیات خسروانہ کرسی بیٹھنے کو ملی سوداگر نقلی آداب بجالا کے
بیٹھ گیا سلطان صاحبقران نے فرمایا کہ تمہارا کیا نام ہے اسنے کہا کہ خانہ زاد کو کاؤس بدخشانی کہتے ہیں امیر با توقیر نے پوچھا
کہ طریق اور ملت تمہارا کیا ہے اُسنے عرض کیا کہ خانہ زاد لقا پرست ہے جو طریق آبائی واجدادی غلام کا ہے وہ ہے سلطان
صاحبقران نے ارشاد کیا اے کاؤس بدخشانی انسان اگر چشم بینا اور گوش شنوا رکھتا ہو تو بدیدۂ فراست و گوش ہوش اپنے
دیکھے اور سنے کہ وحدانیت اور الوہیت لقا مشرک خدائی کس راہ سے ثابت ہوتی ہے اگر یہ کہے کہ لقا کی ڈاڑھی ایک
گز کی ہے تو ریچھوں اور خوکان صحرائی کے تمام جسم پر بہت بڑے بڑے بال ہوتے ہیں بالوں کے بڑے ہونے سے الوہیت
کا اطلاق کرنا نہ چاہیے اگر یہ سمجھے کہ لقا کا چپن گز کا قد ہے تو ایک ایک دیو ہزار ہزار بارہ بارہ سو گز کا قد رکھتا ہے خلائق انھیں
دیووں کو اپنا خالق کہا کرے اگر کہے کہ لقا کے پاس بیحد و بیشمار ملک با خزانہ جاہ و حشمت و مال و دولت لشکر و فوج بہت ہے تو
کیقباد اور فریدون اور جمشید اور کیخسرو داود دارا اور سکندر وغیرہ کیسے کیسے شاہان روزگار ہو گئے کل عالم انھیں کو اپنا
خدا جانتا لہذا یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ لقا مشرک خدا خود ایک پیکر خس بادیۂ ضلالت گمراہ کنندۂ عالم ایک بشر ہے آخر ایک دن جہنم
واصل ہوگا اُسے خالق اپنا کہنا محض کفر وکافری ہے سجدہ اُسی خالق اکبر خدائے عزوجل کو واجب ہے جسنے ایک کفِ
خاک کو عالم آب پر قائم اور خیمۂ گردوں کو بے ستون بلند کیا ہے

[illegible]　شہ لا شبیہ و شریک لنا
سمیع بصیر علیم خبیر　فروزندۂ سقف گردان سپہر
محیط علی کل شئ قدیر　طرازندۂ انجم و ماہ و مہر
کریم و حمید غفور رحیم　نگارندۂ نقش چشم و دہن
حمید مجید عزیز حکیم　مع بند ترکیب بے پیرہن

ضیا بخش افلاک و شمس و قمر معین خلائق جمیل الخصال	ضیا بخش نور جبین سحر مبین و ذوالقدرت و ذوالجلال	بہنگام بیچارگی چارہ ساز خداوند علام و دانائے غیب	ز اغراض نفسانیت بے نیاز منزہ از نقص و مبرا ز عیب

بس اے کاؤس بدخشانی کہ تو سن رسیدہ پیر جہاں دیدہ و دانشمند فہیم ہو تجھکو لازم ہے کہ اب لعنت کرو اس لقا پرستی اور
کفرہ کافری پر اور نکلو اس چاہ کفر و ضلالت سے اور کلمہ طیبہ پڑھ کے پہونچو بسرچشمہ ہدایت تاکہ دنیا و عقبیٰ دونوں بہتر ہوں
کاؤس کوہستانی کافر ایک ہی کندۂ جہنم تعلیم یافتہ دیوتک عیار تھا اُسنے بموجب تلقین دیوتک عیار کے ازراہ فریب
کہا کہ یا سلطان صاحبقران حضور برحق اور بجا فرماتے ہیں آج تک کوئی آپ سا ہادی درحقیقت مجھے نہیں ملا تھا مگر اب مجھے
معلوم ہوا کہ یہ دین محض واہیات ہے اور آپ کا دین برحق ہے وہ کلمہ آپ مجھے ارشاد کیجیے تاکہ میں بھی پڑھ کے افتخار کونین
حاصل کروں امیر باتوقیر نے کلمۂ شہادت تلقین کیا اُس بدذات تیرہ دل تاریک درون نے ازراہ مزوری و مکاری کلمہ
پڑھا اور بظاہر مسلمان ہوگیا سلطان صاحبقران نے اُسے خلع بہ خلعت کرکے بہت سرافراز کیا اور فرمایا اے کاؤس
بدخشانی اب ہمارا جی چاہتا ہے کہ جو مال و اسباب تحفہ تحفہ تمھارے ہمراہ ہو ہمکو دکھلاؤ جو کہ ہمکو پسند آئیگا اُسکی قیمت حسب دلخواہ
تمھارے مع منافع دینگے اُس ملعون کاؤس کوہستانی نے کہا کہ اے شہریار مال و اسباب تجارت کا جو کچھ کہ ہے وہ سب بھی جیسا کہ جان
سند ماجہو رکھا تھا رکھا ہے غلام امیدوار ہے کہ اگر آپ نے غلام کو مسلمان کیا ہے تو ایک روز ازراہ غلام نوازی بجائے خوان نعمت گزین غلام
چوبین قناعت کیجیے کس لیے کہ غلام نے سنا ہے طریقہ اہل اسلام میں اجابت دعوت کی از جملہ واجبات ہے اور ثواب دلداری
مومن طواف بیت المقدس سے افزون تر ہے شعر جہا سے اوج سعادت بدام ما افتد ٭ اگر ترا گذرے بر مقام ما افتد ٭ اور حضرت
ظل اللہ شہنشاہ خواقین سجدہ گاہ بادشاہان لشکر اسلام اور تمام بارگاہ نشین سب صاحب حضور کے ہمراہ ہوں اسقدر تو غلام
کی اوقات نہیں ہے پر وہ پیش دار و برتر از گستاخی یعنی غلام کے کہ تمام لشکر اور ملازمین اور متوسلین سرکار کے جو ہیں اُنکی
دعوت غلام کریگا گر حضور اور شہنشاہ لشکر اسلام اور تمام شاہ و شہریار کہ بارگاہ نشین ہیں اُن سبھوں کے واسطے جو نان
خشکاب ہے وہ حاضر ہے مصرع گر قبول افتد زہے عز و شرف ٭ دو چار ہزار خواص و خدمتگار چوبدار و بے فراش مشعلچی وغیرہ
ست گرد و پیش رہنے والے اور دو چار ہزار سوار و پیادے ہمراہ سواری مبارک کے جو ہونگے اُنکی خدمتگاری جو مجھسے ہو سکیگی
بجان و دل کرونگا مگر ایک عرض ہے کہ غلام عیاروں کے نام سے مثل بید کانپتا اور ڈرتا ہے فرقہ عیار سے کوئی سرکار کے ہمراہ
نہو سلطان صاحبقران نے فرمایا کہ اے کاؤس بدخشانی فقط شہنشاہ لشکر اسلام اور میں کو تو چلا آؤں اور دعوت تمھارے
یہاں چلکے کھاؤں ہمارے یہاں فی الحقیقت دعوت اگر کوئی کافر بھی کرے تو اُسکا روکرنا بہت ممنوع ہے اور تم تو اب ہمارے
بھائی ہو چکے ملت بیضا دین اسلام تمنے قبول کیا تمھاری دعوت ہم کیوں نہ قبول کریں کاؤس کوہستانی نے کہا کہ حضور
یہ کیا فرماتے ہیں کہ آپ تنہا تشریف لے چلیں غلام نے تو تمام بارگاہ نشینوں کی دعوت کی ہے امیر باتوقیر نے فرمایا کہ اچھا جو
تمھاری خوشی اور عیار کوئی ہمراہ نہوگا نہ فوج و سپاہ ہوگی کہو گے تو دو چار خواص خدمتگاروں کو ساتھ لے لینگے کاؤس نے
کہا پیرومرشد دو چار کیا ہزار دو ہزار ہوں تو کچھ قباحت نہیں ہے بعد اسکے کاؤس نے عرض کی کہ اب غلام رخصت ہوتا ہے
کل حضور کو قدم رنجہ فرمانا ہوگا سلطان والاشان نے فرمایا کہ اچھا جاؤ چنانچہ کاؤس کوہستانی امیر باتوقیر سے رخصت
ہوکے بیرون بارگاہ نکلا اور سوار ہوکے اپنے خیمے میں جاکے سارا حال دیوتک عیار سے کہا دیوتک عیار اُسیوقت
تیاری دعوت میں بعیاری و مکاری سرگرم ہوا اور روز دوم صبح کو کاؤس کوہستانی بشورۂ دیوتک عیار پھر سوار ہوکے
حضور سلطان ظفر احتشام امیر حمزۂ عالی مقام آیا اور مجرا گاہ سے مجرا کرکے عرض کی کہ اے شہریار اب غلام منتظر
ہے کہ حضرت ظل اللہ شہنشاہ لشکر اسلام اور حضور مع تمام بارگاہ نشینوں کے سوار ہوں اور ازراہ غلام نوازی

غفیر خانے میں تشریف لے چلیں وہان سب سامان دعوت غلام تیار کروا کے آیا ہے سلطان صاحبقران نے حضرت ظل اللہ
بادشاہ سعد بن قباد سے عرض کی کہ کاؤس بدخشانی امیدوار ہے کہ حضرت سوار ہو کے تشریف لے چلیں حضرت نے فرمایا
کہ بسم اللہ چلیے چنانچہ بادشاہ سعد بن قباد اور سلطان صاحبقران سوائے ایک شاہزادہ فرامرز عاد مغربی کہ یہ کئی دن پہلے
سے بسبب اجازت سلطان صاحبقران شکار کھیلنے کے واسطے گیا تھا باقی مع پانچ ہزار پانسو چھپن سرداران نامی اور
پہلوانان گرامی اور تمام بارگاہ نشینوں کے سوار ہوئے اور ایک دو دو خواص خدمتگاروں کو ہمراہ لے لیا باقی جلوس اور
شاگرد پیشے کے لوگ ہمراہ سواری کے رہ گئے اور تمام فوج و سپاہ کو حکم دیا کہ خبردار اب کوئی ہماری سواری کے ہمراہ
نہ آئے اور عیاران لشکر اسلام کو ممانعت کی فرمائی کہ تم بھی کوئی ہمراہ ہمارے چلنے کا ارادہ نہ کرنا بس سب ■ فرد ہوا اور یہ
فرماتے ہوئے بخلعت وجودت تمام و بشوکت مالاکلام جہان خیمہ کاؤس کوہستانی کا تھا وہان جاکے پہونچے کاؤس
کوہستانی نے بہ کمال چرب زبانی و لسانی بہت سی دعائیں دیکر غلامانہ پیچھے پیچھے ہمراہ صاحبقران دوران اور بادشاہ اسلام
کے اپنے خیمے میں جاکے تخت حضرت ظل اللہ کا بچھوایا اور سلطان صاحبقران کو مع تمام بارگاہ نشینوں کے بعزاز
و اکرام سے بٹھایا کرسی مسند و نیچے جواہرات کے پیشکش کیے دو دو ہاں سو طائفے ارباب نشاط کے طلب کر کے صحبت آرائی و
گانے کی قرار دی طبلوں پر تھاپ پڑی آواز ہوشربا ہوش نوشانوش کی بلند ہوئی لہرا سارنگی کا آئین کی گمک آسمان کو
جانے لگی قانون بین رباب چنگ مرچنگ سرود ستار وف دائرہ سرنی سرمنڈل راگ جناح الغوزہ جلترنگ وغیرہ
باجے بجنے لگے ساقیان مہر طلعت ماہ صورت جام و صراحی زرد ی لیے حاضر ہوئے دور شراب یاقوت رنگ کا چلنے
لگا دو دو چار چار دورے جام کے گلفام کے ہو چکے ہیں کہ ایک مرتبہ خسرو بلاد ہندوستان کہ شاہسب دوران لندھور بن
سعدان نے سمت سلطان عالی مقام متوجہ ہو کے عرض کی کہ یا سلطان صاحبقران اسوقت غلام کے سر میں عجب طرح کی
گردش پیدا ہوئی یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی غلام کو آسمان کی طرف لیے جاتا ہے اور پھر وہان سے زمین پر پھینک دیتا ہے حضرت
ظل اللہ شہنشاہ لشکر اسلام نے بھی فرمایا کہ اے خسرو بلاد ہند میں بھی ایک گھڑی بھر سے یہی کیفیت دیکھ رہا ہوں کہ سر چکرا
جاتا ہے امیر باتوقیر نے یہ گفتگو لندھور کی اور بادشاہ شہنشاہ سعد بن قباد کا سنکے فرمایا کہ فی الحقیقت نشے کی شدت ہوتی ہے
مجھے تو کچھ آثار بیہوشی کے سے نظر آتے ہیں ملک اژدر جو دست چپ کو سلطان صاحبقران کے بیٹھا تھا اسنے کہا بیشک یہ
شراب بیہوشی آغشتہ تھی غلام کی زبان میں لکنت معلوم ہوتی ہے یہ سنکے امیر باتوقیر نے جانب کاؤس کوہستانی کے
مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے کاؤس بدخشانی یہ شراب تو نے کہان سے منگائی ہے اُس ملعون نے جواب دیا کہ اے حمزہ بدان و آگاہ باش
کہ منم کاؤس کوہستانی میں واسطے اعانت اور استمداد اسرافیل درگاہ لقا کے آیا تھا جسوقت میں نے سنا کہ تو نے اسرافیل درگاہ
لقا کا محاصرہ کر لیا ہے اور اُسنے محض عاجز اور مجبور ہو کر مصلحتاً بظاہر کلمہ پڑھکے اسلام قبول کیا اور کچھ اختیار اسرافیل قدرت کا نہیں ہے
تب میں نے یہ سمجھکے کہ اسرافیل درگاہ لقا تیرے قبضہ اختیار میں محض بے بس اور بے اختیار ہے اُسکو چشم زخم نہ پہونچے یہ
یہ عیاری کی کہ یعنی تجھے مع تمام تیرے بارگاہ نشینوں کے شراب بیہوشی آغشتہ پلا کے گرفتار کیا اب دیکھوں کیونکر میرے ہاتھ سے زندہ
و سالم بچکر جاتا ہے یہ حال سنکے سلطان باقبال نے قبضہ عقرب سلیمانی پر ہاتھ ڈالکے فرمایا کہ باش اے ملعون خدا سے بازنگشت اور [illegible]
و بالے جاتے تھے کہ انھیں بیہوشی دماغ میں سرایت کر چکی تھی پاؤں میں لغزش ہوئی صاحبقران لڑکھڑا کے گرے کہ چاروں طرف
پانچ ہزار پانسو چھپن سرداران نامدار اور پہلوانان گرامی مع حضرت ظل اللہ بادشاہ لشکر اسلام تلوارین پکڑ پکڑ کے چاہتے تھے کہ کام
[illegible] انجام [illegible] کو تمام کرین پاؤں میں لغزش ہوئی سب گر گئے [illegible] کاؤس کوہستانی کے لوگ چاروں طرف سے بموجب
[illegible] دوڑ پڑے امیر باتوقیر اور بادشاہ اسلام کو مع تمام بارگاہ نشینوں کے گرفتار کر لیا اور [illegible]

ان صندوقون مین بند کروا کے مقفل کروا دیا اور صندوقون کو اونٹون پر لدوا کے اسیوقت نقارہ کوچ کا بجوا دیا اور تمام
سوار کے وہان سے سمت صبائل روانہ ہوا وہ جو خواص خدمتگار وغیرہ ہزار پانچسو لوگ ہمراہ سواری کے تھے ان
بیچارون کی کیا حقیقت تھی سوارون نے انکو بھی گھیر کر پکڑ لیا اور مشکین انکی باندھ کر انکو بھی صندوقون مین بند کر کے
اونٹون پر کسوا دیا تھا غرض یہ کہ کاؤس کوہستانی تو خوش خوش باطمینان تمام بیخوف و خطر رات ہی رات کوئی چالیس کوس
پر جا پہونچا اور لشکر خیر وزی اثر مین ابھی کسی کو اس حال سے مطلق آگاہی نہین ہوئی اور وہان دغا باز حیلہ ساز بدکردار
کاؤس کوہستانی کا بموجب فہمائش دیوتنگ عیار اور خوشنودی گاؤ تنگی کا وہ سوار یہ ارادہ ہو کر سو دو سو کوس جا کے
کسی پہاڑ کے درے مین حمزہ صاحبقران اور تمام انکے بارگاہ نشینون کے دشمنون کا سر کاٹ کر سمت صبائل لیجائے گا اور
لقا مثل خدا کی بارگاہ مین رسوخ اور خود اپنی دکھلا کے مرتبہ بخیری سے گروہ جو مثل مشہور ہے دوہا جاکو راکھے سائیان مار نہ
سکے کو بال نہ بیکا کر سکے جو دو جگ بیری ہوئے شعر اگر تیغ عالم بجنبد ز جا نہ برد رگے تا نخواہد خدا بحسب اتفاق
شاہزادہ فرامرز عاد منوہلی جو سلطان صاحبقران کا اجازت لے کے واسطے شکار کھیلنے کے گیا تھا وہ کہین اس طرف سے پھرا
ہوا آتا تھا اثنائے راہ مین دور سے ڈنکے کی آواز جو اسکے گوش زد ہوئی تو فرامرز عاد منوہلی نے اپنے ملازمون سے فرمایا کہ
ہان ذرا آگے جا کے دریافت تو کرو کہ یہ سواری کسکی جاتی ہے جہان سے یہ آواز ڈنکے کی آتی ہے حسب الحکم ایک چوبدار اپنے
گھوڑے کو جھکا کے چلا اور اس چوبدار نے کوئی دو کوس کے فاصلے پر جا کے دیکھا کہ ایک شخص سوداگر کی صورت مسلح اور مکمل
گھوڑے پر سوار اسکے پیچھے قریب ہزار سوار کے مسلح اور مکمل اور کئی ہزار شتر انپر بڑے بڑے صندوق چوبی مقفل کھنچے ہوئے
نقارہ بجواتا بڑی شخصیت اور تمکنت سے چلا جاتا ہے چوبدار نے سدراہ ہو کے باواز بلند پوچھا کہ یہ سواری کسکی ہے لوگون نے کہا
کاؤس کوہستانی کی چوبدار نے کہا کہ خیر کسی کی ہو شاہزادہ فرامرز عاد منوہلی پسر خواندہ سلطان عالیشان امیر حمزہ صاحبقران
کی سواری آتی ہے شاہزادون کے سامنے کوئی ڈنکا نہین بجا سکتا ہے ڈنکا بجانا موقوف کرو کاؤس کوہستانی نے جو یہ گفتگو
اس چوبدار کی سنی تو نہایت سراسیمہ و مضطر ہو کے دیوتنگ عیار گاؤ تنگی کا وہ سوار سے پوچھنے لگا کہ کہیے صاحب اب کیا تدبیر
کرون یہ شہزادہ کون ہے بدون جنگ و جدال اس سے مفر ہونا غیر ممکن ہے دیوتنگ نے جواب دیا کہ ای کاؤس کوہستانی
تم حمزہ صاحبقران اور اسکے تمام بارگاہ نشینون اور بیٹے پوتون سے مقابلہ اور مجادلہ کرنے کو کہتے تھے اس بیچارے فرامرز
عاد منوہلی کی کیا حقیقت ہے یہ کچھ حمزہ کے بیٹے پوتون کی برابری نہین کر سکتا خیر یہ بھی ایک سردارون مین ہے کچھ اسکی تو
پریشانی اور گھبرانا نہ چاہیے جس فریب سے حمزہ اور بادشاہ لشکر اسلام کو مع پانچ ہزار پانچسو ... سردارون کے گرفتار کر لیا
ہے اس سے بھی چل کے ملاقات کرو وہی گفتگوئین و مذہب کی یہ بھی درمیان مین لاؤ کہ تم اس سے بھی ویسی ہی محبتین نکال
کے معقول ہو جانا اور کلمہ پڑھ کے دعوت کے حیلے سے خیمہ مین لا کے بٹھلانا مین بیہوشی آغشتہ کھانا اور شراب تیار کر رکھونگا
تم اسے کھلا پلا کے جب بیہوش ہو جائے گرفتار کر کے صندوق مین بند کرنا اور اسکا نٹے کو بھی نکالے بے کھٹکے سبکو قتل کر ڈالنا
اور سرون کو سب کے لیے ہوئے خداوند باختر کے پاس چلنا یہ کہکے دیوتنگ عیار گاؤ تنگی نے کہا اس چوبدار کو ذرا بلا کے اپنے پاس
پوچھو کہ بھائی تم کیون آئے تھے اور کیا کہتے تھے جب وہ پوچھے تو تم کہنا کہ بہت خوب ہماری کیا تاب و طاقت ہے جو ہم ڈنکا بجا
سکتے ہین ہم لوگ تو سوداگر رعایائے سرکار سے ہین یہ فوج و سپاہ فقط اپنے مال و اسباب روپیہ پیسے کی حفاظت کے واسطے ہم
رکھتے ہین ہزارون سیکڑون فرسنگون ہر ایک اقلیم و دیار و کوہستانون اور جنگلون اور جزیرون مین ہم واسطے تجارت
کے آیا جایا کرتے ہین بغیر فوج و سپاہ اگر ہون تو ہمارا مال و اسباب قطاع الطریق اور راہزنون کے ہاتھون سے کیونکر بچے اور
... صاحب تم ہماری طرف سے آداب و تسلیمات شاہزادہ عالم سے کہنا اور کہنا کہ غلام سے بڑی ہی خطا

ہوئی نادانستہ غلام نے بیان ڈنکا بجوایا حضور کی سواری آنے کی غلام کو اطلاع نہ تھی کاؤس کوہستانی نے بموجب فرمان
دیوتنگ اور گاؤ دنگی گاؤ سوار کے اُس چوبدار کو دور سے پھر بلا کے جو کچھ کہ دیوتنگ نے سکھلا دیا تھا کہکے دو اشرفیاں چوبدار کو
انعام کی دلوائیں اور رخصت کیا چوبدار نے شاہزادہ فرامرز عاد مغربی کے پاس آکے بیان کیا کہ حضور کاؤس بدخشانی نامی کوئی
سوداگر پیر ضعیف بہت خوب شخص ہے اُسکے ساتھ قریب لاکھ آدمیوں کے ہیں وہ ڈنکا بجواتا جاتا تھا جسوقت غلام نے اُس سے جاکے
ابلاغ حکم سرکار کیا عتاب و خطاب کے خوف سے مثل بید لرزاں اور ترساں ہوکر اسیوقت ڈنکا بجوانا موقوف کر دیا اور عرض
کرنے لگا کہ میں رعایاے سرکار سے ہوں میری کیا مجال جو میں ڈنکا بجواؤں نادانستگی سے یہ خطا غلام سے سرزد ہوئی امیدوار ہے
کہ از راہ رعایا پروری معاف ہو فرامرز عاد مغربی نے یہ حال کاؤس کا سنکے فرمایا کہ کیا مضائقہ اگر پھر جاکے تم اُس سوداگر سے
کہو کہ تمھارے پاس جو جو کہ اسباب و مال تجارت تحفہ اور عمدہ و بیش بہا ہو وہ ہمکو دکھلاؤ جو شی کہ اسمیں ہمارے پسند آئیگی قیمت حسب
دلخواہ تمھارے دلوا دیا جائیگا حسب الحکم وہ چوبدار پھر اپنا گھوڑا دوڑا کے کاؤس کوہستانی کے پاس گیا اور جس طرح سے شاہزادہ
فرامرز عاد مغربی نے حکم دیا تھا اُس کاؤس کوہستانی کو پہونچایا کاؤس کوہستانی نے کہا بسر و چشم بہت خوب اور یہ کہکے
اسیوقت بموجب ایماے گاؤ دنگی گاؤ سوار اور دیوتنگ عیار کے اُسی مقام پر اپنے لشکر کو حکم دیا کہ ہمارا لشکر آج یہیں اترے
اور مقام ہو اور چوبدار کے سامنے جب لشکر کے مقام کرنے کو حکم دیچکا تب اُسنے خیمہ استادہ کروایا اور مع تمام اپنے مشیروں اور
مصاحبوں کے اُترکے خیمہ میں گیا اور سب کو حکم دے گیا کہ تم یہاں مال و اسباب سنبھال سنبھال کے اُترواؤ میں شاہزادہ عالم کی حضور
میں ہوکے پھر اکے ابھی آتا ہوں بارے وہاں مال و اسباب اُترنے لگا اور کاؤس کوہستانی سوار ہوکے شاہزادہ فرامرز عاد
مغربی کے پاس چلا اور اپنے نوکروں سے حکم دے گیا کہ جس طرح سے دیوتنگ عیار اور اسرافیل درگاہ لقا گاؤ دنگی گاؤ سوار حکم
کہیں وہ تم کرنا القصہ کاؤس کوہستانی نے سر راہ آکے شاہزادہ فرامرز عاد مغربی سے ملازمت حاصل کی اور عرض کیا کہ یہ اپنا
حوا میں خانہ زاد سے کچھ خدمت سرکار کی نہیں بن پڑتی بہر حال حضور سے غلام محجوب ہے فرامرز عاد مغربی نے اس حرامزادے کی
گفتگوے معقول اور چرب زبانی اور لسانی سنکے کہا کہ ای کاؤس کوہستانی ہم تجھسے بہت خوش ہوے تم خوب شخص ہو مگر یہ تو کہو کہ
تمھارا طریق اور مذہب کیا ہے کاؤس کوہستانی نے کہا کہ جو دین اور ملت آبائی اور اجدادی چلا آتا ہے وہی طریق غلام کا بھی ہے
فرامرز نے کہا کہ تمھارا آبائی اجدادی طریق کیسا ہے اُسنے کہا کہ خداوند پیچیدہ ہزار ملک باختر کی پرستش کرنا فرامرز عاد مغربی نے کہا کہ
لاحول ولا قوۃ تم کتنے بیوقوف ہو اس سنہرے خوک پلید خرس بادیہ ضلالت سے تو تپا بھی نہیں ہل سکتا ہے تم کیا سمجھے اپنا خدا
کیا ہے بخدا معبود و ملجا جو کچھ ہے وہ ہے لاشبہ و لاشریک شعر ہمارا کہ تش از چونی و چندی ما منزا تر زپستی و بلندی و نعت کر وا ہے
بے حیا مشرک خدا پاور ترک کر واس کفر و کافری کو کلمہ شہادت پڑھکے مسلمان ہو جاؤ غرض دو گھڑی تیاہیں کاؤس کوہستانی
اور شاہزادہ فرامرز عاد مغربی سے بحث اور تکرار رہی آخر کو کاؤس کوہستانی نے از راہ فریب اور مکر شیطانی عرض کیا کہ شہزادہ عالم
آپ بجا فرماتے ہیں میری ہی عقل و فہم کی غلطی تھی پھر جو اس دین اسلام کو قبول کرے وہ کیا کہے فرامرز عاد مغربی نے کلمہ طیبہ ارشاد کیا
کاؤس کوہستانی بکر کلمہ پڑھکر مسلمان ہو گیا جب مسلمان ہو چکا تو عرض کرنے لگا کہ ای آقاے کونین شہزادۂ عالم غلام نے سنا ہے
کہ طریق اسلام میں اجابت دعوت کی از جملہ واجبات ہے اور ثواب داری مومنین طواف بیت اللہ سے افضل تر ہے لہذا یہ مضمون
اس شعر کے شعراے صاحب کرامت شعراء کرامت ما روزے نقد رے کن در درویش بنواز ما ؛ غلام امید عطیات خاقانی اور
مراحم خسروانی سے یہ رکھتا ہے کہ اگر اکر روز بجائے خوان نعمت گزیں نان جوین قناعت فرمایئے تو زہے افتخار بندہ ہوا اور
اس فدوی سے جو حضور غلام کے خیمے میں تشریف لے چلینگے تو دیں جو کچھ اسباب اور مال اور تحفہ تحائف
وغیرہ غلام حضور کو دکھلائیگا پھر جو کچھ کہ اسمیں سے پسند فرمائیے گا کچھ قیمت پر منحصر نہیں وہ سب

حضور پر سے تصدق ہو فرامرز عاد مغربی نے کہا اے کاؤس بدخشانی جس شخص نے کہ کلمہ پڑھا وہ تو مسلمان ہو چکا تھا تو اگر کوئی کافر بھی دعوت کرے تو آتے بھی ورنہ ایسی مختار سے یہاں جا کے ہمیں دعوت کھانے میں کیا عذر اور تامل ہے اور وہ اسباب اور مال تجارت تمھارا تمھیں مبارک رہے بھائی میں بھلے کیا لونگا مگر ہاں جو کوئی شے ایسی تحفہ میرے مرغوب پسند ہوگی میں لیتے لیتے لونگا کاؤس کوہستانی نے پھر یہ عرض کی کہ حضور بہت خوب جیسا ارشاد ہوگا غلام ویسا ہی کریگا مگر کل مجھکو آپ میرے خیمے میں قدم رنجہ فرمائیں دو ہی چار دن ہیں آج تکلیف گوارا نہیں آرام فرمائیں آگے جسوقت مزاج مبارک اُسکے سوار ہو آئیں فرامرز نے کہا اچھا ہم کل پہر دن چڑھے کل ضرور تمھارے یہاں آکے دعوت کھائینگے غرض کاؤس کوہستانی یہ فقرے بازی کرکے رخصت ہوا اور اپنے خیمے میں آکے سارا حال دیو تگ عیار سے بیان کیا دیو تگ عیار نے اُسیوقت سے تیاری دعوت کی شروع کی اور وہ جتنے صندوق پانچ چھ ہزار تھے تھین کہ پانچ ہزار پانچسو تھین سردار اور سلطان صاحبقران نامدار اور بادشاہ لشکر اسلام بیہوش پڑے بند تھے اُن صندوقوں کو بطور نیم قد دیوار کے چار طرف میدان میں رکھوا دیا اور ان صندوقوں کے اندر جو میدان تھا اُسمیں جو کا نوشیدن کا لگوایا اور فرش شطرنجیون چاندنیوں کا کرکے ایک سمت ایک مسند پارۂ دیبا کی بہت خوشنما گاؤ تکیہ بہت بھاری پشت پر لگا کے عطردان پاندان پیکدان چوطرے خاصدان اُگالدان عنبر و خروف مرصع کار قرینے قرینے سے رکھ دیے سو سوا سو طائفے ارباب نشاط کے طلب کرکے تیاری معقول کر رکھی اور باورچی خانے میں جا کے پلاؤ قلیہ قورمہ غرض جتنا کھانا تھا سب میں بیہوشی عادی جتنی گلابیاں شراب کی کشتیوں پر چنی رکھی تھیں اُن گلابیوں کی شراب میں بھی بیہوشی خوب آمیختہ کر دی بعد ازاں جب وقت صبح کا ہوا اُسوقت دیو تگ نے کاؤس کوہستانی کو ترغیب کیا کہ اب تم توقف نکرو لازم ہے کہ آپ سوار ہو کے بہ کمال تواضع و تکریم فرامرز عاد مغربی کو یہاں بلاؤ اور بس جھٹ پٹ اُسے بیہوش کرکے پکڑ لاؤ اور یہاں سے کوچ کر چلو ٹھہرنا اور زیادہ توقف کرنا اچھا نہیں چنانچہ کاؤس کوہستانی یہاں سے تن تنہا بجان واحد سوار ہو کے شاہزادہ فرامرز عاد مغربی کے لشکر میں گیا اور فرامرز عاد مغربی کو اپنے ہمراہ بڑے اعزاز و تکریم سے اپنے خیمے میں لایا اور صدر جاہ و حشمت پر بٹھا کے ہر کام میں فلانا نہ سرگرم کار تھا اور سامنے جو طائفے حاضر تھے اُنکو اشارہ کیا طبلوں پر تھاپ پڑی آواز ہو شاہو ش نوشا نوش کی بلند ہوئی شعر ہوئی گانیوالوں کی الک و صوم و معالم کا ہوا اثر دوام ہوئے اہل رقص و طرب جمع آنے ان ناچ گانے کا تھا جا بجا حسب الاتفاق ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا جو چلی تو پل عادیان پور شدآدیان کپتیان کرب بن کوہ کرب عمرو معدی یعنی پہلوان عادی کا پیٹ تو بہت بڑا ہے اور جوان قوی ہیکل تنومند بازو جسکا الیس گز کا دور کمر کا ہے تو پہلوان عادی کو کچھ یوں ہی سی بیہوشی اثر کر گئی تھی اس شور و غل میں گانے بجانے کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا جو صندوقوں کی درازوں میں سے پہونچی تو پہلوان عادی کی آنکھ کھل گئی اور ساتھ آنکھ کھلنے کے ادھر تو شور و غل گانے بجانے اور ناچ کی محفل کا ادھر خوشبو اقسام اقسام طرح کے کھانے پلاؤ زردہ مطنجن شیر برنج یاقوتی وغیرہ کی جو پہلوان عادی کے دماغ میں پہونچی تو یہ بیتاب ہو گیا اور ایک مرتبہ اُسی صندوق میں پڑے پکارا کہ ارے او کمبخت لاند ہو تم کیسے سنگدل ہو قصاب بھی اگر گاؤ کشی کرتا ہے تو پہلے اُس جانور کو کھانا کھلا لیتا ہے پانی پلا دیتا ہے تب ذبح کرتا ہے یہ انواع انواع اقسام اقسام طرح کا کھانا تم نے جو پکوایا ہے تو مارے بھوک کے میں مرا جاتا ہوں ورا یک کا نو دیو عمو تھوڑا سا مجھے بھی بھیجدو کہ میں کھالوں پھر تم چاہتا مجھے قتل کرنا یہ آواز پہلوان عادی کی سنکے دیو تگ عیار اور گاؤ کشی کا سوار اور کاؤس کوہستانی تو ادھر ادھر دیکھنے طرح دیکھنے لگے مگر شاہزادہ فرامرز عاد مغربی نے فرمایا کہ ہاں ہاں ذرا کان تو سوقت کرو سنو تو یہ کون کہاں کھڑا قتل پچاتا ہے کہ میں بھوک کے مارے مرتا ہوں مجھے تھوڑا سا کھانا کھلا دو دیو تگ عیار اور گاؤ دنگی کا سوار دونوں صورتیں تبدیل کیے ہوئے برابر کاؤس کوہستانی کے جو بیٹھے تھے اُنھوں نے جواب دیا کہ شہزادہ عالم

باہر خیمے کے کوئی فقیر ہوگا دیکھیے خبر منگانے بیٹھے ہیں یہ کہکے بات کو ٹال دیا اور ارباب رقص و سرود سے اشارے سے
کہا کہ ہاں تم سب کیوں خاموش ہو رہے گاؤ بجاؤ پھر ناچ گانا شروع ہوگیا پھر دوسری مرتبہ پہلوان عادی نے یہ آواز
بلند کہا کہ او ظالمو حرامزادو میرا مارے بھوک کے دم نکلتا ہے کاش اس عذاب سے مجھے ایک مرتبہ ذبح کر ڈالو ورنہ تھوڑا سا کھانا مجھے بھیجو
پھر شاہزادہ فرامرز عاد مغربی نے جھنجھلا کے پوچھا کہ اے صاحبو یہ کون فریاد کرتا ہے تمنے کسی نے باہر خیمے کے جاکے دریافت نہ کیا اس مرتبہ
پھر کاؤس کوہستانی اور دیوتنگ عیار نے باتوں ہی میں ڈھکے ٹال دیا دو گھڑی بعد اس مرتبہ پہلوان عادی نے پھر بہت شور و غل
کرکے گالیاں دینا شروع کیں اور کہا کہ او خبیث شیطان مجسم تو نے بے سبب مجھے کس جرم پر یہاں صندوق میں بند کیا اور بھوکا
پیاسا میں تڑپتا ہوں او مادر بخطا بقول سعدی شیرازی کے مصرع با کشی باد انہ و یا از قفس آزاد کن ؛ اس مرتبہ جو یہ آواز
صاف شاہزادہ فرامرز عاد مغربی کے گوش زد ہوئی تو اپنے جی میں یہ سوچ کے کہ یہ آواز تو پہلوان عادی کی سی معلوم
ہوتی ہے اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ انھیں صندوقوں میں کوئی قید ہے نہایت درہم برہم ہوکے کاؤس کوہستانی کی جانب مخاطب
ہوکے فرمایا کہ مجھے دو مرتبہ تمنے کہا کہ یہ کون زار نالے اور بیداد بھوکھوں کی کرتا ہے تمنے دریافت کرکے مجھے کچھ نہ کہا میں معلوم ہوا کہ یہ آواز
کسی صندوق میں سے آتی ہے تمنے کسی کو کسی صندوق میں قید کرکے رکھا ہے یہ ماجرا مفصل بیان کرو کاؤس کوہستانی سے
اور تو کچھ جواب بن نہ پڑا جلدی میں کہنے لگا کہ میرا ایک غلام ہے بد ذات حرامزادہ ہے اسنے کچھ مال و اسباب تجارت کا میرا چوری
کیا کچھ اسنے بیچ ڈالا کچھ برباد کیا اور جب اس سے پوچھو تو کچھ پتا سراغ اسکا ہرگز نہیں بتاتا ہے اسواسطے میں نے بطور
چشم نمائی کے صندوق میں بند کر دیا ہے شاہزادہ فرامرز عاد مغربی نے فرمایا کہ کیا مضائقہ تم اسکو صندوق سے نکال کے ہمارے
روبرو لاؤ از روے عدالت اور نصفت بعد تحقیقات جو کچھ تصفیہ واجبی ہوگا وہ کر دینگے یہ کلام شاہزادہ فرامرز عاد مغربی عالی
مقام کا سنتے کاؤس کوہستانی اور کاؤ لنگی گاؤ سوار کا رنگ فق ہوگیا اور دیوتنگ عیار کیطرف دیکھنے لگے دیوتنگ عیار
نے بہ کنایہ و اشارہ کہا کہ واہ صاحب اسی حوصلے اور شجاعت پر تم کہتے ہے کہ میں حمزہ صاحبقران کا مقابلہ کرونگا بھلا
وہاں تو پانچہزار پانچسو چین شاہ و شہریار ہیں کہ انمیں ایک ایک رستم صولت سہراب زمانہ اشجع دہر ہیں خیر و صنا کا زار ہے اسی
ایک منتقف فرامرز عاد مغربی سے تو تم ڈرے جاتے ہو وہ تمھارا کیا کر لیگا تم جواب دو کہ صاحب میں اپنے گھر کا مختار ہوں
تمھارے سامنے اس اپنے غلام کو ونے سے مجھے مطلب کیا ہے چنانچہ کاؤس کوہستانی نے بموجب سمجھانے دیوتنگ عیار کے
شاہزادہ فرامرز عاد مغربی کو جواب دیا کہ شہزادہ عالم آپ اپنے ملک کے مختار ہیں میں اپنے گھر کا مالک ہوں میں اپنے
غلام کا حاکم ہوں چاہوں حق یا ناحق اسے مار ڈالوں آپ کو عدالت اور نصفت اور اسکے تصفیہ سے کیا واسطہ ہے بس یہ تقریر
کاؤس شریر کی سنکے شاہزادہ عالم شدت غیظ سے مثل شعلہ جوالہ بھڑک اٹھا اور نہایت درہم برہم ہوکے کہنے لگا کہ او بدذات
یہ کیا تو بکبک مارتا ہے جلد لا اس اپنے غلام کو ورنہ اسیوقت تجھے بسزائے اعمال پہونچاؤنگا کاؤس کوہستانی یہ کہکے کہ ہاں
او فرامرز زبان دراز کر گذارم ترا زندہ و سالم قبضۂ تیغ پہ ہاتھ ڈال کے سمت شاہزادۂ عالم حملہ آور ہوا اور ساتھ
اس بدذات کے چارسو پانچسو جو اسکے مصاحبین مقربین سپہ سالار اور سردار تھے ہاں ہاں کرکے چار طرف سے سپریں
تلواریں پکڑ کے شاہزادۂ عالم پر آن گرے شاہزادہ فرامرز عاد مغربی بھی یہ نعرہ کرکے کہ فرامرز عاد مغربی منم صف شکن اشجع
روزگار پسر خواندہ حمزۂ نامدار مثل شیر صمدانی شمشیر زنی کرنے لگا نعرۂ فرامرز پہلوان عادی کے جو گوش زد ہوا
تو اسنے ایک مرتبہ غیظ و طیش کیحالت میں اپنے دونو ہاتھوں کا ایک زور سے جو دیا تو صندوق کے دونوں بازوں کے تختے ٹوٹ
گئے اور بیساختہ پہلوان عادی نے صندوق میں سے نکل کے اسی صندوق کو اٹھا لیا اور یہ نعرہ کرکے کہ نعرہ پہلوان عادی پالنگ
پور شداد بیان ؛ منم مرد عادی رستم زمان ؛ گران ہر کرا بار تن بر سراست ؛ بحکم خدا جنش بدست من است

فوج پر کاؤس کوہستانی کی مارنا شروع کیا پہلوان عادی کی آواز سے سلطان ظفر احتشام امیر عالی مقام کی آنکھ کھل گئی
صاحبقران دوران نے آپکو صندوق مین بند دیکھکر اور نعرہ پہلوان عادی اور شور و غل ندم و پیکار کا سنکے جانا کہ شاید
مجھے اس سوداگر نے شراب بیہوشی آغشتہ پلاکے عالم غفلت مین اس صندوق مین بند کر لیا ہے اگرچہ زور کر کے صندوق کو
توڑکر نکلے یا لطف اللہ اکبر جگر سے کھینچ صدا نعرہ صاحبقران دوران جو لشکر کوس تک جاتی ہے ساتھ نعرہ کے جتنے سردار
اور شاہ و شہریار صندوقوں مین بیہوش پڑے تھے سب کی بیہوشی اتر گئی اور جسکی آنکھ کھلی وہ صندوق کو توڑ کر نکلا اور وہی صندوق
پکڑکر مصروف حرب و ضرب ہوا خلاصہ یہ کہ آن واحد مین پانچ ہزار پانسو پچپن سرداران لشکر فیروزی اثر سب اپنے صندوقوں کو
توڑکر جو نکلے تو وہی صندوق لیکر آمادہ کفار کشی اور سرگرم رزم و پیکار ہوئے مگر سپر و تلوار سوائے شاہزادہ فرامرز عاد مغربی کے
اور کسیکے پاس نہ تھی اس شاہزادہ اشجع روزگار نے یکہ و تنہا ایسی شمشیر زنی کی کہ کشتون کے پشتے لگا دیے اور تلوارین مارتا ہوا
کاؤس کوہستانی کے پہونچ گیا اور کاؤس کوہستانی کو یہ نہیب دے کے کہ باش ای کافر بدذات کی کہ ذرا تم تا صحیح و سلامت
کہ از دست من زندہ روی قبضہ شمشیر پر ہاتھ ڈالکے چاہتا تھا کہ تلوار مارے ناگاہ پاؤن فرامرز عاد مغربی کا وہان کوئی گوشہ
خانہ تھا اسمین جا پڑا اور تلوار شاہزادہ والا تبار کی کاؤس نابکار کے سر پر اوچھی پڑی اور اس علیہ اللعن نے جو باطمینان
تمام تلوار ماری تو شاہزادہ فرامرز نے ہر چند سپر کو پناہ کیا تھا مگر زبردست کے ہاتھ کی تلوار تھی سپر کو کاٹکر تا دوا بر و اتر گئی فرامرز
نے اسی حالت زخمداری مین واسطنہ مارا کہ تلوار تو جھٹ کے نکل گئی مگر ایک چادر خون کی بہ کر منہ پر آ گئی تھی اس عرصہ مین بہ
شاہ و شہریار زادے اور سردار مع سلطان حمزہ صاحبقران نامدار جو چار طرف وہ صندوق پکڑکر کے دشمن بہین مین جہنم
جہنم واصل کرتے آتے تھے ان بعضون نے جس سوار کو اپنے برابر آتے دیکھا اس کا ٹانگ پکڑکے تلے گرا دیا اور جھٹ پٹ
پھرتی تمام اسکے گھوڑے پر سوار ہو کے اسکی سپر تلوار لیکر قتل عام کرنا شروع کیا تھا اور اسقدر رعب و خوف تمام لشکر پر
کاؤس کے چھا گیا تھا کہ ادھر تو اندھے کے زخم کاؤس کے سر پر آ گیا تھا اور تمام سوار اسکے ساتھ کے بھاگ کھڑے ہوئے اور
قریب بیس چالیس ہزار سوار کے الامان الامان پکارنے لگے ادھر سے غازیان دینداران نے بہ آواز بلند کہا کہ امان بشرط
ایمان غرض جو لوگ کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو گئے انکو تو چھوڑ دیا باقی کئی ہزار کفار نابکار کو تہ تیغ بیدریغ کر کے جہنم
واصل کیا اور ادھر گاؤ لنگی گاؤ سوار وہان سے بھاگ کر ملک بربرین آیا غرضکہ جبکہ سلطان صاحبقران
بعظمت و جبروت تمام و لبشوکت ملاکلام مظفر و منصور ہو کر مع شاہزادہ فرامرز عاد مغربی کے اپنی بارگاہ مین
آ کے داخل ہوئے تب بر سبیل مذکور اور تحقیقات حال کاؤس کوہستانی کہ یہ کون شخص تھا اور یہ عیاری اور دغا
اسنے کیونکر کیے زبانی ان لوگون سے جو کہ ہمراہی اور ملازمین مقربین و مصاحبین کاؤس کوہستانی کے تھے اور روز معرکہ
معرکہ مین بوقت جہنم واصل ہونے کاؤس کوہستانی کے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے تھے اور ہمراہ سلطان
صاحبقران کے آئے تھے سارا حال دیو تمغ عیار کی عیاری اور گاؤ لنگی گاؤ سوار کی شراکت کا مفصلاً اور
مشروحاً از ابتدا تا انتہا امیر با توقیر کو دریافت ہوا سلطان والا شان امیر حمزہ صاحبقران گاؤ لنگی گاؤ سوار
کی ایسی حرکت سے اپنے دل مین نہایت متحیر اور ملول رہتے کہ گاؤ لنگی نے باوصف اسکے کہ کلمہ شہادت پڑھ کے
اسلام قبول کیا تھا یہ شقاوت اور عداوت اُسے مجھسے کس باعث سے تھی ناگاہ سامنے سے گاؤ لنگی گاؤ سوار
رومال سے اپنے دونون ہاتھ باندھے بارگاہ مین بحضور سلطان صاحبقران آیا اور روتا ہوا یہ شعر پڑھکے عرض کیا شعر

ناکردہ گناہ در جہان کیست بگو
آن کس کہ گنہ نکرد چون زیست بگو
من بد کنم و تو بد مکافات دہی
پس فرق میان من و تو چیست بگو

ای سلطان عالی وقار امیر حمزہ نامدار عاصی خاطی رو سیاہ ہر چند کہ واجب القتل ہے مگر مضمون اس آیہ رحیمہ کے

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس شعر ور نباشم قابل عفو تو اینک طشت و تیغ کفن تیار ام گر خواہی خواست از دست تو داد لو سوار اسکے غلام کو دو تین
عیار اغوا کرکے اُس کاوس کوہستانی کے لشکر میں لے گیا تھا اور سمجھا تھا کہ تم سے کچھ سروکار اور باز پرس کہیں نہوگی تم
الگ رہو کاوس کوہستانی سمجھ لیگا باقی یہ حال عیاری مکاری کا اور سرداروں اور حضور کے دشمنوں کو بیہوش کرکے
صندوقوں میں بند کرنے کا غلام کو مطلق معلوم نہ تھا جسوقت پہلوان عادی صندوق توڑ کر نکلا اور سب سردار نمودار ہوکے
نکلے اُسوقت غلام کو یہ حال معلوم ہوا سلطان صاحبقران نے یہ گفتگو گاؤ لنگی گاؤ سوار کی سنکر سر جھکایا اور ازراہ مروت اور طرز جہان
بخشی اور عذر نیوشی سے فرمایا کہ اے گاؤ لنگی گاؤ سوار خیر بر گذشتہ صلوٰۃ اگر بصدق دل تم کلمہ شہادت پڑھ کے مسلمان ہو
تو پھر جتنے جرم تمہارے ہیں معاف کیے مگر آگے پھر کبھی ایسی خطاے فاحش اور حرکت ناشائستہ کرنا ابھی اتنا سمجھ لو کہ شعور
مند اقبال میں ممکن نہیں دشمن سے رنج مشتعل ہو آگ جب تک آب ہو اسکی غذا تائید اسلام کی قدیم الایام سے
چلی آئی ہے تمکو لازم ہے کہ زنگ کفر اپنے دل سے بکلی دور کرنا تو گاؤ لنگی گاؤ سوار بکمال عجز و انکسار اشکبار ہوکے پھر
دوڑ کر قدموں پر سلطان نامور کے گر پڑا اور ازراہ مکاری اور بدباطنی بظاہر بہت سی لسانی اور چرب زبانی کرکے کہنے لگا
کہ اگر پھر کبھی ایسی حرکت غلام سے سرزد ہو تو اُسوقت غلام کو قتل کرائیے گا کیا مجال اور کیا قدرت اور طاقت غلام
کی ایک مرتبہ ایک دھوکا غلام کو ہو گیا اور غلام کی تقدیر میں یہ روسیاہی لکھی تھی غرض یہ باتیں کرکے اب پھر گاؤ لنگی گاؤ
سوار بارگاہ سلیمانی میں اپنی جاے معینہ پر بیٹھنے لگا

داستان حیرت نشان ظاہر ہونا ایک نقابدار زمرد رنگ کا صحرا کی طرف سے اور دیکھنا اسکو امیر باتوقیر کا اور دریافت حال نقابدار کرنا خواجہ عمرو سے اور بیان کرنا خواجہ عمرو کا پھر داخل ہونا اس نقابدار کا حرم سرا میں حمزۂ صاحبقران میں اور بغیظ و غضب اٹھکر جانا امیر باتوقیر کا حرم سرا میں واسطے قتل کرنے نقابدار زمرد رنگ کے اور بعد دریافت حال پھر آنا حمزۂ صاحبقران کا اور پوچھنا عمرو کا کیفیت نقابدار کی اور بیان فرمانا حمزۂ صاحبقران کا

مورخان اخبار حیرت اثر و کاتبان واقعۂ عجیب تر اس داستان حیرت نشان کو یوں تحریر کرتے ہیں کہ زلزلۂ قاف ثانی سلیمان
حمزۂ صاحبقران امیر عالیشان بارگاہ سلیمانی میں تشریف رکھتے ہیں اور سرداران نامی اور پہلوانان گرامی بہادران
ستور شعار اور دلاوران چیدہ روزگار علی قدر مراتب و مناصب دنگلوں پر یمین و یسار حمزۂ صاحبقران بیٹھے ہوئے
ہیں خواجہ عمرو بھی بارگاہ سلیمانی میں کرسی پر جلوہ فرما ہیں چار جانب سرداروں پر نظر کر رہے ہیں ہر چند کہ جملہ
اسباب عیش و عشرت مہیا اور موجود ہے لیکن امیر باتوقیر نے جو سنا ہے کہ رستم خان کو گاؤ لنگی نے قید کر لیا ہے اسوجہ سے
زلزلۂ قاف ثانی سلیمان حمزۂ صاحبقران امیر عالیشان کو کمال صدمہ ہے آثار حزن و ملال چہرہ امیر باتوقیر سے ظاہر
و ہویدا ہے کمال افسوس کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ رستم خان کو اُس ناہنجار گاؤ لنگی گاؤ سوار نے قید
کر لیا افسوس ہزار افسوس عجب دلاور اسیر ہو گیا دیکھیے اب کبتک وہ دلاور رہا ہو کر ہمسے آکر ملتا ہے اور غنچۂ دل اپنا
مثل گل کھلتا ہے بہادران دست راستی اور دلاوران دست چپی عرض کر رہے ہیں کہ حضور اس جری کے قید ہو جانیکا
اس درجہ صدمہ نہ کریں انشاءاللہ جلد اس بہادر کی صورت رہائی ظہور میں آئیگی خواجہ عمرو کو بھی اس بہادر
کی رہائی کی تدبیر کیجیے خواجہ عمرو گفتگو سرداران کی سنکے ٹال رہے تھے کہ کیسا عمرو کی پریشان خاطری اور تنگدستی
کی تو کچھ فکر نہیں ہے اگر ہے تو یہی فکر ہے کہ عمرو سے کار ہاے دشوار لینا چاہیے اور کار ہاے سخت و صعب بغیر روپیہ خرچ
کیے نہیں نکلتے ہیں کیونکہ مشہور ہے کہ روپیہ دنیا کا مشکل کشا ہے غرض جملہ سرداران بے مثل و نظیر تقریر خواجہ عمرو سن رہے تھے

اور حمزۂ صاحبقران کی جانب سے منھ پھیر کر خواجہ کی باتوں پر مسکرا رہے تھے ناگاہ جانب صحرا کچھ غبار بلند
ہوا سرداران دست راست جانب صحرا دیکھنے لگے جسوقت حمزۂ صاحبقران نے ملاحظہ فرمایا کہ سرداران دست راست
صحرا کی طرف دیکھتے ہیں خود بھی زہرۂ کاف ثانی سلیمان حمزۂ صاحبقران امیر عالیشان نے سوے دشت نظر کرکے ملاحظہ فرمایا
کہ کچھ غبار صحرا کی طرف بلند ہے امیر باتوقیر ابھی جانب صحرا دیکھ رہے تھے یکایک اُس غبار سے ایک نقابدار زمردپوش
ظاہر ہوا امیر باتدبیر نے بوجہ دور ہونے کے بنظر غور جو ملاحظہ کیا تو معلوم ہوا کہ رخ نقابدار زمردپوش کا اسی طرف ہے جب
وہ نقابدار راہ دشت طے کرکے کسیقدر قریب آیا اسوقت امیر حمزۂ صاحبقران نے دیکھا کہ نقابدار زمردپوش برچھا
ترچھا کنوتی پر مرکب کی رکھے ہوئے ہے شمشیر آبدار زیب کمر ہے خود فولادی سر پر ہے زرہ بیش قیمت زیب تن آراستہ ہے
دست و پا قوی معلوم ہوتے ہیں نقاب زمردرنگ چہرہ پر ہے مرکب شبرنگ پر سوار ہے شبدیز کو دوڑاتا ہوا اسطرف چلا آتا
ہے جسوقت امیر باتوقیر نے اچھی طرح اُس نقابدار کے سراپا کو دیکھا خواجہ عمرو سے مخاطب ہوکر یہ فرمایا کہ دیکھنا خواجہ
یہ نقابدار بہادر اور دلاور معلوم ہوتا ہے کیونکہ آثار شجاعت و جوانمردی اسکی شہسواری سے ثابت اور ظاہر ہوتے ہیں سوا
اسکے ای خواجہ دست و پا بھی اس نقابدار کے ماشاءاللہ کسرتی معلوم ہوتے ہیں شاید اس نقابدار کو پہلوانی سے بھی شوق ہے
اور فن سپہگری سے بھی بخوبی آگاہی ہے ای خواجہ جبسے میں نے اس نقابدار کو آتے دیکھا ہے دل پہلو میں بیتاب و بیقرار
ہے بے اختیار اسوقت دل یہی چاہتا ہے کہ اس نقابدار کو اپنے سینے سے لگا لیجئے اور آنکھیں یہی چاہتی ہیں کہ اس نقابدار کو دیکھا
کریں ای خواجہ کچھ تمکو معلوم ہے کہ یہ نقابدار کون ہے کسکے گلشن کا سرو ہے اور کسکے گلستان کا گل ہے خواجہ عمرو نے اس نقابدار
زمردپوش کو دیکھکر کہا کہ ای امیر باتوقیر میں اس نقابدار زمردرنگ کے نام و نشان اور حسب و نسب سے تو مطلق آگاہی
نہیں رکھتا لیکن اتنا خوب جانتا ہوں کہ یہ نقابدار عالی وقار نہایت شجاع اور دلاور ہے فیل مست آگے اسکی قوت کے ایک
پشہ ہے اور شیر نر آگے اسکی طاقت کے ایک روباہ ہے اگر اس زمانہ میں رستم پیلتن بھی ہوتا تو قوت میں آگے اس نقابدار
جرار کے نزدیک صاحبان انصاف کے ایک زال تصور کیا جاتا اور اگر سام بن نریمان فی زمانہ زندہ ہوتا تو اس نقابدار کا
فن سپہگری اور پہلوانی میں برغبت تمام شاگرد ہوتا اور اگر اس عہد میں سہراب اور برزو اور گیو اور بیژن اور افراسیاب
اور اسفندیار وغیرہ پہلوانان ایران و نامداران توران بقید حیات ہوتے اور سب ملکر اس نقابدار ستودہ شعار بہادر و جرار
سے میدان میں مقابلہ کرتے تو یہ نقابدار عالیوقار بوجہ شجاعت خداداد جملہ نامداران مسطور کو ایک چشم زدن میں شکست
فاش دے کر ایک رسن میں بسہولت باندھ لیتا اور کچھ بھی اس نقابدار کو دقت نہوتی جسوقت اس درجہ تعریف نقابدار
زمردرنگ کی خواجہ عمرو بن امیہ ضمری نے زہرۂ کاف ثانی سلیمان امیر حمزۂ صاحبقران کے سامنے کی تو امیر باتوقیر نے
خواجہ عمرو سے فرمایا کہ ای خواجہ اسقدر تو جھوٹ ملا کر رکھتے تو اسوقت اس نقابدار کی اسقدر تعریف کی کہ انتہا سے بھی تجاوز کی
ای خواجہ مجکو تمھارے اس کلام کا اُسوقت یقین ہوگا جب تم کوئی وجہ اور دلیل اس نقابدار کی شجاعت کے باب میں
یوں بیان کروگے کہ خود میں نے اس نقابدار کو میدان جنگ میں فلاں بہادر سے لڑتے ہوئے دیکھا اور فلاں دلاور کو
قتل کرتے ہوئے دیکھا جب خواجہ عمرو نے یہ تقریر حمزۂ صاحبقران سے سنی تو جواب دیا کہ ای امیر باتوقیر میں نے جو اس
نقابدار زمردرنگ کی تعریف کی کچھ زیادہ نہیں کی اور میں مطلق جھوٹ نہیں بولا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ کوئی دلیل
اس نقابدار کی میں بیان کروں تاکہ آپکو میرے کلام کی تصدیق ہو تو سنئے میں ابھی بیان کرتا ہوں ای امیر باتوقیر
آگاہ ہو جیے کہ جب آپ معظم ناریانی کی قید میں تھے اور لشکر گاؤ دنبگی گاؤسوار سے اور آپ کے لشکر سے کئی مرتبہ
مقابلہ ہوا تھا اور پہلوانان لشکر گاؤ دنبگی گاؤسوار نے آپکے نامی جوانان لشکر کو قتل کرنا شروع کیا تھا اسوقت یہی نقابدار

زمرد رنگ اسی حالت سے ہنگام جنگ آتا تھا اور بڑے بڑے پہلوانان لشکر گاؤ لنگی سے مقابلہ کرتا تھا اور طرفۃ العین میں
ہر ایک پہلوان کو قتل کرتا تھا اور جسوقت جنگ موقوف ہوتی تھی یہ نقابدار عالی وقار توقف نہ کرتا تھا اور اسی جانب گھوڑے کو
دوڑا کر راہ صحرا کی لیتا تھا اسی طرح ہر روز وقت مقابلہ ہر دو لشکر صحرا کی طرف سے ظاہر ہوتا تھا اور وقت ستیز نامی پہلوانوں سے
مقابلہ کر کے انکو اسطرح قتل کرتا تھا کہ آپ کے لشکر کے جملہ دلاور بے اختیار تعریف اس نقابدار بہادر شعار کی کرتے تھے اور سب متحیر
تھے کہ نہیں معلوم یہ نقابدار جرار کون ہے مگر اب تک کسی کو اس نقابدار کے حال سے آگاہی نہیں ہوئی تھی اے امیر باتوقیر میں نے
اسی وجہ سے اس نقابدار زمرد رنگ کی شجاعت کی تعریف کی تھی اور یہی نقابدار باعث آپ کی رہائی کا بھی ہوا اے امیر باتوقیر
نے فرمایا اے خواجہ اس امر کو بھی مفصل بیان کر کہ کیونکر یہ نقابدار میرے رہا ہونے کا باعث ہوا خواجہ عمرو نے کہا اے حمزہ
صاحبقران اسی زمانہ جنگ وجدال میں ایک روز اس نقابدار نے مجکو اپنے قریب طلب کر کے یہ کہا تھا کہ اگر تین روز کی مدت میں
تمنے زاد زادہ قاف ثانی سلیمان حمزہ صاحبقران امیر عالیشان کو مظفر فاریابی کی قید سے نہ رہا کیا تو اس شمشیر آبدار سے اے خواجہ تیرا
سر کاٹونگا اور نوک نیزہ پر بلند کرونگا اگر تم لاکھ عذر کروگے میں کسی طرح کوئی عذر نہ سنونگا اور تمکو ہرگز زندہ نہ رکھونگا اے
امیر باتوقیر نقابدار زمرد رنگ مجھسے یہ تقریر کر کے چلا گیا تھا میں نے بجائے خود خیال یہ کیا تھا کہ اے عمرو اگر تو نے موافق کہنے
نقابدار کے حمزہ صاحبقران کو رہا نہ کیا تو ضرور بالضرور یہ نقابدار تیرے خون سے اپنی تلوار رنگین کریگا اور کسی طرح زندہ
نہ چھوڑے گا پس اے امیر باتوقیر میں نے اس نقابدار سے خائف ہو کر آپ کو رہا کیا ورنہ یہ نقابدار مجکو ضرور قتل کر ڈالتا خواجہ
عمرو ابھی یہ گفتگو امیر باتوقیر سے کر ہی رہے تھے کہ ناگاہ وہ نقابدار زمرد رنگ سمند صبا رفتار کو دوڑا کر مثل باد صرصر بارگاہ
سلیمانی کے قریب سے جانب حرمسرائے حمزہ صاحبقران نکل گیا امیر باتوقیر نے خیال کیا کہ گھوڑا نقابدار سے زور کا تھا جس
سے نقابدار یہاں سے آگے نکل گیا ہے اب ادھر سے گھوڑے کو پلٹا کر میرے پاس یقیناً آئیگا میں ملطف اس نقابدار سے پیش
آؤنگا کیونکہ یہ میرا محسن ہے اور اگر کسی امر اہم کے بارے میں یہ نقابدار مجھسے ملتجی ہوگا تو بھی میں بصد خوشی برائے انجام کار اہم
اقرار کرونگا اور اگر بعوض قتل کرنے بہادران لشکر گاؤ لنگی کے طالب زر وجواہر کا ہوگا تو بھی اس نقابدار کو موافق اسکی خواہش
کے دونگا امیر باتوقیر تو بارگاہ سلیمانی میں یہ خیالات کر رہے تھے لیکن اب حال نقابدار زمرد رنگ کا تحریر کیا جاتا ہے کہ
نقابدار بارگاہ سلیمانی کے قریب سے جلد تر گھوڑے کو دوڑا کر حرمسرائے امیر باتوقیر پر پہونچا اور قصد اندر جانے کا کیا دربانان
حرمسرا نے منع کیا لیکن اس نقابدار نے ہر ایک دربان کو جھڑک دیا اور بار دگر ارادہ حرمسرا میں جانے کا کیا اسوقت ہر ایک
دربان اور چوبدار نے بڑھ بڑھ کر روکا اور کہا کہ اے نقابدار یہاں سے چلا جا ورنہ بہت پچھتائیگا ارے کیا دیوانہ ہے کہ ناموس زادہ
قاف ثانی سلیمان حمزہ صاحبقران امیر عالیشان میں بیخوف وخطر چلا جاتا ہے کچھ تجکو اپنی جان جانے کا بھی خوف نہیں ہے
کیا ہو کہ ابھی اگر کوئی بہادر مثل شاہزادہ بدیع الزمان تجکو آ کر اس بے ادبی کی سزا سخت دے پس ہمارے نزدیک
مناسب یہی ہے کہ تو اپنے خیال محال سے باز آ اور جب تک تجھے بھاگا جائے بھاگ جا ورنہ سرداران حمزہ صاحبقران تجکو
زندہ نہ چھوڑینگے اور ہم لوگ نمکخوار قدیم حمزہ صاحبقران کے ہیں کسی طرح تجکو اندر حرمسرا کے جانے نہ دینگے اور ہمنے
اسوقت تیرے حال پر رحم کر کے تجکو چھوڑ دیا ورنہ ہمیں سب تیرے ہلاک کرنے کو کافی ہیں۔ تم جب نقابدار زمرد رنگ نے
ہر ایک دربان وغیرہ کی تقریر سنکر کمال غصہ آیا اور دربانوں پر تلوار کھینچنا خلاف بہادری اور دلاوری جانا لیکن طمانچے
اور گھونسوں سے چند دربانوں کو اسطرح مارا کہ سر انکے پھٹ گئے جنکو طمانچے اس زور سے لگائے
کہ منہ انکے ٹیڑھے ہو گئے اگر کوئی ان دربانوں کی چہروں کو اسوقت دیکھتا تو اسکو یقین کامل ہوتا کہ انکو
لقوہ ہو گیا ہے اسی وجہ سے منہ انکا ٹیڑھا ہو گیا ہے مقصد کوتاہ بہت سے دربان مجروح ہوئے اور [illegible]

فریاد و فغان کرتے ہوئے بارگاہ سلیمانی کی طرف چلے تاکہ حال نقابدار زمرد رنگ سے حمزہ صاحبقران کو
اطلاع دیں دربان تو خدمت امیر باتوقیر میں جاتے ہیں انکو تو اثنائے راہ میں چھوڑیے لیکن اب کچھ حال نقابدار کا
مندرج کیا جاتا ہے کہ جب دربانوں سے در حرم سرا خالی ہوا اور کوئی روکنے والا باقی نہ رہا اسوقت وہ نقابدار زمرد رنگ
حرمسرائے امیر باتوقیر میں داخل ہوا اور نقاب اپنے چہرے سے اتار کے ہر ایک عورت سے ملا ناظرین عالی خرد کا
مقام پر واضح ہو کہ یہ نقابدار زمرد رنگ ملکہ زبیدہ شیردل تھیں جو ناموس حمزہ صاحبقران میں چلی گئی تھیں
ورنہ کسی مرد نامحرم کی کیا مجال ہے اور کیا اسکی شامت ہے کہ حرمسرائے امیر باتوقیر میں قدم رکھ سکے جسوقت ملکہ زبیدہ
شیردل نے اپنی مادر گرامی قدر ملکہ گردیہ بانو کو دیکھا فوراً واسطے تسلیم کے سر جھکایا ملکہ گردیہ بانو نے اپنی بیٹی کے
سر کو بمحبت مادری سینے سے لگایا اور بعد پیار کرنے کے متحیر ہو کر پوچھا کہ اے نور نظر پارۂ جگر اس صورت سے تیرا
آنا ملک اردبیل سے کیونکر ہوا غضب کیا تو نے اگر تیرے پدر عالی مقام تیری اسطرح دن دھاڑے آنے کی خبر سنینگے
تو دیکھیے تیرا کیا حال کرینگے ملکہ زبیدہ شیردل نے اپنی مادر سے دست بستہ اسطرح عرض کیا کہ اے مادر گرامی قدر
وجہ میرے حاضر ہونے کی یہ ہوئی کہ قبل اسکے میں نے ملک اردبیل میں سنا تھا کہ میرے والد نامدار قید ہو گئے ہیں
اور گاؤ لنگی لشکر جرار لیکر واسطے مقابلے کے گیا ہے اور ہنگامۂ جدال و قتال لشکر والد نامدار سے گرم کیا چاہتا ہے میں
بمجرد سننے اس خبر وحشت اثر کے اسی لباس سے ملک اردبیل سے بعجلت تمام روانہ ہوئی اور وقت پر یہاں
پہونچی اور بہت سی لڑائیوں میں شریک ہوئی اور صدہا پہلوانوں کو میں نے ہلاک کیا غرض ہر روز شریک جنگ
ہوتی تھی اور شام کو جانب صحرا چلی جاتی تھی چونکہ فی الحال میں نے یہ خبر پائی ہے کہ میرے پدر عالی مقام قید سے
مظفر و کامیابی کی سرا ہو کر تشریف لائے ہیں اسوجہ سے انکی قدمبوسی کو آج اسجگہ حاضر ہوئی ہوں ملکہ گردیہ بانو
یہ تقریر اپنی بیٹی کی سنکے خوش ہوئیں اور جملہ نسوان حرمسرا بھی بسبب آنے ملکہ زبیدہ شیردل کے مسرور ہوئیں
ملکہ گردیہ بانو نے جلد تر پوشاک مردانی جو ملکہ زبیدہ شیردل پہنے ہوئی تھیں اتروائی اور زنانہ لباس پہننے کو دیا ملکہ زبیدہ
شیردل نے زنانہ لباس زیب تن کیا اور اپنی مادر کے پاس بیٹھیں ملکہ زبیدہ شیردل تو حرمسرا میں اپنی مادر مہربان
کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں لیکن اب حال ان دربانوں کا لکھا جاتا ہے کہ وہ دربان مضطر و پریشان با نالہ و فغان خدمت
امیر حمزۂ صاحبقران میں حاضر ہوئے امیر حمزۂ صاحبقران نے ان دربانوں کو طلب فرما کر پوچھا کہ کیوں
روتے ہو انھوں نے دست بستہ عرض کیا کہ اسوقت ایک امر ضروری تخلیہ میں حضور سے عرض کرنا ہے حمزۂ صاحبقران
از راہ بندہ پروری و خدام نوازی بارگاہ سلیمانی سے اٹھے اور علیحدہ ایک گوشہ میں لیجا کر انسے پوچھا کہ بیان کرو کیا
کہتے ہو سبھوں نے عرض کیا کہ حضور ہم سب در دولت پر بیٹھے ہوئے تھے ناگاہ ایک نقابدار زمرد رنگ آیا اور
اسنے ارادہ حرم سرا میں جانے کا کیا غلاموں نے اسکو منع کیا اس نقابدار نے غصہ میں آکر ہم لوگوں کو مارا
کئی حضور کے ملازموں کے سر پھٹ گئے ہیں اور وہ در دولت پر مثل ماہی بے آب زمین پر تڑپ رہے ہیں اور
بہت سے ملازم حضور کے طمانچے اس نقابدار کے کھا کر ٹیڑھے منہ کے ہو گئے ہیں اور وہ نقابدار خدمتگاران حضور
کا یہ حال کر کے اندر حرم سرا کے چلا گیا ہے یہی واقعہ عجیب اور سانحہ حیرت افزا اسوقت حضور سے ہم خادموں
کو عرض کرنا تھا بارگاہ سلیمانی میں کہ وہاں جملہ سرداران لشکر بیٹھے ہوئے تھے عرض کرنا مناسب نہ جانا
حضور کو یہاں تشریف لانے کی تصدیع دیگئی اور اس حال حیرت مآل سے حضور کو اطلاع کی گئی جس وقت یہ حال
پر ملال امیر باتوقیر نے دربانوں سے سنا مارے غصہ کے مثل بید کے کانپنے لگے چہرہ امیر باتوقیر کا غصہ سے

سرخ ہو گیا اور اُسیوقت عقرب سلیمانی کو نیام سے کھینچکر بقہر و غضب در حرم سرا پر تشریف لائے وہان دیکھا تو فی الحقیقۃ
بہت سے دربان زمین پر لوٹ رہے ہین اور بہت سے دربان جنکے منہ ٹیڑھے ہو گئے تھے دونون ہاتھون سے اپنا اپنا
گلا جبڑا پکڑے ہوے درد کی شدت سے رو رہے ہین امیر باتوقیر کو دربانون کی یہ کیفیت دیکھکر اور زیادہ جو غصہ آیا
تو برہنہ عقرب سلیمانی ہاتھ مین لیے ہوے اور یہ کہتے ہوے داخل حرم سرا ہوے کہ نقاب دار زمرد رنگ کو مار ہی
ڈالونگا غضب کیا اُسنے کہ میرے ناموس مین چلا گیا اور کچھ خوف مجھسے نہ کیا خراب میرے ہاتھ سے بچکر کہان جائیگا مارے
تلوارون کے ٹکڑے ٹکڑے اُس نقابدار بے ادب کے کر دونگا اسوقت ساری شجاعت اور دلاوری اُس نقابدار کی دیکھ
لونگا جب حمزہ صاحبقران بقہر و غضب حرم سرا مین پہونچے اور ملکہ گردیہ بانو نے امیر باتوقیر کو غصہ مین بھرا ہوا اور
عقرب سلیمانی کو لیے ہوے دیکھا اور کچھ نقابدار زمرد رنگ کے قتل کرنے کے بارے مین کلمات بھی سنے تو تڑپ کر ملکہ گردیہ بانو
گھبرا کر اپنی جگہ سے اٹھین اور امیر باتوقیر سے سبب غیظ و غضب دریافت کرنے لگین اُسوقت حمزہ صاحبقران نے اُسی حالت
قہر و غضب مین فرمایا کہ نقابدار زمرد رنگ ابھی یہان آیا ہی اُسکو قتل کر دونگا جلد مجھکو بتاؤ کہ وہ بے ادب کہان ہی نسوان محل
نے جو امیر باتوقیر کو اسلح آتے ہوے دیکھا اور نقابدار زمرد رنگ کے قتل پر آمادہ پایا مارے خوف کے کانپنے لگین
اکثر خواتین کو خوف سے غش آ گیا کیونکہ کبھی انھون نے اسلح غصہ مین حمزہ صاحبقران کو نہ دیکھا تھا اکثر عورتین فریاد
و فغان کرنے لگین بعضی عورتین قدم حمزہ صاحبقران پر گر پڑین اور منت کرنے لگین کہ نقابدار زمرد رنگ کو حضور قتل نہ
کیجیے گا وہ تو بیچارا ہی اکثر عورتین دامن قبائے زرنگار قاف ثانی سلیمان حمزہ صاحبقران امیر عالیشان سے لپٹ گئین اور
بگریہ و زاری عرض کرنے لگین کہ حضور رحم کیجیے عقرب سلیمانی ہمکو دیجیے نقابدار بیچارہ کو ہلاک نہ کیجیے علاوہ خواتین مسطور کے
ملکہ زبیدہ شیردل کی انا اور کھلائی وغیرہ نے جو خیال کیا کہ ملکہ زبیدہ شیردل کو امیر باتوقیر اب قتل کرینگے مر جاؤ مین گے بے اختیار
سر و پا برہنہ دونون ہاتھون سے اپنے اپنے سرون کو پیٹتی ہوئین دوڑین اور حمزہ صاحبقران کے ہاتھ جوڑنے لگین اور گڑگڑا
مین یہی کہنے لگین کہ حضور عوض مین نقابدار کے ہمکو قتل کرین یہ ہمارے سر حاضر ہین حضور تن سے جدا کرین لیکن نقابدار کو کہ
بیگناہ ہی اور ابھی ماشاء اللہ نوجوان ہی شادی بھی اُسکی نہین ہوئی ہی دنیا کی کوئی حسرت و آرزو اُسکی دل سے نہین نکلی ہی سہرا بھی
اُسکے سر پر نہین بندھا ہی قتل نہ کیجیے گا اور خون اُس بیگناہ کا اپنی گردن پر نہ لیجیے گا دیکھیے حضور نقابدار زمرد رنگ کو
ہلاک کرکے بہت پچھتائیگا پھر اگر نقابدار کو دنیا مین چراغ لے کے ڈھونڈھیے گا تو نہ پائیے گا امیر باتوقیر سے جسقدر خواتین محل
مقدمہ نقابدار زمرد رنگ مین سفارش کرتی ہین امیر باتوقیر کو اور زیادہ غصہ آتا ہی اکثر اُن عورتون کو جو ملازم ہین حمزہ
صاحبقران قبضہ عقرب سلیمانی سے ہٹا دیتے ہین اور انا اور کھلائی وغیرہ کو جو بہت لپٹی جاتی ہین انکو اسی غیظ و غضب
مین ایک دو طمانچے بھی مار دیتے ہین لیکن وہ عورتین مار کھاتی ہین مگر لپٹی جاتی ہین حمزہ صاحبقران کو صحن حرم سرا
سے آگے بڑھنے نہین دیتین ہین مثل مور و ملخ کے گرد امیر باتوقیر کے جمع ہین ہر چند کہ حمزہ صاحبقران کو غصہ انتہا
ہی مگر یہ بھی خیال ہی کہ ایسا نہو کہ کوئی عورت میرے ہاتھ سے اسوقت قتل ہو جائے اسیوجہ سے امیر باتوقیر عورتون
مین گھرے ہوے ہین اور آگے بڑھ نہین سکتے ہین ورنہ امیر باتوقیر کو خداوند عالم نے وہ قوت دی ہی کہ اگر کوہ
گران بھی حائل ہو اور یہ اُس پہاڑ پر زور کرین تو وہ بھی اپنی جگہ سے سرک جائے الغرض امیر باتوقیر کے قدم سے
لو عورتین لپٹی ہوئی ہین اور نقابدار کے قتل کرنے کو گھبراہٹ مین سب منع کر رہی ہین کوئی یہ نہین کہتی کہ اے
امیر باتوقیر نقابدار زمرد رنگ جو آیا ہی وہ مرد نہین ہی بلکہ آپ کی بیٹی ملکہ زبیدہ شیردل ہی اسی وجہ سے
امیر باتوقیر کا غصہ کم نہین ہوتا ہی ملکہ زبیدہ شیردل بھی اپنے والد نامدار کو غیظ و غضب مین دیکھکر

مارے خوف کے ایک گوشہ مین چھپی ہوئی تھر تھر کانپ رہی ہین اور بہت سی کنیزین ملکہ زبیدہ شیردل کو اپنے اپنے
دوپٹے سے چھپائے ہوے ہین اکثر عورتین دونون ہاتھ زیر آسمان بلند کیے ہوے خدا سے دعا کر رہی ہین کہ امیر باتوقیر
ملکہ زبیدہ شیردل کو قتل نہ کرین کوئی عورت باحال پریشان بال سر کے کھولے ہوے چلا رہی ہی کہ یا مشکلکشا
علیہ السلام جلد واسطے مشکلکشائی کے آؤ مین تمہارا دونا دونگی کوئی عورت پاکدامن بگریہ وزاری کہہ رہی ہی کہ ای میری بیوی
مین تمہاری بڑی دھوم دھام سے صحنک کرونگی تم اسوقت خدا سے یہ دعا کرو کہ میری ملکہ زبیدہ شیردل قتل
نہ کیجائے حمزہ صاحبقران کو اسپر رحم آجائے کوئی عورت اور کسی ولی خدا کو بہر مدد پکار رہی ہی غرض حرم سرا مین
ایک ہنگامہ محشر ہی جسوقت ملکہ گردیہ بانو نے دیکھا کہ عورتین امیر باتوقیر کی گردے ہٹتی نہین اُسوقت ملکہ گردیہ بانو
نے ہر ایک عورت کو جس طرح ہو سکا حمزہ صاحبقران کے پاس سے علیحدہ کیا اور خود امیر باتوقیر سے
جاکر کہا کہ صاحب آج یہ غصہ کس شخص پر ہی نقابدار کیسا کچھ کہو تو سہی امیر باتوقیر نے فرمایا ای ملکہ اسوقت
نقابدار زمرد رنگ کو ضرور قتل کرونگا کیونکہ وہ بے ادب میرے ناموس مین چلا آیا ہی جلدی بتاؤ وہ کہان ہی
ملکہ گردیہ بانو نے کہا آپ ذرا تشریف رکھین غصہ کو کم کرین مین ابھی نقابدار زمرد رنگ کو حاضر خدمت کرتی ہون
امیر باتوقیر یہ تقریر ملکہ گردیہ بانو کی سنکے ایک کرسی جواہر نگار پر بیٹھ گئے اور ملکہ گردیہ بانو اپنی زوجہ سے فرمایا
کہ ای ملکہ دیکھو مین بموجب تمہارے کہنے کے بیٹھ گیا ہون اب تمکو لازم ہی کہ بموجب اقرار کے اُس نقابدار کو جلدی
کو میرے روبرو حاضر کرو تاکہ مین اُسکو اسی وقت قتل کرون ملکہ گردیہ بانو نے کہا کہ صاحب آپ ایک تھوڑی
دیر اور توقف فرمائین مین نقابدار کو حاضر کرتی ہون ملکہ گردیہ بانو کا دیر کرنے سے یہ مدعا تھا کہ غصہ کسی قدر
امیر باتوقیر کا کم ہو جائے القصہ جب زمانہ تھوڑی دیر کا گذر گیا اُسوقت ملکہ گردیہ بانو ملکہ زبیدہ
شیردل کو اپنے ساتھ لیکر خدمت امیر باتوقیر مین چلین اکثر خواتین حرم سرا اس طرح مانع ہوئین کہ ای ملکہ عالم
آپ یہ کیا غضب کرتی ہین ملکہ زبیدہ شیردل کو سامنے حمزہ صاحبقران کے کیون لیے جاتی ہین آپ
نہین دیکھتین کہ امیر باتوقیر عقرب سلیمانی کھینچے ہوے غصہ مین بیٹھے ہین اور آمادہ قتل ملکہ زبیدہ
شیردل ہین ملکہ گردیہ بانو ان عورتون سے کہتی تھین کہ تم سب بیوقوف ہو چپ رہو جاؤ اپنی اپنی جگہ پر
بیٹھو ہمارے مقدمہ مین دخل نہ دو غرض خواتین بموجب کہنے ملکہ گردیہ بانو کے چپ ہوئین اور اپنی اپنی جگہ پر
بیٹھین مگر حمزہ صاحبقران کی جانب دیکھا کین اور دل مین یہ خیال کیا کین کہ دیکھیے کیا ہوتا ہی القصہ ملکہ
گردیہ بانو ملکہ زبیدہ شیردل کا ہاتھ پکڑے ہوے روبروے امیر باتوقیر تشریف لائین اور کہنے
لگین لو صاحب نقابدار زمرد رنگ یہی ہی اسکو اچھی طرح پہچان لو پھر قتل کرنا جسوقت ملکہ گردیہ بانو نے نقاب منہ کا
دور روبروے امیر باتوقیر اسطرح کی حمزہ صاحبقران نے بغور دیکھا بعد دیکھنے کے حمزہ صاحبقران کو معلوم ہوا کہ یہ میری
بیٹی ملکہ زبیدہ شیردل ہی اس وقت زلزلہ تاقاف ثانی سلیمان حمزہ صاحبقران امیر عالیشان کا غصہ کم ہوا
اور عقرب سلیمانی کو ہاتھ سے رکھکر ملکہ گردیہ بانو سے پوچھا کہ یہ ملک اردبیل سے نقابدار زمرد رنگ بنکے کیون
آئی اسکا بیان کام کیا تھا ملکہ گردیہ بانو نے کہا کہ جب آپکے دشمن مظفر فاریابی کے قید مین مبتلا ہو گئے
تھے اور گاؤ لنگی لشکر جرار لیکر واسطے جدال وقتال کے یہان آیا تھا اسنے بھی کسی سے سنا تھا کہ گاؤ لنگی لشکر
لیکر واسطے مقابلہ لشکر امیر باتوقیر کے گیا ہی اور فی الحال لشکر مین امیر باتوقیر تشریف نہین رکھتے تھے
اسکو تاب نہ آئی نقابدار زمرد رنگ بنکے اکثر ہنگام مقابلہ ہر دو لشکر آیا کی اور ہر روز لشکر گاؤ لنگی کے

پہلوانون کو ہلاک کیا تھی اور اسی نے خواجہ عمرو کو قتل کرنے سے ڈرا کر آپ کو قید مظفر فاریابی سے رہا کرایا
اور اب جو اسنے سنا کہ آپ مع الخیر رہا ہو کر لشکر مین تشریف لائے ہین اسکو ضرور ہوا کہ آپ کی قدمبوسی کو حاضر
ہو اور سعادت کونین حاصل کرے ملکہ گردیہ بانو نے یہ کہکر ملکہ زبیدہ شیردل کو اشارہ کیا کہ اپنے والد گرامی
قدر کی قدمبوسی کر ملکہ زبیدہ شیردل اشارہ اپنی مادر مہربان کا سمجھکر امیر باتوقیر کو تسلیم کرکے قدمون کیطرف
سیانتک جھکی قریب تھا کہ سر ملکہ زبیدہ شیردل کا پاے مبارک امیر باتوقیر سے لگے جسوقت حمزۂ صاحبقران
نے دیکھا کہ ملکہ زبیدہ قدم پر سر جھکانے کو ہے اسی انفور محبت پدری سے اسطرح خوش ہوئے کہ سر اپنی بیٹی
کا قدم کی جانب سے اٹھا کر سینے سے لگایا بعد الطاف پدری کے حمزۂ صاحبقران نے ملکہ گردیہ بانو سے مخاطب
ہو کر فرمایا کہ تم اپنی بیٹی سے تاکید کردو میری طرف سے کہدو کہ اب کبھی مردانہ لباس کرکے گھر سے باہر نہ نکلے ورنہ
مین ابکی مرتبہ سخت سزا دونگا ملکہ گردیہ بانو نے کہا کہ اول تو اسنے خود آپکا فرمانا سن لیا ہے لیکن مین بھی اسکو اچھی
طرح سمجھا دونگی حمزۂ صاحبقران یہ گفتگو ملکہ گردیہ بانو کی سنکے اور عقرب سلیمانی کو نیام مین رکھکر حرم سرا کے
باہر تشریف لائے دربانون کے بارے مین حکم کیا کہ انکا علاج کیا جائے بعد اسکے امیر باتوقیر سر جھکائے ہوے
بارگاہ سلیمانی مین تشریف لائے جملہ سرداران دست راستی اور دست چپی واسطے تعظیم حمزۂ صاحبقران کے
اٹھ کھڑے ہوے جب امیر باتوقیر دنگل پر تشریف رکھ چکے اسوقت جملہ سردار بھی بیٹھے امیر باتوقیر دنگل پر بیٹھے بیٹھے
یہ خیال کرنے لگے کہ اے حمزہ ملکہ قریشہ کے عقد کرنے کی تو تجکو فکر تھی اب ملکہ زبیدہ شیردل بھی ماشاءاللہ جوان
ہوئی ہے اسکی بھی شادی کی فکر کرنا لازم ہے اور غفلت کرنا اسکی شادی سے کسی طرح اچھا نہین ہے جسوقت سرداران
دیوقامت نے امیر باتوقیر کو متردد اور متفکر دیکھا ہر ایک سردار نے بعد ادب حمزۂ صاحبقران کی خدمت مین عرض
کیا کہ اے امیر باتوقیر اسوقت حضور کا مزاج کیسا ہے حمزۂ صاحبقران نے فرمایا کہ افضال پروردگار سے مین
اچھا ہون بعد مزاج پرسی کے اکثر سرداران نامی نے ارادہ کیا کہ حمزۂ صاحبقران سے حال نقابدار زمردرنگ
کا دریافت کرین مگر جرات نہ ہوئی لیکن خواجہ عمرو نے آہستہ امیر باتوقیر سے پوچھا کہ وہ نقابدار زمردرنگ
کون تھا اور کہان گیا حمزۂ صاحبقران نے خواجہ عمرو سے بہت آہستہ فرمایا کہ اے خواجہ وہ نقابدار زمردرنگ
ملکہ زبیدہ شیردل ہمشیرہ بدیع الزمان تھی اے خواجہ اسوقت خدا نے اپنا بڑا فضل کیا کیونکہ ملکہ زبیدہ بشکل
نقابدار زمردرنگ دربانون کو مجروح کرکے حرم سرا مین چلی گئی تھی اور دربانون نے تخلیہ مین مجکو اسکی
اطلاع دی کہ ایک نقابدار حرم سرا مین چلا گیا ہے اے خواجہ اسوقت مجکو نہایت غصہ آیا تھا اور عقرب سلیمانی کھینچکر
واسطے قتل کرنے نقابدار کے مین حرم سرا مین گیا تھا بعد دریافت حال معلوم ہوا کہ وہ ملکہ زبیدہ شیردل
تھی اے خواجہ مین شکر خدا کرتا ہون کہ اسوقت میرے ہاتھ سے عالم غیظ مین کوئی عورت قتل نہین ہوئی اور
ملکہ زبیدہ شیردل کی بھی جان بچی خواجہ عمرو یہ گفتگو امیر باتوقیر کی سنکے چپ ہو رہے اور دل مین خیال
کرنے لگے کہ اے عمرو واللہ اکبر نقابدار زمردرنگ ہمشیرہ بدیع الزمان تھی جب ہی بڑے بڑے پہلوانون
کو اسنے میدان مین ہلاک کیا مین بہت متفکر تھا کہ یہ نقابدار زمردرنگ کون ہے اب معلوم ہوا کہ ملکہ زبیدہ شیردل
تھی لیکن اے عمرو یہ عورت تو شجاعت مین مردون سے بڑھی ہوئی ہے دیکھیے اسکا عقد کس سے ہوتا ہے
اور اپنے شوہر سے یہ کیونکر بسر کرتی ہے اسکی قوت اور طاقت سے مجکو یقین ہے کہ اپنے خاوند سے کسی
طرح نہ دبیگی اور اُس بیچارے کو پلنگ سے اُٹھا اُٹھا کر رات بھر مین ہزار مرتبہ زمین پر پٹکے گی خواجہ عمرو

بیٹھے ہوئے دل میں یہ خیال کر رہے ہیں امیر بانو قیرجی ملکہ زبیدہ شیر دل کی شادی کی فکر میں سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں اور جملہ سرداران نامی بھی بسبب خاموش ہونے اور متردد ہونے حمزۂ صاحبقران کے چپ بیٹھے ہیں ان سبکو اسی طرح بیٹھے رہنے دیجیے لیکن اب کچھ خواتین حرم سرا کا حال رقم کیا جاتا ہی کہ جب زلزلہ قاف ثانی سلیمان حمزۂ صاحبقران امیر عالیشان حرم سرا سے بارگاہ سلیمانی میں جلوہ فرما ہوئے اسوقت خواتین حرم سرا نے سامان نذر مہیا کیا کسی عورت نے خوش ہوکر کہا کہ کیا واسیری مجیب الدعوات نے اسوقت قبول کی ہی میں اس خوشی اور مراد کے حاصل ہونے کی وجہ سے چند مسلمانوں کی آج ہی دعوت کرونگی یہ کہکر آپنے سامان دعوت مہیا کیا اور خود ان کو مدعو کیا کسی عورت نے ملکہ زبیدہ شیر دل کی جان بچنے کی وجہ سے دو رکعت نماز شکر بعد خضوع و خشوع پڑھی کسی عورت نے کچھ زر و جواہر ملکہ زبیدہ شیر دل پر سے تصدق کر کے فقرا اور مساکین کو دیا کسی عورت نے رسول خدا کی شیرینی پر نذر دی بعض خواتین نے مولا مشکلکشا کی نذر دلوائی اکثر عورتون نے بیبی کی صحنک کی غرض بعد نذر کے خواتین ذی وقار حرم سرا نے بوجہ خوشی کے ارباب نشاط کو طلب کیا نازنینان مہ جبین مع ساز و سامان حرم سرا میں حاضر ہوئیں اور بعد رقص کے مبارکباد گانے لگیں تمام حرم سرا میں ہنگامۂ عیش و نشاط بلند ہوا ہر ایک عورت کا دل ارمان برانے سے کمال شاد ہوا بعد رقص کرنے اور گانے کئی نازنینان خوش گلو کے ایک مطربہ خوبرو خوش گلو غنچہ دہن سیمین زہرہ جبین خورشید جمال عدیم المثال صاحب کمال پشواز پر زر پہنے ہوئے بناؤ سنگار کیے ہوئے پیش ملکہ گردیہ بانو حاضر ہوئی اور بعد ظاہر کرنے تکلفات اور کمالات رقص کے اس مطربہ شوخ چشم فتنہ محشر نے بفرمایش خواتین حرم سرا بناز و ادا یہ غزل گانی شروع کی

غزل

شب وصلت نہ گر وہ پر دغل جاتا تو کیا ہوتا	مرے دل سے جو اک ارمان نکلجاتا تو کیا ہوتا	شب وصلت جھٹک کر ہاتھ میرا یار یہ بولا
کرا او ظالم مرا سینہ مسل جاتا تو کیا ہوتا	گرایا کیوں مری آنکھوں سے یوں دل اطرح تو نے	جو طفل اشک دامن پر مچل جاتا تو کیا ہوتا
دیا بوسہ نہ کیوں تمنے متاع حسن جاں بخش کا	درم اک گنج قارون سے نکل جاتا تو کیا ہوتا	شب وصلت میں مجھ پوچھتے ہیں شوخ [illegible]
جتاؤ وعدہ وصل آج کل جاتا تو کیا ہوتا	سر بزم اپنے عاشق سے نہ کیں کیوں گرم باتیں	دل فرط آتش حسرت سے جل جاتا تو کیا ہوتا
سوال وصل پر اتیوری کی یار نے لیکن	دلا گر آپکے منہ سے ہاں نکل جاتا تو کیا ہوتا	نہ پڑھتا فاتحہ لیکن مرے مرقد کی جانب سے
اگر ہنستا ہوا وہ گل نکل جاتا تو کیا ہوتا	نہ پاتا اس مسیحا کے سوا صحت دل عاشق	طبیبوں کی دوا سے کچھ سنبھل جاتا تو کیا ہوتا
شکایت کی تو وہ بولے سبت مجھے جلنے دو گے	شب فرقت جو تیرا دم نکل جاتا تو کیا ہوتا	ہونچ جاتے رواق شاہ پر [illegible]
یہ ارمان بھی اگر دل سے نکل جاتا تو کیا ہوتا		

جس وقت مطربہ مسطورہ نے یہ غزل ہنر کی کہ جو سراسر عاشقانہ تھی پیش ملکہ گردیہ بانو و دیگر خواتین ذی وقار حرم سرا بصد ناز و ادا گا کر تمام کی اُسوقت جملہ خواتین حرم سرا غزل مسطور کو سنکے بدرجۂ کمال خوش ہوئیں بعض بعض نوجوان ملازم عورتوں نے تو اکثر اشعار عاشقانہ غزل مسطور کے سنکے آہ سرد کھینچکر اپنا اپنا کلیجا پکڑ لیا اکثر عورتیں کے پیش نظر اشعار غزل مسطور سنکے سامان وصل عاشق و معشوق پھرنے لگے مطربہ کے غزل ہنر سنکر از خود رفتہ ہوگئیں اکثر مغلانیوں کی زبان پر اشعار غزل مرقومہ سنکے ذائقہ بوس و کنار آگیا اکثر بہت سی بیوہ مست ہیں جو از حد مشتاق وصل تھیں وہ اشعار غزل مندرجہ بالا کو استماع کر کے اور اپنی بدقسمتی پر کبھی نظر کر کے آنکھوں میں اشک بھر لائیں اور جو عورتیں ملازم کہ نہایت ہی سن تھیں وہ بھی غزل ہنر کو سنکے اپنی اپنی جوانی کو یاد کر کے رونے لگیں اور ہر ایک شعر عاشقانہ پر کچھ خیال کر کے اُنکی بھی رال منہ سے ٹپکنے لگی کنیزیں جو نوجوان تھیں اور آرزو بوس و کنار تھیں اُنکی تو یہ کیفیت ہوئی کہ ایک ایک شعر کو سنکے اور جانب فلک بحسرت نگاہ کر کے

پہلے تو رو مین پھر اپنے مقدر کی بدی پر دل مین یہ خیال کرنے لگین کہ جسے اور کسی چاہنے والے سے زندگی مین کا ہے کو وصل ہوگا لطف بوس و کنار اٹھانا نصیب ہوگا دیکھیے کوئی شخص ہمارے بھی گلشن حسن سے گل چینی کرتا ہے یا نہین دیکھین کا ہمارا بھی دامن آرزو گوہر مراد سے بھرتا ہے یا نہین امید تو ہمکو اپنے طالع ناساز سے یہ نہین ہے کہ ہم بھی پہلو سے عاشق مین بعد راحت و آرام سوئین گے بلکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی طرح جفائے چرخ بے مہری سے مدام روئین گے وہ عورتین دنیا مین کیا خوش نصیب ہین جنکے چاہنے والے جان نثار کرنے والے دو چار ہین ایک ہم بد قسمت ہین ہمارا شیفتہ اور فریفتہ ایک بھی نہین ہے نہین معلوم ہماری تقدیر مین کاتب قدرت نے کیا تحریر کیا ہے بقول استاد شعر خط جبین پڑھا نہین جاتا کسی سے واہ لکھا ہے حق نے حال مقدر کس طرح غرض حرم سرا مین مطربہ مذکورہ سے غزل مسطور سنکر ہر ملازم عورتون کا جدا جدا حال اور خیال تھا الحاصل خواتین ذی وقار حرم سرا نے خوش اور مسرور ہوکر اس مطربہ کو اسقدر زر کثیر اور جواہر بیش بہا انعام مین دیا کہ اس مطربہ خوش گلو کا دامن آرزو و کیسۂ زر و جواہر سے بھر گیا مطربہ انعام کثیر پاکر خوش ہوئی اور پھر نہ چپ ہے امنگ سے گانے لگی جب مطربہ خوبرو گا چکی اسوقت بجکم ملکہ گردیہ بانو

بزم عشرت موقوف ہوئی نازنینان خوبرو خوش گلو بھی رخصت ہوئین

داستان آنا چار نقابداروں کا خدمت حمزۂ صاحبقران مین اور عرضی دنیا واسطے شادی کرنے اپنی لڑکیون کے بعد پڑھنے عرضی کے مشورہ کرنا حمزۂ صاحبقران کا خواجہ عمرو سے اور تصویرین تقسیم کرنا سردارون پر از انجملہ ایک ایک تصویر دینا فرامرز اور کرب غازی کو اور کرب کا فرامرز سے تصویر لیکر تہ دینا اور حمزۂ صاحبقران کا کرب سے تصویر چھین کر فرامرز کو دینا اور کرب کا رنجیدہ ہوکر اپنے خیمے مین جاکر خود اپنے گلے مین پھانسی لگانا اور خواجہ کا فی الفور آنا اور حلقہ کمند گردن سے کاٹ دینا کرب کا بیہوش ہو جانا خواجہ عمرو کا رونا امیر با توقیر کا یہ خبر سنکر تشریف لانا اور عمرو سے یہ کہنا کہ تم کرب کو ملکہ زبیدۂ شیردل سے شادی ہونے کا مژدہ دو اور عمرو کا مژدہ دینا کرب کا خوش ہوکر آنکھین کھول دینا پھر خواجہ عمرو کا سامان شادی کرب غازی کرنا اور بڑے تزک سے ملکہ زبیدہ

شیردل کو بیاہ لانا و دیگر حالات ۔ ساقی نامہ

کہاں ہے تو اے ساقی مہ جبین
عجب غم سے ہے حال قلب حزین
خفا مجھ سے ہے آج کیون نازنین
میری بیقراری کی تجھکو قسم
ذرا دیر اے ساقی کر سخن
میری میکشی کو بھی سن کے
غرض ساقیا کر خیال ہنسے

نہ کر دیر آ جلد میرے قرین
ذرا مجھ سے میکش کی بھی نے نخ
دکھا مجھکو تصویر بنت العنب
میری اشکباری کی تجھکو قسم
بنا کر دکھا دخت رز کو دلھن
لکھونگا مین احوال عقد کریب
کو ارادہ کراب دلی ہنسے

بڑی دیر سے ہے مری چشم نم
ہے میکدے مین تری آبرو
تجھے اپنے ناز و ادا کی قسم
سر شیشۂ دل کی تجھکو قسم
یہ میخانہ بھی آج سج اسطرح
دکھاؤنگا نقشہ مین وہ کھینچکر

سراپا ہون مین آج تصویر غم
پلا جلد مجھکو مئے مشکبو
تجھے میری آہ و بکا کی قسم
بس اب موسم گل کی تجھکو قسم
کہ ہوتا ہے شادی کا گھر جسطرح
پھڑک جائے مانی بھی جیسے اگر

صورتگران نازک خیال و نقاشان مانی و بہزاد خصال مصوران باکمال و صورت کشان عروس باجمال شیرین مقال عدیم المثال رنگین طبع و خوش بیان وحید عصر و یکتائے جہان بلبل خوش نوائے گلشن بہ فت وطوطی شیرین مقال بوستان فصاحت تصویر اس داستان رنگین کی بصد حسن و خوبی صفحۂ بیان پر موقلم فکر سے اسطرح کھینچتے ہین کہ زلزلہ قاف ثانی سلیمان حمزۂ صاحبقران امیر عالیشان بعد ادائے نماز سحر بارگاہ سلیمانی مین دنگل پر تشریف رکھتے ہین بادشاہ لشکر اسلام سعد بن قباد عالیمقام تخت

جواہر نگار پر متمکن ہین سرداران دست راستی اور بہادران دست چپی یعنی پانچہزار پانچسو چین تیغ زن
صف شکن یمین و یسار حمزہ صاحبقران دنگلون پر بصد صولت و شوکت بیٹھے ہوئے ہین اور حمزہ صاحبقران
ذلیو قار وظیفہ پڑھ رہے ہین خواجہ عمرو کرسی ہر ہر پر رونق افزا ہین نسیم سحر چل رہی ہو طائران خوش الحان
درختون پر بیٹھے ہوئے باربار حمد پروردگار کر رہے ہین نور سحر سے جہان روشن ہو آفتاب طلوع نہین ہوا ہو امیر
بالوقیر جانب صحراے سبزہ زار دیکھ رہے ہین یکایک حمزہ صاحبقران نے ملاحظہ فرمایا کہ صحرا کی طرف سے غبار
بلند ہوا بعد چند ساعت کے امیر بالوقیر نے یہ دیکھا کہ چار نقابدار ہر کہاے سرنگ و مشکی پر سوار اسطرف چلے آتے
ہین حمزہ صاحبقران نے دیکھتے ہی ان نقابدارون کو پہچان لیا کہ یہ وہ نقابدار ہین جنھون نے چاہ جمشیدی
پر جب مین نابینا ہوگیا تھا اگر میری مدد کی تھی غرض بمجرد دیکھنے نقابداران مسطور کے امیر بالوقیر نے واسطے
استقبال نقابداران مذکور کے شاہان ہفت ملک کو روانہ کیا شاہان ہفت ملک بموجب حکم حمزہ صاحبقران گئے اور نقابدارون کا
استقبال کیا چارون نقابدار امیر بالوقیر کی یہ عزت افزائی اپنی نسبت دیکھکر بہت خوش ہوئے اور ہمراہ شاہان
ہفت ملک کے بصد خوشی بارگاہ دیسلمانی مین آنے چلے بادشاہ لشکر اسلام سعد بن قباد عالی مقام کو مجرا کیا
بعدہٗ حمزہ صاحبقران کو آداب و تسلیم بجالاے اکثر سرداران نامی واسطے اُنکی تعظیم کے بپاے امیر بالوقیر
اُٹھ کھڑے ہوئے حمزہ صاحبقران نے خوش ہوکر اپنے قریب جواہر نگار کرسیون پر انکو بٹھایا اور بعد
لطف مزاج پرسی کی اور باعث آنے کا بھی دریافت کیا نقابداران مذکور نے کہا کہ افضال خدا اور آپ کی برکت
دعا سے ہم بہ صحت و عافیت ہین ایک نقابدار ذی وقار نے ایک عرضی حمزہ صاحبقران کی خدمت
مین گذرانکر بیان کیا کہ سبب ہمارے اسوقت آنے کا اس عرضی کے مضمون سے آپ پر ہویدا اور ظاہر ہوجائیگا
امیر بالوقیر عرضی اُس نقابدار سے لیکر خود پڑھنے لگے اور اُس عرضی مین یہ مضمون تھا مضمون عرضی
بعد القاب لکھا تھا کہ از زر در قاف ثانی سلیمان حمزہ صاحبقران امیر عالی شان آپکو معلوم ہو کہ مصلحت
خدا سے ہم چارون کے ازواج سے چارسو بیٹیان پیدا ہوئی ہین اور ماشاء اللہ فی الحال جملہ دختران پاکیزہ
سن تمیز کو پہونچی ہین اور ہمکو سب لڑکیون کی شادیان کرنا منظور ہین ہرچند کہ ہمنے ربع مسکون مین چارسو
شاہزادگان نیک اطوار کی جستجو کی مگر کسی طرح ممکن نہوئے چونکہ آپ کے لشکر ظفر اثر مین صدہا شاہزادگان
عالی وقار و بہادران نامدار یکتاے روزگار ہین لہذا ہم امیدوار ہین کہ آپ کار ثواب جانکر دختران مرقومہ کو
شاہزادگان و بہادران لشکر سے منسوب فرمائین اور ہمکو انکے عقد و نکاح کر دینے سے فرصت و فراغت
دین فقط زیادہ حد ادب الٰہی آفتاب دولت و اقبال و شجاعت مدام تابان رہے عریضہ بندگان رب جلیل
یعنی نقابداران خاکسار و ذلیل جسوقت حمزہ صاحبقران عرضی مذکورہ بالا کو بخوبی پڑھ چکے عرضی کو رکھکر
فکر کرنے لگے کہ ان نقابدارون کی چارسو لڑکیان ہین انہین نہین معلوم حسین کتنی ہین اور بدشکل کسقدر ہین
غرض اُن سبکو ان شاہزادگان عالیوقار اور بہادران تہور شعار سے کیونکر منسوب کیا جاے امیر بالوقیر
نے یہ فکر کرکے خواجہ عمرو کو اپنے پاس طلب کیا جب خواجہ حمزہ صاحبقران کے پاس آئے اسوقت
امیر بالوقیر نے خواجہ کو مضمون عرضی مسطور سے آہستہ آگاہی دیکر فرمایا کہ اس مقدمہ مین تم سے
مشورہ لینا چاہتا ہون کس طور سے ان نقابدارون کی لڑکیون کو ان شاہزادون بہادرون سے منسوب
کرون مجکو تردد اس امر کا یہی ہو کہ چارسو لڑکیون مین خوبصورت اور حسین بھی ہونگی اور اکثر بدصورت

بھی ہونگی پس جو لڑکیاں کہ حسین نہیں ہیں اُنکو کن بہادروں سے منسوب کروں اور جو لڑکیاں کہ صاحب حسن و جمال
ہیں اُنکو کن دلاوروں سے منسوب کیا جائے ای خواجہ ان بہادروں میں سے جس بہادر کو اُس لڑکی سے جو حسین نہوگی
میں منسوب کر دونگا تو وہ بعد عقد مجھسے شاکی ہوگا ہر چند کہ میں اُنکے نام اور اُنکی صورتوں سے آگاہی نہیں رکھتا فقط
اس خیال سے یہ کہا گیا ہے کہ سب مرد خوبصورت نہیں ہوتے اور سب عورتیں حسین نہیں ہوتیں پس ای خواجہ
کوئی تدبیر ایسی کرنا چاہیے کہ ان نقابداروں کی جملہ لڑکیوں سے ہمارے لشکر میں جو شاہزادے اور بہادر ہیں وہ
آج ہی منسوب ہو جائیں اور سب کو بعد عقد کے مجھسے شکایت باقی نہ رہے خواجہ عمرو نے جب کل تقریر امیر باتوقیر
کی سنی کہا کہ ای امیر باتوقیر میرے نزدیک تو یہ مناسب ہے کہ آپ ان نقابداروں سے کہیے کہ اپنی دختروں کی
تصویریں مصوروں سے کھچوائیں اور آپ اُن سب تصویروں کو باہم ملاکر ایک صندوقچے میں رکھکر ایک ایک تصویر
پشت کی طرف سے اٹھاکر ہر ایک شاہزادے اور دلاور کو عنایت فرمائیں اس تدبیر سے ہر ایک بہادر ناخوش نہوگا اور
جن صاحب تصویر کا جس بہادر کے عقد میں بحکم خدا آنا ہوگا وہی تصویر اُسکو آپکے ہاتھ سے دستیاب ہوگی امیر باتوقیر
نے تقریر مذکور خواجہ عمرو کی سنکے بہت پسند کی اور نقابداروں سے مخاطب ہوکر آہستہ فرمایا کہ جو کچھ آپ صاحبوں
نے اس کاغذ میں تحریر کیا تھا میں نے بخوبی پڑھا آج ہی ہر ایک دختر آپکی ایک ایک سردار سے منسوب ہو جاتی
مگر بوجہ نہونے اُنکی تصویروں کے ناچاری ہے پس اب آپکو مناسب ہے کہ اپنی لڑکیوں کی تصویریں کھچواکر کسی روز سعید
لائیے تاکہ موافق آپکی آرزو کے ہر ایک دختر ہر ایک شاہزادے سے منسوب ہو جائے نقابداروں نے بھی چپکے
سے کہا کہ ہم تصویریں کھچواکر لیتے آئے ہیں یہ کہکر حمزۂ صاحبقران کے روبرو جملہ تصویریں رکھدیں اُسوقت امیر
باتوقیر نے خواجہ عمرو سے فرمایا کہ تصویریں تو میں تقسیم کیے دیتا ہوں لیکن ہر ایک بہادر کی شادی کا انتظام اور انصرام تمکو
کرنا ہوگا خواجہ نے قبول کیا الغرض امیر باتوقیر نے جملہ شاہزادوں اور دلاوروں کی طرف مخاطب ہوکر چاروں نقابداروں
کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ اور حال شرافت و نجابت ظاہر کرکے زبان فیض ترجمان سے فرمایا کہ جس جس شاہزادہ نامدار
کو شادی اپنی کرنا منظور ہو اسوقت مجھسے ایک تصویر بغیر دیکھے لے اُسی صاحب تصویر سے اسکا عقد کیا جائیگا اُسوقت
ہر ایک شاہزادہ ذیوقار اور ہر ایک دلاور نامدار سننے تقریر حمزۂ صاحبقران کے خوش ہوکر طالب تصویر ہوا امیر باتوقیر نے
جملہ تصویروں کو باہم ملاکر ایک صندوقچہ میں پوشیدہ رکھکر بغیر دیکھے ایک ایک تصویر ایک ایک بہادر کو دینی شروع کی ازانجملہ
ایک تصویر فرامرز کو دی اور ایک تصویر کرب غازی کو عنایت کی فرامرز تصویر مذکور کو دیکھکر نہایت خوش ہوا کیونکہ وہ تصویر
ایک حسین اور خوبصورت شاہزادی کی تھی اور کرب غازی تصویر مذکور دیکھکر رنجیدہ ہوا اسوجہ سے کہ وہ تصویر ایک
ایسی بدشکل عورت کی تھی کہ جسکا قد بہت پست تھا بال سر کے بھورے تھے آنکھیں چھوٹی چھوٹی کرنجی تھیں اور پیشانی
تنگ تھی گردن کوتاہ تھی چہرہ گول تھا رنگ بیخ سیاہ تھا ہونٹھ موٹے موٹے تھے اور دانت ازحد بڑے تھے اور دو چار
دانت تو ایسے باہر نکلے تھے کہ ہونٹھوں سے باہر تھے کمر اس درجہ چوڑی تھی کہ سینہ اور کمر میں کچھ فرق نہ تھا الغرض کرب غازی
اُس تصویر کو دیکھکر ازحد ناخوش ہوا اور صورت تصویر کی مہیب دیکھکر لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھنے لگا آخر دلمیں یہ خیال
کرنے لگا کہ نہیں معلوم مجھے کو ایسی تصویر ملی ہے یا اوروں کو بھی ایسی ہی تصویریں ملی ہیں پس ای کرب اسوقت مناسب ہے
کہ فرامرز سے تصویر لیکر دیکھ کہ وہ تصویر کیسی ہے القصہ کرب غازی نے بعد اس خیال کرنے کے فرامرز سے تصویر مانگی
فرامرز نے کہا کہ میں تصویر نہ دونگا کرب غازی نے کہا کہ ایک نظر دیکھ لینے میں تو کچھ مضائقہ نہیں تھا فرامرز نے جواب دیا کہ میں اپنی
ناموس کو کسی کو نہیں دکھاتا مگر اس شرط سے تصویر دیکھنے کو دیتا ہوں کہ تمنے بھی جو تصویر پائی ہے وہ تم بھی مجھکو دیکھنے کو دو کرب غازی

سنے بوجہ بدشکل ہونے اُس تصویر کے فرامرز سے اقرار کیا کہ اچھا تم اس تصویر کو لیکر دکھواور جو تمکو تصویر ملی ہے وہ مجھے دیکھنے کو
دو فرامرز نے تصویر کرب غازی کو دیدی اور کرب غازی سے تصویر لے لی جب فرامرز نے اُس بدصورت تصویر کو دیکھا تو ہنس کے
ہنسکے کہا کہ واہ واہ کیا شکل ہے دیکھکر روئیں کھڑے ہوے جاتے ہیں مگر ہمارے کرب غازی کا جوڑ تو معقول ہے کرب غازی
کو یہ کلمہ کہنا فرامرز کا نہایت ہی ناگوار ہوا اور دل میں اپنے یہ خیال کیا کہ فرامرز نے اسوقت مجھے مسخرہ کیا غرض کرب غازی
تقریر طنز آمیز فرامرز کی سنکے چپ ہو رہا اور فرامرز نے جو تصویر لی تھی اُسے دیکھنے لگا جب سراپا ے تصویر کو کرب غازی
نے بخوبی دیکھا بہت پسند کیا کیونکہ وہ تصویر ایسی خوبصورت اور حسین عورت کی تھی کہ اگر پری بھی اُس تصویر کو دیکھتی تو اپنے
حسن وجمال کو صاحب تصویر کے حسن و لفریب سے کمتر پاتی الغرض جب کرب غازی نے تصویر کو اچھی طرح دیکھ لیا اسوقت
فرامرز نے کہا کہ اب تصویر دے دو اور یہ تصویر لے لو کرب نے جواب دیا کہ ہمنے تو یہ تصویر لے لی اب ہم اس تصویر کو نہ دینگے
فرامرز نے کہا وجہ تصویر نہ دینے کی بتاؤ کرب غازی نے جواب دیا سبب تصویر نہ دینے کا یہ ہے کہ اپنا دل نہیں چاہتا کہ یہ تصویر تمکو
دیدیں اور وہ تصویر لے لیں فرامرز نے کہا بہتر اور مناسب یہی ہے کہ تصویر دیدو ورنہ باعث ملال کا ہوگا کرب غازی نے
جواب دیا کہ ہم تمسے ہرگز نہیں ڈرتے اگر کچھ دعوے شجاعت ہو تو بارگاہ سلیمانی سے نکل کے مقابلہ کر لو اگر زبردست ہو تو مجھسے یہ تصویر
لے لو جسوقت فرامرز نے یہ تقریر کرب غازی کی سنی نہایت غصہ آیا اور ارادہ کیا کہ بارگاہ سلیمانی سے نکلکے جانب صحرا
جا کر کرب غازی سے مقابلہ کرکے بزور شمشیر تصویر ناموس لے لینا چاہیے لیکن بخیال عتاب حمزۂ صاحبقران بغیر اطلاع
کیے ہوے واسطے مقابلہ کے جانا مناسب نہ جانا اور اسیوقت امیر بابو قر کے پاس آکر یہ عرض کیا کہ اے نبیرۂ قاف ثانی سلیمان
حمزہ صاحبقران امیر عالیشان کرب غازی نے مجھسے تصویر دیکھنے کو لی تھی اب جو میں مانگتا ہوں تو نہیں دیتے ہیں اور یہ
کہتے ہیں کہ اگر تمکو دعوے دلاوری ہے تو آؤ بزور شمشیر یہ تصویر مجھسے لے لو بس یا تو آپ کرب غازی سے تصویر مجکو دلوا دیں
یا مجکو مقابلہ کرنے کی اجازت دیں مجکو بغیر اپنے ناموس کی تصویر لیے ہوے کسی طرح چین اور قرار نہ آئیگا امیر بابو قر تو بہادر دلا
اور دلاوروں کو تصویریں دے رہے تھے فرامرز کی گفتگو سنکے ناگاہ کرب غازی سے فرمانے لگے کہ اے کرب فرامرز کو
تصویر کیوں نہیں دیتے اور جو تمکو ہمنے تصویر دی تھی وہ تصویر فرامرز سے کس سبب سے نہیں لیتے کرب غازی نے
عرض کیا مجکو یہ تصویر پسند آئی ہے اسوجہ سے میں نہیں دیتا ہوں اور نہ دونگا اور وہ تصویر مجکو اچھی معلوم نہیں ہوتی ہے
اس سبب سے نہیں لیتا ہوں حمزہ صاحبقران نے فرمایا کہ جو ہمنے تمکو تصویر دی وہی تصویر فرامرز سے لو اور بُرے اور
اچھے کا خیال نہ کرو کیونکہ ہمنے کسی سردار کو دیکھکر کوئی تصویر نہیں دی تھی ان تصویروں میں جس صاحب تصویر سے جس کی
شادی کا ہونا روز ازل کاتب قدرت نے لکھدیا ہے ممکن نہیں کہ نہو کرب غازی نے عرض کیا حضور نے بجا فرمایا لیکن کوئی
شخص اچھی چیز کو چھوڑ کر بُری شے نہیں لیتا ہے بس میں اس تصویر دلپذیر سے کیونکر دست بردار ہو کر بدشکل تصویر کیلے لوں
صاحبقران نے فرمایا کہ مصلحت خدا میں تو دخل نہیں لیکن بظاہر تمکو وہی تصویر لینا ہوگی اور اُسی صاحب تصویر کے ساتھ
تمھاری شادی ہوگی کرب غازی نے عرض کیا مجکو کسی طرح اُس صاحب تصویر کے ساتھ شادی کرنا منظور نہیں ہے حضور
وہ تصویر یا تو اور کسی سردار کو دیدیں یا فرامرز ہی کے پاس رہنے دیں امیر بابو قر نے فرمایا یہ کبھی نہو گا کہ میں تمھاری
خوشی کے واسطے ناانصافی کروں اور فرامرز کو رنجیدہ کروں القصہ ہرچند حمزہ صاحبقران کرب غازی سے تصویر کے
بارے میں یہ فرماتے ہیں کہ یہ تصویر فرامرز کو دیدو اور وہ تصویر فرامرز سے لو مگر کرب غازی اول تو بخیال اسکے
کہ فرامرز یہ کہیگا کہ دیکھا کسطرح تصویر بچھسے لی اس سبب سے تصویر نہیں دیتا ہے دوسرے یہ تصویر خوبصورت
عورت کی ہے اسوجہ سے بھی دینے سے انکار کرتا ہے خوشکہ جملہ بہادران شور شعار اور دلاوران چیدہ روزگار اور خواجہ عمرو

اور چار سو نقابدار عالی وقار سع فرامرز تقریر امیر بانو قیر اور گفتگو سے کرب غازی سن رہے تھے اور خاموش بیٹھے ہوئے
تھے اکثر سرداران عالی فہم خیال کر رہے ہین کہ دیکھیے انجام اس گفتگو کا کیا ہوتا ہے جاودان و استدامت و دست چپ
خاموش ہین حمزۂ صاحبقران کے بیٹھنے سے کوئی دم اور کرب غازی یا فرامرز مغربی کی حمایت امداد کر نہین سکتا ہے حاصل
جب کرب غازی نے متواتر سمجھانے پر بھی فرامرز کو تصویر نہ دی اسوقت امیر بانو قیر نے ترش رو ہو کر کرب غازی کے
ہاتھ سے تصویر مہجبین کے فرامرز کے حوالہ کر دی اور فرامرز سے تصویر لیکر کرب کو دیدی لیکن کرب غازی نے تصویر
لیکر پیر حمزۂ صاحبقران کے پاس رکھدی اور عرض کیا کہ مین تو یہ تصویر نہ لونگا اور یہ کہکر بوجہ مہجبین جانے تصویر کے کرب
کا یہ حال ہوا کہ کانپنے لگا اور آنکھون مین اشک بھر لایا رنگ رخ کثرت رنج و ملال سے متغیر ہو گیا فرامرز نے تصویر [illegible]
بجانب کرب غازی دیکھکر اشارے سے کہا کہ مہربان جان جو منہ سے کہتے ہین وہی کرتے ہین دیکھا ہے جو کچھ تھا
وہی کیا تصویر لے لی اور تم اپنے قول کی پابندی نہ کر سکے کرب غازی کو اشارہ فرامرز سے اور زیادہ ملال ہوا اسوقت
کرب غازی نے یہ خیال کیا کہ ایسی ذلت اٹھا کر جینے سے تو مرنا ہی بہتر ہو یہ خیال کر کے دنگل پر سے اٹھا اور بارگاہ
سلیمانی سے نکل کر اپنے خیمہ کیطرف روانہ ہوا جسوقت کرب غازی اپنے خیمہ مین پہونچا اور اندلس آثار حزن و ملال
چہرہ کرب غازی پر دیکھکر پریشان ہوا آخر بیتاب و بیقرار ہو کر پوچھنے لگا اسوقت مزاج کیسا ہے کرب نے کہا آج
تو بہت مزاج اپنا اچھا ہے اندلس نے عرض کیا مین تو آج آپکے چہرے پر آثار حزن و ملال ایسے پاتا ہون کہ کبھی
مین نے اسطرح آپکو محزون اور مغموم نہ دیکھا تھا پس مجھکو اپنا خیر خواہ جانکر جو امر باعث ملال کا ہو بیان کیجیے اور مجھسے
پوشیدہ نہ فرمائیے اگر کسی معشوق حسین پر آپکا دل آیا ہے اور اسکی فرقت مین آپکو بیقراری اور اشکباری ہے تو آپ فقط
اس معشوق کا نام اور مقام و مسکن مجھ خاکسار کو بتا دین مین ابھی جا کر ایسی عیاری کرون کہ اسکو راضی کر کے حضور کی خدمت
مین حاضر کرون اگر کسی شخص سے کچھ آپکو صدمہ پہونچا ہے تو بھی حضور اس شخص کے نام سے مجھکو آگاہی دین مین ابھی جاؤن
اور بقدر امکان آپکا انتقام اس سے لون اگر کسی سردار سے فی الحال آپسے کچھ تکرار ہوئی ہے تو بھی حضور مطلق رنج نکرین
انشاء اللہ اس سردار سے سمجھ لیا جائیگا بالفعل آپکو واسطے دفع رنج و ملال کے یہ مناسب ہے کہ باہر شکار صحراے سبزہ زار
مین تشریف لے چلین اور چند روز تک شکار کھیلین یا کسی جانب برائے تفریح دل چند دن کے واسطے سفر کرین کرب
غازی نے فرمایا اے اندلس سواے سفر کرنے کے اور کسی امر کو دل نہین چاہتا ہے کچھ عجب نہین کہ ہمارا یہان سے جلد سفر ہو جاے
اسوقت مجھکو لازم ہے کہ تو یہان سے چلا جا اور در خیمہ پر بیٹھ زیادہ باتین کہ ہمارے سر مین درد ہو رہا ہے تھوڑی دیر تک استراحت
کرینگے خبردار لیکن پہر بھر کے اس خیمہ مین آئیو اور اگر جلد آئیگا تو ہمکو تجھسے ملال ہوگا اندلس نے عرض کیا اسوقت میرا
تو دل نہین چاہتا ہے کہ آپکو محزون تنہا خیمہ مین چھوڑ کر چلا جاؤن مگر خلاف حکم بھی نہین کر سکتا جاتا ہون افسوس آپ نے
اپنا حال دل مجھسے بیان نہین کیا یہ امید مجھکو آپسے کسی طرح نہ تھی کرب غازی نے جواب دیا اے اندلس اگر کوئی بات
ہوتی تو بیان کیجاتی اور جو امر ہوگا وہ ظاہر ہو جائیگا القصہ اندلس عیار بموجب حکم کرب غازی در خیمہ پر آکر بیٹھا بعد جا
جانے اندلس کے کرب غازی نے حلقہ کمند کے لیا اور کرسی پر کھڑے ہو کر خیمہ کی سقف مین نہایت مستحکم باندھے اور ایک
حلقہ کمند لٹکا رہنے دیا اور اس حلقہ کمند کو اپنی گردن مین ڈالکر پاؤن سے کرسی کو ہٹا دیا بمجرد ہٹا دینے کرسی کے کرب غازی
لٹکنے لگا یہان تو کرب غازی اپنے گلے مین پھانسی لگائے ہوئے لٹکتا ہے لیکن اب کچھ حال خواجہ عمرو کا بیان کیا جاتا ہے
جسوقت کرب غازی بارگاہ سلیمانی سے بوجہ مہجبین جانے تصویر کے رنجیدہ ہو کر چلا تھا خواجہ عمرو نے بھی دیکھا تھا
انے کرب غازی کے خواجہ عمرو کو پیچھے پیچھے خیال ہوا کہ کرب غازی یہان سے ملول ہو کر گیا ہے ایسا نہو کہ اپنی ہلاکت

ہے غرض خواجہ عمرو بارگاہ سلیمانی سے اٹھکر جانب خیمۂ کرب غازی روانہ ہوئے اور جلد تر راہ طے کرکے قریب خیمہ
پہونچے تو دیکھا کہ اندلس عیار در خیمہ پر سر جھکائے ہوئے کسی فکر مین بیٹھا ہے خواجہ عمرو نے اندلس سے پوچھا کہ کرب غازی
فرزند میرا کہان ہے اندلس نے عرض کیا کہ خیمہ مین مجھکو کسی طرح رہنے نہ دیا اور یہی کہا کہ تو یہان سے چلا جا آخر مین مجبور
ہوکر یہان آکر بیٹھ رہا خواجہ عمرو نے کہا اے اندلس بڑا آج غضب ہوا خدا خیر کرے یہ تو بتا کہ تجکو یہان بیٹھے ہوئے کتنی دیر ہوئی
اندلس نے کہا زمانہ قریب ایک ساعت کا گذرا ہوگا خواجہ عمرو اسقدر سنکر بہت بیتاب اور بیقرار ہوکے اندر خیمہ کے گئے اور اندلس
بھی ہمراہ خواجہ عمرو خیمہ مین داخل ہوا جسوقت خواجہ عمرو خیمہ مین داخل ہوئے عجب واقعۂ ملال افزا نظر آیا یعنی دیکھا کہ کرب
غازی اپنی گردن مین پھانسی لگائے ہوئے لٹکا ہے اور دست و پا اسکے ایسے متحرک ہین یہ معلوم ہوتا ہے کہ جسم سے جان نکل رہی
خواجہ عمرو نے جو یہ حال کرب غازی کا دیکھا بصد فریاد و اشکباری جلد تر خنجر سے حلقۂ کمند گلوئے کرب غازی سے کاٹ لیا
بعد حلقہ کمند کٹنے کے جب کرب غازی زمین پر گرنے لگا فی الفور خواجہ نے کرب کو اپنی آغوش مین لیکر بستر نرم پر لٹا دیا اندلس
عیار نے جو یہ حال کرب غازی کا مشاہدہ کیا اور خواجہ عمرو کو روتے دیکھا خود بھی بآواز بلند فریاد و فغان کرنے لگا اور
کرب غازی کے گرد پھر پھر کے تصدق ہونے لگا اور یہ کہنے لگا کاشکے یہ خادم آپ کا بعوض آپ کے ہلاک ہوتا اور کاشکے
میری آنکھین نابینا ہوتین کہ مین یہ حال پر ملال آپ کا نہ دیکھتا غرض اسی حالت بیقراری اور اشکباری سے خدمت امیر
باتوقیر مین گیا زیب دولت ثانی سلیمان حمزۂ صاحبقران امیر عالیشان کہ تصویرین تقسیم کر چکے تھے اور بیٹھے ہوے تھے اندلس
کو بیقرار اور اشکبار دیکھکر گھبرا گئے اور بیتاب ہوکر پوچھنے لگے ارے خیر تو ہے اندلس نے عرض کیا حضور بڑا غضب ہوگیا کچھ
اور خواجہ عمرو پر خلاف غم گر پڑا اب زندہ رہنے کو میرا دل نہین چاہتا حمزۂ صاحبقران نے فرمایا اے اندلس مفصل حال بیان
کر کیا ہوا اندلس نے بصد فریاد و فغان عرض کیا حضور اگر آپ کو کرب غازی کو دیکھنا منظور ہو تو جلد تشریف لے چلئے انکا
حال اچھا نہین ہے امیر باتوقیر نے اشکبار ہوکے پوچھا اے اندلس سبب ناسازی مزاج کرب غازی سے تو کچھ خبردار ہے ذرا ہوش
مین آکر اچھی طرح احوال بیان کر اندلس نے عرض کیا اے امیر باتوقیر بارگاہ سلیمانی سے آج جب کرب غازی اپنے خیمہ مین گئے
تھے مین خیمہ مین بیٹھا تھا مجھسے فرمانے لگے کہ تو اسوقت خیمہ کے باہر چلا جا مین نے بہت پوچھا لیکن کچھ حال صاف بیان نکیا مین
مجبوری بموجب حکم باہر خیمہ کے چلا آیا اور در خیمہ پر بیٹھا بعد تھوڑی دیر کے خواجہ عمرو آئے اور کرب غازی کو مجھسے پوچھنے لگے
مین نے عرض کیا کہ کرب غازی خیمہ مین ہین اور تمام حال بھی اپنے باہر خیمہ کے آنے کا بیان کیا خواجہ عمرو خیمہ مین تشریف لے گئے
مین بھی ہمراہ خواجہ عمرو خیمہ مین گیا وہان جاکر عجب واقعۂ ملال افزا نظر آیا یعنی مین نے دیکھا کہ حلقۂ کمند گردن مین کرب
غازی کے ہے اور دست و پا متحرک ہین خواجہ نے حلقہ کمند کا جلد گردن سے کرب غازی کے کاٹا اور فرش پر لٹایا اب کرب
غازی بیہوش ہین آمد و شد نفس کی تو ہے مگر آثار اچھے نظر نہین آتے ہین خواجہ سرہانے کرب غازی کے بیٹھے ہوئے رو رہے
ہین حمزۂ صاحبقران اور جملہ بہادران یہ خبر ملال اثر سنکے مغموم ہوئے لیکن سب سے پہلے امیر باتوقیر بصد تعجیل و اشکباری
ہمراہ اندلس خیمۂ کرب غازی مین تشریف لائے خواجہ عمرو نے جو حمزۂ صاحبقران کو دیکھا کثرت سے نالہ و فغان کرکے
یہ کہا کہ اے حمزۂ صاحبقران آپ ہی میرے فرزند کے باعث ہلاکت ہوئے آپ کو یہ منظور ہوا کہ میرا فرزند زندہ رہے
آپ خوش ہون کیونکہ بظاہر کرب غازی کے آثار زندہ رہنے کے معلوم نہین ہوتے افسوس ہزار افسوس ایک تصویر کے
واسطے تصویر اس شیر بیشہ شجاعت کی خاک مین ملا چاہتی ہے اے امیر باتوقیر کیا خوب آپ نے قدر و منزلت نظر کردہ شاہ ولایت
کی بھی آپکو اسوقت مناسب نہ تھا حمزہ صاحبقران نے فرمایا اے خواجہ مین نے کیا کیا کچھ کہو تو خواجہ عمرو نے جواب دیا اے امیر
باتوقیر آپ ہی تو اس میرے فرزند کے باعث ہلاکت ہوئے اگر فرمائش کی دی ہوئی تصویر کو اس میرے فرزند سے آپ ترش ہو

ہوکر بارگاہ سلیمانی مین سب کے سامنے چھین نہ لیتے تو یہ غیرت دار میرا فرزند اپنے تئین ہلاک نہ کرتا آپکو تصویر اس بہادر سے
لینا لازم نہ تھا آپ مجھسے فرماتے مین تو سمجھا کر اس دلاور سے تصویر لیکر آپکو دیدیتا پھر وہ تصویر فرامرز کو دیتے ہائے
آپنے میرے اس فرزند کو بارگاہ سلیمانی مین روبرو جملہ سرداروں کے ذلیل کیا اور یہی باعث اس غیرت دار کا خود اپنی گردن
مین پھانسی لگانے کا ہوا اگر مین اور تھوڑی دیر تک یہان نہ آتا تو اس اپنے فرزند کو زندہ بھی نہ پاتا افسوس آپ نے فرامرز کی
دل شکنی کا خیال کرکے میرے اس فرزند کو ایسا رنجیدہ اور ذلیل کیا کہ اسنے اپنا یہ حال کیا ہائے آپ نے یہ بھی خیال نہ کیا
کہ اگر کرب غازی ناراض ہوکر اپنے تئین ہلاک کریگا تو عمرو کو بھی بہت ملال ہوگا حمزہ صاحبقران نے فرمایا ای خواجہ
اگر مجھکو یہ معلوم ہوتا کہ تصویر لینے سے یہ حال کرب کا ہوگا تو مین ہرگز کرب غازی سے تصویر اسوقت نہ لیتا خیر ای خواجہ
اب مین بعوض اس تصویر کے تمھارے فرزند کرب کو ایسا خوش کرتا ہون کہ تمھارا فرزند اس تصویر کا ذرا بھی خیال نہ کریگا
اور وہ امر باعث مسرت یہ ہے کہ تم ابھی کرب غازی کو بعوض اس تصویر کے یہ مژدہ دو کہ تمھارے ساتھ شادی ملکہ زبیدہ
شیردل کی فی الحال کردیجائیگی خواجہ عمرو نے کہا ای امیر باتوقیر اگر یہ میرا فرزند صحیح وسلامت رہا تو مین اس فرزند کی شادی
کرونگا حمزہ صاحبقران نے فرمایا بھلا تم کیا شادی کروگے تمکو اتنی مقدرت کہان ہے اور بالفرض اگر کچھ ہو بھی تو تمسے پیسہ
صرف نہ کیا جائیگا خواجہ عمرو نے یہ جو تقریر امیر باتوقیر کی سنی جھلاکر کہا کیا مجھکو آپنے محتاج سمجھا ہے آپ دیکھ لیجیے گا کہ کسطرح
کرب غازی کی شادی کرونگا کہ شاہان جہان کو رشک ہوگا اگر خدا نے بھی چاہا اور فرزند میرا زندہ رہا حمزہ صاحبقران
گفتگو خواجہ عمرو سنکے خاموش ہوگئے خواجہ نے بعد شفقت کرب غازی کے کان مین کہا ای فرزند اب تو ہوشیار ہو اور
خوش ہو تمھاری شادی ملکہ زبیدہ شیردل سے ہوگی کرب غازی چونکہ بیہوش تھا ہوشیار نہوا لیکن بعد تدارک دفع
غشی پھر خواجہ نے گوش کرب مین کہا کہ ای کرب غازی ای فرزند ارجمند اٹھو ہوشیار ہو اور شاد ہو تیرے ساتھ شادی
ملکہ زبیدہ شیردل کی بعوض اس تصویر کے ہوگی ای فرزند کیون اسقدر اپنے تئین بیتاب کرتا ہے ہوشیار ہو جب صداے
خواجہ گوش کرب مین پہونچی اور کرب غازی نے سنا کہ میرے ساتھ شادی ملکہ زبیدہ شیردل کی ہوگی فی الفور ہوش
ہوکر آنکھین کھولدین خواجہ عمرو اور حمزہ صاحبقران کو بیٹھے ہوے دیکھکر کرب جلد اٹھ بیٹھا خواجہ عمرو اور حمزہ
صاحبقران کو بوجہ سلامت رہنے کرب غازی کے کمال خوشی ہوئی اور زر سرخ و سفید سر کرب غازی پر نثار کیا اس
اثنا مین اور بھی سرداران نامدار خیمہ کرب غازی مین آئے اور کرب غازی کو زندہ اور سلامت دیکھکر سب خوش ہوے
اندلس عیار بھی بہت خوش ہوا پہلوان عادی پدر کرب غازی بھی ازحد شاد ومسرور ہوے بعد ہوشیار ہونے
کرب غازی کے حمزہ صاحبقران اور سرداران نامدار خیمہ کرب غازی سے اٹھکر چلے گئے امیر باتوقیر نے حرمسرا مین
داخل ہوکر ملکہ گردیہ بانو سے کیفیت نسبت قرار پانے ملکہ زبیدہ شیردل کی بیان کی ملکہ گردیہ بانو نہایت خوش
ہوئین بعد اسکے ذوالقرنات ثانی سلیمان حمزہ صاحبقران امیر عالیشان نے سامان شادی کرنا شروع کیا امیر باتوقیر
تو سامان شادی مین مصروف ہین لیکن اب کچھ حال کرب غازی اور خواجہ عمرو کا لکھا جاتا ہے بعد چلے جانے حمزہ
صاحبقران اور سرداران ذیشان کے کرب غازی نے یہ خیال کیا کہ شادی میری دیکھیے کیونکر ہوتی ہے کیونکہ مین مقابلہ
امیر باتوقیر کچھ حقیقت نہین رکھتا مین بمنزلہ ایک گدا کے ہون اور امیر باتوقیر رتبہ مین مثل شاہ کے ہین پس میرے اور آنکے
مناسبت کسی طرح ہو نہین سکتی امیر باتوقیر سامان شادی کا ایسا کرینگے کہ شاہان جہان رشک کرینگے اور والد پہلوان عادی
مثل غربا کے سامان شادی کا کرینگے جب خواجہ عمرو نے کرب غازی کو نہایت متفکر اور متردد دیکھا پوچھا ای فرزند پہلے تم
شاد و مسرور تھے اسوقت مین تمکو محزون پاتا ہون اسکا کیا سبب ہے بیان کرو کرب غازی نے عرض کیا مجھکو اسوقت

یہ فکر تھی کہ میری شادی کیونکر ہوگی کیونکہ مصارف شادی ہو اور دل چاہتا ہے کہ شادی میری اچھی طرح ہو خواجہ عمرو نے فرمایا کہ
فرزند تم کچھ تردد نہ کرو میں تمہاری شادی کرونگا مگر اس وجہ کہ جس قدر روپیہ شادی میں صرف ہوگا مع اصل و سود تمکو ادا
کرنا ہوگا کیونکہ تم جانتے ہو جسطرح میری بسر اوقات ہوتی ہے اپنے پاس کچھ بھی نہیں رکھتا لیکن مہاجنوں سے اگر میں روپیہ کے
واسطے کہونگا تو یقین ہے کہ وہ انکار نہ کرینگے اور جسقدر میں آنسے طلب کرونگا وہ قرض دینگے اے فرزند اگر خدا نے چاہا تو تمہاری
شادی اسطرح کرونگا کہ امیر یا توقیر بھی سامان تمہاری شادی کا دیکھکر متحیر ہونگے کرب غازی نے عرض کیا میں آپکے حال سے
بخوبی واقف ہوں آپکو تو روپیہ قرض لینے کی ضرورت نہیں ہے خواجہ نے فرمایا اے فرزند اگر یہ خیال ہے کہ زنبیل میں زر کثیر
ہے تو یہ خلاف عقل ہے اگر میرے پاس زر کثیر ہوتا تو میں اس حال سے کبھی نہ رہتا کرب غازی نے عرض کیا اگر کوئی فرزند اپنی
شادی کا مصارف اپنے والد کو دیتا ہوگا تو میں بھی آپکو دونگا خواجہ عمرو نے فرمایا تمکو ضرور دینا ہوگا کرب غازی نے
سنکر عرض کیا حتی الامکان میں آپکا فرمانا بجا لاؤنگا خواجہ عمرو کرب غازی سے یہ تقریر دلپذیر کر کے چلے گئے ادھر
حمزۂ صاحبقران نے خواجہ زادوں کو طلب کر کے دریافت فرمایا کہ فی الحال واسطے عقد نکاح کے کون سی تاریخیں سعادت
خواجہ زادوں نے تھوڑی دور کی کئی تاریخیں جو سعد تھیں بیان کیں حمزۂ صاحبقران نے خواجہ عمرو کو مانجھے کے دن اور برات
وغیرہ کے دن سے اطلاع دی خواجہ عمرو نے دو دن قبل آنے مانجھے کے صد ہا خیام فلک فرسا استادہ کرائے اور بارگاہ
دانیالی کو بھی استادہ کرایا اور فرش نفیس و نادر خیام اور بارگاہ دانیالی میں بچھوایا صد ہا دنگل بچھوائے اور کرسیاں جواہر نگار
خیام و بارگاہ میں رکھوائیں اور ایک تخت جواہر نگار بھی زنبیل سے نکالکے بارگاہ دانیالی میں واسطے سعد بن قباد
بادشاہ لشکر اسلام کے بچھوایا اور واسطے روشنی کے ہزار ہا جھاڑ اور کنول اور مردنگ وغیرہ زنبیل سے نکال نکال کے عیاروں سے
کہا کہ مقامات مناسب پر جھاڑ لٹکاؤ اور مردنگیں اور فانوسیں رکھو خبردار کوئی شئے ٹوٹنے نہ پائے ورنہ ہڈیاں تمہاری توڑ
ڈالونگا جملہ عیاران لشکر دوڑ دوڑ کے کام کرتے تھے اگر کسی عیار سے کوئی کنول ٹوٹ جاتا تھا خواجہ عمرو کو نہایت غصہ آتا تھا
کوڑے سے اسکے مارتے تھے اور کہتے تھے یہ کنول دو ہزار روپیہ کا تھا فلان سوداگر سے فلان مقام پر میں نے مول لیا تھا تجکو اسکی
قیمت دینی ہوگی وہ عیار کوڑے اپنی پیٹھ پر کھاتا تھا اور تڑپ تڑپ کے کہتا تھا اچھا اے خواجہ میں کنول کی قیمت دونگا بلکہ تین
ہزار روپیہ دونگا مجکو چھوڑ دیجئے اب ایسی خطا مجھسے کبھی نہ ہوگی خواجہ تین ہزار روپیہ کے لالچ سے اسکو چھوڑ دیتے ہیں
اور عیار اس عیار کا حال زار دیکھکر اور خواجہ سے ڈر کر اچھی طرح کام کرتے تھے غرض خواجہ عمرو نے بعد درستی خیام و بارگاہ
بیت سے ایوان بلند و وسیع میں بھی برائے خواتین فرش کرایا اور جھاڑ اور کنول وغیرہ سے ہر ایک ایوان کو آراستہ کرایا اور
جملہ اسباب ضروری ہر ایک ایوان میں بحکم خواجہ مہیا اور موجود ہو گیا بعد اسکے خواجہ عمرو نے سعد بن قباد بادشاہ لشکر
اسلام اور ملکہ آسمان پری اور ملکہ گلشن آرا اور ملکہ رابعہ اطلس پوش اور پسران بزرجمہر اور عبدالرحمن جنی اور
لندھور اور مالک اژدر اور بہرام گرد خاقان چین اور فرامرز عاد مغربی اور فرخ شہسوار قلندر اور جملہ سرداران
وغیرہ کو مہمانی میں طلب کیا راوی بیان کرتا ہے کہ سوائے ملکہ گردیہ بانو و ملکہ زبیدہ شیردل اور چند سرداروں کے امیر یا توقیر
کیطرف اور کوئی نہ تھا سبکو خواجہ عمرو نے اپنا مہمان کیا تھا جو عورتیں پردۂ قاف سے آئی تھیں اور جو خواتین ذوی قاریان
تھیں سبکو انھیں مکانات میں جو آراستہ کیے تھے خواجہ نے مقیم کیا تھا اور جملہ سلاطین اور شاہزادوں اور سرداروں کو بارگاہ
دانیالی میں مقیم کیا تھا اور مردمان لشکری کو جو غیر سردار تھے انکو خیام میں فرو کش کیا تھا اور صد ہا نازنینان خورشید جمال ماہ تمثال
عدیم المثال جو علم موسیقی میں جمیل و بینظیر تھیں انکو بلوایا تھا اور خیام میں علحدہ انکو مقیم کیا تھا اور اکثر سرداروں کو بموجب انکی
توقیر کے جدا جدا ہر ایک سردار کو انتظام سر انجام کار شادی سپرد کیا تھا جنھے سردار جنکو کوئی کام سپرد نہیں کیا گیا تھا

وہ خواجہ سے یہ کہتے تھے کہ ہمکو بھی کسی کام کا انتظام سپرد کیا جائے ازانجملہ پہلوان عادی خواجہ عمرو سے بار بار کہتے تھے
ہمکو باورچی خانہ کا انتظام سپرد کیا جائے ہم کھانا نہایت لذیذ اور خوش ذائقہ باورچیون سے پکوائینگے خواجہ عمرو کہتے تھے
مین تمکو ہرگز باورچیخانہ کا انتظام سپرد نہ کرونگا کیونکہ تم شب و روز مین بہت سی دیگین کھانے کی خالی کردوگے جہانتک
تمسے کھایا جائیگا خوب کھاؤگے مہمان بیچارے بھوکے رہجائینگے میری ذلت ہوگی پہلوان عادی پیٹ پر اپنے ہاتھ پھیرکے
کہتے تھے ای خواجہ مین زیادہ نہ کھاؤنگا فقط اپنا پیٹ بھرلونگا مدت دراز اور زمانہ بعید سے سیر ہوکر مین نے کھانا نہین
کھایا ہی مین چاہتا ہون کہ اپنے فرزند کرب غازی کی شادی مین تو سیر ہوکر کھانا کھاؤن خواجہ ہنسکر جواب دیتے تھے کہ
اچھا کھانا سیر ہوکر کھانا مگر تمکو انتظام باورچیخانہ کا سپرد نہ کیا جائیگا القصہ بعد چند روز کے زلزلۂ قاف ثانی سلیمان حمزۂ
صاحبقران امیر عالیشان نے مانجھا بڑے سامان اور جلوس شاہانہ سے بھیجا اگر حال تجمل و جلوس وغیرہ تحریر کیا جاتا
تو طول ہوتا اسوجہ سے تحریر نہین کیا اور ہم از قصہ خوان کیا غرض جسوقت مانجھا آیا کرب غازی نہایت خوش ہوے
خواتین نے کرب غازی کو ایوان مین طلب کیا ملکہ قریشیہ نے کرب غازی کو مانجھا پہنایا بعد اسکے نازنینان خوبرو اور
خوش گلو نے ناچنا اور گانا شروع کیا اور باہر بھی بارگاہ و اینالی مین اور خیام مین نازنینان خوبرو خوش گلو روبرو جملہ
سلاطین اور شاہزادگان اور سردارون کے گانے لگین کرب غازی بھی بعد مانجھا پہنے کے ایوان سے باہر آکر بارگاہ و اینالی
مین مسند پر آ بیٹھے اکثر سردار واسطے تعظیم کے کھڑے ہوگئے جب کرب غازی مسند زرتار پر بیٹھے نازنینان خوبرو و خوش
گلو روبرو کرب غازی بناز و ادا رقص کرنے لگین اور بعد مبارکباد کے غزلین عاشقانہ گانے لگین اور دلہاے اہل
بزم کو اپنے رقص و نغمہ سے خوش کرنے لگین علاوہ بارگاہ و اینالی کے جملہ خیام مین جہان جہان سردار اور غیر سردار و لنگان
اور اد فرش نفیس و نادر پر بیٹھے ہوے تھے نازنینان خورشید جمال زہرہ خصال ناچتی تھین اور گاتی تھین چونکہ وقت
شام کا تھا نقارخانون مین نقارچی جوڑے رنگین پہنے ہوے نقارہ ہاے کلان یون بجاتے تھے کہ آن نقارون کی صدا
فلک تک پہونچتی تھی اور ہر ایک خوشنوا از شہنا اسطرح بجاتا تھا کہ سننے والون کے دلون کو ایک لطف حاصل ہوتا تھا غرض
اسیطرح کئی شب و روز تک بزم نشاط آراستہ رہی اور غلغلہ و شور کوس شادی بلند رہا بعد ساچق اور مہندی کے جب دن
برات کا آیا خواجہ عمرو نے کرب غازی کو بصد خوشی دولہا بنایا اور خلعت شادی نہایت ہی پرزر اور ایسا نفیس و نادر کہ
کبھی چشم فلک نے بھی نہ دیکھا ہوگا پہنایا اور سہرہ پھولون کا زرتار سراپا بہار سر پر باندھا اور فیل میمونہ لندھور پر کہ ہیچ
آسپر نہایت ہی نادر و زرکار طلائی کسا ہوا تھا اور جھول بھی سراسر زرتار تھی خواجہ عمرو کرب غازی کو لیکر سوار ہوے اور
اندلس کو بھی خواصی مین بٹھا لیا اور زر سرخ و سفید بھین و بسیار بہر نثار نہایت کثرت سے رکھ لیا بعد سوار ہونے نوشاہ
کے جملہ سلاطین عالیوقار سرداران نامدار وغیرہ فیلان کوہ شکوہ اور اسپان ابلق و سرنگ و مشکی پر سوار ہوے بعد اسکے
خواتین ذیوقار و نسوان عالیمقدار مانند ملکہ آسمان پری اور ملکہ گلشن آرا اور ملکہ رابعہ اطلس پوش وغیرہ صدہا خواتین
نفیس و نادر فینسون اور زرتار سکھپالون مین سوار ہوئین بعد سوار ہونے خواتین کے صدہا سردارون نے انتظام کیا
جب بخوبی انتظام ہوچکا برات بہزار تجمل و جلوس جانب مکان عروس روانہ ہوئی راوی کہتا ہے کہ کثرت باجون کی اسقدر تھی
کہ زمین صداے نقارہ و دہل وغیرہ سے دمبدم دہلتی تھی اور شور باجون کا اسدرجہ بلند تھا کہ تا فلک صداے دہل و نقارہ
وغیرہ کی جاتی تھی پردہ گوشہاے ساکنان فلک کثرت آواز نقارہ و دہل وغیرہ سے پھٹے جاتے تھے پیر فلک دیکھکر متحیر
تھا جلوس اسقدر تھا کہ کئی فرسخ تک سواے جلوس کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا ہزارہا سقے بحکم خواجہ عمرو بجاے آب مشکون
مین کیوڑہ اور عرق گلاب بھرے ہوے آگے آگے چھڑکاؤ کرتے جاتے تھے اور گرد و غبار راہ بٹھاتے جاتے تھے

اور اکثر سلاطین عالیوقار بھی ولیسا ر نوشاہ تھے خواجہ عمرو نے صد ہا بلکہ ہزار ہا جوڑے ادنیٰ مردان اور اکثر عیارون کو بھی دیے تھے خصوصاً اندلس کو توبہت بھاری جوڑا پر تکلف دیا تھا اور خود بھی لباس فاخرہ زیب تن کیا تھا روشنی دو جانب اسقدر تھی کہ ضیاے آفتاب کی کچھ حقیقت نہ تھی علاوہ روشنی کے دو طرفہ مکان نوشاہ سے تا مکان عروس آتشبازی گاڑی گئی تھی آتشباز بجز خواجہ عمرو دو جانب راہ مین جو آتشبازی چھڑاتے تھے زیادہ روشنی ہوتی تھی جب کوئی آتشباز مہتاب چھڑاتا تھا اسوقت ماہ فلک نور وضیاے مہتاب کو دیکھکر شرم سے ابر مین پوشیدہ ہو جاتا تھا اور جب آتشباز رنگین چرخیان چھڑاتے تھے چرخ دیکھکر چکر مین آتا تھا اور جب کسی قلعہ مین آتشبازی کے آتشباز آگ لگاتے تھے قلعہ گردون کو اپنے اڑ جانے کا خوف ہوتا تھا اور وہ جوان آتشبازی کا رشک وعنبر بو تھا جملہ سلاطین وشاہزادے اور سردار وغیرہ خصوصاً نوشاہ اور خواجہ عمرو تماشا آتشبازی کا دیکھتے جاتے تھے خواجہ عمرو دونون ہاتھون سے زر سرخ وسفید اثناے راہ مین سر کرب غازی پر نثار کرتے جاتے تھے غربا اور مساکین زر سرخ وسفید راہ مین لوٹتے جاتے تھے پہلوان غازی نے جو کثرت سے کھانا کھایا تھا گھوڑے پر بیٹھا نہ جاتا تھا راہ مین گھوڑے سے اتر اتر پڑتے تھے اور کہتے تھے کہ آج نہین معلوم کیا ہے کہ مجھ سے گھوڑے پر سوار نہین ہوا جاتا جو جانتے تھے وہ اپنے دل مین کہتے تھے کہ بسبب زیادہ کھانا کھانے کے گھوڑے پر بیٹھا نہین جاتا القصہ جب برات ساتھ تجمل وجلوس مذکور کے مکان عروس پر پہونچی وہان بھی کثرت سے آتشبازی آتشبازون نے چھڑائی اور خواجہ عمرو نے زر سرخ وسفید وہان تو بکثرت کرب غازی کے سر پر نثار کیا ازانجا قاف ثانی سلیمان حمزۂ صاحبقران امیر عالیشان نے جو پوشیدہ ہو کر تجمل وجلوس برات کا دیکھا اور خواجہ عمرو کا زر سرخ وسفید بکثرت نثار کرنا ملاحظہ کیا نہایت متحیر ہوے اور خیال کرنے لگے کہ خواجہ عمرو نے جو کہا تھا کہ برات بڑے تزک سے لاؤنگا حقیقت مین ویسا ہی کیا غرض اُن سردارون نے جو حمزۂ صاحبقران کی جانب تھے انھون نے بارگاہ سلیمانی اور دیگر خیام فلک فرسا مین نوشاہ یعنی کرب غازی اور جملہ سلاطین اور شاہزادون اور سردارون کو بعد عزت وتوقیر بٹھایا خواجہ عمرو بھی بارگاہ سلیمانی و دیگر خیام مین سامان تکلف دیکھکر متحیر ہو گئے بعد بیٹھنے کرب غازی وغیرہ کے جو نازنینان خورشید جمال زہرہ خصال تجمل جانے برات کے وہان پہونچ گئی تھین فی الفور حاضر ہوئین اور روبرو کرب غازی ناچنے اور گانے لگین ازانجملہ ایک نازنین مہ جبین نے روبروے نوشاہ حاضر ہو کر یہ غزل بعد ناز وادا شروع کی

غزل

عشق بازی کا مری چرچا رہا
دیکھکر چشم سیاہ یار کو
سیکڑے کین بعد تیر دہنا سب
سب حجاب اٹھے وصال یار مین
ہجر جانان مین رہا ہر دم علیل

مرکے بھی اس طرح مین زندہ رہا
حال کیا ای نرگس شہلا رہا
چشم پرنم ساغر صہبا رہا
بے حجابی کا فقط پردا رہا
ای قمر دو دن نہ مین اچھا رہا

ہون وہ وحشی گیا صحرا نہین
ای پری پیکر ترے سر کی قسم
مین نے جب پوچھا کہ ہو گا وصل آج
آہ بھی عاجز رہی فرقت کی شب

ہمسری پر خار سے الجھا رہا
تیرے گیسو کا مجھے سودا رہا
جسکے پیسے وعدۂ فردا رہا
مجھسے نالان خود مرا نالہ رہا

جس وقت غزل مسطور نازنین مذکور نے روبروے نوشاہ وصاحبان بزم بعد ناز وادا گائی ہر ایک جوان وپیر غزل سنکے خوش ہوا خصوصاً خواجہ عمرو از حد مسرور ہوے اور زر کثیر اسکو انعام دیا مطربہ مسطورہ انعام وافر پاکر اور غزلین عاشقانہ گانے لگی اور دلہاے اہل بزم خوش کرنے لگی اسی طرح دیگر بارگاہون اور خیام مین روبرو سردارون وغیرہ کے بھی نازنینان خوبرو خوش گلو ناچتی اور گاتی تھین اور دلہاے صاحبان محفل خوش اور مسرور کرتی تھین بعد اکثر رسوم خواتین کے بساعت ہمایون اور وقت مسعود عقد ہوا مہر کرودہا زر سرخ پر باندھا گیا بعد عقد ہونے اور شربت پلائی کے نازنینان خوش گلو بارگاہ سلیمانی مین

روبروے نوشاہ مبارکباد گانے لگین اور بار بار زر سرخ و سفید نثار کرنے لگین اسی طرح حرم سرائے امیر بانو قرین بھی خوبرویان
بے مثال خورشید جمال روبروے عروس اور ملکہ گردیہ بانو مادر عروس اور سامنے دیگر خواتین کے مبارکباد گانے لگین اور
انعام کثیر لینے لگین راوی کہتا ہے کہ حرم سرا اور بارگاہ سلیمانی اور دیگر خیام مین اسقدر غلغلۂ تہنیت بلند تھا کہ آسمان ہمراہ
تہنیت جاتی تھی اور اسقدر آتشبازی چھٹتی تھی کہ زیر فلک گردون کبھی نہ چھٹی ہوگی اور دھوان آتشبازی کا اسدرجہ تھا کہ آسمان
نظر مردمان سے پوشیدہ ہوگیا تھا الحاصل بعد عقد کے جو سردار کہ حمزۂ صاحبقران کیطرف سے منتظم تھے انھون نے کشتیان طلب
کرکے علی قدر مراتب ہر ایک بادشاہ اور شاہزادہ اور سردار کے روبرو ایک ایک کشتی رکھی اکثر سلاطین اور شاہزادون اور سردارون کو
خلعت فاخرہ دیے گئے اکثر کے گلون مین عقد مروارید پہنائے اور بعض مردمان لشکر کو جوڑے رنگین اور زر دیے گئے خصوصاً پہلوان
غازی کو سات خلعت فاخرہ اکیس اکیس پارچون کے نہایت پر تکلف اور نادر دیے گئے اسی طرح خواجہ عمرو کو بھی سات خلعت مثل پہلوان
غازی کے دیے گئے اور ایک خلعت کہ جو اکیس اکیس پارچون کے تھے اور نایاب زمانہ تھے سلاطین جہان نے کبھی ویسے خلعت بیش بہا
دیکھے ہی نہ تھے سرداران مذکور نے حمزۂ صاحبقران کی طرف سے نوشاہ یعنی کرب غازی کو دیے سلاطین اور شاہزادون اور سردارون
وغیرہ نے کشتیان خلعت کی اپنے اپنے ملازمون کے سپرد کردین ہر ایک خاص و عام نے گلوریان ورق طلائی و نقرئی کی کھائین اور
نازنینان خوبرو کا گانا سننے لگے ناگاہ چند چوبدار بھاری جوڑے زرّین پہنے ہوے عصاہاے نقرئی و طلائی ہاتھون مین لیے ہمراہ
خواجہ عمرو آئے اور بعد آداب و تسلیم اور تہنیت کے یہ عرض کرنے لگے کہ نوشاہ ذیجاہ کو خواتین حرم سرا محل مین بلاتی ہین خواجہ عمرو ہمراہ
کرب غازی حرم سرا مین تشریف لے گئے اور آراستگی محل سرا دیکھکر بہت متحیر ہوے غرض نوشاہ یعنی کرب غازی تو مسند پر
بیٹھے اور خواجہ ایک کرسی جواہر نگار پر رونق افروز ہوے بعد دیکھنے روے زیباے عروس آئینہ مین جسکو عوام مصحف آرسی کہتے
ہین اور دیگر رسوم کے روبروے کرب غازی نازنینان خوبرو خوش گلو ناچنے لگین اور مبارکباد دینے لگین خواجہ عمرو نے
ان نازنینان خوش گلو کو کئی مشت اشرفیان دین پھر خواجہ ہمراہ کرب غازی بارگاہ سلیمانی مین چلے آئے اکثر سردار
تعظیم نوشاہ کیواسطے اپنے اپنے دنگلون اور کرسیون سے اٹھ کھڑے ہوے جب کرب غازی اور خواجہ عمرو بیٹھے پھر
نازنینان زہرہ خصال پری تمثال رقص کرنے لگین کرب غازی اور خواجہ عمرو وغیرہ پھر رقص خوبرویان دیکھنے لگے بیان
تو نازنینان مہ جبین ناچ رہی ہین اور غزلین عاشقانہ گا رہی ہین جملہ صاحبان بزم انکا گانا سن رہے ہین ان سبکو ان کا
ناچ دیکھنے اور گانا سننے مین مشغول رکھیے لیکن اب کچھ حال مزہ دار بیان کیا جاتا ہے کہ بعد باہم چلے آنے نوشاہ اور خواجہ
کے بموجب ارشاد حمزۂ صاحبقران کے جہیز کا مال و اسباب کہ جو بے انتہا تھا اور کوئی حساب دان اس مال و اسباب [illegible]
قیمت کا حساب لگا نہ سکتا تھا حرم سرا سے باہر نکلنے لگا اور اکثر اسباب شترون پر بار ہونے لگا اور ہزار ہا قسم کا اسباب نایاب
حوالہ مردمان کیا گیا جب کل مال اسباب نکل چکا حمزۂ صاحبقران نے خیال کیا کہ خواجہ برات نہایت تزک و تجمل و جلوس
سے لائے ہین اور یہ جہیز کم ہے اسوجہ سے ایک پرچہ قرطاس پر امیر بانو قرین نے یہ لکھا کہ اے خواجہ عمرو بیٹے تمھارے فرزند کو
فلان فلان شہر اور فلان فلان ملک سلام کرائی مین دیے تمھین لازم ہے کہ قبول کرو اور اس تھوڑے سے جہیز پر اکتفا کرو
یہ لکھکر حمزۂ صاحبقران نے پرچۂ قرطاس کو اپنی پاس اپنے مہر کرکے رکھ دیا خواتین ذیوقار ملکہ زبیدہ شیردل سے
ہنگام رخصت گلے مل مل کے رونے لگین خصوصاً ملکہ گردیہ بانو کا تو عجب حال تھا کسی طرح رونا موقوف نہ ہوتا تھا
بصد حرمان اپنی دختر کو گلے سے لگاتی تھین اور روتی تھین ملکہ زبیدہ شیردل بھی بسبب جدائی مادر و پدر کے روتی تھین حمزۂ
صاحبقران کو بھی کسی قدر جدائی دختر سے ملال تھا مگر خواصین اور ماما اور کنیزین ملکہ زبیدہ شیردل کی تو زار زار روتی تھین القصہ
بعد گریہ و زاری کے خواتین نے نوشاہ کو پھر محل سرا مین واسطے دلہن کے سوار کرنے کے طلب کیا کرب غازی بعد [illegible]

بارگاہ سلیمانی سے اٹھے لیکن حرم سرا میں ملکہ قریشیہ سلطان نے اپنی بہن ملکہ زبیدہ شیر دل سے چپکے سے یہ کہا کہ اب کرب غازی
تمکو آغوش میں اٹھا کر سواری میں سوار کرنے کو آتے ہیں اور تم بیٹی زہرہ زرقا ثانی سلیمان حمزہ صاحبقران امیر عالیشان کی
ہو تمہیں شیر ملکہ گرویہ بانو اپنی مادر عالیقدر کا پیا ہے پس لازم ہے کہ جب کرب غازی تمکو اٹھائے ہرگز نہ اٹھنا ورنہ تمکو زہرہ زرقا کی بیٹی
نہ جانونگی ملکہ قریشیہ سلطان ابھی یہ تقریر ملکہ زبیدہ شیر دل سے کر رہی تھیں کہ یکایک خواجہ عمرو کرب غازی کے ہمراہ حرمسرا
میں آئے اور بعد فراغ رسوم کے کرب غازی حجلہ عروس میں گئے اور عروس کو اٹھانے لگے لیکن عروس نے مسند سے جنبش نہ کی
پھر کرب غازی نے اٹھایا لیکن ملکہ زبیدہ شیر دل بموجب کہنے اپنی بہن ملکہ قریشیہ سلطان کے مسند عروسی سے نہ اٹھیں
تیسری مرتبہ کرب غازی نے نہایت ہی زور کیا اور بوجہ نظر کردہ ہونے کے عروس کو مسند سے کسی قدر تو اٹھا لیا مگر زیادہ نہ اٹھا کر
سواری میں سوار نہ کر سکے ناچار ہو کے عروس کو مسند پر بٹھا دیا یہ کیفیت دیکھ کر ملکہ قریشیہ سلطان نے قہقہہ مارا کرب غازی کو
شرم سے پسینا آگیا اور یہ خیال کیا کہ اے کرب غازی تو نے نامی پہلوانوں کو اٹھا کر اپنے سر سے بلند کر کے زمین پر پٹکا ہے آج تعجب ہے
عروس نہیں اٹھ سکتی یہ خیال کر کے کرب غازی محزون ہو کر جانب خواجہ دیکھنے لگے خواجہ عمرو نے پوچھا اے فرزند متردد کیوں
ہو کرب نے چپکے سے خواجہ عمرو سے کہا کہ میں نے نہایت ہی زور کیا مگر ابھی تک عروس نہیں اٹھتی خواجہ نے فرمایا اے فرزند
عروس تمہاری زہرہ زرقا ثانی سلیمان حمزہ صاحبقران امیر عالیشان کی دختر ہے اور بطن سے ملکہ گرویہ بانو کے بڑے بڑے
پہلوانوں اور شجاعان و جوانان کی اسکے روبرو حقیقت نہیں ہے لیکن اے فرزند ملول نہو ذرا تامل کرو میں ابھی اسکی تدبیر کرتا ہوں
یہ کہکے خواجہ عمرو نے کنیزوں سے دریافت کیا کہ امیر با توقیر کہاں تشریف رکھتے ہیں کنیزوں نے عرض کیا امیر با توقیر حرم سرا میں
تشریف رکھتے ہیں خواجہ عمرو نے کہا کہ میری طرف سے جا کر کہو کہ عمرو حاضر خدمت ہونا چاہتا ہے کیونکہ کچھ عرض کرنا منظور ہے کنیزوں
نے جا کر امیر با توقیر سے عرض کیا حمزہ صاحبقران نے فرمایا خواجہ عمرو کو یہیں بلالو کنیزوں نے آکر خواجہ سے کہا آپ کو امیر
صاحبقران طلب فرماتے ہیں جب خواجہ عمرو پیش امیر با توقیر گئے حمزہ صاحبقران نے فرمایا اے خواجہ کہو کیا کہتے ہو خواجہ
عمرو نے عرض کیا اے امیر با توقیر میرے فرزند کرب غازی سے نہیں معلوم کیا سبب ہے کہ عروس کسیطرح نہیں اٹھتی امیر نے فرمایا
میں چلتا ہوں حال معلوم ہو جائیگا جب امیر با توقیر قریب اپنی دختر ملکہ زبیدہ شیر دل کے تشریف لائے ملاحظہ فرمایا ملکہ قریشیہ
سلطان قریب ملکہ زبیدہ شیر دل کے کھڑی ہے اور کچھ اشارے سے اپنی بہن سے کہہ رہی ہے حمزہ صاحبقران سمجھ گئے کہ ساری
شوخی اسکی ہے اسی نے اپنی بہن کو شاید کچھ الٹا سمجھایا ہے کہ ملکہ زبیدہ مسند عروسی سے نہیں اٹھتی الغرض حمزہ صاحبقران نے
یہ خیال کر کے ملکہ قریشیہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تو اب بہت شوخ ہو گئی ہے کیوں یہاں کھڑی ہے تیرا یہاں کیا کام ہے ہٹ جا ملکہ
قریشیہ بموجب فرمانے اپنے والد نامدار کے چپکے سر جھکائے ہوئے ایک جانب حرم سرا کو چلی گئی بعد جانے ملکہ قریشیہ کے حمزہ صاحبقران
نے بعد الطاف و مہربانی ملکہ زبیدہ شیر دل سے یہ فرمایا کہ اے نور نظر پارہ جگر آگاہ ہو کہ ہمیشہ دنیا میں والدین دختر کو حتی الامکان
اپنے مکان میں نہیں رکھتے ہیں بلکہ بقدر اپنے کسی شریف اور نجیب کے حوالے کر دیتے ہیں اب ہم نے بھی بعنایات ایزدی تمہاری شادی کر دی ہے تمکو اب
لازم ہے کہ کچھ عذر و انکار نکرو اپنے شوہر کے گھر چلی جاؤ ہر چند کہ ہمکو تمہاری جدائی بہت دشوار ہے لیکن بحکم خدا و رسول مجبور ہیں اب ہم تمکو خوشی سے
جانے کی اجازت دیتے ہیں تمکو مناسب ہے کہ ہمارے کہنے پر عمل کرو الغرض حمزہ صاحبقران ملکہ زبیدہ شیر دل کو سمجھا کر چاہتے تھے
کہ کسی گوشہ محل سرا میں جا کر تشریف رکھیں کیونکہ بسبب حیا و شرم کے بالفعل کرب غازی اپنے داماد سے سامنا کرنا مناسب نہ جانتے
تھے لیکن نوشاہ یعنی کرب غازی نے مسند سے اٹھ کر اور قریب امیر با توقیر کے جا کر بصد ادب حمزہ صاحبقران کو تسلیم کی امیر با توقیر نے
دعائے درازی حیات دے کے شرم سے سر جھکا لیا اور کرب غازی کے سامنے وہی پرچہ قرطاس جو لکھا تھا خواجہ عمرو کو دیدیا
خواجہ عمرو نے اس پرچہ قرطاس کو بخوبی پڑھ کے اور ہنسکے فرمایا اے کرب غازی امیر با توقیر کو دوبارہ تسلیم کرو کیونکہ حمزہ صاحبقران

نے سلام گرامی کے عوض مین فلان فلان شہر اور ملک دیے ہین کرب غازی نے موافق فرمانے خواجہ عمرو کے امیر بانو قمر
خوش ہوکر دوبارہ تسلیم کی امیر بانو قمر پھر دعاے طول عمر دے کے تشریف لے گئے پھر بموجب کہنے خواجہ عمرو کے کرب غازی
نے اپنی خوشدامن ملکہ گردیہ بانو کو سلام کیا ملکہ گردیہ بانو نے بھی پس پردہ سے دعاے صحت و سلامتی دے کے ایک ہار یمنی
کہ کا قیمت اسکی خراج ملک یمن کی تھی عنایت فرمایا خواجہ عمرو نے جسطرح کر سات خلعت مع کشتی اور کشتی پوش کے بارگاہ
سلیمانی مین بعد عقد کرب غازی نذر زنبیل کیے تھے اسی طرح وہ ہار موتیون کا کرب غازی سے لیکر نذر زنبیل کیا اور کہا ای فرزند
مین یہ ہار تمکو نہ دونگا کرب غازی خاموش ہورہے الحاصل کرب غازی نے بعد تسلیم کرنے امیر بانو قمر اور ملکہ گردیہ بانو اور دیگر
خواتین زیوہ رکے عروس کو جو اٹھایا تو مثل گل مسند سے بسہولت اٹھا لیا اور جانب درحرم سرا چلے کیونکہ در حرم سرا پر قبل ہی سے دلہن کی
سواری لگی ہوئی تھی کرب غازی نے کچھ خیال خواتین کے رونے کا نکیا اور عروس کو بعجلت بہزار پردہ داری سوار کیا اسی سواری
مین ملکہ آسمان پری اور ملکہ رابعہ اطلس پوش اور ملکہ سرو سیمین تن زوجہ خواجہ عمرو بھی دلہن کو لیکر بیٹھین بعد سوار کرنے عروس کے
کرب غازی بھی فیل میمونہ پر سوار ہوا اور خواجہ عمرو امانس بھی پاس کرب غازی کے بیٹھے پھر جملہ سلاطین اور شاہزادے
اور سرداران تور شعار وغیرہ اپنے اپنے فیل واسپ پر سوار ہوے اکثر سردارون نے جلوس کے بڑھنے کا انتظام کیا القصہ بعد سوار
ہونے جملہ خواتین اور سلاطین وغیرہ کے برات اسی تجمل و جلوس سے بصداے نقارہ و دہل و طبل وغیرہ روانہ ہوئی خواجہ عمرو اپنی
بہو کو بیاہ کر بہزار خوشی اپنے مکان کیطرف چلے لیکن اسی طرح زر سرخ و سفید سر کرب غازی پر اثناے راہ مین نثار کرتے ہوے
قبل وقت نماز سحر اپنے مکان پر پہونچے کرب غازی نے فیل میمونہ سے اترکر ایک ایوان عالیشان مین کہ جو نہایت ہی آراستہ
پیراستہ کیا تھا عروس کو بہزار پردہ داری سواری سے اتار کر ایک مسند پر جاکر بٹھا دیا پھر ملکہ سرو سیمین تن اور ملکہ آسمان پری
اور ملکہ رابعہ اطلس پوش و دیگر خواتین سواریون سے اترین اور داخل ایوان ہوئین بعد اسکے تمام مال و اسباب جہیز کا کہ جو
بے انتہا تھا چند ایوان وسیع مین رکھا گیا جب وقت نماز کا آیا جملہ خاص و عام نے سواریون سے اتر اتر کے وضو کیا اور شور
باجون کا موقوف کراکے نماز سحر پڑھی خواجہ عمرو بعد نماز پڑھنے کے کرسی پر بیٹھے جن مہمانون کو رخصت ہونا منظور تھا وہ
سب خواجہ کے پاس آئے اور بعد تہنیت کے یہ سخن زبان پر لائے کہ اب ہمکو رخصت کیجیے خواجہ نے کہا ابھی تو مین رخصت نکرونگا
لیکن جب ان سب نے بہت اصرار کیا اسوقت خواجہ عمرو نے بدرجہ مجبوری ان سب کو یہ کہکر رخصت کیا کہ آپ سب
صاحبون نے مجھپر بڑا احسان کیا اور مین آپ کا مرہون منت ہوا ان سب نے کہا ای خواجہ یہ کیا کہتے ہو خود تمہارے
احسانات ہمپر ہین کتنے بار ہمکو قید سے عیاری کرکے چھڑایا ہے اسکے علاوہ اور بھی طرح طرح کے احسان ہمپر تمنے کیے ہین
الغرض وہ سب کے سب یہ کہکے خواجہ عمرو سے رخصت ہوے اور اپنے اپنے مکان اور مقام پر گئے بعد رخصت ہونے
ان سب کے اکثر خواتین بھی خواجہ عمرو سے رخصت ہوئین پھر خواجہ عمرو نے جملہ فردین حساب کی نکالین کیونکہ خواجہ
عمرو ایک ایک پیسا اور ایک ایک کوڑی جو صرف کرتے تھی لکھے گئے تھے غرض بعد نکالنے فردون کے خواجہ عمرو
حساب لگانے لگے جب جملہ فردون کا حساب لگا چکے میزان حساب پر نظر کرکے بے اختیار رونے لگے کبھی سر اپنا دونون
ہاتھوں سے پکڑ لیتے تھے اور کبھی اپنے کلیجے پر دونون ہاتھ بصد اضطراب رکھتے تھے کبھی نالہ بلند کرتے تھے جو لوگ کہ ابھی رخصت
نہین ہوے تھے ان سب نے یہ کیفیت خواجہ عمرو کی جو دیکھی گھبرا گئے اور بیتاب و بیقرار ہوکر دوڑے جب خواجہ عمرو
کے پاس آئے پوچھنے لگے خواجہ خیر تو ہے مزاج کیسا ہے سبب نالہ و بکا کیا ہے خواجہ عمرو نے سب سے رو کر کہا ای یارو کیا
پوچھتے ہو اب مین بالکل محتاج ہوگیا سراسر لٹ گیا ایک کوڑی تک اب زنبیل مین باقی نہ رہی برسون کی کمائی خرچ
کر ڈالی دیکھو زنبیل مین خاک اڑتی ہے کرب غازی اپنے فرزند کی شادی مین کثرت سے زر سرخ و سفید مین نے

صرف کر ڈالا لاکھون بلا کرور ہا روپیہ علاوہ زر قبیل کے روپیہ کے مین نے مہاجنون سے قرض لیکر شادی مین لگا دیا اب یہ قرضہ
کیونکر ادا ہوگا اور میری بسر اوقات کس صورت سے اور کیونکر ہوگی اس وجہ سے روتا ہون سب سردارون نے کہا اے خواجہ
آپ اسقدر مغموم و محزون ہون انشاء اللہ تھوڑی مدت مین جسقدر آپ نے روپیہ قرض لیا ہے سب ادا ہو جائیگا کیونکہ جملہ
سلاطین لشکر اور شاہزادے زر کثیر وقتاً فوقتاً آپ کو دیا کرینگے کسیقدر ہم بھی آپ کی خدمتگزاری کرینگے خواجہ عمرو نے فرمایا تم
سب اسوقت مجکو تسلی دیتے ہو اب جسقدر کہ روپیہ خرچ کیا ہے پھر جمع ہوگا اور جو قرضہ مہاجنون کا ہے میری زندگی مین ادا ہوگا
دیکھیے سب مہاجن میرا کیا حال کرتے ہین اور یہ جو تمنے کہا کہ سلاطین اور شاہزادے مجکو روپیہ دینگے یہ محض تمھارا خیال
خام ہے مجکو یہ امید نہین کہ کوئی مجکو ایک کوڑی بھی دے سردار وغیرہ تقریر خواجہ سنکے خاموش ہو رہے لیکن جملہ عیاران
لشکر اسلام نے دست بستہ عرض کیا اے خواجہ اگرچہ فی الحقیقت آپ نے زر کثیر اپنے فرزند کی شادی مین صرف کیا ہے لیکن
کچھ آپ تردد نہ فرمائین ہم سب آبدارہ خادم آپ کے موجود ہین اگر خدا نے چاہا تو عیاریان کرکے زر و جواہر انعام مین پاکر
مال و اسباب کفار کا عیاریون سے حاصل کرکے آپ کو دینگے آپ جلد قرضہ مہاجنون کا ادا کر دیجیے گا خواجہ عمرو نے فرمایا
قرضہ ادا ہونا مہاجنون کا بہت مشکل ہے تم لوگ اسوقت کہتے ہو مگر کچھ دوگے نہین برق نے تڑپ کے کہا استاد مین اقرار
کرتا ہون کہ جہانتک مجھسے ہو سکیگا آپ کا قرضہ ادا کرونگا خواجہ نے فرمایا دور ہو او نالائق تو خود استاد سے یہ چاہا کرتا ہے کہ
کچھ مجھی کو دیدین بھلا تو کیا دیگا تیرے استاد کو اب اگر دیگا تو خدا ہی دیگا ورنہ تیرے استاد کی اب آبرو باقی نہ رہیگی جسوقت
خواجہ نے برق کو جھڑک کر یہ کہا کہ تو کیا دیگا سب عیار بے اختیار ہنسنے لگے خواجہ کو باین خیال غصہ آیا کہ مین تو روپیہ کے
صدمہ مین ہون یہ سب نالائق ہنستے ہین یہ خیال کرکے خواجہ عمرو کوڑا لیکر اٹھے جملہ عیار جست و خیز کرکے چل دیے پھر خواجہ کرسی
پر بیٹھے اور فردین حساب کی دیکھ دیکھکر بے اختیار رونے لگے کرب غازی نے جو احوال گریہ وزاری خواجہ عمرو کا سنا ایوان سے
بیتاب و بیقرار ہوکر باہر آیا اور خواجہ عمرو سے پوچھنے لگا آپ کیون روتے ہین خواجہ نے فرمایا اے بیٹا کیا پوچھتے ہو ہمتو تمھاری شادی
مین لٹ گئے فقیر ہوگئے اور بہت سے مہاجنون کے کرور ہا روپیہ کے قرضدار ہوگئے کرب غازی نے عرض کیا آپ ملول نہوجئے
خداوند عالم پھر آپکو اسیقدر روپیہ دیگا جسقدر آپ نے میری شادی مین صرف کیا ہے کرب غازی یہ کہکے داخل ایوان ہوے
لیکن خواجہ عمرو روپیہ کے خرچ ہو جانے سے اسیطرح مغموم بیٹھے رہے خواجہ کو تو محزون بیچارہ بنے دیجیے دیکھیے کب تک انکا
رنج برطرف ہوتا ہے اور کس زمانہ مین خواجہ عمرو قرضہ سے مہاجنون کے ادا ہوتے ہین لیکن اب کچھ حال کرب غازی کا سنیے کرب
کبھی باہر آتا ہے اور محفل مین بیٹھا ہوا دم کا نا نازنینان خوش گلو کا سنتا ہے کبھی اٹھکر ایوان مین جاتا ہے دل کرب غازی کا پریشان
ہو رہا ہے خداوند عالم سے دمبدم دعا کرتا ہے کہ پروردگارا کہین جلد آفتاب غروب ہو اور شام ہو دعا سے دل عروس سے حاصل
کرون لیکن دن کسی طرح نہین کٹتا اور شام کسی طرح نہین ہوتی آخر بہزار انتظاری آفتاب غروب ہوا اور ماہ تابان فلک پر ظاہر ہوا
کرب غازی نے وضو کرکے نماز مغرب بعد خضوع و خشوع پڑھی اور بسبب ہونے شام کے سجدہ شکر کیا بعد نماز پڑھنے
کے کرب غازی پھر بزم عشرت مین آیا اور نازنینان خوبرو کا گانا سننے لگا پہر رات تک کرب غازی نے گانا سنا اور
خوبرویان زہرہ خصال کا ناچ دیکھا پھر کرب غازی بزم عشرت سے اٹھکر داخل ایوان ہوا وہان جاکر دیکھا کہ خواتین ایمن
یمین و یسار عروس بیٹھی ہین اور نازنینان خورشید جمال زہرہ خصال روبروے عروس و دیگر خواتین ذی وقار مثل
ملکہ آسمان پری اور ملکہ رابعہ اطلس پوش اور ملکہ سرو سیمین تن وغیرہ گا رہی ہین انعام مین زر کثیر لے رہی ہین
غلغلہ تہنیت ایوان مین چہار جانب بلند ہے کرب غازی بعد اکل و شرب کے پھر ایوان سے باہر چلا آیا اور محفل عشرت
مین بیٹھکر ناچ خوبرویان جہان کا دیکھنے لگا یہانتک کہ قریب نصف شب کے بزم عشرت مین بیٹھا رہا پھر بزم عشرت سے اٹھ

ایوان مین گیا وہان بھی دیکھا کہ بدستور مہ جبینان خوش گلو گا رہی ہین جب زلف لیلاے شب تا کمر پہونچی اسوقت ناچ موقوف
ہوا جملہ خواتین جو عروس کے قریب بیٹھی ہوئی ہین ہر ایک بہانہ سے عروس کے پاس سے اٹھین اور اپنی اپنی آرامگاہ مین آکر
مصروف خواب ہوئین جب کرب غازی نے دیکھا تخلیہ ہوگیا اور کوئی عورت عروس کے پاس نہین رہی اسوقت کرب غازی
براے حصول مدعاے دل پاس عروس کے گیا اور قصد حاصل کرنے مدعاے دل کا کیا لیکن عروس نے جو کرب غازی کو اپنے
قریب دیکھا گنجینہ نہان کی حفاظت کا خیال کرکے کرب غازی کو اپنے پاس سے علحدہ کرنا چاہا کرب غازی نے کثرت شوق سے
جستجوے گوہر تمناے دل مین کوشش کی لیکن در مدعا ہاتھ نہ آیا آخر نوبت کشتی کی پہونچی نوشاہ و عروس مین باہم کشتی ہونے
لگی پردے مسہری کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اور مسہری نے بھی بعد تھوڑی دیر کے اُن دونون زور آورون سے شکست
پائی یعنی مسہری بھی ٹوٹ گئی لیکن غازی نے مسہری کے ٹوٹنے کا کچھ خیال نہ کیا اور جو فرش کہ زمین پر بچھا ہوا تھا اُسی فرش پر
مدعاے دل حاصل کرنا چاہا مگر باوجود کشتی ہونے کے بھی مراد دل بر نہ آئی آخر وہ وقت آیا کہ موذن نے اذان دی صداے
مرغ سحر کان مین آئی سفیدی سحر آسمان پر ظاہر ہوئی کرب غازی اسوقت حصول تمناے دل سے مایوس ہوکر عروس کو
چھوڑکر علحدہ ہوا اور نماز پڑھ کے ایک پلنگ پر جاکر لیٹ رہا ادہر عروس نے بھی کرب غازی کی کشتی سے فرصت پاکر
آرام کیا جب آفتاب بلند ہوا اُسوقت کرب غازی بیدار ہوا اور باہر ایوان کے چلا گیا یہان خواتین ایوان نے بیدار ہوکر
عروس کو جو دیکھا تو عجب کیفیت دیکھی یعنی دیکھا کہ عروس اور ایک پلنگ پر سو رہی ہی اور مسہری کے پردے تمام پھٹے ہوے
ہین مسہری کا ٹوٹ گئی ہی اکثر خواتین مسن نے باہم ہنسکر کہا کہ رات کو بظاہر معلوم ہوتا ہی کہ بڑی جنگ درمیان نوشاہ و عروس کے
ہوئی غرض جب ملکہ زبیدہ شیر دل بیدار ہوئین کنیزین بہر خدمت حاضر ہوئین الحاصل بعد چوتھی کی رسم کے شب کو پھر
کرب غازی نے ارادہ حاصل کرنے مطلب دل کا کیا لیکن مثل شب اول اس شب کو بھی باہم کشتی ہوئی اور تا سحر کشتی ہوئی کی
کرب غازی کا مدعاے دل اس شبکو بھی حاصل نہ ہوا آخر نماز سحر پڑھی بعد اداے وظیفہ سحری کے علحدہ عروس سے آکر
پلنگ پر لیٹ رہا قصہ کوتاہ اسی طرح سات راتین گذرین ہر چند شبہاے مسطور مین کرب غازی نے چاہا کہ مدعاے دل حاصل
ہو مگر نہوا روز ہشتم کرب غازی اپنے خیمہ مین تنہا بیٹھے ہوے تھے اور یہی فکر کر رہے تھے کہ دیکھیے مدعاے دل کیونکر
حاصل ہوتا ہی ناگاہ خواجہ عمرو بھی آے کرب غازی واسطے تعظیم خواجہ کے کھڑے ہوگئے خواجہ عمرو کرسی پر جلوہ فرما ہوے
جب خواجہ عمرو نے چہرہ کرب غازی پر نظر کی دیکھا کہ چہرہ کرب غازی سے آثار تردد ظاہر ہین خواجہ عمرو نے پوچھا
ای فرزند تمھارا مزاج کیسا ہی اسوقت مین تمکو متردد پاتا ہون کرب غازی نے یہ عرض کیا کہ افضال خدا اور آپ کی برکت
دعا سے مین اچھا ہون لیکن جو مجکو اسوقت فکر ہی اسکو آپ کی خدمت عالی مین مناسب جانکر عرض نہین کرسکتا خواجہ عمرو
نے فرمایا وہ کون سی تمکو فکر ہی کہ جسکو تم مجھسے بیان نہین کرتے ہو کرب غازی نے عرض کیا کہ مجکو ایک ایسے امر کی فکر ہی
کہ بزرگون سے بیان کرنا اُسکا خلاف ادب ہی خواجہ عمرو نے فرمایا ای فرزند مین نے تیری خوشی کے واسطے کرور ہا روپیہ
صرف کرکے تیری شادی کی زوجہ بھی تجکو الطاف و عنایات ایزدی سے وہ ملی ہی کہ جو بیٹی زلزلہ قاف ثانی سلیمان
حمزہ صاحبقران امیر عالیشان کی ہی اب تجکو کس امر کی فکر ہی اور باعث تیرے متردد ہونے کا
کیا ہی کرب غازی نے عرض کیا آپ میرے متردد ہونے کا باعث مادر عالیقدر ملکہ سرو سیمین تن سے
دریافت کر لیجیے گا مین عرض نہ کرونگا خواجہ عمرو گفتگوے کرب غازی سنکے نہایت متفکر ہوے آخر
داخل ایوان ہوکر اور اپنی زوجہ محبوبہ ملکہ سرو سیمین تن کو علحدہ بلاکر آہستہ اسطرح پوچھنے لگے کہ ای تسلی بخش قلب
مضطر کیا تمکو معلوم ہی کہ باعث کرب غازی کے متردد و متفکر ہونے کا کیا ہی اسوقت مین نے اسکو خیمے مین متفکر

بیٹھا ہوا دیکھکر ہر چند وجہ تردد کی دریافت کی کہ انسے تمہے سواے اسکے اور کچھ نہ کہا کہ میری والدہ سے دریافت کیجیے پس
مین اسوقت تمہارے پاس اسی واسطے آئی ہون کہ تمسے سبب اسکے متفکر ہونے کا پوچھون ملکہ سرو سیمین تن نے
شرماکر اور مسکراکر یہ کہا کہ مین اور تو کوئی وجہ کرب غازی کے متفکر ہونے کی نہین جانتی سواے اسکے کہ جس دن سے
تمہاری بہو ملکہ زبیدہ شیر دل کو بیاہ کے لائے ہو اسی روز سے ہر شب کو کرب غازی اور ملکہ زبیدہ شیردل سے کشتی
ہوا کرتی ہے اصل تو یہ ہے کہ تمہاری بہو اسم بامسمے ہے کرب غازی بظاہر بسبب غالب ہونے کے متردد ہوگا خواجہ عمرو
نے یہ حال اپنی زوجہ سے سنکے تھوڑی دیر تک فکر کی اور بعد فکر کرنے کے ایک شیشی کہ اسمین بیہوش کرنے کی کوئی دوا تھی زنبیل
سے نکالکر اپنی زوجہ کو دی اور کہا کہ آج کی شب اس شیشی کو کسی طرح ملکہ زبیدہ کو سنگھا دینا مگر زیادہ نہ سنگھانا ورنہ بیہوش
ہو جائیگی ملکہ سرو سیمین تن نے وہ شیشی خواجہ عمرو سے لیکر حفاظت رکھی خواجہ عمرو نے شیشی مذکور اپنی زوجہ
کو دیکر ایوان سے بقصد باہر آنے کا کیا تھا تا ملکہ آسمان پری و ملکہ رابعہ اطلس پوش وغیرہ جسقدر خواتین
مہمان تھین سب کی سب خواجہ سے طالب رخصت ہوئین خواجہ نے سب کو رخصت کیا اور ایوان سے باہر آئے یہان
بھی باقیماندہ جو مرد مہمان تھے وہ بھی خواجہ سے طلبگار رخصت ہوے خواجہ نے انکو بھی رخصت کیا غرض جسقدر زن و
مرد مہمان تھے سب کے سب رخصت ہو کر اپنے اپنے مکان اور مقام مسکن پر گئے بعد اسکے خواجہ کرب غازی کے پاس
آئے اور یہ کہا کہ اے فرزند اب کچھ تم تردد نہ کرو مین نے تمہارے رفع تردد کی تدبیر کر دی ہے کرب غازی یہ گفتگو خواجہ
عمرو کی سنکے دل مین اپنے بہت خوش ہوے اور یہ خیال کیا کہ خواجہ نے کوئی تدبیر کر دی ہے آج یقین ہے کہ مین اپنا مدعاے
دل حاصل کرونگا خواجہ عمرو تو کرب غازی سے تقریر مذکور کر کے چلے گئے لیکن کرب غازی اپنے خیمہ مین بیٹھے
رہے جب وہ دن گذر کے شام ہوئی کرب غازی نے نماز مغرب عشائی پڑھی پھر ایوان مین داخل ہو کر طعام تناول
کیا جب زمانہ قریب نصف شب کے گذرا اسوقت ملکہ سرو سیمین تن نے وہی شیشی جو خواجہ نے دی تھی ملکہ زبیدہ
شیردل کو عطر کے بہانے سے سنگھا دی مگر کم سنگھائی فورا ملکہ زبیدہ شیردل کی قوت مین کمی ہوئی اور طبیعت
کسلمند ہوئی سر مین کسیقدر درد ہونے لگا مگر بیہوش نہین ہوئین ملکہ سرو سیمین تن شیشی کو سنگھا کر چلی آئین کرب غازی
نے جب دیکھا عروس کے پاس کوئی عورت نہین ہے اسوقت بصد شوق و اشتیاق بہ ارادہ حصول مدعاے دل پاس
عروس کے آئے چونکہ ملکہ زبیدہ شیردل کے دست و پا مین بوجہ سونگھنے اس شیشی کے قوت و طاقت نہ تھی اس
سبب سے کرب غازی نے بسہولت اپنا مدعاے دل عروس سے حاصل کیا ملکہ زبیدہ شیردل بقدرت
پروردگار عالم اسی شب کو حاملہ ہوئین غرض کرب غازی بعد حاصل کرنے اپنے مدعاے دل کے ملکہ زبیدہ شیردل
کے پاس سے علحدہ ہو کر گئے ملکہ زبیدہ شیردل نے جو اس عالم کم قوتی مین اپنے حال خراب پر نظر کی کرب غازی
پر کمال غصہ آیا اور اپنے دلمین یہ خیال کیا کہ اس پسر پہلوان غازی نے مجھسے بے ادبی کی اور وہ حرکت ناشایستہ کی کہ جس حرکت
سے مجکو صدمہ پہونچا غرض ملکہ زبیدہ شیردل کرب غازی سے ناخوش ہو کر بعد گذرنے شب کے صبح کو سوار ہو کر اپنی مادر ملکہ
ملکہ گردیہ بانو کے پاس چلی گئین اور سبب اپنے چلے آنے کا اور کرب غازی سے ناخوش ہونے کا خواصون اور انا وغیرہ ندیمہ
عورتون سے بیان کیا جب زمانہ تین چار مہینے کا گذرا ملکہ زبیدہ شیردل کا شکم کچھ بڑا ہو گیا ملکہ زبیدہ شیردل کو اپنے پیٹ کے
بڑے ہو جانے سے بہت تشویش ہوئی آخر اکرہ و ناچار ملکہ گردیہ بانو کی خدمت مین حاضر ہو کر ملکہ زبیدہ نے اپنے
شکم کے پھول جانے کا حال عرض کیا ملکہ گردیہ بانو نے ہنسکر فرمایا کہ اے نور نظر پارہ جگر کیا تم اپنے پیٹ کے پھول جانے اور
بڑے ہو جانے کا خیال اور صدمہ نہ کرو یہی عارضہ مجکو بھی ہوا تھا اور بعد نو مہینے کے رفع ہو گیا انشاء اللہ تمہارا پیٹ بھی

انشاءاللہ تمہارا پیٹ بھی نو مہینے کے بعد پھر ویسا ہی ہو جائیگا جیسا کہ پہلے تھا ملکہ زبیدہ شیردل موجب فرمانے ملکہ گردیہ بانو
کے اپنے پیٹ کے پھول جانے کو عارضہ تصور کرکے چپکی ہو رہیں ناظرین نکتہ بین پر واضح ہو کہ جو چار سو تصویریں حمزہ
صاحبقران نے قبل اسکے سرداروں پر تقسیم کی تھیں سب سرداروں کی شادیاں انھیں چار سو شاہزادیوں کے ساتھ اتفاق
شادی ملکہ زبیدہ شیردل میں نہایت ہی تجمل و تکلف سے ہوئیں لیکن اس ہیچمدان نے بخیال طول مفصل ہر ایک کی شادی
کا حال نہیں لکھا اور یہ بھی ناظرین عالی ہمم پر واضح ہو کہ بعد شادی کرنے ملکہ زبیدہ شیردل کے اسکے دوسرے روز
زلزلۂ قاف ثانی سلیمان حمزۂ صاحبقران امیر عالیشان نے عقد اپنا ملکہ مہر گہر تاجدار کے ساتھ بہ تجمل شاہانہ کیا اور بعد
عقد کرنے ملکہ مہر گہر تاجدار کے دختر گاؤ لنگی سے بھی نکاح کیا ملکہ مہر گہر تاجدار کے شکم سے حمزۂ ثانی پیدا ہوتے ہیں اس
صورت سے کہ دست و پا و دیگر اعضا معلوم نہیں ہوتے ملکہ مہر گہر تاجدار اپنے فرزند حمزۂ ثانی کو ایک لوتھڑا گوشت کا دیکھ کر
از حد روتی ہیں اور گہوارے میں ڈال دیتی ہیں یکایک حمزۂ ثانی گہوارے سے غائب ہو جاتے ہیں اور یہ آواز ملکہ مہر گہر تاجدار
کے کان میں آتی ہے کہ اے ملکہ مہر گہر تاجدار تم اس اپنے فرزند کی جدائی میں گریہ و زاری نہ کرنا یہ فرزند انشاءاللہ دست و پا
سے درست ہو کر تجھے ملیگا ملکہ مہر گہر تاجدار آواز سنکے گریہ و زاری چنداں نہیں کرتی ہے اور وہ فرستادہ حبیب خدا اشرف انبیا
محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہوتا ہے حمزۂ ثانی کو جو گہوارے سے لیجاتا ہے وہ خدمت حبیب خدا میں حاضر ہو کر
حمزۂ ثانی کو حضرت کے قدم اقدس پر ڈال دیتا ہے اور حضرت لعاب دہن کو اپنے حمزۂ ثانی کے مقامات دست و پا وغیرہ
پر لگا دیتے ہیں اور حکم خدا اور تاثیر لعاب دہن حضرت سے حمزۂ ثانی کے اعضا درست ہو جاتے ہیں غرض اب حمزۂ ثانی
کا حال آئندہ مقامات مناسب پر لکھا جائیگا اور دختر گاؤ لنگی کے بطن سے بھی ایک طفل پیدا ہوتا ہے اور اسکا نام قہور
دیو پرور ہوتا ہے اسکا بھی ذکر کیا جائیگا اور بعد نو مہینے گذرنے کے ملکہ زبیدہ شیردل کے شکم سے اسد پیدا ہوتے ہیں
مگر اب حال گاؤ لنگی گاؤ سوار کا سنئے کہ یہ بدباطن ہر روز اپنے دیونگ عیار سے رو رو کر کہا کرتا ہے کہ اے دیونگ اب
سوائے مر جانے کے اور کوئی صورت زیست کی نظر نہیں آتی ہے اور کسی طرح ان خدا پرستوں سے فرصت نہیں ملتی دیونگ
عیار نے کہا یا اسرافیل درگاہ لقا میں کبھی غافل نہیں رہتا اور دن رات ان خدا پرستوں کی فکر میں پھرتا ہوں دیکھیے
آج کل میں کوئی ایسی صورت نکلی آتی ہے کہ یہ سب کے سب غارت ہو جائینگے یہ کہکے دیونگ پھر بیان سے چلا اور
کئی روز اسی فکر و تدبیر میں پھرا کیا ایک روز کی نقل ہے کہ ایک سردار بارگاہ نشین لقائے مشرک خدا کا کہ نام اسکا ارژنگ
کوہستانی ہے اور وہ تین لاکھ سوار کا مالک ہے یہاں سے کوئی دو سو کوس پر اسکا ملک کوہستان تھا وہاں دیونگ عیار پہونچا
اور ارژنگ کوہستانی سے اپنی ساری مصیبت گاؤ لنگی گاؤ سوار کی بیان کرکے کہا کہ کوئی راہ ایسی نکالیے کہ اسرافیل
درگاہ لقا حمزہ کے ہاتھ سے جانبر ہو ارژنگ کوہستانی نے جواب دیا کہ پھر جو صلاح تم بتلاؤ میں کروں دیونگ عیار
نے کہا کہ کوئی تدبیر میرے نزدیک تو اس سے بہتر نہیں کہ تم کسی حیلے سے حمزہ کے پاس جاکے مسلمان ہو جاؤ اور
کسی مکر و فریب سے گاؤ لنگی گاؤ سوار اور تم دونوں شریک ہو کر تمام حمزہ کی فوج و سپاہ کو مار کے تباہ کرو ارژنگ
کوہستانی نے کہا کہ میری طرف سے تم جاکے اسرافیل قدرت سے پیام دو کہ تم وہاں سے میرے پاس چلے آؤ پھر
ہم اور تم دونوں ملکے حمزہ سے مقابلہ کرینگے اور سبکو مار کے تہ و بالا کرکے اپنا ملک چھین لینگے دیونگ عیار نے پیام
ارژنگ کوہستانی کا گاؤ لنگی گاؤ سوار سے آکے کہا گاؤ لنگی گاؤ سوار نے کہا کیا مضائقہ ہے یہ کہکر دوسرے دن
در بار بحضور امیر نامدار عرض کی کہ یا سلطان صاحبقران ایک مدت گذری ہے کہ میں کہیں گھر سے نکلنے نہیں جاتا
اس باعث سے عجب طرح کی جی کو الجھن اور دل کو خفقانیت سی رہا کرتی ہے اگر اجازت ہو تو شکار کو جاؤں

دس بارہ دن سیر و شکار کرکے پھر حاضر ہونگا سلطان عالیمقام نے فرمایا اچھا کیا مضائقہ ہے جاؤ پس گاؤ لنگی گاؤ سوار سلطان صاحبقران نامدار سے اجازت رخصت کی لیکر مع اپنی فوج کے بحیلہ سیر و شکار سوار ہوکر سمت کوہستان روانہ ہوا اور لونگا عیار نے جاکر ارژنگ کوہستانی سے اطلاع کی کہ شاہ بربر اسرافیل درگاہ خداوند لقا شکار کا بہانہ کرکے قریب کوہستان کے آپہونچا ہے اب جو مناسب ہو وہ کیجیے ارژنگ کوہستانی آمد گاؤ لنگی گاؤ سوار کی سنکے مع اپنے تین لاکھ سوار کے بطور استقبال کے چلا اور اثنائے راہ مین گاؤ لنگی گاؤ سوار کی ملاقات کرکے بڑے اعزاز و اکرام سے گاؤ لنگی کو اپنے مکان مین لایا اور گاؤ لنگی کو تخت پر بٹھلا کر کہا کہ اے شاہ بربر تو خاطر جمع رکھ کہ مین دو پہر کی لڑائی مین حمزہ کو شکست فاش دونگا گاؤ لنگی گاؤ سوار نے کہا کہ اے ارژنگ یہ مشورہ اچھا نہین یہ صلاح بہتر ہے کہ مین تو حمزہ کے لشکر مین بدستور رہون اور روز اُسکی بارگاہ مین جاؤن اور تم آکے طبل جنگ بجوا کے حمزہ کی فوج سے مقابلہ کرو اگر تمھارا غلبہ آسپر ہوا یا کوئی گھات بن پڑی تو مین بھی اپنا لشکر تیار کرکے پشت پر سے حمزہ کی فوج کو مارونگا اور جھپٹ پٹ اُسکے لشکر کا استیصال ہم تم دونون ملکے کر دینگے اور جو خدا نخواستہ تمھارے لشکر کی شکست ہوئی یا خدا نخواستہ تم گرفتار ہوگئے تو مین تمھارا ساعی اور مدد معاون ہوکر تمکو قید سے چھڑا دونگا یا صلح کرا دونگا ارژنگ کوہستانی نے کہا یا اسرافیل قدرت یہ بات تو غیر ممکن ہے کہ جیسے کہ تو شاہ بربر ہے جب تک تو لشکر مین ہمارے ہوگا تیرے ملک مین ہماری فوج کیونکر یورش کریگی اور تیرے شہر کو کیا کر یعنی ہم نے مرنے کا ارادہ نہ کرینگے گاؤ لنگی گاؤ سوار نے کہا تو خیر مین اپنے خیمہ مین جاتا ہون اور رات کو شبخون حمزہ کے لشکر پر مار کے تمھارے پاس چلا آؤنگا غرض یہ صلاح دونون کو پسند آئی اور گاؤ لنگی گاؤ سوار ارژنگ کوہستانی سے رخصت ہوکر اپنے ملک مین پھر آیا اور صبح کو بوقت دربار بارگاہ سلیمانی مین آکے بدستور معمول اپنے حاضر رہا بعد برخاست دربار اپنے خیمہ مین جاکر خفیہ خفیہ تمام اپنی فوج و سپاہ کو حکم دیا کہ ہم آج شبکو حمزہ کے لشکر پر شبخون مارکے سمت کوہستان نکل جاینگے چنانچہ سارا لشکر اسکا مستعد اور ہوشیار ہوکے منتظر رہا جبکہ دو پہر رات کا عمل ہوا تو اس وقت گاؤ لنگی گاؤ سوار نے مع اپنی فوج و سپاہ کے لشکر فیروزی اثر پر سلطان نامور کے شبخون مارا اور سیکڑون بندگان خدا اور غازیان دیندار کو شہید کرکے صاف نکلا ہوا سمت کوہستان ارژنگ کوہستانی کے پاس چلا گیا جب وقت صبح کا ہوا اور شہنشاہ گیتی پناہ سعد بن قباد نے بارگاہ سلیمانی مین آکر تخت سلطنت پر اجلاس فرمایا امیر بالو قیر دنگل نادو غیرہ پر متمکن ہوئے اور پانچ ہزار پانچسو چھپن سرداران نامی پہلوانان گرامی جوانان صف شکن اور شیر افگن بہادران تہمتن شجاعت شعار شہامت کردار سب اپنے اپنے دنگلو پر آن کر بیٹھے تو ایک مرتبہ سامنے سے ایک جوڑی ہرکارے کی گرد مین آلودہ پسینے مین غرق بارگاہ عرش اشتباہ سلیمانی مین آئی اور روبرو تخت بادشاہ کے زمین ادب کو بوسہ دیکر بعد دعا و ثنائے شاہنشاہی کے یون پردازہوئی قطعہ بادشاہا یار کاہت چون فلک پر نور باد ؛ داد و عدلت در سرائے مملکت معمور باد ؛ اے فریدون ہمت و رستم دل و جمشید فر ؛ تیغ تو بر فرق دشمن ناصر و منصور باد ؛ سرور عالم کی عمر دراز ہو آج رات کو گاؤ لنگی گاؤ سوار نے مع تمام اپنی فوج و سپاہ کے شبخون لشکر اسلام پر لاکے بہت سے اہل اسلام اور مومنین کو شہید کیا اور سمت کوہستان نکلکر ارژنگ کوہستانی کے پاس گیا ہے سلطان والاشان حمزہ صاحبقران یہ حال گاؤ لنگی گاؤ سوار کا سنکے نہایت درہم اور برہم ہوئے اور جانب پیل عادیان پور شدادیان کپتان کرب بن کوہ کرب عمرو معدی کرب پہلوان عادی کیطرف مخاطب ہوکر حکم دیا کہ ہمارا بھی پیش خیمہ سمت کوہستان لیچلو یہ بدذات کہین جانے میرے ہاتھ سے نجات نہین پائیگا جہان دستیاب ہوگا وہین جاکے مین اسے سزائے اعمال کو پہونچاؤنگا حسب الحکم سلطان باکرم کے پہلوان عادی نے پیش خیمہ سمت کوہستان لیجاکر استادہ کیا یہ خبر ارژنگ کوہستانی نے جو سنی

کہ امیر حمزہؑ صاحبقران مع فوج دریا موج اور لشکر نصرت آثر آمادہ رزم و پیکار تشریف لاتے ہین اور گاؤ لنگی گاؤ سوار کو بھی
گرآمد لشکر فیروزی اثر سلطان نامور سے اسکا رنگ فق ہوگیا اور مارے خوف کے بات اسکے منھ سے نہین نکلتی تھی ارژنگ
کوہستانی نے کہا ای اسرافیل درگاہ خداوند لقا تو خاطر جمع رکھ کسی طرح کا اندیشہ اور وسواس اپنے دل مین نہ لا مین ابھی
جاکر حمزہ کو نصیحت کیے آتا ہون تا پھر وہ کبھی بنگاہ کج اس طرف کو رخ نہ کریگا یہ کہکر ارژنگ کوہستانی سوار ہوکر سمت لشکر
ظفر پیکر روانہ ہوا جب دروازہ بارگاہ سلیمانی پر پہونچا پہلوان عادی سے کہنے لگا کہ میرے آنے کی خبر امیر حمزہ صاحبقران
کو کرو بموجب آسکی استدعا کے پہلوان عادی نے اندرون بارگاہ سلیمانی جاکے حضور سلطان والاشان امیر حمزہؑ
صاحبقران عرض کی کہ ارژنگ کوہستانی امیدوار باریابی حضور کا ہے امیر باتوقیر نے فرمایا کہ کیا قباحت ہے بلاؤ چنانچہ
حسب ارشاد سلطان عالیمقام کے پہلوان عادی نے ارژنگ کوہستانی کو اشارہ کیا کہ جاؤ باریاب اقدام عالی سے
سلطان صاحبقران کی سعادت یاب ہو ارژنگ کوہستانی بارگاہ مین آیا اور مجراگاہ پہ سے مجرا کرکے کھڑا رہا امیر
باتوقیر نے ایک کرسی پر اشارہ بیٹھنے کا کیا ارژنگ آداب بجا لا کے بیٹھ گیا اور ملتمس ہوا کہ یا حمزہ صاحبقران اس ملک
پر بری مین اول تو آج تک کوئی آیا نہین اور اگر کوئی آبھی گیا ہے تو یہان سے زندہ و سالم بچکر نہین گیا آپ نے اس ملک مین
آکر انواع انواع طرح کی شدتین اور بدشتین کین علاوہ ان باتون کے ملکہ مہر نگر تاجدار بنی نوشیروان ملک العادل
کسرے کی جو نامزد شاہ پریر گاؤ لنگی گاؤ سوار کے ساتھ تھی اُسے آپ نے اپنے قابو مین کیا رستم خان بن گاؤ لنگی
کو مسلمان کرلیا لا خیر اتبک تو جو کچھ آپ نے کیا اچھا کیا خواہ برا کیا مگر اب آپ کو لازم ہے کہ یہان سے کسی اور طرف کو کوچ کر جائے
اور گاؤ لنگی گاؤ سوار اسرافیل قدرت خداوند ہیجدہ ہزار ملک باختر کا ہے اس سے تعرض نہ کیجیے کہ انجام اسکا بخیر نہوگا
امیر والاتوقیر نے تقریر اُس کوہستانی شریر کی سنکے نہایت درہم وبرہم ہو کے فرمایا کہ ای ارژنگ تقریر فضول اور بیہودہ
کرنی سے کیا حاصل بس جا کے اپنے لشکر مین طبل جنگ بجوادے اور سر میدان جو کچھ کہ تیرے دست و بازو اور زور و سعی
سے ہوسکے اُس مین قصور نہ کر ارژنگ کوہستانی یہ جواب زبان فیض ترجمان سلطان عالی جناب سے سنکے نہایت
پشیمان ہوا اور وہان سے اٹھکے اپنے لشکر مین آیا اور گاؤ لنگی گاؤ سوار سے کہنے لگا کہ مین نے جاکر حمزہ کا مافی الضمیر
دریافت کیا مجھے یقین ہوا کہ یہ خدا پرست بڑے زبردست ہین تاوقتیکہ یہ سزا نہ پاینگے اپنے شدائد اور سرکشی سے باز
نہین آینگے یہ کہکر حکم دیا کہ ہمارے لشکر مین طبل جنگ بجے ایک مرتبہ اُسکے لشکر مین طبل جنگ بجنے لگا اور یہ خبر لے کے
جاسوسان لشکر اسلام بارگاہ سلیمانی مین آکر حضور شاہنشاہ لشکر اسلام زمین ادب کو بوسہ دے کر پکارے اشعار

ای ز برق دم تیغ تو جہان نورانی
قوس خود را بہ کمان تو برابر جا کرد

بادشاہ ہمہ ایرانی و ہم تورانی
آسمان خندہ زد و گفت بہ خندہ دانی

خضر الہام و سکندر فر و دارا آرای
بادر کان فلک حلقہ بگوشان تو اند

مصطفیٰ مشرب و حیدر دل و جعفر فرمانی
ای غلامان ترا مرتبہ سلطانی

شہنشاہ عالم کی عمر دراز ہو لشکر ارژنگ کوہستانی مین طبل جنگ بجا ہے اور صبح کو وہ کافر مرکر آراستہ میدان جنگ ہوگا سلطان
ظفر احتشام امیر حمزہؑ عالیمقام نے بمجرد استماع اس کلام کے فرمایا شعر سر نگنے ہم ز شمشیر حبیب ؛ ہر چہ آید بر سر من یا نصیب ؛
جو کچھ کہ منشی تقدیر اور کاتب ازل نے صفحہ ناصیہ پر میرے کلک قدرت سے اپنے بروز دیوان قضا رقم کردیا ہے
وہی ہووے گا اور آویگا اس مین فکر اور تردد کرنا عین نادانی اور محض بیوقوفی ہے بس بہتر یہ ہے کہ ہمارے لشکر مین بھی
طبل جنگ بیدرنگ بجے حسب الحکم جہان مطاع عالم مطیع سلطان والا قدر عالی منزلت کے مہاوج عیاری قطب فلک
خنجر گذاری شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار اپنی کرسی پر سے اٹھکر سمت نقارخانہ سلیمانی روانہ ہوا وہان
نقارخانہ سلیمانی مین دو بھائی حقیقی کہ ایک کا نام کہا بہ جینی دوسرے کا نام قلابہ جینی چین ماچین کے بادشاہزادے

بجوا رہو غرہ نقار خانہ سلیمانی مین ان دونون نے جسوقت سے کہ آواز طبل جنگ کی لشکر کفار سے سنی ہے دونون بھائی انتظار مین حکم سرکار کے صحن نقار خانہ مین کرسیان بچھا کے بیٹھے ہین اور نقارون کو آگ جلا کے سینک رہے ہین اور چاشنی دیتے ہین اور نوسے بھر کے شہنا دون کو درست کرتے ہین اور اپنے اپنے سازون کو سنبھالتے اور دیکھنے بجانے مین مشغول ہین ناگاہ شاہ عیاران عیار اندرون نقار خانہ پہونچا ان دونون بھائیون نے اپنی اپنی کرسیون پر سے اٹھ کے ایک نے داہنی طرف سے ایک نے بائین طرف عمرو کو نذرین دے کے عرض کی کہ کیا حکم صادر ہوا ہے عمرو نے کہا کہ لشکر کفار مین طبل جنگ بجا ہے لہذا حکم سلطان والا شان حمزۂ صاحبقران کا ہے کہ ہمارے لشکر مین بھی طبل جنگ بجواؤ یہ حکم قضا توام سلطان باکرم کا سنکر دونون بھائیون نے عمرو سے کہا بسم اللہ لیس عمرو نے برابر طبل جنگ سکندری کے آکے دونون دوالین نقارہ کی اپنے ہاتھ مین اٹھالین اور طبل سکندری پر مارین ناگاہ قطعہ نقارہ آواز آمد برون ٭ کہ گردون دون است ودون است دون ٭ دہل زن دہل زد بہ تحسین او ٭ بہین دین او دین او ٭ بس ساتھ طبل اسکندری کے اٹھارہ سو جوڑی نقارون کی نوازش مین آئی صدائے برق افراسیابی اور بجا نجہ جمشیدی اور تسبیح کیو مورثی کے گوش گردون تک پہونچی اور غازیان دیندار مجاہدان تہور شعار آمادۂ رزم وصیائے قضا ہو کر باہم معانقہ اور مصافحہ کرتے تھے عزیز واقربا خویش وبیگانہ آپس مین گلے مل کے کہتے تھے یار و شب ما ما است فردا چہ زاید دیکھیے کل صبح کو کسکو تختۂ تابوت اور کسکو تخت سلطنت نصیب ہو شعر

دراندیشہ گردن کشان یکیک — کہ فردا بنام کہ گردد فلک
کرا تاج اقبال بر سر نہد — کرا تخت تابوت بر ور نہد
زمانہ کرا کار سازی کند — ستارہ بجان کہ بازی کند
کہ داند کہ فردا چہ خواہد رسید — ندیدہ کہ خواہد شدن ناپدید

ہزارون دلیران نامدار اور بہادران شیر شکار نے جسوقت سے کہ آواز طبل جنگ کی سنی ہے اسوقت سے غسل کر کر کے پوشاکین نہایت نفیس اور پاکیزہ پہن پہنکر عطریات اپنے بدن مین مل مل کے سیکڑون مسجدون خانقاہون مین ہزارون لب دریا ہزارون سمت صحرا ہزارون جانب میدان وغا جا جا کے سجادے بچھا کے سمت قبلہ منہ کیے حضور قلب اور خلوص نیت سے سبحۂ صدانہ اشک کو تار نظر مین پیوستہ کیے بجناب باری ستدعی اور ملتجی تھے کہ الٰہی بارالٰہا کل صبح کو وہ دم گاہ مصاف مین امتحان تو دم اشرات اور فرقہ جلالت کا ہوگا اور جو ہر والانشینی اور عالیجا ندانی کا ہر ایک دلاور اور بہادر کے گواہی کا عمود اور زبان نیزہ وخنجر سے بوصدہ نمود آئیگا پس دل ایک قطرہ خون ہے اسکا کچھ اعتبار نہین لہذا یہ استدعا ہے کہ اس دل مین کوئی فساد واقع نہو اور ایسا نہو کہ میدان رزمگاہ سے کوئی قدم ہمارا آگے سے پیچھے کو ہٹ جائے صدقہ اپنی وحدانیت کا ہمکو سہرے خون کے اور بدھیان زخمون کی نصیب کرنا تاکہ رو ہانے ہوئے اپنے آقائے کونین خداوندان نعمت کے سامنے سرخروئے جاوید کہلاوین غرض بیان تو تمام لشکر مین شجاعان صاحب عزو تمکین اور مومنین کا یہ حال تھا اور باقی لکھو کہا دلیر اور شیر اپنے سلاحون کی تیاری مین معروف تھے تلوارون کو چرخ پر چڑھوا کے پاسان چٹاتے تھے عقل پیر چرخ کی بھی چرخ مین آگئی تھی خنجرون کو سنگ جلانے سے ترکشون مین سے تیرون کو نکالکر ناقص ناقص تیرون کو علحدہ کر دیا اچھے اچھے تیرون کو پھر ترکشون مین بھر کے رکھا چار آئینون کو پونچھا ملوایا صاف کر کے رکھا تمام رات چار طرف طلایہ پھرتے تھے اور ہوشیار باش بیدار باش کی صدا بلند تھی غرض چہل پہل اور جاگ اور ہوشیاری سے وہ شب بسر ہوئی اب وہ وقت آیا کہ خورشید انور اپنا جمال جہان آرا دکھایا اشعار

لگے ہونے نظرون سے تارے نہان — چھپا نور مین جادۂ کہکشان
رخ شمع مائل بزردی ہوا — لباس فلک لاجوردی ہوا
موذن اذان سے ہوئے بہرہ مند — ہوئی بانگ اللہ اکبر بلند
مسیحا نفس تھی نسیم وزان — اٹھے لوگ لے لے کے انگڑائیان

یعنی نسیم سحر وزان ہوئی اور درختان پر مرغ یہ طائران خوش الحان نغمہ خوان شغر ہو گیا ہے کہ بر زمین رو ہوئے

وحدہ لاشریک لہٗ کو یاد و ذکر خالق جن و بشر مین وظیفہ خوان تھے ناگاہ سرخیل وفاداران مقبل وفادار نے اندرون بارگاہ
جاکر پاے سعادت صاحبقرانی کو بوسہ دیا امیر باتوقیر نے آنکھ کھولی پوچھا رات کتنی باقی ہوگی مقبل نے عرض کی نماز کا وقت ہے
سلطان باکرم نے فرمایا کہ پانی وضو کے لیے منگاؤ فراش آفتابہ سلفچی لیے حاضر تھا آپ نے اٹھکر وضو کیا اور بعد وضو دو رکعت نماز
صبح سے انفراغ حاصل کرکے پوشاک ذات اقدس پہ آراستہ کی صندوقچہ سلاح کا طلب کیا خود ہود پیغمبر کا سر پہ اور زرہ
داودی گلے مین دستانے نوح پیغمبر کے ہاتھون مین چار آئینہ داوُدی سینہ اطہر پہ موزے صالح پیغمبر کے پاؤن مین پہنے
اور کلہ اس شیر کا جسے سیاہ بوم سفید بوم قاف مین مارا تھا خود پر باندھا اور پر سیمرغ کا اوسپر لگایا سلطان والا شان امیر
حمزۂ صاحبقران اسلحۂ جنگ سے مسلح اور مکمل ہوکے بارگاہ سلیمانی سے برآمد ہوئے یہان قلندر دیوانہ دروازہ بارگاہ پر اشقر دیوزاد
کو لیے حاضر تھا امیر باتوقیر نے ایال پر اشقر کی ہاتھ ڈالکر رکاب مین قدم رکھا اور قاش زین پر جلوہ فرما ہوئے شاہ سلیمان
فارسی مظفر کامیابی ابوالمعین بلعمی گرد خواجہ عمرو کران وغیرہ سوسوا سو رفقاے قدیم اور ندیم ہمراہ اکر کے ہمراہ رکاب ظفر
انتساب ہوے سواری مثل باد بہاری کے روانہ ہوئی جبکہ قریب نقارہ خانہ بلورین کے پہونچے تو دیکھا سامنے عیش محل کی
ڈیوڑھی کا پردہ چوخیون پر کھچ چکا ہر طرف لوگ جمع ہوتے جاتے ہین نقارخانہ مین نکور بجلے پہر کی نوبت کی لگ رہی
ہے گلال باڑی اٹھک قایم ہے ایک سمت ہزار بارہ سو چپشاخے بردار گنگا جمنی رپہلی سنہری پچشاخے کھلے انپر چڑھے
ہوے ایک طرف ہزار بارہ سو فانوس مینا کاری ہزار بارہ سو کنول بلورین الماس تراش فانوسون مین شمع کافوری
چڑھی ہوئین مگر صبح ہوگئی تھی اسوجہ سے روشنی پھیکی پڑ گئی تھی اور شمعین بے نور معلوم ہوتی تھین ایک طرف سترہ اٹھارہ
سو سقے بادلے کی تھیلیان باندھے گلوٹ تاش کے کھینچے اوڑھے کاریزی جھنجھی ساڑھے سر و تنپر باندھے چپشاری چونے چڑھے
کے پاؤن مین مشکیزے سے خوشبودار چڑے کے گلاب کیوڑہ عرق بہار بید مشک عبیر کے فوارے ہزارے کے دہانو پہ سر
چڑھائے آبپاشی اور گوہر افشانی کرتے ہوئے ایک سمت ہزار بارہ سو مشعل بردار عود سوز وغیرہ ہاتھون مین لیے
ہزار بارہ سو حاجب دربان رقاصی یوز باشی یساول مردھے نقیب چوبدار باندھو کے لال گلابی چیرے سر پر باندھے
پیلکاری کے دارائی کے انگرکھے اور محمودی کے پردہ چاک قبائین پہنے بلبل چشم کے پٹکے کمر مین باندھے مشروع
کے پائجامے پاؤن مین جیسے سنہری رپہلی مکلل بزرو مرصع بجواہر ہاتھون مین لیے صف بستہ جہان تہان اہتمام مین
سرگرم کار ہین صاحبقران عالی منزلت قریب صفہ فلک تکریم ملایک مقیم کے آکے رکب سے کود پڑے اور ایک
دنگل پر متمکن ہوے اور باقی تمام لوگ بڑے کرکے کرسیان بچھا بچھاکے بیٹھنے لگے کہ یکایک وردی نوازون نے فاشر
تیلی کی وردی بجائی اور امیر باتوقیر اور سب سرداروں نے جانا کہ آمد شاہ لشکر اسلام کی ہوئی پس سب ہوشیار ہوکر
اٹھ کھڑے ہوئے بیل مادیان پورشدادیان کپتان کرب ین کو و کرب پہلوان عادی درگما اور لشکر نے دوڑ کر سرا
پردہ کا اٹھایا اندر سے آواز شہنا نوازون کی گوش زد ہوئی اور قریب چار سو کہاریوں پر کی طاقتون کے تخت
آسمان مرتبت کا دوش بدوش لیے باہر نکلے پہلوان عادی نے پکارا نصر من اللہ و فتح قریب امیر باتوقیر
واسطے مجرے کے جھکے مرو بے نے آواز دی شہنشاہ عالم پناہ سلامت عالی بادشاہ سلامت امیر باتوقیر کا مجرا
ملاحظہ ہو روبروے حضرت ظل سبحانی نے بکمال عنایات خسروانہ امیر کشورگیر کا مجرا لیکر اپنا ہاتھ چھاتی پر رکھا اور اشارہ
سواری کا کیا بعد آسکے جانب راست سے دست راست نکا اور جانب چپ سے دست چپ ہون کا مجرا ہوتا ہوا
تخت بادشاہ سمت وعدہ گاہ مصاف روانہ ہوا آگے آگے جلوس سواری کا روشن چوکی نواز ملت بھیرون
کو شہنا ؤن مین پھونکتے ہوئے شعر وہ شہنا نوازون کی پیاری دھن جنھین کان رکھکر ملایک سنین :- شعر

آبپاشی کرتے ہوئے گرد و غبار کو بٹھاتے کچھ سواری کے آگے کچھ داہنی طرف کچھ بائیں طرف کچھ گھوڑوں کے پیٹ تلے
دبے ہوئے بہشتی و چاؤ کی تمام پلٹے چلے جاتے تھے امیر با توقیر سلطان جم قدر داراشان حمزۂ صاحبقران اشقر
دیوزاد پر سوار زیر نشان علم اژدہا پیکر تخت سے شہنشاہ لشکر اسلام کے چالیس قدم سروری اور صاحبقرانی کی راہ سے
آگے یہ شعر پڑھتے ہوئے چلے شعر من آن ستارۂ صبحم کہ از کمال ادب ؛ ہمیشہ پیش رو آفتاب میباشم ؛ آگے آگے نقیب
اور کرکیت کڑکا کہتے اور نشیب دیتے بقول میر احسن کے اشعار نقیب اور جلو دار اور چوب دار ؛ یہ کہتے تھے
آپس میں ہر دم پکار ؛ بڑھا نوجوانو بڑھے جائیو ؛ دو جانب سے باگیں لیے جائیو بڑھے جاؤ آگے سے چلتا قدم ؛
بڑھے عمر و دولت قدم با قدم ؛ غرض جاتے جاتے سواری قریب وعدہ گاہ مصاف کے پہونچی تخت حضرت ظل اللہ
شہنشاہ لشکر اسلام کا قلب لشکر میں آن کے قائم ہوا طرفین سے سرداروں نے نکل کے جھاڑی جھنڈی جنگل کی
کاٹ کے میدان ہموار کر دیا بیلچہ کار بیلچہ کاری کر کے نکل گئے میمنہ میسرہ قلب و جناح ساقہ کمینگاہ آگے کا ہراول
پیچھے کا چنداول چودھویں صفیں بخوبی آراستہ و پیراستہ کر کے جسکا گھوڑا صف سے قدم بھر آگے بڑھا تھا اسے
پیچھے ہٹا دیا اور جسکا ایک قدم بھر پیچھے تھا اسکو بازو کا جھٹکا دے کر آگے بڑھا دیا ہر ایک گھوڑے کی پچھت پچھ
کنوتی سے کنوتی سم سے سم دم سے دم برابر کر کے صف آرائی کی مگر شدت اور کثرت گرد و غبار سے تمام آسمان
گندہ نظر آتا تھا ایک دوسرے کو بخوبی نہیں دیکھ سکتا تھا نظم ز گرد و غبارے کہ شد بر سپہر ؛ ورفتی خویش گم گرد و سپہر ؛
ز سم ستوران دران پہن دشت ؛ زمین شش شد و آسمان گشت ہشت ؛ صدا ابر دون آواز طبل جنگ ؛ دہنگا و رنگ ورنگا ورنگ
کرہ ہوا کرۂ خاک ہو گیا تھا اور اندام زمین رعشہ دار معلوم ہوتا تھا اسوقت ہزارہا سقے طرفین سے آبپاشی پر جھکے
ہوئے گرد و غبار کو بٹھلا رہے تھے بعد دو تین گھڑی بسبب کثرت آبپاشی کے اب جو دیکھا تو وہ گرد فرد ہوئی اور
ایک دوسرے کو بخوبی دیکھنے لگا مگر میدان بصورت دوازدروں کے منہ کھولے نظر آتا تھا کسی کو جرأت آگے قدم بڑھانے
کی نہیں ہوتی نقیب اور کرکیتوں نے طرفین سے نکل کے باواز بلند کہا اے مردان بکوشید تا جامۂ زنان نپوشید
شعر روز جنگ است جنگ باید کرد ؛ کوشش ہم و ننگ باید کرد ؛ کہاں ہیں رستم و سہراب کہاں ہیں سام و نریمان
کون ایسا بہادر ہے کہ آج سر میدان نکلکر نام اپنے باپ دادے کا روشن کرے اور ان بہادروں کا نام مانند
حرف غلط کے صفحۂ امکان سے مٹا دے دوہالو ہالو اسپ کین لو بڑی بلا سے ایک آگے پٹ رہے اور ایک
پاچھے پٹ جائے ؛ ساختہ کرکیتوں کے للکارنے کے بہادران شور شعار و دلاوران نبرد روزگار کی آنکھوں میں نشۂ شجاعت
سے لال لال ڈورے پڑ گئے تھے اور قبضوں پر ہاتھ ڈالے برچھے ترچھے کیے میدان کو دیکھ رہے تھے کہ ناگاہ ارگس
کوہستانی اپنے کرگدن کو دبا کے میدان میں نکلا اور گاؤ دنگی گاؤ سوار سے اجازت لیکر مقابلہ لشکر اسلام آیا
تا وسط میدان میں اپنے گینڈے کو روک کر سلاح شوری اور سراپا دکھلانے کو خوب اس گینڈے کو کاوہ دے پر
لگایا جبکہ گینڈا پسینے میں تر بتر ہو کے خشک ہو گیا تب آخر باواز بلند کہا اے لشکر خدا پرستان وائے بر دستان از شما
ہر کرا آرزوئے مرگ است بیائید بمیدان جنگ کہ ارادہ دست و پا ازوے دارم ابھی اس کوہستانی کے منہ سے یہ کل
پورا نہیں نکلنے پایا تھا کہ ایکبار سمت چپ سے مالک اژدر صاحب نیزۂ دوسر غلام نبی و چار گرچہ رہ سپہ سالار دست
چپ نے اپنی مادیان عربی کی باگ کو لیا اور روبرو تخت بادشاہ اسلام کے آگے مجرا کیا اور اجازت طلب کی
حضرت ظل اللہ شہنشاہ فوج اسلام نے جام کلاہ ضربت اپنے دست مبارک سے لبریز کر کے مالک کو دیا اور زبان
مبارک سے فرمایا کہ مالک ترا بخدا سپردم مالک نے آداب بجا لا کے وہ جام نوش کر لیا اور بعد اسکے امیر با توقیر سے

بھی رخصت میدان لیکے جانب میدان رزم روانہ ہوا اور برابر ارژنگ کوہستانی کے پہونچ کے الیسا للکارا اور مارا کہ گھوڑا ارژنگ کوہستانی کا قریب دس بارہ قدم کے پیچھے ہٹ گیا ارژنگ نے بڑے زور سے باگ کو روک کر اپنے کو گردن کو قائم کیا اور پھر برابر مالک اژدر کے آکے کہنے لگا ای خدا پرست یہ رسم و راہ کہان کی ہو کہ تو نے میرے گھوڑے کو آگے او چھڑ مارا مالک نے جواب دیا کہ یہی طریقہ شجاعان لشکر اسلام کی آمد کا ہو جیسے حریف سے جو مقابلہ کرتے ہین او او چھڑ مار کے آگے سے پسپا کر دیتے ہین یہ کلام مالک کا سنکے ارژنگ کوہستانی نے نہایت پیچ و تاب کھایا اور پکارا لا اے بے مروان عالی مالک نے کہا اول تو اپنے دل کی حسرت نکال جو ارمان ہے اگر میرا خالق تیری ضرب سے مجھے محفوظ رکھیگا تو مین بھی سمجھونگا شعر تو اول برآور تمنائے خویش ٭ کہ من خصم را سید ہم جائے بیش ٭ پس ارژنگ کوہستانی نے یہ سنکے اور پیچ و تاب کھاکے نیزے کو اپنے سینہ بے کینہ پر مالک اژدر کے مارا ادھر مالک اژدر نے ارژنگ کے نیزے کو آتے دیکھ کر اسکے نیزے کی سنان کو روک لیا اور دونون نیزون کی سنانون مین سے ایک آواز جھناٹے کی پیدا ہوئی چنگاریان آگ کی اڑین اور باہم نیزہ وری ہونے لگی نیتین چلنے لگین اشعار

دو گل اجل از دو در امر گشاد ٭ سنان چون زبان دو سہ نیزہ ٭ سیدان کشیدند سنان سبر کین ٭ بجنبش درآمد از ایشان زمین

چنان نیزہ با نیزہ آمیختہ ٭ سنان یک بدیگر درآو یختہ ٭ کہ برہم نہ پیچیدہ زاگونہ مار ٭ سنان را چنین کے بود کارزار

بیس بیس نیتین نیزون کی باہم نکل چلی تھین مگر شعر ٭ نہ این را ظفر بود نہ آن را خطر ٭ نہ این را خطر بود نہ آن را ظفر ٭ چونکہ مالک اژدر فنون نیزہ بازی مین وحید زمان اور فرید عصر تھے ارژنگ کوہستانی نے اپنے دل مین کہا کہ مین مالک اژدر سے نیزہ بازی مین عہدہ برآ کبھی نہین ہو سکونگا اور یہ سوچ کر ایک مرتبہ مالک سے کہنے لگا کہ ای مالک اژدر یہ کون شخص تیرا حریف اور پیدا ہوا جو از راہ نامردی پیچھے سے مجھے پتھر مارتا ہو مالک اژدر نے ارژنگ کوہستانی کی زبان سے یہ سنکے جونہین پلٹ کر پیچھے دیکھا تو سنگ تو کہین بھی نہین کوئی مارتا تھا وہ تو فقط ایک فریب تھا ادھر سے ارژنگ نے قابو پاکے اس طرح سے نیزہ مالک کے ہاتھ پر مارا کہ نیزہ مالک کے ہاتھ سے باہر نکل گیا مالک اژدر نے یہ فریب بازی ارژنگ کی جو دیکھی کہ مجھے دھوکا دے کے اس گبر پر غرور نے زخمی کرنا چاہا تھا تو غیظ و طیش مین آکے نیزہ اپنا ارژنگ کوہستانی کی چھاتی پر مارا کہ پشت سے باہر نکل گیا اور لاش اس جہنمی بدمعاش کی گردن پر سے اس کے گر پڑی اور وہ دم مین خاک و خون مین پھڑک پھڑک جہنم واصل ہو گیا گاؤ دنبالہ گاؤ سوار نے جو دیکھا کہ ارژنگ کوہستانی مارا گیا بیساختہ گھوڑے پر سے کود پڑا اور اپنے دونون ہاتھ رومال سے باندھ کر تلوار کر لے ہاتھون سے دبا کر پڑھتا ہوا قطعہ ای از تو تمام لطف وازمن تقصیر ٭ سرتا بقدم غریق بحر تشویر ٭ لیکن دارم چو عذر ہائے مسموع ٭ تقصیر مرا ببخش و عذرم بپذیر ٭ قریب سلطان والاشان امیر حمزہ صاحبقران کے آپ کے قدمون پر گر پڑا اور کہنے لگا کہ ای سلطان صاحبقران مین فقط بخیال اپنی آبروریزی کے کہ تین برس کے خراج ملک بربر کے روپیہ کا مجھسے انجام نہین ہو سکا اور خواجہ سلامت مجھے ذلیل اور بے حرمت کرتے تھے اپنی ہلاکت کا قصد کرنے لگا اسوقت دو تک میرا عیار مجھے اغوا کر کے یہان ارژنگ کوہستانی کے پاس لے آیا تھا اور سوا بھاگ آنے کے اور کوئی صورت مفر کی مین نے عمرو کے ہاتھ سے نہ دیکھی اس باعث سے اور بھی مجھسے یہ خطا سرزد ہوئی اب امید وار ہون کہ ایک مرتبہ مجھے اور معاف کیجیے اور اب مین بصدق دل مسلمان ہونگا امیر با توقیر نے فرمایا ای گاؤ دنبالہ گاؤ سوار یہ سب باتین سہل ہین کچھ مشکل نہین ہین مین نے تو تمھارے سامنے عمرو کو سمجھا دیا تھا کہ گاؤ دنبالہ گاؤ سوار آٹھ روز کے وعدہ مین فرج لائیگا اور تمکو تمھاری شرط کا روپیہ دیگا تو مین دونگا الا مین مجبور ہون کہ تمھارے دل مین برائی ہے اب بھی اگر کلمہ

شہادت بصدق دل پڑھکر مسلمان ہو جاؤ تو وہ روپیہ تمھارے عوض مین ابھی دلادون اور عمرو پھر تمسے کبھی کوئی کلمہ
خلاف تمھارے نہ کہیگا گاؤ لنگی گاؤسوار ازراہ فریب و مکاری پھر انکھون قسمین کھاکر مسلمان ہوا اور سلطان
عالیمقام نے عمرو سے کہا کہ اے عمرو اگر اسرافیل مددگار لقا اب بصدق دل اسلام قبول کریگا تو مین وہ روپیہ
تمھارا اپنے خزانۂ عامرہ سے دونگا عمرو نے کہا حمزہ مین یہ نہین جانتا گاؤ لنگی خواہ مسلمان ہو خواہ کافر رہے مین
اپنا روپیہ تجھسے لیلونگا اور یہ وہ تیرہ دل تاریک درون سیاہ بخت ہے کہ کبھی بصدق دل مسلمان نہین ہوگا بقول کسی استاد
کے شعر به آب زمزم و کوثر سفید نتوان کرد گلیم بخت کسے راکہ بافتند سیاہ ؛ حمزہ اسکی پیشانی پر تو اسلام مطلق نہین معلوم
ہوتا کفر عیان ہے مین تجھے کہے دیتا ہون کہ یہ کبھی سچ نہ لیگا یہ محض جھوٹ بولتا ہے سابق مین بھی مین نے تجھسے کہا تھا تو نے
میرا کہنا نہ مانا امیر باتوقیر نے فرمایا کہ خواجہ سلامت ہر چہ با ما باد شرع ظاہر پر ہے یہ اقرار کرتا ہے پھر مصرع محتسب را
درون خانہ چہ کار ؛ تم اپنا روپیہ مجھسے لو عمرو نے کہا بہتر کیا تو جان تیرا کام جانے غرض امیر باکرم نے تین برس کے
خراج ملک بربر کا جو روپیہ محسوب ہوا وہ اپنے خزانۂ عامرہ سے عمرو کو دلوا دیا اور گاؤ لنگی گاؤسوار کو پھر بکمال الطاف
خاقانی بارگاہ سلیمانی مین لاکر بٹھلایا اور خلعت شجاعت کا حضرت ظل اللہ شہنشاہ لشکر اسلام نے سریر سلطنت پر
اجلاس فرمایا امیر باتوقیر رنگیل نام قنبر پر متمکن ہوئے باقی جتنے بارگاہ نشین شاہ و شہریار تھے دست راستی دست راست
پر دست چپی دست چپ پر آن آن کر اپنے رتبون پر بیٹھے ناگاہ سلطان صاحبقران نے ایک آہ سرد دل پر درد سے
کھینچکر فرمایا افسوس صد ہزار افسوس صاحبو اب تاب مفارقت اپنے دونون قرۃ العین نور نظر شاہزادہ بدیع الزمان
اور قاسم نامور کی مجھے نہین ہے شعر اپنی آنکھون سے انکو دیکھون ؛ وہ کونسا دن خدا کریگا خواجہ سلامت جہان کہین جہاز
کشتیان بالاغ زورق غراب بہم پہونچین جلد تلاش کرکے لاؤ کہ مین یہان سے سمت باختر روانہ ہون عمرو نے کہا
حمزہ اسقدر جہاز اور کشتیان کہان ملینگی اور تمام سردار تو یہ سنکر سرنگون ہوگئے کچھ جواب نہ دیسکے مگر گاؤ لنگی گاؤسوار
نے سر اٹھاکر عرض کی یا امیر حمزہ صاحبقران کنارے دریاے ملک بربر کے ایک جزیرہ ہے کہ نام اسکا جزیرۂ گلفام
مشہور و معروف ہے اور فرمانروا وہانکا جمشید شاہ نسل جمشیدی سے ہے گر وہان آبا اور اجداد سے اُس بادشاہ
کے ایک شرط چلی آئی ہے کہ جو بادشاہ ہوتا ہے وہ پہلے ہزار کشتیان نئی تیار کروالیتا ہے اور اسکے یہان جمشید جم کے وقت
سے یہ رسم قدیم چلی آئی ہے جسقدر کہ کشتیان اور جہاز وغیرہ چاہیے گا وہان سے مل جائینگے گر قبل دینے جہازونکے وہ بادشاہ
پہلے ایک شرط یہ کرلیتا ہے کہ چالیس جوڑی نقارہ کی ایک مرتبہ بجائے اسکو جہاز دیگا اور دوسری بھی
کوئی ایسی شرط ہے لیکن اسوقت غلام کو خوب یاد نہین عمرو نے کہا حمزہ یہ خدمت نقارون کے بجانے کی سونپو
میرے اور کسی کو نہ دے مین ابھی جاکر وہان چالیسون جوڑیان نقارہ کی بجاکے جہاز لیے آتا ہون دوسری شرط
وہ ایسی کونسی ہوگی جو مین نہ کر سکونگا سلطان باکرم نے فرمایا کہ خواجہ پانچ ہزار اشرفیان مین تمکو دونگا جو تم وہان سے
جہاز لے آؤگے عمرو نے کہا بسم اللہ مین ابھی جاتا ہون یہ کہکر عمرو سلطان صاحبقران سے رخصت ہوا اور
جھٹ پٹ جزیرۂ گلفام مین دروازہ جمشید شاہ پر پہونچا وہان دیکھا کہ چوبدار عصا بردار وغیرہ اور جلو شاگرد
پیشہ ایک طرف کھڑے ہین کچھ بیٹھے ہین ایک طرف ہزار بارہ سو سوار مسلح اور مکمل جلوخانہ مین کچھ گھوڑے نہیر
سوار ہین کچھ زین پوش جہان نشان بچھائے زمین پر بیٹھے ہین اور ایک سمت ایک بڑا نقارہ رکھا ہے عمرو نے
کسی سے پوچھا کہ یہ اکیلا نقارہ یہان کیون رکھا ہے کسی نے کہا کہ جو کوئی شخص کسی ملک سے بادشاہ یا وزیر
یا کوئی امیر یا سردار یا پہلوان یہان ہمارے بادشاہ سے ملاقات کرنے کو آتا ہے یا جہاز اور کشتیون کی طلب کو

آتا ہی تو وہ پہلے اس نقارے پر چوب مارتا ہی جہان اُسکی آواز ہمارے بادشاہ کے گوش زد ہوئی تو وہ اپنے مصاحبین سے
دریافت کرتا ہی کسنے نقارہ بجایا وہ ہمنشین اُسکے دریافت کرکے کہہ دیتے ہین کہ ایک شخص آیا ہی اُسنے نقارے پر چوب
ماری ہی بادشاہ اُسکو اپنے سامنے بلا بھیجتا ہی یہ حال دریافت کرکے عمرو نے چوب کو اُٹھا کر اس نقارے پر لگائی اور ساتھ نقارہ
کے بجنے کے اُس بادشاہ جمشید شاہ نے ایک چوبدار کو بھیجکر عمرو کو اندرون بارگاہ بلایا عمرو نے دیکھا کہ بادشاہ تخت پر بیٹھا
ہی اور گرد پیش اُسکے چار ساڑھے چار سو سردار سردار اور مصاحبین کرسیون پر باادب بیٹھے ہین عمرو نے سلام کیا بادشاہ نے
عمرو کو کرسی پر بٹھا کر پوچھا کہ اے شخص تو کون ہی اور یہان کسلیے آیا ہی عمرو نے کہا کہ مین حسب الحکم جہان مطاع عالم مطیع
سلطان والاشان زلزلۂ قاف ثانی سلیمان امیر حمزۂ صاحبقران کے کشتیان اور جہاز تجھسے طلب کرنے کو آیا ہون جمشید شاہ
نے کہا کہ کیا مضائقہ ہی ہمنے کئی شرطین رکھی ہین جو کوئی کہ ہماری شرطین پوری کرے وہ جسقدر کہ جہاز کشتیان ہمسے طلب کرے
ہم اُسے دیتے ہین پہلی شرط تو یہ ہی کہ چالیس جوڑیان نقارون کی ایک چوب مین بجائے عمرو نے کہا کہ وہ نقارے کہان ہین
منگواؤ مین اُنکو بجاؤنگا جمشید شاہ نے داروغۂ نقارخانہ کو حکم دیا اُسنے وہ نقارے لاکے حاضر کیے عمرو نے بیٹھکے اسس
خوبصورتی سے ایک چوب مین اُن چالیسون نقارون کو بجایا کہ بادشاہ بہت خوش ہوا اور کہنے لگا ایک شرط تو پوری ہوئی
اب دوسری شرط بھی ادا کر تو اپنے حسب استدعا جتنے جہاز و کشتیان تو کہے مین تیرے ہمراہ کردون عمرو نے کہا وہ دوسری
شرط کیا ہی جمشید شاہ نے کہا کہ میرے ہمراہ آ تو مین تجھے دوسری شرط بھی بتلا دون یہ کہکے جمشید شاہ عمرو کو اپنے ہمراہ
لیے ایک مکان مین گیا کہ سات دروازون کے اندر وہ مکان تھا وہان عمرو نے جاکے دیکھا کہ بارہ حوض اقسام اقسام کے
کھانے کے کسی مین پلاؤ تازہ گرما گرم کسی مین زردہ کسی مین شیربرنج کسی مین قورمہ کسی مین قلیہ کسی مین چپاتیان کسی
مین اور اسی قسم سے تحفہ تحفہ کھانا اگر یہان بھی بحث کرکے اسکے بیان ولے ہین ہمراہ غرض یہ کہ عمرو سے جمشید شاہ نے کہا کہ اس
سب طعام کو تو کھائے تو کیا قباحت ہی جتنے جہاز و کشتیان تجھے چاہیے مین تیرے ہمراہ کردون عمرو نے کہا اسقدر کھانا ایک آدمی
کی تو طاقت نہین جو کوئی کھا سکیگا دیوؤن کی خوراک ہی یہ شرط کیسی مین نے اس شرط کا وعدہ نہین کیا ہی جمشید شاہ
نے اپنے ہمراہ کے لوگون سے اشارہ کیا سب نے چار طرف سے عمرو کو لپٹ کر پکڑ لیا اور کپڑے تمام جسم سے عمرو کے اُتار لیے
ہتکڑی کے منارہ فراموشان مین جاکے قید کیا اور وہ منارہ فراموشان ایک محبس کا نام ہی کہ وہان جو قیدی جاتا ہی اُسکو
تا قید حیات پھر رہائی اور نجات کی امید نہین ہوتی ہی القصہ بعد چند روز کے یہان امیر باتوقیر کو خیال آیا کہ عمرو کا پھر کچھ
حال نہ معلوم ہوا کہ جزیرۂ گلفام مین جاکر کیا معاملہ درپیش ہوا رستم خان بن گاؤ لنگی نے عرض کی کہ یا سلطان والاشان
جزیرۂ گلفام کے بادشاہ جمشید شاہ کی دو شرطین ہین اول شرط تو آپکو معلوم ہی اور شاید دوسری شرط یہ ہی کہ کوئی مکان ہی
اُس مین بارہ حوض کھانے کے ہر روز تازہ پکواکے بھرے جاتے ہین اُن بارہون حوض کے طعام کو کھلاتا ہے پس
اُن دونون شرطون مین کوئی شرط خواجہ سلامت سے نہوسکی ہوگی ثابت ہوتا ہی کہ جمشید شاہ نے کسی فریب سے عمرو
کو قید کرلیا ورنہ جزیرۂ گلفام یہان سے چندان فاصلے پر نہین ہی جو اتنے دن ہوچکے اور خواجہ سلامت ابتک تشریف نہین لائے
یہ حال جزیرۂ گلفام کے بادشاہ کا سنکے سلطان عالمقام کو شاہ عیاران عالم عمرو بن امیہ نامدار کے نہ آنے سے تشویش اور
فکر بدرجۂ غایت پیدا ہوئی اور بمقتضائے فراست اور مآل اندیشی جام [illegible] لبریز کرکے کنارے دنگل کے رکھکر یہ آواز بلند
فرمایا کہ اے بہادران شیر شکار اور اے دلیران نامدار تم سب دلیرون اور شیرون مین سے ایسا بھی کوئی بہادر اور اولو العزم ہی کہ جو جزیرۂ گلفام
مین جاکر یہ دونون شرطین جمشید شاہ بادشاہ کی ادا کرے اور عمرو کا حال دریافت کرکے ہمارے پاس آئے تو ہم بھی
اقرار کرتے ہین کہ چالیس روز تک اُسکی مہمانداری کرینگے ابھی یہ پورا کلمہ زبان فیض ترجمان سے سلطان

صاحبقران کی نہین لگنے پایا تھا کہ ایک مرتبہ پہلوان عادی نے سر اٹھاکے عرض کی کہ یا حمزہ صاحبقران تجھے بڑھکر عمرو
نقارے کیا بجائیگا میرا شاگرد ہے اور وہ بارہ حوض کھانے کے تو وہ بیچارہ عمرو دیکھ کر دہل گیا ہوگا ایسے مقام پر مجھے کیون نہ تونے
حکم دیا کہ مین جاکے سب شرطین جمشید شاہ کی بجا لاؤ آکر اب تونے وعدہ چالیس روز کی دعوت اور مہمانداری کا کیا ہے مین
جاتا ہون اور ابھی تیرا حکم بجا لاتا ہون امیر با توقیر نے وہ جام گلعفریت کا اٹھاکے عمرو و معدیکرب کو دیا اور پہلوان عادی
اُس جام کو ایک ہی دم مین نوش کرکے سلطان صاحبقران سے رخصت ہوا ایک سو من کی ضرب تخت شدادی کو ہاتھ مین
لیکے اپنے مرکب کوہ پیکر پر سوار ہوکر سمت جزیرۂ گلفام چلا بعد طے مراحل اور قطع منازل جبکہ جزیرۂ گلفام مین جاکر
داخل ہوا تو آتے ہی دروازۂ بارگاہ جمشید شاہ پر جاکر اس زور سے چوب کو نقارے پر مارا کہ وہ نقارہ سو ٹکڑے ہوگیا اور
مردے چوبدارون نے صورت پہلوان عادی کے کہ اسّی گز کا قد اور اکیس گز کا دورہ کمرہ کا سترہ شملے سر پر دیکھی اپنے
جی مین کہا کہ یہ کوئی دیو ہے انسان نہین تو کچھ کر نہ سکے سب کے سب بدحواس ہوکے اندرون بارگاہ جمشید شاہ کے پاس گئے
اور عرض کی کہ ای جمشید شاہ ایک دیو نے آکے نقارہ توڑ ڈالا اور دروازے پر کھڑا ہے جمشید شاہ یہ حال سنکے بہت سا
اپنے دل مین ہراسیمہ اور مضطر ہوکے آپ بیرون بارگاہ نکل آیا اور پہلوان عادی کی صورت دیکھکر نہایت خائف
و پریشان ہوا مگر لاعلاج بڑے اعزاز و اکرام سے پہلوان عادی کو اپنی بارگاہ مین لاکر پوچھا کہ آپ کا آنا یہان کیونکر
ہوا پہلوان عادی نے کہا امیر حمزہ صاحبقران کو تلاش کشتیون اور جہازون کی ہے لہذا مجھے بھیجا ہے اور مین نے
سنا ہے کہ تو کوئی شرط کی بحث درمیان مین لاتا ہے بیان کر کہ وہ تیری شرط کونسی ہے تاکہ اُس بحث کو مین تمام کرکے تجھسے جہاز
اور کشتیان لون اور حمزہ کے پاس جاؤن جمشید شاہ نے وہین چالیس نقارے منگا کے پہلوان عادی کے روبرو
رکھدیے اور کہا کہ پہلی شرط میری یہی ہے کہ ان چالیسون نقارون کو ایک چوب مین بجا دیجیے پہلوان عادی نے چوب
ہاتھ مین لیکے کس خوبصورتی سے ایک چوٹ مین چالیسون نقارون کو بجایا کہ فی الحقیقت عمرو سے بھی نہین بج سکتے
بعد اسکے پہلوان عادی نے اُس بادشاہ سے کہا کہ وہ دوسری شرط تیری کیا ہے اُسے بھی جلد بیان کر تاکہ مین اُسے بھی
پورا کرون جمشید شاہ پہلوان عادی کو اپنے ہمراہ لیے اُسی مکان مین جہان وہ بارہ حوض اقسام اقسام طرح کے
کھانے سے مملو تھے گیا اور کہا کہ دوسری شرط میری یہ ہے کہ یہ سب کھانا بارہون حوضون کا جو کوئی اکیلا کھاسکے تو
مین بلا عذر اور حیلہ اُسی کا مطیع اور دین قبول کرون اور جسقدر جہاز اور کشتیان میرے یہان موجود ہین سب اُسکی نذر
کرون پہلوان عادی نے کہا بس یہی بارہ حوض ہین یا اور بھی کہین کچھ کھانے کو ہے جمشید شاہ نے کہا پہلے آپ ان بارہ
حوضون مین سے جو قسم ماکولات اور مشروبات سے حاضر اور موجود ہے نوش فرمائین پہلوان عادی نے بسم اللہ کہکے
ایک مرتبہ کھانے پر ہاتھ ڈالا اور جس حوض کی جانب مخاطب ہوا آن واحد مین اُس حوض مین کھانے کی قسم سے کوئی چیز
باقی نہین چھوڑی اور دو تین گھڑی کے عرصہ مین بارہون حوض کھانے کے سب خالی کرکے کہنے لگا کہ ارے کمبخت اگر
انسان دو دن بھی بھوکھا پڑا رہے تو اتنا صدمہ نہین ہوتا لا ادھورے پیٹ جو کھانا کھائے تو بڑا صدمہ ہوتا ہے ایسے کھانے
سے نہ کھانا اور فاقہ کرنا بہتر اگر مجھے کھانا کھلانا ہے تو پیٹ بھر کھلوادے ورنہ مارے بھوکھ کے دم نکلا جاتا ہے جمشید شاہ نے
یہ تماشا پہلوان عادی کی بھوکھ کا دیکھ کر اہلکارون سے اشارہ کیا کہ دیکھو باورچی خانہ مین جو خاصہ تیار ہو جاکے
جلد لاؤ اور سبھون نے دیکھا کہ چار سو دیگ پلاؤ اور زردے کی اور قورمہ اور قلیہ اور سات سو جوڑ شیرمال باقرخانی
خمیری آبی روغنی کے بھی جمشید شاہ کے روبرو داروغۂ باورچیخانہ لیکے آیا اور کہارون نے وہ سب دیگین
اور خوان لاکے رکھدیے جمشید شاہ نے پہلوان عادی سے کہا کیجیے اس مین سے جو مزاج مین آئے

وہ نوش جان فرمائیے پہلوان عادی نے پہلے تو دس جوڑ شیرمال اور باقرخانی کے کہ سیر سیر بھر سوا سوا سیر کا
جوڑ تھا اسکے اوپر رکھکر انپر چار چار بادیے سالن قلیہ قورمے کے انڈیل دیے اور ایک مرتبہ منہ میں رکھ لیے پھر نہیں
معلوم کہ وہ کہاں جا کے غائب ہو جاتے تھے دم بھر میں وہ سات سو جوڑ روٹیوں کے چٹ کر کے اب پلاؤ زردے
کی دیگوں کی جانب مخاطب ہوا اور جس دیگ کو جا کے دیکھیں آنکھ کے دونوں طرف کے کنڈے کرنے پکڑ کے
اس طرح سے جنبش اور ہلکا دیکے پلاؤ زردے کو الٹ پلٹ کیا کہ دیگ میں جو دس پانچ ہڈیاں بوٹیاں تھیں آ کے
تلے کی طرح تک چھوٹ کر الگ ہو جاتی تھی اور پہلوان عادی اس دیگ کو اٹھا کے ایک ہی مرتبہ منہ میں
ڈال لیتا تھا پھر نہیں ثابت ہوتا تھا کہ وہ پلاؤ زردہ کدہر جا کے غائب ہو جاتا تھا شعر شکش بود یا کہ غاز یلاد منش چون
دہان اژدرہا ٭ او بجا سے کہ دسترس دارد ٭ مرغ از پنجہ در قفس دارد ٭ دلا چنین نہنگ بر دوش است ٭ طفل از دست
او صد نوش است ٭ مختصر یہ کہ کوئی دو گھڑی کے عرصہ میں وہ سات سو جوڑ روٹیوں کے اور چار سو دیگ پلاؤ قلیہ
قورمہ زردے وغیرہ کی پہلوان عادی نے سب بخوبی نوش کیں اس میں اگر کسی باورچی نے چاہا کہ کفگیر یا ڈوئے
سے پلاؤ یا زردے کو دیگ سے نکال دے پہلوان عادی نے اس باورچی کو یہ کہکر کہ او بدذات یہ تو کیا حرکت ناشائستہ
کرتا ہو جہاں ڈیگ میں کفگیر یا ڈوئے کو ملا چاول ٹوٹ جاتے ہیں وہ لطف اور وہ کیفیت چاولوں کی بھربھراہٹ نہیں
رہتی عنقریب تھا کہ طمانچہ مار بیٹھے باورچی ڈر کے سب الگ ہو کر لے تماشا دیکھا کیے کہ وہ ساری دیگیں خالی ہو گئیں ایک
چاول تک باقی نہیں رہا تھا شاید کسی میں دو دو چار چار بوٹیاں گوشت کی رہ گئی ہوں سو وہ بھی کسی کے کھانے کے لائق
نہیں ہیں غرض جمشید شاہ تو رنگ پریدہ اور حواس باختہ عالم حیرت میں خاموش اور خود فراموش کھڑا تھا جب آ کے
دیکھا کہ پہلوان عادی سب کھانا یہ بھی کھا چکا تب آپنے پوچھا کہ فرمائیے اب تو حضور کا پیٹ بھرا پہلوان عادی نے
کہا کہ او کمبخت تو کیا بادشاہ دانہ زدہ ہو کہ تیرے گھر میں کسی کو پیٹ بھر رزق بھی نہیں میسر آتا ابھی تو میں کچھ کسمسایا سا ہو رہا ہوں
انسان جب پیٹ بھر کھاتا ہے تو بات کرنے کو بھی جی چاہتا ہے کچھ پسکتے اور کہیں سے میسر آئے تو منگا کر بھلا میری کچھ تو تسلی
ہو جمشید شاہ نے حکم دیا کہ ہرکارے چپراسی چوبدار ہمارے جلد چوک بازار میں جا کے حلوائیوں اور باورچیوں کے
یہاں جو کچھ پکوان اور کھانا تیار ہو سب اٹھا لاؤ میں قیمت اسکی سرکار سے دلوا دی جائیگی لوگ چار طرف سے دوڑ پڑے
اور دو ڈھائی سو ٹوکرے مٹھائی کے اور سوا سو بڑی بڑی رنگین سینیاں قابیں طباق بادیے پلاؤ زردے خشکے فرنی
شیر برنج قلیہ قورمہ وغیرہ کے اور دو تین من کے آٹے کی خمیری روٹیاں بازار سے لے آئے اور پہلوان عادی
کے سامنے وہ سب رکھ دیے پہلوان عادی نے بفراغ تمام اس سبکو بھی چٹ کیا اور کہا کہ لعنت ہو اس تیری سلطنت
اور تیری پست فطرتی اور دون ہمتی پر شعر کریم سائل خود را عطا کند یکبار ٭ دو بار لب نہ کشاید صدف بابر بہار ٭ تو چاہتا
ہو کہ ہر مرتبہ تیرے سامنے لب سوال وا کروں اور شکم سیر ہو کر کچھ کھاؤں سو مجھ سے بڑا ای جمشید میں ہمت اور سماجت تو بھی
کسی سے سائل نہیں ہونا چاہتا ہوں اشعار نصیبے گر بود مثل صدف رزق از سحاب ٭ چو قسمت ہست روزی می رسد
چون اسپار خزد ہمہ پارہ نان جیش او نان لبس درین دنیا ٭ چرا من لب کشایم تا کہ آب روے مار بزد ٭ گروہ جو تولے
مثل سنی ہو کر بیٹھا شراف اور پیٹ بھرے اطاف سے انسان خائف اور ترسان رہے وہ اسوقت مجھ پر سچ ہوا
چاہتی ہے کہ اب شدت گرسنگی سے یا تیرے بدن کی ہڈیاں چباؤں یا اپنا جسم کاٹ کاٹ کر کھاؤں ارے اور تجھے کچھ
نہیں میسر آتا ہے تو کچھ چنے بھر لیو تجھے کے یہاں سے منگا بھیج کہ میں اسی کو چبا کر اپنا دوزخ پیٹ بھروں جمشید شاہ
کا یہ حال ہو گیا کہ عنقریب تھا مارے ہول اور مارے ڈر کے روح قالب سے پرواز کر جائے ایک مرتبہ

بجز و انکسار ناچار ہوکے کہنے لگا کہ اب سردست اور تو کچھ حاضر نہیں گھوڑون کے چنے کے دانے کوٹھون مین کچھ قسم غلہ
موجود ہے وہ فرمایئے تو حاضر کرون پہلوان عادی نے کہا ارے تیرا بُرا ہو اور جلدی منگا جمشید شاہ نے حکم دیا کہ ارے
ہان جلد گھوڑون کا دانہ جا کر کوٹھون مین بند ہے لے آؤ داروغہ اصطبل نے سائیسون کے سر پر چنے اور موٹھ وغیرہ
کا دانہ جو کوٹھون مین بھرا ہوا تھا کئی سو گٹھریان بندھوا کے بھیج دین اور پہلوان عادی نے اس دانہ کو دونون
ہاتھون سے پھنکے مار مار کر کھانا شروع کیا اور چار گھڑی کے عرصہ مین سب کو چٹ کر گیا جمشید شاہ کا دل قالب بیجان
کھڑا تھا مگر مارے خوف کے پوچھنے لگا کہ حضور فرمایئے ابھی کچھ گرسنگی اور بھی ہے پہلوان عادی نے جواب دیا کہ تف
ہے تیرے پوچھنے پر مین ایسا آدمی نہین جو بار بار تجھسے کہکے ذلت اٹھاؤن اور دیکھنے والے مصاحبین تیرے سامنے
حاضرین صحبت مجھے بڑا پیٹو سمجھین یا کوئی مجھے نظر لگائے خیر جو ہوا سو ہوا میرا پیٹ بھرا یا نہ بھرا اب تو وہ جہاز اور کشتیان
جلد طلب کرکے میرے ہمراہ کر دے اور بخدمت میزبان شناسی اب مجھے کیا منظور ہے جمشید شاہ دوڑکر پہلوان عادی
کے پاؤن پر گر پڑا اور کہنے لگا کہ حضور مین بصدق دل مسلمان ہوتا ہون وہ بات فرمایئے جسے پڑھ کر داخل ہون اور کشتیا
جہاز اور جو کچھ کہ فرمایئے سب مال میری ہے سب حاضر ہے پہلوان عادی نے کلمۂ شہادت ارشاد کیا جمشید شاہ از سر صدق
کلمہ پڑھ کے مع تمام فوج و سپاہ کے مسلمان ہو گیا اور اسوقت پہلوان عادی نے کہا کہ تیرے یہان قیدی جو ہین انکو
بھی تو اب چھوڑ دے جمشید شاہ نے بموجب ایما پہلوان عادی کے اسی وقت تمام محبس کے قیدیون کو مع شاہ عیاران
رہا کر دیا اور مع فوج و سپاہ اپنے ملک سے جہاز اور کشتیان لے کے سمت لشکر فیروزی اثر بخدمت سلطان والا قدر
عالی منزلت امیر حمزۂ صاحبقران کے روانہ ہوا اور پہلوان عادی قبل از آنے شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ
نامدار کے اپنے کوہ پیکر مرکب پر سوار ہوکے بکمال جلدروی بارگاہ سلطانی مین آکر داخل ہوا اور سلطان صاحبقران
کو مجرا کرکے کہنے لگا و یک بدان قربانت شوم عمرو قدیم الایام سے دائم مجھے طعنہ شکم پروری اور بہت سا کھانے کو دیا
کرتا تھا اب کی مرتبہ مین نے سرزمین جزیرۂ گلفام مین جاکے چالیس نقارے ایک چوب سے بجائے اور جو کہ شہرہ
جمشید شاہ کے سنے نکلوا دیا کرکے جمشید شاہ کو مع تمام اس کفرستان کے مسلمان کیا اور تیرے عیار یعنی اس دزد بازی
گردن لٹک کو قید شدید سے چھڑا کے جہاز اور کشتیان لایا ہون امیر باتوقیر عادی کی گفتگو سنکے بہت ہنسے
اور فرمایا ہمنے جو تجھسے دعوت کا اقرار کیا ہے انشاء اللہ تعالٰی بعد چند روز حال کے تیاری دعوت چالیس روز تک بجا لا تمام
کرینگے عادی نے کہا بہت خوب غرض یہان ابھی پہلوان عادی سے اور سلطان صاحبقران سے یہی باتین ہو رہی تھین
یکایک ناگاہ سامنے سے عمرو نمودار ہوا اور امیر باتوقیر کو مجرا کرکے سارا حال جمشید شاہ کا مکرر بحضور سلطان
صاحبقران بیان کیا اس عرصہ مین پہلوان عادی نے عمرو سے کہا کہ او ساربان زادے آج مین نے
تجھے اپنا بندۂ حلقہ بگوش کیا اور تو میرا زر خرید غلام ہے مین نے تیری جان بخشی کی قید سے رہائی دی عمرو نے
یہ تقریر پہلوان عادی کی سنکے جواب دیا کہ ارے او شکم پرست تو نے وہ نقارے کیا بجائے بڑی نمود اپنی کر رہا ہے
اسکی بھی کچھ حقیقت بھی مین نے بھی تو چالیسون نقارے بجا دیئے تھے پہلوان عادی نے امیر باتوقیر سے
کہا کہ یا امیر و یک فدایت شوم اگر مین جانتا کہ عمرو مجھسے یہ باتین کریگا اور میرا احسان نہ مانیگا تو مین ہرگز وہان
جاکر عمرو کو نہ چھڑاتا قید مین پڑا پڑا سڑا کرتا اور مر جاتا امیر اکرم اور تمام بارگاہ نشین پہلوان عادی کی باتین سنکے
ہنس رہے تھے اس مین جمشید شاہ مع اپنی فوج و سپاہ کے دروازۂ بارگاہ پر پہونچا اور عرضی اسکی ہوئی کہ
جمشید شاہ بھی حاضر ہے سلطان والا شان نے فرمایا کہ اچھا آنے پاوے اور حسب الحکم امیر اکرم کے جمشید شاہ

نے اندرون بارگاہ آکے حضرت ظل اللہ شہنشاہ لشکر اسلام کو نذر دے کر سلطان والا مقام کو نذر دی کرسی اسکو بیٹھنے کیلیے
مرحمت ہوئی اور بہ کمال عطیات خسروانی خلعت مرحمت ہوا امیر کشور گیر حمزہ صاحبقران باتوقیر نے پوچھا کہ اے جمشید شاہ
کشتیاں وغراب اور جہاز وغیرہ کہاں ہیں جمشید شاہ نے عرض کی کہ یا سلطان صاحبقران لب دریا ملک بربر کے سب
موجود ہیں یہ سنکے سلطان باکرم نے عمرو کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ خواجہ صواب توقف کرنا کیا ضرور تیاری سفر کی کرو
اور اسباب وغیرہ کشتیوں پر لدوا دو یہ فرماکر امیر باتوقیر نے ہر ایک شاہ وشہریار بارگاہ نشینوں کے اسباب کے موافق جداگانہ
کشتیاں مرحمت فرمائیں اور اپنے اسباب کے موافق جو کشتیاں ضرور تھیں وہ سب عمرو کو تفویض کرکے حکم دیا کہ ہمارا اسباب
سب انپر بار کروا دو اور حسب الاحکام ظل عالم امیر عالیمقام کے عمرو نے اپنے عیاروں سے کہا کہ ہاں تم سب جلد جلد اسباب
صاحبقرانی اٹھا اٹھا کے بحفاظت تمام کشتیوں میں لیجاؤ اور سنبھال سنبھال کر رکھو یہ کہکے امیر باتوقیر تو محل میں رونق افزا ہوئے
اور یہاں ابھی یہی گفتگو سب سرداروں میں ہو رہی تھی کہ ایک مرتبہ ملک اژدر صاحب نیزۂ دو سر علم بنی ویچاکر حیدر
نے کہا کہ اگر یہاں شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم مثل خفتان خونریز خاوری ہوتا تو جیسا نیزہ میں نے ارژنگ کوہستانی
پر مارا تھا وہ از راہ قدر دانی اور جوہر شناسی میری ضرب دست اور استادی کی تعریف کرتا اور کہتا کہ کیا خوب ضرب دست
مالک کی ہے حق یہ ہے مصرع قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری بجو بہادر ہوتا ہے وہ بہادر کی قدر جانتا ہے وارلے سواد
ہندوستان رستم زمان لندھور بن سعدان نے کہا کہ میں نے بارہا شاہزادہ قاسم کو دیکھا اگرچہ شجاعت اور تہمتنی اور
بہادری اور دلاوری الغرض شاہزادہ انجم گروہ رستم شکوہ سرفتنہ ملک باختر صاحبقران بن صاحبقران پہلوان تہمتن
شاہزادہ بدیع الزمان گردن لشکر شکن میں بھی وہ کسی میں نہیں دیکھی خاور سیاہ نے باختر میں جاکر اجتک ایک چڑیا کو نہیں
مارا مالک اژدر نے یہ گفتگو لندھور کی جو سنی تو نہایت بگڑ کے کہنے لگا کہ بدیع الزمان نے وہاں جاکر کونسا کام بہادری
اور ناموری کا کیا ہے لندھور نے کہا کہ شاہزادہ بدیع الزمان نے نستور بن فستار کشتی گیر ایسے پہلوان کو مارا
قاہر بن قہرمان عجمی کی کمان کو توڑا چار باغ ملک حیران دیو کش کو اپنے قبضہ میں کر لیا اور خونریز کو مسخر کیا گنجاب
کے کئی بیٹوں کو گیا ہو رخون آشام سپہ سالار گنجاب کے بیٹے قفل بن گیا ہو رخون آشام کو اور رباب باختری
سپہ سالار دست چپ کو جارب خونریز جارب خونریز وغیرہ قریب ہزار بارہ سو گرد گردنکشوں کو زیر کرکے مشرف باسلام
کیا قریب سترہ اٹھارہ لاکھ کیسے دلیر اور شیر بہادروں کو مسلمان کرکے اپنا مطیع اور فرمانبردار کر لیا اور جو شہرہ شمشیرزنی
اور صف شکنی کا شاہزادہ بدیع الزمان کی باختر میں پڑا ہے وہ عطا قاسم کو کہاں نصیب ہے مالک اژدر یہ تقریر لندھور
کی سنکے اور زیادہ برافروختہ ہوا اور کہنے لگا کہ استغفر اللہ کہیں قاسم ہو ویسا کوئی کہیں نہیں بدیع الزمان کبھی قاسم
روبرو اپنے کو بہادر نہیں سمجھ سکتا لندھور نے کہا تو بیجا بکتا ہے شاہزادہ بدیع الزمان ہو قاسم کو مناسبت نہیں بھلا
کوئی روبرو شاہزادہ بدیع الزمان کے کیا نام قاسم کا زبان پر لا سکیگا مالک اژدر غیظ وغضب میں آکے اٹھ کھڑا
ہوا اور بولا کہ میں ابھی شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم کے پاس جاتا ہوں تاکہ تجھے معلوم ہو کہ ہاں شاہزادہ
خاور سیاہ ایسا ہے اور بدیع الزمان کو ابھی ہاتھ باندھ کے وہ بحضور صاحبقران لاتا ہے یہ بحث وتکرار فیما بین
مالک اژدر اور لندھور بن سعدان کے ہو رہی تھی کہ ایک مرتبہ سلطان صاحبقران عالیشان محل سے
برآمد ہوکے اپنے دنگل نادجبر پر متمکن ہوئے مالک اژدر اپنے دنگل پر سے اٹھ کر امیر باتوقیر کے سامنے آیا
اور عرض کرنے لگا کہ اگر آپ ارشاد فرمائیں تو میں پہلے شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم کی زیارت اقدام
عالی کے واسطے رخصت ہوں اور جاؤں امیر باتوقیر نے فرمایا کیا مضائقہ جاؤ ہم بھی عقب سے سوار

سوار ہوتے ہین اور آتے ہین پس ملک اژدر سلطان نامور سے رخصت ہو کے انھین اپنی کشتیون مین جو کہ امیر باتوقیر نے تقسیم کی
تھین سوار ہو کر سمت شہر سنجان روانہ ہوا ادا اے سواد ہندوستان لندھور بن سعدان نے جو دیکھا کہ ملک اژدر واسطے امداد
شاہزادہ خاور سیاہ کے گیا اپنے دل مین سوچا کہ جسوقت ملک شاہزادہ قاسم کے پاس پہونچیگا اسوقت انجم گردہ و رستم شکوہ
سر فتنہ ملک باختر صاحبقران بن صاحبقران پہلوان تہمتن شاہزادہ بدیع الزمان گردنشکن میرے حق مین کیا کہیگا
کہ میرا ہواخواہ لندھور بن سعدان شاید مر گیا جو مجھ تک نہ آسکا پس مجھے بھی لازم ہی کہ از راہ دولتخواہی اور خیر سگالی
واسطے اعانت اور کفالت شاہزادہ بدیع الزمان دام دولتہ کے مین بھی جاؤن غرض یہ سوچ کے اپنے دنگل پر سے
اٹھ کھڑا ہوا اور بحضور سلطان صاحبقران ملتمس ہوا کہ یا امیر حمزہ باتوقیر غلام بھی امیدوار ہی کہ اب غلام کو بھی اجازت
رخصت ہو تاکہ مین بھی زیارت اقدام عالی سے شاہزادہ بدیع الزمان والاشان کی سعادت دارین اور افتخار کونین حاصل
کرون سلطان والاشان امیر حمزہ عالیشان نے یہ استدعا لندھور کی سنکے اپنے دلمین کہا کہ مجھے کوئی نہین سمجھتا ہی جتنے
پہلوان بارگاہ نشین ہین سب کے سب کوئی قاسم کا ہواخواہ ہی کوئی بدیع الزمان کا طرفدار ہی اور ہر ایک پیش خود سوائے
اپنے دوسرے کو موجود نہین جانتا ہی اور یہ کہکر نہایت متنغص اور مکدر ہوے اور فرمایا کہ اچھا صاحب تم بھی جاؤ لندھور
بھی سلطان عالیمقام سے رخصت ہو کر مع اپنے نو لاکھ سوار کے کشتیون مین سوار ہو کر سمت باختر روانہ ہوا اب بیان
امیر باتوقیر بھی تیاری سفر مین مصروف ہوے

جب تک شمہ داستان شوکت بیان شاہزادگان والاتبار عالی مقدار شاہزادہ بدیع الزمان اور خاور سیاہ ملک قاسم نامدار سے بیان کیا جاتا ہی

کہ ان دونون بہادرون کو حالت زخمداری اور غشی مین جو آنکے دونون گھوڑے میدان رزم سے لے کے نکلے تو ایک شبانہ روز
سب شب جاتے جاتے روز دوم صبح کے وقت ایک دامان کوہ مین ٹھہرے اور وہان سبزہ زار لطیف اور مرغزار پاکیزہ دیکھ کر
وہ دونون گھوڑے ازبسکہ رودون کے بھوکے پیاسے تھے گھانس کھانے کو جھکے اور شاہزادہ بدیع الزمان اور قاسم
دونون قاش زین سے جدا ہو پہلو بہ پہلو اسی طرح سے بیہوش از خود فراموش زمین پر گر پڑے اور گھوڑے چرائی
مین مصروف ہوے حسب اتفاق اس پہاڑ کے قریب مرغزار مین ایک شہر ہی کہ نام اسکا سرشار مشہور ہی اور وہان کا بادشاہ
گودرز شاہ مالک لاکھ سوار کا ہی سو حسب الطلب گنجاب کے اپنی فوج و سپاہ ہمراہ لیکر واسطے گنجاب کی مدد کے
جاتا تھا جبکہ وہ قریب اس دامن کوہ کے پہونچا تو آنے دیکھا کہ دو گھوڑے سرخ رنگ گلگون مثل برق آہنگ صبا رفتار
بازین و لجام مرصع کار اور ساز و یراق مکلل بزر مرقع بجواہر آغشتہ بخون چراگاہ مین گھانس کھا رہے ہین گودرز شاہ
نے چاہا کہ ان گھوڑون کو پکڑ لیجیے ناگاہ وہ دونون گھوڑے گودرز شاہ کو اپنی جانب مخاطب دیکھ کر دوڑ کر ایک قریب
شاہزادہ بدیع الزمان اور دوسرا برابر شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم کے کھڑے ہو رہے گودرز شاہ اپنے گھوڑے کو
بڑھا لے جا اور قریب گیا تو آنے دیکھا کہ دو نوجوان آفتاب طلعت غیرت بتان سر سے پانون تک زخمون مین چور محض بیخود
اور بجور زمین پر پڑے ہوے ہین گودرز شاہ ان دونون شاہزادون کو دیکھ کر سمجھا کہ شاید یہ دونون جوان کہیں کے سوداگر ہین
اور یہ دونون گھوڑے بھی انھین کی سواری کے ہین اثنائے راہ مین کسی قطاع الطریق نے انکو زخمی کرکے مال اور
اسباب لوٹ لیا ہی اور حالت زخمداری مین گھوڑے ان دونون کو لیے اسطرف چلے آئے ہین غرض یہ کہ گودرز شاہ ابھی اسی
فکر مین تھا کہ ناگاہ نگاہ اسکی جو نگین پر دونون شاہزادون کے جا پڑی تو آنے انگشتریان دونون کی انگلیون سے اتار کر
دو مہرین ایک سفید کاغذ پر لگین تو معلوم ہوا کہ یہ دونون بدیع الزمان گردنشکن اور ملک قاسم لعل خفتان

خونریز خاوری دشمنان گنجاب ہین جنکے مقابلے اور مجادلے کے لیے گنجاب نے مجھے بلایا ہے پس یہ نام دونون بہادرون کے پڑھکر
گودرز شاہ نہایت خوش ہوا اور اُسنے حکم دیا کہ ہان ان دونون زخمیون کو بہت جلد ابھی قتل کرو ایک مرتبہ وزیر نے گودرز شاہ سے
عرض کی کہ ای شہریار تو استدعا پذیری کی رکھتا ہے اور یہ دونون نوجوان زخمی بدیع الزمان اور قاسم مقہور اور مغضوب درگاہ
خداوند لقا کے ہین فاہم کی راے ناقص مین تو انکا قتل کرنا مصلحت نہین مقتضاے فراست تو یہ ہے کہ ان دونون کو مطوق
اور مسلسل زندہ دستگیر کر کے خداوند لقا کے روبرو بھیجیے اور یا ان دونون کو ہدایت کیجیے کہ نادیدہ خداے آسمان کی پرستش
چھوڑ کے خداوند لقا کی پرستش کرین گودرز شاہ نے یہ مشورہ اپنے وزیر کا سنکے کہا کیا خوب صلاح تو نے دی اور یہ لڑکا ابھی
عالم بیہوشی مین اُسنے لوہارون کو بلا کے شاہزادہ بدیع الزمان اور قاسم کے ہاتھون مین ہتھکڑیان پاؤن مین بیڑیان گلے
مین طوق گرین خاردار ڈلوا دیے اُسوقت شاہزادہ بدیع الزمان اور خاور سیاہ ملک قاسم کی بیہوشی سے آنکھ کھلی
اور دیکھا کہ ہم دونون برابر برابر پہلو بہ پہلو زخمی اور مجروح مطوق اور مسلسل زمین پر پڑے ہین قاسم نے بدیع الزمان کو اپنے
برابر مقید دیکھ کر کہا کہ ای کشتی گیر جس جگہ کہ مین اسیر پنجہ تزویر ہون تو میرے برابر کس لیے آکے قید ہو کر بیٹھا ہے شاہزادہ
بدیع الزمان نے جواب دیا کہ ای ترک تنگ چشم قاسم تو عجیب خیرہ سر اور دیوانہ ہے اس مین میرا کیا اختیار ہے اگر تو یہان
اٹھکر کہین اور چلا جائے تو تجھے اختیار ہے مین تجھے منع نہین کرتا قاسم نے کہا تو خیر تو بیٹھا رہ مین تو یہان سے نکلا جاتا ہون
یہ کہکر قاسم نے حالت غیظ و طیش مین اپنی زنجیر شاہزادہ بدیع الزمان پر ماری شاہزادہ بدیع الزمان نے بھی اپنی
زنجیر قاسم پر ماری اور دونون صاحبون مین بیٹھے بیٹھے زنجیرون کی لڑائی شروع ہو گئی اسمین کچھ لوگ گودرز شاہ کے
درمیان مین آگئے اور چاہا کہ دونون کو لڑنے نہ دین روکین وہ جو اجل رسیدہ ان دونون شیرون کے بیچ مین پڑے تھے
پانچ سات کے منہ پھٹ گئے اور مارے گئے دو چار جو باقی تھے انھون نے بھاگ کر گودرز شاہ کو جاکر حال بیان کیا
اور وہ لاشین سامنے لیجا کر رکھ دین اور کہا کہ وہ دونون نادیدہ خدا کے پرستار قیدی آپس مین لڑتے تھے ہم سب نے
چاہا کہ منع کرین اور دونون کو جدا کرین اُن دونون نے ہمارے ساتھ والون کو زنجیرون سے مار ڈالا گودرز شاہ نے
نہایت درہم اور برہم ہو کے شاہزادہ بدیع الزمان اور قاسم کو اپنے روبرو بلایا جبکہ دونون شاہزادے بارگاہ مین
پہونچے تو انھون نے بطریق اہل اسلام بآواز بلند کہا سلام باد بر آن کسی کہ یاد کرد اند خداے عزوجل خالق
جزو کل کیست و دین پیغمبر او برحق گودرز شاہ اور جتنے اسکے مقربین اور ہمنشین تھے جنھون نے اپنا منھ پھیر لیے
جواب سلام کا نہ دیا کہ غیب سے ایک آواز پیدا ہوئی کہ علیک السلام اُسوقت گودرز شاہ نے نہایت درہم اور برہم
ہو کر کہا کہ یہ خدا پرست بڑے زبردست ہین باوصف اسکے کہ دیکھو صاحب یہ دونون مطوق اور مسلسل بیٹھے ہین اسپر یون
بےخوف و خطر نادیدہ خداے آسمانی کا میرے سامنے نام لیتے ہین یہ کہکے حکم دیا کہ ہان جلد ان دونون کو قتل کرو [illegible]
اسکے جلادون نے آکے شاہزادگان والاقدر عالی منزلت کی آنکھون مین پٹی باندھ دی اور نکبت کا چبوترہ
زوال و ہلاکت کا بوریا بچھا کے آگے بٹھا کے بٹھلا دیا اور خلق کو بلا کے دونون پر منادی بآواز بلند کہا کہ خلق خداے باختر
کی ملک گنجاب بن گنجور بن ملک حرمان دیوکش پیغمبر مرسل کا حکم گودرز شاہ کا وہ شخص جلاد ہو واسطے اس
اپنے دوزخ پیٹ کے بھرنے اور اہل و عیال کے پالنے کے لیے یہ پیشہ جلادی کا کرتا ہو گر بیت سلطنت سلطان
کند فریاد بر جلاد چیست * مرغ را دانہ بانشد طعنہ بر صیاد چیست * ای جلادو تمھین جو کچھ کھانا پینا دیکھنا ہو بھائی کہنا سننا ہو
وہ کہا سنو لو دیکھ لو پھر یہ ٹھنڈی ہوا اور ٹھنڈا پانی کہان نصیب ہو گا وہ دونون شاہزادے عرش رفعت کیوان
منزلت اُس بوریے پر سرنگون بیٹھے ہوے رجوع قلب اپنی خالق اکبر کی طرف کر رہے تھے ناگاہ گودرز شاہ کو

نصیحت اور رائے اپنے وزیر کی یاد آئی جی مین کہنے لگا یہ گرد دونون دشمنان خداوند ایسے سرکش اور زبردست ہین کہ جنکے
ہاتھون نے پیغمبر مرسل الیسا اپنی زندگی سے عاجز ہو پس بہتر یہی ہے کہ ان دونون کو زندہ دستگیر کر کے حضور خداوند لیجاؤن لاشک
وہ رب مرتبہ پیغمبری مجھے عطا فرمائیگا پس یہ سوچکر اُسی وقت گودرز شاہ نے اپنی فوج و سپاہ سے شہزادگان عالیجاہ کی طرف سمت سائل
روانہ ہوا تیسری منزل مین سامنے سے ایک سمت گرد اٹھا اور جسوقت وہ گرد پھٹی تو اسنے دیکھا کہ ایک نقابدار سبزپوش نیزہ بدست
بکمال جوش و خروش یہ نصیب دیتا ہوا کہ ہر کہ داند داند و ہر کہ نداند حالا بداند و بشناسد کہ منم نقابدار سبزپوش ہوا خواہ شاہزادہ انجم
گروہ رستم شکوہ صاحبقران بن صاحبقران پہلوان تہمتن شاہزادہ بدیع الزمان گردنکش شکن گودرز شاہ لشکر کیجانب
مخاطب ہو کر اور اپنے لشکر کو قائم کر کے سر میدان نکلا اور مبارز طلب ہوا قاسم نے جو دیکھا کہ یہ نقابدار سبزپوش ہوا خواہی
بدیع الزمان مین آکے مبارز طلب ہوا ایکبار کہنے لگا کہ جس مخلوق نے چار پیسے بہم پہونچائے پس ایک کھال بھیڑ کی پہن لی اور
لاف و گزاف اپنی مردانگی اور شجاعت کا اور دعوے ہوا خواہی کا کرنے لگا اس غصے مین گودرز شاہ اپنا مرکب چمکا کے برابر نقابدار
کے آیا اور نیزہ پکڑ کے نقابدار سے ہم نبرد ہوا آخرکار نقابدار نے نیزہ گودرز شاہ کا ہوائی کردیا گودرز شاہ نے جو دیکھا کہ نقابدار
نے میرا نیزہ نکالا دونون ہاتھ اپنے قاش زین پر دے مارے اور پکارا کہ اے نقابدار نیزہ بازی خلال بازی عمود بازی جمال بازی
شمشیر بازی راستبازی باش یہ نہ کہنا کہ مجھے خبردار نہ کردیا تھا پس ہوشیار ہو جا اور دیکھ کہ یہ برش تیغ تیز کی ہے یہ کہکر ایک تلوار
نقابدار سبزپوش کے سر پر ماری نقابدار نے اُسکی ضرب کو خالی دیکر بوقت برگشتن یہ کہکے کہ اے گودرز شاہ شعر تو ضرب بزدی ز من بستان
نوش کن زہر شادی از دل فراموش کن یہ تیغ مارا گودرز شاہ نے سپر کو پناہ کیا مگر وہ تیغ سپر کو کاٹ کے خود پر پڑا خود اور دو طبقہ
کلاہ کھوپڑی کو کاٹ کے گودرز شاہ کے نادہ ابرو تک رہ گیا بیچ مین گودرز شاہ نے وحشیانہ مارا تلوار تو جسم سے نکل گئی مگر
ایک چادر خون کی بہکے منہ پر آگئی گودرز شاہ نے زخمی ہوکر چاہا تھا کہ نقابدار سبزپوش کی فوج سے جنگ مغلوبہ کرے
وزیر نے بہ منع کیا اور کہا کہ شہریارا ایک ایک جوان کو لشکر کے میدان داری کرنے بھیجے چنانچہ گودرز شاہ نے بموجب مشورہ
وزیر کے چند جوانون کو باری باری مقابلہ اور مجادلہ نقابدار سبزپوش کے لیے بھیجا اور جو آیا نقابدار کے ہاتھ سے زخمی
ہو گیا گودرز شاہ نہایت سراسیمہ اور بدحواس ہو کر اپنے جی مین سوچتا تھا کہ ایسا نہو کہین بدیع الزمان اور قاسم قید
سے چھوٹ جائین اتنے مین دیکھا کہ گرد سے وگے برخاست شعر از دامن دشت عاج و زنگ بگرد سے برخاست طوطیا رنگ
جب دامن گرد شگافتہ ہوا تو دیکھا کہ طیفور زمرد پرست ذات ایک بارگاہ نشینون سے لقائے مشرک خدا کے بہت بڑا
زبردست سالم ہزار سوار سے کسی سمت کو جاتا تھا اثنائے راہ مین حال گودرز شاہ کے زخمی ہونے کا نقابدار سبزپوش
کے ہاتھ سے اور قید مین بدیع الزمان اور قاسم کے سنکے پناہ کیے اُسطرف سے آپہونچا اور اُس طیفور زمرد پرست
نے پیش خود یہ تجویز کی کہ پہلے اُس نقابدار سبزپوش کا علاج کرلون بعد اسکے فرزندان حمزہ کو قتل کرون اپنے مرکب کو چمکا
بمقابلہ نقابدار سبزپوش آیا اور نیزہ پکڑ کر سینہ بسینہ نقابدار سے ہوا نقابدار نے نیزہ سے پر لگا کر نیزہ بازی مین مشغول ہو
ستر و ستر طعن نیزہ کی نکل چکین تھین اٹھارھوین طعن مین نقابدار نے نیزہ طیفور زمرد پرست کے ہاتھ سے نکال دیا
اُسوقت طیفور زمرد پرست کا یہ حال تھا کہ اسکی آنکھون کے سامنے اندھیرا آگیا اور اسی حالت غیظ اور غضب مین ڈال قبضہ
شمشیر پہ ہاتھ دوڑا کر ایک تلوار جو بر سر نقابدار ماری حسب اتفاق نقابدار نے چاہا تھا کہ فن سپہگری سے اُسکی تلوار کو پکڑلون
اور ایک ہی ضرب مین کام اس بیہودہ انجام کا تمام کردون مگر وہ جو کہتے ہین دو باالغولی کی بات کو تاکت ہین سب کو یکے
اتفولی ہوتی نہین ہونی ہوئے سو ہوئے جو نہین نقابدار سبزپوش نے تلوار کی آمد اور چمک دیکھی اپنے
مرکب کو پھیرا وہان کوئی موش خانہ تھا سم مرکب نقابدار موش خانہ مین جا پڑا اور شکندری کھا کے

چاہتا تھا کہ گھوڑا کو دے نقابدار اپنے رکیب سنبھالنے مین ذرا جو غافل ہوا طیفور زمرد پرست کی تلوار سر پر نقابدار کے پڑی چار انگل کا زخم
سر مین نقابدار کے آ گیا اور چادر خون کی منھ پر جاری ہوئی شاہزادہ قاسم نے جو دیکھا کہ نقابدار زخمی ہو گیا بیساختہ کہنے لگا کہ خوب ہوا
جو یہ نقابدار مغلوک زخمی ہو گیا بہت زیادہ تولی کرتا تھا یہ کلام شاہزادہ خاور سپاہ کا سنکے شاہزادہ بدیع الزمان نہایت درہم اور برہم
اور ایک نعرہ طنطنۂ اللہ اکبر جگر سے کھینچکر ہاتھون کی ہتھکڑی پانون کی بیڑی گلے کا طوق کر کے خار خار تنو مثل تار عنکبوت توڑ ڈالے لوگ
گوور شاہ کے جو برابر شاہزادہ بدیع الزمان کے کھڑے تھے انھون نے جو دیکھا کہ بدیع الزمان نے اپنی قید توڑ ڈالی بدحواس ہو کر بھاگ
کھڑے ہوئے اور شاہزادہ بدیع الزمان نے سنبھل کے ایک سوار کی ٹانگ پکڑ کے کھینچ لی اور اسکے گھوڑے پر آپ سوار ہو کر برابر طیفور کے ہو کر
اور بعید غیظ و غضب بیخود ہو کے نظم

سپہر شجاعت بدیع الزمان
کہ سر فتنۂ باختر نام شد

سر برج خوبی شہ انجمن
من ان مرد میدان کرد روز کین

تہمتن توان گرد لشکر شکن
توانم زدن آسمان بر زمین

تجلی چشمان اہل جہان
ز تیغم بسے ملک اسلام شد

پکارا باش او کبر پر غرور نقابدار سبز پوش کو تو نے زخمی کیا ہے اب مجھے کیا زندہ و سالم جانے دیتا ہے
طیفور زمرد پرست شاہزادہ بدیع الزمان کو شمشیر بکف آتے دیکھا اور بہ نشیب سکے سنبھلا اور بمقابلہ شاہزادہ عالیمقام کے وہی
تیغہ دو دو گز شاہزادہ نامدار کے سر اقدس پر مارا شاہزادہ عالم نے بچستی تمام ہاتھ بڑھا کر بازو کو بچا کے بند دست طیفور زمرد پرست کا
پکڑ لیا اور زور اجو فشار اسکے ہاتھ کو دیا تلوار اسکے ہاتھ سے چھوٹ کر علحدہ جا پڑی بعد اسکے ہاتھ کمر زنجیر مین ڈال کر کاش زین سے
اٹھا لیا اور چرخ دیکر زمین پر مارا کہ نقش زمین ہو گیا شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم نے جو یہ زور دست شاہزادہ بدیع الزمان کا دیکھا شدت
رشک سے نہایت درہم اور برہم ہو کے طنطنۂ اللہ اکبر جگر سے کھینچا اور اپنی قید بھی توڑ کے ایک گبر کو گھوڑے پر سے گرا کے مار ڈالا اور اسکے
گھوڑے پر سوار ہو کر آمادہ رزم و پیکار ہوا اور کفار کشی کرتا ہوا پھر شاہزادہ بدیع الزمان کے برابر جا کے کہا کہ باش اے کشتی گیر کہاں جاتا ہے
جس طرح سے اس فرقہ کفار کو مین نے زیر و زبر کر دیا ہے اسی صورت سے اب تجھے بھی سزا کو پہونچاتا ہون شاہزادہ بدیع الزمان نے جواب
دیا اے خاموش اس فضول گوئی سے کیا فائدہ جو کچھ کہ تجھسے ہو سکے کوتاہی نہ کر غرض کہ تمام روز شاہزادگان والا تبار عالیمقدار شاہزادہ
بدیع الزمان اور قاسم باہم شمشیر زنی کرتے رہے جبکہ آفتاب غروب ہوا اور ظلمت شب نمایان ہوئی نقابدار سبز پوش دونون صاحبون کو لشکر
کفار سے نکال کر اپنے خیمہ مین لیگیا اور باعزاز و اکرام بٹھا کر منھ ہاتھ دھلوائے اور دستر خوان بچھوا کے کھانا کھلوا کے شراب پلوائی بعد کھانے سے
فراغت حاصل کرنے کے نقابدار نے خاور سپاہ سے پوچھا کہ اے قاسم اپنے عزیز بزرگوار بدیع الزمان نامدار سے تو اتنا کیون الجھتا ہے تو نہ
جانتا ہوگا کہ بدیع الزمان گرد لشکر شکن نے کیسے کیسے کارنمایان کیے ہین قاسم نے کہا آپنے کونسا کام شجاعت اور تہمتنی کا کیا ہے اور خصوصاً
جانتا ہون وہان اس کشتی گیری کیا اصل و حقیقت کر وہان تم شمشیر زنی کا اپنی زبان پر اسنے شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا اے ملک
قاسم مین ترک جوشن پوش فضل بن گیا ہون خون آشام ارباب باختری جارب خونریز ضارب خونریز سعید و سعد جنگ
نشین وغیرہ کیسے کیسے پہلوان اور سر لشکرون کا زور دست و بازو اور بغیر شمشیر اپنا مطیع و فرمانبردار کر کے دائرہ اسلام مین لایا تو نے خدا ایک
مسعود قزاق اور مراد شاہ کو زیر کر کے بیخود پیدا کیا اور تبلا تو نے کس پہلوان کو زیر کیا کس ملک کو اسلام آباد کیا بس بڑی کرامات
تو نے یہی کی کہ یہ شہرا ہوا اپنا نانا الیہ خیر فستون سے اس ملک سے تجھے ملا ہوا اسپر چھنڈ اور اسد چہ بلند پروازی کرتا ہے قاسم نے جواب دیا
برگذشتہ صلوات اب سر دست جو شخص کافور بن طیفور زمرد پرست کو مارے وہی سپاہ در ہو شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا بہت خوب
یہ کہکر شاہزادہ بدیع الزمان نے اپنے گھوڑے کو مہمیز کیا اور سمت لشکر کافور بن طیفور روانہ ہوا قاسم بھی تعاقب مین شاہزادہ
بدیع الزمان والا مناقب کے اپنا گھوڑا دوڑا کر چلا جب نقابدار سبز پوش نے شاہزادہ بدیع الزمان اور قاسم دونون صاحبون کو
جانب لشکر کافور بن طیفور زمرد پرست جاتے دیکھا نقابدار سبز پوش بھی مع اپنی فوج و سپاہ کے سوار ہو کے روانہ ہوا وہان کا فور
بن طیفور جو اپنی بارگاہ مین بیٹھا تھا کہ ایکبار سامنے سے عیار کافور کا آیا اور آکے بیان کیا کہ شاہزادہ بدیع الزمان یکہ و تنہا

مقابلے کو آتا ہے کافور یہ بات سنکر بہت ہنسا اور کہنے لگا کہ میں طیفور نہیں ہوں ابھی یہ کہہ رہا تھا کہ ناگاہ آواز نعرہ شاہزادہ بدیع الزمان
کی گوش زد ہوئی برابر نعرہ شاہزادہ بدیع الزمان کے دوسرا نعرہ شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم کا سنا اور جانب لشکر سے شور
یوم تشور اٹھا کافور بن طیفور نے پوچھا کہ یہ غل کیسا ہے لوگوں نے کہا کہ بدیع الزمان اور قاسم دونوں پہنچ آئے اسقدر شمشیر زنی
کی ہے کہ تمام لشکر آپ کا تہ و بالا ہو رہا ہے یہ حال سنکے کافور بن طیفور اپنی سپر اور تلوار پکڑ کے اٹھ کھڑا ہوا اور بارگاہ سے باہر نکلکر
اپنے مرکب پر سوار ہوا اور مع اپنی فوج و سپاہ کے سر میدان جا پہونچا اور آنکھ سے دیکھا کہ میرے لشکر نے ہزیمت کیا ہے ابھی کافور یہ
حال دریافت نہیں کرنے پایا تھا کہ یہ فوج میری پسپا کیوں ہوئی اور کیوں بھاگی جاتی ہے کہ یکایک سامنے سے شاہزادہ بدیع الزمان گرد
لشکر شکن تیغ خون چکان کھینچے صفوں کو درہم و برہم کرتے نمودار ہوا کافور بن طیفور نے شاہزادہ بدیع الزمان کو آمادہ جنگ دیکھ کے
دیکھ کر اپنے مرکب کو اٹھایا اور برابر شاہزادہ عالم کے پہونچا تھا کہ ایک طرف سے شاہزادہ قاسم بھی شمشیر زنی کرتا قریب آیا اور ادھر کافور نے تیغ بر
شاہزادہ بدیع الزمان پر وار کیا شاہزادہ بدیع الزمان نے اسکی ضرب کو خالی دیکر برابر سے پلٹ کر تیغہ مارا کہ سپر کو کاٹ کے کافر کے سر کو کاٹ کے
کافور کے تا کمر اتر گیا تھا ابھی اسطرف سے قاسم نے برابر پہونچکر وہاں کمر پر ایک تیغہ مارا کہ دو ٹکڑے ہوکے گھوڑے پر سے
گر پڑا شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا کہ ای قاسم میں تو اسے قتل کرچکا تھا تو نے زبردستی کی قاسم نے کہا تلوار میری بیچ پڑی تھی ایسمیں
ابھی یہ تکرار ہو رہی تھی کہ نقابدار مع اپنی فوج و سپاہ کے پہونچا اور بیسوخت کرکے تلوار کا ہزار جوان نقابدار نے اٹھایا تھا تو سات ہزار
سر تیغ قلم ہو کر خاک و خون میں لوٹتے پھرتے تھے گودرز شاہ یہ حال دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوا اور تمام لشکر درہم برہم ہو گیا نقابدار
سبز پوش نے بدیع الزمان اور ملک قاسم کو ضرب و حرب سے ہزار ہی و تحسین و کرامت بیان کیا اور بعد سلام بھگتا ہوا اپنے
ساتھ اپنے خیمے میں لاکے باعزاز تمام دونوں شاہزادوں کو بٹھایا اور شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم سے پوچھنے لگا کہ ای قاسم میں نہایت
متحیر ہوں کہ تم دونوں آپسمیں چچا بھتیجے ہو یہ کیا بات ہے کہ کبھی تم دونوں میں موافقت نہیں رہتی قاسم نے کہا کہ یہ کشتی گیر غاصب اپنے
اپنے ذہن میں سوائے اپنی بہادری اور شمشیر زنی کے اور کسی کو موجود نہیں سمجھتا نقابدار نے کہا کہ ای قاسم بدیع الزمان تیرا چچا ہے باپ
کے برابر ہے اسکے روبرو تجھے کیا نسبت لازم نہیں کہ ہمیشہ شاہزادہ بدیع الزمان سے دعوی ہمسری اور برابری کا کرے قاسم
کہا اس کشتی گیر نے کیا کام کیا ہے میں نے نہیں کیا شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا کہ ابھی ایسی لڑائی میں نے کافر کا
دل توڑا مردود پرست ایسے کو میں نے ایک ضرب میں واصل جہنم کیا تو نے اس مردود کے تلوار ماری قاسم نے کہا اچھا اب سہی چچا
کو لی انجاب کی مرضی ہے تو کشتی کیجئے شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا میں نے قبول کیا بسم اللہ قاسم نے کہا
پھر چلئے بدیع الزمان نے کہا تجھے کیا دیر ہے غرض دونوں شیر بیشہ اپنے مرکبوں کو جولان کرکے نقابدار سے رخصت ہوئے اور نقابدار
ایکطرف کو سوار ہو گیا چنانچہ شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم سمت مراد کو روانہ ہوا اور بعد طے مراحل و قطع منازل چند روز میں مراد شاہ
کے پاس پہونچا اور مراد شاہ شاہزادہ خاور سیاہ کو دیکھکر بہت خوش ہوا اور قاسم یہاں تیاری فوج کی اور نگاہداشت نوکروں
کی جاری کرتا ہے اور شاہزادہ بدیع الزمان جو نقابدار سبز پوش سے رخصت ہو کر سوار ہوا اور سمت چار باغ ملک سحر بان دیو کش کے
روانہ ہوا تو جاتے جاتے ایک روز کی نقل ہے کہ ایک صحرائے سرسبز اور خرم میں جا کے وارد ہوا اور ایک مقام پر زین پوش بچھا کر دم بھر آرام کرنے کو
لیٹ گیا ناگاہ سامنے سے ایک گرد نمایان ہوئی اور اس گرد میں ایک پیادہ فلسطوروے زر نفتی پائے سقرلاتی باندھے حلقہ کمند کا کلائیوں میں لپیٹا
ہوا گوپھن اور خنجر ہاتھ میں پکڑے نظر پڑا اور بغور جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ مرجان تیز رفتار عیار ملکہ گوہر ملک کا ہے غرض مرجان تیز
رفتار نے روبرو شاہزادہ بدیع الزمان کے آکے اقدام عالی کو اس عالیمقام کے بوسہ دیا اور بعدہ دعا و ثنائے شاہی کے عرض کیا
کہ ای شہریار ملکہ گوہر ملک تپ مہاجرت اور درد مفارقت سے اب جان بلب ہے کسی صورت سے آپ یہاں سے تشریف لیجلیے اور ملکہ سے
ملاقات کیجئے شاہزادہ بدیع الزمان نے فرمایا کہ ای مرجان شعر آن یار کہ گفت بتو ام دل نگرانست بگو میرسم اینک بسلامت نگران باش

یعنی اب چلو ہم بھی وہین ملکہ کے پاس چلتے ہین یہ کہکے چاہتا تھا کہ اُٹھے ناگاہ سامنے سے ایک ہرن رم خوردہ چوکڑیان بھرتا نمودار
ہوا اور شاہزادہ بدیع الزمان گردنشکر شکن تیر و کمان لیکے اُس ہرن کے تعاقب مین چلا تھوڑی دور پر جاکے اُسے شکار کیا
اور وہین مرجان نے لکڑیان درختون کی چنکے آگ لگا دی اور ہرن کو ذبح کرکے گوشت اُسکا پاک و صاف کیا اور کباب لگانے شاہزادہ
بدیع الزمان مع مرجان تیز رفتار وہان بیٹھکر کباب کھا رہا تھا حسب اتفاق وہان تجانی اپنی بارگاہ مین تخت جوہری پر بیٹھا ہوا تھا کہ ناگاہ
ایک عیار نے سامنے تجانی کے آکے عرض کی کہ اے پیغمبر برحق بدیع الزمان آکے ملکہ گوہر ملک کو نکال لیگیا تجانی یہ خبر سنکر چاہتا تھا کہ لشکر
کشی کرکے تلاش بدیع الزمان کی کرے قاہر بن قہرمان عجمی نے منع کرکے کہا اے پیغمبر برحق تجھے لازم نہین جسوقت مین نہ تیری بارگاہ مین
موجود ہون اگر تو ہر کس و ناکس پر لشکر لیکے مقابلہ اور مجادلے کو جائے مین جاکے بدیع الزمان کی مشکین باندھ لیے آتا ہون یہ کہکر قاہر
بن قہرمان عجمی اپنے پانچ لاکھ سوارون کو ہمراہ لیکے سوار ہوا اور تلاش شاہزادہ بدیع الزمان چلا اور تجانی عیار کو واسطے خبر شاہزادہ
بدیع الزمان کے آگے روانہ کردیا قضائے کار تجانی ڈھونڈھتا پوچھتا جاتے جاتے کہین اُس صحرائے پر فضا مین جا نکلا جہان شاہزادہ
بدیع الزمان اور مرجان عیار دونون بیٹھے کباب کھارہے ہین تجانی عیار دور سے دیکھکے پھرا اور قاہر بن قہرمان عجمی سے آکے بیان کیا
کہ بدیع الزمان تن تنہا جنگل مین بیٹھا کباب کھا رہا ہے اور وہ ننگ خاندان میرا بیٹا مرجان تیز رفتار بھی ہمراہ اُسکے ہے قاہر بن قہرمان عجمی یہ خبر سنکے
اُسیوقت مع اپنی فوج و سپاہ کے سوار ہوا اور اُس جنگل کو جاکے چار طرف سے محاصرہ کرلیا مرجان تیز رفتار نے عرض کی کہ اے شاہزادہ عالم قاہر بن
قہرمان عجمی مع لشکر کے آن پہونچا ہوشیار ہوجایئے شاہزادہ بدیع الزمان عالیمقام بمجرد استماع اس کلام کے اپنے مرکب پر سوار ہوکر اور
اُٹھاکر بمقابلہ لشکر کفار آمادہ رزم و پیکار ہوا اور تیغ طلسم دیو بند کرکے لاش پر لاش اور دھڑ پر دھڑ اور سر پر سر دھرے ہوئے تا قریب قاہر
بن قہرمان عجمی کے پہونچ گیا تھا کہ ناگاہ ایک کافر ملعون علیہ اللعنۃ الی یوم الحساب نے پشت پر سے نیزہ شاہزادہ عالم کے گھوڑے کے پیٹ مین مارا اور گھوڑا
ضرب نیزہ سے چرخ کھاکر گرا اور شاہزادہ بدیع الزمان نے گھوڑے کی پیٹھ پر سے جدا ہوکے پیادہ پا دامن گردانا اور پیادہ شمشیرزنی اور کفار کشی کرنے
لگا اور روز و شبانہ روز دیکھتا اس شجیع میدان وغا نے اسقدر شمشیرزنی کی کہ کشتون کے پشتے لگا دیے تھے اور فوج کفار کو سوائے گوشہ زخم
کھکولی کو جہ حفظ و امان کا نہین ملتا تھا اور کوئی گوشہ عافیت جاگ کر چھپ رہے کو سوائے گوشہ کمان کے نہین نظر آتا تھا زہرہ مین مریخ
چشم ہوکر شجاعت اور دلیری شاہزادہ گردنشکر شکن کی دیکھ رہی تھین اور چار آئینہ کو رستم اور عجمی پاس اس شجیع روزگار کی عالم حیرت
دل او دوسرے تماشائی دیکھ رہی شاہزادہ عالیمقام پر اس لہجے مین فوج کفار کے جوتون سے سر پیٹ رہے تھے اور ... نت اُنسے
... رہی تھین لہو کی ندیان چلین اور لوتھون گوشت میدان مین چھائے ہوئے شور و غل کر رہے تھے دلال اجل در کار خریداری جان ارزان ہو گیا تھا
بازار موت گرم ہو رہا تھا جسطرف وہ ضیغم بیشہ کار زار رخ کرتا فوج قاہر بن قہرمان عجمی کی مانند گلہ میش کے پراگندہ ہوکر بھاگتی پھرتی
تھی مگر وہ جو شیخ سعدی شیرازی گلستان مین کہ گئے ہین نظم پشہ چو پر شد بزند پیل را ٭ با ہمہ مردی و صلابت کہ اوست ٭ مورچگان را
چو بود اتفاق ٭ شیر ژیان را بدرانند پوست ٭ قضائے کار شاہزادہ بدیع الزمان نامدار نے لڑتے لڑتے ایک جوان کے تیغ مارا
کہ تا جگر اُتر گیا تھا اُس طرف اُسکی لاش گری اور ادھر شاہزادہ عالیوقار نے تیغ کو سنبھال کے چاہا اور طرف متوجہ ہو وہان جو اکثر
مرکے ہوئے زمین پر پڑے تھے ایک مردہ پر پانون اُس دلاور کا جو پڑ گیا تو پانون پھسلا اور شاہزادہ عالم بیساختہ کروٹ سے بھل
گر ساتھ گرنے کے کئی سو حلقے کمندون کے اعدائے بیدین نے اُس عرش کمین کے گلے مین اور تمام بدن مین ... نوبت اُٹھنے
اور سنبھلنے کی نہ دی چار طرف سے گر پڑے اور جھٹ پٹ گرفتار کرلیا اور قاہر بن قہرمان عجمی نے لوہارون کو بلاکے شاہزادہ والا تبار
کے ہاتھون مین ہتھکڑیان پانون مین بیڑیان گلے مین طوق بغلون مین خار و در لشکر مین لنگر ڈلوا دیے اور بشکل خود یہ تجویز ادراک ...
کرکے کہ تجانی کے پاس لیجانے سے مجھے کیا فائدہ ہے مجھے خود دعوی ہزار طرح پیغمبری کا رکھون بس صلاح یہ ہے کہ اسکو بحضور خداوند لقا لیجاؤن
اور جبرئیل درگاہ یعنی یاقوت شاہ سے یہ سارا حال بیان کرکے کہ مین نے اسے اس جرم پر مقید کیا ہے کہ ملکہ گوہر ملک پیغمبرزادی کو

جو آپ کے نامزد تھی اُسنے اپنے قابو مین کرکے رکھا تھا عرض کرونگا کہ اس کارجان نثاری کے صلہ اور انعام مین میرے لیے سعی کرکے خداوند سے طرہ پیغمبری دلوا دیجیے یاقوت شاہ جبرئیل درگاہ بلا شک وشبہ تجھے پیغمبر مرسل کا قائم مقام اور بالاستقلال کرادیگا لیکن مشورہ کرکے شاہزادہ عالم کو ایک اعرابے پر بٹھلا کر تین لاکھ سوار کو حکم دیا کہ تم برچھے اور تلوارین کھینچے گرد وپیش اسکے اعرابے کے رہنا اور جو تمہارے راہ مین قاسم یا کوئی اسکے ہوا خواہون مین سے یا فضل وغیرہ کوئی سردار اسکے لشکر کا آجاے تو تم سب اسکا سر کاٹ ڈالنا لہذا اُسکے آمادہ رزم وپیکار ہونا بے کھٹکے آگے تو قید شاہزادہ بدیع الزمان کی مع تین لاکھ سوار نیزہ دار کے جوانون کی اور تعاقب مین آپ والاکھ سوار سے بخیال دُور اندیشی کہ ایسا نہو پشت پر سے کمک یا مدد بدیع الزمان کی کوئی سردار لیکے پہونچے اور بدیع الزمان کو قید سے چھڑا لیجاے روانہ ہوا یہان مرجان تیز رفتار یہ گردش گردون غدار اور انقلاب لیل ونہار دیکھکر سر وسینہ زنان خاک برسر افتان وخیزان گریان وہان سمت چار باغ ملک حرمان دیوکش روانہ ہوا پہنچنے تو سنے چاہا کہ مین بخدمت شاہزادہ عالم اور سپاہ ملک قاسم جاکے یہ حال بیان کرون پھر اپنے دلمین سوچا کہ قاسم کا احسان لینا مناسب نہین وہ ہر بات مین ہمیشہ اس احسان کا طعنہ شاہزادہ بدیع الزمان کو دیا کرینگے یہی سوچکر مرجان تیز رفتار ملکہ گوہر ملک کے پاس سمت چار باغ ملک حرمان دیوکش کے چلا اور جستین کرتا بہ کمال سرعت اور تیزروی چار باغ مین جاکر ملکہ کے پاس پہونچا اور اپنے سر پر دو خنجر مار رکھا تھا اور سارا حال شاہزادہ با اقبال کا اور قاہر بن قہرمان عجمی بیان کیا ملکہ گوہر ملک نے جو یہ خبر وحشت اثر سنی تو بموجب اشعار

سر سنگ سے اپنا اُسنے مارا	خون سے کیا سرخ سنگ خارا
پتھر سے کہین جبین جو پھوٹی	اک خون کی آبشار چھوٹی
نالے گئے ہفتم آسمان تک	ہر سمت تھی کہ صبر پھر کہان تک
ٹوٹے جو سنگ لاخ ہر بار	چھیل چھل کے بدن ہوا ...

دلارام اور پریچہرہ اور حور رخ اور گل اندام اور سمن اندام اور یاسمین اور گیتی وغیرہ خواصین ملکہ کی سنبھالتی اور سمجھاتی تھین کہ ملکہ عالم آپ اپنے کو اس قدر بیقرار اور مضطرب کرکے ہلاک کرنے سے کچھ حاصل نہین ان کوئی تدبیر کیجیے دعا مانگیے کہ جناب احدیت اپنا فضل وکرم کرے شاہزادہ بدیع الزمان صاحب اقبال ہین اکثر ایسے واردات اور سانحے انپر آئے ہوے ہین مگر انجام بخیر ہوا آپ کا بد حواس ہونا اور اپنی جان کھونا لازم نہین بارے ملکہ کو ہوش آیا اور روتے روتے ایک مرتبہ خیال آگیا کہ ملک عجم مین ملکہ یاقوت ملک قہرمان عجم کی بیٹی اور قاہر بن قہرمان عجمی کی چھوٹی بہن میری بڑی دوستدار اور خیر اندیش بہنون سے زیادہ محبت رکھتی ہے اس سے کہلا بھیجون شاید اسکے باعث سے کوئی صورت شاہزادہ عالم کی رہائی کی ہو جائے غرض یہ سوچ کے ایک رقعہ بنام ملکہ یاقوت ملک بدین مضمون کہ اے بہن شاہزادہ بدیع الزمان کو تمہارا بھائی قاہر بن قہرمان عجمی میدان رزم سے بفریب ونامردی گرفتار کرکے لیگیا ہے اور یہ بات تمکو معلوم ہوگی کہ شاہزادہ شیرویہ بن حمزہ جسکی تصویر پر تم ہزار جان ودل سے قربان ونثار ہو وہ چھوٹا بھائی شاہزادہ بدیع الزمان کا ہے یہ جو تم شاہزادہ بدیع الزمان کو قید سے چھڑا دوگی یا جو کچھ کہ اسوقت بہن شریک ہوکے احسان کروگی یہ تمام احسان تمہارا شاہزادہ شیرویہ بن حمزہ پر ہوگا اور اس احسان کے ذریعہ سے شاہزادہ شیرویہ بن حمزہ تمام عمر تمہارا مطیع اور فرمان بردار رہیگا اور مین تمام عمر تمہاری ممنون اور مشکور ہونگی غرض یہ رقعہ لکھکے مرجان تیز رفتار کو حوالے کیا اور کہدیا کہ اے عیب بالی مرجان تیز رفتار تم ملک عجم مین جاکے کسی ذریعہ اور وسیلے کسی عیاری اور مکاری کسی گھات سے یہ میرا رقعہ میری بہن ملکہ یاقوت ملک تک پہونچا دینا پھر آگے جو مشیت پروردگار ہو اپنے حتی المقدور مین سعی اور تدبیر مین تو قاصر نہ رہونگی مرجان تیز رفتار حسب الحکم ملکہ گوہر ملک کے رقعہ لیکر سمت عجم روانہ ہوا اور جستین کرتا چھلانگین مارتا کہ مرجان تیز رفتار عیار قاہر بن قہرمان عجمی کے لشکر کے برابر پہونچا اور بہیئت عیاری اپنی صورت تبدیل کرکے لشکر سے ملحق ہوکر اسنے دیکھا کہ شاہزادہ بدیع الزمان مطوق اور مسلسل اعرابے پر پڑا ہوا ہے اور دو جوان نیزہ دار دست راست اور دو جوان نیزہ دار دست چپ نیزے برابر شاہزادہ عالم کے پیٹ سے رکھے اور باقی کئی ہزار سوار بشمشیر برہنہ بڑی خلقت

اور ہوشیاری سے گرد و پیش اعرابے کے برابر بڑھے چلے آتے ہین اور جسوقت کہ شاہزادۂ عالم بدیع الزمان کو حالت
غش سے انکے ہوش آجاتا ہو اور آنکھ کھول کے دیکھتا ہو کہ مجھے مطوق اور مسلسل کرکے اعرابے پر ڈالے لیے جاتے ہین
تو اسوقت زور کرکے ہکہ مارتا تھا کہ آدھے آدھے پہیے اعرابے کے زمین مین غرق ہوجاتے تھے اور بارہ جوڑیان ناگوری بیلون
کی کھینچ نہین سکتی تھین شل ہوکر رہجاتی تھین تو ہمراہیان قاہر بن قہرمان عجمی کے پھر بٹی بیہوشی کی دماغ پر شاہزادۂ
بدیع الزمان کے چڑھا کے بیہوش کر دیتے تھے اور ایک فیل مست کے جھونڈے پر پھر سا پڑا ہوا پیچھے اعرابے کے
تھا آگے سے تو بارہ جوڑیان بیلون کی زور کرکے اعرابے کو کھینچتی تھین اور پیچھے سے وہ مست ہاتھی مستک اور دانتون
سے اپنے اعرابے کو ریلتا تھا تب بہزار دشواری اور لاکھ پریشانی وہ اعرابہ صبح سے شام تک کوئی چھ سات کوس چلتا
تھا مرجان تیز رفتار اس شکل سے شاہزادۂ عالم کو مقید جاتے دیکھکر خوب رویا اور اپنا سر پیٹتا شیون و شین کرتا ساتھ ساتھ
قاہر کی فوج و سپاہ کے چلا جاتا تھا بعد طے مراحل اور قطع منازل کے اب قاہر بن قہرمان عجمی مع اپنے پانچ لاکھ
سوارون کے جب مع شاہزادۂ بدیع الزمان کی لیے ہوئے اپنے ملک عجم مین داخل ہوا تو قبل از داخلہ قاہر بن قہرمان
عجمی کے خبر فتحیابی قاہر اور گرفتاری شاہزادۂ بدیع الزمان کی وہان عجم مین مشہور ہو گئی تھی اور قہرمان عجمی نے حکم دیا
تھا کہ بڑے زبردست خداپرست کو کہ دشمن خداوند لقا کا ہو میرا بیٹا جنگ رستمانہ کرکے پکڑے لاتا ہو لازم ہو کہ شہر مین
آئینہ بندی کرو اور تمام چوک اور بازار مین دکانین رنگ آمیزی ہون اور کل تمام سکان شہر سر راہ آکے مجتمع ہون
اور سیر آمد سواری قاہر بن قہرمان عجمی کی دیکھین چنانچہ حسب الحکم قہرمان عجمی کے تمام شہر مین دھوم پڑی ہوئی ہو اور
چوک اور بازار اور ہر گلی اور کوچے مین نوبتخانے رکھے ہین نوبت بج رہی ہو تمام چوک کی دکانون مین رنگ آمیزی کرکے
چھت پردے تمام زربفت اور اطلس کے لگائے ہین دکاندار لال گلابی گڑیان و دھوم دھامی نیچے جامے
تیار ہین انگرکھے پہنے اپنے اپنے لڑکون بالون کو پوشاکین تحفہ تحفہ پہنا کے لاکے بیٹھے ہین سر راہ جتنے درخت ہین انکو
اطلس بادلے سے منڈھا ہو کنول گلاس روشنی کے لیے لگا دیے ہین چارسوق بازار مین کوسون تک آتشبازی گڑی ہو
سرو چراغان کی تیاری بہت معقول ہوئی ہو خلق اللہ کا ہجوم تماشائیون کی دھوم ہو تمام ملک عجم مین نیمون ڈیرون
مین ناچ ہو رہا ہو جسوقت کہ اعرابہ شاہزادۂ بدیع الزمان کا اندرون چوک پہونچا اسوقت یہ کثرت خلائق اور بلوا
تماشائیون کا تھا کہ آدمی پر آدمی گرا پڑتا تھا بالاخانون مین مجمعے ٹانگون مین منھ ڈالے کاندھون پر سر رکھے لوگ دیکھ
رہے تھے ہزارون درختون پر چڑھے بیٹھے تھے مختصر یہ کہ قاہر بن قہرمان عجمی شاہزادۂ بدیع الزمان کو گرفتار
کرکے نقارہ بجاتا ہوا اپنی بارگاہ مین اپنے باپ قہرمان عجمی کے پاس لیگیا اور باپ کو نذر دے کر بہت سا لاف
و گزاف کرنے لگا کہ یہ وہ شاہزادۂ بدیع الزمان ہو جسنے اٹھارہ لاکھ سوار و پیادے کی چھاؤنی گنجاب کی برباد کردی
اور لکھوکھا لقاپرستون کو تہ تیغ بیدریغ کرکے گنجاب کا ناک مین دم کر رکھا تھا اسکو مین جنگ رستمانہ کرکے پکڑ لایا
ہون اور بحضور خداوند لقا لیجا کے مرتبہ پیغمبری لونگا بعد اسکے شاہزادۂ بدیع الزمان نامدار جسوقت قہرمان عجمی
کی بارگاہ مین پہونچے تو چند حرف دیکھکر باواز بلند کہا کہ سلام من درین مجلس بران کسے باد کہ داند خداے عز و جل
خالق جزو و کل ہست و دین محمد مصطفے احمد مجتبے صلوٰۃ اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ برحق تمام کفار تیرہ روزگار
بارگاہ نشینون نے نام خداے کریم کا سنکے اپنے منھ پھیر لیے اور قہرمان عجمی نے نہایت درہم
اور برہم ہوکر کہا کہ اے شاہزادۂ بدیع الزمان اگر میرا بیٹا قاہر بن قہرمان عجمی اسوقت سامی و سفارشی
نہوتا تو مین ... ابھی تیرے قتل کا حکم دیتا خیر چند روز تیری زندگی اور ہو یہ کہکر حکم دیا کہ اس خداپرست

کو جلوہ نمائی نے مینا لیجا کے بہ عمل در زنجیر قید کرو اور بڑی ہوشیاری اور خبرداری سے رکھو چنانچہ بموجب قہرمان عجمی کے حکم کے شاہزادہ بدیع الزمان کو نشہ انگاشتہ قصر مینا میں لیجا کر مقید کیا

اب دوسرے کلکے داستان فطرت بیان مرجان تیز رفتار سے گذارش کیا جاتا ہی

کہ مرجان تیز رفتار بہیئت عیاری مثل برق و باد جست و خیز کرتا ہوا اور ایوان شاہی پر قہرمان عجمی کے پہونچا
اور اسنے دیکھا کہ قریب بارہ ہزار سوار زرد پوش اور چار آئینہ بند ہتھیار لگائے نیزہ بدوش جلو خانے میں اکثر گھوڑوں
پر سوار اکثر چوکی خانے میں جہاں تہاں چارپائیوں پر پڑے حقے پی رہے ہیں سیکڑوں زین پوش زمین پر بچھائے گھوڑوں
کی باگ ڈورین پکڑے باہم حقہ پیتے اور باتیں کرتے ہیں ایک متصدی قلم دوات لیے ایک جز کاغذ پر نام سبکے دلیہ و خطر پکارتا
اور جائزہ لیتا پھرتا ہو اور بعد اسکے ہزار بارہ سو حاجب دربان عسکک رقاصی یوزباشی لیا دل مردے چوبدار عصا بردار
وغیرہ پوشاکیں وعمامی پہنے ہاتھوں میں لیے جہاں تہاں اہتمام میں سرگرم کار ہیں ایک طرف
نکور نوبت کی لگ رہی ہو دن کوئی چار گھڑی باقی ہوگا شہنا نواز گوری پوربی کے سر شہنائوں میں لگاکے سمان باندھ رہے ہیں
ایک طرف سات سو آٹھ سو سقے آبپاشی پر تلے ہوے چھڑکاو کر رہے ہیں اور ڈیوڑھی پر پردہ پڑا ہی برابر پردے کے
ایک کرسی پر محلدار کو دیکھا کہ برس چالیس پچاس کا سن و سال اکثر بال سفید سر میں آگئے ہیں رنگت سرخ و سفید ولایتی
انارکا دانہ یا مہندی اور شہابی کسی ہوا ایک کرتہ ململ کا گلے میں اور پائجامہ گلبدن کا بہت بڑے بڑے پائچوں کا کلیوں دار
مصالحہ لگا ہوا جوتا زردوز اشرفی کا بہت بھاری پانوں میں پہنے دوپٹہ جامدانی کا سر سے ڈھلکا ہوا کندھے پر پڑا ہوا بڑی
تمکنت اور تکلف سے بیٹھی ہو دو دو مردے اور ایک چوبدار دائیں بائیں کچھ سامنے کھڑے باتیں کر رہے ہیں مرجان
تیز رفتار نے نہ تو کسی چوبدار سے کہا نہ مطلق محلدار سے پوچھا بے خوف و خطر برابر محلدار کے پہونچا چاہا کہ اندرون محل
داخل ہو ناگاہ محلدار کی نگاہ جو مرجان تیز رفتار کی طرف پڑی تو اسنے کہا ہاں ہاں او چھوکرے تو کون ہی اور
کہاں بیساختہ مانند شتر بے مہار کے میاں پردے کے برابر چلا آتا ہو تو کہاں جائیگا اور کہاں سے آتا ہو مرجان
تیز رفتار نے کہا میں ملکہ یاقوت ملک کے پاس جاؤنگا اور مجھے پیغمبر زادی ملکہ گوہر ملک نے بھیجا ہو تو مجھے
روکنے والی کون ہو محلدار نے کہا چھوکرے ٹھہر تو زمانے میں کیا گھسا چلا جائیگا مرجان تیز رفتار نے کہا میں
تمہارے منع کرنے اور روکنے سے کیا اب رکونگا یہ کہکے چاہتا تھا کہ پردے کے اندر ڈیوڑھی میں قدم
رکھے محلدار اور چوبدار اور مردھوں نے مرجان تیز رفتار کو کشتم کشتا کرکے پکڑ لیا مرجان تیز رفتار عیار نے کہا کہ
بھلا او مردار محلدار تو نے مجھے روک کر پکڑ لیا مگر دیکھ اگر ملکہ یاقوت ملک کو خبر ہوگی تو تیری نوکری جاتی رہیگی
اسنے تو جان محلدار اپنے جی میں سوچی کہ پیغمبر زادی کا یہ کوکا ہو اور اسکا بھیجا آیا ہو چلکے میں ملکہ یاقوت ملک
سے اطلاع کردوں ذرا وہ بدمزاج بھی ہیں ایسا نہو کہیں اسکی خبر سنکے سچ مچ مجھسے خفا ہونے لگیں یہ سوچکے
محلدار وہاں سے اٹھی اور اندرون محل جاکے ملکہ یاقوت ملک سے ملتمس ہوئی کہ قربانت شوم اسوقت ایک چھوکرا
چلبلا سا بیساختہ اندرون محل کے گھسا آتا تھا ہر چند میں ہاں ہاں کرتی رہی چوبداروں نے روکنے کا ارادہ کیا
مگر وہ نہیں مانتا تھا تب اسے میں نے پکڑوا کے وہیں ڈیوڑھی پر بٹھلایا ہو وہ کہتا ہو کہ مجھے ملکہ گوہر ملک پیغمبر زادی
نے بھیجا ہو اور مرجان تیز رفتار میرا نام ہو میں ملکہ یاقوت ملک کے پاس جاؤنگا اور تم سب مجکو
روکتے ہو تو میں تم سب کو برطرف کروا دونگا ملکہ یاقوت ملک نے جو نام مرجان تیز رفتار اور ملکہ گوہر
ملک کا سنا تو نہایت غیظ اور غضب میں آکر کہنے لگی کہ او قطامہ تجھے کسنے حکم دیا تھا کہ اسے روکا اور اسے

دھکڑ دون جو بار رون ہے۔ کیونکہ پٹوا نا مارزادی تو نہین جانتی تھی کہ وہ کوکا پیغمبر زادی کا ہم عمر تھا گو وہ نام اپنا
بتلا کے پیغمبر زادی ملکہ گوہر ملک کا نام لیکر میرے پاس آنے کو کہتا تھا اور تو نے برسون دیکھا ہو گا وہ مرجان
تیز رفتار بچپن سے پیغمبر زادی کے پاس پلا پرورش پا کر اُسی محل مین پیغمبر رسل کے اُس سے چھپتا اور پردہ نہین
کرتا تھا میرے سامنے وہ آیا گیا مین نے کبھی کسی طرح کا اُس کمبخت سے پردہ نہین کیا تھا آج تو بڑی جیسے
گھر کا اہتمام کرنے والی ایک محلدار پیدا ہوئی ہے جسنے پیغمبر زادی یعنی ملکہ گوہر ملک کے کوکا کو نوبت پردہ کیا
اور آتے اپنے چاہنے والون سے طمانچے کھلوائے قید مین ڈالکے میرے سامنے اپنی محلداری اور رسوخ
ظاہر کرنے کو آئی ہو محلدار مارے خوف کے تھرتھر کانپنے لگی اور جی مین کہتی ہو خداوند اتقا خیر کرے اور اپنے
دونون ہاتھون کو رومال سے باندھ کر پاؤن پر ملکہ یاقوت ملک کے گر پڑی اور عرض کرنے لگی کہ اے ملکہ یاقوت
ملک لونڈی کی کیا قدرت اور کیا مجال تھی جو اسکو طمانچے کھلوائی لونڈی نے محض نادانستہ اسکو روکا اور اتنا
اُس سے مین نے کہا ہو کہ میاں تو ذرا ٹھہر جا مین ملکہ عالم سے اطلاع کر آؤن اتنا قصور اور جرم تو البتہ لونڈی سے
ہو گیا تو امیدوار ہون کہ از راہ کنیز پروری حضور معاف فرمادین اب ایسی خطاے فاش لونڈی سے کبھی سرزد
ہو گی غرض اور دو چار ہمنشینون اور مقربون اور ملازمون نے بھی ملکہ یاقوت ملک سے سعی کی اور تقصیر معاف
کرائی اور کہا او محلدار جا ہے جلدی سے جاکے مرجان تیز رفتار پیغمبر زادی کے کوکا کو بلا لا بس وہ محلدار پھر باہر آئی
اور مرجان تیز رفتار کی بلائین لیکر کہنے لگی کہ بیٹا مین تیرے صدقے اور قربان گئی مین نے تجھے پہچانا نہ تھا اسلیے روکا
تھا تو اپنے جی مین کچھ برا نہ مانیو تو بچہ سا پیغمبر زادی کے محل مین کھیلتا پھرتا تھا تجھسے پردہ کون کرتا ہے جا تجھے حضو
ر نے یاد کیا ہو بارے مرجان تیز رفتار اندر محل کے گیا اور آتے دیکھا کہ ایک بارہ دری بہت نایاب بنی ہو اور اُس
بارہ دری کے سامنے ایک سائبان زربفتی کھنچا ہو اور جدھر اُسکے صحن مین بطور خانہ باغ کے چار طرف گڑہل اور [illegible]
اور گلاب کی ٹٹیان کڑی ہوئین ہین اور چمن بنے ہین آئین بیلا الیلا موتیا مدن بان موگرا جوہی سیوتی مالتی کیتکی
گل جو سا وری کا [illegible] وغیرہ گلہاے خوشبو کے اشجار قطار در قطار بہت خوبصورت لگے ہین اور
کچھ درخت میوے کے جہان تہان بیچ بیچ سے نظر آتے ہین اور بیچ مین ایک حوض مصفا جسکے پانی سے بناہ پانی
مثل حباب آئینے بحال رہے ہین بہت تکلف سے سنگ مرمر کا بنا ہوا ہو لب گردان اُسکی عقیق احمر کی بنی ہوئی
اُسپر کچھ گلدستے پھولون کے رکھے ہین اور حوض مین بھی فوارے لگے ہوے ہین اور برابر حوض کے تختون
سے فرش پر شطرنجی چاندنی گسترده سلما ستارہ اُسپر گرا ہوا پڑا ہو اور ایک مسند زربفت کی لگی ہوئی ہو اُسپر
ملکہ یاقوت ملک بکمال فروشان جلوہ فرما ہو اور چپ و راست اُسکے قریب چار سو ساڑھے چار سو کے انیسین
جلیسین محرمین ہمراز دمساز اور مصاحبین وغیرہ باادب بیٹھی ہوئی ہین مرجان تیز رفتار عیار کوکا ملکہ گوہر ملک کا
اُسوقت فرط سرور سے خود رفتہ ہو گیا اور ساری عیاری اور مکاری وغداری اور طراری اور ہوشیاری اپنی
فراموش کرکے کچھ تامل اندیشی اور اپنے بیگانے کے سن لینے کا خیال نہ کیا بیساختہ دور ہی سے آداب بجا لا
کرکے باچشم گریان و دل بریان احوال شاہزادہ بدیع الزمان پسر امیر ابو قیر حمزہ صاحبقران کی اسیری
و دستگیری کا بفریب و نامردی قاہر بن قہرمان عجمی بیان کرکے کہنے لگا کہ اے ملکہ عالم ہماری پیغمبر زادی ملکہ گوہر
نے زبانی مجھسے چلتے وقت بتاکید تمام کہدیا تھا کہ ہماری بہن ملکہ یاقوت ملک سے کہنا کہ تم جسکے نام پر ہزار
ہزار جان و دل سے شیفتہ اور نثار ہو وہ شیردل بن حمزہ صاحبقران چھوٹا بھائی شاہزادہ

صاحب عصمت ہو جائے ایسی صاحبزادیاں کہیں پیدا ہوئی ہیں غرض اسی گفتگو میں وقت شام کا ہوا اور ملکہ یاقوت
ملک نے دربار برخاست کر کے کہا صاحبو اسوقت مجھے اس چھوکرے کی گفتگو سے آگ بدن میں لگی ہوئی ہے جی چاہتا ہے کہ
اسکے بدن کی بوٹیاں کاٹ کاٹ کے کھا جاؤں بیگموں نے کہا ملکۂ عالم اسے بہت سا نمک مارا اسکے کہنے سے کیا ہوتا ہے
آفتاب پر خاک نہیں پڑتی ہے آپ کی عفت اور عصمت کے زمین و آسمان گواہ ہیں آپ کچھ غصہ نہ فرمائیں جلد اگر اصلاح دولت
ہو تو اور رہ تفضلات خداوندانہ عفو جرائم کر کے آزاد کر دیجیے اور ملک کچھ سے نکلوا دیجیے یا وہ چلا جائے اور یہ حرامی شہر میں
بھی نہ رہنے ملکہ یاقوت ملک نے کہا ہرگز کبھی نہ ہوگا کہ میں اسے قید سے چھوڑ دوں خیر اب تم سب جاؤ مجھے اسوقت نہایت
انجمن اور غصہ ہے مجھ سے کسی سے بات نہیں کی جاتی غرض سب مقربین سماجی صحبت ولیمان مجرا کر کے رخصت ہو گئیں آپ
فقط چالیس خواصیں ملکہ یاقوت ملک کی کہ مجال دو قالب نہیں وہ رہ گئیں اور ظلمت شب نمایاں ہوئی ملکہ نے خواصوں
سے کہا کہ ارے دروازہ باہر کا بند کر دو اب کوئی آنے اور جانے نہ پائے باقی جسکو کچھ عرض معروض کرنا ہو وہ کل مجھ سے
عرض معروض کرے گا خواصوں نے حسب الحکم ملکہ یاقوت ملک کے دروازہ محلسرا کا بند کر کے عرض کی کہ حضور لونڈیوں
نے سب کو رخصت کر کے دروازہ بند کر دیا تب ملکہ یاقوت ملک نے پوچھا کہ ارے تم میں سے مرجان کو کچھ کھانا
کھلایا ہے یا نہیں خواصوں نے دست ادب باندھ کے عرض کی کہ لونڈیوں کی کیا طاقت تھی جو اسکو بے اجازت اور
بدون اطلاع حضور کے کھانا کھلاتے یہ کلام خواصوں کا سنکے بے حواس ہو کے اٹھ کھڑی ہوئی اور آپ اس کوٹھری کے
پاس جا کے دروازہ جو کھولا تو دیکھا مرجان تیز رفتار خاک پر پڑا رو رہا ہے ملکہ یاقوت ملک نے دوڑ کے مرجان کو اپنے
گلے سے لگا لیا اور اپنے دوپٹہ کے آنچل سے اسکا منہ پونچھ کے کہا کہ ای مرجان تیز رفتار تو بھی کہے گا کہ میں سنجانی عیار
کا بیٹا ہوں اور عیار کہلاؤں استغفار توبہ ای نادان تو نے تو وہ بات قیامت کی برپا کر دی تھی کہ میری بھی جان جاتی اور تو
بھی مفت مارا جاتا مگر ذرا اگر یہاں میں تھوڑا سے اپنے جی میں سمجھ تو سہی کہ یہاں میری صحبت میں ماجان کے یہاں کی
یا دادا جان کے یہاں کی یا بھائی کاہن قہرمان عجمی کے یہاں کی لونڈیاں تھیں بھائی کاہن قہرمان عجمی کے یہاں کی نوکریں تو واقع لیا
سبھی ہوئی ہیں بھلا تو ہی اپنے دل میں سمجھ کے معقول ہے اور اپنے منہ میں تھا کہ مار کہ ملکہ گوہر ملک بنت شہزادی کے دوسرے
شاہزادہ بدیع الزمان گردن شکن نے لیا اور جنہوں نے اٹھارہ لاکھ سواروں اور پیادوں کی چھاؤنی میں جا کے ستائیس
شبخون مارے اور سیتور ہن لشکر کشتی گیر ایسے پہلوان قدرت کو چیر کے پھینک دیا قاہرن قہرمان عجمی میرے بھائی کا
کمان کے کھیچ توڑ ڈالا گیا ہو رخون آشام سپہ سالار فوج گنجاب کو ایک ضرب تیغ میں مع مرکب چار ٹکڑے کیا عارب
خونریز ضارب خونریز ایسے قلعہ داروں کو زیر کر لیا گنجاب کا دم ناک میں ہے شاہزادہ بدیع الزمان کے ہاتھوں سے
بھاگتا پھرتا ہے پس ملکہ گوہر ملک جو بات کر بیٹھے اسے زیب دیتی تھی اور میں بیچاری کیا باپ بھائی کی قید میں کچھ دم نہیں
مار سکتی مجھے تو ہی بتلا کہ کیا تدبیر شاہزادہ بدیع الزمان کی خلاصی کی ہو سکے کی جان خزانہ روپیہ اشرفی جو کہے میں شہزادہ
کے نام پر نثار کرنے کو موجود ہوں میرے جسم کی بوٹیاں میری جان اگر شاہزادہ بدیع الزمان کے کام آئے تو زہے
سعادت و افتخار میرا ہے یہ کہکر مرجان تیز رفتار کو کوٹھری سے باہر نکال کے کھانا کھلایا پانی پلایا اور پھر مکرر سے پوچھا
کہ ای مرجان تیز رفتار ہیرا اب تو ہی کوئی تدبیر مجھے بتلا کہ اس طرح سے میں شاہزادہ بدیع الزمان کو قید سے رہائی دلوا دوں
مرجان تیز رفتار نے عرض کی کہ ای ملکۂ عالم اگرچہ حضور اس بات پر عمل کریں تو میں عرض کروں ملکہ یاقوت ملک نے جواب
دیا مصرع گر جان بخواہی جان دہم دیگر چہ میخواہی بگو مرجان تیز رفتار نے کہا کہ آپ ایک صحیفی علیحدہ بتلائیں بعد اسکے جیسا
کہیں آپ سے کہونگا ویسا کیجیے گا ملکہ یاقوت ملک نے کہا جتنی سہیلیاں ہیں آئیں سب جو تو چاہے وہ لے

ہاتھوں میں پکڑے بعضے برچھیاں آگے گاڑے ہوئے ایک آدمے قمچے میں ڈنڈے لگوا کے بطور تپائی کے بنایا ہوا اسپر
بیٹھے دربار وجنگ بجا بجا کے گا رہے ہیں اور انکا افسر ایک جمعدار جو باز خان نام سو پانچہ سر پر باندھے اور ڈھیلی
کا انگرکھا جسمیں کمر پائی ہوئی تھی یعنی دو تیر جنگلی سے گچا ہوا کندھے پر پڑا ہوا وہ خرچ کا پائجامہ پاؤں میں پہنے کوتہ خانی کناری
تیغے میں کسی ہوئی بانات کی گتش یعنی نوک کے پاؤں میں کانوں میں مر کے بل دیے ہوئے خوشبو دار تیل پڑا ہوا عطر کی کڑی
مونچھیں کھڑے اور ہار جولو ہے کے پہنے ہوئے بہ ایک تلوار چوڑی پیشتگی میان کی ہاتھ میں لیے تپائی سے الگ مونڈھے پر تھا
ایک کورے مدارے میں خوشبو دار تمباکو بھرے پی پی رہا ہے اور آگے کو پیالیاں تاڑی کی رکھی ہوئی ہیں پیادے اور جمعدار تاڑی
پی رہے ہیں مرجان تیز رفتار ساہوکار بچی کی صورت بنا ہوا چند قدم اور آگے بڑھا تو جس کسی پیادے کی نگاہ مرجان
کی طرف جا پڑی تو بے ساختہ بیکار یہ شعر پڑھ اٹھا شعر اوفر اوٹ ڈھونڈھ ہو سکا گر ہے عاشقوں کا نہ حین کر + ایسی بیٹی پیدا
کے تھے جگر جو تھا دماغ اٹھا گئے + اور باقی سب آواز کے اور سب پیادے مع جمعدار بیٹھے تھے سب کے سب چاروں طرف
سے آوازے کسنے لگے شعر اوکترا کے چلے تم جو دوپٹہ ڈالے ہوئے کون جلے گا جلا اور میاں جانے والے + کسی نے نعرہ
عاشقانہ کر کے یہ شعر پڑھا شعر گر تم سے بکی نہ ہوا اور پاس پی نہ آؤ + وہ جلنے والے غم سے جو اوتلے جاؤ + کوئی آہ سرد
دل سے کھینچ کر پکارا شعر لو دامن اٹھا کے جانے والے + ہم جاتے ہیں خاک سے اٹھا کے + دو چار ان تھمیں سنتے ہوئے
کھڑے ہو ہو کر یہ اشعار پڑھنے لگے اشعار ان چوڑیوں کی گھنٹے ہیں جھنکار دوستی + کمالی دل مجروح نے تلوار دوستی
رسوائی عاشق سے تو واقف نہوا اور + یا ان گلی نالی سربازار دوستی + مرجان تیز رفتار نخلۂ جوانیان آمیز آوازے
اور طعن آن پیادوں کے سنکے ایک مقام پر ٹھٹھک گیا اور کہنے لگا کیا غضب ہے یہ تو وہی مثل سچ ہوئی مصرع چہ کفر از
کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی + جب کوتوالی چبوترے میں یہ بدعت اور غضب ہو کہ کسی بھلے آدمی کی بہو بیٹی راہ چلنے
پاوے کہیں شادی تھی برادری میں جانے چلنے کو شہدے شکستوں کے مارے راہ نہ ملے تو مر اولیں تو جو کچھ نہ ہو وہ عجب
ہے یہ گفتگو مرجان تیز رفتار کی جو سنی تو وہ جمعدار سب پیادوں سے ہاں ہاں کر کے کہنے لگا کہ ارے صاحبو تمکو شاید
نشہ تاڑی کا سوا ہو گیا جو تم ہر کسی شریف کی بہو بیٹی کو دیکھ کر آوازے کستے ہو خبردار اب ایسی حرکت نہ کرنا یہ کون موقع ہے کہ
مارے بیکسی یہاں ہیں چور دھنی راہ نہ چلنے پاوے اور یہ کہکے مرجان تیز رفتار سے کہنے لگا کہ نیک بخت تو چلی آ کیا مجال ہے
اور کیا طاقت کسی کی جو تجھ پر کوئی آوازہ پھینکے مرجان تیز رفتار یہ کلام جمعدار کا سنکے اور آگے جا کے جمعدار کے پاس
ٹھہر گیا جمعدار حسن وجمال اور وضع چست وچالاک اور رفتار دلربا زور کرشمۂ غمزہ و انداز شوخی دلبری
اسکی دیکھ کر مثل مرغ بسمل پھڑکنے لگا اور حالت اضطراب میں نہایت بیتاب اور پریشان ہو کے کہنے لگا او صاحب ارے
کوئی کرسی دیکھو تو کوتوال صاحب کے ادھر نشست میں رکھی ہوئی ہے اسکو ذرا اٹھا لاؤ پیادہ مارے خوشی کے
جلدی سے جا کے کرسی لے آیا جمعدار نے مرجان سے کہا کہ جی بی بی صاحب تم بیٹھ جاؤ اور اپنا حال بیان کرو کہ تم کون
ہو اور اسوقت آدھی رات گذر چکی ہے آپ کہاں سے آئی ہیں اور کہاں جاتی ہیں مرجان تیز رفتار نے بہزار شوخی
وناز بطرز دلبرانہ اور انداز معشوقانہ دزدیدہ نگاہی سے جمعدار کی طرف دیکھ کر کہا جمعدار صاحب ماجرا یہ ہے کہ فلاں
سیٹھ ساہوکار جو تم نے سنا ہو میں اسکی بیٹی ہوں اور فلاں محلے میں رہتی ہوں اور تھوڑے ہمارے مکان کے
چوک اور ادھر افسانہ ہے تم کو بھلا کیا معلوم ہوگا مگر ہمارے یہاں یہ رسم ہے کہ بیٹی بیٹے کی شادی چھوٹی عمر میں
کر دیتے ہیں چنانچہ جب میری شادی ہوئی تو مجھے خوب یاد ہے کہ آٹھ برس کی عمر میری تھی نو ان برس ماں کے
پیٹ سے لا کے میری شادی کر دی تھی خیر میں تو سوا کھیلنے کودنے کے اور کسی بات سے واقف نہیں تھی کہ جو

خاوند کے کہتے ہیں اور دنیا داری کیسی ہوتی ہے میری پیٹھ اور پیٹ دونوں برابر تھے نہانے اور دھونے تک سے تو میں واقف
نہ تھی اور جنکے ساتھ میرا بیاہ ہوا اُنکا یہ حال تھا کہ شیخی جوانی وہ جو آئے تو اپنا مطلب ڈھونڈھتے آئے سو یہاں
کیا تھا جب مجھ سے اُنکا مطلب نہ نکلا تو وہ بہت سا منہ بگاڑ کے ذلیل خفیف ہوکے اُسی وقت اُٹھے باتوں باہر
ہوئے اور صبح کو وہ غصے میں بھرے ہوئے دکھن کو چلے گئے ہیں چوتھی کے دن اپنے ماں باپوں کے یہاں آئی پھر اپنے
کھیل کود میں مشغول ہو گئی جب سے مجھے تمیز ہوئی اور میں سنبھلی تو میں آ کے کیا کہوں مجھلے والیاں میری ہمجولیوں نے اپنے
خاوندوں سے اخلاط پیار کی باتیں کہیں مجھے سن سنکے صدمہ ہوا اور دل ہی دل میں گھٹ گھٹ کے رہ گئی آخر نوبت یہاں تک
پہونچی کہ کوئی سادھو مال جوگی جوتشی کی زیارت کرو یہ ان شہر کے مجھ سے نہیں بچے جنکے پاس میں غرض لیکے نہیں گئی اور جس بات
پوچھا کہ وہ دکھن سے کب تک لوٹینگے اُنھے اپنی کتاب دیکھ کر یہی مجھے جواب دیا کہ تیرا خاوند تو وہاں کسی رنڈی کے پیچ میں
پھنسا ہوا ہے ابھی نہیں آنے کا پھر میں نے درگاہوں میں چلے باندھے منتیں مانی کوئی پیر کوئی پیغمبر کوئی تھان کوئی فقیر کوئی درگاہ
باقی نہیں چھوڑی جہاں جہاں چلے میں نے نذر و نیاز نہ دی ہو مانی مگر دو برس پورے گذر گئے کہ وہ میرا خاوند دکھن سے نہیں لوٹا
سے پھرا تھا میرا کل کی بات ہے کہ ایک ہمجولی میری مجھ سے کہنے لگی کہ بہن ایک بات میں تجھے بتلاؤں تم کر دیکھو کہیں اُسمیں
فرق رتی بھر نہ ہوگا اور آج ہی تمہارا خاوند اگر وہ کوسوں پر بیٹھا ہوگا تو وہاں سے ابھی اُٹھ کے چلا آئے گا اور تم سے
ملے گا میں نے کہا بہن میں تو تیری لونڈی ہو جاؤں جو تو کوئی ایسی بات مجھے بتلا دے کہ جسکے کرنے سے میرا خاوند مجھ
سے آن کے ملے اُسنے کہا بہن تم آج نہا دھو کے یہ منت مانو کہ یا خداوند تعالی صدقہ اپنی خدائی کا اگر تو آج میرے خاوند
کو دکھن سے یہاں لا کے مجھے ملوا دے تو سوا سیر کا حلوا بہت تکلف سے تیار کر کے جو کوئی ایسا ہی بڑا خونی زبردست بندہ
قیدی ہو گا اُسے جا کے کھلاؤں گی اور ایک سو ایک اشرفیاں جو وہاں کا مجاور ہو یا مالک ہو غرض جو کوئی ہو اُسکی
نذر کر دونگی پھر دیکھو خداوند کی قدرت کا تماشا کہ اگر کل ہی شام تک پھر رات گئے تک تمہارا خاوند دکھن سے آ کے تم سے
نہ ملے تو جو چاہو سو مجھے کہنا میں تو اس بات کی تلاش ہی میں رہتی تھی اُس اپنی گیاں ہمجولی کی زبانی یہ بات سُنکے
اُسی دم نہائی دھوئی کپڑے بدلے اور کپڑے بدل کے پاک صاف ہو کے میں نے جس طرح اُسنے بتلایا تھا اسیطرح
منت مانی کہ یا خداوند تعالی اگر میرا خاوند دکھن سے آج آ کے مجھ سے ملے تو میں جو کوئی بہت بڑا زبردست مشہور ہو یعنی
خانہ جنگ ہو جسنے ہزاروں خون کیے ہونگے پہلے حلوا تیری نذر کا لا کے اُس بندے کو کھلاؤنگی اور ایک سو ایک
اشرفی جو اُس بندی خانے کا مالک یا مجاور ہو گا اُسے نذر کرونگی پیچھے اپنے خاوند کے پاس جاؤنگی اور اُسکے ساتھ
ہمبستر ہونگی ای معبود میں تجھ سے کیا کہوں صدقے ہو جاؤں خداوند تعالی کی قدرت کے میں یہ منت اور دعا مانگ کے
جونہی اُٹھی اور پہلے پھر پلنگ پر جا بیٹھی سو میں کیا کہوں کہ ایک مرتبہ دروازے پہ غل ہوا میں نے پوچھا کہ یہ باہر غل کیا ہے سبھوں نے
کہا کہ تمہارے خاوند دکھن سے کمائی کر کے آئے ہیں پھر ایک دم ملک ہو گئے یہ کہ ابھی میں کسی سے کچھ بات کرنے نہ
پائی کہ دیکھتی کیا ہوں کہ سامنے دروازے میں سے وہ ہنستے چلے آتے ہیں اور آتے ہی دم مجھے گلے لگا لیا جبتک میں الگ ہو کے
اُسنے کہا کہ تین برس تک تم کو میری یاد آئی ہوگی سو خداوند تعالی نے میری دعا قبول کی اور تم کو وہاں سے مجھ تک پہونچایا
تو تم خود دیکھو کہ دنیاداری مجھ سے کیسے ہو سکے اس غرض سے میں یہ بات کیا کہوں جو خوشی کو خدا ہی سمجھ پر آج تو وہ مشغول
تمہاری ہی ہے جب اُٹھ ہوئی دو چار حیلوں میں یا پیار سے پھر میری بات سنکے پھر اپنا عذر کرنے لگے تب میں نے کہا قسم ہے
تجھے خداوند تعالی کی تم چاہو بُرا مانو یا بھلا جو چاہو سو تم ابھی مجھے ہاتھ نہ لگانا ہاں پہلے میں نے خداوند تعالی کی جو منت
مانی ہے وہ تم جاؤ آپ جا کے کسی قیدی کو کھلاؤں اور وہ ایک سو اشرفی وہاں کے مالک کو دے آؤں تب پھر تمہارا

میرا خیال کرنا میں تمہارا مال ہوں کوئی نوکر نہیں کوئی باندی تمہاری نہیں ہوں تم اتنی جلدی نہ کرو جان تم نے میں برس میرے کہا ہی اور کوئی دو پہر سر کے پیچھے رہو کھانا کھاؤ پانی پیو میں بھی دو تہ طوہ پکا کے کسی بند ہوے کو کھلانے آئی ہوں غرض جوں توں کر کے میں نے انکو ٹالا اور اسی وقت میں نے پتہ طوہ بنایا ایک سو کیس اشرفیاں صندوقچے میں سے نکال کے یہاں تک آئی ہوں اب نہیں معلوم کہ یہاں کا دارو غہ مالک مجاور کون ہی اور دیکھنا چاہیے کہ کوئی ایسا زبردست بڑا خونی بند ہوا یہاں بندی خانہ میں ہی یا نہیں یہ جمعدار نے جلدی سے کہا اے صاحب یہاں کا مالک میں ہوں جمعدار ہی کے پانچ روپیہ دہیا میں پاتا ہوں اور یہ سب جتنے یہ ہیں تین تین روپیہ کے میرے ساتھ کے پیادے ہیں مجھے یہ اختیار ہی کہ جسے چاہوں یہاں سے بدلی کرا دوں یہ موقوف کر دوں وہ سب طرح کا مجھے اختیار ہی اور بند ہوا تو میں تمکو ایسا بتلا دوں کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی کسی نے ایسا زبردست سرکش سرہنگ دیکھا خانہ جنگ خونی بند ہوا نہیں دیکھا ہو جو جانچ کہا ہی پھر بتلاؤ سے مثوا کیونکر کھلاؤں وہ کہیں مجھے مار نہ ڈالے جمعدار نے کہا اے جان من ڈرو نہیں اسکی کیا قدرت وہ تو زنجیروں میں جکڑا ہوا ہی ہل نہیں سکتا یہ لیجئے کنجیاں جیلخانہ کی انکو جانچ کے حوالے کرو پھر جان تیز رفتار نے کہا جمعدار صاحب میں تو اکیلی بند ہو خانے میں جاتے ڈرتی ہوں تم بھی ساتھ چلو جمعدار نے کہا کہ بی بی تم سمجھتی نہیں میرا اطنارات کے وقت تمہارے ساتھ تنہا اندر جانا مناسب نہیں یہ سب میرے ساتھ کے پیادے جا فروے ہیں مجھ پر ناحق کی تہمت کریں گے کل صبح کو یہ مجھے کوتوال صاحب کے سامنے رو بکاری کرنا پڑیگی اس سے مصلحت یہی بہتر ہی کہ اے تم تم سے مجھے ملاقات ہوئی ہی جو تم یہ لیتے جاؤ کنجی ہے پہلا قفل اور اسی کنجی سے دوسرا تیسرا غرض ساتوں قفل کھول کے اندر جانا وہاں اور کوئی بند ہوا نہیں ہی ایک اکیلا قیدی طوق اور سلسل پہنا ہوگا اور ایک طرف چراغ میں بہت بڑا پلیتہ روشن ہوگا تم بخوف و خطر یہ تھال زرطوے کا اسکے سامنے رکھ دینا ذرا ساتھ جتنا اسکے کھایا جائیگا کھالے کے پانی کے گھڑے باہر رکھے ہیں پانی مانگے پانی پلا دینا اور پھر اسی طرح سے سب قفل بند کر کے چلی آنا مہر جان تیز رفتار نے کہا وہ ایک سو کیس اشرفیاں پھر سو اے تمہارے اور میں کسے دوں جمعدار نے ہنس کے کہا کہ اے صاحب ہنا حق ہی کوئی چھوڑتا ہی وہ تو میں پہلے تجھ سے لے و نگا مہر جان نے ایک سو کیس اشرفیاں زر طلب تابے کی توروں سے نکال کے گن کے جمعدار کے حوالے کر دیں اور مہم کر کے جھٹ پٹ اس کنجی سے پہلا دروازہ زندان خانے کا کھولا دوسرا تیسرا غرض ساتوں دروازوں کے اندر پہونچا تو اسنے دیکھا کہ شاہزادہ وحش آشنان بدیع الزمان گردن شکن طوق اور سلسل پہنا ہوا تصور میں ملکہ گوہر ملک کے یاد میں گریاں بصد آہ و فغاں بہ بندش سے پڑھ رہا ہی مخمسہ

حسرت چلی دیر ہی کی کوے جاناں کی طرف	تا بوت آخر جائیگا گور غریباں کی طرف	اکتا ہو تو وے نالہ بلبل جا کر گلستاں کی طرف
جاتا ہو تیر اے صبا اس آفت جاں کی طرف	اے بہر خدا کے واسطے آ میرے زنداں کی طرف	
ضمن نور دو کیسین بیاں ایک زلف سنبلے	غیروں کی ایذا سہیں کھو کر میں اپنے بے	الفت یاراں وطن ہوئے ہیں غربت زدے
لیلیٰ فرداری میں بھی جس وقت کوہ نجد سے	تابوت مجنوں لے چلے گور غریباں کی طرف	

ایک مرتبہ جو کہ چراغ جو روشن ہے مہر جان تیز رفتار اندر وں زندان خانے کے پہونچا تو شاہزادہ عالم نے ایک عورت نہایت حسینہ و جمیلہ سا جو کا رنگی کو بنور کرشمہ و ناز اپنی طرف آتے دیکھا اپنے جی میں کہا کہ اس وقت آدھی رات جا چلی ہی اس پردہ کا عالم یہ عورت نازنین و حسین کون ہی اور کیونکر یہاں تک آنے پائی نا گاہ مہر جان تیز رفتار نے بار جا کے وہ تھال زرطوے کا آگے رکھ دیا اور کہا اے شہریار مصرعہ بر من نگر بمن نگر شاید کہ آشناسی ہی + شاہزادہ بدیع الزمان نے فرمایا کہ اے بدبخت میں نے تو تجھے مطلق نہیں پہچانا کہ تو کون ہی شعر نام اپنا بتا کہ تا یقین ہو + دل شک سے ہو اجد ا یہیں ہو جو مہر جان تیز رفتار نے کہا اے شہر یار میں غلام جان نثار شہر جان غبار ہوں ملکہ گوہر ملک آپکے درد مفارقت و صدمہ سوز ہجر

سے جان باب ہیں انھوں نے مجھے آپ کی خبر کو اسلئے بھیجا ہی اور میں ایک عیاری کرکے یہاں تک پہونچا ہوں اب حضور
پہلے یہ شربت نوش فرمائیں تاکہ مجھ سے آپ میں بات کرنے کی طاقت ہو چنانچہ شاہزادہ عالی وقار کو وہ شربت پلا کے
مرجان نے دو سوئیاں اپنے پاس سے نکالے اور ایک سوئی سے کیلیں ہتھکڑیوں اور بیڑیوں اور طوق کی کاٹ دیں بعد اسکے کہا اب
حضور آہستہ آہستہ جو باقی دو ایک کیلیں رہ گئی ہیں ان سب کو کاٹ کے پھینک دیجئے جب تک میں باہر جا کے حضور کو اور دونوں کی دست
آپ زندان خانے سے باہر نکل آئیں شاہزادہ عالی مقام نے کہا کہ اے مرجان میری ایک تلوار اس زندان خانے کے برابر ایک کوٹھری
میں رکھوادی ہے کسی صورت سے وہ کوٹھری کھول کے میری تلوار میری لا دے مرجان تیز رفتار نے کہا بسم اللہ غلام ابھی لایا یہ کہکے
مرجان اس کوٹھری کا قفل توڑ کے تیغہ طہمورث دیو بند اور سپر شاہزادہ نامور کی نکال لایا اور جھٹ پٹ شاہزادہ بدیع الزمان کو
دے کر باہر زندان خانے کے نکلا جمعدار نہایت بیتاب بیقرار انتظار میں کھڑا تھا مرجان کو دیکھتے ہی پکارا آئیے آئیے مرغ
مرجان تیز رفتار بہت سا انکار اور انکسار کرکے ناچار نیچی آنکھیں کیے شرمیلی صورت بنا کے اس کرسی پر بیٹھ گیا وہاں نو
تاڑی چل رہی تھی سب پیادوں نے کہا کچھ تاڑی کا شغل کیجیے دو ایک پیالے نوش فرمائیے مرجان تیز رفتار نے ناک بھوں
تیوری چڑھا کے کہا کہ ہے ہے تاڑی میں تو ایک بھبک ایسی آتی ہے کہ مجھے استفراغ ہونے لگتا ہے میں تو کبھی نہ پیونگی ہاں
ہاں اگر شراب ہوتی تو کیا مضائقہ دو ایک پیالیاں ضرور پیتی جمعدار نے جلدی سے کہا کہ اے پیادو جلدی سے جاؤ اور وہ جو
کل کلکار اسے کلوار کے گھر سے آبکاری کے پیادے دوپہر کا دے پاس علت شراب خودشی کے لائے ہیں کئی شیشے و قرابے
بوتلیں گلابیاں تحفہ تحفہ شراب کی سب سہ نشین کے اوپر رکھیں ہیں جاکے اٹھا لاؤ وہ پیادے خود مرجان پر دل سے
شیفتہ و فریفتہ مرجان تیز رفتار کو ساہوکار کی بچی سمجھے ہوئے تھے ایکبار سب کے سب دوڑ پڑے اور کوئی تیس چالیس شیشے
بوتلیں قرابے گلابیاں غرض سارے پیول شراب کی اٹھا لائے اور جمعدار صاحب کے سامنے رکھدیں جمعدار صاحب نے کہا لو صاحب
اسمیں سے جو شراب تم کو پسند ہو پیو مرجان تیز رفتار نے کہا آپ کی مہربانی اور کرم سب حال پر اچھا جمعدار صاحب تمہاری خاطر
بھی مجھے منظور اور ضرور کہ تاڑی سے رنگ آمد سخت آمد خیر چوکی یہ کہکے جھٹ پٹ گلابیاں اور شیشے اور بوتلیں اٹھا اٹھا کے شراب
کو دیکھنا شروع کیا اور اس الٹ پلٹ کرنے میں سب میں بیہوشی ملا کے ایک گلابی اپنے ہاتھ میں اٹھا لی اسمیں جمعدار چلتے چلتے کہنے لگے
کہ قربانت شوم بے محابا عرض کرتا ہوں مصرعہ جان دیتا ہوں تم پہ مرتا ہوں ٭ مرجان نے جواب دیا شعر جو کہتے ہیں مجھ سے
وہ کرتے نہیں ٭ جیتے تو دکھا دینگے مرجانے والے ٭ جمعدار تو سچ کہ تیری شادی تو ہو گئی ہوگی جمعدار نے جلدی سے کہا کہ
مجھے قسم ہے خداوند تعالی کی میری شادی ابھی نہیں ہوئی مرجان نے کہا جمعدار تم سچ سچ کہدو میرا جی چاہتا ہے کہ جہاں ہم رہتے ہیں
وہ بڑا ہی عمدہ چوک ہی آگے میرا معمول تھا جہاں میں چار گھڑی دن باقی رہا میں آکے اپنے بالا خانے میں بیٹھتی کہ دن رات کے میٹھی
سیر بازار کی دیکھا کرتی تھی جب میں نے دیکھا کہ میرے لیے یہاں دو ایک مردوے روز مارے جاتے ہیں خون ناحق میری گردن
پہ ہوتا ہے میں نے وہاں کا بیٹھنا موقوف کر دیا اگر تمہارا جی چاہے تو کبھی دو تین گھڑی دن رہے جہاں میرا قصر ہے اور ایک
حلوائی کی دکان اور بار رنگیلے دو تین تنبولی کی دکانیں ہیں وہیں ادھر پکار آکے ہو وہاں آکے کسی دکان میں بیٹھا
کرو ہم برآمدے پر آکے موقع و بیگمات پاتے ہے تو تم سے باتیں بھی کر جایا کرینگے ورنہ ہم تمکو دیکھ لیں تم ہمکو دیکھ لیا کرنا یہ
باتیں کرکے ایک پیالہ اس گلابی میں سے بھر کے اپنے منھ سے لگایا اور جھوٹ موٹ چسکی لے کہا کہ اف کیا تیز شراب ہے کہ ایک
گھونٹ کے پیتے ہی مجھے نشہ ہو گیا اور چاہا کہ وہ پیالہ شراب کا پھینک دے جمعدار نے کہا کہ اجی اتنا مجھے عنایت کیجیے
مرجان نے کہا حاشا میں اپنی جھوٹی شراب کسی کو نہیں دیتی جمعدار منتیں کرکے کہنے لگا کہ واسطے اپنے دین و ایمان کے ایسا
ظلم تو نہ کیجیے آخر تم یہ شراب پھینکے دیتی ہو مجھی کو دو اسکا وبال میری گردن پر مرجان نے وہ پیالہ شراب کا جمعدار ر

کو دیا جمعدار بے ساختہ منہ سے لگا کے وہ پیالہ غٹ غٹ پی گیا پینے کے ساتھ آنکھیں نکل آئیں اور زبان میں لکنت معلوم ہونے لگی مرجان نے دوسرا پیالہ لبریز کر کے مع اُسنے منہ سے لگا کے کہا جمعدار اسے بھی پی لے جمعدار کے منہ سے بات تو نکلتی نہ تھی اشارے سے کہنے لگا کہ بس اب نہ پیونگا مرجان نے جھنجھلا کے کہا استغفار تو جمعدار نہیں معلوم ہوتا کیسا اسراف زدہ ہی کہ میں اپنی جھوٹی شراب تجھے پلاتی ہوں اور تو انکار کرتا ہی مگر سچ ہی کہ شعر سگ چہ داند قیمت آب حیات ۔۔ خر چہ داند قدر حلوا و نبات مہ یہ کہے جا رہا تھا کہ پیالے کو ہاتھ سے پھینک دے جمعدار مدہوش ہو کے دو لڑکھڑاتا ہوا اٹھا اور یہ سمجھ کے کہ معشوق خفا ہوا جاتا ہی چاہتا تھا کہ لپٹ کے وہ پیالہ مرجان کے ہاتھ سے لے کر ساتھ ہی جھٹکے کے حلق میں اوندھا یا اور چاروں شانے چت گرا اور پیادے جتنے بیٹھے تھے سب ہنس ہنس کے کہنے لگے کہ اے صاحب جمعدار قوم کا تجربہ اری ابھی یہاں محل میں قہرمان کچھی بے کے تیز گئی اسکی سفارش سے یہ جمعداری کا عہدہ ہے مل گیا ہی مرجان نے ادھر جس پیادے سے آنکھ ملا کر بات کی اسنے جانا کہ یہ سا ہو کار بچی مجھی کو چاہتی اور بہت پیار کرتی ہی غرض بعد جمعدار کے بیہوش ہو جانے کے مرجان تیز رفتار نے کشتی و جام لا کے جھٹ پٹ اُن پیادوں کو شراب پلانا شروع کی اور سب کو بیہوشی سے ہیبت کر گئی اور سب اتر اُتر کے اور جھکر مار کے چاروں طرف گرے ادھر مرجان نے خنجر کھینچ کھینچ کے ایک ایک کو ذبح کرنا شروع کیا جمعدار اور چالیسوں پیادے نامنہ پیر دو کے ذبح کیے تڑپ تڑپ گئے تھے اور اسی حالت نزع میں جمعدار کو کہتے تھے

کوئی گھڑی میں مرے قتل کی آئی ہی صبر	سنبھلے قاضی و مفتی سنبھلے شاہ و وزیر		بھاڑ سے بروے آ گئے سب صغیر و کبیر
پیادا ہو کوئی قاتل زار زبان سے	اور ابھی سے خود اپنی کو دھو ہوا سو ہوا		

کوئی کسی طرف پڑا ہوا پھڑکتا تھا اور یہ شعر پڑھتا تھا شعر مرنا تو مسلم ہی ارمان نکل جائے بھنبھر الوچہ بوچیرے او مرجان بکار غرض اسی طور پر کوئی حالت سکرات میں پھڑکتا تھا کوئی کچھ کہتا تھا مرجان تیز رفتار نے سب کو باخنجر تیز نجاست سے پاک کر کے واصل جہنم کیا اور آواز دی اے شہریار عالی وقار مصرعہ دیر میں بہ خدا زدہ و بیانہ و پیانہ ساتھ ہی مرجان تیز رفتار کی آواز کے شاہزادہ والا تبار بدیع الزمان نامدار اُس زندان تنگ سے باہر نکلا اور ہنسے دیکھا تو کہ ہر شکل بسمل پڑا ہوا جون زمین پر حیران سمت بسمل ہی ہر بسمل پڑے ہیں شاہزادہ عالم نے پوچھا کہ اے مرجان یہ کیا ماجرا ہی مرجان تیز رفتار نے عرض کی کہ اے شہریار یہ سب میرے عاشقوں میں تھے سو میں نے اپنا ناز معشوقانہ دکھایا ہی اب حضور توقف نہ فرمائیں جلد قدم اٹھائیے یہاں تک ملکہ یاقوت ملک تک پہونچ جائیں تو بہتر ہی چنانچہ شاہزادہ بدیع الزمان اور مرجان عیار دونوں بخوبی تمام باحسنا ما لا کلام زیر ایوان ملکہ یاقوت ملک کے پہونچے مرجان نے سر کمند کا ہلایا وہاں ملکہ یاقوت ملک تو جیتی جاگتی رہی تھی اور مرجان تیز رفتار کے انتظار میں بیٹھی تھی بلکہ کسی خواص کی نہیں جھپکی تھی جونہیں کمند کو جنبش دیکھی سبھوں نے ہاتھوں ہاتھ کمند کو پکڑ کر کھینچ لیا اور شاہزادہ عالم اور مرجان دونوں کمند کو پکڑ کے اندر محل کے اتر گئے ملکہ یاقوت ملک نے جھک کر شاہزادہ بدیع الزمان کو مجرا کیا آپ نے آستین مرحمت نہ لگا۔ ملکہ کی پیٹھ پر رکھی اور بہت سی تسلی اور تشفی کی بعد اسکے ملکہ یاقوت ملک نے عرض کی کہ اے شہریار اب جو فرمائیں بجا لاؤں ہو میں بیجان و دل حاضر ہوں شاہزادہ بدیع الزمان نے فرمایا کہ اے ملکہ جاں نثار رہنا تو تمہارے مکان میں کسی صورت سے صلاح نہیں بس ہمکو منظور یہ ہی کہ اگر کوئی گھوڑا تیز رفتار تمہارے باعث سے ملجائے تو ہم سوار ہو کے جانب ملک حرمان درویش کی طرف روانہ ہوں ملکہ یاقوت ملک نے عرض کی کہ حضور لونڈی کو بھی ہمراہ لے چلیے کس لیے کہ اب یہاں فرقہ کفار میں صورت زیست کی غیر ممکن ہی شعر مجبور رہے کہ دو جھتی شد جدا ہد لگا ہر بستی ہست کا بہ ہوا جو آپ ایک گھوڑے کے واسطے ارشاد کرتے ہیں یہاں میں نے قبل اپنے زمانے کے ایک گھوڑا اپنی سواری

کے لائق ایک گھوڑا اپنی سواری کا اور چالیس گھوڑے اپنی چالیس ہمرازوں کے جو کہ میری یک جان و دو قالب ہیں
بازین و لجام مرصع کار کھنچوا کے تیار کر کے رکھے ہیں بسم اللہ اگر ارادہ حضور کا چلنے کا ہو تو پھر اب توقف اور تامل نہ فرمایئے
مہرجان تیز رفتار نے بھی کہا کہ شاہزادہ عالم مصلحت وقت اور مقتضائے فراست یہی ہے کہ اب ایک دم بھر یہاں نہ
ٹھہریں بسم اللہ لشکر حضور سوار ہوں آگے پھر جیسا ہوگا دیکھ لیا جائیگا شاہزادہ والا تبار بدیع الزمان گل پیکر شکن نے
خوب سا اپنے دل میں بھی سوچ کے فرمایا کہ اچھا بہتر تو ہے چلو غرض وہ شاہزادہ والا تبار و ملکہ یاقوت ملک مع اپنی چالیس
خواصوں کے نقاب بسیار سیاہ پوش بنکے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور بسم اللہ کہکے محل سے نکلے اور ایک سمت کو چلے

جب تک وے چلے داستان ازرق شب گرد رامی کوتوال شہر عجم کے بیان سنیے جاتے ہیں

کہ جس وقت مہرجان تیز رفتار ساہوکار زادی کی صورت بنکے کوتوالی چبوترے میں آیا اور جمعدار وغیرہ پیادوں کو بیہوش کر
ذبح کر کے شاہزادہ بدیع الزمان کو نکال لے گیا اسی وقت حسب اتفاق ازرق شب گرد رامی گشت کرنے کو گیا تھا
وہاں سے جو پھر کے آیا تو کوئی چار گھڑی رات پچھلی باقی ہوگی کہ وہ نزدیک چبوترہ کوتوالی کے پہونچ کر اپنے پیادوں کو
چبوترے کے نیچے سے آواز دی کسی پیادے نے بسبب اسکے کہ وہ سب مثل مرغ حلق بریدہ کے بے حس و حرکت
پڑے تھے جواب نہ دیا تب ازرق شب گرد رامی گھبرا کے قریب دروازہ زندان خانے کے پہونچا اور اسنے
دیکھا کہ جمعدار کی لاش تو ایک طرف خاک و خون میں پڑی ہوئی ہے اور چالیس لاشیں پیادوں کی چار طرف تڑپ رہی ہیں
زمین تمام خون آغشتہ نظر آتی ہے دروازہ محبس کا قفل دیدہ و بیداران کھلا ہے ازرق شب گرد رامی کوتوال
اپنے گھوڑے سے دو چار بن پھر مارتا کود پڑا اور گھبرایا ہوا اندرون زندان خانہ جاکے دیکھا کہ شاہزادہ بدیع الزمان
کے ہاتھوں کی ہتھکڑیاں اور گلے کا طوق بیڑیوں کے ٹکڑے الگ الگ علیحدہ پڑے ہیں اور شاہزادہ وحشت ہستان مثل
عنقا محض بے نشان ہے یہ ماجرا دیکھ کے اپنا کلیجہ پکڑ کے بیٹھ گیا اور پیچ و تاب کو خوب سنبھالا باہر نکل کے قفل دار جمعدار
حوالدار وغیرہ جتنے نفر ہمراز اور افسران چبوترہ کوتوالی تھے انسے کہا ارے جلد دوڑو کیا زبردست بندہ جو قید سے
بیڑیاں وغیرہ توڑ کر اور چالیس جوانوں کا خون کر کے بھاگا ہے ابھی اسی شہر میں ہوگا کہیں باہر نہیں جانے پایا جہاں
ملے تلاش کر کے پکڑ لو دوڑو مگر کسی طرح جانے نہ دو یہ حکم اپنے ساتھ والوں کو دے کے آپ بھی اپنے گھوڑے پر بیٹھ اور
دو ہزار سوار اور پیادے اور بہت سے نفر باز اپنے ہمراہ لے کے پہلے تو قہرمان عجمی کے پاس گیا اور ڈیوڑھی پر جاکے کہلا بھیجا
کہ شہریار عالم بدیع الزمان زندان خانے سے نکل کر چالیس پیادوں کو قتل کر کے بھاگا ہے غلام اسکی تلاش کے واسطے جاتا ہے
حضور جلد برآمد ہوں اور ہم سوار اور پیادے چار طرف دوڑا دیں تاکہ وہ شہر سے باہر نہ جانے پائے یہ کہکے ازرق
شب گرد رامی سنکھ پھونکتا دو ہزار سوار اور پیادے ساتھ لیے قریب ایوان ملکہ یاقوت ملک کے پہونچا تو وہاں زیر دیوار
دیکھا کہ ایک کمند لٹکی ہوئی ہے یہ دیکھ کے ششدر و حیران ہوا اور ہمراہی نفر بازوں سے کہنے لگا ارے ذرا دیکھو یہ کمند کیسی ملکہ یاقوت ملک
کے محل پر لٹکی ہے نفر بازوں نے دیکھ کر کہا کہ بیشک کسی عیار نے لٹکا دیا ہے اگر حکم ہو تو ہم اسی کمند کی مدد سے ملکہ عالم کے محل میں
جا کے دریافت کریں ازرق نے کہا ہرگز ہرگز ایسا ارادہ نہ کرو اور معلوم ہوا کہ بیشک اس ملکہ کے محل میں ہو کوئی ہے اب میں پہلے جا کے
قہرمان عجمی سے اطلاع کر آؤں بعد اسکے جیسا ہوگا مگر جب تک قہرمان عجمی کے پاس سے آتا ہوں تم سب اسی محل کو محاصرہ کیے کھڑے
رہنا اگر شاید کوئی نکلے تو اسے جانے نہ دینا ازرق شب گرد رامی یہ کہہ کے قہرمان عجمی کی ڈیوڑھی پر آیا تو اسنے دیکھا
کہ قہرمان عجمی احوال بدیع الزمان کا زندان خانے سے نکل جانے کا سنکے باہر محل سے نکلا مگر اپنے مستقر میں بیٹھا ہوا
یہی ذکر کر رہا ہے اتنے میں پھر دوبارہ ازرق جو پہونچا تو قہرمان عجمی نے پوچھا کہو کچھ کہیں سراغ اسکا لگا ازرق شب گرد رامی

نے عرض کی کہ ہاں کچھ سراغ غلام نے لگایا ہے یہ کہکر اور قہرمان عجمی کے جا کے اُسنے آہستہ سے کہا کہ جان بخشی معاف ہو تو
غلام عرض کرے قہرمان عجمی نے کہا کہ کیا کہتا ہے ارزق نے کہا کہ ملکہ یاقوت ملک کے محل مین ایک کمند پڑی ہے اور غلام
کو کچھ سراغ بدیع الزمان کا وہان لگتا ہے اگر خواجہ سراؤن اور نواب ناظر کو غلام کے ہمراہ کر دیجیے تو ملکہ عالم کے محل مین پہونچکر
خانہ تلاشی لے لے قہرمان عجمی کو ہر چند کہ یہ کلمہ خلاف ادب نہایت ناگوار معلوم ہوا مگر بخیال آن یا نذر تشنیع خاموش ہو رہا اور
بعد دم بھر کے کہا کہ کیا مضائقہ لیکن ذرا سمجھ بوجھ کے ملکہ عالم کے محل مین خانہ تلاشی لینا ارزق نے کہا کہ کیا تاب و طاقت
غلام کی جو سر مو غلط اور خلاف عرض کرتا ہو غرض نواب ناظر اور خواجہ سرا سب اندرون محل کے گئے وہان دیکھا کوئی عورت
لونڈی باندی اصیل جلیس ملکہ کی نظر نہین آتی دو چار بڑھیان چھچھو دودائیان انائین جہان تہان غافل پڑی سوتی ہین
نواب ناظر نے ارزق شب گرد حرامی کو اندرون محل بلا کے سب مکان کے تہ خانے حجرے برآمدے غرض سب دکھلائے
بڑھیون کو جگا کے پوچھا کہ ملکہ یاقوت ملک کہان تشریف رکھتی ہین اُنھون نے کہا ہم کو تو نہین معلوم کہ وہ کہان
تشریف لے گئین کل مرجان تیز رفتار کوکا ملکہ گوہر ملک پیغمبر زادی کا کچھ پیغام لے کے آیا تھا اور اُسنے خلاف ادب
بیساختہ دو باتین ملکہ یاقوت ملک سے کہین بس ملکہ عالم نے نہایت درہم اور برہم ہو کر مرجان کو خوب مار پٹوائی اور
کوٹھری مین قید کیا تھا پھر ہمکو نہین معلوم کہ کیا ہوا ارزق شب گرد حرامی یہ حال دریافت کر کے سمجھا کہ لاشک کہ
یہ سارا فساد مرجان تیز رفتار کا ہے وہی کوئی عیاری کر کے بدیع الزمان کو زندان سے نکال لیگیا ہے اور چونکہ اسی
محل مین ہوئی ہے اور یقین کامل ہوا کہ ملکہ یاقوت ملک بھی مع جلیس خواصون کے بدیع الزمان کے ساتھ نکل گئی ہے غرض
یہ سوچ کے ارزق شب گرد حرامی اُسی وقت بسرعت تمام محل سے نکل کے مع دو ہزار سوارون اور اپنے لڑکوں بالوں وغیرہ کے
دوڑا اور تلاش مین شاہزادہ عالیشان بدیع الزمان اور ملکہ یاقوت ملک کے روانہ ہوا وہان شاہزادہ بدیع الزمان
اور ملکہ یاقوت ملک مع جلیس خواصون کے جاتا برقعہ سیاہ پوش ہے جاتے تھے تو ملکہ غیر راہ گلی کوچہ جو کسی کو معلوم نہ تھی
جا نکلے تھے ایک کوچۂ غیر نافذ مین جا نکلے حسب اتفاق پشت پر سے شب گرد حرامی بھی مع دو ہزار سوار وغیرہ کے اسی
کوچہ مین پہونچا ناگاہ مرجان تیز رفتار کے کان مین جو آواز گھوڑون کے ٹاپون کی پہونچی اور روشنی چوبکے اور مشعلون کی
دیکھی تو اُسنے گھبرا کے پیچھے پلٹ کر دیکھا کہ کئی ہزار سوار برچھے ہاتھون مین لیے گھوڑے اُٹھائے اودھر ہی کو چلے آتے ہین
مرجان نے شاہزادہ عالیشان سے آگے بڑھ کے کہا کہ شہریار عالم بڑا غضب ہو گیا کوتوال شہر دوڑ لیکے آپہونچا جلد گھوڑے سے
اُٹھا لیجے شاہزادہ بدیع الزمان اور ملکہ یاقوت ملک بھی پشت پر سوارون کو آتے دیکھکر نہایت پریشان خاطر ہوے اور
گھوڑون کو تیز گام کر کے چلے ادھر ارزق شب گرد حرامی نے جو دیکھا کہ سامنے اس کوچے مین کچھ نقابدار سیاہ پوش
جاتے ہین اُسنے اپنے جی مین یہ سوچے کہ کیا عجب ہے کہ بدیع الزمان اور یاقوت ملک یہی ہون جھٹ پٹ چوبکے اور مشعلون
کی روشنی کو گل کروا کے گھوڑا دوڑا کے تعاقب مین چلا اور وہان جو شاہزادہ بدیع الزمان مع ملکہ وغیرہ کوچہ کے کنارے
پہونچا تو دیکھا راستہ آگے ملنے اور آنے جانے کا نہین ہے مکانات پختہ رعایا کے شہر کے ہین اور لشکر ابھی کوئی دو گھڑی
رات باقی ہے سب کے دروازے بند ہین ایک سناٹا گلی مین چھایا ہے یہ حال وہان کا دیکھ کے ایک صدمہ عظیم شاہزادہ بدیع الزمان
کے دل پر ہوا دل مین کہتا تھا کہ عجب طرح کی سخت مشکل پڑی ہے اور کیا کرون کہ مقام ہے زنانہ ساتھ اگر نہ ہوتا تو خیر جیسا کچھ ہوتا
مین سمجھ لیتا اب کچھ بن نہین پڑتا غرض وہ اور مرجان دونون سخت بدحالی مین غرض اسی فکر مین بحضور قلب اور خلوص نیت برنج
رنج و غم با چشم پُر نم دست بدرگاہ حضرت ... دست بدعا تھا اور یہ رباعی مناجات جناب قاضی الحاجات و مجیب الدعوات ...

اور وہ کہتا تھا کہ ربا	ای آنکہ بملک خویش پاینده توئی	در ظلمت شب صبح نماینده توئی	کارم بکشا چاره ...

بکشاے خدا یا کشایندہ توئی چونکہ ناگاہ تیر دعا شاہزادہ بدیع الزمان کا ہدف اجابت پر پہونچا اور دیکھا اسی کوچے کے
مکانوں میں سے ایک مکان کا کسی نے دروازہ کھولا اور اُسمین سے ایک جوان قوی ہیکل تنومند فقط لنگوٹ باندھے تیر تلوار
ہاتھ میں لیے گھبرایا ہوا باہر نکلا اور شاہزادہ عالم سے پوچھنے لگا صاحبو تم میں سے بدیع الزمان اور ملکہ یاقوت ملک اور
مرجان عیار کون ہے شاہزادہ بدیع الزمان یہ کلام اُس جوان کا سنکے نہایت متحیر ہوا اور اُس شخص سے کہا کہ وہ جو
تو نے سنا ہے بدیع الزمان وہ کمترین بندگان خداے عزوجل میں ہوں اور ملکہ یاقوت ملک مع اپنی چالیس خواصوں
کے برابر میرے آفتاب سیاہ منہ پر ڈالے کھڑی ہے اور یہ داہنی طرف میرے جوان کاوگ بیاے تھا تیر وکمان ہاتھ میں
لیے کھڑا ہے یہ مرجان تیز رفتار ہے مگر اے شخص تو یہ بتلا کہ تو نے کیونکر جانا کہ بدیع الزمان اور ملکہ یاقوت ملک وغیرہ
اس کوچے میں وارد ہوے ہیں اور تیرے نکل آنے کا باعث کیا ہے بیان کر تاکہ ہمارے دل کو اطمینان حاصل ہو اُس جوان
نے کہا کہ بحمد للہ والمنہ شعر شکر خدا کہ ہرچہ طلب کردم از خدا ٭ بر منتہاے مطلب خود کامران شدم مجلس یا دگفتگو یہ جا نہی
اسوقت جلدی میں نہیں بیان کر سکتا پہلے آپ بسم اللہ کر کے میرے غریب خانے میں تشریف لائیں بعد اسکے حضور سے سبب
کیفیت عرض کرونگا یہ کہکے شاہزادہ والا تبار بدیع الزمان مدار کو مع ملکہ یاقوت ملک اور چالیسوں لقا بداروں اور
مرجان عیار کے اندر مکان کے لیگیا اور دروازہ باہر کا بند کر کے اپنے بیان کرنا شروع کیا کہ اے شہریار عالی وقار اور اے
آقاے دو جہان شاہزادہ بدیع الزمان نامدار اصل حقیقت یہ ہے کہ مجکو جوانمرد قصاب کہتے ہیں اور اس شہر ظلم میں شہرہ
میری جوانمردی اور شجاعت کا اسقدر ہے کہ جو خانہ خراب اور بڑا سرہنگ میں خانہ جنگی کرکے یا کمین ڈ نکالا ہے یا دو چار دس پانچ
آدمیوں کا خون کرکے نکلا وہ میرے مکان میں آکے چھپ رہتا ہے پھر طاقت در مقدور ازرق شب گرد حرامی کا نہیں جو
میرے گھر سے آکے اُس شخص کو پکڑ لیجانے مجھ سے اور اُس ازرق کو قتوال سے لاگ اور چشمک ہے مگر کبھی میرا وہ کچھ نہیں کرسکتا
آج کی بات ہے کہ رات میں غافل پڑا سوتا تھا میں نے خواب میں دیکھا کہ دروازہ آسمان کا کھلا اور اُسمیں سے ایک تخت مکلل بزمرد
بجواہر اُسپر ایک بزرگوار با محاسن سفید نورانی صورت حلہ ہاے خلد بریں پہنے تسبیح ہاتھ میں لیے اور چند ملائکہ اُس تخت کو
دوش بدوش لیے آسمان سے اُترے میرے مکان کی طرف چلے آتے ہیں اور وہ تخت لا کے قریب میرے رکھا میں نے گھبرا کے
پوچھا کہ یا حضرت آپ کون بزرگوار ہیں اُس جناب نے فرمایا کہ ہمارا نام ابراہیم خلیل اللہ ہے اور اے شخص ذرا بائیں طرف
تو دیکھ میں نے جو اُس طرف خیال کیا تو دیکھا کہ از زمین تا آسمان شعلہ آگ کے بھڑک رہے ہیں اور ہزاروں معتوبان درگاہ
ایزدی اور مغضوبان بارگاہ سرمدی اُس آگ میں پڑے جلتے ہیں اور بعذاب الیم مبتلا ہیں اسوقت میں نہایت سراسیمہ
اور مضطرب ہو کے پکارا وقنا ربنا عذاب النار اے مولا بچائیے مجھے اس آگ سے اُس بزرگوار نے پھر فرمایا کہ اس درجہ
بیتاب نہو جانب راست کو مخاطب ہو یہ ارشاد اُس بزرگوار کا سنکے میں نے جو جانب راست کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ
ایک باغ دلکشا اور درخت وغیرہ کہ چشم فلک نے بھی ایسا باغ دل بہار ہمیشہ بہار کبھی روے زمین پر نہ دیکھا ہوگا نہایت
دلچسپ اور پر فضا ہے ہوا سرد جانفزا ہے وہاں کے اندر سے مجھے تسکین ہوئی اور پھر میں نے وہاں دیکھا کہ مکان عالی شان
اور عمارت پاکیزہ تمام جواہرات کی بنی ہیں اور اُن مکانوں میں ایک شخص با چہرۂ نورانی بیٹھے تلاوت قرآن اور اوراد
و وظائف میں مشغول ہیں اور حوروں کا ہجوم اور دھوم ہے اور سامنے ایک نہر پانی کی آب سرد ایسی جیسے دیکھکر جل
اور منفعل ہو جاے اور سایہ اُسکے ایک درخت سر بفلک رساں کہ ہر ایک شاخ تمام عالم پر سایہ افگن معلوم ہوتی تھی
نظر پڑا میں نے حالت وجد اور سرور میں پوچھا کہ یا حضرت فرمایئے کہ وہ کیا مقام ہے جہاں کہ وہ آگ مشتعل ہے
اور ہزاروں آدمی اُس آگ میں جلتے ہیں اور توبہ توبہ پکارتے ہیں اور یہ کونسی جا ہے کہ فضاے جان بخش

نظر آتی ہے اُس بقدس نے بکمال عجز بیانی ارشاد کیا کہ ای شخص وہ جہان شعلے آگ کے سر بفلک کشیدہ اور مغضوبان بارگاہ
احدیت وہان بعذاب الیم مبتلا ہے وہ جہنم ہے واسطے منافقین اور مشرکین کے اور جہان وہ باغ فرحت افزا اور مومنین
اور مسلمین کو عبادت کرنے دیکھتا ہے وہ باغ بہشت اور گلزار فردوس بریں ہے اور وہ لوگ مومنین ہیں جنکی خدمت میں
حوریان خلد حاضر رہتی ہیں لہذا تجھے فہمائش کیجاتی ہے کہ ای شخص نار جہنم واسطے کافر اور شقی اور مردود لعین اور مخذول کے کام
ہے تجھے لازم ہے کہ نکل اس چاہ کفر و ضلالت سے اور کلمۂ طیبہ پڑھکے بہشت بریں کا مستحق ہو ہدایت میں نے عرض کیا کہ یا حضرت وہ
وہ کلمہ ارشاد کیجیے چنانچہ حضرت نے کلمۂ شہادت اپنی زبان اعجاز بیان سے مجھے تلقین کیا اور میں کلمہ پڑھکے مسلمان
ہوگیا اُسوقت اُس بزرگوار نے مجھسے فرمایا کہ ای جوان ایک صاحبزادہ ہماری اولاد سے کہ نام اُنکا شاہزادہ
بدیع الزمان آفاق تا آفاق اطراف عالم میں مشہور و معروف ہے مع ملکہ یاقوت ملک اور چالیس نقاب پوشون کے اور مرجان
تیز رفتار کے جان نثار عیار کو ہمراہ لیے اس کوچہ میں وارد ہے اور تعاقب میں اُنکے ایک کوتوال اس شہر کا معیت لشکر
بخیال فاسد اور بہ نیت ایذا رسانی اور دستگیری اس شاہزادہ والا تبار کے قریب آ پہونچا ہے تو جلد اپنے مکان سے نکل کے
اُس شاہزادہ کو مع سب اُنکے ساتھ والوں کے اپنے مکان میں لاکے یہ جو تہ خانہ ہے پوشیدہ تھا اور مفقود الخبر کردے اور انکی
خدمتگزاری اور جان نثاری میں سر مو فرق نکرنا ہم اُس تہ خانے کو بمعجزہ سب کی نظرون سے پنہان اور مخفی کر دینگے
موجب تیری سعادت دارین اور افتخار کونین کا ہوگا پس یہ خواب دیکھکر میری آنکھ جو کھل گئی تو اس بزرگوار کی زیارت
تو مجھے نصیب نہ ہوئی لیکن تمام مکان میرا معطر اور عنبر بو ہو گیا تھا بلکہ اس بزرگوار کے ارشاد کا جو خیال آیا تو بنظر
امتحان کے کہ اگر باہر شاہزادہ بدیع الزمان اور ملکہ یاقوت ملک وغیرہ چالیس سیاہ پوش اور مرجان عیار ہوگا
تو یہ خواب میرا برحق ہے اور یہ جو بزرگوار نے فرمایا ہے وہ سب آمنا و صدقنا بجا ہے میں گھر سے باہر نکلا تھا سو آپ کو
میں نے دیکھا اب نقش کالحجر میرے دل کو ہو گیا بخلوص نیت اور حسن عقیدت مجھے تحقیق اور تصدیق ہو گیا کہ آپ کا دین
برحق ہے اسمین جو کوئی شک لاوے وہ کافر ہے غرض یہ باتین کرکے شاہزادہ بدیع الزمان کو مع ملکہ یاقوت ملک
وغیرہ اور مرجان تیز رفتار کے تہ خانے میں لے گیا اور ایک پلنگ واسطے ملکہ یاقوت ملک کے بے تکلف سے اور
ایک پلنگ واسطے شاہزادہ عالم کے باعزاز و تکریم وہان بچھوا کے باہر نکلا اس عرصہ میں روز روشن ہو گیا ارزق
شب گرد حرامی مع چند نظر بازون اور دو تین ہزار سوار پیادون کے دوڑکر وہان اُس کوچے کے اخیر پہونچا تو اسنے دیکھا
کہ آگے راستہ نہیں ہے اور جتنے محلات اور مکانات کے دروازے ہیں سب بند ہیں اور کسی کا دروازہ تک کھلا نہیں
ارزق حرامی کوتوال اپنے دل میں کمال ششدر و حیران اپنے ساتھ والے سوار و پیادون اور نظر بازون سے کہنے لگا
کہ کیون صاحب تم سب نے بھی دیکھا تھا کہ مجھسے آگے آگے مع نقاب دار سیاہ پوش چلے آتے تھے پھر یہان تو آگے نہ راستہ
ہے کہ ادھر سے نکل گئے ہونگے نہ اسوقت تک کسی کے مکان کا دروازہ کھلا ہے نہ اس محلہ میں سوائے رعایائے شہر کے امیر
وزیر یا کوئی ایسا زبردست سرہنگ و دلیر صاحب سفارشی رہتا ہے کہ اُسکے گھر میں چھپنے کا پاتا اُسکا گمان کرون
اور میں سمجھون کہ ہان فلان مکان ہے وہ سب سیاہ پوش گھس گئے کہیں چھپ رہے ہونگے اسوقت کچھ میری عقل اور فہم میں یہ بات
نہیں آتی کہ وہ نقاب دار سیاہ پوش سامنے آتے آتے کہان گم ہو گئے آخر یہ سن کر بارہ نفر چالاک نظر باز جو ارزق شب گرد حرامی
کے ہمراہ تھے وہ بیساختہ بول اُٹھے کہ کوتوال صاحب واہ واہ یہ تو آپ نے خوب فرمایا پس کہ وہ سراغ بدیع الزمان اور
یاقوت ملک اور مرجان تیز رفتار وغیرہ کا مل گیا وہ اسی کوچے میں لاشک و لاریب ہیں کہیں یہان سے نہیں گئے
خداوند نعمت ہم لوگ سرکاری نظر باز اسی واسطے چہرہ کوتوالی میں رہتے ہیں کہ شہر میں کوئی بھی سرہنگ و

خانہ جنگ شور و شیعت سرکش بد معاش ہے سے نہ چھپا ہوگا اور بے ساز و شی ہماری وہ کہین باطمینان تمام شہر مین نہ رہ سکیگا
سوا اسکو سرہنگ اور سرکش اور شور و پشتیون کا تو نشان ایک جوانمرد قصاب رہتا ہے اور بہت بڑا دروازہ اوسی کے مکان کا
ہے ہمکو تو یقین ہے کہ بدیع الزمان اور ملکہ عالم وغیرہ اوسی کے مکان مین آکے چھپے ہین ازرق شب گرد حرامی نام جوانمرد
قصاب کا سنکے گویا سوتے سوتے چونک اوٹھا اور بیساختہ کہنے لگا کہ بیشک وشبہہ وہ سب اسی جوانمرد قصاب کے
مکان مین آکے چھپے ہونگے پھر کہان چھپ کے جائینگے پس توقف نہ کرو پکار دو اور جوانمرد قصاب کو بلاؤ اور اسکی خانہ
تلاشی لو جب اسکو تو ازرق کے بیادون ہرکارون جراسیون نقرہ باززن وغیرہ نے دروازے پر جوانمرد قصاب
کے شور و غل کرکے کہا کہ جلد نکل جلد نکل جوانمرد قصاب جس طرح سے خالی ہاتھ بیٹھا تھا اوسی صورت سے ایک بیچ
دو گوشہ نقط لنگوٹ باندھے آنکھین ملتا باہر نکل آیا اور ازرق شب گرد حرامی کو دیکھکر سلام کیا اور پوچھنے لگا کہ آج
فقیر خانہ پر آپکے قدم رنجہ فرمانے کے سبب فرمائیے کہ تشریف شریف ارزانی فرمائے مجھ رعایائے مسکین سے کیا ایسا قصور
سرزد ہوا جو آپ بایں جمعیت تشریف لائے ہین آپنے تکلیف کرنا کیا ضرور تھا ایک سپاہی یا نوکر کو بھیجدیا ہوتا مین بلا عذر
و حیلہ وہین آکے حاضر ہوتا ازرق شب گرد حرامی نے یہ تقریر جوانمرد قصاب کی سنکے کہا کہ تیرے گھر مین بدیع الزمان
خدا پرست اور ملکہ یاقوت ملک اور مرجان تیز رفتار عیار شہزادی ملکہ گوہر ملک اور چالیس نقابدار
سیاہ پوش اوسکی آکے چھپے ہین اون سب کو نکال دے اسی مین تیرے لیے بہتری ہے ورنہ ذرا بھی عذر و حیلہ درپیش کیا تو
تیرے حق مین برا ہوگا جوانمرد قصاب نے بکشادہ پیشانی جواب دیا کہ اے کوتوال صاحب تمکو خداوند تعالی نے اس
شہر کا حاکم کیا ہے یہ تو بات اور ہے کہ کسی کا غصہ اگلے میرے ہزارون قصورون کا عوض ایک حیلہ اور تہمت مجھپر لگاکے
آپ نکالین اور میری عزت اور جان کے خواہان ہون لیکن مین بدیع الزمان کے نام سے بھی آگاہ نہین کہ وہ
خدا پرست کون ہے اور اوسکی کیسی شکل و صورت ہے اور کہان رہتا ہے عہد طفولیت سے آج تک مین نے اس طرح کا
نام بھی نہین سنا ہے اور ملکہ یاقوت ملک میری خداوندزادی خداوند نعمت ہے بھلا مین تو ادنی اوسکا ایک غلام
رعیت ہون میرے گھر مین اوسکا قدم رنجہ فرمانا مصرعہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک + یون آپ کا میرے سر
آنکھون پر اور سب سچ ہے مین آپ کی بات کو جھوٹ نہین کہ سکتا مگر میرا سارا گھر پڑا ہے آپ کی لونڈیان گھر مین
بیٹھی ہین اور پردہ ہم غربا کا کیسا بلا تامل آپ اندر چلے آئین اور خانہ تلاشی لین اگر میرے گھر مین بدیع الزمان
یا ملکہ یاقوت ملک یا مرجان عیار یا اور کوئی عورت سواے میری بی بی اور دو چار لڑکیون کے ہو تو جو چور کا
حال وہ میرا حال کیجیے ازرق شب گرد حرامی نے یہ سنکے خاکروب جو محلہ دار تھا اوسکی جورو کو بلاکے کہا کہ تو اندر
جاکے جہان اسکی بی بی وغیرہ پردہ نشین ہون وہان بٹھا اور مین سارے مکان کی تلاشی لونگا غرض وہ
محلے دارنی اندر جاکے جوانمرد قصاب کی پردہ پوش عورتون کو ایک مقام پر بٹھلاکے آپ برابر کھڑی
رہی اور ازرق شب گرد حرامی نے کوٹھریان برآمدے صحنچیان وغیرہ انتہا یہ کہ کنوئین مین ایک
غوطہ زن کو اوتار کے دیکھا اور بخوبی تمام خانہ تلاشی جوانمرد قصاب کی لے کر باہر نکلا اور نقرہ بازون اور
پیادون سے کہا کہ اسکے گھر مین تو کہین سراغ اور پتا بدیع الزمان وغیرہ کسی کا نہین ملتا مگر احتیاطا چوکی
پہرہ اسکے دروازے پر رکھو تاکہ مین جاکے قہرمان عجمی سے اطلاع کردون پھر آگے جیسا وہ حکم دینگے تعمیل
کرونگا القصہ ازرق شب گرد حرامی جوانمرد قصاب کے دروازے پر چوکی پہرا رکھ کے قہرمان عجمی کے
پاس آیا اور سارا سرگذشت بیان کرکے کہا کہ بظاہر تو جوانمرد قصاب کے مکان مین کوئی

بتا یا تی نہین رہی جو مین نے نہ دیکھی ہوئی مگر نہین معلوم کیا سبب ہی کہ بدیع الزمان اور ملکہ عالم مع چالیس خواصون کے
وہان کہین نہین ہین ہان اگر حکم ہو تو جوانمرد قصاب کو پکڑ لاؤن اور خوب سے کوڑے مارون آپ ہی قبول دے گا اور
بتا دیگا قہرمان عجمی نے کہا یہ عدالت سے بعید ہی تا وقتیکہ تحقیقات اور جرم پورا ثابت نہو بوجہ شہزادگی نہین چاہیے
ابھی اُسکے دروازے پر سے پہرا اُٹھالے اور او بدذات اگر تین دن کے عرصہ مین تو نے بدیع الزمان اور ملکہ کو تلاش
کرکے گرفتار نہ کیا تو فوراً تیری گردن مارنے کا حکم دونگا ازرق نے کہا کہ کیا تاب اور کیا مجال غلام کی فوراً تین دن مین
سراغ لگا لگا کے حضور مین عرض کریگا یہ کہکے رخصت ہوا اور اُسی وقت حسب الحکم قہرمان عجمی کے اپنے پیادے
جوانمرد کے دروازے پر سے اُٹھالیے اور اپنے گھر جا کے اپنی مان سے سارا حال بدیع الزمان اور ملکہ یاقوت ملک
اور اُنکی چالیسون خواصون کے نکل جانے کا اور ہزار دلائل و براہین سے ثبوت اُن سب کے مخفی ہونیکا جوانمرد قصاب
کے مکان مین اور بروقت خانہ تلاشی بظاہر کسی کا نہ معلوم ہونا از ابتدا تا انتہا بیان کیا چنانچہ اُس ازرق حرامی
کی مان بڑی شفتاہ اور دلالہ مکارہ ہی اُسنے کہا بیٹا تو خاطر جمع رکھ ملکہ اور بدیع الزمان کا جہان جس گھر مین پتا لگیگا
ابھی جاکے دریافت کیے آتی ہون یہ کہکے وہ فاحشہ بدذات کچھ آستینین کرتیان جالی کی چکنین سوت کی تھوڑے سے
ازاربند اور کچھ اسباب ہر قسم کا لیکے جا در پردہ ولی کے صبح سے نکلی اور محلے محلے کوچہ بکوچہ خانہ بخانہ شاہزادہ والا تبار
بدیع الزمان اور ملکہ یاقوت کی تلاش مین پھرتی پھرتی تیسرے روز کہین جوانمرد قصاب کے بھی مکان پر آکے
وارد ہوئی دروازہ مکان کا بند تھا اُس مکارہ نے دروازہ کھلوایا اور بیساختہ اندر مکان کے جاکے دیکھا کہ
شاہزادہ بدیع الزمان اور ملکہ یاقوت ملک اور چند خواصین ملکہ کی بیٹھی ہین مرجان تیز رفتار طنبورا ہاتھ مین
لیے بیٹھا بجاتا ہی اور شراب چل رہی ہی بس یہ ملاحظہ شاہزادہ بدیع الزمان اور ملکہ یاقوت ملک وغیرہ کو
بیٹھا دیکھ لے وہین سے پلٹ کر باہر نکل کے چلی حسب اتفاق شاہزادہ آفاق بدیع الزمان کی نگاہ اُس فاحشہ
روسیاہ پر جا پڑی شاہزادہ عالم نے مرجان تیز رفتار سے کہا کہ ای مرجان ابھی ایک بڑھیا اندر آئی اور ہم
سب کو دیکھا اور چلے پاؤن پھر گئی مجھے خفقان پیدا ہوتا ہی کہ خدا نخواستہ کہین یہ ہمارا سراغ لینے کو نہ
آئی ہو مرجان تیز رفتار یہ کلام اُس عالی مقام کا سنتے ہی بسرعت تمام اُسکے باہر نکلا اور اُسنے دور ہی سے
اُسکو پکارکے کہا کہ ای بڑی بی تم کہان آئین تھین اور کیون پھرین ازرق کی مان نے جواب دیا کہ میان مین چکنین
سوٹیان جالی کی کرتیان آستینین وغیرہ اسباب بیچتی پھرتی ہون سو دلون کی گردش سے ایک جوڑی موتیون کی
ایک مکان مین رکھکے بھول آئی ہون وہ اُسوقت مجھے یاد آگئی ہی اسلیے گھبرائی ہوئی بھاگی جاتی ہون
مرجان تیز رفتار نے کہا کہ بڑی بی وہ تمہاری موتیون کی جوڑی مین نے راہ مین پائی ہی لیتی جاؤ مین اُسے لیکے
کیا کرونگا اس بڑھیا نے کچھ جواب نہ دیا اور جلد جلد پاؤن اُٹھاتے چلی مرجان سوچا کہ یہ مکارہ ضرور ہماری
سب کی جاسوسی اور سراغ رسانی کے لیے آئی تھی ایسا نہو کہ نکل جائے ہاتھ نہ آئے یہ سوچ کے مرجان تو
اُدھر اُسکے تعاقب مین دوڑا اور اُدھر حسن اتفاق سے کہین قضائے کار جوانمرد قصاب آتا تھا مرجان نے
پکار کے کہا کہ ای جوانمرد اس بڑھیا کو جانے نہ دینا پکڑ لے جوانمرد قصاب نے اُسکے برابر آکے کہا کہ بڑی بی
تم اتنا جلدی کہان جاتی ہو اُسنے پھر وہی کہا کہ مین ایک جوڑی موتیون کی کہین بھول آئی ہون سو بدحواس
اُسکی تلاش مین بھاگی جاتی ہون اُسکی بات چیت سے جوانمرد قصاب نے پہچانا کہ یہ ازرق شب گرد
حرامی کوتوال کی مان ہی اور پہچان کے جوانمرد قصاب نے جھٹ پٹ اُسکو پکڑ لیا اور گود مین

جلدی سے اٹھا کے اپنے گھر مین لا کے مانند بکری کے گلا اُسکا کاٹ ڈالا اور وہین صحن مین ایک طرف لاش اُس فاحشہ
کی زمین مین کھود کر گاڑ دی اور پھر بدستور اپنے امور ضروری مین مشغول ہو گیا ازرق شب گرد حرامی صبح سے
شام تک اپنی ماں کے انتظار مین رہا جب وقت شام کا ہوا تو نہایت مغموم اور ملول سراسیمہ اور بدحواس ہو کے
قہرمان عجمی کی بارگاہ مین گیا اور سارا حال اپنی ماں کا محلہ محلہ خانہ بخانہ واسطے جاسوسی اور سراغ رسانی شاہزادہ
بدیع الزمان اور ملکہ یاقوت ملک کے صبح سے شام تک پھرنے اور گھر مین نہ آنے کا بیان کیا اور کہا غلام کو اندیشہ اور
وسوسہ ہے کہ کسی نے میری ماں کو مار ڈالا ہو قہرمان عجمی نے یہ گفتگو ازرق شب گرد حرامی کی سنکے حکم دیا کہ اس بدذات
حیلہ ساز کاذب کے دونون کان کاٹ ڈالو کہ پھر ایسی خبرین بنا بنا کے میرے سامنے آ کے نہ ستائے جلاد نے دوڑ کے
ازرق کو پکڑ لیا اور چاہا کہ کشان کشان باہر لیجا کے اسکے دونون کان کاٹ ڈالے ازرق حرامی بہت سی منت
اور خوشامد کر کے رونے لگا اور کہنے لگا کہ فدوی کو دو روز کی مہلت دیجئے اگر دو دن مین بدیع الزمان کو مین پیدا
کردون تو جس طرح سے چاہیے مجھے اس عذاب الیم سے گردن مارنے کا حکم دیجئے قہرمان عجمی نے کہا خیر کیا مضائقہ
مین نے تجھے مہلت دو دن کی اور دی مگر بعد دو دن کے اگر تو نے بدیع الزمان کا سراغ نہ لگایا اور پھر کوئی فقرہ
بنا کے میرے سامنے لایا تو اس طور سے تجھے قتل کرونگا کہ تیرے حال پر ماہیان دریا اور مرغان ہوا گریہ و زاری
کرینگے ازرق شب گرد حرامی ایک اقرارنامہ بناچاری لکھ کے اور دو روز کا وعدہ کر کے پھر تلاش شاہزادہ عرش
اقتدار کے لیے روانہ ہوا وہان کا حال جوامرد قصاب کا سنئے کہ جب اُس نے ازرق شب گرد حرامی کی
ماں کو بمقتضائے خیر سگالی [illegible] مار کے زمین مین گاڑ دیا اور پھر شاہزادہ والا منزلت کے واسطے
صحبت عیش و نشاط کی قرار دی تو وہ جو مثل کہتے ہین مصرعہ چہ کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی + اس جوامرد
قصاب کے دو بیٹے صغیر سن تھے ایک تو برس نو ایک کا اور دوسرا سات برس کا اور دونون لڑکے اسکے وضیع
اور حسین ہوتے ہوئے خوبصورت گورے گورے گال [illegible] ناگن والے بال [illegible] ناز و نعم
کے پلے ہوئے لاڈلے اور [illegible] یہ کہ ماں ان لڑکون کی یعنی جوامرد قصاب کی جورو مر گئی تھی جوامرد نے
اُن دونون فرزندون کی پرورش اور خدمت کے واسطے ایک لونڈی مول لی تھی وہ دونون لڑکے اسکے پاس کھیلا
کرتے تھے اور رہتے تھے اور وہ لونڈی اس امید مین رہتی تھی کہ جوامرد قصاب مجھے اپنی جورو بنائے اور مین
بی بی اسکی بن کے مالک اور مختار اسکے گھر کی ہون چونکہ جوامرد قصاب کو مطلق اُس لونڈی سے التفات
اور رغبت نہ تھی اور اس لونڈی نے جو چہرہ زیبا اور جمال رعنا اور حسن و شباب شاہزادہ بدیع الزمان کا دیکھا
ہزار جان و دل سے شیفتہ و فریفتہ ہو کے اپنے دل مین سوچنے لگی کہ یہ نوجوان سیاح اور جہان گرد اپنے ماں
باپ عزیز و اقارب کو چھوڑ کے [illegible] باختر مین آیا ہے تو یقین ہے کہ فقط اپنی تماشہ بینی اور عیاشی کے واسطے شہر
بشہر پھرتا ہے پس مین بھی تو خوبصورت اور ابھی نوجوان ہون لاؤ کوئی گھات اگر ملے تو اس سے لگاوٹ کی
باتین کر کے اسکو اپنی طرف متوجہ کر لون اور [illegible] غرض وہ لونڈی یہ سوچ کے شب
کو اُس تہ خانہ مین شاہزادہ بدیع الزمان کے پاس کھانا لے کے جو گئی تو اُس نے دیکھا کہ ملکہ یاقوت ملک
مع اپنی چالیس خواصون کے الگ ایک صحنچی مین سوتی ہے اور ایک صحنچی مین علیحدہ ملکہ سے دور شاہزادہ عالم
اپنے پلنگ پر بیٹھا ہے لونڈی نے جا کے خوان کھانے کا تو رکھ دیا اور شاہزادہ والا تبار کے پلنگ کی پٹی
کے برابر بیٹھ کر بطرز دلبرانہ اور بانداز معشوقانہ کچھ باتین ناز آمیز کرنے لگی شاہزادہ قدسی طینت والا مرتبت

نے یہ باتیں اُس لونڈی کی سُنکے پوچھا کہ کمبخت اسوقت تو جو ایسی گفتگو میرے سامنے کرتی ہے اس سے تیرا مطلب
کیا ہے اُس فاحشہ نے مُسکرا کے کہا کہ کیا کہوں تم ایسے کیا انجان ہو جو پوچھتے ہو صحبت تخلیہ کی اور ہائے یہ آدمی
رت کا سامان اور یہ آپ کے حسن و شباب کے عالم کو دیکھکر شرم سے کہہ نہیں سکتی ہوں جو کچھ مطلب ہے اور آپ کی
طبع نازک پر اگر گران اور ناگوار نہ گذرے تو بقول گنواری ضرب المثل اپنے اور آپکے عرض کروں دوہا یہ ان نجوں کے
بیچ میں ہنسی اچھی ادب و وقار ہے اور بھلا کیسے کہوں اچھل موسئے مار ہے شاہزادہ والا تبار نے یہ گفتگو اور تقریر اُس جاریہ
شریر کی سُنکے اپنے دل میں یہ سمجھ کے کہ اوّل تو جوانمرد قصاب نے مجھپر احسان عظیم کیا ہے میرا محسن ہے دوم حضرت ابراہیم
خلیل اللہ علیہ السلام سے جوانمرد کو بشارت ہوئی کفر و کافری کو ترک کرکے اُسنے دین اسلام قبول کیا ہے یہ
اُسکی لونڈی زرخرید ہے مجھے لازم نہیں کہ اپنے محسن کے ساتھ ایسا سلوک کروں اور یہ بدی پیش آؤں اس
لونڈی بدذات سے نہایت جھنجھلا کے کہا کہ اے بیباک بیحیا سُن پھر ایسی بات واہیات اور بیہودہ گفتگو نہ کرنا
جلد یہاں سے دور ہو جا وہ لونڈی شتاہ شاہزادۂ عالم کو غیظ و غضب میں دیکھکر نہایت خائف و ترسان ہو کے وہاں
سے ہٹ آئی اور اپنے جی میں کچھ سوچی کہ اس شخص نے جب یوں سخت اور درشت کلمے میرے منھ پر کہے اور مجھے
یوں ذلیل کرکے جھڑک دیا تو عجب نہیں کہ میرا اجوانمرد قصاب سے کہدے اور جو جوانمرد قصاب یہ حال سُن
پاوے گا تو مجھے جیتا نہ چھوڑے گا مارتے مارتے مار ہی ڈالے گا اس سے بہتر یہ ہے کہ میں آپ ہی پہلے اس شخص کے
قتل کی تدبیر کر ڈالوں اور یہ کھٹکا ہے جو اپنے دل کا مٹا دوں غرض وہ لونڈی روسیاہ علیہ اللعن و العذاب پیش خود یہ
فکر کرکے صبح کے وقت چادر سے لپیٹ گھر سے نکلی اور چار سوق بازار میں کوتوالی چبوترے کے نیچے آ کے دیکھا کہ ازرق
شب گرد حرامی کوتوالی چبوترے پر بیٹھا اشتہار دے رہا ہے اور کہتا ہے کہ جو کوئی نوکر اور غیر نوکر ادنی و اعلی زن و مرد
سراغ بدیع الزمان کا لگا کے مجھے اطلاع کرے میں اُسے قہرمان عجمی بادشاہ کے پاس لیجا کے خلع بجاعت کرواؤں
اور جو کچھ کہ وہ مانگے میں اُسے دلوا دوں اُس لونڈی نے جو سُنا تو چند قدم بڑھکے ازرق شب گرد حرامی کو
سلام کیا اور کہا کہ اے ازرق میں از راہ دولت خواہی اور خیراندیشی تیرے ایک عجب مزا کی خوش خبری
لائی ہوں لیکن بشرط اسکے کہ تو مجھے اپنے عقد میں لاوے اور اپنی بی بی بناوے مجھے اپنے گھر بٹھلاوے ازرق حرامی
یہ مژدہ جانبخش اور مسرت فرحت فزا اُسکی زبانی سُنکے کہنے لگا کہ مجھے بجان و دل قبول اور منظور ہے اور قسم
ہے مجکو اُس خداوند تعالی کی کہ جبتک میں جیتا رہونگا یہ احسان تیرا کبھی نہ بھولونگا لونڈی نے کہا میں لونڈی ہوں
جوانمرد قصاب کی اور جس شخص کی تم تلاش میں آج کئی دن سے بیخور و خواب باصد تب و تاب ہو وہ بدیع الزمان
اور ملکہ یاقوت ملک قہرمان عجمی کی بیٹی اور چالیس خواصیں ملکہ کی اور مرجان تیز رفتار عیار یہ سب اُسی
جوانمرد قصاب علاقہ بند کی حویلی میں چھپے ہوئے بیٹھے ہیں اور عیش کرتے ہیں اور تمھاری ماں کو بھی اُسی
جوانمرد قصاب نے ذبح کرکے اپنے مکان کے صحن میں گاڑ دیا ہے ازرق شب گرد حرامی کوتوال نے جو
یہ حال سُنا تو وہ اُسی وقت اُٹھ کھڑا ہوا اور بارہ سو پیادے اور بارہ سو سوار اور کچھ عیار چیرہ دستی ہرکارے
نظرباز تیغ و درسنگ لیے اپنے ہمراہ لیکے اُسی جوانمرد قصاب کے مکان کی جانب چلا تو حسب اتفاق
مرجان تیز رفتار عیار بہ ہیئت عیاری ایک پیادے کی صورت بنائے اُس ازرق حرامی کوتوال کے
پاس کھڑا تھا اور وہ سب باتیں اس لونڈی کی سُن رہا تھا اور ازرق حرامی کوتوال کو دوڑے ہوئے
جوانمرد قصاب کے مکان کی طرف جاتے ہوئے دیکھا تو مرجان تیز رفتار عیار وہاں سے قبل پہونچنے

اُس کوتوال کے بیکس نگاہ دیر جرئت اسمین شاہزادہ بدیع الزمان نامدار کے پاس آیا اور ابھی کچھ کہنے سننے بھی نہین
پایا تھا کہ جوانمرد قصاب بھی دُکان پر سے اُٹھکے گھر مین آیا اور جوانمرد قصاب نے شاہزادہ بدیع الزمان
نامدار کو کچھ افسردہ خاطر دیکھکر پوچھا کہ نصیب اعدا اسوقت باعث ملال و افسردہ خاطر ہونے کا حضور اقدس سے
کیا ہی شاہزادہ عالم نے ساری گفتگو اُس لونڈی کی اور در جواب اُسکے اپنی طرف سے جھڑکی دینے کا بیان کیا
جوانمرد قصاب نے کہا کہ حضور نے اُس حرامزادی چھوکری کو بسزاے اعمال کیون نہ پہونچایا جہنم واصل کیا ہوتا یہ
کہکے ڈھونڈھا کہ وہ چھوکری کہان ہی تو معلوم ہوا کہ وہ آج صبح سے چادر اوڑھکے جو بازار کی طرف گئی ہی تو ابتک
نہین آئی اسمین مرجان تیز رفتار نے از ابتدا تا انتہا مفصلاً اور مشرحاً بیان کیا جوانمرد قصاب یہ سانحہ تازہ
سُنکے بہت متفکر اور سراسیمہ ہوکر اپنی آنکھون مین آنسو بھر لایا مصرع غم را کہ نشان داد و بلا را کہ خبر کرد مرجان
تیز رفتار نے کہا کہ ای جوانمرد کوئی مقام اندیشے کا نہین مگر ایک کام کر کہ ایک بھینسا جھٹ پٹ ذبح کرکے جہان
ارزق کی ماں مدفون ہی ارزق کی ماں کو نکال کے گاڑدے ارزق کی ماں کی لاش کو مین لیجاکے کہین دریا
مین بہائے آتا ہون اور یہ کہکے شاہزادہ بدیع الزمان کی طرف دست بستہ ہوکے عرض کی کہ شہریار خاصے
مین دہی دیر ہی تھوڑے سے دانے ولایتی انار کے حاضر ہین انکو حضور نوش کرلین پھر واللہ اعلم بالصواب کیا
اُفتاد پڑے شاہزادہ عالم نے کہا اچھا لاؤ مرجان تیز رفتار نے تھوڑے سے دانے ولایتی انار کے بیہوشی آغشتہ
شاہزادہ عالم کو کھلادیے کہ ساتھ کھانے کے شاہزادہ بدیع الزمان بیہوش ہوگیا اور اُسنے جوانمرد قصاب
سے کہا کہ یون تو شاہزادہ عالم تہ خانے مین تشریف رکھتے ہین مگر اسوقت ارزق شب گرد حرامی کوتوال کے
دوڑ لے کے آنے کا حال سُنکے کبھی روپوش نہوتے بلا شک و شبہہ نوبت رزم و پیکار کی ہوتی لہذا اب تم تو شاہزادہ
عالم کو تہ خانے مین لیجاکے پلنگ پر لٹا دو وہ تہ خانہ بجز تیرے کسی کو معلوم نہوگا ارزق حرامزادہ خانہ تلاشی
لے کے اپنا سر پٹک کے چلا جائے گا مین ارزق کی ماں کی لاش لیے جاتا ہون جوانمرد قصاب نے جھٹ پٹ
ارزق کی ماں کو گڑھے مین سے کھود کر نکال کے مرجان تیز رفتار کے حوالے کیا اور ایک بھینسا ذبح کرکے وہان
گاڑ دیا اور شاہزادہ عالم کو اُسی حالت بیہوشی مین لیجاکے تہ خانے مین پلنگ پر لٹاکے باہر نکل آیا اسی
وقت مین ارزق شب گرد حرامی دوڑ لے کے جوانمرد قصاب کی دُکان کے قریب پہونچا اور جوانمرد
قصاب کو دیکھکے پکارا شاباش او بد ذات تیری کہی یہ اصل اور حقیقت تھی کہ تو نے بدیع الزمان ایسے قیدی
دشمن خدا اور تمہیدہ ہزار ملک باختر لقا اور مغضوب بارگاہ پیغمبر مرسل گنجاب بن گنجور ملک حرمان دیوکش کو
اور ایسے مجرم و خونی نادیدہ خدا کے پرستار کو اپنے گھر مین چھپا رکھا ہی اور آج تک سرکار مین آکے اظہار
نہین کیا بس دُکان پر تو آکے ناحق بیٹھا ہی سلطنت قہرمان عجمی کی چھین لے اور بادشاہ بن کے
حکمرانی کیون نہین کرتا جوانمرد قصاب نے جواب دیا کہ ای کوتوال صاحب تم کو خداوند لقا نے بزرگی
دی شہنشاہ قہرمان عجمی نے تمہین عادل اور منصف جان کے کوتوال شہر کیا ہی تم کو شایان نہین کہ ایسے
کلمے اور کلام دروغ بے فروغ اپنی زبان پر لاؤ ارزق شب گرد حرامی جواب باصواب جوانمرد
قصاب کا سُنکے اور زیادہ تر آزردہ ہوا اور شدت غیظ سے دوڑکر ایک طمانچا جوانمرد
قصاب کے گلے پر مارا کہ تمام خون منہ مین اُس مومن پاک جوانمرد قصاب کے بھر آیا مگر چونکہ
جوانمرد قصاب کی بڑی عزت اور توقیر اس شہر مین ہی اور جتنے امیر وزیر و رسالے ملک عجم مین

سب جوانمرد قصاب کی آبرو کرتے ہیں اور ظاہر ہے قہرمان عجمی سے اور جوانمرد قصاب سے بدرجہ نہایت تپاک
اور بڑی دوستی اور ملاقات ہے قہرمان عجمی بادشاہ ہر سال میں دو تین دو شالے رومال بجو مہربانی کے جوانمرد
قصاب کو بھیج دیتا ہے چار طرف سے جتنے تماشائی چوک کے تھے سب ہاں ہاں کرکے کود پڑے اور بلوہ کرکے دوڑ پڑے
ارزق شب گرد حرامی سے گفتگو ثبوت جرم کی کرنے لگے اور علاوہ اسکے ارزق شب گرد حرامی بھی زیادہ
حوصلہ آزار و ایذا رسانی کا نہ کرسکا فقط جوانمرد قصاب کو گھیرے ہوئے اپنے ہمراہ لیے قہرمان عجمی کی بارگاہ
میں آیا قہرمان عجمی نے ارزق شب گرد حرامی سے پوچھا کہ ہم نے تو تجھے ممانعت کردی تھی کہ خبردار اور زنہار
ہو چہ اب کبھی جوانمرد قصاب سے تعرض نہ کرنا یہ کیا باعث کہ تو اسے گرفتار کرلایا ہے مجھ تو اپنے اسیر جرم ثبوت
کیا بدیع الزمان اور ملکہ یاقوت ملک کا سراغ اسکے گھر میں مجھے ملا ہے بیان کر ارزق شب گرد حرامی نے
عرض کی کہ اے شہریار بدیع الزمان اور ملکہ عالم اور چالیسوں خواہیں اور برجان تیز رفتار عیار سب کو اسنے
اپنے گھر میں چھپاکے ٹھہرا رکھا ہے قہرمان عجمی نے کہا کہ تو تو خانہ تلاشی اسکی روز اول لے آیا ہے پھر کس دلیل
سے تو کہتا ہے کہ بدیع الزمان اور ملکہ سب اسی کے گھر میں چھپے ہیں ارزق شب گرد حرامی نے
عرض کیا کہ اسکی لونڈی نے مجھ سے آکے سارا حال کہا ہے جوانمرد قصاب نے کہا کہ اے شہریار اشعار

اے عدالت گستر و عالم پناہ و داد گستر
بسکہ شہرہ معدلت کا تیری پہونچا جابجا
نام لیتا جس شہر میں شحنہ و حکایت کا نہ کوئی

اس زمانہ میں کہ دن تیری عدالت کی نہ تھا
تا زبانہ ہو نسیم صبح کو موج سموم
دست خوباں میں نہ ہو شوخ سے خون حنا

شمع کا شعلہ پتنگے کو جلا سکتا نہیں
غنچہ تصویر کا گر ہوسے پیدا ہیں قفا

وہ لونڈی غلام کی بڑی علامہ اور
فاحشہ ہے اسکو یہ آرزو تھی کہ مجھے اپنی جورو بنالے سو غلام کو منظور نہ ہوا اس بات سے وہ مجھ سے جلی ہوئی ہے اور اسنے
یہ افترا اور تہمت مجھ پر کی ہے سرکار میں اظہار کیا کہ بدیع الزمان اسکے گھر میں ہے غلام بدیع الزمان کے نام سے بھی
واقف نہیں ارزق شب گرد حرامی نے کہا کہ شہریار اس جوانمرد قصاب نے ان سب کو کہیں چھپا دیا ہوگا
اب غلام پھر جاکے اسکی خانہ تلاشی لے اگر بدیع الزمان اسکے گھر میں نہ نکلے تو جو سزا چاہیے مجھے دیجئے گا قہرمان عجمی
نے کہا کہ آخر تجھے سوا اس لونڈی کے کہنے کے کہ وہ اس سے باغی ہے اور دشمن ہوگئی تھی پھر مصرع ع باطل است
آنچہ مدعی گوید اس مانند دیں چھوکری کی بات کا کیا اعتبار اور کسی سے تحقیق اور تصدیق کرکے کہا کہ اسکے گھر میں
بدیع الزمان ہے جو تو پھر اسکی درست کرنے کو تلاشی لینے کہتا ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ تجھے اس لونڈی
کی خاطر سے کچھ اسکے ساتھ عداوت پڑ گئی ہے ارزق شب گرد حرامی نے اپنا منہ دونوں ہاتھوں سے
پیٹ کر کہا کہ شہریار میں خانہ تلاشی اسواسطے لیتا ہوں کہ میری ماں نے اسکے گھر میں جاکے بدیع الزمان
اور ملکہ یاقوت ملک وغیرہ کو چھپے دیکھا اور جان عیار طنبورا بجا رہا تھا اور میری ماں دیکھکے میرے پاس
خبر پہونچانے کو آتی تھی اس وقت سے شاید یہ جانتا تھا اسنے میری ماں کو پہچان کے اپنے گھر میں ذبح کر ڈالا
اور صحن میں گاڑ دیا ہے اے شہریار تو عادل اور منصف ہے چشم عدالت دیکھا او اسے اور از راہ نصفت اور فراست
کے فرمائیے کہ چور خونی کوئی بھی بے سیاست اجبال جرم کا کرتا ہے اگر میری ماں کی لاش اسکے مکان کے صحن میں
گڑی ہوئی نکلے تو غلام کی بات سچ ہے یا نہیں ہے اور پھر تو ضرور بدیع الزمان اور ملکہ کے مقدمہ میں کیا فرمائیے
قہرمان عجمی نے کہا کہ لاخلف ولاریب اگر تیری ماں کی لاش اسکے گھر میں گڑی نکلے تو بدیع الزمان اور
ملکہ یاقوت ملک بھی اسی کے گھر میں ہیں اگر گھر میں نہ ہونگے تو اور کہیں اسنے چھپا کے ٹھہرا رکھا ہوگا

جوانمرد قصاب نے دست ادب باندھ کے عرض کیا کہ اے شہریار یہی نمک حلال غلام کے اور اسکے درمیان میں ہو
کہ پیشگاہ معدلت دستگاہ خاقانی سے ایک امین بھی اسکے ساتھ مقرر ہو کے غلام کی خانہ تلاشی لے اور جہاں اسکا
جی چاہے زمین کو کھدوا کے دیکھے اگر اسکی ماں کی لاش کہیں مدفون ہو تو غلام مجرم اور گنہگار ہے حضور یقین جانیں
کہ غلام کے گھر میں شاہزادہ بدیع الزمان اور ملکہ وغیرہ بھی مخفی ہونگے اور اگر اسکی ماں کی لاش نہ نکلی تو اسکے
لیے کیا سزا تجویز کیجاے قہرمان عجمی نے کہا کہ اے ازرق تجھ سے نقل تو نے بیان کی تھی کہ تیری ماں کو جوانمرد قصاب
نے مار کے اپنے گھر میں گاڑ دیا ہے ازرق شب گرد حرامی نے کہا اسکی لونڈی قسم کھاتی ہے جوانمرد قصاب
نے کہا واہ واہ یہ تو خوب بات ہوئی وہ چھوکری تو میری تشنہ خون ہے اصل حقیقت اسکی یہ ہے کہ میں نے تجھ
نذر مانی تھی سو ایک بھینسا ذبح کر کے میں نے صحن مکان میں دفن کر دیا ہے اس فاحشہ نے یہ جوڑ جھیر باندھا اے شہریار
بہتر و صلاح دولت اور مقتضاے عدالت اب یہی ہے کہ کوتوال صاحب اب پھر چل کے میرے گھر کی خانہ تلاشی
لیں قہرمان عجمی ناچار بخیال اتمام اندیشہ کہ مقدمہ نازک جنس کے گم ہونے کا ہے اور بدیع الزمان ایسے قیدی
مجرم دشمن خداوند لقا کا ہے سواے اسکے اگر بدیع الزمان کو میں اپنا قابو گرفتار کر کے بحضور خداوند لقا
خداے سجدہ ہزار ملک باختر کے لیجاؤنگا تو وہ پیغمبری کا ملے گا شاید جوانمرد قصاب نے اپنے گھر میں بدیع الزمان
اور ملکہ کو نہ رکھا ہو اور کہیں یار آشنا کے گھر میں جا کے چھپا دیا ہو اور ازرق شب گرد حرامی کو نہ ہا
صادق القول ادھیا ہو تو پھر سواے ندامت اور کف افسوس ملنے کے اور کچھ ہاتھ نہ آئیگا فرض یہ سوچ کے
قہرمان عجمی نے کہا اچھا کیا مضائقہ ایک امین ہمارے کسی ہمراہ بارگاہ نشین کو ساتھ لیجا کے جوانمرد قصاب
کے گھر کے سب مکان اور حجرے تہ خانے اور بالاخانے دیکھیو اور جوانمرد قصاب کو حکم دیا کہ تا تحقیقات کیا تیری
حوالات میں رہے چنانچہ حسب الحکم قہرمان عجمی کے ایک امین ہمراہ ازرق شب گرد حرامی کے ہوا اور ازرق
شب گرد حرامی اسکو ہمراہ لیے پانچ سات ہزار پیادے ہرکارے اور چپراسی اور نفر بار اور ترپیے اور
نرسنگا بجانے والے اور بیلدار بہت سے ہمراہ لے اس لونڈی کو ہمراہ لے کر جوانمرد قصاب کے مکان پر گیا اور
جوانمرد قصاب کے زنانے مکان میں گھس کے بعد خانہ تلاشی کے اس لونڈی سے پوچھا کہ ٹھیک ٹھیک وہ
جگہ بتلا دے جہاں جوانمرد قصاب نے میری ماں کو ذبح کر کے دفن کر دیا ہے اس لونڈی نے کہا کہ یہاں
مدفون ہے ازرق شب گرد حرامی نے بیلداروں سے وہاں کی زمین کھدوائی تو دیکھا کہ کوئی عورت تو نہیں ہے
ہاں ایک بھینسا ذبح کیا ہوا وہاں گڑا ہے وہ امین اور ازرق شب گرد حرامی اور تمام پیادے اور نفر باز
وغیرہ جو لوگ تھے سب کے سب کیسے ذلیل اور خفیف ہو کر محو حیرت بنکے کی صورت تھے اور لعن طعن برملا ازرق شب گرد
حرامی پر کرتے تھے مگر ازرق شب گرد حرامی کو یقین کلی تھا کہ شاہزادہ بدیع الزمان لاشک ولاریب
جوانمرد قصاب کے گھر میں ہے اور اگر اسنے اپنے گھر میں نہیں رکھا ہے تو کہیں اور کسی آشنا دوست یا یگانے
خویش و اقارب کے گھر میں لے جا کے چھپا یا ہو چار و ناچار وہاں سے پھرا وقت مراجعت اثناے راہ میں وہ دونوں بیٹے
جوانمرد قصاب کے مکتب میں اپنے معلم کے پاس جو پڑھنے جاتے تھے وہاں سے رخصت لے کے روٹی کھانے
کو اپنے گھر کو آتے تھے پیادوں نے جو دیکھا تو پہچانا کہ جوانمرد قصاب کے یہ دونوں بیٹے ہیں کہ بیجرم و خطا
ان دونوں بیچارے معصوم بچوں کو پکڑ لیا اور رسیاں دونوں کی زور سے جکڑ کے اور طمانچے مارتے ہوے کشاں
کشاں ازرق شب گرد حرامی کے پاس لائے اور وہ دونوں بچے تھر تھر کانپتے روتے تھے اور ... تھے

ننھے دونوں ہاتھ باندھے کہتے تھے کہ ہم تو مولوی صاحب کے پاس پڑھنے کو گئے تھے ہم نے تمہاری کیا تقصیر کی ہے تم
اب ہمیں نہ مارو ہمارے بابا جان کے پاس ہم کو پہونچا دو ہم تو کھانا کھانے کو جاتے تھے ہم نے کوئی شوخی کوئی قصور
کسی کا نہیں کیا مگر وہ سنگ دل کفار بیاد سے نابکار مطلق ترس اور رحم اُنپر نہیں کرتے تھے ارزق نے اُن
دونوں کو دیکھکر کہا کہ انکو میرے ساتھ لیے ہوئے قہرمان عجمی کی بارگاہ میں لے چلو غرض یہ کہ ارزق حرامی
اُن دونوں لڑکوں کو لیے ہوئے قہرمان عجمی کی بارگاہ میں آیا اور قہرمان عجمی سے عرض کیا کہ ای شہریار
جوانمرد قصاب نے بدیع الزمان اور ملکہ عالم کو اپنے مکان میں نہیں رکھا قہر سلطانی سے خائف و ترسان
ہو کر شاید کہیں اور لیجا کے چھپا رکھا ہے قرابت شوم یہ جوانمرد قصاب بڑا [illegible] فولاد کا کلیجا سخت
جان ہے یہ بدون تعزیر کسی طرح سے اقبال نہیں کریگا اگر خانہ زاد کی عرض مقبول ہو تو حضور ملاحظہ فرمائیں کہ
اسی وقت حضور کے سامنے یہ ابھی اپنے منہ سے قبول دیتا ہے اور بتلائے دیتا ہے کہ میں نے فلانی جگہ پر بدیع الزمان
اور ملکہ عالم کو چھپا کے بٹھلا دیا ہے قہرمان عجمی نے بخیال اسکے کہ میری بیٹی گم ہو گئی ہے اگر اسکا تدارک نہیں کرتا ہوں
یہ کوتوال شہر کا ہے اگر اسکا کہنا نہیں مانتا تو بہت بڑی رسوائی اور ذلت کا سامنا ہے بقول شخصے کہ ہم مشکل دگر
نہ گویم مشکل ۔ آخر یہ خیال کرکے چار و ناچار مجبور ہو کے حکم دیا کہ تو مختار ہے جس طرح سے چاہے تحقیق کر بس اتنا
قہرمان عجمی کا کہنا تھا کہ ارزق شب گرد حرامی نے جھٹ پٹ جوانمرد قصاب کو اُسی بارگاہ میں قہرمان عجمی
کے سامنے ایک ستون سے باندھکر کھڑا کر دیا اور کوڑے پکڑ کے اس درجہ کوڑے جوانمرد قصاب کو مارے کہ
تمام جسم اُس مومن کا پاش پاش ہو گیا اور چھینٹیں خون کی ہر تازیانے کے ساتھ اُڑتی تھیں اور تڑپ تڑپ کے
بیہوش ہو ہو جاتا تھا اور غش پر غش آتا تھا مگر کیا امکان کہ کوئی کلمہ جوانمرد قصاب نے اپنے منہ سے نکالا ہو
بجز صبر و شکر کے اور یا یہ کہیں کہیں بے ساختہ کہتا تھا کہ ای شہنشاہ عادل قہرمان عجمی اور ای ارزق
شب گرد حرامی اگر آپ ایک ایک بوٹی میرے بدن کی کاٹیں اور زخموں پر نمک مرچ چھڑکیں اور
اور جس عذاب سے چاہیں مجھے قتل کریں الا میں نہیں جانتا کہ شاہزادہ بدیع الزمان اور ملکہ یاقوت ملک
کہاں ہیں القصہ جب ارزق شب گرد حرامی کا مارتے مارتے ہاتھ شل ہو گیا اور اس نے دیکھا کہ
جوانمرد قصاب کسی صورت سے اقبال نہیں کرتا تب اُس ولد الزنا نطفۂ شیطان ارزق شب گرد
حرامی علیہ اللعن نے اُن دونوں معصوم بچوں کو جوانمرد قصاب کے سامنے لاکے کہا کہ جوانمرد قصاب
ابھی کچھ نہیں گیا ہے اب بھی تو بتلا دے ورنہ دیکھ میں تیرے ان دونوں بیٹوں کو کیسے عذاب الیم کے
شکنجہ میں رکھکے مارے ڈالتا ہوں علاوہ اسکے ادھر ان دونوں معصوم بچوں کو جو دیکھا تو بھولی بھولی صورتیں
دونوں کی زلفوں میں کنگھی کی ہوئی خوشبودار تیل پڑا ہوا مگر خاک میں ملی ہوئی اور ایک ایک لال اچکن میں ستھرا ہوا
اور ٹوپیں بھی ہوئیں طمانچوں سے دونوں کے نازک نازک گال لال لال اور ہونٹ سوجے پھٹ پھٹ گئے ہیں
منہ سے لہو بہتا ہے تمام جسم نازک پر چھڑیوں اور لکڑیوں کی تمام برتیں پڑی ہوئیں زخموں سے خون جاری
گلابی تنزیب کا شبنم کے کرتے پرزے پرزے دھجیاں اُڑے ہوئے پہنے تھے پانوں کیچڑ میں بھرے
تلووں میں شیشے چینی کے ٹکڑے چبھے ہوئے سسکتے بلبلاتے توبہ کرتے چلے جاتے تھے جو دونوں نے اپنے باپ
جوانمرد قصاب کو دیکھکر اپنا باپ اور حامی سمجھکر بلبلا کے رو رو کے کہنے لگے بابا جان آپ کے
سر اقدس کی قسم کھا کے کہتے ہیں کہ ہم نے کوئی قصور نہیں کیا بے گناہ بے قصور ہم کو پکڑ لائے ہیں

ہم تو مولوی صاحب کے پاس سبق پڑھنے کو گئے تھے سو کتب سے سبق پڑھ کے روٹی کھانے کو جاتے تھے
کسی سے ہم نے کچھ کہا نہ گالی دی نہ کسی لڑکے سے ہم لڑے ہیں بابا جان یہ ہم کو مارے ڈالتے ہیں خدا کے واسطے
بچا تو جوانمرد قصاب نے اپنے دونوں لخت جان و جگر قرۃ العین نور بصر کو جو اس طرح تڑپتے اور روتے اور
بے جرم و خطا اس عذاب الیم میں مبتلائے بلا دیکھا تو نزدیک تھا کہ ستون سے اپنا سر دے مارے لیکن خود بچا
ضبط کر کے کہا کہ اے فرزندو راضی برضا رہو میں تمہاری قسمت کا شریک نہیں اور ادھر ازرق شب گرد
حرامی اور دو چار رجالے زور زور سے انکو مارتے پہلے بڑے بیٹے کو جوانمرد قصاب کے ہاں کھینچتا شکنجے کے
پاس لایا اور جوانمرد قصاب کو دکھلا کے کہا کہ او قصاب سنیچ اب بھی بتلا دے کہ بدیع الزمان کہاں ہے
ورنہ دیکھ کہ تیرے بیٹے کو میں شکنجے میں کھینچتا ہوں جوانمرد نے اپنا کلیجہ فولاد کا بنا کے جواب دیا کہ اے
ازرق شب گرد حرامی اتنے کوڑے مجھے مارے ہیں کچھ پتھر کا یا فولاد کا جسم نہیں رکھتا تھا جو مجھے ایذا اور
درد دشوار ہو گا مگر یہ مقدمہ اولاد کا بہت نازک ہوتا ہے اپنی تمام عمر میں نے پھول کی چھڑی نہیں ماری سو تو نے
یہ حال ان دونوں کا کیا ہے اور شکنجے میں کھینچتا ہے اور میرے لخت جگر و پارۂ جان تلملاتے اور بلکتے روتے ہیں یہ صدمہ
میری روح پر ہو گا یا نہ ہو گا اگر بدیع الزمان کو میں نے اپنے گھر میں چھپا رکھا ہوتا یا میری دانست میں اور کہیں
ہوتا تو کیونکر نہ بتلا دیتا بیشک میں بدیع الزمان نہیں ہوں نہ مجھے معلوم کہ بدیع الزمان کون شخص ہے یوں از راہ
ظلم جو تیرے جی میں آئے وہ میرے ساتھ کرے مگر انصاف شرط ہے اگر تقصیر وار اور گنہگار اور مجرم اور عاصی اور
خطاوار تیرا ہوں تو میں ہوں جو تو رنج مجھے دینا منظور ہو یا قتل میرا اگر تجھے فرض ہو تو مجھے تعذیر دے مجھے قتل کر
ان بیچاروں بے جرم و خطا معصوم مظلوم بچوں نے تیرا کیا نقصان اور تقصیر کی ہے انکے حال پر رحم کر ترس کھا اپنے
خدا کو مان واسطے اپنے دین و ایمان کے ان دونوں کے خون ناحق سے درگزر ازرق حرامی علیہ اللعن نے سنتے
کچھ مطلق درد و زیادہ جوانمرد قصاب کی بیکسی اور بڑے بیٹے کو جوانمرد کے شکنجے کے برابر بٹھلا کے جاتا کہ
شکنجے میں رہے ایک مرتبہ چھوٹا بھائی اسکا تڑپ تڑپ کے پکارتا ہے کہا کہ کے تلملا تلملا کے اپنے ننھے ننھے دونوں
ہاتھ باندھ کے رو رو کے واسطے لقا اور کتاب کے دلوا کے کہتا تھا کہ کوتوال صاحب صدقہ اپنا کر کے میرے
بھائی کو نہ مارو چھوڑ دو واسطے میرے بدلے مجھ کو شکنجے میں لیجا کے کھینچو اور مار ڈالو کبھی جوانمرد کی طرف بلبلا رو رو
کے رو رو کے پکار پکار کے کہتا تھا کہ بابا جان جلد دوڑو دیکھو میرے بڑے بھائی کو یہ سپاہی مل کے بے گناہ
مارے ڈالتے ہیں کبھی چیختے چیختے روتے روتے غش کھا کے گر پڑتا تھا اور جب ہوش کے حالت بیکسی اور یاس میں
کہتا تھا کہ ہائے ہائے میری اماں جان آج اگر جیتی ہوتیں تو ہم دونوں پر یہ ظلم نہ ہونے پاتا وہ ہم کو آکے بچا لیتیں
کبھی بدحواس ہو کے اس ناخدا ترس علیہ اللعن لونڈی کا نام لیکے پکارتا کہ ہائے انا تو بھی کہیں چلی گئی ارے دوڑ
میرے بھائی کو سب بے قصور مارتے ہیں اور شکنجے میں کھینچے لیے جاتے ہیں ادھر بڑا بھائی اسکا ہر چند
ہاتھ پاؤں اپنے دے دے مارتا تھا واویلا اور زیادہ کرتا تھا توبہ توبہ پکارتا تھا اور رو رو کے کہتا تھا اب
تقصیر ہوئی اب مجھے نہ مارو میری زلفوں کے بال نہ کھینچو بابا جان دہائی ہے یہ سب مل کے مجھے مارے ڈالتے ہیں
کبھی ناامید ہو کے آسمان کی طرف دیکھتا اور چیخیں مار مار کے روتا یہ کہتا ہوا کہ ہائے میری اماں جان بھی اس وقت
نہیں ہیں جو مجھے بچا لیں اب میں کس سے کہوں مگر توبہ استغفار اس ولد الزنا ازرق حرامی علیہ اللعن والعذاب
نے مطلق کچھ اسکی درد و زیادہ بیکسی سے ملتجی ہونے کا خیال نہ کیا اور جھٹ پٹ اسکے تئیں شکنجے میں دبا دیا

اور دوسرے اُسکی گھونٹی کو ہر کرکے جرخ دیا تو بیچارہ بے گناہ مسلمان اُس مسکین بے بس معصوم مظلوم کی قوت کے چور چور ہو گئے اور دونوں اُسکی
آنکھیں نکل پڑیں چنانچہ روح اقدس عنصری سے پرواز کرکے سیاح گلزار جنان ہو گیا لاش اُس بچے معصوم کی پھڑک پھڑک کر رہ گئی
ارزق شب گرد حرامی نے لاش اُس لڑکے کی شکنجہ میں سے نکال کے علیحدہ ڈال دی اور دوسرے بیٹے کو جوانمرد کے
زلفیں پکڑ کے لے چلا اور با آواز بلند کہنے لگا کہ ای جوانمرد اب بھی بتلا دے کہ بدیع الزمان کو تو نے کہاں لیجا کے
چھپایا ہی ورنہ دیکھ لے کہ میں اس تیرے دوسرے بیٹے کو بھی مارے ڈالتا ہوں جوانمرد کلتے کی صورت مجسم حیرت نقش
بر دیوار خود فراموش خاموش کھڑا دریا دریا اشک چشم خونفشان سے بہا کے اپنے دل میں کہتا تھا کہ ای جوانمرد کل نفس
ذائقۃ الموت قطعہ رہ و رسم دنیا تغیر ادا ہی ✦ فنا میں بقا ہی بقا میں فنا ہی ✦ یہ جاہ و حشم عارضی ہی جو اب ... ...
انکو تب پھر فدا ہی فدا ہی ✦ حق یہ ہی کہ انجام کار آخر ایک دن اللہ باقی و من کل فانی ہونا بر حق ہی پھر اس چند روزہ حیات
مستعار اور زندگی ناپائدار کی توقع پر میں جو اپنے ایمان اور وضع میں فرق لاؤں تو کیا ہو مصرعہ منہ خلق کو کیا دکھاؤں
گا مصرعہ لاکھ میری جانیں اور کروڑ ایسے ایسے فرزند لخت جگر و پارہ ہائے دل نام پر شاہزادہ بدیع الزمان عالیجاہ عالیشان
نامدار کے صدقے اور قربان ہو جائیں تب بھی کل زبان میں میری بدنیتی کا شائبہ اور تہمت بے وفائی ... جو میری
زبان سے افشاے راز ہو جاوے حاشا یہ مجھ سے کبھی نہو گا کہ میں اپنی اولاد کے بچانے کی امید میں کہہ دونگا کہ شاہزادہ
بدیع الزمان میرے گھر میں مخفی ہیں اگر حیات اسکی ہی تو کروڑ ارزق چاہے گا کبھی نہیں مار سکتا اور جو تیرے
بھائی کیطرح اسکا بھی وعدہ پورا ہو چکا ہی تو میرے کہہ دینے ... ایمان کھونے اور کہہ دینے سے سوائے رسوائی کچھ
بھی فائدہ نہیں کس لیے کہ شاہزادہ بدیع الزمان نوادہ صاحبقران گل گلزار ابراہیمی ہی صاحب اقبال ہی شعر
وشمن اقبال میں ہرگز نہیں دشمن سے رنج ✦ مشتعل ہو آگ جبتک آب ہی اسکی غذا ✦ مالک ہر بسے اس کوچک باختر میں
آ کے اس رستم صولت شاہزادہ والا قدر نے بجان و دل کیسے کیسے کارنمایاں کیے اور کیسے کیسے لوہ بلاد ذات انکے
سامنے آ کے اور کار در دنیکار یعنی اعداے بیدین از راہ شقاوت عداوت قلبی اس سے رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ
حتی المقدور رہنے اسکو زندہ و سالم نہ چھوڑیں مگر تائید رب و عنایات ایزدی سے ہمیشہ وہ ہر آفت سے محفوظ رہا اگر
میرے اپنا دونوں جہان میں کا لا منہ کر کے کلمہ افشاے راز کا انکے اپنی زبان سے نکالا اور افضال با پیرا جناب باری سے
کہ ذات اسکی خالق جز و کل عدے و جل کی ہر شی پر قادر اور قدیر سمیع و بصیر ہی پھر شاہزادہ عالم ارزق حرامی اور
قہرمان مجیبی کی سے محفوظ رہا تو پھر اس وقت میں نہ دنیا کا رہا نہ دین کا اس سے بہتر یہی ہی کہ راضی برضا اور آمادہ قضا الٰہی
وقت آخر بھی یاد الٰہی میں مشغول رہوں اور یا تو مصرعہ اجل زندگی سے ہی اجل ✦ میرے واسطے دو بارہ بہتر ہی
کہ متحمل ایسے سانحوں کا میں ہو نہیں سکتا بس جوانمرد قصاب نے اس طرح سے اپنے دل کو متحمل کرکے جواب دیا
کہ او علیہ اللعن ارزق حرامی اگر بدیع الزمان سے حال سے مجھے واقفیت اور آگاہی ہوتی تو میں تیرے ہاتھ سے
اس درجے بے عزت نہوتا ایک بیٹے کو اپنے سامنے قتل ہونے دیتا اور بتا دیتا کہ بدیع الزمان فلاں جا پر ہی پھر
بار بار تو مجھ سے کیا پوچھتا ہی جس طرح سے او ظالم اظلم تو نے اُس معصوم بچے کو میرے بیگناہ اور بے قصور اُس شکنجہ میں
رکھ کے مار ڈالا ہی انکے حق میں بھی جو تجھ سے ہو سکے کوتاہی نکر جہاں تک ... زیادہ تو ظلم مجھ پر کیا کرے گا فردا ے قیامت
میں میرے فرزندوں کے خون ناحق کی باز پرس اور مواخذہ داور محشر اور عادل اکبر کے سامنے ہو رہے گا میں عاجز
اور مجبور رہوں اور سوائے صبر و شکر کے اور کچھ نہیں کر سکتا ارزق حرامی علیہ اللعن نے گفتگو پر جوانمرد قصاب
کی نہ خیال کیا اور نہ مطلق اُس دوسرے معصوم بچے کی داد و بیداد و فریاد و تضرع و زاری سنی اور اُسکو گھسیٹتا

بے ساختہ اُس والد الزمان نے دوسرے بیٹے کو بھی جوانمرد کے شکنجہ میں رکھ کے بدرجۂ شہادت پہونچایا اُسوقت لاشہ
بیٹے کا دیکھکر آنسو تو البتہ جوشِ پدری سے آنکھوں سے جوانمرد قصاب کی بہتے ہوے دامن پر ٹپکتے تھے اور
دل مسوستا تھا کلیجا ٹکڑے ہوا جاتا تھا مگر کیا امکان کہ زبان پر نام بدیع الزمان کا لاتے اور ہر دم یہی اپنے
جی میں کہتا تھا کہ الحمد للہ ہے مفاخرت کو نہیں میری کہ یہ میرے دونوں فرزند نام پر شاہزادہ بدیع الزمان کے
تصدق اور نثار ہو گئے۔ القصہ طول نا چند دیجیے جب ارزق شب گرد حرامی نے دونوں فرزندوں کو اُس مومن
کے یعنی جوانمرد قصاب کے شکنجہ میں رکھ کے مار ڈالا اور کچھ پتا اور سراغ بدیع الزمان کا نہ معلوم ہوا
اور جوانمرد قصاب نے شاہزادہ بدیع الزمان کو اپنے گھر میں رکھنے کا مطلق اقرار اور اقبال نہ کیا اُسوقت
قاہر یعنی قہرمان عجمی نے نہایت درہم برہم ہو کر ارزق حرامی کو گالیاں دیں اور حکم دیا کہ اس بدذات
ارزق حرامی کو روسیاہ کر کے تشہیر کر دو نگا جوانمرد قصاب نے عرض کی کہ اے قہرمان عجمی ارزق حرامی نے
بغض سے بے جرم و گناہ افترا اور تہمت کر کے میرے دونوں بیٹوں کو مار ڈالا ہے اگر شہنشاہ عالم غلام کو بعہدہ
کوتوالی اس شہر کے ناظر کریں اور خلعت سرفرازی کا مجھے سرکار سے عطا ہو کہ تمام شہر میں میرا حکم جاری ہو جاے
تو غلام ابھی بدیع الزمان اور ملکہ یاقوت ملک کو مع اُسکی خواصوں کے تلاش کر کے حاضر کر دے اور اگر بدیع الزمان
زمین میں بھی غائب ہوا ہوگا تو غلام اُسے جلکے ڈھونڈھ لاے گا قہرمان عجمی نے فرمایا کہ اچھا کیا مضائقہ
حسب الحکم قہرمان عجمی کے جوانمرد قصاب کی شکلیں کھلوا دیں اور داروغہ خلعت خانہ نے خلعت لا کے حاضر کیا قہرمان
عجمی نے جوانمرد کو خلع بخلعت کر کے حکم دیا کہ اب تو جا کے جہاں سراغ بدیع الزمان کا تجھے ملے مجھ سے اطلاع کر
جوانمرد قصاب قہرمان عجمی سے رخصت ہو کے اپنے گھر کو چلنے لگا اس عرصہ میں سامنے سے وہ لونڈی نظر آ گئی
جوانمرد کو خلع بخلعت دیکھ کے چاہتی تھی کہ خوف جان سے بھاگے جوانمرد نے اُسے اپنے پاس علیحدہ بلا کے کہا کہ او کمبخت
تو نے یہ کیا بیوقوفی کی ایسی نمک حرامی کوئی بھی اپنے مالک سے کرتا ہے مجھے تو خود منظور تھا کہ میں تجھے اپنے عقد میں لاؤنگا
مگر منتظر وقت کا تھا مگر جو تقدیر میں لکھا تھا وہ ظہور میں آیا اس میں تیری کیا خطا ہے اب تو ایک کام کر کہ میں جو قہرمان عجمی
پاس پھر پلٹتا ہوں تو یہ کہدینا کہ مجھے ارزق حرامی اغوا کر کے بہکا لایا تھا کہ میری عزت اور جان قہرمان عجمی بادشاہ
بدیع الزمان کے نہ ملنے سے نہیں چھوڑتا میں کہاں سراغ بدیع الزمان کا لگاؤں تو جوانمرد کے گھر کی قدیم چھوکری
ہے تو تیری بات بادشاہ کے سامنے چلیگی اگر کہدے کہ جوانمرد کے گھر میں بدیع الزمان اور ملکہ عالم ہیں تو ایک حیلہ
معقول میرے ہاتھ آ جائیگا اور مجھے دو چار روز کی مہلت مل جائیگی پھر جہاں کہیں سراغ اور پتا بدیع الزمان
کا مجھے مل جائیگا تو میں سمجھ لونگا اور تجھکو اپنی بی بی بنا کے گھر بار کا مالک و مختار کر دونگا اس فریب میں آ کے میں نے
اپنے مالک جوانمرد قصاب پر تہمت لی تھی لونڈی نے اپنے جی میں یہ سمجھ کے کہ اب جوانمرد قصاب اس شہر کا
کوتوال ہو گیا اور بادشاہ نے خلعت سرفرازی کا دیا ارزق حرامی نالائق بڑا بدنصیب و روسیاہ و بدلقا ہے قہر
میں گرفتار ہے جو مریگا ارزق کی ماں کو میں نے اپنی آنکھوں سے ذبح کرتے اور گاڑتے دیکھا اور خود ارزق حرامی
نے اسکو پھنسا رکھا یا میں بھی جھوٹی ہوئی اور ارزق حرامی بھی جھوٹا ہوا بھلا اب میں اگر جوانمرد کا کہنا
نہیں مانتی تو مجھے اپنی بی بی بھی نہ بنائے گا بلکہ اس جرم کے بدلے مجھے مروا ڈالے گا یا قید خانہ میں ڈلوا دیگا
پڑی پڑی سڑونگی بہتر ہے مجھے دلا کوں ہے اس سے یہی بہتر ہے جو بادشاہ کے سامنے کہدوں کہ میں نے اپنے
مالک پر تہمت لی تھی بدیع الزمان اُسکے گھر میں نہیں ہے غرض وہ لونڈی بھی جوانمرد قصاب کے ہمراہ

قہرمان عجمی بادشاہ شہر کی بارگاہ میں گئی اور دست بستہ اظہار کیا کہ اے شہریار میں نے ارزق شب گرد حرامی کوتوال
کے ورغلانے سے اپنے مالک جوانمرد قصاب پر محض جھوٹ تہمت لی تھی مجھ سے خطا ہوئی لونڈی امیدوار ہے
کہ از راہ عنایات خاقانی یہ قصور لونڈی کا معاف ہو جائے اور میرے مالک جوانمرد قصاب سے لونڈی کے
حق میں پر [illegible] ہو کہ یہ بھی لونڈی کا قصور معاف کرے قہرمان عجمی نے یہ حال زبانی اس لونڈی کے سنکے
ارزق شب گرد حرامی کوتوال کو خوب سی گالیاں اور ذلت دے کے جوانمرد قصاب کے حوالے کیا اور
اس لونڈی کو بھی جوانمرد کے سپرد کیا بارے جوانمرد قصاب نے اپنے گھر جاکے لونڈی کو جان سے مار ڈالا
اور اپنے دونوں بیٹوں کی لاش کو دفن کر کے اس تہ خانے کو کھولا اور شاہزادہ بدیع الزمان دلاور جست
کو نقلیہ رفع بیہوشی دیکر ہوش میں لایا اور عرض کی اے شہریار آج بہت آرام کیا اب حضور تہ خانے سے
برآمد ہوکے کچھ خاصہ تناول فرمائیں شاہزادہ عالم مع ملکہ یاقوت ملک اور تمام غلاموں کی خوشی تہ خانہ
سے باہر نکلے چھوکروں نے جوانمرد کی دستر خوان بچھاکے خاصہ چنا اور مرجان تیز رفتار ایک سمت کھڑا رومال
ہلا رہا تھا شاہزادہ عالم اور ملکہ یاقوت ملک اور سب خواصین دستر خوان پر بیٹھ کے خاصہ کھانے کی فکر
میں تھیں کہ یکایک شاہزادہ بدیع الزمان نے جوانمرد سے پوچھا آج ہم تمہارے دونوں بیٹوں کو نہیں
دیکھتے وہ کہاں ہیں بلاؤ جوانمرد صدمۂ دل کو چھپائے آنکھوں میں آنسو بھرے درد دل کو خوب سا ضبط کیے
بناوٹ کی ہنسی ہنس کے کشادہ پیشانی کہنے لگا کہ یا تو مکتب سے ابھی چھٹی پاکے نہ آئے ہونگے یا کہیں کھیلتے
پھرتے ہونگے شاہزادہ عالم نے فرمایا کہ میں نے کل سے انکو نہیں دیکھا صاحب ذرا کسی کو بھیجو انکو بلالے اسمیں
ایک اُنکی کھلائی کھڑی تھی وہ بیساختہ دھاڑیں مار مار کے رونے لگی شاہزادہ بدیع الزمان نے پوچھا خیر باشد
بدبخت تو کیوں روتی ہے اُسنے کہا شاہزادہ عالم دونوں صاحبزادے تو مارے گئے ارزق حرامی نے دونوں کو
پکڑ کے شکنجے میں کھینچا شاہزادہ عالی مقام نے یہ کلام اس کھلائی کا سنکے ہاتھ اپنا کھانے سے کھینچ لیا اور جوانمرد
قصاب کی طرف دیکھا جوانمرد سے بھی ضبط نہو سکا اور بے ساختہ آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے رومال سے
آنسو پونچھے سر جھکائے بیٹھا تھا شاہزادہ دلاور جست نے پھر کہا کہ اے جوانمرد عند اللہ اسوقت مجھے خفقان کی
وہ شدت ہے کہ عنقریب ہے اپنا گریبان چاک کرکے چیخیں مارنے لگوں ہاں تو کہہ آخر کیا ہے اور کیفیت کیا
کہاتب ناچار ہوکے جوانمرد نے ساری سرگذشت بیان کی اور عرض کی کہ اے شہریار یہ تمہارا [illegible] سعادت غلام
کی کہ دونوں خانہ زاد کیا اگر لاکھ ایسے ایسے بیٹے غلام کے حضور کے نام پر قربان ہوتے تب بھی غلام کے دل
میں ذرہ برابر رنج اور غم نہوتا شاہزادہ بدیع الزمان نے نہایت تاسف کرکے فرمایا کہ اے جوانمرد تو نے بہت برا
کیا کہ مجھے بیہوش کرکے تہ خانے میں سلادیا اور بے جرم وخطا ان بیچارے معصوم اپنے بچوں کو تو نے قتل کروا یا
خیر اب میں ان دونوں بچوں کے خون کا قصاص لونگا اور قہرمان عجمی کو مار ڈالونگا جوانمرد قصاب
یہ کلام شاہزادہ عالی مقام کا سنکے بہت پریشان ہوا اور حالت بیقراری و اضطراب میں باچشم پر آب دوڑ کر
شاہزادہ عالی جناب کے قدموں پر گر پڑا اور بہزار عجز و انکسار عرض کرنے لگا اے شہریار فرزند اللہ ایسی جسارت
نہ کیجیے گا قول شیخ سعدی شیرازی کا نہیں حضور نے سنا شعر نہ ہر جا مرکب توان تاختن + کہ جاہا سپر باید
انداختن + اول تو یہ ملک بیگانہ از مغرب تا مشرق کافرستان ہے کفار [illegible] ہیں دوم حضرت یکہ و تنہا
وتنہا یہاں آپ کا دوست نہ آشنا غریب الدیار غریب الوطن ہیں سوم یہ کہ ملکہ یاقوت ملک آپکے دامن دولت

سے بیٹھی ہوئی ہیں پاس صاحب عصمت پاکدامن جلوہ نشین تخت کا یاقوت بلقیسی اور یوسفی ہیں جو وے ذات وعدہ
لاشریک کے یا آپکے کون ہیں قہرمان عجمی اور قاہر بن قہرمان اور طاہر بن قہرمان اور زہیر بن قہرمان وغیرہ
بھائی اور باپ اور سب عزیز اور بیگانے اور خویش و اقارب ملکہ اور علی شاہ و دیگر تمام کفار اور ساکن اس شہر کے
تشنۂ خون اور دشمن جان و آبرو ہو گئے ہیں جس وقت کہ آپکو بیدست و پا کرکے آمادۂ زخم و پیکار ہوے تو جنگ
دو سر دارد و بیدہ اعلم بالصواب یہ فلک غدار اور زمانہ ناہنجار کیا بازی تازہ بروے کار لائے کس وقت زنانے ملکہ عالم
کو سوے جان کھونے کے اور کیا ہو پڑیگا اور گستاخی معاف ہو حضور فرماتے ہیں کہ وہ خون ناحق کسکی گردن پر ہوگا لہذا
غلام کی راے ناقص میں تو یہ سب سے اولیٰ تر ہی کہ حضور مع ملکہ یاقوت ملک اور انکی خواصون کے اور
مرجان تیز رفتار کو ہمراہ لیے سمت چار باغ ملک مرجان تشریف لے چلیں غلام بھی ہمراہ رکاب ظفر انتساب حاضر
ہی اگر اثناے راہ میں کوئی تعاقب کریگا اور مقابل ہوگا تو سمجھ لینگے مرجان تیز رفتار نے بھی کہا ای شہریار عالم
جوانمرد قصاب جو عرض کرتا ہی غلام کے نزدیک بھی یہی بہتر ہی اور مصلحت وقت ہی کہ اب جسطرح سے ہو آپ
یہاں سے نکل چلیں شاہزادۂ عالی شان نے فرمایا کہ ای جوانمرد دوراندیش بات کا مجھے خطرہ اور پس و پیش نہیں مگر ہان
ایک فقط ملکہ یاقوت ملک کی تنہائی اور بلقیسی اور یوسفی کا صدمہ ہی لہذا خیر جو تمہاری سب کی صلاح ہی سو مجھے
بھی منظور ہی لاؤ گھوڑے سواری تیار ہو جوانمرد قصاب نے ایک مرکب شاہزادۂ والا مناقب کا اور ایک
ملکہ یاقوت ملک کا اور چالیس گھوڑے خواصون کے اور ایک راہوار اپنی سواری کا جھٹ پٹ تیار کرکے عرض
کی بسم اللہ کیجیے حضور سوار ہوں چنانچہ بہ سرعت کے عمل میں وہ شہریار عالی مقدار یعنی شاہزادۂ بدیع الزمان
نامدار مع ملکہ اور تمام خواصون کے جوانمرد قصاب اور مرجان تیز رفتار کو ہمراہ لیے سوار ہوا اور بسم اللہ
کہکے جوانمرد کے گھر سے باہر نکلا جاتے جاتے جب کہ قریب دروازۂ شہر عجم کے پہونچے تو وہاں ایک پہلوان
مریخ کوہستانی نامے محافظ اس مکان کے دروازے کا تھا اُسنے دور سے پوچھا کہ کون آتا ہی اور اس وقت
دوپہر رات کو بغیر حکم قہرمان عجمی کے شہر سے باہر نکلنے کا تمہین کسنے حکم دیا ہی خبردار آگے قدم نہ بڑھانا یہ گفتگو
اُسکی سنکے ابھی کسی نے جواب نہیں دیا تھا کہ جوانمرد قصاب اپنا گھوڑا آگے بڑھاکے برابر اُسکے پہونچا اور کہا
کہ ای مریخ کوہستانی بدان و آگاہ باش کہ میں ہون جوانمرد قصاب ہمراہ رکاب ظفر انتساب شاہزادہ
بدیع الزمان عالیجناب کے اور ملکہ یاقوت ملک بیٹی قہرمان عجمی کی مع چالیس خواصون کے اور مرجان تیز رفتار
کو کہ ملکہ کو ہمراہ لیکے جاتا ہون اگر تجھے جرأت اور حوصلہ کچھ ہو تو روک لے اور اگر تجھے طاقت تعرض کرنے اور روکنے کی نہیں ہی
تو جاکے قہرمان عجمی سے کہدینا کہ جوانمرد قصاب شاہزادۂ عالیجناب کو لیکے شہر عجم سے نکل گیا مریخ کوہستانی نے کہا
باش ای جوانمرد تو نے بڑا غضب کیا کہ بدیع الزمان خداپرست دشمن لقا و غارتگر شہر و ملک باختر اور
بربادکنندہ و خراب کن جان و مال شیر دریادل کو مع ملکہ یاقوت ملک قہرمان عجمی کی بیٹی کے جسکی رنج کیے دونون کی تلاش
اور سراغ رسانی میں از روز تا شب گرد ہای سور و صد گونہ آفات اور مغضوب بارگاہ قہرمان عجمی ہی اس شہر سے نکالے
لے چلا ہی بھلا میں تجھے زندہ اور سالم اپنے حتی المقدور نکل جانے دونگا یہ کہکے قبضۂ شمشیر پر ہاتھ رکھکے برابر آ پہونچا
جوانمرد قصاب نے پیشدستی تمام دوڑکے کمر پر اسکی تیغ ماری کہ مثل خیارتر دو ٹکڑے ہو گئے خاک و خون میں پڑ گئے لگا
اور جوانمرد نے دوڑکر دروازۂ شہر کا کھول دیا شاہزادۂ عالی مقدار بدیع الزمان نامدار مع ملکہ یاقوت ملک
وغیرہ اور مرجان تیز رفتار سب کے سب باطمینان تمام دروازے کو چھوڑکے جانب شہر سنجان مخاطب ہوئے

یہان دس بارہ آدمی جو ہمراہ مریخ کوہستانی کے بیابان پر تعینات تھے انہین لگ تو سوتے تھے کچھ بیٹھے جاگتے بھی رہے تھے یہ عمل
دیکھ کے گھبرا گھبرا کے جو دوڑے تو دیکھا لاشہ خونچکان مریخ کوہستانی کا خون مین غلطان خاک پر پڑا ہے دیکھکر خوف جان سے
تعاقب کرنے اور سد راہ ہونے کا حوصلہ نہ کر سکے فقط لاش مریخ کوہستانی کی ایک چارپائی پر ڈال کے کوئی گھڑی
دو گھڑی رات پچھلی باقی رہی تھی لے کر سمت بارگاہ قہرمان عجمی روانہ ہوئے جب وقت صبح کا ہوا اور قہرمان عجمی اپنی
بارگاہ مین تخت پر آ کر بیٹھا تمام سرداران بارگاہ نشین اور مقربین اور مصاحبین اور اہالیان سلطنت اور ارکان مملکت
دربار مین حاضر ہوئے ناگاہ دروازہ بارگاہ پر ایک غل ہوا اور ایک مرد نے اندر بارگاہ کے جا کے عرض کی کہ آج
جو امرد قصاب جسے کل خلعت کوتوالی کا مرحمت ہوا ہے وہ بدیع الزمان نادیدہ خدا کے پرستار اور ملکہ
یاقوت ملک اور ملکہ کی چالیس خواصون اور مرجان تیز رفتار نامے عیار کو اپنے ہمراہ لیے آدھی رات کے عمل مین
دروازۂ شہر عجم پر پہونچا اور چاہتا تھا کہ قفل دروازے کا کھول کے باہر جائے مریخ کوہستانی محافظ نے وہان کے
پوچھا اور روکا اسپر جو امرد قصاب نے مریخ کوہستانی کو بضرب شمشیر مار ڈالا اور سب کو ساتھ لیے سمت سنجان
روانہ ہوا ہے چند پیادے متعینہ اس دروازے کے لاشہ مریخ کوہستانی کا چارپائی پر ڈال کے در دولت پر
لائے ہین قہرمان عجمی یہ سانحہ ہوش ربا سنکے نہایت درہم برہم ہوا اور حالت غیظ و غضب مین اسی وقت اپنے
دوسرے بیٹے طاہر نامے کو ایک لاکھ سوار کی جمعیت سے تعاقب اور تلاش مین شاہزادہ بدیع الزمان کے روانہ
کیا اور اسپر بھی ازبسکہ اطمینان خاطر اسکا نہوا تو آپ بھی مع اور دو اپنے بیٹون قہر اور زہر کے تین لاکھ سوار ہمراہ
لیکے سوار ہوا اور یلغار کرکے بسرعت تمام چلا وہان حال شاہزادہ بدیع الزمان با اقبال کا سنیے کہ یہ رستم صولت
والا ہمت ملکہ وغیرہ کو اپنے ساتھ لیے بعد طی مراحل و قطع منازل قریب پل دریاے عجم کے پہونچا اور وہان اس
پل پر ایک جاے لطیف و پاکیزہ دیکھکر اتر پڑا اور میوہ تر و خشک کی قسم سے جو کہ ہمراہ تھا اسے نکالکے نوش فرمایا اور
تھوڑا تر دم ہو کے چاہتا تھا کہ سوار ہو کر راہی منزل مقصود ہو ناگاہ از پردۂ بیابان گردے برخاست تیرہ و تیرہ و
خیرہ سر گرد بآسمان رسیدہ و پاے گریزان در دیدہ غلطان و پیچان چون سر زلف مہوشان ہونے لگا اور گرد کو گرد نے مارا
ہوا کو دامن گرد شگافتہ ہوا اور دیکھا کہ طاہر بن قہرمان عجمی لاکھ سوار کا لشکر ہمراہ لیے گھوڑے سرپٹ ڈالے قریب
آ پہونچا یہ دیکھکر شاہزادہ والا گوہر نے اپنے جی مین کہا کہ پل عجم نہایت جاے تنگ اور بڑا مقام خوب ہے کس لیے کہ تین
طرف تو اسکے دریاے زخار اور ساحل ناپیدا کنار ہے اور ایک طرف خشکی کا راستہ ہے یہان اگر دس ہزار سوار اور پیادے کا
لشکر آوے جب کہ کوئی پل عجم پر جاے سواے خشکی کی راہ کے سو وہ خشکی کا راستہ بھی نہایت تنگ ہے تو ممکن نہین ہے
یہان دو پیادے البتہ برابر جا سکین تو اسپر ہو کے چلے جائین بس یہی مقام خوب ہے اسی جا پر ٹھہر جاؤن یہ تجویز خود تجویز کر کے
ملکہ یاقوت ملک کو مع تمام انکی خواصون کے اور جو امرد قصاب اور مرجان تیز رفتار کو فرمایا کہ تم سب جا کے
پل پر ٹھہرو اور دعا مانگو اور مجھے اب جو اسے خداے کریم سے کرو یہ کہکے لیے دشنا و تیغ روزگار ضیغم ہیجاے وغا پل کے
نیچے سد راہ ہو کے اپنے مرکب کو روک لیا اور آمادۂ رزم و پیکار ہو کے کھڑا ہو رہا جبکہ طاہر بن قہرمان عجمی مع اپنے
لاکھ سوار کے وہان پہونچا تو اس نے شاہزادہ عالی مقدار کو یکجان و یکتن تنہا مسلح و مکمل کھڑا دیکھکر اور لوگون سے
پوچھا کہ یہ کون ہے لوگون نے کہا کہ یہی شخص بدیع الزمان ہے ملکہ یاقوت ملک اور جو امرد قصاب اور
مرجان تیز رفتار اور چند ملکہ کی خواصون کو جو اسکے ساتھ تھین انکو تو اسنے پل پر ٹھہرا دیا ہے اور یہ آپ
اکیلا آپ مستعد جنگ و جدال آکے کھڑا ہوا ہے طاہر بن قہرمان عجمی رستمی اور دلیری شاہزادہ والا تبار

کی دیکھکر وجد میں آگیا اور بہت سی تحسین و آفرین شجاعت اور قوت کی اسکی کرکے اپنی فوج سے کہا کہ ہاں یہ شخص جو
شہزادہ ہی اسکو چار طرف سے محاصرہ کرکے اسیر و دستگیر کرلو ایک شخص کا مار لینا کچھ بڑی بات نہیں لازم یہی ہی کہ اسے
زندہ گرفتار کرلو حسب الحکم طاہر بن قہرمان عجمی کے لاکھ سوار نے اپنے گھوڑے دوڑا اسکے اور چار طرف سے شاہزادۂ
عالم کو محاصرہ کرکے چاہتے تھے کہ اس شیر بیشۂ شجاعت کو زندہ پکڑ لیں مگر توبہ استغفار شاہزادۂ عالی مقدار نے یہ شکل
افواج کفار جو دیکھی تو قبضۂ تیغ صمصام صورت و دیدہ بہ ہاتھ ڈال کے ایکبار فوج کفار پر جا پڑا اور آمادہ کفار کشی اور معروف
رزم و پیکار ہوا اور لاش پر لاش دم بدم بسبب ضرب سیف وہ گرانے کے کشتوں کے پشتے لگا دیے تھے اور جس طرف
وہ شیر بیشۂ شجاعت رخ کرتا تھا کفار مثل گلۂ بز دیکھ شیر کے سامنے سے سراسیمہ ہو کر بھاگتے پھرتے تھے غرض یہ کہ شاہزادۂ رستم
صولت شمشیر زنی کرتا صفوں کو درہم برہم کرتا قریب طاہر بن قہرمان عجمی کے پہونچ گیا تھا اور چاہتا تھا کہ طاہر بن
قہرمان عجمی کو پکڑے یکایک سامنے سے قہرمان عجمی بادشاہ عجم کا اور بہرام قہرتان اور قہر بن قہرمان تین لاکھ سوار
کا لشکر لیے نمودار ہوے اور وہاں معرکۂ جنگ و جدال و رزم و پیکار طاہر اور شاہزادۂ عالم کا سنکے اور تمام فوج کو
طاہر کی سراسیمہ اور مضطرب دیکھکے چار طرف سے بیچ میں لیکے تلواریں کھینچ کے ہجوم اور دھوم کرکے اس اشجع
روزگار بدیع الزمان نامدار پر گرے اور شاہزادۂ والا قدر عالی منزلت بدیع الزمان نامدار کا یہ عالم تھا کہ
دیوانہ وار اس درجہ شمشیر زنی کی کہ کئی ہزار کافروں کو تیغ بے دریغ کرکے واصل جہنم کیا اور سر سے پاؤں تک
تمام جسم اطہر اس والا گوہر کا از راہ زخمہائے کاری سے مثل گلنار ارغوان کے نظر آتا تھا اور ہر ایک زخم سے آواز
مرحبا مرحبا کی پیدا تھی دوست دشمن اپنے بیگانے کہ وہ مدح خوان رستم دلی اور کفار کشی اس والا دری دیکھکر
کہتے تھے شعر آفرین باد بر چنان پسرے + کہ نزاید مادر این چنین پسرے + تمام دشت اور تحسین اور آفرین کی یہ کہ
شعر زرگ خنجر و زگردون مردم از زخم سابرین + مردم او دیدہ و دیگفت آفرین صد آفرین + آخر تیسرا دن تھا کہ
اب شمشیر زنی کیے کرتے آخر اس والا صفات کا شل ہو گیا تھا اور لشکر کفار مثل مور و ملخ چار طرف سے امنڈا ہی
چلا آتا تھا کوئی کوچہ نفوذ وہاں سوے کوچۂ زخم کے نمایاں نہ تھا اور کوئی گوشۂ عافیت بجز گوشۂ کمان نظر نہیں
آتا تھا اسوقت شاہزادۂ با اقبال کو یہ خیال ہوا کہ فنا برحق ہی آج بجز مرجانے کے کوئی صورت یہاں سے نکلنے
اور بچنے کی نظر نہیں آتی اب مجھے لازم ہی کہ راضی برضاے ایزدی ہو کے جہاں تک ہو سکے رہ جہاد سے قدم کو
پیچھے نہ ہٹنے دوں اور خلعت شہادت پہنوں مگر افسوس صد افسوس کہ یہ صدمہ دلی میرے جی ہی میں رہا
جاتا ہی وقت مرگ میرا قریب ہی اور میں اسوقت تک زیارت اقدام عالی اپنے والد بزرگوار امیر حمزہ صاحبقران
نامدار سے محروم رہا اور سرداران لشکر اسلام کو بھی نہ دیکھا اور ابتدا و ہم اللہ اعلم بالصواب کہ بعد میرے مرجانے کے اس جگہ نشین
عفت معشوق عاشق نما دلربا دغا بیکس و بے بس بیٹے ملکہ کو ہر طرف کے اور کیا گذرے گی شعر در دم بود کہ از
دوست جدا باشیم جدا + چہ کنم چارہ ندارم کہ جدا گردیدم + بس پھر اسوقت بخیال جو شاہزادۂ بدیع الزمان کے
دل کو آگیا تو فورا بے اختیار دریا اشکوں کے چشمے چشم سے اپنی موج زن کرکے حضور قلب اور خلوص
نیت سے دست بدعا ہوکے جناب باری سے مستدعی ہوا کہ قطعہ خداوندا اگر دانی بلا را + کہ مدد از
معصیت جان بلا را + بحق آن دو گیسوے محمد + زبون گردون زیر دستان بلا را + ابھی یہ تمام دعا لب تک
نہیں آنے پائی تھی کہ دریاے رحمت الٰہی جوش میں آیا اور تیر دعا اس شاہزادۂ والا صفات کا ہدف
اجابت ہوا یعنے دیکھا زیر ساحل اس دریاے عجم میں چند کشتیاں نمایاں ہوئیں قہرمان عجمی نے سوار

کو اشارہ کیا کہ جا کے خبر تو لاؤ یہ فوج کسکی ہی اور سردار کشتی سوار کون ہی کہان سے آیا کہان کو جاتا ہی چنانچہ
حسب الحکم قہرمان عجمی کے وہ سوار لب دریا گیا اور اُسنے پکار کے پوچھا کہ او ناخدا یہ لشکر کسکا ہی کہان سے
آتا ہی اُس طرف سے جو لوگ کشتی پہ سوار تھے اُنھون نے پوچھا کہ صاحب ہمارا تو حال سُنیے گا ہم کہتے ہین پہلے یہ تو
فرمایئے کہ یہ معرکۂ جنگ کسطرح واقع ہی اُس سوار نے کہا کہ ایک خدا پرست بدیع الزمان نام حمزۂ صاحبقران
کی اولاد مین سے دشمن خداوند لقا کا اور بہمن زن خانمان پیغمبر مرسل کا ہمارے یہان قید ہوکے آیا تھا وہ قیدی
بلباس رعایا سے شہر زندان خانے سے نکل کے بھاگا تھا اُسنے ہمارے بادشاہ کے بیٹے نے یہان آکے محاصرہ کیا
اور بادشاہ بھی آپہونچا ہی مگر از بسکہ وہ قیدی خدا پرست بڑا بہادر ہی یکہ و تنہا دو دن سے بے آب و دانہ اسطرح
شمشیر زنی کر رہا ہی کہ کسی کو یہ جرأت نہین پڑتی جو اُسے مار سکے لیکن اب نہین ایک دن مین دو دن مین مارا جائیگا
یہ گفتگو اُس سوار کی سُنکے اہل کشتی نے کہا کہ ہم لوگ جو کشتیون مین سوار ہین یہ سب فوج و سپاہ خداوند لقائی ہین
اور گنجاب جو پیغمبر مرسل خداوند کا ہی اُسکی مدد کو جاتے ہین چنانچہ اُس سوار نے جاکے جلد یہ حال قہرمان عجمی
سے بیان کیا کہ یہ لشکر جو کشتیون مین سوار آتا ہی اُسے خداوند لقا نے پیغمبر مرسل کی مدد کے واسطے بھیجا ہی
قہرمان عجمی نے کہا کہ جلد ان سب کو کشتیون پر سے اُتار کے لاؤ اور خبردار کسی طرح کی تکلیف کسی کو نہونے پائے
چنانچہ اُسی وقت بہت سے سردار فوج کنارے آئے اور جھٹ پٹ جتنا لشکر ان کشتیون پر سوار تھا سب کو
اُتروا کے بڑی عزت و توقیر سے گھوڑون پر سوار کروا دیا اور اپنے ہمراہ لے چلے قصہ مختصر جسوقت اہل فوج اپنے
اپنے گھوڑون پر سوار ہوکے گھوڑون کو گرم تاز کیے برابر لشکر قہرمان عجمی کے پہونچے تو دست راست اور دست
چپ سے ایک ایک نے غلغلۂ اللہ اکبر جلدی سے کھینچکر نعرہ کیا کہ اے کافران بیحیا اور اے نابکاران پُر دغا
ہر کہ داند داند و ہر کہ نداند طالع و بداند کہ منم العزہ منم [illegible] شمشیر شکار | فلک جاہ و شیر دیہ نامدار
رستم ثانی اور ۹ | اشود چار سو [illegible] | بعد اسکے اور نعرہ ہونے لگے کہ منم گہرش خطائی و منم
مرد افگنی اور ہیلی غلام جان نثار شاہزادہ بدیع الزمان نامدار و منم دیوانہ بابا کوہی و توکل و ملک خسرو
غرض سب کے سب تیغ آبدار کھینچ کے میدان کارزار مین برسر قتل عام اور آمادہ کفار کشی ہوئے اور دیکھا کہ
آن واحد مین تمام فوج و سپاہ قہرمان عجمی کی درہم برہم ہوگئی اور شاہزادہ بدیع الزمان نے جسوقت سے
کہ نام شاہزادہ شیر دیہ بن حمزہ کا سُنا اور سرداران لشکر اسلام کو دیکھا فرط سرور سے باغ باغ ہوگیا تھا
ملکہ یاقوت ملک کا یہ حال تھا کہ شاہزادہ شیر دیہ بن حمزہ نے مطلوب و مرغوب کا نام سُنکے اور پلے سے ایک نگاہ
دور سے دیکھکر کثرت شادی اور خرمی سے شادی مرگ ہوجاتی تو کچھ تعجب نہ تھا اور حالت وجد مین کہتی تھی
اشعار کہان گل کہ این نیزہ خارکا ۰ کہان مین کہان سامنا یارکا ۞ یہ بخت رستگی سے بعید ۞ کہ دیکھوں مین آنکھوں
سے یہ روز عید ۞ اور کئی مرتبہ اسی خوشی مین خود غلط و از خود رفتہ ہوکے بیہوش ہوگئی اور پھر جب ہوش آیا تو اسی فرحت
تازہ و مسرت بے اندازہ مین دعائے فتح و نصرت اور استدعائے ازدیاد جاہ و حشمت شاہزادہ شیر دیہ بن حمزہ
اور شاہزادہ بدیع الزمان والا مرتبت جناب احدیت مین کرتی تھی اسی عرصہ مین شاہزادہ بدیع الزمان
باشمشیر خونچکان برابر طاہر بن قہرمان عجمی کے پہونچا اور طاہر بن قہرمان نے شاہزادۂ عالم کو دیکھکر کہا
کہ باش اے خدا پرست مصرعہ آن قدح بشکست و آن ساقی نماند ۞ وہ دن گذر گئے کہ تو نے لشکر گنجاب
پرستان مین شبخون مارے اور صاف بچ کر نکل گیا آج میرے سامنے سے زندہ و سالم اگر نکل جائیگا تو مین جانونگا خیر

اور خزینہ اور دفینہ نقد وجواہر کا جو کچھ مایہ بساط قہرمان عجمی کی ہے وہ اسی قلعہ میں مملوک کوتوال قلعہ دار کی تفویض میں ہے شاہزادہ
بدیع الزمان نے فرمایا کہ اگر ہم چاہیں کہ اس قلعہ کو اپنے قبضۂ تصرف میں لائیں تو کیونکر قلعہ تک پہونچیں طاہر بن
قہرمان عجمی نے عرض کی کہ خانہ زاد کی راے ناقص میں ایک تدبیر ہے لیکن خلاف ادب کیا تاب و طاقت غلام کی جو
عرض کرے اگر از راہ جان بخشی گستاخی معاف ہو عرض کرے آگے جو پسند خاطر اقدس یا در ستور دین مصلحت ہو شاہزادہ عالم
نے فرمایا کہ تم بے خوف و خطر جو کچھ مناسب اور صلاح ہو بیان کرو طاہر بن قہرمان نے التماس کیا کہ شاہزادہ عالم غلام کے
نزدیک تو یہ صلاح دولت اور مقتضائے فراست ہے کہ حضور کے جتنے سلاح ہیں ان سب کو پوشاک کے نیچے چھپا لیں اور ایک
پوسیدہ کمند شکستہ کمند سے غلام حضور کے دشمنوں کو اسیر کرکے قلعہ کی جانب لیے چلتا ہے مملوک کوتوال وغیرہ کسی اہل قلعہ
کو اور افسران فوج کو غلام کے مشرف باسلام ہونے اور حضور کی اطاعت قبول کرنے کا حال ابھی تک مطلق نہیں معلوم ہے
زیر قلعہ غلام جاکے مملوک کوتوال قلعہ دار سے اپنا نام لیکے کہلا بھیجے گا کہ شہنشاہ قہرمان عجمی میرے باپ نے خدا پرست
بدیع الزمان دشمن خداوند لقا و مغضوب بارگاہ وغیرہ رسل کو بڑی کوشش و سعی سے اسیر اور دستگیر کرکے میرے ہمراہ بھیجا ہے
اور مجھکو حکم دیا ہے کہ میرے بیٹے کے سامنے اس خدا پرست کو طوق و سلاسل کرکے بحفاظت تمام قلعہ میں قید رکھو جب حضور اور یہ
غلام دونوں باتفاق باہم اندرون قلعہ پہونچ جائینگے پھر قلعہ دار سیاق الذکر کو جہنم واصل کرکے قلعہ کا چھین لینا کچھ بڑی بات
نہیں شاہزادہ والا درجہ نے فرمایا بارک اللہ اے طاہر بن قہرمان عجمی تیری راے احسن ہے اور تدبیر بہت پسند آئی القصہ آپ
نے فرمائے سب سلاح اسپ پوشاک کے نیچے چھپا کے کمند پوسیدہ کمند شکستہ سے دونوں ہاتھ اپنے باندھے اور آگے آگے طاہر بن
قہرمان عجمی اور پیچھے پیچھے آپ کمند کا سرا طاہر کے ہاتھ میں دے کے علم یاقوت سلک اور شاہزادہ شیرویہ وغیرہ نے کچھ
و سپاہ کو پشت پر رکھا اور تب ہر دونوں صاحب چند قدم آگے بڑھے دروازے کے قلعہ دار کے لوگ جو سلاح و کمل برجوں پر بیٹھے
رہتے تھے انھوں نے چند سواروں کو آتے دیکھکے کہا خبردار تم ابھی آگے نہ بڑھنا پہلے اپنا حال بیان کرو کہ تم کون ہو اور کہاں
جاتے ہو اس طرف راستہ نہیں ہے وہیں سے پھر جاؤ طاہر بن قہرمان عجمی نے اپنے ہمراہ کے ایک سوار سے زبانی کہا کہ یہ پیغام
میرا مملوک کوتوال سے جاکے کہدے حسب الحکم طاہر بن قہرمان عجمی کے دو سوار بڑھکر اور زیر قلعہ پہونچکے ابلاغ حکم
بطور پیام کے کیا لوگوں نے جاکے مملوک کوتوال قلعہ دار کو اطلاع کی مملوک کوتوال قلعہ دار طاہر بن قہرمان عجمی کا نام اور
قید بدیع الزمان کی سنتے ہی سراسیمہ اور مضطر برج پر قلعہ کے آیا اور وہیں سے طاہر بن قہرمان اور شاہزادہ بدیع الزمان
کو دیکھکر پکارا کہ اے شاہزادہ عالم طاہر بن قہرمان عجمی حال یہ ہے کہ میں بیشک بیشک اور فرمانبردار شہنشاہ قہرمان عجمی کا
بندہ و دیا آپ کا تابعدار ہوں لیکن مجھے حکم ہے کہ میرے بغیر ان کو کبھی اندر قلعہ میں آنے دو سوائے چند خواص و خدمتگار وغیرہ
کے اندرون قلعہ آنے نہ دینا آپ کو شاہی افسر سے کچھ نہیں گریا تو آپ اگر بدیع الزمان کو اپنے ہمراہ اور اپنے
سامنے طوق و سلاسل کریں تو تھوڑے سے آدمی ساتھ لے کے اندرون قلعہ تشریف لائیں اور یا پھر بدیع الزمان
کو ایک کسی سپاہی کے ہمراہ کرکے میرے پاس بھیجدیجیے میں حسب الحکم بڑی حفاظت سے اسے مقید کر دونگا طاہر بن
قہرمان عجمی نے کہا کہ کیا قباحت ہے میں فقط دس پانچ آدمیوں سے اس خدا پرست کو لیکے آتا ہوں یہ کہکے طاہر بن
قہرمان عجمی شاہزادہ رستم صولت کو اسی صورت سے اسیر کیے مع چند خواص خدمتگار کے بالاے کوہ چڑھ گیا اور
تمام فوج و سپاہ کو کہا تم زیر کوہ ٹھہرے رہو مملوک کوتوال نے کھڑکی قلعہ کی کھلوا دی طاہر بن قہرمان عجمی مع
شاہزادہ بدیع الزمان وغیرہ بخوف و خطر باطمینان خاطر قلعہ کے اندر جاکے داخل ہوا مملوک قلعہ دار نے طاہر
بن قہرمان عجمی کو لیجاکے صدر جاہ و حشمت پر جا بٹھلا کے نذر دے اور دوسرا ان کو طلب کرکے حکم دیا شاہزادہ کا

بدیع الزمان کو معتوق اور مسلسل کریں طاہر بن قہرمان عجمی نے شاہزادۂ عالم سے دست ادب باندھ کے عرض کی کہ میں
حضور مسعود سے ادا سے حشمت ہوں دین حق قبول کریں مملوک قلعہ دار نے کہا ای شاہزادے یہ تو نے کیا کہا اس عرصہ میں شاہزادہ
بدیع الزمان نے مشتعلہ سعد اکبر طرف کھینچکر اُس کمند کو توڑا تیغۂ طہمورث دیوبند کو پوشاک کے نیچے سے نکالا مملوک نے یہ
حال دیکھکر کہا یا شی یا ای خدا رحمت یہ کیا حرکت ہے اور یہ کیسے دو دو کر تلوار ماری شاہزادۂ عالم نے بند دست پکڑ کے زمین
سے اٹھا لیا اور چاہا کہ جیتی آنے میونڈ زمین پر کرے مملوک پکارا شہریار امان شاہزادۂ عالم نے کہا بشرط ایمان اسنے کہا جواب
کے دین کو قبول کرے وہ کیا کیے شاہزادۂ والا تبار نے کلمۂ شہادت ارشاد کیا مملوک بجز ہیبتیہ پڑھ کے مسلمان ہو گیا
اس عرصہ میں دس پانچ اور کفار جو تلواریں کھینچ کھینچ کے آپڑے تھے اُنکو طاہر بن قہرمان عجمی نے مار تلوار دون گرا دیا اور باقی
جتنے تھے سبھوں نے مملوک قلعہ دار کے اسلام قبول کرنے کے ساتھ الامان الامان پکارنا شروع کیا اور بصدق دل کلمہ
پڑھ کے مسلمان ہو گئے اُسوقت مملوک قلعہ دار نے کنجیاں تمام خزینے اور دفینے کی حضور اقدس شاہزادے بدیع الزمان
نامور کے گذرانیں اور شاہزادۂ عالم نے ز حساب سب خزینہ اور دفینہ کی اُس قلعہ دار سے لکھوا کے حوالے مرجان عیار
کے کی اور پھر اسکو اُس قلعہ کا مالک و مختار کرکے فرمایا کہ جسوقت ہم تمکو طلب کریں مع خزانہ ہمارے پاس چلے آنا بالفعل
بدستور سابق تم ہماری طرف سے یہاں منتظم اور مقیم رہو اور یہ فرما کے مع شاہزادۂ شیر دیو بن حمزہ اور ملکہ یاقوت ملک
اور طاہر بن قہرمان عجمی اور جوامرد قصاب وغیرہ احباب اور مرجان تیز رفتار عیار سمت چار باغ ملک حرمان
و دیوکش روانہ ہوا القصہ یہ خبر جب گنجیاب کو پہنچی کہ شاہزادہ بدیع الزمان کو مرجان عیار نے بسازش ملکہ
یاقوت ملک زندان خانے میں جا کے عیاری کی اور چھڑا لایا اور جوامرد قصاب کے مکان میں شاہزادۂ بدیع الزمان
اور ملکہ یاقوت ملک مع چند خواصوں کے چند روز پوشیدہ اور مخفی رہ کر ملک عجم سے آتے تھے تعاقب میں
طاہر بن قہرمان عجمی اور قہرمان عجمی مع چار پانچ لاکھ سوار اپنی فوج و سپاہ کے پل عجم پر سد راہ ہوئے اور
عنقریب تھا کہ بدیع الزمان مارا جائے اس عرصہ میں شیر دیو بن حمزہ وغیرہ بمع خداپرست ملک برابر کشتیوں پر
سوار آتے تھے وہ بھی سب کشتیوں پر سے اتر اتر کے شریک بدیع الزمان کے ہو گئے اور شاہزادۂ بدیع الزمان
نے طاہر کو پکڑ کے مسلمان کر لیا قہرمان عجمی نے زخمی ہو کے شکست کھائی اور بدیع الزمان اور شیر دیو بن حمزہ
وغیرہ سمت چار باغ جاتے تھے تو راستہ میں یہ خبر بد طاہر بن قہرمان عجمی نے کسی ذریعہ سے قلعہ فلک فرسا میں
پہونچے اور مملوک قلعہ دار کو مسلمان کرکے قلعہ مذکور کو سپرد کیا اور اب پھر چار باغ کی طرف روانہ ہوئے ہیں گنجیاب
کا شدت رنج و تعب و غیظ و غضب سے یہ حال ہوا کہ اپنی تمام داڑھی کے بال نوچ ڈالے اور خوب سا دونوں ہاتھوں
سے منھ اپنا پیٹ کر پوشاک اپنے جسم کی چبا چبا لیتا اور قاہر بن قہرمان عجمی سے کہنے لگا کہ تیری بہن ملکہ یاقوت ملک
نے بدیع الزمان کو زندانخانۂ عجم سے نکلوا کے یہاں تک نوبت پہنچائی کہ اب بدیع الزمان نے قلعہ فلک فرسا
میں بھی اپنا عمل کرکے پھر چار باغ ملک حرمان و دیوکش کی طرف آتا ہے قاہر بن قہرمان عجمی یہ کلام عتاب آمیز
گنجیاب کا سنکے مثل شعلۂ جوالہ بھڑک اٹھا اور اسی وقت سپر تلوار اپنی پکڑ کے گنجیاب سے یہ کہتا ہوا رخصت ہوا کہ ای
شہنشاہ پل میں ابھی جا کے بدیع الزمان اور شیر دیو بن حمزہ اور جوامرد قصاب اور اپنے بھائی طاہر بن قہرمان
وغیرہ سرکشوں کا سر کاٹ کے یا زندہ گرفتار کرکے لیے آتا ہوں اپنی فوج و سپاہ کو ہمراہ لیکے تعاقب میں شاہزادہ
بدیع الزمان والا مناقب کے سمت چار باغ ملک حرمان و دیوکش چلا بعد طی مراحل اور قطع منازل قریب چار باغ
ملک حرمان دیوکش کے پہونچا وہاں شاہزادۂ والا قدرت مع سب ساتھ والوں کے تو بی اور عجمی تمام جسوقت سے

کہ پہونچاہی ملکہ گوہر ملک تو ندروں نیازوں اور جگنوں اور مختاجوں اور مساکین اور فقرا اور گداؤں کو کھانے کھلانے اور داد و دہش میں مصروف ہی اور شاہزادہ عالم اپنے سب رفقاے جان نثار اور دلیران معرکہ کارزار کے ساتھ تیاری جشن شاہانہ اور محفل خسروانہ میں مشغول ہوا ہی اور وہ سرور ہے جو ہر زبان فیض ترجمان پر لاتا ہی رباعی

| درد دایم فراق تو خواہم کرد | باجان سعد قصد تو خواہم کرد | معشوق تو دوست یا مدارا | اکنون تمنا وصال تو خواہم کرد |

ناگاہ ہرجان تیز رفتار عیار نہایت سراسیمہ اور پر اضطراب سامنے سے نمودار ہوا اور حضور شاہزادہ عالی مقام بہت ادب بانیوسکے عرض کرنے لگا کہ ای شہریار قاہر بن قہرمان عجمی کی فوج کا لشکر ہمراہ لیکے بہ نیت فاسد غضب آلود پہونچا ہی شاہزادہ عالم نے بہ حال سنکے فرمایا شعر سرخ کنیم از شمشیر حبیب * ہر چہ آید بہ سر ما ہست نصیب کہدو کہ ہماری فوج سپاہ بھی آمادہ رزم و پیکار ہو کے جاوے اور سر راہ قاہر بن قہرمان عجمی سے مقابلہ و پیکار کرے اور اس طرف کو آگے نہ بڑھنے دے حسب الحکم شاہزادہ عالم کے لشکر ظفر پیکر وہان سے کوچ کرکے بمقابلہ قاہر بن قہرمان روانہ ہوا اور بعد کوچ کرجانے لشکر کے شاہزادہ عالی مقام بھی مع شاہزادہ شیر وہ بن حمزہ اور چند سرداروں کے چار باغ ملک جرمان سے نکلکے اپنے لشکر سے کوس دو کوس پیچھے پیچھے چلا اور پھر لشکر میں جا کے مخل ہوا شب کو کوئی دو گھڑی رات گئی ہوگی کہ قاہر بن قہرمان عجمی نے دو چار جام شراب پی کے جب کہ دماغ گرم ہوا تو اسی عالم نشۂ شراب میں حکم دیا کہ ہمارے لشکر میں طبل جنگ بجوا دو حسب الحکم قاہر بن قہرمان عجمی کے لشکر کفار میں طبل جنگ بید رنگ بجا اور یہ خبر طبل جنگ بجنے کی لشکر فیروزی اثر میں شاہزادہ نامور کے پہونچی شاہزادہ والا رتبت نے بھی اسی ساعت حکم دیا کہ کہدو بفضل ایزدی اور تائید ربانی ہمارے لشکر میں بھی طبل جنگ بجے چنانچہ یہان بھی حسب الحکم شاہزادہ عالی مقام کے طبل جنگ پر چوب پڑی اور صداے کوس حربی و نقارہ ہاے رزمی سے گوش کروبیان فلک کر ہو گیا اور شامل زبان رجز خوان اور بہادران تہور شعار آمادہ رزم و پیکار ہوکے فرزند و اقارب و خویش و یگانے یار آشنا سے باہم ملتے تھے اور کہتے تھے بار رشب سامان سے دیکھیے کل صبح کو کسکو تخت سلطنت اور کسکو تختۂ تابوت نصیب ہو علاوہ اسکے طرفین سے پہرے تھے دونوں لشکروں میں چار پہر رات آواز ہوشیار باش بیدار باش کی بلند ہو رہی تھی جبکہ گریبان صبح چاک ہوا دونوں لشکروں میں تیاریاں ہونے لگیں اور ادھر سے شاہزادہ رستم صولت مربع الزمان والا رتبت مع شاہزادہ شیر وہ بن حمزہ اور تمام سرداران لشکر فیروزی اثر اور ادھر سے قاہر بن قہرمان عجمی مع فوج کفار تیرہ روزگار کے میدان میں قائم ہوئے تبر داران چابک دست نے میدان کی کاٹ کر میدان کو ہموار کرکے پیچکاریچکاری کرنے لگے سقے آب پاشی پر مجھکے گرد و غبار کو بٹھلا رہے تھے چاؤشوں اور نقیبوں نے نکل کے میمنہ و میسرہ قلب و جناح کمین گاہ چپ و راست صفین بائین یمین آراستہ اور پیراستہ کرکے کھڑی کر دیا شروع کی ایک ایک دلاور بہادر دلشیر میں گھڑا جم جاتا اور منتظر تھا کہ دیکھیے ہر اول لشکر کون ہوتا ہی کہ ناگاہ اس طرف سے قاہر بن قہرمان عجمی اپنے مرکب کو چمکا کے میدان میں نکلا اور نام لشکر میں قائم ہوکے لشکر اسلام کی طرف پشت کی اور سمت قبلہ لقاے مشرک خدا رخ کرکے گھوڑے سے کودا اور زمین پر لقا کو سجدہ کرکے پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور جانب لشکر شاہزادہ والا گہر مخاطب ہوکے آواز بلند کہا کہ ای لشکر خدا پرستان واے زبر دستان از شما ہر کرا آرزوے مرگ باشد بیا بہ میدان جنگ کہ ارادہ دست و پا آوری دارم ابھی پورا کلمہ اسکے منہ سے نہیں نکلنے پایا تھا کہ شاہزادہ شیر وہ بن حمزہ نے مرکب تیز گام کو صف سے نکال کر برابر قاہر کے پہونچا اور جھکا دیا اور دس بارہ قدم گھوڑا قاہر بن قہرمان عجمی کا پس پا ہوا قاہر گھوڑے پر سے گرتے گرتے سنبھل کر پھر سامنے آیا شاہزادہ شیر وہ بن حمزہ نے کہا او ذنب قاہر بن

قہرمان نے جواب دیا کہ اے پسر حمزہ میری ضرب نوشتہ قہر خدا و غضب ایزد جبار مالک باختر ہے پہلے تو اپنے دل کی حسرت نکال لے اور جو
میں ضرب لگاؤنگا تو تیرے جی کا ارمان جی ہی میں رہ جائیگا شاہزادہ شیر دیہ نامدار نے فرمایا کہ ای قاہر ہمارے طریق میں
یہ معمول نہیں کہ ہم حریف پر پیشدستی کریں اگر وہ قادر و یکتا ہے تیری ضرب سے ہمکو جھنجھلاہٹ ہوگا تو ہم ہم اپنا وار تجھپر کر بیٹھے
شعر تو اول برآور تماشا خوش ؛؛ کہ من خصم را سہید ہم جلیبانہ ش ؛ قاہر بن قہرمان عجمی بہت ہنسا اور کہنے لگا خیر معلوم ہوا
کہ ہوشیار ہو جاؤ یہ کہکے نیزہ سینہ سکینہ شاہزادہ شیر دیہ بن حمزہ نامور پر مارا شاہزادہ عالم نے اسکے نیزہ کو اپنی سنان
نیزہ پر لگا کر خم لیا شرر ہائے آتشیں نکل گئے اور نیزہ بازی دونوں میں ہونے لگی گیارہ چوٹیں آپس میں شاہزادہ شیر دیہ نے نیزہ
قاہر بن عجمی کا ہوائی کر دیا اسوقت قاہر بن قہرمان نے از غضب سے قل دہمی پیچ و تاب کھا کے تلوار پر ہاتھ ڈالا اور
نکالا اور دہندا پر بت پر غضب کیا کہ مہر نیزہ بالا بالا گر دہم کہ از دست من نیزہ وصات ردی نیزہ بازی کمال بازی گرو بازی
جماں بازی شمشیر بازی راستبازی ہو لیکے رکب تو لائے تلوار سر اقدس پر شاہزادہ شیر دیہ دلاور نے مارے بازی زبردست
کے ہاتھ ہی تلوار اور تلوار کا کام کیا تماشا شاہزادے نے سپر کو چہرے کی پناہ کیا تھا تلوار سپر کو کاٹ کر کاسہ سر میں تا دو ابرو کاری
شاہزادہ عالم نے جو ستانہ مارا تلوار تو جھٹکے نکل گئی مگر جا در خون کی بہنے لگی نہر جاری اور از بسکہ خون دماغ سے بہت سا
نکل گیا تو حالت غش کی طاری ہوئی اسوقت اس تیغ روزگار شاہزادہ شیر دیہ بن حمزہ نامدار نے اپنے دونوں ہاتھ
گھوڑے کے گلے میں حمائل کر دیے اور قربوس زین پر سر جھکا کے بیہوش ہو گیا اور وہ مرکب اپنے راکب کو بایں حالت
جان گنا دیکھکر میدان سے ایک سمت کو چلا ہی شاہزادہ بدیع الزمان گرد لشکر شکن نے شاہزادہ شیر دیہ بن حمزہ کو حالت
زخمداری میں نکل جاتے جو دیکھا جوش غیرت و غیرت سے بیتاب ہوئے اور اپنے مرکب کو گرم تاز کر کے برابر قاہر بن قہرمان
عجمی کے پہونچا قاہر بن قہرمان شاہزادہ بدیع الزمان کو دیکھکر دو تیغہ خونچکاں کھینچے بمقابلہ شاہزادہ دلاور آیا
اور یہ کہکے او بدیع الزمان منکل رہے وہ جو پہلے مارے سو تجھپر بنی اور کیا مارے جو تیغ تمام ایک ضرب پر شاہزادہ
عالیشان کے لگائی شاہزادہ عالم نے اسکی ضرب کو رو لکے بوقت برگشتن تیغ مارا قاہر نے سپر کو چہرے کی پناہ کیا تھا
مگر تیغ نے سپر کو قلم کرکے خود او ردو لیلہ کو کاٹ کر سر پر مقام کیا مرمیں قدر زخم آنے پایا تھا کہ قاہر نے اپنے سر کو
بچا لیا اور تلوار شاہزادہ بدیع الزمان کی اسکے سر سے ہٹ کے گھوڑے کی گردن پر پڑی اور سر گھوڑے کا قلم ہو گیا
گھوڑا چرخ مار کے زمین پر گر پڑا اور تڑپنے لگا اور قاہر بن قہرمان جست کر کے قاش زین سے گھوڑے کے جدا ہو لشکر
قاہر بن قہرمان نے جب قاہر کو زخمی ہوتے گرتے دیکھا اسب کسب چار طرف سے زمہ کر کے چلے اور خنجر غلو کر دی
اسمیں قاہر بن قہرمان عجمی اور گھوڑے پر سوار ہوئے ایک مقام پر ٹھیرا تھا کہ ہما شاہ اور مقابلہ شاہزادہ عالم کا ہو گیا قاہر
نے باگ اپنے گھوڑے کی پھیر کر جاتا تھا کہ بھاگ کھڑا ہو شاہزادہ بدیع الزمان عالیشان نے پھر ایک تیغہ مارا کہ پھیلا تلوار کا پیٹ
پر قاہر کی پڑا اور زخم کاری کھا کے قاہر بن قہرمان بھاگ کھڑا ہوا اور تمام لشکر اسکا شکست خوردہ گرد و بست کی طرح بر دار
چار طرف متفرق اور پریشان ہو کر بھاگا کیا بیان لشکر فیروزی اثر میں شاہزادہ بدیع الزمان کے شادیانے فتح کے
بجنے لگے اسوقت شاہزادہ عالی وقار بدیع الزمان نامدار نے ہرچند وعدہ گاہ مصاف میں تلاش شاہزادہ شیر دیہ
بن حمزہ کی کی مگر کہیں سراغ نہ شاہزادہ شیر دیہ کا ملا کہیں گھوڑا اس شہسوار عالی مقدار کا نظر آیا لاعلاج ہو کے بعظمت
و جودت تمام و شوکت مالا کلام صید گاہ سے مراجعت فرمائی چار باغ ملک دلستان دیدو گش میں آکے داخل ہوا

اب شمہ حال شاہزادہ شیر دیہ بن حمزہ سے بیان کیا جاتا ہے

کہ جسوقت شاہزادہ شیر دیہ بن حمزہ زخم کاری سر پر کھا کے حالت غش میں اپنے دونوں ہاتھ گلے میں گھوڑے

بے ڈال دیے اور گھوڑا جو کھایا پیاسا ٹھہرایا ہوا تھا اسی سمت ایک سمت کو سرپٹ چلا تو چلتے چلتے ایک صحراے وحشت دار
میں کہ متصل شہر سنجان کے تھا شاہزادہ شیرویہ بن حمزہ کو پشت زین سے گرا دیا اور آپ چرا میں مشغول ہوا وقت صبح
حسب اتفاق چند کفار واسطے پاخانہ پھرنے کے اُس طرف صحرا میں جا نکلے اُنھوں نے جو دیکھا کہ ایک نوجوان زخمی حالت
غش میں پڑا ہے کہیں گانوں سے ایک چارپائی لا کے اُسپر شاہزادہ شیرویہ بن حمزہ کو ڈال کے دروازہ بارگاہ گنجاب پر
لائے اور چوبداروں دربانوں سے سارا حال کہا دربانوں نے اندر بارگاہ کے جا کے گنجاب سے عرض کی کہ ایک جوان زخمی
بیہوش اور خود فراموش کسی جنگل میں پڑا تھا کچھ لوگ پاخانہ پھرنے گئے تھے اُسکی لاش کو وہ لوگ در دولت پر اُٹھا کے لائے ہیں
گنجاب نے حکم دیا کہ اُس لاش کو اندر لاؤ دیکھو اور پہچانو کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا اور کون ہے اور کہاں زخمی ہوا حسب الحکم
گنجاب کے شاہزادہ شیرویہ بن حمزہ کو مع چارپائی اندرون بارگاہ لے گئے اور جتنے بارگاہ نشین گنجاب کے تھے سب
بغور دیکھتے تھے ایک مرتبہ بختیارک نے بنگاہ اولین شاہزادہ شیرویہ بن حمزہ کو پہچان کر کہا کہ اے گنجاب یہ بھی قدرت
خداوند باختر کی ہے کہ یہ بیٹا حمزہ کا چھوٹا بھائی بدیع الزمان کا شیرویہ خود بخود آ کے تیرے یہاں قید ہوا اور ابھی زندہ ہے
اور ملکہ یاقوت ملک اسی شیرویہ بن حمزہ پر شیفتہ اور فریفتہ ہے اسی ذریعے اور اسی کے شوق وصل میں ملکہ یاقوت ملک
نے مرجان عیار کو اپنے گھر میں تمھارے عیاری کروائی اور بدیع الزمان کو زندان عجم سے رہائی دلوائی ہے بس اب بہتر
یہی ہے کہ اسی وقت اسکے قتل کا حکم دے کے ایک ساعت اسکی گردن مارنے میں دیر اور توقف نہ کر تا کہ بدیع الزمان کا
بازو اور کمر ٹوٹ جائے ابھی بختیارک یہی باتیں کر رہا تھا کہ ایک مرتبہ شاہزادہ شیرویہ بن حمزہ کو غش سے افاقہ ہوا اور ہوا
جو دماغ میں شاہزادہ شیرویہ کے لگی تو ہوش میں آگیا اور اٹھ بیٹھا اور متحیر اور ششدر ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگا اور دل میں
سوچنے لگا کہ میں کیونکر یہاں آیا ہوں میں کچھ خواب میں ہوں یا بیداری میں یہ کیا ماجرا ہے پھر یہ خیال آیا کہ شاید گھوڑا میرا
اس طرف بھگا لایا ہے اور میں بارگاہ گنجاب میں بیٹھا ہوں اور سامنے میرے گنجاب تخت پیغمبری پر بیٹھا ہے گرد و پیش
اسکے بہت سے دنگل اور کرسیاں بچھی ہیں انمیں ہرمز بن نوشیروان اور فرامرز بن نوشیروان اور تمام بارگاہ نشین
گنجاب کے بڑے بڑے سرکش کبر پر غرور اور بختیارک وغیرہ بیٹھے میری جانب مخاطب ہیں شاہزادہ شیرویہ بن
حمزہ نے بآواز بلند کہا کہ سلام ہیں درین محفل بر آن کسے کہ یاد کند خداوندے عزوجل خالق جن و کل نیست دین پیغمبر
اور برحق یہ آواز سنکے جتنے بارگاہ نشین گنجاب کے تھے سبھوں نے از راہ شقاوت اور کفر کا زور اپنے کانوں میں
انگلیاں دے کے منھ پھیر لیا اور مثل مار سر دم بریدہ پیچ و تاب کھا کے کسی نے جواب نہ دیا مگر ایک آواز غیب پشت پر
سے بارگاہ نشینوں کی پیدا ہوئی کہ علیک السلام ایک مرتبہ گنجاب نے کہا کہ اے زبان دراز خدا پرست نام خداوند کا
ہماری بارگاہ میں زبان سے نکالتا ہے جی اگر زیست اپنی منظور ہے تو خداوند سجدہ کر اور ملک باختر کو سجدہ کر تا میں تجھے اپنی
قید سے نجات دے کے سرفراز کروں شاہزادہ شیرویہ بن حمزہ نے کہا کہ لا حول ولا قوۃ استغفر اللہ وہ کمبخت مردود خوں بیکر جس
بادیہ ضلالت لگا کیا سمجھا ہے ہم لوگ لعنت کرتے ہیں اُس سمجھ لگا اور اسکے پرستاروں پر گنجاب یہ کلمہ سنکے نہایت
درہم برہم ہوا اور کہنے لگا کہ اسی وقت اس بیہودہ اجل رسیدہ خدا پرست کو قتل کرو چار طرف سے کفار تلواریں کھینچ کے
اُٹھے اور چاہا کہ شاہزادہ شیرویہ کو تلواروں ماریں علقمہ وزیر نے گنجاب سے عرض کی کہ یا پیغمبر رسل ابھی قتل نہ
کیجیے پہلے اسکے زخم میں ٹانکے دلوا کے مرہم پٹی کر کے اچھا کیجیے بعد اسکے اسے ہدایت کیجیے کہ کفار پرستی قبول
کرے اسوقت اگر یہ قبول کرے تو بہتر ورنہ اسے قتل کیجیے یا زندہ اسے حضور خداوند گار کے بھجوا دیجیے گنجاب
نے کہا بصلاح اور تیرا مشورہ مجھے نہایت پسند ہے اور حکم دیا کہ اس قیدی کو قلعہ قزاطاق میں لیجا کے اسکی مرہم پٹی کرد

اور وہیں قید رکھو حسب الحکم گنجاب کے شاہزادہ شیر دیو بن حمزہ کو اسی حالت زنجیرداری میں دو بلے پر سوار کر کے اور کئی
ہزار سوار ہمراہ دے کر روانہ ہوئے اور شاہزادہ عالم کو اس قلعہ میں اپنا کے قید کر دیے

اب دو کلمے داستان شوکت بیان شاہزادہ بدیع الزمان والا شان کے گزارش کیے جاتے ہیں

کہ جوان تیز رفتار عیار بارگاہ گنجاب میں بہیئت عیار کے موجود تھا یہ نقل گنجاب کی اور ہمراہ لے پر چلا کے لے جانا
شاہزادہ شیر دیو بن حمزہ کا سمت قلعہ قراطاق اپنے کانوں سے سنتا اور بچشم اپنی دیکھ کے بسرعت تمام چار باغ میں پہنچا اور
بعد دعا و ثنا عرض کی کہ شاہزادہ کی عمر دراز ہو شاہزادہ شیر دیو بن حمزہ کو حالت زنجیرداری میں شاید کوہ امیدان سے
لے کے نکل گیا تھا اور کسی عیار نے شاہزادہ شیر دیو بن حمزہ کو بے ہوش پر اٹھا کے کفار
اٹھا کے گنجاب کی بارگاہ میں لائے ہیں اور گنجاب نے اس شاہزادہ عالی جناب کو طوق اور سلاسل کر کے حکم دیا کہ قلعہ
قراطاق میں قید کرو سو کئی ہزار سوار شاہزادہ شیر دیو عالی وقار کو اس قلعہ کی طرف لے کے روانہ ہوئے ہیں شاہزادہ
بدیع الزمان نے یہ حال شاہزادہ با وفا کا جو سنا از جوش خون برادری بے تاب ہو گیا اور اسی وقت مع اپنی فوج
دریا موج کے چار باغ سے سوار ہو کے سمت قلعہ قراطاق کوچ کیا اور بعد طے مراحل اور قطع منازل دوسرے روز
زیر قلعہ پہنچا تو اسنے دیکھا کہ قلعہ نہایت مستحکم اور فلک فرسا ایسا بلند ہے کہ جہاں تک طائر فکر و وہم انسان کا عقل
تک پہنچنے کی مجال ہے نہ کمند فکر اسکے کنگرے تک نارسا ہے اور ایک جانب اس قلعہ کے دریائے زخار ساحل ناپید اکنار
موجزن ہے اور کوہ کات کے بطور خندق کے گرد اس قلعہ کے رواں کر دیا ہے کوئی صورت بجز اسکے کہ شعر بستہ قفل کا ہے
نباشد کلید بے کشادہ ناکردہ امید ہے نظر نہیں آتی شاہزادہ بدیع الزمان عالی شان اپنے دل میں تدبیر و ترشد
مگر امید بکرم کریم کارساز کہ نام اسکا مسبب الاسباب اور مفتح الابواب ہے رکھ کر اسی فکر و تشویش میں تھا کہ اس قلعہ کو
کیونکر فتح کروں اور شاہزادہ شیر دیو بن حمزہ کو نکال لاؤں کہ ناگاہ یہ خبر شاہزادہ بدیع الزمان کے مع لشکر زیر
قلعہ بہ نیت قلعہ کشائی اور صنم و پیکار آنے کی قتلاق قراطاق اور ملاق قراطاقی کہ دونوں بھائی یہاں کے
قلعہ دار ہیں انکو جو پہونچی اور یہ دونوں بھائی آپ کو بڑا ہی زبردست اور شجاع اور شمشیرزن اور وحشت شکن جانتے ہیں
اور کسی کی بہادری اور دشمنی کی اصل و حقیقت نہیں سمجھتے بے ساختہ چلتے ہوئے مع اپنے لشکر کے قلعہ سے باہر نکل
آئے اور اپنے سرداروں کو مع تحفہ تحائف ساتھ لے کے بخدمت شاہزادہ بدیع الزمان والا رتبت چلے جس وقت
کہ یہ خبر سمع اقدس و ہمایوں شاہزادہ نامور کے پہونچی تو شاہزادہ عالم نے اپنے چند سرداروں کو دونوں بھائیوں
کے استقبال کو بھیجکر طلب کیا اور قتلاق قراطاقی اور ملاق قراطاقی دونوں بھائی بحضور شاہزادہ
بدیع الزمان کے حاضر ہوئے اور بعد سلام [illegible] اور جواہر پیش بہا نذر گذرانی شاہزادہ عالم نے نذرانہ دونوں
کی قبول کر کے بہت سی عنایت اور مہربانی ظاہر کی تب ان دونوں بھائیوں نے دست بستہ ہو کر عرض
کی کہ ہم دونوں خانہ زاد جاں نثار امیدوار اس امر کے ہیں کہ اب شاہزادہ عالم اقدام عالی سے قلعہ کو سرفراز
کریں اور اندرون قلعہ تشریف لے چلیں اور غلاموں نے سنا ہے کہ اجابت دعوت کی ازجملہ واجبات ہے لہذا جو کچھ
ماحضر ہے اُسے قبول کیجیے اور نوش فرمائیے شاہزادہ عالی مقدار نے دعوت انکی قبول کی اور ہمراہ
ان دونوں بھائیوں کے اندرون قلعہ رونق افزا ہوا اور انہوں نے بڑے اعزاز و تکریم تواضع و تعظیم سے شاہزادہ
عالم کو تخت پر بٹھلا کے تیاری دعوت کی کی اور طائفے ارباب نشاط کے بلائے اور آپ دونوں چالاکانہ [illegible] غلامانہ
کمر بستہ کار و خدمت میں مصروف ہوئے آخر کار خاصہ اور شراب بہشتی آغشتہ کر کے دسترخوان پر چنا اور

اس ترکیب سے اس رستم صولت شاہزادہ والا رتبت کو اسیر و دستگیر کرکے برابر شاہزادہ شیرویہ بن حمزہ کے قید کیا
اور ایک عرضداشت بدین مضمون کہ غلاموں نے بدیع الزمان کو اس ترکیب سے قید کرکے ہم پہلوے شیرویہ بن حمزہ
بٹھلا دیا ہی اگر آپ دو چار آدمی ہمراہ لیکے تشریف لائیں تو باعث افزایش ہم غلامون کے گنتا ہون کا بھی ہن قدوم
میمنت لزوم سے آپ کے ہو جائے اور وہ دونوں بندۂ خدا پرست بھی حاضر ہیں اُنکے حق میں جیسا رای مبارک
مین آوے خواہ قتل کیجئے خواہ زندہ وسالم اپنے ہمراہ لیجائیے یہ ابد آباد تک قید رہینگے اور جو آپ تشریف نہ لاوینگے تو ہم دونوں
بھائی ان دونوں قیدیوں شیرویہ بن حمزہ اور بدیع الزمان کو قید سے رہا کرکے اُنکا قدم پکڑینگے مسلمان ہو جاوینگے
لکھکے ایک سوار کے ہاتھ کنجاب کے پاس بھیجدی جس وقت کہ وہ عرضداشت کنجاب کی نظر سے گذری اور مضمون اُسکا
معلوم ہوا تو اُسنے چاہا کہ حرز تابوت اور دو ہزار نابکار اور بختیارک اور دو ایک اپنے سرداروں کو ہمراہ لیکے سوار ہو
بختیارک نے یہ حال سُنکے کہا کہ ای پیغمبر مرسل تیرا وہاں جانا کسی طرح سے مناسب نہیں مجھے یہ ثابت ہوتا ہی کہ وہ
دونوں بھائی جو وہاں قلعہ دار ہیں فیضان صحبت سے مسلمان ہوے اور انھوں نے چاہا ہی کہ فریب سے بلاکے خدا جانے
کس بلا میں تجھے مبتلا کریں اسمین علقمہ وزیر کنجاب کا جو برابر بیٹھا تھا اُسنے جو دیکھا کہ یہ وزیر بطلان اپنی ولد الزنائی اور
نطفہ حرامی سے کوئی چال نہیں رہ جاتا اور منع کرتا ہی اور حسد سے جلتا ہی علقمہ نے کہا کہ اے پیغمبر مرسل آپ کو وہاں جانا
واجب اور لازم ہی اسلیے کہ اگر آپ وہاں نہ جاوینگے تو وہ بھی آپ کے آپ سے منحرف ہو جاوینگے اور سب بندگان لقا
بھی کہینگے کہ کنجاب پیغمبر مرسل تھا مگر واسطے کفالت اور اعانت رفیقوں کے بختیارک کے اغوا کرنے سے نہ گیا غرض یہ خبر
ہر ایک ملک میں پہونچیگی اور بڑی بدنامی آپ کی ہوگی کنجاب نے بموجب علقمہ وزیر کی نصیحت کے بختیارک کا
کہنا نہ مانا اور چند خواص خاص اپنے ہمراہ لیکے اُسی وقت سوار ہوکے سمت قلعہ قراطاق روانہ ہوا جب یہ خبر آمد
کنجاب وہاں مُلاق قراطاقی اور قُملاق قراطاقی دونوں بھائیوں نے سُنی فوراً قلعہ قراطاق سے نکل کے
کوس بھر کنجاب کے استقبال کو گئے اور بڑی عظمت و جودت اور شوکت و شان سے کنجاب کو اندر قلعہ لیجاکے
تخت پر بٹھلایا اور جشن شاہانہ قرار دیکے جس طرح سے کہ کھانے میں بیہوشی ملاکے شاہزادہ بدیع الزمان کو مقید
کیا تھا اسی طرح سے کنجاب کو بھی بیہوشی دیکے کھانا کھلاکے مطوق اور مسلسل کیا اور برابر شاہزادہ بدیع الزمان کے
لاکے بٹھا دیا بعد تھوڑی دیر کے جبکہ کنجاب کو ہوش آیا اُسوقت اُسنے دیکھا کہ میں مطوق اور مسلسل ہوں اور میرے
سامنے بدیع الزمان بھی مقید بیٹھا ہی تب کنجاب نے نہایت درہم اور برہم ہوکے کہا کہ ای بدیع الزمان اب تو دیکھ کہ
میں تیرے ساتھ کیا سلوک کرتا ہوں شاہزادہ عالم نے جواب دیا کہ ای کنجاب خانہ خراب تیری وہ مثل ہی کہ پر خود
درماندہ شفاعت کسی کی کرے پہلے تو اپنی فکر کر ای نابکار اگر ابھی اس کفر وکافری کو ترک کرکے طینت بیضا دین اسلام کو
قبول کر تو خیر ورنہ بحکم خدا زندہ وسالم نہ چھوڑونگا انجام کار گفتگوے درمیان سے طول کھینچا یہ خبر مُلاق قراطاقی
اور قُملاق قراطاقی کو پہونچی کہ بدیع الزمان اور کنجاب سے زندان خانے میں نہایت سخت اور درشت گفتگو
ہو رہی ہی دونوں بھائیوں نے حکم دیا کہ بدیع الزمان اور کنجاب کو ہمارے پاس لے آؤ اور اب آپس میں زیادہ
بحث اور تکرار نہ ہونے دو چنانچہ حسب الحکم مُلاق اور قُملاق کے داروغہ زندان شاہزادہ بدیع الزمان کو مع
کنجاب ملاق قراطاقی اور قملاق قراطاقی کی بارگاہ میں لے گیا شاہزادہ عالی مقام اور کنجاب کو ان دونوں
بھائیوں نے دیکھکر کہا کہ ای شاہزادہ بدیع الزمان اور کنجاب تم دونوں سے ایک بات پوچھتے ہیں اسکا تم
جواب دو کہ ہم کو تمہارے دونوں کے دین میں عجب طرح کا طلجان اور تحیر ہی کہ دین لقاپرستی درست ہی یا خدا

بدیع الزمان کا برحق ہی لہذا ہماری نور سے ناقص یہن یہ بات آئی کہ ہم معجزہ خداوندی کا تم دونون سے طلب
کرتے ہین ہمارے ملک مین تمام زراعت خشک ہو گئی ہی اور خشک سالی پڑ گئی ہی تین برس سے ایک قطرہ پانی کا آسمان
سے نہین گرا اور بارش نہین ہوئی ہم اسوقت جو زمین مین بوتے ہین وہ نہین اُگتا تم دونون صاحب جدا جدا اپنے
خدا سے دعا کرو کہ بارش باران ہو اور اسی وقت یہ جو تخم کے زرے زرے ہو جائین اور جتنی بالیان ہون سب کے پختہ
ہو جائین پس جسکی دعا مستجاب ہو اور یہ معجزہ اُسکی دعا مین ہم دیکھین تو ہم کو یقین ہو کہ اُسی کا دین برحق ہی ہم دونون
بھائی بھی وہی دین اُسی شخص کا قبول کرین گنجاب نے شاہزادہ بدیع الزمان سے کہا کہ ای بدیع الزمان دیکھیو تجھے معلوم
کہ مین پیغمبر جبل خداوندی بیحدہ ہمہ ملک باختر کا ہون اور جسوقت مین دست بدعا ہونگا کثرت بارش سے عالم آب
ہو جائیگا اور یہ جو اسی وقت تیار ہو کے بالیان اُنکی پک جائینگی شاہزادہ عالیشان نے فرمایا کہ بہتر ہی پہلے تو ہی
دعا مانگ اور معجزہ خداوندی لقا کا دکھلا گنجاب نے کہا ابھی تو دیکھ میری دعا کا تماشا یہ کہکے گیا جانب سمت قطول
لقا نے دونون ہاتھ اُٹھا کے دعا کی اور کہا کہ یا خداوند لقا اپنے باران رحمت کو حکم کر کہ خوب برسے اور تو اپنی قدرت
خداوندی سے ان تخمون کو جلا کے ابھی سبز کر کے تیار کر دے اور بالیون مین اُنکی پختگی آ جائے غرض یہ کہ صبح سے دوپہر
تک گنجاب دعا مانگا کیا اور بہت سا مکر لقا کی تعریف مین جھک مارا کیا مگر استغفار بارش کا تو کیا ذکر بدلی کا کوئی ٹکڑا
بھی آسمان پر نہ نمودار ہوا بلکہ برعکس اسکے اس درجہ حرارت آفتاب ہوئی کہ ذرات ریگ مثل اخگر چمکنے لگے اور کرہ
ہوا کرہ نار ہو گیا ہوا سے گرم سے حضار مجلس کے مغز اور جسم جلے جاتے تھے اور اکثر لوگ شدت تشنگی اور حرارت سے ہلاک
ہو گئے اسوقت گنجاب نے نہایت عاجز و لاچار ہو کے شاہزادہ عالی وقار سے کہا کہ اب تو اپنے نادیدہ خدا سے آسمان
سے دعا کر شاہزادہ بدیع الزمان والاشان نے پانی منگا کے وضو کیا اور بعد وضو قبلہ رخ بیٹھ کے بحضور قلب اور بخلوص
نیت بہزار عجز و انکسار اور با چشم اشکبار جناب باری سے ملتجی اور ملتجی ہوا اور دست دعا دراز کر کے یہ رباعی زبان
ترجمان پر لایا رباعی یا رب بجمالت رسول الثقلین ÷ یا رب بغزا کنندہ بدر و حنین ÷ در ہر دو جہان بساز محروم ہوا ÷ دنیا بحق
بخش و عقبی بحسین ÷ ابھی یہ دعا و مناجات زبان سے شاہزادہ عالیشان کی تمام نہین ہوئی تھی کہ یکبارگی ابر
تیرہ و تار سمت قبلہ سے نمودار ہوا اور صدائے رعد و برق گوش زد ہونے لگی اور وہ آتے آتے تمام آسمان پر چھا گیا اور
بجلیان کوندنے لگین گنجاب علیہ اللعن والعذاب عالم سحاب کا دیکھ کہ عجب طرح کی کالی کالی گھٹا اُٹھی ہی عنقریب برسا
چاہتی ہی بے ساختہ کہنے لگا کہ یہ میری دعا قبول ہوئی اور یہ بدلی میری دعا سے آئی ہی اتنا کلام گنجاب تیرہ انجام کی
زبان سے جو نہین نکلا کہ سبھون نے دیکھا وہ ابر بحالت سحر کر کے آیا تھا اور بادل گرجے اور برق کوندنے لگی تھی وہ سب یکبارگی
غائب ہو گئین اور پھر ویسی ہی دھوپ اور حرارت آفتاب اور وہی شدت حرارت سے ہر ایک کی زبان سے العطش العطش
اور الامان الامان کی آواز نکلنے لگی شعر گئے جلے جیتے جی ایسی دون ÷ لگے جوش کھانے جو ذہن سے خون ÷ ہوئی گرد
بگولون کی زمین یہ جلتی سے ہوا ہو گئی آتشین ÷ ملاقی فراق اور فراق نے یہ نوطونی اور شدید
عجیب و غریب دیکھ کر کہا ای گنجاب تیرے ذرہ سے ٹکڑے کہنے سے ابر بھی غائب ہو گیا اور اب تو بیحد یہ حرارت ہو گئی کہ
عجب نہین زمانہ ہلاک ہو جائے بس خبر دار اب کوئی حرف زبان پر نہ لانا ورنہ ابھی تجھے ہم ایک ہی ضرب تیغ مین جان
سے مار ڈالینگے دوپہر تو نے لقا سے دعا مانگی تو کیا ہوا گنجاب نے شاہزادہ عالی جناب سے کہا کہ اگر ایسی ہی دعا
مستجاب ہی تو ایک مرتبہ پھر دعا مانگ بھلا بارش ہو تو اسی طرح کا ابر تب دیکھین کہ آسمان پر چھایا ہوا ہی رعد گرجے
اور برق کی تڑپ اور کڑک کی آواز گوش زد ہووے بدیع الزمان نے پھر دست دعا دراز کر کے بہ سجدہ و اشک کو

تا زنجیر میں پیوستہ کیا اور مضمون اشعار کے اشعار

سلطان و کریم نام تیرا · رحمن و رحیم نام تیرا
بندہ عاجز ہے اور مجبور · تجھ میں قدرت ہے اور مقدور
قطرے کو بنا دے پل میں دریا · خورشید کو چاہے کر دے ذرا
دریا میں صدف کو بخشے گوہر · سنگ تیرہ کو لعل احمر
تھا در یتیم تو سب پر · پھر میری دعا یہی ہے لب پر
برسے باران رحمت اسدم · یہ دانہ جو ہوں سبز و خرم

ای خالق و سرور دو عالم · ستار عیوب رب اکرم
خالق ہے تو اور سمیع و ناظر · سب راز نہاں ہیں تجھ پہ ظاہر
چاہے جسے عرش پر بٹھا دے · چاہے جسے خاک میں ملا دے
چاہے تو گدا کو شاہ کر دے · جس شخص کو چاہے تو نفر دے
ای رب کریم حی و قیوم · رحمت سے ہی تیرے کون محروم
ویسا ہی ابر گہر کے آ گئے · پھر ویسی ہی برق کوند جائے

ابھی یہ مناجات تمام و کمال شاہزادہ میں پڑھ چکا تھا کہ پھر
ویسا ہی ابر آسمان پر نمودار ہوا اور ویسی ہی آواز رعد کی اور ویسی ہی چمک برق کی ہو کے بارش شروع ہوئی تو اسقدر مینہ
برسا کہ وہ دانے جو کہ بوئے گئے اور بالیدگی انکی پیدا ہوئی شدہ شدہ نوبت یہانتک پہونچی کہ وہ درخت تیار ہوئے
اور خوشے انمین لٹک کے پک گئے مملاق قراطاقی اور قملاق قراطاقی دونون بھائی یہ معجزہ دیکھکر غرق اسلام کے
مشرف ہوئے اور شاہزادہ عالی مقدار بدیع الزمان نامدار کی قید توڑنے کے واسطے آہنگرون کو طلب کرکے کہا کہ جھٹ پٹ
طوق اور سلاسل اس آئے دو جہان شاہزادۂ عالی شان کے کاٹ دو ہم دونون بھائیون نے غلامی اور نعلین برداری
اس عرش تمکین کی قبول کی شاہزادہ عالی شان نے فرمایا کہ اگر تم کو یہی منظور ہے تو آہنگرون کا ہاتھ لگانا کیا ضرور ہے
لیکے ہاتھون کی ہتھکڑیان پاؤن کی بیڑیان گلے کا طوق کمر کا لنگر بغلون کے خار دار تو ایک ہی زور میں مثل تار عنکبوت
توڑ کر پھینک دیے وہ دونون بھائی دوڑ کر اقدام عالیہ اس شاہزادۂ نامور کے گر پڑے اور کہا کہ ای شہریار شیر پرچم
سن بخشش کن اور ہم وعدہ شفیع ۔ اشک ندامت دو دو شعال رواج اب ہم دونون غلام امیدوار ہیں کہ جو آپکے دین کو
اختیار کرے وہ کیا لیکے شاہزادۂ عالم نے کلمۂ شہادت ارشاد کیا مملاق قراطاقی اور قملاق قراطاقی نے خلوص نیت
از سر صدق مسلمان ہو گئے اور گنجاب کو بہت سی لعن طعن اور ذلیل کرکے چاہتے تھے کہ قتل کریں شاہزادہ بدیع الزمان نے
فرمایا کہ ای صاحبو یہ حرکت مروت سے بعید ہے کہ مہمان کو قتل کیجیے اور جانب گنجاب مخاطب ہوکے ارشاد فرمایا کہ ای
گنجاب میں ہر چند کہ خوب جانتا ہون تو تیرہ دل اور تاریک درون تیرہ بخت کا مصداق ہے تو بھی میرا کہنا نہ مانیگا بقول
کسی استاد کے شعر آب زمزم و کوثر سفید نتوان کرد ۔ گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ ۔ مگر بغرض اتمام حجت اسوقت بھی میں
تجھ سے کہتا ہون کہ تو مسلمان ہو جا اور میں تجھے بجائے اپنے بزرگون کے سمجھونگا اگر تو بچشم انصاف غور کرے تو مجھ میں اور دادا
میں کیا فرق ہے گنجاب نے جواب دیا کہ میں اپنے لشکر میں جا کے ایک مرتبہ معرکہ آرائے جنگ و جدال مقرر ہونگا اگر تو نے
مجھے زیر کر لیا تو میں بلاشک و شبہ مسلمان ہو جاؤنگا اور تمام اپنے لشکر کے سرداروں اور سوار اور پیادون اور مصاحبین اور
ہمنشینون کو مشرف باسلام کرونگا اور یونہی اختیار ہے جیسے حق میں جو تیرے جی میں آئے وہ کر شاہزادۂ عالی مقام
نے یہ کلام گنجاب کا سنکے فرمایا کہ کیا مضائقہ ہے لیکے شاہزادۂ عالی جناب نے گنجاب کو رخصت کیا اور آپ بھی مملاق قراطاقی
اور قملاق قراطاقی سے یہ کہکے کہ جس وقت میں لشکر کشی گنجاب پر کرون اسوقت تم دونون بھائی بھی آکے شریک
حال میری فوج کے ہونا اس قلعے سے برآمد ہوکے سوار ہوا اور بوقت رخصت کے مکرر مملاق اور قملاق دونون بھائیون
کو بہت سی دلجوئی کرکے سمجھا دیا کہ تم بدستور سابق یہان کے مالک و مختار ہو حسب الطلب ہمارے بوقت مقابلہ گنجاب
تم آکے حاضر ہونا اور پہلے شاہزادۂ عالم مع اپنے چھوٹے بھائی شاہزادۂ شیرویہ کے بمعجزہ کے سمت چار باغ روانہ ہوا
وہان حال گنجاب کا سنیے کہ گنجاب شاہزادۂ عالی جناب سے رخصت ہوکے اپنی بارگاہ میں آیا اور بہت فکر و تشویش میں

فضل کا بیان کیا قمطراز درسوار نے نہایت غیظ و طیش میں آ کے اسی وقت طبل جنگ بجوا دیا یہاں فضل بن
گیا ہور نے جو سنا کہ قمطراز درسوار نے اپنے لشکر میں طبل جنگ بجوا دیا فضل نے بھی حکم دیا کہ ہمارے لشکر میں طبل جنگ
بفضل ایزدی و تائید ربانی بجے یہاں بھی صدائے طبل جنگ بلند ہوئی اور رات بھر دونوں لشکروں میں تیاری اور
بڑی جاگ اور ہوشیاری رہی صبح کے وقت طرفین سے فوجیں نکلیں اور بعد صفوف آرائی قمطراز درسوار اپنے
کرگدن پہ سوار ہو کر سراپا دکھلاتا ہوا میدان میں آیا پکارا اے فضل بن گیا ہور خون آشام جسے تیرے لشکر میں
مرنا ہو وہ میرے مقابلے اور مجادلے کے واسطے نکلے ابھی پورا کلمہ قمطر کی زبان سے نہیں نکلنے پایا تھا کہ فضل بن
گیا ہور خون آشام اپنے گھوڑے کو جھکا کے جنگاور ہوا اور بعد جنگ نیزہ و ضرب تیغ سے قمطراز درسوار کی فضل
بن گیا ہور خون آشام نے زخم کاری سر پر کھایا اور لشکر نے فضل کے جو اپنے مالک کو زخمی ہوتے دیکھا ایک مرتبہ
جنگ مغلوبہ کے جادر طرفین سے آمادہ کفار کشی اور شمشیر زنی ہوئے اور جو عیار بھی فضل کے ان قمطراز در
سوار کے ہاتھ سے زخمی ہو گئے اور فضل نے اسی حالت زخمداری میں رومال سے اپنے سر کے زخم کو باندھ کے
اور حد شمشیر زنی کی کہ کشتوں کے پشتے لگا دیئے اور عنقریب تھا کہ فوج قمطراز درسوار کی جو بیث کھا کے بھاگ کھڑی ہو
جب فضل بن گیا ہور آشام کے سر کے زخم سے خون بہت نکل گیا اور ضعف کی شدت سے اب طاقت طاق ہو گئی
بڑی سستی سے تلوار مارتا تھا ملکہ گوہر ملک نے جو بام برج باغ سے دیکھا کہ کوئی دم میں فضل غش کھا کے
گرا چاہتا ہے اور فوج شکست کھا کے بھاگ کھڑی ہوئی چاہتی ہے سر برہنہ سمت قبلہ متوجہ ہو کے رو رو کے دعا مانگنے لگی
اور ملکہ یاقوت مالک بھی گریاں و نالاں دست بہ دعا تھی اور دونوں شاہزادیاں حضور قلب اور خلوص
نیت سے جناب باری سے ملتجی تھیں اور کہتی تھیں کہ اے رب کریم تو سمیع و بصیر ہے قادر اور قدیر ہے ہم لونڈیوں کی
عزت و حرمت کا بچانے والا اب سوائے تیری ذات کے کہ تو مالک حقیقی ہے اور کوئی نہیں قطعہ خداوندا بگردانی
بلا را ٭ ازیں آفت رہا کن جان ما را ٭ بحق آن دو گیسوے محمد ٭ بہ زیبن گردان زرد ستان ما را ٭ اور کبھی قلب کو
اپنے سمت مولا کی گستاخ ہو کے بہزار عجز و انکسار با چشم اشکبار پکارتی تھیں کبت سگرد منسار پکارت ہے جبرئیل کا انچر
تھیں بنائے دیو وہ جس سو برس بی بی سے مینے ناتھ سے سلمان کو چھڑائے دیو وہ جب ہیر زینی گرے دھمیر ترپ ادھارتے
سیس چلے دیو وہ جس منی کر دو کشن اے دھریں ہیر کیوں وہر لگائے دیو وہ اور کبھی حالت یاس و ہراس میں کہتی تھیں یا علی
یا فاطمہ بنت مصطفائی مدد دے وہ دست بتوں شکن یا علی مدد دے برقصہ پیام ست میں فوج تہ ریہ وہ یا مالک ذوالفقار حیدر علی مدد دے ٭
ابھی ملکہ گوہر ملک و یاقوت مالک بھی دعا میں مالک رہی تھیں کہ یکبارگی غبار دو بیابان گرد بہ غایت تیرہ و تیرہ و خیرہ خیرہ
سر گرد با آسمان پیدا ہوئے گرد میں دو زمرہ طلطان دیجان چون مہر زرافت دوستان ہوائے مارا گرد کو گرد نے تھا بعد اس کے دو مرد
دکھائی دیے وہ ادھر میں سے آگے تو شاہزادہ رستم منزلت بدیع الزمان والا نہمت اور دست چپ کو شاہزادہ شبر ویہ بن
حمزہ دونوں بہادر با شمشیر و بیان ہو کے قمطراز درسوار کی فوج پر گرے اور مہرے سے کفار کشی اور جہاد کرنے لگے کہ آن واحد
میں تمام لشکر کفار تہ و بالا ہو گیا اور شاہزادہ بدیع الزمان لاشوں پر لاشیں ڈھیر کرتا ہوا قمطراز درسوار کے بیچ کھا
قمطراز درسوار نے شاہزادہ عالی مقدار کو دیکھ کے کہا کہ اے بدیع الزمان تو کہاں تھا میں تو مدت تیری جستجو اور تلاش میں تھا بحول
خداوندی نقل ہے مسافت بعید طے کر کے یہاں آیا تھا یہ کہہ کے ایک وار تلوار کا جوہر فروش شاہزادہ کا مارا گیا شاہزادے نے
اس کی ضرب سپر کے تیغ بطور دلپسند کو اٹھا کے سر پر مارا اور ایسے شمشیر فراخ دہن کو شاداب کیا تھا کہ تیغ سپر کو کاٹ کے خود اور دو ٹکڑے
کو تراش کر چار انگل سر میں اتر گیا قمطراز درسوار نے جھٹ تمام دستار تھام کھینچ کے پیلا اسکے کرگدن کی گردن پر پڑے ٭

فوراً گردن کو قلم کرکے نکل گیا اور وہ کشتہ نامراد مانند طاؤس آتشبازی کے چرخ کھا کے زمین پر گر پڑا کفار نے جو
قسطراز در سو در کو زخمی گردن پر سے اُٹھتے دیکھا جھٹ پٹ چار طرف سے ریلا کیا اور اسے اُٹھا کے لے بھاگے اور شکست
فاش لشکر میں قسطراز در سو در کے ہوئی جو زیر کمر آیا تھا اور جو جہان تھا وہان مارا گیا باقی ماندہ جتنے تھے جس نے
جدھر راستہ پایا اُسی طرف کو جان بچا کر بھاگ کھڑا ہوا مگر اب فضل بن گیا ہور خون آشام بسبب زخم کاری کے
چونکہ نہایت سُست ہو گیا تھا تو اپنے گھوڑے کی گردن میں ہاتھ ڈال دیئے تھے اور خود سنبھل اور محض بیخبر ہو گیا تھا اسپ
اُسکو لیکے ایک سمت کو چلا جاتا تھا اب دیکھئے کہ فضل بن گیا ہور خون آشام کا کہان سراغ ملے یہان لشکر
فیروزی اثر شاہزادہ نامور کا شادیانے فتح کے بجوا کے اور لکھو کھا روپیہ کا مال اسباب لشکر کفار کا لوٹ کے
بہمراہ رکاب ظفر انتساب شاہزادہ عالم کے رزمگاہ سے پھرا اور شاہزادہ عالی جاہ بدیع الزمان مع شاہزادہ شیروہ
بن حمزہ داخل چاربلغ ملک حرمان دیوکش ہوا

اب دو کلمے داستان فضل بن گیا ہور خون آشام سے بیان کیے جاتے ہیں

کہ فضل بن گیا ہور خون آشام نے جو عرصہ رزمگاہ میں قسطراز در سو در کے ہاتھ سے زخم کاری کھا کے اپنے دونوں
ہاتھ گھوڑے کے گلے میں ڈال دیئے اور بیہوش ہو گیا تو گھوڑا فضل کو لیے سرپٹ چلا جاتا تھا دوسرے روز نماز کا وقت
تھا کہ رخشان کوہ کے نیچے گھوڑے نے فضل کو اپنی پشت پر سے گرا دیا اور بسکہ دو دن کا بھوکا پیاسا تھا آپ چرنے میں
مشغول ہوا حسب اتفاق اس سرزمین رخشانیہ کا بادشاہ رخشان شاہ نامے ایک مقربان درگاہ لقا سے لاکھوں سوار
کا مالک بڑا بہادر اور شمشیر زن ہے اسکی بیٹی ملکہ جہانے گوہر پوش نامے ایک ماہ طلعت مہ جبین پری وش حور تمکین
کہ اُسنے اسی رخشان کوہ کے متصل ایک باغ نہایت پُرفضا اور دلچسپ تعمیر کرایا ہے اور اکثر اوقات بطریق تفریح
گلگشت باغ کو مع ساڑھے چار سو اپنی ہمجولیوں اور ملازموں کے وہان دس دس بارہ بارہ روز رہا کرتی تھی چنانچہ
جس روز کہ فضل کو گھوڑے نے وہان زیر کوہ لا کے گرا دیا ملکہ جہانے گوہر پوش مع اپنی صحبت والیوں کے اسی اپنے
باغ میں تھی کوئی نوکر ملکہ جہانے گوہر پوش کا صبح کے وقت وہان آنکلا اور اسنے دیکھا کہ ایک گھوڑا نہایت خوبصورت
با زین و لگام مرصع کار چراگاہ میں پھرتا ہے اس شخص کو بخیال حرص دنیا فکر ہوئی کہ کسی گھات سے یہ گھوڑا جو ادھر چرتا ہے
اسے پکڑ کے زیور سب اُتار لیجیے اور یہ سوچ کے چند قدم اس گھوڑے کے پیچھے آگے بڑھا اسکے قریب نہیں پہونچا تھا کہ
اسنے دیکھا کہ ایک سمت ایک جوان رعنا با چہرۂ زیبا تمام سلاح جسم پر لگائے پوشاک فاخرہ پہنے مگر خون آغشتہ
خاک پر بیہوش اور خود فراموش پڑا ہے وہ شخص یہ تماشا دیکھکر وہان سے بسرعت تمام پھرا اور ملکہ کے باغ میں جا کے
دو چار اپنے ساتھ والوں سے کہا کہ اس پہاڑ کے صحرا میں ایک گھوڑا بہت خوبصورت کئی ہزار روپیہ کا زیور پہنے
پھرتا ہے اور ایک جوان وجیہ شکیل زخمی پڑا ہے سبھوں نے کہا چلو دیکھیں غرض وہ سب وہان آئے اور فضل بن
گیا ہور خون آشام کو دیکھکر آپس میں صلاح کی کہ اس زخمی کو مع اسکے گھوڑے کے ملکہ جہانے گوہر پوش کے
پاس اُٹھا لے چلیں سبھوں نے کہا اچھا ہے چلو آخر ایک چارپائی لا کے فضل بن گیا ہور خون آشام کو اُسی
غش کی حالت میں چارپائی پر ڈال کے اور اس گھوڑے کو پکڑ کے پھر اسی باغ میں ملکہ جہانے گوہر پوش کے سامنے
لائے اور سب حال بیان کیا ملکہ جہانے گوہر پوش فضل بن گیا ہور خون آشام کو دیکھتے نگاہ اولین ہزار جان
و دل سے خریدار اور عاشق زار فضل بن گیا ہور خون آشام کی ہو گئی مگر بخیال مآل اندیشی اور بمقتضائے
دہشت کہ مبادا میرا راز کسی پر افشا ہو جائے خوب سا آپ کو سنبھال کے اپنی دایہ سے کہا کہ ای دایہ

تو اس زخمی کے زخموں میں ٹانکے دلوائے و مرہم لگاؤ اور اپنے مکان میں لیجا کے بہت اچھی طرح سے اسے رکھنا جب یہ بخوبی
تمام صحت پا جائیگا تو اسوقت اسکا حال دریافت کرکے کہ یہ کون شخص ہے کہاں کا رہنے والا ہے زخمی کیونکر ہوا ہے مجھکو مطلع
کر دیجیو القصہ یہ ملکہ جہاں گوہر پوش کی فضل بن گیاہور خون آشام کو ایک مکان میں لے گئی اور آپس میں یہ تقسیم
سب میں ہو گئی کہ یہ راز کہیں فاش نہونے پائے تلاش کرواکے کسی جراح سے مرہم لگایا اور فضل بن گیاہور خون آشام
کے زخم پر پاس مرہم کے پھاہے لگائے جب دماغ کو ہوا لگی تو فضل کی آنکھ کھلی اور اسنے دیکھا کہ میں ایک پلنگ پر پڑا ہوں اور
میرے گرد و پیش چند نازنینان مہرجبین ماہ طلعت پری پیکر کھڑی ہیں اور ان میں ایک نازنین نہایت حسین ہے کبت سندر
روپ سروپ ہمارے ہیں پہلے جو رنگ میں ہیئے + جوں جوں انکہون کو دیکھیے دیکھیے جیسے دیکھے ہیں ہیجے + بوروں کی چوٹ سی
لاجات مندو سرے اور کو دیکھیں دیجیے + اور بنا دینے نینہ دولک بھی ہی مگر دیکھو ہی لیجے + فضل بن گیاہور خون آشام
نے اس سرمایہ حسن و دلبری کو دیکھ کے نگاہ اولیں ایک تیر عشق جگر پر کھاکے اور ایک آہ سرد دل پر درد سے کھینچ کے
مثل مرغ بسمل اپنا کلیجا دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا اور پھڑک پھڑک کے دم بھر میں بیہوش ہو گیا ملکہ جہاں
گوہر پوش بمضمون اس شعر کے شعر دل ما بدین بہ جست درین گنبد سپہر + از سوے کینہ کینہ و از سوے مہر مہر + سمجھی
کہ یہ شخص بھی وابستہ الفت اور شیفتہ محبت میرا ہو گیا ہے پھر خوب سا ضبط کرکے اور باتوں میں مصروف ہوئی
اتنے میں مہر نگین پر جو فضل کے ملکہ کی نگاہ پڑی تو معلوم ہوا کہ یہ شخص گیاہور خون آشام سپہ سالار گنجاب
کا جو تھا بیٹا فضل ہے ناگاہ دم بھر کے بعد جو فضل کی آنکھ کھل گئی اور ملکہ کو بنظر حسرت دیکھنے لگا ملکہ نے کہا اے
شخص کیا متوحش ہو کر دیکھ رہا ہے سرگذشت تیری میں بیان کر دوں ماجرا یہ ہوا ہے کہ تیرے گھوڑے نے حالت غش
میں بیابان زیر رخشان کوہ لاکے گرا دیا تھا میرے ملازمین تجھے اٹھا کے میرے پاس لے آئے ہیں اور یہ سرزمین رخشان کی
ہے میرا باپ رخشان شاہ بیابان کا بادشاہ لاکھ سوار کا مالک ہے آئندہ اگر تو عاقل اور فہیم ہے تو اپنے دل میں
سمجھ لے چپ ہو رہنا شعر دل ہست این فلک نتوان کرد باور + شود با ہر کہ خواہد آشنا دل + جسوقت کہ میں نے
تجھے بایں حال دیکھا تجھ مقام دم مارنے کا نہیں کہ جو میرے دل کی حالت ہے مگر بے طاقت ہو کے اور اپنے باپ سے مخفی
تجھے میں نے یہاں لاکے رکھا ہے اب نہیں معلوم کہ تیرے دل کو بھی جذب محبت ادھر کا ہے یا نہیں فضل بن گیاہور
خون آشام نے متبسم ہو کے جواب دیا کہ اے ملکہ شعر چاہت کو میرے آپ نہ ہم دمے لیجیے + جینے ہی جی سے آپ
قسم دے کے پوچھیے + الا شعر ودلبتر داری اگی ہر نا میاں لینگے ہم تمہاری خاطر + رسوائی سہینگے ہم تمہاری خاطر + تم
بھی تو کرو ہماری بات اک شعر + تو کیوں نہ کرینگے ہم تمہاری خاطر + ملکہ جہاں گوہر پوش نے کچھ دیدہ و نگاہ سے
فضل کے منہ کو دیکھا اور زیر لب از راہ تعجب خوشنا مانے پوچھا کہ وہ کونسی بات ہے فضل نے کہا اے ملکہ اصل
حقیقت یہ ہے کہ میں غلام جاں نثار شاہزادہ بدیع الزمان نامدار کا ہوں اگر تم کلمہ شہادت پڑھ کے ملت بیضاے
اسلام قبول کرو تو تمام عمر شعر گر بسر چشم من نشینی + نازت بکشم کہ نازنینی + ملکہ جہاں گوہر پوش نے کہا کہ اے
فضل بن گیاہور خون آشام خوب کہے تو رات دن کو تو کہوں میں رات ہے + کہ اسمیں کچھ نہیں یہ دل ملے کی بات
ہے + اور فارسی والوں نے کہا ہے شعر عشق ازین بسیار کردست و کند + سبحہ را زنار کردست و کند + اچھا مجھے بہر حال
تیری خوشی منظور ہے جو تو کہیگا میں قبول کرونگی وہ کلمہ ارشاد کر فضل بن گیاہور خون آشام نے کلمہ شہادت
تلقین کیا اور ملکہ جہاں گوہر پوش مع دس بیس ستاروں کے اور محبت والیوں کے کلمہ طیبہ پڑھ کے مشرف باسلام ہوئی
اور بعد چند روز کے فضل بن گیاہور خون آشام کا زخم اندمال پذیر ہوا اور غسل صحت کیا اور ملکہ نے تیاری جشن کی

کے صحبت ناچ رنگ کی قرار دی اور ہر روز صبح سے شام تک ملکہ ہمائے گوہر پوش اور فضل بن کیا ہور خون آشام
جام شراب عیش سے مدہوش ہم آغوش رہتے تھے ایک روز کی نقل ہے کہ رخشان شاہ بادشاہ بطریق سیر و شکار سوار ہو کے
اس طرف آ نکلا اور بیساختہ اسکو خیال ہوا کہ ایک مدت سے میری بیٹی ملکہ ہمائے گوہر پوش یہاں سیر باغ کو
آئی ہے اور میں نے نہیں دیکھا ہے ذرا اسکو بھی دیکھتا چلوں اندرون باغ قدم زن ہوا تو اسکو نوکروں باندیوں
نے رخشان شاہ کو آتے جو دیکھا تو سب کی سب سراسیمہ اور بدحواس دوڑی ہوئیں ملکہ ہمائے گوہر پوش کے
پاس آئیں اور عرض کی کہ اے ملکہ عالم آپ غافل کیا بیٹھی ہیں رخشان شاہ آپکا باپ آ پہونچا ہوشیار ہو جائیے
ملکہ نے جو آمد باپ کی سنی تو شدت خوف سے مثل قالب بیجان محو حیرت سکتے کی صورت رہ گئی ابھی کچھ کہنے نہیں
پائی تھی کہ سامنے سے رخشان شاہ ـــــ نے فضل بن کیا ہور خون آشام کو اور اپنی بیٹی ملکہ ہمائے گوہر پوش
کو ہمدوش و ہم بغل ایک مسند پر بیٹھا دیکھ کر خنجر کمر سے کھینچ کر پکارا کہ اے تیرہ بخت تیرہ روزگار تو کون شخص ہے فضا گرفتہ
و امانت چرا این سان + رسیدی بے خطر در قصر شاہان + اور برابر ہو کے خنجر مارا فضل جہاں بیٹھا تھا اپنی جگہ پر
وہاں بیٹھا رہا جسوقت کہ چمک خنجر کی دیکھی بائیں گھٹنے کو زمین پر قائم کر کے داہنے ہاتھ سے بند دست رخشان شاہ
کا پکڑ لیا اور زور سے اسکی کلائی کو فشار دیا تو خنجر ہاتھ سے چھوٹ کر علیحدہ گر پڑا اور جھٹ پٹ فضل رخشان شاہ کو
پشت بزمین کر کے چھاتی پر چڑھ بیٹھا اور پوچھا کہ اے رخشان شاہ اب بتلا پروردگار عالم کی بندگی کرے گا رخشان
شاہ نے کہا میں فرمانبردار ہوں کہو سو بجا لاؤں پر یوں تو مجھے منظور نہیں ایک شرط ہے اسکو اگر تو ادا کرے تو کیا مضائقہ
جو تیرا دین ہے میں قبول کروں فضل نے کہا کہ وہ شرط اپنی بیان کر تاکہ بلا اتمام حجت نہ کرونگا پھر کہہ رخشان
شاہ نے کہا ایک شیر خونخوار مردم آزار ہمارے ملک کا اسی قرب و جوار میں رہتا ہے اگر تو اس شیر کا شکار کر کے مجھے
دکھلا دے تو تا قید حیات تیری اطاعت اور فرمانبرداری میں بسر و چشم حاضر ہوں فضل بن کیا ہور خون آشام
نے رخشان شاہ کو چھوڑ کر کہا کہ بسم اللہ اے رخشان شاہ سوار ہو اور مجھے اپنے ہمراہ لیجا کے اس شیر کو دور سے
دکھلا دے رخشان شاہ اسی وقت باغ سے باہر نکلا اور فضل بن کیا ہور خون آشام کو اپنے ساتھ لیکے
اس صحرا میں گیا اور جاسوسوں سے تحقیق کر کے کہا کہ وہ سامنے اس جھاڑی میں شیر رہتا ہے فضل نے بھی تمام
قریب اس جھاڑی کے جا کے دیکھا کہ شیر غافل پڑا سوتا ہے اسوقت فضل نے آواز بلند کہا کہ او روباہ کیا پڑا
سوتا ہے ہوشیار ہو جا کہ شکار تھا اور اجل پر تیرے تیری کھڑی ہے آواز کے ساتھ شیر کی آنکھ کھل گئی اور فضل بن
کیا ہور خون آشام کو باشمشیر عریاں اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر غرایا اور ایک ہی جست میں برابر فضل کے پہونچ کر
چاہتا تھا کہ پنجہ مارے فضل نے تلوار ماری شیر تو جست کر کے پشت پر جا رہا اور اسکی تلوار وہاں ایک پتھر پڑا تھا اسپر جو
پڑی تو دو ٹکڑے ہو گئی اب کی مرتبہ شیر پھر حملہ ور ہو کے آیا فضل جست کر کے داہنی طرف جا رہا شیر نے چاروں پاؤں
اپنے زمین پر قائم کیے فضل جست مار کے اس شیر کی پشت پر سوار ہو بیٹھا اور دونوں ہاتھوں سے شیر کے دونوں
کان پکڑ کے جو زور کیا تو کان شیر کے اکھڑ آئے اور دو دھارے خون کے بناگوش سے شیر کی جاری ہوئے رخشان
شاہ نے جو یہ ماجرا دیکھا تو بے ساختہ پکارا اے بہادر بس مجھے ثابت ہوا کہ دین تیرا برحق ہے جو تیرے دین کو
اختیار کرے وہ کیا کرے فضل نے کلمۂ شہادت ارشاد کیا رخشان شاہ کلمۂ شہادت پڑھ کے مسلمان ہو گیا اور
کہنے لگا کہ میں نے ملکہ ہمائے گوہر پوش کو برضا و رغبت اپنی تیرے عقد میں دیا فضل نے کہا کیا مضائقہ مگر
تاوقتیکہ شاہزادہ عالی تبار بدیع الزمان نامدار کی شادی ملکہ گوہر ملک کے ساتھ نہ ہوگی مجھے تیری بیٹی سے

پھر علاقہ نہیں بروقت شادی ہونے شاہزادہ عالم کی ملکہ گوہر ملک کے ساتھ میں بھی تیری بیٹی کے ساتھ عقد
کرونگا یہ کہکے تیر پر سے گھوڑا اترپڑا اور وہ تیر ترسان اور لرزان جبین بر زمین کرتا سمت صحرا چلا گیا یہاں زرخشان شاہ قتل
ہو گیا بوزرخوف تمام کو ہمراہ لیے اپنی بارگاہ میں آیا

اب تتمہ داستان شوکت بیان خاور سیاہ ملک قاسم لعل خشان خوزر خاوری سے گزارش کیا جاتا ہے

کہ شاہزادہ قاسم جو مرادکوہ میں مع مرادشاہ محمد دست فوج دسیاہ کی کرتا ہے اور اس فکر میں ہے کہ لشکر جمع کرکے
بر سر گنجاب جاؤں ایک روز کی نقل ہے کہ خاور سیاہ ملک قاسم نے فرمایا کہ میں بہت روز سے شکار کھیلنے نہیں گیا ہوں دو
چار روز اسی گرد و نواح میں شکار کھیل کے پھر آؤنگا مرادشاہ نے عرض کی کہ بہت خوب اور اسی وقت سامان شکارگاہ طلب
کیا اور شاہزادہ قاسم بہ نیت شکار سوار ہوکے چلا قضائے کار اسی قریب میں ایک شہر ہے کہ نام اسکا ارکانیہ
ہے اور حاکم وہاں کا ارکان بلند اختر نامے ایک بادشاہ بڑا صاحب جاہ ہے دو پہلوان اسکے ایک کا نام ارقم خوک پیشانی
اور دوسرے کا نام خرپاے خرس اندام تیرے سرکش اور زبردست ہیں چنانچہ ارکان بلند اختر نے سنا کہ مرادشاہ قاسم
کا شریک ہوکے مسلمان ہو گیا نہایت پیچ و تاب کھا کے اپنی بارگاہ میں باواز بلند کہا کہ اے پہلوان میں میں چاہتا ہوں
تم میں سے ایک پہلوان جاکے مرادشاہ کو بیابانِ تنبیہ نمائش کر کے پھر بدستور قدیم دین لقا پرستی پر لائے اور جو وہ قبول نہ
کرے تو پھر اسکا قلع کر کے میرے پاس لے آئے یہ کلام ارکان بلند اختر کا سنکے ارقم خوک پیشانی نے کہا کہ میں جاکے ابھی
مرادشاہ کو سمجھائے دیتا ہوں اور اگر وہ سر مو میرے کہنے سے انحراف کرے گا تو تمام اسکے ملک کو برباد کر کے سر اسکا
لاکے آپ کے سامنے حاضر کرونگا ارکان بلند اختر نے اپنے بیٹے کو بھی ارقم خوک پیشانی کے ہمراہ کر دیا اور لاکھ سوار
اسکے ہاتھ تمام کر کے روانہ کیا اور وہ ارقم خوک پیشانی مع ارکان بلند اختر کے بیٹے اور لاکھ سوار کے کوچ در کوچ
طے مراحل اور قطع منازل قریب مرادشاہ کے ملک کے پہونچا اور وہاں پہونچ گئے اسنے سنا کہ قاسم کہیں شکار کھیلنے کو
گیا ہے اندرون مرادکوہ فقط مرادشاہ اکیلا ہے یہ حال سنکے بہت خوش ہوا اور اسی وقت فوج کو جانب مرادکوہ
کر کے روانہ ہوا مرادشاہ نے جو یہ خبر سنی کہ ارقم خوک پیشانی اور بیٹا ارکان بلند اختر کا مع لاکھ سوار کے آتا ہے اسی
وقت تمام اپنی فوج دسیاہ کو لے کے سوار ہوا اور مرادکوہ سے نیچے اتر کے تھوڑے سے فاصلے پر ارقم خوک پیشانی
کے لشکر سے بارگاہ اپنی استادہ کروائی اور اترپڑا ارقم خوک پیشانی کو جو یہ خبر پہونچی کہ مرادشاہ مع اپنی فوج دسیاہ
کے مرادکوہ سے اتر کے بہ نیت مقابلہ اور مجادلہ آیا ہے اور تھوڑی دور پر بارگاہ استادہ کروائی ہے نہایت درہم برہم ہو کر حکم
دیا کہ ہمارے لشکر میں طبل جنگ بجوا دو اور بموجب اسکے کہنے کے لشکر لقا میں طبل جنگ بیدرنگ بجا جس وقت کہ آواز طبل
جنگ کی مرادشاہ کے لشکر میں پہونچی مرادشاہ نے بھی حکم دیا کہ ہمارے لشکر میں بھی طبل جنگ بجے یہاں بھی صدائے
طبل جنگ بلند ہوئی اور رات بھر دونوں لشکروں میں بڑی ہوشیاری اور جاگ رہی جبکہ گریبان سحر چاک ہوا اسی
وقت سے ارقم خوک پیشانی مع اپنے لشکر کے اور ادھر مرادشاہ مع اپنی فوج دسیاہ کے نکل کے تمام میدان میں آکے
قائم ہوئے اور نقیبوں نے طرفین سے میمنہ اور میسرہ قلب و جناح ساقہ کمین گاہ آگے کا ہراول پیچھے کا چنداول
چپ و راست صفیں باندھیں آراستہ و پیراستہ کر دیں کہ پٹ نکل کے کوئی جنگ نہ کرنے لگے ارقم خوک پیشانی اپنے لشکر سے
مرکب جھکا کے سرمیدان آیا اور پکارا اے لشکر مرادشاہ ز شما کہ آرزوے مرگ است کہ پائے میدان جنگ آشنا کند
پورا ارقم کی زبان سے نہیں نکلنے پایا تھا کہ اس طرف لشکر مرادشاہ سے سہیل ستارہ چشم گرہ پیشانی مرادشاہ
سے اجازت لیکے اسکے مقابلہ میں آیا اور بعد نیزہ وری ضرب شمشیر سے ارقم خوک پیشانی کی سہیل ستارہ چشم

بدرجۂ شہادت فائز ہوا بعد اسکے پھر کسی کو مرادشاہ کی فوج میں حوصلہ نکل کر اس سے مقابلہ اور مجادلہ کرنے کا نہوا
اسوقت مرادشاہ نہایت سراسیمہ اور پریشان حال ہو کے بحضور قلب اور خلوص نیت بسمت قبلہ متوجہ ہوکے بادل بریان
اشک ریزان بجناب باریتعالیٰ ملتجی ہوا کہ اے قادر ذوالجلال خالق زمین و آسمان میں بندہ عاصی جدید الاسلام
ہوں صدقہ اپنی وحدانیت کا اور میری مدد کر بطفیل [illegible] شاہزادہ [illegible] خاور سیاہ ملک قاسم لعل
افشان خونریز خاوری کے آستانہ مجھے معلوم ہوا ہے

نظم

چہ عاجز بمانندہ دائم ترا	چو بر در ہی از رہ گذر دور را
درین عاجزی چون بگویم ترا	تو در دست منو خود دور را
تو گشتی بہر آن کس کہ دریغ رواست	چو بر لشکر دشمن آری رئیس
دعا ہے کہ کنندش تم مستجاب	ز فرمان کنی فیل و صحاب فیل

ابھی یہ مناجات تمام نہیں ہوئی تھی کہ اسلئے شور از دامن
دشت و ماچ ادمک [illegible] گرد سے بر خاست [illegible] اور اسمیں سے دیکھا کہ فضل بن گیا ہو خون آشام اور
رخشان شاہ مع دو لاکھ سوار کے نمودار ہوا اور بعد اوسکے لشکر کفار نے چند مد شجعون کو مغلوب کر لیا ہے فضل
پہ اور ارقم کے پہونچ کر پکارا کہ اے باش او کافر کہاں جاتا ہے ارقم خوک پیشانی نے فضل کو دیکھکر کہا اے اجل رسیدہ تو کہاں ہے جو
مرنے کو یہاں آتا ہے یہ کہکے ایک ضرب تیغ بر سر فضل ماری فضل نے اسکی ضرب کو خالی دیکر شدہ دست اسکا پکڑ لیا اور
دوسرا ہاتھ کمر زنجیر میں ارقم خوک پیشانی کی ڈال [illegible] بعد اگر جگر سے کھینچا اور ایک زور میں ارقم کو خانۂ زین سے
اٹھا کے سر سے بلند کیا اور چرخ دے کے زمین پر مارا کہ چاروں شانے چت گرا اور پھر فضل اپنے گھوڑے پر سے کود کر ارقم کی
چھاتی پر چڑھ بیٹھا اور کہا اے ارقم خوک پیشانی راہ درخشان متین پروردگار عالم چہ [illegible] بمضمون اس شعر کے
شعر نصیحت کن مرا چندانکہ خواہی + کہ نتوان شستن از زنگی سیاہی + بکلمات واہیات جواب دیا تھا کہ پورا
کلمہ اسکی زبان سے نہیں نکلنے پایا تھا کہ فضل نے ایک ہاتھ سے سر اسکا پکڑکے زور کیا اور سر اسکا دھڑ سے کھینچکر علیحدہ
پھینک دیا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوکے آمادۂ کارزار ہوا ناگاہ بیٹا ارقم کا کہ شاپور بن ارقم مشہور تھا ایک خنجر
اے باپ کہکے بخنجر برہنہ بمقابلہ فضل بن گیا ہو پہونچا اور کہا اے فضل [illegible] تیغ و سلامت میرے باپ کو
مارکے میرے سامنے سے بیٹا بچکر کہاں جائیگا یہ کہکر تلوار فضل کے سر پہ ماری فضل نے اسکے وار کو خالی دیکر بوقت
برگشتن دوبارہ ایک ہاتھ اسکی تیغہ مارا کہ [illegible] لاش اسکی خاک و خون میں لوٹنے لگی جبکہ فوج و سپاہ نے ارقم
خوک پیشانی کی شاپور بن ارقم کو بھی دیکھا کہ مارا گیا سب کے سب ہزیمت کھا کے بھاگ کھڑے ہوئے اور ارکان بلند اختر
کا بیٹا [illegible] کے سمت ارکانیہ نکل گیا مرادشاہ نے تحقیق کیا کہ یہ فوج اسلام کہاں سے میری مدد کو آئی ہے تو
معلوم ہوا کہ فضل بن گیا ہو خون آشام ملازم جان نثار شاہزادہ بدیع الزمان بعد [illegible] اسوقت مرادشاہ فضل
سے بخوشی تمام و تکریم سے ملازمت حاصل کرکے فضل کو اپنی بارگاہ میں لایا اور [illegible] تین روز جماعداری
میں مصروف رہا روز چہارم فضل مرادشاہ سے رخصت ہوکے بسمت چار باغ بخدمت شاہزادہ بدیع الزمان روانہ ہوا ادھر
کا حال سنیے کہ قاسم جو حریف [illegible] مرادشاہ کی بارگاہ سے بسمت صحرا روانہ ہوا [illegible] تلاش میں [illegible] جنگل
میں کوئی شکار نہ ملا اتفاقاً تھوڑی دور جاکے ایک ہرن نظر آیا خاور سیاہ نے چاہا کہ اس ہرن کو زندہ دستگیر کروں اور اس
تنہائی میں گھوڑے کو تیز کر اس ہرن کے پیچھے چلا اور ہرن گھوڑے اور سوار کو دیکھ کر جان لے کے چوکڑیاں بھرتا ایک سمت
کو بھاگا اور قاسم بھی پیچھے ہرن کے گھوڑا سرپٹ ڈالے ہوئی کوس بھر جب دور نکل گیا اور ہرن زندہ ہاتھ نہ آیا
اسوقت غیظ میں آکے تیر کو ترکش سے نکال کمان سے پیوستہ کیا اور زہ کو زہ سے ملا کر جلد کو تا بناگوش کھینچ کے
نشانہ تاک کر تیر کو پرتاب کیا وہ تیر ہرن کے بازو میں لگا اور وہ ہرن زخمی ہو گیا اور قاسم نے جھٹ پٹ

گھوڑے پر سے اُتر کے ہرن کو ذبح کر ڈالا اور شکار چند ہرن کو فتراک کے برابر کر کے پھر سوار ہوا اور سمت مراد کوہ چلا وقت
شب از بسکہ تاریکی تھی راہ بھول کے منزل نکل گیا جب صبح نمایان ہوئی تو ایک قافلہ سوداگر کا ملا شاہزادہ قاسم نے جو دریافت
کیا تو معلوم ہوا خواجہ شمس مغربی نامے ایک سوداگر مسلمان سمت ارکانیہ کے جاتا ہے بغرض تجارت اور قافلہ سب اُسکے
ہمراہ ہے شاہزادہ خاور سیاہ قریب اُس قافلہ کے پہونچا اور یکایک خواجہ شمس مغربی نے جو قاسم کو دیکھا تو پہچان
گیا بہت سی خاطرداری قاسم کی کر کے بڑی تواضع و تکریم سے بعد ادراک حال گذشتہ اپنے خیمہ میں لے گیا اور مہمانداری
کی دوسرے روز قاسم بھی لباس تاجرانہ پہن کے ہمراہ اُس سوداگر کے چلا اور شہر ارکانیہ میں پہونچا خواجہ شمس مغربی
نے ارکان بلند اختر بادشاہ سے ملاقات کر کے جو کچھ کہ تحفے تحائف مال تجارت سے اپنے ہمراہ لے گیا تھا وہ سب اُسے
نذر دیے بعد اُسکے بادشاہ سے رخصت ہو کے کاروانسرا میں جا کے اُترا اور خرید و فروخت مال و اسباب تجارت کی
کرنے لگا یہاں ارکان بلند اختر نے ایک روز رمالوں کو طلب کر کے پوچھا کہ میرا بیٹا شاپور اور ارقم خوک پیشانی مع لاکھ سپاہ
کے جو سمت مراد کوہ برسر مراد شاہ گیا ہے ذرا تم اپنے رمل میں دیکھو کہ وہ وہاں سے فتحیاب ہو کر کب تک آیگا تب بحکم
ارکان بلند اختر کے رمالوں نے زمین پھینک کر اپنے رمل میں دیکھ کر کہا اے شہریار شاہزادے مع ارقم خوک پیشانی پہلے تو قریب
تھا کہ اس لڑائی کو فتح کریں لیکن الا انابت یہ ہوتا ہے کہ کسی وقت سے کمک مراد شاہ کی پہونچی اور ارقم خوک پیشانی جان سے
مارا گیا اور شاپور زخمی ہوا اور تمام لشکر نے شکست فاش کھائی بیقین ہے کہ صبح و شام میں شاپور حضور میں آتا ہو ارکان بلند اختر
یہ حال سنکے اُف افسوس ملنے لگا اور نہایت مغموم اور مکدر ہو کے ابھی کچھ نہیں کہنے پایا تھا کہ شاہزادہ خاور سیاہ جو سامنے
ارکان بلند اختر کے بارگاہ میں ایک کرسی پر بیٹھا تھا یہ سارا حال سنکے نہایت درہم برہم ہوا اور ایک مرتبہ جانب ارکان بلند اختر
مخاطب ہو کے کہنے لگا کہ اے نابکار تیرہ روزگار تو نے کیا اصل و حقیقت تھی اور تو نے دل میں کیا سمجھا کہ جس حالت میں مراد شاہ تھا
اور میں وہاں نہ تھا ہو تو نے مراد شاہ پر لشکرکشی کی اور جو صلہ تم دیکھا رکھا گیا ارکان بلند اختر نے یہ گفتگو شاہزادہ خاور سیاہ
کی جو سنی نہایت غیظ و غضب میں آ کے پوچھنے لگا کہ ارے زبان دراز تو کون جو ایسی سخت اور درشت کلام خلاف ادب اپنی
زبان پر لایا اور بعد اسکے اپنے بارگاہ نشین سرداروں کی طرف دیکھ کر کہا کہ ہاں اسکو جانے نہ دینا اتنا اشارہ ارکان بلند اختر
کا پاتے ہی چار ہزار کفار سپر تلوار اپنی اپنی سنبھال کے بر سر شاہزادہ خاور سیاہ آئے اور قاسم نعرہ جنگ کر کے تلوار کھینچ کر نعرہ کیا شعر

ملک قاسم آن شاہ خاور سپاہ	زدم تیغ بر ابر دیرہ و سیاہ
درآب دم تیغ شستم زمین	ہمہ باختر شد ز بر نگین
اگر تیغ بر کوہ خارا زدم	زتن شاخ گاؤ زمین بر کنم
اے کافران جہاں دغا بکار ان بر دغا ہر کہ داند دہر کہ دہد	

خالہ و ابد اندر دستا سد کہ شمہ از حدیقہ و ساحت و شجاعت صاحب رزم مبارز رزم شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم
لعل خفتان خونریز خاوری اور معرکہ کے آمادہ کفار کشی اور شمشیر زنی ہوا اور بہت سے کافروں کو جہنم واصل کر کے قریب
ارکان بلند اختر کے پہونچ گیا ارکان بلند اختر نے جب دیکھا کہ اب میں قاسم کے ہاتھ سے کسی صورت سے نہیں بچتا بمصداق
بقول سعدی شیرازی کے شعر وقت ضرورت چو نماند گریز دست بگیرد سر شمشیر تیز ناچار ہو کے تلوار شاہزادہ نامدار
پر ماری قاسم نے چستی تمام بائیں ہاتھ سے بند دست اُسکا پکڑ کے جھٹکا مارا کہ ہاتھ سے چھوٹ کے تلوار زمین پر
جا پڑی اور داہنے ہاتھ سے ارکان بلند اختر کا کمربند پکڑ کے زور کیا اور تخت سے اُٹھا کے سر پر چرخ دے کر زمین پر مارا اور
پھر جست کر کے اُسکی چھاتی پر چڑھ کر پوچھا کہ اے ارکان خلاف شناختن پروردگار عالم چہ می گوئی ارکان بلند اختر نے یہ زور
اور قوت شاہزادہ خاور سیاہ رستم صولت کی دیکھ کر کہا اے شہریار حق اور حق مجھے معلوم ہوا کہ تیرا دین برحق ہے جو تیرا دین
اختیار کرے وہ نیک ہے قاسم نے کلمہ شہادت ارشاد کیا ارکان بلند اختر از سر صدق کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو گیا

اور تمام ساکنان ارکانیہ اور فوج و سپاہ کو کلمہ تلقین کرکے مسلمان کیا اس عرصہ میں شاپور سراسیمہ اور خراب حال زخمی بھاگا
ہوا یہاں پہونچا اور ساری سوداوزاجند سے جنگ تا انتہا بیان کی شاہزادہ قاسم نے پوچھا کہ مجھ کو معلوم ہوا کہ وہ کون
شخص تھا جو مرادوشاہ کی مدد کے واسطے آیا تھا اور کسکے ہاتھ سے ارقم خوک پیشانی اور تو زخمی ہو کر آیا ہے شاپور نے کہا
فضل بن گیا ہور خون آشام بدیع الزمان کے کوئی نوکروں میں تھا قاسم فضل کا نام سنکے اپنے جی میں نہایت رنجیدہ
ہوا اور شاپور بھی بسبب فہمائش اور تلقین کرنے ارکان بلند اختر کے از سر صدق مسلمان ہو گیا قاسم نے یہ کلمہ کہا کہ اب
میں پہلے مرادوشاہ کو قتل کرونگا اسواسطے کہ اسنے مدد بدیع الزمان کے نوکر کی کیوں گوارا کی اور مرادوشاہ فضل کی اعانت اور مدد
سے چھوٹا ہے مجھے اسکا فیصلا از جملہ واجبات ہے یہ کہکے شاہزادہ قاسم اسی وقت ارکان بلند اختر کی بارگاہ سے نکلا اور تنہا
اپنے مرکب پر سوار ہو کر سمت مرادکوہ روانہ ہوا تب وہاں فضل بن گیا ہور نے لشکر کو دکھلا اسباب ... بڑی دلاوری اور
بمقابلہ فضل بن گیا ہور کے نیب دی کہ اے بہادر ہوشیار باش ... شیر کی مانند بلکھو
تیری جان کا دشمن فضل آ پہونچا اور مجبور ہو کے دست بقبضہ ہوا اور قاسم نے فضل کی تلوار کی بازو کو پکڑ کے ہاتھ فضل کا پکڑ لیا اور دونو
کشتی پر ہو گئے ... فضل بن گیا ہور شاہزادہ قاسم کو مقابل دیکھتے ہوئے کلہ بکلہ سینہ بسینہ دوش بدوش بڑی چالاک
و مک سے کچھ چوتھے روز ... دن ... تھا اور سپاہ ... قاسم نے فضل کا لنگوٹ پکڑ کے زیر کیا اور چھاتی پر چڑھ بیٹھا اور پوچھا کہ
تیرا نام کیا ہے فضل نے اپنا نام بتلایا قاسم بظاہر کمال ادب ... فضل کی چھاتی پر سے اٹھ کھڑا ہوا اور بہت عذر ...
... فضل بن گیا ہور خون آشام کو خلعت ملوکانہ پہنایا اور رخصت کیا فضل بن گیا ہور خون آشام ...
شاہزادہ قاسم کے پاس سے رخصت ہو کے آمادہ مرگ اور جویائے قضا ایک پہاڑ پر گیا اور وہاں ایک کمند کو بطور پھانسی
کے اپنے گلے میں ڈالی کے سر کمند کا پہاڑ سے باندھ دیا اور اس پہاڑ کے نیچے ایک دریا موجزن تھا اسمیں کود پڑا گلے
میں تو کمند پڑی تھی وہ خوب زور سے کھنچ گئی اور کمند میں فضل معلق زمین ... اور پانی سے بہت بلند لٹک گیا اور گلا کمند میں
کھنچا ہوا اور پھنسا ہوا تھا تو دونوں آنکھیں فضل کی نکل آئیں اور دم گھٹ گھٹ کے نکلا ہی چاہتا دم ... تھا کہ حضرت
خضر علیہ السلام نے آ کے فضل کے گلے سے کمند کو کھولا اور وہاں سے ایک پہاڑ پر لاکے لٹا دیا دو گھڑی کے بعد جب فضل
کو ہوش آیا اور غش سے ہوش آیا ذکر لگے تو حضرت خضر علیہ السلام کو اپنی بالین پر کھڑا دیکھا بعد اندوہ و غم با چشم پرنم
پوچھا کہ یا حضرت آپ کون بزرگوار ہیں حضرت نے فرمایا کہ مجھے خضر کہتے ہیں اے فضل بڑا تعجب ہے کہ قاسم سے زیر ہونے
کا اسقدر صدمہ اور رنج ہوا کہ تو آپ کو ہلاک کرتا ہے یہ قاسم مقابلہ پر آیا تھا تو ایسا نادان ہو گیا یہ نہوں جانتا
کہ یہ قاسم شاہزادہ بدیع الزمان کا بھتیجا جان و روح شاہزادہ بدیع الزمان کا ہے تو اسقدر اپنے دل میں ندامت
نکھینچ اور یہ غیرت تیری بیجا ہے یہ کہکے حضرت خضر نے اپنے دست مبارک سے کمر فضل کی باندھ کے فرمایا کہ آج سے
میں نے تجھے نو کردہ اپنا کیا اب جا کوئی روئے زمین پر تجھے زیر نہ کرے گا اور کوئی پہلوان تیری پیٹھ زمین پر نہ لگا سکے گا
مگر تو بھی امیر حمزہ با توقیر اور کرب غازی اور اولاد و صاحبقران سے کبھی جو مقابلے اور بھگاڑے کا نام نہ یہ فرماکے
حضرت خضر علیہ السلام فضل بن گیا ہور خون آشام کی نظروں سے غائب ہو گئے اور فضل نے دیکھا کہ وہ زور اور طاقت
میرے جسم میں ہے کہ رستم و سام و نریمان بھی مجھ سے ہمسر نہیں ہو سکتے اور مجھ سے برابری نہیں کر سکتے اسوقت
فضل کے جی میں یہ خیال آیا کہ اب پھر چل کے قاسم کو کشتی میں زیر کروں مگر سمجھا کہ حاشا حضرت خضر نے مجھے منع کر دیا ہے
اور سوائے اسکے قاسم صاحب غیرت ہے اگر تو قاسم کو ذلیل کرے گا تو قاسم لاشک وہ ضرب اپنے کو ہلاک کر ڈالے گا
اسوقت اے فضل تو شاہزادہ بدیع الزمان کو کیا جواب دے گا بس یہ پیش و پس کرکے فضل پہاڑ پر سے نیچے

اُترا اور اسنے دیکھا کہ گھوڑا امیر حمزہ کا وہین چرتا ہی جا کے اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور جانب چار باغ روانہ ہوا پہلے
اپنے لشکر مین جا کے ملحق ہوا بعد اسکے مع تمام فوج و سپاہ کے بخدمت شاہزادۂ بدیع الزمان عالی جاہ چلا غرض
جسوقت فضل کے آمد کی خبر شاہزادۂ بدیع الزمان نے سُنی اُسی وقت اپنے سب سرداروں کو فضل بن لیلہ کو
خون آشام کے استقبال کے واسطے بھیج کر بہت اعزاز و تکریم سے بارگاہ مین طلب کیا بر وقت ملاقات شاہزادہ
بدیع الزمان نے جو یہ نقشہ اور رنگ اور نور فضل کے منھ پر دیکھا تو اپنے جی مین متحیر اور متعجب ہو کر بہت خوش ہوا
اور صحبت مین بٹھلا کے احوال پوچھنے لگا فضل ابھی باتین کر رہا ہی کہ ایک مرتبہ امیہ بن عمرو بھی پہونچا اور بعد دعا و ثنا
کے عرض کی کہ شاہزادۂ عالم کی عمر دراز ہو گنجاب ایک لشکر بے پایان اور فوج و سپاہ فراوان جمع کر کے بہ نیت
فاسد آتا ہی شاہزادہ عالی شان نے فرمایا کہ ای امیہ بن عمرو فدای بازرگ مست شعر سری تیغ و شمشیر حبیب +
ہر چہ آید بسر من با نصیب + جو کچھ منشی تقدیر اور کاتب ازل نے لوح جبین پر میری بروز دیوان قضا قلم قدرت
سے اپنے ترقیم کر دیا ہی وہ ہوا اور وہی ہو کر ظہور آئے گا اسمین فکر و تردد کا محل نہیں یہ معاملہ ہی ابھی یہی باتین
کر رہا تھا کہ سامنے سے ایک گرد پیدا ہوئی اور اُس گرد مین سے نقابدار نمد پوش نمودار ہوا اور شاہزادۂ بدیع الزمان کے
پاس آ کے بے تکلف اس طرح کا ہوا کہ اسوقت اگر از راہ محبت میرے مکان پر چلو تو موجب میری خوشنودی کا ہی شاہزادۂ
عالم نے کہا کیا قباحت ہی چلو مین چلتا ہون یہ کہکے شاہزادۂ بدیع الزمان نے اسکو تمام کے صحبت رقص و سرود قرار
دی اور نقابدار نے بسبیل مذکور کہا کہ ای بدیع الزمان مین نے سُنا ہی کہ گنجاب آمادۂ جنگ اس طرف کو آتا ہی
لہذا مین جاتا ہون کو تو آنا صبر کر کہ شاہزادۂ خاور سپاہ بھی آ جاے اور وہ بھی تیرا شریک حال ہو شاہزادۂ
بدیع الزمان نے ہنس کے جواب دیا کہ مین جانتا ہون ای نقابدار نمد پوش کہ تو ہوا خواہ قاسم کا ہی مجھے و جانا
گوارا اور بہت بہتر ہی اس بدوقت سے کہ قاسم کی اعانت اور مدد سے کوئی کام مین کرون بس اتنا کہکر نقابدار
سے رخصت ہوا اور اپنی بارگاہ مین آ کے اپنے لشکر کی تیاری مین مشغول ہوا روز دوم گنجاب بجمعیت کثیر
فوج لشکر کشی کر کے قریب آ پہونچا اور کوئی پانچ کوس کے فاصلہ پر چار باغ سے اس طرف بارگاہ استادہ کر وا کے
اُتر پڑا اور جتنے بارگاہ نشین گنجاب کے تھے وہ سب کے سب آ کے گرد و پیش تخت گنجاب کے اپنی اپنی کرسیون
پر بیٹھے گنجاب نے کہا کہ مین پہلے ایک نامہ اپنے ایلچی کے ہاتھ بدیع الزمان کو بھیجتا ہون اگر بدیع الزمان نے
میری اطاعت قبول کی اور میرا کہنا مانا تو مین سب جرم و خطا اُسکے معاف کر دونگا اور جو اُسنے
میرا حکم نہ مانا تو پھر جیسا مناسب جانونگا سمجھ لونگا حسب الحکم گنجاب کے منشی نے نامہ لکھا اور گنجاب نے
آہنگ گراز دندان اپنے ایک سردار کو وہ نامہ دیکے شاہزادۂ بدیع الزمان کے پاس بھیجا جسوقت کہ
آہنگ گراز دندان دروازۂ بارگاہ پر شاہزادۂ بدیع الزمان کے پہونچا دربان نے اُسکی عرض کی شاہزادۂ عالم
نے فرمایا کہ بلا لو اور وہ ایلچی اندرون بارگاہ داخل ہوا اور بہ نگاہ بے تمیز کے بارگاہ کیا کسی شخص نے جواب اُسکے
سلام کا نہ دیا اور شاہزادۂ بدیع الزمان نے اُسکو اشارہ کیا کہ ایک کرسی پر بیٹھو اور اُسنے بیٹھکر نامہ گنجاب کا
شاہزادۂ بدیع الزمان عالی جناب کی نظر انور سے گذرانا جبکہ شاہزادۂ عالم نے وہ نامہ پڑھا اور حرف بحرف مضمون
اُسکا معلوم کر لیا تو وہ نامہ ہاتھ سے پھینک دیا آہنگ گراز دندان نے جو دیکھا کہ نامہ پیغمبر مرسل کا بدیع الزمان نے
پھینک دیا اور پھر جواب نہ دیا شل مار سر دم زدہ پیچ و تاب کھا کے اپنی کرسی پر سے اُٹھ کھڑا ہوا اور خنجر کھینچ کر
چاہتا تھا کہ برابر پہونچ کر شاہزادۂ عالم کو مارے شاہزادے نامور نے بھیجتی تمام ہاتھ اُسکا پکڑ کر ایسی ہاتھ سے

بدیدان حسرت گزیدند لب * صدا ہا برون آمد از طبل جنگ * ز رنگا رنگ و ز رنگا رنگ * بنزید طبل و فغان کرد نای *
تو گویا کہ گنبد کوہ ہزار جا سے ہو گئیں سے دلاوروں اور بہادروں اور شجاعوں کی آنکھوں میں نشہ شجاعت سے پردے
پڑ گئے تھے اور عالم جوش و خروش میں گھوڑے جھومتے تھے ایک بار گنجاب نے کہا کہ اے ہمارے لشکر میں ایسا کوئی
بہادر اور دلاور ہے کہ میدان رزم گاہ میں نکل کے ان خدا پرستوں کا کام تمام کرے اور سر بدیع الزمان کا کاٹ کر
میرے سامنے لائے بختیارک برابر گنجاب کے کرسی میں تھا یہ کلام گنجاب کا سنکے اُسنے کہا کہ اے گنجاب تیرے
لشکر میں تو دنیا میں کسی کو نہیں دیکھتا ہوں کہ وعدہ گاہ مصاف میں جا کے مقابلہ اس بدیع الزمان فرزند دلبند
قاف ثانی سلیمان کا کر سکے گا جو میدان میں جائیگا بدیع الزمان کی ضرب تیغ آبدار سے دو ٹکڑے زندہ اور سالم پھر کر
نہیں آئیگا گنجاب نے بختیارک کی گفتگو سنکے ایک گھونسا بختیارک کے منہ پر مارا کہ کئی دانت بختیارک کے
ٹوٹ کر گر پڑے اور منہ سے لہو کی کلیاں نکلنے لگیں اس عرصہ میں ایک طرف سے نعمان بن گیرنگ خرس پیشانی
اپنا گھوڑا چمکا کے برابر گنجاب کے تخت کے آیا اور عرض کرنے لگا کہ مجھے اجازت میدان مرحمت ہو گنجاب نے
اُسکی طرف دیکھکر کہا کہ میں نے تجھے حوالے خداوند لقا کے کیا نعمان بن گیرنگ گنجاب سے اجازت میدان لیکر
سراپا دکھلاتا تاخت میدان میں آیا اور مرکب کو روک کر پشت کی جانب لشکر اسلام اور رخ کیا سمت قیطول خداوند
لقا اور گھوڑے پر سے کود کے زمین پر سجدہ کرنے لگا اور سجدہ کرکے اُس زمین کی مٹی ماتھے سے لگالی اور پھر اپنے
گھوڑے پر سوار ہو کے پکارا اے لشکر خدا پرستان وے زبردستان از خدا کا از دوستی گر است کم پایہ میدان جنگ
آرزوے دست و پا آوری دوادم تا سخن در دہان بود دہ بود کلمہ اُسکی زبان سے نہیں نکلنے پایا تھا کہ ایکدم قلب لشکر اسلام
میں علمداروں نے علموں کو جلوہ دیا اور دونوں لشکروں نے دیکھا کہ ایک گردہ رستم شکوہ سر فتنہ ملک باختر صاحبقران
بن صاحبقران پہلوان تہمتن شاہزادہ بدیع الزمان گرد لشکر شکن اپنے مرکب کو گرم تاز کرکے میدان میں بمقابلہ
نعمان بن گیرنگ نکلا اور برابر اُسکے پہونچکے ایک نعرا مردانہ کہ دس بارہ قدم گھوڑا نعمان بن گیرنگ کا پیچھے
ہٹ گیا نعمان بن گیرنگ نے گھوڑے کو خوب ساروک کے بیر تام کیا اور کہا بدیع الزمان یہ کیا حرکت بیہودہ تھی
کہ تو نے میرے گھوڑے کو آگے اور تمہاری گھوڑا پیچھے ہٹ گیا شاہزادہ عالی مقام نے فرمایا کہ اول ہمارے طریق میں یہی
رسم ہے کہ حریف کو وہ نعرہ مارکے تول لیتے ہیں کہ حریف ہمارا زبردست ہے یا کمزور سو میں نے پہلے نعرہ سے دریافت کر لیا
کہ تو نہایت کمزور ہے تنکے کی طرح سے مارا جائیگا نعمان بن گیرنگ شعلہ جوالہ ہو کے بھڑک اُٹھا اور کہنے لگا کہ اے ضرب
شاہزادہ عالم نے کہا شعر تو اول بزاری تماشائے خویش * کہ من خصم را میدہم جاے پیش * ہمارے طریق میں چار باتیں
ممنوع ہیں حریف پر پیشدستی اور بھاگے کا تعاقب اور کسی بزرگ کی قبر پر قدم رکھنا اور عاشق و معشوق کا نشانہ
مار کے باللہ اب تو پہلے اپنی ضرب کر اگر جناب احدیت مجھے تیری ضرب سے محفوظ رکھیگا تو میں تجھپر حربہ کرونگا
نعمان بن گیرنگ بہت ہنسا اور کہنے لگا تیری وہ مثل ہو رہے وہ جو پہلے مارے * سو جو کر نتیجہ پر کیا مارے *
افسوس تیری حسرت جوانی جی کی جی ہی میں رہجائیگی میری ضرب سے تو بچیگا نہیں جو تجھے وار کرنے کی مہلت اور
فرصت ملے گی سے خبردار ہو سنبھلنا کہ خبردار نہ کیا تھا کہکے نیزہ جھکا کے سینہ بے کینہ پر شاہزادہ بدیع الزمان کا مارکے
مارا شاہزادہ عالم نے سنان نیزہ کو اپنے نیزے کی سنان پر روکا دونوں نیزوں کی نوکوں میں سے چنگاریاں
آگ کی اُڑیں اور آواز جھناٹے کی آنی اور آپس میں نیزہ بازی شروع ہو گئی بیس طعن میں نیزہ نعمان بن
گیرنگ کا شاہزادہ بدیع الزمان نے ہوائی کر دیا نعمان بن گیرنگ نے جو دیکھا کہ میرا نیزہ ہوائی ہو گیا

دونوں ہاتھ اپنے غصے سے فاش زمین پر دے مارے اور پکارا ای بدیع الزمان تونے غضب کیا کہ نیزہ میرے
ہاتھ سے نکال دیا مگر خیر کیا مضائقہ ہی نیزہ بازی ہلال بازی عمود بازی حمال بازی تیغ شمشیر بازی راستبازی اب میری
تیغ تیز کی برش کو بھی دیکھ یہ کہکے گھوڑے سے گھوڑے کو ملا جھکا کر تلوار ماری شاہزادہ عالم نے اپنی تلوار کی پشت
پر اسکی تلوار کو روکا تلوار نعمان بن گیرنگ کی مانند آئینہ حلبی کے دو ٹکڑے ہو گئی دور زمین پر جا پڑی اور مجھی غیظ و
طیش میں اس رستم صولت شاہزادہ بدیع الزمان والا قیمت نے تیغ طہمورث دیوبند کو نیام سے کھینچا اور
اس گبر مغرور نعمان بن گیرنگ کے سر پر مارا نعمان بن گیرنگ نے سپر فولاد کو چہرے کی پناہ کیا تھا مگر
تلوار اس رستم کا سردار بدیع الزمان نامدار کی مثل برق سپر پر چمکتی نفوذ کرتی یا زیر تک مرکب اس کا ذبح نام و ننگ
نعمان بن گیرنگ کے اتر گئی اور وہ اس ابن جنی بدمعاش کی مع مرکب چار ٹکڑے ہو کے خاک و خون میں لوٹنے لگی
دونوں لشکروں میں دوست اور دشمنوں کے منہ سے بیساختہ صدا مرحبا بلند ہوئی اور خواجہ گراز الدین
بختیارک خوشی میں گنجاب کی بے ساختہ اچھل پڑا اور پکارا سبحان اللہ واہ واہ ہی واہ واہ ہو جزاک اللہ
ماشاء اللہ چشم بددور کیا خوب تلوار کاٹتا ہی اور کیا صفائی اور طاقت اس بدیع الزمان رستم شوکت
کے ہاتھ میں ہی گنجاب نے درہم برہم ہو کر کہا کہ ای بدذات یہ وقت خوشی کا ہی اور تعریف اور توصیف کرنے کا ہی
بختیارک نے کہا ای گنجاب اگر تیرے سب سردار ایک ایک باری باری نکل کے شاہزادہ بدیع الزمان سے
مقابلہ اور مجادلہ کرینگے تو یہی حال سب کا ہوگا لہذا آگے تو یہ مناسب ہی اور جو تو چاہتا ہی کہ میری فتح ہو تو حکم
کردے کہ سارا لشکر چاروں طرف سے محاصرہ کرکے اسپر جا پڑے اور جنگ مغلوبہ کرکے اسکو شکست دے یا مار لے
گنجاب نے گفتگو بختیارک کی مناسب جان کے اپنا رومال ہلا کے دو طرف چپ و راست دیکھا اور
فوج کو اشارہ کیا کہ ہاں اب توقف اور تساہل نکرو چاروں طرف سے یلوہ کرکے اس خداپرست کو مار لو اور جنگ
مغلوبہ کرو بس پھر تو یہ حال تھا کہ چاروں طرف سے لشکر کفار نے اپنی اپنی سپر تلوار پکڑ کے گھوڑے تیز کیے اور یا خداوند
باختر یا خداوند باختر کہکے شاہزادہ بدیع الزمان والا گوہر کی فوج پر مار لو مار کہتے چلے شاہزادہ عالی مقام
بدیع الزمان پر جوش فوج کفار کا دیکھ کر مثل شیر گرسنہ دل شکستہ آمادہ حرب و ضرب ہوا فضل بن گیا پور خون آشام
نے شاہزادہ عالی مقام کو یکہ و تنہا فوج کفار سے شمشیرزنی کرتے دیکھ کر اپنی فوج کو بھی حکم دیا کہ ہاں مار لو اور بیگانہ دو
فوج گنجاب کو اور ایک کافر کو زندہ اور سالم بچ کر میدان سے نہ جانے دو حسب الحکم فضل کے لشکر اسلام
نے بھی اپنے اپنے گھوڑے سمت میدان گرم تاز کیے اور برچھے اور تلواریں پکڑ پکڑ کے آمادہ جدال و قتال ہوئے
اور ساعت واحد میں ہزارہا کفار کو مارے تلواروں کے جہنم واصل کر دیا اور لشکر کفار تہ و بالا ہو کے عنقریب تھا کہ
جو مٹ کہاں کے بھاگ کھڑا ہوتا گاہ وہ جو مثل مشہور ہی مثل انہوں کی بات کو تاکت ہیں سب کہتے ہیں انہونی
ہونی نہیں ہوتی ہوئے سو ہوئے اسی وصف رزم و پیکار میں ایک مرتبہ ایک عیار نے آکے گنجاب
سے کہا کہ ای پیر و مرشد مبارک باد خداوند حبیدہ ہزار ملک لقا خداوند باختر نے ارجل خشت انداز اور
سرجل خشت انداز اور سہیل برق انداز اور جلیل رعد آواز کو فوج کثیر اور لشکر بیشمار سے تیری مدد کو روانہ
کیا ہی اور عنقریب وہ آ پہونچے ہیں بختیارک نے خوش ہو کے کہا ای گنجاب اگر میرے کہنے پر تو عمل کرے تو صلاح دولت
یہی ہی کہ ارجل اور سرجل اور سہیل اور جلیل وغیرہ سے کہلا بھیج کہ باغ کی پشت پر سے حملہ کرتے آئیں اور
بدیع الزمان کی فوج کو گھیر لیں آن واحد میں لشکر خدا پرستوں کا شکست فاش کھا کے بھاگ کھڑا ہوگا گنجاب

کو پیدا سے بختیارک کی بہت پسند آئی اور سنجانی عیار کی زبانی اُن سب کو کہلا بھیجا کہ میں یہاں بدیع الزمان سے
مقابلہ اور مجادلہ کر رہا ہوں وہ مع تمام اپنی فوج و سپاہ کے پشت پر سے کچھ غافل اور بےخبر ہو کر سب چار باغ ملک
زمان کی پشت پر سے حملہ کردو اور باغ میں گھس کے خدا پرستوں کو مار لو چنانچہ جسوقت کہ سنجانی عیار نے ارجل اور
سرجل وغیرہ فوج کفار کو یہ علم گنجاب کا پہونچایا حسب الحکم گنجاب کے ارجل خشت انداز و سہیل اور غلیچ
ساتھ والے ایک لاکھ اسی ہزار خشت اندازوں اور عقاوازوں نے پشت پر چار باغ کی آکے سو سو من کی جو بیل
فولادی اینٹیں گوپھنوں میں رکھ رکھ کے ایک ہی مرتبہ جو دیوار چار باغ پر ماریں تو ایک طرف کی سرتا سر بیخ و بن سے
دیوار چار باغ کی منہدم ہو کے گر پڑی اور تمام لشکر خشت اندازان و عقاوازوں کا اندرون چار باغ گھس گیا اور ہزار ہا
درختان سایہ دار اور پر ثمر خوبصورت خوبصورت کو توڑ کے خاک میں ملا دیا اور شاہزادہ بدیع الزمان والا شان
کے لشکر کی پشت پر تلواریں مارتا آمادہ جدال و قتال ہوا یہاں جو شاہزادہ بدیع الزمان اور فضل بن
گیاہ وہ خون آشام نے مع تمام اپنی فوج کے غازیان دیندار و مجاہدان تہور شعار کے لشکر کفار کو درہم برہم
کر دیا تھا اور شاہزادہ رستم صولت بدیع الزمان والا رتبت نے جو سامنے آیا اُس دشمن دین کو مارا پہلے
حملے میں علمدار لعین کو مارا اور علم گنجاب کے لشکر کا گرا تھا کہ یکایک پشت پر سے ایک شور یوم النشور بلند ہوا اور
دیکھا کہ ہزاروں شجاعان صاحب فر و تمکین اور مومنین پراگندہ نظر آتے ہیں اور ایک طرف سے امیہ بن عمرو سر آسیمہ
اور نہایت مضطرب بر شاہزادہ نامور کے پہونچا اُس نے سارا حال خشت اندازوں کے شدائد اور ہیبت اور چار باغ
کی ویرانی اور خرابی کا عرض کیا شاہزادہ بدیع الزمان عالی شان نے یہ حال سنکے جو پشت پر نگاہ کی تو اپنے لشکر میں
کسی متنفس اور ذی روح کو نہ دیکھا لاعلاج ہو کے جنگ رستمانہ کرتا تلواریں مارتا ایک سمت کو نکل گیا

اب دو کلمے داستان شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم سے بیان کیے جاتے ہیں

کہ جسوقت شاہزادہ بدیع الزمان رزمگاہ سے شکست کھا کے نکل گیا حسب اتفاق ایک سمت سے شاہزادہ خاور سیاہ
ملک قاسم اسی فکر میں کہ چل کے لشکر گنجاب کو دیکھوں اور وہاں کچھ کار نمایاں کروں آتا تھا اور دوسری طرف ایک زمرہ
کفار کا زیر فیلطول خداوندی لقا رہتا ہے اور دو سردار اُسکے ماہیار سرکش اور اشکبوس بن بہرام سرکش
بڑے زبردست اور تلوار یے مشہور اور معروف ہیں دستہ دو لاکھ سواروں کی جمعیت سے واسطے گرفتاری شاہزادہ
بدیع الزمان عالی جاہ نامدار کے روانہ ہوئے تھے جبکہ قریب ملک باختر کے پہونچے تو وہ دونوں ماجرا شکست
اور فرار ہو جانے کا بدیع الزمان نامور کے سنکے ایک مقام پر اپنی فوج کا جمائے ہوئے اور کف افسوس مل مل کے
باہم کہہ رہے تھے کہ بڑا افسوس رہا ہاتھ سے جاتا رہا کہ بدیع الزمان نکل گیا ورنہ ہم آن واحد میں اسے گرفتار کر کے بحضور خداوند
لیجاتے تو صلہ پاتے ادھر سے قاسم مع اپنی فوج و سپاہ کے نمودار ہوا اُن دونوں سرکشوں نے جانا کہ یہ سر لشکر گنجاب
بہ نیت رزم و پیکار جاتا ہے پس اب بہتر اور صلاح وقت یہی ہے کہ بدیع الزمان کو تو خداوند لقا نے آپ ہی شکست
دی ہم اس قاسم کو اسیر و دستگیر کر کے بحضور خداوند لے چلیں اور آپس میں یہ صلاح کر کے سد راہ ہو کے لشکر کو اپنے
قائم کیا اور اشکبوس بن بہرام سرکش نے سر میدان نکل کر نہیب دی کہ اے قاسم ہوشیار باش کہاں جاتا ہے ایک سمت سے شاہزادہ
خاور سیاہ نے اسے دیکھ کے اپنے مرکب کو گرم تاز کیا اور مقابلہ اشکبوس آ کے کہا کہ لا ضرب جو دل میں ہو غازی کو اشکبوس نے برچھا
سینۂ بے کینہ پر شاہزادہ قاسم کے مارا اور دونوں دلاوروں میں نیزہ بازی شروع ہوئی [illegible] شاہزادہ
خاور سیاہ نے نیزہ اسکے ہاتھ سے نکال دیا اشکبوس بن بہرام نے فوراً دست بقبضہ [illegible] شاہزادہ قاسم

ماری شاہزادہ قاسم نے اُسکی ضرب کو خالی دیکر تیغہ دو دال کمر پر اُسکی مار بکہ برابر دو ٹکڑے ہوکر لاش اُسکی رکاب سے
گر پڑی اور خاک و خون مین تڑپنے لگی اہل لشکر نے جو دیکھے اپنے سردار کو خاک و خون مین غلطان و غلطان دیکھا تو پیر لشکر
خاور سیاہ سے مقابلہ اور مجادلہ کرنے کی تاب نہ لا سکے بھاگنا چاہتے تھے کہ بھاگی ہوئی فوج ہون اور کیسی کو معلوم نہ تھا کہ لشکر گنجاب کا
بھی عنقریب یہان وردکش ہی یکایک یہ خبر اشکبوس اور مہیار سرکش کے آنے اور قاسم کے ہاتھ سے شکست کھانے
کی گنجاب نے جو سُنی تو اُسنے حکم دیا کہ جس صورت سے بدیع الزمان کو شکست دی ہی اسی صورت سے فوج مردآوران
اور وحشت اندازون کی عقب سے جا کے اُسکو شکست دے اور جو مارا جائے تو اُسکا سر کاٹ لائین حسب الحکم گنجاب
کے ایکبار چار ہزار تُرنا سے گنجابی نوازش مین آئین اور ہنگامہ گیر و دار بلند ہوا وہان شاہزادہ خاور سیاہ ملک
قاسم جو لشکر مین سرکشون کے شمشیر زنی کرتا چلا آتا تھا ایک مرتبہ چند سوارون نے آکے قاسم سے عرض کی کہ شہریار
آپ اسقدر جو غافل کیون ہین رہتا وار اور وحشت اندازون نے پشت پر سے آکے آپکے تمام لشکر کو تباہ کر دیا قاسم
نے جو پلٹ کر دیکھا تو کئی الوالعزم کوئی سوار و پیادہ اپنے ساتھ کا کہین نظر نہین آتا قاسم نے بھی بوقلمونی فلک غدار دیکھ کر
لیل و نہار کو دیکھا اپنے گھوڑے کو تازیانہ کیا اور ایک سمت کو نکل گیا

اب دو کلمے داستان دارائے سواد ہند وستان دکن سلطنت دوران جانشین مسند سلطان
صاحبقران رستم زمان لندھور بن سعدان اور مالک اژدر صاحب نیزہ دوسرے گزارش کیے جاتے ہین
کہ جبکہ لندھور بن سعدان اور مالک دونون سپہ سالار دست راست اور دست چپ امیر بانوقیر سے رخصت ہوکے
کشتیون پر سوار ہوے اور مالک اژدر قبل از لندھور سفر دریا بااطمینان تمام کنارے پر پہونچا اور سکان کشتی کا
وہان لگا کے کنارے پر دریا کے اترا اور زرعب جو عیار مالک کا ہی اُسنے لوگون سے پوچھا کہ یہ کون شہر ہی اور اس
شہر کے حاکم کا کیا نام ہی اکثر قریہ و دیہات کے لوگ جو وہان تھے اُنھون نے کہا کہ اس شہر کو ملوکیہ کہتے ہین اور یہان کا
حاکم ملوک نیزہ دار مشہور ہی چالیس من کا نیزہ اُسکی کثرت کا ہی اور فنون نیزہ بازی مین اُسکا ثانی کوئی بہادر ملک
باختر مین نہین ہی جب اُسنے سُنا کہ تم لوگ کشتیون پر سے لب دریا اُترے ہو ملوک نیزہ دار بائیس ہزار سوار سے
بقصد رزم دیکھا آتا ہی زرعب نے یہ نقل جاکے روبرو مالک اژدر کے بیان کی مالک نے کہا آنے دو ہم دیکھ لینگے
آخر ملوک بھی نخس بیکار ہی خلاصہ یہ کہ ملوک نیزہ دار نے مع اپنے لشکر کے وہان آکے طبل جنگ بجوا دیا اور مالک
نے بھی طبل جنگ بجوا کے صبح کو اُس سے مقابلہ کیا اور سامنے عین پر اُسکا نیزہ ہوائی کر دیا جسوقت کہ ملوک نیزہ دار
کے ہاتھ سے نیزہ مالک نے نکال دیا اُسوقت ملوک نے آپ کو گھوڑے پر سے گرا کے چاہا کہ خنجر سے اپنا گلا کاٹ ڈالے
مالک نے کہا کہ اے ملوک یہ کیا حرکت نامردی کی تو کرتا ہی گلا اپنا نہ کاٹ ملوک نے جواب دیا کہ اے بہادر خداوند
لقا نے مجھے اپنا نظر کردہ کیا تھا اور کہا تھا کہ کوئی بشر روئے زمین پر ایسا نہین پیدا کرونگا جو تیرے نیزے کو ہوائی
کر سکے کا سو تو نے میرے نیزے کو میرے ہاتھ سے نہین نکال دیا بلکہ خداوند لقا کا سر توڑ ڈالا پھر اب میری زندگی کا
کیا لطف رہا مالک نے کہا کہ لقا ایک خوک پیر خرس بادیہ ضلالت گمراہ کنندہ عالم ہی وہ خدا کیا کتا ہی جو کسی کو اپنا
نظر کردہ کریگا تو بھی بڑا نادان و جاہل مطلق ہی کہ ایسی باتون کا اعتبار کرتا ہی بعد اسکے چند کلمے وحدانیت مین اُس خداے عزوجل
خالق بحر و بر کی ملوک کے سامنے اس طرح سے بیان کیے کہ ملوک نیزہ دار کو مالک کی باتون کا اثر دل مین پیدا ہوا اور
زنگ کفر آئینہ دل سے ملوک کے دور ہوگیا اور اپنی زبان سے لقا کو کلمات سخت اور درشت کہکے کلمہ شہادت پڑھ کے
مسلمان ہوگیا اس عرصہ مین خبر شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم کی شکست کھا کے نکل جانے کی پہونچی مالک نے

حال سنکے مغموم اور پریشان خاطر ہوا ملکوک نے کہا کہ باشد اگر ایک مرتبہ شکست شاہزادہ خاور سیاہ کی ہوگئی تو کیا ہوا شاہزادہ
قاسم نے وہ وہ کار نمایان اور رستمانہ کیے ہین کہ طلسم کو توڑا اور ہزار کوہ دروار کاتیہ وغیرہ اکثر ملک مسخر کیے ہین یہ سنکے مارے
مالک بہت خوش ہوا اور وہ ایک پیادے کو واسطے قاسم کی خبر کے روانہ کیا بعد چند روز کے وہ پیادہ خبر لیکے آیا اور اُسنے
کہا کہ مین نے اطراف وجوانب مین شہر سنجان سے تا چار باغ ملک حرمان ودلکش جاکے خوب دریافت کیا تو ہر ادنے
اعلیٰ ادنیٰ کی زبانی سے مین نے سنا کہ شاہزادہ بدیع الزمان نے بہت بڑا لشکر اور بہت سے سردار اپنے رفیق جمع کیے تھے
لیکن ایلچی رحیم گنجاب سے شکست کھاکے کسی طرف کو نکل گیا ہی مالک نے کہا شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم
اُسکی تلافی مین گنجاب کو شکست فاش دےگا اور خراب وتباہ کردیگا اُس پیادے نے عرض کی کہ حضور شاہزادہ
قاسم بھی بدیع الزمان کے بعد شکست کھاکے نکل جانے کے بمقابلہ لشکر گنجاب تشریف لے گئے تھے مگر وہ بھی گنجاب
کی فوج سے شکست کھاکے کسی طرف کو چلے گئے ہین مالک کو عجب طرح کا ایک صدمہ ورنج لاحق ہوا اور بہت سے سوار
اور تیز رفتار پیادون کو واسطے تلاش اور سراغ رسانی شاہزادہ خاور سیاہ کے چہار طرف روانہ کیا اور اب بمقام
مجبوری ملکوک کیہ مین ملکوک نیزہ دار کے ہمراہ قیام پذیر ہوتا ہی آگے دیکھیے جو حال ہوگا وہ بیان کیا جائے گا

اب دو کلمے داستان لندھور بن سعدان سے بیان کیے جاتے ہین

کہ خسرو بلاد ہندوستان گرشاسپ دوران جانشین مسند امیر حمزہ عالیشان سلطان صاحبقران والا توقیر رستم زمان
لندھور بن سعدان بعد ایک مدت دراز کے سفر لب دریا کے کنارے پر پہونچا اور وہان پر چند ہوا کی کشتیون پر سے
مع نو لاکھ سوار اور پیادون کے جو ہمراہ اُسکے لشکر کے تھے اُس جگہ اُتر پڑا اور وہین پر ایک خلعت وبارگاہ استاد
کروا کے وہان کی رعایا اور آیندہ وروندہ سے پوچھا کہ اس سرزمین کا کیا نام ہی اور یہان کا حاکم اور حکم فرما کون ہی لوگون
نے کہا کہ اس بندر کا زنجانیہ نام ہی اور یہان کا مالک زنجان یکدست جبار زبردست اور زور دست ایک بہادر ہی
کہ سات لاکھ سوار سے حکمرانی کرتا ہی خسرو بلاد ہندوستان یہ سنکے خاموش ہو رہا حسب اتفاق کہ گلہ بار سے
زنجان یکدست کے لشکر کے جہان لشکر لندھور کا اُترا تھا اسی جنگل مین گھانس چھیلنے کو آتے تھے اُن کاہ تراشون نے
اپنے لشکر اور فوج کا آثار لب دریا جو دیکھا تو جس وقت وہ گھانس کے گٹھے باندھ باندھ کے اپنے لشکر مین گئے تو طویلے
مین گھوڑون کے گٹھے گھانس کے کھول کے سائیسون اور چارکون سے یہ حال فوج کے آنے کا کہا سائیسون نے جاکے
داروغہ اصطبل سے ذکر کیا داروغہ نے اسی وقت جاکے زنجان یکدست سے عرض کی کہ شہریار لب دریا لشکر غدار جنگجون
کا آکے اُترا ہی غلام نے زبانی چارکون کے سنکے حضور مین اطلاع کردی آگے جیسا مزاج مین آئے ویسا کیجیے زنجان
یکدست نے یہ خبر سنکے منشی کو طلب کیا اور حکم دیا ایک نامہ بدین مضمون لکھو کہ اس سرزمین پر چند روز گذشتہ سے حکم
قضا لزوم خداوند چہاردہ ہزار عالم باختر کا صادر ہوا ہی کہ ہمنے فرقہ غدار جنگجون پر اپنا قہر نازل کیا ہی اور جہازون کے دریا کے
قعر مین طوفانی کردیے ہین اسو سے چہاردہ ہزار عالم مین جہان جس صدی ریب کا جہاز نکلے اسکو وہین قتل کرنا اور اپنی طرف سے
خبردار کسی کو نہ آگے نہ جانے دینا لہذا تجھے اطلاع کردی ہی کہ اگر تو تجارت پیشہ کوئی سوداگر ہی تو جسقدر اسباب تجارتی
تیرے ہمراہ ہو اُسکا محصول سرکار مین داخل کرکے پروانہ مہری سرکار سے لے اور چلا جا اور جو تو کسی ملک کا فرمان روا
یا کوئی سردار فرقہ غدار ہی سے ہی تو خبردار ادھر کو کیا ہی تیرے حق مین بہتر یہی ہی کہ اُسی طرف کو پھر جا ورنہ
اشعار آمادہ رزم وجنگ وتاراج ۔ ہون منتظر اس جواب کا آج ۔ نامہ ہی یہی یہی ہی پیام ۔ بس باقی سلام اور
اکرام بہ غرض یہ نامہ لکھوا کے اپنے ایک سردار کے ہاتھ خسرو بلاد ہندوستان لندھور بن سعدان کے پاس

روانہ کیا اور جسوقت کہ وہ سردار زریان بگدست دروازہ بارگاہ پر لندھور کے پہونچا اور خبر اُسکے آنے کی لندھور
کو ہوئی لندھور نے اندرون بارگاہ اُسے طلب کرکے بہت باآبرو کرسی بیٹھنے کو دی اور پوچھا کہ اپنے آنیکا سبب
بیان کر اُسنے وہ نامہ زریان بگدست کا پیش کیا اور لندھور نے اُسے پڑھکے نامہ کی پشت پر لکھدیا کہ جواب نامہ
جنگ ہو وہ سردار نامہ لیکے پھر زریان بگدست کے پاس آیا زریان بگدست جواب نامہ جنگ پڑھکے اسی وقت
رنگ ساتوں کو سوار لیکے اپنے ہاتھی پر سوار ہوا اور قریب لشکر لندھور کے پہونچ کر حکم دیا کہ طبل جنگ بجے اور طبل جنگ
لشکر میں زریان کے بجا اور یہ خبر سُنکے خسرو بلاد ہندوستان لندھور بن سعدان نے بھی حکم دیا کہ ہمارے لشکر میں بھی
طبل جنگ بجے حسب الحکم لندھور کے لشکر میں طبل جنگ بیدرنگ بجا اور رات بھر تیاری اور سامان جنگ میں گذری صبح کو طرفین
سے فوجیں نکلیں اور مقابلہ ہوا زریان بگدست مغلوب ہوا اور خسرو بلاد ہندوستان لندھور بن سعدان نے اُسے
پکڑ لیا اور اُس سے احوال شاہزادہ بدیع الزمان با اقبال کا پوچھا زریان نے کہا کہ شاہزادہ بدیع الزمان نے پہلے
تو بڑے بڑے کارنمایاں کیے اور جنگ رستمانہ کرکے تمام باختر میں تلاطم ڈالدیا لاکھا سوار و پیادہ کا لشکر بہم پہونچایا مگر
ان روز دن بھر لڑائی ہوئی تھی سو کچھ اب شکست کھا کے کسی طرف کو نکل گیا ہے لندھور حال شاہزادہ با اقبال
کی شکست کھانے کا سُنکے نہایت غمگین اور رنجیدہ و غمگین ہو گیا بعد اسکے زریان بگدست سے کہا کہ اے زریان تو
عاقل اور بڑا بہادر ہے تجھے لازم ہے کہ لعنت کر اس کفر و کافری پر اور ملت بیضا دین اسلام قبول کر زریان بگدست
نے جواب دیا کہ میں ابھی مسلمان ہوتا ہوں اگر کوئی میری شرط ادا کرے تو کیا مضائقہ لندھور نے پوچھا کہ تیری شرط
کیا ہے زریان نے کہا کہ اس جنگل میں ایک فیل مست بہت بڑا زبردست نہایت خوبصورت ہے میں نے چاہا کہ اُس
ہاتھی کو گرفتار کروں اور کئی مرتبہ میں اُسکے پکڑنے کو گیا وہ میرے قابو میں نہ آیا بلکہ اُس ہاتھی نے اپنی خرطوم سے پکڑ کے
میرا ہاتھ بھی ناقص کر دیا چنانچہ میں نے اُس ہاتھی کی گرفتاری کے واسطے کوئی تدبیر باقی نہیں رکھی مگر وہ ہاتھی کسی
طرح سے قابو میں میرے نہیں آتا میں نے جاکے خدمت لقا خداے باختر میں عرض کی کہ یا خداوند میرا ہاتھ پھر بدستور
درست کر دے لقا نے مجھے جواب دیا کہ میں نے تقدیر کی ہے کہ جب تو جاکے حمزہ صاحبقران کو باندھکر میرے پاس
لاویگا تو میں تیرا ہاتھ بدستور اچھا کر دونگا اُسوقت سے مجھے معلوم ہوا کہ لقا کو دعوی الوہیت اور دعوہ ربیت کا
محض باطل ہے اگر تو جاکے اُس ہاتھی کو پکڑ لاوے اور مطیع اپنا کرے تو میں بلاشک و لاریب جانونگا کہ تیرا دین
برحق ہے اور میں مسلمان ہوکے بدل و جان تیری اطاعت قبول کرونگا لندھور نے کہا کیا مضائقہ یہ کہکے لندھور
ہمراہ زریان بگدست کے سوار ہوکے اُس صحرا میں گیا اور ہر چند اُس ہاتھی کی تلاش کی مگر کہیں نہ ملا ناگاہ ایک
جانب آواز اُس ہاتھی کی معلوم ہوئی اُس آواز پر لندھور نے اپنے فیل میمونہ مبارک کو آگے بڑھایا اور جسوقت
اُس ہاتھی کو دیکھا تو فیل میمونہ مبارک لندھور کا بھاگا ہر چند لندھور نے چاہا کہ اپنے ہاتھی کو اُسکے سامنے لیجاوے
لیکن میمونہ مبارک ہاتھی لندھور کا کسی صورت سے اُس ہاتھی کے سامنے رخ نہیں کرتا تھا تب لندھور ناچار
ہوکے ہاتھی پر سے کود پڑا اور پیادہ اُس مست ہاتھی کے پاس جاکر چاہا کہ اُسے پکڑے اور اُس ہاتھی نے اپنی خرطوم
کو بڑھا کے چاہا کہ لندھور کو کھینچ لے چیر ڈالے لندھور نے نعرہ اللہ اکبر جلدی سے کھینچ کر اُسکی سونڈ کو پکڑ لیا
اور پہلے زور میں جو جھٹکا دیا تو وہ ہاتھی چنگھاڑ کے بل زمین پر گرا اُسوقت لندھور جست کرکے اُس ہاتھی پر سوار
ہو بیٹھا اور ہنکانا شروع کر دیا اس عرصہ میں جمشید شاہ اور سعد شاہ قنوجی کو ملک دکنی وغیرہ ہمراہ
ہند رفقاے جان نثار لندھور نامدار کے پہونچ گئے اور اُس ہاتھی کو پکڑ کے جنگل سے آئے زریان بگدست

پہ جرأت اور قوت اور زور و طاقت اور جوانمردی لندھور کی دیکھکر از سر صدق مسلمان ہوگیا ایک روز کی نقل ہے کہ لندھور
بتفریح طبع سوار ہوکے صحرا کی طرف جاتا تھا اتنے میں دیکھا کہ ایک باز کسی شخص کا پرواز کناں آکے ایک شجر
پر بیٹھ گیا لندھور نے طعمہ دکھلا کے اُس باز کو پکڑ لیا اور نہایت خوشی خوشی اُس باز کو اپنے ہاتھ پر بٹھلا کے گوشت
مرغ کا اُسکو کھلا رہا تھا ناگاہ سامنے سے ایک نقابدار سبز پوش مرکب پر سوار مسلح اور مکمل گھوڑے کو تیز کیے نمودار
ہوا اور دور ہی سے اپنے باز کو لندھور کے ہاتھ پر بیٹھا دیکھکر گفتگوے تند اور تلخ کرنا شروع کی اور کہا کہ اے خیرہ سر
تیرہ روزگار تیری بھی یہ مجال تھی کہ تو نے میرے باز کو پکڑ لیا لندھور نے کہا کہ مجھے معلوم نہ تھا باز صحرائی سمجھ کے
میں نے پکڑ لیا اے نقابدار آزردہ نہو اگر تیرا ہی باز ہے تو لے سر دست نقابدار نے کہا کہ میں اسکے عوض میں تجھے
سزاے معقول دونگا تاکہ پھر تمام عمر یاد رہے شدہ شدہ نوبت یہاں تک پہونچی کہ نقابدار نے اپنے گھوڑے کو
جھکا کے لندھور کا گریبان پکڑ لیا اور چاہا کہ زین کے ہاتھی پر سے لندھور کو اٹھا لے لندھور نے بھی گریبان نقابدار
کا پکڑ لیا در آن واحد میں نقابدار سبز پوش کو تا ختن زین سے اٹھا کے سر پر چرخ دیا اور چاہتا تھا کہ زمین پر مارے
نقابدار نے کہا اے بہادر مصرعہ * برمن نگر برمن نگر در شستوی در دل خجل * یہ کہکے نقاب جو منہ سے اٹھائی تو لندھور
نے دیکھا کہ ایک نازنین مہ جبین مہر تمکین برس بارہ ایک کا سن و سال سراپا حسن و جمال شعر وہ نشاۂ حسن منہ جو
نکالے نقاب سے * لے باج مہر اور خراج آفتاب سے * لندھور اسکو بنگاہ اولین دیکھ کے ہزار جان سے
شیفتہ و فریفتہ ہوگیا اور آہستہ سے اسکو زمین پر رکھ کے پوچھا شعر چہ کسے و چہ نام خوشخصلت * درکدامے مقام
و منزلت * اُس نازنین نے جواب دیا کہ میرا نام ظہور بانو اور میں زریاں یکدست کی چھوٹی بہن ہوں اے بہادر اگر تجھے
منظور ہے میری ملاقات کی ہو تو فلان جا پر میرا مکان مثل ماہتاب اور آفتاب کے عیاں ہے کچھ چھپا ہوا نہیں ہے تو پوچھتا چلا آنا
بس اتنا کہکے وہ نازنین اپنے مرکب کو جھکا کے جدھر سے نمودار ہوئی تھی چلی گئی لندھور وہیں بسبب شدت اشتیاق اور
کثرت درد فراق سے بیتاب ہوکے رات کے وقت یکہ و تنہا ملکہ ظہور بانو کے مکان پر گیا اور ظہور بانو لندھور کو بکمال عزت
و احترام دلبری و دلداری کرکے اپنے مکان میں لے گئی اور ایک مسند پر بٹھلا کر اور ہم آغوش ہوکے بیٹھی اور صحبت عیش قرار دی
ملکہ ظہور بانو کی دایہ نے جو یہ حال دیکھا تو مارے خوف کے کہ مبادا یہ راز اگر زریاں یکدست پر افشا ہو جائے تو میری عزت
اور جان نہ بچے گی لرزاں و ترساں ملکہ کی آنکھ بچا کے زریاں یکدست کے پاس گئی اور ساری کیفیت لندھور کے آنے اور ملکہ
ظہور بانو کے صحبت کی بیان کی زریاں یہ حال سنکے کمال خوش ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے بھی یہی آرزو اور خوشنودی دل کی تھی سو
شکر ہے خداوند تعالی کا کہ حسرت میرے جی کی بر آئی یہ کہکے اُسی وقت سوار ہوکے اپنی چھوٹی بہن ظہور بانو کے مکان پر آیا
اور بے ساختہ اندرون مکان کے چلا گیا جس وقت سامنے لندھور کے پہونچا تو لندھور زریاں کو دیکھ کر اپنے دل میں نہایت
محجوب اور شرمندہ ہوا اور سرنگوں ہوکے رہ گیا تب زریاں یکدست نے لندھور کو منفعل اور سرنگوں دیکھکر کہا کہ اے شہریار
زہے افتخار و سعادت دارین میری کہ میری بہن تیری کنیزی میں سرفراز ہو اور قسم ہے مجھے اپنے دین اور ایمان کی
کہ میرا خود تو پہلے ہی سے یہی ارادہ تھا کہ اسے آپ کی پرستاری اور خدمتگاری میں دوں مگر پاس آداب آپ سے
خائف و ترساں تھا اور عرض نہیں کر سکتا تھا کہ شاید حضور قبول اور منظور نہ فرمائیں مگر الحمد و المنہ کہ جو مدعاے
دلی اور مستدعاے قلبی میری تھی بجناب احدیت سے وہ تمنا میری بر آئی اور اتنا کہکے اُسی وقت قاضی کو طلب کیا
اور بموجب اہل اسلام عقد ظہور بانو کا ساتھ خسرو بلاد ہندوستان لندھور بن سعدان کے کر دیا اور وہاں سے باہر نکل کے
اپنی بارگاہ میں سوار ہو آیا اور یہاں لندھور ملکہ ظہور بانو سے ہم بستر ہوتا ہے اور اُسی شب کو نطفہ لندھور کا قرار

پاتا ہو اور ظہور بانو کے بطن سے ایک بیٹا کہ نام اُسکا خسرو نامی بن لندھور رکھا جائیگا پیدا ہوگا اور وہ فرزند خسرو بلاد
لندھور بن سعدان کا فتح نامہ اور ہندوستان کی نامہ میں سب سے بڑھکر نمایاں کریگا غرض قصہ مختصر بعد چند روز کے ایک عیار نے آکے
عرض کی کہ در بند عمودیہ سے عادین عمود گرازدندان اور حمید بن حامد گرازدندان مع چار لاکھ سوار کے بہ نیت جنگ
سرزمین فرنگیانیہ پر آتے ہیں خسرو بلاد ہندوستان بھی یہ خبر سنکے مع زنگیان یکدست شہر زنگیان سے کوئی پانچ سات
کوس پر چل کر اور اپنے لشکر کو قائم کر کے بارگاہ استادہ کر دولی اور وقت شب کے دونوں لشکروں میں طبل جنگ بیدار نے
بجا وقت صبح کے دونوں لشکر میدان میں نکلے عادین عمود گرازدندان اپنا گھوڑا چمکا کے ناف میدان میں آکے
قائم ہوا اور ایک میل تین سو من کا اس بے پرے اُٹھا کے زمین پر بائیں ہاتھ سے کھڑا کیا اور داہنے ہاتھ سے ایک گرز کی
تین ضربوں سے اس میل کو زمین میں غرق کردیا بعد اسکے تین روز میں اُس میل کو پھر زمین سے اُکھاڑ کے بہت مبالغہ کرات
کیا اور کہنے لگا کہ کہاں ہیں رستم و سہراب اور کہاں ہیں حمزہ عرب کہ جب سے پیدا ہوئے ہیں تین ضرب عمود میں اس میل کو زمین میں
غرق کردیں اور پھر سب زور میں اکھاڑ لے لندھور نام سلطان عالی مقام کا سنکے نہایت درہم و برہم ہوا اور اپنے
فیل سیمونہ مبارک کو کلک مار کے آگے بڑھایا اور باواز بلند کہا ای عادین عمود گرازدندان چہوٹا منہ بڑی بات کہتا تجھے
نہ چاہیے امیر حمزہ عالی شان سلطان صاحبقران کا نام انسان پہلے وضو اور تیہ گلاب کیوڑے سے کلیاں کرکے اپنے منہ
کو ظاہر کرے تب زبان پر لاوے اُنکا رتبہ تو عالی ہے مگر ایک کمترین نمک خوار اُنکا میں ہوں یہ کہکے وہ میل عادین عمود
گرازدندان کے ہاتھ سے لیکے ایک ہی ضرب گرز میں پیوند زمین کردیا اور بدستور السلام علیکم کہہ کر ایک ہی زور میں اُس
میل کو زمین سے اُکھاڑ کر دور پھینک دیا جبکہ عادین عمود نے یہ زور بازوے خسرو بلاد ہندوستان لندھور بن سعدان
کا دیکھا تو محو حیرت ہو کے کی صورت گھڑی بھر کال رہ کے پکارا کہ واقعی وہ رب جیرا دین برحق ہے جو تیرا دین اختیار
کرے وہ کیا کہے لندھور نے کلمہ طیبہ ارشاد کیا عادین عمود گرازدندان اور حمید بن حامد گرازدندان دونوں مع اپنے چار
لاکھ سوار کے از سر صدق کلمہ شہادت پڑھکے مشرف باسلام ہوے

اب دو کلمے داستان شوکت بیان ازجم گروہ رستم شکوہ منجنیہ ملک باختر صاحبقران بن صاحبقران شاہزادہ بدیع الزمان گردنکشی شکن سے بیان کیے جاتے ہیں

کہ جس وقت شاہزادہ بدیع الزمان میدان رزم سے شکست کھا کے نکلا تو تھوڑی دور پر جاکے رہیہ بن عمرو کو واسطے خبر
لانے ملکہ گوہر ملک کے روانہ کیا اور رہیہ بن عمرو چار باغ ملک حرمان دلکشی میں جاکے پھر کر خبر دیا کہ شہر یار عالم
زمین جلیس تو زبان دو غیرہ متوسلین اور ملازمین ملکہ کی سب اسیر دام تزویر ہو کے کنجاب کے پاس ہیں لیکن ملکہ گوہر ملک
کا کہیں سراغ اور پتا نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کہاں ہے بلکہ کنجاب کو بھی اس بات کا نہایت تردد لاحق ہے کہ ملکہ کہاں نکل گئی
اور کہاں ہے اُسی واسطے بسیار دونوں سراغ رساں اور جاسوس اودھر کا ہے جیسے عیار وغیرہ دس بیس کو بہیج کو بھیجے ہیں اور
دشت و جبل اور شہر شہر گاؤں گاؤں قصبے قصبے پھرے اور جنگلوں بیچوں میں تلاش کرتے پھرے ہیں شاہزادہ عالم
یہ حال سنکے بدرجہ نہایت مغموم اور مکدر ہوا اور ایک سمت کو اپنے مرکب کو بے لگام کیے چلا جاتا تھا اور ایک دن رات
کسی مقام پر دم بھر کہیں قیام اور آرام نہیں کیا تھا روز دوم صبح کے وقت ایک قصبہ کے دروازے کے قریب ہو کر
دیکھا کہ بہت سی فوج اور رعایا وغیرہ لوگ اُفتاں و خیزاں بھاگے ہوئے اُس قصبے کے اندر پہنچے دروازہ اُسکا بند کیا
شاہزادہ عالم نے مع امیر بن عمرو کے دروازے پر پہنچ آواز دی کسی نے دروازہ نہ کھولا تب نہایت تنگ ہو کر جس طرح سے ہوسکا
اُس دروازے کو توڑ کے اندر قصبے کے گئے تو وہاں کسی شخص کو نہ دیکھا کہ وہ جو سبب فوج سپاہ آئی تھی کدھر

جا کے غائب ہو گئی بعد بڑی تلاش اور جستجو کے امیر بن عمرو اور شاہزادہ تا مو ایک گھر میں گھسے تو وہاں دیکھا کہ اُس
مکان میں ایک چھوٹی سی کوٹھری ہے اور اُس دریچے کو کسی نے اندر سے بند کر لیا ہے اور ایک چٹان پتھر کی اُس کوٹھری کے
پٹون پر رکھی ہے شاہزادہ بدیع الزمان نے اُس پتھر کو اُٹھا کے جو دروازہ کوٹھری کا کھولا تو اندر اُسکے عمر جان تیز رفتار
اور ملکہ گوہر ملک دونوں ایک گوشے میں چھپے بیٹھے ہیں شاہزادہ بدیع الزمان عمر جان کو دیکھ کر بہت خوش ہوا
اور پوچھا کہ اے عمر جان کہیں کچھ سراغ اور پتا ملکہ گوہر ملک کا بھی تجھے معلوم ہے عمر جان نے ملکہ گوہر ملک کو بہت سی
گھانس جو پڑی تھی اُسکے نیچے چھپا کے بٹھلا دیا تھا اُس گھانس کو ہٹا کے ملکہ گوہر ملک کو نکال لایا ملکہ گوہر ملک
نے جو شاہزادہ بدیع الزمان کو جو دیکھا تو شکایت زمانہ ناہنجار اور گردش فلک غدار کی کر کے رونے لگی شاہزادہ عالی مقدار
نے کہا کہ اے ملکہ اسی واسطے میں تم کو منع کرتا تھا کہ تم مجھے اپنے ملک میں [illegible] معلوم نے میرا کہنا نہ مانا پھر اب رونا تمھارا محض
بے سود ہے اتنا سمجھو [illegible] جہان نا مرد [illegible] ہم خود [illegible] اور مجھے منظور ہے کہ میں قلعہ شکستہ حصار میں جا کے چند روز
رہوں اور وہاں سے لشکر کشی کر کے بر سر گنجاب پھر جاؤں ملکہ گوہر ملک نے کہا کہ اے شہریار مجھے ایک تدبیر یاد آئی ہے کہ
کسی کو اپنی اماں جان ملکہ غنچہ خاتون کے پاس بھیجوں کہ جسوقت بدیع الزمان شکست کھا کے نکل گیا اور ارجیل
خشت انداز اور سرجیل خشت انداز کی فوج و سپاہ نے باغ کو تاخت و تاراج کیا تو ایک جوان ادہم نام مجھے
میدان جدال و قتال سے اپنے ہمراہ نکال کے یہاں تک لایا ہے اور بدیع الزمان کا کہیں بھی سراغ نہیں کہ وہ کہاں گئے
اب مجھے اسوقت مصیبت اور ملال بیکسی اور بے بسی میں سوائے آپ کے کہ آپ میری اماں جان ہیں اور کہیں ماں
اور ملجا نہیں نظر آتا ہے لہذا امیدوار ہوں کہ مجھے اپنے محل عاطفت اور حمایت میں اس وقت [illegible] ارضی و سماوی سے
کہ زمین تشنہ خون اور آسمان دشمن جان ہو رہا ہے بچا لیجیے بس مجھے اطمینان کلی اور یقین واثق ہے کہ اماں جان مجھے
اپنے پاس بلا لینگی اور یہ بھی میرے دل کو یقین ہے کہ ابکی مرتبہ اماں جان بھی میری تحریک کرنے سے مسلمان ہو جاینگی
اور جو ابکی مرتبہ قلعہ اور شہر سنجان کا میرے قابو میں آگیا تو پھر کہیں میرے قبضۂ اختیار سے نہ جاینگا کس لیے کہ مخمور
نے گنجاب سے کہا ہے کہ اگر بار دوم بدیع الزمان شہر سنجان کو مسخر کریگا تو پھر تیرے ہاتھ قلعہ اور شہر سنجان کا نہ آئیگا
شاہزادہ عالم و عالمیان بدیع الزمان عالیشان کو یہ رائے صائب اور تدبیر اور صلاح ملکہ کی بہت پسند آئی اور
اُسی وقت ملکہ گوہر ملک کی طرف سے ایک نامہ اسی مضمون کا لکھ کے عمر جان کو دیا کہ تو اس رقعہ کو جس صورت سے
بنے ملکہ غنچہ خاتون کے پاس جا کے پہونچا عمر جان تیز رفتار نے کہا غلام ابھی جاتا ہے اور یہ کہکے عمر جان وہ رقعہ لیے
بسرعت صبا [illegible] برق [illegible] طے کرتا شہر سنجان میں پہونچا اور ایک سقنی کی صورت بنکے محل میں گیا اور وقت تخلیہ
کا دیکھکر رقعہ ملکہ غنچہ خاتون کے حوالہ کیا غنچہ خاتون نے جو وہ رقعہ پڑھا تو پوچھا کہ اے نیکبخت تجھے یہ رقعہ کس نے
دیا ہے اور کون ہے عمر جان روکے غنچہ خاتون کے پاؤں پر گر پڑا اور عرض کی یہ خانہ زاد موروثی عمر جان عیار بعیاری
صورت تبدیل کر کے سر بکف آپکے قدموں تک پہونچا ہے اشعار گر گنہ کردم و گر عصیان مکن خونم مکن + در گذر
از جرم من [illegible] غلام خانہ زاد + ور نباشم قابل عفو اینک شست و تیغ + کس شنیدہ ام کہ خواہد خواست از دست تو داد +
ملکہ غنچہ خاتون نے پہلے تو کئی کوڑے مارے اور بعد اسکے گلے سے لگا کے کہا اے کمبخت اُس نمک خانوادے
ناحق آپ کو رسوا خلائق کیا شعر [illegible] ہر اک او میں + عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے [illegible] خبر جو ہوا اسکا اب
حال کہہ کہ وہ ہے کہاں عمر جان نے [illegible] وہی جو رقعہ میں لکھا تھا بیان کیا اور کہا کہ اے ملکہ عالم از خردان خطا و از بزرگان
عطا ملکہ غنچہ خاتون نے کہا کہ اے عمر جان اب تو ابھی تو آپ کو ظاہر نہ کر میں ملکہ گوہر ملک کو بلا بھیجتی ہوں یہ کہہ کے

فصلان عمودی اور دوارب خوک پیشانی کو مع چالیس ہزار ان غلامان خاص ملکہ غنچہ خاتون کے بخدمت شاہزادہ
بدیع الزمان والا مرتبت بھیجا اُسوقت ملکہ گوہر ملک شاہزادہ بدیع الزمان کو اپنے ساتھ سکھپال میں بٹھلا کے سوار ہوئی اور
بتجمل و شوکت تمام شہر سنجان میں آکے سکھپال کو ڈیوڑھی پر محل کی زنانے کا انتظام کرکے اُتروا دیا ملکہ گوہر ملک نے
شاہزادہ عالم سے کہا کہ اب تم جاکے دیوان عام میں بیٹھ تخت پر اجلاس کرو میں اماں جان کے پاس جاکے جیسا محل
اور موقع ہوگا سمجھ لونگی یہ کہکے ملکہ گوہر ملک نے بخدمت ملکہ غنچہ خاتون جاکے مجرا کیا غنچہ خاتون نے پہلے بہت سی لعنت
ملامت کرکے پوچھا کہ او شوخ دیدہ ننگ خاندان اب بتلا کہ وہ بدیع الزمان تجھے مبتلائے صد گونہ آفات کرکے کہاں چلا گیا
اب بھی تیری بیٹی بدیکی اُسے کچھ خبر ہو ملکہ گوہر ملک نے سرنگون ہوکر عرض کی کہ اماں جان شاہزادہ بدیع الزمان
حاضر ہی میں نے اُسے دیوانخانے میں کہدیا ہو کہ تو جاکے تخت پر بیٹھ میں اماں جان سے جاکے جہانتک عذر و معذرت ہوسکیگا
کرکے تیری تقصیر معاف کروا دونگی اور علاوہ اسکے میں شاہزادہ عالم کو ایک اور بھی آل اندیشی سے آپکے ہمراہ آپ کے
پاس لائی ہوں کہ اگر حضور از راہ شفقت بزرگانہ اسکی پشت پر ہاتھ رکھیں تو وہ شخص یعنی خسرو بلاد ہند و ستان لندھور
بن سعدان ہوا خواہ و غلام جان نثار شاہزادہ بدیع الزمان نامدار کا ہی اور میں نے خوب تحقیق کیا کہ وہ بہوا خواہی
شاہزادہ عالم سلطان صاحبقران سے رخصت ہوکے مع اپنی فوج و سپاہ کے سفر دریا طی کرکے باختر میں آپہونچا ہی
اگر آپ آج شاہزادہ بدیع الزمان کو اپنا کر لیںگی تو گویا آپ نے یہ احسان لندھور پر کیا اور لندھور تمام عمر آپ کا
اس بار گران سے ممنون اور زیر بار منت رہیگا اور جو کہیگا لندھور بجان و دل قبول کریگا القصہ اس طرح کی
باتیں کرکے ملکہ گوہر ملک نے غنچہ خاتون اپنی ماں کو راضی کیا اور غنچہ خاتون نے بامید وصال اپنے مطلوب
خسرو بلاد ہند و ستان لندھور بن سعدان کے شاہزادہ بدیع الزمان کو اندرون محل طلب کیا اور شاہزادہ
عالی مقام نے باداب تمام غنچہ خاتون کو سلام کیا غنچہ خاتون نے بطریق بزرگوں کے سر اقدس شاہزادہ عالم کا
لیکے اپنی چھاتی سے لگا لیا اور باعزاز و اکرام تمام برابر اپنے مسند پر بٹھلا کے بہت سی دلجوئی اور خاطرداری کی باتیں
کرنا شروع کیں اُسوقت ملکہ گوہر ملک نے ملکہ غنچہ خاتون سے عرض کی کہ اماں جان آپ چشم بدور عاقلہ اور
دانشمند ہیں چشم انصاف اور نظر عدالت ملاحظہ فرمائیں اور جو کہ حق ہو وہ مجھے جواب دیں کہ وحدانیت اور الوہیت
لقا خدائے باختر پر کیونکر فرض اور ثابت ہوتی ہی جو شکل اور مخلوق کی وہی شکل لقا کی ہی اور کھانا پینا بول و براز
عارضہ بیماری جو اور تمام آدمیوں کو ہوتا ہی وہ لقا کے واسطے بھی ہی پھر فرمائیے کہ خدائے باختر خالق کون و مکان
کس طرح سے ہوا مجھے تو یہ ثابت ہوتا ہی کہ خدائے عزوجل اور خالق جزو کل اور ہی کوئی ہی شعر مبرا ذاتش از چونی و
چندی بہ منزہ از پستی و بلندی یہ میری عقل ناقص میں تو یہ صلاح وقت انسب ہی کہ حضور اس مکرو دغا بازی کو ترک
کرکے چاہ ضلالت سے نکلیں اور کلمہ طیبہ پڑھکے بسر چشمہ ہدایت فائز ہوں دنیا اور عقبی دونوں بخیر ہوں اور خسرو
بلاد ہند و ستان لندھور بن سعدان کا موجب خوشنودی اور رضامندی کا بھی ہوگا آگے جو رائے میں آپ کی
مناسب اور بہتر ہو وہ کیجیے ملکہ غنچہ خاتون از بسکہ نہایت عاقل اور فہیم اور زودیاب اور دانشمند تھی چند و نصائح بیٹی کی
یعنی گفتگو ملکہ گوہر ملک کی نہایت پسند کرکے اپنے جی میں سوچی کہ فی الحقیقت استادوں نے غلط نہیں کہا ہی شعر
کودکے کو بعقل پیر بود * نزد اہل خرد کبیر بود * اُسی وقت کلمۂ شہادت پڑھکے از صدق مسلمان ہوگئی لیکن یہ بھی خبر طلب
کی کہ شاہزادہ بدیع الزمان کے ذریعے ملاقات لندھور کی ملکہ غنچہ خاتون سے ہو اور شاہزادہ بدیع الزمان
نے فرمایا کہ یہ میرا ذمہ ہی کہ میں تمھاری بخوبی لندھور سے ملاقات کروا کے عقد کروا دونگا القصہ جبکہ ملکہ غنچہ خاتون نے

شاہزادہ عالم سے لندھور کی ملاقات کا اقرار کر لیا اُسوقت فضلان محمودی اور داراب خوک پیشانی اپنے
غلاموں کو مع اسی ہزار سوار اور غلامان نمک خوار موروثی اپنے کے کلمۂ شہادت تلقین کر کے دائرہ اسلام میں لائی
اور بعد اسکے تمام شہر سنجان کو مسلمان کیا اور جتنا خزانہ کنجاب کا سنجان میں تھا اس خزانے کے کوٹھے کھلوا دیے
اور سوا سے فوج قدیم کے لاکھ سوار نو ملازم اور رکھے اور شاہزادۂ بدیع الزمان عالی شان اپنے اُن سرداروں کیواسطے
جو کہ شکست میں گرفتار ہو گئے تھے نہایت متفکر اور پریشان تھا کہ خدانخواستہ کنجاب اُن سب میرے سرداروں کے
قتل کرنے کا حکم دے آخر کار امیہ بن عمرو اور جان تیز رفتار کو اُن سب سرداروں کی خبر کے واسطے بھیجا وہاں
حال کنجاب کا سُنیے کہ کنجاب چارباغ میں اپنا محل داخل بخوبی آراستہ کر کے جشن عیش و نشاط میں مشغول تھا کہ یکایک
پرچہ اخبار سے معلوم ہوا کہ بدیع الزمان نے قلعہ شہر سنجان کا سر کر کے تیری بی بی غنچہ خاتون اور فضلان محمودی
اور داراب خوک پیشانی کو مع اسی ہزار غلاموں کے اور تمام سوار و پیادے مع توپخانہ ذخیرہ فوج اور رعایاے
شہر کو کلمہ پڑھوا کے مسلمان کر لیا اور کوٹھے جواہر خانے اور خزانوں کے سب اپنے قبضۂ تصرف میں لایا ہے پس یہ
اخبار سُنکے کنجاب ہاے کر کے گھڑی بھر کا لسکتے کے عالم میں رہا اور صدمہ عظیم اُٹھنے دل کو اس بات کا ہوا کہ نجومیوں
اور کاہنوں اور رمالوں نے بالاتفاق یہ کہا تھا کہ جسوقت قلعہ دوبارہ دشمن کے قبضہ تحت تصرف میں جائیگا اور
غنچہ خاتون مسلمان ہو جائے گی اُسوقت زوال دولت کنجاب کا ہوگا اور قلعہ شہر سنجان پھر کنجاب کے ہاتھ نہ آئیگا
القصہ کنجاب کو اسی غیظ و غضب اور تشویش اور فکر میں شاہزادہ بدیع الزمان کے رفیق اور جان نثار سرداروں
قیدیوں کا جو خیال آگیا تو اُسنے حکم دیا کہ جتنے سردار نمک حرام بدیع الزمان کے رفیق اور شریک ہو رہے تھے اور گرفتار
ہو کر آئے ہیں اُن سب کو میرے سامنے لاؤ میں انکو قتل کرنے کا حکم دونگا حسب الحکم کنجاب کے داروغہ زندانخانے
نے سرداران شاہزادۂ عالی شان کو بارگاہ کنجاب میں لاکے حاضر کیا اُن سب سرداروں نے بارگاہ کنجاب میں
سلام بطور اسلام کیا کنجاب نے نہایت پیچ و تاب کھا کے اُن سب کو ترغیب کیا کہ تم اگر خداوند مسجود ہزار ملک
باختر کو سجدہ کرکے اپنے دین آبائی اور اجدادی پر ثابت رہو تو میں تمہارے سب کے جرم و گناہ معاف کر دوں
سرداران بدیع الزمان نے جواب دیا کہ لعنت ہو اس لقاے مشرک غدار پر اور اسکے پرستاروں کافروں پر یہ کلام
سرداروں کا سُنکے کنجاب اور بھی درہم برہم ہوا اور حکم دیا کہ ہاں اسی وقت سب دشمنان خداوند مسجود ہزار
ملک باختر کو لیجاکے قتل کرو اور بموجب حکم اُس کم سزد کے جلادوں نے آکے چاہا کہ تمام سرداروں کو واسطے
قتل کے لیجائیں علقمہ ضنطلالی وزیر اعظم نے کنجاب سے اُٹھکر عرض کیا کہ پیر و مرشد انکو یوں قتل نہ کیجیے ان سب کو
پہلے تمام رات سولیوں پر لٹکا رہنے دیجیے صبح پھر دوسرے پہر دن چڑھے جب تمام شہر کی خلائق کا ہجوم ہو جائے اور
تماشا میں جمع ہولیں تب انکو سولیوں پر چڑھوا دیجیے اور قتل کیجیے تاکہ پھر کسی کو حوصلہ نمک حرامی کا نہو اور سب
کو خوف و عبرت ہو جاے اور پھر کوئی دین خداوند لقاے مشرف سے نہ پھرے بختیارک نے یہ گفتگو علقمہ ضنطلالی کی سُنکے
کہا اے وزیر اعظم تم نے پیر و مرشد کو تو کیا خوب مشورہ دے کے خدا پرستوں کو قتل سے اسوقت بچا لیا بعد گھڑی
بھر کے پھر جو کچھ ہو وہ ہو علقمہ ضنطلالی نے کہا اے بختیارک جسطرح سے تو نے خاندان نوشیروان ملک العادل
کسریٰ کو برباد کیا اب یہاں نحس قدم اپنے لاکے اسی طرح چاہتا ہے تجھے کارخانہ خداوند لقا اور پیر و مرشد میں کیا
مداخلت جو تو ہر وقت دخل در معقولات کرتا ہے بختیارک نے جواب دیا اور وقت ثانی کہا کہ مجھے یقین ہے کہ شب میں یہ
سردار قید سے چھوٹ جائینگے کنجاب نے کہا کہ تجھے کیا ہماری راے سے تیری عقل بہت بڑی ہے ہم اسکی تدبیر کر لینگے

کیا ہمارے چوکی پہرے والے سوتے تھے جو کوئی قیدیوں کو دار سے چھڑا لیجائے گا یہ کہکے بموجب مشورہ علقمہ اصفہانی
تمام سرداروں کو بدیع الزمان کے سولیوں پر لٹکوانے کے حکم دیا کہ میں کل ان سب کو سولیوں پر کھینچ دونگا اور
آہنگ بلند آواز کوس لاکھ سواروں کے واسطے پاسبانی و حفاظت کے سولیوں پر متعین کیا اور آپ بدبختی تمام
مع اپنے سب بارگاہ نشینوں اور سرداروں کے جشن رقص و سرود میں مشغول ہوا ناگاہ ایک عیار گرد میں آلودہ
پسینے میں غرق عرق عرق زرہ افشان و خیزان بارگاہ گنجاب میں آیا اور عرض کر کے کہا کہ قارن بلند کمان کہ مقرب خاص
خداوند لقا کا ہے اور وہ جوڑا خاص بخاص خداوند لقا کے ہیں کہ شل ہاتھ لوگوں کے اور کوئی سردار یا عہدہ ہزار ملک میں
خداوند کے نہیں ہے انہیں سے دوں درجہ قارن بلند کمان کا ہے کہ بائیس من نمک کی کمان میں بارہ من کا تیر لگتے
سوکر آرا ہوتا تھا سو وہ خداوند لقا کے پاس سے آپ کی ملاقات کو آتا ہے گنجاب نے سنتے اپنے سرداروں کو
حکم دیا کہ تم سب کوس دو کوس آگے جاکے قارن کا استقبال کرو اور باعزاز و اکرام تمام میری بارگاہ میں لاؤ حسب الحکم
سرداران گنجاب نے تھوڑی دور جاکے قارن بلند کمان کا استقبال کیا اور بڑی عزت اور توقیر سے اُسے ہمراہ
لیے سمت بارگاہ گنجاب آتے تھے اثناے راہ میں نگاہ قارن بلند کمان کی اُن سرداروں پر پڑی جو حسب الحکم
گنجاب کے سولیوں پر کھڑا کیا گیا تھا جبھی قارن بلند کمان نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں سردار گنجاب نے کہا کہ یہ
سب خداوند عہدہ ہزار ملک باختر سے منحرف ہوگئے اور پیغمبر وسل سے بگڑ کے بدیع الزمان کی رفاقت میں
نادیدہ خدا کے پرستار بن گئے اور ان سب سرداروں نے بدیع الزمان کی طرف سے ہزاروں لقا پرستوں اور
پیغمبر وسل کے سو ہزار یاوروں کو تیغ کیا اور ایسی ایسی شمشیرزنی ان بدبختوں نے کی ہے کہ جنہوں نے دس دس
لاکھ سوار کی فوج میں تلاطم ڈال دیا ہے ایسے جرم سنگین پر بھی پیغمبر وسل نے انکو بہت سا سمجھایا اور فرمایا کہ اب بھی
اگر تم لقا پرستی اختیار کرکے بدیع الزمان کی رفاقت اور اعانت چھوڑ دو تو قصور تمہارا معاف کردوں انھوں
نے درجواب اسکے گنجاب کو گالیاں دیں اور خداوند لقا کی جناب میں سیکڑوں کلمات ناسزا اطلاق کیے اور سبب
کے اس جرم پر پیغمبر وسل انہیں کل صبح کو دار پر کھینچ کر مار ڈالے گا اور تیر ہیج باراں کریگا قارن بلند کمان نے
یہ حال اُن سرداروں کا سنکے اپنے دل میں کہا کہ خوشا رتبہ اور مرتبہ شاہزادہ بدیع الزمان کا کہ جسکے ایسے ایسے
سردار دلیر اور شیر شجیع میدان کارزار ہم پہونچائے اور زہے مردانگی اور جوانمردی ان سب بہادروں کی کہ ایسی
حالت میں بھی ثابت قدم اپنے فرض پر ہیں یہ باتیں دل ہی دل میں کرتا بارگاہ گنجاب میں پہونچا اور گنجاب کے
قدموں کو جاکے بوسہ دیا گنجاب نے اشارہ کیا کہ دنگل قارن بلند کمان کا بعد دنگل قاہر بن قہرمان عجمی کے
بچھا دیں قارن بلند کمان نے جو دیکھا کہ یہ دنگل زبردست قاہر بن قہرمان عجمی سے نیچا ہے دیکھا ربرہم
ہوکے کہا کہ اے قاہر دنگل پر سے اُٹھ کھڑا ہو کہ یہ میرے بیٹھنے کی جگہ ہے قاہر بن قہرمان عجمی نے تکرار کی نوبت بحدے
رسید کہ دونوں دست بگریبان ہوئے گنجاب گھبرا کے اپنے تخت پر سے کود پڑا اور بہزار سعی و جہد دونوں کو جدا
کرکے کہا کہ اے قارن بلند کمان اسمیں قاہر بن قہرمان عجمی کا قصور نہیں ہے [illegible] قاہر بن قہرمان
عجمی کو اپنا سپہ سالار کیا ہے قارن بلند کمان نے جواب دیا کہ یہاں اگر آپ نے اسے اپنا سپہ سالار کیا ہے تو
مرتبے اور رتبے میں فرق نہیں ہو سکتا کس لیے کہ بارگاہ خداوند لقا میں میرے دنگل میں سے اسی دنگل
کے بعد قاہر بن قہرمان عجمی کو دنگل ملا ہے اور زبردست میرے ہمیشہ بیٹھا کیا ہے اب چاہے کہ یہ مجھ سے
سپہ سالار بنکے آگے بڑھ کے بالا دست بیٹھے یہ کبھی نہوگا جبکہ گنجاب نے جو یہ تماشا دیکھا تو یوں اُٹھا

کہ یا پیغمبر مرسل پھر کیا قباحت ہے فرما دیجیے دونوں صاحب برابر ہیں گنجاب نے قارن بلند کمان اور قاہر بن قہرمان عجمی دونوں
کے دنگل برابر ہو جانے کے دونوں کو بٹھلایا بعد اسکے دو کشتیاں خلعت کی طلب کر کے پہلے تو بیش بہا خلعت قاہر بن
قہرمان عجمی کو پہنایا بعد ازاں خلعت زرتشتی اور سہری قارن بلند کمان کو دیا قارن بلند کمان گنجاب کی اس حرکت
سے اور زیادہ تر اپنے دل میں رنجیدہ ہو کے کہنے لگا کہ ایسے ناقدر بے تمیز کے ہاں کوئی بہادر غیرت حرمت اور رفاقت کرے
جو ایسی ذلت اور خفت کھینچے اس سے بہتر یہ ہے کہ میں یہاں سے اٹھکے شاہزادہ بدیع الزمان والا رتبت کی خدمت میں کیوں
نہ چلا جاؤں جہاں میری حرمت اور آبرو اور قدر و منزلت ہو مصرع قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری + شاہزادہ بدیع الزمان
قدردان اور جوہر شناس اشراف پرست ہے دلیل ظاہری اُنکی رتبہ شناسی اور قدردانی کی یہی ہے کہ سرداروں کو اُنکے
دیکھ لو کہ باوصف اسکے کہ سر کٹ جاوے ہاتھ دھوتے دار پر کھینچے ہوئے مثل چراغ سحری کوئی دم کے مہمان ہیں اور اس حالت
میں بھی نام پر شاہزادہ عالی جناب کے فدا اور نثار ہو رہے ہیں غرض قارن بلند کمان اپنے جی میں یہ باتیں کر کے
جبکہ گنجاب نے دربار برخاست کیا اُسکی بارگاہ سے نکل کے اپنے خیمہ میں آیا اور اپنے ساتھ کے سرداروں اور بہادروں سے
کہا کہ اے یارو گنجاب سخت بے تمیز اور ناقدر پاجی پرست ہے کچھ عزت اور رتبہ اور قدر کسی کا نہیں جانتا ہے مگر شاہزادہ
بدیع الزمان بہادر نواز اور شمشیر زن قدردان اور رتبہ شناس مردوں کا ہے اور مجھے ثابت ہوتا ہے کہ دین بھی اُسی کا
حق ہے ورنہ تم میں سب اپنے اپنے دلوں میں سمجھو کہ ایک ذات واحد بدیع الزمان کی اور اٹھارہ لاکھ سوار پیادے
گنجاب کے اور ہزاروں بڑے بڑے سردار اور پہلوان اور شمشیر زن اور دلیر اور شیر خاص الخاص مقرب درگاہ لقا
کے بدیع الزمان کا کچھ نہ کر سکے تمام سرداران اور افسران فوج نے قارن بلند کمان کو جواب دیا ہم سب مطیع اور
فرمانبردار تیرے ہیں جو تجھے منظور اور جو تیری خوشنودی خاطر ہو وہ ہم کو بھی منظور ہے دو چار جو کہ تاریک دل اور تیرہ
درون تھے انھوں نے کہا کہ یہ بات تو ہم سے کبھی نہ ہو سکے گی کہ جو دین اور طریق لقا پرستی ہمارے باپ دادے سے چلا آیا ہے
اُسکو چھوڑ کے نادیدہ خدا سے آسمان کو جسے کبھی کسی نے دیکھا ہی نہیں اپنا خداوند سمجھیں اور مسلمان ہو جاویں قارن
بلند کمان نے اُن سب کو یک قلم قتل کیا اور جنھوں نے رفاقت اور اطاعت قارن کی قبول کی اُن سب کی بہت سی
عزت اور حرمت کر کے سب سے کہا کہ جو کوئی کسی بادشاہ یا رئیس کی ملاقات کو جاتا ہے کچھ نہ کچھ نذر کے طریق پر تحفہ تحائف لیجاتا ہے
میرے نزدیک اس سے زیادہ کوئی شے نذر کے لائق بہتر نہیں ہے کہ اُنکے اُن سب سرداروں کو جو دار پر کھینچے ہوئے ہیں چھڑا کے لیجاؤں غرض
کہ آدھی رات کے عمل میں اسباب خزانہ خیمہ ڈیرہ اپنا لدوا کے مع اپنے سرداروں اور فوج و سپاہ کے سوار ہوا اور ان سولیوں
کے قریب پہونچا آہنگ پہلوان جو کہ محافظ ان سولیوں کا تھا اُس سے قارن بلند کمان نے کہا کہ پیغمبر مرسل نے فرمایا ہے کہ ان
سب خدا پرستوں کو میرے حوالے کر دو میں انکو لشکر بحضور خداوند لقا جاؤں گا آہنگ پہلوان نے کہا کہ میں تابعدار ہوں جو حکم
پیغمبر مرسل کا ہو بہتر ہے انکو لیجاؤ یہ سنتے ہی قارن بلند کمان نے اُن سب سرداروں کو سولیوں پر سے اُتروا کے قید سب
کی دور کی اور اُسی وقت سب کو مسلح اور مکمل گھوڑوں پر سوار کر دیا اور ایک شبخون گنجاب کے لشکر پر مار کے مع اُن سب
سرداروں اور اپنی فوج و سپاہ کے بخدمت شاہزادہ بدیع الزمان والا رتبت روانہ ہوا یہاں جو آدمی اس شور و غل
شبخون کا گنجاب نے سنکے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا ہنگامہ ہے لوگوں نے کہا کہ قارن بلند کمان نے بدیع الزمان کے جن
سرداروں کو آپنے سولیوں پر چڑھایا تھا اُن سب کو چھڑا کے لیجا رہا اور آپکے لشکر پر شبخون مار کے ہزاروں سوار اور
پیادوں کو قتل کر کے شاہزادہ بدیع الزمان کے پاس چلا گیا گنجاب نے یہ خبر وحشت اثر سنکے نہایت پیچ و تاب
کھا کے اُسی وقت چوبدار کو حکم دیا کہ جلد جا کے قاہر بن قہرمان عجمی کو بلا لاوے چنانچہ حسب الحکم گنجاب کے

چوبدار نے جا کے قاہر بن قہرمان عجمی کو بارگاہ گنجاب میں لا کے حاضر کیا گنجاب نے بہت ساخت بوست قاہر کو کہلے کہا
کہ تیری بدذاتی سے قارن بلند کمان مجھ سے منحرف ہو کے سرداروں کو بدیع الزمان کے چھڑا لے گیا اب جلد جا کے
قارن بلند کمان کو آگے جانے نہ دے جس طرح منت خوشامد سے ہو وہ تو نے میرے پاس میرا غرض قاہر بن
قہرمان عجمی نے قارن بلند کمان کو پھیر لانے کا اقرار کیا اور تعاقب میں اسکے مع اپنی فوج و سپاہ کے روانہ ہوا

جبتک دو کلمے داستان شوکت بیان سلطان والاشان امیر حمزہ صاحبقران سے بیان کیے جاتے ہیں

کہ جسوقت امیر باتوقیر کشتیاں اور جہاز تمام اپنے سرداروں اور شاہ و شہریاروں کی سواری اور باربرداری کیواسطے بہم
ہو چکے سب سردار اور بیٹے اور پوتے سلطان صاحبقران نامدار کے اپنی اپنی کشتیوں میں مال اسباب بار کروا کے مع اپنے
لشکر اور عملہ شاگرد پیشہ کے سوار ہوئے جسوقت صاحبقران دوران نے میر بحر نے عرض کی کہ سب شاہزادے اور
شہریار زادے اور روایتکاں والیان دولت سرکار کے کشتیوں پر سوار ہو چکے فقط اب حضور کے سوار ہونے کا فقط ان کے
لکھنے میں انتظار ہے اور خواجہ عمرو بن امیہ ضمری کشتیاں اپنی باربرداری کیواسطے طلب کرتے ہیں جتنی کشتیاں انکے واسطے
حکم ہو وہ انہیں دلوائی جائیں امیر باتوقیر نے عمرو کو بلا کر فرمایا کہ خواجہ کتنی کشتیاں درکار ہیں عمرو نے کہا کہ مجھے جو سو
کشتیاں آپ دیں تو میرا چلنا ہو سکتا ہے ورنہ بہت اشکال ہے امیر باتوقیر نے ناچار ہو کے سو کشتیاں عمرو کو بھی وقت
لیکن تب عمرو نے اپنے عیاروں کو حکم دیا کہ جتنا سرگین زنگاؤ اور گاؤمیش وغیرہ لشکر کے جانوروں کا چار طرف پڑا ہے اس
سب کو اٹھوا کے کشتیوں میں بھروا دو عیاروں نے بموجب اشارے عمرو کے لکوکی نوکرے سرگین زنگاؤ اور گاؤمیشوں
کا اٹھا کے کشتیوں میں بھروا دیا اس عرصہ میں سلطان صاحبقران جا کے کشتی پر سوار ہوئے عمرو تا لب دریا ہمراہ امیر باتوقیر
کے جا کے کھڑا ہوا صاحبقران نے فرمایا کہ خواجہ وہاں کیوں کھڑے ہو کس کا اب انتظار کرتے ہو آؤ کشتی میں سوار ہو
عمرو نے کہا حمزہ میاں راجہ یہاں مر جاؤ تو جانتا ہے کہ جس طرح سے تو نے سرزمین کی میں کہ جاتے کا تعاقب نہ کرونگا
ولیت پر چشید سیتی نہ کرونگا کسی بزرگ کے مزار پر دیدہ و دانستہ قدم نہ رکھونگا عاشق و معشوق کا افشائے راز
نہ کرونگا اسی طرح میرے جی دل سے عہد ہے کہ سفر دریا کبھی نہ کرونگا نقارہ بردار کے لشکر میں نہ جاؤنگا سرزمین طلسمی
میں قدم نہ رکھونگا ساحروں سے ہمیشہ بیزار کوسوں پر جدا رہونگا کشتی کمبخت کی اصل کیا ہے امواج دریا کی پہاڑ کو
اڑا دیتی ہیں ملاحظہ رکھے تلاطم اس دریائے زخار و ساحل ناپیدا کنار کا دیکھنے کہ ملک الموت کا سامنا ہے میری روح تحلیل
ہوئی جاتی ہے بس اے حمزہ میں نے تجھے بھی خدا سے خدا کے کرم کے کیا شعر بسفر رفتنت مبارکباد بسلامت روی و باز آئی
اور میں تو آپ بھی نیت بدل رکھتا ہوں کہ کعبۃ اللہ میں جا کے مجاور رہونگا اور وہاں جو زائر آنے کو زیارت نذر و نیاز کی آمدنی
اس میں میری بسر اوقات ہوگی وہاں کی جاروبکشی میں افتخار کونین اور سعادت دارین حاصل کرونگا اور تیرے
واسطے زیادتی حشمت و جاہ میں مشغول رہونگا تجھے اگر کوئی خط لکھنا ہو یا کچھ سوغات تحفہ تحائف اپنے والد بزرگوار
خواجہ عبدالمطلب کے پاس بھیجنا ہو تو مجھے عنایت کر میں بخوبی پہونچا دونگا سلطان عالی مقدار حمزہ صاحبقران
نامدار نے یہ تقریر شاہ عیاران عیاری کی سنکے فرمایا کہ اے عمرو تو چالیس روز مجھ سے جدا ہو کے بیابان ہفت فیصل
جبل القمر کی راہ سے شاہزادہ بدیع الزمان کی خبر کے واسطے گیا تھا تو میں تیرے درد مفارقت سے ایسا بیتاب
اور مجبور و خواب تھا کہ قابل بیان نہیں اب واللہ اعلم بالصواب کہ کتنی مدت میں سرزمین باختر سے میرا پھر آنا ہو بس
اتنی مدت دراز تو تیری مفارقت کا صدمہ مجھے کسی طرح سے گوارا نہوگا غرض ہر چند امیر باتوقیر نے کہا عمرو نے ہرگز
ارادہ کشتی پر سوار ہونے کا اور سفر دریا کا نہ کیا سلطان صاحبقران نے ناچار ہو کے ارشاد کیا کہ خیر جو تیری مرضی ہو

بہتر مگر خدا گواہ ہے کہ مجھے تجھ سے یہ توقع نہ تھی کہ مجھ سے ایسی بیوفائی کرکے جدا ہو جائیگا اور مجھے تنہا چھوڑ دیگا یہ کہکے امیر با توقیر نے ایک کاغذ پر عرضی جناب خواجہ عبد المطلب کو تحریر کی اور عمرو کے سامنے اُسکا لفافہ کرکے کہا کہ او خواجہ سلامت خدا حافظ تمہارا ہے یہ عرضی میرے والد بزرگوار خواجہ عبد المطلب کو دے کے زبانی عرض کرنا کہ مجھے وہاں سے فراموش نہ فرمائیں عمرو نے ہاتھ اپنا بڑھا کے جو نہیں چاہا کہ عرضی صاحبقران کے ہاتھ سے لے سلطان عالی مقام نے ہاتھ پکڑ کے کھینچ لیا اور جھٹ پٹ عمرو کو بغل میں دبا کے کشتی میں بٹھا لیا اور ملاحوں سے اشارہ کیا کہ ہاں بادبان کھول دو اور روانہ ہو حسب الحکم سلطان عالی مقام کے ملاحوں نے کشتیوں کو کھول دیا اور سب کشتیاں روانہ ہوئیں عمرو نے واویلا کرکے کہا اے عرب یہ کیا تیرے جی میں خیال آگیا ہاں ہاں ارے او ملاحو کشتیوں کو روکو امیر با توقیر نے فرمایا کہ اے کمبخت وزدلیس زیادہ بکو دم نہ مارو نہیں تجھے بیچ دریا میں لیجاکے گرا دونگا غرض ہزار جبر و بزور عمرو کو سو ہزار ار اشتر قیدوان پر راضی کرکے ہمراہ لیا اور تمام کشتیاں مثل تیر زنکان جستہ دریا میں چلیں اور عمرو کا یہ حال تھا کہ اس کشتی پر سے اُس کشتی میں دوڑتا پھرتا اور بیتاب تھا اُسوقت اور جتنے سردار بادشاہ و شہریار کشتیوں میں سوار تھے سبھوں نے اپنے پاس سے خواجہ کو دیا کسی نے دس ہزار اور کسی نے بیس ہزار کسی نے تیس ہزار کسی نے چالیس ہزار کسی نے پچاس ہزار اشرفیاں عمرو کے تواضع کیں بارے اُسوقت عمرو کو تسکین ہوئی اور سلطان صاحبقران کی کشتی میں نشست پر آکے صبر شکر کرکے بیٹھ رہا قصہ مختصر بارہ شبانہ روز کشتیاں بخوبی تمام چلی گئیں تیرھویں دن یکایک باد مخالف سی چلنے لگی اور عجب طرح کا دریا میں ایک طوفان اُٹھا اور شام ہوتے ہوتے ایک ابر کا ٹکڑا تیرہ و تار آسمان پر نمودار ہوا اور برسنا شروع ہوا اور کشتیوں میں پانی بھر چلا اور ہوا کے زور سے کشتیاں آپس میں ٹکرانے لگیں اور عجب طرح کا تلاطم اور شور اور بیم اُن کشتیوں میں تھا ہر ایک کی زبان پر دعا تھی اور ہر ایک قلب کو اپنے بجناب باری رجوع کیے بیٹھی اور مستعدی تھا کوئی سورہ یس کے ختم پڑھ کے جناب مولا مشکل کشا سے استمداد چاہتا اور کوئی پکار رہا تھا بیت شاہ نجف مرے پار کرو منجدھار کے بیچ ہے ناؤ مری بنا + لگن ٹوٹ کے ہاتھ سے چھوٹ گیو نہیں چھوٹ ہو نوح کے پار لگیا + تو نہ رہے نہ بچین بیر یون ناتا کو تو نہیں اب جان بچیا + بحر محیط سے پار لگا دو امام کے باپ رسول کے بھیا + اور کوئی رو رو کے کہتا قطعہ بگرداب بلا افتادہ ام یا مصطفےٰ دستے + بجرم غم گرفتارم علی مرتضےٰ دستے + ز ظلمات شب معراج دانستم ید اللہی + چرا دستم نگیری ای علی بہر خدا دستے + آخر یہاں تک نوبت پہونچی کہ بسبب شدت ابر تیرہ و تار کے اسدرجہ تاریکی ہوگئی کہ ایک دوسرے کو نہیں دیکھتا تھا اور زور شور ہوا کا اور دریا میں تلاطم امواج اسقدر تھا کہ کسی کی بات برابر بیٹھے ہوئے مطلق سنائی نہیں دیتی تھی اور موج اور لطمہ سر بفلک رسان تھا کشتیاں آپس میں ٹکرا کے قریب تھا کہ سب شکست ہو جائیں اُسوقت امیر با توقیر نے فرمایا کہ اب صلاح یہی ہے کہ لنگر بادبان اُتار دیں اور زنجیر بندی کشتیوں کی کھول دیجائے آگے جو مشیت پروردگار ہو جبتک زنجیر و بندی کھولیں کھولیں دو کشتیاں باہم ٹکرا کے پرزے پرزے ہو کے غرق ہو گئیں اور یہ کسی کو نہ معلوم ہوا کہ اُن کشتیوں میں کون کون سا سردار سوار تھا بعد اسکے جو نہیں کشتیوں کو کھولا وہ مثل تیر کے بہکے آن واحد میں نظروں سے غائب ہو گئیں جو کشتی جہاں گئی پھر اُسکا پتا اور سراغ نہ معلوم ہوا کہ ہوا کے زور اور دریا کے تلاطم سے کس طرف کو نکل گئی غرض تمام کشتیاں بطرف اطمین طوفانی ہو کے اسی دریا میں نکل جاتی ہیں اب دیکھیے ان کشتیوں کا کہاں اور کب سراغ ملے ÷

جبتک دو کلمے داستان شوکت بیان شاہزادہ ظفر و سپاہ ملک قاسم لعل ختنان خونریز خاوری کے بیان کیے جاتے ہیں

که جس وقت شاهزادهٔ خاور سیاه ملک قاسم ارجل اور سرجل نشت انداز دو درمیان اندازون کے معرکهٔ رزم و پیکار میں
شکست کھا کے شمشیر زنی کرتا ایک سمت کو نکل گیا تو اپنے دل میں کہتا جاتا تھا که حیف صد حیف میں نے ملک باختر میں آ کے
کوئی کار نمایاں نه کیا اور جو کچھ ہم پہونچایا تھا وہ سب گنج باپ کے قبضهٔ اختیار میں گیا۔ اپنے جی میں کہتا ہوا ابھی تھوڑی
سی راه طے کی تھی که ایک مقام پر ایک قافله سوداگرون کا اترا ہوا تھا قاسم کو جو ان لوگون نے دیکھا تو ڈاکو زن سمجھ کے
وہ سب کے سب ایکبار بلوہ کرکے قاسم کی جانب دوڑے قاسم نے پہلو دار لوگون کا اپنی طرف آتے دیکھکر کہا
کہ ای یارو میں بھی تمہاری طرح سے سوداگر تھا زنانے راه میں میرا مال و اسباب تجارت کا قطاع الطریق آ کے لوٹ
لے گئے میں بجان واحد صحرا میں رہ گیا یه حال شاهزادهٔ خاور سیاه باقبال کا سنکے خواجه فرید سوداگر قافله سالار نے
بہت سا افسوس کرکے قاسم کو اپنے ہمراه لیا اور ایک پہاڑ کے دره میں جا کے مع اپنے تمام قافلے کے اترا جب کھانا
طلب کرکے دسترخوان بچھوایا اور کھانے کو سب رفیقون اور شاهزادهٔ خاور سیاه کو لے کر بیٹھا اسوقت شاهزادهٔ
قاسم نے بسم الله کہکے نواله اٹھایا حسب اتفاق خواجه فرید اور سب اسکا قافله لقا پرست تھا قاسم کی زبان سے
نام الله کا جو سنا تو باتیں کرکے کہنے لگا ای جوان مجھے قسم ہے اپنے دین و ایمان کی تو ہم سے سچ کہدے که تیرا کیا دین اور
مذہب ہے اور تو کسکا بیٹا پوتا ہے تیرا کیا نام ہے شعر چه کسے و چه نام و نشانت بود ۔ در کدامی مقام و نشانت بود شاهزادهٔ
خاور سیاه نے بیان کیا که میرا نام شاهزادهٔ خاور سیاه ملک قاسم لعل خشان خونریز خاوری مشہور و معروف ہے
اور میں پوتا زندہ قاف ثانی سلیمان امیر حمزهٔ صاحبقران کا ہون حق اور ملت میرا خدا پرستی ہے خواجه فرید نام
قاسم اور سلطان صاحبقران کا سنکے از ره مکر و فریب بڑے تملق و چاپلوسی سے پیش آیا اور شاهزادهٔ قاسم کو دوسرے
روز کھانے میں بیہوشی دیکے بیہوش کیا اور چاہتا تھا که قتل کرے قاسم کو مگر اپنے دل میں یه خیال کرکے که ای فرید
تو تجارت پیشه ہے مبادا حمزهٔ صاحبقران کو خبر ہو جاوے تو پھر کسی صورت سے تیری جان و آبرو نه بچیگی اس سے
صلاح یہی ہے که قاسم کو ایک صندوق میں بند کرکے یه جو زیر کوه دریا ے روان ہے اسمیں ڈال دون بس یہی خود یه تجویز
کرکے صندوق میں بند کرکے شاهزادهٔ قاسم کو دریا میں ڈال دیا اور وہ صندوق ایک روز دریا میں غوطے کھاکے [illegible]

اب وہ کچھ داستان لشکر فیروزی اثر سلطان صاحبقران کے بیان کیے جاتے ہیں

که جب سب کشتیان لشکر اسلام کی طوفانی ہو کے تباه ہو گئیں آخرکار سات دن بعد وہ طوفان اور زور و شور دریا
پانی کا کم ہوا اور روشنی نمایان ہوئی تو پہلے چند کشتیان جیسے قیماس خان خاوری اور الماس خان خاوری اور
تہمتن خان خاوری اور دراز خان خاوری اور مالک ترک سفید جام وغیره سب سرداران ترکستان کی مع ساتھ
لاکھ سوار دلاوران جوهر شعار کے سوار تھے بہتے ہوئے قریب دربند سمانه کے پہونچے سب سرداران ترکستان نے
اپنی کشتیون کو صحیح و سلامت دیکھکر اب جو چارطرف خیال کیا تو سلطان صاحبقران اور تمام شاه و شہریار ذی وقار
دو ہزار لشکر اسلام کی کشتیون کو نه دیکھا اسوقت سب کے سب سلطان صاحبقران کے واسطے نہایت غمگین اور
اندوهگین ہو کے مثل ریزان ہوے اور آخر ناچار ہو کے خدا کریم کا بھروسا کرکے آگے روانه ہوے جاتے جاتے دور سے کنار دریا
کا نمایان ہوا اور سبھون نے دیکھا که ایک صندوق چوبی اس دریا میں بہتا چلا آتا ہے قیماس خان خاوری نے اپنے جی
میں یه سوچ کے که یه صندوق سلطان صاحبقران کے لشکر کا تباه ہو کے بہتا جاتا ہے ملاحون سے کہا که اس صندوق کو جلد
لاؤ اور بموجب حکم قیماس خان خاوری کے جھٹ پٹ چند ملاح کشتی پر سے کود پڑے اور شناوری کرکے
اس صندوق کو ہاتھون ہاتھ دریا سے بہاکے اپنی کشتی پر لائے اور تختہ اسکا کھول کر جو دیکھا تو شاهزادهٔ

خاور سیاہ کی بیہوشی اُتر گئی تھی خاموش بیٹھا تھا قیماس خان خاوری وغیرہ قاسم کو دیکھکر شادان و فرحان دوڑ کر شاہزادۂ
عالم کے قدموں سے لپٹ گئے اور پوچھا کہ آپ کو نصیب دشمنان اس صندوق میں کسنے بند کیا تھا قاسم نے ساری
سرگذشت فریدون سوداگر کی بیان کی بعد اسکے قیماس خان خاوری وغیرہ سے احوال سلطان با اقبال و لشکر اسلام کا
پوچھا اُن سبھوں نے امیر با توقیر کا مع لشکر اسلام سوار ہونا اور تنہا لے راہ میں کشتیوں کا تباہ اور طوفانی ہونا سارا حال
مفصلاً بیان کیا قاسم حال تباہی اپنے جد بزرگوار سلطان ظفر احتشام امیر عالی مقام اور تمام سرداروں کا مع بادشاہ
لشکر اسلام کے سنکے نہایت غم و الم سے دو گھڑی کامل نقش بدیوار بیٹھا رہا بعد اسکے لنگر بمشیت پروردگار کے حکم دیا کہ
کشتیوں کو آگے بڑھاؤ مختصر یہ کہ کشتیاں کنارے کے نزدیک پہونچ گئیں چین اور ہندسمانیہ کا عالم سمان باختری
تین لاکھ سوار کا مالک بڑا زبردست اور بہادر ہے اسنے جو یہ خبر سنی کہ کم کشتیاں خدا پرستوں کی طوفانی اور تباہ ہو کر کنارے دریا
درہندسمانیہ کے وارد ہوئی ہیں اُسنے اُسی وقت اپنے بیٹے کو مع چالیس ہزار سوار کے یہ حکم دے کے کہ خبردار ہا زنہار خدا
پرستوں کو کشتیوں پر سے اُترکے ہماری سرحد میں آنے نہ دینا اور کہنا کہ اگر کہیں تم چلتے ہو تو دور ہو سے جاؤ ہمارے ملک
میں پہونچکے نہ جاؤ بڑی تاکید اور تشدد سے روانہ کیا حسب اتفاق گاؤ لنگی گاؤ سوار جو سلطان صاحبقران نامدار کے
پاس سے بھاگا تھا تو وہ اسی ملک میں آ کے لب دریا اپنا خیمہ استادہ کر کے اُترا ہے اور شکر کر کے کہتا ہے کہ خداوند لقا نے
مجھے اپنے فضل و کرم سے ایسے مقام پر پہونچایا کہ جہاں نام خدا پرستوں کا کوئی نہیں جانتا چنانچہ گاؤ لنگی گاؤ سوار
بھی سمان باختری کے بیٹے کے ہمراہ وہاں لب دریا آیا اور لشکر اسلام کے لوے شوکت اور اکثر سرداروں کو
پہچان کے دور ہی سے تیروں کو کمانوں میں پیوستہ کر کے باواز بلند کہا کہ اے خدا پرستو تم سب اپنی کشتیوں کو یہاں سے
پھیر دو اور جہاں جاتے ہو اور کسی راہ سے جاؤ یہاں گاؤ لنگی گاؤ سوار اسرافیل درگاہ لقا موجود ہے اگر ذرا
آگے آنے کا ارادہ کروگے تو مارے جاؤگے قیماس خاوری وغیرہ سرداران ترکستان نے جو یہ شور و غل فوج
کفار کا سنا تو جواب دیا کہ صاحبو ہم لوگ تجارت پیشہ مسافر ہیں ہمارے پاس غلہ اور کھانے کی قسم سے کچھ نہیں ہے
کچھ اپنے ملک سے ہم کو غلہ وغیرہ اور اسباب دلا دو ہم اور راہ سے چلے جائیں کفار نے کہا کہ یہاں گاؤ لنگی
گاؤ سوار اسرافیل درگاہ قدرت خداوند لقا کا کہتا ہے کہ مجھے ان کشتیوں کی فوج بیچ معلوم ہوتا ہے کہ شاید عداوت
ہو اس باعث سے تمکو کھانے اور غلہ کی قسم سے کچھ دے نہیں سکتے بہتر یہی ہے کہ تم سب اُسی طرف کو پھر جاؤ قیماس
خان خاوری وغیرہ سب ناچار اور لاعلاج ہوکے نہایت متحیر اور متردد ہوئے کہ اب کیا تدبیر کیجیے اسی میں شاہزادۂ
خاور سیاہ نے فرمایا کہ میں نے ایک تدبیر خوب نکالی ہے تم سب ان کافروں سے کہو کہ ایک صندوق لعل و گوہر وغیرہ
جواہر کا ہم سے لو اور ایک ختر بھر کے غلہ ہم کو دلا دو وان کافروں نے یہ سنکے بیش قدر تحفہ تجویز کی کہ ان خدا پرستوں سے
صندوق جواہر کا مانگ لو اور غلہ بھی انکو نہ دو غرض یہ منصوبہ کر کے انھوں نے کہا کہ اچھا پہلے تم وہ صندوق ہمارے
پاس بھیجدو بعد اسکے ہم تم کو غلہ وغیرہ کھانے کی قسم سے جو کچھ کہو گے بھیجدینگے قیماس خان خاوری نے شاہزادۂ
خاور سیاہ کو ایک صندوق میں بند کر کے ایک تختہ آب پر رکھ دیا اور ایک ملاح نے اُس تختہ کو کنارے پر لیجا کے
پہونچا دیا ملک سمان باختری کے بیٹے نے جو صندوق کا تختہ اٹھایا ایک مرتبہ شاہزادۂ خاور سیاہ ملک قاسم
مثل برق چمک کر صندوق سے باہر نکل آیا کنارہ میں ملک سمان باختری نے جو قاسم کو دیکھا بے اختیار دوڑ کر
شاہزادۂ عالم کے قدموں پر گر پڑا اور کہنے لگا کہ اے شہریار عالی مقدار میں نے رات کو جناب باکمال حضرت ابراہیم
علیہ السلام کا خواب میں دیکھا اور مشرف با سلام ہوا ہوں اور اُن حضرت نے مجھے نشان دیا تھا کہ کل صبح کو ہماری

اولاد میں سے ایک شاہزادہ کہ نام اسکا شاہزادہ خاور سیاہ و ملک قاسم ہوگا ایک صندوق میں بند ہوکر تیرے
پاس آئیگا چنانچہ میں نے جو خواب میں دیکھا وہ سب سچ دیکھا اب از سر صدق بخلوص نیت میں مسلمان ہوں اور حکم
ہو تو اپنے باپ ملک سہمان باختری کو سمجھا کے آپ کی خدمت میں لا کے حاضر کروں شاہزادہ قاسم نے کتارہ بن سہمان
باختری کو اپنے گلے سے لگا لیا اور فرمایا کیا مضائقہ جاؤ اور سہمان باختری کو لے آؤ حسب الحکم شاہزادہ قاسم
کے کتارہ بن سہمان اپنے باپ کے پاس گیا اور کہا اے پدر بزرگوار میں نے تو طیب خاطر دین اسلام قبول کیا اور مجھے
یقین کامل ہوگیا کہ دین شاہزادہ قاسم کا برحق ہے لہذا امیدوار ہوں کہ آپ بھی مسلمان ہو جائیں سہمان نے
یہ گفتگو اپنے بیٹے کی سنکے حالت غیظ و غضب میں کہا کہ اسکا جواب میں تجھے اسوقت کہ قاسم کو زیر کرونگا اسوقت
دونگا اور تجھے سزائے معقول پہونچا دونگا یہ کہکے سہمان باختری نے کتارہ اپنے بیٹے کو نظربند کیا اور آپ مع [illegible] لاکھ
سوار کے سوار ہوکے لب دریا بمقابلہ قاسم آیا اور [illegible] قتال ملک سہمان باختری برچھا نیزہ لے کے
میدان میں نکلا اور گیارہ روز تک جنگ میں شاہزادہ خاور سیاہ نے نیزہ اسکے ہاتھ سے ہوائی کر دیا ملک سہمان باختری
کے دل میں یہ خیال گذرا کہ قاسم بہت خوبصورت جوان شجاع اور بہادر معلوم ہوتا ہے اور تلوار کا کام کاتا ہے شاید میری
ضرب تیغ سے یہ بہادر مارا جائے تو مجھے غالب گمان ہے اسکے مارے جانیکا صدمہ ہوگا اس سے بہتر ہے کہ زور کشتی
اسے زیر کروں اور اپنا رفیق گردانوں یہ سوچ کے کر کب کو واکے کمر بند میں شاہزادہ خاور سیاہ کے ہاتھ ڈالدیا شاہزادہ
قاسم نے بھی کمر زنجیر سہمان باختری کی پکڑ لی اور دونوں گھوڑوں پر سے کود پڑے تین شبانہ روز زور کشتی ایسیں رہا
روز چہارم دوپہر کے وقت قاسم نے نعرہ اللہ اکبر کا کھینچ کر اور دبا کر اسکا زمین سے اٹھا لیا اور سر پر چرخ
دے کر مارا اور جست کر کے چڑھ اسکی چھاتی پر بیٹھ گیا اور ملک سہمان باختری کی مشکیں باندھ کے اپنے پہلوانوں
کے حوالے کیا اور تمام شہر سہمانیہ میں عمل شاہزادہ خاور سیاہ کا ہو گیا کتارہ بن سہمان باختری کو قید سے نجات
دے کے خلعت کیا اور کتارہ بن سہمان باختری نے اپنی سب فوج سپاہ و رعایائے شہر کو کلمہ تلقین
کرکے مسلمان کر لیا اور شاہزادہ خاور سیاہ مع سرداران زنگستان اور سات لاکھ سوار و پیادے کے لب
دریا وہیں بارگاہ استادہ کروا کے فروکش ہوا

اب دو کلمے داستان شوکت بیان شاہزادہ بدیع الزمان سے گذارش کیے جاتے ہیں

کہ شاہزادہ بدیع الزمان ابھی ایک دن گذرا تھا کہ قلعہ شہر سمیان میں شاد اور فرحان جشن عیش و نشاط میں مصروف
بیٹھا تھا کہ ناگاہ امیہ بن عمرو اور مرجان تیز رفتار نے آکے بعد دعا و ثنا کے عرض کی کہ شہریار مبارک ہو قارن
بلند کمان نامے ایک پہلوان بڑا بہادر و صف شکن رستم صولت اسفندیار توان مقرب خاص لقائے مشرک
خدا آپ کے جتنے سردار گنجا بہ سے یہاں قید ہو گئے تھے ان سب کو سولیوں پر سے اتار کے اور قید سے چھڑا کے
مع اپنے تمام سرداروں اور سات لاکھ سوار کے حضور کی ملازمت کو آتا ہے شاہزادہ عالم نے جو یہ حال سنا تو اسی وقت
حکم دیا کہ ہمارے سب سردار استقبال قارن بلند کمان کا کریں اور اسکو بہت اعزاز و احترام سے ہمارے پاس
لائیں حسب الحکم شاہزادہ عظام شاہزادہ بدیع الزمان عالی مقام کے تمام سرداروں نے قارن بلند کمان
کا استقبال کیا اور بڑی عزت و توقیر سے اسکو ہمراہ لے کے بارگاہ میں شاہزادہ عالی جاہ کے لائے
قارن بلند کمان نے بارگاہ میں آکے مجرا گاہ پر سے مجرا کیا اور دوڑ کر شاہزادہ نامور کے اقدام عالی کو بوسہ
دیا شاہزادہ عالی شان نے بہت سی خاطرداری اور آبرو قارن کی کرکے تیاری جشن کی فرمائی اور صحبت

رقص و سرود آراستہ کی ناگاہ داروغۂ دیوان عام نے آ کے عرض کی کہ شہریار ایک پیادہ دروازۂ بارگاہ پر کہین سے
آیا ہے استدعائے باریابی رکھتا ہے شاہزادۂ والا قدر نے فرمایا کہ اُسے اندر لاؤ حسب الحکم داروغہ دیوانخانہ باہر سے اُس
پیادے کو اپنے ہمراہ اندرون بارگاہ لے گیا اور اُس نے مجرا گاہ پر بطریق لقار پرستوں کے لقا کا نام لے کے سلام کیا
شاہزادۂ عالی مقام نے چاہا کہ اسے کچھ سیاست کیجائے پیادے نے عرض کی کہ شہریار میں قاصد ہوں اور میرا دین
آبائی و اجدادی یہی ہے شاہزادۂ عالم نے فرمایا کہ بس تو اپنا خلاصۂ مطلب بیان کر اُس پیادے نے ایک نامہ سر بمہر لفافہ
کیا ہوا اپنی کمر سے نکال کے نظر انور سے شاہزادۂ نامور کی گذرانا اُس مین لکھا تھا کہ بعد اشتیاق کمترین بندہ ملک
صفوان مطلع نشین بخدمت شاہزادۂ بدیع الزمان عالیجاہا اس قرب و جوار مین ایک صحرا ہے شمشاد شہود کا
اس جنگل مین ایک دیوانہ فیطلاس نامے قیام پذیر ہے حسب اتفاق وہان میرا بیٹا گیا تھا اُس دیوانے نے بے جرم و بے خطا
میرے بیٹے کو پکڑ کے قید کر رکھا ہے اور وہ دیوانہ ایسا زبردست ہے کہ کوئی اُس سے مقابلہ و مجادلہ کی تاب نہین رکھتا
مین نے ایک عرضی اس حال کی کنجاب کو لکھ بھیجی تھی کنجاب نے تو یہ جواب لکھا تھا کہ مین اندنون اپنی بلا مین مبتلا ہون
کچھ تدبیر اس دیوانے کی سر دست نہین ہو سکتی تب مین نے آپ کی خدمت مین التماس کی ہے کہ مین چار لاکھ سوار
و پیادے کا مالک ہون اگر آپ تکلیف فرما کے یہان تشریف لائین اور اس دیوانے کو سزائے اعمال کو پہونچا کے
میرے فرزند کو اُسکے پنجۂ ظلم سے چھڑا دین تو مین اسلام قبول کر کے تا قید حیات اطاعت و فرمانبرداری مین آپ کی
بسر کرونگا جبکہ شاہزادۂ بدیع الزمان نے عرضی صفوان مطلع نشین کی پڑھی اپنے سردارون سے فرمایا کہ اے یارو
مین بہ تقاضائے صفوان مطلع نشین کے بیٹے کے اور چشم نمائی اور سرزنش اُس دیوانہ فیطلاس اژدر وش کے
جاتا ہون تم سب یہان ہوشیاری اور خبرداری ہر وقت مستعد رہنا قریب لقا لعین اور اعدائے بیدین سے
کسی وقت غافل نہ ہو جانا سبھون نے عرض کی کہ خدا حافظ ہم سب خانہ زاد سرفروشی اور جان نثاری کے واسطے
حاضر ہین القصہ شاہزادۂ بدیع الزمان اپنے سردارون سے رخصت ہو کے سوار ہوا اور بسم اللہ کہکے اُس پیادے کے ساتھ
صفوان مطلع نشین کے پاس چلا بعد طے مراحل اور قطع منازل جبکہ سر زمین مطلع مین پہونچا تو وہ پیادہ پیشتر گیا
اور اُس نے صفوان مطلع نشین سے خبر شاہزادۂ نامور کے تشریف لانے کی دی صفوان مطلع نشین مع چند اپنے
سردارون کے واسطے استقبال اُس شاہزادۂ با اقبال کے آیا اور بعد مصافحہ جمال شاہزادۂ عالم کے ایک محبت دلی اُسکو
شاہزادۂ عالم سے پیدا ہوئی اور بصد اعزاز و اکرام شاہزادۂ عالی مقام کو اپنی بارگاہ مین لا کے جلسۂ رقص و سرود کا آراستہ
دیا اور بڑی دھوم سے صحبت عیش و نشاط کی آراستہ کی جبکہ دو چار پیالے شراب کے اُس شاہزادۂ عالی جناب نے نوش فرمائے
اور اُسکے سر و دماغ مین نشہ ہوا اُسوقت شاہزادۂ باتوقیر نے صفوان مطلع نشین سے پوچھا کہ وہ پیادہ مجھے اُس جنگل شمشاد تک
پہونچا دے تاکہ بفضل ایزدی اور تائید ربانی مین تیرے فرزند کو اُس دیوانے کے پنجۂ ظلم سے چھڑا دون ملک صفوان نے
یہ ارشاد شاہزادۂ عالی نژاد کا سُنکے اپنے دل مین کہا کہ حیف صد حیف ایسے نوجوان غیرت صد مہر تابان کو ایک دیوانے
کے ہاتھ سے قتل کروانے کو لیجاؤن یہ مجھ سے کبھی نہ ہوگا بس اتنا کہکے ملک صفوان مطلع نشین نے شاہزادۂ عالیشان
سے عرض کی کہ شہریار مین نے اپنے بیٹے سے ہاتھ اُٹھایا مین آپ کو بجائے اپنے فرزند کے سمجھونگا مگر میرا جی نہین چاہتا کہ
اس دیوانے کے پاس آپکو بھیجون اور وہ دیوانہ بڑا زبردست ہے شاہزادۂ عالم نے فرمایا کہ اے صفوان مطلع نشین مین نے
اپنے دل سے عہد کر لیا ہے تا وقتیکہ تیرے فرزند کو اُس دیوانے کے پاس سے نہ لاؤنگا دم بھر کہین آرام نہ کرونگا پھر چند
صفوان مطلع نشین نے شاہزادۂ ورق نگین سے بہر اشت منت سماجت کہا کہ مین مسلمان بھی ہوتا ہون اور اپنے

فرزند سے بھی ہاتھ اٹھاتا ہون مگر اب حضور اُس دیوانے سے مقابلہ اور مجادلہ کرنے کو نہ جائین شاہزادۂ عالم نے ہرگز نہ
مانا اور فرمایا کہ جبتک اُس دیوانے سے تیرے بیٹے کو لے کے اتمام حجت نکرونگا تجھ سے مسلمان ہونے کو بھی مین نہین
کہونگا القصہ ملک صفوان مطلع نشین عاجز اور مجبور ہو کے شاہزادۂ بدیع الزمان کو ہمراہ لیا اور سوار ہو کے بجانب چشمۂ
شمشاد وہین لے گیا اور کہا شہریار وہ دیوانہ اسی جنگل مین رہتا ہی شاہزادۂ عالم نے ملک صفوان مطلع نشین کو چشمۂ
شمشاد کے کنارے پر چھوڑا اور آپ یکہ و تنہا اپنا گھوڑا تیز گام کر کے اُس جنگل مین اُس دیوانے کے مقام پر پہونچا
دیکھا کہ نہایت دلچسپ مقام ہی چارطرف سبزہ زار ہی صحرا مین گلشن جنت کی بہار ہی طرح طرح کے پھول کھلے ہوے ہین
جابجا پانی کے چشمے بہرے ہوے ہین ایک درخت کے سایے کے نیچے ایک شخص شیرین کمال بچھاے بیٹھا ہی یکایک
اُس دیوانے قیطاس اژدر یوش نے جو شاہزادۂ بدیع الزمان کو دیکھا عالم وحشت اور جنون مین بکمال جوش و
خروش دوڑ کر شاہزادۂ نامور سے لپٹ گیا اور شاہزادۂ رستم صولت نے دیوانے سے دست و گریبان ہو کے زور
کشاکش کا کرنا شروع کیا اور تا شام مابین نماز عصر اور مغرب کے زور کر کے لنگر توڑ کر کمر زنجیر مین ہاتھ ڈال کے زمین سے
اٹھا لیا اور سر پر چرخ دے کے زمین پر مارا جسوقت کہ شاہزادۂ عالم نے نعرہ اللہ اکبر جگر سے کھینچا قیطاس
اژدر یوش دیوانے نے کہا کہ اے شہریار بس مجھے چھوڑ دے اور توضیح کہ کہ تیرا کیا نام ہی شعر اگر شاہی ترا آخر چہ نام
است + و گر ماہی ترا منزل کدام ست + شاہزادۂ عالی وقار نے کہا میرا نام بدیع الزمان ہی فرزند جگر بند
امیر حمزہ صاحبقران کا ہون اُس دیوانے نے پھر کہا کہ اے شہریار گستاخی معاف کر اور تو اپنے تاج کو ہٹا لے
شاہزادۂ بدیع الزمان نے کلاہ اپنے سر سے ہٹائی اُس دیوانے نے خال اور رگ ہاشمی اور کلاہ ابراہیمی جو دیکھی
سر قدمبوس پر تصدق و نثار ہونے لگا شاہزادۂ عالم نے دیوانے سے پوچھا کہ تو اپنا حال بیان کر کہ تیرا نام کیا ہی
اور کہان کا باشندہ ہی دیوانے نے کہا کہ اے شہریار مین پوتا ملک حرمان دیوکش کا ہون اور میرے ساتھ اور
بہت سے دیوانے آتے ہین بعضے تو میرے غلام زادے ہین اکثر خویش اور بیگانے ہین مین جانتا تھا کہ عوض اپنے
دادا کے خون کے خروج کرون ایک شب کو مین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب مین دیکھا اور انھون نے
صدق دل سے مجھے مسلمان کر کے آپ کا نشان دیا تھا سو وہ نشان مین نے حضور کے سر اقدس مین دیکھے اب مجھے
اعتقاد ہوا یہ حال اپنا کہ کے دیوانے نے ایک نفیر بجائی اور ساتھ ہی نفیر بجانے کے اُسکی آواز کے بہت سے دیوانے
چوب و چماق ہاتھون مین لیے آپہونچے قیطاس اژدر یوش نے اُن سب دیوانون سے کہا کہ آج تک مین تمھارا افسر اور
مالک تھا آج سے شاہزادۂ بدیع الزمان میرا بھی آقا اور مالک و مختار تمھارا بھی ہی شاہزادۂ بدیع الزمان نے
اُس دیوانے سے پوچھا کہ ملک صفوان مطلع نشین کا بیٹا کہان ہی دیوانے نے صفوان مطلع نشین
کے بیٹے کو بلا کے حاضر کیا پس شاہزادۂ عالی مقدار مع قیطاس اژدر یوش وغیرہ دیوانون کے صفوان
مطلع نشین کے بیٹے کو لے کے کنارے جنگل کے آیا اور صفوان مطلع نشین کے بیٹے کو سپرد اُسکے کیا
ملک صفوان بصدق دل مع اپنی تمام فوج و سپاہ اور رعایاے شہر کے کلمہ شہادت پڑھ کے مسلمان
ہو گیا اور عرض کی کہ غلام مع قیطاس اژدر یوش وغیرہ اور اپنے لشکر کے حضور کے ہمراہ حاضر ہی
شاہزادۂ عالم نے کہا کہ جسوقت ہم لشکر کشی کلنجاب پر کرین تم بھی آ کے شریک ہونا یہ فرما کے ان سب کو
رخصت کیا اور آپ سمت سنجان روانہ ہوا بعد طی مراحل اور قطع منازل ایک دریا کے کنارے پر پہونچا
وہان دیکھا کہ ہزارون آدمی زن و مرد و سپاہ و پیشہ اپنا اپنا مال و اسباب گٹھریان باندھے ہوے

لیے بھاگے جاتے ہیں شاہزادۂ عالم نے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ لوگ سیاہ پوش کون ہیں اور اس درجہ بد حواس کیوں
بھاگے جاتے ہیں اُسنے جواب دیا کہ مالک اس ملک کا الوس الوندبن بلوچ کجگردن سردار چالیس ہزار سپاہ کا ہی
اور یہیں لب دریا رہتا ہی چند روز سے اس دریا سے ایک دریائی گھوڑا نکلتا ہی کہ نام اُس گھوڑے کا گلگون باختری کر
لوگ بیان کرتے ہیں اور اکثر لوگوں سے یہ بھی سُنا ہی کہ ابلق دریائی بھی نام اُس گھوڑے کا ہی ہر روز وہ گھوڑا اِس دریا سے
نکل کے سیکڑوں چارپائے جانوروں کو ضائع کر جاتا ہی اور ہم لوگوں کو بھی آزار پہونچاتا ہی چند مرتبہ ہم لوگ کنج آب کے پاس
فریادی گئے اور حال اُس گھوڑے کا بیان کر کے داد طلب ہوئے کنج آب نے بھی ہمکو کچھ جواب نہ دیا لاعلاج ہو کر
ہم سبھوں نے جلا وطن ہو کر یہاں سکونت اختیار کی ہی شاہزادۂ بدیع الزمان نے یہ حال اُس گھوڑے کا سنکے اپنا
نام و نسب ظاہر کیا اور الوس سے کہا کہ اگر میں اُس گھوڑے کو گرفتار کروں تو اپنے دل کی بات سچ سچ کہہ کہ تو مسلمان
ہو جائے گا الوس نے کہا لاشک و لاریب میں از سر صدق مسلمان ہو جاؤنگا اور جہاں تو علم کرے بائیس ہزار بہادران
شمشیر زن کو اپنے ہمراہ مشرف باسلام کر کے سرفروشی اور جان نثاری میں موجود رہوں شاہزادۂ بدیع الزمان نے یہ اقرار
الوس کا سنکے فرمایا کہ اچھا اب ساتھ چل کے لب دریا وہ جگہ بتلا دے جہاں سے وہ گھوڑا نکلتا ہی حسب الحکم شاہزادۂ
عالم کے الوس ہمراہ رکاب بخوشی شتاب ہوا اور جس جگہ وہ گھوڑا دریا سے نکلتا تھا وہاں لا کے عرض کی کہ اے شہریار صبح کے
وقت وہ گھوڑا اسی مقام سے نکلتا ہی شاہزادۂ والا قدر عالی منزلت نے وہ تمام دن اور تمام شب وہیں لب دریا بسر کی جب وقت
صبح کا ہوا بعد وضو کے دو رکعت نماز پڑھ کے سوار ہوا اور مع الوس اور بہت سے سوار اور پیادوں کے لب دریا کھڑا ہو کے انتظار
اُس گھوڑے کے نکلنے کا کر رہا تھا کہ یکایک دریا میں تلاطم پیدا ہوا اور وہ گھوڑا نکلا اور لوگ بھاگ کھڑے ہوئے شاہزادۂ عالی
مقام نے دیکھا کہ ایک مرکب پری پیکر گلگون عذار شعر بعد طوفان تھی گرد رخش غرق * بدریا موج دہر دو سے ہوا تنگ
تمام جسم پر اُس گھوڑے کے ہزاروں گل ہیں اور ہر ایک گل ہزار ہزار طرح کی بہار دکھلا رہا ہی سم گرد مثل پیالیاں ہرن کی
سی گردن ہنس کی سی نیچے ہاتھی کے سے کمر چیتے کی سی شاہزادۂ عالی اُس گھوڑے کو دیکھ کے دل و جان سے عاشق اُسکا
ہو گیا اور گھوڑے نے جو شاہزادۂ نامدار کو دیکھا نہایت خشمناک اور غضبناک ہو کر دم کو علم اور منہ کو کھولکر بہ شاہزادۂ
دوڑ کے حملہ آور ہوا شاہزادۂ بدیع الزمان نے اگلے دونوں سم اسکے پکڑ کے جھٹکا مارا کہ وہ گھوڑا منہ کے بل زمین پر
گرا اور شاہزادۂ عالم نے یال اسکی پکڑ لی اور چست کر کے اُسکی پشت پر جا بیٹھا گھوڑے نے جو دیکھا کہ میری پیٹھ پر کوئی سوار ہی سمت
دریا پھرا ہر چند شاہزادۂ بخت بلند نے زور کر کے چاہا کہ روکے مگر وہ گھوڑا کسی صورت سے نہیں رکتا تھا تب اُس شہریار نے
ناچار ہو کے دونوں ہاتھ اپنے زور سے اسکے کلے پر مارے کہ گھوڑا کانپنے لگا اور ٹھہر گیا اسمیں چار طرف سے شور و غل ہوا
کہ شاہزادۂ بدیع الزمان نے اُس گھوڑے کو پکڑ لیا الغرض اب شاہزادۂ با تمکین نے زین و لگام طلب کر کے اُسکو کسا اور
سنبھل کے بیٹھا گھوڑے نے پھر سرکشی کر کے لگام کو ڈھیلا اور دریا کی جانب شاہزادۂ والا مناقب کو لے چلا ہر چند
شاہزادۂ عالم نے روکا مگر گھوڑا نہ رکا اور دریا میں جا کے غوطہ لگایا اور شاہزادۂ نامور سب کی نظروں سے پنہان ہو گیا
الوس بن الوند بن کجگردن اور تمام خلائق اور حاضرین نے اپنے گریبان چاک کر ڈالے اور سر زنان و سینہ کوبان
نوحہ و فریاد کناں عزاداری میں اُس شہریار عالی مقدار کی مشغول ہوئے

چمنک تتمۂ داستان لشکر فیروزی اثر کے کشتیوں کی طوفانی اور تباہ ہونے کی بیان کی جاتی ہی

کہ جس وقت بسبب طوفان آنے کے اور تلاطم دریا کے سب کشتیاں لشکر اسلام کی متفرق ہو کے تباہ ہو گئیں اور جب وہ
طوفان برطرف ہوا اور روشنی نمایاں ہوئی تو قبہ دین ستون اسلام شاہزادۂ کرب غازی نے دیکھا کہ سواے بیڑے

ہمراہ کی کشتیوں کے دور کوئی کشتی کسی سردار اور سلطان صاحبقران کی نظر نہیں آتی ہے نہایت مغموم اور ماندہ وغمناک ہو کے
گریبان اپنا چاک کر ڈالا اور تاج سر پر سے دے مارا سرداران کرب غازی صدمہ سوم شاہزادہ کرب غازی کا
دیکھکر خاک اپنے سروں پر ڈالنے کے سر زنی اور سینہ کوبی کرنے لگے القصہ بعد چند روز کے ساحل نمایاں ہوا اور کشتیبان
ہمراہی کرب غازی کنارے دربند اشمراقیہ کے پہونچیں شاہزادہ کرب غازی نے جو دریا کی بند ہوا کے اپنے
تمام لشکر کو اتارا اور آپ بھی کشتی پر سے اُتر کے خیمہ استادہ کروا دیا اور اپنی بارگاہ میں جا کے صدر نشین ہوا وہاں اُس
سرزمین اشمراقیہ کا جو بادشاہ تھا نام اُسکا سارنج سفید پوش تھا اُسنے جو سُنا کہ ہماری سرحد میں لشکر غدار جنون
کا اُترا ہے وہ اُسی وقت مع اپنی فوج و سپاہ کے تہیۂ جنگ سوار ہو کے بمقابلہ کرب غازی آیا اور خلاصہ یہ کہ نوبت
نیزہ بازی کی پہونچی اور چند طعنوں میں کرب غازی نے نیزہ سارنج سفید پوش کے ہاتھ سے نکال دیا تب
سارنج سفید پوش اپنے جی میں یہ سوچ کے کہ حریف زبردست ہے میں اسکا مقابلہ اور مجادلہ ہرگز نہیں کر سکتا
از روے فریب جھٹ پٹ گھوڑے پر سے کود پڑا اور اپنے دونوں ہاتھ رومال سے باندھ کے پکارا کہ اے شہریار
میں نے جانا کہ دین تیرا برحق ہے جو اس دین کو اختیار کرے وہ کیا کہے کرب نے کلمۂ شہادت ارشاد کیا
سارنج سفید پوش از راہ مکر وفریب کلمۂ شہادت پڑھ کے مسلمان ہو گیا اور اپنے گھر میں بحیلۂ دعوت
کرب غازی کو طلب کر کے کھانا بیہوشی آغشتہ کھلایا اور بیہوش کر کے قید کیا یہ حال لشکر کرب غازی نے
جو سُنا تو چاروں طرف سے بلوہ کر کے قلعہ کو گھیر لیا سارنج سفید پوش نے قلعہ بند ہو کے ایک نامہ ملک سنجان
کو اسی مضمون کا لکھ کے بطلب مدد روانہ کیا

جنگ دو طلسم داستان شوکت بیان شاہزادہ خاور سیاہ و ملک قاسم کے بیان کیے جاتے ہیں

کہ جسوقت شاہزادہ خاور سیاہ و ملک قاسم سہمان باختری کو بہ میدان شکن باندھ کے اپنی بارگاہ میں لایا اور
دوسرے روز جشن آسائش کی تیاری کر کے سہمان باختری کو اپنے سامنے طلب کیا سہمان باختری نے نام لقا کا
لیکے سلام کیا شاہزادہ خاور سیاہ نے کہا اے بہادر تیری عقل و دانش سے مجھے بہت تعجب معلوم ہوا کہ اس خالق اکبر
خداے عزوجل خالق جزو کل کو فراموش کر کے لقا ایسے کافر مزور خوک پیکر خر بادیۂ ضلالت کو کہ جس سے پتا تک نہیں ہل سکتا
تو اُسکو اپنا خالق جانتا ہے مختصر یہ کہ شاہزادہ عالم نے ایسے چند فقرے وحدانیت خدا کے سہمان باختری کے آگے
بیان کیے کہ تجلی اسلام کی اُسکے دل میں پیدا ہوئی اور زنگ کفر آئینہ ضمیر سے دور ہو گیا کہنے لگا کہ اے شہریار جو
کوئی اس دین کو اختیار کرے وہ کیا کہے شاہزادہ قاسم نے کلمۂ شہادت ارشاد کیا سہمان باختری کلمہ پڑھ کے
از سر صدق مسلمان ہو گیا اسوقت پھر شاہزادہ قاسم نے اس سے پوچھا کہ اے سہمان باختری تمہاری سیاہ پوشی کا کیا
باعث ہے اُسنے کہا کہ اے شہریار یہ قانون زمانہ ضحاک سے تا ایندم ہمارے خاندان میں چلا آتا ہے سواے اسکے
دوسری وجہ سیاہ پوشی کی یہ ہے کہ ایک بیٹا میرا اس لشکر سے چھوٹا اور تھا نہایت شجاع اور دلیر اور عقیل و فہیم تھا
میں اُسکی صورت کا عاشق تھا ایک روز کی نقل ہے کہ ایک شخص نے چرچا طلسم بہات کا میری بارگاہ میں کر کے کہا
کہ اُس طلسم کے سواے صاحبقران کے یا اُنکی اولاد کے اور کوئی فتح نہیں کر سکتا بس اتنی بات سُنکے میرے چھوٹے بیٹے نے
کہا کہ اس طلسم کو جاکے میں بھی دیکھوں کہ وہ طلسم کیسا ہے میں نے ہر چند منع کیا مگر وہ چرکتے ہیں مصرع گر دو سہ
بر نگردد سر نوشت ✤ جو شدنی ہوتی ہے وہی ہوتی ہے اُسنے میرا کہنا نہ مانا اور مجھ سے چھپ کے اس طلسم میں جا کے مفقود الخبر
ہو گیا ہے اسکے واسطے میری زندگی بے لطف ہے اسی غم میں سیاہ پوش رہتا ہوں شاہزادہ قاسم نے کہا ایسے

ساتھ چل کے اُس طلسم کو دکھلا دے اب جب تک اُس طلسم کو توڑ کے تیرے بیٹے کو لا کے تجھ سے نہ ملا دوں جو کچھ دردوان
عالم پر حلال ہے وہ مجھ پر حرام ہے یہ کہکے سر لپیٹ کے اُٹھ کھڑا ہوا اور ہر چند سہان باختری نے قاسم کو بمنت سماجت
سے سمجھایا اور منع کیا قاسم نے نہ مانا اور سہان باختری کو ہمراہ لیکے سوار ہوا سہان باختری ناچار ہوکے شاہزادۂ
قاسم کو طلسم جہات سہ کے قریب لایا تو شاہزادۂ خاور سیاہ نے دور سے دیکھا کہ ایک حصار بنا ہوا ہے اور اُس حصار
پر ایک مینار ہے اور اُس مینار پر ایک شخص ایک نفیر ہاتھ میں لیے منھ سے لگائے کھڑا ہے اور ایک اور شخص ایک
اُصطرلاب ہاتھ میں لیے برابر اُسکے بیٹھا ہے شاہزادۂ خاور سیاہ نے سہان باختری سے کہا کہ ایک بڑے مجرم
خونی گنہگار قیدی کو جو واجب القتل ہو زندان خانے سے میرے سامنے لاؤ حسب الحکم سہان باختری نے ایک
چور خونی کو مجلس سے طلب کر کے حاضر کیا شاہزادۂ قاسم نے اُس قیدی سے فرمایا کہ تو بعلت دزدی اور خون ناحق
گرفتار ہے اگر تو اِس حصار کے دروازے تک جا کے دستک دے اور وہاں سے پھر ہمارے پاس چلا آ تو ہم تجھے ابھی
قید سے چھوڑ دینگے وہ قیدی خوشی خوشی حسب ارشاد شاہزادۂ والا تبار کے اُس حصار کی طرف دوڑا ہوا پہنچا
وہاں وہ جو ایک شخص اُصطرلاب لیے بیٹھا تھا اُسنے پکار کر کہا کہ خبردار اور زنہار ادھر آنے والے ادھر مت آ اور جو
ایک قدم آگے بڑھاوے گا تو مارا جائے گا اُس قیدی نے اُسکا کہنا مطلق نہ سنا اور جونہیں دو قدم آگے بڑھا
اور دروازے کے برابر پہونچا وہ شخص جو نفیر لیے کھڑا تھا اُسنے وہ نفیر بجائی اور نفیر کی آواز کے ساتھ اُس قلعہ کا
دروازہ کھل گیا اور اُس دروازے میں سے ایک دیو نکل کے اُس قیدی کو نوالہ بنا کے اپنے منھ میں رکھ لیا اور
پھر اُسی دروازے کی راہ سے قلعے کے اندر چلا گیا اور دروازہ بند کر لیا شاہزادۂ قاسم نے کہا بس یہی علامت
اِس طلسم کی ہے یہ کہکے شاہزادۂ عالم نے اُسی وقت میں اِس جا پر عبادتخانہ استادہ کروا دیا اور غسل کر کے عبادتخانے
میں آ کے بیٹھا اور تین شبانہ روز بحضور قلب اور خلوص نیت عبادت الٰہی میں مشغول رہا روز چہارم ایک غنودگی
سی جو آگئی تو عالم خواب میں دیکھا کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام ایک تخت پر سوار آسمان سے چلے
تشریف لائے اور فرمایا اے فرزند اِس درجہ گریہ و بکا کیوں کرتا ہے قاسم نے کہا کہ یا حضرت میں یہ چاہتا ہوں کہ اِس
طلسم کو فتح کروں حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اے قاسم جانب شمال کے تو جا وہاں ایک
درخت چنار کا ہے اور اُس درخت کے نیچے ایک سنگ پر قلابہ آہنی لگا ہے اُس پتھر کو ہٹاکے تو دیکھنا ایک
نقب کا منھ نظر پڑے گا تو اُس نقب میں قدم رکھ کے آگے جانا وہاں ایک مقام پر ایک صندوق رکھا ہے اُس
صندوق کو کھول کے لوح طلسمی نکال لینا جو کچھ اُس لوح میں لکھا ہو اُسپر عمل کرنا اور جو خلاف نوشتہ لوح کے
کوئی کام تو کرے گا تو ہلاک ہو جائے گا اتنا کلمہ ارشاد کر کے حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام غائب ہوگئے
اور قاسم کی آنکھ کھل گئی تمام اپنا عبادتخانہ معطر اور معنبر پایا بس شاہزادۂ خاور سیاہ نماز صبح سے فارغ ہوکے
شاداں و فرحاں عبادتخانے سے باہر نکلا اور احوال بشارت کا سہان باختری سے بیان کر کے رخصت ہوا
اور جس طرح سے حضرت نے ارشاد کیا تھا اُسی طرح سمت شمال جا کے اُس چنار کے درخت کو بغل میں لے کے
زور کیا اور جب وہ درخت جڑ سے اُکھڑ کے گر پڑا تو دیکھا کہ اُسکی جڑ میں ایک بڑی چٹان پتھر کی ہے اُسمیں ایک
قلابہ آہنی لگا ہوا ہے قاسم نے اُس قلابہ کو پکڑ کے زور تمام اُس جگہ سے ہٹایا تو منھ نقب کا معلوم ہوا قاسم
بسم اللہ کہکے اُس نقب میں کود پڑا اور جب نقب سے باہر نکلا تو اُس مکان میں جہاں وہ صندوق رکھا تھا پہونچا
اور اُس صندوق کو جو کھولا تو دیکھا کہ لوح مدور یک پارچہ یاقوت احمر کی ہے اور اُسمیں چار لڑیاں موتیوں کی ہیں اور

کچھ حروف لوح پر کندہ معلوم ہوتے ہیں قاسم نے لوح کو اُٹھا کے گلے میں ڈال لیا اور اُن حرفوں کو پڑھنا شروع
کیا تو لکھا تھا کہ اے شکنندۂ طلسم اگر لوح طلسمی تیرے ہاتھ آئے تو سامنے ایک حجرہ ہے اُسکے دروازے میں قفل لگا ہے
اُس قفل کو توڑ کے دروازہ کھول جسوقت تو جانے لگا تو برابر ایک ایوان عالی شان کے پہونچیگا وہان
پھر جو لوح میں رقم ہوا سے ملاحظہ کرنا اور اُسکے موافق عمل کرنا شاہزادۂ خاور سیاہ حسب الحکم اُس لوح طلسم کے اُس
حجرے کو کھول کے برابر اُس ایوان عالی شان کے پہونچا اور پھر لوح کو گلے سے اُتار کے جو ملاحظہ کیا تو یہ لکھا تھا کہ اب
تجھے سامنے سے دو شیر نظر آئینگے ایک شیر سیاہ ہوگا اور ایک سفید ہوگا تو کچھ بھی تامل نہ کر اُس سیاہ شیر پر سوار ہو بیٹھنا
اُسوقت وہ سیاہ شیر سفید شیر کو مار ڈالے گا بعد اسکے تو اُس سیاہ شیر کا شکار کرنا جب تو سیاہ شیر کو مارے گا تو
جتنے قطرے خون کے سیاہ شیر کے بدن سے زمین پر گرینگے اُتنے ہی دیو پیدا ہونگے سب تجھ پر حملہ آور ہونگے تو اُسوقت
جلدی سے لوح کو اُن دیووں کے درمیان میں ڈال دینا وہ دیو سب آپس میں لڑ کے مر جاینگے پھر آگے جو کوئی ایسی
مشکل تجھے درپیش ہو لوح کو دیکھ کے کام کرنا بس شاہزادۂ قاسم بموجب حکم لوح کے جست کر کے اُس سیاہ
شیر پر سوار ہوا اور سیاہ شیر نے سفید شیر کو مار ڈالا اُسوقت قاسم نے اُس سیاہ شیر کی پشت پر سے اُتر کے ایک
ضرب تیغہ بلارک از راہ بیباکی سے سیاہ شیر کو قتل کیا اور سیاہ شیر کے خون سے سیکڑوں ہزاروں دیو پیدا ہوے
اور سمت شاہزادۂ خاور سیاہ متوجہ ہوے شاہزادۂ عالم نے بجلدی تمام لوح کو اُن دیووں کے درمیان میں پھینک دیا
سب دیو آپس میں جنگ کر کے سب مر گئے اور بعد مرنے دیووں کے ایک آواز مہیب پیدا ہوئی کہ کشتی مرا
نام من لیث جادو دم غام جہ و ضیغم جادو بود اے ساحران بکشتی یہ آواز آئی اور چار طرف تاریکی چھا گئی
اور شور غل اور زلزلہ زمین پر ہوا بعد دو گھڑی کے وہ تاریکی دور ہوئی اور غل موقوف ہوا شاہزادۂ قاسم نے
آنکھ کھول کر دیکھا کہ ایک میدان وسیع نظر آتا ہے شاہزادۂ عالم بسم اللہ کہکے اُس میدان کی جانب مخاطب ہوا
جبکہ تھوڑی دور گیا تو وہان ایک سبزہ زار لطیف اور پاکیزہ اور چار طرف چمن بانی کے بہت ہوے اور اقسام اقسام رنگ کے
گلہاے خودرو کھلے ہوے اور ہزاروں طائران خوش الحان جابجا پرواز کنان چہچہاتے ہیں شور ہو رہا ہے نغمہ
گلشن ضیافت عمر بیٹھا ہے بیساز دیکھو تماشا سراے فانی عجیب سرا ہے + اور ایک سمت اُسی سبزہ زار میں دو بیل
شعلہ تن و شیر دل و مار دم کا زریں سے آراستہ ہو رہا ہے جسم شاخ سے شاخ ملائے باہم لڑ رہے ہیں قاسم نے جو اُن
بیلوں کو آپس میں لڑتے دیکھا تو لوح کو ملاحظہ کیا لوح پر لکھا تھا کہ اے شکنندۂ طلسم اگر فضل لایزال ایزدی سے تو دونوں سفید و
سیاہ شیروں کو اور دیووں کو مار چکا اب سبزہ زار میں وارد ہوا اور وہان دو بیلوں کو باہم لڑتے دیکھو تو تجھے
لازم ہے کہ نام بکرم کریم ساز کے دونوں بیلوں کے سینگوں کو پکڑے اور زور کر کے اُنکے سینگوں کو توڑ ڈال بجاے
خون آگ اُنکے سینگوں میں سے پیدا ہوگی اور وہ دونوں بیل خود بخود جل کے خاک ہو جاینگے شاہزادۂ قاسم
نے حسب الحکم لوح کے اُن دونوں بیلوں کے سینگ پکڑ کے اُکھاڑ لیے اور اُنکے سینگوں سے خون کی جاے آگ
نکلی اور اُسی آگ میں وہ بیل جل کے خاک ہو گئے اور پھر گیر و دار کی آواز بلند ہوئی اور تمام زمانہ تیرہ و تار
ہو گیا بعد دو گھڑی کے جب وہ تاریکی رفع ہوئی تو قاسم نے دیکھا کہ وہان کہیں نشان اُس سبزہ زار
کا نہیں ہے اور چار طرف جنگل ہے ویرانہ کوسوں تک نظر آتا ہے ایک پگڈنڈی کا راستہ ایک طرف دیکھا اُسی راہ
پر شاہزادۂ خاور سیاہ روانہ ہوا اور چلتے چلتے جب دوپہر کا وقت ہوا تو حرارت آفتاب سے ذرات ریگ
مثل ذرات اختر چمکنے لگے اور شدت حرارت سے تشنگی اس درجہ ہوئی کہ زبان میں کانٹے پڑ گئے

ہوئے تھے خشک تھے کوسون تک کہیں کوئی دریا کوئی جھیل کوئی تالاب کوئی چشمہ پانی کا نہیں نظر آتا تھا شاہزادہ قاسم اپنی زیست
سے مایوس ہوکے قدم اُٹھائے جاتا تھا کہ ناگاہ دور سے ایک باغ نمودار ہوا افتان و خیزان دروازۂ باغ پر پہونچا اور اندرون باغ
قدم زن ہوا تو دیکھا کہ باغ بہت دلچسپ اور پُر فضا بنا ہوا گل اور سبزی کی کیاریان لگی ہین سرو و شمشاد جابجا ہر دس دس قدم
مقام پر ایستادہ غنچے تبسم کر رہے ہین پھول ہنس رہے ہین نسیم طرب خیز وزان مرغان خوش الحان جابجا شاخہای درختان پر نغمات یار
در فشان چہچہہ دار ہر غزل خوان شاہزادہ قاسم سیر گلستان بہار کرتے ہوئے حوض کے پاس پہونچا تو وہان دیکھا کہ ایک جوان رعنا بامزہ بیس
برس چوبیس پچیس کا سن و سال وہ نہایت حسین و صاحب جمال حوض پر بیٹھا ہے قاسم نے اس جوان سے پوچھا کہ اے شخص تیرا
کیا نام ہے اور اس مقام پر تیرا آنا کیونکر ہوا اُس نے کہا کہ میرا نام طومان بن سہمان باختری ہے شاہزادہ خاور سیاہ نے
فرمایا اے طومان بن سہمان باختری مین فقط تیری رہائی کے واسطے اس طلسم مین آیا ہون تاکہ تیرے باپ سہمان باختری تیرے
غم مین جان بلب ہے پس طومان از صدق دل کلمۂ شہادت پڑھکے مسلمان ہو گیا اور عرض کیا کہ اے شہریار آپ نے فضل الٰہی سے
اس طلسم کو توڑا اور ہم طلسم تمام ہو گئی اب کوئی خدشہ اور دغدغہ باقی نہیں ہے ابھی وہ یہی کہہ رہا تھا کہ ایک مرتبہ تمام وہ
حصار اور کل عمارت بیخ و بنیاد سے منہدم ہو گئی سامنے سے سہمان باختری نے جو دیکھا کہ وہ حصار سب گر پڑا اور کچھ
نشان طلسم کا باقی نظر نہیں آتا اور شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم میرے بیٹے کو اپنے ہمراہ لیے تشریف لاتا ہے تو
مارے خوشی کے قریب تھا کہ شادی مرگ ہو جائے اسی وقت روانہ ہوا اور قریب شاہزادہ قاسم کے پہونچکے قدمون پر
گر پڑا اور طومان بن سہمان نے اپنے فرزند کو گلے سے لگا لیا اس عرصہ مین شاہزادہ قاسم کی نگاہ جو سمت اس گنبد
کے پڑی تو دیکھا وہ قلعہ اور مینار و گنبد سب منہدم ہو گئے ہین مگر ایک دیو وہان کھڑا ہے اور وہ دیو قاسم کو دیکھکر نہایت
غصہ مین آیا اور دوڑکر دو شمشاد شاہزادہ خاور سیاہ پر ماری قاسم نے اسکی ضرب کو خالی دیکر بوقت بازگشت
بضرب تیغہ پلارک از فراسیابی اُس دیو کا ہاتھ قلم کیا تب وہ دیو دھوان بنکے اسی گنبد شکستہ مین غائب ہو گیا شاہزادہ
قاسم تیغ کھینچے اندرون گنبد پہونچا وہان دیکھا کہ ایک کنوان ہے قاسم اس کنوئین مین اُتر گیا تو وہان چار مکان
مال اور اسباب روپیہ اور اشرفی جواہر سے مملو تھے نہایت خوش ہوا اور وہان سے باہر آکے اپنے ساتھ والون اور
سہمان باختری سے فرمایا کہ چھکڑے طلب کرو اور یہ مال اسباب خزانہ جواہر وغیرہ جو کچھ ہے بار کروا کے چلو ابھی
قاسم یہی کہہ رہا تھا کہ ایک نعرہ آہ کی آواز کا گوش زد ہوا قاسم نے اُس آواز کی طرف جو نگاہ پھیر کے دیکھا تو وہی
دیو ہاتھ کٹا ہوا ایک صندوقچہ بغل مین دبائے رو رہا ہے اور شاہزادہ قاسم کو دیکھکر پکارا کہ بارے اے آدم زاد طلسم خالی
کرکے اور یہ مال و اسباب لیکے میرے ہاتھ سے کہان جاتا ہے اور یہ کہکے بائین ہاتھ سے گرز شمشاد شاہزادہ قاسم پر
ماری شاہزادہ عالم نے اسکی ضرب کو خالی دیکر دوسری مرتبہ تیغہ پلارک از فراسیابی سے اس مردود شیطان کو دو پارہ
کیا لاشہ اسکا خاک و خون مین گرکے پھڑکنے لگا قاسم نے دوڑکے وہ صندوق اسکی بغل سے نکال کے جو کھولا تو اُسمین
دیکھا کہ ایک نازنین مہ جبین مہر جبین برس بارہ ایک کا سن و سال سراپا حسن و جمال بیٹھی ہے قاسم اُسے بنگاہ
اولین دیکھکر عاشق دلخستہ اُسکا ہو گیا اور اسی طرح سے اُس نازنین کو اُسی صندوق مین بند کرکے اپنے ہمراہ والون
سے بتاکید تمام کہا کہ اس صندوق کے ساتھ حاضر و ہوشیار رہنا اور وہان سے بجمعیت تمام آکے بارگاہ مین سہمان باختری
کی داخل ہوا اور ہمراہ شب کے اپنی خلوت گاہ مین جاکے اُس صندوق کو طلب کیا اور بڑی احتیاط اور حفاظت
سے رکھا کنارہ طومان بن سہمان نے جو دیکھا کہ یہ صندوق جو شاہزادہ قاسم طلسم سے لایا ہے اسکو ہم سبھون سے چھپا کے
اپنے خلوت خانہ مین کس احتیاط سے رکھوایا ہے اور ہمکو اسکا کچھ حال نہ بتلایا شاید اس صندوق مین کچھ ایسا جواہر

بیش بہا اور نایاب ہوگا بس یہ سوچ کے کتارہ بن سہمان کے دل میں بغض اور کینہ پیدا ہوا آگے
دیکھیے کیا ہوتا ہے

جبتک دو کلمے داستان نکہت بیان کنجاب بن گنجور ملک حرمان و تورش سے بیان کیے جاتے ہیں

کہ جس وقت کنجاب نے قاہر بن قہرمان مجمی کو قاف میں قارن بلند کمان کے پاس بھیجا اور آپ مع تمام اپنے سرداروں
کے اپنی بارگاہ میں بیٹھا ہوا امور ملکی اور مالی میں مصروف تھا ناگاہ ایک عیار نے آکے عرض کی کہ طاؤس حرمین
خداوند لقا مہتر گردم داد و ادام شاہ کشتی بھیجے ہوئے خداوند کے آتے ہیں کنجاب یہ سنکے نہایت خوش ہوا اتنے میں
مہتر گردم بھی بارگاہ کنجاب میں آکے پہونچا اور کنجاب کا پاؤں چوم کر کرسی پر بیٹھا کنجاب نے بہت سی خاطر اور
عزت گردم کی کرکے پوچھا کہ آج اے طاؤس حرمین خداوند تعالی کہاں آنا ہوا گردم نے کہا یا پیغمبر رسل جبرئیل
درگاہ خداوند یاقوت شاہ نے اپنی نامزد بیٹی ملکہ گوہر ملک کو طلب کیا ہے اور خداوند لقا نے بھی فرمایا ہے کہ
میری بہو کو جلد سوار کرکے بھیجدو کنجاب یہ پیغام سنکے مثل بید مجنون کانپنے لگا اور ایک آہ سرد دل سے کھینچکر بصد نالہ و آہ بولا
کہ اے طاؤس حرمین خداوند لقا مجھپر تو عجب طرح کا حادثہ گذرا کہ میری بیٹی ملکہ گوہر ملک کو بدیع الزمان پسر
حمزہ بفریب نکال لیگیا وہ اب میرے پاس نہیں ہے بدیع الزمان کے قبضہ اختیار میں ہے اور ستم یہ ہوا کہ ان روزون
میری بی بی ملکہ غنچہ خاتون بھی مسلمان ہوگئی اور شریک اپنی بیٹی ملکہ گوہر ملک اور شاہزادہ بدیع الزمان کی
ہوگئی اور قلعہ شہرستان اپنے قابو میں کرکے مجھے محض بیدخل کردیا اب عیش کرتی ہے مگر میں نے سنا ہے کہ ان دنوں
بدیع الزمان قلعہ شہرستان میں نہیں ہے مہتر گردم نے کنجاب کو اشک ریزان دیکھکر نہایت افسوس اور غم کیا اور کہا
اے پیغمبر رسل اب تو کچھ رنج و غم نہ کر میں ابھی جاکے ملکہ گوہر ملک کو لیے آتا ہوں یہ کہکے گردم کنجاب کی بارگاہ سے
نکلکر سمت شہرستان روانہ ہوا اور شب کے وقت اندرون شہر جاکے اپنے شاگرد گرب بن گرگ کے گھر میں ٹھہرا اور اوس سے
احوال پوچھا کہ تو اپنے دین میں ہے یا مسلمان ہوگیا گرب بن گرگ شاگرد گردم کا بڑا احترام کرکے اور بصد ادب ملتجی
ہوا اسنے کہا اے استاد خدا پرستوں کے دین سے تو مجھے نفرت کلی ہے مگر کیا کروں مجبور و ناچار ہوں بظاہر میں مسلمان ہوگیا ہوں
اور جو میں بظاہر مسلمان ہوجانے کا فریب نہ کرتا تو مارا جاتا میرا تو حال یہ ہے اب تو بتلا کہ تیرا آنا یہاں کیونکر ہوا گردم
نے کہا کہ میں ملکہ گوہر ملک کے لیجانے کو آیا ہوں گرب بن گرگ عیار نے کہا کہ یا استاد ملکہ گوہر ملک کے لیجانے
کی مجھے ایک تدبیر خوب یاد آتی ہے کہ بدیع الزمان امیہ بن عمرو کو اپنے ہمراہ لیکے کہیں اور نکل گیا ہے تو امیہ بن
عمرو کی صورت بنکے ایک نامہ جعلی بدیع الزمان کی طرف سے گوہر ملک کے نام لکھ اور گوہر ملک کے پاس اس
نامہ کو لیجاکے جب موقع اور گھات پڑے اوسے لیجا گردم نے یہ عیاری اپنے شاگرد کی بہت پسند کی اور جھٹ پٹ
رنگ و روغن عیاری کا ملکے امیہ بن عمرو کی صورت بن گیا اور ایک نامہ جعلی بدیع الزمان کی طرف سے لکھکے دوسرے
روز صبح کے وقت سر بازار ملکہ گوہر ملک کے محل کی جانب چلا جسنے گردم کو دیکھا امیہ بن عمرو کا دھوکا ہوگیا اور
احوال شاہزادہ بدیع الزمان با اقبال کا پوچھتا تھا شدہ شدہ امیہ بن عمرو کے آنے کی خبر ملکہ گوہر ملک کو پہونچی
ملکہ نے گردم مردود کو امیہ بن عمرو سمجھکے اپنے پاس بلا لیا گردم نے وہ خط جعلی نکالکے ملکہ گوہر ملک کو
دیا اور ملکہ گوہر ملک کو تو اس فریب اور عیاری کی مطلق آگاہی نہ تھی اور امیہ بن عمرو سے پردہ بھی نہیں کرتی تھی
امیہ یعنی گردم کو دستور دن اپنے پاس محل میں رکھا رات کو گردم نے ملکہ گوہر ملک کو بیہوش کرکے
پشتارہ میں باندھا اور دوش پر رکھکے کمند مارکے دیوار پر چڑھا اور کمند کی راہ سے دیوار سے نیچے اترکے

سید حاسمت سب مائل ہو دو جہوا اقتضاے کار اُس طرف سے کہیں علقمہ صحرالالی وزیر گنجاب کا شکار کھیلنے کو
نکلا تھا اُسنے اثناے راہ میں گردم کو پشتارہ بدوش دیکھ کے کہا تا اور اپنے ساتھ کے سواروں اور پیادوں سے اشارہ
کیا کہ اس حرامزادہ عیار کو پکڑ کے پشتارہ اسکا چھین لو گردم نے جو دیکھا کہ چھین لیا ہی اور حرز نہ ہاتھ آئے تو اسنے تلوار دیں مارکے
گرادوادیں پشتارہ چھین کے میرے پاس لاؤ غرض سوار علقمہ صحرالالی وزیر کے ہمراہی چاہتے تھے کہ گردم کے
تھا تب میں تھوڑے دور راہ میں ناگاہ سامنے سے کامل خان بن گنجاب اور عاقل خان بن گنجاب دونوں بیٹے
گنجاب کے اپنا لشکر ہمراہ لیے آتے تھے علقمہ وزیر نے ان دونوں گنجاب کے بیٹوں کو جو دیکھا تو اپنے
سواروں کو ممانعت کر کے کہا کہ ذرا ٹھہرو میرے ذہن میں یہ ثابت ہوتا ہی کہ یہ گردم عیار ہے اس پشتارے
میں شاید ملکہ گوہر ملک کو بیہوش کر کے لیے جاتا ہی اسکی تدبیر اور ہی کرتا ہوں یہ کہکے آپ کامل خان اور
عاقل خان دونوں گنجاب کے بیٹوں کے پاس چلا گیا اور اُنسے کہا ہی کامل خان گردم عیار شاید کچھ
عیاری کر کے شہزادی یعنی ملکہ گوہر ملک کو پشتارے میں باندھے پیغمبر وسل کے پاس لیے جاتا ہی اور مجھے یقین
کلی ہی کہ گنجاب جس وقت ملکہ کو دیکھے گا اسی وقت مار ڈالے گا زندہ نہ چھوڑے گا چونکہ ملکہ گوہر ملک نازپروردہ
درگاہ خداوند لقا یاقوت شاہ کی ہی جس وقت کہ جبریل قدرت خداوند لقا کا سنیگا کہ گنجاب نے میری
نازمعشوق کو مار ڈالا اور کہیگا میری شگیتر گوہر ملک کو گنجاب کے ہاتھ سے بچا نہ لیا تو کمبخت یاقوت شاہ
تم دونوں بھائیوں کا شکوہ خداوند یاقوت سے ضرور کریگا کہ اثناے راہ میں گردم ملکہ کو لیے کامل خان اور
عاقل خان دونوں گنجاب کے بیٹوں کے سامنے لیے جاتا تھا اور ان دونوں بھائیوں نے میری شگیتر ملکہ گوہر ملک
کو دیدہ و دانستہ قتل کروا ڈالا اور گردم سے چھڑا نہ لیا اسوقت خداوند لقا عجب نہیں کہ تم دونوں بھائیوں کو
سنگسار کر دے گا اور بعذاب الیم مبتلا کر دے گا لہذا صلاح نیک یہ ہی کہ تم دونوں بھائی شہرگردم سے ابھی
میں ملکہ گوہر ملک کو لیکے اپنے کسی ملازم معتبر کے ہمراہ بخدمت جبریل قدرت یاقوت شاہ پہونچا دو آگے وہ
مالک ہی جو چاہے وہ ملکہ کے حق میں کرے گردم بھی علقمہ وزیر کو اور عاقل خان اور کامل خان دونوں گنجاب
کے بیٹوں کو دیکھ کے برابر آگیا تھا اور یہ تقریر علقمہ وزیر کی شہرگردم نے جو سنی تو کہنے لگا کہ ای کامل خان اور
عاقل خان وزیر اعظم پیغمبر وسل بیشک یہ صلاح خوب دیتا ہی اور میں سچ ہوں جھوٹ نہیں کہتا کامل خان اور
عاقل خان نے یہ بات علقمہ وزیر کی بہت پسند کر کے ملکہ گوہر ملک کو گردم سے لے لیا اور اپنے خیمے میں
لا کے پشتارے میں سے کھولا وہ بیہوش میں لاکے بعد سب لعنت اور ملامت کی بعد اسکے ملکہ کو سوار کر کے اپنے ہمراہ
باپ کے پاس یعنی گنجاب کے پاس آئے اور دونوں نے عرض کی کہ ای پدر بزرگوار شہرگردم اس شوخ دیدہ کبیرہ
بریدہ گوہر ملک کو عیاری کر لایا ہی گنجاب نے کہا کہ اسی وقت اُس ننگ خاندان کو قتل کرو کامل خان اور
عاقل خان بن گنجاب دونوں مانع ہوے اور کہنے لگے کہ ای پدر گوہر ملک کو قتل کرنا صلاح دولت نہیں
کس واسطے کہ وہ شگیتر اور امانت جبریل قدرت یاقوت شاہ خداوند سامری کی ہی ہماری عقل ناقص میں
تو یہ صلاح بہتر ہی کہ ملکہ کو کچھ لوگ ہمراہ کر کے بخدمت خداوند لقا بھجوا دیجیے وہ مالک ہی اسکے حق میں جو چاہے
سو کرے علقمہ وزیر نے بھی یہ سنکے کہا کہ شہزادے دونوں بہت خوب صلاح دیتے ہیں ملکہ عالم کا وہیں
بھیجنا مناسب ہی گردم نے بھی عرض کی کہ یا پیغمبر وسل میرے نزدیک بھی ملکہ کو خداوند کے پاس بھیج دیجیے
نہایت بہتر ہی گنجاب نے اپنے بیٹوں اور اپنے وزیر اعظم کی اور شہرگردم دغاباز کی حرمین لقائی جو دو رہے

سنی تو کہنے لگا اچھا اس بے حیا خانماں خراب گوہر ملک کو قارن بن قدرت کے ہمراہ خداوند لقا کے
پاس روانہ کرو قارن بن قدرت میر توزوکی اور تیر و کمان بردار مرد ستدین اور عیار و جان نثار ہیں نے
حکم دیا کہ قارن بن قدرت بخت دختر اس بد گوہر کو قلعہ کوہ کی راہ سے سبائل میں یاقوت شاہ کے سپرد
کر آئے بموجب ایمائے گنجاب قارن بن قدرت بارہ ہزار سوار لیکے ملکہ گوہر ملک کو پالکی میں سوار کروا کے سمت
سبائل روانہ ہوا اور بعد قطع منازل اور طے مراحل قریب قلعہ کوہ کے پہونچا وہاں قلعہ کوہ میں پانچ بھائی حکمران
ایک کا نام شعلہ ایک کا نام جوالہ ایک کا نام شعشعہ ایک کا نام شمعہ ایک کا نام فتیلہ ہے باتفاق باہم حکمرانی
اور سلطنت کرتے ہیں اور جو بات ایک کی زبان سے نکلتی ہے وہ چاروں قبول اور منظور کرتے ہیں اور پانچوں بھائیوں
میں عجب طرح کی محبت اور بڑا اتفاق تھا چنانچہ ملک شعشعہ کی ایک بیٹی تھی کہ نام اسکا سمن بانو نہایت حسینہ اور
جمیلہ اور شجاعت اور بہادری میں شہرہ آفاق جس وقت سوار ہوتی تھی بارہ ہزار خواصین خوش رو پری طلعتیں گھوڑوں
پر سوار ہمراہ رہتی تھیں اور سب کی سب علم سپہ گری اور شہسواری میں بخوبی مداخلت اور مہارت رکھتی ہیں اتفاقاً
ملکہ سمن بانو بارہ ہزار سوار لونڈیوں سے بطریق سیر و شکار نزد جوار میں قلعہ کوہ کے اپنے مرکب کو جھکاتے چلی
جاتی تھی ناگاہ سامنے سے ایک گرد اٹھی اور جس وقت وہ گرد شگافتہ ہوا تو اُسنے دیکھا کہ ایک لشکر چلا آتا ہے اور اُس
لشکر کے بیچ میں دو ڈھائی سو کہار ایک پالکی کسی کی سواری کی دوش بدوش لیے قدم اٹھائے آتے ہیں
ملکہ سمن بانو نے کسی سے پوچھا کہ یہ لشکر کسکا ہے اور کہاں سے آتا ہے اور اس پالکی میں کسکو سوار کیے کہاں لیے
جاتے ہیں لوگوں نے کہا کہ گرد و عیار خداوند لقا کا ملکہ گوہر ملک کو قلعہ ملک سنجان سے عیاری بیہوش کرکے
چرا لایا تھا سو گنجاب نے گوہر ملک کو پالکی میں سوار کر کے قارن بن قدرت کے ہمراہ مع بارہ ہزار سوار کے
بخدمت جبرئیل قدرت یاقوت شاہ بھیجا ہے سمن بانو ایک مدت سے تصویر شاہزادہ کرب غازی کی دیکھکر
عاشق تھی جو نہیں اپنے نام ملکہ گوہر ملک کا سنا نہایت مغموم اور مکدر ہو کے اپنے دل میں کہنے لگی کہ ہائے
ملکہ گوہر ملک کا کیا حال ہوگا جسکا ایسا شاہزادہ بدیع الزمان سا یار جدا ہو گیا ہوگا بعد اسکے جب ملکہ
گوہر ملک کے گرفتار ہو جانے کا حال شاہزادہ بدیع الزمان سنے گا اسپر کیا گذرے گی اور وہ درد فراق میں ملکہ
کے کیونکر جیتا بچے گا بس یہ اپنے دل میں کہکے ملکہ سمن بانو نے پیش خود یہ تجویز کی کہ اب بہتر یہی ہے کہ کسی صورت
سے شاہزادہ بدیع الزمان اور گوہر ملک سے ملاقات کروا دوں ابھی اسی تجویز میں تھی کہ اس طرف سے قارن
بن قدرت نے لشکر سمن بانو کا دیکھکر پوچھا کہ یہ لشکر کسکا ہے لوگوں نے کہا کہ ملکہ سمن بانو بیٹی ملک شعشعہ قلعہ کوہ
کی سیر و شکار کو سوار ہوئی ہے اسکے ہمراہ کی خواصین لونڈیاں باندیاں اور نوکر چاکر ہیں قارن بن قدرت
ابھی یہ باتیں کر رہا تھا کہ ملکہ سمن بانو مرکب جھکائے برابر سے نکلی اور قارن بن قدرت ملکہ سمن بانو کو دیکھکر
بنگاہ اولین شیدا بے جان و دل فریفتۂ شمائل ملکہ سمن بانو کا ہو گیا اور ملکہ سمن بانو نے باواز بلند کہا اے قارن بن
قدرت ہمارا بھی سلام لیتا جا قارن بن قدرت کا یہ نوبت حال ہوا کہ خود رفتہ و بیخود و غلطاں وحشت زدہ سودائی سا
ہو کے نزدیک تھا کہ گریبان چاک کر کے گھوڑے پر سے کود پڑے مگر خوب سا آپکو سنبھالے جان بلب تھا دیر تک
مرکب کی روکے کھڑا تھر تھر کانپ رہا تھا ملکہ سمن بانو نے اسکی نظر سے پہچان لیے کہ یہ حرامزادہ مجھپر عاشق ہوا ہے کہا کہ اے
قارن بن قدرت آج ہمارے یہاں جو کچھ نان و نمک موجود ہے نوش کرنا قارن بن قدرت تو یہی چاہتا تھا
اسنے کہا کہ ملکہ عالم زہے سعادت میری بہت خوب مجھے خوشنودی خاطر آپ کی بدل و جان منظور ہے ملکہ

سمن بانو نے اپنے ملازموں سے حکم دیا کہ آج جاری بارگاہ اور خیمہ ڈیرہ وغیرہ سب اسی دامان کوہ میں ایستادہ کرو حسب الحکم
سمن بانو کے وہیں دونوں لشکر اتر پڑے اور بارگاہ اور خیمے استادہ ہوگئے قارن بن قدرت خوب سا آپ کو آراستہ کرکے
اور پوشاک بہت دھوم دھام کی پہن کے ملکہ سمن بانو کی بارگاہ میں پہنچا اور گفتگوے عاشقانہ و دوستانہ کرنے لگا اور ملکہ
نے گلابیاں شراب کی اور پیالے طلب کیے قارن بن قدرت نے دو چار پیالے شراب کے جو پیے تو نشہ کے عالم میں
اندہ بوالہوسی اور درد زلف میں ضبط نہ کرکے بے ساختہ یہ شعر عاشقانہ پڑھنے لگا شعر عاشق تازہ ہوں یار اور وصل کی شب
پہلی ہے * شرم سے کہہ نہیں سکتا ہوں جو کچھ مطلب ہے * بس یہ شعر پڑھ کے چاہا کہ ملکہ کے گلے میں اپنے دونوں ہاتھ ڈال کے
لپٹے اور بوس و کنار کرے تو اسوقت ملکہ سمن بانو نے جبتک کہ قارن بن قدرت ہوشیار ہو تلوار کھینچ کر جو دوالی
کمر پہ قارن بن قدرت کے ماری تو دو پرکالے ہوکر پھڑکنے لگا اور اسی وقت ملکہ سمن بانو خیمے سے باہر نکلی اور
اپنے مرکب پر سوار ہوکے مع اپنی بارہ ہزار لونڈیوں کے تلواریں مارتی قارن بن قدرت کے لشکر پر جا پڑی اور ایسا
دست شمشیر زنی کی کہ کشتوں کے پشتے لگا دیے اور دریاے خون کے چار دو جاری بہا دیے لشکر قارن شکست کھا کے
سمت شہر سنجان فراری ہوا ملکہ سمن بانو نے مع اپنی بارہ ہزار لونڈیوں کے ملکہ گوہر ملک کی پالکی کو اپنی سرکار کے
کہاروں کے دوش پہ اٹھوا لیا اور تمام مال اسباب خزانہ خیمہ ڈیرہ قارن بن قدرت کا لٹوا کے شتروں اور قاطروں پہ
بار کروا لیا اور ملکہ گوہر ملک سے ملاقات کرکے ملکہ گوہر ملک کو پوشاک پھر وا پہنا کے مسلح اور مکمل کرکے مرکب پر سوار
کروا دیا اور سمت شہر سنجان روانہ ہوئی پہر رات گذری تھی کہ قریب لشکر کنجاب کے پہونچ کے ملکہ سمن بانو نے
نعرہ بنام شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم کیا اور ملکہ گوہر ملک نے شمشیر ہندی علم کرکے کھینچکر نعرہ کیا کہ منم انجم
گردہ رستم شکوہ سرفتنہ ملک باختر صاحبقران بن صاحبقران پہلوان تہمتن شاہزادہ بدیع الزمان گرد لشکر شکن
اور دونوں شاہزادیوں نے مع بارہ ہزار اپنی لونڈیوں کے لشکر کنجاب پہ شبخون مارا اور ان کے نام مردہ از مرد
شاہزادہ بدیع الزمان اور قاسم کے نام سے تو تمام باختر میں زلزلہ سا پڑ رہا تھا لوگ سنجان کے زمیں لرزتے
بڑے بڑے سردار اور بہادر ان دونوں کو بدیع الزمان کا نام خواب میں سنکے چونک پڑتے تھے جو نہیں آواز دونوں
شاہزادوں کے نعرے کی سنی ایک تلاطم لشکر میں کنجاب کے پڑ گیا اور ہزاروں بستر سے اٹھکے تمام نقد و جنس
و اسباب اپنا چھوڑ دیا اور جدھر منہ پڑا بھاگ کھڑے ہوئے یہاں ملکہ سمن بانو اور ملکہ گوہر ملک نے وہ تیغ شمشیر زنی
کی کہ لاش پر لاش دم بدم خوردے پر مردہ گرا دیا اور کسی کو حوصلہ مقابلے اور محاربے کا نہ تھا کہ ناگاہ اکوان
کمند انداز نے اس اثنا میں برابر ہو کر ملکہ سمن بانو پر کمند ماری جو نہیں اکوان نے چاہا کہ جھٹکا مار کے
سمن بانو کو کھینچ لے ملکہ گوہر ملک نے دو ہتھو ہوت سے تلوار اکوان کمند انداز پر ماری کہ برابر دو ٹکڑے ہوکر
خاک و خون میں لوٹنے اور پھڑکنے لگا سمن بانو نے یہ جلد دستی ملکہ گوہر ملک کی دیکھکر واہ واہ صد مرحبا اور تحسین و آفرین
کیا کہتی تھی کہ اے ملکہ گوہر ملک تو میری جانبخش ہے اور یہ احسان تیرا تا روز قیامت میں نہیں بھولونگی ورنہ یہ موذی حرامزادہ
اکوان کیا معلوم مجھ سے کیا سلوک کرتا القصہ رات تھوڑی رہ گئی تھی کہ اسوقت دونوں شاہزادیاں مع بارہ ہزار لونڈیوں کے
تلواریں مارتی سمت قلعہ شہر سنجان نکل گئیں اور بفضل ایزدی کسی لونڈی تک کے تیغ و زخم نہیں پہونچا تھا یہاں
کنجاب کے لشکر میں جو شور یوم النشور برپا تھا کنجاب بھی سوار ہوکے اپنی بارگاہ کے دروازے پر آکے کھڑا ہوا دیکھا
لوگ شکست خوردہ قارن بن قدرت کے لشکر کے بحال پریشان کنجاب کے پاس آئے اور بیان احوال سمن بانو کا
اور مارا جانا قارن بن قدرت کا سمن بانو کے ہاتھ سے بیان کیا اس عرصہ میں ایک ہرکارے نے آکے کنجاب سے

عرض کی کہ یا پیغمبر مرسل یہ شبخون قاسم اور بدیع الزمان نہیں کر آئے تھے نہ وہ کہیں یہاں تھے یہ شبخون تو ملکہ
سمن بانو ملک شعشعہ قلعہ کوہ کی بیٹی اور ملکہ گوہر ملک نے مع بارہ ہزار لونڈیوں کے آکر مارا ہے اور اکوان
کمند انداز نے ملکہ سمن بانو کو کمند مارے بچ گیا تھا جب ہیں آکر ملکہ گوہر ملک نے اکوان کمند انداز کو تلوار ماری لوگوں
مار گیا سمن بانو کو پکڑ لیا کنجاب نے یہ خبر سنکے نہایت پیچ و تاب کھایا اور چاہا کہ میں اسی وقت سوار ہو کے پھر گوہر ملک
جاؤں علقمہ وزیر نے بہت سا سمجھا کے منع کیا اور کہا کہ یہ تمام خوبی اور تدبیر و شمشیر کی گوہر ملک کی ذات سے بجے اے
کس لیے کہ وہ خاص بہو خداوند لقا کی اور منگیتر جبریل قدرت یاقوت شاہ کی ہے تجھے تو لازم یہ ہے کہ ملکہ گوہر ملک
کو بلطف و مہربانی اپنا کرے اور نہ کہ جبر اور ظلم سے بھلا یہ طاقت کسی کی ہے کہ ناموس پر جبریل قدرت کے اور
خداوند لقا کی بہو پر زیادتی اور زبردستی کر سکے گا بارے کنجاب بھی یہ سمجھ کے خاموش ہو رہا مگر وہاں جو
ملکہ گوہر ملک اور سمن بانو دونوں گھوڑے سرپٹ اڑائے چلی جاتی ہیں ناگاہ درمیان راہ میں ایک پنجہ پیدا ہوا اور
ملکہ گوہر ملک کو گھوڑے کے قاش زین سے اٹھا کے سمت آسمان لے گیا سمن بانو نے گوہر ملک کو لیجاتے دیکھا
تو نہایت مغموم اور ملول ہوئی آخر مجبور ہو کے قلعہ شہر سنجاؤں میں جا کے آرام تمام پہنچ رہی

اب دو کلمے داستان شاہزادہ قاسم کے بیان کیے جاتے ہیں

کہ شاہزادہ خاور سیاہ جو طلسم مہمات کو فتح کر کے مع سہمان باختری کے سہمانیہ میں جا کے جشن عیش میں مصروف تھا
ناگاہ ایک پیادے نے اندرون بارگاہ آ کے ایک نامہ سہمان باختری کے ہاتھ میں دیا سہمان باختری نے اس نامے کو
جو پڑھا تو دیکھا کہ ملک سارنج نے لکھا ہے کہ اے ملک سہمان باختری میرے ملک میں کرب غازی خدا پرست مع اپنے لشکر
کے آ کے وارد ہوا تھا از بسکہ میں اسکے مقابلے اور مجادلے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اس باعث سے میں ازمر ترس مسلمان
ہو گیا اور پھر بفریب کرب غازی کو بیہوشی آغشتہ کھانا کھلا کے قید کر لیا ہے اب اسکا لشکر میرے تمام شہر اور قلعہ کو
محاصرہ کیے آمادہ رزم و پیکار ہے لہذا میں تجھ سے مدد چاہتا ہوں کہ تو پشت پر آ کے کرب غازی کی فوج دسیاہ کو
مار کے بھگا دے اور کرب غازی کو میرے پاس سے لیجا ملک سہمان باختری نے نامہ پڑھ کے شاہزادہ خاور سیاہ
ملک قاسم کے حوالے کر دیا قاسم نے نامے کا مضمون دریافت کر کے کہا کہ آج سے میرا نام حریف سہمانی تم سب لیا کرو
اور یہ کہکے اپنے مرکب پر بیٹھ اسی دم سمت سارنجیہ روانہ ہوا جبکہ یہ خبر ملک سارنج نے سنی کہ سہمان باختری کے پاس
سے کوئی پہلوان حریف سہمانی نام میری مدد کو آتا ہے سارنج نے استقبال قاسم کا کر کے بصد اعزاز و اکرام سے قاسم
کو اپنی بارگاہ میں لا کے تخت پر بٹھلایا شاہزادہ خاور سیاہ نے فرمایا کہ اے ملک سارنج کرب غازی کو تو نے
جو بفریب بیہوش کر کے اپنے یہاں قید کیا ہے اسے میرے سامنے لا جب بحکم شاہزادہ عالم کے سارنج نے
کرب غازی کو زنداں خانے سے طلب کر کے سامنے قاسم کے کھڑا کیا کرب غازی قاسم کو تخت پر بیٹھا دیکھ کر اپنے
جی میں نہایت رنجیدہ ہوا اور جی میں کہتا تھا مصرع صد خستہ دل بر چنین زیست + کہ صد آفریں احسان قاسم کا
مجھ پر ہوا ادھر شاہزادہ قاسم نے کرب غازی کو مقید دیکھ کر لوگوں سے کہا کہ اسکی قید سب توڑ دو ملک سارنج نے
یہ کلمہ قاسم کا سنکے کہا کہ اے شخص تو کون ہے جو کرب غازی کو چھوڑ دینے کا حکم دیتا ہے شاہزادہ عالم نے فرمایا اے
سارنج میں شاہ خاور سیاہ ملک قاسم لعل ختنان خونریز خاوری ملک ہوں سارنج کو جو یہ معلوم ہوا کہ یہ ملک
قاسم ہی پکارا کہ یاشی اے خدا پرست کی گندم نما کہ ہر دست میں زندہ و سلامت [illegible] اور تو جو اس فریب سے
حریف سہمانی بنکے آیا اور چاہتا ہے کہ میں کرب غازی کو پکڑ لیجاؤں یہ غیر ممکن ہے یہ کہکے تلوار کھینچ کر شاہزادہ خاور سیاہ

پر حملہ آور ہوا شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم نے تلوار کی چمک دیکھی تو مثل شیر غران جست کر کے بند دست سارنج
کا پکڑ لیا اور وہی تلوار ملک سارنج کی جبین کے ایک ہی ضرب میں اُس کافر کو جہنم واصل کیا شاہزادہ کرب
غازی نے سارنج کو مارے جاتے دیکھکر اپنے ہاتھوں کی ہتھکڑیاں پاؤں کی بیڑیاں توڑ ڈالیں اور نعرہ کر کے
اُٹھا ہر طرف سے کفار متوسلین اور مصاحبین ملک سارنج کے تلواریں کھینچ کھینچ کے شاہزادہ خاور سیاہ اور
کرب غازی کی جانب مخاطب ہوئے تھے اُدھر سے قاسم کفار کشی کرتا ہوا بڑھا اور اس طرف سے شاہزادہ
کرب غازی نے ایک کافر کی تلوار چھین کے شمشیر زنی اور قتل عام کرنا شروع کیا الغرض ساعتیں میں تمام کفار بھاگ کھڑے
ہوئے اور شاہزادہ قاسم نے تمام ملک سارنجیہ کو مسخر کر کے اسلام آباد کیا اور اپنی طرف سے موت بن سارنج کو
سارنجیہ کا حاکم کر کے مع کرب غازی سمت سہمانیہ روانہ ہوا اب حال سہمانیہ کا سُنیے کہ کتارہ بن سہمان نے
جب دیکھا کہ قاسم یہاں نہیں ہے اسکے پاس زراعجہ نامے ایک عیار ہے اسکو بلا کے کتارہ نے کہا کہ وہ صندوق جو
دیو کو مار کے چاہ طلسم سے قاسم نکال لایا ہے تو جا کے کسی عیاری سے اُس صندوق کو چُرا لا زراعجہ نے کہا بہت خوب
اور زراعجہ نے نصف شب کو شاہزادہ قاسم کے خیمے میں جا کے کلب و کلاب نامے وغیرہ چوکیداروں کو جو
کہ محافظ اس صندوق کے تھے بیہوش کیا اور وہ صندوق اُٹھا کے کتارہ بن سہمان باختری کے پاس لایا کتارہ نے
جو اس صندوق کو کھولا تو اسمیں اُس پری زاد کو دیکھکر بیہوش ہو گیا اور وہ پری زاد جیسی تمام صندوق سے نکل کے
پرواز کناں چلی گئی کتارہ کو جو ہوش آیا اور دیکھا کہ وہ پری زاد ہی پرواز کر کے چلی گئی زراعجہ سے کہنے لگا کہ بھائی اس صندوق
کو جہاں سے تو لایا تھا وہیں پھر جا کے رکھ آ حسب الحکم کتارہ بن سہمان باختری کے زراعجہ اُس صندوق کو جہاں سے
لایا تھا وہیں پھر جا کے رکھکر جب چلا حسب اتفاق کلاب اور کلب دونوں محافظوں کی بیہوشی اُتر گئی اُنھوں نے
زراعجہ کو اندر صندوق کے پاس سے نکلتے دیکھ جو دیا تو جا کے صندوق کے قفل کو دیکھا تو ٹوٹا ہوا تھا ان دونوں
نے جا کے کتارہ بن سہمان باختری کے پاس فریاد کی کہ زراعجہ آپ کا عیار شاہزادہ عالم کے صندوق کا قفل
توڑ آیا ہے کتارہ بن سہمان باختری بخیال نام آوری اور خوف سے قاسم کے کلب اور کلاب وغیرہ سپاہیوں
اور پاسبانوں اور محافظوں کو اس صندوق کے پکڑوا کے قتل کروا ڈالا اور ایک مقام زمین میں اُنکی لاشیں گڑوا دیں
جس وقت کہ شاہزادہ قاسم اور کرب غازی دونوں سارنجیہ سے مراجعت فرما کے سہمانیہ کے قریب پہونچے ملک
سہمان باختری استقبال کو قاسم کا کر کے بارگاہ میں لایا شاہزادہ قاسم نے پہلے جا کے اُس صندوق کو جو دیکھا تو
مہر ٹوٹی ہوئی کھلا پڑا تھا اور محافظ اور نگہبان کا اُسکے کہیں نام و نشان نہیں ہے شاہزادہ قاسم نے سیارہ بن
عمرو اپنے عیار سے کہا کہ بھائی اسکو دریافت کرو کہ یہ صندوق میرے پیچھے کھولا اور کلب اور کلاب وغیرہ
محافظ کہاں چلے گئے کیا ہوئے سیارہ بن عمرو نے وہاں سب آدمیوں کو دیکھکر زراعجہ کی طرف اشارہ کیا اور
شاہزادہ قاسم سے کہا کہ اسکو خوب سے کوڑے ماریے قاسم نے کہا کہ اچھا زراعجہ کو پکڑ لاؤ سیارہ بن عمرو نے
دوڑ کر زراعجہ کو پکڑ لیا اور کوڑے لے کر چاہا کہ مارے زراعجہ نے ڈر کے جلدی سے کہہ دیا کہ میرا کیا قصور ہے کتارہ
بن سہمان باختری نے مجھ سے صندوق منگا کے کھولا تھا اور اُس صندوق کے محافظوں کو قتل کروا ڈالا قاسم نے
یہ حال سُنکے کتارہ بن سہمان باختری کو پکڑوا بلایا اور خوب زد و کوب کر کے چھوڑ دیا کتارہ بن سہمان باختری
نے شب کو پھر زراعجہ سے رو رو کے کہا کہ بھائی جس طرح سے بنے تو جا کے قاسم کو پکڑ لا زراعجہ گیا اور قاسم کو
بعیاری گرفتار کر لایا کتارہ بن سہمان باختری نے چاہا کہ قاسم کو کچھ تکلیف دے کہ یہ خبر سہمان باختری کو

پہونچی سمعان باختری نے اسوقت آ کے کتارہ کو بہت سخت و درشت کہکے سمجھایا اور منع کیا جب کتارہ نے
نہ مانا تو سمعان نے بیضرب شمشیر کتارہ کو قتل کرکے قاسم کو چھڑا لیا اور نہایت معذرت کی یہان تو شاہزادہ
خاور سیاہ اپنی بارگاہ مین مع کرب غازی اور سمعان باختری کے جشن عیش مین مصروف ہو مگر وہان جو خاور سیاہ
سارنجیہ مین موت بن سارنج کو اپنی طرف سے حاکم کر آیا تھا تو اس موت بن سارنج نے پھر لقا پرستی اختیار کرکے
تمام بغشی سپاہ کو پھر لقا پرست کیا اور ایک بڑا لشکر لیکے واسطے اپنے باپ کے خون کے قصاص کے شاہزادہ
خاور سیاہ کے لشکر پر آ کے گرا اور اکثر سرداروں کو قاسم کے زخمی کیا شاہزادہ خاور سیاہ
نے جو یہ شور و غل سنا تو حیثیہ بلارک از دریائی لیکے اپنے خیمے سے باہر نکلا اور مقابلہ موت بن سارنج کا کرکے دو چار
روز کے نبرد کشتی مین موت بن سارنج کو زیر کیا شاہزادہ کرب غازی کی زبان سے بیساختہ یہ کلمہ نکل گیا کہ اگر
شاہزادہ بدیع الزمان سے موت بن سارنج سے زور ہوتا تو بہت جلد زیر کرتا یہ کلمہ کرب غازی کا شاہزادہ
خاور سیاہ کو نہایت ناگوار ہوا اور اسی دم موت بن سارنج کو بجمعیت کثیر شاہزادہ بدیع الزمان
سے زور کشتی کا کرنے کو روانہ کیا

اب دو کلمے داستان لشکر فیروزی اثر فوج دریا موج سلطان والا شان امیر حمزہ صاحبقران سے گزارش کیے جاتے ہین

کہ تین کشتیان طوفانی اور تباہی زدہ تندرس سیان اور ہرمز ہردی و رستم بن ابراہیم بن ہرمز اور سیان
دریائی اور دیوانہ سر برہنہ حبشی مع تین لاکھ دیوانون کے سرزمین طومانیہ مین کہ پایہ تخت طومان بندرنشین کا تھا جا کے
لگین اور سب دیوانے کشتیون سے اتر کے کنارے دریا کے سیر کر رہے تھے حسب اتفاق ملک طومان بندرنشین کی
ایک بیٹی کہ نام اسکا ناز چہر اور ہمشیر عراق بن عربیہ و جلیلہ سے تند خو کی ہے وہ ملکہ ناز چہر لب دریا اپنے باغ مین
گلگشت کر رہی تھی دیوانون نے جو باغ مین جا کے اس ملکہ ناز چہر کو دیکھا تو سب کے سب اسپر عاشق ہوگئے اور
ہر ایک دیوانہ کہتا تھا کہ یہ میری معشوقہ ہے آخر نوبت یہان تک پہونچی کہ سب دیوانے باہم آمادہ جنگ و جدال ہوئے ملکہ ناز چہر
نے عقل سے جانا کہ یہ دیوانے مجھ سے شور و غل کر رہے ہین ملکہ نے اپنے باپ طومان بندرنشین سے کہلا بھیجا طومان
نے ارادہ کیا کہ مین جا کے دیوانون کا مقابلہ کرون بدطومانی جو طومان بندرنشین کا عیار تھا اسنے منع کیا اور کہا
کہ اے شہریار ایک ایک دیوانہ سارے لشکر کو بس ہے کوئی ان دیوانون سے مقابلہ و جہاد نہین کر سکے گا اس سے
صلاح دولت یہی ہے کہ ان سب کو بداروے بیہوشی بیہوش کرکے پکڑ لین ملک طومان بندرنشین نے کہا کہ پہلے
شولوان گوش کن کو فوج و سپاہ ساتھ کرکے بھیجون اگر شولوان دیوانون کو مار کے بھگا دے تو پھر کس لیے
عیاری اور مکاری سے انکو گرفتار کرون یہ کہکے شولو کو مع چار ہزار سوار و پیادون کے روانہ کیا اور دیوانون
نے جو سنا کہ ہمارے واسطے فوج آئی ہے جو بدست پکڑ پکڑ کے جو دوڑے تو آن واحد مین سب کو مع چار
ہزار سوار و پیادون کے مار کے تہ و بالا کر دیا بدعیار نے طومان بندرنشین سے کہا کہ مین کیا جھوٹ کہتا تھا
آخر ساری فوج بھاگ آئی طومان بندرنشین نے لاعلاج اور ناچار ہوکے دیوانون کو بہت سی خاطر داری
اور گرمجوشی سے بلایا اور کھانے مین دارو بیہوشی ملا کے کھلا دیا جب سب بیہوش ہوگئے تب طومان
بندرنشین نے سب دیوانون کو پکڑ کے مطوق اور مسلسل بغل و زنجیر کرکے ابابون پر بٹھا کے اسی امید پر
کہ مین انکو خداوند لقا کے پاس لیجا کے خلعت پیغمبری لونگا مع اپنی فوج و سپاہ کے سمت سبا کی

روانہ ہوا اثنائے راہ مین نقابدار شگینہ پوش نے آکے طومان شہد آشین کا مقابلہ کیا اور بعد معرکہ رزم و پیکار کے طومان
کو شکست دےکے دیو دونون کو قید سے چھڑا دیا

اب ذرا کلمے داستان شوکت بیان شاہزادۂ بدیع الزمان عالی شان سے بیان کیے جاتے ہین

کہ جسوقت شاہزادۂ بدیع الزمان کو وہ دریائی گھوڑا لیکے دریا مین غائب ہوگیا تو ایک سمت کو جاتے جاتے ایک
جزیرے مین نکلا شاہزادۂ عالی مقام نے اسکی پشت پر سے اوترکے اسکو ایک گھنے درخت مین باندھ دیا اور خوب
سے کوڑے اوسے مارے پھر گھانس چارہ تر سے لاکے اسکے آگے ڈال دی اور آپ جزیرے کی سیر کے واسطے چلا گیا اور
تمام رات اُس گھوڑے پاس نہ آیا روز دوم صبح کے وقت پھر آکے چارہ دیا اور پانی پلاکے پھر چلا گیا اسی طرح سے تیسرے
دن چارہ پانی دےکے بطریق سیر تشریف لے گیا روز چہارم جسوقت شاہزادۂ عالی مقام اُس گھوڑے کے پاس آیا تو گھوڑا
شاہزادۂ عالم کو دیکھکر زمین کو اپنے سمون سے کھودنے لگا اور خوشی اپنی شاہزادۂ بدیع الزمان کی جدائی سے
ملنے لگا شاہزادۂ عالم نے کمال خوش ہوکے جانا کہ اب یہ گھوڑا میرا مطیع اور فرمانبردار ہوگیا اُسی وقت پھر زین اسکی
پشت پر رکھکے کھینچا اور سوار ہوکے دوڑانا اور کودانا شروع کیا القصہ شاہزادۂ عالی مقام سیر کرتا ہوا ایک مقام پر
پہونچا تو وہان ایک گنبد سنگ سماق اور سنگ یشب کا بنا ہوا دیکھا حیران ہوکے اُس گنبد کو دیکھ رہا تھا کہ ناگاہ
اس گنبد پر سے ایک آواز دردناک تعشق آمیز گوش زد ہوئی شاہزادۂ والاگوہر نے پھر جو نگاہ کی تو ملکہ گوہر ملک کو
دیکھا کسی نے قید کرکے وہان بٹھلایا ہے یہ حال ملکہ گوہر ملک کا دیکھکر شاہزادۂ نامور کو نہایت صدمہ اور کمال رنج
و ملال عائد حال ہوا بعد ازان پوچھا کہ اے راحت روح و روان تو یہان کہان ملکہ گوہر ملک نے کہا اے عاشق زار
مجھے قلعہ شہر سنجان سے گردم و عیار بعیاری چرا کے گنجاب کے پاس لے گیا اور گنجاب نے مجھے پہلے تو قتل کا حکم
دیا مگر علقمہ وزیر نے میری بہت سعی کرکے قتل سے محفوظ رکھا تب گنجاب نے قارن بن قدرت کے ہمراہ
یاقوت شاہ کے پاس روانہ کیا وہان قلعہ کوہ مین یمن بانو ملک شعشعہ کی بیٹی نے قارن بن قدرت کو مارکے
مجکو چھڑا لیا اور ہم دونون نے آکے مع بارہ ہزار لونڈیون کے گنجاب کے لشکر مین شبخون مارا اور صبح کو شہر
سنجان کے قلعہ کی جانب آتے تھے اثنائے راہ مین ایک پنجہ پیدا ہوا اور مجھے گھوڑے پر سے اٹھاکے یہان لایا جب
مین نے آنکھ کھول کے دیکھا تو وہ پنجہ دیو کا تھا چنانچہ وہ دیو میرے عشق کا دم بھرتا ہے اور مجھے یہان قید مین بٹھلاکے
آپ شکار کرنے کو چلا جاتا ہے اب اپنا حال بیان کرو کہ تم یہان کیونکر پہونچے شاہزادۂ عالم نے سارا حال اپنا بیان کیا
اور کہا کہ یہ گھوڑا مجھے یہان لایا ہے مگر اے ملکہ تم مجھے یہ بتلاؤ کہ وہ دیو کہان ہے ملکہ نے کہا کہ وہ شکار کو گیا ہے اب آیا
چاہتا ہے ابھی ملکہ یہی باتین کر رہی تھی کہ وہ دیو ہوا سے آسمان سے اُس گنبد کی طرف اُترتا ہوا نمودار ہوا اور شاہزادۂ
بدیع الزمان کو ملکہ گوہر ملک سے باتین کرتے دیکھکر پکارا کہ باش اے آدمزاد خیرہ سر تیرہ روزگار تو یہان
کیونکر آیا کہ میری معشوقہ سے باتین کرتا ہے یہ کہکے شاہزادۂ عالی مقدار کی جانب مخاطب ہوا اور ہاتھ بڑھاکے
چاہتا تھا کہ شاہزادۂ عالم کو پکڑے شاہزادۂ والاقدر نے جھٹکا ہاتھ پکڑکے ایسا زور کیا کہ وہ منہ کے بل زمین پر بیٹھ گیا
اور پھر سنبھل کے باہم زور کشتی کا کرنے لگا کوئی دو گھڑی کے عرصہ مین شاہزادۂ رستم صولت نے اُس دیو کو
زیر کیا اور اسکی چھاتی پر بیٹھکے فرمایا کہ اے دیو جاہل ورنہ شناخت پروردگار عالم چہ می گوئی دیو از سر یقین مسلمان
ہوگیا شاہزادۂ عالم نے اُسے چھوڑ کے فرمایا کہ مین پیاسا ہون کہین سے تھوڑا سا پانی لاکے مجھے پلا دے اُسنے کہا مین
ابھی لاتا ہون یہ کہکے دیو جو گیا تو چار دن تک نہ آیا شاہزادۂ بدیع الزمان شدت تشنگی سے قریب بہ ہلاکت

پہونچا اُسوقت ملکہ گوہر ملک نے کہا کہ اے شہریار مین امیدوار ہون کہ مجھے ذبح کرکے تو میرا خون نوش فرما مین نے
اپنا خون تجھے حلال کیا ابھی یہی باتین ملکہ گوہر ملک کر رہی تھی کہ پھر وہ دیو نمودار ہوا اور جب اس دیو نے دیکھا
کہ شاہزادہ بدیع الزمان شدت تشنگی سے حالت ضعف مین طاقت حس و حرکت نہین رکھتا ہے شاہزادے
کو اُٹھا کے دوم قاف کے قلعے مین لے گیا اور ملکہ گوہر ملک گریان و نالان سر و سینہ زنان عاجز و ناچار ہو کر رہ گئی
ناگاہ حضرت خضر علیہ السلام وہان تشریف لائے اور ملکہ کو اُس گنبد سے نیچے اُتار کر کھانا کھلوایا اور پانی پلوایا اور
فرمایا کہ اب تو کچھ پروا مت کر شاہزادہ بدیع الزمان اور تجھ سے قلعہ شہر سنجان مین پھر ملاقات ہوگی دست راست
کو جا ایک باغ مین ایک پریزاد شبنم پری نامے قران دیو کی قیدی ہوگی اور قران دیو بھی برابر اُسکے بیٹھا ہوگا
تو یہ اسم اعظم پڑھ کے اُس دیو کو قتل کرنا اور شبنم کو قید سے چھڑا دینا شبنم پری بعوض اس احسان عظیم کے تجھے
ملک سنجان مین پہونچا دے گی یہ فرما کے حضرت خضر علیہ السلام نے زین مرکب سکندری کا نکال کے گلگون باختری
پر کھینچ دیا اور گلگون باختری سے یہ کہکے کہ یہ عورت تیرے مالک کی ناموس ہے اسکی سواری کو بیجا چنانچہ حسب ارشاد
حضرت خضر علیہ السلام کے گلگون باختری ملکہ کو اپنی پیٹھ پر سوار دیکھ کر سمت سنجان روانہ ہوا اثنائے
راہ مین وہی باغ نہایت پر فضا نمودار ہوا ملکہ گوہر ملک بطریق گلگشت سیر باغ کرتی اندر اُسکے جلوہ فرما ہوئی
قریب بارہ دری کے جس وقت پہونچی تو اُسنے دیکھا کہ ایک نازنین پریزاد با حسن خداداد مقید بیٹھی ہے اور
برابر اُسکے وہ دیو قران بھی تبسم کنان بیٹھا شعر پڑھتا ہے شعر کبھی یون بھی ہے گردش روزگار ہے کہ معشوق
عاشق سے ہو بے اختیار ✽ یکایک دیو کی نگاہ جو ملکہ گوہر ملک کی جانب پڑی تو چاہا کہ دوڑ کر ملکہ کو پکڑے ملکہ
گوہر ملک نے تلوار کھینچکر وہی اسم اعظم جو حضرت خضر علیہ السلام نے سکھلا دیا تھا پڑھ کے اُس دیو کو
قتل کیا اور شبنم پری کو قید سے چھڑا دیا شبنم پری بہت سی ممنون و مشکور ہوکے اور ملکہ گوہر ملک کی
تحسین و آفرین کرکے پرواز کر گئی بعد دم بھر کے ایک تخت اور چار ہزار دیو اور پریزاد ہمراہ لیے پھر آئی اور ملکہ
گوہر ملک کو تخت پر سوار کر کے سمت قلعہ شہر سنجان کے چلی حسب اتفاق شاہزادہ خاور سیاہ بلاب
قاسم کہین شکار کھیلنے کو نکلا تھا اُسنے ملکہ گوہر ملک کو تخت پر سوار اور گرد و پیش اُس تخت کے کئی ہزار
دیوون اور پریزادون کو جو دیکھا تو اپنا گھوڑا دوڑا کے ملکہ گوہر ملک کو سلام کیا اور احوال پوچھا ملکہ
گوہر ملک نے ساری سرگذشت اپنی قاسم کے روبرو بیان کرکے کہا کہ اب مین قلعہ سنجان مین جا کے
رہونگی قاسم نے بہت سی دلجوئی اور تسکین ملکہ گوہر ملک کی کرکے شبنم پری کو مع اُسکے دیو اور پریزادون
کے رخصت کیا اور ملکہ گوہر ملک کو محافے مین سوار کرکے سمت سنجان روانہ کیا مگر گلگون باختری کو
دیکھ کے نہایت پسند کیا

اب تتمہ داستان شہزادہ بدیع الزمان سے بیان کیا جاتا ہے

کہ جب افشاط دیو نے شاہزادہ عالم کو دوم پردہ قاف کے قلعہ مین لیجاکے قید کیا تو وہان پردہ دوم کا حاکم افغان
نامے ایک دیو ہے کہ بڑا زبردست اور سرکش ہے کسی کی اطاعت نہین کرتا تھا بلکہ شہنشاہ پردہ قاف ملکہ تہمان پری کو
بھی موجود نہین جانتا اس افشاط دیو نے افغان دیو سے سارا حال اپنے تعشق کا ملکہ گوہر ملک پر اور شاہزادہ
بدیع الزمان کے پکڑ لانے کا کہا افغان دیو نے پوچھا کہ وہی بدیع الزمان جسنے کرات دیو کو مارا تھا افشاط دیو نے
کہا کہ ہان وہی بدیع الزمان ہے افغان دیو نے افشاط دیو سے پوچھا کہ تو نے بدیع الزمان کو کیونکر

بکڑا ہی افشاط دیو نے کہا کہ ایک طمانچہ مارکے مین نے بدیع الزمان کو پکڑ لیا افغان دیو نے کہا تو وہ بدیع الزمان کو
میرے روبرو لا چنانچہ افشاط شاہزادۂ عالم کو قلعۂ دوم قاف سے افغان دیو کے پاس لایا اور شاہزادۂ عالم
نے باواز بلند فرمایا کہ سلام من در مجلس بران کسے باد کہ داند خداست عزوجل یکے ست و دین پیغمبر او برحق افغان
دیو نے سنکے کہا ای بدیع الزمان تجھے افشاط دیو نے ایک طمانچہ مارکے پکڑ لیا اور تو میرا نام نا دیدہ خدا کا
میرے سامنے زبان سے نکالتا ہی شاہزادۂ بدیع الزمان نے فرمایا کہ ای افغان دیو مین نے افشاط دیو کو
ایک طمانچہ مین زیر کیا تھا وہ مجھ سے فریب کرکے پانی کے بہانے چلا گیا جو سے روز جیب مین شدت تشنگی سے حالت
غش مین پڑا تھا اسنے مجھے یہان لاکے قید کیا ہی اور وہ بدذات محض جھوٹ بکتا ہی افغان دیو یہ حال سنکے
افشاط دیو سے نہایت رنجیدہ ہوا اور بہت ساغر سے تخت دست کیکے شاہزادۂ بدیع الزمان سے کہا کہ اب تو
میری اطاعت قبول کر شاہزادۂ عالی مقام نے فرمایا کہ جو مجھے بمردانگی زیر کرے البتہ مین اسکی اطاعت کرونگا افغان
دیو نے کہا کیا مضائقہ اور یہ کہکے اشارہ کیا کہ بدیع الزمان کی قید دور کرو شاہزادۂ بدیع الزمان نے کہا کہ مجھ حدادون کی
اور کسی کی سعی کی ضرورت نہین ہی اور یہ کہکے ایک زور مین ہاتھون کی ہتھکڑیان پاؤن کی بیڑیان مانند تار عنکبوت کے
توڑ کر پھینک دین افغان دیو یہ زور شاہزادۂ عالم کا دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور آپس مین دونون زورکشتی کا کرنے لگے
تھوڑی دیر مین شاہزادۂ بدیع الزمان نے کمربند افغان دیو کا پکڑ کے زمین سے اٹھا لیا اور چاہا کہ سر پر چرخ دے کر
زمین پر مارے افغان دیو پکارا کہ ای شہریار مجھے تو نے خاک سے اٹھا کے اپنے سر سے بلند کر دیا اب پھر مجھے
خاک مین کیون ملاتا ہی مین تیرا غلام ہون شاہزادۂ بدیع الزمان نے افغان دیو کو زمین پر رکھ دیا اور افغان
از سر صدق کلمۂ شہادت پڑھ کے مسلمان ہو گیا افشاط دیو نے جو افغان دیو کو مسلمان ہو جاتے دیکھا
تو بخوف جان سراسیمہ اور مضطرب ہوکے بھاگا شاہزادۂ بدیع الزمان و افغان بھی تعاقب مین
افشاط دیو کے روانہ ہوا

اب دو کلمے داستان شہنشاہ پردۂ قاف ملکہ آسمان پری سے گزارش کیے جاتے ہین

کہ سماق بن جنجہ دیو سے معرکہ رزم و پیکار درپیش تھا اور ملکہ زرشیہ سلطان سماق بن جنجہ کے ہاتھ سے زخمی
ہو گئی تھی اور ملکہ آسمان پری اسوقت دست بدعا تھی ناگاہ دیکھا کہ سامنے سے ایک دیو بدشکل بھاگا ہوا
چلا آتا ہی پیچھے سے شاہزادۂ بدیع الزمان گرد لشکر شکن باشمشیر عریان دوڑتا آتا ہی یہان تک کہ برابر تھا
دیو کے پہونچ کے دوال کمر پر ایک تیغہ مارا کہ مثل خیار تر دو پرکالے ہوکر لاشہ اسکا گرا اور خاک و خون مین تڑپنے لگا
ملکہ آسمان پری شاہزادۂ بدیع الزمان کو دیکھکر نہایت خوش ہوئی اور شاہزادۂ نامور کو تخت پر سے کود کر
اپنے گلے سے لگا لیا شاہزادۂ بدیع الزمان نے مجرا کیا ملکہ آسمان پری نے دعا دی اور اپنے لشکر مین بلا لائی
اور احوال سماق دیو کے معرکۂ جنگ و جدال کا اور ملکہ زرشیہ سلطان کے زخمی ہونے کا بیان کیا شاہزادۂ
بدیع الزمان ملکہ آسمان پری سے اجازت لیکر میدان مین بمقابلہ سماق بن جنجہ دیو نکلا اور تھوڑی
دیر مین سماق کا کمر توڑ کے زمین سے اٹھا لیا اور سر پر چرخ دے کر زمین پر مارا اور چڑھ بیٹھا کہ تمام اسکی چھاتی پر
بیٹھ کے اس دیو سے فرمایا کہ مسلمان ہو اس سماق بن جنجہ دیو علیہ اللعن نے شاہزادۂ والاشان کو گالی
دی اسوقت شاہزادۂ والا قدر نے سر اسکا پکڑ کے دھڑ سے کھینچ لیا یہ حال سماق دیو کا دیکھ کے تمام فوج
اسکی بھاگ کھڑی ہوئی ملکہ آسمان پری نے شادیانے فتح کے بجوائے میدان سے مع شاہزادۂ بدیع الزمان

کے مراجعت فرمائی بموقعت شاہزادۂ عالیشان بدیع الزمان نے افغان دیو کی ملکہ آسمان پری سے ملازمت حاصل
کرائی اور ملکہ آسمان پری نے گلستان ارم میں تین روز بڑی دھوم سے شاہزادۂ عالم کی دعوت کرکے روز چہارم
بحسب استدعاے شاہزادۂ نامور ایک تخت پر شاہزادۂ والا تبار کو سوار کر دیا کے چار دیووں کو حکم دیا کہ شاہزادۂ
بدیع الزمان کو ملک باختر میں بحفاظت تمام لیجاؤ حسب الحکم ملکہ آسمان پری کے چار دیو تخت شاہزادۂ
بدیع الزمان کا لیکے سمت باختر روانہ ہوئے اثناے راہ میں قریب شکارگاہ سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے
شاہزادۂ عالی مقام نے ایک پریزاد لال پوش کو دیکھا کہ شکار کھیل رہا ہے اسنے بھی شاہزادۂ بدیع الزمان کو دیکھ کر
پہچانا اور اقرار ہوا خواہی قاسم کا کرکے اسنے کہا کہ اے بدیع الزمان میں تجھے اس صحرا میں اتنے عرصہ تک حیران اور
سرگردان کرونگا کہ جتنے عرصہ میں شاہزادۂ خاور سپاہ ملک قاسم لعل ختنان خونریز خاوری کل باختر کو سخر
کرلے اتنا کہکے اُس پریزاد لال پوش نے اپنے ساتھ والے دیووں سے اشارہ کیا کہ ہاں ان چاروں دیووں سے تخت
بدیع الزمان کا چھین لو اور بموجب حکم اُس لال پوش کے سیکڑوں دیو دوڑے اُن چاروں دیووں نے جو
بدیع الزمان کو تخت پر سوار کیے لیے جاتے تھے ان دیووں کو اپنی جانب آمادۂ جنگ آتے ہوئے جو دیکھا تو جلدی
سے تخت کو وہیں زمین پر رکھ کے بھاگ کھڑے ہوئے اُس پریزاد لال پوش نے جب دیکھا کہ دیو
بدیع الزمان کا تخت چھوڑ کر بھاگ گئے قہقہہ مار کے آپ بھی تمام اپنے ساتھ کے دیووں کو لے کے ایک سمت
کو پرواز کنان نکل گیا شاہزادۂ بدیع الزمان اس حرکت سے لال پوش کی نہایت درہم اور برہم ہوا اور جبکہ
کوئی تدبیر نہ سوجھی تب ناچار تخت پر سے اتر پڑا اور رخش ہمت کو گرداں کے پیادہ پا توکل بر کریم کارساز کرکے اُس صحرا میں
ایک سمت کو روانہ ہوا اور سات شبانہ روز وعرصہ راہ کو طے کرکے روز ہشتمی ایک دریا کے کنارے پر پہونچا اور اپنے دل میں
کہتا تھا کہ کیونکر اس دریا سے اُس طرف پہونچوں آخرکار تیغ آبدار کو نیام سے کھینچ کر درختوں کو کاٹا اور ایک بیڑا باندھ کے
دریا میں ڈال دیا اور اس بیڑے پر سوار ہوکے روانہ ہوا بعد دو روز کے برابر ایک جزیرے کے پہونچا اور اُس بیڑے پر
سے اُتر کے دریا سے نکلا اور کنارے کنارے دریا کی فضا اور کیفیت وہاں کی دیکھتا چلا جاتا تھا ناگاہ دیکھا کہ ایک گنبد
بلور کا ہے شاہزادۂ عالم جیسا قصد اُس گنبد کے اندر قدم زن ہوا وہاں جو خیال کیا تو چاروں طرف بہت سی مسندیں
بچھی ہوئی ہیں اور ایک مشعل ہفت سر زمین میں گڑی ہوئی ہے مگر کوئی انسان اور حیوان وہاں نظر نہیں آتا شاہزادۂ
عالم گنبد سے باہر نکلا اور کچھ میوہ درختان صحرائی سے توڑ کے تناول فرمایا اور وہاں سے چند قدم آگے بڑھا تو ایک مرد پیر
نہایت نورانی صورت کو دیکھ کر شاہزادۂ عالی مقدار نے سلام کیا اور اُسنے جواب سلام کا شاہزادۂ عالی مقام کو
دے کے احوال پوچھا کہ صاحبزادے تو کون ہے اور یہاں تیرا گذر کیونکر ہوا شاہزادۂ والا قدر نے اپنا نام اور اپنا
حسب و نسب بیان کیا جب اُس پیرمرد نے حسب و نسب اور نام شاہزادۂ بدیع الزمان کا سنا تو سرو قد
اٹھکر تعظیم دی اور کہا کہ اے شہریار مجھے ترجمان پیر کہتے ہیں اور میں پوتا آصف بن برخیا کا ہوں اور اُس
جزیرے کا نام جزیرۂ خرم مشہور ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ جزیرہ مرغان خوش الحان اور
طائران شیرین بیان کو عطا فرمایا ہے دن بھر تو یہاں طرح طرح کا طیور چرند پرند رہتے ہیں اور رات کو ہومان نامے ایک
دیو مشعل دار مشعل ہفت سر سلیمانی کا آکے رہتا ہے آج شب کو میں اسکے پاس جاکے تیرے باب میں سعی کرونگا
شاید ہومان دیو تجھے باختر تک پہونچا دے چنانچہ شب کو شاہزادۂ بدیع الزمان اُسی ترجمان پیر کے ہمراہ
اُس ہومان دیو کے پاس آیا اور اُس پیر نے حال شاہزادۂ بااقبال کا بیان کرکے بہت سی سفارش کی

ہومان دیو نے شاہزادۂ عالم کی بہت سی تعظیم کرکے بڑے اعزاز و تکریم سے بٹھلایا ترجمان پیر نے کہا کہ ای ہومان میں نے کبھی اپنے
مطلب کے واسطے تجھے تکلیف نہیں دی مگر آج ایک عرض میری یہ ہی کہ شاہزادۂ بدیع الزمان کو اس ویران جنگل سے
نکال کے آبادی میں پہونچادے ہومان دیو نے کہا میں ایک شرط سے شاہزادۂ عالم کو جہاں یہ فرمائیں ابھی پہونچائے دیتا ہوں
کہ یہ بھی میرا ایک کام کردیں شاہزادۂ والا قدر نے پوچھا کہ تیرا کیا مطلب ہی ہومان دیو نے کہا یہاں جبار شاہ نام
ایک دیو میرا چچا رہتا ہی میں لاکھ تیرہ سو دیوان قاف اسکے مطیع اور فرمانبردار ہیں اسکی بیٹی پر میں عاشق ہوں جب
میں اُس سے اسکو طلب کرتا ہوں وہ مجھسے ایسے مشکل کام کو کہتا ہی کہ جو مجھسے ہو نہیں سکتا شاہزادۂ بدیع الزمان
نے کہا کہ ای ہومان تو مجھے اپنے چچا جبار شاہ کے پاس لے چل جو کچھ وہ کہیگا میں اُس کام کو بحکم خداے عزوجل کردونگا
ہومان نے خوش ہوکے کہا کیا مضائقہ غرض روز دوم ہومان دیو شاہزادۂ بدیع الزمان کو لیکے جبار شاہ کے
پاس آیا اور کہا کہ یہ جوان آدمزاد اس لیے آیا ہی کہ جو شرط اور جو کام تو کہے یہ کردیگا جبار شاہ نے کہا ای آدمزاد تو میری
شرط بجا لاویگا شاہزادۂ عالم نے کہا انشاء اللہ تعالی جبار شاہ یہ بات سنکے دوسرے روز صبح کے وقت شاہزادۂ
بدیع الزمان کو اپنے ساتھ ایک پہاڑ کے نیچے لایا اور کہا کہ اس پہاڑ پر چار سو جوڑی نقارون کی اور چار ہزار قرنا
رکھی ہیں اور چار حبشی زنجی ایک ایک انار اور ایک ایک تلوار ہاتھوں میں لیے کھڑے ہیں اور ایک تاج مرصع ایک تخت
پر رکھا ہی اور ایک گھوڑا زیر باد سلیمانی وہان چرتا پھرتا ہی جو کوئی اُس طرف کو حملہ جانے کا کرتا ہی وہ نقارے
اور وہ قرنا خود بخود بجنے لگتے ہیں اور وہ حبشی انار چھوڑتے ہیں ان اناروں کی آگ سے جو کوئی وہان جاتا ہی جل کے
خاک ہو جاتا ہی بس میں چاہتا ہوں کہ گھوڑا زیر باد سلیمانی اور وہ تاج تو وہان سے میرے واسطے لادے تا میں وہ
تاج اور وہ گھوڑا اپنی بیٹی کے جہیز میں دوں اور جو شخص اس شرط کو پوری ادا کرے میں اُسکا دین قبول کروں شاہزادۂ
بدیع الزمان نے چار روز کی مہلت مانگی اور اپنے مقام پر آکے عبادت الٰہی میں مشغول ہوا روز دوم صبح کے
وقت خواب میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی انگشتری دیکے فرمایا کہ ای فرزند میری اس انگشتری کو تو آصف
بن برخیا کے پوتے ترجمان پیر کو جاکے دے کہ وہ لوح اس طلسم کی تجھے دیگا جو اُس لوح میں لکھا ہو تو اُسپر عمل
کرنا شاہزادۂ بدیع الزمان نے بموجب ارشاد حضرت سلیمان علیہ السلام کے وہ انگوٹھی لیجاکر ترجمان پیر آصف
بن برخیا کے پوتے کو دی اور اُسنے لوح طلسمی کو ایک صندوق میں سے نکال کے شاہزادۂ عالم کے حوالے کیا
شاہزادۂ بدیع الزمان نے جو اُس لوح کو ملاحظہ کیا تو اُسمیں لکھا تھا کہ ای طلسم کشا اس پہاڑ پر جا اور وہاں زیر کوہ ایک دریا
ناپیدا کنار تجھے نظر پڑیگا تو اُس دریا میں بخوف و خطر یہ دعا پڑھ کے کود پڑنا آگے پھر جو کچھ کہ عجائبات دیکھنا مطابق
لوح کے عمل کرنا شاہزادۂ عالی مقام حسب الحکم لوح کے اُس پہاڑ پر چڑھ گیا اور وہاں سے دیکھا کہ زیر کوہ ایک دریا موجزن
ہی شاہزادۂ عالم نے اپنے دل کو کرم کریم کا امیدوار کرکے جھٹ پٹ اپنے تئیں اس دریا میں گرا دیا جبکہ دریا سے باہر
نکلا تو تمام اپنی پوشاک کو خشک کرکے ایک شہر کے دروازے پر آیا تو وہاں قریب چار ہزار آدمیوں کے بیٹھے تھے
اور ایک کمان لٹکی تھی اُن آدمیوں نے شاہزادۂ بدیع الزمان کو آتے دیکھکر کہا کہ اس شہر کا یہ قانون ہی کہ جو شخص
اس کمان کو کھینچتا ہی اُسکو تو اندر شہر کے جانے دیتے ہیں اور جو وہ اس کمان کو نہیں کھینچ سکتا اُسکو قتل کرتے ہیں
اگر تو اس کمان کو نہ کھینچ سکیگا تو بلاشک و شبہہ مارا جائیگا شاہزادۂ والا قدر نے لوح کو ملاحظہ کیا تو اُسمیں
معلوم ہوا کہ ای شکستہ طلسم جب تو دریا سے نکل کے ایک شہر کے دروازے پر پہونچے اور وہاں کمان کو لٹکتا دیکھے
تو اُس کمان کو جلدی سے کھینچ لینا اور وہ جو تیر کہ دروازے کے برابر رکھے ہیں اُنکو اُٹھا لے جیتی اور سرعت تمام

تیر و کمان کو لیے اندرون شہر چلے جاتا بچرا گئے جو کام درپیش ہو بغیر دقت کے دیکھے غرض تا شاہزادہ عالم نے بموجب حکم
لوح اُس کمان کو کھینچ کر جلدی سے اُن تیروں کو جو دروازے کے پہلو میں رکھے تھے لیکے مع تیر و کمان اندرون شہر داخل ہوا
اور وہاں سر میدان ایک درخت چنار نظر آیا اور شاخ پر اُس درخت کے ایک انار لٹکا ہوا دیکھا شہر کے آدمیوں نے
شاہزادۂ عالم سے کہا کہ اُس انار کو تیر سے اُڑا دے شاہزادۂ بدیع الزمان نے لوح کو جو دیکھا تو اُسمیں لکھا تھا کہ شکنندۂ
طلسم اگر تو اِس انار پر تیر مارے گا تو ابھی جل جائیگا اور جو تو بموجب ان لوگوں کے کہنے کے تیر مارے گا تو یہ سب آدمی مجتمع ہو کے
تجھے مار ڈالینگے لہذا لازم ہے کہ تو اس درخت کو زور کرکے گرا دے وہاں اس درخت کی جڑ میں ایک اژدہا منہ کھولے
بیٹھا ہے اُسکے منہ میں تو کود پڑ شاہزادۂ عالم نے حسب الحکم لوح کے اُس درخت کو ایک ہی زور میں گرا دیا اور اندر اُسکے
ہوا بھی ایک اژدہا منہ کھولے بیٹھا تھا شاہزادۂ والا قدر بموجب حکم اُس لوح کے بےخوف وخطر اُسکے منہ میں کود پڑا جب
آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ایک بڑا مکان پختہ ہے اُسمیں ایک دیو پڑا سوتا ہے اور اُس دیو کی چھاتی پر ایک انار رکھا ہے اور دست
سے انار اُس مکان کی دیواروں کے طاقوں پر رکھے ہیں شاہزادۂ بدیع الزمان نے لوح کو دیکھا اُسمیں رقیم تھا کہ
دیو کو جگا دے وہ دیو اپنی چھاتی پر سے وہ انار اُٹھا کے تجھے دے گا تو اُس انار کو اُس دیو کی چھاتی پر مارنا کہ آگ
پیدا ہوگی اور دیو جل کر مر جائے گا بعد اسکے تجھے ایک حوض پانی کا نظر آئے گا تو اُس حوض میں کود پڑنا وہاں قبلہ رو
ایک دروازہ ہوگا تو اُس دروازے کا قفل توڑ کے اندر جانا شاہزادۂ بدیع الزمان نے مطابق نوشتہ لوح کے
عمل کیا جب اندر اُس دروازے کے گیا تو وہاں ایک باغ بہت دلچسپ دیکھا اور ایک گھوڑا بندھا ہوا تھا اور
تاج رفعت رکھا تھا اور ایک حبشی بیٹھا تھا اُس حبشی نے شاہزادہ بدیع الزمان کو دیکھکر سلام کیا اور کہا لوح مجھے
دے اور یہ گھوڑا اور تاج رفعت اور گنج اور گوہر سب یہاں سے لیجا شاہزادۂ عالم نے لوح کو ملاحظہ کیا اُسمیں مرقوم
تھا کہ کیا مضائقہ تو لوح کو عنقا پوش بن قیصر پوش بن فراموش زنگی کے حوالے کر دے شاہزادۂ بدیع الزمان
نے بموجب حکم لوح کے لوح اُسکو دے دی اور اُنکو اِس طلسم کا بادشاہ کرکے وہ تاج رفعت اور وہ اسپ زیرباد
سلیمانی اور تمام مال و اسباب طلسم کا اُسی عنقا پوش زنگی کو سپرد کیا اور فرمایا کہ بوقت معرکۂ جنگ اور
لشکر کشی بر سر گنجاب تجھے طلب کرونگا اُسوقت یہ تمام خزانہ اور جواہر و مال و اسباب طلسمی اور یہ تاج رفعت
سلیمانی اور یہ گھوڑا زیرباد سلیمانی اپنے ہمراہ لیکر حاضر ہونا اُس حبشی نے عرض کی کہ شہریار اِس تاج کو اپنے پاس
سے جدا نہ کرو کہ یہ متبرک ہے اور باقی مال اسباب طلسمی غلام لیکے حاضر ہوگا شاہزادۂ عالم وہ تاج اُس سے لیکر طلسم سے
باہر نکل آیا اور چنار شاہ نے مسلمان ہوکر اپنی بیٹی کی شادی ہومان دیو سے کردی اور یہ کہدیا کہ بوقت لشکر کشی بر سر
گنجاب مشتعل ہفت سر سلیمانی کو ضرور روشن کرنا بعد اسکے ہومان دیو شاہزادۂ بدیع الزمان کو لیکے سمت باختر روانہ ہوا

اب دو کلمے داستان لشکر فیروزی اثر سلطان صاحبقران سے گزارش کیے جاتے ہیں

کہ وہ کشتیاں طوفانی ہوکر تباہ ہو گئیں انمیں سے عمر معدیکرب پہلوان عادی مع بارگاہ سلیمانی اور اپنے
ساتھ والوں کے دربند غرابیہ میں آکر نکلا اور پہلوان عادی نے اب جو غور کیا تو سوا اپنے ساتھ والوں کے
اور کسی سردار اور شاہ و شہریار کی کوئی کشتی نہیں نظر آئی ناچار پہلوان عادی نے اسباب کشتیوں پر سے اُتروا کے
کنارے پر رکھا اور آپ مع اپنے ساتھ والے سب پہلوانوں کے کشتیوں پر سے اُتر کے اُس شہر کی سیر کے واسطے گیا
وہاں دیکھا کہ ایک اکھاڑا کشتی کا بنا ہے اور ہزاروں تماشائیوں کا مجمع ہے اور ایک جوان ارکان کشتی گیر
نامے پہلوان اکھاڑے میں جانگیہ اور لنگوٹا باندھے اپنے شاگردوں کو زور کشتی دلا رہا ہے اور رہ رہ کر خود لاف و گزاف

کر کے کہ رہا ہے کہ آج کہاں ہے رستم و سہراب و بیژن برزو اور کہاں ہے حمزہ صاحبقران عرب کہ میرے سامنے آئے
اور مجھ سے مقابلہ کرے پہلوان عادی نام سلطان صاحبقران کا اور یہ لاف گزاف ارکان کشتی گیر کا سنکے نہایت
خشمگین ہوا اور اُس اکھاڑے میں گھس کے کہا کہ ویلک ہزار یہ کیا تو جھک مار رہا ہے اور جہان میں ہوں تو کیا دعوے
پہلوانی کا کرے گا یہ کہکے ارکان کشتی گیر سے زور کشتی کا کرکے آن واحد میں ارکان کشتی گیر کو پچھاڑ دیا چار طرف سے
واہ واہ واہ واہ کا شور و غل ہوا پہلوان عادی نے ارکان کو زیر کر کے کہا ویلک ہزار میں بہت دور سے
چلا آتا ہوں اور بھوکا ہوں کچھ میرے کھانے کے واسطے جلد لاؤ تمام لوگ تو پہلوان عادی کے لیے کچھ نان اور
کباب وغیرہ کھانا لینے کو گئے اس عرصہ میں اور پہلوان ساتھ والے پہلوان عادی کے سیر کرتے ہوئے وہاں
آنکلے وہ بھی پہلوان عادی کو دیکھ کر وہیں بیٹھ گئے ناگاہ وہ لوگ کھانا بہت سا لے کر آئے پہلوان عادی مع اپنے
سب یاروں کے کھانا کھانے میں مصروف ہوا تھا کہ ایک غل ہوا پہلوان عادی نے پوچھا کہ یہ شور و غل کیسا ہے لوگوں نے کہا کہ
کچھ خدا پرست اس دربند غرابیہ کی سرزمین پر دریا کی راہ سے آکر اُترے تھے اور بارگاہ بہت بڑی شاہانہ کہ نام اُسکا شاید
بارگاہ سلیمانی مشہور ہے لب دریا استادہ کی تھی یہاں کا جو بادشاہ غراب صحرانشین ہے اُسنے اُن خدا پرستوں سے
وہ بارگاہ اور سارا مال اسباب چھین لیا ہے عمرو معدیکرب یعنی پہلوان عادی یہ حال سنکے نہایت غیظ و غضب میں
آیا اور کہنے لگا کہ تمہارے بادشاہ نے بہت سا جھک مارا وہ بھی اپنی سزا کو پہنچے گا یہ کہکے وہاں سے
اُٹھ کھڑا ہوا اور مع اپنے ساتھ والے پہلوانوں کے سر راہ آ کے غراب صحرانشین سے مقابلہ کیا غراب صحرانشین
نے نہایت پیچ و تاب کھا کے تلوار ماری پہلوان عادی نے تخت شدادی کی پشت سے اسکی ضرب کو روک کر
تلوار اسکی توڑ ڈالی اور ایک ضرب اسکے سر پر ماری کہ غراب صحرانشین مع مرکب پیوند زمین ہو گیا اور اسکی فوج و
سپاہ نے پہلوان عادی کو محاصرہ کر کے چار طرف سے شمشیر و نیزہ مارنا شروع کیا ہر چند پہلوان عادی نے بہت سے
کفار کو جہنم واصل کیا مگر جب دیکھا کہ فوج کفار کا بڑا غلبہ ہے تو بجناب باری ملتجی اور مستدعی ہوا ناگاہ کشتیاں مرزبان
خراسانی کی بھی اُسی دربند غرابیہ کے لب دریا آکر لگی تھیں جس وقت کہ مرزبان خراسانی نے کشتی سے اُتر کے پہلوان
عادی کو معرکہ آرائے رزم و پیکار دیکھا تو وہ بھی مع اپنے سرداروں کے غراب جہنمی کی فوج پر آ گرا اور قتل عام
کرنا شروع کیا وہ لشکر بے سردار اور بے مالک کا تاب مقاومت کی نہ لا سکا الامان الامان پکارا مختصر یہ کہ سب
مسلمان ہو گئے اور پہلوان عادی نے دربند غرابیہ کو اسلام آباد کر کے مع مرزبان خراسانی چندے وہاں
مقام کیا اور لوگوں سے حال شاہزادہ قاسم کا پوچھا سبھوں نے کہا کہ ملک قاسم سرزمین سماٹیہ میں جلوہ فرما
ہیں مرزبان خراسانی نے کہا کہ اب بہتر یہ ہے کہ میں بخدمت شاہزادہ خاور سپاہ در دولت جا کے حاضر ہوں
پہلوان عادی نے کہا کہ میں بھی ہوا خواہ شاہزادہ خاور سپاہ کا ہوں میں بھی تیرے ہمراہ چلتا ہوں القصہ
پہلوان عادی اور مرزبان خراسانی یہاں سے روانہ ہوئے وہاں شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم
مع اپنے سب ہمنشینوں اور مصاحبوں کے بارگاہ میں بیٹھا ہوا تھا اور شاہزادہ کرب غازی بھی حرکات
سے شاہزادہ قاسم کی نہایت رنجیدہ اور پریشان حال ایک طرف بیٹھا تھا کہ سامنے سے ایک ہرکارے
نے آکے عرض کی کہ اے شہریار پہلوان عادی نے دربند غرابیہ آکے غراب صحرانشین کو مارا فوج
غراب کی چار طرف سے جلوہ کر کے پہلوان عادی سے لڑ رہی تھی اسی عرصہ میں مرزبان خراسانی بھی اسی
دربند میں جا کے وارد ہوا اور اسنے پہلوان عادی کی مدد کر کے بارگاہ سلیمانی مع اسباب کے چھین لی

اب بائیس ہزار آدمیوں کے لشکر سے آپ کے پاس آتے ہیں قاسم یہ خبر سنکے بہت خوش ہوا اور جانب
کرب غازی مخاطب ہوکے کہنے لگا کہ بارگاہ سلیمانی کو کھا گئے تھے مگر اب بفضل الٰہی سے پھر ہاتھ آئی ہے
اور یہ کہکے اپنے سرداروں سے کہا کہ پہلوان عادی اور مرزبان خراسانی کا جاکے استقبال کرو اور بڑے اعزاز
و اکرام سے میرے پاس لاؤ حسب الحکم ملک قاسم کے تمام سردار استقبال کرکے پہلوان عادی و مرزبان خراسانی
کو بارگاہ میں شاہزادہ خاور سیاہ کی لائے شاہزادہ خاور سیاہ نے بارگاہ سلیمانی کو استادہ کروایا کرب غازی
نے کہا ای شہریار سلطان صاحبقران عنقریب تشریف فرما ہونگے مناسب یہ ہے کہ آپ اس بارگاہ کو استادہ نہ کریں
شاہزادہ قاسم نے کہا اے کرب غازی تو ہوا خواہی شاہزادہ بدیع الزمان نہیں چھوڑتا ہے اگر یہ بارگاہ بدیع الزمان
کے پاس پہونچتی تو تو آپ اپنے ہاتھ سے بارگاہ سلیمانی کو استادہ کرتا دست راستیوں نے ایسا کونسا کام دلیری اور
مردانگی کا کیا ہے شاہزادہ کرب غازی نے کہا کہ دست چپیوں نے کیا مردانگی اور بہادری کی ہے خاور سیاہ نے کہا
عمرو معدیکرب پہلوان عادی نے عقرب صحرانشین کو مارا اور مرزبان خراسانی نے اختریہ کو سر کیا قاسم
نے کہا تم دست راستیوں میں جو ملک ساربنج نے تمہیں پکڑ کے کس بلا میں گرفتار کیا تھا اگر میں تمہاری مدد کو نہ پہونچتا
تو خدا جانے وہ منحوس عذاب الیم سے قتل کرتا شاہزادہ کرب غازی نے کہا کہ ای قاسم یہ احسان اپنا تو مجھ پر
رکھتا ہے یہ کہکے آبدیدہ ہوکر رہ گیا اس عرصہ میں چند سوداگر تحفہ تحائف لیکے آئے شاہزادہ قاسم نے پوچھا کہ تمہارا
آنا کہاں سے ہوا انہوں نے بیان کیا کہ ای شہریار دارا سے سواد ہندوستان رکن السلطنت دوران جانشین مسند
حمزہ صاحبقران رستم زمان لندھور بن سعدان در ہندیزیانیہ میں آکے وارد ہوا اور زریمان یکدست کو
کہ اشجع روزگار اور بہادر ادھر مامور سے ملک باختر میں مالک سات لاکھ سوار دلیران عرصہ کارزار کا مشہور
و معروف تھا اسے زیر کرکے مطیع اور فرمانبردار بنا لیا شاہزادہ قاسم نے کہا بس شجاعت اور بہادری اسکی
ظاہر ہے جیسے ایک ہاتھ کے آدمی سے کیا ہوسکتا ہے سوداگروں نے کہا کہ ای شہریار اگرچہ وہ ایک ہاتھ کا آدمی ہے
لیکن تو یہ کا مقام ہے لکھوکھا بہادروں میں اسنے سیکڑوں کارنمایاں کیے اور ایسا بہادر ہے کہ ملک باختر میں
کسی سے اسکی آنکھ سوائے دلی و تیغ شاہزادہ بدیع الزمان سے زیر ہونے کے کبھی کہیں نیچے نہیں ہوئی
اور شہریار عالم خسرو جہاندار ہندوستان نے سوائے زریمان یکدست کے زیر کرنے کے اور بھی تو بڑے بڑے
کارنمایاں اس سرزمین پر آکے کیے ہیں عماد بن محمود کرا زندان در بند محمودیہ سے پانچ لاکھ سوار کا لشکر
لیکے بمقابلہ لندھور آیا تھا لندھور نے آن واحد میں اسکو پکڑ لیا اور سبھوں نے کلمہ پڑھکے لندھور کی اطاعت
قبول کی اب ہزار ہا لشکر تیار کرکے ارادہ رکھتا ہے کہ شاہزادہ بدیع الزمان کی مدد کے واسطے روانہ ہو جب
لندھور کا حال زبانی سوداگروں کی شاہزادہ کرب غازی نے سنا تو سر اپنا اٹھا کے کہا فی الحقیقت
دست راستی ایسے ہی بہادر ہیں کہ سات سات لاکھ پانچ پانچ لاکھ سوار و پیادے کے سرداروں اور
بہادروں کو اپنا مطیع اور فرمانبردار کرتے ہیں شاہزادہ قاسم یہ کلام کرب غازی کا سنکے نہایت
درہم اور برہم ہوا اور کہا ای کرب جب تک تجھ سے کوئی بات نہ پوچھے تو ہر بات میں کیوں دخل دے
بیٹھتا ہے ابیات سخن تا نپرسند لب بستہ دار ۔ گہر شکستی تیشہ آہستہ دار ۔ نپرسیدہ ہر کو سخن یاد
کرد ۔ ہمہ گفتہ خویش بر باد کرد ۔ کرب غازی اس گفتگو سے شاہزادہ خاور سیاہ کی اور زیادہ تر رنجیدہ ہوا اس
عرصہ میں ایک ہرکارے نے آکے عرضداشت مالک اژدر کی بنظر شاہزادہ قاسم گذرانی اسمیں

لکھا تھا کہ میں نے دربند ملوکیہ میں آکے ملوک نیزہ دار کو مسلمان کیا اور تمام ملوکیہ کو اسلام آباد کر کے جس وقت
سے کہ میں نے سُنا ہے کہ تم نے بعد بدیع الزمان کے شکست کھائی ہے جی چاہتا ہے کہ میں تلافی اُس شکست کی کروں
اور امیر حمزہ صاحبقران کے آنے تک سرزمین باختر میں کارہاے نمایاں کروں شاہزادہ قاسم نے مضمون خوشنامہ
کا دریافت کر کے اُس پیادے سے کہا کہ تو جا کے مالک اژدر سے کہنا کہ گنجایش ہے تو نے اب تحقیق میں نے شکست
کھائی ہے مگر ایسا کمزور بھی نہیں ہوں جو کسی سے شکست کھا جاؤنگا مگر زمان اُنسے دغا سے مجھے شکست دی ہے یہ
دیکھنا کہ اب کی مرتبہ میں اُسکے ساتھ کیا کرتا ہوں اور مالک سے کہدینا کہ تو میرے پاس جلد آ غرض یہ کہکے اُس
ہرکارے کو رخصت کیا اور پھر کرب کی طرف متوجہ ہو کے کہا کہ کیوں کرب غازی بہادران دست چپ کا حال سُنا
کرب غازی نے کہا کہ اے شہریار میں اب کچھ منہ سے نہیں کہونگا کیونکہ مجھ کو رنج بہت ہے جو بات میں کہونگا وہ
تمکو ناگوار ہوگی پھر مجھے بولنا کیا ضرور تم ذراسی بات میں آزردہ اور بدمزاج ہوجاتے ہو اور میں بھی دیوانہ اور جاہل
اور بدمزاج مشہور و معروف ہوں پس اس سے بہتر یہی ہے کہ جو کچھ تم کہو وہ میں سنونگا تمکو جواب نہ دونگا شاہزادہ
قاسم یہ تقریر کرب غازی کی سنکے بہت ہنسا اور کہا کہ بہت بہتر القصہ وہ پیادہ گیا اور ابلاغ پیام شاہزادہ قاسم
کا روبرو مالک کے کیا مالک اژدر شاداں و فرحاں اسی وقت سوار ہو کے مع اپنی سات لاکھ جوانوں کے
ملوک نیزہ دار کو ہمراہ لیے بخدمت شاہزادہ خاور سپاہ روانہ ہوا قضاے کار سمک بن کوس اور کوس بن
سمک ہندی ترپ دس ہزار زنجیر فیل خسرو بلاد ہند کے دس گروہ میں واسطے چرائی کے لے گئے تھے مالک اژدر
جو اُس طرف سے نکلا تو مالک کے دل میں یہ خیال آیا کہ کچھ اپنی چالاکی اور سپہگری لندھور کو دکھلاؤں اور یہ
خیال کر کے مع اپنے لشکر کے سمک بن کوس اور کوس بن سمک کی جانب مخاطب ہوا اور سمک کو زخمی کر کے
سب ہاتھی چھین لیے اور اپنے بیٹے ابراہیم بن مالک کے سپرد کر کے کہا کہ سب ہاتھی تو لیے میرے پیچھے چلا آ یہ کہکے
مالک اژدر بخدمت خاور سپاہ ملک قاسم روانہ ہوا وہاں سمک بن کوس نے لندھور سے جا کے سارا ماجرا
بیان کیا لندھور نہایت غیظ و غضب میں آکے چاہتا تھا کہ اُٹھے زریان پیلدست نے کہا کہ آپ کیوں تکلیف
کرتے ہیں میں جاکے ہاتھیوں کو ابھی لیے آتا ہوں یہ کہکر اُٹھ کھڑا ہوا اور تلاش میں مالک اژدر کی جاتے جاتے
جہاں ابراہیم بن مالک خوشی خوشی تمام ہاتھیوں کو لیے جاتا تھا وہاں پہونچا اور زریان نے نعرہ کوہ شگاف
کر کے کہا کہ ہاتھی اے خیرہ سر تیرہ روزگار اب تو کہاں جاتا ہے ابراہیم بن مالک نے جو پلٹ کر دیکھا کہ ایک
جوان گھوڑا سرپٹ ڈپٹے لگاتا ہوا چلا آتا ہے ابراہیم بن مالک وہیں اپنی فوج کا پرا جما کے کھڑا ہوا
اور فضا میں زریان پیلدست اور ابراہیم بن مالک کے مقابلہ اور مجادلہ ہوا زریان پیلدست نے بعد جنگ
نیزہ اور گرز و شمشیر در کشتی میں ابراہیم بن مالک کو زیر کیا اور دونوں ہاتھ ابراہیم کے باندھ کے موزوں میں
اُسکے رنگ بر کے گلے میں ڈال دیے اور پابرہنہ کر کے کہا کہ آپ تشریف لیچلیے اور اپنے بابا جان
مالک اژدر سے جاکے سارا حال کہیے گا بعد ازاں اُن سب ہاتھیوں کو لے کے بخدمت خسرو بلاد ہندوستان
آیا اور سارا حال وہاں کا بیان کیا لندھور نے بہت سی تعریف زریان کی کر کے خلعت دیا اور باتفاق باہم بزم
عیش و طرب میں بیٹھے اور باتیں کرنے لگے وہاں مالک اژدر نے بخدمت شاہزادہ قاسم سب حال لندھور
کے ہاتھیوں کے چھین لانے کا بیان کیا اور کہا کہ نہیں معلوم کہ ابراہیم کو اتنی دیر کیوں لگی مجھے نہایت اندیشہ
ہو کہ مبادا کہیں راہ میں کسی اور شخص سے تازہ مفسدہ نہ ہو گیا ہو ابھی مالک اژدر یہی باتیں کر رہا تھا

کہ اتنے مین ابراہیم بن مالک بھی پہونچا اور اُس نے بعد سلام کے جو کچھ سرگذشت وہان کی تھی مفصلاً اور مشروحاً
بیان کی اور سارا احوال زریجان کے آنے اور اپنے زیر ہونے اور مالخیون کے چھین لیجانے کا بیان کیا
مالک اژدر عطا اُنکے نیزہ اور تیغ کے اُٹھا کر بھاگا ہوا شاہزادہ خاور سیاہ و ملک قاسم اور وزبان
خراسانی بیرون بجز اسکے کھڑے کے اُٹھے کرب غازی نے ہنسنا شروع کیا اور کہا کہ تم صاحب جو اتنا
جانتے ہو کہ دست راستیون سے ہم لوگ تمہاری عہدہ برآ نہین ہو سکتے تو دو چار ہزار یار اور مددگار پیدا کرو
تب جانا مالک اژدر نہایت اپنے جی مین منفعل اور افسردہ ہوا اور شاہزادہ خاور سیاہ اور وزبان خراسانی
وغیرہ سب کو اپنے ہمراہ آنے کے واسطے ممانعت کر کے مادیان عربی پر چڑھ کے زریجان یکدست سے
آمادہ رزم و پیکار روانہ ہوا مگر قاسم نے کرب غازی کی طرف سے زیادہ تر کینہ اپنے دل مین پیدا کیا
وہان لندھور بن سعدان اور زریجان یکدست جو صحبت عیش مین بیٹھے تھے ناگاہ ایک پیادے نے
آکر عرض کی کہ باخسرو بلاد ہند مالک اژدر سے تہیۂ جنگ آتا ہے لندھور نے جو یہ سُنا خود ہی جھٹ پٹ
اپنے ہاتھی پر سوار ہو کے خیمہ سے باہر نکلا اُس طرف سے مالک اژدر آیا اور دونون سے معرکۂ رزم و پیکار
درپیش ہوا اس عرصہ مین نقابدار سرخ پوش نمودار ہوا اور پکارا کہ تم ہو خواہ شاہزادۂ خاور سیاہ
ملک قاسم لعل خفتان خونریز خاوری اور مالک کو قسم دے کر کہا کہ لندھور سے تو جنگ نہ کر مین
اسکو سمجھائے دیتا ہون یہ کہکر بمقابلۂ خسرو بلاد ہند آیا اور مالک علحدہ کھڑا تماشا دیکھ رہا تھا کہ ایک
طرف سے نقابدار سبز پوش لاف و گزاف ہوا خواہی شاہزادۂ بدیع الزمان کا کرتا ہوا نمودار ہوا اور
مالک کو زور کشتی آن واحد مین زیر کر لیا ادھر نقابدار سرخ پوش نے لندھور کو زیر کیا اور دونون نقابدار
لندھور اور مالک کو گرفتار کر کے لے گئے

اب دو کلمے داستان شوکت بیان شہنشاہ لشکر اسلام سے بیان کیے جاتے ہین

کہ شہنشاہ سعد بن قباد کی کشتیان طوفانی ہو کے جو بہین تو بعد چند روز کے دربند سنجریہ مین جا کے نکلین اور حضرت
ظل اللہ شہنشاہ لشکر اسلام سعد بن قباد نے مع چار سو شاہان ہفت اقلیم و فرمان روایان صاحب بخت و دیہیم اور
تمام فوج و سپاہ اور جملہ شاگرد پیشہ اور بہیر و بنگاہ کے کشتیون پر سے اُترکے لب دریا اپنی بارگاہ اور خیمے استادہ
کروانے اور مع تمام اہالیان دولت اور ارکان سلطنت سریر سلطنت پر اجلاس فرما کے مہتر سبکدست کو حکم دیا کہ
دریافت کرو اس سرزمین کا کیا نام ہے اور یہان کا حاکم کون ہے اور دین و مذہب انکا کیا ہے بعد دو گھڑی کے مہتر
سبکدست نے آکے عرض کی کہ اس دربند کا نام سنجریہ ہے اور دو بھائی یہان کے بادشاہ ہین ایک کا نام سنجر اور دوسرے
کا نام اسحاق ہے اور آج ان دونون بادشاہون کے یہان نوروز ہوا ہے و علی شاہ و کفار جو کوئی کہ شہر جبائل اور
باختر مین ہے وہ اگر آج کے دن اس شہر مین ہوگا تو بلاشک و شبہ اس نوروز کی دھوم مین شریک ہوگا اور
رسم یہان کی یہ ہے کہ آج یہ دونون بادشاہ واسطے زیارت کرشمہ لقا کے باغ کرشمہ مین گئے ہین اور تمام صغیر و کبیر
امیر و فقیر زن و مرد اس شہر کے اُسی باغ کرشمہ مین چلے جاتے ہین اور وہان ایک پرستان کے کپڑے پر صورت لقا
کی کھنچی ہوئی ہے اُس تصویر کی زیارت کرتے ہین اور اُسی کے آگے سب سجدہ کر کے چلے آتے ہین بادشاہ لشکر اسلام
نے جو یہ خبر سُنی نہایت خوش ہو کے مع اپنے تمام بادشاہون اور سردارون اور سوداگرون کی صورت بن کے اُس باغ
کرشمہ مین تشریف فرما ہوئے اور سیر و تماشا اور گلگشت باغ کی کر رہے تھے ناگاہ مہتر گردم عیار کا

تھا گرد طوفان عیار کا خبر لایا کہ عذرا پرستوں کی کشتیان طوفانی از دریا ہو کر جا بجا غرق ہو گئین مین یقین ہے کہ اس ورطہ مین بچ
نکلین لہذا لازم یہ ہے کہ فوج یہان سے کنارہ دریا کا روک لے تا کوئی عذرا پرست اس سرزمین مین آنے نہ پائے سنجر اور
اسحاق نے یہ خبر سنکے کہا کہ آج کے دن تو ہم اسکا تدارک نہین کر سکتے کل جیسا مناسب ہوگا عمل دینگے اس عرصہ
مین ایک پیادہ دوڑا آیا اور اسنے کہا کہ بادشاہ لشکر حمزہ صاحبقران کا جو شہنشاہ سعد بن قباد نامور ہے وہ مع
چارسو بادشاہ اور پچاس ہزار سوارون کے اس سرزمین پر لب دریا آگیا ہے اور تمام اپنی فوج و سپاہ کو چھوڑ کے
آپ مع اپنے ساتھ کے سب بادشاہون اور سردارون کے بطریق سیر یہان آیا ہے طوفان نے کہا سعد شہریار
اکیلا تمہاری فوج و سپاہ کے واسطے کافی تھا اور وہ کہ چارسو بادشاہ اسکے ہمراہ ہین اس سے صلاح یہ ہے کہ سعد
کو کسی عیاری اور فریب سے پکڑ لین سنجر نے کہا مین اس سعد بن قباد کو پہچانتا نہین کہ اس بلا کون آدمیون کے
ہلڑ اور بھیڑ بھاڑ مین وہ کہان ہے اور کونسا ہے طوفان نے کہا مین پہچان لونگا یہ کہکے طوفان نے ادھر ادھر
تلاش کر کے سعد کو دیکھا اور نگاہ و دل مین پہچان کے سنجر سے جا کے بتا دیا کہ سعد شہریار فلان مقام پر بیٹھا ہے
سنجر نے چند کشتیان شراب کی گلابیون کی اور کچھ خوان کھانے کے بطور دعوت کے شہنشاہ سعد کے پاس
بھیجے اور بادشاہ لشکر اسلام نے دعوت کو قبول کر کے تناول فرمایا وہ شراب اور وہ سب کھانا بیہوشی آمیختہ
تھا بعد کھانے کے سب بیہوش ہو کر گر پڑے سنجر نے سب کو مع شہنشاہ لشکر اسلام سعد بن قباد و چارسو
بادشاہون کے مطوق اور مسلسل کر کے ایک عرضداشت بدین مضمون کہ مین نے بادشاہ لشکر اسلام کو مع چار
سو بادشاہ عذرا پرستون کے پکڑا ہے انکے باب مین جیسا حکم صادر ہو مطابق اسکے بجا لاؤن لکھکے اپنے عیار
زنبور نامے کو دی اور سمت لشکر گنجاب روانہ کیا حسب اتفاق فضل بن گیاہور خون آشام بطریق سیر و
شکار اپنے لشکر سے سوار ہو کے نکلا تھا اثناے راہ مین زنبور عیار کو دیکھ کے مرجان تیز رفتار کو اشارہ کیا
کہ اسے میرے پاس لاؤ مرجان تیز رفتار اسے جا کے پکڑ لایا فضل نے پوچھا کہ تو کون ہے اور کہان جاتا ہے زنبور نے
اپنا نام چھپا کے کہا کہ مین سپاہی پیشہ ہون پیغمبر رسل کے لشکر مین اپنی نوکری کے واسطے جاتا ہون فضل نے
جانا کہ سچ کہتا ہے اسے چھوڑ دیا لیکن مرجان تیز رفتار عیار ہے اسنے زنبور کو پہچان کے پکڑ لیا تو دم دلاسے مین پوچھا جب اسنے
نہ بتلایا تب مرجان نے اسے کوڑے مار کے اقبال کروایا اسنے ناچار ہو کے وہ نامہ جو سنجر نے گنجاب کو لکھا تھا اپنی کمر سے
نکال کے حوالہ کر دیا اور بصدق دل مسلمان ہو گیا فضل بن گیاہور خون آشام نے زنبور سے پوچھا کہ اب تو یہ بتلا کہ
شہنشاہ لشکر اسلام سعد بن قباد کو کیونکر جا کے چھڑا لاؤن زنبور نے کہا اے شہریار نامور بلند اقبال اگر جو خوش
گنجاب کا ہو تم اسکی صورت بنکے دس ہزار سوار سے وہان چلو مین پہلے جا کے سنجر سے کہونگا وہ تمکو باعزاز تمام اپنی بارگاہ
مین بلا کے قیدیون کو تمہارے سامنے لاکے حاضر کریگا اسوقت سب کو چھڑا لیجیے گا فضل بن گیاہور خون آشام
کو یہ تدبیر پسند آئی اور زنبور کو خلعت فاخرہ عنایت کیا اور پچیس ہزار روپیہ انعام دے کے زری زیب و زینت
اور رفعت و توقیر سے اپنا عیار کر کے آپ بھی مع بارہ ہزار آدمیون کے سنجر کے پاس روانہ ہوا زنبور نے آگے
جا کے سنجر اور اسحاق کو خبر کی وہ دونون بھائی استقبال کر کے فضل کو اپنے شہر مین لے گئے اور بڑی دھوم دھام
سے محفل رقص و سرود کی تیاری کر کے فضل کی دعوت کی اور شاہ سعد کو مع چارسو بادشاہون کے زندان خانے
سے بلا کے فضل بن گیاہور کو دکھلایا فضل بن گیاہور خون آشام شہنشاہ لشکر اسلام سعد بن قباد کو دیکھکر
محو حیرت سکتے کی صورت رہ گیا علے ہذا القیاس شاہ سعد بھی فضل کو دیکھکر بہت خوش ہوئے اسوقت

فضل بن گیاہور خون آشام نے سنجر اور اسحاق کی جانب مخاطب ہو کر کہا کہ مین غلام جان نثار شاہزادہ
بدیع الزمان نامدار کا ہون اور مجھے فضل بن گیاہور خون آشام کہتے ہین مین نے سنجان مین زنبور عیار کو دیکھکر
نامہ جو ہم نے شاہ سعد چراغ لشکر اسلام کی گرفتاری کا کتاب کو لکھا تھا اُس سے چھین لیا اور بحیال اسکے کہ اور
خلائق کی خونریزی ہی ہنو نے بہانے شاہ پدر کی صورت بنکے بہیئہ رہا کی شہنشاہ لشکر اسلام آیا ہون ای حرامزادو
تمہارا یہ رتبہ اور یہ منہ کہ تم شہریار لشکر اسلام کو قید کرو جب بادشاہ سعد نے جانا کہ یہ فضل بن گیاہور خون آشام
شاہزادہ بدیع الزمان کا نوکر ہے ہاتھون کی ہتھکڑیان اور پاؤن کی بیڑیان مثل تار عنکبوت کے توڑ کر فضل بن
گیاہور خون آشام کو اپنی چھاتی سے لگا لیا اور فرمایا ای فضل تلافی اور عوض اس خدمت کا بارگاہ سلیمانی
مین تجھے سب سرداروں سے مقدم بنھلاوے گا اور وہ بات تیرے ساتھ کردنگا کہ تمام بارگاہ سلیمانی مین سب
مسند نشینون مین تیرا اعزاز و وقار زیادہ رہے سنجر اور اسحاق نے جو یہ حال دیکھا افضال ایزدی سے زنگ کفر آئینہ
ضمیر سے ان دونوں کے دور ہو گیا تھا اور از سر صدق کلمہ شہادت پڑھ کے مسلمان ہو گئے اور فضل شہنشاہ
سعد بن قباد سے رخصت ہو کے سمت سنجان آیا

اب دو کلمے داستان اُن طوفانی اور تباہی زدہ کشتیون سے بیان کیے جاتے ہین

کہ جس وقت وہ طوفان کم ہوا اور تاریکی رفع ہوئی اور روشنی نمایان ہوئی تو عیاران لشکر اسلام نے دیکھا کہ ساحل دریا
کا نمود آتا ہے اور کچھ لوگ فوج کنارے لب دریا آرام سے بیٹھے گھڑیال بجا رہے ہین بیٹھے نہاتے ہین ایک سمت کو کچھ دھوبی
پاٹون پر کپڑے دھو رہے ہین کوئی ریم اور دام دریا مین پھینکے کھڑا ہے سامنے کچھ کھیت تمباکو کا باغ کے معلوم ہوتے ہین
غرض عیارون نے کشتیون کو وہان کنارے پر لیجا کے مقام کیا اور چند جو اُنکی سب اُترے تو معلوم ہوا کہ اس درخیلہ
کا نام دارقلیہ ہے اور یہان کا بادشاہ ایک پہلوان اختر داخل نشین نامی ہے لاکر ساتھ ہزار سوار کا حکمران ہے
ابھی عیاران لشکر اسلام کشتیون مین سے اُتر کے اپنا اپنا مال و اسباب اُتار رہے ہین کہ یہ خبر اس اختر داخل نشین
کو پہونچی کہ اس دربند مین چند کشتیان خدا پرستون کی آئی ہین اور وہ سب خدا پرست کنارے دریا کے اُتر کے شہر مین
داخل ہوا چاہتے ہین اختر داخل نشین نے یہ خبر سنتے ہی جھٹ پٹ مع اپنی تمام فوج و سپاہ کے سوار ہو کر طبل جنگ
بجوا دیا اور یہ خبر طبل جنگ بجنے کی جو عیارون نے سنی تو انکے ساتھ طبل سکندری اور بوق جمشیدی اور چیچ کیورنی
مع علم اژدہا پیکر یعنی سامان میدان رزم و پیکار صاحبقران نامدار کا تھا نوکر دہ علی عمران منظور نظر صاحبقران
صاحب بندہ گان مہتر صاحبقران نے حکم دیا کہ ہان ہمارے لشکر مین بھی بفضل ایزدی اور تائید ربانی طبل جنگ
بجے اور حسب الحکم مہتر قران کے عیارون نے طبل سکندری پر چوب ماری ساتھ چوب مارنے کے طبل سکندری سے
آواز پیدا ہوئی یا صاحبقران یا صاحبقران جب عیارون نے یہ صدا طبل سکندری سے نکلتے سنی سب کے
سب خوش ہوئے اور جانا کہ انشاء اللہ تعالی امیر با توقیر صحیح و سالم دریا سے برآمد ہونگے روز دوم صبح کو اس
طرف سے اختر داخل نشین اپنا لشکر لے کر میدان مین نکلا اور صف آرا ہوا اور اس طرف سے تمام عیاران لشکر
اسلام قنطورے ریشمی پاتابے سقرلاتی حلہ ہائے ناحق اپنی ذرت پر آراستہ کیے طلے کمندون کے اور گوپھنیں بالکین
ہاتھون مین اور تیغے اصفہانی داہنے ہاتھون مین جوزبان خنجرون کی کمرون مین بڑے بڑے تاج سرون پر رکھے
ڈھنڈیان بجاتے چٹکارے بھرتے خلنلین پڑتے میدان مین آکے صف باندھ کے کھڑے ہوئے اختر اپنا مرکب
چمکا کے میدان مین نکلا ادھر سے نوکر دہ حیدر کرار مہتر قران نامدار اسکے مقابلے مین آکر بھاگا اور اختر نے

تعاقب اُسکا کر کے جب کہ نزدیک پہونچا اُسوقت قران نے اُسکے گھوڑے کی باگ پکڑ کے ایک جھٹکا مارا کہ اختر پشت
و رکب پر سے مثل سبو کے بعل زمین پر گرا برابر سے قران نے خنجر مارا کہ جگر کے پار نکل گیا اور لاشہ اُس جہنمی کا خاک و خون مین
غلطان دیکھکر تمام لشکر اُسکا بھاگ کھڑا ہوا اور اپنے شہر مین گھس کے دروازہ بند کر لیا عیارون نے باہر سے نقب کھودنا
شروع کی حسب اتفاق اندرون شہر سے اختر کی بیٹی نے بھی مع چند اپنی خواصون کے نقب لگائی تھی اثنائے راہ مین
دونون نقبین برابر پہونچ گئین اختر کی بیٹی نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو عیارون نے کہا ہم خدا پرست عیار ہین
اور چاہتے ہین کہ اس ملک کو مسخر کرین اب تم بتلاؤ کہ تم کون ہو اُن سبھون نے جواب دیا کہ یہ شاہزادی
اختر داخل نشین کی بیٹی ملکہ دل آرا ہے جو آج رات کو خواب مین جمال حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دیکھکر
مشرف باسلام ہوئی ہے صبح کو اپنے تمام لشکر سے کہا کہ تم بھی اسلام قبول کرو فوج و سپاہ نے ملکہ کا حکم نہ مانا اسپر ملکہ
نے ہم کو حکم دیا کہ تم نقب دے کر عیاران لشکر اسلام کو اندر شہر کے لے آؤ سو الحمد للہ کہ ہمارے تمہارے راہ مین
ملاقاتین ہو گئین مختصر یہ کہ سب عیار یہ خبر سنکر نقب کی راہ سے اُسکے مکان مین پہونچے جسوقت کہ عیارون نے اُس
نازنین غارت گر دل و دین اختر داخل نشین کی بیٹی ملکہ دل آرا کو دیکھا سب کے سب محو نظارہ جمال دلفریب اُس
غارت گر صبر و شکیب کے ہو کر عاشق ہو گئے نفر کردہ علی عمران مہتر قران نے کہا کہ یہ بات مناسب نہین کہ ہم سب
ایک پر عاشق ہون اُس نازنین نے کہا کہ تم سب تو مجھے پیار کرتے ہو اور چاہتے ہو مگر وہ بھی تم نے سنا ہے مصرعہ تا یار
کرا خواہد و میلش بکہ باشد + اور یہ کہکے گلابیان شراب کی اور کچھ نقل اور کباب وغیرہ بطور دعوت کے عیارون کے
سامنے لا کے رکھدیے سب عیارون نے بیخوف و خطر کھایا اور پیا تمام شراب پی فقط قران حبشی نے تو کوئی پیالہ
شراب کا پیا نہ کوئی نوالہ کسی کھانے کا کھایا تب ملکہ دل آرا نے کہا کہ صاحب تم شراب کیون نہین پیتے ہو اسپر
مہتر قران نے کہا کہ مین دن بھر روزہ رکھتا ہون اُس نازنین مہ جبین نے پھر بہت سا اصرار کیا اور مجبور کرکے کہا کہ
کچھ تو نوش فرمایئے مگر قران نے کچھ نہ کھایا اسمین کوئی ایک ساعت بھر کے بعد عیارون نے چاہا کہ اُٹھکر چلین ساتھ
اُٹھنے کے چکر مار مار کے سب گر پڑے اور بیہوش ہو گئے قران نے یہ حال اپنے ساتھ کے عیارون کا دیکھکر کہا کہ ای یار
جو فروش گندم نما تو نے یہ کیسا کھانا ان سب کو کھلا دیا کہ سب کے سب بیہوش ہو کے گر پڑے مین اتنا جانے کہ
مین نفر کردہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا ہون اور مجھے میرے مولا نے فرما دیا ہے کہ جو تو کہین خدا نخواستہ پکڑا جائیگا
تو اسی دن تو جانیو کہ میری مرگ آپہونچی ورنہ کبھی کہین تو کسی کی عیاری اور مکاری سے پکڑا نہ جائیگا اب تو اپنی سب
فوج کو حکم دے کہ وہ مجھ سے آمادہ رزم و پیکار ہو اگر مین اکیلا تیری ساری فوج مین سے ایک کو بھی زندہ و سالم
چھوڑ دون تو تو مجھے پھر روزہ کشا ملکہ دل آرا نے کہا کہ ای مہتر قران مجھے اب یقین کلی ہو گیا کہ دین تیرا برحق
ہے بس یہ کہکے اور دوڑ کر قران کے پانون پکڑ لی اور از سر صدق کلمہ طیبہ پڑھ کے مشرف باسلام ہوئی اُسی
وقت مین اور بھی سب عیار ہوشیار ہو گئے اُٹھنے لگا دواقی نے کہا کہ مجھے کیا ہو گیا تھا کہ مین اتنا غافل ہو کے
گر پڑا شیر ملک نے کہا کہ میری عقل کچھ نہین کام کرتی کہ مین اس درجہ از خود رفتہ اور خود غلط کیونکر ہو گیا ملکہ
دل آرا نے کہا کہ مین نے تم سب کو بیہوشی دے کے پکڑ لیا تھا مہتر قران نے تمہاری سب کی جان بخشی کی ہے سب
عیارون نے مہتر قران کی تعریف کی القصہ اُس نازنین نے پھر کہا کہ اب تم سب یہان سے تشریف لے جا کر
کل ہی صبح تمام بے لشکر کے آؤ گی اور مین لونڈی مہتر قران کی ہون اور یہ در بند تمام ملکیت اور حقیقت مہتر قران
کی ہے عیارون نے کہا کیا مضائقہ یہ کہکے عیار تو پھر اسی نقب کی راہ سے اپنے لشکر مین آگئے اور صبح کو ملکہ دل آرا

نقاب منھ پر ڈال کے باہر نکلی اور تمام اپنے سرداروں کو بلا کے کہا کہ میں مسلمان ہو گئی ہوں جسکو میری اطاعت
کرنا منظور ہو وہ کلمہ پڑھ کے اسلام قبول کرے ورنہ جسے کچھ انکار ہو وہ جہاں جی چاہے چلا جاے تمام فوج و
سپاہ اور رعایاے شہر نے عرض کی کہ تو ہماری بادشاہ اور مالک ہے جو تیری رضی اور جو تیری خوشنودی خاطر ہوگی
وہی ہم کو بھی بدل وجان قبول اور منظور ہے ملکہ دل آرا نے ان سب کو کلمۂ شہادت پڑھوا کے تمام شہر کو
اسلام آباد کیا اور خطبہ اور سکہ بنام بادشاہ لشکر اسلام سعد بن قباد کے جاری کیا اور بعد اسکے دروازہ
شہر کا کھول دیا اور تمام عیاران لشکر اسلام کو اندرون شہر بلوایا اور یہ اقرار فیمابین مہتر قران اور ملکہ دل آرا
کے ہو گیا کہ جسوقت شادی شاہزادۂ بدیع الزمان نامدار کی ملکہ گوہر ملک کے ساتھ ہوگی تو اُسی وقت
عقد ہمارا بھی ہوگا غرض قران نے ملکہ دل آرا کو رخصت کیا اور جبل سکندری اور زنجیر جمشیدی اور طلسم
اژدہا پیکر وغیرہ جو ہمراہ تھا قران نے کہا کہ اسکو بخدمت خسرو بلاد ہندوستان لندھور بن سعدان
کے لے چلونگا عیاران دست چپ نے کہا کہ لندھور کے پاس لیجانا کیا ضرور ہے بلکہ اس اسباب کو ہم سب
بخدمت شاہزادۂ خاور سپاہ ملک قاسم لیجاینگے مہتر قران نے کہا یہ بات میرے سامنے غیر ممکن ہے عیاران
دست چپ بخیال اسکے کہ مہتر قران کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا سب کے سب بخدمت شاہزادۂ قاسم روانہ
ہوے کہ جا کے شاہزادۂ قاسم کو خبر کریں

اب تتمہ حال خسرو بلاد ہندوستان لندھور بن سعدان اور مالک اژدر سے گزارش کیا جاتا ہے

کہ جسوقت وہ نقابدار سبز پوش اور سرخ پوش لندھور اور مالک کو گرفتار کر کے لے گئے تو جاتے جاتے ایک گلستان
میں پہونچے وہاں ایک باغ میں ایک عمارت عالی شان تھی اُس مکان میں لندھور اور مالک کو چھوڑ کے دونوں
نقابدار چلے گئے بعد ایک ساعت کے ایک شخص نے آ کے کہا کہ تم دونوں اُٹھکے ہمارے ساتھ اندر چلو لندھور اور
مالک جو اُس مکان کے اندر گئے تو انھوں نے دیکھا کہ وہاں دو عورتیں بہت خوبصورت بارہ بارہ تیرہ تیرہ برس
کی پوشاکیں دھوم دھام کی پہنے ہزار کرشمہ و ناز ایک مسند پر بیٹھی ہیں لندھور اور مالک کو بلا کے اپنے برابر
بٹھلایا لندھور نے کہا میری معشوقہ خوبصورت ہے مالک نے کہا تو حسن کو کب پہچانتا ہے غرض یہ باتیں کر کے
دو دو ایک پیالے پیے عالم نشہ میں مالک نے چاہا کہ اپنی معشوقہ کے منھ سے منھ ملا کے بوسہ لے یکایک ایک
بدبو اور عفونت اُسکے منھ سے دماغ میں مالک کے جو پہونچی تو مالک نہایت منغص ہو کر کہنے لگا تو کیا گو
کھاتی ہے اسنے کہا کہ تجھے میری بدبو خوشبو سے کیا سروکار ہے تو اپنے مطلب سے مطلب رکھ علی ہذا القیاس اسی
طرح سے لندھور نے چاہا کہ میں اپنی معشوقہ کا منھ چوم لوں لندھور کے بھی دماغ میں جو بدبو آئی تو لندھور نے
اپنا منھ پھیر کر کہا تو کیا گو کھاتی ہے وہ دونوں کہنے لگیں کہ تم دونوں ہمکو پہچانتے ہو ہم کون ہیں لندھور اور
مالک نے کہا کہ نہیں ہم تمھیں نہیں پہچانتے کہ تم کون ہو ان دونوں میں سے ایک نے کہا کہ میرا نام
نسترن جادو ہے اور یہ چھوٹی بہن میری ہے اسکا نام آذرین جادو ہے اور ابھی ابھی جوان ہوں میرا سن بس
کل چھ سو برس کا ہے اور میری اس چھوٹی بہن کا تو ابھی کوئی پانچ سو برس کا سن و سال ہوگا لندھور نے
کہا تو سچ کہتی ہے ابھی تو تیرے منھ سے دودھ کی بو آتی ہوگی اور ہم دونوں کی تو نری [illegible] ہیں ہم سے کچھ
لطف کبھی تم کو نہ آئے گا یہ گفتگو لندھور کی سنتے وہ دونوں جادوگرنیاں ناامید ہوئیں اور کچھ سحر کر کے
لندھور اور مالک کو بے حس و حرکت کر دیا لندھور اور مالک مسحور ہو کے آہستہ آہستہ باہم باتیں

کر رہے تھے کہ ناگاہ ولولہ ابر آسمان پر نمودار ہوا اور اُس بدلی میں سے ایک پری زاد ایک دستہ نار ہاتھ میں لیے برابر ان دونوں
کے پہونچا اور پکارا کہ او شقیقو یا دوگرد یو ہوشیار رہو جادو کہ میں کشندہ جادوگران ہوں ابھی دونوں کو مار دوں غرض اُنکا
سحر اُس پری زاد پر کیا مگر مطلق تاثیر نہ کی آخرکار اُس پری زاد نے ان دونوں جادوگروں کو مار کر واصل جہنم کیا اور بعد
اسکے لندھور اور مالک سے پوچھا کہ تم دونوں صاحب اپنا اپنا حال بیان کرو کہ کون ہو اور کہاں آئے تھے [illegible]
لندھور اور مالک نے اپنی سرگذشت بیان کی اُس پری زاد نے کہا کہ میں [illegible] بدیع الزمان [illegible]
کا ہوں [illegible] ایک تو سبز پوش [illegible] شاہزادہ بدیع الزمان [illegible]
[illegible] قاسم [illegible] قاسم [illegible]
کہ قاسم کی بوٹیاں کاٹ کاٹ کر کباب بنا کے کھائے میں نے اُسکو ساحر کی قید سے بچایا [illegible] قاسم نے اسکے عوض
میں مجھے زخم و بیکار کر کے زخمی کیا اب میں مالک کی مشکیں باندھ کے قاسم کے پاس بھیج دیتا ہوں مالک نے
برہم برہم ہو کر کہا کہ تو اور لندھور دونوں ہی کہتے تھے پکڑ لو مر جو تیرے جی میں آئے وہ سلوک مجھ سے کر لندھور نے
تعریف اور توصیف اُس پری زاد کی بہت سی کر کے مالک کو بہت سا سمجھایا اور کہا کہ آپس میں رنجش اور خصومت
مناسب نہیں ہے آخر کو غرض اُس پری زاد نے لندھور سے کہا کہ میری طرف سے بدیع الزمان کو دعا کہہ دینا
کہ جب کوئی ایسی خدمت اور ایسا کام درپیش ہو تو میں حاضر ہوں بعد اسکے لندھور اور مالک کو خلع خلعت
کر کے دونوں کے لشکروں میں بھجوا دیا

اب دو کلمے داستان شوکت بیان شاہزادہ بدیع الزمان سے بیان کیے جاتے ہیں

کہ جس وقت ہومان دیو نے شاہزادہ بدیع الزمان کو کنارے دریا کے پہونچا دیا ملک عملوان اور الوند اور
قیطاس ازدر پوش دوڑ کر شاہزادہ عالم کے قدموں سے لپٹ گئے شاہزادہ بدیع الزمان نے جو کچھ کہ واردات
گذری تھی وہ سب بیان کی اُس وقت ہومان دیو نے عرض کی کہ مجھے اگر ارشاد ہو تو میں رخصت ہوں شاہزادہ
بدیع الزمان نے فرمایا کہ اے ہومان ایک میرا دریائی گھوڑا گلگون باختری اُسکا نام ہے وہ اسی پہاڑ کے نیچے
جنگل میں رہ گیا ہے تم اُسے ڈھونڈھ کے لے آؤ ہومان نے عرض کی کہ میں ابھی جا کے جہاں وہ گھوڑا ہے ڈھونڈھ کر
لیے آتا ہوں القصہ ہومان دیو تلاش گلگون باختری روانہ ہوا وہاں کا حال سُنیے کہ شاہزادہ خاور سیاہ
نے جس وقت کہ ملکہ گوہر ملک کو شبنم پری سے لیکے کاغذ میں سوار کیا اور مع فوج سمت سنجان روانہ کیا تھا
مرکب گلگون باختری کو نہایت پسند کر کے چاہا کہ اُسے پکڑے ابھی اسی فکر میں تھا کہ ہوا سے آسمان سے ہومان
دیو نمودار ہوا اور جھپٹ کر گلگون باختری کو پکڑ لیا اور روانہ ہوا قاسم نے اپنے مرکب کو چمکا کے نہیب دی
کہ باش اے دیو اس گھوڑے کو کہاں لیے جاتا ہے ہومان دیو نے جواب دیا کہ جو اس گھوڑے کا مالک شاہزادہ
بدیع الزمان ہے اُسکے پاس لیجاؤنگا قاسم نے جھنجھلا کے ایک تیر ترکش سے نکال کے کمان میں پیوستہ کیا اور زہ
سے زہ کو ملا کے نشانہ تاک کر جگر پر تاب کیا اور وہ تیر بازو پر ہومان دیو کے لگا ہومان دیو نے زخم تیر کا بھی
خیال نہ کیا اور مرکب گلگون باختری کو لیکے [illegible] شاہزادہ بدیع الزمان پہونچا شاہزادہ عالم نے ہومان دیو
کے بازو پر تیر لگا ہوا دیکھ کر پوچھا کہ اے ہومان یہ تیر کسنے مارا ہومان نے کہا کہ شہریار میں نام تو نہیں جانتا
مگر ایک جوان لال پوش نے مجھ سے پوچھا کہ تو یہ گھوڑا کہاں لیے جاتا ہے میں نے آپ کا نام بتایا اُسنے غصے تیر مارا
شاہزادہ بدیع الزمان نے تیر کو جو دیکھا تو اُس پر نام شاہزادہ خاور سیاہ کا کندہ تھا اُس وقت شاد ہوا

بدیع الزمان نے ہوماں دیو سے کہا کہ وہ شخص قاسم تھا اور میرا نام سنکے جلا اور مجھے تیر مارا القصہ ہوماں دیو کو رخصت
کرکے شاہزادہ بدیع الزمان بسمت سنجان روانہ ہوا اور بعد طے مراحل اور قطع منازل قریب ایک کوہستان کے پہونچا
تو دیکھا کہ سامنے سے کچھ لوگ پیش خیمہ لیکے آئے اور وہاں خیمہ استادہ کیا اور بارگاہ اور خیمہ و خرگاہ کا رخ بسمت
سنجان کیا شاہزادہ بدیع الزمان نے جانا کہ مالک اس بارگاہ کا شاید بہ نیت جنگ آیا ہی ابھی یہ اپنے دل میں کہہ رہا تھا
کہ سامنے سے ایک تق گرد کا اٹھا اور اس گرد میں سے آگے آگے ایک جوان تیز صولت اہرمن توان نہایت خوش رو وجیہ
اور شکیل مسلح اور مکمل زرگردن پر سوار ایک زنجیر فولادی کو دانتوں سے چباتا ہوا اور دو ساقی بچہ اور مہ جبیان اور
جام شراب ہاتھوں میں لیے چپ و راست سے پیالے شراب کے ملوک کے پلاتے جاتے ہیں اور وہ جوان شراب کا پیالہ
نوش کرکے بجاے گزک زنجیر فولادی کو چباتا اور فولاد خشک مثل سرمہ سا بطور پھنکنے کے اپنے منہ سے اڑاتا ہوا گینڈے کو
اپنے زانو سے مسلتا چلا آتا ہی اور پیچھے لاکھ ساٹھ ہزار سوار دریاے آہن میں غرق باسپر تیغ تلواریں سونتے گرد و پیش اپنے
اپنے گھوڑے چمکاتے چلے آتے ہیں ناگاہ نگاہ جو اس جوان کی بسمت شاہزادہ بدیع الزمان پڑی تو اپنے چند
سواروں سے اشارہ کیا کہ یہ نوجوان جو زیر کوہستان بہ کمال عظمت و جودت اور شوکت و شان مرکب پر سوار کھڑا ہی
اسکو میرے پاس بلا لاؤ چنانچہ حسب الحکم اُسکے وہ سوار قریب شاہزادہ عالی مقدار کے آئے اور عرض کی اے بہادر
تجھے ہمارا مالک بلاتا ہی شاہزادہ بدیع الزمان اپنے گھوڑے کو جھیڑ کے قریب اس جوان کے آیا اور اُس نے پوچھا
کہ اے بہادر تو کون شخص ہی اور یہاں کس تقریب سے تو آیا ہی شاہزادہ عالم نے فرمایا کہ پہلے تو بتا کہ تو کون شخص ہی
اُس نے کہا کہ مجھے درقاے زنجیر خا کہتے ہیں اور میں بموجب تقریر لقا خداوند ہجدہ ہزار ملک باختر کے
بدیع الزمان کے پکڑنے کو جاتا ہوں اب تو اپنا نام بتلا کہ تو کون شخص ہی شاہزادہ رستم صولت بدیع الزمان
دلاور حشمت نے فرمایا کہ اے درقا جوان و آگاہ باش کہ میں وہی بدیع الزمان گردنکش ملک گیر شکن ہوں کہ تو جسکے پکڑنے
کو آیا ہی اور میں نے ملکہ گوہر ملک کو اپنے قبضہ میں کرکے کل باختر کو زیر کر رکھا ہی اور قفل بن گیا ہوں خون آشام
اور سارا باختری وغیرہ سرداران گنجاب کو میں نے زیر کرکے مسلمان کیا اور اپنا رفیق کر رکھا ہی درقاے
زنجیر خا نے بظاہر تو بنگاہ غضب شاہزادہ عالم کی طرف دیکھا مگر دل میں عجب طرح کی ایک محبت پیدا ہوئی
اور کہا کہ اے بہادر تیری جرأت اور تیرا دل گردہ اور حوصلہ تیرا ہی کہ مجھ ایسے شخص کو دیکھکر تو نے کچھ خوف اور
اندیشہ نہ کیا اور اپنا نام بیساختہ مجھے بتلا دیا مصرعہ آفرین باد برین ہمت مردانہ تو + مگر اب میری شرط یہ ہی
کہ میں شہر سنجان میں آتا ہوں وہاں میل جنگ بجواکے سر میدان نکلونگا اگر تو مجھے مردانگی سے زیر کرے گا تو میں
تا قید حیات تیرا مطیع اور فرمانبردار رہونگا اور تیرا دین قبول کرونگا اور جو میں تجھے زیر کروں تو لازم ہی کہ تو میرا دین
قبول کرنا شاہزادہ بدیع الزمان نے فرمایا کہ مجھے بجان و دل منظور ہی غرض یہ عہد و پیمان باہم کرکے پہلے تو شاہزادہ
بدیع الزمان جانب سنجان مخاطب ہوا اور تھوڑی دور پر جاکے دیکھا کہ ایک درہ پہاڑ کا ہی اور وہیں ایک
شور و غل ہو رہا ہی شاہزادہ عالم نے اور چند قدم آگے جاکے دیکھا کہ ایک بڑا میدان ہی اسمیں تیس
چالیس ہزار حبشی بچے جمع ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایک حبشی کو بادشاہ کرکے تخت پر بٹھلا دیں یکایک شاہزادہ
بدیع الزمان کو دیکھکر کہنے لگے کہ اے بہادر ہم چار بھائی ہیں ابرش زنگی اور کمیت زنگی اور ابلق زنگی اور ادہم زنگی
اور ہمارے باپ کا نام قیطاس تھا بعد وفات اُسکے ہم چاروں بھائیوں میں اس شرط پر جنگ واقع ہی
کہ جو کوئی ہدف پر تیر لگائے وہی بادشاہ ہو اے بہادر تجھے ہم گواہ کرتے ہیں کہ ہم چاروں بھائی

ہرت پر تیر لگاتے ہیں جسکا تیر ہرت پر جاکر بیٹھیگا اُسے سلطنت ہوگی پس گئے چارون نے تیر لگائے اور چارون
کے تیر ہرت پر نہ لگے اسوقت شاہزادۂ عالم نے کہا کہ اب تم چارون باتفاق یا ہم مجھے اپنا وکیل کرو اگر مین تیر ہرت
پر مارون تو جسے میرا جی چاہے اُسکو مین بادشاہ کردون اُن چارون نے قبول کیا پس شاہزادۂ بدیع الزمان
نے تین تیر متواتر ہرت پر مارے اور سب بیٹھا ہرت پر جاکے لگے حبشیون نے کہا اب تو ہمارا بادشاہ ہی شاہزادۂ
عالی مقام نے ان سب حبشیون کو کلمۂ شہادت تلقین کیا اور وہ سب حبشی کہنے لگے کہ ای شہریار ہمارے باپ دادا
ہمارے دادا نے عہد کیا تھا کہ اس گرد نواح مین ایک درہ ہی کہ وہان لاکھون افعی ہین جو کوئی وہان جاکے ان
افعیون کو اپنا مطیع کرے ہم اُسکا دین قبول کرین شاہزادۂ بدیع الزمان نے فرمایا کہ مجھا جو اگر انسان
یا کوئی دیو یا پری زاد ہو اُسپر زور تو چلتا ہی سانپون پر کیا اختیار ہی ہان جو کوئی بازیگر سانپ والا ہو وہ
البتہ اپنے افسون منتر جنتر سے اُن سانپون کو تابعدار کرے یہ کلام سنکے وضو ہر ان مین ایک حبشی بہت بوڑھا سر اُسکا ہلتا تھا
اُسنے اُٹھکے عرض کی کہ ای شہریار اس درے مین ایک گنبد سبز مانند گنبد مینائے فلک کے ہی اور اُسی گنبد کے نیچے ایک
دیو زنجیر اور غل سے جکڑا ہوا بندھا بیٹھا ہی شاہزادۂ عالم نے جو یہ حال سنا تو بسرعت تمام وہان سے اُٹھکر اس گنبد
کے نیچے پہونچا اور فی الواقع وہان دیکھا کہ درہ نہایت وسیع اور پُر فضا درِ شدادی اور حلقۂ سلیمانی اُسپر لگا ہوا
اور مقفل ہی اور اس گنبد پر ایک بیل ہی اُس بیل پر ایک جانور قسم پرند بہت بڑا اور خوبصورت اور ایک دیو بیٹھا ہی
شاہزادۂ عالم نے اُس دیو سے پوچھا کہ اگر کوئی چاہے کہ ان افعیون کو اپنا تابعدار کرے تو کیونکر کرے اور یہ سب
افعی اُسکے مطیع ہو جائین اُس دیو نے جواب دیا کہ ای جوان شاہ ماران ایک صندوق مین بند اُسی گنبد مین ہی
اگر تو جاکے اس مرغ کو نشانۂ ناوک بیخطا کرے تو تو بادشاہ اور حاکم فرمان روا سب افعیون کا ہو جائے اور وہ سب
سانپ اور افعی تیرے تابع فرمان ہون اور جو تیرے تیر نے خطا کی اور اُس جانور پرند کے تیر نہ لگا تو شاہ ماران
صندوق مین شور و فغان کرے گا اور یہ سب افعی ہجوم کر کے تجھے ہلاک کر دینگے شاہزادۂ بدیع الزمان نے
کہا مصرع الان بہر توکلت من اللہ تعالے بعد اسکے ایک ناوک بیخطا اس مرغ کو مارا کہ آواز دار و گیر کی
بلند ہوئی اور وہ مرغ یہ کہکے کہ کشتی مرا نام من ہمانے جادو بود جہنم واصل ہوا دیو اُٹھ کھڑا ہوا اور شاہزادۂ
بدیع الزمان کے قدمون پر گر پڑا شاہزادۂ عالم نے اُس دیو کی قید کو توڑ کر چھوڑ دیا بعد اسکے شاہزادۂ
بدیع الزمان اندرون گنبد کے تشریف لے گیا ناگاہ اُس صندوق سے ایک آواز پیدا ہوئی کہ ای شہریار ابھی میری
خلصی کا وقت نہین پہونچا شاہزادۂ نامور نے پوچھا کہ کیا وجہ دیو نے پکار کے کہا کہ ای شاہ ماران وہ مرغ گنبد نشین
مارا گیا دیو کی آواز کے ساتھ اُسی صندوق سے پھر آواز پیدا ہوئی ای نبیرۂ حضرت ابراہیم علیہ السلام سلام علیک
شاہزادۂ عالی مقام نے فرمایا علیک السلام پھر اس صندوق سے آواز آئی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے
مجھے مسلمان نہونے کی وجہ سے قید کیا تھا سو اب مین تیرے ہاتھ سے مسلمان ہوا شاہزادۂ عالم نے یہ
کلام شاہ ماران کا سنکے اُسے صندوق سے نکال کے دیکھا تو ایک سانپ مثل کافور سفید کے بہت چھوٹا
اور ایک تاج سرخ بالون کا سر پہ ہی اُسوقت اُس سانپ نے سلام کیا شاہزادۂ عالم نے فرمایا ای شاہ
ابھی یہان چند روز سلطنت کر جس وقت مین کنجاب پر لشکر کشی کرونگا تو بھی اپنی فوج لیکے وہان آنا القصہ
شاہزادۂ عالی مقام شاہ ماران کو رخصت کر کے تمام ان حبشی بچون کو دائرۂ اسلام مین لایا اور ارش زنگی
کو وہان کا حاکم کر کے لطیف زنگی کو وکیل اور ابلق زنگی کو رکن السلطنت اور سادہ زنگی کو سپہ سالار کیا اور

انسے بھی کہا کہ جسوقت ہم فوج کشی برسر لنجاب کرینگے تم چاروں بھائی بھی اپنا لشکر تیار کرکے ہمارے پاس
آمادہ رہنا کہ آپ سنجان کی طرف روانہ ہوا

اب دو کلمے داستان سہیلاے اژدہا چشم زنجیرخاے درقاے زنجیرخاے کے باپ کا بیان کیے جاتے ہیں

کہ جب زمرد شاہ مردود نے درقاے زنجیرخاے کو واسطے مقابلے اور محاربے شاہزادہ بدیع الزمان کے روانہ
کیا بعد چند روز کے سہیلاے اژدہا چشم زنجیرخاے کو بلا کے کہا کہ ای سہیلاے زنجیرخاے درقا تیرے بیٹے
کو میں نے بدیع الزمان کے گرفتار کرنے اور لنجاب کی مدد کرنے کو سمت سنجاب روانہ کیا ہی اور میں نے
شراب پی کے عالم مستی میں اس فرقہ کو بڑا زبردست پیدا کیا ہی ایسا نہو کہ تیرا بیٹا اس قدر پرست کے ہاتھ
سے مارا جائے لہذا بہتر یہ ہی کہ تو بھی اپنے بیٹے کی مدد کے واسطے مع پچاس ہزار لشکر کے جا سہیلاے اژدہا چشم زنجیرخاے اسیوقت
مع لشکر جوانان زنجیرخاے کے ساحل سے کوچ کرکے چلا اور قبل داخل ہونے درقاے زنجیرخاے کے سہیلاے اژدہا چشم
زنجیرخاے قریب شہر سنجان کے پہونچا جب اسنے تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ درقاے زنجیرخاے ابھی
یہاں نہیں آیا اور شاہزادہ بدیع الزمان بھی ایک مدت سے معلوم نہیں کہ کہاں چلا گیا ہی یہ خبر سنکے سہیلاے اژدہا چشم
زنجیرخاے نے ایک شخص کو فضل بن گیا ہور خون آشام کے پاس بھیجا اور یہ کہدیا کہ ای فضل تو بے خوف
وخطر میرے پاس چلا آ میں تجھے بخدمت خداوند لقا لیجا کے تیری جرم وخطا معاف کرا دونگا جب فضل
نے یہ پیغام سہیلاے اژدہا چشم کا سنا تو زمرد شاہ مردود پر لعن اور نفرین کرکے کہا کہ میری طرف
سے سہیلاے اژدہا چشم سے کہدینا کہ آقاے ولی نعمت میرا بالفعل یہاں نہیں ہی انشاء اللہ تعالی
عنقریب وہ تشریف لایا چاہتا ہی جب وہ تشریف لاوینگے تو جو تیرے مزاج میں آئے وہ کرنا باقی اسکے
تجکو جواب جنگ کا دونگا غرض اس ایلچی نے جاکے سہیلاے اژدہا چشم سے کہا کہ فضل بن
گیا ہور خون آشام نے یہ جواب دیا ہی سہیلاے اژدہا چشم نے یہ جواب سنتے ہی نہایت
پیچ وتاب کھاکے حکم دیا کہ طبل جنگ بجوا دو اور لشکر میں سہیلاے کے طبل جنگ بجا یہ خبر سنکے فضل نے بھی حکم دیا کہ
ہمارے لشکر میں بھی طبل جنگ بجے مختصر یہ کہ دونوں لشکروں میں صداے طبل جنگ بلند ہوئی اور صبح کو
سہیلاے اژدہا چشم اپنی فوج میں سے نکل کر میدان میں آیا اور باواز بلند کہا ای خداپرستان واے بر دستان
از شما کی آرزوے مرگ نست بیا بہ میدان جنگ کہ ارادہ دست وپا آوری دارم ابھی پورا کلمہ اسکی زبان سے
نہیں نکلا تھا کہ ترک جوشن پوش اسکے مقابلے میں آیا بعد رد وبدل بسیار کے ترک جوشن پوش زخمی ہو گیا
قابل زنگی ومقابل زنگی وغیرہ سات بہادر شاہزادہ بدیع الزمان نامدار کے سرداروں میں سے نکلے اور
سب زنجیرخاے کے ہاتھ سے زخمی ہو گئے آخر اس دن تھا کہ دونوں لشکروں میں صف آرائی ہو چکی تھی اور
سہیلاے اژدہا چشم زنجیرخاے سر میدان نکلکے چاہتا تھا کہ مبارز طلب ہو ناگاہ ایک سمت سے
دیکھا کہ درقاے زنجیرخاے بہ لاکھ ساٹھ ہزار سوار سے پہونچا اور اسنے دیکھا کہ میرا باپ عجب طرح کی
بدمعاشی اور شدت لشکر شاہزادہ بدیع الزمان نامدار کے کر رہا ہی درقا اپنے باپ سے بہت دور
جاکے اترا سہیلاے زنجیرخاے نے کہلا بھیجا کہ تو مجھ سے علیحدہ اتنی دور جاکے کیوں اترا ہی درقاے
زنجیرخاے نے جواب دیا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میں تنہا سر میدان نکل کے بخوبی مردانگی واسد بیگی
ظاہر کروں قصہ مختصر روز دوم جسوقت کہ دونوں لشکر میدان میں نکلے درقا سہیلاے اژدہا چشم زنجیرخاے

اپنے کرگدن کو چابک مارکے میدان میں آیا اور مبارز طلب ہوا ورقاے زنجیر خاے اپنے باپ کو آمادہ
رزم دیکھ کر گھوڑا چمکا کے قریب سیلاے کے آیا اور دست ادب باندھ کے عرض کی کہ اے پدر بزرگوار
شاہزادہ بدیع الزمان اور ایک اس لشکر کا تو بیان نہیں ہے یہ توہین نامردی ہے کہ بغیر مالک کے لشکر
بے سردار سے جنگ وجدال کوئی شخص کرے اندکے صبر کیجیے کہ شاہزادہ بدیع الزمان بھی آجائے اسوقت
پھر جو آپکے فرمان میں آئے وہ کیجیے سیلاے اژدہا چشم زنجیر خاے نے کہا او نامرد تو طرفداری دشمن کی کرتا ہے
تھا اور سرکار پیغمبر اس بدیع الزمان کی کرتا ہے ابھی ورقاے زنجیر خاے سے یہی تکرار سیلا سے
ہو رہی تھی کہ دیکھا از پردۂ بیابان گردے برخاست تیرہ تیرہ وخیرہ خیرہ سر گرد باسمان رسیدہ وپاے گرد
بزمین دوزید غلطان وپیچان چون سر زلف مہوشان ہوا نے مار اگر دکو گردنے مارا ہوا کو دامن گرد شگافتہ
ہوا اور سبھوں نے دیکھا کہ انجم گروہ رستم شکوہ سر فتنہ ملک باختر صاحبقران بن صاحبقران پہلوان
تہمتن شاہزادہ بدیع الزمان گرد لشکر شکن تیغہ طہمورث دیو بند کے قبضے پر ہاتھ دھرے مرکب
گلگون باختری پر سوار بکمال حشمت وصولت و شان وشوکت نمودار ہوا ورقاے زنجیر خاے
آمد شاہزادہ رستم صولت کی دیکھ کر نہایت خوش ہوا اور باپ کی طرف دیکھ کر کہا کہ بابا جان اگر دعوی مردانگی
ہے تو آپ توقف نہ کیجیے وہ دیکھیے شاہزادہ بدیع الزمان آپہونچا سیلاے اژدہا چشم زنجیر خاے
نے یہ گفتگو کنایہ ورقا اپنے بیٹے کی سنکے کہا میں پہلے اس گستاخ نامعقول کی تجھکو سزا دیتا ہوں پھر
بدیع الزمان سے سمجھونگا یہ کہکے سیلاے اژدہا چشم زنجیر خاے نے اپنے کرگدن کو بڑھا کے
ایک تیغہ ورقاے زنجیر خاے پر مارا کہ اگر فیل مست پر اسکی ضرب پڑ جاتی تو دو ٹکڑے ہوتا مگر ورقاے
زنجیر خاے نے ضرب کو خالی دیکر بوقت برگشتن تلوار ماری کہ سپر کو کاٹ کر کمر تک سیلاے
اژدہا چشم زنجیر خاے کے اتر گئی اور لاش اسکی کرگدن پر سے زمین پر گر کے خاک وخون میں تڑپنے لگی
ورقاے زنجیر خاے نے جب دیکھا کہ باپ میرا تمام ہو چکا تب تمام مال واسباب اور نقد وجنس اور
خیمہ وخرگاہ وغیرہ جو کچھ املاک سیلاے اژدہا چشم کی تھی مع تمام اسکے لشکر اور جمیلے دلاوران نامدار
اور سرداروں کو اپنے ہمراہ لیکے جانب شاہزادہ بدیع الزمان والاشان مخاطب ہوا اور باواز بلند
کہا کہ اے شاہزادہ بدیع الزمان میں نے اپنے باپ کو خلاف وضع مردانگی آپکی غیبت میں معرکہ آرا
ہوتے دیکھ کر ممانعت کی کہ لشکر بے سردار کا جو ہو اس سے مقابلہ اور مجادلہ کرنا نہ چاہیے میرے باپ نے
میرا کہنا نہ مانا میں نے اسے مار ڈالا اب جو میرے اور آپکے عہد جنگ کا ہوگیا ہے اب میں مستعد ہوں
کہ سر میدان آئیے اور وعدہ وفا کیجیے شاہزادہ عالی مقدار بدیع الزمان نے کہا بسم اللہ مگر اے ورقاے
زنجیر خاے آج کے روز توقف کر اس لیے کہ تجھے صدمہ و کلفت اور غم باپ کا بسبب جوش خونریزی بہت
ہوگا لہذا کل جاے تیرے میرا مقابلہ ہوگا غرض روز دوم وقت صبح جو زمین سے منت آرائی
ہولی اس وقت ورقاے زنجیر خاے اور ادھر سے شاہزادہ بدیع الزمان نے میدان سے نکل کر
فرمایا کہ اے ورقا ہم تجھ سے نیزہ وشمشیر وگرز نہیں کرتے لیکن اب ہمارا تیرا زور کشتی کا ہے ورقاے
زنجیر خاے نے کہا کیا مضائقہ یہ کہکے دونوں بہادر میدان میں کود پڑے اور دنیا میں زور کشتی کا ہونے لگا
اس عرصہ میں تہمتن خان خاوری مع لشکر لا انتہا کے نمودار ہوا شاہزادہ بدیع الزمان نے

جانا کہ شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم آیا الغرض جنگ مردانہ کرکے رستم گُرزی مجروح ہوئے ورقا سے
زنجیر خا سے کا لنگر توڑ کر مارا کہ چاروں شانے چت زمین پر آرہا اور مردانہ وار ورقا کو پکڑ کے میدان سے خراب
فرمائی اسوقت معلوم ہوا کہ یہ قاسم نہیں ہے تہمتن خان خاوری دستادہ قاسم آیا ہے بارے ورقا سے
زنجیر خا سے کو حوالہ نقشل جن کیا ہو خون آشام کیا اور تہمتن خان خاوری کو بلا کے باعزاز و اکرام بٹھلایا
اور پوچھا کہ کیونکر آنا ہوا تہمتن خان نے عرض کی کہ شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم لعل خفتان خونریز
خاوری نے ان روزوں طلسم بہمات کو فتح کرکے جو سُنا کہ آپنے کنجاب سے شکست کھائی ہے تو نہایت
غم کھانے تھے اور یہ سمجھے کہ بسبب شکست کے کچھ اثاثہ و مال اسباب اور خزانہ شاہزادہ بدیع الزمان کے
پاس باقی نہ رہا ہوگا لہذا خزانہ بمقدار خراج یک سالہ ملک باختر کے بطریق نذر آپکے پاس بھیجا ہے شاہزادۂ
بدیع الزمان نے یہ سُنکے اُس خزانہ کو دیکھا اور پاس خاطر شاہزادہ خاور سیاہ خزانہ کو لیکے تہمتن خان کے روبرو
سازندوں اور میر شکاروں کو انعام میں دے دیا اسوقت تہمتن خان خاوری نے عرض کی کہ اے شہریار
شاہزادہ خاور سیاہ نے اس جوان کو کہ یموت بن سارنج اسکا نام ہے جا رور میں زیر کرکے تابع فرمان اپنا
کیا ہے سو اسکو اس لیے آپکے پاس بھیجا ہے کہ آپ بھی اس سے امتحان زورکشتی کا کریں شاہزادہ بدیع الزمان نے
فرمایا کہ اچھا کیا مضائقہ ہے کہکے سات روز یموت بن سارنج کو تحفہ تحفہ اور قسام قسام کے کھانے کھلائے بعد اسکے شاہزادہ
بدیع الزمان نے اس سے زورکشتی کا کیا اور شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم کے زیر کرنے سے بہت جلد یموت بن
سارنج کو زیر کیا اور تہمتن خان نے ہمراہ تمام سرداران خاور سیاہ کو مع یموت بن سارنج خلع خلعت کرکے بخدمت
شاہزادہ قاسم روانہ کیا بعد جانے تہمتن خان خاوری کے شاہزادہ بدیع الزمان نے ورقا سے
زنجیر خا سے کو مع خراج دو سالہ کل باختر کے روانہ کیا

اب دو کلمے داستان تباہی زدہ طوفانی کشتیوں سے بیان کیے جاتے ہیں

کہ شاہزادہ فرخ شہسوار قلندر کی کشتیاں جو طوفانی ہو گئیں تو بعد چند روز کے در بندر ارمینہ میں جا کے لگیں جب
شاہزادہ فرخ شہسوار نے دیکھا کہ سوائے میری کشتیوں کے اور نہ امیر صاحبقران کی کشتیاں نہ بادشاہ لشکر اسلام
کی اور نہ کسی سردار کی کشتیاں کہیں دکھلائی نظر آتی ہیں اسکو یقین ہو گیا کہ باقی سب سرداروں کی کشتیاں
دریا میں غرق ہو گئیں صدمات غم و الم میں سلطان باکرم اور سب سرداروں کے خوب سا شیون و شین اور ماتم کرکے
آخرکار بعض ماجرا جاری ہوئے وہیں لب دریا اتر پڑا اور خیمہ و خرگاہ سب استادہ کردی وہاں کا بادشاہ سام زم نشین
ہے جبکہ یہ خبر شاہزادہ فرخ شہسوار قلندر کی مع فوج و سپاہ لب دریا اُترنے اور فروکش ہونے کی پہنچی سنی
لاکھ سوار کا لشکر اپنے ہمراہ لیکے بنیہ جنگ برسر شاہزادہ فرخ شہسوار قلندر روانہ ہوا یہاں شاہزادہ
فرخ شہسوار قلندر نے بعد فروکش ہونے کے نسیم بن عمرو کو بلا کے فرمایا کہ تو ذرا کہیں جا کے کچھ خبر شاہزادہ خاور سیاہ
ملک قاسم کی اگر دریافت ہو کہ وہ کہاں رونق افزا ہے تو جلد دو چار جا پہ تحقیق کرکے مجھ سے آکے کہہ حسب الحکم
فرخ شہسوار قلندر کے نسیم بن عمرو جستجو کرتا جاتا تھا اثنائے راہ میں اسنے دیکھا کہ ایک لشکر عظیم الشان
مسلح اور مکمل گھوڑوں پر سواروں کے ہاتھ ڈالے برچھے ترچھے کیے گھوڑوں کو اُٹھائے چلا آتا ہے نسیم بن
عمرو نے اکثر لوگوں سے پوچھا کہ یہ فوج کسکی ہے اور کہاں جاتی ہے لوگوں نے کہا کہ سام زم نشین ہمارے
بادشاہ کی یہ فوج و سپاہ ہے اور کوئی فرخ شہسوار قلندر بیٹا حمزہ کا ہمارے ملک میں لب دریا آئے

بعد جو ہونے کے قتل اور تاخت و تاراجی کے واسطے جانے میں قاسم بن عمرو نے یہ حال سنکے بخدمت شاہزادہ فرخ
شہسوار قلندر کے بیان کیا اور کہا کہ حضور پہلے علاج غنیم کے لشکر کا کیجیے بعد اسکے شاہزادہ قاسم کی خبر کو بھیجیے گا
قصہ مختصر یہ کہ فرخ شہسوار قلندر سے اور سام زم نشین سے مقابلہ ہوا اور شاہزادہ فرخ نے سام کو چار پہر کے زور
میں زیر کر کے فرمایا کہ اسلام قبول کر سام نے ازراہ فریب مسلمان ہو کے کہا کہ میں آپکے واسطے اور آپکی فوج و سپاہ کے لیے
غلہ اور رسد اور کھانا پانی بھجواؤں اور یہ کہکے اپنے شہر میں گیا اور دروازہ شہر کا بند کر کے قلعہ بند ہو کے بیٹھ رہا جب یہ خبر
شاہزادہ فرخ شہسوار قلندر کو پہونچی شاہزادہ عالم مع لشکر سوار ہو کے قلعے کے دروازہ پر پہونچا اور چار طرف سے
محاصرہ کر کے آمادہ رزم و جنگ ہوا سام زم نشین نے متعجب دیکھا کہ اب میں کسی طرح سے نہ بچونگا تب اسکا فرید نامے
ایک عیار یہ بولا کہ ای سام زم نشین تو اب کچھ وسواس اور اندیشہ اپنے جی میں نہ لا آج شب کو میں فرخ شہسوار
قلندر کو جا کے پکڑ لاؤنگا اور یہ کہکے رات کو فرید عیار لشکر میں شاہزادہ فرخ شہسوار کے آیا اور شاہزادہ عالم کو بیہوش
کر کے سام زم نشین کے پاس لایا سام نے شاہزادہ فرخ شہسوار قلندر کو طوق اور سلاسل کر کے زندانخانے میں قید کیا
صبح کو جب فرخ شہسوار قلندر کے لشکر کو معلوم ہوا کہ ہمارے مالک کو کوئی عیاری کر کے پکڑ لے گیا ہے تمام لشکر آمادہ مرگ
و حیلہ قضا ہو کر قلعہ پر دوڑ کے چلا سام نے جب قسم کھا کے وعدہ کیا کہ کل صبح کو شاہزادہ فرخ شہسوار قلندر کو میں
بلطف و جمعیت تمہارے پاس پہونچا دونگا بارے لشکر نے شاہزادہ عالی جاہ کے بموجب اسکے قول اور قسم کے توقف کیا
شب کو سام زم نشین نے لشکر فرخ شہسوار قلندر پر شبخون مارکے تین ہزار دلیران وصف کارزار کو بہ رتبہ شہادت
پہونچایا باقی سب مجبور و ناچار ہو کر بھاگ گئے ہوئے تمام مال و اسباب نقد و جنس خیمہ و خرگاہ بہیر و بنگاہ لشکر کا شاہزادہ
فرخ شہسوار قلندر کے کفار لوٹ لے گئے اور دوسرے روز سام زم نشین شاہزادہ فرخ شہسوار قلندر کو طوق
و سلاسل ایک اونٹ پر بٹھلا کے مع دو گروہ کفار سمت سبائل لقا کے پاس لے چلا جاتے جاتے جب ملک عجم میں پہونچا
تو قہرمان عجمی نے چاہا کہ شاہزادہ فرخ شہسوار کو قتل کرے سام نے کہا اسکا قتل کرنا مناسب نہیں ہے کیں اسے
خداوند لقا کے پاس لیے جاتا ہوں وہ جو چاہیگا اسکے حق میں تقریر کرے گا یہ کہکر سمت سبائل کوچ کر کے روانہ
ہوا یہاں لشکر فرخ شہسوار قلندر کا جو شکست کھا کے چلا تو ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے بعد تلاش اور جستجو سے
بسیار شاہزادہ قاسم کے پاس پہونچا اور تمام افسروں اور سرداروں نے احوال معرکہ جدال و قتال شاہزادہ فرخ
شہسوار قلندر اور سام زم نشین کا بیان کیا قاسم یہ خبر وحشت اثر سنکے مثل شعلہ جوالہ بھڑک اٹھا اور یہ کہکے
کہ وہ سام کیا ہے اگر ہو ایسے ہوا خواہ شاہزادہ فرخ شہسوار قلندر کو گرفتار کر کے لیجا سکے گا
اگر قیطول خداوند لقا پر پہونچ چکا ہوگا تو وہاں بھی جا کے ایک ہی تیغ ہلارک سے اسپانی میں اس
کا ذکر و وصل جہنم کر دونگا اور شاہزادہ فرخ شہسوار قلندر کو قیطول پر سے اڑا لاؤنگا اسی وقت بسرعت تمام
اپنے گھوڑے پر بیٹھکے تیغ ہلارک کو جاہ ازل میان سے کھینچے سرپٹ گھوڑا اڑائے چلا جبکہ قریب شکار گاہ عجم کے
پہونچا حسب اتفاق وہاں قہر بن قہرمان اور زہر بن قہرمان دونوں بیٹے قہرمان عجمی کے شکار کھیلنے کو
نکلے تھے آگے تو کچھ جو رسالہ دار افسران فوج کفار تھے انھوں نے قاسم کو دیکھکر پوچھا کہ ای شخص تو کون ہے اور
تیرا کیا دین و مذہب ہے قاسم نے کہا تم کو میرے دین و مذہب سے کیا سروکار ہے ان لوگوں نے جا کے قہر اور زہر
سے کہا قہر و زہر سنتے کے شاہزادہ قاسم سے کہا کہ ای شخص اچھا ہمکو تیرے دین اور آئین سے کچھ مطلب نہیں تو
خدا پرستوں اور حمزہ صاحبقران کو کیا کہتا ہے شاہزادہ خاور سپاہ نے چند کلمات سخت و درشت ان دونوں

سے کرکے لقا اور لقا پرست کو گالیان دین قہر اور زہر دونون بیٹون نے قہران مجمی کے کہنے سے شاہزادہ قاسم
کی شکستگی پر قیمت سے تلوارین کھینچین پہلے قہر نے جھک کر تلوار برسر خاور سیاہ ماند اور ماری شاہزادہ قاسم نے
اُسکی ضرب کو خالی دیکر ایک ہی ضرب مین اُسے دو ٹکڑے کیا پھر زہر نے اپنے بھائی کو جہنم واصل دیکھ کر تلوار ماری
شاہزادہ خاور سیاہ نے اُسکو بھی زخمی کیا اور فوج سیاہ اُنکی بھاگ کھڑی ہوئی پھر قاسم نے اُسکا تعاقب
نہ کیا اور بسرعت تمام بسمت جالندریہ تلاش شاہزادہ فرخ شہسوار قلندر مین روانہ ہوا جب کہ قریب
دربند جالندریہ کے پہونچا تو ازبسکہ کسل راہ سے نہایت بیچین ہو گیا تھا ایک تالاب کے کنارے گھوڑے پر سے
اُتر کے بیٹھ گیا اور چاہتا تھا کہ دم بھر آرام کرے ناگاہ اُس طرف سے ایک پیادہ و چند سوار آتے تھے
سوار تو آگے نکل گئے وہ پیادہ اُس تالاب پر آ کے پانی پینے لگا قاسم نے اُس سے پوچھ کے احوال شاہزادہ
فرخ شہسوار قلندر کا پوچھا اُسنے کہا کہ آج دو دن ہوئے کہ فرخ شہسوار حمزہ کے بیٹے کو سام
بزم نشین نے یہان لا کے زندان خانے مین قید کر دیا ہے قاسم نے جو یہ خبر سنی چاہا کہ یاد دے کر چھوڑ دے سیارہ
بن عمرو نے منع کیا اور کہا ای شہریار اگر اسکو چھوڑ دیجیگا تو یہی فساد برپا ہوگا شاہزادہ عالم نے اُسکو ہدایت کی کہ
مسلمان ہو جا اُسنے گالی دی سیارہ بن عمرو نے دوڑ کر اُسے خنجر مارا اور جہنم واصل کیا شاہزادہ خاور سیاہ
نے کہا کہ کوئی تدبیر ایسی کیا چاہیے کہ اس دربند جالندریہ کے اندر جا کے شاہزادہ فرخ شہسوار قلندر کو چھڑا
لائین سیارہ بن عمرو نے کہا کہ ایک سفید کاغذ تہ بند کو بطور خط کے ملفوف کر کے مین لے کے چلتا ہون آپ بھی
میرے ساتھ چلیے جب کوئی تعرض کریگا اور پوچھیگا کہ یہ کون شخص ہے مین کہدونگا کہ حارث قورم گنجاب کا
ہے ایک کام ضروری کے لیے بسمت شہر سیاکل جاتا ہے اس حیلے سے اندر دربند جالندریہ کے پہونچ جاینگے غرض جب
اُسی ترکیب سے دربند جالندریہ مین پہونچے تو شہر والون نے پوچھا کہ کہو کیا خبر لائے ہو سیارہ بن عمرو نے کہا کہ
حمزہ صاحبقران دریا سے اس دربند مین اُتر آیا اسواسطے گنجاب نے ہم کو بھیجا ہے کہ خداوند لقا کو جا کے
خبر کرین لوگون نے یہ حال جا کے کوتوال سے کہا کوتوال نے شاہزادہ خاور سیاہ اور سیارہ بن عمرو کو بلا کے
خاصہ کھلوایا اور اجازت دی کہ جانے دو اور کوئی انسے تعرض نہ کرو غرض شاہزادہ قاسم اور سیارہ کوتوا
لکے پاس سے آگے روانہ ہوئے اور دربند گشتاسپ کے قریب پہونچے اس عرصہ مین سام بزم نشین شاہزادہ
فرخ شہسوار قلندر کو مقید کیے گشتاسپیہ مین پہونچا اور گشتاسپ نے سام بزم نشین کا استقبال
کرکے پوچھا کہ وہ خیرہ سر خدا پرست کونسا ہے سام نے شاہزادہ فرخ شہسوار قلندر کو دکھلا دیا گشتاسپ
نے شاہزادہ فرخ شہسوار سے کہا کہ ای خدا پرست تو خداوند لقا کی پرستش اختیار کر شاہزادہ فرخ شہسوار
قلندر نے لقا کو لعن کرکے اُسکے پرستار کو گالیان دین گشتاسپ نے بیٹے سام بزم نشین سے کہا کہ
اس خدا پرست کو قتل کرو سام نے کہا ابھی مناسب نہین ہے خداوند باختر کے پاس لیے لیے چلتا ہون وہ
جو چاہے گا اسکے حق مین تجویز دیگا ابھی یہی بحث و تکرار گشتاسپ اور سام بزم نشین سے ہو رہی تھی کہ
سامنے سے گرد نمایان ہوئی اور سب نے دیکھا کہ ایک سوار لعل پوش نے سمند تعجیل جولان کر کے پہونچکر نعرہ اللہ اک
بر کھینچا گشتاسپ نے نام خدا سے فرد و حلی کا زبان سے شاہزادہ قاسم کی شکل کے مانند مار سر دم زدہ پیچ و تاب
کھایا اور تلوار کھینچ کر پکارا ہو کر بر سر شاہزادہ خاور سیاہ چلا کہ یا شخص ای خیرہ سر اسوقت تو کہان سے پیدا ہوا
کہ نام نادیدہ خدا ے آسمان کا میرے سامنے لیتا ہے یہ کہکے تلوار ماری شاہزادہ قاسم نے بجنون سپر گری

اُسکے ہاتھ سے تلوار چھین کر اُسی کی تلوار سے اُسے جہنم واصل کیا ساری فوج اور سپاہ اُس تیغ زنی پر بلوہ کر کے شاہزادہ قاسم
کی طرف چلی شاہزادۂ خاور سیاہ نے جو یہ دیکھا کہ فوج کفار با شمشیر عریان بلوہ کیے آتی ہے اُس شجاع روزگار شاہزادۂ نامدار نے
بھی بے خوف و خطر شمشیر زنی کرنا شروع کی شاہزادہ فرخ شہسوار نے جو یہ حال دیکھا طنطنۂ اسم اعظم پڑھ کے کھینچ کر تمام حلقہ و
زنجیر وغیرہ قید اپنی مانند تار عنکبوت کے توڑ ڈالا اور ایک کافر کو مار کے سپر تلوار اُسکی لے کے اُسکے گھوڑے پر سوار ہوا
اور تلوار میں مارتا ہوا برابر شاہزادۂ خاور سیاہ کے پہونچکر دونوں بہادر جہاد بکفار کرنے میں مشغول ہوئے لیکن یہ
دو شخص اور لشکر کفار مثل مور و ملخ چار طرف بلوہ کیے چلے آتے تھے ناگاہ ایک نقابدار با ریش سفید مع اپنے سات
ہتیوں اور چار لاکھ سوار کے نمودار ہوا اور لشکر کفار پر شمشیر بار ہوا برابر قاسم کے پہونچا لشکر کفار شکست فاش کھا کے
بھاگ نکلا ہوا اُسوقت نقابدار نے اپنی بارگاہ استادہ کروا کے شاہزادۂ خاور سیاہ ملک قاسم اور
فرخ شہسوار قلندر کو اپنی بارگاہ میں لا کے صدر جا پر بعز و تمکین بٹھلایا اور دستر خوان بچھوا کے خاصہ تناول
کیا جب بخوبی تمام خاصہ کھا کے شاہزادۂ والا قدر ملک قاسم اور شاہزادہ فرخ شہسوار قلندر فارغ ہوئے
اُسوقت نقابدار نے کہا اے خاور سیاہ میں بھی تیرا ہوا خواہ ہوں اور میرا سر اور میری جان تیرے نام پر نثار ہے
لیکن اب ذرا آپ کو بہت سنبھالے رہ کیونکہ شاہزادہ بدیع الزمان نے بڑے بڑے کار نمایاں کرکے اپنا
نام پیدا کیا ہے تجھے بھی لازم ہے کہ تو بھی کوئی کار نمایاں ایسا کر کہ شاہزادۂ بدیع الزمان سے تیرا نام زیادہ تر ہو
شاہزادۂ خاور سیاہ نے کہا کہ اگر اے نقابدار تو دوست میرا ہوا خواہ ہے کاہے کو تو پردۂ نقاب کا مجھ سے کیا ہے
یہ کہکے نقاب جو اُس نقابدار کے چہرے سے اُٹھائی تو دیکھا ایک مرد پیر علم آموز رستم با ریش سفید جہاں فروز شوکت
ہے اُسوقت اُسنے قاسم سے کہا کہ اے قاسم میں نے آج تک کبھی اپنا منہ کسی کو نہیں دکھلایا تھا تجھے اپنا ہی
دوست جانتا ہوں جو آج میں نے نقاب اپنے منہ سے اُٹھائی ہے اب تو مردانہ وار آمادۂ حرب و پیکار رہ القصہ
شاہزادۂ خاور سیاہ نقابدار کو رخصت کرکے مع فرخ شہسوار قلندر کے ایک سمت کو روانہ ہوا اور رفتہ رفتہ جب
ملک عجم میں پہونچا تغلے کار قہرمان عجمی بطریق سیر و شکار مع اپنے تمام سرداروں کے سوار ہوکے نکلا تھا اثنائے
راہ میں شاہزادۂ قاسم کا سامنا ہو گیا اور ہمراہ والے سوار اور پیادوں نے قہرمان عجمی سے کہا کہ کشندہ
تیرے فرزند دلبند قہر کا یہی شخص ہے قہرمان عجمی نے جو یہ سنا عالم غیظ و غضب میں جوش خون فرزندی اور
محبت پدری سے یاد میں اپنے فرزند کی اسکی آنکھوں کے سامنے ایک تاریکی سی چھا گئی اور یہ کہکے کہ باش اے
خدا پرست قصاص خون فرزند میں اب تجھے کہاں زندہ و سلامت جانے دیتا ہوں یہ کہکے تلوار ماری۔ شاہزادۂ
خاور سیاہ نامدار حامی شاہزادۂ قاسم نے اسکی ضرب کو رد کر کے بوقت برگشتن تیغہ مارا کہ سر کو کاٹ کے
تا دو وجود قرز گیا اور قہرمان عجمی نے اپنے لشکر اور سرداروں سے کہا کہ ہاں اس خدا پرست کو نہ جانے دینا ساتھ
ہمارے کے تمام فوج و سپاہ اور سرداران قہرمان نابکار کے چار طرف سے شاہزادۂ خاور سیاہ کو محاصرہ
کر کے آمادۂ رزم و پیکار ہوئے ناگاہ نقابدار سفید پوش مع پچاس ہزار سوار کے پہونچا اور آن واحد میں فوج کفار میں
قتل عام کر کے تمام لشکر کو قہرمان عجمی کے ہزیمت دی اور شاہزادۂ خاور سیاہ کو ہمراہ لے کے اپنی بارگاہ میں آیا
اور کہا شاہزادۂ بدیع الزمان نے ملک باختر میں آکے بڑے بڑے کار نمایاں کیے اور تو نے آج تک کوئی
ایسا کام دلیری اور مردانگی کا نہیں کیا جو تیرا بھی نام ہوتا شاہزادۂ خاور سیاہ یہ گفتگو نقابدار سفید پوش کی
سنکے نہایت درہم اور برہم ہوا جب نقابدار سفید پوش نے کہا کہ اے قاسم تو مجھے پہچانتا ہے کہ میں کون ہوں اور

یہ کہکے نقاب منھ سے اٹھا دی تو قاسم نے اپنے پدر بزرگوار علم شاہ رومی کو دیکھکے پہچانا اور دست ادب باندھ کے
عرض کی کہ اے قبلہ و کعبہ یہ آپنے وضع نمد پوشی کی کسواسطے اختیار کی ہے کل بدیع الزمان مجھپر طعن کریگا شاہزادہ
علم شاہ رومی نے کہا اے فرزند تیری جدائی میں میں نمد پوش ہوا ہوں اب مجھے لازم ہے کہ ہوا دنگی کرکے اپنے باپ
کی مسندلی کو اوس سے لے قاسم یہ کلام اپنے باپ شاہزادہ علم شاہ رومی عالی مقام کا سنکے روتا ہوا باہر نکلا اور
فرخ شہسوار قلندر سے یہ سارا حال کہا اور باپ کو رخصت کرکے آپ مع فرخ شہسوار قلندر گھوڑے پر سوار ہوکے
سیارہ بن عمرو کو ہمراہ لیا اور سمت دربند آرمینیہ کے روانہ ہوا اور بعد طے مراحل اور قطع منازل قریب
آرمینیہ کے پہونچکے اوس ملک کو مسخر کرکے منوچہر نامے چچازاد بھائی کو سام زرم شین کے وہان کا بادشاہ
کرکے اپنے لشکر میں تشریف فرما ہوا اور اپنے سرداروں سے ملاقات کرکے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ لشکر کشی بر سر گنجاب
کرون یہ کہکے نگاہ بخت تو ملازم فوج کی شروع کردی اور لشکر کی تیاری اور کارسازی میں مشغول ہوا ایک مرتبہ
شاہزادہ کرب غازی نے دیکھکے کہا اے شاہزادہ خاور سپاہ اب تو تو نے لشکر اپنا تیار کرلیا اور تہیہ لشکرکشی کا
بر سر گنجاب ہے لہذا میں استدعا کرتا ہوں کہ اب مجھے رخصت دے شاہزادہ خاور سپاہ نے منظور نکیا شاہزادہ
کرب غازی نے چاہا کہ اٹھ کر جاوے مالک اژدر نے منع کیا اور کہا چند روز اور صبر کرو کسی تقریب سے بخوشی شاہزادہ
خاور سپاہ سے تمہیں رخصت دلوا دونگا ابھی مالک یہی کہہ رہا تھا کہ ایک شخص نے آکے عرض کی کہ اے شہریار
عیاران لشکر اسلام دربند روا علیہ سے اوٹھکے آئے اور قران حبشی نے اژدر دو علی کو مارا اور اسکی بیٹی کو
اپنے عقد میں لایا اور طبل سکندری اور علم اژدر دہا پیکر اور بوق جمشیدی وغیرہ بانے صاحبقرانی جو عیاروں کے
ہمراہ ہیں وہ قران چاہتا ہے کہ لندھور کے واسطے لیجائے اور وہ بدیع الزمان کے پاس بھیجے کرب غازی نے
کہا کہ پھر قباحت کیا ہے بارگاہ سلیمانی یہاں شاہزادہ خاور سپاہ کے پاس ہے وہ اسباب واسطے حضرتون کے حصہ
میں جائے اور وہیں سب شاہزادہ قاسم یہ بات سنکے نہایت ناخوش ہوا اور کہنے لگا کہ اے کرب غازی تو خود
دوست ایسے حضرتوں کی ہے میں نہیں چھوڑتا ہوں میں دیکھ رہا ہوں کہ سب اسباب عیاروں سے لیے آتا ہوں یہ کہکے سوار ہوا
اور بر سر عیاران اسلام روانہ ہوا شاہزادہ کرب غازی اس گفتگو اور اس حرکت سے شاہزادہ قاسم کی نہایت
کشیدہ خاطر ہوکے اپنے خیمے میں آیا اور رونے لگا سرداروں نے پوچھا کہ خیر باشد باعث ملال خاطر اقدس کا کیا ہے
کرب نے سارا حال بیان کیا سرداروں نے کہا تو نے بارگاہ سلیمانی کا مالک ہے اب تو یہاں کوئی نہیں ہے بس صلاح
بہتر یہی ہے کہ تو بارگاہ سلیمانی کو یہاں سے جہاں فرخ ہیں لے اٹھوا کے لیجا کرب غازی کو یہ بات بہت پسند
آئی اور اسی وقت بارگاہ سلیمانی کو چھکڑوں پر لدوا کے سمت عمرو کے روانہ ہوا وہاں شاہزادہ خاور سپاہ و مرشد
راہ طے کرکے بر سر قران حبشی پہونچا اور پوچھا کہ یہ اسباب تو کہاں لیے جاتا ہے قران نے قاسم کو جواب نہ دیا قاسم نے کہا
کہ قسم ہے اوسی قادر ذوالجلال والاکرام کی کہ اگر کوئی تم میں سے جان بچا ہی ذرہ جنبش کریگا تو ایک کو زندہ نہ چھوڑونگا کہتر
قران یہ سنکے کہ قاسم اول تو نبیرہ سلطان عالی مقام اور بھتیجا شاہزادہ بدیع الزمان کا ہے دوم جاہل سلیق شوریدہ
آشفتہ مزاج ہے اس سے مقابلہ کرنا کسی صورت سے نہ چاہیے لاعلاج ہوا اور سب اسباب چھوڑ کے الگ جا کھڑا ہوا قاسم اوس
تمام اسباب کو چھکڑوں پر بار کرکے اپنے لشکر کی سمت روانہ ہوا اثنائے راہ میں کچھ لوگ نالہ و فریاد کرتے ہوئے روبرو آئے شاہزادہ
عالم نے جو پوچھا تو انہوں نے ظاہر کیا کہ کرب غازی بارگاہ سلیمانی کو لیکے کسی طرف چلا گیا قاسم نے یہ حال
سنکے کہا کہ وہ دیوانہ آخر میرے ہاتھ سے مارا جائیگا تاکہ علم اژدر دہا پیکر اور طبل سکندری اور نفیر جمشیدی کو

وغیرہ اسباب قیماس خان خاوری کے سپرد کیا اور گھوڑے کو تازیانہ کرکے کرب غازی کی تلاش مین روانہ ہوا یہان شاہزادہ کرب غازی نے ابوالفتح اصفہانی کو جسکے واسطے بھیجا تھا ابوالفتح نے قاسم کی گفتگو سنکے جاکے کرب غازی سے کہا کہ اس طرح سے قاسم غیظ و غضب مین سوار ہوا آتا ہی شاہزادہ کرب غازی کو جوش خون پیدا ہوا اور بارگاہ سلیمانی کو فتاح پلنگینہ پوش کے حوالے کرکے سمجھا دیا کہ اگر قاسم آجاے تو قاسم سے لڑنے اور مقابلہ کرنے کا ارادہ نکرنا بارگاہ کو چھوڑکے نکل جانا اور جو قاسم نہ آئے تو بارگاہ کو لیجاکے عمرو دیو مین پہونچا دینا اور یہ کہکے آپ مع تیس ہزار سوار کے سوار ہوکے قیماس خان خاوری کے برابر پہونچا اور کہا کہ یہ اسباب مجھے حوالے کر دے قیماس خان خاوری نے کہا کہ مجھے مین کیون دون کرب نے زخمی کرکے اور کل اثاثہ لے کے ایک سمت کو نکلا چلا گیا ادھر قاسم ہر ایک مقام پر کرب غازی کی تلاش کرتا ہوا چلا جاتا تھا کہ راہ مین ایک شخص نے بیان کیا کہ ای شہریار کرب غازی نے آکے قیماس خان خاوری کو زخمی کرکے علم اژدہا پیکر اور طبل سکندری وغیرہ یہ سب اسباب چھین لیا اور نہین معلوم کس طرف کو چلا گیا قاسم اور زیادہ افروختہ ہوکر تلاش کرب غازی سرپٹ گھوڑا ڈالے روانہ ہوا

اب شمہ داستان چمن طوفانی کشتیون کی بیان کیجاتی ہی

کہ کشتیان اسفندیار گیلانی اور جمہور جہان سوز شہنشاہ تبرزن اور شہنشاہ عراقی مع لشکر گیلان و طوس کا اور عراق کے دربند خوراشیہ مین جاکر نگین خور ابن شاہ جو اس دربند کا بادشاہ تھا اُس سے میدان داری ہوئی اور وہ مع اپنے بیٹے کامدان کے مسلمان ہوگیا حسب اتفاق ایک روز شاہزادہ اسفندیار گیلانی اور جمہور اور شہنشاہ عراقی وغیرہ سب شکار کو نکلے تھے اثناے راہ مین ایک ہرن کو شکار کرکے چاہتے تھے کہ وہان سے پھرین ناگاہ مالک اس شکارگاہ کا ہمایون شاہ ہی اسنے شاہزادہ اسفندیار گیلانی کے حسن و جمال کو دیکھکر ایک آدمی کو بھیجا اور اسکی زبانی نام و حسب و نسب شاہزادہ اسفندیار گیلانی کا دریافت کرکے رونے لگا شاہزادہ اسفندیار گیلانی نے سبب اسکے رونے کا پوچھا اسنے بیان کیا کہ ای شہریار اس قرب و جوار مین ایک دربند ہی اُس دربند مین ایک نقابدار پلنگینہ پوش نیزہ زبردست اور شجاع و دلیر قیام پذیر ہی ایک روز میری بیٹی گلگشت باغ کو کہ اسی درے کے قریب تھی گئی تھی وہ نقابدار میری بیٹی کو دیکھکے اپنے ہمراہ لیکے اس درہ مین چلا گیا ملک زلفر بن ہمایون میرا ایک اکیلا بیٹا نہایت شجاع اور دلیر کہ سوا اسکے اور اُس بیٹی کے اور اولاد بیٹا بیٹی نہین ہی اُسنے یہ حال اپنی بہن کے پکڑے جانے کا سنکے نقابدار سے جاکے مقابلہ کیا نقابدار اسے بھی زیر کرکے پکڑ لے گیا چھ مہینے ہوچکے ہین کہ وہ بیٹی اور بیٹا میرا دونون اُس نقابدار پلنگینہ پوش کے پاس قید ہین اس باعث سے مین رویا کرتا ہون بیکسی ایک بار پھر بیان پر تصویر اپنی بیٹی کی شاہزادہ اسفندیار گیلانی کو دکھلائی شاہزادہ اسفندیار گیلانی اُس تصویر کو دیکھکر بصد دل و جان شیفتہ اور فریفتہ ہوگیا اور اُسی وقت اپنے مرکب پر سوار ہوکے اُس درے کے قریب پہونچا چاہتا تھا کہ اندرون درہ قدم رکھے ناگاہ اندر سے آواز سم مرکب کی گوش زد ہوئی اور دیکھا کہ نقابدار پلنگینہ پوش بکمال شوکت و شان مرکب کو گرم تاز کیے ہاتھ مین برچھا پکڑے نمودار ہوا اور آواز بلند کہا کہ باغی ہو بتا ادھر کہان آتا ہی اور اسفندیار گیلانی کو بعد جنگ نیزہ و شمشیر و گرز کے اُس نقابدار نے بزور بازو کمر کو پکڑ زین سے اٹھا لیا اور پکڑکے درے مین لے چلا گیا روز دوم یہ حال سنکے جمہور وغیرہ سرداران لشکر نالان اُس درے پر گئے اور ابھی نقابدار پلنگینہ پوش نے درے مین سے نکل کے تا شام سب کو پکڑ لیا اور اندرون درہ ایک باغ ہی اُسمین لیجاکے قید کیا اور

دوسرے دن شاہزادۂ اسفندیار گیلانی اور جمہور وغیرہ کو بلا کے کہا کہ تم سب صاحب مجھ سے لڑنے کو آئے تھے
مجھے آزما لیا تو اب میں تم سب کو کہتا ہوں کہ تشریف لیجاؤ مگر اب تمہیں لازم ہی کہ اپنا لشکر یہاں سے کسی ایک
سمت کو چلے جاؤ خبردار یہاں نہ ٹھہرنا یہ کہکر سب کو رخصت کیا اور آپ پھر اُسی درے میں چلا گیا اسفندیار
گیلانی نے اپنے دل میں یہ سوچ کے کہ تو حمزہ کا بیٹا ہو کے اور ایسی ذلت اُٹھائے مصرعہ صد خندۂ مرگ بر چنین
زیست بہ پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہوکے اُس درے میں گیا اور وہیں نقابدار نے پھر آ کے شاہزادۂ اسفندیار
گیلانی کو پکڑ کے کہا کہ تجھے میں نے چھوڑ دیا تھا پھر تو یہاں آیا اب تجھے نہ چھوڑونگا یہ کہکے شاہزادۂ اسفندیار گیلانی
کو لیجا کے قید کیا یہ خبر شاہزادۂ جمہور وغیرہ سرداروں نے سنکے کہا یہ نقابدار آفت روزگار اور بلائے بیدرمان ہی
گیلک بچہ نے کہا کہ میں جا کے ابھی شاہزادۂ اسفندیار گیلانی کو لیئے آتا ہوں یہ کہکے اندرون درہ پہونچا اور
وہاں دیکھا کہ ایک مکان میں فرش بہت پاکیزہ اور نفیس بچھا ہی اور وہ بیٹی ہمایوں شاہ کی اور شاہزادۂ
اسفندیار گیلانی قید میں بیٹھے ہیں اور ایک طرف نقابدار ملنگینہ پوش غافل پڑا سوتا ہی گیلک بچہ نے
اُس نازنین سے اشارہ کیا کہ میں آؤں اور اس نقابدار کو پکڑوں اُس نازنین نے اشارہ کیا بہتر گیلک بچہ نے
خنجر کو دیوار میں گاڑ دیا اور سر کمند کا خنجر سے باندھ کے نیچے اُترا اور کچھ عیاری میں دارو بیہوشی رکھکر نقابدار
کی ناک کے پاس لایا حسب اتفاق نقابدار کی آنکھ کھل گئی اور اسنے یہ دیکھکر کہ ایک شخص میرے سرہانے کھڑا ہی
چاہا کہ پلنگ پر سے اُٹھے گیلک پھر جست کر کے زیر کمند جا کھڑا ہوا نقابدار نے کہا کہ کیوں بھاگ گیا آگے آ گیلک بچے
نے کہا میں نہیں آتا تو مجھے پکڑیگا نقابدار نے کہا میں تجھے اب نہیں پکڑ سکتا گیلک بچے نے کہا ضرور تو مجھے
پکڑیگا یہ کہکے ہاتھ کمند پر ڈالکے آدمی دو سے زیادہ چڑھ گیا تھا کہ نقابدار نے تیر کمان میں پیوستہ کر کے
مارا کہ کمند دو ٹکڑے ہو گئی اور گیلک بچہ معلق زمین پر گرا نقابدار نے دوڑ کر گیلک بچے کو پکڑ لیا گیلک بچہ
رونے لگا نقابدار نے کہا میں تجھے ایک شرط پر چھوڑے دیتا ہوں کہ تو جا کے حمزۂ صاحبقران کو میرے مقابلے
کو لائے گیلک بچہ نے اوپر سے قسم کھا کہ حاشا میں ہرگز نہ لاؤنگا اور حمزۂ صاحبقران کو ضرور تیرے مقابلے اور
تعزیر دہی کے واسطے لے آؤنگا بارے نقابدار ملنگینہ پوش کے مکان سے گیلک بچہ نکل کے پھر اپنے لشکر میں
آیا اور سارا حال سرداروں سے بیان کیا اب تمام سردار اور فوج وسپاہ اسفندیار کے ہمراہ کی اُسی درے
کے سامنے قیام پذیر ہی

اب دو کلمے داستان کرب غازی کے بیان کیے جاتے ہیں

کہ جس وقت شاہزادۂ کرب غازی قیماس خان خاوری کو زخمی کر کے جبل سکندری اور نفیر جمشیدی اور علم اژدہا
وغیرہ اسباب وغیرہ لیکے روانہ ہوا اور یہ خبر سنکے شاہزادۂ خاور سپاہ تعاقب میں کرب غازی کی تلاش
کرتا چلا جاتا تھا پہلے کرب غازی خسرو بلاد ہندوستان لندھور بن سعدان کے پاس وہ سب اسباب لیے
پہونچا اور سب حال اپنا اور قاسم کا ادھر آتا تھا مفصلاً اور مشروحاً لندھور کے روبرو بیان کیا لندھور نے کہا
کہ اے کرب غازی تو نے بڑی غلطی کی اسواسطے کہ قاسم آتش مزاج ہی سواسطے تیرے حمزۂ صاحبقران کا ہی یقین ہی
آتا ہوگا اور میں اُسکے مقدمے میں کچھ نہیں کہسکونگا ابھی کرب غازی کچھ جواب نہیں دینے پایا تھا کہ دروازۂ بارگاہ
لندھور پر غل ہوا اور دیکھا کہ شاہزادۂ خاور سپاہ تیغ بلارک از اسپ کھینچے اندرون بارگاہ داخل ہوا اور
بہت غصے تیور سے چار طرف دیکھنے لگا دارائے سواد ہند لندھور نے اُٹھکر قاسم کو سلام کیا قاسم نے کہا کہ اے

لندھور یہ سارا مفسدہ برپا کیا ہوا تیرا ہی اب بتلا کہ وہ دیوانہ کہان ہی مین نے اُسے دربند سے رہائی دے کے
قتل سے بچایا اور اُسنے عوض اُسکا مجھسے یہ کیا لندھور نے کہا ای شہریار تو بفراغت تمام یہان تشریف فرما ہو جہان
کرب ہوگا آجائے گا قاسم نے کہا ای لندھور مین کہتا ہون کہ کرب کو بتلا دے کہ وہ کہان ہی اور تو میرے
سامنے معقولیت کی اور شستہ گفتگو کرتا ہی اب جلد کرب کو بتلا دے ورنہ مین بہت بُری طرح سے تجھ سے پیش
آؤنگا کرب غازی یہ گفتگو قاسم کی سُنکے ضبط نہ کرسکا اور ظاہر ہوکر کہا کہ ای قاسم مصرعہ برمن نگر برمن
نگر شاید کہ بشناسی مرا * مین کرب غازی کی نظر کردہ شہریار عرب تیرے سامنے موجود ہون دیکھون تو میرا کیا بگاڑیگا
شاہزادہ خاور سیاہ نے کرب غازی کو دیکھکر کہا باش ای دیوانے برگشتہ بخت جیسا تو دغا مجھے دے کے
بھاگا ہی دیکھ مین اُسکے عوض مین تیرے ساتھ کیا سلوک کرتا ہون بس یہ کہکے تیغہ بلارک افراسیابی دوڑ کر شاہزادہ
کرب پر مارا شاہزادہ کرب غازی نے خالی دیا اور تیغہ قاسم کا جاکے صندلی پر پڑا صندلی دو ٹکڑے ہوکر زمین
پر گری کرب غازی نے جو یہ رنگ دیکھا جوش جنون ہوا اور تلوار کرب نوش عاد کو دوالی کمر پر قاسم کے مارا
قاسم نے بھی چوٹ کو خالی دے کر آپ کو بچایا اور تلوار کرب غازی کی بارگاہ کے ستون پر پڑی لندھور کی بارگاہ
کا ستون قلم ہوگیا ذبادخان یک ضربی نے دوڑ کر ستون کو بارگاہ کے تھام لیا اور بہت سا عجز و انکسار کرکے کہا کہ
ای شاہزادہ خاور سیاہ تھمکے صبر کرین یہ سب اسباب ہے کہ تجھے حوالے کرتا ہون قاسم نے اور زیادہ تر تندی
اور سخت گوئی کرنا شروع کی اور فرہاد کا کہنا نہ مانا لندھور قاسم کو روکے ہوئے تھا کہ اس عرصہ مین مالک اژدر
پہونچا اور اسنے جو یہ حال دیکھا تو مالک بھی بہ شدت کرنے لگا لندھور نے کہا ای عرب نادان یہ وقت تیری تندی
کرنے کا نہین ہی اسوقت تو مقتضائے فراست یہ ہی کہ اس آتش کو بجھادے اور رفع شر کرنا لازم ہی جسے
تندی کرنا مالک نے جانا کہ لندھور سچ کہتا ہی بارے مالک نے قاسم کو آگے بڑھ کے سمجھایا اور منع کیا اور
بہت سی منت اور خوشامد کرکے صندلی پر بٹھلایا اسوقت لندھور نے کہا کہ ای شاہزادہ خاور سیاہ مین تیرا
کمترین بندہ ہون از راہ عبودیت و غلامی عرض کرتا ہون کہ اپنے نوکرون سے اس طرح پیش آنا ریاست اور
خداوندی سے بعید ہی قاسم نے کہا کہ مین نے کرب کو قتل سے بچا لیا اور وہ مجھسے یہ سلوک کرتا ہی شاہزادہ کرب
غازی نے جواب دیا کہ ای سبک سر مین نے تجھسے کب طلب کیا تھا اور کب کہا تھا کہ تو آکے مجھے رہائی دلوا دے
جو تو جہان بیٹھتا ہی یہی تکیہ کلام تیرا ہوگیا ہی اور تو اپنی نمود سب کے سامنے کرتا ہی اس تیرے احسان سے تو اس قید
مین اگر مین مارا جاتا تو بہتر تھا اور تو کون ہی جو بارگاہ سلیمانی کو اپنے قبضہ تصرف مین لاتا حق تعالی ہمارے سلطان
ظفر احتشام امیر حمزہ عالی مقام کو تا دیرگاہ میرے سر پر سلامت با کرامت رکھے انھون نے یہ بارگاہ میرے سپرد
کی ہی مین داروغہ اپنی بارگاہ کا ہون مین کسی کو نہین دیتا قاسم نے کہا مین لونگا کرب غازی نے کہا اگر تو
لے تو مین جانون دیکھون تو کیونکر مجھسے لیتا ہی قاسم نے بہ غیظ و طیش مین آکے تیغہ بلارک افراسیابی پر
ہاتھ رکھا کرب غازی نے بھی قبضہ شمشیر کو پکڑکے کہا بسم اللہ مالک اور لندھور دونون درمیان مین آگئے اور
رفع شر اس شرط پر کرادی کہ دونون صاحب زورکشتی کا کرین اگر قاسم غالب ہو تو کرب غازی بے تامل بارگاہ
کو حوالے قاسم کے کردے اور جو کرب غازی قاسم کو مغلوب کرے تو پھر قاسم نام جبل سکندری اور نفیر جمشیدی
اور علم اژدہا پیکر وغیرہ اسباب کا زبان پر نہ لائے القصہ یہ شرطین ہوکر دونون صاحب زورکشتی مین
مصروف ہوئے اس عرصہ مین ایک دیو نوجوان نقابدار نمد پوش کو اپنی گردن پر بٹھلائے وہان آکے اُتر پڑا

نقابدار نمد پوش نے اُس دیو کو پکڑ کے دے مارا اور سر اُسکا دھڑ سے کھینچ کر جہنم واصل کیا تمام سرداروں اور بہادروں
نے زور و طاقت نمد پوش کی دیکھکر بہت سا تعجب کیا اسمین نقابدار نمد پوش نے پوچھا کہ یہ کشتی کیوں ہو رہی تھی
مالک اژدر نے سب احوال بیان کیا اور شاہزادہ قاسم نے اپنے باپ کو بغور دیکھکر کرب غازی کے دوش پر
ہاتھ مارکے ایک ٹکڑا زرہ کا اُسکے کھینچ لیا اور لندھور کے آگے پھینک دیا کرب غازی کی بھی رگ خون جوش اور
حرکت میں آئی اسنے بھی ٹکڑا قاسم کی زرہ کا توڑ کر لندھور کے آگے ڈال دیا قاسم نے زیادہ تر خشمگین ہوکر خنجر
ہاتھ رکھا کرب غازی نے بھی خنجر اپنا کھینچا نقابدار نمد پوش نے قاسم کو آواز بلند کہا کہ تو آقازادہ کرب کا
ہے تو اپنے نوکر سے مقابلہ کرکے اپنی سبکی کیوں کرتا ہے کرب غازی نے کہا کہ جب آقا اپنے نوکر کی رعایت اور
مروت نہ کرے اور درپے قتل و ہلاکت نوکر کی ہو تو نوکر کو بھی لازم ہے کہ حفظ مراتب اپنا رکھے نقابدار نمد پوش نے کہا
کہ دونوں نے برا کیا لیکن یہ بیان کرو کہ تمہارے مناقشہ اور مجادلے کا کیا سبب ہے کرب غازی نے کہا حمزہ
صاحبقران ابھی زندہ اور سلامت ہیں اور شاہزادہ خاور سیاہ مجھسے دعوی بارگاہ سلیمانی کا کرتے ہیں اور
میں بدو دفعہ اس بارگاہ کا ہوں حق حق کہتا ہوں سر مو اسمیں کوئی صاحب جھوٹ نہ سمجھیں تا وقتیکہ جان میرے
جسم میں اور سر میرے دھڑ پر ہے اس بارگاہ کو میں کسی کو نہ دونگا نقابدار نمد پوش نے کہا حق بجانب ہے تو بارگاہ کو
اپنے قبضۂ اختیار میں رکھو باقی اسباب حوالے قاسم کے کر اور بہت سا کرب کو سمجھا کے بارگاہ سلیمانی کرب
کے پاس رہنے دی اور طبل سکندری اور علم اژدہا پیکر وغیرہ اسباب قاسم کو دلوا کے قاسم اور کرب سے
صلح کروا دی لندھور بارگاہ کو لیکے مع کرب غازی کے جشن عیش میں معروف ہوا اسی عرصہ میں بہمن خان
خاوری نے آکے قاسم کو مجرا کیا قاسم نے احوال شاہزادہ بدیع الزمان کا پوچھا اسنے کہا کہ پانچ لاکھ سوار
سے زیادہ جمعیت شاہزادہ بدیع الزمان کے پاس ہے شاہزادہ قاسم یہ سنکے بہت ناخوش ہوا بعد اسکے
بیموت بن سارنج کا حال پوچھا بہمن خان خاوری نے کہا وہ جو خزانہ آپ نے بھیجا تھا وہ سارا خزانہ شاہزادہ
بدیع الزمان نے سازندوں اور میرشکاروں کو انعام میں دیدیا یہ سنکے قاسم نہایت آزردہ ہوا پھر بہمن خان
نے کہا کہ بیموت بن سارنج کو بدیع الزمان نے آپکے زیر کرنے سے پہلے خود زیر کیا اور پھر آپکے پاس بھیجا ہے
اور ایک جوان درقامے زنجیر خاے کو بھی فارن بلند کمان کے ہمراہ شاہزادہ بدیع الزمان نے آپکے
پاس بھیجا ہے اور کہا ہے کہ تو اس سے نبرد کشتی امتحان زور کرنا قاسم نے کہا یہ خوب ہوا میں درقامے زنجیر خاے
سے ضرور زور کشتی کا کرونگا القصہ نقابدار نمد پوش سرداران دست چپ کو بکمال اخلاق و محبت
اپنے ہمراہ لیکے سمت سہانیہ روانہ ہوا

اب دو کلمے داستان امیں طوفانی تباہی زدہ کشتیوں سے گزارش کیے جاتے ہیں

کہ بعد رفع ہونے طوفان کے سلطان والاشان امیر حمزہ صاحبقران مع شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ
نامدار کشتیوں پر سوار ایک کنارے پر پہونچے امیر با توقیر نے پوچھا کہ ہماری کشتیاں طوفان سے تباہ ہوکر اب کہاں
آکر لگیں ملاحوں نے عرض کی کہ یا سلطان صاحبقران یہ نانتے دربند شقیہ ہے اور یہاں سے ملک سنجان
بہت قریب ہے امیر با توقیر یہ حال سنکے بہت خوش ہوئے اور چند جو کے مال و اسباب اُتروا یا اور آپ
بھی مع شاہ عیاران عیار کشتی پر سے اُترکے بارگاہ میں رونق افروز ہوے بعد اسکے عمرو سے کہا کہ خواجہ سلامت
قدم تم تکلیف کرکے ملک سنجان میں جاؤ اور شاہزادہ بدیع الزمان کی خبر مجھے لا دو عمرو نے پہلے تو بہت

عذر و معذرت کی آخر ناچار ہو کے سمت سنجان روانہ ہوا تھا سے راہ میں ایک پیادے کو دیکھا کہ بہت جلد جلد قدم اٹھائے
چلا جاتا ہے کہ عمرو نے اُس سے پوچھا کہ تو کہاں کا رہنے والا ہے اور کہاں جاتا ہے اُسنے کہا میں مصاحب خاص ملک
عنیق دربندی کا ہوں بائیس ہزار تومے میرے ایک جا پر تھے وہاں سے سو تومے میں نے تحصیل کیے ہیں اب
اپنے آقائے ولی نعمت عنیق دربندی کے پاس جاتا ہوں عمرو نے کہا کہ وہ روپیہ مجھے حوالے کر دے اور میرے
ہمراہ چل کہ میرا آقا تجھ سے کچھ یہاں کی خبر پوچھے گا اُسنے کہا نہ میں اپنا روپیہ تجھے دونگا نہ تیرے ہمراہ تیرے مالک کے
پاس جاؤنگا عمرو نے خنجر پر ہاتھ رکھ کر کہا تو مجھے نہیں پہچانتا میرا نام عمرو بن امیہ ضمری ہے یہ کہکے اُس پیادے
کو پکڑ لیا اور بخدمت امیر باتوقیر لایا اُسنے صاحبقران کو مجرا کیا صاحبقران نے اُس سے پوچھا کہ اگر تجھے میرے
فرزند شاہزادہ بدیع الزمان کی خبر معلوم ہو تو کہدے اُسنے کہا اے شہریار شاہزادہ بدیع الزمان نے تمام ملک
باختر کو بزور شمشیر مسخر کیا اگرچہ ایک مرتبہ گنجاب سے شکست کھائی تھی مگر پھر آکے قلعہ سنجان کو چھین لیا اور قتل
بن گیا ہو رخون آشام وغیرہ شجاعوں کو زیر کرکے دنیا رفیق گردانا ہے اور ایک لشکر عظیم الشان جمع کرکے شان و
شوکت بہم پہونچائی ہے باقی شاہزادہ قاسم جبہ ون سے شکست کھاکے نکلا ہے مجھے کچھ تحقیق اُسکا حال نہیں معلوم ہے
امیر باتوقیر یہ حال سنکے نہایت خوش ہوئے اور زر و جواہر وغیرہ اُسے مرحمت فرماکے رخصت کیا عمرو نے جب
دیکھا کہ وہ پیادہ بارگاہ سے باہر نکل گیا تو اُسکے تعاقب میں جاکے پھر اُسے پکڑ لیا اور جو کچھ زر و جواہر اُسنے پایا تھا
وہ سب اُس سے چھین لیا اور جلدی سے پھر بخدمت امیر باتوقیر آکے بیٹھ رہا اور کچھ گانے کے شغل میں مصروف ہو گیا اس
عرصہ میں اُس پیادے نے پھر اندرون بارگاہ آکے سارا حال عمرو کے ظلم اور زبردستی کا بیان کیا امیر نے دوبارہ
الغرض اُس پیادے کو زر و جواہر مرحمت فرماکے رخصت کیا اور عمرو سے فرمایا کہ اب اس سے روپیہ وغیرہ جو اُسکے
پاس ہو نہ لینا بارے وہ پیادہ بخدمت عنیق دربندی گیا اور اُسنے عرض کی کہ امیر حمزہ صاحبقران زادہ قاف
ثانی سلیمان دریائے نیل سے دربند غنقیہ میں تشریف فرما ہوئے ہیں ملک عنیق دربندی نے یہ حال سنکے اپنے
بھائی عنق سے کہا کہ ہمیں تاب مقابلے اور محاربے کی حمزہ صاحبقران سے نہیں رکھتا صلاح یہی ہے کہ میں اپنے
لشکر کو لیکے بخدمت حمزہ صاحبقران جاکے بظاہر مسلمان ہوں اور بفریب گرفتار کروں غرض یہی خود دیکھ مشورہ
تجویز کرکے دونوں بھائی مع تمام فوج و سپاہ کے بخدمت امیر باتوقیر آئے اور عرض کی یا امیر ہم نے ارادہ کیا تھا
کہ شاہزادہ بدیع الزمان سے لڑنے کو جائیں مگر اُسی شب کو خواب میں زیارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہمکو
نصیب ہوئی اور اُن حضرت نے ہم دونوں کو مسلمان کیا امیر نے اُن دونوں کی بہت سی خاطرداری کی وہ امیر
باتوقیر کو اندرون شہر لائے اور پھر دربند غنقیہ میں دو قلعے تھے ایک کا نام بہار دوسرے کا نام خزان تھا سلطان
صاحبقران نے اُن دونوں قلعوں کو خالی کروا کے اپنے خواتین معظمہ اور حرمان حرم محترم کو اُتروا کے مقبل
وفادار کو مع سات ہزار کمانداروں کے قلعہ و دروازہ کا قرار دے کے یہ حکم دیا کہ تا وقتیکہ نہ دیکھنا قلعے کا
دروازہ ہرگز نہ کھولنا بعد اسکے امیر باتوقیر مع عنق و عنیق سمت باختر روانہ ہوئے عنق اور عنیق دونوں
بادشاہ دربند غنقیہ کے ازراہ بدذاتی سلطان صاحبقران کو راہ سے بہکا کے سمت طلسم خاکستر ضحاک
کے لائے امیر باتوقیر نے جو خیال کیا تو دیکھا کہ ایک دریائے خاکستر بطور دریائے آب بظاہر رواں معلوم ہوتا ہے
امیر بامرم نے دریائے آب کے شبہے کنارے پر اُسکے پہونچ کے پلٹ کر جو دیکھا کہ عنق اور عنیق دونوں الگ
ہوکے دور کھڑے ہوئے ہیں فرمایا کہ تم دونوں کیوں ٹھہر گئے اور اس دریا میں اپنے گھوڑے ڈالکے کیوں

نہین اس پار چلے آتے ہو عشق اور علیق نے جواب دیا کہ خبر یار ہم دونون بپاس و لحاظ ادب کہ مبادا ہم گھوڑے
دریا مین ڈال دینگے اور بسم رکب سے چھینٹین پانی کی حضور پر پڑینگی اب چلے آپ اپنا گھوڑا آگے بڑھائین اور تشریف
لے چلین تو ہم دونون غلام بھی عقب مین حاضر ہین سلطان والاشان اُن مکارون کے فریب سے غافل تھے بیخوف و خطر
اُس دریاے خاکستر مین اشقر دیوزاد کو ڈالا اور ایکمرتبہ دیکھا کہ وہ گرد بطور طوفان کے چارطرف سے اٹھی اور ایک آواز
پیدا ہوئی کہ مانند ہی مانند قیامت مانند امیر باتوقیر نے جو پلٹ کر کسی کو نہ دیکھا اور اشقر دیوزاد کا دمبدم قدم
اُس خاکستر مین دھنسا جاتا ہی یہ حال دیکھکر سلطان والاقدر نہایت متحیر ہوے اور کہین راستہ نکلنے کا نہ تھا اسوقت کمال
مغموم اور مکدر ہوکے سمجھے کہ عشق اور علیق نے مجھسے فریب کیا عمرو جو ہمراہ رکاب ظفر انتساب سلطان عالی جناب تھا
رونے لگا صاحبقران نے پوچھا کہ اے عمرو تو کیون روتا ہی عمرو نے کہا کہ اے حمزہ مین زیادہ تر اس باعث سے
روتا ہون کہ ایک مرتبہ میرا مال و اسباب تو گنجاب کے بیچنے لے گئے اب جو مین نے تعب ریاض اور محنت شقت
سے کچھ پیدا کیا تھا وہ نہین معلوم اب کون لیجائیگا اور کسکے ہاتھ آئے مین یہان تیرے ساتھ اس بلا مین گرفتار ہوا ابھی
یہی گفتگو تھی کہ دفعتًہ ایک صداے سبوح قدوس کی آئی امیر باتوقیر اور عمرو نے جو اُس طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ
حضرت خضر تشریف لائے اور فرمایا کہ اے امیر حمزہ صاحبقران تم نے کیون آپ کو اس بلا مین ڈالا عمرو نے کہا
اے بزرگوار خیر وہ جو کچھ ہوا اسوقت اب مین بہت محتاج ہون کچھ زر نقد کا مجھے پتا بتا دیجئے حضرت خضر نے کہا کہ یہان روپیہ
اور گنج زر کیا کام کریگا عمرو نے کہا اے بزرگوار کوئی طلسم بے زر کے نہین ہی امیر باتوقیر نے کہا یا حضرت ہمکو اس طلسم سے
ہمکو نکالیے حضرت خضر نے فرمایا کہ مین تمکو یہان سے نکال نہین سکتا کیا سبب کہ یہ طلسم سواے بدیع الملک تیرے
پوتے کے اور کوئی فتح نہین کریگا جب بدیع الملک تیرا پوتا پیدا ہوگا تو یہ طلسم ٹوٹیگا صاحبقران نے فرمایا
کہ حضرت جبتک کہ میرا پوتا پیدا نہ ہوگا مین اسی طلسم مین گرفتار رہونگا جب وہ بڑے کے طلسم کشائی کریگا تب مین یہان
سے رہائی پاؤنگا حضرت خضر نے فرمایا کہ نہین بفضل ایزدی سے تیرا بیٹا شاہزادہ بدیع الزمان چند روز مین
طلسم جالینوس کو توڑیگا اُسوقت تم بھی اس طلسم سے نجات پاؤگے بس اتنا کہکے امیر باتوقیر کو رخصت کیا
اور غائب ہوگئے امیر باکرم وہان سے بدشواری تمام ایک باغ مین جاکے پہونچے وہان آرام فرمایا

اب دو کلمے داستان شاہزادہ خاورسیاہ ملک قاسم سے گذارش کیے جاتے ہین

کہ شاہزادہ خاورسیاہ ملک سہمانیہ مین ورقاے زنجیر خاے کے انتظار مین تھا ناگاہ خبر پہونچی کہ قارن بلندکمان
مع ورقاے زنجیر خاے آپہونچا حسب الحکم شاہزادہ قاسم کے لوگ استقبال کرکے دونون کو شاہزادہ خاورسیاہ
کی بارگاہ مین لائے دونون نے بارگاہ مین آکے قاسم کو سلام کیا کرسیان دونون کو بیٹھنے کو دین اور جام شراب
قارن بلندکمان کو عنایت کیا قارن بلندکمان نے آداب بجالاکے اُس پیالے کو پی لیا بعد اسکے خاورسیاہ نے
پوچھا کہ اب بدیع الزمان کا کیا حال ہی قارن بلندکمان نے کہا کہ آپ کی ازدیاد عمر و جاہ مین مشغول رہتے ہین آپ نے
جو ہیوت بن سارنج کو بھیجا تھا اُنھون نے بھی ورقاے زنجیر خاے کو چار پہر دن زور کرکے زیر کیا تھا اسکو آپکے
پاس بھیجا ہی کہ آپ بھی ورقا کو بزور کشتی زیر کرکے بھیج دین شاہزادہ خاورسیاہ نے ورقاے زنجیر خاے سے
پوچھا کہ تو مسلمان ہی ورقا نے جواب دیا کہ الحمدللہ شاہزادہ بدیع الزمان نے مجھے بزور کشتی زیر کرکے مسلمان کیا
شاہزادہ خاورسیاہ نے پوچھا کہ پھر تجھے باندھکے کیون میرے پاس بھیجا ہی ورقاے زنجیر خاے نے جواب دیا کہ
تم نے ہیوت بن سارنج کو باندھ کے اُنکے پاس بھیجا تھا شاہزادہ عالم نے مجھے باندھ کے تمھارے پاس بھیجدیا

شاہزادۂ خاور سیاہ نے چاہا کہ چند روز ورقاے زنجیر خاے کو مہلت دوں تا بفراغت تمام آرام کرے اور خوب
کھائے پیے جب خوب اسمیں طاقت اور قوت ہو تب میں اس سے امتحان زور کروں ورقاے زنجیر خاے نے کہا کہ
قسم ہے مجھے اپنے دین و آئین کی کہ میں بڑے عیش و آرام سے یہاں آیا ہوں مجھے مہلت کی حاجت نہیں ہے شاہزادۂ
خاور سیاہ نے کہا کہ کیا مضائقہ ورقاے زنجیر خاے کے ہاتھ کھول دو قارن بلند کمان نے حسب الارشاد
شاہزادۂ خاور سیاہ کے ورقا کو کھول دیا بعد اسکے شاہزادۂ خاور سیاہ نے ورقاے زنجیر خاے سے زور کشتی
کا کیا اور ورقاے زنجیر خاے بھی مردانہ وار کسی مقام پر قاسم سے کم نہیں رہا حسب اتفاق ورقا کا ہاتھ منہ پر شاہزادۂ
قاسم کے آپڑا تو خراش ناخن ورقاے تمام منہ شاہزادۂ خاور سیاہ کا پر خون ہو گیا قاسم نے اپنے چہرے سے خون جاری
دیکھکر نہایت غیظ و غضب میں بقوت تمام ایک گھونسا ورقاے زنجیر خاے کی گردن پر مارا قضاے کار وہ ضرب
دست ورقاے زنجیر خاے کی رگ پر پڑی اور ورقا چیخ مارکے گر پڑا قاسم نے ورقا کو باندھ لیا خسرو بلاد ہندوستان
لندھور بن سعدان نے کہا شہریار اسطرح سے گرفتار کرنا اور زیر کرنا درست نہیں مرزبان خراسانی کہ سردار دست چپ
ہے اسنے کہا کہ اے خسرو بلاد ہندوستان یوں ہی پکڑ لینا حریف کو درست ہے اسمیں شاہزادۂ خاور سیاہ نے ورقاے
زنجیر خاے سے کہا کہ میری نوکری قبول کر ورقا نے سوچ کر جواب دیا کہ میں ملازم شاہزادۂ بدیع الزمان کا ہوں
تا قید حیات اسکی اطاعت و فرمانبرداری سے نہ نکلونگا ہر چند قاسم نے مبالغہ کیا ورقا نے قبول نہ کیا شاہزادۂ
قاسم نے درہم و برہم ہو کر حکم دیا کہ ورقا کی گردن مارو ورقاے زنجیر خاے نے کہا کہ شہریار اصل یہ ہے کہ شاہزادۂ
بدیع الزمان آقا میرا ہے لاکھ جانیں میری اسکے ایک بال پر سے قربان و نثار ہیں اور تو بھی بھتیجا شاہزادۂ بدیع الزمان کا ہے
جو غلام اور نوکر شاہزادۂ بدیع الزمان کا ہوگا وہ تیرا بھی غلام اور نوکر ہو چکا سچ تو یہ ہے لیکن اے شہریار قول و اقرار دین و جان
دو ہر دو جو میں نے شاہزادۂ بدیع الزمان سے قول کیا ہے اسمیں مجھ سے فرق کبھی نہ ہوگا بارے قاسم کو یہ تقریر ورقاے
زنجیر خاے کی بہت پسند آئی اور نہایت خوش ہو کر ورقاے زنجیر خاے کو خلع خلعت کیا اور پھر فرمایا کہ بدیع الزمان
کا حال راست راست بیان کرو ورقا نے عرض کی کہ قارن بلند کمان کو حال شاہزادۂ بدیع الزمان کا خوب معلوم
ہے میں تو جدید الاسلام اور نو ملازم انکا ہوں شاہزادۂ قاسم جانب قارن بلند کمان کے مخاطب ہوا قارن
بلند کمان نے بیان کرنا شروع کیا کہ شاہزادۂ بدیع الزمان نے فلاں طلسم کو توڑا اور فلاں ملک مسخر کیا اور فلاں فلاں
پہلوانوں اور بہادروں کو زیر کیا اور فلاں فلاں خزانہ و مال بہم پہونچایا اور یہ دو برس کا خراج ملک باختر کا تمہارے واسطے بھیجا ہے
اور فرمایا ہے کہ یہ خزانہ و مال اپنے نوکروں کو بخش دینا شاہزادۂ خاور سیاہ نے یہ حال سنکے اس خزانے کو اپنے سامنے
طلب کیا اور اپنے نوکروں کو بخش دیا اور شاہزادۂ بدیع الزمان کے سب نوکروں کو دو دو چار چار خلعت دے کر رخصت کیا
بعد اسکے اپنے نوکروں کو جنہوں نے بدیع الزمان کے پاس جا کے غفلت کی تھی ان سب کو قید کیا تھا عیار نقاب پوش نے بہت سی
سعی کی اور یہ کہلے کہ ان بیچاروں کا کیا جرم و قصور ثابت ہوا ہے ان سب کو قید سے نجات دلوائی القصہ یہاں شاہزادۂ
خاور سیاہ اسی گفتگو میں تھا کہ ناگاہ سامنے سے گیلک بچہ عیار شاہزادۂ اسفندیار گیلانی کا آیا اور اسنے سلام کرکے
ساری سرگذشت اور حکایت دربند جو براہیم کی اور زبردستی نقاب دار پشمینہ پوش کی اور گرفتاری شاہزادۂ
اسفندیار گیلانی اور جمہور جہان سوز وغیرہ سرداران دست راست کی بیان کی شاہزادۂ خاور سیاہ مثل شعلۂ جوالہ
بھڑک اٹھا اور اسی وقت بیساختہ تیغ بیلارک از دست پیالی پر ہاتھ رکھکے اٹھ کھڑا ہوا اور یہ کہتا ہوا کہ ابھی میں جا کے ہو خواہان
شاہزادۂ بدیع الزمان کو چھڑائے لاتا ہوں اور اس نقاب دار مغلوبکا علاج معقول اور تعزیر واقعی دے کے

سرائے اشمال کو پہونچا تا ہون بیغمبر اپنے مرکب پر روانہ ہوا ساتھ قاسم کے دور دست سوار ہندوستان لندھور بن
سعدان اور نقابدار نقاب پوش اور تنبہ دین ستون اسلام شاہزادہ کرب غازی وغیرہ سب سردار اپنے مرکبون پر بیٹھ بیٹھ کے
درے کے قریب پہونچے شاہزادہ خاور سیاہ نے اور سبھون کو روک کے آپ بیباختہ اُس درے کے اندر قدم زن ہوا ناگاہ
صدائے سم مرکب بلند ہوئی اور دیکھا وہی نقابدار طلسمینہ پوش مثل شیر صحرائی درے میں سے نکل کے قریب خاور سیاہ
ملک قاسم کے پہونچا اور چار ہاتھ کے زور میں شاہزادہ قاسم کے نیزہ کو توڑ دیا اور پکڑ کے باندھا بعد اسکے یہ کہنے لگے کہ خیر اب
تیرا قتل کرنا مجھے منظور نہیں چھوڑ دیا شاہزادہ خاور سیاہ وہان سے اپنے لشکر میں آکے سوچا کہ اب لطف زندگی کیا ہے
مصرع ع اجل زندگی ہے اجل + تمام اسباب کو لٹا کے فقیر آزاد بنکے ایک مقام پر بیٹھ رہا سیارہ بن عمرو بھی قاسم
کے ساتھ فقیر ہوکے بیٹھا ہے اس عرصہ میں نقابدار نقاب پوش نے طبل جنگ بجوایا قاسم نے سیارہ بن عمرو سے کہا کہ جا کے
دیکھ تو کہ یہ دوسرا کون حریف ہوکر آیا ہے جس نے طبل جنگ بجوایا

اب دو کلمے داستان فرامرز عاد مغربی سے بیان کئے جاتے ہین

اُس وقت کشتیان لشکر اسلام کی سب تباہ ہو گئین اور ہر ایک جزیرے اور دربند مین نکلین تو کشتی فرامرز عاد مغربی اور چند
کشتیان بعد طوفان کے جب اندکے روشنی نمایان ہوئی تو دربند قہاریہ مین جا کے نکلین اور اُس کشتی مین شاہزادہ
فرامرز عاد مغربی کے سوائے ایک سائبان کے اور کچھ خیمہ ڈیرہ اسباب نہ تھا شاہزادہ فرامرز عاد مغربی نے کشتی پر سے اتر کے
وہین لب دریا درختوں کے نیچے اُس سائبان کو استادہ کر دیا اور سبھون آپ بیٹھا اور فوج و سپاہ وغیرہ ملازمین ہمراہی شاہزادہ فرامرز
کے سب کشتی پر سے اتر کے وہی سائبان کے نیچے بیٹھے خندہ خندہ یہ خبر قہار شاہ کو کہ مالک اُس دربند کا تھا پہونچی کہ کسی قدر بہت
کی کشتی ہماری سرحد مین آکے اتری ہے قہار شاہ یہ خبر سنتے ہی اسی وقت مع بائیس ہزار سوار و پیادے کے لشکر سے سوار ہو کے
بمقابلہ شاہزادہ فرامرز عاد مغربی آیا اور تھوڑے سے فاصلے پر اپنا خیمہ استادہ کروا کے داخل خیمہ ہوا اور طبل جنگ بجا دیا اور دوسرے
روز صبح کو سر میدان کے لڑنے کا طالب ہوا فرامرز عاد مغربی بخوف و خطر اپنے مرکب پر سوار ہو کر برابر قہار شاہ کے پہونچا اور کہا اے قہار
شاہ یہ تو اپنے جی مین خیال کرنا کہ تو بہت بڑا لشکر ساتھ لیکر آیا ہے اور میرے پاس فوج کم ہے خدائے ماہر رست اے قہار شاہ بیچون و
قوت پروردگار عالم مین تیرے اس تمام لشکر کو تہ و بالا کر دونگا اور تجھے زندہ و سالم اس میدان سے جانے نہ دونگا اسلئے
بہتر تیرے حق مین یہی ہے کہ تو کلمہ شہادت پڑھ کے ملت بیضا دین اسلام قبول کر قہار شاہ پر ایسا رعب اور دبدبہ
شاہزادہ فرامرز عاد مغربی کا چھا کہ نہایت خائف و ترسان ہو کر کہنے لگا کہ میں مسلمان ہوتا ہون شاہزادہ فرامرز
عاد مغربی نے کلمہ طیبہ ارشاد کیا قہار شاہ از راہ مکر و فریب طوطے کی طرح کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو گیا اور اپنے لشکر مین
آکے کہا کہ میں از ترس جان مسلمان ہو گیا ہون اور اپنے عقیل اعظم سپہ سالار سے مشورہ کر کے فوج و سپاہ کو بھی سکھلا دیا کہ
تم سب بھی بظاہر مسلمان ہو جاؤ بعد اسکے شاہزادہ فرامرز عاد مغربی کو بحیلہ دعوت اپنے مکان میں لا کے مع تمام سردار دعوت کے
کھانا بیہوشی آمیختہ کھلوا کے گرفتار کر لیا اور سب کو مطوق اور مسلسل کر کے ہوشیار کیا اور جب سب ہوشیار ہوئے تو قہار شاہ
نے جلادون کو بلوا کے حکم دیا کہ ان سب خدا پرستون کو ابھی جا کے قتل کرو فرامرز عاد مغربی نے کہا کہ اے قہار شاہ تو نے مجھے مکر و
فریب کر کے پکڑا ہے کیا مضائقہ مگر حق تعالیٰ میرے آقائے ولی نعمت سلطان صاحبقران کو ہزار سال سلامت رکھے کہ وہ صحیح سلامت
سفر دریا سے نکل کے عنقریب ہی باختر مین داخل ہونے ہین ایک نقار سنکر زندہ و سالم نہ چھوڑینگے قہار شاہ سوچا کہ واقعی یہ سچ کہتا ہے یہ
سوچ کے اپنے ہمراہیون سے کہا کہ یار دین فرامرز عاد مغربی کو مطوق اور مسلسل اسی طرح سے کشور گنجاب تک معہ ہمراہ روانہ کر دو
آئندہ جو مزاج مین پیغمبر رسل کے آئے وہ ان خدا پرستون کے حق مین کرے مین تو اس امر قضیہ سے بری ہو جاؤنگا یہ کہکے

فرامرز عاد دمغولی کو اور بے پر جلاکے مع چند اپنے سواروں کے گنجاب کے پاس روانہ کیا

اب شمہ داستان شاہزادہ عمرو بن رستم سے گذارش کیا جاتا ہے

کہ جس وقت سب کشتیاں لشکر اسلام کی طوفانی ہوئیں وہ کشتی شاہزادہ عمرو بن رستم کی ایک مقام پر ٹکر کھا کے پارہ پارہ ہوگئی شاہزادہ عمرو بن رستم ایک تختے پر بیٹھا ہوا تھا تلاطم امواج دریا سے وہ تختہ الٹ گیا اور شاہزادہ دریا میں گرا تو شناوری کرکے چاہتا تھا کہ کسی طرف کنارے پر جا پہونچے مگر وہ جو کہتے ہیں کہ شعر دریائے کہ پیدا نباشد کنارہ * غریق شناور نہ آید بکار * شاہزادہ عمرو بن رستم نے ہر چند کہ ہاتھ پاؤں مارے مگر جب شناوری کرتے کرتے شل ہو گیا تو قریب تھا کہ دریا میں غرق ہو کر ہلاک ہو جائے ناگاہ چند کشتیاں دور سے نمایاں ہوئیں اور ایک کشتی پر دیکھا کہ ایک نقابدار پلنگینہ پوش سوار ہے اُسنے عمرو بن رستم کو دیکھکر کہا کہ جلد اس نوجوان کو دریا میں سے نکالو چار طرف سے ملاح کود پڑے اور شاہزادہ عمرو بن رستم کو دریا سے نکال کے نقابدار پلنگینہ پوش کے پاس لائے شاہزادہ عمرو بن رستم نے نقابدار کو سلام کیا نقابدار نے پوچھا کہ تو مسلمان ہے عمرو بن رستم نے کہا کہ الحمد للہ اور برادر جانی میرا شاہزادہ خاور سیاہ و ملک قاسم لعل بختاں نبیرۂ زر دستار ثانی سلیمان حمزہ صاحبقران کا ہے نقابدار نے کہا حمزہ صاحبقران ایسا بہادر ہے ملک باختر میں کس لیے آیا ہے اور بدیع الزمان اور قاسم باختر میں کیوں آئے ہیں سرزمین کل باختر تو میری ملیت و ملکیت میں ہے میں اپنے ہاتھ سے جیسے چاہونگا حمزہ اور دونوں کا مزا چکھا دونگا میں اور خوش ہیں اور حمزہ صاحبقران اگر نوکری میری قبول کریگا تو نوکر رکھونگا اور لقائے مشرک خدا زرد شاہ تو میرا ایک سپہ سالار ہے یہ کہکے نقل اور کباب اور شراب طلب کرکے مع عمرو بن رستم کے شراب پینے لگا جب نقابدار دو چار جام شراب پی کر سرور ہوا تو میر کہنے لگا کہ حمزہ نے بہت بڑی غلطی کی جو ملک باختر میں آیا اور بدیع الزمان اور قاسم تو بیچارہ ہیں وہ بسبب تنگی اوقات کرنے کو یہاں آئے ہیں اصل اور حقیقت کیا ہے شاہزادہ عمرو بن رستم یہ گفتگو نقابدار کی سنکے نہایت درہم اور برہم ہوا اور نقابدار سے کہنے لگا اے نقابدار غلط کیا تجھے لازم نہیں کہ چھوٹا منھ بڑی بات زبان سے نکالے اور ایسے جوانان دلیر و بہادر کہ اُنکی تلوار کی یورش کے خوف سے دشمنوں کے آنکھوں میں خواب نہیں آتا اور تو یوں بے تکان اُن شجاعان دہر کا نام بے ادبانہ اس حقارت سے لیتا ہے یہ کہکے نقابدار پر تلوار کھینچ کے حملہ در ہوا نقابدار نے بسہولت تمام بند دست عمرو بن رستم کا پکڑ لیا اور ایک طمانچہ مار کے دے مارا اور قید کرکے کہا کہ اب جب تک میرا اور حمزہ دونوں کا فیصلہ نہ ہو جائے گا تجھے قید سے کبھی نہ چھوڑونگا یہ کہکے وہاں سے آگے کو روانہ ہوا اسے تو ادھر جانے دیجیے

اب شمہ داستان شاہزادہ بدیع الزمان گرد لشکر شکن سے بیان کیا جاتا ہے

کہ جس وقت شاہزادہ بدیع الزمان فاران بلند کمان کو مع ورقائے زنگیر خاص اور خراج دو سالہ باختر کا شاہزادہ خاور سیاہ کے پاس بھیجکر آپ مع فضل بن گنیا جور خون آشام قلعہ میں جشن عیش دیکھنے لگا ناگاہ نسیم بن عمرو نے بخدمت شاہزادہ بدیع الزمان والا مرتبت کے سلام کیا شاہزادہ بدیع الزمان نے نسیم بن عمرو کو دیکھکر خوشی خوشی حال شاہزادہ اسفندیار گیلانی کا پوچھا نسیم بن عمرو نے تمام حال گرفتاری شاہزادہ اسفندیار گیلانی کا بدست نقابدار پلنگینہ پوش بیان کرکے کہا کہ شاہزادہ قاسم اور خسرو بلاد ہند لندہور بن سعدان اور کرب غازی وغیرہ سردار واسطے رہائی شاہزادہ اسفندیار گیلانی کے گئے تھے ان سب کو بھی نقابدار پلنگینہ پوش نے پکڑ کے قید کیا ہے شاہزادہ بدیع الزمان نے یہ حال سنکے بکمال غیظ و جلال فرمایا کہ مجھے بھی فرض اور واجب ہے کہ جاکے اس نقابدار کو دیکھوں کہ کیسا زبردست اور بہادر ہے یہ کہکے شاہزادہ بدیع الزمان نے آدھا لشکر اور چند سرداروں کو

سنجان میں چھوڑا اور باقی سب سرداروں اور نصف لشکر کو اپنے ہمراہ لیکے سمت دربند عافیہ روانہ ہوا جب اُس درے کے
متصل پہونچا تو وہاں لشکر لندھور اور قاسم اور اسفندیار گیلانی کا پڑا ہوا تھا شاہزادہ بدیع الزمان اپنے لشکر کو وہیں
اُترنے کا حکم دیکر بتقریب شکار کھیلنے کے ایک طرف نکل گیا ناگاہ ایک ہرن بہت خوبصورت سینگیاں دونوں سونے روپے
سے منڈھی ہوئیں جل زربفت پشت پر پڑی ہوئی خلخال مرصع پاؤں میں چوڑیاں پہنے سامنے سے نمایاں ہوا شاہزادہ
بدیع الزمان نے اُس ہرن کے پیچھے اپنے مرکب کو گرم تاز کیا اور وہ ہرن چوکڑیاں بھرتا اُس جنگل سے نکل کر سامنے ایک باغ تھا
اُسمیں چلا گیا شاہزادہ بدیع الزمان بھی گھوڑے پر سے اُتر کے اندرون باغ داخل ہوا اور وہاں جاکے دیکھا کہ باغ نہایت
پُرفضا اور بہت معقول ہے اور سامنے ایک بارہ دری سنگ مرمر کی نہایت پرتکلف بنی ہے اور اندر اُس بارہ دری کے
ایک نازنین مہ جبین نہایت حسین سراپا حسن وجمال بہ کمال غنج ودلال دریائے جواہر میں غوطہ مارے روبرو شاہزادہ
بدیع الزمان کے آئی اور سلام کرکے کھڑی ہو رہی شاہزادہ عالم نے پوچھا کہ تم کون صاحب ہو اُسنے کہا کہ اے جوان میرا نام
شرارہ جادو ہے اُس نقابدار پلنگینہ پوش کو میں نے صاحبقران زمانہ بنادیا ہے اور میں نے ایک طلسم اُسپر باندھ دیا ہے اس
باعث سے کوئی نقابدار پلنگینہ پوش پر غالب نہیں ہو سکتا اور میرے سحر اور اس طلسم کے باعث سے وہ سب پر غالب
رہتا ہے اب میں نے جو تجھے دیکھا ہے تو میں تجھپر عاشق ہو گئی ہوں آ میری حسرت دل بر لا اور مجھے اپنی بغل میں لیکے سُلا تاکہ میں
تجھے نقابدار پلنگینہ پوش پر غالب کرادوں شاہزادہ بدیع الزمان نے یہ سُنکے اپنے جی میں کہا کہ یہ ساحرہ ہے اسکو
بعبارہ جہنم واصل کیا چاہیے غرض شاہزادہ عالم نے اُس ساحرہ سے پوچھا کہ تو پہلے مجھے اُس نقابدار کے مارنے کی تدبیر
بتادے بعد اسکے میں تجھے اپنی گود میں لے کر تیرا مطلب بر لاؤنگا شرارہ جادو نے ایک کمند شاہزادہ بدیع الزمان کو
دے کر کہا کہ پہلے تو اس کمند کو مارکے نقابدار کو پکڑ لینا بعد اسکے یہ ڈبیا عنبر سے اس کی بھری ہوئی نقابدار کے سامنے
ہوا کے رخ پر کھول دینا پھر نقابدار بیہوش ہو گرے گا تو اسے پکڑ کر مار ڈالنا یہ کہکے پھر شرارہ نے کہا کہ اب میرے دل کی
مراد نکال دے شاہزادہ بدیع الزمان نے شراب میں بیہوشی ملاکے دو جام اُس ساحرہ کو پلا دیے جب وہ بیہوش ہو چلی
تب شاہزادہ عالم نے اُٹھا لگا گھونسے کے مار ڈالا بس ایک شور وغل اُٹھا کہ کشتی مرا نام من شرارہ جادو بود شاہزادہ
بدیع الزمان اُس ساحرہ کو جہنم واصل کرکے اپنے مرکب پر سوار ہو کر تلاش نقابدار پلنگینہ پوش روانہ ہوا حسب اتفاق
نقابدار اسی باغ سے ایک جنگل میں بیٹھا تھا اور سم مرکب کی آواز سنکے جنگل میں سے باہر نکلکے بمقابلہ شاہزادہ بدیع الزمان
آیا شاہزادہ بدیع الزمان نے وہ ڈبیا عنبر کا نقابدار کے سامنے ہوا کے رخ پر کھول دیا اور حلقہ اُس کمند کا نقابدار کی گردن میں
پھینک کر پکڑ لیا اور اپنے لشکر کی جانب مخاطب ہوا آتا ہے راہ میں نقابدار پلنگینہ پوش نے پوچھا کہ اے جوان تو کون ہے
اور مجھے کہاں لیے جاتا ہے شاہزادہ بدیع الزمان نے جواب دیا کہ میں وہ ہوں کہ تمام فوج وسپاہ اور دولت لنجاب
کی خاک میں ملا کے تمام ملک باختر کو میں نے سخر کیا ہے اور اپنے قبضہ وتصرف میں لایا ہوں نقابدار نے کہا کہ پھر مجھے لیجا کے
کیا کرے گا شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا کہ میں تجھے اپنے لشکر میں لیجاکے اگر تو مسلمان ہو جائے گا تو تیری جان بچالی ہے
اور نہیں تو تجھے میں قتل کر دونگا نقابدار نے کہا کہ تو مجھے اس بات پر مسلمان کرکے رخصت کردے تاکہ میں جاکے تیرے اور سب
سرداروں کو قید سے رہائی اور نجات دیکر تیرے پاس لاؤں شاہزادہ بدیع الزمان نے قبول کیا اور نقابدار بازوے
ترس کلمہ پڑھکے مسلمان ہو گیا شاہزادہ بدیع الزمان نے نقابدار پلنگینہ پوش کو رخصت کر دیا نقابدار شاہزادہ
بدیع الزمان نامدار کے پاس سے جو چلا تو اُثنائے راہ میں شاہزادہ قاسم سے دوچار ہوا قاسم نے اُس سے پوچھا
کہ تو کون ہے نقابدار نے کہا میرا نام نقابدار پلنگینہ پوش ہے بدیع الزمان نے مجھے مردانہ وار پکڑا تھا میں ان

سرتاس سلیمان ہو گیا اب میں جا کے حمزہ کے بیٹے اور سردار جو سب یہاں قید میں ان سب کو مار کے کسی طرف چلا جاؤنگا قاسم نے کہا تو وہی شخص ہے جسنے مجھے زیر کیا تھا نقابدار نے کہا کہ ہاں میں وہی ہوں اب تو مجھ سے مقابلہ کرنیکا حوصلہ رکھتا ہے قاسم نے کہا البتہ یہ کہکے نقابدار پلنگینہ پوش سے مقابلہ کیا اور بعد جنگ نیزہ و شمشیر و گرز و کشتی شام کے وقت بڑی سعی و جہد سے اس نقابدار کو زیر کیا اب کی مرتبہ نقابدار از سر صدق مسلمان ہو گیا اور اطاعت شاہزادہ قاسم کی اختیار کی قاسم نے کہا اس شخص نے جسنے مجھے پکڑا تھا تجھسے ہم میرا ہے اب بتلا کہ وہ کدھر گیا نقابدار نے کہا اس طرف گیا ہے قاسم نے کہا تو میرے لشکر میں جا کے میرے سرداروں سے کہدینا کہ شاہزادہ خاور سیاہ تلاش بدیع الزمان گیا ہے اور مجھے بھیجا ہے نقابدار نے کہا کہ میں جاتا ہوں کہ تمہاری روانی کا تماشا دیکھوں قاسم نے یہ کلمہ نقابدار کا سنکے بنگاہ قہر اسکی طرف دیکھا وہ نقابدار خائف و ترساں ہو کے سمت لشکر خاور سیاہ روانہ ہوا ادہر کا حال سنیے کہ شاہزادہ بدیع الزمان جو نقابدار پلنگینہ پوش کو رخصت کرکے ایک سمت کو روانہ ہوا تو جاتے جاتے ایک شہر میں پہونچا دیکھا کہ دو لشکر آپس میں برسر جنگ ہیں شاہزادہ بدیع الزمان نے پوچھا کہ یہ کونسا شہر ہے اور یہاں میدان جنگ کسو سطے قرار دیا ہے ایک شخص نے جواب دیا کہ یہ شہر ارمینیہ ہے اور یہاں کا بادشاہ ارم شاہ ہے مریخ تیغزن سپہ سالار جو ارم شاہ بادشاہ کا تھا وہ باغی ہو کے بادشاہ سے معرکہ آرا ہے شاہزادہ بدیع الزمان نے یہ حال سنکے اپنے مرکب کو گرم تاز کیا اور بمقابلہ مریخ تیغزن جا کے کہا کہ اے بہادر یہ بادشاہ ارم شاہ تیرا ولی نعمت ہے اور تو نے تمام عمر اسکا نمک کھایا ہے اپنے آقاے ولی نعمت سے مقابلہ اور مجادلہ کرنا خوب نہیں ہے میں تجھے اپنے ہمراہ لیجا کے تیرے بادشاہ سے تیرے جرم و گناہ معاف کرا دوں اور پھر تجھے سپہ سالاری کی خدمت دلا دونگا مریخ تیغزن نے نہایت پیچ و تاب کھا کے کہا کہ تو کون ہے کہ مجھے نصیحت کرنے کو آیا ہے شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا کہ میرا نام بدیع الزمان ہے مریخ تیغزن نے کہا کہ میں مدت سے تیری ملاقات میں تھا یہ کہکے تلوار بر شاہزادہ بدیع الزمان ماری بدیع الزمان نے اسکے ہاتھ سے تلوار چھین کے وہی تلوار اس کے سر و مریخ تیغزن پر ماری کہ دو ٹکڑے ہو کر لاش اسکی خاک و خون میں پڑ گئی فوج و سپاہ نے مریخ تیغزن کی چاہا کہ بلوہ کرکے برسر شاہزادہ بدیع الزمان مقابلہ اور مجادلہ کرے سرداروں نے ممانعت کی ارم شاہ نے جب مریخ تیغزن کی لاش کو خاک و خون میں پڑے دیکھا بے ساختہ اپنے مرکب کو بھیجکے شاہزادہ بدیع الزمان کے قدموں سے آکے لپٹ گیا اور بہت سی تعریف و توصیف کرکے کہنے لگا کہ اے شہریار شعر خرد دیگر را نباشد دسترس ۞ اینچہ تو کردی نمی آید ز کس ۞ اور یہ کہکے مریخ کے تمام سرداران فوج اور خونریز نگار نے از سر صدق کلمہ شہادت پڑھکے مسلمان ہو گیا اور ہمراہ رکاب بظفر انتساب شاہزادہ عالی جناب کے آکے شہر ارمینیہ میں داخل ہوا چنانچہ ارم شاہ کی ایک بیٹی تھی نہایت حسینہ اور جمیلہ ارم شاہ نے بخدمت شاہزادہ والا قدر عرض کی کہ غلام امیدوار ہے کہ غلام زادی حضور کی کنیزی میں رہے شاہزادہ بدیع الزمان نے قبول اس امر کا نکیا تب اسنے کہا کہ اے حضور کسی اپنے رفیق کے حوالے کردیں شاہزادہ بدیع الزمان نے فرمایا کہ اسکا کچھ مضائقہ نہیں ارم شاہ نے ایک تصویر اپنی بیٹی کی سب سرداران بدیع الزمان کو دکھلائی فضل بن گیا ہو زخون آشام اور دوقاے زنجیر خاے اور قارن بلند کمان اور حمید خان و ترک جوشن پوش اور رومان مالک بن صفوان یہ سب کے سب اس تصویر کو دیکھکر عاشق ہو گئے شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا کہ صاحبو یہ تو مناسب نہیں کہ تم چہ صاحب ایک معشوق پر عاشق ہو میں کسکی خاطر کروں اور کسے اسکو دوں مگر ایک صلاح میرے نزدیک یہ خوب ہے کہ تم سب صاحب اپنی اپنی تصویریں بنوا کے اس معشوق کے پاس بھیجو جسکی تصویر وہ پسند اور قبول کرے اسکے ساتھ عقد ہونا چاہیئے سب صاحبوں کی تصویریں ارم شاہ کی بیٹی نے دیکھ کے فضل بن گیا جو زخون آشام کی تصویر کو پسند کیا وہ پانچوں صاحب اس بات سے اپنے دلوں میں بہت

رنجیدہ ہو کے حالت تحقیق میں فقیر ہو گئے جب یہ خبر شاہزادۂ بدیع الزمان کو پہونچی شاہزادۂ عالم نے ارباب باختری کو
بھیج کے بہت سا سمجھایا مگر انھوں نے مطلق ارباب باختری کا کہنا نہ مانا تب شاہزادۂ بدیع الزمان آپ تشریف لیگیا
اور انکو بہت سا سمجھا کے اور حتی المقدور دلجوئی اور خاطرداری اُن سبھوں کی اسکے منع کیا مگر جب بہت سا کہا تو انھوں نے
مہلت چاہی اور کہا کہ ہم سب صبح کو بارگاہ والا میں آ کے حاضر ہونگے شاہزادۂ بدیع الزمان ناچار ہو کے اپنی بارگاہ میں
پھر آیا وہ پانچوں شخص شب کو لشکر سے بھی نکل کے کسی طرف کو چلے گئے اثنائے راہ میں دیکھا کہ ایک لشکر عظیم الشان چلا آتا ہے
جب انھوں نے تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ قیطوس بن ... بیٹے انفاس خون آشام کے سرزمین ساغوم سے گنجاب
کی مدد کے واسطے جاتا ہے ناگاہ انفاس خون آشام وغیرہ کفار نے جوان پانچوں کو بصورت قلندری دیکھا تو لوگوں سے
دریافت کرکے کہ یہ ورقاے زنجیر خا اور قارن بلند کمان وغیرہ خداوند لقا سے منحرف ہو کر بدیع الزمان کے ہمراہ
مسلمان ہو گئے اور ... رفیق نے یہ دعوی ... انفاس جھٹ پٹ پانچوں کو کمند میں گرفتار کر کے سبھوں کو
گنجاب کے پاس لایا گنجاب نے اُن پانچوں بہادروں سے کہا کہ تم پرستش لقا کی اختیار کر دیں تم سب کا آگے سے زیادہ
مرتبہ کرونگا اُن پانچوں نے لقا پر لعنت کی گنجاب نے حکم دیا کہ ان پانچوں مغضوبان بارگاہ لقا کو ابھی لیجا کے سولی دو
تا کہ میں دیکھوں کہ انکا نادیدہ خدا اُنکو سولی سے بچا لیتا ہے حسب الحکم گنجاب کے کفار نے ورقاے زنجیر خا
اور قارن بلند کمان وغیرہ بہادروں کو لیجا کے سولی سے باندھ لیا قضائے کار عمر جان عیار یہاں موجود تھا اُسنے یہ
حکم گنجاب کا سُنکے سارا حال پانچوں کی گرفتاری کا شاہزادۂ بدیع الزمان سے آکے بیان کیا شاہزادۂ عالم اسی وقت
بہ نیت رہائی ورقاے زنجیر خا اور قارن بلند کمان وغیرہ پانچوں رفیقوں کے سوار ہو کے روانہ ہوا یہاں
خاور سپاہ ملک قاسم کو بھی خبر پہونچی کہ پانچ رفیقوں کو شاہزادۂ بدیع الزمان کے گنجاب نے دار پر
بند ہوا دیا ہے قاسم نے یہ حال سُنکے اپنے سرداروں سے کہا کہ تا دقیقہ میں آ لوں تم خبردار یہاں سے کہیں جانے کا
ارادہ نہ کرنا اور کوئی میرے تعاقب میں بھی نہ آنا یہ کہکے قاسم بھی واسطے رہائی ترک جوشن پوش اور ورقاے
زنجیر خا اور قارن بلند کمان وغیرہ کے روانہ ہوا

اب تتمہ داستان بہرام گردن خاقان چین سے گزارش کیا جاتا ہے

کہ جب کشتیاں لشکر اسلام کی طوفانی ہو کر تباہ ہو گئیں کشتی بہرام گردن خاقان چین کی ایک مقام پر ٹکرا کے پارہ پارہ
تختہ تختہ جدا ہو گئی اور جو ادنی و اعلی اُس کشتی میں بیٹھے تھے سب دریا میں غرق ہو گئے فقط شاہزادۂ بہرام ایک
پارہ تختہ پر بیٹھا بہتا بہتا بعد چند روز کے کنارے پر ایک جزیرے کے نکلا اور اس تختے پر سے اُتر کے سیر کرتا ہوا چلا جاتا تھا
ناگاہ ایک جا پر ایک غول گنواروں کا دیکھا کہ سوکھی سوکھی لکڑیاں درختوں سے توڑ توڑ کے گٹھے باندھ رہے ہیں بہرام
نے اُنسے پوچھا کہ یہ کون سرزمین ہے اور اس جزیرے کا کیا نام ہے اُن سبھوں نے کہا کہ اس جزیرے کا نام فارمانیہ ہے اور
یہاں کا حاکم فیروز شاہ ہے بہرام یہ حال سُنکے پھر سیر میں مشغول ہوا ناگاہ ایک آواز رونے کی بہرام کے گوش تک آ
پہونچی اور اسی آواز پر تھوڑی دور جا کے بہرام نے دیکھا کہ ایک دیو بیٹھا رو رہا ہے بہرام چاہتا تھا کہ آگے بڑھ کے کچھ
پوچھے کہ وہ دیو بہرام کو دیکھکر یہ کہتا ہوا کہ ای آدمزاد وہ جو کہتے ہیں کہ مصرع رزق را روزی رسان پر میدہد ہم طلبیں
پر طلبیں علیہ اللعین والعذاب نے اسوقت تجھے میری چاشت کے واسطے بھیج دیا یہ کہکر شاہزادۂ بہرام پر حملہ آور ہوا
شاہزادۂ بہرام نے اُس سے لپٹ کے تھوڑی دیر میں اُٹھا کے دے مارا اور چاہا کہ قتل کرے وہ دیو دست نکال کے کہنے لگا
کہ مجھے نہ مارئیے میں نے جیسا کیا ویسا پایا بہرام نے کہا اگر تو مسلمان ہو تو کیا مضائقہ دیو نے کہا اے شہریار میرا حال پہلے سُن لے

کہ میں ایک دن سمت کوہستان پر وہ قات چلا جاتا تھا وہاں میں نے ایک پری نژاد کو دیکھا کہ زنجیر سے بندھی ہوئی تھی سر سے
پاؤں تک ہر ایک عضو جسم اُس پری کا ہر شب سے بری تماشو کر دوں میں وصف چشم طاقت بیان نہیں ہے زبان کے چشم نہیں
چشم کے زبان نہیں ہے اُسکو زنجیر سے باندھا تھا میں نے چاہا کہ اُسے چھڑا دوں اور چاہا کہ یہاں سے نکل جاؤں کہ اتنی دیر میں ایک
سیاہ دیو پیدا ہوا اور مجھے اُس نے کشتی دیکے چاہا کہ مار ڈالے میں نے بہت سی منت سماجت کی کے جب تک تاب مرد کی تھا
اُس نے مجھے چھوڑ کے کہا کہ اگر پھر تو یہاں آئیگا تو تجھے جان سے مار ڈالونگا میں اُسی دن سے آج تک اس جزیرے میں آکے
رات دن رویا کرتا ہوں بہرام گردن خاقان چین نے کہا مجھے اُس دیو کے پاس لے چل کہ میں اُس سیاہ دیو کو پکڑ کے تجھے
حوالے کر دوں وہ دیو بہت خوش ہوا اور بہرام گردن خاقان چین کو اُٹھا کے دربند قارما نیوس میں لایا فیروز شاہ بادشاہ
نے جو یہ خبر سُنی کہ توماں دیو ایک آدمی کو لیکر اس خیال سے کہ وہ آدمی طوفان دیو کو مار ڈالے آیا ہے فیروز شاہ مشتاق
شاہزادہ بہرام گردن خاقان چین کا ہو کر دیکھنے کو آیا اور شوکت و جاہ و چہرہ اور حسن و شباب بہرام گرد
ن خاقان چین کا دیکھ کر پوچھا کہ ای بہادر تو کون شخص ہے اور یہ دیو تجھے کہاں سے اُٹھا لایا ہے بہرام نے کہا میں قوری باشی
امیر کشور گیر جہانستان حمزہ صاحبقران کا ہوں اور یہاں اسواسطے آیا ہوں کہ پہاڑ پر جاکے اُس پریزاد کو توماں دیو کے
واسطے لاؤں فیروز شاہ نے کہا ای بہادر ہرگز ہرگز تو اُس پہاڑ پر نہ جا وہ دیو آدم خوار ہے بہادر تجھے وہ ہلاک کر ڈالے
بہرام نے جواب دیا کہ ای شہریار میں اُس قوم میں نہیں ہوں کہ دیو اور پری سے ڈر جاؤں یہ کہکے شاہزادہ بہرام گردن
خاقان چین توماں دیو اور فیروز شاہ کو اپنے ہمراہ لیکے اُس پہاڑ کے نیچے پہونچا حسب اتفاق وہ پریزاد سوتی تھی زنجیر
کے پاؤں کی آہٹ سے چونکی اور سر اُٹھا کے چاروں طرف دیکھنے لگی ادھر بہرام گردن خاقان چین نے جو اُس پریزاد کو
دیکھا تو ایک آہ سرد کھینچ کے رہ گیا بعد اسکے توماں دیو سے کہا کہ تو جاکے اس پریزاد کو اُٹھا کے میرے پاس لے آ توماں نے کہا
میں ڈرتا ہوں ایسا نہو کہ طوفان دیو مجھے آکے مار ڈالے وہاں کے لوگوں نے کہا وہ دیو اس وقت یہاں نہیں رہتا
آخر وقت شام تک ای توماں دیو بے خوف ہوکے اُس پریزاد کو جاکے قید سے چھڑا لایا اور پہاڑ پر سے اتار کے بہرام گرد
ن خاقان چین کے پاس لایا ہمیں وقت شام کا ہو گیا کہ وہ دیو طوفان شکار سے پھر کے آیا اور پریزاد کو قید سے
چھوٹا ہوا دیکھ کے نعرہ زن ہوا اور یہ کہکے کہ ای توماں تو پھر آیا دوڑ کے توماں سے لپٹ گیا اور دم بھر میں توماں کو
مار کے گرا دیا شاہزادہ بہرام گردن خاقان چین نے توماں کو مارا جاتے دیکھ کر عالم غیظ و غضب میں کہا کہ ای
دیو گندم ترا از غصہ و سالم یہ کہکے ایک ہی ضرب تیغ میں اُس دیو کو جہنم واصل کیا فیروز شاہ نے یہ جرات اور قوت بہرام
گردن خاقان چین کی دیکھ کر بہت سی تحسین و آفرین کر کے کہا کہ ای بہادر جیا سو ہو میا نہایت ہو تمنا تو میں تیری
ملازمت اور اطاعت اختیار کرتا بہرام گردن خاقان چین نے کہا ای فیروز شاہ میں بھی پہلے لات پرست تھا
فیضان صحبت اور کفش برداری میں سلطان والا شان امیر حمزہ صاحبقران کی میں چاہ کفر و ضلالت سے نکلا اور
بسر چشمہ ہدایت پہونچا اور میں نے اُس خالق اکبر کو پہچانا غرض اسی طرح سے چند کلمات وحدانیت میں خدا کے
عز و جل کی بیان کیے کہ فیروز شاہ کو بہت پسند آئے اور بصدق دل مسلمان ہو گیا اور تمام اپنی فوج و سپاہ اور رعایا
شہر کو مسلمان کیا مگر بہرام گردن خاقان چین ہزار جان سے شیفتہ جمال اور فریفتہ تمثال اُس پری نژاد کا کہ نام اُسکا
دل آرام پری تھا ہو کے اُسکو اُس کوہ سے شہر میں لایا اور اُس سے کہا کہ ای جان جہان و اے روح روان میری تن
تیرے عشق میں مبتلا ہوں اُس پری نژاد نے کہا کہ ای شہریار میں بھی مقبول تجھے کہ شعر دل را بدل رہیست درین
گنبد سپہر از سوے کینہ کینہ و از سوے مہر مہر تیری لونڈی بنکے رہونگی مگر ہمارے بزرگوں کا قول ہے مصرع کہ

ہین آدمی زاد کل بے وفا ہ بس اتنا ہی تجھے ڈر ہو کہ تو بھی مجھ سے کبھی بیوفائی نہ کرے بہرام نے کہا میں اُن لوگوں میں نہیں
ہوں میں عاشق باوفا ہوں آخر میرا حال تجھپر ظاہر ہی ہو جائے گا اُس پریزاد نے کہا کہ اچھا میں دیکھوں کہ تو اپنے وعدے
پر ثابت قدم رہتا ہی یا نہیں القصہ وہ پریزاد بہرام گردن خاقان چین کی خدمت میں رہی ایک روز کی نقل ہی کہ
دل آرام پری کو اپنے ماں باپ کی جو یاد آئی تو اُسنے بہرام سے کہا کہ اے شہریار میں بیٹی ملک کافوری ہوں اور میرا
باپ تیسرے قلعہ قاف میں حکمرانی کرتا ہی اگر تجھے میری خاطر منظور ہی تو میرے ہمراہ پردۂ قاف سوم میں تشریف
لے چل کے چند روز بسر کر پھر جب تو کہے گا تیرے ہمراہ چلی آؤنگی بہرام گردن خاقان چین نے یہ بات سنکے کہا کہ اے سرمایۂ
زندگانی میں قورچی باشی امیر حمزۂ صاحبقران کا ہوں اور ہوا خواہ شاہزادہ بدیع الزمان کا اندنوں شاہزادہ
بدیع الزمان اور سلطان صاحبقران آمادۂ لشکرکشی برسر کنجاب ہیں میں تیرے ہمراہ کیونکر جاؤں اگر چند روز توقف
کرو تو بہتر ہی دل آرام پری یہ جواب بہرام کا سنکر نہایت رنجیدہ ہوئی اور کہنے لگی کہ میں تو جانتی تھی کہ آدمیزاد بیوفا ہوتے ہیں
یہ کہکے پرواز نشان لب بام پر جاکے بیٹھی پھر بہرام نے نہایت بیتاب ہوکے بہزار عجز و انکسار کہا کہ اے یار دلنواز میں تجھپر عاشق ہوں یہ
بات نہ کر تاکہ تیرے درد فراق میں ہلاک ہو جاؤں اُسنے کہا اگر تو صادق القول ہی تو میرے ساتھ پردۂ قاف کو چل [illegible]
دل آرام پری نے کہا میں تجھے اُٹھا کے قاف تک نہیں لیجا سکتی مگر میں جاکے آج کے تیسرے روز تخت تیری سواری کے
واسطے بھیجونگی تو اُسپر سوار ہوکے چلا آنا بہرام نے کہا شعر بیوفائی کیا کہوں ساتھ اپنے مجھ محبوب کی ٭ تیری نسبت میری
جان بلبل سے گل نے خوب کی ٭ میں تیرے فراق میں مر جاؤنگا دل آرام پری نے کہا میرا بھی صدمۂ فراق سے یہی حال ہی مگر جانے
میں لاعلاج ہوں یہ کہکے دل آرام پری پرواز نشان سمت قاف روانہ ہوئی بہرام گردن خاقان چین روتا اور
تڑپتا رہ گیا روز چہارم دیو ایک تخت لیکے آئے اور بہرام کو تخت پر سوار کرکے سمت قاف سوم چلے ہیں وہاں
دل آرام پری شل جان منتظر آپ کو بلانے سفر دے انتظار میں بہرام گردن خاقان چین کے بیٹھی تھی ناگاہ وہ چاروں دیو
بہرام کو تخت پر سوار کیے ہوئے پہنچے دل آرام نے استقبال کرکے بہرام کو اپنے محل میں اُتارا اور بہت تواضع تکریم اور پیار محبت
سے ایک مسند پر بٹھا کے صحبت قرار دی اور عیش و نشاط میں رہنے لگی بعد چند روز کے کسی غماز نے ملک کافور سے جا کے
کہا کہ آگے تو عوفاق دیو اور ملکہ دل آرام پری سے دوستی تھی اب پردۂ دنیا سے ایک آدمزاد کو جسنے طوفان دیو کو مارا
ہمراہ اپنے لائی ہی ملک کافور یہ حال سنکے نہایت برہم ہوا اور اپنے وزیر کو واسطے قتل کرنے بہرام کے بھیجا وزیر نے
آکے پوچھا کہ یہ آدمیزاد کون ہی تو معلوم ہوا کہ بہرام نام ہی اور قورچی باشی امیر حمزۂ صاحبقران کا ہی وزیر نے جاکے
ملک کافور سے کہا کہ اے شہریار یہ آدمزاد حمزۂ صاحبقران زرندۂ قاف ثانی سلیمان کا نوکر ہی اور حمزہ شوہر شہنشاہ
پردۂ قاف ملکہ آسمان پری کا ہی اور میں نوکر ملکہ آسمان پری کا ہوں میں اسکو کیونکر مار سکتا ہوں ملک کافور نے
کہا کیا مضائقہ اُس آدمزاد کو لیجا کے قید کرو اگر حمزہ کو خبر ہوگی اور وہ مجھ سے طلب کریگا میں بھیجدونگا ورنہ قتل کرونگا
القصہ ملک کافور نے دل آرام پری اپنی بیٹی کو مع شاہزادہ بہرام گرد بیہوش کرکے ایک مقام پر قید کیا وہاں فولاد
دیو طوفان دیو کے باپ نے جو سنا کہ کسی آدمزاد نے میرے بیٹے طوفان کو مار ڈالا سو اُس آدمزاد کو دل آرام پری ملک
کافور کی بیٹی پردۂ قاف میں لائی ہی اور اس جرم پر ملک کافور نے اُس آدمزاد کو اپنے یہاں قید کیا ہی فولاد دیو
فوج کشی کرکے برسر ملک کافور آیا اور معرکہ آرائے جنگ و جدال ہو کر چند سرداروں کو ملک کافور کے مار ڈالا اور جبل
بازگشت بجوائے جس وقت کہ دونوں لشکر اپنے اپنے مقام پر آگئے اُس وقت ملک کافور نے کہا کہ شہنشاہ پردۂ قاف
ملکہ آسمان پری حمزۂ صاحبقران کے ناموس اور ملکہ قمر چہر بھی بی بی حمزہ کی ہی اور بدیع الجمال بی بی شاہزادہ

بدیع الزمان کی ہو اگر میری بیٹی کا بھی بہرام گرد بن خاقان چین کے ساتھ وصل ہو تو مقام عجب کا نہین یہ
کہکے بہرام گرد بن خاقان چین کو حمام مین بھیج کر خلعت دامادی پہنایا اور بارگاہ مین تب اعزاز و احترام سے بلا کے
ملک کافور نے کہا کہ مین نے اپنی بیٹی تیری خدمت مین دی مگر اس شرط سے کہ تو اس فولاد دیو کو مار ڈالے بہرام نے قبول کیا
روز دوم بوقت صبح جبکہ طرفین سے فوجین بہ ہزاران طبل و صف آرائیان ہو چکین تب فولاد دیو دار ششاد لیکے میدان مین آیا
اُدھر سے بہرام گرد بن خاقان چین اُسکے مقابلے مین نکلا فولاد نے دار ششاد بہرام پر ماری شانہ بہرام کا ٹوٹ گیا
ملک کافور اور سب سردار اور تمام لشکر اُسکا بہت رنجیدہ ہوکر بہرام سے کہنے لگے کہ ہم تو تیرے بھروسے پر تھے اب کہو کیا کرین
بہرام نے کہا کہ اگر میرے کہنے پر عمل کرو تو مین ایک تدبیر تمہین بتلا دون ملک کافور نے کہا جو تم کہو گے ہم کو قبول ہی بہرام نے کہا کہ
اچھا ٹھہر جا اور ایک عرضی بدیع الزمان کو شہر بارنگے دل آرام پری بیٹی ملک کافور حاکم قلعہ سوم قاف کی یہان لائی ہی چنانچہ
یہان ملک کافور پر فولاد دند نامی ایک دیو فوج کشی کرکے آیا اور میرا اُسکا مقابلہ ہوا اُسنے دار ششاد مجھے ماری میرا شانہ
ناقص ہو گیا ہی اگر اسوقت مین تو مجھ میری تائید کے واسطے تشریف لائے تو فہو المراد ورنہ حسرت دیدار اقدام عالی کی دل مین
باقی رہ جانے گی الکو کر چار دیو دن کو ایک تخت دیکر بذریعہ اس اپنی عرضداشت کے بخدمت شاہزادہ
بدیع الزمان بسمت سنجان روانہ کیا

اب دو کلمے داستان شوکت بیان شاہزادہ بدیع الزمان گرد لشکر شکن سے بیان کیے جاتے ہین

کہ جسوقت شاہزادہ بدیع الزمان نے حال گرفتاری قارن بلند کمان اور رفقائے زنجیر خاے اور ترک جوشن پوش وغیرہ
اپنے سردارون کا سُنا کہ گنجاب نے ان سبھون کو بحالت قلندری سولیون پر لٹکا دیا ہی اور شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم اُن
سب کی رہائی کیواسطے جا رہا ہی شاہزادہ بدیع الزمان بھی اپنے مرکب پر سوار ہوکے سمت اردوے گنجاب روانہ ہوا اور جلد قریب
بارگاہ گنجاب کے پہونچا تو دیکھا کہ شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم بھی وہان کھڑا ہی قاسم نے بدیع الزمان کو دیکھا دونون
مین چشمک ہوئی اور دیکھا کہ بارگاہ گنجاب کے دروازے بہت سے کفار نیزے برچھے تیغ سرون پر لیے اور بند قبا کھولے
ہوئے بیٹھے ہین شاہزادہ بدیع الزمان اور قاسم وہان سے پلٹ کر ان سولیون کے قریب آئے وہان دیکھے کہ کوئی تدبیر کوئی
گھات بن نہ پڑیگی جو ہم ان سردارون کو چھڑا لین ناچار ہوکے وہان سے بیٹھ رہے اُسی وقت شب کا ہوا تو ایک طرف سے امیہ
بن عمرو ایک طرف سے سیارہ بن عمرو دونون عیار اسی فکر مین تھے کہ کسی گھات سے سردارون کو چھڑا دین جب ان سولیون کے قریب
پہونچے تو عجب طرح کا واویلا شور و غل سُنا ان دونون عیارون نے لوگون سے پوچھا کہ کیسا غل ہی ایک بدلول نے کہا کہ آج شب کو کوئی
شخص سولیون کے نیچے نقب دے کے قیدی سردارون کو سولیون پر سے اُتار لے گیا اور ایک کاغذ لکھکے ڈال گیا ہی کہ اے گنجاب تیری
کیا اصل و حقیقت تھی جو تو ملازمان شاہزادہ بدیع الزمان کی ہتک حرمت کا ارادہ کرتا ان سبھون کو سولیون پر کھینچا سیارہ بن عمرو نے
یہ حال جاکے ملک قاسم سے کہا قاسم نے اپنے دل مین یہ سوچکر کہ یہ کام بدیع الزمان کا ہی تعجب کی طرح سیر کرتا ہوا ایک سمت جا نکلا تو
ایک جوان کو دیکھا کہ تنہا کھڑا رو رہا ہی قاسم نے اُس سے رونے کا باعث پوچھا اُسنے کہا اس طرف مین ایک پہاڑ ہی کہ اُسکو صنوبر کوہ
کہتے ہین اور اُس پر ایک شہر رشک جنت ہی وہان کا بادشاہ ارم شاہ ہی مین اُسکی بیٹی دل آرام شیرین عذار پر عاشق ہون اور ارم شاہ
بدیع الزمان کے زیر ہو کے مسلمان ہو گیا اور بدیع الزمان نے اُس دل آرام شیرین عذار یعنی ارم شاہ کی بیٹی کو آپ تو قبول کیا
مگر تصویر اُسکی اپنے سردارون کو دکھلائی جو سردار دیکھتا تھا عاشق ہوتا شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا کہ ایک عورت پر چند شخص عاشق
ہون یہ نہین ہو سکتا اس لیے چند سردارون کی تصویرین کھچوا کے ملکہ دل آرام شیرین عذار کو دکھلائین دل آرام
نے فضل کی تصویر کو پسند کیا بدیع الزمان نے دل آرام کو فضل کے حوالے کیا اس بات پر وہ پانچ سردار تعیسر

ہو گئے ہیں بھلا اس مقدمے میں ای شہریار تو کیا کرسکے گا قاسم نے کہا اگر تو مسلمان ہو جائے تو میں تیرا مطلب بر لاؤں خاقان نے
کلمۂ طیبہ پڑھکے اسلام قبول کیا اور شاہزادہ قاسم کو اپنے خیمہ میں لیکے جشن کی تیاری کی اور لوگوں سے کہا کہ صنوبر شاہ میرا
باپ مجھے یاد کرے تو کوئی بہانہ کرکے ٹال دینا قصہ کوتاہ صنوبر شاہ نے خاقان کو یاد کیا لوگوں نے خاقان کے کوئی حیلہ کرکے
ٹال دیا تب صنوبر شاہ آپ آیا اور اندرون خیمۂ خاقان کے آواز ساز و سارنگی اور طبلے کی سنکے خاقان کو اندر سے بلایا اور
بذریعۂ خاقان صنوبر شاہ بھی بدست قاسم مسلمان ہو گیا روز دوم صبح کو ملک قاسم و صنوبر شاہ اور خاقان بطریق
سیر و شکار سوار ہو کے نکلے تھے کہ ایک دامان کوہ میں بدیع الزمان کو دیکھکر قاسم نے صنوبر شاہ اور خاقان سے کہا کہ
یہ جوان جو دامنہ کوہ میں کھڑا ہے یہی بدیع الزمان ہے کہ تمام ملک باختر میں اسکے نام سے زمین کانپ اٹھتی ہے اسوقت میرا جی
چاہتا ہے کہ اس جوان سے خوش طبعی کروں دیکھوں کہ دل اور جگر اور جرأت اور قوت اسکی کتنی ہے یہ کہکے اپنے گھوڑے
کو چمکاکے سمت شاہزادۂ بدیع الزمان روانہ ہوے شاہزادۂ بدیع الزمان نے دور سے جو سواروں کو مسلح اور مکمل اپنی
جانب مخاطب دیکھا قبضۂ طہمورث دیو بند پر ہاتھ رکھکے مرکب پر سوار ہوا اور گھوڑے کو چمکاکے سامنے آیا تو شاہزادہ
خاور سیاہ ملک قاسم کو پہچان کے کھڑا ہو گیا ملک قاسم نے کہا تو نے مجھے پہچان کے جو وہاں سے جلد آیا تو شاہزادوں گردہ
بھی ہو غرض آپس میں باتیں ہونے لگیں اور قاسم شاہزادۂ بدیع الزمان کو اپنے ہمراہ صنوبر شاہ کے خیمے میں لایا
اور یہ سب صحبت عیش میں تھے صنوبر شاہ کا ایک وزیر کذاب اختر شمار نہایت سیاہ دل اور تیرہ روزگار بیدہ خیمہ
میں آیا اور شاہزادۂ خاور سیاہ اور شاہزادۂ بدیع الزمان کو دیکھکر لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ دونوں تازہ وارد کون
ہیں اور زبانی جواس خدمتگاروں کی حال شاہزادۂ بدیع الزمان اور ملک قاسم کا تحقیق کرکے کنجاب کے پاس چلا گیا
اور کہا ای ہمبر رسل خاقان صید افگن تیار ادم شاہ کا قاسم کے ساتھ مسلمان ہو گیا اور اپنے باپ صنوبر شاہ کو بھی
مسلمان کیا اور اب بدیع الزمان اور قاسم کو لا کے اپنے خیمہ میں تماشا ہو رہا ہے اگر آج سکا ہے فوج جا کے ان دونوں
نادیدہ خدا کے پرستاروں کو مع خاقان صید افگن وغیرہ کے گرفتار کر لائے تو کچھ ایسی مشکل نہیں ورنہ پھر کوئی تدبیر نہیں
بن پڑے گی کنجاب نے جو یہ خبر سنی تو نہایت پیچ و تاب کھا کے اسی وقت مع تمام اپنے سرداروں اور فوج و سپاہ کے
سوار ہوا مگر لوگ صنوبر شاہ کے کنجاب کے لشکر میں تھے انھوں نے جو یہ حال سنا تو دوڑ کے سب صنوبر شاہ کے
پاس آئے اور عرض کی کہ کنجاب نشان لیکے آپ سے برسر جنگ آتا ہے وہ لوگ یہی باتیں کر رہے تھے کہ کنجاب
مع اپنی فوج و سپاہ کے وہاں پہونچا اور ضحاک عاد گراز دندان سمت شاہزادۂ بدیع الزمان نامدار اور الکوان فیل
جانب شاہزادۂ خاور سیاہ ملک قاسم مخاطب ہوے اور ضحاک عاد گراز دندان نے تلوار سر پر
شاہزادۂ بدیع الزمان نامدار کے ماری شاہزادۂ بدیع الزمان نے بند دست ضحاک کا پکڑکے تلوار اسکے ہاتھ
سے چھین لی اور کمر زنجیر میں ہاتھ ڈال کے ضحاک گراز دندان کو تا کش زین سے اٹھاکے بسوے ہوا پھینکا اور گرتے
گرتے تیغ میں تلوار ماری کہ مثل خیار تر دو ٹکڑے ہو کے لاش اسکی زمین پر گری اور مرنے لگی شاہزادۂ خاور سیاہ
نے الکوان فیل زور کی تلوار کو خالی دیکر بوقت برگشتن تیغہ مارا کہ مع مرکب چار ٹکڑے کرکے خاک و خون میں
ملا دیا بعد اسکے اس طرف سے تمام لشکر کنجاب کا اور ادھر سے دلیران ہمراہی شاہزادگان نامدار اور فوج و سپاہ
صنوبر شاہ اور خاقان صید افگن کی آمادہ جنگ و رزم ہو گئے اور طرفین سے لاش پر لاش دھڑ پہ دھڑ
ہونے ہر مردہ گرنے لگا کنجاب نے یہ رنگ میدان جنگ کا دیکھکر انفاس خون آشام سے کہا کہ تو جاکے
بدیع الزمان کا مقابلہ کر اور بدرج زلازل یک چشمی سے اشارہ کیا کہ تو قاسم سے جاکے مقابلہ اور مجادلہ

لگے اگر زندہ ہاتھ آئے تو زندہ پکڑ لاؤ ورنہ سر قاسم کا کاٹ لاؤ چنانچہ شاہزادہ خاور سپاہ نے زخم کاری کل کے پیرو بیغ ماذل حبشی کو
زخمی کیا اور شاہزادہ بدیع الزمان نے زخمی ہوکر اتفاق سے خون آشام کو مجروح کرکے تا شام معرکہ آرائے میدان جنگ رہا جب
ظلمت شب نمایاں ہوئی اسوقت دونوں بہادر یعنی شاہزادہ بدیع الزمان اور شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم جنگ کرتے ہوتے
تھے اور شمشیر زنی کرتے ایک سمت کو چلے آخر کار بسبب بہت سے خون نکل جانے کے ضعف کی شدت ہوئی تو دونوں بہادروں نے گھوڑوں
کی گردنوں میں ہاتھ ڈال دیے اور چکر کھا کے بیہوش ہو گئے اور گھوڑے ان دونوں رکیبوں کو بے حالت غش میں دیکھ کے
ایک سمت کو چلے ہیں دوسرے روز کنجاب نے تلاش کی تو معلوم ہوا کہ بدیع الزمان اور قاسم دونوں کسی طرف کو نکل گئے
اسوقت کنجاب نے حکم دیا کہ ہمارے لوگ جا کے چاروں طرف تلاش کریں تب بحکم کنجاب کے سیکڑوں کفار بتلاش
شاہزادگان عالی مقدار روانہ ہوے اور دس کوس بیچ کوس کا نوں گاؤں قصبات دیہات میں ڈھونڈتے پھرتے ہیں اب
حال اُن دونوں رکیبوں کا سنیے کہ گھوڑے جو دونوں شاہزادوں کو لیکے چلے تو سرپٹ جاتے جاتے ایک دامان کوہ میں پہونچے اور
وہاں سبزہ و دوب کا دیکھا از بسکہ دونوں گھوڑوں کو دو دن سے دانہ گھاس کچھ نہیں ملا تھا وہ گھاس کھانے میں مصروف ہوے ناگاہ
دونوں شاہزادے کاٹھی زین سے زمین پر گرے اور بعد تھوڑی دیر کے پہلے شاہزادہ بدیع الزمان نے ہوش میں آ کے جو آنکھ کھولا
تو دیکھا کہ میں ایک پہاڑ کے درے میں زمین پر گرا پڑا ہوں سجدۂ شکر جناب باری ادا کرکے اپنے جی میں کہا کہ زہے قدرت
اُس قادر مطلق کی کہ مجھے کفار اور ملازمان کنجاب کے ہاتھ سے محفوظ رکھکر یہاں پہونچایا اور چاہتا تھا کہ اپنے زخموں کو باندھے
ناگاہ نگاہ جانب قاسم جا پڑی دیکھا کہ قاسم بھی برابر میرے زمین پر پڑا ہوا ہے خون زخموں سے جاری ہے شاہزادہ بدیع الزمان
نے جوش خون عزیزی اور فرط محبت سے پہلے قاسم کے زخموں کو باندھا پھر چاہا کہ میں اپنے بھی زخموں کو باندھوں غش
طاری ہوا بیہوش ہوکر گر پڑا اس عرصہ میں قاسم کی آنکھ کھلی اور ہوش میں آیا تو اُسنے دیکھا کہ کسی نے میرے زخموں کو
باندھا ہے متحیر ہوکے برابر اپنے جو دیکھا تو شاہزادہ بدیع الزمان بھی زخمی پڑا ہے قاسم نے جانا کہ بدیع الزمان نے
میرے زخموں کو باندھا ہے تو قاسم نے بھی اُٹھکے شاہزادہ بدیع الزمان کے زخموں کو باندھا اور بیہوش ہوکے گر پڑا بعد
تھوڑی دیر کے پھر دونوں کو ہوش آیا اُسوقت آپس میں کہنے لگے کہ اب یہاں ٹھہرنا مصلحت نہیں ہے ایسے کسی مقام پر چلکے
ٹھہریں جہاں کنجاب کے لوگوں کے شر و فساد سے محفوظ رہیں ابھی یہی مشورہ کر رہے تھے کہ سامنے سے ایک پیادہ بلند و بالا با
شان و شوکت بلباس حریر کا پہنے قریب دونوں شاہزادوں کے پہونچا شاہزادوں نے باہم کہا کہ شاید یہ پیادہ کنجاب کا واسطے
جاسوسی کے آیا ہے اس فکر میں ہے کہ اسکو ماریں قاسم نے ایک تیر ترکش سے نکال کے کمان میں پیوستہ کیا اور نشانہ تاک
کے اُس پیادے کی طرف پرتاب کیا وہ پیادہ جست کرکے آسمان کی طرف تھوڑی دور پر جا کے کہنے لگا کہ صاحبو ذرا مجھے
مہلت دو کہ میں دریافت کرلوں کہ تم کون ہو اگر مسلمان ہو تو میری ہزار جان گرامی تم دونوں پر نثار ہے اور جو قوم کفار سے
ہو تو مجھے کچھ تم سے اندیشہ نہیں شاہزادہ بدیع الزمان نے جانا کہ یہ پیادہ مسلمان ہے فرمایا کہ ای شخص تو نے جو سنا ہو
شاہزادہ بدیع الزمان گرد لشکر شکن وہ شخص میں ہوں اور یہ جو برابر میرے تیر و کمان لیکر بیٹھا ہے یہ شخص آفتاب
اوج شجاعت شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم لعل خفتان خونریز خاوری ہے اب بیان کر کہ تو کون شخص ہے اُس
پیادے نے دوڑ کے شاہزادہ بدیع الزمان کے قدموں کو چوم لیا اور بہت سی تعریف اور توصیف کرکے اور دعائیں دیکے
کہنے لگا کہ ای شہریار میرا نام آشوب دزد ہے اور بہرام بھی کہتے ہیں یہاں ایک قلعہ ہے کہ نام اُسکا فولاد حصار
مشہور ہے شہر استوری [?] میں نہیں رہتا اسکی جائے خوف و خطر [?] مصائب سے بچا ہے لیکن اُسکی بنا میں حاکم اس قلعہ کا ہوں
اور بارہ ہزار شجاعان و عشہ [?] کا مقدمہ ہمیشہ چوری پر میری اوقات گذرتی ہے اکثر وقت [?] لقا خدائے باختر اور کنجاب

نے فوج مجھپر بھیجی اور چاہا کہ مجھے گرفتار کرے لیکن ہر مرتبہ لشکر کنجاب اور فوج لقا نے مجھ سے شکست فاش کھائی اور کبھی
مین نے ایک پیسا ایک کوڑی باج اور خراج کا کسی کو نہیں دیا اور کسی سے کبھی ڈرتا ہون ہان غائبانہ مجھے ایک عشق شاہزادہ
بدیع الزمان کے نام سے ہی اور ہزار جان و دل سے دعوی غلامی اور عبودیت کا شاہزادہ بدیع الزمان کی مجھے رہا ہی اکثر
مین نے چاہا کہ شاہزادہ عالم کی خدمت مین جاکے حاضر ہون مگر کہین ذریعہ اور وسیلہ کوئی بہم ہاتھ آیا اس باعث سے
زیارت قدم عالی سے اُنکی تا امروز محروم رہا ابھی چند روز کی نقل ہی کہ مین نے سنا کنجاب نے چھ سردارون کو شاہزادہ
بدیع الزمان کے بلباس قلندری گرفتار کرکے سولیون پر باندھ کے لٹکا رکھا ہی مین شب کو جاکے اُن چھون سردارون کو
سولیون پر سے اُتار لایا شاہزادہ خاور سیاہ نے کہا کہ دیکھنا اس حرامزادے عیار کو کیا بکتا ہی جہان دیکھو وہان ایک
نہ ایک حرامزادہ عیار مکار اُس کشتی لنگر کا نوکر موجود ہی رہتا ہی آمین اُس آشوب دزد نے بخدمت شاہزادہ بدیع الزمان
بہ کمال عجز و انکسار عرض کی کہ ای شہریار غلام امیدوار ہی کہ آپ کے سب سردار بھی میرے قلعہ مین ہین آپ بھی از راہ بندہ نوازی
قدم رنجہ فرما کے تا وقتیکہ زخم جسم اطہر کے اندمال پا کے اچھے ہو جائین وہین تشریف رکھین اور بعد اسکے جہان مزاج مبارک
مین آئے تشریف لیجائین شاہزادہ بدیع الزمان کو اُسکی گفتگو بہت پسند آئی اور ملک قاسم سے کہا کہ ای قاسم چل چند
روز قلعہ مین چلکے رہئے رہین جب زخمون کو اندمال ہو جائے اور صحت کلی ہو تو جہان سے چلیئے قاسم نے نہایت رنجیدہ
اور بدمزہ ہو کے کہا کہ مین کسی کے مکان مین نہین جاتا شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا ای قاسم تو نہایت بدمزاج ہی یہ
دستور شاہان و شہریاران کا نہیں ہی سوا اسکے تو مجھے اپنے رفیق خاقان صید افگن کے گھر مین لے گیا مین بخوف
و خطر تیرے ساتھ چلا گیا پس اگر کوئی بے ہمراہ آشوب کے مکان مین چل کے چند روز استراحت کرے تو کیا قہر ہو جائیگا
بارے قاسم نے لاعلاج ہوکے قبول کیا اور آشوب دزد دونون شاہزادون کو اپنے قلعہ مین لایا اور عزت و اعزاز و تکریم
سے مسند پر بٹھا کے قارن بلند کمان اور درقا زنجیر خا اور طرہ خان وغیرہ سردارون کو شاہزادہ بدیع الزمان
کے لاکے حاضر کیا تمام سردار شاہزادہ بدیع الزمان کو دیکھکے قدمون سے لپٹ گئے شاہزادہ بدیع الزمان نے
بہت سی دلجوئی اور خاطرداری اُن سب کی کرکے فرمایا ای یار و شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم نے ایک جوان
رسم پہونچایا ہی اُسنے یہ اظہار کرکے کہ مین ارم شاہ کی بیٹی دلآرام شیرین عذار پر عاشق ہون اسلام قبول کیا ہی اور
قاسم نے اُس جوان سے اقرار کیا ہی کہ مین تجھے ارم شاہ کی بیٹی دلآرام شیرین عذار کو دلادونگا پس اگر مین اس
بات پر راضی ہون اور قاسم کا پاس خاطر نہ کرون تو قاسم میرا کیا کر سکتا ہی لیکن جو اُسنے ایک بات مردانہ وار
اپنے منہ سے نکالی اور وعدہ کیا ہی تو مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ مین اپنے لخت جگر پارہ دل قاسم کو اُس جوان کے
سامنے شرمندہ کروادون لہذا مین تم سے کہتا ہون کہ جس طرح سے تم سب دلآرام شیرین عذار کے درد فراق مین مبتلا
ہو بپاس خاطر میرے لازم ہی کہ فضل بن گیا ہور خون آشام کی صدمہ دوری اور مجبوری کا اُس نازنین دلآرام
شیرین عذار کی اپنے دل پر اُٹھائے تا مین اُس ارم شاہ کی بیٹی کو حوالے شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم کے کردون
اور قاسم دلآرام کو خاقان صید افگن کو عنایت کرے یہ گفتگو شاہزادہ بدیع الزمان کی سنکے قاسم نے
اُٹھکر آداب بجا لاکے کہا کہ ای بدیع الزمان تو نے یہ بار منت تا روز قیامت میرے سر پر رکھا اور مجھے تمام عمر کو ممنون
اور مشکور اپنا کر لیا القصہ چند روز شاہزادہ خاور سیاہ اور بدیع الزمان دونون اُس آشوب دزد کے مکان پر رہے
جب کہ زخم اُن دونون صاحبون کے اچھے ہو چلے تب شاہزادہ خاور سیاہ سمت سماجنہ اور شاہزادہ بدیع الزمان
مع اپنے چھون سردارون کے سمت سنجان روانہ ہوے شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم نے اپنے لشکر مین آکے

جو کچھ کہ شاہزادہ بدیع الزمان سے گفتگو ہوئی تھی خاقان صید افگن سے بیان کی اور کہا کہ بدیع الزمان نے دل آرام
شیرین عذار کو میری خاطر سے تجھے دیا ہی عجب مرد کا احسان بدیع الزمان کا مجھ پر ہوا ہی ادھر شاہزادہ بدیع الزمان
جو بسمت سنجان روانہ ہوا تو اثنائے راہ میں ایک لشکر کو دیکھا کہ کسی قیدی کو اونٹ پر بٹھلائے بڑے اہتمام اور
ہوشیاری سے لیے جاتے ہیں شاہزادہ بدیع الزمان نے بغور کر کے دیکھا تو شاہزادہ فرامرز عاد مغربی کو بہ غل و
زنجیر قید دیکھا نعرہ کر کے اُس لشکر پر جا پڑا قہرمان عجمی نے سرراہ بدیع الزمان کے آگے نیزہ مارا شاہزادہ عالم نے نیزہ
اُسکے ہاتھ سے ہوائی کر دیا اور کمر بند میں ہاتھ ڈال کے اُسکو خانۂ زین سے اُٹھا لیا اور چرخ دے کر زمین پر پٹکا اور قہرمان کے
دونوں ہاتھ باندھ لیے شہزادہ فرامرز عاد مغربی نے شاہزادہ بدیع الزمان کو دیکھ کر نعرۂ الله اکبر کھینچا اور ہاتھوں
کی ہتھکڑیاں پاؤں کی بیڑیاں مانند تار عنکبوت کے توڑ کے ایک کافر کے ہاتھ سے تلوار چھین کے شمشیر زنی کرنے لگا لشکر
کفار نے الامان الامان کہنا شروع کیا اور قہرمان عجمی مع اپنی تمام فوج و سپاہ کے مسلمان ہو گیا شاہزادہ بدیع الزمان
نے شادمان و خندان فرامرز عاد مغربی سے کہا کہ اب تم لندھور کے پاس جا کے رہو فرامرز عاد مغربی نے کہا کہ اے شہریار
اب تجھے چھوڑ کے میں کہاں جاؤں شاہزادہ بدیع الزمان نے فرمایا کہ اے فرامرز میں ڈرتا ہوں کہ کوئی یہ تہمت نہ دے کہ
بدیع الزمان نے فیروز کی اعانت اور استمداد سے باختر میں آکے کام کیے ہیں اور باختر کو سخر کیا ہی فرامرز نے جانا کہ
بدیع الزمان سچ کہتا ہی پھر کچھ زیادہ محبت و تکرار نہ کی مگر بوقت رخصت اتنا پوچھا کہ شہریار اس لشکر کے حق میں کیا ارشاد
فرماتے ہیں جسے آپ نے مسلمان کیا ہی شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا کہ یہ حق تیرا ہی کہ تو نے پہلے قہرمان کو مسلمان
کیا تھا القصہ فرامرز عاد مغربی رخصت ہو کے مع فوج و سپاہ بسمت دربند محمودیہ بخدمت خسرو بلاد ہندوستان لندھور
بن سعدان روانہ ہوا اثنائے راہ میں شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم سے ملاقات ہوئی قاسم نے پوچھا کہ اے فرامرز
عاد مغربی تو کہاں تھا فرامرز نے کہا کہ مجھے قہرمان از راہ فریب گرفتار کر کے سنجان کے لیے جاتا تھا شاہزادہ
بدیع الزمان نے قہرمان کو پکڑ کے مسلمان کیا اور مجھے قید سے نجات دی پھر میں نے ہر چند چاہا اور عجز و انکسار کیا کہ میں
تیرے ہمراہ رہوں شاہزادہ بدیع الزمان نے مجھے جواب دیا کہ لوگ کہینگے کہ بدیع الزمان نے فیروز کی اعانت سے
باختر کو سخر کیا یہ کہکے مجھے رخصت کیا ہی قاسم اپنے دل میں شاہزادہ بدیع الزمان کی جرأت اور قوت پر آفرین صد
آفرین کرتا اپنے لشکر میں آیا اور سب سرداروں سے کہا کہ شاہزادہ بدیع الزمان نے فرامرز عاد مغربی کو اپنے پاس نہ رکھا
اور کہا کہ جو میں تجھے اپنے ہمراہ رکھونگا تو لوگ کہینگے کہ بدیع الزمان نے یاروں کی استمداد اور شراکت سے کام بنایا ان
کے دل میں فرق کسی طرح سے فرامرز عاد مغربی کا رہنا اپنے ساتھ مناسب نہ جانا اب لازم ہی کہ تم بھی سب یہ سالاروں کے
رہو میرے پاس نہ رہو ہر چند سبھوں نے منت سماجت کی قاسم نے کسی کا کہنا نہ مانا اور قیماس خان خاوری کو
ہمراہ کر کے سب سرداروں کو ملک آزردگی کے پاس روانہ کر دیا اور بعد اسکے شاہزادہ خاور سیاہ ایک روز شکار کھیلنے کو
نکلا تھا ناگاہ ایک بگولا پیدا ہوا اور قاسم کو بیچ سے اٹھا کر اُڑا اور لیجا کے ایک دامن کوہسار میں اُتار دیا جب قاسم
کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ایک دیو نے مجھے یہاں اُٹھا لایا ہی قاسم نے پوچھا کہ تو نے مجھے یہاں کیوں لایا ہی اُس دیو نے جواب
دیا کہ اے شہریار میرا الماس دیو نام ہی اور بہت سے جن اور دیو اور غول صحرائی اور پری زاد اس درے میں
رہتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہاں کا ایک قانون رکھا ہی کہ اس پہاڑ میں ترازو زنجیر سے بندھی ہوئی
لٹکتی ہی اور ایک پلے میں ترازو کے ایک بہت بھاری پتھر رکھا ہی حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہی قانون رکھا ہی کہ جو
کوئی اس پتھر سے زیادہ بھاری پتھر بنگے ترازو کو اٹھائے اُسے بادشاہ کرنا چاہیے سو پہلے میں نے اُس ترازو کو

اٹھا لیا تھا میں بادشاہ تھا اب ایک شہاب دیو ہے اُسنے آ کے مجھے سوا نی وزن کا تیرا ہی میں رکھے اُٹھا لیا اُسے بادشاہ کر دیا سو اب مجھے آرزو ہے کہ میں بادشاہ یہان کا ہون قاسم نے کہا کہ شہاب دیو کو بلا لا حسب الطلب شاہزادہ خاور سیاہ کے شہاب دیو ہو کے حاضر ہوا اور ہمراہ شہاب دیو کے سب دیو اور پری زاد و جن اور غول آئے قاسم نے دیں من شہاب دیو کے اُٹھانے سے زیادہ اُس ترازو میں رکھے اُٹھا لیا سب جنہ اور پری زاد و دیوون و غولون نے الماس دیو کو وہان کا بادشاہ کر دیا شہاب دیو کو معزول کر کے تخت پر سے اُٹھا دیا شہاب دیو جا کے شاہزادہ بدیع الزمان کو اُٹھا دیا اور سارا حال اپنی سلطنت کا بعد اُٹھانے اُس ترازو کے اور پھر الماس کو بادشاہ کر دینا باعانت اور بمضاعف وزن کی ترازو اُٹھا لینے کا اور اپنے معزول ہونے کا بیان کر کے کہا کہ میں نے تیرا اذن بگڑا ہے اب تو مجھے یہان کا بادشاہ کر دے شاہزادہ بدیع الزمان نے تیس من سوا نی خاور سیاہ کے اُٹھا لینے سے اُس ترازو کے پلے میں رکھے سب دیوون اور جنون اور پری زادون کے روبرو دو گز زمین سے بلند اُٹھا لیا اور شہاب دیو کو پھر وہان کا بادشاہ کر دیا اور الماس پھر معزول ہو کر تخت پر سے اُتر گیا قاسم نے کہا کہ میں پھر اس ترازو کو زیادہ بوجھ رکھ کے اُٹھاؤنگا اور یہ کہکے دو من بوجھ بڑھا کے قاسم نے اُس ترازو کے اُٹھانے کا ارادہ کیا کہ ایک طرف کا پلہ ترازو کا ٹوٹ گیا قاسم نہایت درہم برہم ہو کر کہنے لگا کہ اس ترازو کو پھر بنا دیں اُٹھاؤنگا دیوون اور جنون اور پری زادون اور غولون نے کہا کہ یہ قانون حضرت سلیمان نے نہیں رکھا کہ ترازوے سلیمانی کو دوبارہ بنا کے کوئی اُٹھائے بس یہ کہکے سب نے دوڑ کر شہاب کے قدم چومے اور کہا بس یہی نسلاً بعد نسل اور بطناً بعد بطن ہمارا بادشاہ ہے شاہزادہ بدیع الزمان نے جب دیکھا کہ قاسم بہت رنجیدہ اور اُداس ہوا تب شہاب دیو کو تو بادشاہ کیا مگر الماس دیو کو وکیل سلطنت اور پیشدست شہاب دیو کا کر کے فرمایا کہ جسوقت ہم کنجاب پر لشکر کشی کرینگے تم بھی اپنے دیو پری جن غولون کے لشکر لے کے سنجان میں حاضر ہونا اور یہ کہکے

شاہزادہ بدیع الزمان سمت سنجان اور شاہزادہ قاسم سمت کا[illegible] ہوا

اب دو کلمے داستان کنجاب بن تیموربن ملک حرمان و لشکر کشی کے بیان کیے جاتے ہیں

کہ کنجاب مع لشکر ملک خشتر چار یام کے میدان میں جو دو کوس تھا اُسنے حکم دیا کہ ہماری فوج جلد کو دمین پر سر بدیع الزمان لشکر کشی کرونگا علقمہ وزیر نے عرض کی کہ اے پیغمبر مرسل تجھے لازم نہیں کہ تو اب فوج کشی کرے بدیع الزمان سے مقابلہ کرے تمام سرداروں کو مع لشکر روانہ کر تب جلنے میں بڑی جنگ ہوگی جو تھے گا کہ بیہودہ خود ملک باختر کا پیغمبر ایک ادنی بدیع الزمان سے جنگ کرنے گیا تجھے دل حقیر جانینگے علقمہ نے جو یہ کہا تو بختیارک نے کہا اے کنجاب مجھے ثابت ہوتا ہے کہ تیرا وزیر مسلمان ہے کہ یقیناً یہ در پردہ حامی بدیع الزمان کی ہے کے اُسے بچا دینا ہے بختیارک کی یہ نسبت اور اغوا سے کنجاب نے علقمہ کو گالی دی اور کہا کہ وہ بھی تیری تقریر سے ایک جنبہ بدیع الزمان کا پایا جاتا ہے علقمہ وزیر اپنے دل میں سوچا کہ کنجاب نہایت تیرہ دل اور سیاہ درون ہے شعر آب زمزم و کوثر سفید نتوان کرد - گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ - یہ کافر ذاکفر ہے کسی طرح نمانیگا اور شاہزادہ بدیع الزمان جر دلشکر شکن بڑا صاحب اقبال مقبول خدائے ذو الجلال نہایت صاحب اقتدار اور مالک لشکر بیشمار کا ہو گیا ہے سوا اسکے امیر حمزہ صاحبقران بھی مع تمام سرداران لشکر اسلام اس ملک باختر میں تشریف فرما ہو چلے اب یہ کنجاب میرا کہا نہیں کریگا بہتر یہی ہے کہ میں بھی بخدمت شاہزادہ بدیع الزمان والا قدر عالی منزلت حاضر ہون اور کار سرفروشی اور جانثاری میں سعادت دارین اور افتخار کونین اپنا سمجھوں غرض یہ سوچ کے علقمہ وزیر نے کنجاب سے کہا اے پیغمبر مرسل تو بہر جنگ ہے اور یہ بات تو مشہور ہے کہ جنگ دو سر دار ردلشکر اصلاح دولت یہ ہے کہ خزانہ اور جواہر خانہ وغیرہ کا کام سے تو میں اُسے لکھا کے

قلعہ فولاد میں رکھوں تاکہ اگر شکست بھی دشمنوں کی ہو جائے تب بھی ایک طاقت خزانہ سیم و زر اور جواہر کی فوج سے گنجاب کو
یہ صلاح علقمہ وزیر کی بہت پسند آئی اور تمام خزینہ اور گنجینہ اپنا علقمہ وزیر کو سپرد کرکے سمت قلعہ فولاد رخصت کیا اور
علقمہ وزیر گنجاب کا خزانہ چھکڑوں اور شتروں پر لدوا کے سمت لشکر بدیع الزمان روانہ ہوا

اب چند کلمے داستان شوکت بیان سلطان والا شان امیر حمزہ صاحبقران سے بیان کیے جاتے ہیں

کہ جس وقت سلطان صاحبقران مع شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار حسب الارشاد حضرت خضر علیہ السلام کے اس باغ
طلسم میں آکے مقیم ہوئے تو انتظار میں تھے کہ دیکھیے شاہزادہ بدیع الزمان طلسم کشائی طلسم جالینوس کی کب کرے تاکہ
ہماری بھی رہائی یہاں سے ہو ایک روز کی نقل ہے کہ ایک آواز پیدا ہوئی کہ کوئی شخص یکتا ہو اور چند یاں طلسم خبردار ہو جاؤ کہ شاہزادہ
بدیع الزمان نے طلسم جالینوس کو توڑا جسکو اس وقت یہاں سے نکل جانا ہو نکل چلے دم بھر میں ایک ہرن پیدا ہوگا پیچھے
پیچھے اسکے نکل جانا یہ سنکر امیر با توقیر بہت خوش ہوئے اور دیکھا کہ ایک ہرن مانند شیر زیان کے تمام اسکے جسم پر خال زبر و سفید
ہیں ایک جانب سے نمودار ہوا امیر با توقیر اور عمرو اس ہرن کے تعاقب میں چلے جاتے تھے جس وقت کہ اس خاکستر سے باہر
نکلے صاحبقران دوران نے دیکھا کہ وہ ہرن غائب ہو گیا تب سلطان صاحبقران نے جانا کہ ہم اب طلسم سے باہر نکل آئے
پس سلطان صاحبقران اور شاہ عیاران عیار دونوں وہاں سے آگے روانہ ہوئے اثنائے راہ میں امیر با توقیر نے عمرو سے
فرمایا کہ تو جا کے سرخیل وفاداران مقبل وفادار کو مع حریمان حرم محترم کے یہاں لے آ اور اخوان کافروں کا بھی دریافت
کرتا آ کہ اب وہ سب کس فکر و تدبیر میں ہیں حسب الحکم سلطان با رحم کے عمرو وہاں سے روانہ ہوا اگر بیان کا حال سنیے کہ
عشق اور عشیق دربندی سلطان صاحبقران کو مع شاہ عیاران عیار طلسم خاکستر میں ڈال کے آب کا ہے کنارے
طلسم کے پہنچتے ہوئے قلعہ عیار میں آئے مقبل وفادار سے کہلا بھیجا کہ امیر حمزہ با توقیر تو سمت باختر روانہ ہوئے اور ہمکو
بھیجا ہے کہ ہم اور تو دونوں مل کے نگہبانی ناموس صاحبقران کی کریں مقبل نے یہ پیام عشق اور عشیق دربندی کا سنکے
جواب دیا کہ میرے اور صاحبقران دوران کے ایک نشان کا قرار ہو چکا ہے اگر وہ نشان تم دونوں دکھاؤ تو جانوں کہ تم دونوں سچ
کہتے ہو جب عشق اور عشیق نے جانا کہ مقبل بے ایک مکت نکالی زیر قلعہ خیمہ استادہ کروا کے مع اپنی فوج و سپاہ کے اتر پڑے
اور فوج و سپاہ کو بھی وہیں اترنے کا حکم دیا روز دوم آشوب اختر شمار نے زیر قلعہ بہار آ کے باواز بلند کہا اے مقبل ہوشیار
ہو جا کہ ہمنے امیر حمزہ صاحبقران کو لیجا کے طلسم خاکستر سلیمانی میں پھنسا دیا اب اگر امیر کی عمر نوح ہوگی تب بھی تا قید حیات
اس طلسم سے امیر کی نجات اور مخلصی ہونا غیر ممکن ہے اب تیری سرکشی کچھ پیش نہ جائے گی تیرے حق میں بہتر یہی ہے کہ تو اطاعت
ہماری قبول کرے قلعہ سے باہر نکل آ جب سرخیل وفاداران مقبل وفادار نے یہ گفتگو عشق اور عشیق اور آشوب اختر شمار کی
سنی تو تیر کو ترکش سے نکال کے گوشہ کمان میں پیوست کیا اور زہ کو کو ملا دیا اور نشانہ سینہ اختر شمار کا تاک کے تیر کو
پرتاب کیا تو وہ تیر مثل قہر قضا کے سینے سے آشوب اختر شمار کے باہر نکل گیا اور وہ دم بھر میں پھڑک کر واصل جہنم ہوا اور عشق
اور عشیق نے آشوب اختر شمار کا مارا جانا دیکھ کے حملہ کیا اور قلعہ پر جا کے لڑائی شروع کی اور چاہا کہ اسکو زیر کرکے
قلعہ اس سے چھین لیں مختصر یہ کہ تین مہینے کامل ہر روز حملہ فوج کفار کا قلعہ بہار پر ہوتا رہا اور ہنگامہ رزم و پیکار گرم
رہا مگر غلامان نمک پروردہ جو روتی صاحبقران دوران کے ہر دم سرفروشی اور جان نثاری کرتے تھے اور مقبل نے
شبانہ روز بوچھار تیروں کی لشکر کفار پر رکھی تھی کہ ہزاروں کفار واصل جہنم ہو چکے تھے قضائے کار بعد تین مہینے کے
آج پیر ایش اور رحمت فوج کفار کا قلعہ تیار پر تھا کہ شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار حسب الحکم
امیر حمزہ صاحبقران کے واسطے بلانے مقبل اور طلب نامے سے روانہ ہوا تھا وہاں آکے پہونچا اور یہ رنگ

میدان جنگ کا اور ہزیمت فوج کفار کی قلعہ نہار پر دیکھ کے وہیں سے پلٹا اور بخدمت امیر با توقیر آکے سارا حال کہا سلطان
صاحبقران یہ حال سنکے نہایت درہم برہم ہوئے اور اشقر دیوزاد پر بیٹھکے بسرعت تمام روبرو قلعہ کے پہونچے اور عنقریب
رسید اکبر جنگ سے کھینچ کے جانب لشکر عشق و علیق مخاطب ہوئے عشق اور علیق دربندی نے جو دیکھا کہ امیر حمزہ صاحبقران
آپہونچے دونوں اپنے اپنے ہاتھ رومالوں سے باندھکر اور تلواروں کو دانتوں سے پکڑ کے بحضور سلطان صاحبقران آئے
اور اپنے اپنے سر قدم عالی امیر عالی مقام پر رکھکے عذر خواہی کرنے لگے اور کہنے لگے والکاظمین الغیظ والعافین
عن الناس واللہ یحب المحسنین قطعہ ناکردہ گناہ در جہان کیست بگو + آن کس کہ گنہ نکرد چون زیست بگو + من بد کنم و تو
بد مکافات دہی + پس فرق میان من و تو چیست بگو + سلطان والا قدر عالی منزلت نے جرم عفو جرائم فرمایا اور وہ دونوں
پیر و مرشد سے اور مکاری کلمہ پڑھکے مسلمان ہوگئے عمرو نے ہر چند امیر با توقیر سے کہا کہ یہ دونوں مشرف باسلام ہرگز
نہیں ہوئے امیر نے فرمایا کہ خواجہ اپنا سر کھائینگے میرا کیا کر سکتے ہیں القصہ بعد ایک مہینے کے عشق اور علیق دربندی
نے پھر کھانے میں بیہوشی دی اور سلطان صاحبقران اور عمرو اور مقبل کو بیہوش کر کے مطوق اور مسلسل کیا اور
بعد اسکے فتیلۂ رفع بیہوشی دلوا دیا جب امیر کو ہوش آیا تو بہت سا عتاب کر کے ایک ہودے پر بٹھلا دیا اور
مع لشکر امیر کے اسمت مسبا گل روانہ ہوئے ابھی پہلی ہی منزل تھی کہ سامنے سے ایک گرد نمایاں ہوئی اور جس وقت
وہ گرد بیٹھی تو دیکھا چار لاکھ سوار کا لشکر چلا آتا ہے غرض بعد ادراک حال معلوم ہوا کہ طور سرکش نامے پہلوان
حسب الحکم لقائے مشرک خداوند بسبب گرفتاری بدیع الزمان کے سمت سنجان جاتا ہے عشق اور علیق
دربندی از روئے استغنا دو ر دو ر [illegible] قید امیر حمزہ صاحبقران نامور کے لیے ایک سمت کو روانہ ہوئے
طور سرکش نے جو یہ خبر سنی کہ عشق اور علیق دربندی امیر حمزہ صاحبقران نامدار کو مطوق اور مسلسل کیے
بخدمت خداوند لیے جاتے ہیں طور سرکش نے ایک سوار کو بھیج کے عشق اور علیق دربندی کو اپنی بارگاہ
میں بلایا اور پوچھا کہ تم نے امیر حمزہ صاحبقران دوران کو کیونکر پکڑا ہے عشق دربندی نے کہا کہ ایک نیزے
میں حمزہ کو میں نے گھوڑے پر سے گرا کے مشکیں باندھ لیں یہ حال سنکے طور سرکش نے کہا کہ حمزہ صاحبقران
کو میرے سامنے لاؤ عشق دربندی حمزہ صاحبقران عالی مقام کو روبروے طور سرکش کے لے گیا امیر با توقیر نے
جس وقت اندرون بارگاہ طور سرکش کے قدم رکھا جیسی اہل اسلام کے سلام کیا طور سرکش نے بڑی عزت اور
توقیر سے سلطان والا قدر عالی منزلت کو صندلی پر بٹھلایا اور ایک محبت سلطان والا رتبت امیر حمزہ صاحبقران
دوران کی دل میں پیدا ہوئی اسوقت اسنے امیر با توقیر سے پوچھا کہ اے حمزہ صاحبقران شہرہ تیری شجاعت
اور بہادری کا اطراف و اکناف عالم میں قاف سے تا قاف پہونچا اور میدان مصاف زلزلہ قاف تو مشہور و
معروف ہوا پھر یہ بات مجھ میرے ذہن میں نہیں آتی کہ عشق دربندی نے تجھے ایک نیزے میں گھوڑے پر سے
گرا کے باندھ لیا سلطان والا شان نے فرمایا کہ وہ کونسا منہ رکھتا ہے کہ مجھے ایک نیزے میں اپنے مرکب پر سے
گرا کے باندھ لیا ہے یہ محض جھوٹ اور سراسر غلط ہے اور یہ کہکے از ابتدا تا انتہا ساری حقیقت بیان کی طور سرکش
نے کہا کہ اے حمزہ صاحبقران بھلا برگشتہ ملوہ اگر اب میں پھر تجھے قید سے نجات دے کے پکڑ لوں تو ہر وقت
تو خداوند لقا کو سجدہ کرے گا امیر با توقیر نے کہا مجھے قبول ہے طور سرکش نے کہا کہ اچھا تم دونوں کو طلب کرکے
حمزہ کی قید کھلوا دو عشق دربندی نے کہا کہ اے طور سرکش یہ حمزہ عیار ہے اگر تو اسکی قید کھلوا دیگا تو پھر اسکو کوئی
نہیں پکڑ سکتا طور سرکش نے عشق دربندی کو گالی دے کر کہا بس اب تو کسی مقدمہ میں دخل نہ دینا اس وقت میں

تھا رو اسطے قید کاٹنے کے لئے امیر حمزہ صاحبقران نے آہنگروں کو آمادہ قید کاٹنے کا دیکھا نعرہ اسد اکبر جگر سے
کھینچا اور ہاتھوں کی ہتھکڑیاں پاؤں کی بیڑیاں گلے کا طوق تاگوں کی طرح اور لشکر مانند تار عنکبوت کے توڑ کے پھینک دیا
اور طور سرکش سے دست و گریبان ہو کر دو پہر کے بعد کمر بند طور کا پکڑ کے زمین سے اٹھا لیا اور چرخ دے کر چاہا کہ زمین پر مارے
طور نے عرض کی کہ اے سلطان صاحبقران اس شہر جو دولت یہ ہے کہ مجھے سر سے بلند کر کے پامال نہ کیجیے امیر باتوقیر نے آہستگی
طور کو زمین پر رکھ دیا طور سرکش نے از سر صدق دل کلمہ شہادت پڑھ کے اسلام قبول کیا عشق اور عتیق بھی از سر صدق مسلمان ہوئے
حسب اتفاق طور سرکش کی ایک بیٹی جمیلہ صفت لشکین نہایت حسین تھی اسکو نذر امیر کی اور عرض کی کہ امیدوار ہوں آپ کی
کنیزی میں سرفراز ہو امیر باتوقیر نے اس سے عقد کیا اور بطن سے اسکے دو لڑکے پیدا ہوئے ہیں کہ تاریخ نامہ میں اکثر
کار ہائے نمایاں کرینگے اب حال سنیے کہ جس وقت سلطان صاحبقران نے طور سرکش کو مسلمان کر کے عمرو کو واسطے
خبرگیری شاہزادہ بدیع الزمان کے روانہ کیا اور آپ صحبت عیش میں بیٹھے تھے کہ ناگاہ نظر کردہ علی عمر ان منظور نظر
صاحبقران صاحب بندہ گران عمر قران آیا اور بعد دعا و ثنا کے عرض کیا کہ یا سلطان دوران شاہزادہ
بدیع الزمان نے شہر سنجان کو تسخیر کر کے جو امیر فریب وہاں کا سلطان ہو گیا اسے تو سرفراز کیا جسنے کفر و کافری کو ترک
کر کے ملت بیضا اور دین اسلام قبول نہیں کیا اسکو قتل کیا امیر باتوقیر یہ خبر سنکے بہت خوش ہوئے بعد اسکے سلطان
صاحبقران نے احوال قاسم کا پوچھا عمر قران نے جو کچھ کہ قاسم نے وہاں کیا تھا وہ بیان کیا امیر قاسم کا حال سنکے
قاسم سے نہایت ناراض ہوئے روز دوم سلطان نامدار نے فرمایا کہ کوئی شخص ایسا میں چاہتا ہوں کہ وہ جا کے شاہزادہ
بدیع الزمان کی خبر لا کے مجھے دے عمر قران نے عرض کی غلام ابھی خبر شاہزادہ عالی مقدار بدیع الزمان کی لا کے حضور میں
حاضر ہوتا ہے یہ سلطان عالی منزلت سے رخصت ہو کے سمت سنجان جاتا ہے

اب دو کلمے داستان شوکت بیان شاہزادہ بدیع الزمان کے گذارش کیے جاتے ہیں

کہ شاہزادہ بدیع الزمان اپنی بارگاہ میں بیٹھا ہوا تھا یکایک خبر پہونچی کہ گنجاب کا پیش خیمہ بسمت سنجان روانہ ہوا
شاہزادہ عالی مقام نے فرمایا کہ شعر سر من تیغ زبر شمشیر حبیب ہرچہ آید بر سرم یا نصیب پیش خیمہ کیا وہ گنجاب اور تمام
لشکر اپنا کوچ کیا اور نشیب و فراز اسے آباد گشت ابھی یہ کہہ رہا تھا کہ ناگاہ ایک تخت شاہی دو دیو دوش پر لیے ہوئے آسمان
سے زمین پر بارگاہ میں شاہزادہ بدیع الزمان عرش جاہ کی اترے اور حال گرد بن خاقان چین بہنگام مقابلہ و
مجادلہ ضرب و حرب شمشاد و فولاد دیو کی ہاتھ تو شاہ بہرام کو جو کچھ کہ گذرا تھا سب بیان کیا اور عرضی بہرام کی بنظر انور
شاہزادہ نامور کے گذرانی شاہزادہ بدیع الزمان نے مضمون عرضی کا مطابق ان چاروں دیووں کے بیان کے پایا
اور بعد اسکے اپنے سرداروں کی جانب مخاطب ہو کر فرمایا کہ یارو گنجاب ایسے دشمن صعب اندر دست سے نے تو
لشکر کشی بھی کر کے پیش خیمہ اپنا اس طرف کو روانہ کیا ہے اب میں متحیر ہوں کہ کیونکر پردہ قاف میں جا کے بہرام گرد
بن خاقان چین کا شریک حال ہوں اور جو نہیں جاتا ہوں تو خلاف میری وضع کے اور بعید از مروت ہے پھر
دیووں سے پوچھا کہ پردہ قاف کے جانے آنے میں کتنے دنوں کا عرصہ ہوگا چاروں دیووں نے کہا کہ آٹھ روز آنے
میں اور جانے میں گذرینگے اور دو ایک دن میں وہاں تصفیہ لڑائی کا ہوگا سب دس بارہ روز کا عرصہ گذر جائے گا
شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا کہ پھر دس بارہ روز تو کچھ مشکل نہیں اگر گنجاب بہت جلد آئے گا تب بھی دس
بارہ دن میں نہیں پہنچے گا یہ کہکے اس تخت پر سوار ہوا اور وہ چاروں دیو تخت کو لیکے قلعہ قاف سوم میں لا کے
کافوری نزد خسر بہرام گرد بن خاقان چین استقبال کر کے اپنی بارگاہ میں لایا اور شاہزادہ بدیع الزمان

کو دیکھکر بہرام گرد بن خاقان چین رونے لگا شاہزادۂ بدیع الزمان نے سبب رونے کا پوچھا بہرام نے کہا مجھے
اور مرزبان خراسانی سے کچھ بھی توقع ہے اب میرا ہاتھ ناقص ہو گیا اور ایک ہاتھ سے مین مرزبان خراسانی کے روبرو
کیا کرسکونگا شاہزادۂ بدیع الزمان نے یہ حال سنکے بہت سا افسوس کیا اور بہرام کی نہایت دلجوئی اور تسلی
کرکے کہا کہ ای بہرام نظر کرم کریم کارساز و حکیم بے سبب بر آج کی قدرت ہی شعر مردہ را ذوی روح ساز زندہ را بیجان
کند چہر گردے را کہ خواہد ردے سلطان اندیہ یہان تو شاہزادۂ بدیع الزمان سے یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ وہان
فولاد دیو کو خبر پہونچی کہ کافورشاہ پری زاد نے پردۂ دنیا سے ایک آدمزاد کو میرے مقابلے اور مجادلے کے واسطے بلایا ہے
فولاد دیو نے اُسی وقت طبل جنگ بجوا دیا اور روز دوم میدان جنگ کے مبارز طلب ہوا شاہزادۂ بدیع الزمان
دلاور شان تیغ ملعون دیوبند کھینچکے اُسکے مقابلے مین گیا فولاد دیو نے شاہزادۂ عالم کو دیکھکر پوچھا کہ ای خیرہ سر
آدمزاد تو کون ہی جو مجھ سے برسر جنگ آیا ہی اور جو قضا اگر یہان کھینچکر تجھے یہان لائی ہی تو خبردار ہوشیار ہو جا اور ایک
ضرب میرے ہاتھ کی لے یہ کہکے دو وار شمشاد بر سر شاہزادہ بدیع الزمان ماری شاہزادۂ عالم نے سپر کو
نباہ کیا اور باشتمال زور دستی شاہزادۂ بدیع الزمان اُسکی ضرب کو روک کے اُس دیو کے پیٹ گیا اور زور کرکے کشمکش
کا ہونے لگا تھوڑی دیر مین شاہزادۂ عالم نے لنگر فولاد کا توڑ کے اٹھا لیا اور زمین پر مارکے چاہا کہ سر اس دیو
کا کاٹ ڈالے فولاد دیو نے عجز اور انکسار سے رو کے کہا کہ ای شہریار مجھے قتل نکر مین اسلام قبول کرتا ہون شاہزادۂ
بدیع الزمان نے فولاد دیو کو کلمہ پڑھوا کے مسلمان کیا اور سپہ سالار ملک کافورشاہ کا کیا اور دلارام شرین
عذار ملک کافورشاہ کی بیٹی کو بہرام گرد بن خاقان چین کے ساتھ منسوب کر دیا چنانچہ بطن سے دلارام کے ایک
لڑکی پیدا ہوئی ہی کہ تورج نامہ مین اُس لڑکی سے بہت سے کارنمایان ظہور مین آئینگے بعدازان شاہزادۂ
بدیع الزمان نے بہرام سے کہا کہ اب تم بھی تیاری کرو بروقت لشکر کشی برسر گنجاب آنا یہ کہکے بہرام گرد بن خاقان چین
اور ملک کافورشاہ پری زاد سے رخصت ہوکے اُسی تخت پر سوار ہوا اور وہی چارون دیو بدیع الزمان کو
تخت پر بٹھلاکے شہر سنجان کی طرف روانہ ہوئے ہین

اب دو کلمے داستان شاہزادۂ خاور سیاہ ملک قاسم سے بیان کیے جاتے ہین

کہ شاہزادۂ خاور سیاہ نے چاہا کہ تیاری لشکر کی کرکے برسر گنجاب روانہ ہو اس عرصہ مین بارہ شتر سوار دور سے آئی
بطریق کفار قاسم کو سلام کیا شاہزادۂ خاور سیاہ نے پوچھا کہ تم کہان سے آتے ہو انھون نے کہا کہ ہم گلستان کوہ
سے ایک عرضداشت لیکے آئے ہین اور یہ کہکے وہ عرضی ملک قاسم کو حوالے کی جسمین پہلے تعریف لقاے مشرک
خدا کی بعدازان تعریف گنجاب کی بعد اسکے جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل اور عزرائیل کی لکھکے رقم تھا کہ
مین منصور شاہ گلستان کوہ کا بادشاہ ہون بخدمت شاہزادۂ خاور سیاہ ملک قاسم یہ التماس رکھتا ہون
کہ گنجاب نے مجھے اپنی مدد کے واسطے طلب کیا ہی اور مجھے ایک مشکل درپیش ہی بارہا مین نے بحضور خداوند لقا
اور بخدمت گنجاب و شیطان عرض کی مگر کسی نے کچھ جواب مجھے نہ دیا اور کسی نے وہ مشکل میری حل نکی شہرہ اور
تعریف تیری جوانمردی کی سنکے مین نے یہ عرضداشت تجھے لکھی ہی اگر تو میری مشکل کو حل کردے مین تیری کفش برداری
اور غلامی بدل و جان اختیار کرکے مسلمان ہوتا ہون اور تیرے ہمراہ رکاب گنجاب سے مع چار لاکھ سوار
کی فوج وسپاہ کے لڑنے کو حاضر ہون اور جو تو میری مشکل حل نہین کرسکے اور تو نہ آوے گا تو مین گنجاب کی
مدد کے واسطے جاتا ہون جونہین شاہزادۂ خاور سیاہ نے عرضداشت پڑھکے ارادہ چلنے کا کیا

سرداروں نے عرض کی کہ شہریار لشکر بھی ہمراہ لیجائیے قاسم نے کہا کہ بدیع الزمان جہان جہان بعزم جنگ تنہا بیجان واحد
جاتا ہی اور کامیاب ہو کر مراجعت کرتا ہی کچھ لشکر کے لیجانے کی احتیاج نہیں ہی بلکہ میں بیچ آدمی ہمراہ لیکے سمت
گلستان کوہ روانہ ہوا جبکہ خبر آمد شاہزادہ خاور سپاہ و ملک قاسم کی منصور شاہ نے سنی واسطے استقبال کے سوار ہوا
اور شاہزادہ خاور سپاہ ملک قاسم کو بڑے اعزاز اور اکرام سے لاکے تخت پر بٹھلایا شاہزادہ خاور سپاہ نے پوچھا کہ تجھے
کیا مشکل درپیش ہی بیان کر منصور شاہ نے کہا کہ ای شہریار اس پہاڑ میں ایک درہ ہی کہ جاڑے اور گرمی اور برسات
میں یکساں سبز و خرم رہتا ہی اور اس درے کو درہ گلستان باختر کہتے ہیں اور اس درے میں ایک طاق ہی مگر ہمیشہ بند رہتا ہی
اور بیچ اس طاق کے دو سوراخ ہیں اور اس درے پر ایک تصویر ہفت جوشن کی بنائی ہوئی ہی بیچ میں اور کانھوں پر علم لگایا ہی
کہ جو شخص اس پر تیر لگائے اگر نشانے پر لگے تو مراد دلی حاصل ہی اور جو تیر اس کا ٹوٹ جائے تو ایک آواز پیدا ہوتی ہی اور
اس سوراخ میں سے ایک ہاتھ نکلتا ہی اور اس شخص کو پکڑ کے ایک باغ میں لیجا کے ڈال دیتا ہی اور پھر اس شخص کا کہیں پتہ
اور نشان کسی کو نہیں ملتا یہی مشکل مجھے درپیش ہی میں چاہتا ہوں کہ یہ راز مجھے منکشف ہو جائے شاہزادہ خاور سپاہ
نے کہا بسم اللہ ابھی یہ کہکے اسی وقت سوار ہوا اور اس درے پر جاکے دیکھا ایک سنگ سفید پڑا ہی اور جو کچھ کہ منصور شاہ
نے بیان کیا تھا وہی سب کیفیت وہاں دیکھی شاہزادہ خاور سپاہ نے ہزار ہا نام جناب حق سبحانہ تعالیٰ کا لے کر تیر اس
تصویر پر مارا اور تیر اس کی چھاتی پر آکے ٹوٹ گیا اسوقت وہ نکلی ایک آواز وہاں سے پیدا ہوئی اور ایک ہاتھ اس
سوراخ میں سے نکل کے قاسم کو اٹھائے چلا بلکہ دم بھر کی نہ لی اور وہ دروازہ بند ہو گیا قاسم کو اندر لیجا کے ڈال دیا
منصور شاہ نے جو حال دیکھا شاہزادہ خاور سپاہ کے ہمراہ کے لوگوں سے کہا کہ لو اب تم سب یہاں سے جہاں جی چاہے
جا کے فریادی ملک قاسم کی کرو کہ اب یہاں سے زندہ و سالم قاسم کا نکلنا محال اور بہت دشوار ہی ستارہ بن
اخی سلیمان مع چند سرداروں کے گریبان چاک کر کے خاک سر پر ڈالتا وہاں سے بمشورہ سب سرداروں کے بخدمت شاہزادہ
بدیع الزمان روانہ ہوتا ہی

اب تتمہ داستان شوکت بیان شاہزادہ بدیع الزمان عالی شان کے بیان کیا جاتا ہی

جبکہ شاہزادہ بدیع الزمان پردہ قاف میں بہرام گرد بن خاقان چین سے رخصت ہو کے قلعہ سنجان میں داخل ہوا اور
چاروں دیووں کو سر تخت رخصت کر کے آپ بارگاہ میں جلوہ فرما ہوا اسوقت حکم دیا کہ نامے ہر ایک دلاور اور سردار کو
لکھکر روانہ کرو کہ سب اپنی اپنی فوج و سپاہ لے کے میدان رزم گاہ میں آکے حاضر ہوں اور ہر ہر سردار اور ہر کارے حسب الحکم
شاہزادہ عالم کے نامے لیکے چار طرف روانہ ہوئے بعد ازاں شاہزادہ بدیع الزمان عالی شان واسطے تجویز میدان
جنگ کے سوار ہو کے نکلا تھا کہ ناگاہ ایک طرف سے ایک غول آدمیوں کا سر برہنہ و خاک بسر اور نالہ و فریاد کناں
گریبان چاک نمایاں ہوا اور شاہزادہ بدیع الزمان کو دیکھکر خوب سی سرزنی اور سینہ کوبی کر کے داد و بیداد کرنے لگے
شاہزادہ عالم نے پوچھا کہ صاحبو کیا سبب تمہارے مضطرب و غمگین اور چاک گریبانی اور خاک افشانی کا ہی ان سبھوں نے
سارا حال شاہزادہ خاور سپاہ کے طلسم میں جاکے مفقود الخبر ہو جانے کا بیان کیا شاہزادہ بدیع الزمان یہ خبر
سنکے نہایت مغموم اور رنجیدہ اور اندوہگین ہو کے اپنے دل میں سوچا کہ اب مجھے اس طلسم میں جانا واجب ہی شاید کوئی
کام مجھ سے بن پڑے فضل حق گیا ہور خون آشام نے توجہ خلاف شاہزادہ والا شان کی سمت طلسم میں جانے کی دیکھکر
منع کیا شاہزادہ بدیع الزمان نے نہ مانا اور فضل حق گیا ہور خون آشام کو ہمراہ لے کے اس درہ طلسم کی جانب
چلا اور وہاں جاکے اسی طرح سے تیر اس تصویر پر مارا اور شاہزادہ بدیع الزمان کا بھی تیر نشانے پر پہونچکر ٹوٹ گیا اور

اُسی طرح سے اُس تصویر سے ایک آواز عجیب پیدا ہوئی اور ایک ہاتھ اُس سوراخ میں سے نکل کے شاہزادۂ عالم کو اُٹھا
لے گیا اور اُسی باغ میں لیجاکے چھوڑ دیا یہاں منصور شاہ نے قفل بن گیا ہو رخون آشام سے کہا کہ اب تو بھی
جلکے خاک ہو اور بدیع الزمان نامدار کا تا قید حیات صدمہ قفل بن گیا ہو رخون آشام نے اپنا گریبان چاک کر ڈالا اور
سر زنان و سینہ کوبان گریبان دریدہ فقیر ہوکے اُسی در کے میں بیٹھ گیا وہاں جسوقت آنکھ شاہزادۂ بدیع الزمان کی
کھلی تو دیکھا کہ برابر قاسم کے میں بھی بیٹھا ہوں شاہزادۂ خاور سیاہ نے شاہزادۂ بدیع الزمان کو دیکھکر کہا جہاں میں ہوں وہاں تو کیونکر آیا
شاہزادۂ بدیع الزمان نے کہا قاسم تو بھی عجب طرح کا جاہل مطلق ہی میں اپنے اختیار سے آیا ہوں جو تجھے یہاں لا کے
بٹھلا گیا وہی مجھے بھی یہاں لایا قاسم نے کہا اب تو مقدمہ میں طلسم سنجان کے کیا کہتا ہی گنجاب تو میرا ایک صید
لاغر ہی اور ملک باختر میرا حق ہی شاہزادۂ بدیع الزمان نے کہا کہ گنجاب میرا شکار ہی کل باختر کو میں نے مسخر
کیا ہی رفتہ رفتہ یہاں تک گفتگو پہنچی کہ نوبت کشتی اور گتھم گتھا کی پہونچی زنجیروں کے شور و غل سے پاسبانوں نے
جو آپس میں دونوں کو لڑتے دیکھا اُنھوں نے جاکے اپنے بادشاہ سے اطلاع کی بادشاہ نے دونوں شاہزادوں کو
اپنے روبرو طلب کرکے پوچھا کہ پہلے زیادتی اور پیشدستی کسنے کی ہی شاہزادۂ خاور سیاہ نے اشارہ سمت شاہزادۂ
بدیع الزمان کیا شاہزادۂ بدیع الزمان نے کہا کہ پہلے تو نے زیادتی کی اب منکر ہوا جاتا ہی مگر معلوم ہوا کہ قتل
ہونے سے ڈرتا ہی خیر اگر یہی تیرا خیال ہی تو اول پیشدستی میں نے کی ہی شاہزادۂ خاور سیاہ نے کہا وہی سچ تو یہ ہی
کہ پیشدستی اور زیادتی پہلے میں نے ہی کی ہی بادشاہ نے حکم دیا کہ اسکا پہلے ہاتھ کاٹو بعد اسکے قتل کرنا جب شاہزادۂ
بدیع الزمان نے یہ رنگ دیکھا تو ان بیہودوں کو قسم دے کے کہا کہ پہلے مجھے قتل کرو کہ میں شاہزادۂ خاور سیاہ کے دشمنوں کو قتل
ہوتے نہ دیکھوں قاسم نے کہا کہ اے بادشاہ تو پہلے مجھی کو قتل کر کہ میں شاہزادۂ بدیع الزمان کے دشمنوں کو نہیں دیکھ سکتا ایک
بحث و تکرار میں دیکھا کہ گبشاہ بیٹا ہاروت جادو کا کہ ملک قاسم کے ہاتھ سے بھاگ کے اس طلسم میں آکے مخفی ہوا ہی
اور ہاروت جادو قاسم کے ہاتھ سے مارا گیا تھا اور اس طلسم میں چچا گبشاہ کا بادشاہ ہی گبشاہ نے جو قاسم کو دیکھا
تو پہچان کے اپنے چچا سے کہا کہ اے عم بزرگوار اس جوان لعل پوش قاسم نے میرے باپ ہاروت جادو کو مار ڈالا
اور میں نے اس جوان سے وہ نیکی کی تھی کہ تین مرتبہ زیر تیغ جلاد سے بیٹھا ہوا دیکھ کے اُٹھا لایا اور اُس نے اسکے عوض
میں میرے ناموس کے خراب کرنے کا قصد کیا اور مجھے بڑے بڑے آزار دیے ہیں میرے بھائی اور ہاروت جادو میرے
باپ کو مار ڈالا ہی لہذا امیدوار ہوں کہ اس جوان لعل پوش کو مجھے حوالے کر دے کہ اسکو لیجاکے میں بعذاب الیم
قتل کردوں بادشاہ طلسم یعنی گبشاہ کے چچا نے کہا اے گبشاہ تو ان دونوں کو جہاں جی چاہے لیجاکے قتل کر خواہ
آزاد کر گبشاہ نے شاہزادۂ بدیع الزمان اور قاسم کو اپنے چچا سے لے کے اپنے ساحروں سے حکم دیا
کہ ان دونوں کو درمیان دریاے محیط کے قلۂ کوہ پر چھوڑ آؤ چنانچہ حسب الحکم گبشاہ کے چند ساحر شاہزادۂ
بدیع الزمان اور قاسم کو لیجاکے دریاے محیط میں قلۂ کوہ پر بٹھلا کے چلے آئے شاہزادۂ بدیع الزمان نے
جو بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ پہاڑ کان شقاقل کا ہی دونوں شاہزادے جڑ شقاقل کی کھود کھود کر کھاتے تھے اور ایک
مہینا برابر اُسی پہاڑ پر رہے آخر الامر جب کہ بہت تنگ ہوئے تو یہ تدبیر ٹھہرائی کہ ایک درخت کو اُکھاڑ کے دریا میں
ڈال دیجیے اور اُسپر سوار ہوکے کسی طرف نکل چلیے اور یہی تدبیر کرکے دونوں نے دو درخت اُکھاڑ کے دریا میں
ڈال دیے اور اُنپر دونوں صاحب سوار ہوکے چلے قضاے کار باد مخالف چلی کہ شاہزادۂ بدیع الزمان ایک طرف
اور شاہزادۂ قاسم ایک طرف ہوکے نکل گئے پہلے قاسم نے دور سے ایک جزیرہ دیکھا جب وہاں پہونچا تو ایک دیو کو

دیکھا کہ مثل گل کے گلنار رنگ تھا اور نام اُس دیو کا گلگون دیو تھا قاسم کو وہ دیو دیکھکر دوڑا اور قاسم سے لپٹ کر
زور کشتی کا کرنے لگا قاسم نے اُسے تھوڑی دیر مین اُٹھا کے دے مارا دیو نے کہا اے آدمزاد واسطے اپنے دین کے مجھے چھوڑ دے
قاسم نے کہا تو مجھے ملک باختر مین پہونچا دے دیو نے کہا کہ اسرم نام ایک جادوگر مجھے لا کے یہان بٹھلا گیا ہے اُسکے خوف
سے مین کہین یہان سے جا نہین سکتا اگر تو اُس ساحر کو مار ڈالے تو مین تجھے باختر مین لیجا کے پہونچا دون قاسم نے کہا مجھے
ایسی کمات پر تو بٹھلا دے کہ وہ آئے مین اُسے پکڑ لون اور مار ڈالون گلگون دیو نے قاسم کو ایک کمینگاہ مین لیجا کے
بٹھا دیا جسوقت وہ ساحر آیا ملک قاسم نے کمینگاہ سے ایک تیر اُس جادوگر کو مارکر جہنم واصل کیا گلگون دیو نے
جب دیکھا کہ وہ ساحر مارا گیا بخوف و خطر شاہزادہ خاور سیاہ کو اپنے دوش پر سوار کر کے سمت باختر روانہ ہوا اثنائے
راہ مین نقابدار سبز پوش ہوا خواہ شاہزادہ بدیع الزمان نے قاسم کو دیو پر سوار جاتے دیکھکر کہا کہ تیرے ہمراہی
نقابدار سرخ پوش نے شاہزادہ بدیع الزمان کو شکارگاہ سلیمان مین بہت سا سرگردان و خراب کیا تھا مین
تجھے تا وقتیکہ شاہزادہ بدیع الزمان کو نہ ڈھونڈھ لاؤنگا قید کرونگا اور شاہزادہ بدیع الزمان کو ملک باختر مین لیجا کے
پہونچا دونگا یہ کہکے اپنے ہمراہ کے دیوون کو اشارہ کیا اور قہر و جبر ملک قاسم کو پکڑ کے قید کر لیا بعد ازان نقابدار
سبز پوش نے قاسم کو دیوون کے حراست مین دیکے کہا جہان مین نے کہ رکھا ہے وہان تم سب قاسم کو لیجا کے قید رکھو یہ
کہکے نقابدار سبز پوش شاہزادہ بدیع الزمان کی تلاش مین چلا یہان نقابدار سبز پوش کے دیو جو قاسم کو لیکے چلے
اثنائے راہ مین نقابدار سرخ پوش ہوا خواہ ملک قاسم نے دیکھا اُسنے قاسم کو پہچان کے دیوون سے چھین لیا اور
قاسم کو اپنے ہمراہ لیکے رہسپر نقابدار سبز پوش روانہ ہوا راہ مین نقابدار سبز پوش سے ملاقات ہو گئی نقابدار
سرخ پوش نے پشت پر سے آ کے نقابدار سبز پوش کو زخمی کیا اور بارے شاہزادہ خاور سیاہ پہونچا نقابدار سبز پوش
نے جو دیکھا کہ اب مین مارا جاؤنگا بھاگ کر طلسم مار خیر مین جا کے چھپا نقابدار سرخ پوش نے ارادہ کیا کہ مین بھی طلسم
مین جاؤن قاسم نے منع کیا اور نہ جانے دیا تب نقابدار سرخ پوش نے قاسم کو ملک باختر مین پہونچا دیا آپ بسمت
دریا چلا بس شاہزادہ بدیع الزمان جو اُس بیڑی پر سوار دو شبانہ روز سے دریا مین چلا جاتا تھا یکایک غلبہ خواب کا ہوا
اور کئی مرتبہ آپ کو بہت سنبھالا آخر کار دریا مین گر پڑا اور غوطے کھا کے جو نکلا تو چار و ناچار شناوری کرتا ایک طرف کو چلا تھا
ایک جادوگرنی کہ سوئے ہوا جاتی تھی اُسنے شاہزادہ عالم کو ڈوبتے دیکھکر دریا مین سے باہر نکالا اور کہا کہ یہ صحرا ہے
مار خیر کا اگر تو ارادہ اس طرف جانے کا کریگا تو سانپ تجھے کاٹ کھائینگے تو ہلاک ہو جائیگا اور یہ راہ طلسم مار خیر کی ہے اور
میرا نام شمس عذار جادو ہے یہ کہکے وہ ساحرہ چلی گئی شاہزادہ بدیع الزمان نے چاہا کہ سمت صحرائے مار خیر جائے
کہ ایک حبشی اُس صحرا مین نظر پڑا اُسنے منع کیا اور کہا کہ تو ادھر نہ جا اُس طرف جا ابھی پھر شاہزادہ بدیع الزمان اُس
حبشی کو جواب بھی نہین دینے پایا تھا کہ سامنے سے نقابدار سبز پوش ہوا خواہ شاہزادہ بدیع الزمان کا نمودار ہوا اور
شاہزادے نے جو اُسے زخمی دیکھا تو پوچھا کہ تو یہان کہان اور تجھے کسنے زخمی کیا نقابدار سبز پوش نے سارا حال قاسم کا
اور اپنے زخمی ہونے کا بیان کیا بعد اُسکے نقابدار شاہزادہ بدیع الزمان کو بادشاہ حبشی کبشاہ کے پاس لایا
کبشاہ نے پوچھا کہ تو قاسم کو اپنا دوست جانتا ہے شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا قاسم میرا دشمن ہے بدتر ہے باوجود
اسکے کہ مین نے دو مرتبہ اُسے قتل ہونے سے نجات دی ہے کبشاہ نے کہا جو تو اُسکا دشمن ہے تو مین تجھے اس طلسم سے نکالے دیتا
ہون شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا مین جبتک طلسم کشائی نہ کرونگا یہان سے ہرگز نہین جاؤنگا کبشاہ یہ بات
سُنکے بہت رنجیدہ ہوا اور ناراض ہو کر کچھ کلمات سخت کہنے لگا شاہزادہ بدیع الزمان کو کبشاہ کی گفتگو سے

شدت غم و غصے سے اُس شب کو نیند نہ پڑی اور تمام رات رویا کیا صبح کے وقت سو گیا خواب میں حضرت سلیمان علیہ السلام
کو دیکھا کہ فرماتے ہیں شاہزادہ بدیع الزمان جو تجھے اس طلسم سے باہر نکال دوں شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا اے بزرگوار اگر احسان
فرماؤ تو مجھے رستہ بتلا دیجیے کہ میں اس طلسم کو توڑ کے یہاں سے جاؤں حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک سفید مہرہ اور ایک سیب
اپنے پاس سے شاہزادہ بدیع الزمان کو دے کے کہا کہ اے شاہزادہ بدیع الزمان تجھے لازم ہے کہ اس صحراے مارخیز سے
نکل جا اور اس جنگل کی گھاس بدرستہ ہے کہ دیکھ تو زمین میں غرق ہو گئیں اور بہت سانپ بچھو باہر نکلنے لگے منع کرینگے اور
کاٹینگے کہ اس راہ سے نہ جا اس وقت تو اس سیب کو ان سانپوں کو دکھلاتا جانا کہ وہ سیب کو دیکھ کر بیہوش ہو جائینگے اور
پھر جنبش نہ کرسکینگے لیکن تو جسوقت زمین پر قدم رکھے تو خوب سمجھ بوجھ کے پاؤں رکھنا اور جب اُس صحراے باہر نکل جائیگا
وہاں دیکھیگا اور ایک طاق ہے اور اُس طاق میں ایک بقچہ قالین رکھا ہے اور پیچھے طاق کے ایک دیو بیٹھا ہے کہ اسکا نام
شیر دیو ہے تو اُس دیو کو یہ سفید مہرہ دکھلانا وہ دست بقچہ اور قالیچہ اُس سے مانگ لینا اور اُس قالین پر بیٹھ کر کہنا کہ بحق
حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام مجھے وہاں پہونچا دے جہاں جانے کا میرا مدعا ہے وہ قالیچہ تجھے وہاں پہونچا دیگا اور تیرا
مطلب حاصل ہو جائیگا غرض یہ فرما کے حضرت سلیمان علیہ السلام نظروں سے غائب ہو گئے اور شاہزادہ بدیع الزمان
خواب سے بیدار ہوا اور اُس صحراے مارخیز میں آیا اور بموجب ارشاد حضرت سلیمان علیہ السلام کے اُس جنگل سے نکل کے اُس طاق کے
نیچے پہونچا اور شیر دیو کو سفید مہرہ دکھلا کے وہ بقچہ اور قالیچہ اُس دیو سے لیا اور قالیچہ پر بیٹھ کے اُس طلسم سے روانہ ہوا

جنگ دوم کے داستان بارگاہ لقاے مشرک خدا کے بیان کیے جاتے ہیں

کہ جسوقت خبر ورود اقبال اور نزول اجلال امیر حمزہ صاحبقران باتوقیر کی یاقوت شاہ جرنیل درگاہ کو پہونچی کہ حمزہ
صاحبقران مع فوج دریا موج اور لشکر فیروزی اثر بعظمت تمام و شوکت مالا کلام دریاے نیل کے ملک باختر میں داخل
ہوے اور انکے سرداروں نے کل باختر کو اپنے قبضے میں کر لیا نہایت درہم اور برہم ہو کر لقاے مشرک خدا زمرد شاہ
باختری مردود کے پاس گیا اور عرض کی کہ اب مجھے زیادہ طاقت صبر اور ضبط کی باقی نہیں ہے کہ گوہر ملک کو
چھوڑ دوں خصوصاً مذکور ہیں کہ لشکر خدا پرستوں کا کل باختر پر محاصرہ کیے ہے اور روز بروز خدا پرست زور پکڑتے جاتے ہیں
مجھے یہی ڈر ہے کہ ایسا نہ ہو گوہر ملک میرے ہاتھ سے جاتی رہے لقاے مشرک خدا نے کہا کچھ اپنے دل میں تو وسوسہ
اور اندیشہ نہ کر یہ کہکے لقا نے سہیل اور عنقا کو طلب کر کے کہا کہ تم اپنا اپنا لشکر لے کے سمت باختر جاؤ اور
بدیع الزمان اور قاسم وغیرہ جس خدا پرست کو تم دیکھو اور پاؤ اسے گرفتار کر کے میرے پاس لاکے حاضر کرو
حسب الحکم لقا کے سہیل اور عنقا مع اپنی فوج اور سپاہ کے سمت باختر روانہ ہوے اور جسوقت بیان پہونچے فرامرز
عاد لندھور کے پاس جاتا تھا اثناے راہ میں ان دونوں کافروں سے مقابلہ ہو گیا اور بوقت مجادلہ سہیل فرامرز
کے ہاتھ سے زخمی ہو کر کوہ سلیمانیہ کی جانب نکل گیا اور وہاں پر بھی اپنے زخموں کے اچھے ہونے کی فکر میں بیٹھا تھا حسب
اتفاق سہیل کا ایک عیار قہر شدید نامے بجرح افزادہ ہے اسنے آکے سہیل سے پوچھا کہ تو زخمی کہاں ہو گیا اور اسقدر
درجہ غمگین اور ملول کیوں ہے سہیل نے کہا خداوند لقا نے مجھے ایک کام کو بھیجا تھا سو مجھ سے وہ کام سرانجام نہ ہو سکا
اگر اب تو جا کے وہ کام کر آئے تو فہو المراد قہر عیار نے کہا کہ وہ کیا کام ہے سہیل نے کہا کہ تو جا کے فرامرز عاد مغرلی
کو پکڑ لا عیار نے اقرار کیا کہ میں ابھی جا کے فرامرز کو پکڑے لاتا ہوں یہ کہکے سہیل سے رخصت ہوا اور لندھور کے
لشکر میں جا کے شب کو اندرون بارگاہ گیا لیکن فرامرز عاد مغرلی کو نہ پایا جمہور جہان سوز شہنشاہ تبرزی کو بیہوش
کر کے پکڑ لے گیا سہیل نے جمہور کو دیکھ کے مطوق اور مسلسل کیا اور ہوشیار کر کے جب نام جمہور کا معلوم

ہوا تب خوش ہو کے ایک ہوا بے پرچھلاوے کے سمت سہائل لے کر چلا جبکہ در بند سرخار اکن اور بیشہ فیض رسان میں پہونچا تو
ایک ہرکارے کو واسطے اطلاع کے بخدمت یاقوت شاہ روانہ کیا یاقوت شاہ نے دو تین ہزار استقبال کو بھیجکر اپنے پاس
بلایا اور یاقوت شاہ نے جمہور کو جوان دلاور دیکھکر پوچھا کہ اے جوان مجھے سہیل نے کیونکر پکڑا اے جمہور نے جواب دیا کہ سہیل
کیا شے ہی کہ مجھے پکڑ لاتا اُس نامرد نے فقر اپنے عیار کو بھیجکر مجھے عالم بیہوشی میں چرا منگایا ہی اور تیرے پاس لایا ہی اگر میرے
قول کا تجھے اعتبار نہیں ہی تو میرے ہاتھ کھلوا دے اور جتنے تیرے بارگاہ نشین ہیں سب مل کے مجھے پکڑیں تو جانتا کہ ہان سہیل
نے بھی مجھے پکڑ لیا ہوگا یاقوت شاہ نے کہا خیر جو کچھ ہوا سو ہوا اب جو کوئی تجھ سے پوچھے تو یہ کہنا کہ سہیل نے مجھے مردانہ وار
پکڑ کے یہاں بھیجا ہی اتنے کہنے میں خداوند لقا تجھے سرفراز کر کے بہت بڑا مرتبہ دے گا جو یہ نہ کہے گا تو خداوند لقا تجھے جلا کر بھسم
کر ڈالے گا بس اب تو لقا ے خداوندی کو سجدہ و ہزار ملک باختر کو سجدہ کر کہ تیرا مطلب دلی حاصل ہو جمہور جہان سوز شہنشاہ
تبریزی نے یہ گفتگو یاقوت شاہ کی سُنکے کہا لاکھ بار لعنت اُس خوک بیکر زرین باد بہ ضلالت لقا ے مشرک خدا پر اور تجھ پر اور
لقا کے پرستاروں پر میں [illegible] کرتا ہوں یاقوت شاہ نے سُنکے کہا معلوم ہوا تو سیاہ دل ہی اور مجھے خوب معلوم ہوا ہی کہ یہ
فرزند خدا پرست ایسا نہیں ہی جو خداوند کی پرستش اور ستایش کرے گا یہ کہکے سب کو پیچھے چھوڑ کے یاقوت شاہ آپ پایہ
قیطول گیا اور قدم قدم گاہ پر رکا ناگاہ ایک آواز پیدا ہوئی کہ اے بندۂ قدرت چہ تقدیر کردم یاقوت شاہ نے کہا یا خداوند
تو نے تقدیر کی تھی کہ سہیل باعنقا جاکے حمزہ کے پہلوانوں اور سرداروں کو پکڑ لائیں سو اُس نے جا کے ایک جوان سردار
لشکر حمزہ کو پکڑ کے حاضر کیا ہی لقا ے مشرک خدا نے کہا اُس خدا پرست نے مجھے سجدہ کیا یا نہیں یاقوت شاہ
نے عرض کی کہ وہ خدا پرست نہایت سیاہ دل ہی عجب طرح کی باتیں [illegible] کہتا ہی لقا نے کہا اب جاکے تو اُسکو میرے
روبرو لا اور کہیو میں اُسے بغیر وسیل کرونگا یاقوت شاہ قیطول پر سے اُترکے جمہور کو اپنے ہمراہ قیطول پر لے چلا
جس وقت کہ یاقوت شاہ قدمگاہ پر پہونچا ایک آواز پیدا ہوئی کہ اے بندۂ قدرت چہ تقدیر کردم یاقوت شاہ نے
جمہور سے کہا کہ یہاں آواز خداوند کی سنکے سجدہ کر جمہور نے کہا وہ کیا کہتا ہی جسے میں سجدہ کر دوں اسمین دوبارہ آواز
پیدا ہوئی کہ اے یاقوت شاہ اُس بندے نے مجھے سجدہ کیا یاقوت شاہ نے عرض کی کہ یا خداوند یہ جوان بہت
تاریک دل ہی ہرگز سجدہ نہیں کرتا ہی لقا نے کہا کہ پردہ حجاب کا اٹھا دو غرض جب پردہ اٹھ گیا شاہزادہ جمہور نے
ایک گنبد مینائی ایسا وسیع دیکھا کہ جس میں [illegible] دست [illegible] بہت پُرتکلف بنا ہوا اور [illegible] معقول
ہی اور ایک گبر بوزنہ خوی بیکل تاج مرصع سر پہ رکھے بیٹھا ہی اُس گبر نے جمہور سے کہا کہ سجدہ کر جمہور نے کہا اے
خوک بیکر تجھ سے تو بتا بھی نہیں بن سکتا لقا ے مشرک خدا نے کہا میں تجھے خاک سیاہ کر دونگا جمہور نے کہا جب تو مجھے
خاک سیاہ کر دے گا تو اُس وقت حمزہ صاحبقران اور تمام اُنکے پہلوانوں اور سرداروں کے دل میں ایک خوف
بھر آ پڑ جائے گا اور سمجھینگے کہ ہاں تو ایسا زبردست ہی پھر لقا نے چند بار جمہور سے کہا کہ سجدہ کر ابھی تک تجھپر رحم کرتا ہوں
پھر میں تجھے خاک سیاہ کر دونگا جمہور نے کہا تو مجھے ڈراتا ہی میں نہیں ڈرتا لقا نے کہا کہ اسے لیجا کے دوزخ میں ڈالدو
لوگوں نے چاہا کہ جمہور کو پکڑ کے لے جائیں مگر اسے اختر شناس نے کہا کہ اے خداوند یہ تیرا بندہ بہادر ہی
مگر احمق ہی کہ تیری قدر اور رتبہ نہیں جانتا ہی تو نے اسے پیدا کیا ہی اپنے پیدا کیے کی خبر تجھے لازم ہی بہتر یہ ہی کہ
اسے چند روز قید رکھنا کہ پھر تجھے معقول ہو کے سجدہ کرے لقا کو یہ بات گبر اسے اختر شناس کی نہایت پسند
آئی اور فرمایا کہ جمہور کو ضحاک کے پاس ضحاکیہ میں لیجا کے کہو کہ خداوند لقا نے اس خدا پرست کو بھیجا ہی اسے
قید کر دو لوگوں نے جمہور کو پھر ہوا بے پرچھلاوے ضحاک شاہ کے پاس بھیجا ضحاک شاہ نے کہا خداوند نے

اس بلا کو میرے پاس کیوں بھیجا خیر اسے شہر میں نہ لاؤ غار بنفشہ کوہ میں لیجا کر قید کرو حسب الحکم ضحاک
شاہ کے شاہزادہ جمہور کو غار بنفشہ کوہ میں لیجا کے قید کیا حسب اتفاق ضحاک شاہ کی ایک بیٹی کہ نام اسکا
مشتری شمس عذار تھا وہ ہمیشہ سیر و شکار کو سوار ہو کے نکلا کرتی تھی ایک روز جو نکلا و سوار ہو کے اس طرف جا نکلی
احوال شاہزادہ جمہور کے قید ہونے کا سنکے اسے اشتیاق جمہور کے دیکھنے کا ہوا وہ نقاب منہ پر ڈال کے اس غار بنفشہ کوہ
پر آئی اور شاہزادہ جمہور کو دیکھکر شیفتہ اور فریفتہ ہو گئی اور اپنے محل میں جا کے تمام خواصوں اور دائیوں سے راز
دل کو چھپایا اور اسی کلفت اور غم میں روز بروز ضعیف اور لاغر ہوتی جاتی تھی دایہ نے پوچھا کہ ای ملکہ عالم کیوں پریشان
خاطر رہتی ہو مشتری شمس عذار نے ناچار اپنا حال دایہ سے لیکے تا آخر جو ماجرا تھا دایہ کو حکایت کیا دایہ نے ازراہ دلسوزی
فریدک عیار کو بلا کے کہا ای فریدک یہ جوان خدا پرست جو غار بنفشہ کوہ میں آکے قید ہوا ہے اسکو تو کسی صورت سے
لا سکتا ہے فریدک عیار نے کہا کچھ کھانا بیہوشی آمیز منگوا کے میں وہاں کے نگہبانوں کو کھلا دونگا اور جمہور کو چھڑا لاؤنگا
غرض یہ لیکے کھانے میں بیہوشی ملا کے دروازہ غار بنفشہ کوہ پر گیا اور پاسبانوں کو وہ کھانا کھلا کے جب سب
بیہوش ہو گئے قتل کیا اور جمہور کو غار بنفشہ کوہ سے نکال لائے اور دایہ کے پاس لایا دایہ نے جمہور کو اندر محل کے
ملکہ مشتری شمس عذار کے پاس پہونچا دیا ملکہ مشتری شمس عذار شاہزادہ جمہور کو دیکھکر ہزار جان و دل سے تصدق
اور نثار ہونے لگی اور صحبت عیش فزا درست کر جلسہ رقص و سرود کا دیکھا کرتی تھی بعد چند روز کے ضحاک شاہ کو
خبر پہونچی کہ کوئی شخص آکے اس قیدی خدا پرست جمہور کو غار بنفشہ کوہ سے نکال لے گیا ضحاک شاہ اس فکر میں
تھا کہ ایسا کون تھا جو خداوند لقا کے قیدی کو لیکے خراب مکان غار بنفشہ کوہ سے پاسبانوں کو قتل کر کے چھڑا لے گیا
حسب اتفاق ایک روز اپنی بیٹی ملکہ مشتری شمس عذار کے دیکھنے کو گیا ملکہ مشتری شمس عذار نے جو سنا کہ میرا
باپ ضحاک شاہ آتا ہے نہایت بدحواس ہو کے جمہور سے کہنے لگی کہ ای روح رواں ای جان میری ایک ساعت
بھر تو فلاں حجرے میں جا کے پوشیدہ ہو کے بیٹھ رہ جمہور نے نہ مانا اور کہا دروازہ کھول دو ملکہ مشتری شمس عذار
مارے خوف کے مثل قالب بیجان کے کھڑی تھی کہ سامنے سے ضحاک شاہ نے آکے جمہور کو دیکھا اور پکارا ای ناکس
ای خیرہ سر تو یہاں کیونکر آیا شاہزادہ جمہور نے کہا ای نالائق تجھے کیا مناسب تھا کہ اپنی بیٹی داماد کے گھر میں بیساختہ چلا آئے
یہ کلام جمہور کا سنکے ضحاک شاہ نہایت درہم برہم ہوا اور خنجر کھینچکر چاہا کہ جمہور کو مارے جمہور نے خنجر اسکے ہاتھ سے
چھین کر ایک ضرب میں ضحاک شاہ کو دے مارا اسوقت ضحاک شاہ نے جانا کہ میں اس شخص سے عہدہ برآ نہیں ہو سکونگا
اور یہ جمہور سے کہنے لگا کہ ای شہریار میں تیرا دین اسلام اور تیری اطاعت قبول کرتا ہوں مگر بشرطیکہ اس قرب میں ایک جھیل
ہے جو کوئی اس جھیل میں جاتا ہے ایک گھوڑا اس پار سے پیدا ہوتا ہے اور جو ہزار آدمی اس جھیل سے پار اتریں تو ہزار
گھوڑے پیدا ہوتے ہیں اگر تو جا کے اس گھوڑے کو پکڑ لائے تو میں مسلمان ہو کے تیری اطاعت قبول کرتا ہوں جمہور
سمجھا اسلئے کہ اس گھوڑے کی کیا طاقت ہے جو مجھ سے نہ پکڑا جائے گا اسی وقت ضحاک شاہ کو اپنے ہمراہ لیکے
اس جنگل کو طے کر کے جھیل کے پار اتر گیا ناگاہ وہاں سے ایک گھوڑا بہت خوبصورت با زین لگام مرصع کار نمودار ہوا
جمہور بے خوف و خطر اس گھوڑے کی ایال پر ہاتھ ڈال کے سوار ہوا اور چاہا کہ وہاں سے مراجعت کر کے اس پار جھیل کے
آئے وہ گھوڑا عنان گسستہ سرپٹ لے کے جمہور کو ایک سمت چلا گیا ضحاک شاہ خوش ہو کے وہاں سے پھرا اور چاہا کہ
محل میں جا کے بیٹی کو قتل کرے یہاں ملکہ مشتری شمس عذار کو خبر پہونچی کہ میرے باپ ضحاک شاہ نے شاہزادہ
جمہور کو طلسم ہزار اسپ میں پہونچا کے قید کر لیا اور اب آمادہ میرے قتل پر آتا ہے دایہ کو اپنے ہمراہ لے کے

اُس جھیل کے پار اُتر گئی اور وہاں دو گھوڑے پیدا ہوئے اور وہ ملکہ مشتری جبین عذرا اور دایہ کو اپنی پشت
پر سوار کر کے ایک سمت کو روانہ ہوئے

اب دو کلمے داستان شوکت بیان شاہزادہ بدیع الزمان عالیشان گرد لشکر شکن بیان کیے جاتے ہیں

کہ جس وقت شاہزادہ بدیع الزمان اُس عالیجہ پر بیٹھکے روانہ ہوا تو وہ عالیجہ شاہزادہ عالم کو کبشاد کی بارگاہ میں لایا تمام
شہر کے آدمی شاہزادہ بدیع الزمان کو دیکھکر متحیر ہوئے اتفاقاً کبشاہ اُس وقت میں مرض تپ محرقہ میں نہایت بیمار تھا اور تمام
بالکل باقی رہی تھی اور کبشاہ نے عہد کیا تھا کہ جو طبیب اس مرض سے مجھے صحت دیگا میں اپنی بیٹی کی شادی اُسکے ساتھ
کر دونگا شاہزادہ بدیع الزمان نے مرض تپ کا کبشاہ کے سُنکے وہ سیب جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے خواب میں شاہزادہ
عالم کو عنایت فرمایا تھا کبشاہ کو کھلا دیا کبشاہ کو اُسی شب کو صحت حاصل ہو گئی اور کھانا بڑی اشتہا سے کھایا اور قوت تازہ
تمام عروق میں ایسی پائی کہ صبح کو کبشاہ نے بہت سا شکریہ ادا کر کے عرض کی کہ امیدوار ہوں میری بیٹی حضور کی کنیزی میں
رہے شاہزادہ عالم نے انکار کیا کبشاہ نے اپنی بیٹی ملکہ حسن دل افروز سے کہا کہ تو کسی صورت سے اپنا حسن کو دکھلا کے
شاہزادہ بدیع الزمان کو اپنی جانب مخاطب کرے تاکہ میں تیری شادی اُس جوان کے ساتھ کر دوں ملکہ حسن دل افروز نے
جس وقت شاہزادہ بدیع الزمان آرام کرنے کو تشریف لے چلا دروازہ مکان کا کھولکے چہرہ اپنا باہر نکالا اور ایک ترنج شاہزادہ
بدیع الزمان کے سینے پر کھینچ کر مارا شاہزادہ عالم نے جو پلٹ کر ملکہ حسن دل افروز کو دیکھا تو حسن و شباب بغداد اور عالم فریب
ملکہ حسن دل افروز کا دیکھکر عشق کر گیا اور علی ہذا القیاس ملکہ بھی بیگانہ اور عین شہزادے کا جمال دیکھکر محو حیرت سکتے کی صورت
جہاں کھڑی تھی کھڑی رہ گئی مختصر یہ کہ دونوں عاشق و معشوق کی عجب حالت ہم پہونچی تھی شاہزادہ بدیع الزمان اپنے انکار سے
نہایت پشیمان تھا آخر الامر ملکہ حسن دل افروز نے اندرون محل جا کے یہ نقل اپنے باپ کبشاہ کے روبرو بیان کی صبح کو
کبشاہ نے پھر بعجز و انکسار بخدمت شاہزادہ عالی مقدار عرض کی کہ غلام کی اتنی استدعا ہے کہ ملکہ حسن دل افروز کنیزی کے لیے
حضور کی خدمت میں رہے اور یہ نذر میری قبول ہو شاہزادہ بدیع الزمان نے فرمایا کہ خیر جو خوشی آپکی بس اشارہ شاہزادہ
والا مرتبت کا پاتے ہی کبشاہ نے عقد اپنی بیٹی کا شاہزادہ عالم کے ساتھ پڑھا دیا اور شاہزادہ والا قدر شب کو ملکہ حسن دل افروز
سے ہمصحبت ہوا ہے اور اُسکی بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی ہے کہ صندلی نام ہے اور توزک نامہ میں بہت سے کارنمایاں اُس سے ہوں
میں رہینگے بعد اسکے شاہزادہ عالم نے کبشاہ سے کہا کہ لوح طلسم بار خیز کی میرے پاس ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے مجھے
دیکے تیرے پاس بھیجا ہے کہ وہ لوح تجھ سے لے کے طلسم بار خیز پر قابض اور متصرف ہوں کبشاہ یہ بات سُنکے اپنے جی میں ڈرا
شاہزادہ والا قدر نے پوچھا تیرے خائف ہونے کی کیا وجہ کبشاہ نے کہا تمام خویش و اقارب اور عزیز و بیگانے میرے یہاں
بسنے میں آپ از روے انصاف فرمائیں کہ میرا دل کیونکر گوارا کرے گا کہ یہ سب میری ذات سے مارے جائیں اور
تعمیل آپکے حکم کی بھی واجبات سے جانتا ہوں یہ لوح تو حاضر ہے مگر اتنا امیدوار ہوں کہ اگر اجازت ہو تو میں ذرا جا کے
سب کو سمجھا دوں شاید یہ لوگ میری نصیحت اور میرے کہنے سے مشرف با سلام ہو جائیں اور مال و اسباب طلسم کو
حوالے کر دیں ورنہ اگر سرکشی کرینگے تو یہ شہریار جانے مجھ کو اُنسے سروکار نہیں مجھے اختیار ہے غرض حسب اجازت شاہزادہ
بدیع الزمان والا رتبت کبشاہ نے بخدمت جبروت شاہ کے سارا حال بیان کیا اور کہا اگر صلاح دولت
ہو تو ملت بیضا دین اسلام قبول کر جبروت شاہ نے اپنے دل میں سوچ کے اور خوب سا سمجھ کے قبول کیا اور
بخدمت شاہزادہ والا رتبت آکے قدموں پر گر پڑا اور از صدق دل مسلمان ہو کر جو کچھ کہ وہ شاہزادہ عالم نے
فرمایا وہ سب بجان و دل منظور اور قبول کیا کہ کچھ وساوس سے توبہ کی اور عرض کی کہ میرے دشمن بہت سے ہیں

جسوقت وہ سب سنینگے کہ حیرت شاہ نے سحر سے تو ہی کی وجہ بل کے مجھے قید کرلیگے شاہزادۂ بدیع الزمان سے کہا کیا
مضائقہ بعد اسکے بختشاہ نے شاہزادۂ بدیع الزمان سے کہا کہ شہریار جسدن تو طلسم باختر مین جاکے گرفتار ہوگیا تھا اسی دن
سے تیری محبت میرے دل مین پیدا ہوئی تھی بلکہ مین نے تجھ سے کہا تھا کہ مین طلسم سے تجھے نکال دون تو نے جواب دیا کہ تا قفل
طلسم کشائی مقدر مجھکو نہین نہ جاؤنگا اے شہریار ہزار جان گرامی میری تجھ پر نثار جو تو نے زبان اقدس سے فرمایا اس بات کو
بانجام پہونچایا شاہزادۂ عالم نے فرمایا کہ میرے خالق نے تائید کی غرض یہ کہ تمام شہر کی خلائق از سر صدق کلمۂ شہادت پڑھکے
مسلمان ہوگئی بارگاہ سلیمان علیہ السلام کل جواہر جس طلسم مین تھی وہ بختشاہ نے پیشکش کی اور کہا کہ اگر مجھے حکم ہو تو مین
زمرد شاہ لقا خدا سے باختر اور گنجاب کو مع تمام کفار اور اعداے نابکار کے مار کر بھگا دون شاہزادہ بدیع الزمان
نے فرمایا کہ ہم کو منظور نہین ہان ہماری اطاعت یہی ہے کہ تم حسب الحکم ہمارے بوقت لشکرکشی برسر گنجاب اپنی تمام فوج وسپاہ
اور نشان وشوکت سے اسباب طلسمی سمیت کے حاضر ہونا بعد اسکے اپنے ہوا خواہ نقابدار سبزپوش کو کہ ہوا خواہ قاسم نقابدار
سرخ پوش کے ہاتھ سے زخمی ہوکے طلسم مین تھا مخلصی دیکر غالیچہ کو شیر وہ دیوزاد کو عنایت کیا اور فرمایا کہ تو چار رسو
غالیچہ نشین کو ہمراہ لیکے آنا اور یہ فرماکے تب آپ اسی درہ بہفت جوشن سے برآمد ہوا اور قفل بن گیا ہو خون آشام
کو جری لباس قلندری کروا کے پوشاک فاخرہ پہنائی اور اپنے ہمراہ لیے شہر گلستان کوہ مین آیا منصور
شاہ چار لاکھ آدمیون سے از سر صدق مسلمان ہوگیا شاہزادۂ بدیع الزمان نے منصور شاہ کو یہی حکم دیا کہ اے
منصور شاہ عنقریب مین یہان سے بارادۂ لشکرکشی برسر گنجاب کوچ کرونگا تو بھی جلد مع تمام اپنے لشکر کے وہان آکے
حاضر ہونا بعد اسکے شاہزادۂ عالی مقدار مع قفل بن گیا ہو خون آشام اپنے لشکر مین آکے داخل ہوا اور تمام اپنے
سردارون سے ملاقات کرکے جشن عیش مین جلوہ فرما ہوا ہر ایک سردار اپنی اپنی مردانگی اور جوانمردی کا ذکر کر رہا تھا
اس عرصہ مین مرجان تیز رفتار نے آکے بعد دعا و ثنا کے کہا کہ شہریار علقمہ وزیر اعظم گنجاب کا تمام خزانہ اور جواہرات
گنجاب کا کہ بارہ ہزار صندوق مین اپنے ہمراہ لیکے حضور مین حاضر ہوتا ہے شاہزادۂ عالی مقام نے باعزاز و
اکرام تمام بارگاہ تک آپ جاکے استقبال کیا اور علقمہ کو اندرون بارگاہ لاکے وزیر اعظم اپنا کیا اور پایۂ وزارت
پر اسے جگہ دی شدہ شدہ جب کہ یہ خبر گنجاب کو پہونچی کہ علقمہ خزانہ اور جواہر لیکے بدیع الزمان کے
پاس چلا گیا اور بدیع الزمان نے اسے عہدہ وزارت کا عطا فرمایا گنجاب نے کمال مغموم اور اندوہگین ہوکے
گردم وسے کہا کہ تو جاکے علقمہ کو پکڑ لا حسب الحکم گنجاب کے گردم شب کو بارگاہ شاہزادۂ عالیجاہ
مین جاکے علقمہ کو عیاری سے پکڑ لایا صبح کو شاہزادۂ بدیع الزمان یہ خبر علقمہ کے پکڑے جانے کی سنکے
نہایت متشوش اور مکدر ہوا ناگاہ مہتر قران سامنے سے نمودار ہوا اور شاہزادۂ عالم کو پریشان خاطر دیکھکے
پوچھا کہ شہریار اسوقت باعث تکدر خاطر اقدس کیا ہے شاہزادۂ بدیع الزمان نے علقمہ کے لے جانے
کا حال بیان کیا مہتر قران نے عرض کی کہ حضور رنجیدہ اور پریشان نہون مین بارگاہ گنجاب مین جاکے
اسی وقت علقمہ کو لیے آتا ہون یہ کہکے مہتر قران دروازۂ بارگاہ گنجاب پر پہونچا اور وہ وقت تھا
کہ گنجاب علقمہ پر بہت سا عتاب اور خطاب کر رہا تھا مگر علقمہ بھی مردانہ وار جواب دیتا تھا گنجاب نے
بختیارک کو دیکھا تو بختیارک اسوقت وہان نہ تھا گنجاب نے کہا ایک چوبدار جاکے بختیارک کو
بلا لائے جسوقت بختیارک کو چوبدار بلانے گیا اور بختیارک چوبدار کے ساتھ دروازۂ بارگاہ گنجاب
پر پہونچا مہتر قران نے قریب جاکے بختیارک کو اپنی صورت دکھلائی بختیارک قران کو پہچان سکے

مارے ڈر کے کانپنے لگا اور اندر بارگاہ کے آیا گنجاب نے پوچھا کہ ای بختیارک میں علقمہ کو کس عذاب سے قتل کروں بختیارک
نے جواب دیا ابھی علقمہ کو مارنا نہ چاہیے کسلیے کہ وہ دیکھو مہتر قران عیار نشانگی درخشید اُس دزد باریک گردن لک لک پا کا سامنے
کھڑا ہی گنجاب نے جو قران کو دیکھا مارے ڈر کے بیہوش ہو کر گر پڑا بعد دم بھر کے جو ہوش آیا تو مہتر قران کے خوف سے علقمہ
کو قتل کرنے کا حکم نہ دیا الا اپنے خزانچی کو بُلا کے کہا کہ ایک صندوق جلدی لا خزانچی نے ایک بہت بڑا صندوق خزانے سے
لاکے رکھ دیا گنجاب نے علقمہ کو اُس صندوق میں بند کر کے کہا کہ جہاں اور صندوق روپیہ اشرفیوں کے خزانے میں رکھے
ہیں وہاں اس صندوق کو بحفاظت تمام رکھ دینا خزانچی نے حسب الحکم گنجاب کے وہ صندوق بھی خزانے کے صندوقوں
میں لا کے رکھ دیا جب رات ہوئی مہتر قران دروازۂ بارگاہ پر گیا دیکھا کہ سب چوکیدار اور محافظ و پاسبان بڑی
ہوشیاری اور خبرداری سے جہاں تہاں کھڑے ہیں دو ڈھائی ہیں مہتر قران نے وہاں سے پھر کے بختیارک کے خیمے میں جا کر
دم بھر صبر کیا جب دیکھا کہ بختیارک سو گیا اور چوکیدار پاسبان بھی سو گئے تب مہتر قران نے اندر خیمے کے جا کے بختیارک
کو جگایا اور جبرًا و قہرًا بختیارک کو اپنے ساتھ لے کے گنجاب کی بارگاہ میں آیا اور دیکھا کہ سب پاسبان اور محافظ
یہاں بھی غافل پڑے سوتے ہیں قران نے خنجر کھینچکر سب چوکیداروں کو ذبح کر ڈالا اسمیں گنجاب کی آنکھ کھل گئی اور
مہتر قران کو خنجر بکف دیکھکر قریب تھا کہ روح اُسکی قالب سے نکل جائے مگر بختیارک کو دیکھ کے اسکے تسکین ہوئی
مہتر قران نے خنجر گنجاب کی چھاتی پر رکھ دیا اور بارگاہ سے باہر آکے خزانے کے دروازے پر دیا اور کہا وہ صندوق جسمیں
علقمہ وزیر کو تو نے قید کیا ہی جلد منگا گنجاب نے ناچار و مجبور ہو کے خزانچی کو بُلا کے وہ صندوق منگایا مہتر قران
نے صندوق کھلوا کر علقمہ وزیر کو نکالا بعد اسکے گنجاب سے کہا اب میرے ساتھ اپنے اصطبل میں چل گنجاب
بخوف جان مہتر قران کے ساتھ اپنے خاصے کے گھوڑوں کے طویلے میں گیا اور مہتر قران نے قہاردار داروغۂ اصطبل سے
کہا جو گھوڑا اصطبل میں سب سے اچھا ہو جلد اُسے لا کے حاضر کر گنجاب نے اور بختیارک نے بھی لرزاں و ترساں ہو کر کہا
کہ ہاں دیر نہ کر جلد تیز گام گھوڑا با زین و لگام مرصع کار جلد تیار کر کے لا قہاردار داروغہ نے ایک گھوڑا پری طلعت صبا رفتار
گنجاب کے خاصوں میں سے ڈھونڈھ کر زین کس کے سامنے لا کے حاضر کیا مہتر قران علقمہ کو اُس گھوڑے پر سوار
کر دیے اور آپ پیادہ پا ہو کے سمت بارگاہ شاہزادۂ بدیع الزمان روانہ ہوا اور شاہزادۂ عالم نے علقمہ وزیر کو جو
آتے دیکھا تو بہت خوش ہوا اور مہتر قران پیشانی پر شاہزادے کی بوسہ دے کے بخدمت صاحبقران دوران روانہ
ہوا یہاں بارگاہ میں شاہزادۂ بدیع الزمان عالی شان گرد لشکر شکن کی علقمہ وزیر اعظم کے آنے کی بڑی دھوم
اور شادی و مبارکبادی کا غل ہو رہا تھا ناگاہ دروازۂ بارگاہ پر ایک شور اور ہنگامہ برپا ہوا کہ جن آتا ہو شاہزادہ
بدیع الزمان نے جو جانب دروازۂ بارگاہ مخاطب ہو کر دیکھا تو ملاحظہ فرمایا کہ معراج عیاری قطب فلک خنجر گذاری
شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار اندرون بارگاہ قدم زن ہے شاہزادۂ عالم یہ دیکھکر اپنے دنگل پر سے اُٹھے اور
عمرو کی تعظیم کر کے اور ہاتھ پکڑ کے اپنے پاس بڑے اعزاز و تکریم سے بٹھلایا عمرو عیار نے دیکھکر پوچھا کہ ای شاہزادہ
بدیع الزمان تو نے باختر میں آ کے کیا کام کیا اور گنجاب کے ناموس پر دست اندازی کی اگر حمزہ یہ بات
سنیگا تو پھر کیا حال کریگا شاہزادۂ بدیع الزمان نے کہا کہ عمو جان میں نے آپ کے واسطے دو صندوق
جواہر بیش بہا کے اٹھا رکھ چھوڑے ہیں عمرو نے دونوں صندوقوں کے جواہر کا نام سنتے ہی شاہزادۂ عالم کو گلے لگایا اور
کہا اے فرزند تو بڑا سعادت مند اور بخت بلند ہے حمزہ شبانہ روز تیرے درد مفارقت میں بیتاب اور بیخور و خواب
رہتا ہے آج مجھے فقط تیرے بلانے کو بھیجا ہے اور کہہ دیا ہے کہ جو تیرے پاس لشکر ہو تو میں اپنا لشکر بھیج دوں شاہزادہ

بدیع الزمان نے کہا اے عمر بزرگوار حضرت سے میری طرف سے عرض کرنا کہ اگر آپ کوئی شخص فوج وسپاہ سے میرے پاس
بھیجینگے تو میں قصد اپنی ہلاکت کا کرونگا کسواسطے کہ میرے پاس لشکر بیشمار ہے عنقریب میری فوج آتی ہے حضور ملاحظہ
فرمائینگے یہ کہکے عمرو کو اندرون محل ملکہ گوہر ملک کے پاس لے گیا عمرو نے ملکہ گوہر ملک سے بھی بہت زر و
جواہر لیکے شاہزادۂ عالم سے کہا کہ اب میں رخصت ہوتا ہوں حمزہ انتظار میں ہوگا یہ کہکے عمرو رخصت ہوکے
بخدمت سلطان صاحبقران روانہ ہوا

اب تتمہ داستان شوکت بیان سلطان والاقدر عالی منزلت حمزۂ صاحبقران امیر کشورگیر جہان ستان سے گزارش کی جاتی ہے

کہ جسوقت سلطان صاحبقران نے عمرو کو شاہزادہ بدیع الزمان کے پاس بھیجا اور عمرو نے وہاں سے آکے سارا احوال بیان
کیا اور کہا کہ اے حمزہ اب تو بوڑھا ہوگیا اب تجھ سے کوئی کام نہیں ہوسکتا کسواسطے کہ تمام سرداران دست چپ شاہزادۂ
خاورسیاہ ملک قاسم کی خدمت میں مجتمع ہیں اور سرداران دست راست لندھور کے پاس جاکے جمع ہوئے ہیں اور شہنشاہ
سعد بن قباد اور جتنے شاہ اور شہریار تیری بارگاہ میں دو محل نشین تھے انہوں نے سب در بند کیے اور تیرے پاس نہیں
آتے ہیں اور ملک قاسم سات لاکھ سوار و پیادہ کا لشکر رکھتا ہے اور سرداروں کی کچھ حد و شمار نہیں ہے کہ کسقدر ہیں امیر باتوقیر
نے پوچھا کہ میرا فرزند دلبند شاہزادۂ بدیع الزمان کا کیا حال ہے عمرو نے ایک آہ سرد دل سے کھینچی سلطان صاحبقران
آنسو آنکھوں میں بھر کے پھر پوچھنے لگے کہ اے عمرو تجھے میرے سر کی قسم سچ کہنا کہ مجھے معلوم ہو اگر اسکے پاس فوج کم ہو تو میں
اپنا لشکر اسکے واسطے بھیج دوں عمرو نے کہا حمزہ سچ تو یہ ہے کہ بدیع الزمان کے ہمراہ لاکھ سوار و پیادہ کی جمعیت ہے
میں نے شاہزادۂ بدیع الزمان سے بہت مصر ہوکے کہا کہ امیر باتوقیر نے فرمایا ہے کہ اگر تیرے پاس فوج وسپاہ کم ہو تو
میں اپنا لشکر بھیج دوں بدیع الزمان نے مجھے جواب دیا کہ میرے پاس بہت سا لشکر ہے اگر کوئی شخص میری مدد کو آئیگا
تو میں اپنے آپ کو ہلاک کر دونگا سلطان صاحبقران نے فرمایا کہ عمرو تو جا اور ملک قاسم اور لندھور اور مالک کو میرے
پاس بلا لا اور بتاکید کہنا کہ تمہیں ابھی نے یاد کیا ہے عمرو نے کہا میں جاتا ہوں مگر مجھے یقین ہے کہ انمیں سے کوئی نہ آئیگا سلطان
صاحبقران نے فرمایا کہ تو جا اگر وہ نہ آئینگے تو میں سمجھ لونگا چنانچہ پہلے عمرو مالک کے پاس گیا اور کہا کہ حمزہ صاحبقران
نے تجھے بلایا ہے کہ وہ لشکرکشی برسر گنجاب کرینگے مالک نے کہا اے خواجہ سلامت بر صاحبقران کی تکلیف کرنے کی
ضرورت نہیں ہے اگر شاہزادۂ بدیع الزمان کے واسطے صاحبقران دوران کو فوج کی ضرورت لاحق ہے تو میں حاسدان
و دشمنان شاہزادۂ بدیع الزمان کو سزائے اعمال پہونچا دوں حضور خاطر جمع رکھیں عمرو یہ جواب سنکے مالک کے پاس
سے رخصت ہوا اور شاہزادۂ خاورسیاہ ملک قاسم کے پاس جاکے کہا کہ حمزہ نے تجھے یاد کیا ہے قاسم نے کہا ابھی میں
نہیں جا سکتا کسواسطے کہ لوگ کہینگے شاہزادۂ بدیع الزمان نے بہت سے کارنمایاں کیے اور قاسم اس لائق
نہ تھا جو امیر کے پاس جاکے ملتجی ہوا اور سوا اسکے دادا جان سلطان صاحبقران قدم رنجہ نہ فرمائیں جہاں رونق افزا
ہیں وہیں تشریف رکھیں میں گنجاب سے سمجھ لونگا اور اگر شاہزادۂ بدیع الزمان کے واسطے دادا جان کو ملال خاطر ہے
ابھی جاکے اسکے دشمنوں کا علاج کرتا ہوں عمرو نے کہا کہ حمزہ نے فقط تجھے دیکھنے کو طلب کیا قاسم نے کہا میرا جانا
نہیں ہوسکتا ناچار ہوکے عمرو لندھور کے پاس گیا اور کہا کہ امیر باتوقیر نے طلب کیا ہے لندھور نے کہا کہ خواجہ سلامت
ملک قاسم کے ہواخواہ بہت سے جمع ہوگئے اور شاہزادۂ بدیع الزمان کا کوئی ہواخواہ نہیں ہے میں چاہتا ہوں
کہ میں بخدمت شاہزادۂ بدیع الزمان والاہمت جاکے شریک حال اسکا ہوں اور دس ہزار اشرفی میں تیری

نذر کرتا ہون تو ایسی کوئی تدبیر کرنا کہ امیر با توقیر مجھ سے راضی رہین اور ناراض نہ ہون عمرو وہان سے پھر کے شاہ سعد
بن قباد کے پاس آیا اور کہا کہ حمزۂ صاحبقران نے آپ کو بلایا ہے شہنشاہ لشکر اسلام نے کہا خواجہ مین یہ
چاہتا ہون کہ شاہزادۂ بدیع الزمان کے پاس جاؤن اگرچہ مین بادشاہ ہون اور مجھے مناسب نہین کہ مین اسکی
ہوا خواہی کرون لیکن مجھے شاہزادہ بدیع الزمان کی قدیم سے ایک محبت دلی ہے عمرو نے کہا کہ آپ سچ فرماتے ہین
مگر شاہزادۂ بدیع الزمان اس بات سے راضی نہ ہوگا سلطان سعد نے فرمایا کہ تو یہ جانتا ہے کہ شاہزادۂ بدیع الزمان
میرے خبر لیے ہونے سے رنجیدہ ہوگا تو چل مین بخدمت سلطان صاحبقران ضرور ہی جاؤنگا لیکے بادشاہ لشکر اسلام سعد بن
قباد سوار ہوے عمرو نے پہلے آ کے بخدمت سلطان صاحبقران خبر پہونچائی کہ شہنشاہ سعد تشریف لاتے ہین اور باقی کوئی
نہین آیا سبھون نے انکار کیا ہے سلطان والا قدر عالی منزلت حمزۂ صاحبقران نے بادشاہ لشکر اسلام کا استقبال
کرکے اپنی چھاتی سے لگا کے بہت سی نوازش کرکے تخت پر بٹھلایا اور پوچھا کہ یہ سب کس راہ سے آئینگے عمرو نے کہا کہ درۂ
کوہ صفا کے سامنے سے رستہ ہے سو یہ سب کوہ صفا کے برابر سے آئینگے اور سوا اس ایک راہ کے اور کوئی رستہ
سنجان کی طرف آنے جانے کا نہین ہے یہ حال سنکے امیر با توقیر خاموش ہو رہے بعد دو تین دن کے تمام لشکر مین غل ہوا
کہ آج رات سے حمزۂ صاحبقران اور عمرو اور مقبل خوابگاہ مین نہین معلوم ہوتے ہین اور معلوم ہوتا ہے کہ کوئی عیار
آکے ان تینون صاحبون کو چرا لے گیا جب بادشاہ اسلام نے یہ خبر وحشت اثر سنی تو اشک ریزان نہایت اندوہگین اور غمگین ہوے
اور تمام لشکر مین ایک شور یوم النشور اور قیامت تازہ برپا ہو رہی تھی

اب دو کلمے داستان شاہزادۂ خاور سیاہ ملک قاسم سے بیان کیے جاتے ہین

کہ ملک قاسم نے یموت بن سارنج کو درہ وغیرہ بارگاہ کا قوم دے کے بارگاہ چہل ستون سلیمان علیہ السلام کی بطور پیش خیمہ
دے کے ہمراہ سمت سنجان روانہ کی اور جس وقت کہ یموت بن سارنج بارگاہ کو لیے ہوے دامان کوہ صفا مین پہونچا ایک نقابدار
درۂ کوہ صفا مین نمودار ہوا اور بآواز بلند کہا کہ باش اے تو کون ہے اور کہان جاتا ہے اسنے کہا کہ مجھے یموت بن سارنج
کہتے ہین اور مین ملازم شاہزادۂ خاور سیاہ ملک قاسم نعل خفتان خونریز خاوری کا ہون حسب الحکم اپنے آقا سے
ولی نعمت کے پیش خیمے کے سمت سنجان بر سر گنجاب جاتا ہون نقابدار نے کہا بس یہان سے پھر جا اور یہ اپنا بکھیڑا
اور کسی راہ سے لیجا یہ راستہ مجھ سے تعلق رکھتا ہے مین کسی کو اس طرف سے نہین جانے دیتا ہون یموت بن سارنج نے
کہا مین اسی راہ سے پیش خیمہ سرکار کا لیجاؤنگا اور سوا اس راہ کے اور کوئی رستہ بھی نہین ہے نقابدار نے نہایت
خشمگین ہو کے کہا کہ تو کیونکر بدون میرے حکم کے اس راہ سے جانے پائے گا خلاصہ یہ کہ نوبت بزرم و جنگ پہونچی
نقابدار نے بعد از جنگ نیزہ و شمشیر کمربند یموت کا پکڑ کے کاش زین سے اٹھا لیا اور یموت بن سارنج کو
مع تمام اسباب کے پکڑ کے درۂ کوہ مین لیے چلا گیا لشکر قاسم اشک ریزان اور داد و بیداد کنان وہان سے پھر کے
قاسم کے پاس آیا اور سارا حال بیان کیا قاسم نہایت غیظ و غضب مین آکے اسی وقت سوار ہوا اور سرپٹ
گھوڑا اڑائے قریب اس درہ کوہ کے پہونچا تھا کہ سامنے سے وہی نقابدار نمودار ہوا اور نہیب دی کہ باش اس
طرف سے آنیکا ارادہ نکرنا شاہزادۂ خاور سیاہ نیزہ پکڑ کے بمقابلہ نقابدار آیا اور للکارا اے نقابدار
مغلوب تیری کیا اصل و حقیقت ہے جو تو میرے پیش خیمے اور میرے نوکر یموت بن سارنج کو پکڑ کے لے گیا ہے
کی گذارم ترا کہ از دست من زندہ و سالم روی نقابدار نے بسہولت تمام فرمایا شعر زبان درکش و تیغ کش از
غلاف + کہ وقت سخن نیست جاے مصاف بعد شاہزادۂ خاور سیاہ نے نیزہ مارا نقابدار نے سنان نیزہ سے

پر کاٹنے کے گیارھویں طعن میں نیزہ قاسم کا ہوائی کر دیا قاسم نے تیغہ یلارک افراسیابی دوڑ کر سر نقابدار پر مارا
نقابدار نے بند دست قاسم کا پکڑ کے گریبان میں ہاتھ ڈال دیا اور باہم زور کشتی کا ہونے لگا دو پہر کے زور میں نقابدار
نے ملک قاسم کو اُٹھا کر زیر کیا اور باندھ کے اُسی درۂ کوہ میں لے گیا روز دوم مالک اژدر صاحب نیزہ دو سر اُسی
درۂ کوہ میں آیا اور خواہش نقابدار تھا کہ وہی نقابدار پیدا ہوا اور مالک اژدر سے مقابلہ کر کے ساتویں طعن میں
نیزہ مالک کے ہاتھ سے ہوائی کر دیا نوبت کشتی کی پہونچی کوئی پہر بھر کے زور میں نقابدار نے مالک اژدر کو زیر کیا اور
پکڑ کے درے میں جا کے غائب ہو گیا قصہ مختصر یہ کہ جتنے سرداران دست چپ تھے سب کے سب ایک روز میں نقابدار کے
ہاتھ میں گرفتار ہو گئے جبکہ یہ خبر خسرو بلاد ہندوستان لندھور بن سعدان نے سُنی حالت غیظ میں یہ کہتے کہ ایک
ضرب میں گرز کی میں اس نقابدار کو بخوبی تمام ... بہت پر لگا دونگا مع سرداران دست راست کے اُسی درے کوہ
کے قریب آیا کہ ناگاہ سامنے وہی نقابدار نمایاں ہوا اور وہی گفتگو لندھور سے کر کے آمادۂ رزم ہوا اور دو پہر کے زور
میں نقابدار نے لندھور کو بھی زیر کیا اور درۂ کوہ میں لے کے چلا گیا جب کہ حال گرفتاری لندھور کرب غازی
نے سُنا تو کرب غازی نے کہا کہ اب میں جا کے نقابدار کو وہ لطف دکھلاتا ہوں کہ وہ زندہ رہے قیامت تک
اس معرکۂ رزم و جنگ کا چرچا یادگار رہے ابھی کرب غازی یہی گفتگو کر رہا تھا کہ ناگاہ شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ
نامدار نے آ کے کرب غازی سے پوچھا کہ تو اس قدر مضطرب الحال اور پریشان خاطر کیوں ہے کرب غازی نے کہا قبلۂ کعبہ آپ
کہاں تشریف لے گئے تھے یہاں ایک نقابدار مغلوک درۂ کوہ صفا میں پیدا ہوا ہے کہ اُس نے تمام سرداران دست چپ
کو مع شاہزادۂ غار و سیاہ ملک قاسم زیرک کے دامان کوہ میں لیجا کے قید کیا ہے کل وارث سواد ہندوستان رستم دوراں
جانشین مسند حمزۂ صاحبقران لندھور بن سعدان کو پکڑ لے گیا میرا عقدہ ہوتا تعجب ہے اب میرا منصوبہ ہے کہ کل صبح کو اُس
نقابدار سے مقابلہ اور جدال کروں اور تعزیر برو اردو قتیں آئے دو عمرو نے کہا خاموش اے کرب تو ہرگز یہ مغلوک مغلوک
کے کہتا ہے کچھ تجھے معلوم بھی ہے کہ یہ نقابدار کون ہے کرب غازی نے کہا میں نہیں جانتا عمرو نے کہا یہ نقابدار
شہریار ملک ایران و توران شکنندۂ کتابی رستم دستان زلزلۂ قاف ثانی سلیمان سلطان والاشان امیر حمزۂ صاحبقران
ہے کرب غازی نے جو یہ حال سُنا تو کہا کہ اے قبلہ و کعبہ حق تعالیٰ آپ کو صد و سی و سال سلامت رکھے کہ یہ خبر گذری
کہ آپ نے مجھے اطلاع کر دی القصہ عمرو کرب غازی کو اپنے ہمراہ لیے درۂ کوہ صفا میں بخدمت سلطان صاحبقران
چلا اثنائے راہ میں کرب غازی نے پوچھا کہ سلطان صاحبقران کی آزردگی کا کیا سبب ہوا عمرو نے کہا کہ تمام
سرداران حمزۂ نامدار کے حکم سے سرتابی کرنے لگے اور امیر نے جو طلب کیا تو انہیں دو تامل کرتے تھے یہ باتیں کرتے ہوئے
عمرو اور فرامرز عاد مغربی اور کرب غازی بخدمت سلطان صاحبقران مشرف ہوئے اسی وقت صاحبقران
دوران بشکل نقابدار مع عمرو زندان خانے میں آئے تمام سرداران مقید سے پوچھنے لگے کہ کیوں صاحبو تم کو
نقابدار نے سروری گرفتار کیا ہے اور اب چاہتا ہے کہ تمہارے سب کے واسطے ورما ہے مقرر کرے چنانچہ
غار و سیاہ ملک قاسم کے واسطے پچاس ہزار روپیہ سالانہ مقرر کیا اور لندھور کے لیے تیس ہزار روپیہ سالانہ
اور مالک کے واسطے چالیس ہزار کا سالانہ کس لیے کہ وہ عرب ہے مالک نے کہا کہ میں عرب ہوں اسی وجہ سے
تو میں واجب القتل ہوں عمرو نے کہا یہ مشاہرہ فقط اوقات گذاری کے لیے معین کرتا ہے مالک اژدر اپنے
دل میں متغیر ہو کے کہتا تھا کہ عمرو یہ باتیں خوش طبعی کی مجھ سے کہتا ہے یہ معاملہ کیا ہے ناگاہ امیر با توقیر نے نقاب چہرہ
اقدس سے اُٹھائی سب سرداروں نے صاحبقران دوراں کو دیکھ کر پہچانا اور سب آ کے قدموں سے

پلٹ گئے سلطان عالی مقام نے جو خیال کیا تو قاسم کو اشک ریزان دیکھا سبب پوچھا قاسم نے عرض کی کیونکر نہ روؤں کہ میں نے
بسبب رہامن و شفقت سے لشکر جمع کیا تھا اور چاہتا تھا کہ لشکر کشی بر سر تنجاب کروں آپ نے سر راہ آ کے مجھے پکڑ لیا امیر نے فرمایا
کہ میں نے تجھے معاف کیا جا اور لشکر کشی کر القصہ سرداران دست راست آ کے لشکر صاحبقران میں داخل ہو گئے اور شاہزادہ
خاور سیاہ بہ اجازت اکبر اپنے خیمہ میں تشریف فرما ہوا

اب وہ قلمے داستان شوکت بیان جانا شاہزادہ جمہور کا طلسم ہزار اسپ میں در ملکہ کوکبہ روشن تن کا ہمراہ شمیم عیار طرار جمہور کے بیان کیے جاتے ہیں

کہ شاہزادہ جمہور جہان سوز تیز زن بہادر ہمراہ شمیم عیار کے جو ملکہ کوکبہ کا عیار تھا پار ہوئے اور دونوں سیر گلزار ارم کی کرتے تھے کہ یکایک
دو گھوڑے پیدا ہوئے جمہور اور شمیم بے اختیار ہو کر گھوڑوں پر سوار ہوئے گھوڑے زیر سوار ہوتے ہی ایسا تیز چلنے لگے کہ بیہوش ہو گئے کچھ
نہیں معلوم تھا کہ ہم کہاں جاتے ہیں کہ یکایک گھوڑے ایک مقام پر ٹھہر گئے دونوں کو ہوش آیا دیکھا کہ درۂ پہاڑ کا عجب
کیفیت پر ہے شمیم تو اتر پڑا اور گھوڑا چلا گیا مگر جمہور سوار رہا اور اس درۂ کوہ میں دریا اندر سے آواز آئی کہ یہاں کہاں آ گئے
یہ مقام طلسم ہے جمہور نے چاروں طرف دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا جمہور آگے بڑھا آواز قہقہے کی آئی غرض کہ تین بار یہی آواز
آئی جمہور نے کہا میں جان کر یہاں آیا ہوں پھر وہ آواز نہ آئی جمہور چلا جاتا تھا کہ ایک تالاب نظر پڑا جمہور گھوڑے سے
اترا اور باگ شمیم کے ہاتھ میں دی اور آپ پانی پینے لگا گھوڑا شمیم سے باگ چھڑا کر بھاگا جمہور نے کہا کہ گھوڑا میں تم سے لوں گا
شمیم پکڑنے کو دوڑا جمہور دیکھ رہا تھا کہ یکایک شمیم اور گھوڑا دونوں غائب ہو گئے جمہور بھی ڈھونڈھنے کو چلا کہ ایک
شہر دکھائی دیا جمہور اندر آیا ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی جمہور نے کہا کہ یا حضرت یہاں گھوڑا اور عیار آیا ہے اُس نے
کہا مجھے نہیں معلوم اور پوچھا کہ دین تمہارا کیا ہے جمہور سمجھا کہ طلسم میں سب بت پرست رہتے ہیں اپنے تئیں بھی
لات پرست بتایا اُس نے کہا کہ تو نے اپنے تئیں جھوٹا بنایا ہے اور تو بدتر از سگ ہے جمہور کو برا معلوم ہوا ایک طمانچہ مارا کہ
منھ اُسکا پشت کی جانب پھر گیا شہر میں غل ہوا کہ ایک ظالم آیا ہے لوگ جمہور کے گرد آ گئے جمہور نے کئی آدمیوں کو مارا
آخر کو پکڑ لیا گیا لوگ بادشاہ پاس لائے بادشاہ نے جمہور کو بہت پسند کیا اور احوال پوچھا جمہور نے تمام حال بیان
کیا بادشاہ نے کہا کہ تجھے جان سے کیا ماروں رحم آتا ہے اب تو ایک کام کر کہ یہ زرہ اور ہتھیار اپنے بیچ کر خون بہا دے جمہور
نے کہا کہ واہ کیا خوب انصاف کیا ہے اگر جھوٹا ہوتا تو حقیقت معلوم ہوتی بادشاہ نے جواب دیا کہ تم سے کچھ نہ ہو سکے گا
یہ کہکر جمہور کو چھوڑ دیا اور ایک زنگی سے کہا کہ اسے پکڑ لے وہ زنگی جمہور کی طرف چلا اُسنے تلوار ماری زنگی نے قبضے پر ہاتھ
ڈال دیا اور تلوار چھین لی اور دم بھر میں زیر کر لیا بادشاہ نے کہا کہ بس گھمنڈ آپ کا نکل گیا اب جو میں نے کہا تھا وہی
کیجیے جمہور نے مجبور ہو کر زرہ اور ہتھیار وغیرہ بیچ کر خون بہا وارثان مقتول کو دیا بادشاہ نے کہا کہ اے عزیز
اس شہر کا نام شہر قیدآباد ہے جو یہاں آیا ہے نکل نہیں سکتا اور جو کچھ کہ تمہارے پاس ہو اُنہیں کوئی صورت بسر اوقات
ہونے کی پیدا کرو جمہور یہ سنکر باہر نکلا راہ میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی کہ اُسکا نام ارقم نوجوان ہے اور یہ بھی قیدی
طلسم ہے غرض کہ ارقم جمہور کو اپنے گھر لے گیا اور بہت خاطر کی اور کہا کہ اے ہم قسمتی کا کیا پیار کریں غرض کہ ارقم اور
جمہور دونوں باہم رہنے لگے اس شہر میں مہینا بھر کے بعد میلہ ہوتا ہے شاہ و گدا کا غرض کہ ارقم نوجوان اور جمہور
دونوں میلے میں آئے اور بہت کیفیت دیکھی ابر لال بھی آسمان پر دیکھا اور ایک بادشاہ کو دیکھا کہ تخت پر
بیٹھا ہوا ہے اور پریوں کا ناچ ہو رہا ہے بادشاہ نے جمہور کو بلایا اور اپنے پاس بٹھایا اور پوچھا کہ آپ کا کیا دین ہے
جمہور نے کہا کہ لات پرست ہوں بادشاہ یہ سنکر برہم ہوا اور جمہور کو غنودگی سے آنکھ پھر جو ہوش آیا تو اُس صحبت

گویا غرض کہ ارقم اور جمہور دونوں اپنے مکان میں آئے اور وہیں لکڑیاں بیچ کر اوقات بسر کرنے لگے کہ اسی میں جب
وہی دن میلے کا آیا جمہور اسی صحبت میں جانے لگا لوگوں نے نہ جانے دیا جمہور کو غیرت آئی اور دل سے کہا کہ اس شہر میں
رہنا خوب نہیں اس روز سے جمہور دن بھر پھرا کرتا تھا مگر رات کو اپنے تئیں اُسی شہر میں پاتا تھا ایک روز جاتے
جاتے دریا دکھائی دیا جمہور اُسمیں کود پڑا اور بہنے لگا یہاں تک کہ بہتے بہتے تھک گیا اور غوطے کھانے لگا قریب
تھا کہ ڈوب جائے دیکھا کہ ایک درخت بہتا چلا آتا ہے جب وہ درخت قریب آیا جمہور اُسپر چڑھا اور پار اُترا لیکن اُس
پار عجیب عجیب طرح کے پہاڑ دیکھے اور سبزہ دیکھا کہ اُسکا دل لوٹ گیا جمہور سیر کرتا چلا جاتا تھا کہ آواز نماز کی آئی
جمہور آگے بڑھا دیکھا کہ ایک پیر عبادت خدا میں مصروف ہے جمہور ہاتھ باندھے کھڑا رہا جب کہ وہ مرد مُسن نماز
پڑھ چکا تو جمہور سے پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کیا نام ہے اُسنے کہا کہ مجھے جمہور کہتے ہیں اور تمام حقیقت اپنی بیان کی
اور سارا احوال شرقیہ آباد کا کہا اور لوگوں سے وہاں کے ایذا پہونچنا بیان کیا اور پوچھا کہ آپ کا کیا نام ہے اُسنے کہا
کہ مجھے درویش ذاکر کہتے ہیں اور یہ طلسم حکیم اشراق روشن ضمیر کا ہے اور اسی طرح چار ملک ہیں شرقی و غربی
و جنوبی و شمالی اور شرقیہ میں تو مسلمان رہتے ہیں تعجب ہے کہ تمکو ایذا پہونچی جمہور نے کہا کہ اُنکو کافر سمجھ کر میں نے
اپنے تئیں بھی کافر بنایا تھا درویش نے کہا کہ اب اپنا دین ظاہر کرنا تمہاری بہت عزت ہوگی جمہور نے یہ سُنکر سکوت
کیا بعد تھوڑی دیر کے ایک آہ کھینچی اور یہ شعر زبان پر لایا شعر فرقت یار نے دل تنگ کیا ہے ایسا + جو سمجھتا ہے وہ رہتے
ہوئے گھبرائی ہے + یا حضرت میرا معشوق چھوٹا ہوا ہے درویش بولا کہ خدا کو یاد کر وصل اسکے گا اور ای عزیز جس طرح سے
کہ آثار قیامت کے لکھے ہیں اسی طرح سے آثار طلسم کے ٹوٹنے کے بھی لکھے ہیں کہ جب عاشق و معشوق دونوں طلسم میں
آجاوینگے تو ٹوٹے گا کیا تعجب ہے کہ فتاح طلسم تمہیں ہو اور ایک دلیل اور ہے کہ ایک پہاڑ ہے اُسمیں ایک پتلی بنی ہوئی ہے
اُسکے ہاتھ میں تیر کمان ہے جب کہ مُنہ اُسکا مغرب کی طرف اور پشت اُسکی مشرق کی طرف ہوگی اُس روز طلسم کشا پیدا ہوگا
غرض کہ درویش جمہور کو اُسی جگہ لایا جمہور نے دیکھا کہ پہاڑ ہے بہت کیفیت پر اُسپر حاضر ہے اُسمیں پتلی بنی ہوئی ہے جمہور اندر آیا
ایک عورت خوبصورت دیکھی کہ نہایت حسین ہے تیر کمان ہاتھ میں لیے ہوئے ہے کہ ایک آواز پیدا ہوئی کہ اس مقام سے چلا جا
ورنہ خراب ہوگا جمہور بھاگا درویش نے کہا تمہاری قسمت میں طلسم کشائی نہیں ہے شاید کوئی اور پیدا ہو وہ طلسم توڑے
لیکن اب تم شرقیہ آباد میں جاؤ جمہور نے کہا کہ دریا بیچ میں ہے درویش نے کہا کہ ایک درخت کنارے پر دریا کے
لگا ہے اُسکے نیچے جا کر کہنا کہ میں شرقیہ آباد میں جاؤنگا اُسمیں سے ایک تختہ گر پڑیگا اُسی کے ساتھ چلے جانا جمہور
اُسی طرح سے پار اُترا اور شرقیہ آباد میں پہونچا وہاں ارقم سے ملاقات ہوئی اُسے بھی مسلمان کیا اور بادشاہ پاس
آیا ملک اشرق سرخ پوش کو خبر ہوئی کہ وہی شخص آیا ہے اور کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں ملک اشرق خود آکے
جمہور کو لیگیا اور بہت عزت کی اور مکان رہنے کو دیا غرضکہ پھر دن میلے کا آیا اور تمام خلقت گئی اور اشرق بھی گیا
جمہور اور ارقم بھی باہم چلے جس وقت کہ میلے میں پہونچے دیکھا کہ ایک تالاب ہے کنارے اُسکے ایک چبوترا ہے اور
کوسوں تک پھول ہی پھول نظر آتے ہیں عجیب عجیب طرح کے زمین نے گل کھلائے ہیں جمہور سیر دیکھ رہا تھا کہ دو گھڑی
دن رہے جانوران سرخ رنگ مثل بلبل کے اُس تالاب پر آکے جیسے کوئی شاہانہ حکومت کرتا ہے اس طرح بولکر ڈوب
گئے بعد اسکے فضا میں چبوترے کے گرد کھڑی ہو گئیں اور ایک غبار منظور نا ہے آئے اور چوبدار اور عصا بردار عجیب
اور سوار پرے ہوگئے اور آواز گانے بجانے کی آنے لگی جمہور نے کہا اے ارقم میں تو جاتا ہوں ارقم نے کہا مجھے نہ
ہو سکے گا جمہور نے کہا کہ اگر میرا اختیار ہوگا تو تجھکو بھی ضرور بلاؤنگا یہ کہکر جمہور چلا جس وقت اندر جانے لگا لوگوں

نے روکا جمہور کو پکارا کہ دیدار خاص مین سلمان ہون عیار منظور آیا اور جمہور کو لے گیا جمہور نے اندر آ کر دیکھا تو تین
صفین آراستہ ہین لعل و یاقوت کی کرسیون پر پری زادین بیٹھی ہین اور خواجہ سرا ہاتھ باندھے کھڑی ہین اور بیچ مین تاج
ہو رہا ہے عیار نے جمہور کو بھی کرسی زرنگار پر بٹھایا اور ہاتھ باندھکر طرف آسمان کے عرض کی کہ خداوند جمہور شاہزادہ
ہر خلوص آیا ہے اسکے حق مین کیا حکم ہوتا ہے ایک آواز آئی کہ اُسکو کسی عزت کی ناراضی نہو اور واجب التعظیم ہے جمہور
نے جو دیکھا تو آسمان پر شفقی رنگ کا ابر چھایا ہوا ہے اُسکے نیچے چمک آفتاب کی سی معلوم ہوتی ہے جیسے فانوس مین
شمع روشن ہو اور آواز عورت کی آتی ہے جمہور یہ پوچھنے لگا کہ اسکو خیال ارقم کا آیا پیک منظور سے کہا کہ ہمارے
ساتھ ایک شخص ہے کہ نام اُسکا ارقم ہے اگر وہ ہو تو اُسے بھی بلاؤ پیک منظور نے کہا کہ مین تو یہ جانتا ہون کہ یہ تماشا
واردان طلسم کیلیے ہے کہ دیکھین اور روح حکیم اشراق روشن ضمیر کی درود حسین لیکن جب آپکے ارشاد سے
عرض کرتا ہون پیک منظور نے ہاتھ باندھکر طرف آسمان کے بلند کیا اور کہا کہ یہ شخص جو وارد طلسم ہے کہتا ہے کہ میرے
ساتھ ارقم نوجوان آیا ہے اُسے بھی بلا لو آواز آئی کہ اسکی جو خوشی ہو سو منظور گیا اور ارقم کو بلا لایا ارقم اس صحبت
جشن و عیش کو دیکھکر بہت خوش ہوا بعد اسکے پیک منظور نے جمہور سے کہا کہ آپ کا جسکو جی چاہے اُسے لے لیجیے
جمہور کا جی تو کوکبہ روشن تن مین لگا ہوا تھا ایک پری زاد کوکبہ آئین اور ہنسی اسکی کوکبہ روشن تیغ ملتی تھی
اُسے پاس بٹھا لیا پیک منظور نے ارقم سے کہا کہ ان خوبصورتون مین ایک آپ بھی لیجیے ارقم نے بھی ایک کو پسند کر کے
لے لیا رات بھر جشن و عیش مین رہا صبح کو خودنگی سی آئی پھر جو ہوش آیا تو اُس صحبت کو نہ پایا جمہور پاس پری زاد کو
سوار کر کے اور ارقم اُس خوبصورت کو ہمراہ لیے ملک اشراق کے شہر قیمہ آباد مین آئے اور رہنے لگے مگر ارقم تو اُس عورت سے
بہت خوش رہتا تھا اور جمہور پری زاد سے بات بھی نہ کرتا تھا غرض کہ میلے کا دن جب آیا ایک آواز آئی کہ جمہور اپنی عورت کو نہ
لائے اور ارقم کو اختیار ہے غرض کہ میلے مین گئے اور وہ اُلٹ پھیر دیکھی اور پھر صبح کو چلے آئے جمہور نے کہا اے ملک اشراق یہ
جانور کیا ہین کہ تالاب مین ڈوب جاتے ہین اور پھر پیدا ہو جاتے ہین بادشاہ غضبناک ہوا اور کہا کہ مجھے نہین معلوم جمہور
نے کہا کہ گھوڑا اور عیار میرا کہین ملے گا بادشاہ نے کہا جشن بزرگ مین مرات القلاع پر ملے گا جمہور نے کہا کہ جشن بزرگ
کیسا ہوتا ہے ملک اشراق نے کہا برسوین دن وہ جو چارون شہرون کا بادشاہ ہے مرات القلاع پر جشن کرتا ہے اور
چارون شہرون کی خلقت جمع ہوتی ہے چاہیے تو وہ گھوڑا اور عیار بھی وہان ملے غرض کہ بعد چند روز کے وہ دن میلے کا آیا
اور ملک اشراق نے بارہ ہزار سوار ساتھ لیے اور جمہور اور ارقم کو بھی ہمراہ لے کر کوچ کیا بعد کئی روز کے درہ یاقوت
پر پہونچے جمہور نے دیکھا کہ درہ عجب کیفیت پر ہے جانور شب آویز بھرتے ہین گلہائے سرخ کھلے ہوئے ہین یہ
معلوم ہوتا ہے کہ آگ لگی ہوئی ہے ملک اشراق نے تین ہزار گھوڑے فلیتون کے تیار کرائے جمہور نے پوچھا کہ
فلیتے اتنے کیا ہونگے بادشاہ نے کہا کہ وہ درہ تاریک ہے روز تک رہے گا کہ بغیر روشنی کے راستہ چلنا دشوار
ہے غرض کہ درے مین در آئے جمہور نے دیکھا کہ راستہ بہت کشادہ ہے مگر دیوار مل گئے ہین اس سے تاریکی ہے اور
اُسی تاریکی مین روشنی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہزارہا گل بوٹے ہوئے ہین غرض کہ قریب روز درے سے باہر نکلے
جمہور نے دیکھا صبح کا وقت ہے اور ہوا سرد چل رہی ہے اور قلعہ شیشہ کا ہے اور ایک برج سرخ اور دوسرا سبز
اور تیسرا زرد چوتھا سیاہ اور سامنے قلعہ کے ایک عمارت پر نتھائی ہے اور اسیر مکان بنا ہے اور پردے پڑے ہین جمہور
نے کہا اے ملک اشراق یہ مین ذرا سیر اُس عمارت کی کر آتا ہون ملک اشراق نے کہا کہ ہمارے یہان چارون
شہرون مین یہ عجب طرح کی پابندی ہے کہ ایک بستی کا آدمی دوسری بستی مین نہین جاتا مگر آپ وارد طلسم ہین

جہاں چاہیے جایئے مگر میں نے کچھ برائی نہیں کی ہے مجھے نہ ہوے گا اور شام کو یہیں چلے آیئے گا جمہور نے کہا کہ مجھے رات
اور دن یہاں کا نہیں معلوم ہوتا ہمیشہ صبح رہتی ہے ملک اشرق نے کہا کہ یہ گھڑی تمھیں دیتا ہوں دیکھ لینا اور دو پہر
پہچان ہے کہ نیند آنے لگتی ہے غرض کہ جمہور نے ارقم کو ساتھ لیا اور دوسری طرف چلا دیکھا کہ تمام خلقت زرد پوش
ہے اور دیوار قلعہ کی آئینہ کی ہے اور بیچ میں وہی عمارت ہے اور خیمہ بھی زرد ہے اور ایک طرف کو دیکھا کہ ہزار بارہ سو گھوڑے
بندھے ہوے ہیں اور اپنے گھوڑے کو دیکھا کہ طویلہ کے بیچ بہت تکلف سے بندھا ہوا ہے جمہور نے داروغہ اصطبل سے
کہا کہ یہ گھوڑا میرا ہے اُسنے بادشاہ سے کہا یہ ملک آحسن زرد پوش سے بیان کیا ملک الیسر نے جمہور کو اپنے پاس بلایا
اور بہت خاطر سے پیش آیا اور کہا کہ آپ میرے پاس رہیے گھوڑا لیجیے جمہور نے کہا کہ ملک اشرق کا ساتھ نہ چھوڑونگا
ملک الیسر نے کہا کہ اپنی چیز سب کو عزیز ہوتی ہے یہ گھوڑا ہمارے یہاں آیا ہے ہم نے اُسکو تحفہ سمجھکر رکھا ہے اور جو
چیز جسکے گھر آئی وہ اُسکی ہوگئی اب یہاں رہیے تو گھوڑا لیجیے اور ملک اشرق پاس جایئے گا تو نہ دونگا جمہور بہت
خفا ہوا ملک الیسر نے کہا کہ آپ خفا نہ ہوجیے اور طعام و شراب و کباب منگوا کر حاضر کیا جمہور اور ارقم نے کھایا
بعد فراغ طعام ارقم نے گھڑی کو دیکھا اور کہا کہ اب رات ہونے میں گھڑی بھر کی دیر ہے چلیے ملک الیسر نے دو گھوڑے
منگوا دیے جمہور اور ارقم سوار ہوکر چلے جب برج شرقی پاس پہونچے سائیسوں نے کہا کہ اب گھوڑے آگے نہ
جاینگے جمہور جھنجھلاتا ہوا اُترا اور اپنے لشکر میں آیا اور ملک اشرق سے تمام احوال بیان کیا اُسنے کہا کہ تین دن میں
میں آپ کا گھوڑا دلا دونگا غرض یکرات زیادہ آئی جمہور نے کھانا کھا کر آرام کیا اور صبح کو تیسری طرف گیا وہاں
دیکھا کہ تمام لوگ سبز پوش ہیں اور خیمہ بھی سبز ہے اور دیوار قلعہ کی وہی شیشہ کی ہے اور بیچ میں وہی عمارت اور دروازہ
آمد و رفت کا زمردین ہے جمہور دیکھتا چلا جاتا تھا کہ ایک سواری بڑی دھوم سے پیدا ہوئی جمہور نے دیکھا کہ شمیم
گھوڑے پر چلا آتا ہے شمیم جمہور کو دیکھتے ہی گھوڑے سے اتر پڑا اور جمہور کو اپنے بادشاہ ایمن سبز پوش پاس لایا
اور نہایت خاطر کی اور تمام حال پوچھا جمہور نے تمام سرگذشت اپنی بیان کی اور کہا کہ تم پر کیا گذری شمیم نے کہا کہ جب
میں آپ سے جدا ہوکر گھوڑے کے پیچھے چلا جاتے جاتے گھوڑا تو غائب ہوگیا میں ایک شہر میں پہونچا اور ایک عیار سے ملاقات
ہوئی اُسنے پوچھا کہ تمھارا دین کیا ہے میں نے کہا کہ لات پرست ہوں عیار بہت خفا ہوا اور بادشاہ پاس لے گیا
ملک نے پوچھا کہ تمھارا کیا دین ہے میں نے کہا کہ لات پرست ہوں بادشاہ نے نکلوا دیا غرض جہاں جاتا تھا کوئی نہ مجھے
رہنے نہ دیتا تھا وہی عیار پھر ملا اور کہا کہ خیر اصطبل میں سو رہا کر میں تین دن وہاں رہا پھر دن نے ایسا کانا کہ شام
میں سوچ گیا وہی عیار ایک دن پھر ملا میں نے کہا کہ میاں خدا کے واسطے کوئی اور جگہ رہنے کو بتا دو کہ میں اس
عذاب سے چھوٹوں اُس عیار نے کہا کہ تو خدا کو کیا جانے میں نے کہا کہ میں تو آج سے خدا پرست ہوں تم کو کافر
سمجھکر کافر کیا تھا وہ عیار بادشاہ کے پاس لے گیا ملک ایمن نے بہت خاطر کی اور مکان رہنے کو دیا اور وہاں ندی
سیل ہوتا تھا ویسا ہی جیسا کہ آپ کہتے ہیں گھر یہاں ابر سبز تھا اور جانور اور درخت اور پھول سبز تھے ایک شاطر
سبز پوش آیا اور مجھے اندر صحبت کے لے گیا اور اُس نے احوال بیان کیا آواز دی کہ یہ جو پریاں ناچتی ہیں
اُن میں سے ایک کو میرے حضرت جسکو میرا جی چاہتا تھا وہی ملی اب وہ میرے پاس ہے اُسکے عشق
میں گرفتار ہوں اب آپ بھی یہیں رہیے جمہور نے کہا کہ تو میرے ساتھ چل شمیم نے کہا کہ معشوق
مجھ سے چھوٹ جائیگی اُس اثنا میں ارقم نے گھڑی دیکھ کر کہا کہ اب شام قریب ہے چلیے شمیم نے
گھوڑے منگوا لیے اور کہا کہ اُنپر سوار ہوکر جائیے جمہور نے کہا کہ مجھکو ملک الیسر نے بھی گھوڑے سے

لنگوا دیے تھے جب اُنپر سوار ہو کر قریب برج شرقی کے پہونچا تو سائیسوں نے گھوڑے تھام لیے تھے اب یہیں نہ دونگا تمیم
نے کہا کہ آپ سائیسوں کو ساتھ نہ لیجیے غرض کہ جمہور اور ارقم دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر چلے جب کہ برج شرقی کے پاس
پہونچے گھوڑے تڑپنے لگے جمہور اور ارقم کو دیتے گھوڑے چلے گئے جمہور نے لشکر میں آیا اور ملک اشرق
سے تمام کیفیت بیان کی ملک اشرق نے کہا آپ کا جیسا ہے میں بادشاہ سے کہکر دلوا دونگا اور بادشاہ بھی آپ کی
خاطر کرے گا اس گفتگو میں آواز نقارے کی گوش زد ہوئی جمہور نے کہا کہ اے ملک اشرق یہ نقارہ کیسا بج رہا ہے
اشرق نے کہا کہ کل جشن بزرگ ہے غرض کہ رات گذری اور صبح نمودار ہوئی جمہور نے دیکھا کہ دروازہ شرقی پر
سائبان سرخ رنگ لگا ہوا ہے ملک اشرق اور جمہور اور ارقم نیچے اُس سائبان کے گئے جمہور نے دیکھا کہ
اندر قلعہ کے اِدھر آدھ کوس چاروں طرف دیوار قلعہ کی چھوڑ کر دریا بہتا ہے اور بیچ میں دریا کے باغ سبز اور
عمارت وسیع اور اُسپر شتابی معلوم ہوتی ہے اور دریا میں کشتیوں پر ناچ ہو رہا ہے اور ایک کشتی پر پیک منظور
بیٹھا ہوا ہے یکایک پیک منظور پکارا کہ اے ملک اشرق جو لوگ درون طلسم کے ہیں انکو لاؤ اور تماشا
دکھلاؤ ملک اشرق جمہور اور ارقم کو لے کر اندر آیا جمہور نے دیکھا کہ ستون اور محرابیں سب شیشہ کی ہیں
اور غربی شرقی جنوبی شمالی چاروں طرف کی سیر دکھائی دیتی ہے اور اُس باغ میں درخت مولسری کے لاانتہا
ہیں اور ہر درخت کے نیچے ناچ ہو رہا ہے اور ایک درخت نہایت بلند ہے اور اُسکی چار شاخیں چاروں طرف
پھیلی ہوئی ہیں اور تمام باغ پر اُسکا سایہ ہے اور زمین پر طرح طرح کے پھول کھلے ہوئے ہیں گویا فرش کمخواب کا
بچھا ہوا ہے اور جانور ہر ہر رنگ کے اُڑتے پھرتے ہیں جب وہ جانور دریا میں گرتے ہیں تو اُسی وقت بجرے
اور کشتیاں پیدا ہو جاتے ہیں اور ناچ ہونے لگتا ہے اور آسمان پر ابر بزرگ ہے اُسکے چاروں کونوں پر چار
ابر چار رنگ کے مثل قندیل کے لٹکتے ہیں اور اُن چاروں ابروں کے نیچے چار پری زادیں مُنھ پر نقاب ڈالے
تخت پر سوار ہاتھ باندھے ہوئے ابر بزرگ کی طرف دیکھ رہی ہیں اور اُس ابر میں جیسے کہ آفتاب بدلی میں
آجاتا ہے اس طرح کی روشنی معلوم ہوتی ہے اور چار شاہ کشتیوں پر سوار ہاتھ باندھے اُن پری زادوں کی طرف
دیکھ رہے ہیں جمہور دیکھتا تھا کہ شتاب کائنات حکیم روشن ضمیر سے نکلا اور تمام مکان نورانی ہو گیا اُسی
مکان میں بھی آیا اور جمہور سے ملاقات کی جب کہ وہ رات تمام ہوئی اور خورشید سحر نمودار ہوا تو روشنی
تو بہت تھی لیکن گرمی کا نام بھی نہ تھا جمہور اور ارقم اور تمیم سیر کرتے پھرتے تھے جب تھک جاتے تھے
کسی درخت کے نیچے بیٹھ رہتے تھے پری زادیں کشتیوں پر سے اُترتی تھیں اور رقص بجا کر جمہور کو رجھاتی تھیں
اور ناچتی تھیں اسی طرح جمہور سیر کرتا پھرتا تھا کہ یکایک ایک بجلی چمکی سب کی آنکھیں جھپک گئیں پس جو
شاہزادہ طاوس تبرزن جمہور جہاں سوز نے دیکھا تو آفتاب شتابی کے کلس پر چمکتا تھا اور چاروں طرف
پری زادیں مورچھل ہاتھوں میں لیے ہوئے مکلل بزر سرخ بجواہر نہایت پُر تکلف اور بھاری پوشاکیں پہنے ہوئے چاروں
دروازوں پر شتابی کے جل رہی ہیں اور اندر سے شتابی کے بجلی سی چمک رہی ہے اور عیار پکارنے لگے
کہ بادشاہ تخت عدالت پر بیٹھا ہے جسے جو کہنا ہو کہے ادھر سے ملک آہسن کج کلاہ گھوڑا لیے ہوئے
آیا جمہور نے کہا اے ملک اشرق میرا گھوڑا یہی ہے ملک اشرق نے پیک منظور کو بلا کر تمام احوال جمہور کا
بیان کیا پیک منظور نے اپنے جلیسوں سے کہا اُنہے بادشاہ سے عرض کی کہ وہ شخص جو درون طلسم ہے اُسکا گھوڑا
ملک ایسر پاس ہے حکم ہوا کہ ہم کسی پر ظلم نہیں کرتے ہیں اصطبل بادشاہی میں اُس سے بہتر گھوڑے ہیں دو لے کر

کیا کرے گا اور اسکا مطلب تو بہت بڑا ہے وہ یہاں سے نکلے گا ملک الیسر نے عرض کی کہ یہ گھوڑا میرے شہر میں آیا ہے اگر حکم ہو
تو میں سوار ہوں ارشاد ہوا کہ یہ مال پرایا ہے رہنے دو مگر سوار ہونا ملک الیمن سبز پوش سے عرض کی کہ نسیم عیار میرے شہر
میں آیا ہے اور اسکو ایک بڑی زر دعنایت ہوئی ہے وہ انکے ساتھ بہت خوش ہے حکم ہوا کہ بس ہم یہی چاہتے ہیں کہ جو
یہاں آئے خوش رہے لیکن جمہور کو کیا سوجھی کہ نہیں معلوم بادشاہ کی صورت کیسی ہے اور عورت ہے یا مرد معاً یہ خیال
آیا ہے یک منظور پکارا کہ اے ملک اشرق تم یہاں سے چلے جاؤ کہ بادشاہ اپنی صورت دکھانا چاہتا ہے اور
وارد ان طلسم کو چھوڑنے جاؤ ملک اشرق تو بہ تعجیل وہاں سے اٹھکر دروازہ میں بیٹھا جمہور کیا دیکھتا ہے کہ پردہ
اٹھا اور ایک چمک پیدا ہوئی کہ آنکھیں جھپک گئیں پھر جو ہوش آیا تو جمہور نے اپنے تئیں خیمہ میں پایا اور ملک
اشرق کو پاس بیٹھے دیکھا جمہور نے پوچھا کہ اے ملک اشرق اب یہ سیر کب دکھائی دے گی ملک اشرق نے کہا کہ
زندگی ہے تو پھر برسوں روز دیکھینگے غرض کہ وہاں سے کوچ کیا اور درہ ظلمات طلسم کو طے کر کے شہر قبہ آباد میں
پہونچے ملک اشرق نے جمہور کو بادشاہ کیا اور اپنے برابر بٹھایا اور جمہور کا سکہ جاری ہوا ایک دن جمہور نے کہا کہ
اے ملک اشرق وہ دن کونسا ہوگا کہ معشوق میرا بھی یہاں آئے گا ملک اشرق نے کہا کہ بادشاہ بھی فرما چکا ہے کہ
معشوق تمہارا آئے گا مگر یہ دعا کرو کہ اسی شہر میں آئے جمہور نے پوچھا کیا اور کہیں جائے گا تو نہ ملے گا اشرق نے جواب
دیا کہ بیشک نہ ملے گا جمہور تو یہاں یاد معشوق میں بیٹھے

اب دو کلمے داستان کوکب کے بیان کیے جاتے ہیں

کہ وہاں کوکب روشن تن خوف سے ضحاک شاہ کے اپنی چالیس خواصوں کو مع جمیلہ بھاگ کر جنگل میں چھپی اور عیار جمہور
کا نسیم بن عمرو تلاش میں شاہزادہ جمہور کی نکلا ہوا تھا پہلے تو سابل میں گیا وہاں سنا کہ جمہور کو لقا نے ضحاک شاہ
پاس بھیجا ہے نسیم ضحاکیہ میں آیا وہاں سنا کہ جمہور کو ضحاک شاہ نے طلسم میں پھنسا دیا ہے نسیم طلسم کی طرف جاتا تھا
کہ راہ بھولا جنگل میں کچھ عورتوں کو دیکھا انسے پوچھا کہ تم کون ہو ملکہ نے کہا کہ تم کون ہو نسیم نے کہا کہ جمہور کا عیار
ہوں اور طلسم میں جمہور پاس جاتا ہوں ملکہ نے یہ سنکر تمام حقیقت اپنی نسیم سے بیان کی اور کہا کہ مجھے بھی لیتے چل
غرض کہ ملکہ نے جمیلہ کو ساتھ لیا اور تمام خواصوں کو طرف لشکر امیر کے روانہ کیا اور ہمراہ نسیم کے طلسم کو چلی جس وقت
دریا سے اترکر تختہ گلزار دیکھا جمہور یاد آگیا اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے کہ یکایک تین گھوڑے پیدا ہوئے اور اپنی پشت
پر ملکہ اور جمیلہ اور نسیم کو لے کر راہی ہوئے جس وقت کہ مقبرے پر شرقہ کاؤس کے آئے اپنے اپنے سواروں کو اتار کر
گھوڑے چلے گئے ملکہ نے دیکھا کہ مقبرہ نہایت خوشنما بنا ہوا ہے اور تختہ پھولوں کا کھلا ہوا ہے اور جانوران خوش آواز چہک
رہے ہیں کہ جنگلی رنگیلیں جل نہر بخیروں سے پار ہوتی ہیں ملکہ کا دل یاد جمہور میں خون ہو گیا اور اشک جاری ہوئے
اور وہ تختۂ گلزار نگاہوں میں خار معلوم ہونے لگا ضابطۂ جنی مقبرے سے باہر آئی اور پوچھا کہ کیوں روتی ہو ملکہ نے
حال اپنا ساتھ ایک حجاب کے بیان کیا ضابطۂ جنی نے تسلی دی اور اپنے ساتھ لیے ہوئے پاس درویش نذر کے آئی اور
احوال ملکہ کا بیان کیا درویش نذر نے ملکہ کو اپنی بیٹی کیا اور زہرہ لقا کہ جو شہر میں سلطان تھی اسکے سپرد کیا اور نسیم
کو ملک مغرب بادشاہ مغربیہ کو دیا ملک مغرب نے نسیم کو بہت عزت حرمت کے ساتھ رکھا زہرہ لقا ملکہ کوکب
روشن تن کو لے گئی اور بہت خاطر کی اور کہا تجھسی بزرگ میں تم کو معشوق سے ملا دونگی غرض کہ بعد چند روز کے دختر بزرگ
کا آیا زہرہ لقا ملکہ کو لے کر مرات القلاع میں آئی ملکہ نے دیکھا کہ تمام قلعہ شیشے کا ہے اور ایک باغ بنا ہوا ہے اور ایک
تالاب ہے اسمیں کشتیاں بہتی پھرتی ہیں اسی تالاب پر چاروں طرف چاروں شہروں کی سلطان خورشید لقا زہرہ لقا ماہ لقا

سہیلہ بانو آکر بیٹھیں خورشید لقا نے کہا کہ بہن زہرہ لقا یہ تمہارے ساتھ کون ہیں زہرہ لقا نے تمام حقیقت کوکبہ
روشن تن کی بیان کی اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ عاشق اسکا تمہارے شہر میں آیا ہے آؤ ہم تم شادی بیاہ رچائیں خورشید لقا
نے کہا کہ برج شرقی میں سے چل کے شادی کرو زہرہ لقا نے کہا یہ مجھ سے نہ ہوگا کہ تم اپنے خانہ زاد کو کے بیاہو جس برج سے
رسم دنیا ہے اس طرح کرو کہ تم دولہا بنا کر برج غربی میں لاؤ اور دلہن کو بیاہ کر لیجاؤ خورشید لقا نے کہا کہ مجھے رسم دنیا سے
کیا کام ہے میرے برج میں شادی ہو زہرہ لقا نے کہا کہ یہ تو تم بھی خوب جانتی ہو اور میں بھی خوب جانتی ہوں کہ جسکے
برج میں شادی ہوگی اسکا رتبہ طلسم میں زیادہ ہوگا اب اسکو بادشاہ پر رکھو جیسا حکم ہو ویسا کرو یہ باتیں ہو رہی تھیں
کہ آفتاب کائنات روشن ضمیر سے نکلا اور روشنائی کے کلس پر قائم ہوا دربار بزرگ قمنائی سے مل گیا اور لوگ پکارے
کہ بادشاہ جلوہ افروز ہوئے ہیں جو کچھ کہنا ہو عرض کرے زہرہ لقا نے کہا کہ اے کوکبہ روشن تن تم جبتک یہاں
سیر کرو میں تمہارا حال بادشاہ سے عرض کرتی ہوں غرضکہ خورشید لقا اور زہرہ لقا اور ماہ لقا اور سہیلہ بانو
چاروں دروازوں پر سے چل جانے لگیں اور کوکبہ روشن تن پھرتے پھرتے ایک درخت کے نیچے ٹھہری ایک پریزاد
نے آکر کرسی بچھا دی کوکبہ روشن تن اسپر بیٹھکر چاروں طرف اس باغ کو دیکھ رہی تھی جیسے کسی کا انتظار ہوتا ہے اور جمیلہ
ادھر دوال بالا میں تھی نسیم تلاش جمہور میں چلا جاتا تھا کہ شمیم کو دیکھا آواز دی کہ اے شمیم تمہاری ملکہ بھی آئی ہیں شمیم
خوش ہوا اور جمہور سے خبر کرنے کو دوڑا جمہور سیر کرتے کرتے ایک درخت کے نیچے ٹھہرا تھا اور حور لقا نامے ایک
پریزاد نے فرش بچھا دیا تھا اور شراب پلا رہی تھی کہ شمیم اور نسیم پہونچے جمہور نسیم کو دیکھکر بہت خوش ہوا
اور حال پوچھا جمہور نے اپنی سرگذشت اور ملکہ کا آنا بیان کیا جمہور نے کہا کہ ملکہ کہاں ہے نسیم نے کہا کہ ادھر
حوالی المقام کے زہرہ لقا کے پاس ہیں جمہور دیکھنے لگا معلوم ہوا کہ اندر باغ کے ایک درخت کے نیچے کرسی پر
ملکہ بیٹھی ہوئی ہے اور جمیلہ اسکو ہوا بلا رہی ہے جمہور نے ارادہ جانے کا کیا حور لقا نے کہا کہ بڑے احمق ہوئے ہو بغیر حکم
بادشاہ کے نہ جا سکوگے قصہ کوتاہ ملکہ کی نگاہ بھی جمہور پر پڑی تو کیا دیکھا کہ دونوں عیار پاس کھڑے ہوئے ہیں
اور آپ بیٹھا ہوا ہے پریزاد خوبرو شراب پلاتی ہے اور خدمت کر رہی ہے ملکہ کو رشک ہوا جمہور بیتاب ہو کر کہنے لگا
پریزاد دیا اسکو غش آ گئی اور کہنے لگی کہ آپکی آواز بھی وہاں تک پہونچے گی کیا آپ نزدیک سمجھے ہیں پھر تو جمہور
اور ملکہ میں اشارے بازیاں ہونے لگیں اور کنایوں میں مطلب دلی کا اظہار ہونے لگا جمہور نے اشارے میں کہا کہ
میں ملک اشرق سے کہتا ہوں ملکہ نے جواب دیا کہ میں بھی زہرہ لقا سے کہتی ہوں غرضکہ دونوں اپنی اپنی جگہ سے
اٹھے جمہور ملک اشرق کے پاس آیا اور تمام کیفیت بیان کی ملک اشرق نے بہت منظور کیا اور سامنے
خورشید لقا نے کہا کہ اے بادشاہ یہ عرض ہے کہ وہ شخص جو اور طلسم جو شرقیہ آیا ہے اسکا معشوق غربیہ آباد
میں آیا ہے میں نے چاہا تھا کہ برج شرقی میں شادی ہو لیکن زہرہ لقا نہیں مانتی ہے اور میں درباری ادی ہوں اگر
میری خاطر ہوگی تو میں اپنی جان دے دونگی زہرہ لقا نے کہا کہ تم درباری ادی ہو تو میں بھی امیر الامرا کی بیٹی ہوں
اور اس مقدمے میں بادشاہ کسی کی خاطر نہ کرینگے یہ بحث در پیش تھی کہ بادشاہ بزرگ نے دونوں کو طلب فرمایا
خورشید لقا و زہرہ لقا دونوں آئیں اور بیان رضیہ سلطان نے کہا کہ جمہور اور کوکبہ دونوں کو لاؤ میں دیکھونگی
ماہ لقا نے کہا کہ میں جمہور کو لاتی ہوں سہیلہ نے کہا کہ میں ملکہ کوکبہ کو لاتی ہوں یہاں جمہور بیٹھا تھا کہ ماہ لقا
کشتی پر سوار آئی اور کہا کہ میاں جمہور چلو تم کو بادشاہ نے طلب کیا ہے ملک اشرق تو یا تم باخبر ہو کر اٹھ کھڑا ہوا
جمہور کشتی پر سوار ہوا کشتی بیچ دریا میں پہونچ کر چرخ کھا کر ڈوب گئی بعد تھوڑی دیر کے جمہور نے اپنے تئیں باغ

مین پایا اب ماہ لقا اور سہیلہ سے تکرار ہونے لگی زہرہ نے کہا کہ تم ماہ کو لاؤ تو جمہور کو لے چلین وہ کہنے لگی کہ تم جمہور کو لاؤ تو
ملکہ کو لے چلین بیچ باغ مین ٹھہری ادھر ماہ لقا جمہور کو لیے جاتی ہی ادھر سہیلہ کوکبہ روشن تن کو اسی طرح دونون کو
زیر قصر بلند بادشاہ لا کر کھڑا کیا جمہور کوکبہ روشن تن کے گرد پھرنے لگا اور بادشاہ کو دعائین دینے لگا اس عرصہ
مین درویش ذاکر اور درویش مذکر بھی آئے بادشاہ نے کرسیان بیٹھنے کو دین اور سلام کیا اور تعظیم بجا لایا اور کہا کہ ان
دونون کا فیصلہ آپ کیجیے درویش مذکر نے کہا کہ زہرہ لقا تو سچ کہتی ہی کہ جمہور آ لے اور بیاہ کر لیجاے درویش
ذاکر نے کہا کہ یہ تو حق ہی مگر زہرہ لقا کو لازم ہی کہ تیری بہن کی خاطر کرے اور ملکہ کو لے جا کر برج شرقی مین شادی
کرے اور بڑا خوف یہ ہی کہ اگر یہ نہوگا تو خورشید لقا اپنے تئین ہلاک کر ڈالے گی درویش مذکر نے کہا کہ جو بات
حق ہوگی وہی کہی جاے گی اسے کوئی کیا کرے کہ وہ زبردستی ہی اپنے تئین ہلاک کرے گی اسپر بہت تکرار بڑھی یہان تک
کہ نوبت گفتم گفتا کی پہونچی بادشاہ نے کہا کہ دونو آپ نے بھی خوب فیصلہ کیا معاف رکھیے اور تشریف لیجائیے دونون
اٹھ کھڑے ہوے اور یہ کہتے چلے کہ یہ بھی ایک علامت بربادی طلسم کی ہی کہ ہم دونون قطب طلسم ہین سے ایک عداوت
سے منحرف ہو جاے قریب ہی کہ طلسم برباد ہو لیکن بادشاہ کو نہایت تشویش تھی کہ ای رضیہ سلطان تو بادشاہ ہی
اور تجھ سے کچھ انصاف نہو سکا یہ باتین دل سے کر رہی تھی کہ اسی وقت خیال مین آیا کہ روز اول جب تو تخت پر بیٹھی تھی
او رمقبرے مین حکیم اشراق کے گئی تھی اور تجھکو بشارت ہوئی تھی کہ اب مقبرہ ہمارا نظاہر ہوگا مگر جب کہ مشکل تجھ پر
پڑے گی اسوقت ظاہر ہوگا تو ہم سے آکر بیان کرنا یہ سوچ کر رضیہ سلطان نے حکم کیا کہ ای دونون عاشق و معشوق
کو شبستان محل مین داخل کرو اور تم سب یہین رہو مین آتی ہون لیکن جسوقت درویش ذاکر و مذکر جانے
لگے تھے اسوقت ایک ایک پیالہ پانی کا بھر کر خورشید لقا و زہرہ لقا کو دیتے گئے تھے اور کہہ گئے تھے کہ جمہور و کوکبہ
روشن تن کو پلا دینا یہ تمھاری اطاعت سے باہر نہونگے انھون نے اپنی اپنی جگہ دیدی کیا جمہور اور کوکبہ روشن تن
دونون تو آپس مین اختلاط کرتے تھے لیکن جب گفتگو آتی تھی ملکہ کہتی تھی کہ برج غربی مین آؤ تو بیاہ کر لیجاؤ اور جمہور
کہتا تھا کہ برج شرقی مین آؤ تو شادی ہو مگر جب رضیہ سلطان حکیم اشراق کے مقبرے پر پہونچی اور بر
قسا بطلہ جستی سے دروازہ کھولا رضیہ سلطان اندر آئی اور قبر پر فاتحہ پڑھ رہی تھی کہ قبر دولخت ہوئی خواب مین حکیم اشراق
کو صحبت آرا دیکھا جملے کے بعد عرض کیا حکیم اشراق نے کہا کہ ای فرزند تو فکر نہ کر اور اس مقدمہ کو چاہیے بہ مرد اورون
پر چھوڑ دے اور تو ترک سلطنت کرکے پردہ قاف مین جا کر بیٹھ رہو جب کہ طلسم کشا آئے گا تو یہی مرات القلاع
پر آنا اور جشن کرنا اور طلسم کشا تیرا شوہر ہوگا تو بادشاہ آخر طلسم ہی یہ پھول جو چمن مین لگے ہوے ہین انکا گلدستہ
بنا کر لیتی جا جس روز یہ پھول مرجھا جائینگے اُس دن طلسم کشا آئے گا رضیہ سلطان کو ہوش آیا مکان کو معطر
پایا اور گلدستہ بنا کر ہاتھ مین لیا اور باہر سوار ہوئی اور مرات القلاع پر آئی خورشید لقا و زہرہ لقا
وغیرہ سے کہا کہ مین اس مقدمہ مین دخل نہ دونگی تم جانو اور تمھارا کام جانے مین پردہ قاف مین جاتی ہون
جب تک طلسم کشا نہ آئے گا اسوقت تک نہ آؤنگی یہ سنکر ایک تہلکہ پڑ گیا لوگ پکار رہے کہ جسے بادشاہ کو
دیکھنا ہو دیکھ لے کہ اب بادشاہ بغیر طلسم کشا کے آئے تشریف لائینگی تمام خلائق دیکھنے لگی جسکی نگاہ تخت
اور بیٹھی اور سلقی اور چھپا گلی پر پڑی وہ بیہوش ہو گیا جمہور کی جو آنکھ کھلی تو اپنے تئین ملک اشراق
کے خیمہ مین پایا اور ملکہ کو نہ دیکھا تڑپنے لگا ملک اشراق جمہور کو لیے ہوے شہر قیصیہ آباد مین آیا لیکن
جمہور کا یہ حال تھا کہ ایک دم قرار و آرام نہ تھا اور کہتا تھا کہ ای ملک اشراق جس طرح بن پڑے میری

معشوق کو ملا دو ورنہ میری زندگی محال ہو اور بار بار کلمات حسرت آمیز زبان پر لاتا تھا اور یہ شعر پڑھتا تھا شعر حیف در چشم زدن صحبت
یار آخر شد * روی گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد * ملک اشرق جمہور کا یہ حال دیکھکر درویش ذاکر کے پاس لایا اور
حال بیقراری جمہور کا ظاہر کیا درویش ذاکر نے کہا کہ آپ خاطر جمع رکھیے اور نامہ لکھیے کہ ناموس میرا تم نے چھین رکھا ہے
جس طرح دو گے لونگا اور تم جانتے ہو کہ شرق کا غرب پر غلبہ رہا ہے جمہور نے کہا کہ غربیہ آباد میں نامہ کون لیجائے گا درویش
ذاکر نے کہا کہ شمیم لیجائے گا غرض کہ نامہ لکھکر شمیم کو دیا اور درویش ذاکر نے کہا کہ اے شمیم رات کو جانا اور یہ جو آسمان پر علم
ہوتا ہے اسکے نیچے سیدھا چلا جانا اور اگر ادھر ادھر بھٹک جاؤ گے تو بہت خراب ہوگے اور جس مقام پر صبح ہو جاوے وہاں
سے آگے نہ جانا اور پھر جب شام ہو جاوے تو رات بھر راستہ چلنا غربیہ آباد میں پہونچ جاؤ گے شمیم نامہ لے کر اسی طرح
چلا بیابان کوکبہ روشن تن کی جو آنکھ کھلی اپنے تئیں رنج و غم میں پایا اور ایک عورت کو پاس بیٹھے دیکھا کہا تو کون ہے اسنے
کہا میں غربیہ خاتون ملک اغرب سیاہ پوش کی زوجہ ہوں اور آپ یہاں کی بادشاہت لیجیے ملکہ نے کہا مجھے بادشاہی
سے کچھ کام نہیں ہے میرا عاشق مجھے مل جائے غربیہ خاتون نے بہت تسلی دی اور تخت پر بٹھا دیا اس اثنا میں خبر پہونچی کہ
شمیم نامہ ملک اشرق کا لایا ہے ملک اغرب نامہ لیے ہوے درویش مذکر پاس آیا انہوں نے مضمون نامہ پڑھ کر
جواب دیا کہ ہم کو عذر نہیں تم دولہا بنکر لاؤ بیاہ ہو جاوے رہتے یہ جو لکھا ہے کہ شرق کا غرب پر غلبہ رہا کیا ہے تو یہ اس طرح ہے
جیسے قوم ناری کا انسان پر جواب نامے کا لے کر شمیم روانہ ہوا اور بعد طے مراحل و قطع منازل شرقیہ آباد میں آیا
اور نامہ درویش ذاکر کو دیا درویش ذاکر نے مضمون نامہ پڑھ کر کہا کہ جمہور اپنا ناموس لڑ کر
چھین لاؤ غرض کہ تیاری لشکر کشی کی ہونے لگی مگر جب ایسا اتفاق ہوتا ہے تو دو سردار ایک
طرف ہو جاتے ہیں اور دو ایک طرف ملک اشرق اور ذاکر ایک طرف ہوے اور ملک اغرب اور مذکر ایک
طرف ہوے اور دونوں طرف سے سامان جنگ ہوا اور لشکروں نے کوچ کیا اور میدان میں اترے اور طبل جنگ
بجا رات بھر طبل جنگ بجا کیا صبح کو دونوں لشکروں نے صف بندی کی ملک اشرق جمہور کو تخت پر بٹھا کر میدان میں نکلا
ملک اغرب کوکبہ روشن تن کو منہ پر نقاب ڈال کر تخت پر بٹھا میدان میں آیا جب کہ صف آرائی ہو چکی اور نقیب
پکار چکے بلوط شرقی میدان میں آیا اور نعرہ کیا اس طرف سے بلوط غربی نکلا بعد نیزہ بازی و شمشیر زنی کے نوبت
کشتی کی پہونچی کہ ایک آواز عجیب پیدا ہوئی کہ اے ظاہران طلسم دو جب تمہارا یہ شیوہ ہو گیا کہ آپس میں خون ریزی
کرنے لگے بہتر اسی میں ہے کہ پلٹ جاؤ اور جو یہاں رات کو رہ جائے گا وہ مارا جائے گا اور دو تخت پیدا ہوے اور دونوں
کی کمر زنجیر میں باندھ کر اٹھا لے گئے ملک اشرق نے کہا اہل طلسم والوں کا علم نہیں ہے کہ کوئی ڈرے اور چار دن ہوا
کوچ کر کے اپنے اپنے ملک کی طرف چلے گئے جمہور پھر اسی طرح تڑپنے لگا اور آہیں جگر خراش کھینچنے لگا ملک اشرق
پھر درویش ذاکر کے پاس لایا درویش ذاکر شکل رمل کو دیکھ رہا تھا کہ منہ مغرب کی طرف ہوے ہیں تھوڑا فرق باقی
ہے کہ ملک اشرق جمہور کو لیے ہوے پہونچا درویش ذاکر نے کہا کہ کوئی کپڑا ملکہ کے بدن کا منگواؤ میں ایسا
اسم پڑھ دونگا کہ وہ تمہارے پاس چلی آئے گی جمہور نے شمیم کو بھیجا ادھر ملکہ کا بھی یہی رنگ تھا کہ لوگ درویش
مذکر کے پاس لے گئے تھے درویش مذکر نے بھی کہا کہ کپڑا جمہور کا پہنا ہوا منگا دو تو میں ایسا اسم پڑھ دوں کہ وہ
خود چلا آئے ملکہ نے نسیم کو بھیجا غرض کہ شمیم ملکہ کا کپڑا اور نسیم جمہور کا کپڑا بحکمت عیاری لائے درویش ذاکر
اور مذکر نے کپڑوں پر اسم پڑھ دم کیے اور کہا کہ اسکو پہنے جاؤ میں نشانی کے لیے پہنو ملکہ نے کرتی جو پہنی تو عشق
جمہور کا اور زیادہ ہوا یہاں تک کہ اب دو دانہ ترک ہونے لگا نسیم نے کہا کہ دو ایک روز کا فاصلہ دے کر نقل چلیے

ملکہ غریبہ آباد دونوں سے چھپ کر طرف شہر قیہ آباد کے چلی ادھر جمہور نے جو جامہ پہنا اُسکو بھی عشق دونا ہوا اور
دیوانگی بڑھنے لگی ایک روز ملک اشرق سے چھپ کر راہ غریبہ آباد کی لی اثنائے راہ میں ملکہ سے ملاقات ہوئی اور یہ
صلاح ہوئی کہ آب و درخت بھاگ چلیے غرض کہ دونوں گھوڑوں پر بیٹھکر راہی صحرا ہوئے وہاں ملک اشرق نے
جمہور کو اور ملک مغرب نے ملکہ کو ڈھونڈھا مگر کہیں پتا نہ لگا یہاں جمہور اور ملکہ دونوں بھاگتے بھاگتے ایک
بیابان پر فضا میں پہونچے ایک درخت طلائی دیکھا اُسکے نیچے آکر بیٹھ گئے لیکن آسمان کو جو دیکھا تو ابر چھایا ہوا ہی جمہور
نے تسنیم سے کہا کہ اگر کہیں سے شراب ملے تو لا تسنیم نے جو خیال کیا تو مقابل اسی درخت کے ایک اور درخت نقرئی
معلوم ہوا اور اُسکے نیچے ایک پیر مرد کو دیکھا کہ گانا سن رہا ہی اور شراب پی رہا ہی جمہور نے کہا کہ ای تسنیم اسی سے لا
تسنیم مرد پیر پاس گیا اور شراب طلب کی پیر مرد بہت خفا ہوا جب تسنیم چلنے لگا تو کہا کہ تو جا پی لے تسنیم ایک
جام پیتے ہی ساقی پر عاشق ہو گیا اور وہیں کھڑا رہا جمہور نے بعد تھوڑی دیر کے نسیم کو بھیجا وہ بھی اسی طرح جام پی کر
وہیں کھڑا ہو رہا جمہور آپ آیا مرد پیر نے بہت خاطر کی اور بٹھایا ساقی نے شراب دی جمہور نے شراب پی اور ساقی سے کہا
کہ اب کسی کو شراب نہ دینا ساقی نے دو تین جام جمہور کو دیے اور ایک پیر مرد کو دیا جمہور نے ایک طمانچہ مرد پیر کے
مارا وہ شراب چھین لے گیا مرد پیر اٹھا اور اُس ابر میں ایک زنجیر لٹکتی تھی اُسے پکڑ کر چڑھ گیا اور چار دن گزرے اور
ساقی اور نسیم اور تسنیم بھی زنجیر کو پکڑ کر چڑھ گئے مرد پیر نے جمہور سے کہا کہ یہاں آ تو کو معلوم ہو جمہور بھی زنجیر پکڑ کر چڑھتا تھا
کہ ناگاہ کٹ کر رہ گیا اور ابر اُڑ کے لیے چلا گیا ملکہ نے جو یہ حال دیکھا اپنی تنہائی پر روتی ہوئی پیچھے اُسی ابر کے چلی
جاتی تھی کہ ایک صحرا سے سیب ملا کہ جہاں پانی نہ تھا اور گرمی بہت تھی مشکل اُسے طے کیا اور کنارے دریا کے
پہونچی وہاں بیٹھکر رونے لگی کہ ایک کشتی پیدا ہوئی اُسمیں ایک پیرزن اور چند عورتیں بیٹھی تھیں اُنھوں نے ملکہ پر
رحم کھا کر بٹھا لیا جب وہ کشتی بیچ میں آئی چرخ مار کر بیٹھ گئی ملکہ کو جو ہوش آیا اپنے تئیں ایک مکان میں پایا اور
پاس اُسی پیرزن کو دیکھا اُسنے ملکہ سے حال پوچھا ملکہ نے تمام سرگذشت اپنی بیان کی پیرزن نے کہا کہ میں تجھے
عالم پاس لے چلوں گی وہاں جمہور کو ایک غنودگی سی آ گئی تھی اب جو آنکھ کھلی اپنے تئیں ایک شہر میں پایا اور سامنے کوتوالی
چبوترے پر اُسی پیر مرد کو بیٹھے دیکھا پیر مرد نے کہا کہ تجھے اپنے سلوک یاد ہیں اب میں کیا کہوں کہ تو مسلمانوں کی
عملداری میں آیا ہی اگر کافروں کی سرحد میں ہوتا تو وے تجھے مار ڈالتے اور پوچھا کہ تجھے کچھ کام بھی آتا ہی جمہور نے
کہا کہ میں تاج بنانا جانتا ہوں نسیم سے کہا کہ تو کیا جانتا ہی اُسنے کہا کہ میں زرگری جانتا ہوں تسنیم سے پوچھا اُسنے کہا
کہ میں جلاسازی جانتا ہوں جمہور سے پیر مرد نے کہا کہ تم طلسم کشا کے لیے تاج بنایا کرو اسی اثنا میں پیرزن ملکہ کو
لیے ہوئے آئی پیر مرد نے کہا کہ انھیں بھی لے جاؤ یہ بھی بہت کام کرو بنایا کرینگی لوگ سبھوں کو لے کر زندان خانے
میں آئے جمہور نے دیکھا کہ مکان بہت وسیع ہی اور بیچ میں ایک تالاب ہی اُسکے ایک طرف مرد کام کرتے ہیں اور
دوسری طرف عورتیں دن بھر کام کیا کرتی ہیں رات کو ایک ایک خوان کھانے کا آتا ہی سب کھانا کھا کر علیحدہ
مکانوں میں سو رہتے ہیں اور ملکہ سے اور جمہور سے اکثر راستوں میں باتیں ہوا کرتی ہیں یہ تو بیان اس طرح سے
رہی لیکن چالیس خواصیں ملکہ کو کہ روشن تن کی جو لشکر امیر کی طرف چلی تھیں بعد چند روز کے پہونچیں امیر کو
خبر ہوئی کہ چالیس نقاب پوش آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم حال اپنا امیر کشورگیر سے عرض کرینگے امیر نے کہا کہ خلوت میں
لاؤ عمرو نے کہا کیوں حمزہ یہ رانوں کو کہاں جایا کرتا ہی کیسا پیغام لائے ہیں امیر نے کہا تو بھی چل کر سن غرض
امیر اور عمرو خلوت خانے میں آئے دیکھا کہ نقابیں منھ پر سے اُتری ہوئی ہیں اور سب جوان ہیں اور نقشے بھی

درست ہین امیر نے احوال پوچھا سبھون نے حقیقت جمہور اور کوکبۂ روشن تن کی بیان کی امیر نے انکو تو خواتین مین سپرد کیا اور آپ روتے ہوے باہر نکلے بادشاہ نے حال پوچھا امیر نے کہا کہ جمہور طلسم مین گرفتار ہو گیا ہی مین اسکے چھڑانے کو جاؤنگا بادشاہ نے بزرگ امید وغیرہ کو بلوا کے احکام نکلوائے انھون نے علم نکالا اور سب روئے اور کہا کہ امیر جائین اور دو بیٹے اور دو سردار اور عمرو یہ سب ساتھ جائین تو طلسم ٹوٹے گا بادشاہ نے پوچھا کہ آپ روئے کیون انھون نے کہا کہ امیر اس سفر سے پھر کر آئینگے تو کئی شخصون سے ملاقات نہوگی سب سردار روئے اور کہا کہ ہمین بھی ساتھ لیتے چلیے امیر نے کہا کہ تم یہین رہو مین جاتا ہون اور عمرو بن حمزہ اور چوگان اور بہرام اور فرامرز اور عمرو کو ساتھ لے کر کوچ کیا اور قاسم اور بدیع الزمان دو منزل تک ساتھ آئے کہ ہمین بھی لیتے چلیے امیر نے رخصت کر دیا اور سمجھایا کہ آپس مین فساد نہ کرنا لیکن امیر جسوقت چلنے لگے تھے اپنا جانشین عجیل ماہرو کو کیا تھا اور کہا تھا کہ یہ میرا چھوٹا بھائی ہی اسے مثل میرے سمجھنا اور جو یہ کہے اسپر عمل کرنا سبھون نے قبول کیا غرض کہ امیر کوچ بکوچ ضحاکیہ مین پہونچے یہان **ضحاک شاہ** کو خبر ہوئی کہ امیر آئے ہین دانشمند وزیر سے کہا کہ اب مین کیا کرون اسنے کہا کہ وہ آپ سب طلسم مین پہنچے جاتے ہین آپ کا دشمن نہیجیے ضحاک شاہ امیر کی پیشوائی کو آیا اور اپنے ہمراہ لایا دو روز تک [illegible] یہان سے دانشمند نے کچھ حال طلسم کا بیان کیا غرض کہ تیسرے دن امیر کوچ کر کے دریا پر آئے اور اس دریا کو دیکھا کہ جسمین پیدل چلا جاتا تھا اور سوار نہین جانے پاتا تھا امیر نے ایک سوار کو بھیجکر تماشا دیکھا اور تعجب کیا بعد اسکے امیر نے خود ارادہ کیا ضحاک شاہ نے کہا کہ مین مسلمان ہوتا ہون آپ نہ جائیے امیر نے کہا کہ مین جمہور کو چھڑانے جاتا ہون غرض کہ امیر پانچ آدمیون سے دریا اتر کر تختہ گلزار مین آئے امیر نے پیچھے پھر کر جو دیکھا تو پار کا آدمی کوئی نہ دکھائی دیا اور ادھر کے لوگ امیر کو دیکھتے تھے اور دریا بہت قاہرہ معلوم ہوتا تھا امیر تماشا دیکھ رہے تھے کہ پانچ گھوڑے پیدا ہوے پانچون آدمی گھوڑون پر سوار ہوے گھوڑے لے کر راہی ہوے اتنے مین ایک آندھی آئی اور تاریکی ہو گئی پھر جو روشنی ہوئی امیر نے دیکھا کہ بجاے در و دیوار کے دونون طرف درخت ہین اور انمین سناٹے چلتے ہین اور سر پر ہما کو دیکھا کہ مانند نقیب کے بولتا چلا جاتا ہی کہ اے ساکنان طلسم خبردار ہو جاؤ کہ طلسم کشا پہونچا اور جو کوئی اسکی اطاعت کریگا وہ آفت سے محفوظ رہیگا اور جو اس سے پھر جائیگا وہ تباہ و برباد ہوگا غرض کہ گھوڑے امیر کو لیے ہوے ایک مکان مین آئے امیر نے ملاحظہ کیا کہ مسلسل دور تک بنا ہوا ہی اور اپنے گھوڑے کی جگہ پر دیکھا کہ ایک نقش کھنچا ہوا ہی امیر اور سب سردار اتر پڑے گھوڑے اپنی اپنی جگہ پر چلے گئے اور ہما پکارا کہ اے ضابطۂ جنی طلسم کشا آیا ہی امیر نے دیکھا کہ ایک عمارت مین سے ضابطۂ جنی اور پانچ چار آدمی نکلے امیر کو اندر مکان کے لے گئے اور دعوت کی اور کشتیان جواہر کی آگے رکھین امیر نے تو نہ لین مگر عمرو نے انکو داخل زنبیل کیا ضابطۂ جنی نے کہا یہی دلیل طلسم کشائی کی ہی کہ ایک شخص لالچی بھی ساتھ ہو اور ہما سر پر ہو اور یہ گھوڑا جو آپ کو لایا ہی اسکو بھی حکما نے لکھا ہی کہ یہ طلسم کشا کو لائیگا بیشک آپ ہی طلسم کشا ہین امیر نے پوچھا کہ تم کو یہان کیا خدمت ہی ضابطہ نے کہا کہ مین کلید بردار حکیم اشراق روشن ضمیر کے مقبرے کا ہون امیر باتین کرتے تھے کہ آواز نقارے کی آئی امیر نے کہا اے ضابطہ یہ نقارہ کیسا بجا ضابطہ نے کہا آپ خوب وقت مین آئے ہین کہ کل عرس حکیم اشراق کا ہی امیر رات بھر رہے اور صبح کو چلے دور سے چمک معلوم ہوئی پوچھا کہ یہ چمک کیسی ہی ضابطہ نے کہا کہ یہ اقبال آپ کا ہی کہ یہان سے کئی منزل پر یہ مکان ہی آپ کو نزدیک معلوم ہوتا ہی عمرو نے پیچھے پھر کے دیکھا تو جس مکان سے نکلے تھے وہ نہین معلوم ہوتا

ضابطہ سے پوچھا اُسنے کہا کہ یہ کارخانہ طلسمی ہی غرض کہ امیر اُس مکان پاس پہونچے جا پکارا کہ طلسم کشا آتا ہی ایک شخص
گندم رنگ نورانی شکل باہر آیا امیر نے کہا ای ضابطہ یہ کون ہی ضابطہ نے کہا حکیم اشراق کے پوتے حکیم قسطاس
روشن ضمیر ہین جو اُنکے نائب ہین امیر اُنکے ساتھ اندر گئے دیکھا کہ ایک باغ بہت پُرتکلف ہی اور اُسکے چار دروازے
ہین چار رنگ کے اور مکان بہت بنے ہوے ہین اور بیچ مین ایک قصر پُرتکلف ہی اور اُسکے آگے ایک چبوترہ بلور کا ہی اُسپر
ایک منبر الماس زرنگار رکھا ہی اور گرد کرسیان رکھی ہین امیر نے ضابطہ سے پوچھا یہ منبر کیسا ہی ضابطہ نے کہا حکیم
قسطاس اسپر وعظ بیان کرتے ہین اور جو اس سال کا احوال ہوتا ہی ظاہر کرتے ہین اور لوگ طلسم ظاہر و باطن کے ساحر
اور غیر ساحر سب سنتے ہین اور کسی کو کسی سے دشمنی بیان نہین ہوتی ہی غرض کہ امیر ایک برج مین بیٹھے تماشا دیکھتے تھے
کہ چار طرف سے چار بادشاہ پیدا ہوے ملک مشرق بارہ ہزار سوار سرخ پوش سے آیا ملک یمین بارہ ہزار سوار
سبز پوش سے آیا ملک مغرب بارہ ہزار سوار سیاہ پوش سے آیا ملک اسیر بارہ ہزار سوار زرد پوش سے آیا اور سُنا
کہ طلسم کشا آیا ہی چارون نے سلام کیا جا پکارا کہ چارون بادشاہ نگاہ روبرو طلسم کشا سلامت غرض کہ چارون
بادشاہون نے امیر سے احوال جمہور اور ملکہ اور دونون عیارون کا بیان کیا اور ارقم نے اپنا حال کہا امیر نے ارقم کو
اپنے پاس رکھا ملک مغرب نے کہا کہ خواص ملکہ کی جمیلہ اب تک میرے پاس ہی فرمایا رہنے دو چارون بادشاہ
اپنے اپنے مقام پر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوے اسمین برج شرقی کی طرف سے ابر سُرخ آیا اور ہوا سے سرد چلنے لگی
ابر چبوترے سے مل گیا امیر نے دیکھا کہ پرچھائین سی ہی ابر تو جا کر برج پر قائم ہو رہا خورشید لقا چار سو پریزادون
سے آئی اور پوچھا کہ یہ کون ہی ضابطہ نے کہا کہ یہ طلسم کشا ہی خورشید لقا تُرک آتش مزاج ہی مگر امیر کا یہ رعب
چھایا کہ جھک کر سلام بجا لائی جا پکارا خورشید لقا نگاہ روبرو طلسم کشا سلامت مگر خورشید لقا نے عمرو
بن حمزہ کو جو دیکھا عاشق ہوئی اور جا کر انھین کے پاس بیٹھ گئی اور باتین کرنا چاہا لیکن عمرو بن حمزہ باپ کے
لحاظ سے بات نہ کرتے خورشید لقا نے امیر سے کہا کہ اگر آپ فرمائین تو مین انھین سیر کرا لاؤن امیر نے کہا کیا مضائقہ
ہی خورشید لقا عمرو بن حمزہ کو علحدہ جگہ پر لائی اور شغل شراب شروع ہوا اسی اثنا مین ایک اور ابر سبز پیدا
ہوا اُسمین سے ماہ لقا نکلی اُسنے بھی سُنا کہ طلسم کشا آیا ہی ماہ لقا آئی اور سلام بجا لائی جا پکارا کہ نگاہ
روبرو طلسم کشا سلامت ماہ لقا چوگان بن حمزہ پر عاشق ہوئی اور چوگان ماہ لقا پر عاشق ہوا غرض کہ
ماہ لقا اُنکے پاس بیٹھی اور پوچھا کہ میان تم طلسم کشا کے کون ہو چوگان نے کہا مین بیٹا ہون اور ابھی میرے
بھائی کو خورشید لقا لے گئی ہی آخر یہ دونون بھی اُسی طرح چلے گئے اور مصروف شراب خوری ہوے کہ ایک
اور ابر زرد پیدا اُسمین سے سہیلہ لقا آئی اور سُنا کہ طلسم کشا آیا ہی یہ بھی آئی اور سلام کیا جانے آواز دی نگاہ روبرو
طلسم کشا سلامت سہیلہ فرامرز پر عاشق ہوئی اور پوچھا کہ میان تم طلسم کشا کے کون ہو فرامرز
خفا ہوا اور کہا کہ تجھے کیا مین کوئی ہون غرض یہ جو بات کہتی تھی وہ ترش ہو کر جواب دیتا تھا سہیلہ گلابی
شراب کی جھک کر اُٹھانے لگی کہ ہاتھ سہیلہ کا سینہ مین فرامرز کے لگا فرامرز نے ایک دھکا دیا کہ سہیلہ دور
جا پڑی اور کہا کہ بزرگون کے سامنے اس طرح کی بے ادبی کرتی ہی سہیلہ نے کہا کہ مین تو شراب اُٹھاتی تھی یہ کہکر
رونے لگی امیر کو سہیلہ پر رحم آیا اور عمرو کی طرف دیکھکر کہا کہ محبت کیا بُری چیز ہوتی ہی کہ سہیلہ تو پیار کرتی ہی
اور فرامرز کو کچھ خیال نہین فرامرز پیشاب کو چلا سہیلہ اُٹھکر ساتھ ہوئی اور فرامرز سے لپٹنے لگی فرامرز نے
ایک طمانچہ مارا کہ سہیلہ گر پڑی اور بیہوش ہوگئی غرض کہ فرامرز وہان آکر بیٹھا جہان کہ خورشید لقا

اور ماہ لقا اور عمرو بن حمزہ اور چوگان بیٹھے تھے کہ سہیلہ جادو نے کی خورشید لقا کو جو آیا اور کہا کہ میاں تم کیوں امیر اتنا خفا
ہوئے ہو فرامرز چپ ہو رہا خورشید لقا نے سہیلہ کو بُلا کر پاس بٹھایا اور دو دو خراب کا پینے لگا فرامرز کو بھی جب نشہ ہوا سہیلہ
سے چھیڑنے لگا اور باتیں کرنے لگا پھر تو یہ بھی اختلاط میں مشغول ہوا کہ جو چھایا ابر سیاہ اُترا اُس میں سے زہرہ لقا آئی اور سُنا کہ
طلسم کشا آیا ہے زہرہ لقا آئی اور امیر کو سلام کیا اور بیٹھ گئی امیر نے تمام سرگذشت ملکہ کی بیان کی اور کہا کہ جو کچھ کیا
درویش فراکر نے کیا اُسی کے صدمے سے وہ دونوں ہو گئے ہیں امیر نے بہت افسوس کیا مگر بہرام زہرہ لقا پر عاشق ہوا
اور پوچھا کہ ملکہ پاس آپ ہیں زہرہ نے رکھائی سے جواب دیا کہ میں تجھ سے بات نہیں کرتی بہرام مایوس ہوا بعد تھوڑی دیر
کے گلابی شراب کی بہرام نے زہرہ کو دی زہرہ لقا خفا ہو کر چلی گئی اور بہرام بھی پیچھے پیچھے چلا زہرہ لقا خورشید لقا
پاس آکر بیٹھی بہرام چھپ کر دیکھنے لگا زہرہ لقا نے کہا دیکھو صاحب وہ بلا یہاں بھی آئی اور تیغ بہرام پر مارا کہ کو فوراً زیر کیا
بہرام نے وہ تیغ چھاتی سے لگایا خورشید لقا نے کہا کہ اے زہرہ لقا وہ تجھے پیار کرتا ہے تجھے اس پر رحم نہیں آتا زہرہ لقا نے
کہا کہ جو مجھے یہ باتیں نہیں اچھی لگتیں اور اپنی کرسی اُٹھا کر اور طرف جا بیٹھی بہرام وہاں بھی جا کر لگا دیکھنے آخر کو
زہرہ لقا کو غصہ آیا چلی گئی بہرام وہاں بھی آیا اور پیروں پر گر پڑا اور کہا کہ مجھے تو ذبح کر ڈال زہرہ لقا نے کہا کہ میری بلا ذبح کرے
میں کیوں ذبح کروں بہرام نے خنجر نکال کے حلق پر رکھ لیا اسوقت زہرہ لقا کو رحم آیا اور ہاتھ بہرام کا پکڑ لیا اور سمجھی کہ
یہ سچا عاشق ہے پھر یہ دونوں بھی جہاں اور سب بیٹھے تھے وہیں آکر بیٹھے اور مشغول اختلاط ہو سکے اُسمیں نقارے بجے اور دھوم
ہوئی کہ حکیم فسطاس روشن ضمیر آئے ہیں اُسوقت امیر پاس دونوں بیٹھے اور دونوں سردار آتے تھے اور عمرو وہاں
جانے لگا امیر نے دیکھا کہ ایک شخص با ریش سفید تخت پر سوار اور گرد لوگ مقدس وضع ساتھ اور ایک کتاب آگے رکھی ہوئی
اس طرح سے آتے ہیں وہ پکارا کہ اے نائب حکیم اشراق طلسم کشا آیا ہے تمہیں لازم ہے کہ مہمانداری کرو حکیم فسطاس
امیر پاس آئے اور سلام علیک ہوئی اور کہا کہ لاش حکیم اشراق کی تختے میں کہ آج تک دفن نہیں ہوئی اور آپ کا انتظار تھا
کہ طلسم کشا آئے گا تو دفن کرے گا اور نائب آپ ہیں امیر نے پوچھا کہ تم نے وہ تخت کیونکر لیا ہے اُنہے کہا کہ مجھے نہیں معلوم
اور ضابطہ سے کہا وہ تخت جو طلسم کشا کے واسطے رکھا ہے لاؤ آج تک کوئی اس پر نہیں بیٹھا اور جو کوئی بیٹھا ہے وہ گر پڑا ہے
اور جو اٹھانے گیا اُسے دکھائی نہیں دیا غرض کہ ضابطہ گیا اور تخت کو لایا دیکھا کہ تخت الماس کا جڑاؤ نہایت
پُر تکلف ہے اور چاروں کونوں کی طرف چار کرسیاں بھی ہیں جن میں ایک کرسی یاقوت نگار ہے امیر تخت پر جلوہ فرما
ہوئے اور عمرو بن حمزہ اور چوگان اور فرامرز اور بہرام آکر بیٹھے عمرو یاقوت نگار کرسی پر بیٹھا تھا کہ امیر
روہانی جھنے لگا اور تخت کو جنبش بھی نہ ہوئی اور لوگ پکارے کہ بے شک یہ طلسم کشا ہے اسی عرصہ میں ایک ابر
آسمان پر چھا گیا اور بجلی چمکی جس میں سے پرکالے آتش کے اڑنے لگے اور عمرو ڈرا حکیم فسطاس نے
کہا کہ یہ طلسم کے لوگ ہیں آپ خوف نہ کیجیے اور نقابدار دو طرف سے آئے اور دو کرسیاں منبر کے دہنے
بائیں بچھیں اور بیٹھے حکیم فسطاس نے زہرہ لقا وغیرہ سے کہا کہ تم بادشاہ کو لاؤ یہ چاروں مرات الفلاع کی
طرف روانہ ہوئیں یہاں رضیہ سلطان پردۂ چہارم میں مالک اکلیل سرخیوش جسپی کہ اسکا باپ ہے وہاں بیٹھی تھی کہ
گلدستہ پھولوں کا مرجھا گیا یہ بتعجیل سوار ہو کر مرات الفلاع کی جانب روانہ ہوئی کہ خورشید لقا وغیرہ پہنچیں
اور خبر دی کہ طلسم کشا آیا ہے اور سب جمع ہیں آپ چلیے تو حکیم فسطاس دفن کریں رضیہ سلطان نے کہا
کہ طلسم کشا کون ہے اور سب تو چپ ہو رہیں مگر خورشید لقا نے کہا کہ آدمی ہے یہ سنتے ہی رضیہ سلطان
خفا ہوئی اور ہزاروں گالیاں حکیم اشراق کو دیں اور کہا کہ میں نہ آؤں گی یہ چاروں پھر آئیں اور حکیم اشراق سے

کہا کہ وہ نہیں آتی ہیں بعد اسکے درویش ذاکر اور مذکر گئے مگر رضیہ سلطان نہ آئی حکیم قسطاس نے نقابدار
خنجر فی پوش سے کہا کہ آپ جائیے تو وہ دیکھیگی نقابدار خنجر فی پوش جب جانے لگا اسوقت درویش ذاکر اور مذکر نے
ایک اسم ایسا پڑھ دیا کہ رضیہ سلطان اسکی صورت دیکھتے ہی چلی آئی رضیہ سلطان نے سُنا کہ باغ طلسم کے نقابدار
آتے ہیں بہت خفا ہوئی کہ یہاں آکر کیا کرینگے جبکہ وہ سامنے گئے تو بہت خاطر کی اور کرسی پر بٹھایا نقابدار خنجر فی پوش
نے کہا کہ آپ بادشاہ طلسم ہیں اور یہ جواہر ہیں اور مرات انقلاع کی کیفیت ہے اور آفتاب و مہتاب جو نکلتا ہے یہ
باغ طلسم والوں کا سحر ہے اور میں اگر آپ چاہینگی کہ ابر پر سوار ہوکر کہیں سیر کرنے کو جائیں تو ہرگز نہ جا سکینگی اور آپ کے
عمل میں فرق پڑ چکا ہے اور ساحر آپ کے آدمیوں کو ذلیل کرتے ہیں آپ کو لازم ہے کہ رشتہ برادری کیجیے اور آج احکام
آخری ہے یہی سُن لیجیے رضیہ سلطان نے کہا اس شرط سے چلتی ہوں کہ وہ آدمزاد صحبت میں سے نکال دیا جائے
نقابدار نے کہا کسکی مجال ہے کہ طلسم کشا کو نکال دے مگر ہاں پریزادیں آپ کو گھیرے رہینگی کہ طلسم کشا آپ کو دیکھنے
نہ پائے گا رضیہ سلطان چلنے پر راضی ہوئی اور اپنے ابر پر سوار ہوکر بخشش گاہ میں آئی اور ابر زمین سے مل گیا رضیہ
سلطان اُتری حکیم جی اور دونوں نقابدار اور امیر تو تعظیم کو نہ اُٹھے باقی سب تعظیم بجالائے رضیہ سلطان آکر اپنے
مقام میں داخل ہوئی اور سب پریزادیں گھیر کر کھڑی ہوئیں امیر جب سے کہ طلسم میں آئے ہیں نگاہ میں طلسم والوں
کی ایسے بڑھکر کوئی خوبصورت نہیں معلوم ہوتا جبکہ رضیہ سلطان کی نگاہ امیر پر پڑی اور امیر نے اُسکو دیکھا عاشق
ہوئے اور وہ امیر عاشق ہوئی اور دونوں کو قریب تھا کہ غش آجائے مگر سنبھلے امیر نے عمرو سے کہا کہ خواجہ خدا خیر کرے
عمرو نے کہا حمزہ وہ آدمی سے نفرت رکھتی ہے اگر عاشق ہوتا وہ تیرے ہاتھ نہ لگے گی رضیہ سلطان بیچ کے درمیان
اپنے تخت پر بیٹھی ماہ لقا وغیرہ مورچھل جھلنے لگیں اور پریزادیں آکر گرد کھڑی ہوگئیں کہ صورت امیر کی نہ دکھلائی
دے رضیہ سلطان نے گھبرا کر کہا کہ صاحبو مجھے گرمی لگتی ہے سرک جاؤ پریزادیں ہٹ گئیں رضیہ سلطان نے
امیر کو دیکھا امیر نے اُسکو دیکھا دونوں مسکرادیے اور اشارے میں باتیں ہونے لگیں اتنے میں غل ہوا مظلم اور
تیرہ بخت اژدر آتش فشاں پر سوار بہت سے جادوگر ساتھ لیے ہوئے آکر کرسیوں پر بیٹھے عمرو تو دیکھتے ہی ڈر گیا اب
حکیم قسطاس منبر پر آئے درویش ذاکر اور مذکر داہنے بائیں کھڑے ہوئے حکیم قسطاس نے احکام پڑھنا شروع کیا کہ
لکھا ہے کہ یہ شخص بیشک طلسم کشا ہے اور جو اسکی اطاعت کرے گا نہ بچے گا اور جو نافرمانی کرے گا وہ مارا جائے گا اور
دین اسلام طلسم میں جاری ہوگا مظلم اور تیرہ بخت نے کہا کہ آپ نے ہمارے قتل کرنے کو اس شخص کو بلایا ہے خیر ہم
سمجھ لینگے اور سلطانوں کو طلسم میں رہنا معلوم ہوگا اور ہمارا یہاں آنا محض ناحق تھا یہ کہتے ہوئے اور ہیبت اپنی
دکھاتے ہوئے چلے گئے جس سے تمام سلطان تھرا گئے اور کانپنے لگے پھر حکیم قسطاس نے کہا کہ اب کی سال
طلسم برباد ہوگا یہ کہکر منبر سے نیچے آئے اور درویش ذاکر اور مذکر سے کہا کہ آپ رضیہ سلطان سے کہیے کہ کتاب
میں یہ احکام نکلا ہے کہ آج بادشاہ اپنا عقد طلسم کشا کے ساتھ کریں کہ انہی کی خوشی پر وہ طلسم کشائی کرے گا
عمل آپکا تمام طلسم میں ہوگا اور آپ کا بھی طلسم کشائی ہے درویش ذاکر اور مذکر نے اسی طرح بادشاہ سے
بیان کیا پہلے تو بہت خفا ہوئی پھر بعد سکوت کے کہا کہ جو مرضی آپ سب صاحبوں کی مجھے منظور ہے رضیہ سلطان
کی نانا زاد بہن تھی اُسنے کہا کہ ہم رسمیں اپنے ملک کی کرینگے درویش ذاکر اور مذکر نے امیر سے بیان کیا امیر راضی
ہوئے مگر عمرو نے کہا کہ ہم بھی رسم اپنے ملک کی کرینگے غرض کہ سلطان جھنجلائی کہ یہ موا کون دخل دینے والا ہے
رضیہ سلطان نے کہا برا ہے وہ نئی رسم کریں تم اپنی رسم کرو اس سے کیا مطلب غرض کہ امیر کو اور رضیہ کو

یکجا کیا ذکیہ نے امیر کو دُلہن بنایا اور رضیہ کو دولہا بنایا اور سب رسمیں پردہ قاف کی کیں بعد اسکے عمرو نے امیر
کو دولہا بنایا اور رضیہ کو دُلہن بنایا اور درویش ذوکر اور مذکر نے نکاح پڑھا عمرو نے دونوں کو آرسی مصحف
دکھایا اور صحبت عیش ہوئی لیکن عمرو نے جیسے ذکیہ کو دیکھا تھا خود فریفتہ ہو رہا تھا مگر ذکیہ کا خیال عمرو کی طرف
نہ تھا رات بھر عجب صحبت رہی کہ عمرو بن حمزہ اور خورشید لقا ایک طرف اور چوگان بن حمزہ اور ماہ لقا ایک طرف
اور فرامرز اور سہیلہ ایک طرف اور بہرام اور زہرہ لقا ایک طرف اپنے اپنے معشوق کو لیے ہوے بیٹھے تھے اور صحبت
گانے بجانے کی رہی صبح کو ایک دوسرے سے رخصت ہوا امیر نے رضیہ سلطان سے پوچھا کہ پھر بھی ملاقات ہوگی اُسنے
کہا کہ مرات الفلاح پر جسین بزرگ ہیں آؤگے تو ملاقات ہوگی غرض کہ اُدھر رضیہ سلطان اور خورشید لقا وغیرہ
روانی ہوئی رخصت ہوئیں ادھر امیر اور عمرو بن حمزہ کے چہرے پر ایک مایوسی ظاہر ہوئی اور پھر تمام خلقت چلی گئی
فقط حکیم قسطاس پاس امیر کے رہ گئے غرض کہ عرس گاہ سے باہر نکلے کہ ایک آواز مہیب آئی کہ بھلا حکیم صاحب آپ
نے ہمارے قتل کے لیے اس شخص کو بلایا تو ہی مگر خیر ہم بھی سمجھ لینگے حکیم قسطاس کانپ گئے اور امیر سے کہا کہ میں نے
آپکا دامن دولت پکڑا ہی آپ میرے مکان پر چلیے امیر انکے ساتھ چلے اتنے میں ایک جنگل ملا اور آندھی آئی کہ تمام
زمانہ تاریک ہوگیا بعد اسکے روشنی ہوئی امیر نے دیکھا کہ وہ جنگل ہی نہ مکان عرس گاہ ہی ایک اور مقبرہ دکھائی
دیا امیر نے حکیم قسطاس سے پوچھا اُسنے کہا کہ یہ آپکے قدم کی برکت ہی کہ آج مقبرہ حکیم اشراق کا دکھائی دیا اتنے
میں ضابطہ آیا اور امیر کو اندر لے گیا امیر نے قبر پر حکیم اشراق کی فاتحہ پڑھا اور بیٹھے تھے کہ غنودگی آئی خواب میں
حکیم اشراق کو بصورت آرزو دیکھا امیر نے سلام کیا حکیم اشراق نے کہا کہ تو بیشک طلسم کشا ہی اور لشت میری ابھی
تک زمین سے نہیں لگی ہی کہ تو آنے گا تو دفن کرے گا اب ایک کام کر تا کہ مقبرے کے پیچھے سمت غربی کو ایک درخت
بہت بلند ہی اُسپر چڑھکر دیکھنا ایک دروازہ زمین میں معلوم ہوگا درخت سے اُترکر اُسی جگہ کھودنا دروازہ بند
ہوگا تہ خانے کے اندر جانا ایک صندوق صندل کا لٹکتا ہی اور لوح طلسمی بھی لٹکتی ہی جب تم سات مرتبہ درود
پڑھوگے تو لوح نیچے آجائے گی تمھیں لازم ہی کہ جس وقت لوح نیچے آجائے فوراً ہاتھ میں اُٹھا لینا ورنہ پھر ساحر فکر میں لگے
ہوے ہیں لوح لیجائینگے پھر لوح تمھارے ہاتھ نہ آئے گی غرض کہ آنکھ امیر کی کھلی مکان کو مفقود پایا امیر باہر نکلے اور سبھوں
سے احوال بیان کیا لوگوں نے حکیم قسطاس سے پوچھا کہ آپ دروازہ تہ خانہ کا جانتے ہیں انھوں نے کہا کہ میں نے
کبھی سُنا بھی نہیں غرض کہ امیر اُسی مقام پر آئے دیکھا کہ درخت بہت بلند ہی اور میوہ اُسمیں مثل کدو کے لگا ہوا ہی
اور کھانے میں میٹھا ہی امیر اُسپر چڑھے دیکھا کہ وہ جو مقبرے کے گرد چبوترا ہی اُسکے ایک کونے میں دروازہ ہی
امیر نیچے اُترے اور اُسی مقام پر کھدوایا دروازہ پیدا ہوا لیکن قفل بند تھا امیر نے ضابطہ سے کہا کہ اسکی
کنجی بھی تمھارے پاس ہی اُسنے کہا کہ نہیں ہی یکایک وہ دروازہ آپسے آپ کھل گیا قاعدہ ہی کہ مکان بند
جب کھلتا ہی تو ہوا گرم نکلتی ہی لیکن امیر نے جو خیال کیا نہایت سرد ہوا آئی غرض کہ امیر اور سب کو باہر چھوڑکر
اور اپنے سرداروں کو ساتھ لے کر اندر چلے پہلے بہت تاریکی ملی عمرو نے فتیلہ عیاری روشن کر لیا بعد اسکے دروازہ
ملا اُسکے اندر جا کے دیکھا کہ درخت میوہ دار اور گملے زنگار رنگ لگے ہوے ہیں اور خوشبو عود اور عنبر کی
آتی ہی امیر حیران تھے کہ زمین کے نیچے یہ تیاری کس نے کی وہ کون ہی حکیم اشراق کو دیکھا کہ پلنگ پر بیٹھے ہیں اور
ایک کاغذ لکھا ہوا ہاتھ میں ہی امیر نے اُس کاغذ کو پڑھا تو یہ لکھا تھا کہ یارو میں ایسا زبردست شخص تھا
کہ بھوت اور پریت اور جن اور پری اور دیو یہ سب میرے تابع تھے تخت ہوا پر سوار سلیمان وقت بنا پھرتا تھا

اور آسنا تیرا طلسم مین سے سنا یا مگر قضا نے مجھے بھی نہ چھوڑا امیر اور سردار امیر کے بہت روئے کہ دنیا کچھ نہین ہے امیر نے
دیکھا کہ صندوق اور لوح نکلتے ہین امیر نے ہاتھ دوڑایا کہ لوح کو لے لین لوح اور صندوق اونچی ہو گئی اُسوقت امیر کو یاد آیا
کہ حکیم نے کہہ دیا تھا کہ درود پڑھنا امیر نے سات مرتبہ درود پڑھا صندوق اور لوح دونون نیچے ہوئے ادھر سے تو امیر نے
لوح پر ہاتھ ڈالا اور ادھر سے ایک سیاہ ہاتھ اور لوح پر پڑا امیر نے جھٹکا دے کر لوح چھین لی اور ایک آواز آئی کہ
اس حکیم کا منہ سیاہ کہ جیسے یہ مرا تھا ہم نے کارخانہ اُسکے جاری رکھے تھے اور وہ خدمت کیا کرتے تھے مظلم اور
تیرہ بخت کی رات سے معین تھے کہ لوح کوئی نہ لیجائے اسوقت مین ذرا غافل ہو گیا تھا کہ لوح تیرے ہاتھ لگ گئی مگر
اب میرے ہاتھ سے کہان بچکر جا سکتا ہے امیر نے دیکھا کہ ایک دیو خونخوار کا رنگ اُسکا سیاہ ہے سامنے سے آیا اور دو دار
شمشاد امیر پر ماری امیر نے خالی دی جب وہ جھونک مین گیا امیر نے تلوار ماری کہ دو ٹکڑے ہو گئے ایک شور پیدا
ہوا کہ کشتی مرا نام مین اشعار جادو دیو دامیر نے لاش اُسکی پھنکوا دی اور حکیم اشراق کی لاش کو صندوق مین رکھکر
چارون سردار کاندھون پر اٹھاکر باہر نکلے ضابطہ نے چہار جانب خبر پہونچائی تمام خلقت شرقی غربی جنوبی شمالی مقبرے
پر حکیم اشراق کے آئی وہان رضیہ مرات الفلاح پر بیٹھی تھی اور افسوس کر رہی تھی کہ اب امیر کا سبب کو
ملاقات ہوئی کہ وہین ضابطہ جنی پہونچا اور خبر امیر کے لاش نکالنے حکیم اشراق کی بیان کی رضیہ نے پوچھا کہ لاش
کیونکر ملی مظلم نے تمام حقیقت بیان کی غرض کہ رضیہ سلطان ابر پر سوار ہو کر مقبرے پر آئی لیکن وہان سوا غم کے
صحبت کسی کو کسی سے نہ تھی غرض کہ امیر نے حکیم اشراق کو نہلا کر اور کفن پہنا کر مقبرے مین دفن کیا اور کئی لوگ جو حکیم
اشراق کے ساتھ کے تھے انکین بھی اُسی تہخانے مین دفن کیا اور باہر نکلے آنکھون مین اپنی معشوقین جبلی معلوم
ہونے لگین امیر حاضری رضیہ کے واسطے لے کر آئے یہان رضیہ کے ساتھ والون نے سیاہ لباس پہنا اور غم مین حکیم
اشراق کے بیٹھی امیر نے اُسے سمجھایا کہ اب صبر کرو اور کھانا کھاؤ غرض کہ رضیہ نے امیر کے کہنے سے کھانا کھایا سوم تک
تو وہی غم رہا رضیہ نے سوم کے دن بہت سا کھانا پکوا کر تقسیم کیا بعد اُسکے امیر نے پوشاک بنوا کر ہر ایک کے واسطے
بھیجی اور رضیہ کا تبدیل لباس کیا اور شب کو صحبت گانے بجانے کی ہوئی اور ہر ایک اپنے اپنے معشوق سے ہنس
رہا تھا امیر رضیہ سے باتین کرتے تھے لیکن عمرو واسطے ذکیہ کے بیچین تھا اور وہ صحبت سے باہر بیٹھی تھی
عمرو کو اُسوقت یہ تدبیر سوجھی کہ کچھ گائیے شاید گانا سنکر وہ بھی آئے عمرو نے کہا صاحبو تم مین کوئی اچھا
بھی گاتا ہے خورشید لقا نے کہا کہ ذکیہ سلطان خوب گاتی ہین مگر وہ کسی کے اختیار مین نہین ہین
امیر نے کہا اے خواجہ آج گاؤ پس عمرو نے ہفت پیوندی کی جوڑی نکال کر بجانا اور گانا شروع کیا اور سب
کو محظوظ کیا اور ذکیہ بھی چھپی ہوئی سن رہی تھی اور تعریف کرتی تھی غرض کہ دو پہر رات گئے تک
صحبت رہی بعد اُسکے سب اپنے اپنے مقام پر سونے کو گئے اور جب سب غافل ہو گئے عمرو بن حمزہ
اُٹھکر خورشید لقا پاس گیا اور مشغول اختلاط ہوا اور چوگان بن حمزہ ماہ لقا پاس گیا اور
سہیلہ فرامرز کو لے گئی اور بہرام زرنا ہوا زہرہ لقا پاس گیا جب یہ چارون جا چکے اور امیر رضیہ
پاس آئے دیکھا کہ جاگتی ہے اُنکے خیال مین آیا کہ یہ جب سو رہے تو چلیے اور رضیہ یہان کہہ رہی تھی کہ وہ
کاہے کو آئے گا آؤ چل کر دیکھون تو کہ امیر سوتے ہین یا جاگتے ہین کہ امیر دکھائی دیے تو چلیے اُنکو ملی تھی ویسے
ہی لپٹ گئی امیر بھی برابر آ کر لیٹ گئے اُسوقت رضیہ خفا ہونے لگی کہ تم یہان کیون آئے امیر نے کہا آج کی رات
ہم تم یکجا ہین کل خدا جانے کس مصیبت مین ہم گرفتار ہونگے پھر اسی مین شراب خوری ہونے لگی

اور عمرو نے مقام سے جو تھا تو جہاں ذکیہ سوتی تھی وہاں جاکر اُسکے پاس لیٹ گیا اور ذکیہ جو چونکی تو دیکھا کہ عمرو کے مارے
اور بیٹھی ہوئی رضیہ پاس آئی یہاں امیر اور بہار روزن سوار افسوس کرتے ہوئے آگے بڑھے اور کہا کہ عمرو نے ذکیہ کو ستا رکھا ہے وہ غصے میں
بھی جل گیا اور عمرو آزردہ ہوا کہ رضیہ اور ذکیہ عمرو کو گالیاں دیتی ہوئی آئیں اور امیر سے کہا کہ تمہارا عیار ستاتا ہے امیر نے
کہا کہ وہ تو سوتا ہے اور اتنے میں عمرو بولا کہ میں نے کیا ستایا ہے یہ گفتگو ہوتی تھی کہ ایک آواز مہیب آئی کہ ظاہران طلسم دار بوجہ
ہوئی طلسم اشراق کا پہونچا یہاں سے جاؤ اور جو کوئی یہاں رہیگا مارا جائیگا اور اُدھر تو رضیہ اور خورشید لقا روتی ہوئی چلی
گئیں اور ادھر امیر اور سردار امیر کے روتے رہ گئے جبکہ یہ سب چلے امیر نے لوح دیکھی اُسمیں لکھا تھا کہ اگر شرقی طرف جاؤگے
تو مقام مقصود پر پہونچوگے اور جو عجائبات دیکھوگے لوح کو چھاتی پر رکھنا حال معلوم ہو جائیگا اور جو اسم لوح پر لکھا ہے اُسے
پڑھتے رہنا کوئی آفت تم پر نہ آئیگی امیر نے عمرو اور بہار روزن سردار روزن کو طلسم اشراق کے مقتب پر چھوڑا اور آپ جانب
شرقی کے چلے ایک دو کوس آگے ہونگے کہ ایک گنبد دکھائی دیا اور ایک شخص اُسپر بیٹھا ہے اور صورت اُسکی یہ ہے کہ دھڑ آدمی کا
اور منہ طاؤس کا ہے اور وہ بیضہ انڈا دیتا ہے اور وہ انڈا زمین پر گرکر ٹوٹتا ہے اور ویسا ہی آدمی پیدا ہوتا ہے امیر یہ دیکھتے تھے
کہ ایک گھڑی بھر میں تمام میدان اُن لوگوں سے بھر گیا اور وہ سب غل مچاکر دوڑے کہ طلسم کشا ہے نہ جانے پائے امیر نے
لوح چھاتی سے لگائی اور اسم پڑھکر پھونکا اسم دم کرتے ہی سب لوگ غائب ہوگئے اور ایک جادوگر کو کھڑے دیکھا امیر
نے ایک تلوار ماری کہ اُسکے دو ٹکڑے ہوے اور تاریکی ہو گئی اور بعد اُسکے آواز پیدا ہوئی کہ کُشتی مرا نام من طاؤس جادو
و دربان طلسم شرقی بود جب روشنی ہوئی امیر نے اپنے تئیں ایک جنگل ہولناک میں پایا اور جنگل اُسکو طے کیا ایک اور گنبد
دکھائی دیا اور سات آدمی لڑتے ہوے امیر پاس آئے اور کہا آپ ہمارا جھگڑا چکا دیں امیر نے لوح کو چھاتی سے لگایا
اور اسم پڑھکر تلوار سے ساتوں کو مارا اور اُس گنبد میں سے ایک مرد مقدس نکلے اور کہا کہ اے طلسم کشا تو نے میرے
سات بیٹوں کو مارا ہے اب کہاں جائیگا اور پکارا ارے کوئی ہے امیر دیکھتے تھے کہ سات آدمیوں کے چودہ ہوکر دوڑے
امیر نے اسم پڑھکر گنبد پر پھونکا اُسمیں سے شعلہ آگ کا نکلا کہ سب کو جلا دیا اور تاریکی ہو گئی جب روشنی ہوئی امیر
نے دیکھا کہ نہ وہ گنبد ہے اور نہ وہ لوگ ہیں اور ایک باغ ہے کہ چہار دیواری اُسکی یاقوت کی ہے امیر اندر گئے دیکھا کہ درخت
پھولوں کے لگے ہیں کہ شاخیں اُنکی اور پتے اُنکے سرخ اور پھول سبز ہیں اور ایک بارہ دری ہے اُسمیں سات عورتیں
بیٹھی ہیں اور ایک عورت تخت پر بیٹھی ہے مگر رنگ اُسکا سیاہ ہے اور وہ ساتوں شراب پیتی ہیں اور کباب
کھاتی ہیں اور پان کھا کر اُسی تخت نشین کو مارتی ہیں اتنے میں امیر کو دیکھا اور کہا کہ تو جسکی آرزو تھی وہ ہی
شخص آتا ہے اور یہ دیکھکر ہر ایک دوڑی کہ تو مجھے قبول کر امیر نے کہا کہ حوض میں تم نہاکر اور بناؤ کرکے آؤ جسے میرا
جی چاہے گا پسند کرونگا حوض کہ وہ ساتوں حوض میں غوطہ لگاکر جو نکلیں سوریاں بن گئیں امیر نے ساتوں کو
مارا اور غل و شور پیدا ہوا اور باغ کی دیوار سے دھواں نکلا کہ تاریکی ہوگئی جب روشنی ہوئی امیر نے دیکھا کہ
باغ اور بارہ دری بدستور ہے اور وہی تخت نشین کو دیکھا کہ سیاہ رنگت تو جاتی رہی اب اور صورت نازنین نکلی امیر
یہ دیکھکر عاشق ہوے اور پوچھا تو کون ہے اُسنے کہا کہ اس طلسم میں بھی چار ست ہیں چنانچہ زہرہ لقا کی طرف سے
جانب شرقی کی میں مختار ہوں اور سوزش دل مختلم اور تیرہ بخت کی طرف سے یہاں رہتا تھا اور ہماری اطاعت
کرتا تھا جبسے درویش اندھے ہوے اُس دن سے ان لوگوں نے زیادتی کرنا شروع کی ہے اور مجھے تئیں مگر نک
پری کہتے ہیں اور آپ میری طرف نہ مخاطب ہوتے اگر رضیہ سلطان یہ خبر سن پائیگی مجھے بڑی طرح سے
پیش آئیگی امیر نے کہا اُنکی کیا مجال ہے بس امیر اُس سے کامیاب ہوے اُسنے کہا آپ جلدی سے نہا لیجئے ایسا نہو کوئی

وقت آئے امیر حوض مین نہا کر نکلے ایک آدمی آئی اور کہ سیلان شور افگن آیا اور کہا کہ ای طلسم کشا تو نے میرے
سات بیٹون کو اور بھانجون کو مارا ہی دیکھ اب تو کہان جائے گا اور ہاتھ کو ہلایا کہ ہزارون برقین چمک کر امیر کی طرف
چلین امیر نے اسم پڑھکر پھونکا کہ برقین پھٹ کر اُسی پر گرین مگر اُسکے بدن پر جو برق گری امیر نے دیکھا کہ سر اُسکا آسمان
سے جا لگا امیر حیران تھے کہ کیونکر اس تک پہونچونگا کہ یکایک حوض مین سے سانپ کا سر بہت بڑا اور ہولناک
پیدا ہوا اور امیر کے پاس آیا اور کہا کہ مجھپر سوار ہو جیے کہ مین آپ کو اُسکے سر تک پہونچا دون اور جب اُسکے سر پر تلوار
پڑے گی تو وہ مرے گا امیر نے کہا تو کون ہی اُس نے کہا مجھے ظفر جان جنی کہتے ہین غرض امیر سوار ہوے اور سیلان شور افگن
کے پاس پہونچے اور اُسنے کہا کہ ای ظفر جان جنی تو نے اِس وقت مین طلسم کشا کا ساتھ دیا ہی بچ گیا تو خیر سمجھ لون گا
اُسنے کہا تو بچے گا کہان ہی کہ یہ سُنکر امیر نے تلوار ماری کہ از سر تا جگر اُتری اور سیلان پکارا کہ میرا کام تو تمام ہوا اور
لاش اُسکی گر پڑی اور تاریکی ہوئی اور غل و شور پیدا ہوا کہ گشتہ ہوا نام مین سیلان شور افگن جادو جب روشنی
ہوئی امیر نے دیکھا کہ وہی باغ اور گلرنگ پری اور ظفر پری کھڑی ہین اور ظفر جان امیر کو سقوط کو ہلایا اور وہان
سے سیلان شور افگن کا بہت اسباب ہاتھ لگا اور مہرہ ہشت پہلو زمرد کا ظفر جان نے امیر کو دیا اور کہا اسمین یہ
خاصیت ہی کہ جو کوئی اسکو گلے مین ڈالے تو وہ سب کو دیکھے اُسکو کوئی نہ دیکھے امیر نے اُسے لیا اور دیکھا کہ مقبرہ حکیم
اشراق سامنے ہی عمرو اور چوگان وغیرہ خبر اُسکے پاس امیر کے آئے اور سُنا امیر نے کہ شہر قیلاباد یہان سے بہت
نزدیک ہی اور خورشید لقا یہان کی مالک ہی اور وہان بیٹھا ہی عمرو بن حمزہ خفا ہوکے مہرہ امیر سے کہ شہر قیلاباد
کو گیا لیکن یہان درویش ذاکر اندر مے اور کرگنک بیٹھے تھے کہ فوراً آنکھین کھل گئین اور کرگنک کو جو دیکھا تو غائب
ہوگیا معلوم ہوا کہ شور افگن مارا گیا اور نامہ لکھا کہ ای خورشید لقا تمھارے دشمن کو امیر نے مارا اب وہ تمھاری طرف
آتا ہی ضیافت کی تیاری کرو لیکن خورشید لقا محل مین غم ہوئی سیر مینے کی کر رہی تھی کہ اتنے مین ایک منظور
نامہ لے کر آیا اور خورشید لقا کو دیا اُسنے نامہ کھول کر پڑھا اور بہت خوش ہوئی بعد اسکے عمرو بن حمزہ مہرہ خفا
گلے مین ڈال کر آیا اور خورشید لقا کو گلے سے لگایا اور بوسے لیے وہ جھنجلائی بعد اسکے اپنے تئین ظاہر کیا خورشید لقا
عمرو بن حمزہ کو دیکھکر بہت خوش ہوئی اور ہاتھ پکڑ کر بار بار جھلایا اتنے مین خبر آئی کہ امیر آتے ہین اور ملک اشراق
استقبال کرکے لایا اور امیر نے تمام کیفیت پیلے کی دیکھی اور خورشید لقا نے ضیافت امیر کی کی اور امیر درویش
ذاکر پاس آئے اور پوچھا کہ وہ بیل برنجی کہان ہی انھون نے کہا کہ جب سے آپ طلسم مین آئے اور مُنھ اُسکا طرف
مشرق کے ہوا اُس روز سے وہ بیل نہین معلوم ہوتی ہی امیر نے کہا کہ جہان وہ بیل ہی وہان مجھے لے چلو درویش ذاکر
امیر کو وہان لائے امیر نے دیکھا کہ چار حوض در و دیوار فولادی ہی اور بیچ مین ایک بیل ہی امیر نے اُس بیل کو
اُکھیڑ کر پھینک دیا وہان ایک تالاب دکھائی دیا بعد اُسکے امیر خفا ہوے اور درویش نے کہا کہ یہ مکان
سنظلم اور تیرہ بخت کی یہان ظلمات جادو کا ہی اور وہ بڑی مکار ہی اب اسکے گھر مین جائیے گا امیر نے کہا کہ میرا
خدا حافظ اور نگہبان ہی یہ کہکر اس تالاب مین کود پڑے جب پیر زمین کو لگے دیکھا کہ ایک جنگل ہولناک ہی امیر نے
بہت مشکل سے اُسکو طی کیا اور جب دریا کے کنارے پر پہونچے وہان پیشاب کیا اور پانی استنجے کے واسطے لینے لگے
وہ پانی ایسا گرم تھا کہ ہاتھ مین چھالے پڑ گئے امیر حیران تھے اور کہتے تھے کہ پانی کہان ملے گا کہ ایک کشتی
دکھائی دی اُسپر پری زادین بیٹھی ہوئی ہین مگر ایک پری زاد بہت خوبصورت ہی امیر نے اُس سے پانی مانگا اُسنے
کہا آئیے لیجیے امیر کشتی پر آئے دیکھا کہ تصویرین بہت سی دھری رکھین ہین مگر ایک تصویر بہت خوبصورت ہی امیر

اُسے دیکھکر امیر عاشق ہوے اور پوچھا کہ تصویر کسکی ہی اور تمھارا کیا نام ہی اُسنے کہا کہ یہ تصویر میری بی بی کی ہی
اور مجھے محفوظ پری کہتے ہین امیر نے کہا کہ اپنی بی بی پاس مجھے لے چلو محفوظ پری امیر کو ایک باغ مین لائی دیکھا
کہ دیوارین باغ کی سبز ہین اور پھول لگے ہین اور بیچ مین بارہ دری سونے کی ہی امیر اُسمین آکر ٹھہرے اور
محفوظ پری سے کہا کہ اپنی بی بی کو لاؤ اُسنے کہا آپ نہا لیجیے مین اُنھین لاتی ہون امیر نے کہا مین نہا لونگا یہ
سُنکر محفوظ پری گئی غرض بعد دو گھڑی کے امیر نے دیکھا کہ چار سو پری زادون کے غول مین ایک پری زاد بہت
خوبصورت چلی آتی ہی امیر اُسپر عاشق ہوے اور پوچھا کہ یہ لوح یاقوت کیسی ہی اُسنے کہا کہ آپ اپنی لوح اُتار رکھیے
رکھیے اور مین بھی رکھون میری لوح آپکی لوح کو لے آئیگی امیر نے لوح اُتار کر رکھی اور اُسکی لوح امیر کی لوح کو
چمٹ کر لے گئی اور ظلمانہ دونون لوحین گلے مین ڈالکر کود کر الگ ہوئی اور کہا کہ پاس نہ آنا اے حمزہ میر تو نے بہت
جادوگرون کو مارا ہی اب کہان جائیگا امیر چاہتے تھے کہ تلوار کھینچین اور ظلمانہ سے لڑین امیر کے دونون پیر زمین نے پکڑ لیے
اور ظلمانہ جادوگر خورشید لقا اور درویش ذاکر اور گلرنگ پری اور عمرو بن حمزہ وغیرہ کو پکڑ کر امیر کے سامنے لائی اور
کہا کہ سب کو قتل کرونگی اور محفوظ پری سے کہا کہ طلسم کشا کے کباب کر دو وہ امیر کو ایک حجرے مین لائی اور کہا اے طلسم کشا
تجھے کیونکر بچاؤن امیر نے کہا کہ یہ مہرہ گلے مین ڈال لے تو تو سب کو دیکھے گی اور تجھکو کوئی نہ دیکھیگا محفوظ پری مہرہ گلے
مین ڈالکر ظلمانہ کے پاس آئی اور کہا کہ حضرت ابلیس کا تم پر کرم ہی اور ظلمانہ نے دیکھا کہ ایک آواز آتی ہی مگر کوئی
دکھائی نہین دیتا اور محفوظ پری نے معلوم کیا کہ مجھکو کوئی نہین دیکھتا اُسوقت چھاتی پر ظلمانہ کی چڑھکر ایسا گلا دبایا کہ دم
اُسکا نکل گیا اور تاریکی ہو گئی اور غل شور پیدا ہوا کہ کشتی ورنام من ظلمانہ جادو بود جب روشنی ہوئی اور سب قیدی
چھٹے اور محفوظ پری نے لوح امیر کو لا دی اور ایک مکان سامنے دکھائی دیا اور اُسمین سے ابلوق اور اطلاق جنی
جمہور اور کوکبہ روشن تن کو لیے ہوے آے اور جمہور نے ملازمت امیر کی حاصل کی اور امیر نے کوکبہ کو جان
اور ناموس مانند گلرنگ پری اور محفوظ پری کے وہان اُسکو بھی داخل کیا بعد اُسکے امیر نے ابلوق اور
اطلاق سے پوچھا کہ تم کو یہان کیا خدمت ہی اُنھون نے بیان کیا کہ ہم خزینہ دار ہین چلیے اور خزانہ دیکھیے امیر
اُنکے ساتھ ہوے اور یہ دونون امیر کو لیے ہوے ایک کنوئین پر آے اُسمین زینے بنے ہوے تھے امیر
اُسکے اندر آے دیکھا کہ اشرفی جواہر اور جوڑے اور اسباب لاانتہا دھرے ہین امیر نے ابلوق اور اطلاق
سے کہا کہ اسباب یہین ہی رہنے دو جبہم طلسم کشائی کر لینگے تب لینگے امیر اُس مکان سے باہر نکلے اور سُنا کہ فرہاد آباد
یہان سے نزدیک ہی امیر اُسی طرف کو چلے آتے ہین کہ ایک آندھی آئی کہ تمام میدان تاریک ہو گیا بعد دو
گھڑی کے وہ آندھی برطرف ہو گئی اور امیر نے دیکھا کہ ایک گنبد سامنے سے معلوم ہوتا ہی درویش ذاکر اور
مذکر سے پوچھا کہ یہ گنبد کیسا ہی اُنھون نے کہا کہ یہ مقبرہ حکیم اشراق کی بی بی مشرقہ خاتون کا ہی امیر اُسکے اندر
آئے اور قبر پر فاتحہ پڑھکر بیٹھے تھے کہ غنودگی سی آ گئی اور خواب مین ایک باغ دیکھا کہ پھول کھلے ہوے ہین
اور چار درخت صندل کے ہین اُنپر مچان بندھا ہوا ہی اور اُسکے گرد گھنٹے سونے کے لگے ہین اور آواز گانے
کی چلی آتی ہی جب بغور دیکھا تو دو پری زادین اُسپر دکھائی دین امیر نے پوچھا اُن پری زادون سے کہ مین
اوپر کیونکر آؤن اُنھون نے کہا کہ جوف درخت مین زینہ ہی اُسپر سے امیر اوپر آئے دیکھا کہ ایک عورت سن رسیدہ
اور نور چہرے پر برستا ہوا مسند پر بیٹھی ہی اور اُسکے پاس مشرقہ خاتون بھی ہی اور اُسنے امیر سے کہا کہ آپ کے
تو آنے کی آرزو تھی بیٹھیے امیر مودب ہو کر بیٹھ گئے مگر اُسکی پشت پر دیکھا کہ ایک عورت کم سن بہت خوبصورت

رومال لیے کھڑی ہوئی ہے امیر اُسپر عاشق ہوے اور اُسنے جو امیر کو دیکھا خفا ہوکے چلی گئی امیر نے پوچھا کہ یہ
کون ہے اُنھوں نے کہا کہ ضابطہ جنی جو میرے نقیب ہے کا مجاور ہے اُسکی یہ بیٹی ہے خورشید جمال امیر نے کہا کہ حکیم
اشراق نے بھی میری خاطر کی اور آپ بھی یہی کہتا ہے مشترقہ نے کہا کہ جو کہوگے سو مین کردونگی مگر خورشید جمال کے مقدمہ
مین نہ کہنا امیر نے کہا کہ مین اور کچھ نہین کہتا ایک دم نقیب نے کہا تھا کہ آپنے میری عزت نہ کی مشترقہ نے کہا کہ اول تو
خورشید جمال آتش مزاج ہے کہ اُسکو کئی دفعہ رضیہ سلطان نے بلا بھیجا تھا اور وہان نہ گئی کہ مجھے سلام کرنا پڑیگا اور
اُسکی کئی شرطین ہین امیر نے کہا مجھے سب قبول ہے اُسی وقت درویش ذاکر اور مذکر آئے اور مشترقہ کو سلام کیا اور
بیٹھے مشترقہ نے کہا کہ آپ لکھیے کہ امیر نے رضیہ سلطان کو اور خورشید جمال کو تنبیہین برابر سمجھا ہے بعد کسی امر مین
خورشید جمال رضیہ سے کم نہ رہے غرض کہ وہ کاغذ تیار ہوا اور امیر نے مہر کی بعد اُسکے مشترقہ نے خورشید جمال
کو بلایا اور وہ ایک نئے انداز سے آکر بیٹھ گئی اور مشترقہ نے سمجھایا کہ یہ طلسم کشا ہے اسے قبول کر خورشید جمال
نے کہا کہ کئی دفعہ آپ نے میری شادی کرنا چاہا لیکن مین نے قبول نہ کیا اب آپ فرماتی ہین مشترقہ نے کہا کہ مین نے
سب شرطین کرلی ہین اور یہ کاغذ لکھوا لیا ہے خورشید جمال نے جب وہ کاغذ پڑھا آنکھین نیچی کین اور مشترقہ نے امیر
کی انگوٹھی اُسکو پہنائی اور اُسکی انگوٹھی امیر کو پہنائی اور درویش ذاکر اور مذکر نے نکاح پڑھا اب جو امیر نے دیکھا کہ
صحبت مین کوئی نہین فقط خورشید جمال ہے اور مین ہون امیر نے چاہا کہ لپٹ کر بوسہ لین کہ وہین آنکھ کھل گئی اور
امیر افسوس کرتے ہوے باہر آئے اور درویش ذاکر سے پوچھا کہ یہان کوئی ضابطہ جنی بھی ہین اور کوئی اُنکی اولاد
بھی ہے درویش ذاکر و مذکر نے کہا کہ وہ یہان کے مجاور ہین اور اُنکی ایک بیٹی ہے یہ باتین ہوتی تھین کہ ضابطہ جنی
آیا امیر سے کہا کہ تمھاری دعوت ہے امیر نے کہا کہ خواب مین تمھاری بیٹی کا نکاح مشترقہ نے میرے ساتھ کردیا ہے اور یہ
انگوٹھی پڑھا دی کی مجھے پہنائی ہے اور وہ میری ناموس ہے اگر وہ مجھے ملے گی تو کھانا کھاؤنگا ضابطہ جنی نے کہا کہ مین
دریافت کرلون اور ضابطہ جنی نے لوگون سے دریافت کیا کہ خورشید جمال پردہ قاف سے آئی ہے اُنھون نے کہا کہ
ابھی اکو باغ مین بیٹھی ہے ضابطہ جنی نے تمام حقیقت خورشید جمال سے بیان کی کہ اسطرح طلسم کشا کہتا ہے اُسنے کہا
سچ کہتا ہے پھر تو ضابطہ امیر کو خورشید جمال پاس لائے اور امیر نے جو باغ خواب مین دیکھا تھا وہی یہان پایا غرض امیر
خورشید جمال سے کامیاب ہوے بعد اُسکے امیر تین روز تک یہان رہے اور ضابطہ جنی نے دعوت کی چوتھے روز امیر کوچ کرکے
آگے روانہ ہوے امیر چلے آتے تھے کہ رات کو خواب مین حکیم اشراق آئے اور کہا کہ اے امیر اب تم ہمارے عبادت خانے
مین جاؤ اور یہ اسم پندرہ روز تک پڑھو خدا چاہے گا تو تم طلسم کشائی کروگے وہان شیطان کا غلبہ ہے کہ نیک
کام نہین کرنے دیتا اور عیش سوجھتا ہے اسی واسطے اُسے عشرت گاہ بھی کہتے ہین لیکن تم عیش کی طرف نہ راغب
ہونا اور اس اسم کو پڑھنا امیر بیدار ہوے اور خواب سبھون سے بیان کیا اور عبادت گاہ کی طرف روانہ ہوے
دوسرے روز اُنکو دو چاند دکھائی دیے امیر نے درویش ذاکر اور مذکر سے پوچھا اُنھون نے کہا کہ اُستاد
نے اپنی عبادت گاہ کے کلس پر اس طرح کا چاند بنا کر لگایا ہے کہ رات کو چاند معلوم ہوتا ہے اور دن کو
سورج امیر نے کہا یہ برابر چمک کا سبب کیا ہے اُنھون نے کہا کہ وہ کوہ نقرہ ہے اے امیر اکثر حکیم اشراق عبادت کیا
کرتے تھے غرض امیر عبادت گاہ مین گئے دیکھا کہ گنبد اور دیوارین اور مکانات چاندی کے ہین اور کوسون
تک سبزہ ہے اور درخت پھولون کے بالشت بھر سے زیادہ اونچے نہین ہین اور اُن مین پھول ایسے
لگے ہین کہ امیر نے کبھی نہ دیکھے تھے اور ناموس امیر کے اور بیٹے اور سردار مکانون مین

اگر ریسے امیر کو سوائے عشق کے اور کچھ نہ سوجھتا تھا ہر چند عمرو کہتا تھا کہ حمزہ اسم پڑھو اور امیر کہتے تھے کہ آج نہیں کل پڑھونگا یہ تو اس لیت و لعل میں رہے لیکن رضیہ سلطان جب سے رخصت ہو کر پردہ قاف میں آئی ہے ایک دم قرار نہیں اور تصویر امیر کی آنکھوں کے سامنے پھرا کرتی ہے اور ذکیہ سمجھایا کرتی ہے ایک روز بہت بیچین تھی کہ حکیم اشراق خواب میں آئے اور کہا کہ یہ اسم پڑھکر سویا کرو احوال امیر کا ظاہر ہو جائے گا اُس روز رضیہ اسم پڑھکر سوئی امیر کو سلیمان شور انگیز کے مکان میں گلرنگ پری سے کامیاب ہوتے دیکھا امیر پر بہت خفا ہوئی اور پیٹنے کہ تو ہر جائی ہے ذکیہ نے چونکاکے کہا یہ کیا برائی ہے رضیہ نے احوال خواب کا بیان کیا ذکیہ نے کہا بڑا خواب کی بات کا کیا یقین ہے دوسرے روز رضیہ پھر اسم پڑھکر سوئی امیر کو ظلمانہ کے مکان میں محفوظہ پری کے ساتھ گرفتار دیکھا اور خفا ہوئی اور تیسرے روز پھر اسم پڑھکر سوئی امیر کو مشرقہ کے مکان میں خورشید جمال کے مقدسے میں وہ خط کتابت کرتے دیکھا پیٹتی ہوئی اٹھی اور ذکیہ سے کہا کہ تم نے یہ تماشا دیکھا یہ جو جادوگرنی اسکی میری برابری کرتی ہے لیکن وہ کیا کرے جو جادو اسے طلسم کشا نے کیا اگر دیکھو تو میں بھی طلسم کشا کو کیا ستاتی ہوں اور کافور دایہ کو اور ذکیہ کو کہا کہ تم حمزہ پاس جاؤ اور کہو کہ رضیہ کے دل میں درد ہے تو لوگوں نے علاج بتایا ہے کہ لوح گلے میں ڈالو تو درد جائے آپ مجھکو لوح دیجیے میں گھڑی بھر میں لا دونگا غرض کہ ذکیہ اور کافور کوہ نقرہ پر آئیں اور دو پری زادوں کو امیر پاس بھیجا کہ تم اپنا صحبت میں اور کوئی نہو تو ہم آئیں پری زادوں نے امیر سے کہا امیر کو رضیہ کی ملاقات کا بڑا اشتیاق تھا یہ خبر سنکر اپنے پاس کسی کو نہ رکھا ایک عمرو نہیں جاتا تھا اُسکو بھی اُٹھکر نکالا اور ذکیہ امیر پاس آئی اور رضیہ نے جو کہا تھا وہ بیان کیا امیر نے کہا کہ لوح دیتا ہوں تو شیطان میرے درپے ہیں اور نہیں دیتا ہوں تو جی گوارا نہیں کرتا قضا سے کار عمرو کہیں سنتا تھا اور چھپا ہوا بیٹھا تھا اُسنے کہا حمزہ خبردار لوح نہ دینا ذکیہ یہ سنکر خفا ہو کے اُٹھی امیر نے لوح اُتار کر دی کہ لیے جاؤ اور ذکیہ لوح لیکر رضیہ پاس آئی اور اُسنے لوح گلے میں ڈالی اور کافور سے کہا کہ تم حمزہ سے جاکر کہو کہ اگر اب سوائے میرے اور کسی کو نہ دیکھے تو لوح میں دونگی اور نہیں تو لوح نہ دونگی کافور نے امیر سے آکر کہا امیر نے خفا ہو کر جواب دیا کہ اگر لوح سے طلسم کشائی تھی تو میں لوح سے درگذرا اور یہ مجھسے نہوگا کہ سوائے رضیہ کے اور کسی کو نہ دیکھوں کافور نے رضیہ سے آکر کہا رضیہ نے کہا کہ میں بھی لوح نہ دونگی ہر چند ذکیہ نے اور لوگوں نے سمجھایا کہ لوح بھجوا دیجیے اُسنے نہ مانا اور یہاں عمرو نے امیر سے کہا کہ کہو حمزہ ہم نے نہ کہا تھا کہ لوح نہ دینا امیر نے کہا کہ اب تو جو ہونا تھا سو ہوا اور دریش فرد اگر اور مدرکہ سے کہا کہ تم مرات الفلاع میں جاؤ وہاں جشن بندگی کو رضیہ آئے گی تو تم لوح اُسے سمجھا کر لے آنا اب اسکو تو ادھر چھوڑو

اب دو کلمے داستان منظلم تیرہ بخت کے بیان کیے جاتے ہیں

کہ یہ ظلمانہ کے اسے جانے سے غمناک بیٹھی تھی کہ وہیں خبر آئی کہ لوح طلسم کشا سے شاہ بانو رضیہ سلطان نے منگوالی ہے اور وہ اپنے پاس رکھے ہے اور یہ دونوں جب سے حکیم اشراق کے کوہ گلاہ سے آگئے ہیں اور منظلم شاہ بانو پر عاشق ہوا ہے اور تیرہ بخت امیر پر کہ اُسی جو سنا کہ لوح طلسم کشا پاس نہیں ہے منظلم نے کہا کہ میں طلسم کشا کو جاکر مارتا ہوں تیرہ بخت نے کہا کہ میں طلسم کشا پر عاشق ہوں تو کیونکر اُسے مارے گا اس سے بہتر یہ ہے کہ تو میرے واسطے طلسم کشا کو لا اور میں تیرے واسطے رضیہ کو لاؤں مگر ایک جادوگرنی ہے کہ نام اُسکا فرشتہ ہے اور وہ منظلم پر عاشق ہے اُسنے تیرہ بخت سے کہا کہ اگر منظلم میرا مطلب پورا کردے تو میں لوح رضیہ سے لادوں تیرہ بخت نے منظلم سے کہا منظلم نے کہا کہ مجھے قبول ہے اور فرشتہ لوح لینے کو گئی مگر ایک شخص ہے کہ نام اُسکا

اخر جس میں پیشانی پلاروہ تیرہ بخت پر عاشق ہوا اُسنے مظلم سے کہا کہ اگر تیرہ بخت میرا مطلب پورا کر دے تو میں طلسم کشا
کو پکڑ لاتا ہون مظلم نے تیرہ بخت سے کہا اُسنے بھی قبول کیا اور اخرس تین ہزار جادوگر لیکر امیر کو پکڑنے چلا لیکن
ورقشہ پردۂ قاف میں رضیہ کے مکان میں آئی اور ایک خواص ہے رضیہ کی کہ نام اُسکا شکیلہ ہے اور وہ رفع حاجت
کو نکلی ہے کہ ورقشہ اُسکو پکڑ کے اور آپ اُسکی صورت بنکے داخل صحبت ہوئی اور رضیہ مع خورشید لقا مرات القلعہ
میں آکر بیٹھی تھی کہ درویش ذاکر اور مذکر آئے اور رضیہ کو سمجھایا کہ لوح طلسم کشا کو دیدو رضیہ نے کہا کہ دیکھو صاحبو
یہ ہمیشہ سے میرے نمک خوار کہلاتے ہیں اور کبھی میری غداری نہ کی دونون درویش خفا ہوکر اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا
کہ بادشاہت آپکی ہمارے باعث سے تھی اور اب ہماری قضا آئی ہے کہ جسوقت حکیم اشراق نے ہمکو قطب طلسم کا
کیا تھا اُسوقت کہہ دیا تھا کہ جس روز بادشاہ کلمہ نرس کہے گا اُس روز تم مر جاؤ گے یہ کہکر امیر پاس آئے اور کہا کہ رضیہ لوح
نہیں دیتی اور امیر کو وصیت کی کہ ہم مر جائیں تو ہمکو یہیں گاڑنا یہ کہکر درویش ذاکر کو ہچکی آئی اور دم نکل گیا بعد اُسکے
درویش مذکر بھی اسی طرح مر گئے امیر نے بہت افسوس کیا اور عشرت گاہ میں دونون کو دفن کیا امیر بیٹھے تھے کہ نقارے کی
آواز آئی اور گلرنگ پری نے کہا کہ کل مرات القلعہ میں جشن ہے امیر نے جمہور کی زبانی تعریف مرات القلعہ کی
سُنی تھی اور اشتیاق رضیہ کے دیکھنے کا ہوا تھا عمرو سے کہا اے خواجہ کوئی ایسی تدبیر کر کہ تماشا مرات القلعہ کا دیکھ
آئیں اور ہمکو کوئی نہ پہچانے عمرو نے امیر کو اور پانچوں سرداروں کو فقیر بنایا اور آپ اُنکا پیر بنکر درۂ ظلمات کو طے
کرکے مرات القلعہ میں آئے لیکن ایک دیو ہے کہ نام اُسکا سلملاج کرگدن پیشانی ہے وہ تیرہ بخت کے پاس آیا
اور کہا کہ میرے باپ کو طلسم کشا نے مارا ہے اگر تم کہو تو میں اُسے جاکر ماروں تیرہ بخت نے اُسے بُلوا دیا اور سلملاج
مظلم پاس آیا مظلم نے کہا کہ تو شوق سے طلسم کشا کو جاکر مار اور میں تیرا شریک ہوں اور سلملاج روانہ ہوا یہاں امیر
مرات القلعہ کی سیر کرتے پھرتے تھے اور رضیہ اُسی مہتابی الماس نگار پر بیٹھی تھی اور خورشید لقا وغیرہ چار دن
دروازوں پر مورچھل ہلا رہی تھی کہ امیر کو رضیہ نے فقیر بنے ہوئے دیکھا اور لوگوں سے کہا کہ پوچھو تو یہ فقیر میرے
مکان میں کیوں آئے ہیں لوگ امیر سے یہ پوچھ رہے تھے کہ آندھی آئی کہ تمام مرات القلعہ ہل گیا امیر دیکھنے لگے کہ
ایک دیو بارہ سو گز کا اُس آندھی میں سے آیا اور سلملاج پکارا کہ اے طلسم کشا تو نے میرے باپ سلملاج
کرگدن پیشانی کو مارا ہے اب کہاں جائے گا یہ کہکر دو ہتڑ شاد امیر پر ماری امیر خالی دیکر الگ ہو گئے لیکن رضیہ
وغیرہ کو یقین ہوا کہ امیر کا کام تمام ہوا رضیہ اور سب پری زادیں رونے لگیں لیکن امیر نے جو غل رونے کا سُنا خاک
سے نکل کر ایک نعرہ کیا کہ تمام مرات القلعہ کانپ گیا اور تلوار سلملاج پر ماری کہ اُسکے دو ٹکڑے ہوئے رضیہ نے
اُن پری زادوں سے کہا کہ طلسم کشا کو باغ میں لے آؤ اور میں لوح اُنکی دیدوں امیر یہاں کھڑے ہوئے تھے کہ
گیتی آرا اور گلشن افروز کشتی پر سوار ہیں اور امیر سے کہا کہ آپکو ملکہ نے بلایا ہے غرض یہ سُنکر امیر اور ہمراہی امیر کے
کشتیوں پر سوار ہوئے ایک عمرو نہ سوار ہوتا تھا اُسکو بہرام نے زبردستی پکڑ کے سوار کیا اور کشتیاں چل نکلیں جب
بیچ دریا میں پہنچیں چرخ کھا کر ڈوبنے لگیں عمرو پکارا کہ ہم تو اسی واسطے سوار نہ ہوتا تھا غرض امیر نے اپنے تئیں ایک
باغ میں پایا اور گیتی آرا نے امیر کو لاکر محل میں بٹھایا اور رضیہ حمام کرنے کو کپڑے اُتارنے لگی تو لوح گلے میں نہ پائی
اور ورقشہ اُسوقت لوح لیکے گئی تھی کہ جسوقت امیر سے اور سلملاج سے سامنا پڑا تھا اور رضیہ بھی چھپ کر دیکھنے لگی تھی
غرض رضیہ نے تمام مرات القلعہ میں ڈھونڈھا اور وہ لوح کہیں نہ پائی آخر کو معلوم ہوا کہ شکیلہ لوح لیکر چلی گئی ہے اور
رضیہ نے کہا اب میں امیر کو منہ نہ دکھاؤنگی اور اپنے ابر پر سوار ہوکر پردۂ قاف کو روانہ ہوئی اور یہ خبر امیر کو ہوئی

ایک مہینا سا گذر گیا اور ہرات القلعہ مین کسی کو نہ پایا تخت پر سوار ہو کر امیر باہر آگے تھے کہ ایک آواز آئی کہ اے
طلسم کشا تو نے بہت جادوگرون کو مارا تھا اب تمام کیفیت معلوم ہوئی لیکن امیر کوچ کر کے ریاضت گاہ مین آئے اور
قرقشہ نے لوح لا کر تیرہ بخت کو دی اور تیرہ بخت نے مظلم سے کہلا بھیجا کہ لوح میرے ہاتھ لگی اور مین رضیہ کو تیرے
واسطے لیے جاتی ہون جبتک تو میرے واسطے طلسم کشا کو لا کر یہان مظلم الملاج کے مارے جانے پر فہمیدن کر رہا تھا کہ
پیغام تیرہ بخت کا پہونچا اور مظلم سات لاکھ جادوگرون سے امیر کے پکڑنے کو چلا اور تیرہ بخت جادوگرون کو ساتھ لیکر
پردۂ قاف مین آئی اور وہان کوہستان مین خیمہ کیا اور قرقشہ نے کہا کہ مین رضیہ کو لاتی ہون بعد اسکے قرقشہ
نے کیا کام کیا کہ گلنار پری کہ ذکیہ کی طرف سے جزیرۂ گلنار مین نائب ہے ایک عرضی اسکی طرف سے لکھ کر اور
ایک سر شکیلہ کے سر کی صورت بنا کر اور رومال مین باندھ اور پری زاد بنکر رضیہ کے پاس آئی اور وہ عرضی رضیہ کو
دی رضیہ نے عرضی کو پڑھا اسمین لکھا تھا کہ شکیلہ ادھر سے فوج لیے جاتی تھی مین نے اُسکو مار کر سر آپکے پاس
بھیجا ہے اور لوح میرے پاس ہے اور مین نے یہان سے چودہ کوس پر خیمہ کیا ہے آپ آئیے تو لوح مین دون رضیہ بانو
صدمے مین بیٹھی تھی عرضی پڑھکر خوش ہوئی اور اُسی وقت سوار ہو کر گلنار پری کی طرف چلی اور قرقشہ لیے ہوے
تیرہ بخت کے خیمہ مین آئی اور رضیہ نے تیرہ بخت کو بیٹھے ہوے دیکھا چاہتی تھی کہ بھاگ جاے تیرہ بخت نے
رضیہ کو مع چار سو پری زادون اور خورشید لقا اور ذکیہ کے سحر کر کے پکڑ لیا اور کہا کہ تجھے تو تمھارے قتل کرنے کو ایک
دھوکہ دے کر بلایا تھا لیکن مین نے دیکھا تمھارے ساتھ کوئی برائی نہین کی ہے کہ میرا بھائی تم کو چاہتا ہے مین تمہین اُس کے
واسطے لیے جاتی ہون یہان ظاہر طلسم کی بادشاہ تمہین وہان پردۂ تاریکی کی بادشاہت کردونگی رضیہ نے کچھ جواب
نہ دیا اور تیرہ بخت سب کو پکڑ کر روانہ ہوئی یہان امیر ریاضت گاہ مین بیٹھے تھے کہ اخرس تین لاکھ جادوگرون
سے آیا اور امیر کے برابر آ کر اُسکا لشکر اُترا اور ایک سردار ہے کہ نام اُسکا اسلم ہے اور وہ سحر نہین جانتا اُس نے کہا
آپ میرے نام کا جل بجوائیے کل مین حمزہ سے لڑونگا غرض لشکر مین اخرس کے جل جنگ بجا اور اِدھر امیر
با توقیر کے لشکر مین بھی جل بجا صبح کو دونون لشکر میدان مین آئے اور ادھر سے اسلم نکلا اور اُدھر سے عمرو بن
حمزہ نکلا اسلم نے بہت سمجھایا جب عمرو بن حمزہ نے نہ مانا بعد اسکے نیزہ بازی ہونے لگی اسلم نے ایک نیزہ عمرو
بن حمزہ کے مارا اُنھون نے رد کر کے ایک تلوار جو ماری اسلم کے دو ٹکڑے ہوے غرض شام تک عمرو بن حمزہ نے
سترہ جوانون کو مارا اور دونون لشکر پھر گئے اور پھر جل جنگ بجا صبح کو دونون لشکر میدان مین آئے ادھر سے اخرس
نکلا اُدھر سے عمرو بن حمزہ نکلا اخرس نے نیزہ مارا عمرو بن حمزہ نے چھین لیا اخرس نے دیکھا کہ یہ زبردست
ہے اُسی وقت سحر کر کے عمرو بن حمزہ کو گھوڑے پر سے اُٹھا لیا اور چاہا کہ زمین پر پھینک دے کہ اتنے مین امیر پہونچے
اور ہاتھ اخرس کا توڑ کر عمرو بن حمزہ کو چھین لیا اخرس نے سحر کیا کہ امیر بھی سست ہوے کہ عمرو پکارا اے
حمزہ اسم اعظم پڑھو امیر نے اسم اعظم پڑھکر اخرس کو پکڑا غرض تیسرے پہر تک تیس جادوگرون کو امیر نے قتل کیا
کہ اسمین گرد پیدا ہوئی اور مظلم سات لاکھ جادوگرون سے آیا اور سنا کہ اخرس کو حمزہ پکڑ لے گیا مظلم نے کہا
کچھ پروا نہین ہے ایک نامہ حمزہ کو لکھا مضمون اُسکا یہ تھا کہ اے حمزہ رضیہ سے تو ہاتھ اُٹھا کہ مین اُسپر عاشق ہون
اور میری اطاعت کر جہان تو کہے گا وہان مین تجھے پہونچا دونگا اور نامہ ممکوشہ جادو کو دیا کہ تو لیجا یہان امیر نے
اخرس سے کہا کہ مسلمان ہو غرض اخرس بہ مکر مسلمان ہوا کہ اسمین خبر آئی کہ مظلم نے نامہ بھیجا ہے امیر نے طلب
کیا اور ممکوشہ نے آ کر نامہ امیر کو دیا امیر نے نامہ پڑھکر پھاڑ ڈالا اور ممکوشہ تلوار کھینچ کر دوڑا اخرس نے روک کر جو

تلوار ماری جھگونہ کے دو ٹکڑے ہوگئے اور ایک آندھی آئی لاش جھگونہ کی اڑ لے گئی اور آواز آئی کہ ای اخرس
تو نے ملازم بادشاہ کو مارا بہت برا کیا جب مظلم کو خبر پہونچی کہ جھگونہ مارا گیا بہت خفا ہو کر طبل جنگ بجوایا اور صبح
کو دونوں لشکر میدان میں آئے صفیں آراستہ ہوئیں اُدھر سے ازلال جادوگر نکلا اور ادھر سے اخرس نکلا ازلال
نے سحر کیا کہ لشکر امیر کا اور شرقی غربی جنوبی شمالی کے لوگ زمین میں غرق ہونے لگے اور اخرس نے جو سحر کیا تو دو
مچھلیاں کاغذ کی بنا کر پھینک دیں کہ غرق ہونا لوگوں کا موقوف ہوا غرض اخرس نے ازلال کو مار ڈالا بعد اسکے اختر ار
آیا اور شام تک چودہ جادوگر اخرس نے مارے دونوں لشکر اپنے اپنے خیمہ میں گئے غرض اخرس نے پوشیدہ مظلم سے
کہلا بھیجا کہ آج رات کو کسی ساحر کو بھیج کہ حمزہ کا سر کاٹ لیجائے غرض ایک مظلم کا کوکا ہی شرقان جادو اسکو
بھیجا اور شرقان پچھلے پہر تلوار کھینچ کر امیر پر آیا اخرس نے دیکھا کہ جب تیری چوکی ہوتی ہے تو عمرو جھانکا کرتا ہے
آج بھی عمرو ہوگا اور تو بدنام ہوگا اور کچھ کام نہ بنے گا یہ سمجھ کر اخرس نے شرقان کو مار لیا اسوقت عمرو سمجھا کہ
اخرس حمزہ کا بڑا دوست ہے اور امیر بھی اخرس سے خوش ہوئے اور اخرس نے مظلم سے کہلا بھیجا کہ میں نے جو سمجھ کر
شرقان کو مار ڈالا ہے اور میں فکر میں ہوں کہ عزرائیل حمزہ کی لیجانے دے کر آؤں مظلم سنکر خوش ہوا کہ اسمیں
رضیہ کو قید کیے ہوئے تیرہ بخت میں لا کر جادوگروں سے آئی مظلم نے تیرہ بخت سے کہا کہ رضیہ کو مجھے دو
تیرہ بخت نے کہا کہ جب تک تم حمزہ کو میرے روبرو نہ لاؤ گے میں رضیہ کو نہ دونگی اور مقابل ریاضت گاہ کے
سیاہ قصر ہے تو وہاں کی مالک گلگونہ جادو ہے تیرہ بخت نے رضیہ کو سیاہ قصر میں بھجوا دیا اور ذکیہ اور خورشید لقا
وغیرہ کو مع چارسو پری زادوں کے پردہ تاریکی میں اپنے باپ پاس کہ نام اسکا قہر یار جادو ہے بھجوا دیا اور ادھر
نسیم اور شمیم یہ خبر لے کر امیر پاس آئے امیر نے جو سنا کہ رضیہ قید ہوئی امیر کو بہت رنج ہوا اسمیں باپ رضیہ
کا سلطان سرخ پوش حبشی احوال رضیہ کے قید ہونے کا سنکے لاکو دیو دری سے فریادی امیر پاس آیا امیر نے
سلطان سرخ پوش کی بہت خاطر کی لیکن اخرس خرس پیشانی نے امیر سے کہا کہ ایک مکان ہے وہاں چل کر آپ
دعا مانگیے تو جلد قبول ہو امیر نے عمرو اور جمہور کو ساتھ لیا اور اخرس کو لیے ہوئے سیاہ قصر کی سمت ایک
ٹیلے پر آیا اور کہا کہ یہاں دعا مانگیے امیر نے نماز پڑھکر دعا مانگی اور وہاں سے چلے کہ سامنے سیاہ قصر پر رضیہ
دکھائی دی اخرس نے کہا کہ دعا آپ کی قبول ہوئی وہ رضیہ بیٹھی ہوئی ہے امیر نے کہا کہ اسکا دروازہ کدھر ہے
اخرس نے کہا کہ یہاں دروازہ نہیں ہے آپ عزرائیل اتار دیجے تو میں لیچلوں امیر نے عزرائیل جمہور کو دی اور
اخرس نے بزور سحر امیر کو سیاہ قصر پر پہونچایا بعد جانے امیر کے جمہور نے اخرس سے کہا کہ مجھے بھی لے چل اور جمہور
نے عزرائیل عمرو کو دی اخرس نے جمہور کو بھی پہونچا دیا امیر یہاں رضیہ سے باتیں کرنے لگے اور یہاں اخرس نے
عمرو سے کہا کہ تو عزرائیل مجھے دے عمرو نے کہا کہ میں نہ دونگا اخرس نے کہا کہ ای ساربان زادے حمزہ کو تو میں قید
کر آیا تو کہاں جائے گا اور اخرس عمرو پر دوڑا عمرو نے کمند ماری اسکو پکڑا اور چاہا کہ ذبح کرے کہ وہ
جو جادو امیر کے ساتھ رہتا تھا وہ تیرہ بخت کی دایہ ہے اُسنے جو دیکھا عمرو اخرس کو مارے ڈالتا ہے بصورت
اصلی ہو کر عمرو کو پکڑا اور عمرو نے دیکھا کہ حمزہ اخرس نے دغا کی اور امیر مایوس ہوئے اخرس
خرس پیشانی ان سب کو قید کر کے تیرہ بخت پاس لایا تیرہ بخت اخرس سے خوش ہوئی اور
امیر سے کہا کہ مجھے قبول کر امیر نے کہا کہ یہ مجھ سے کبھی توقع نہ رکھنا اور مظلم نے رضیہ سے سوال
کیا رضیہ نے جواب دیا کہ اگر تو مجھے مار ڈالے گا تو بھی میں تجھے قبول نہ کرونگی تیرہ بخت اور مظلم

نے امیر اور رضیہ کو پنجروں میں ڈال کر بیل میں لٹکا دیا اور عمرو کو چاہا کہ قتل کریں اُسی وقت ایک جانور خط گلے میں پڑا ہوا
تیرہ بخت پاس آیا تیرہ بخت نے خط پڑھا اُسمیں شہریار جادو نے لکھا تھا کہ عمرو ہاتھ لگے تو ہمارے پاس بھیجدینا تیرہ بخت
نے سب جادوگروں سے کہا کہ کوئی تم میں ایسا ہی کہ عمرو کو پردۂ تاریکی میں لیجائے سبھوں نے کہا کہ ہم سے نہوگا اُسوقت
تیرہ بخت نے ایک گنبد شیشہ کا سحر سے تیار کر دیا اور عمرو کو اُسمیں بٹھا کر تاریکی کی طرف روانہ کیا شہریار بیٹھا تھا کہ وہ
گنبد آیا اور ایک آواز آئی کہ تیرہ بخت نے عمرو کو بھیجا ہی اور شہریار جادو نے ردسحر تیرہ بخت کا کرکے عمرو کو
نکالا اور ساحروں سے کہا کہ کوئی رات بھر عمرو کو کے صبح کو لے آئے ساحروں نے کہا کہ ہم سے نہوگا اُسوقت
شہریار نے اپنی دایہ زرارہ کو بلایا اور کہا کہ تم عمرو کو لیجاکر رکھو غرض زرارہ عمرو کو لے کر اپنے مکان میں آئی اور
پنجرے میں بند کیا اور گانے لگی اور عمرو بھی گانے لگا کہیں شہریار کی بیٹی کہ نام اُسکا زہرہ ہی اپنے باغ کو
جاتی تھی کہ گانے کی آواز سنکر زرارہ کے مکان میں آئی اور کہا کہ عمرو کو مجھے دیدے میں صبح کو دے جاؤنگی زرارہ نے
کہا میں نہ دونگی زہرہ روتی ہوئی شہریار پاس آئی اور احوال بیان کیا اور شہریار زرارہ کے مکان میں آیا اور
پنجرا عمرو کا زہرہ کا سپرد کر دیا اور زہرہ عمرو کو اپنے باغ میں لائی اور عمرو زہرہ پر عاشق ہوا اور گلبازی
کی اور زہرہ نے خوش ہو کر عمرو کو چھوڑ دیا عمرو بیٹھا تھا کہ فضل اور فضیل دونوں سردار شہریار کے عمرو کے
لینے کو آئے زہرہ نے کہا کہ کل میں عمرو کو لے کر باپ کے پاس آؤنگی غرض دونوں چلے گئے اور رات کو عمرو نے
زہرہ کو نقش زنبیل کیا اور آپ زہرہ کی صورت بنکر سو رہا اور صبح کو غل مچایا کہ عمرو چلا گیا میں اپنی جان دونگی
یہ خبر سنکے سلطانہ زہرہ کی ماں اور شہریار دونوں آئے اور زہرہ کو دلاسا دیا اور رات کو عمرو نے شہریار کو بھی
نقش زنبیل کیا اور اب اُسکی صورت بنکر صبح کو سلطانہ کو مارکر باہر آیا اور زرارہ کو بلاکر سولی چڑھائی بعد اُسکے
فضل اور فضیل سے کہا کہ اگر تم عمرو کو لے آتے تو زرارہ کیوں جاتی یہ کہکر دونوں کو قتل کیا بعد اُسکے تمام شہر کے
جادوگروں کو بلاکر کہا کہ زہرہ غائب ہوجاوے اور تم تلاش نہ کرو یہ کہکر سب کو قتل کیا اور شہریار کو خیمے میں لاکر قتل
کیا فوراً تاریکی ہوگئی اور غل شور ہوا کہ کشتہ مرا نام من شہریار جادو غرض عمرو جب سب کو مار چکا بعد اُسکے
ذکیہ خورشید لقا زہرہ لقا ماہ لقا سہیلہ اور سب پریزادوں کو بلایا اور ذکیہ کو چھوڑ دیا اور وہ گالیاں
دیں بعد اُسکے زہرہ کو زنبیل سے نکالا اور تمام حقیقت بیان کی اور زہرہ مسلمان ہوئی اور بادشاہت
پردۂ تاریکی کی زہرہ کو دی اور ذکیہ اور خورشید لقا وغیرہ سے کہا کہ تم ریاضت گاہ میں چلو اور میں حمزہ
اور رضیہ کے چھڑانے کو جاتا ہوں اور لشکر ساتھ لے کر اور شہریار کی صورت بنکر عمرو وادی تیرہ بخت اور منظلم
پاس چلا جہاں تیرہ بخت اور منظلم نے امیر اور رضیہ کو سمجھایا اُنھوں نے نہ مانا اُسوقت تیرہ بخت رضیہ کی
شکل بنی اور منظلم امیر کی صورت بنا اور دونوں نے منھ کالا کیا اور سلطان سرخپوش سے کہلا بھیجا کہ اطاعت
ہماری قبول کرو نہیں قتل کیے جاؤ گے جب اُنھوں نے نہ مانا تیرہ بخت نے طبل جنگ بجوایا اور صبح کو
دونوں لشکر میدان میں آئے اُدھر سے اوتاد نکلا ادھر سے بہرام نکلا اوتاد نے سحر کیا کہ بہرام اُلٹا ہو گیا اور
عمرو بن حمزہ نے تیر مارا کہ اوتاد گر پڑا اور آخر میں نکلا اسنے ملک اشرق و ملک اعوب و ملک اسیر و ملک
امین اور عمرو بن حمزہ چوگان بن حمزہ اور بہرام وغیرہ سرداران سب کو پکڑ کے پنجروں میں بند کرکے لٹکا دیا اور شام کو
دونوں لشکر خیموں میں آئے اور تیرہ بخت کو خبر ہوئی کہ شہریار جادو آتا ہی غرض جسوقت شہریار آیا تو تیرہ بخت
اور منظلم استقبال کرکے لائے اور عمرو نے رات کو سب کو بیہوش کرکے تمام محل کو لوٹ لیا اور چاہا کہ تیغ تیرہ بخت

نے اُسی وقت ہمارے جادو پہونچی اور عمرو کو پکڑ لا اور اُسکو ہوش میں لائی اور تیرہ بخت سے کہا کہ شہریار جادو
عمرو تھا تیرہ بخت نے کہا تو نے میرے باپ کو کیا کیا عمرو نے کہا کہ میں سب کو مار کر اور پردہ تاریکی میں چھپا تمہارے
آیا ہوں اور تیرہ بخت نے طبل جنگ بجوایا اور صبح کو دونوں لشکر میدان میں آئے اور ہما عمرو کو علم میں باندھ کر
ایک طرف کھڑی ہی اور اخرس سلطان سرخیوش کو پکار رہا ہی کہ یا تو دین ابلیس کا قبول کر یا مجھ سے آکر لڑ اور تمام
مسلمان ہراساں تھے اور دعا مانگ رہے تھے کہ اسوقت ظفران زاہد آسمان پر سے آئے اور چار نقابدار شنجرفی پوش
صندلی پوش بنفشہ پوش سبز پوش یہ چاروں بیٹے ظفران زاہد کے ہیں اور ظفران زاہد نے سلطان سرخیوش کو
تسلی دی اور شنجرفی پوش سے کہا کہ تم اخرس پر جاؤ اور صندلی پوش سے کہا کہ تم عمرو کو چھڑا لاؤ اور آپ تعویذ لکھ لکھکر
ہوا کی طرف اُڑانا شروع کیے اور اخرس نے سحر کیا کہ ایک زنجیر شنجرفی پوش تک آکر پھر گئی اور اُدھر سے جو زنجیر
پھری تو اخرس کی مشکیں بند ہوگئیں اور ہما نے صندلی پوش پر سحر کیا تھا کہ پانچ تلواریں چمک کر شنجرفی پوش
پر آتی تھیں اُدھر سے پلٹ کر جو گریں تو فرشتہ کے پانچ ٹکڑے ہوئے اور منظلم نے صندلی پوش پر سحر کیا تھا کہ دو سبد
آگ کے صندلی پوش پر آئے اور اُدھر سے جو پھرے منظلم کی مشکیں بندہ گئیں اور تیرہ بخت نے جو یہ نقشہ دیکھا
طبل آسائش بجوا کر پھر گئی اور ظفران زاہد نے منظلم و اخرس و ہما کو پنجروں میں ڈال کر لٹکا دیا اور آپ
اسم پڑھنے کو بیٹھے اور تیرہ بخت نے جا کر دم لیا اور ایک اونٹ موم کا بنا کر اُسکے گلے میں زنگ ڈالا اور صبح کو میدان
میں آئی اور ادھر سے لشکر اسلام آیا پہلے تو جادوگروں نے سحر کیا تھا کہ کبھی تیر برسنے لگے تھے اور کبھی آگ اور کبھی
زمین پھٹ گئی اور لوگ غرق ہونے لگے اور ظفران زاہد نقش لکھکر آسمان کی طرف اُڑاتے تھے جب تیرہ بخت نے
دیکھا کہ کسی کا سحر اثر نہیں کرتا اُسوقت آپ میدان میں آئی اور ظفران زاہد کو بھگایا جب وہ نہ مانا اُسوقت
وہی اونٹ موم کا نکالا اور وہ ہوا الگ کر پھر گیا اور اُسکے زنگ کی آواز سے ظفران زاہد مع چاروں بیٹوں کے
گونگے اور بہرے ہوگئے اور تیرہ بخت نے منظلم و ہما کو چھڑا لیا اور ظفران زاہد کو جہاں امیر تھے وہیں لٹکا دیا اور
سلطان سرخیوش سے کہنے لگی کہ کل سب کو قتل کر دونگی اور سلطان سرخیوش پھر کر ناموس صاحبقرانی میں آئے اور چاہا کہ اپنے
تئیں ہلاک کریں اُسوقت عمرو آیا اور محفوظ پری گلرنگ پری خورشید جمال اور سلطان سرخیوش ان سب کو تسلی
دی اور کہا کہ آج میں امیر کو چھڑا لاؤنگا اور یہاں تیرہ بخت نے ہمسے ایک مکان شیشہ کا بنایا ہی اور صحبت آرا ہی کہ
عمرو گلیم اوڑھ کر آیا اور کہا کہ ای تیرہ بخت خدا وند ابلیس تم سے خوش ہوئے ہیں اور اُنکا نایب تمہارے پاس آیا
چاہتا ہی اور پانچ چار حقے آتش بازی کے آسمان پر مارے اور سب کو کے اور صورت بدل کے کہ پوشاک ملکوت کی
اور داڑھی مقیش کی گھٹنوں تک تیرہ بخت کے سامنے آئے اور تخت پر بیٹھے سبھوں نے سجدہ کیا پہلے آپ نے
کہا کہ مرد سے مرد فعل کرے اور عورت سے عورت بعد اُسکے شراب میں بیہوشی دے کر سب کو بیہوش کیا اور تمام
محل کو لوٹا اور لوح تیرہ بخت سے لیکر اُسکو دھو کر پانی اُسکا امیر اور سرداروں پر چھڑکا امیر قید سے رہا ہوئے اور
لوح امیر کے گلے میں ڈالی اور عمرو نے ایک رقعہ لکھکر تیرہ بخت کے گلے میں ڈالا اور سب کا کالا منہ کیا اور امیر کے
ساتھ داخل لشکر ہوا یہاں تیرہ بخت جب صبح کو ہوش میں آئی اپنے تئیں بحال خراب دیکھا کہ منہ تو کالا ہی اور ننگی پڑی ہی
اور ایک رقعہ گلے میں پڑا ہی اُسکا مضمون یہ تھا کہ ای تیرہ بخت ہم تجکو چاہتے قتل کر ڈالتے لیکن نہ کیا اب بھی حرکت
شیطانی سے باز رہ ورنہ میں تجھے مار ڈالونگا غرض تیرہ نے سب کو ہوشیار کیا اور عیاری عمرو کا حال بیان کیا
منظلم نے کہا میں جاتا ہوں واسطے جبیل کے کہ میں نے ارقم کے پاس رکھوا دی ہی میں تلاش کرکے آتا ہوں اور

تو ذکر صاحبقران کے قید کرنے کی کی الغرض یہ دونوں اپنے اپنے کام میں معروف ہوئے مظلم ادھر چلا اور تیرہ جادو اپنے
ہوم خانہ میں آئی اب حال امیر کشورگیر فتاح طلسم کا سُنیے کہ صاحبقران اور عمرو داخل لشکر ہوئے تمام لشکریوں کو
بہت خوشی ہوئی لیکن عمرو و ظفر ارقم میں جلے کہ ملاقات ارقم سے کرکے جیل بے لوں اور عمرو نے چلتے وقت امیر سے کہا
کہ اگر رضیہ سلطان آپ کو بلائے تو ہرگز ہرگز نہ جائیے گا جبتک میں نہ آؤں کیونکہ آپ کا ہم اعظم ہنداہی اور میں قیدیوں کی فکر کو
جاتا ہوں یہ کہکے روانہ ہوئے اب اسکو تو یہاں چھوڑ سیے

جبتک دو کلمے داستان رضیہ سلطان کے گذارش کیے جاتے ہیں

کہ جسوقت رضیہ سلطان نے سُنا کہ حمزۂ صاحبقران لشکر میں آگئے ہیں بیتاب ہوکر ایک رقعہ لکھا اور اُسکا مضمون یہ تھا سعا

ہوئی ہے مجھ کو تمہیں دیکھکر ای یار　　کرتی ہے تیری بے سختی سے بھی انکار
قسم خدا کی نہیں دل کو ایک آن قرار　　میں مجھ سے کرتی ہوں شکوہ جو یار ہے بیجا
درد کا پنجہ ہی مجھ پہ نشان زدہ　　تیر غم کہ جب تیرے کمان زدہ

ای صاحبقران حال گرفتاری کا سُنکے اس تن ناتوان میں جان نہیں تھی لیکن اب جان تازہ خداوند کریم نے بخشی اور اب ایک درد
ایسا اُٹھا ہی کہ شاید گھڑی دو گھڑی کی جیون اس میں مشتاق ہی کہ تمہیں پھر میں تاروں اور تمہیں تلقین بزم ہو مصرع کبھی تو محبت راز و نیاز
ہو جائے بس یہ لکھکر لکھا کہ درد مہلت نہیں دیتا کہ اور لکھوں لیکن تھوڑے لکھے کو بہت تصور فرمائیے گا سچ ہی شعر نقوش کلک
قدرت کو ہی اندیشے سے حیرانی یہ پڑھا جاتا نہیں ہرگز کسی سے خط پیشانی یہ سو ہمارا حال ایسا ہوا بقول شاعر شعر لگا یا اُسنے
منھ بوسہ دیا اُسنے یہ جو قسمت کا دے سکندر رہ گیا پیاسا پہونچکر آب حیوان پر یہ بس نامہ تیار کرکے ایک خواص خوش
لباس کے ہاتھ میں دیا اور کہا یہ نامہ امیر کو کسی ترکیب سے پہونچا دے غرض وہ نامہ لیکر روانہ ہوئی اور خدمت میں امیر
کی پہونچکر علیحدہ اشارے سے بلاکر نامہ امیر کے ہاتھ میں دیا اور تب چل کھڑی ہوئی امیر نے نامے کو ملاحظہ کیا ایسا مضمون
لکھا پایا کہ دل امیر کا بے چین ہو گیا اور سب سے آکر کہا کہ میں ابھی آتا ہوں ذرا اس باغ کی سیر کر آؤں کہ مجھے وحشت کمال ہی
سب نے عرض کیا کہ عمرو و کہہ گئے کا حضور خیال رکھیں اور باغ سے آگے نہ بڑھیے گا امیر نے کہا کہ میں خوب جانتا ہوں بس
یہ کہکر اُس باغ میں آئے جو پشت باغ پر تھا اور دروازہ دوسرا کھولکر مکان رضیہ سلطان کا راستہ لیا اور یہ شعر بین
کوئی حرم کو کوئی بتکدے کو جاتے ہی یہ کوئی تلاش معیشت میں جان کھپاتے ہی یہ میں مجھسے پوچھوں ہوں ای دل
کدھر کو جاتے ہی یہ تو مرکے آنکھ میں آنسو یہ مجھ سُناتے ہی یہ علی الصباح چو مردم بکار و بار روند یہ بلاکشان محبت
بکوے یار روند یہ یہ پڑھتے ہوئے صاحبقران جاتے تھے کہ ادھر تیرہ جادو نے جو طالع امیر کا دیکھا تو ساعت
آنکی گرفتاری کی پائی گئی اپنے ساتھ فریب جادو کو لیکر چلی تیرہ جادو جیل کی شکل بنکے آئی اور زاغ کی صورت
بنکے فریب جادو وحسب الاتفاق امیر چلے جاتے تھے کہ فریب جادو کی نگاہ پڑی کہا کہ ای ملکہ میں فتاح طلسم کو فریب
دیتی ہوں یہ کہکر آگے بڑھی اور عمرو کی شکل ہوکے حمزۂ صاحبقران کے سامنے آئی امیر نے جو دیکھا تو رنگ انکار کیا
فرمایا کہ خواجہ چلا تو ہوئی مجھ سے کہ تم نے منع کیا تھا اور میں چلا آیا لیکن ملکہ نہایت بیمار ہو گئی ہی عمرو نے کہا میں وہین
سے آتا ہوں اور یہ پھول ملکہ نے دیا ہی کہ اسکی خوشبو سونگھکر بتلاؤ کہ یہ کونسا پھول ہی امیر نے عمرو کے ہاتھ سے لیا
اور سونگھا تو بیہوش ہو گئے اور تیرہ جادو نے کہ وہ جیل بنی تھی زمین پر گرکے ہیئت انسانی پیدا کی اور فریب جادو
کی تعریف کی اُسنے امیر کو لپیٹ کر اور پشتارہ باندھکر تیرہ جادو کو دیا اور آپ امیر بنکر صحبت رضیہ سلطان
میں پہونچی کہ رضیہ سلطان نے خوش ہوکے تخت پر بٹھا لیا اور حال تیرہ جادو کا پوچھنے لگی کہ اتنے میں تیرہ جادو
مع پشتارہ صاحبقران کے پہونچی اور جاکے ملکہ رضیہ سلطان پر جھپٹا اور پکڑ لیا اور سب خواصین یہ دیکھکر

ڈرو لگئین جو دوانہ سے جلا دیا اور مار ڈالا غرض خوش ہوکے کہا کہ ای فریب جادو تم تو انکو گرفتار کرکے لے چلو اور مین
ہیکل کی نظر مین جاتی ہون یہ کہکر روانہ ہوئی اب حال یہان کا سُنیے کہ ارقم ہیکل لیے رضیہ کے پاس آتا تھا کہ اخرس
نے آواز دی کہ ای ارقم مجھے بھیجا ہی کہ تو ہیکل اس سے لے آ مین اسی لیے آیا ہون ارقم نے کہا کہ تو جھوٹا اور مکار
ہی مین تجکو کبھی نہ دونگا غرض یہ سمجھا کہ ارقم نہ دیگا اور یہ سمجھی برکت ہیکل سے تاثیر نہ کرے گا پس اسوقت
اخرس لڑنے کو تیار ہوا اور ارقم سے لپٹ گیا اور ان دونون مین کشتی ہونے لگی برکت سے اس ہیکل کی ارقم اس پر
غالب آیا پس اسوقت ارقم اسکو پچھاڑ کر اسکی چھاتی پر چڑھ بیٹھا کہ یکبار اخرس نے کیا کیا کہ جیب سے اپنا ناقرو اونکے
آنکھون پر چلیسے اور دیا جو ملتا ہی ارقم ایکبار چکنا ہو کر گرا پس ساتھ ارقم کے گرنے کے اخرس نے کہا ای ارقم
ارے مین طلسم کشا کو قید کرکے آیا ہون اور تجکو بھی مارے ڈالتا ہون ارے مین امیر کے پاس شاہ
جادو ان کے پاس سے صرف ہیکل کے لیے فریب کرنے آیا تھا سو اب ہیکل بھی میرے ہاتھ آئی اور طلسم کشا
کو بھی مین نے پکڑا یہ کہکر اخرس چاہتا تھا کہ ارقم کو ذبح کرے کہ یکبار ارقم نے بھی حرف دوڑون کیا اسکی حرکت سے اذیت
جو ہوئی تو اخرس ہاے ہاے کرکے نیچے گر پڑا اور ارقم بھی ہوا اسکے سینے پر چڑھ بیٹھا اور کہا او بدمعاش اے حرامزادے تو نے
امیر کے ساتھ دغا کی مین تجھے کب جیتا چھوڑتا ہون یہکر اسنے کمر سے خنجر ہاتھ اٹھایا کہ اخرس کو ذبح کرے اور ہاے اور دو
رہا جو سبب ہیکل امیر کے سر پر سایہ فگن رہتا تھا واہ تیرہ بخت کی کہ یکبار اسنے ایک رسن کی پھانسی ارقم کے
گلے مین ڈالی کے ایک جھٹکا مارا کہ فقذا ارقم اخرس کی چھاتی سے نیچے گرا اور اخرس اسپر چڑھ بیٹھا یکبار ریحا نے کہا
کہ اسی طلسم کشائی مین اُسدن سے فکر مین لگی تھی کہ جس دن سے یہ طلسم مین داخل ہوا تھا مگر میرا قابو نہ
چلتا تھا آج میرے قابو مین آیا ہی اب مین اسوقت کب چھوڑتا ہون اور اخرس نے ارقم کو باندھا اور دو
باندھ کے اخرس اور ریحا سے جادو دونون آئے اور امیر کو دیکھا کہ ملکہ رضیہ کے پاس بیٹھے ہین یکبار
اخرس نے امیر سے کہا ای امیر ملکہ سے الگ ہو بیٹھو اور مین تو اس ہیکل کے واسطے آیا تھا سو اب وہ ہیکل بھی
میرے پاس آ گئی ہی اور میرے ہاتھ لگی ہی ارے مین کب تجھے چھوڑتا ہون پس اخرس نے یہ کہکر طلسم سے گرفتار
کیا اور اخرس اور ریحا سے جادو یہ دونون رضیہ اور امیر اور ارقم کو منظلم اور تیرہ بخت
کے پاس لے کر سے چلے

دو گلے داستان حال منظلم اور تیرہ بخت کے سنیے

کہ یہ دونون آپس مین یہ باتین کر رہے ہین منظلم کہتا ہی تیرہ بخت سے کہ ای تیرہ مین مرتا ہون تم رضیہ کو میرے حوالے
کردو مین اس سے وصل حاصل کرون اور اخرس گیا ہی طلسم کشا کو لینے کو وہ بھی حمزہ کو لے کر آتا ہی یہ سنکر تیرہ بخت
نے کہا واہ واہ یہ تم کیا کہتے ہو یہ ہرگز نہین ہونے کا تم اپنے معشوق کے ساتھ عیش کرو اور مین طلسم کشا کے
واسطے تڑپا کرون پس دونون سے آپس مین یہ باتین ہوتی ہین کہ یکبار ایک عیار گردین کھو دو اور پسینے مین
غرق آیا اور اُنے تیرہ بخت اور منظلم کو مجرا کیا اور عرض کی کہ اخرس اور ریحا سے جادو یہ دونون ملکہ رضیہ
سلطان اور طلسم کشا کو لیے آتے ہین بس یہ سنتے ہی دونون ناچنے لگے اور اخرس نے کہا ای تیرہ بخت
جو مجھ سے وعدہ کیا تھا وہ وعدہ بھی پورا ہوا اب تم میرے ساتھ ہم صحبت ہو یہ سنکر تیرہ بخت نے کہا تو مجھ احمق
ہوا ہی بس تیرہ بخت تو یہ کہتی رہی مگر اخرس نے کچھ خیال نہ کیا غرض جب یہ خوب سا مساس کر چکا اسوقت اخرس
نے چھوڑ دیا کہ یکبار قرقشہ بولی کہ بلاؤن میرا بھی وعدہ پورا ہوا یہ سنکر تیرہ بخت نے کہا تو بھی جا کٹ پٹ جا ظالم

سے وقفشہ دوز کو مظلم سے لپٹ گئی اور بیتوا مظلم نے اُسے بھر لگا اور مرنگا کا یک مانتی تھی پس خوب اُسنے بھی اپنا کام کیا اور فوراً لوٹ کے
وقفشہ ملعونہ نے چھوڑ دیا اور اب یہ دونوں ایک تخت پر بیٹھے اور سب کے رنگ بارے ڈرتا ہی کے بندھے ہوے ہیں اور دیوار کے بدن پے
تمام ننگی ہیں اور موتی جالے کے بھبوت ملا ہی اور مالے موتیوں کے پہنے ہوے ہیں اور تمام جادوگر غرق دریاے جواہر ہیں اور کئی ہزار
جادوگرنیاں کرسیوں اور چوکیوں پر بیٹھی ہوئی ہیں کہ یکبار سواری امیر کی آئی اور رضیہ سلطان ایک تخت پر بیٹھی ہوئی ہیں مگر منھ
اپنا بالوں سے چھپائے ہوے ہیں اور امیر کی حالت غیر ہوا اور اپنے دل میں کہتے ہیں کہ جس بات کا ڈر تھا وہی بات آگے آئی اور میں
تو مرنے پر مستعد ہوں اور اگر ملکہ رضیہ سلطان کی کوئی بے عزتی کی بات ہوگی تو میں اپنے تئیں مار کر مر جاؤنگا اور ان ساروں کو
کو اُنکے خیمہ میں گھس کر مارونگا فرض ہمارے مقدر نے یہ دن دکھایا کہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھنا پڑا پس امیر اور رضیہ
دونوں آئے اور تخت پر بیٹھے ہیں کہ یکبار مظلم نے تیرہ بخت سے کہا کہ تم باتیں امیر سے کرو اور تیرہ بخت نے کہا مظلم سے
کہ تم باتیں ملکہ رضیہ سے کرو تیرہ بخت نے امیر کو دیکھکر کہا اے طلسم کشا تم واقعی قتل ہونے کے لائق ہو کہ تم نے میری
ماں ظلمانہ کو مارا ہی اور بہت سے جادوگروں کو مارا اور اُن سب کا خون تمہاری گردن پر ہی اور یہ بھی ہمارا سلوک ہی کہ ہم
تم کو چھوڑ دیتے ہیں یہ کہتی تھی اور امیر سے آنکھ ملائی جاتی تھی لیکن اب تم کو لازم ہی کہ جو میں کہوں وہ تم مانو اور جو نہ مانوگے
تو میں بُری طرح سے پیش آؤنگی یہ سنکر امیر نے کہا کہ او قطامہ لگاتہ ارے میں تیرے کہنے کو کبھی نہ مانونگا اور تیری آرزو
نہ پوری ہوگی اور ادھر مظلم نے ملکہ رضیہ سے کہا کہ اے ملکہ آفاق آرزو میری یہ ہی کہ مجھکو غلامی میں قبول کیجیے یہ کہکر ملکہ
کی طرف دیکھا اور اُسنے کہا کہ ارے او حرامزادے نالائق خدا مجھے اُس دن کو نہ رکھے کہ میں کسی کی صورت سوا سے
طلسم کشا کے دیکھوں اور کسی سے بات بھی نہ کروں اور مجھکو اُنہی کے ساتھ مرنا اور جینا ہی جب ملکہ نے مظلم سے یہ کہا اور
امیر نے تیرہ بخت کو بُرا کہا پس یہ دونوں خفا ہوے اور برہم ہوے اور ان دونوں نے کہا کہ یہ یوں نہ مانینگے جبتک
سب رفیق اور دوست اور لوگ انکے مارے نہ جائینگے پس یہ کہکر ان دونوں نے آگ منگوائی اور دونے اُن کے
کچھ پڑھکر اُس آگ پر ڈالے جب چٹ چٹاہٹ ہونے لگی تو یکبار اندھیرا ہوا اور دھواں اُس خیمہ میں ایسا ہوا کہ تمام
خیمہ میں اندھیرا ہو گیا اور بعد دو گھڑی کے روشنی ہوئی اور دیکھا امیر نے کہ ایک چار دیواری شیشہ کی ہی لیکن اسمیں
ایک چیز بھی نہیں ہی اور وہ جو خیمہ تھا وہ ایک عمارت عالیشان تیار ہوئی ہی اور تمام اُسمیں زمین سنگ کی ہی اور ان
سنگوں میں آویزے الماس کے دیے ہیں اور وہ آویزے جگمگ کر رہے ہیں اور اُسمیں تیاری مجلس آرائی کی ہوئی ہی
اور ناچ رنگ گانا بجانا ہو رہا ہی اور امیر اور ملکہ رضیہ آگے بیٹھے ہوے ہیں کہ پھر یکبار تیرہ بخت نے امیر سے کہا کہ اے
طلسم کشا اب بھی میرا کہنا مانو اور میں بھی تم کو لیکے ظلمات میں پہونچتی ہوں وہاں مل کر ہم تم دونوں عیش و عشرت
بسر کرینگے یہ سنکے امیر نے اُسکو سخت و سست کہا تیرہ بخت خفا ہوئی اور کہا حمزہ کو پنجرے میں بند کرو اور مظلم نے کہا
رضیہ کو بھی پنجرے میں بند کرو ملکہ اسکو مار ڈالو یہ سنکر تیرہ بخت نے کہا ابھی ان دونوں کو مارنا اچھا نہیں ہی اور جب
انکی ساری فوج اور لشکر کو پکڑ لینگے اُسوقت انکو بھی مار ڈالینگے پس مظلم نے کہا اچھا فرض ساتھ ہی حکم کے دو پنجرے
تیار ہوے امیر اور ملکہ کو پنجرے میں بند کیا اور حکم کیا کہ دو بیل بنے اور سامنے لشکر کے اُن دونوں بیلوں کو گڑوا دیا اور دونوں
پنجروں کو بیلوں میں لٹکا دیا اور سامنے لشکر امیر کا دکھائی دیتا ہی اور امیر بحسرت دیکھتے ہیں اور کچھ قابو امیر کا نہیں
چلتا ہی اور یہاں اس تیرہ بخت اور مظلم نے کہا میں تو اپنی صورت بدل کر امیر کی صورت بناتا ہوں اور اے بہن تم صورت
رضیہ سلطان کی بناؤ اور ہم تم ساتھ طلسم کشا کے عیش و عشرت مشغول ہوں اور ہم دونوں مزا اُٹھا لیں پس امیر
اور رضیہ یہ دونوں اسی حسرت میں مر جائینگے اور انکو تمام عمر یہ بات نصیب نہ ہوگی پس مظلم نے اپنی صورت

سحر سے طلسم کشائی تیاری کی اور تیرہ بخت نے اپنی صورت ملکہ رضیہ کی بنائی پس امیر کی صورت میں اور مظلم کی
صورت میں کچھ فرق نہ تھا اور جو پوشاک امیر کی تھی وہی پوشاک مظلم نے پہنی اور سر مو کسی بات میں فرق نہیں ہوا
اور اس تیرہ بخت قطامہ نے اپنی صورت ملکہ رضیہ کی بنائی وہ بھی پوشاکیں پہن کر بیٹھی اور تیرہ بخت نے
پلنگ اپنا صحن میں بچھوایا اور مسند اسکے آگے بچھی ہوئی تھی غرض یہ دونوں شراب پیتے ہیں اور آپس میں خوش فعلیاں
اور بوس و کنار میں مشغول ہوئے اور اس نشہ کی حالت میں ان دونوں نے اپنا منہ بھی کالا کیا اور تیرہ بخت
نے امیر سے کہا کہ کیوں حمزہ ہم نے تو اپنا قرار یونہیں کر لیا اور تم کو کہ تمہیں تمام عمر یہ بات بھی نصیب ہوئی اور ملکہ
رضیہ نے یہ بات دیکھکر اپنا منہ پھیر لیا اور سر بھی نہ اٹھایا امیر نے لاحول پڑھنا شروع کیا اور گالیاں دینا
شروع کیں اور امیر اپنے جی میں کہتے تھے کہ سچ سچ شیطان اور ابلیس ہیں انہیں کچھ حیا اور شرم نہیں ہے اسوقت
تیرہ بخت نے مظلم سے کہا کہ بس یہ یونہیں راضی ہونگے پھر دونوں چلے ہو رہے دوسرے دن شام کو طبل جنگ
بجوایا اور ہرکارے اور جاسوس آئے اور سلطان سرخپوش کو خبر دی کہ لشکر مظلم میں طبل جنگ بجا
پس اسنے بھی کہا ہمارے لشکر میں طبل جنگ بجے غرض لشکر اسلام میں بھی طبل جنگ بجا اور دونوں لشکر دن میں
تمام رات تیاری جنگ کی رہی اور صبح کو دونوں دریائے لشکر میدان میں آئے اور سلطان سرخپوش
تخت پر سوار چہار سمت کے لوگ پرا باندھے کھڑے ہیں اسوقت مظلم بولا اگر انکو سحر کر کے مارنا ضرور ہے کوئی جاکے
اور انکو پکڑ لائے ایک جادوگر ادھر سے نکلا اور پکارا کہ میدان جائید ہر کہ آرزوے مرگ داشتہ باشد بہ یکبار
سلطان شرقیہ آباد کہ نام اسکا اشرق سرخپوش تھا وہ مرکب اپنا کاوا کر کے صف میں سے نکلا اور ہم تنگا در ہوا
اور جنگ کی اور ملک اشرق نے کتنے آدمی جان سے مار ڈالے جب کہ دیکھا اخرس نے اور مظلم نے کہ یہ بھی یونہیں
نہ مانینگے انکو سحر کر کے پکڑو پس اخرس آپ میدان میں نکلا اور اسنے سحر سے ملک اشرق کو پکڑ لیا اور جتنے
لشکر اسلام کے تھے مع سردار سب کو سحر سے گرفتار کیا پس جسوقت اسنے امیر کے رفیقوں کو اور شرقیہ آباد اور
جنوبیہ آباد اور غربیہ آباد اور شمالیہ آباد والے سب کو پکڑ لیا اسوقت شام بھی قریب ہو گئی تھی کہ یکبار اسنے
طبل بازگشت بجوایا اور کہا سلطان سرخپوش اب بھی میرا کہنا مان اور حاضر ہو نہیں تو کل تو بھی ذلیل اور رسوا
ہوگا پس یہ سنکر سرخپوش نے کہا او گدھے کیا بکتا ہے پس یہ کہکے طرف خیمہ گاہ کی مراجعت کی اور یہ اپنے خیمہ
میں آئے اور اب ان لوگوں کے گرفتار ہونے سے ان سب پر ہراس زیادہ ہوا ہے اور سلطان جنیان کو یاد کر کے
زیادہ بیقراری کرتے ہیں اور اخرس جتنے سردار پکڑ کے لیگیا ہے ان سب کو بھی پنجروں میں قید کر کے لٹکا دیا اور
باقی جتنے لوگ تھے ان سب کو زیر پل بٹھلا دیا ہے اور امیر سے کہا کیوں حمزہ دیکھو تیرے ساتھی تھے ہیں اور رفیق
گرفتار ہو چکے ہیں اور کل سلطان سرخپوش کو بھی پکڑ لائینگے اور سب کو ہم قتل کرینگے ورنہ اب بھی کہنا ہمارا مان
اور کیوں اپنے ساتھ سب کو خراب کرتا ہے یہ سنکر امیر نے کہا او حرامزادے یہاں مرگ بہتر ہے اس زیست سے اور یہ
نہیں ہوسکیگا مجھ سے کہ تم نابکاروں کی میں تابعداری کروں یہ ممکن نہیں ہے اور اگر ہمارے خدا نے ہماری
تقدیر میں یونہیں مرگ ہماری لکھی ہے تو منظور ہوگی اور اگر ہمارا مقدر اچھا ہے تو میں تم کو دیکھو تو کس طرح سے
مارتا ہوں اور میں تم سے کسی طرح سے کمزور نہیں ہوں انشاء اللہ تعالے میں تم کو مارینگے اور مظلم اور تیرہ بخت
سے کہا کہ جو تم چاہتے ہو وہ کبھی قیامت تک نہ ہوگا یہ سنکر تیرہ بخت نے کہا بھلا دیکھوں میں تجھے کس طرح سے
مارتی ہوں یہ کہکر اسنے سلطان سرخپوش سے کہلا بھیجا کہ اے سلطان سرخپوش اب بھی جو اپنا بھلا چاہتے ہو

تو چلے آؤ نہین تو بُری طرح سے پیش آؤنگی اور ایک نامہ لکھکر ایلچی کے ہاتھ بھیجا پس ایلچی نامہ لیکر روانہ ہوا اور
سلطان سرخیوش کے پاس آیا اور نامہ دیا اور سلطان سرخیوش نے وہ نامہ پڑھا اور اُس ایلچی سے کہا کہ جا کر مشعلم اور
تیرہ بخت سے کہنا کہ او بد معاش خدا نہ کرے کہ پاؤن ہمارا راہ ہدایت سے لغزیدہ ہو اس راہ صراط المستقیم پر ہم ہمیشہ
عمل کرتے ہین اور کبھی اس راہ سے پاؤن کو ہمارے بازگشت نہو اور کہدینا اُس حرامزادے اور اُس حرامزادی سے کہ
اگر خدا نے چاہا تو ہم بھی اُسی طرح سے بادشاہت کرینگے اور با خوشی رہینگے پس یہ ایلچی جواب لیکر چلا گیا اور لشکر
مین طبل جنگ بجے طبل جنگ کی آواز بلند ہوئی اور ہرکارون نے سلطان سرخیوش کو خبر دی اور سلطان
سرخیوش نے بھی حکم دیا کہ ہمارے لشکر مین حکم کردو کہ طبل جنگ بجے پس دونون لشکرون مین تمام شب تیاری
جنگ کی شروع ہوئی مگر سلطان سرخیوش کو حد سے زیادہ بیقراری ہوئی اور تشویش ہوئی اُسوقت عمرو نے
کہا اے سلطان اتنی بیقراری تم کو نہین چاہیے اور حمزہ پر ایسی واردات ہوئی تھی مگر اللہ نے انکو محفوظ رکھا اور
اس بلا سے بھی کوئی صورت مخلصی کی ہوگی یہ سُنکر عمرو سے سلطان سرخیوش نے کہا اے شاہ عیاران عیار اے
عمرو ابن امیہ نامدار مین نے سُنا ہے کہ نام تیرا سر بندہ جادوگران و ترسندہ ریش کافران ہے تو ہی کچھ مدد کریگا
تو میرا اور ملکہ رضیہ اور سب سردارون کی مخلصی ہوگی یہ سُنکر عمرو نے کہا اے میان جی مین نے تمام عمر ایک جون بھی
نہین ماری ہے اور تم مجکو جادوگرون مین بدنام کرتے ہو مگر ہان ہمارا پروردگار دیکھو تو وہ کیا کرتا ہے پس سلطان سرخیوش
اس سوچ مین چپ ہو کر بیٹھے تھے کہ دیکھیے خدا کیا کرتا ہے تمام شب سلطان سرخیوش کو عبادت مین گذری اور خدا
سے دعا مانگا کیا ہے کہ اے رب العالمین تو ہی قوت اور دوست رکھنے والا ہے اور غارت کر ان ابلیس پرستون کو سب جتنے
مسلمان تھے سب کو تڑپتے اور دعا مانگتے گذری اور جب گریبان سحر نے چاک کیا جتنے مسلمان تھے سبھون نے اپنے سرون پر
کفن باندھے اور کفنیان پہن کر آمادہ مرگ ہوے اور سب نے یہ کمر باندھی ہے کہ آج مرجاینگے مگر بے موت
نہین مرینگے ان جادوگرون کے ہاتھون سے اور اور ایسی زیست سے مرگ بہتر ہے اور ایک طرف حرم محترم جو سلطان
سرخیوش حبشی کے ہین تو انھون نے اپنے منھ پر نقاب ڈال لی ہے اور ترکشون مین تیر بھرے ہین اور کمان کاندھے پر
اپنے رکھے ہین اور بچہ سلیمانی کو حمائل کیے ہوے ہین اور گھوڑے پر مستعد ہین اور کئی لاکھ پری زادین اور جن یہ بھی
اُنکے ساتھ ہین مگر سب بچہ سلیمانی حمائل کیے ہوے ہین اور اسی طور سے پر نکلے ہین کہ جیسے مُردے گھر سے
جنازہ نکلتا ہے اور آکر پرا باندھکر کھڑے ہوے ہین اور سلطان سرخیوش بھی تخت پر بیٹھا ہے اور یہ عالم ہے کہ سارے
مسلمان کفن پہنے ہوے ہین اور جب سلطان سرخ پوش نے دیکھا اور بہن اُسکی حالت غیر ہوئی
اور بیقراری اُسکو زیادہ ہوئی اور سب کو لیکر میدان جنگ مین کھڑا ہوا اور ادھر یکبار آمد جادوگرون کی ہوئی پس
پرے کے پرے چلے آتے ہین لیکن عجیب عجیب طرح کی صورتین ہین انکی اور عجیب عجیب طرح کی سواریان ہین کوئی
کو اژدہا آتش فشان پر سوار ہے اور کوئی ہرن پر سوار کوئی طاؤس پر کوئی شیر پر سوار ہے مگر آتش اُنکے
منھ سے ہر بار ساتھ دم کے نکلتی ہے اور ایسی ہیبت ناک شکل سے آتے تھے اور ایک تخت سے کے اوپر
مشعلم اور تیرہ بخت سوار ہے لیکن تاج شاہی بر سر دھارے بادشاہی دربار دبدبہ الگ اُس بد معاش
کے گلے مین ہے اور ادھر دوسرے تخت پر یہ تیرہ بخت ہے یہ بھی ایک ابلیس کنگرے کا تاج سر پر ٹیڑھا رکھے
ہوے ہے اور ایک جوڑا بہت قلمکار پہنے ہوے ہے اور غرق دریائے جواہر ہے پس یہ دونون تخت پر
آکر کھڑے ہوے اور ڈھول بجنے لگے اور ناقوس نوازی ہونے لگی یہ تمام ساحرون مین عجیب طرح کی ایک

خوش تھی کہ یہان سے باہر ہو اور اخرس اور ہمارے جادو یہ دونون تیرہ بخت کے پاس کھڑے ہین اور اخرس
تیرہ بخت سے خوش فعلیان کر رہا ہی تیرہ بخت بھی ایک ناز و نخرے سے اس سے بات کرتی ہی اور ایک
عورت کو قرقشہ ملعونہ منظلم سے چہل کر رہی ہی اور متبسم اُس سے باتین کر رہی ہی لیکن عجب طرح کا ایک ہنگامہ
لشکر جادوگران مین ہو رہا ہی آج لوح طلسمی تیرہ بخت کے گلے مین ہی اور یکبار اخرس نے منظلم اور
تیرہ بخت سے کہا مین جاتا ہون اور سلطان سرخ پوش کو پکڑے لاتا ہون ان دونون نے کہا کہ جاؤ تو وہ
بد معاش ہرن پر سوار ہی بس یکبار آ کر ہرن کو میدان مین لایا اور آ کر پکارا اور یہ پکارا کہ او سلطان
سرخپوش بھیج کسکو بھیجتا ہی یا تو آ کر مجھ سے مقابلہ کر لیں جسوقت اخرس نے یہ کہا اُسوقت سلطان سرخپوش
نے سب کی طرف دیکھا پس معلوم ہوا اُسکو کہ کسی کا ارادہ نہین ہی اور کوئی گھوڑے کے تنگ کو درست کر رہا ہی اور
کوئی سپر کے پھولون سے کھیل رہا ہی غرض سلطان سرخ پوش نے کہا کہ کوئی نکلے اُسکے سامنے میدانداری کرے تو ان لوگون نے
یہ جواب دیا کہ ای سلطان سرخپوش وہ جو لوگ ہم سے زبردست تھے اُنکو تو یہ پکڑ لے گیا ہم بیچارے
کیا کرین یہ سُنکر سرخپوش ناچار ہوا اور خدا سے دست بدعا ہوا اور یہ عرض کرنے لگا کہ ای رب العزت وای رب العالمین
یا ارحم الراحمین تو ہی ہمارا اُسوقت حامی اور مددگار ہی یہ دعا مانگ کر اپنے گھوڑا مانگا اور قریب سو برس کے اسکا
سن ہی غرض اپنے تخت پر سے اُتر کر گھوڑے پر سوار ہوا اور اسی طرح سے سر برہنہ گھوڑا اُڑا کر میدان مین آ کر
برابر اخرس کے کھڑا ہوا اور یہ اخرس بد خصلت بد طینت خرس بادیہ ضلالت سامنے سلطان سرخپوش جیتی کے
آیا اور قہقہہ مارکے ہنسا اُسنے کہا کہ آج تو میدان مین میرے مقابلے کے لیے آیا معلوم ہوا کہ اب کوئی سردارون مین
نہین باقی رہا جو تو خود میدان داری کو آیا ہی او سلطان سرخپوش کیون کمبختی تیری آئی ہی ارے خیال
کر کے دیکھ کہ شاہ جادوان تجھے بلاتا ہی اب بھی چلا آ اور دین ابلیس پرستی اختیار کر دیکھ عزرائیل بدر ابلیس
اور اس اشیاطین نے کیا اپنا فضل کیا ہی اور کیا اُس دین کو مستحکم کیا ہی بس تجھکو بھی لائق ہی کہ تو بھی
شکر کر کہ بادشاہت تیری قائم رہتی ہی اور تو دینی چینی کو سمجھا کہ وہ شاہ جادوان کو قبول کرے یہ سُنکر سلطان
سرخپوش نے کہا او بد معاش کیا گوہ کھاتا ہی ارے وہ رب العالمین کہ جسنے حرف کن سے یہ زمین و آسمان
بنایا ہی اُسکے ہم بندے ہین اور اُسنے ہمین پیدا کیا ہی وہی ہماری عزت و حرمت کا رکھنے والا ہی یہ سُنکر
اخرس نے کہا تو یون نہین مانے گا اب تیرے ہاتھ باندھ کے لے جاؤنگا یہ کہکر اخرس نے کہا خبردار ہو یہ
کہکر اُسنے جھولی مین سے ماش نکال کر پڑھکر سلطان پر مارے ہنوز ہاتھ بھی اُسکا جھولی سے باہر نہین
نکلا تھا کہ ایکبار سلطان سرخپوش نے درگاہ جناب باری کی طرف رجوع کر کے بخضوع و خشوع
اس طرح بلبلا کے دعا مانگی کہ تیر دعا نشانہ اجابت پر پہونچا ناگاہ ایک طرف سے ابر تیرہ و تار پیدا ہوا اور سب
کی نگاہ ابر تیرہ پر پڑی اور اُس ابر مین سے گڑگڑاہٹ شروع ہوئی منظلم اور تیرہ بخت نے دیکھا اور اخرس
کی بھی نگاہ جا پڑی اور سب جادوگران اور سلطان کھڑا ہوا ہی کہ اتنے مین وہ ابر آ کر سارے
لشکر پر چھایا اور خلق ہوا دیکھا ایک نقابدار سفید پوش پیدا ہوا ہی اور چار نقابدار اُسکے
ساتھ ہین ایک نقابدار سنجرفی پوش ہی اور ایک نقابدار صندلی پوش اور ایک
نقابدار بنفشہ پوش اور ایک زرد پوش ہی یہ چارون گھوڑون پر سوار ہین اور ساتھ سے چلے
آتے ہین وہ نقابدار آ کے صف مین کھڑا ہوا جتنے مسلمان تھے سب اُس نقابدار

سکے پاس آ کے اور کہا اے عابد زاہد ہمیں ان جادوگروں کا غلبہ ہی اور ہمارے تاجدار اور افسر اور رضیہ سلطان اور خورشید لقا
کو پنجروں میں قید کیا ہی اور سب سرداروں کو پکڑ لے گئے ہیں لیکن آج سلطان گیا ہی اور ڈرتے ہیں کہ اور یہ بھی سمجھ رہا ہی یقین
ہی کہ وہ بھی پکڑا جائے گا جسوقت اُسکو پکڑ لینگے تو اسوقت ہم سب مسلمانوں کو قتل کرینگے یہ سنکے اُس مقدس نے نقابدار
شنجرفی پوش سے کہا کہ تم جاؤ مقابلے کو میدان میں اور ان ساحروں کا سامنا کرو اور سلطان سرخپوش سے کہا کہ تم جاؤ
میدان سے پس یہ سنتے نقابدار شنجرفی پوش مرکب کودا کے اندر میدان میں آیا اور سلطان سے کہا کہ تم پھر جاؤ
غرض سلطان سرخپوش باحال تباہ گریبان دریدہ وبال پریشان سر برہنہ با چشم گریان پھر کے اُس مقدس پاس آیا
اور پوچھنے لگا اے برادر ہم بیکسوں کی کفالت اور مددگاری کو آپ کہاں سے تشریف لاتے ہیں اور اسم آپ کا کیا ہی
یہ سنکر اُس مقدس نے تبسم فرمایا اور کہا نام میرا ظفران زاہد ہی اور اے سلطان سرخپوش تم خاطر جمع رکھو اور نگاہ
پروردگار پر رکھو دیکھو تو خدا کیا کرتا ہی سلطان سرخپوش جبتی سے یہ کہکر قلمدان منگوا دیا لوگوں نے بجلدی تمام لاکر
حاضر کیا اور ظفران زاہد کے روبرو رکھدیا اور انھوں نے قلمدان کھولا اُسمیں سے کاغذ نکال کر ایک نقش
بھرا وہ نقش لکھکر انھوں نے اُڑا دیا کہ ایکبار وہ نقش اُڑ کر اُس نقابدار شنجرفی پوش کے مُنہ کے سامنے آیا
اُسنے جو یہ دیکھا فوراً اپنے مرکب کو کڑکڑا کر ایک ہی تگا ور اُس اخرس خرس کی پیشانی کو دی کہ ایکبار اخرس نے
اُس نقابدار سے کہا کہ اے نقابدار تجکو اس فتنہ فساد اور اس لڑائی سے کیا کام ہی کہ انکی طرفداری کرتا ہی تجھے
اپنی جان کا خوف نہیں ہی یہ سنکر نقابدار نے کہا کہ او بے حمیت او نابینا تو احمق ہی ہم لوگ مسلمان ہیں کیونکر ہم
مسلمانوں کے شریک نہوں کسواسطے کہ ہمارا اور اُنکا مذہب ایک ہی اور ہم سب بھی ملت بیضا رکھتے ہیں اس سے یہ
سنکر اخرس خرس بادیۂ ضلالت ہنسا اور کہا کہ تم جو طرفدار انکے ہوکر آئے ہو اور ہم سے عہدہ برائی کر سکوگے یہ سنکر
اُس نقابدار نے کہا کہ بفضل خدائے عزوجل سے میں تجھے زیر کرونگا پس اخرس نے خفا ہوکر ہاتھ اپنی جھولی میں ڈالا
اور اُسنے جھولی میں سے ہاتھ ڈال کے ماش اور سرسوں اور سوئی اور دھونی مرچوں کی انگور دھتورے کے پھل نکالے اور
آنکر اسم سحر پڑھا اور پڑھکے ماش کے دانے اُس نقابدار پر مارنا شروع کیے پس شعلہ آگ کا بن بن کے آتا ہی اور
پھر جاتا ہی اور غائب ہوجاتا ہی یہ دیکھکر اخرس حیران ہوا اور گھبرایا اور چاہا اُسنے کہ نقابدار کے سامنے سے بھاگے
مگر بہادر کب جانے دیتا ہی کہ ایکبار نقابدار مرکب کو کڑکڑا کر لپٹ گیا اخرس نے بہتیرا پیچ کیا مگر نقابدار پر بازو نہوا
کہ ایکبار نقابدار نے جھک کر ہاتھ اپنا اُسکے کمر میں ڈال دیا اور نعرہ اللہ اکبر کھینچکر لنگر اخرس کا توڑ لیا اور لنگر
توڑ کر اُسکو چرخ دیا اور چرخ دے کر زمین پر دے مارا بیچارہ دونوں شانے چت گرا اور نقابدار نے اُسکی مشکیں باندھیں
اور لشکر میں اپنے بھجوا دیا پس جسوقت اس حرامزادے کو باندھ کے بھیج دیا اور ساحروں کے ہوش جاتے رہے اور
کوئی اُس نقابدار سے مقابلہ کرنے کو نہ نکلا کسواسطے کہ اخرس کے سب شاگرد تھے پس اسواسطے کوئی سامنے
نقابدار کے نہ آیا مگر تھوڑی دیر میں ہمانے جادوگر گھبرا کر نکلی اور سامنے نقابدار کے آئی اور ادھر وہ مقدس
نقش لکھکر ہوا سے آسمان کرتا ہی اور وہ نقش صورتیں جنات کی بنا بنا کر آتے کہ یکایک وہ ہمانے جادو
زمین پر آئی اور ایک اژدر آتش فشاں کی صورت بنکر نقابدار پر دوڑی اور آگ اُسکی ہوت جاکر بجھ گئی جسطرح
سے کوئی پانی سے بجھاتا ہی اور وہی صورت اُسکی ہوگئی غرض نقابدار نے اُسکو بھی گرفتار کرکے اپنے لشکر
میں بھجوا دیا اور نقابدار نے نہیب کیا اور پکارا کہ اے ساحران مکار و اے جادوگران غدار نکلو میدان میں
اور آکر سامنا میرا کرو اور تم نے مسلمانوں پر بہت زور کیا تھا اب اپنی سزا کو پہونچے غرض کوئی نہ نکلا یہ دیکھکر

نقابدار گھوڑا اڑا کر ساحرون کی فوج مین گھس گیا پس جسوقت نقابدار تلوار مارتا ہی جسمین سر گر کر جاتا ہی
دو جادوگر جسوقت جھولی مین اپنا ہاتھ ڈالکے ارادہ کرتے ہین کہ ہم سحر کرین پس کوئی جھولی مین اُنکے ہاتھ پکڑ لیتا ہی
اور وہ ہاتھ اُنکا وہین رہ جاتا ہی اور کوئی کسی کی زبان پکڑتا ہی وہ بند کر دیتا اور کوئی گلا گھونٹتا ہی کہ آنکھین نکلی آتی ہین
اور نقابدار قتل کرتا جاتا ہی کوئی اُسکا سامنا نہین کرتا ہی نقابدار جو ایک تلوار مارتا ہی پچاس ساحرون کے
سر اُڑ جاتے ہین غرض تلوارین مارتا ہوا نقابدار تخت مظلم کے پاس پہونچا اور دیکھا مظلم نے کہ نقابدار
میرے تخت کے برابر آیا ہی یہ دیکھکر مظلم نے ارادہ سحر کا کیا مگر سحر اُسکو یاد نہین آتا ہی مظلم بدحواس ہوا اور
سوچا کہ شاید اس ہیکل سے تیرا سحر فراموش ہوا ہی یہ خیال کرکے ہیکل اپنے گلے سے اُتار کر تیرہ بخت کے پاس
پھینک دی اور چاہا کہ تخت پر سے کود پڑے کہ ایکبار نقابدار نے گھوڑا اڑا کر اُچھلکے ہاتھ اپنا کمربند مین ڈالدیا اور
نعرہ اللہ اکبر کا کرکے لنگر مظلم کا توڑ لیا اور چرخ دیکے اُسکو زمین پر مارا اور کود کے اُسکی مشکین باندھین اور کمند
سے اُسکو باندھا اور پھر سوار ہو کر گھوڑے پہ شمشیرزنی کرنے لگا کہ اتنے مین شام ہو گئی تھی اور نقابدار نے کہا ای
ساحرون سے کہ آج مین تم کو چھوڑے جاتا ہون اور کل انشاء اللہ تعالے اگر تم سب کو پکڑ کر باندھ لے جاؤنگا یہ کہکر
مظلم کو باندھے ہوے اپنے ساتھ لیکر نقابدار شنجرفی پوش ظفران زاہد کے پاس آیا پس ظفران زاہد کی
سلطان سرخپوش شادیانے بجواتے ہوے اپنے خیام والا احتشام مین داخل ہوے اور سلطان سرخپوش خفی
ظفران زاہد کا بہت ممنون احسان ہوا فقیر دان اور پاندان اور کشتیان انواع اقسام طرح کی روش نقدس
کے آگے رکھین اور سلطان سرخپوش نے کہا کہ ان تینون حرامزادون کو میرے سامنے لاؤ غرض لوگ ان تینون
کو لائے سلطان سرخپوش نے کہا کہ ان تینون کی گردن مارو کہ سارا فساد انہین تینون کا ہی جسوقت اخرس نے
یہ دیکھا کہا کہ ای سلطان سرخپوش یہ مقدور تمھارا نہین ہی کہ تم ہماری گردن مارو ورنہ ابھی سلطان جہان امیر
گیتی ستان اور ملکہ رضیہ اور سب انکے رفیقون کو تیرہ بخت مار ڈالیگی یہ سنکر ظفران زاہد نے کہا ای صلاح
انکے مارنے کی نہین ہی بروقت خلاصی امیر سمجھا جائیگا یہ سنکر سلطان سرخپوش نے ان تینون کے واسطے پنجرے
بنوائے اور تینون مردون کو پنجرے مین بند کیا اور تین فیل جو اکر انھون نے بھی گڑوائے اور ان تینون پنجرون کو ان
فیلون مین لگایا اور سامنے اُنکا لشکر ہی اور ظفران زاہد اور چارون نقابدار اور سلطان سرخپوش بیٹھے
باتین کرتے ہین اور اس طرف تیرہ بخت جو اپنے لشکر مین پھر گئی بہت خفا اور رنجیدہ اپنے خیمہ مین آئی ہی اور اُسنے
سب ساحرون سے کہا ہی کہ دیکھو تو کل مین ظفران زاہد کا کیا حال کرتی ہون اور اُنکے نقش اور طلسمے کیسے نکالتی ہون
یہ کہکر اُسنے کہا کہ میرے ہوم کی تیاری کرو پس اُسی وقت صندل سے چوکا لیپ دیا اور منقل آتشین کو وہین
رکھا اور شراب کی کشتیان یہ سب اپنے پاس رکھوائین اور جتنی چیزین ہین کہ جن چیزون سے زور سحر چلتا ہی
وہ سب پاس اُسنے رکھوائین اور ایک ازنا سامنے اپنے بند ھوایا اور حکم دیا ڈھیر دینے لگے اور نافوس
پھنکنے لگے اور تیرہ بخت شراب پینے لگی اور شراب آگ مین ڈالتی جاتی ہی بعد ایک گھڑی کے اُسنے کہا ازنے
کو چھوڑ دو اور اُسکے گلے مین ہار پھولون کا ڈالدو اور ازنے کے ہاتھ پاؤن پر مہندی لگائی اور ازنے کو
چھوڑ دیا اور ایکبار وہ ازنا دونون کنوتیان بدل کر اور اُسے دیکھکر گرد پھرنے لگا اور یہ جب خوب سا گرد
پھر چکا اُسوقت تیرہ بخت نے دوماش اُسکے سر پر جو مارے گردن اُس ازنے کی کٹ کر گر پڑی اور وہ کاسہ اُسکا
خون چلو مین لیکر اُس خون سے نہائی اور تمام جسم اُسکا اور منہ اور بال یہ سب لال ہو گئے اور اُسنے منقل آتشین

اپنے پاس رکھوائی جب بدن اُسکا سب خشک ہو گیا اُسوقت اُسنے سر کو اُٹھا کر اپنے پاس رکھا اور سحر کرنے لگی
اور تیوریاں بدلنے لگی اور پلکیں جھپکنے لگی اور ہونٹھ ہلانے تیرہ بخت نے موم بھی بہت سا اپنے پاس رکھا ہی
اور بقیان کا فوری روشن ہین کہ ایکبار اُسنے اُسکے منھ مین ایک گولی موم کی دی اور سب کو کہا کہ تم سب مجھ سے
دور ہو بیٹھو کوئی میرے پاس نہ آئے بس یہ سُنکر سب اُٹھے غرض جسوقت یہ نہادھو چکی تو اُس اونٹ کے سر کو
سامنے رکھ بیٹھی اور ایک آرے سے اُسکی گردن ریتی اُسکے گرد ناقوسین بیسے ہوے سب پھونک رہے ہین اور
باہر بنگالی اپنے کام پر مستعد ہین اور اُنکا یہ عالم ہی کہ کہین ہدہد کی گردن مروڑ کے کھا جاتے ہین اور کہین فاختہ کی
ٹانگ توڑ کے چبا جاتے ہین اور کہین چڑیا کی آنکھیں کھا جاتے ہین اور منھ اُنکے خون سے سرخ ہین اور ایک ہیبت ناک
شکلین اُن حرامزادون کی بنی ہوئی ہین اور اُس بکاتہ نے تھوڑا سا پوری اور حلوا آپ کھایا اور خوب اُس اونٹ کے
سر کو کھلایا اور بولی کہ کیا کوئی جمشید اور سامری کا نام لیوا اور پانی دیوا نہین رہا ہی جو یہ نقش اور تعویذ ہمارے
اوپر چلتے ہین اور ہمارا اثر بس نہین آہ ہم سب بے بس ہو گئے ہین اور ابھی تو ہم پوتی پر دق جیتے بیٹھی ہین یہ کہکر
مشغول سحر ہوئی اور شراب پینے لگی اور اونٹ کی سر کو دیکھا کہ اس سر نے آنکھین کھولین اور دیکھا اُسوقت اُسنے
موم اُٹھا کے اپنے ہاتھ سے ایک اونٹ بنایا اور ایک بال بچہ کا لے کے اُسکو کترکے تمام سر کے اوپر بجاے پشم کے لگا دیا
اور سر پر اُسکے ایک کلغی لگائی گردن مین اُسکے ہار ڈالا اور ایک کنٹھا موتیون کا پہنایا جب اس طرح سے یہ بکاتہ
اونٹ کو تیار کر چکی تب اُسکمبخت وہ قطامہ آب خاص سے نہا دھوکے اونٹ کو ایک خوان مین رکھ کے کپڑے سے
کس دیا اور مہر شبیری اور سرہانے اپنے رکھا اور وہ جو نقل آگ کی رکھی ہین اُنکو آسانی بجھادیا جیسے کوئی پانی سے
بجھا دیتا ہی اور زہرہ وناقوس سو قوت کیے جب زہر وناقوس بجنا موقوف ہوے تو وہان سے اُٹھی طبل جنگ
بجنے کا حکم کرکے آکر اپنے پلنگ پر سو رہی تمام رات یہان تیاری رہی کہ صبح سارا لشکر مسلمانون کا غارت ہوگا اور
مسلمانون کے ہان بھی طبل جنگ بجا گیا اور سب کو ایک خوشی تھی کہ کل تیرہ بخت کو پکڑ لا دینگے اور کام ان سب کا تمام
کرینگے وہان اس بات کی تمام رات خوشی رہی اور وہ مقدس ظفران زاہد اور اُنکے بیٹے تمام رات پڑھ دعائین
پڑھا کیے اور نقش اور تعویذ لکھا کیے اور اپنے کام مین مشغول ہین کہ ایکبار ستارہ صبح کا آسمان پر چمکا اور وقت
صبح کا ہوا آمد آمد کتاروں کی طرح ہوئی اور نسیم عیار اور پیک ناقد اور پیک منظور یہ چارون عیار خبرین لے کر
آئے اور انھون نے عرض کیا کہ فوج ساحرون کی میدان مین آتی جاتی ہی پس یہ سُنکر سلطان سرجیوش اور
ظفران زاہد نے اپنے چلنے کی تیاری کی اور پوشاک سب نے پہنی اور سلطان سرجیوش نے تاج سر پر رکھا اور تخت
اپنا منگوا کر اُسپر سوار ہوا اور چار ہزار پری زادین مہ صورت پری وش نے گرد اُس تخت کے تاج کج اُنکے سرون پر
رکھے ہوے اور نیچے کمرون مین حمائل کیے اور فوج اپنے لوگ بھی سب کمرین باندھے ہمراہ ہین اور شرقیہ آباد اور
غربیہ آباد اور جنوبیہ آباد اور شمالیہ آباد یہ چارون سمت کے لوگ سب سلطان سرجیوش کے ساتھ ہین اور
ادھر ظفران زاہد اور چارون بیٹے اُنکے یہ بھی چلنے کو تیار ہوے ہین اور وہ مقدس بھی اپنا تخت منگوا کے
اُسپر سوار ہوا اور قلمدان اپنا رکھوا لیا اور چارون بیٹے اُنکے گھوڑون پر سوار یہ بھی ہمراہ ہین اور حکیم قسطاس
وغیرہ اور درویش ذاکر اور شاغل یہ بھی ساتھ ہین سلطان سرجیوش اور یہ مقدس اپنے اپنے تخت پر سوار چلے
آتے ہین اور پیچھے سب فوج پرے باندھے آئی ہی اور سلطان سرجیوش بھی آکر پرے مین کھڑا ہوا اور یہ مقدس
ظفران زاہد بھی اپنا تخت سب کی الگ کرکے رہے اور تعویذ نقش لکھنے لگے کہ ایکبار ادھر سے ساحرون کی

فوج بھی آکر کھڑی ہوئی اور دیکھا کہ تیرہ بخت بڑی دھوم دھام سے چلی آتی ہے اور تاج اُسکے سر پر رکھا ہوا ہے اور جوڑا ایک
مکلف کا پہنے ہوئے ہے اور دریائے جواہر مین غرق ہے اور ساتھ اُسکے زرقشہ ملعونہ بھی ہے غرض اُسوقت آکر اپنی صف مین
کھڑی ہوئی اُسوقت زرقشہ ملعونہ نے کچھ پڑھ کے زمین پر مارا پس ساتھ مارنے کے یہ معلوم ہوا کہ تمام زمین کانپنے لگی اُس
مقدس نے جو یہ دیکھا کہ اُس حرامزادی نے سحر کیا ہے پس اُسوقت اُنھون نے اُس نقابدار شنجرفی پوش کو اپنے پاس
بلایا اور ایک نقش دیا اور کہا اسکو دھو کر تم چارون کونون پر اپنے لشکر کے چھڑک آؤ پس نقابدار نے اُسکو دھو کر چھڑک
دیا پس ساتھ ہی چھڑکنے کے کہین زمین کو ذرا بھی جنبش نہ رہی جیسے کسی نے پہاڑ اُٹھا کر رکھدیا اور تیرہ بخت نے
یہ جو دیکھا تو زرقشہ سے کہا دور ہو بس سحر کر چکی زرقشہ یہ سُنکے چپکی ہو رہی کہ اتنے مین اُس تیرہ بخت نے تھوڑے
سے دونے مرچ کے لیکے اُنپر کچھ پڑھا اور زمین پر دے مارے پس ساتھ دے مارنے کے اُسی وقت ہزارہا مچھلیان
سے نکلے تیار ہو رہین اور غوطے مارنے لگین اور یکبارگی غوطے مار کر ایک پچاس قدم پر جا نکلین اور وہان اُچھلنے لگین
اور جس وقت یہ اُچھلتی تھین اُسوقت کسی کی نگاہ اُنپر نہین ٹھہرتی تھی اور جاکر لشکر مین مسلمانون کے برابر
پہونچین اور یکبارگی اُچھلنے لگین لیکن جیسے گھوڑے کے پیٹ کے نیچے سے اُچھلین سوار کا پاؤن توڑ کے نکلین اور
سوار کو گرا دیا جب سوار کے چھاتی مین لگین پار نکل گئین لشکر مین قیامت برپا ہوئی اُس مقدس نے جو دیکھا
ایک نقش لکھکر اُن مچھلیون کی طرف پھونک کے اُڑا دیا وہ نقش اُسی وقت دام کی صورت بنکے ساری مچھلیون پر گرا
اور سب کو پکڑ لیا اور یہ دیکھکر تیرہ بخت نے کہا یہ یون نہین مانینگے جبتک یہ اپنی سزا کو نہ پہونچینگے اور کہا تخت میرا
رکھدو پس لوگون نے اُسکا تخت زمین پر رکھدیا اور یہ نیچے اُتری اور اسنے کہا او درویشو بہت مدت تک ہم نے تمھارا کہنا
مانا اور اب ہم تمھارا کہنا نہین کرینگے اور اب حکم اور احکام سب ہمارا طلسم مین ہے اور کیون کمبختی تمھاری آئی ہے چلے جاؤ
جہان سے آئے ہو نہین تو سب کو ذلیل اور رسوا کرونگی یہ سُنکر اُس نقابدار شنجرفی پوش نے کہا او لکاتہ کیا تو کہاتی ہے
اور کیون جھک مارتی ہے اور کہا چل دور ہو یہ سُنکر اُس لکاتہ نے کہا بھلا اب کوئی دم مین تم کو معلوم ہوتا ہے پس یہ کہکر
اُس میدان مین بیٹھ گئی اور اُس لکاتہ نے کہا وہ خوان تو لاؤ غرض لوگ سرھانے سے اُسکے وہ خوان اُٹھا لائے اور
آگے رکھا اور اُسنے اُس خوان کو کھولا اور اُسمین سے وہ اونٹ نکالا اور ماش پڑھ کے اُس [illegible] پر مارے یکبارہ وہ اونٹ
بڑھنے لگا اور بڑھتے بڑھتے برابر فیل کے ہوا کہ یکبار اُس لکاتہ نے دو ماش اور پڑھ کے اُس اونٹ پر مارے اور دوسری
مرتبہ سات ماش جو مارے تو اونٹ نے جنبش کی ڈھیر وجنے لگا اور ناقوس پھکنے لگے اور جھانجھ بجنے لگی اور ماش پڑھ کے
جو مارے اونٹ اُچھل کر میدان مین آیا اور اُس شتر نے شتر غمزہ کیا وہ گھنٹا جو اُسکے گلے مین تھا وہ بجنے لگا اور
گھنٹے کی آواز اُس طرف ان زاہدون کے کان مین آئی پس اُس خوری آواز سُننے کے اُس مقدس کو غش آیا اور جتنے
مقدس اور تھے اُنکو بھی غش طاری ہوا کہ ایک بارگی سب مقدس تخت پر سے گر پڑے اُس وقت
تیرہ بخت نے آکر اُن سب درویشون کو باندھ لیا اور حکم کیا اُسنے یان نشان دبانے بجین اور جاکر وہ
اُسنے تینون نیچے اپنے اُتارے اور کہا او سلطان سرخپوش آج تجھے چھوڑے جاتی ہون کل آکر تجھکو
بھی باندھے جاؤنگی یہ کہکر وہین خوشی کی بھری ہوئی اپنے خیمہ مین داخل ہوئی اور ادھر سلطان
سرخپوش روتا پیٹتا اپنے خیمہ مین آیا لیکن آج ان درویشون کے پاس نہ ہونے سے اُسکی اور بھی
غیر حالت ہے کس واسطے کہ وہ لوگ اُسکو بڑی تقویت تھی پس اس حالت بیقراری اور گریہ وزاری
مین آکر شاہ جبار ان جبار نے کہا کہ اے سلطان سرخپوش تو اپنے دل مین ہراسان نہ ہو اور خدا پر

پر اپنا دھیان رکھو دیکھو تو خدا کیا کرتا ہی اور مین وہ ہون کہ جسنے اُم رکجبال کو غارت کیا اور مین نے اندر کوٹ اور چاہ مار
کو غارت کیا اور مین وہ ہون کہ زرکستان کے پیچ و آگر ساحرون کو مارا اور سیر امہ اور داماسہ جادو اور افراسیاب اور
الماس جادو کو مارا اور مین وہ ہون کہ مین نے شہر صندل کو ویران کیا تو خاطر جمع رکھ پس جسوقت عمرو نے یہ کہا عمرو
کے کہنے سے سلطان کو ایک نوع کی تقویت ہوئی اسوقت سلطان نے عمرو سے کہا تم کو خدا سلامت رکھے اور اب تو تمہین ہمارے
حامی و مددگار ہو اب سواے تمہارے کوئی نہین ہی ہمارا بجز خدا کے یہ سنکر عمرو نے کہا تم ہرگز ہراسان اور
بیقرار نہو یہ لکھکر عمرو نے کہا اب ایک کام کرو جو مین کہون ای سلطان تم کسی کو تیرہ بخت اور مظلم کے پاس
بھیجو کہ تم ہم کو ایک سات دن کی مہلت دو اسواسطے کہ اس عرصہ مین جو جو ہم لوگون مین ہوتا ہی وہ کرلین ہم
اب نہاتین اور دھوئین نمازین پڑھین اور پھر اپنے خدا کو یاد کرلین تو پھر مارے جاینگے اور اس کے سوا
ہم اپنی بیٹی ملکہ رضیہ کو بھی اور طلسم کشا کو بھی سمجھا دینگے کہ وہ بھی اپنے گھر مین لونڈیان اور غلام بہتیرے
رکھتے ہین آپ اسکو قبول کیجیے اگر وہ مانینگے تو بہتر ورنہ ہم سب کو مار ڈالنا اور ای مظلم وہ اسے
تیرہ بخت وہ کیونکر نہ مانینگے ہمارا کہنا ضرور مانینگے پس یہ سب احوال کہنے سے عمرو کے لکھکر پیک نامہ
اور پیک منظور کے ہاتھ بھیجا

اب دو کلمے داستان حال طلسم کشا مظلم سے تیرہ بخت کا بیان کرنا اور قید ہونا ظفران کا اور کیفیت ملکہ رضیہ کی بیان کیے جاتے ہین

کہ تیرہ بخت مظلم سے کہہ رہی تھی کہ بھیا مین کیا کرون کہ طلسم کشا کسی طرح نہین مانتا ہی یہ سنکر مظلم نے کہا بھوین کیا کرون
ملکہ رضیہ بھی نہین مانتی ہی یہ دونون شخص ایسی ہی باتین کرتے ہین اور کبھی کہتے ہین کل ہم انکو کس طرح سے مارتے ہین
کہ یہ بھی تو یاد کرین ہمارا کہنا نہ مانین اور ادھر ظفران زاہد اور امیر سے باتین ہو رہی تھین پنجرون مین انکو بھی قید کیا ہی
جن پنجرون مین مظلم اور اخرس اور ہمارے جادو سب قید تھے انکو تو نکال لیا اور ان مقدسون کو قید کیا ہی غرض
امیر نے ظفران زاہد سے سلام علیک کی کہ السلام علیک ای زاہد ودے راستی کیش وای عابد نیک اندیش
ای ملک سیر تم نے جہاد پیکر باندھی ہی کہ ان سب کو مارے اور مسلمانون کو جو اپنے مقدر مین تمہارے یہ لکھا تھا کہ جے
جانا اور اگر اس راہ مین مارے گئے تو اچھا ہی اور جو انکو مارتے تو بھی اچھا تھا یہ سنکر ظفران زاہد نے کہا ای
طلسم کشا سے جہان اگر مین یہ جانتا کہ یہ اب ایسا جادو کرینگے تو مین کاہے کو غافل رہتا اور ہمدست ہو نہ سکا
اور جو پہلے سے مجھے معلوم ہوتا تو مین بھی ایسی تدبیر کرتا کہ یہ بھی حرامزادے تو جانتے کہ ہان کسی سے سامنا پڑا تھا
یہ سنکر امیر نے کہا کہ ای ملکہ مطلب یہی معلوم ہوا یہ سب کو تو نے ہین مارے جاینگے کہ نام و نشان انکا باقی نہین
رہے گا پس ظفران زاہد نے کہا یہ آپ کیا فرماتے ہین اب تو کوئی صورت ہماری رہائی کی نہین ہی امیر نے
کہا مین خلاف نہین کہتا ہون یہ سنکر رضیہ نے کہا کہ آپ یہ ہی تسلی کرتے ہین اور یہ سناتے ہین کہ عورت ہراسان
نہو امیر نے کہا واللہ مین شرعی قسم کھاتا ہون عنقریب دیکھ یہ سب ساحر مارے جاینگے یہ سنکر ظفران زاہد نے کہا
کہ آپ کو یہ نہین چاہیے کہ اب قسم کھاتین امیر نے کہا کہ آپ نے مجھے کاذب اور دروغگو کاہے سے جانا ظفران زاہد
نے کہا مین نے اس سے جانا کہ اب کوئی ایسا نہین ہی کہ جو ہم کو چھڑا دے کس واسطے کہ اس طلسم مین کہین سے مدد بھی
نہین ہی اور نہ کوئی مدد کرے گا امیر نے کہا ای ظفران زاہد تمام عمر جادوگرون کو مین نے مارا اور میرے لشکر
مین وہ شخص ہی کہ جسنے اُم رکجبال مین ساٹھ لاکھ جادوگرون کو مارا اور شاہ شمس کو اور شہبال جادو کو

مارا اور اندر کوٹ اور چاہ ماران مین پانچ لاکھ جادوگرون کو مار کر کام تمام کیا اور سرامہ اور ردمامہ جادو کو مارا
اور ترکستان مین تین لاکھ جادوگرون کو قتل کیا اور کشمیر اور کاشغر مین الماس جادو اور الیاس جادو کو قتل کیا
اور غار افراسیاب و شہر صندل کو لوٹا اور پھونکا اور سب جلا دیا وہ میرا عاشق و شیدا ہے میری جان ہے اور
میرا قوت بازو ہے پس جسوقت اسکو یقین ہوگا کہ کوئی باقی نہین رہا ہے اسوقت وہ سرفروشی کرنے اور جان دینے
کو تیار ہوگا اور از عہد طفولیت الی الآن وہ ہمیشہ میرے واسطے سرفروشی کرتا رہا ہے یہ سنکر ظفران زاہد نے کہا کہ
مین نے ان بزرگوار کی زیارت نہین کی میرے کہا کہ آج کل مین دوڑتا ہے اور اسے کل کہان ہے یہان تو اسنے اور
ظفران زاہد سے یہ باتین ہو رہی تھین وہان وہ نامہ مظلم نے کھول کر پڑھا اور پڑھکر حال دریافت کیا لکاتہ تیرہ بخت
بولی ارے اب مین انکو مہلت ایک گھڑی بھر کی نہین دینگی اور کل ان سب کو مار ڈالونگی اور قتل کرونگی اور اخرس کی
بوا اور قرقشہ ملعونہ نے بھی کہا کہ ہم دیکھ رہے ہین کہ ایک آدمی وہان بلا کا ہے کہ اُسنے لاکھون جادوگرون کو مار ڈالا ہے
نہین صاحب اب انکو ایک گھڑی بھر کی مہلت دینا نہین اچھا اخرس نے کہا مین انکے لشکر مین اُس آدمی کو دیکھ
آیا ہون اور نام اُسکا عمرو عیار ہے وہ بڑا ہی مکار ہے یہ سنکر مظلم نے کہا ہمشیرہ تمنے دیکھا وہ جو مجھے لکھا ہے کہ ہم
ملکہ رضیہ اور طلسم کشا کو سمجھا کر راضی کرینگے بس یہ سنتے ہی تیرہ بخت کے منھ مین پانی بھر آیا اور اخرس سے کہنے لگی
جمشید و سامری کے سوا جتنے جادوگر ہین وہ سب آج میرا سامنا کرین اور جو جمشید و سامری بھی میرا سامنا
کرین تو میرا اور انکا سخت برابر ہوگا اور کسی کا تو کیا مقدور ہے جو میرا مقابلہ کرے اور میرے سامنے آئے اور جادوگر کہ
ہم نے سلطان سرخ پوش کو سات روز کی مہلت دی ہے بازو دیکھنا منظور ہے اگر سلطان سرخ پوش سے کہا کہ
تیرہ بخت اور مظلم نے تم کو مہلت دی یہ سنکر سلطان سرخ پوش نہایت خوش ہوے اور ہنسے عمرو سے کہا کہ آپکے
آنے سے مین نے آدمی بھیجے تھے سو مہلت سات دن کی دی ہے یہ سنکر عمرو نے کہا انشاء اللہ تعالی دیکھو تو مین
کیا کرتا ہون اے سلطان تین باتون سے مجھے ڈر لگتا ہے ایک تو مین کشتی پر دریا مین سوار نہین ہوتا ہون ذرا سی آنچ
مین کشتی زیر و زبر ہوکر ڈوب جاتی ہے پھر وہان رستمی پیش نہین آتی ہے اور نہ کچھ عیاری کام آتی ہے اور نہ کچھ مکاری
چلتی ہے اور ایک مین ساحرون کے لشکر مین نہین جاتا ہون کسواسطے کہ ایک دو دو نے بھی حملہ مارے تو آدمی اُنکے
رہ گیا اور ایک نقابدار کے لشکر مین رہ گیا جاتا ہون جہان اُسنے برقع بچپائی کا ڈال لیا اور لگا تلوارین مارنے
اور جو جی مین اُسکے آیا کرنے لگا بس جن چیزون سے مین ڈرتا ہون وہی بات میرے سامنے آئی لیکن کیا کرون
اس لیے ارادہ کرتا ہون کہ میرا سردار دلیخ اور افسر اس طرح سے قید ہے اور مین یون چین سے بیٹھا رہون اور
وہ میرا آقا ہے اور مین اُسکا غلام ہون اگر اسوقت مین اسکی خدمت بجا نہ لایا تو تمام خلق عالم مجھے کیا کہے یہ سنکے
کہا اے عمرو اب تو اُسکے فکر مین چل اور رہائی کی تدبیر کر یہ کہکر سلطان سرخ پوش سے رخصت ہوکر روانہ ہوا اور
عمرو نے اپنی صورت ایک سپند سوختی کی بنائی ایک لنگ ریشمی کا تہمد باندھے مندرے کانون مین ڈالے پس
ویسے ہی کان پھٹے اور تمام بدن پر بھبوت ملے ہوے گھونگر ماتھے پر لٹکایا ایک پیالہ سپند دکا رہا ہوا اور ہاتھ مین
اسنے ایک پیرا گانیکا لیکر طرف لشکر ساحران کے روانہ ہوے اور جاکر داخل لشکر ہوے اور لشکر کی سیر کرنے لگے
اور تمام لشکر کو دیکھتے پھرتے ہین اور سات لاکھ جادوگرون کا لشکر ہے بڑی دھوم دھام اور کھلبلی ہو رہی ہے بس
اب پھرتے پھرتے اس بارگاہ کے سامنے پہونچے جہان مظلم اور تیرہ بخت نے جشن نوروزی کیا تھا اور
تیاری کی تھی دیکھا کہ دروازے پر بڑے بڑے ساحر غدار ترشے ہین اور زرق برق کلاہ کے لباس پہنے ہوے ہین

اور اسی شیشے کے مکان کے اندر اس محفل کو آراستہ کیا ہے تمام فرش کیا ہوا ہے اور سائبان زربفتی کھنچے ہوئے
ہیں اور اسمین تخت مظلم اور تیرہ بخت کا بچھا ہوا ہے مظلم کا تخت ایک تو ان الماس کا ہے اور تیرہ بخت کا
تخت زمرد کا ہے اور جوڑا تیرہ بخت کے گلے میں نافرمانی ہے اور پھول امیر زادوں کے بنے ہوئے ہیں اور زرے
تکلف کا جوڑا مظلم کے گلے میں ہے اور تاج آنکے سروں پر رکھے ہوئے ہیں اور یہ دونوں تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں اور
تمام ساحر گرد و اطراف انکے کرسیاں بچھائے ہوئے بیٹھے ہیں اور بال انکے سر کے بندھے ہوئے ہیں اور دھوتیاں
بندھی ہوئی ہیں اور چولیاں انکے آگے آراستہ ہوئے اور اکی سرسوں کی رکھی ہوئی ہیں ناچ ہو رہا ہے اور دور
شراب کا چل رہا ہے اور عجیب طرح کی محفل ہے جو خوشا ہوش اور نوشا نوش کی صدا بلند ہے اور خواجہ صاحب نے
دیکھا کہ سب دروازوں پر بڑا ہی قرق ہے اور کیا دخل کہ کوئی جانے پائے کہ ایکبار شاہ عیاران عیار خواجہ عمرو
نامدار یہ تماشا دیکھ کے دریائے فکر میں غوطہ زن ہوئے بہتیرا ڈھونڈھا کہیں گوہر مقصود انکے ہاتھ نہ آیا ناچار
ہوکے زانوے فکر سے سر اٹھایا بعد ایک گھڑی کے بحر دریائے تشویش میں شناوری کرنے لگے اور بحر خیال میں
ڈوبنے لگے بہت پیرے لیکن کنار مطلب کو نہ پہونچے اور کچھ تدبیر انکی نہ چلی آخر کو سوچتے سوچتے جو خیال کیا بس ساتھ ہی
خیال کے آنکو اسوقت عیاری اور فیلسوفی سوجھی کہ ایکبار اپنی صورت تبدیل کی اور آپ نے ایک بڑا قد اپنا بنایا اور
شکم پر ایک بڑا اژدر جامقیش کا لگایا اور سارے ریشمی بال اپنے سر پر جمائے اور ایک تاج سر پر رکھا کہ گرد اسکے
جا و عقیش کی لگی ہوئی بڑی بڑی جھلملیں لٹکتی ہوئی ہیں اور بڑے بڑے موتیوں کے دیے ہیں اور دیوجامہ اپنے
گلے میں پہنے ہوئے یہ دیوجامہ حضرت آدم صفی اللہ کا ہے تھا کہ یہ دیوجامہ بھوت سے بولتا ہے اور دیوجامہ پر بھی
بہت سا جواہر لگا ہوا ہے اور ایک کنٹھی اور تیغہ اسمین لگا ہوا ہے بس جسوقت اپنی یہ صورت بنا چکے تو گلیم
عیاری اوڑھ کے اندر بارگاہ کے چلے گئے اور کسی نے انکو نہ دیکھا کسواسطے کہ گلیم کا یہ خواص ہے جو کوئی اسے
اوڑھتا ہے اسکو کوئی نہیں دیکھتا اور اوڑھنے والا سبکو دیکھتا ہے لیکن امیر سے آپ نے قسم کھائی ہے کہ حمزہ میں
اسکو اوڑھ کر جہاں میرا جی چاہے گا جاؤنگا مگر اسے اوڑھ کر کسی کو مارنے کا نہیں اور نہ کسی کو ایذا دینے کا عمرو وہ
امیر سے تو یہ قول و قرار ہو گیا ہے بس آپ اندر گئے اور سب کے بیچ میں جا کر کھڑے ہوئے ان دونوں کے تخت کے
سامنے امیر کا پنجرا رکھا ہے اور ان عقدوں کے بھی سب پنجرے آن دونوں نے اٹھوا کر اپنے سامنے رکھے ہیں اسواسطے
کہ امیر بھی دیکھیں اور حسرت کریں اور تماشا وقت یاد کریں ایکبار آپ پکارے کہ اے بندگان من میں تم سے بہت
خوش ہوا اور راضی ہوا مجھکو تم نے بہت راضی کیا اور ابلیس اور سب شیاطین کو راضی کیا کہ تم نے دین قدیم کو
جاری کیا اور مجھکو رواج دیا اور اب میرا جی یہ چاہتا ہے کہ تمام عالم میں ایک دین جاری کروں بس جسوقت انکی
آواز سنی تو تیرہ بخت اور مظلم اور جو گرد و پیش انکے بیٹھے تھے سب اٹھ کھڑے ہوئے اور جھک جھک کے سلام میں
کرنے لگے اور سجدے کرنے لگے امیر نے بھی یہ آواز سنی اور ان ساحروں کو امیر نے سجدہ سلام کرتے دیکھا دریافت
کیا امیر نے کہ آپ تشریف لائے اور امیر نے خطرزان زاہد سے کہا کہ دیکھو وہ آپ تشریف فرما ہوئے جنکا ذکر میں نے
تم سے کیا تھا یہ خطرزان زاہد نے کہا کہیں تو کچھ نہیں معلوم ہوتا ہے امیر نے کہا اگر آپ دیکھیے تو آپ کو بھی معلوم
ہوتا ہے اور سب ساحران غدار کفار نابکار پکارے یا عزازیل یا شیطان جب یہ پکار چکے تو چپ ہوئے پھر آواز
آئی کہ ہم کو تم نے بہت راضی کیا ہے اور ہمارا جی چاہتا ہے اسی تمہاری صحبت میں ہم آئیں اور تمہاری اسی صحبت
کو ہم دیکھیں کہ ہم بھی کہیں کسی کے گھر نہیں آتے اے تیرہ بخت اور اے مظلم یہ سبب تمہارے جو ہم تمہارے

یہاں آئے ہیں پس یہ آواز سب نے سنی ایکبار ہی سب سجدے میں گئے اور عرض کرنے لگے آپ تشریف لائے زہے
نصیب ہمارے بس یہ سنکر آپ کلیم اوڑھے ہوئے ایک ساتھ سترگز اڑ گئے اور جب اوپر سے اُترنے لگے اتنے میں کلیم اپنے
سر پر سے اتاری کہ ایکبار سب نے دیکھا انکو کہ آسمان سے اترے اور آکر کھڑے ہوئے سب نے عرض کیا کہ آپ اپنی
اور اپنے قدم مبارک سے اس کلبۂ احزان کو منور اور روشن فرمائیں بس پھر ایک ساتھ سترگز اڑ گئے اور پھر اترے
اور کلیم عیاری کو بالکل سمیٹ کے زنبیل میں آپ نے رکھ لیا اور سب نے انکو آسمان پر سے آتے دیکھا تیرہ بخت
اور مظلم تخت پر سے اٹھے اور تخت انھوں نے چھوڑ دیا اور سب نے جھک جھک کے سلام کیا اور سجدہ کیا اور ان دونوں
نے آپ کو تخت پر بٹھلایا دونوں مورچھل ہمارے ہاتھوں میں اپنے لے کر دونوں طرف سے مگس رانی کرنے لگے اور
آپ نے سب کی طرف بنگاہ غور دیکھا اور کہا اے تیرہ بخت اور اے مظلم خدائے نادیدہ نے جن چیزوں کو منع کیا ہے
انکو ہم نے جاری کیا ہے کہ شراب پیو اور جو جی چاہے وہ فعل کرو اور اپنی خوشی سے کام کیا کرو ہاں میری خوشی اسوقت
یہ ہے کہ اے تیرہ بخت جس سے تیرا جی چاہے فعل بد میں مشغول ہو میں بہت خوش ہونگا یہ سنکے تیرہ بخت فعل بد میں
مشغول ہوئی بعد اسکے مظلم سے کہا کہ اے مظلم جس طرح سے تیرہ بخت نے مجھے خوش کیا تو بھی مجھے خوش کر دے کہ
اخرس سے تو بھی فعل بد کر بس مظلم نے اخرس سے فعل بد کیا غرض مرد نے مرد سے اور عورت نے عورت سے آپ
بہت خوش ہوئے اور آپ نے فرمایا ہم تم سے بہت راضی ہوئے پھر تیرہ بخت سے فرمایا کہ تم ایک کام کرو کہ جتنا جوہر
تمہارے ہو سکے سب منگواؤ اور مظلم سے کہا تو بھی منگوا جتنا تیرے گھر میں ہے بس ان دونوں نے تمام پونجی اپنے گھر کی منگوائی
اور سب آپ کے سامنے رکھ دی پھر آپ نے سب سے کہا کہ ہم سب کو ایک علم بتائینگے کہ وہ تمہارے بڑے کام آئیگا
بعد اسکے مظلم سے کہا کہ تو میرے آگے آ بس وہ حرامزادہ آگے آیا کہ ایکبار اپنی ایک ٹانگ اسنے اٹھا کر مظلم کے پیٹ
پر ماری اور کہا جا ہم نے تیری ہزار برس کی عمر زیادہ کی یہ سنکر مظلم بہت خوش ہوا اور کہا اسنے کہ ایک اور ماریے
آپ نے فرمایا بس اب نہیں پھر آپ نے تیرہ بخت کو بلایا اور اسکو بھی ایک گھونسا مارا کہ وہ ہائے ہائے کرکے گر پڑی
آپ نے فرمایا کہ چپ اری تجب تیری عمر دو سو برس کی تھی اب نو سو برس کی کر دی یہ سنکر تیرہ بخت نے کہا کہ
اے خداوند ایک اور گھونسا ماریے آپ نے کہا بس اب نہیں پھر تو کہیں اخرس اور کہیں وقفہ اور کہیں
ہمارے جادو کے لائیں اور گھونسے مارنا شروع کیے غرض یہ کہ قدرت واقعی تو خوب آپ نے سب کو مارا اور پھر بیٹھ کر
آپ بیٹھے اور تماشا دیکھ رہے ہیں اور ناچ ہو رہا ہے کہ ایکبار آپ نے تیرہ بخت سے کہا کہ اے تیرہ بخت ایک
جام شراب لاؤ وہ جام شراب لائی اور آپ نے کہا میں تجھے ایسی چیز دیتا ہوں کہ جس سے تیری دس ہزار برس کی
عمر اور زیادہ ہو جائے بس یہ کہکر ایک چٹکی بیہوشی اسمیں ڈال دی اور کہا اسے پی لے بس اسی طرح سے
مظلم کو بھی دی اور کہا تیری بھی دس ہزار برس کی عمر زیادہ کی بس مظلم نے بھی اسے پی لیا اسی طرح سے جتنے
لوگ قریب کے تھے جب وہ سب پی چکے اسوقت آپ نے کہا کہ مٹکے اور قرابے اٹھا لاؤ بس لوگ جا کر مٹکے اور قرابے
اٹھا لائے بس آپ نے مٹھیاں بھر بھر کے بیہوشی سب میں ڈال دی اور آپ نے کہا ان سب کو بلاؤ بس سب کو بلایا
اور کہا تم سب پیو بس سب نے شراب کو خوب پیا جب آپ اس کام سے فراغت پا چکے اسوقت تیرہ بخت سے
کہا کہ یہ لوح اور مہل تم اپنی طرح سے رکھنا تیرہ بخت اور مظلم نے کہا انکو آپ ہی اپنے پاس رکھیے آپ نے کہا کہ
کیا کرونگا تمہیں رکھو مگر اس طرح سے رکھنا کہ یہ مسلمان نہ پائیں لیکن اتنے میں ان سب پر بیہوشی نے غلبہ کیا اور
سب کے سب کھڑے ہوئے اور ناچنے لگے پاؤں تو گھٹنے میں تھے ایکبار سے بیچے اور ناگھے اور جسوقت

مظلم اور تیرہ بخت دونون بیہوش ہو کر زمین پر گرے اور سب دیکھا وہ جب جو اُنکے اٹھانے کو دوڑا وہ بیہوش ہو کر
گر پڑا الغرض ایک دم میں گذرنے پایا کہ سب کے سب بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے جب دیکھا عمرو نے کہ سب بیہوش ہو چکے
اُسوقت عمرو نے تیرہ بخت کے گلے سے دو ہیکل نکالی اور مظلم کے گلے سے ہیکل اتاری اور وہ لوح عمرو نے امیر
کے گلے مین ڈال دی پس ساتھ ہی گلے مین ڈالنے کے جتنا سحر تھا سب برطرف ہوا اور امیر نے وہ ہیکل ملکہ رشیبہ
سلطان کے گلے مین ڈال دی پس ملکہ رشیبہ کا سحر بھی ساتھ ہیکل ڈالنے کے دور ہو گیا اسوقت عمرو نے کہا اے
حمزہ تم سب کو یہ لوح اور ہیکل دھو کر پلا دو جتنے اسپ بن دو چار گھڑی کا روز گار ہون اور عمرو امیر کے پاس سے اُن
ساحرون کے پاس آئے اور انکے سب کے کپڑے اتار کر سب کو ننگا دم بند کر دیا اور تمام فرش و رخت اور وہ دونون
تخت مع شمعدانون اور فانوسون اور جام اور گلاسیون کے اٹھا کر زنبیل کر لیا اور تیرہ بخت کا سر مونڈ کے مرد کی
صورت بنائی اور مظلم کو عورت کی صورت بنایا اور ان دونون کو بچھا لٹایا اور ہر تو کسی مرد کا مرد سے جوڑا لگایا اور
عورت کا عورت سے جوڑا لگایا اور سب کے منہ کالے کیے سب کے ہاتھون مین جوتیان پہنا دین غرض جب آپ
مجلس کو اس طرح سے سنوار چکے تب آپ امیر کے پاس آئے اور کہا اے حمزہ کہو تو سب کو مار ڈالون یہ سنکر امیر نے کہا
واسطے میں خفا ہونگا جو ایک کو بھی ضرر پہونچا یہ سنکر عمرو نے حمزہ سے کہا کہ یہی وقت ہے امیر نے کہا ہرگز نہیں ہمارا
یہ دستور نہیں ہے کسی کو سوتے مین مار ڈالنا چاہیے اے خواجہ اگر تو نہین چھوڑ دیگا جو جی چاہے سو کرے پس عمرو نے
کہا حمزہ اب یہان سے چلو کیونکہ گرد تمام ساحرون کا لشکر پڑا ہوا ہے پس ظفر ان زادہ نے کہا مین تمکو لے چلونگا اور
انھون نے ایک تعویذ لکھکے اڑا دیا کہ ایکبارگی جسقدر زمین کا ٹکڑا اوڑ گیا پس وہان سے امیر اور بیٹے امیر کے اور رفیق اور
خواجہ سلامت اور باقی سب مقدس ہنر مٹھے چلے سلطان بمع خوش اپنے لشکر مین آئے

اب دو کلمے داستان حرص اور تیرہ بخت کے بیان کیے جاتے ہین

کہ جسوقت یہان صبح ہوئی اور تیرہ بخت کی آنکھ کھلی اور اُسنے دیکھا کہ ایک عورت لیٹی ہے اور ہاتھ اسکا مقام
نامناسب پر ہے یہ دیکھکر ایک سکتے کی حالت مین حیران ہوئی پس اُسنے ہاتھ اپنا اُس مقام سے نکالا اور سر اٹھا کر
دیکھا کہ جتنے آدمی ہین سب برہنہ ہین پس اُسکے ذہن مین گذرا کہ خوشی عزازیل کی یونہین ہوگی کہ سب ننگے رہین پس
عزازیل نے کیا اچھی بات کی کہ ننگے رہنا ہمارا دھرم ہے اور ننگ نہین ہے اور دوسرے خرچ بھی ہمارا کم ہو گیا کپڑے مین خرچ
زیادہ ہوتا ہے یہان یہ تماشا دیکھتی تھی لیکن یہ تو مرد بنی ہوئی تھی اور قضائے کار مظلم کی آنکھ کھلی اور یہ عورت
بنا ہوا ایک مرد کے پاس لیٹا ہے اور اُسکے ہاتھ مین عمرو نے کاغذ دیا ہے وہ مرد سامنے تھا اُسنے دیکھا کہ میرے ہاتھ مین
کسی نے کیا دیا ہے اُسنے چونکا کر کے دیکھا اور ہیبتناک ایک طمانچہ اُس مرد کے مارا کہ اُس مرد کی آنکھ کھل گئی اُسنے دیکھا
کہ ایک عورت میرے برابر لیٹی ہوئی ہے اُسنے مجھے طمانچہ مارا یہ اپنے دل مین سمجھا کہ اس عورت نے مجھے نامرد سمجھکر طمانچہ
مارا ہے پس جسوقت یہ خیال آیا اٹھکر دوڑ کر لپٹ گیا اور بوس و کنار کرنے لگا مظلم اس سے کہتا ہے او حرامزادے
یہ تو کیا کرتا ہے اور یہ کہکے اُسکو بھگاتا وہ کہتا ہے جان جان بھاگتی کیون ہو اور ادھر تیرہ بخت نے بھی ایک طمانچہ
اُس عورت کو مارا اُسکی جو آنکھ کھلی دیکھا اُس عورت نے اور کہا او حرامزادے تو نے مجھے کیون مارا مین نے تیرا کیا
قصور کیا تھا جو تو نے مجھکو مارا یہ سنکر تیرہ بخت حیران تھی کہ یہ عورت مجھے کیا کہتی ہے کیا تو مرد ہے اور ساحرون کے
ناکون پر داغ تھا اور عمرو چڑھا گیا تھا وہ کہین جلتے جلتے کسی کی ناک تک جو پہونچی اور کہین اُسکے جوتا تو کھلے
اُسنے خیال کیا کہ ناک پر کیا ہے پس اُسنے جو ہاتھ سے دیکھا وہ جوتی جو عمرو اُسکے ہاتھ مین پہنا گئے تھے وہ اُسکے

سر پر لگی اُسنے یہ جانا کہ یہ جو مرد تیرے پاس لیٹا ہی یہ جوتی مار کے لیٹ گیا ہی یہ سمجھکر ایک جوتی اُسنے اُسکو ماری اُسنے
جو آنکھ کھول کر دیکھا کہ اس کل موہے نے تیرے جوتی ماری اُسنے اُس سے کہا او حرامزادے کل موہے تو نے مجھے کیون
مارا غرض جو تماشا ہی وہ ہوتا ہو اُٹھتا ہی اور قضائے کار اخرس کی کہین آنکھ جو کھلی اور قرقشہ ملعونہ اور ہمارے جادو
نے آنکھ کھولی دیکھتے کیا ہین کہ تمام مجلس کا عجب رنگ ہی اور چار طرف ایک ہنگامہ ہو رہا ہی اور تیرہ بخت اور
مظلم کو دیکھا کہ یہ نزد ہے ہین اپنے دل مین کہا کہ یہ کیا ماجرا ہی یہ حالت کسنے کی ہی اور کون کر رہا ہی غرض یہ کہہ رہا تھا
جو دہیان اسکا مظلم کے گلے پر پڑا تو لوح اور ہیکل نہ پائی جسوقت اخرس نے دیکھا بدحواس ہو کر مظلم اور تیرہ بخت
کے پاس آیا تیرہ بخت نے کہا اے مظلم وہ لوح اور ہیکل تو نے کیا کی اُسنے کہا رکھی ہوئی جسوقت تیرہ بخت اور
مظلم نے دیکھا کہ لوح اور ہیکل نہین ہی بس یہ دیکھنے کے ساتھہ ہی دونون اپنا سر پیٹنے لگے اور کہین اُس رونے اور پیٹنے
مین وہ گھنگھرو اور ایک رقعہ جو آپ مظلم کی مونچھ مین باندھ گئے تھے جب وہ بجا تو مظلم نے اُسے پکڑ کر گھسیٹ لیا
اور دیکھا اُسنے کہ گھونگرو اُسمین بندھا ہوا معلوم ہوتا ہی غرض جانا اُسنے کہ دو دو بال رہ گئے ہین انھین حیران
ہو کے دیکھنے لگا اسمین قرقشہ ملعونہ نے مظلم سے کہا ارے اسمین تو کچھ نوشتہ ہی اُسکو تیرہ بخت کو دیجیے کہ اسمین کیا لکھا ہی
اور اس حرامزادی نے اُس رقعہ کو پڑھا اسمین لکھا تھا این کار رسے نزدہ ہست این کار عمرو بن امیہ ضمری ست
اور اے حرامزادو تم وہ میرے آقا کو کہ اُسنے میرے ہاتھ سے تم سب کو بچا لیا نہین تو مین سب کو جان سے مارڈالتا
اور دیکھا وہ بچے تو ہین مگر قیدی نہین ہین بس دیکھتے ہی خاک اُڑانے اور سر پیٹنے لگی اور کہا کہ یہ سوا عمرو کے کسی
اور دوسرے کا کام نہین ہی اخرس نے کہا اے مظلم اور تیرہ بخت رونے پیٹنے سے کچھ نہوگا اب اُنکی کچھ تدبیر کرو اور پہلے عمرو کو
پکڑو پھر ان سب کی تدبیر کرو غرض سب ساحر تمام لشکر مین عمرو کے لگے کوئی مکھی بنکے اُڑ گیا اور کوئی چڑیا بنکے اُڑ گیا اور کوئی
چیل بنکے اُڑ گیا بس اسطرح سے سب تجسس مین گئے

اب دو کلمے داستان حال خفران زاہد اور خواجہ عمرو کے بیان کیے جاتے ہین

کہ جسوقت سے عمرو واسطے تلاش امیر حمزہ صاحبقران کے نکلا ہی پس اُسی وقت سے سلطان سرخیوش نے مرنے کی
تیاری کی نہایت پاک و پاکیزہ کفن اپنے واسطے منگوایا اور اُسکو سر پر باندھ کے مرنے پر مستعد ہوا اس صورت سے تخت پر
بیٹھا ہی سوا مرنے کے اُسکو کچھ نہین سوجھتا اور یہ جانتا ہی کہ سات روز کا وعدہ کیا ہی لیکن اُسکو یہ دغدغہ ہی کہ کہین یہ سب
بد عہدی کر کے نہ چڑھ آئین اور اُس تخت کو بجائے تختہ تابوت سمجھے ہوے ہی کہ اتنے مین وہ جلسہ کا طبقہ زمین کا سیح
اُس تخت کے جسپر امیر حمزہ اور سب مقدس بیٹھے تھے آسمان سے سلطان سرخیوش کے خیمہ کی طرف اُترا رضیہ الگ ایک
طرف کو ہی اور امیر و عمرو اور سب مقدس ایکطرف کو بیٹھے ہین سلطان سرخیوش نے دیکھا کہ امیر بہت خوش
ہین غرض امیر اور تب تخت سے اُتر کے سلطان سرخیوش کے پاس آئے اور ملاقات کی امیر نے دیکھا سلطان سرخیوش
مرنے پر تیار بیٹھا ہی اُسنے امیر سے پوچھا اے شہریار کس سبب سے تمنا میری پوری ہوئی امیر نے کہا وہ جو میرا یار
وفادار مونس و غمگسار عمرو بن امیہ ضمری تھا وہ مجھے مدد پروردگار سے لایا ہی اور رضیہ سلطان تو اپنے باپ
کے خیمہ مین گئی اور امیر سب زاہد جتنے تھے یہ سب سلطان سرخیوش کے خیمہ مین بیٹھے ہین اپنا سب حال امیر بیان
کر رہے ہین اور عمرو کی عیاری بیان کر رہے ہین کہ اتنے مین ایک ابر تیرہ آسمان پر نمودار ہوا سب دیکھنے لگے
کہ وہ ابر شق ہوا دیکھا کہ ایک شخص ایک سبز تخت پر بیٹھا ہی اور ساتھی اُسکے اجنہ ہین اور کوکبہ روشن تن
اپنے جیسے مین ہی اور اس شخص نے آکر امیر سے کہا سلام علیک یا حلیم کشا امیر نے کہا علیکم السلام پیرو جان حبشی

اور ظفران جنی سلام کرکے امیر کو کھڑے ہوئے اور جمہور جہانسوز شہنشاہ تیرزن بہادر دوڑ کر امیر کے پاؤں پر گر پڑا
امیر نے گلے لگایا اور آب دیدہ ہوئے جمہور نے کہا ایہا الناس سب غور کریں کہ مجھ ایک ادنا غلام کے واسطے حضور
صاحبقران خود تشریف فرما ہوئے مالک ہیں میرے اور میں غلام ہوں انکا امیر نے فرمایا اے جمہور تم نے میرے ساتھ
سیکڑوں بار بہروز دوستی میں قصور نہیں کیا اگر ایکبار تمھارے واسطے میں بھی آیا تو کیا ہوا اب یہ کہو کہ تمھاری بسر اوقات
کس طرح سے ہوتی ہی جمہور نے تمام قصہ ابتدا سے انتہا تک بیان کیا اور کہا کہ ان دنوں یہ شغل تھا کہ میں تو حضور
کے واسطے یہاں آیا تھا اور کوکبہ ملکہ رضیہ کے واسطے جوڑا تیار کرتی ہیں یہ سب تیاری حضور کے واسطے ہو رہی ہی
اور اے شہریار اسی طرح سے قریب چار سو آدمیوں کے جو کہ وارد طلسم ہیں وہ سب اسی تیاری میں مصروف ہیں اور
بہت لوگ اور بھی ہونگے اور بعضی جگہ آرائش کی تیاری ہو رہی ہی حضور کی شادی کے واسطے باتیں ہو رہی ہیں یہ
سر انجام ہو رہا ہی یہ سنکر سلطان سرخوش جنی بہت خوش ہوا اور کہا اے کہ یہ اسباب میں کہاں سے پیدا کرتا جو میں
شادی ملکہ رضیہ کی کرتا جمہور نے امیر سے کہا کہ اے شہریار ہمکو ایک مکان ملا تھا کہ وہ قابل حضور کے رہنے کے
تھا اور ایک باغ دلکشا تھا اسمیں بہت بڑا تالاب تھا اور اسکے پاس کے مکان میں تو ملکہ کوکبہ رہتی تھی میں اس کنارے
کے مکان میں رہتا تھا اور ملاقات میری اور کوکبہ کے دور سے ہوتی تھی پھر بعد چند روز کے ہم اور کوکبہ ایک جا
رہنے لگے اور اے شہریار سات روز تک تو ہم اس مکان میں رہتے تھے اور ایک روز تمام شہر کی سیر کرتے تھے بعد چند
روز کے ایسا ہوا کہ یہ پابندی کچھ بھی نہ رہی پس ہم شب و روز باہر آتے جاتے تھے کچھ قید نہ تھی لیکن اے شہریار اس
طوفان جنی کے سبب لوگوں کو آرام اور چین تھا پس جسوقت جمہور امیر سے یہ سب احوال کہہ چکا اس وقت
طوفان جنی نے امیر سے کہا کہ اے شہریار آپ کی امانت جو ہمارے پاس تھی سو ہم لے کر آئے ہیں امیر نے کہا وہ
امانت کہاں ہی طوفان جنی نے دیووں سے کہا کہ آگے آؤ اور وہ حضور کے سامنے لاؤ کہ ایکبار یہ سب دیو بارگاہ طلسمی
جو امیر کے سامنے لائے اور امیر نے اس بارگاہ کو دیکھا اور طوفان جنی نے احوال اس بارگاہ کا بیان کیا کہ اے شہریار
یہ بارگاہ چار کوس کے گرد میں کھڑی ہوتی ہی اور چار سو نگینے اسکے اندر میں ہر نگینے میں جواہر لگے ہیں اور چار دروازے
اسکے ہیں اور ہر ایک دروازے پر دو دو پردے زربفت کے ہیں اور ہمراہ اس بارگاہ کے ایک خیمہ ہی
کہ بارہ کوس کے گرد میں کھڑا ہوتا ہی نعمت خانہ آبدار خانہ جامہ خانہ فراش خانہ باورچی خانہ جنسی خانہ پائخانہ
حمام خانہ اور اصطبل وغیرہ جتنے مکان ضرورت کے ہیں سب اسمیں موجود ہیں اور سوا اسکے اور مکان بھی
بہت ہیں یہ سب اس بارگاہ کے متعلق ہیں مگر سب الگ الگ ہیں اور تین خزانے بھی حضور کو دینے آیا ہوں
یہ سنکر امیر نہایت خوش ہوئے اور امیر نے وہ سب خزانے لیے اور بارگاہ اور اسباب سب رکھوا لیا پھر
ظفران جنی نے امیر سے کہا اے شہریار باقی امانت آپ کی بادل طلسم والوں کے پاس ہی انشاء اللہ تعالے
جس روز آپ طلسم کشائی کر لیجئیے اسی روز وہ سب مال و اسباب خود بخود امیر کے پاس چلا آئے گا امیر سے
اور طوفان جنی سے یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اتنے میں ظفران زاہد نے امیر سے کہا کہ اے شہریار وہ مقدس گروہ
ہیں جنھوں نے یہ کام کیا ہی کہ آپ کو اس بلا سے رہائی دی اور آپکو خبر دیا ہی یہ سنکر امیر نے کہا وہ کہیں ہونگے
مقدس نے امیر سے کہا کہ انکو بلائیے امیر نے کہا اے خواجہ سلامت ظفران زاہد تمھارے دیکھنے کا اشتیاق
رکھتے ہیں اور عمرو و قلیم عیاری اوڑھے کھڑے ہوئے ہیں عمرو نے سنا کہ امیر کہتے ہیں کہ ظفران زاہد تمھاری
ملاقات کا ارادہ رکھتے ہیں کہ ایکبار ایک طرف سے آواز آئی کہ اے ظفران زاہد میں بیچارہ ایک مور ضعیف

کمترین بندگان خدا سے ہون مجھے تم کیا دیکھو گے یہ ظفران نزاہد نے سنا اور دیکھا کہ یہ تو کہین پاس سے آواز آتی ہے ظفران نے
نے امیر سے کہا کہ آپ بلایئے امیر نے کہا ای خواجہ ایک دم کے واسطے اپنے تئین دکھلا کے چلے جاؤ عمرو نے
کہا ای حمزہ وہ سب میری تدبیر تھی ہوتے ہین اور ابھی اگر وہ دیکھین تو مجھے زندہ نہ چھوڑین ہر چند امیر نے
کہا عمرو نے نہ مانا آخر کو امیر نے ایک پانچ ہزار روپے زر سرخ کے منگوا لیے اور خوان تورون کے ذرات کے رکھدیے
اور کہا یہ دیتا ہون جو تم اپنی صورت دکھاؤ عمرو کے منھ مین پانی بھر آیا بقول شیخ سعدی شعر بہ در طمع دیدہ ہوشمند
در آرد طمع مرغ و ماہی بہ بند اور کہا حمزہ ہم نے تیرے صدقے مین بہت کچھ کھایا کمایا اور کیا تو ہم کو نہ دیتا ہم
اپنی صورت نہ دکھلاتے اور یا توڑ جائے یا تجون تھیلیان اٹھالین بعد اسکے خست کر کے گلیم عیاری اتار کے نمودار
ہوے اور پکارے سلام علیکم ای سلطان سر خیوش ظفران نزاہد جسوقت عمرو کو ظفران نے نیچے
اترتے دیکھا تعظیم کر کے جواب سلام کا دیا بلکہ اونکی عجیب الخلقت صورت دیکھکے متحیر ہو کر رہ گیا اور کہا ای عمرو
او جانثار خاص عمرو اپنے مقام پر بیٹھے اور باتین کرنے لگے اور کہین قضاے کار اخرس خرس ملیشانی کی بناہوا
بارگاہ کے استادے پر بیٹھا تھا جسوقت اُسنے عمرو کو دیکھا یکبار وہان سے اُڑ کر عمرو کی گردن پر آبیٹھا اور پھر عقاب
کی صورت بن گیا عمرو یا تھرے اُسے دیکھنے لگا کہ لوگ پکارے ارے یہ عقاب کیسا ہے جو عمرو کی گردن پر بیٹھا ہی
اور کہا یہ عقاب جانے نہ پائے اور وہ عقاب ایکبار عمرو کے دونون شانون پر اپنے پنجے گاڑ کے دفعتہً عمرو کو لے
اُڑا اور بارگاہ مین غل ہوا کہ عقاب عمرو کو اٹھائے لیے جاتا ہی امیر یہ سنکر سپر اور تلوار لیکے دوڑے اور
امیر پکارتے جاتے تھے کہ لینا ہے جانے نہ پائے امیر تو یہ کہتے رہے اور وہ آسمان پر عمرو کو لیے جاتا تھا اور
امیر پیچھے چلے جاتے تھے جب یہ نگاہ سے امیر کی پوشیدہ ہو گیا اُسوقت امیر ایک آہ کا نعرہ کر کے گر پڑے اور
بیہوش ہو گئے اور دانت امیر کے بیٹھ گئے اور ادھر عمرو پکار پکار کے کہتا جاتا تھا کہ ای حمزہ یہ غلام تیرا تجھسے جدا
ہوا اور اب ملاقات ہماری تمھاری قیامت پر رہی اور ای حمزہ اس غلام کی یہ آرزو ہے کہ فاتحہ خیر سے فراموش
نہ کرنا پس یہ کہتا ہوا عمرو تو ادھر چلا گیا اور ادھر جو لوگ جو پیچھے امیر کے آئے تھے انھون نے جو امیر کو بیہوش پڑے
ہوے دیکھا پس وہ سب لوگ امیر کو اٹھا کر خیمہ مین لائے اور امیر جسوقت ہوش مین آئے اُسوقت یہ بیان
کر کے روتے تھے اور عمرو کو پکارتے تھے کہ خواجہ تم نہ آتے تھے مین نے تمھین زبردستی بلایا اور مین نے اپنے ہاتھ سے
دیدہ و دانستہ تم کو کھویا اور جو مین جانتا کہ کوئی حریف تمھارا یہان پیدا ہوا ہی تو مین کاہے کو ظاہر کرتا پس امیر
یہ کہتے جاتے ہین اور پچھاڑین کھاتے ہین اور لوگ سمجھاتے ہین کہ امیر خدا سے سب نزدیک ہی چاہے تو ابھی
عمرو سے ملاقات کرا دے آپ کو اتنی بیقراری لازم نہین ہی

اب دو کلمے داستان عمرو کے بیان کیے جاتے ہین

کہ وہان اپنے خیمہ مین تیرہ بخت اور مظلم دونون ایک تخت پر بیٹھے ہوے ہین اور آپس مین ذکر رات کا کر رہے ہین
کہ مردہ موٹی کا تاصورت بنا کے آیا تھا اگر مین جانتی کہ عمرو ہی تو نہ بچ سکتا یہ باتین ہو رہی تھین کہ اتنے مین
اخرس حرامزادہ صورت عقاب کی بنا ہوا عمرو کو پاؤن مین دبائے ہوے سامنے سے نمایان ہوا اور آکر
بارگاہ مین تیرہ بخت اور مظلم کی اُترا اور تیرہ بخت اور مظلم نے دیکھا کہ اخرس عمرو کو لیکے آتا ہی
پس دونون دیکھتے ہی عمرو کے ناچنے لگے تیرہ بخت نے عمرو سے کہا کیون ای بدذات بے حیا کہ تیرا
کیا حال کر دون یہ سنکر عمرو نے کہا واقعی مین تقصیروار ہون تمھارا جو جی چاہے میرے حق مین سلوک کرو

لیکن اب مین نے جانا کہ دین لات اور منات کا برحق ہی اور سب دین جھوٹے ہین اور حضرت عزازیل شیطان برحق ہین اور
آج مین نے پھر دین لات منات کا قبول کیا پس جسوقت تیرہ بخت نے عمرو سے یہ کلام سُنا کہا ارے جعلساز تو اب بھی مجھے
پھر فریب دیتا ہی ارے موے مین تجھے مار ڈالونگی اور لوگون سے کہا ابھی اس کمبخت کو مار ڈالو یہ موا بڑا مکار ہی اور بڑا
فیلسوف ہی اور ہرگز اسکی باتون پر نہ آجانا یہ سُنکر مظلم نے بھی کہا ابھی مار ڈالو اور عمرو منتین کر رہا ہی اور کہتا ہی
ای تیرہ بخت ای مظلم دیکھو تو ہم تمھارے ساتھ کیا جان فشانیان کرتے ہین یہ سُنکر تیرہ بخت نے اخرس سے کہا کہ اگر آدمی
حلقہ بگوش ہو تو درگذر کرنا چاہیے یہ سُنکر اخرس نے کہا اری دیوانی ہوئی ہی کیون تیری شامت آئی ہی اسکے فریب مین
نہ آنا پس اسوقت عمرو نے یہ سُنکر اخرس سے بیباک ہو کر کہنا شروع کیا کہ او نالائق حرامزادو تم نہین جانتے کہ مین سر زندہ
جادوگران درپیش تر استندہ کافران ہون انشاء اللہ تعالی تم سب کو مار کر یہان سے جاؤنگا اور تم سب کو قتل کرونگا اور
تم نہین جانتے کہ ہمین مرنے کی خو نہین ہی اور بھلا ہمین مار تو دیکھو تو مین کس طرح سے نہین مارے جاتا ہون یہ سُنکر
اخرس نے کہا ایک کام کرو اب اسکو مروا ڈالو حمزہ اور ضیعہ اسپر سحر اثر نہین کریگا اور ایک شخص پر اور سحر نہین
اثر کریگا جسکے پاس ہیکل ہوگی باقی سب کو تو سحر سے گرفتار کر سکتے آؤ اور حمزہ اور ضیعہ سے جبل جنگ کرو سکے
تلوارون سے لڑینگے وہ سات لاکھ جادوگرون سے کہان تک لڑینگے اور کہان تک مارینگے آخر انکو گھیر کر پکڑ لینگے
یہ سُنکر تیرہ بخت نے کہا اچھا اسکو قید کر دو اور اخرس نے کہا کل اسکو ایک فیل پر باندھکر اپنے ساتھ میدان جنگ مین
لیے چلو اور اسکو کوڑے اور جوتیان ماریں پس جسوقت حمزہ دیکھیگا اسکو کب گوارا ہوگا کہ عمرو کو اس طرح سے دیکھے پس
وہ عمرو کے چھڑانے کو آویگا ہم سب اسکو گھیر کر پکڑ لینگے پس یہ بات ٹھہر گئی اور تیرہ بخت اور مظلم نے حکم دیا کہ ہمارے
لشکر مین طبل جنگ بجے اور عمرو کو اخرس کے حوالے کیا اور کہا تو رات کو عمرو کو اپنے پاس رکھ پس اخرس عمرو کو اپنے
گھر لایا اور یہان مظلم اور تیرہ بخت سے کہا کہ جتنے ساحر ہین سب حضرت عزازیل کی قسم کھائین کہ کل ہم ان مسلمانون
سے بغیر انکا کام تمام کیے نہین پھرینگے یہ سُنکر مظلم اور تیرہ بخت نے کہا اچھا خوب بات ہی اور تیرہ بخت نے
کہا لاؤ حضرت عزازیل کو ایکبار سب لوگ عزازیل کے لانے کو دوڑے بڑی دھوم دھام سے ایک تخت جواہر نگار پر
تصویر طلائی شیطان کی بنی ہوئی لائے اور بیچ محل مین لاکر رکھ دیا اور کہا جتنے لوگ سات لاکھ جادوگر اور دو لاکھ فوج
مین سب آکر قسم کھائین کہ کل ہم جنگ مین منھ نہ موڑینگے اگر یہ حرکت ہم سے سرزد ہو تو حضرت شیطان ہم کو بہت سی
سزا دین پس جسوقت اخرس نے یہ بات ٹھہرائی اسوقت تمام ساحر اور غیر ساحر سب نے اُٹھ اُٹھکے اُس تصویر کے
سر پہ ہاتھ رکھا اور کہا یا حضرت شیطان جو ہم تمھاری جھوٹی قسم کھائین تو ہم سب نا امید ہون جب یہ سب تصویر
شیطان پر ہاتھ رکھکے قسمین کھا چکے اسوقت اخرس نے نصیحت شروع کی کہ ایہا الناس تم سب دیکھو اور
اپنے جی مین تصور کرو کہ سوت کی رسی مین فیل مست کو باندھ سکتے ہین وہ ہرگز اس رسی کو توڑ نہین سکتا کیونکہ
ہزارہا تار آپسمین ملے ہوئے ہوتے ہین اور ایک تار کو جو چاہے وہ توڑ ڈالے خواہ سلامت یہ باتین سبھی پر
سے سُن رہے تھے اور جی مین کہتے تھے کہ یہ تدبیر اسنے بڑے دھیان سے خوب نکالی کہ ایکبار آپ پکارنے کہ ایہا الناس
مین تمھارا دوست ہون جو تم سے کہتا ہون تم سب تصور کرو کہ جو شمع بناتے ہین اور کتنا موٹا فتیلہ رکھتے ہین
لیکن جسوقت انھین آگ لگا دیتے ہین ایک تار انھین کا نہین بجھتا ہی اور سب تار جل جاتے ہین یہ سُنکر
اخرس نے کہا ارے مار دے او نالائق سے کہو کہ تو کیون بولتا ہی اور یہ چاہتا ہی کہ انھین ایک بات نہ ہو
پس عمرو دیکھتا ہو رہا کہ ایکبار تیرہ بخت نے مظلم سے کہا کہ آج ہی کی رات ہی جو جسکا جی چاہے وہ کرلے اور

کل نہیں معلوم کسکی قسمت میں جینا ہی اور کسکی قسمت میں مرنا ہی پس ایک طرف کو مظلم اور تیرہ بخت معروف ہوے
اور ایک طرف جتنے مردوزن تھے سب آپس میں مشغول ہوے انھیں تو یہاں رہنے دو

اب دو کلمے داستان حال طلسم کشا کے بیان کیے جاتے ہیں

کہ جسوقت عمرو کو وہ عقاب لے گیا اُسوقت سے امیر کی عجب حالت تھی کہ یکسان اب تک آنکھوں سے آنسو بہے چلے
جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ای عمرو ہمارے تمہارے یہ وعدہ تو نہ تھا کہ تم پہلے سے رہ نورد عدم ہوگے کہ ایکبار نسیم اور شمیم
دونوں عیار گرد میں آلودہ اور پسینے میں غرق آکے سلطان سرخ پوش کے پاس پہونچے اور بعد دعا کے عرض کیا کہ ان
ساحروں نے جبل ضبناک بنوایا ہی اور عمرو کو ایک میل سے باندھا ہی اور یہ بات ٹھہرائی ہی کہ صبح کو امیر کے سامنے
عمرو کو اسی صورت سے لیجا ئینگے امیر کو تاب نہ رہے گی وہ آئینگے ہم گرفتار کرلینگے امیر نے سُنکر کہا خدا ہے بازرگ ست
اور اُنھوں نے بھی جبل ضبناک بنانے کا حکم دیا اور تیاری مرنے کی کی اور فرمایا صاحبو ہزار جان میری عمرو پر سے قربان ہی
اور مجھ سے یہ کب ہو سکتا ہی کہ میرے سامنے عمرو کو کوڑے پڑیں اور میں دیکھوں جسوقت عمرو کو میرے سامنے کسی نے
مارا اور اسدم میں گھس جاؤنگا اگر کرور آدمی ہونگے تو کیا ہوگا بعد اسکے امیر نے فرمایا کہ ای صاحبو آج رات کو سب
عبادت خدا میں مشغول رہو کل خدا جانے کون زندہ رہے گا اور کون مارا جائے گا یہ سُنکر سب نے مرنے کی تیاری
کی اور سب نے جانا کہ کل سفر آخرت ہی غرض سب نے گلے میں کفن پہنے اور امیر نے تمام رات عبادت میں کاٹی اور
اُس طرف ظفر ان زاہد بھی جا رو بیٹھے لے کر عبادت میں مشغول ہوے اور تمام ساحر اپنے اپنے کام میں مشغول رہے
جسوقت سحر نے اپنا گریبان چاک کیا اور خورشید خاوری خاک نیلگون پر سوار ہوکر نکلا امیر بعد نماز صبح کے وظیفہ
سے فراغت کرکے تمام تبرکات نبی زن پر آراستہ کرکے برآمد ہوے گویا خورشید پردہ سحاب میں سے نکل آیا اور ملکہ
رضیہ نے جو سُنا کہ امیر نے مرنے پر کمر باندھی ہی اور فوج ساحران سے مقابلے کو جاتے ہیں ملکہ بیتاب ہوگئی اور
اُسنے ملکہ کو کبہ کو بُلایا اور کہا کہ تم میری طرف سے امیر سے جاکے کہو یہ ہیکل حاضر ہی آپ لیجیے اور ای شہریار خدا آپکو سلامت
رکھے یہ ہیکل میں لیکے کیا کروں گی آپ کسی کو یہ ہیکل دیجیے جو جنگ میں آپکے ہمراہ رہے اور آپ تنہا قصد جانے کا
نہ کیجیے گا ایک سے دو بہتر ہیں اور کو کبہ روشن تن نے پیام ملکہ کا امیر سے جا کہا امیر نے سُنکر کو کبہ کی زبانی کہلا بھیجا آمین
فقط حفاظ خدا کی ہیکل چاہیے ہی اور اس ہیکل کو تم اپنے پاس رہنے دو ملکہ نے جواب کہلا بھیجا کہ ای امیر میرے کس کام کی ہی
تم کسی اپنے دوست صادق کے گلے میں ڈال دو کہ وہ تمہارے پاس حاضر رہے پس امیر یہ سُنکر کچھ سوچے کہ بات ملکہ
کی بہت معقول ہی بعد اسکے بسمت دست راست دیکھکر آواز دی کہ ای زیب و زینت بارگاہ سلیمانی عمرو بن حمزہ
یونانی یہ ہیکل تم پہنے رہو حمزہ یونانی نے آداب بجا لاکے وہ ہیکل زیب گلو کرلی کہ دوسرا آدمی ملکہ نے امیر کے پاس
بھیجا اور کہلا بھیجا کہ جسوقت آپ سوار ہوں تو میرے پاس بھی آئیے گا امیر نے کہا میں آؤنگا مگر ملاقات تمہاری اور
غیر ہوگی پھر ملکہ نے کہلا بھیجا کہ ای امیر مجھے آخری دیدار سے محروم نہ رکھنا میرے دل میں روز قیامت تک اسکی
بڑی حسرت رہے گی امیر یہ سُنکے رضیہ سلطان کے خیمے میں گئے دیکھا امیر نے کہ رضیہ کی عجب حالت ہی سر کے
بال کھلے ہوے اور آنکھیں روتے روتے سُرخ ہوگئیں ہیں اور رات کے سجدوں کے نشان پیشانی سے ظاہر
ہیں ملکہ نے جو امیر کو دیکھا اسوقت بالکل حیا اور شرم نہ رہی بے اختیار اُٹھکے امیر کے گرد پھرنے لگی اُس وقت
امیر نے ہاتھ ملکہ کا پکڑ لیا اور کہا کہ ای ملکہ آفاق و اے زیب و زینت طلسم طلسم اشراق اسقدر قلق کیوں ہی خدا
پر نظر رکھو پھر امیر رضیہ کو سمجھا کے روانہ ہوے ملکہ رونے لگی لوگ سمجھانے لگے کہ بی بی بدشگونی نہ نکالو کہ امیر جو

باہر آئے تو دیکھا کہ سلطان اشرق تخت پر سوار ہی اور سواری روانہ ہو چلی ہی کہ امیر اس گھوڑے طلسمی پر سوار ہو کے
ہمراہ روانہ ہوئے اور ایک طرف حمزہ یونانی اور چوگان بن حمزہ اور دست چپ میں فولاد زعاد مغربی اور
بہرام گرد بن خاقان چین اور ارقم ہیں اور پیچھے سب فوج مسلمانوں اور پری زادوں اور جنوں کی ہی اور
ایک طرف حکیم قسطاس اور درویش ذاکر اور مذکر ہیں اور ایک طرف زعفران زاہد اور انکے چاروں چیلے ہیں
بس اس طرح سب میدان میں آگئے اور صف آرائی ہونے لگی بعد اسکے زعفران مع اپنے چیلوں کے تخت پر سے
اتر کے ایک سوزنی الگ بچھا کے قلمدان اور چاقو اور قلم اور آفتابہ پانی کا لے کے مستعد بیٹھے اور اس طرف آمد آمد لشکر
ساحران کی ہوئی ہر ایک ساحر اپنے آلات سحر آراستہ کیے ہوئے اور شیر و خرس پر سوار نمودار ہوئے قشقے وغیرہ
کھینچے ہوئے ہیں اور پر کالے آتش کے اڑتے ہوئے جب سب ساحر جمع ہو چکے اس وقت تخت
تیرہ بخت اور منظلم کا آیا یہ دونوں ایک ہی تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں اور آگے انکے تخت کے اخرس ہاتھ میں
بیل عمرو کی قید کا لیے ہوئے اور ساتھ اسکے ہمارے جادو ایک طاؤس پر سوار ہی اور ہاتھ میں اس ملعونہ
کے ایک کوڑا ہی یہ بھی طاؤس کو ہوا پر اڑاتے ہوئے آکے داخل ہوئی اور اخرس چالیس گز کے اژدر
پر سوار بسرعت تمام یہ بھی آیا ہی جب سب جمع ہو چکے اسوقت زرقشہ ملعونہ نے ایکبار کچھ پڑھ کر کاغذ کے
ٹکڑے اڑائے وہ سب ٹکڑے مثل تیر اور پھاوڑوں کے بن گئے جتنے درخت تھے سبھوں کو انھوں نے ایک
دم میں قلع کیا بعد اسکے اخرس نے کیا کام کیا کہ ایک روئی کا پہل بنا کے اور منتر پڑھ کے پھونک کر آسمان کی
طرف اڑا دیا اس پہل نے سارے آسمان کو گھیر لیا اور اسمیں سے مینہ برسنے لگا جب خوب چھڑکا ہو چکا اسوقت
باران تو موقوف ہو گیا اور اب صورت ایک ایک کی دیکھنے لگا کہ اسمیں کوئی چار گھڑی دن آیا ہوگا کہ امیر
نے عمرو کو دیکھا کہ بحال خراب بیل پر گرفتار ہیں ساتھ ہی دیکھنے کے امیر کو ایک جوش رقت شروع ہوا
الغرض طرفین سے میمنہ و میسرہ و قلب و جناح ساقہ و کمینگاہ آراستہ ہو چکے اسوقت تحلیل جادوگر رشتہ دار
منظلم کی ہوا سکے ہاتھ میں ایک تماشا ہی اسکی گولی بنا کر سحر دم کر کے زمین پر ماری کہ ایکبار وہ گولی زمین میں
غائب ہو گئی اور دور جا کر ایک آگ پیدا ہوئی اور وہ آگ امیر کے لشکر کی طرف بڑھنے لگی اور لشکر میں ایک شور
پیدا ہوا وہ خبر زعفران زاہد کو پہونچی ساتھ ہی سننے کے وہ آفتابہ جو قریب تھا اٹھا کے پانی اسکا اسی آگ
کی طرف بہا دیا کہ فوراً وہ بہا دریا آب بن کے رہ گیا اور آگ اس پانی میں چھن چھن کے بجھ گئی دفعۃً تحلیل
کو پسینا آنا شروع ہوا اور تمام ساحروں میں کھلبلی پڑ گئی طرفہ اسمیں یہ ہیں تحلیل مع اپنے ساحروں کے پا
ہو گئے یہ حال جو اسکی بہن نے دیکھا آزردہ ہو کر ہاتھ میں اسکے ایک تسمہ تھا اسکے ٹکڑے ٹکڑے کر کے
ہوا کی طرف اڑا دیا کہ فوراً وہ سانپ بن بن کے سیاہ اور مثل باران کے برسنے لگے تمام لشکر خدا پرستان
میں ایک دھوم پڑ گئی جسکو سانپ نے کاٹا وہ سوجھ پھول گئے یہ گیا یہ خبر زعفران زاہد کو ہوئی اور اس نے
کاغذ کے پرچوں پر کچھ لکھ کے بسمت ہوا اڑا دیے اسی وقت تمام سانپ سمٹ کے لشکر ساحران پر جا پہنچے
اور ہزاروں ساحر ضائع ہونے لگے وہی عالم ان ساحروں کا بھی ہوا یہ خبر تیرہ بخت کو ہوئی کمال
برہم ہوئی اور دو پتوں پر کچھ پڑھ کر زمین پر پھینکا ایکبار وہ دونوں پتے زمین پر گرتے ہی طاؤس بن کے
اڑے اور جتنے سانپ تھے انکو نگل گئے بعد اسکے زرقشہ ملعونہ نے کچھ پڑھ کر زمین پر مارا کہ ساری زمین
میں زلزلہ پڑ گیا قریب تھا کہ تختہ الٹ جائے یہ خبر زعفران زاہد کو پہونچی دو نقش بجلدی تمام لکھ کے

شنجرفی پوشش کو دیے کہ ایک اُس کونے پر اور ایک اُس کونے پر دفن کرو شنجرفی پوش بجلدی تمام
حکم ظفران زاہد کا بجا لایا کہ زلزلہ موقوف ہو گیا یہ تیرہ بخت نے دیکھا آواز دی کہ ارے کیوں سحر برباد
کرنے جاتے ہو جانتے ہو کہ اُس طرف ظفران زاہد ہے وہ سحر کسی کا برپا نہ ہونے دے گا کل جو بات تجویز کی تھی وہ
آج عمل میں لاؤ سب کے سب پکار اُٹھے بہت بہتر اور میل لکڑی کا جس میں عمرو بندھا ہوا تھا سامنے امیر کے
لائے اور عمرو پکارا کہ اے حمزہ زنہار تم میری رہائی کا قصد نہ کرنا اگر میں مر جاؤنگا تو کچھ مضائقہ نہیں ایک ادنا
غلام نہوا نہوا اگر تم میرے واسطے آفت میں گرفتار ہوگے اور ادھر ہماے جادو نے کہا عمرو کو مارا امیر نے جو
دیکھا تاب نہ رہی پکارے خواجہ تجھے بلا سے تمہارا ... چین ہوگا اور مرکب کو تازیانہ کیا کہ مثل برق کے چمک کے
روانہ ہوا کسی نے دیکھا اور کسی نے نہ دیکھا ساتھ ہی عمرو بن حمزہ نے گھوڑا اُٹھایا اور دونوں مثل شیر ببر کے
لشکر پر دھاوا کر جا پڑے بعد اُنکے چوگان بن حمزہ اور فرامرز عاد مغلی اور بہرام گرد خاقان چین اور جمہور
اور ارقم نوجوان ان سب نے ارادہ کیا اور کہا یارو امیر اکیلے ہیں اور ایک عمرو بن حمزہ ہے اور ادھر کو
لشکر کفار میں نو لاکھ آدمی ہیں بلا سے ہم مارے جائینگے لیکن ساتھ نہ چھوڑینگے یہ کہکے سب روانہ ہوئے
کہ تیرہ بخت کی نظر پڑی فوراً اُس نے اپنے دونہ میں سے کچھ نکالکر لشکر اسلام کی طرف زمین پر پھینکا دفعتاً ایک
دیوار آہنی بن کر تیار ہو گئی جب یہ قصد کرتے ہیں تلوارین کھاتے ہیں گنبد سے پیچھے گرتے ہیں اور دوسرے
وہ دیوار نظر نہیں آتی ہے قریب سے جانا غیر ممکن ہے مگر امیر اور عمرو بن حمزہ بخوبی جنگ کر رہے ہیں یہاں تک
کہ سب گروہ ساحروں کا پسپا ہوا اور خواجہ نے دیکھا کہ امیر پہنچے کہ دفعتہً دوڑ کر امیر نے آخر اُس کو
عقرب سلیمانی مارا کہ کام اُسکا تمام ہوا اور عمرو کو چھڑا لیا اور عمرو نے چھوٹتے ہی گلیم عیاری اوڑھ لی
دیکھا امیر نے منظلم اور تیرہ بخت یہ دونوں ایک تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں یہ دیکھتے ہی امیر ادھر روانہ ہوئے عمرو
بن حمزہ طرف ہماے جادو کے روانہ ہوا ہماے جادو نے آواز دی کہ او طفل تو میری طرف آیا ہے یہاں
مارا پڑے گی یہ سخن ابھی در دہان تھا کہ عمرو بن حمزہ نے ایک ایسی تلوار ماری کہ کام اُس نابکار کا تمام کیا
قرقشہ ملعونہ نے جو دیکھا تو جیسل عمرو بن حمزہ کے گلے سے اُتاری خواجہ نے جو دیکھا تاب نہ آئی گلیم اُتار کے
جھپٹ کر ایک خنجر مارا کہ گردن قلم ہو گئی عمرو نے جیسل لیکے عمرو بن حمزہ کے گلے میں ڈال دی اور جلد
گلیم اوڑھ لی تیرہ بخت نے جو دیکھا سحر کرنے لگی ظفران زاہد کو خبر پہنچی ظفران نے سات ٹکڑے کاغذ کے
لیکے اور اسم پڑھ کر ہوا پر اُڑا دیے کہ وہ سب برق بن کے لشکر کفار پر گرنے لگے صدہا جادو جل گئے میں گرمی
جنگ میں پہنچا نشانہ امیر اور منظلم کا ہوا منظلم کے سامنے تھوڑے سے کانٹے رکھے ہوئے تھے اُسنے کچھ پڑھکے وہ کانٹے
زمین پر پھینکے ساتھ ہی پھینکنے کے تیروں کا مینہ برابر پڑنے لگا مگر کچھ امیر پر اثر نہوا بلکہ وہ تیر منظلم پر پڑنے لگے
اور امیر نے ایک ہاتھ عقرب سلیمانی کا ایسا مارا کہ دو ٹکڑے ہو گئے تیرہ بخت نے جو دیکھا نعرہ آہ کا مارا اور دیکھا
اُسنے وہ شتر سحر کا ملا اور وہ شتر شتر غمزہ کرنے لگا اور زنگ جو گلے میں تھا آواز اُسکی پھیلی اور ان سب مقدسوں
کے کان تک گئی یہ سب گونگے اور بہرے ہو گئے اور ادھر وہ برق موقوف ہو گئی اور اُسوقت تیرہ بخت
کو امیر نے جا کر گھیرا اور پکارے او نکاح میں کب جانے دیتا ہوں اور کب تجھے جیتا چھوڑتا ہوں اور یہ تخت
پر بیٹھی ہوئی تھی کہ یکبارگی برابر سے عمرو بن حمزہ تلوارین مارتا ہوا آتا تھا اُس نے تیرہ بخت
کو دیکھا ہی جھپٹ کر عمرو بن حمزہ نے ایک تلوار ایسی ماری یکبار تیرہ بخت کو دو کرکے زمین پر ادھر

بصورت عقاب بنکے جاتا کہ اڑجائے کہیں خواجہ سلامت بھی برابر اُسکے طلسم جاری اورٹیم ہوئے آتے تھے انھون نے دیکھا کہ یہ
عقاب بنکے بھاگا جاتا ہی ایکبار جال ادیا سی کو تھاکے اُس لکاتہ پر مارا اور جال مین پھنسکر اُسکو زنبیل مین ڈالا اور کہا
داد صاحب اسے اچھی طرح سے رکھنا اور پھر جلدی سے طلسم ادھول اورہاجر کہا کہ مین تیرہ بخت کو گرفتار کیا ہی امیر کو تشفی
ہوئی ساحرون کو قتل کرنے لگے بعد دیر ہر کے تمام ساحر زر ہو گئے انھون نے کہا امان امیر نے کہا امان با ایمان غرض سب
کلمہ پڑھکے مسلمان ہوئے امیر نے کہا اے ظفران زاہد یہ سب ایمان لاتے ہین کیا مرضی ہی ظفران زاہد نے وہ نقش
اُلٹ دیا اور قتل موقوف ہو گیا تمام ساحر زیا بزدار ہوئے خواجہ نے تمام مال وہان کا خوب لوٹا ہر چہار طرف شادیانے
فتح کے بجنے لگے اور طلم جشن ہوا بعد اُسکے امیر نے کہا خواجہ ذرا تیرہ بخت کو تو نکالو عمرو نے کہا حمزہ مین رہا نہ نکالو گا
امیر نے کہا خواجہ سچ بان نکالو عرض کیا اسکا مضائقہ نہین عمرو نے پکارا داد صاحب یہ نکلے ساتھ ہی نکلنے کے عمرو نے
دیکھا کہ یہ تو کچھ سحر کیا چاہتی ہی فوراً اسنے اسکے گلہ دبا کر زبان کھینچ کے سو جاؤ اور امیر نے فرمایا خواجہ جلد سر اسکا قلم
کرڈالو عمرو نے بمجرد حکم کے سر اُسکا قلم کیا اور تمام ساحرون کے سر نیزے پر چڑھا دیے بعد اسکے امیر نے عمرو بن
حمزہ سے کہا تم ظلمات کو جاؤ اور خورشید لقا اور زہرہ لقا اور حور لقا اور ماہ لقا کو لے آؤ عمرو بن حمزہ یونانی
تاریکی کو روانہ ہوئے اور امیر یہان جشن مین بیٹھے جسوقت عمرو بن حمزہ پردۂ تاریکی سے سب کو بیبیے ہمراہ لیکر
امیر کی خدمت مین آیا اور امیر بعد چند روز کے کوچ کر کے گنبد ریاضت گاہ مین آئے عمرو نے عرض کیا اے
حمزہ تو گنبد ریاضت گاہ مین جا کر چلہ کشی کر امیر نے ملکہ رضیہ سلطان کو ایک مکان محکم مین چھوڑ کے اور آپ
درخت کے پھل توڑ کے روانہ ہوئے اور اُن پھلون مین یہ وصف ہی کہ اُنکے کھانے سے بول اور غائط نہین ہوتا
گنبد ریاضت گاہ مین پہونچ کر بیٹھے بعد سات روز کے آٹھوین دن امیر کو نیند آگئی ہی عالم غفلت مین دیکھا
کہ سامنے سے دو آدمی چلے آتے ہین ایک کو تو امیر نے پہچانا کہ حکیم اشراق ہی اور دوسرے کا حال نہ معلوم ہوا
جب وہ قریب آئے پکارے سلام علیک امیر نے جواب سلام کا دیا علیکم السلام یا شاہزادۂ آفاق حکیم اشراق
آئیے بیٹھیے یہ دونون مقدس آکے بیٹھ گئے امیر نے کہا آپ کا آنا کیونکر ہوا حکیم اشراق روشن ضمیر نے کہا اے شہریار
تمھارے پاس ہم اسواسطے آئے ہین کہ اب یہ لوح اور یہ پھل بیکار ہی اور ان مقدس کو تمھارے پاس لایا ہون کہ
اب جو کچھ یہ کہین اُسپر عمل کرو امیر نے کہا کہ یہ مقدس کون ہین اُسوقت حکیم اشراق نے کہا کہ یہ لوگ تو جن ہین
اور اُنکے جسم لطیف ہین اور یہ مانند ہوا کے خواص رکھتے ہین یہ سُنکے امیر نے کہا آؤ صاحب بیٹھو اُسوقت حکیم اشراق
بھی بیٹھ گئے اور کہا یہ ظفران زاہد ہین روئین تن ہین اور نام انکا ظفر جان جنی ہی اُسوقت ظفر جان زاہد نے
کہا کہ اے شہریار مین تمکو ایک خط دیتا ہون تم اسکو دیکھ لینا جو اسمین لکھا ہو اُسپر عمل کرنا یہ سُنکے امیر نے کہا بہت خوب
ظفر جان جنی نے ایک مکتوب نکال کے دیا امیر نے اُسے لیلیا اور بہت پسند کیا پھر ظفران زاہد نے کہا اے
شہریار تم اس اسم کو الگ چھپا کے پڑھنا اگر کوئی تم کو فریب دے تو تم جاننا کہ یہ شیطان کا کام ہی ایسا نہو کوئی
اور پیچ پڑ جائے اگر کسی طرف سے کوئی صدا آئے تو تم پھر جاننا کہ یہ کام شیطانی ہی اور جب تم اس اسم سے
واقف ہو جاؤگے اُسوقت ایک گھوڑا آئیگا تم اُس گھوڑے سے کہنا اے صبا رفتار تم مجھکو اس پردۂ تاریکی
مین مرات انقلاب کو لے چلو کس واسطے کہ طلسم مرات انقلاب اور طلسم آفتاب اور مہتاب کا فتح کرنا
جلد درجات سے ہی وہ گھوڑا تم کو سوار کر کے لے جائیگا بعد اسکے امیر کی آنکھ کھل گئی اُس گنبد ریاضت گاہ
سے باہر آئے عمرو نے کہا اے شہریار بہت جلد تمھارا مطلب حاصل ہوا اور درویش فدا کرنے کہا کہ اے شہریار اب

میرا وقت بھی آخری ہی تمام عمر مین ایک تقصیر مجھ سے سرزد ہوئی ہی اُسی اعمال شنیعہ مین گرفتار ہون اور ایک میری
عرض ہی کہ مجھے فاتحہ خیر سے فراموش نہ کیجیے گا یہ کہکے ملک عدم کو راہی ہو گیا بس امیر کو نہایت افسوس ہوا اور سب مقدسون
سمیت اہتمام سے اُنکی تجہیز و تکفین کی اور اُس مکتوب کو کھولا اُسمین لکھا تھا کہ اب رضیہ سلطان کو یہان رکھنا
مناسب نہین ہی چاہیے وہ پردۂ قاف مین رہے چاہے پردۂ تاریک مین اُسوقت امیر نے رضیہ سلطان سے
کہا کہ تم پردۂ قاف مین جاؤ یہان رہنا مناسب نہین ہی مین طلسم کشائی کو جاؤنگا رضیہ جیکی ہو رہی ساتھ والیون
نے کہا کہ اے طلسم کشا رضیہ نے ہیزنی قبول کی تو اسواسطے نہین قبول کی کہ آپ تنہا چھوڑ جائیے امیر نے کہا کہ مین
بعد طلسم کشائی کے بلوا لونگا رضیہ نے کہا کہ مین مرات القلاع مین رہون امیر نے کہا اب تمہارا وہان گذارا
نہین ہی وہان عمل اوروں کا ہی اگر تم کو میرا اعتبار نہین ہی تو پہلے کسی پریزاد کو بھیجکے دیکھو الغرض رضیہ نے ایک
پریزاد کو ابر پر سوار کرکے روانہ کیا اُس پریزاد نے جاکے جو دیکھا تو کہین نشان قلعہ کا نہین ہی اور آواز مہیب پیدا
ہوئی کہ خبردار کہدینا اُس مقدس سے کہ اگر کوئی پریزاد تیرا یہان آیا تو ہم زندہ نہ چھوڑینگے وہ پریزاد وہان سے
بھاگی اور آکے رضیہ سے تمام احوال بیان کیا امیر نے کہا اے ملکہ کیا مین جھوٹ کہتا تھا بعد اُسکے امیر نے ملکہ کو روانہ
کیا خورشید لقا اور حور لقا اور ماہ لقا اور زہرہ لقا اور سلطان سرخ پوش کو مع سب مقدسون کے امیر
نے یہین رکھا اُسوقت عمرو بن حمزہ اور چوگان بن حمزہ اور فرامرز عاد مغربی اور بہرام و جمہور ان سب نے
عرض کیا کہ اے شہریار عالی تبار آج تک ہم آپ کے قدمون سے الگ نہین ہوئے امیدوار ہین کہ ہمین ہمراہ
لے چلیے خصوص عمرو نے عرض کیا امیر نے کہا کہ بے علم مین کوئی کام نہ کرونگا اور سب کو چھوڑکر آپ تنہا روانہ ہوئے
اور اُسی قلعہ کوہ پر جاکر اسم پڑھنا شروع کیا دیکھا تمام پہاڑ سرسبز ہی اور ایک تالاب اُسپر تھا اور اُسکے چوگرد
کے اندر معلوم ہوتا تھا کہ آئینہ چڑھا ہی اور امیر اُسمین وضو کرکے اسم پڑھنے لگے ایک چار گھڑی گذری تھی کہ ایک
حباب پانی پر معلوم ہوا اور وہ بڑھتے بڑھتے مانند گنبد کے ہو گیا امیر نے دیکھا کہ اُس حباب مین ایک
مقدس تخت پر بیٹھا ہی اور اُسکے پہلوؤن مین دو عورتین بیٹھی ہوئی ہین اور ایک طرف ایک حسین صاحب جمال بیٹھی ہوئی ہی
شراب اور کباب اُسکے سامنے رکھا ہوا ہی کہ یکبارگی اُس ضعیف نے امیر سے کہا کہ اے جوان لے تو بھی پی امیر نے
اُسکی طرف سے منہ پھیر لیا اُس بڈھے نے اُن عورتون سے کہا کہ تم اِس جوان سے کہو وہ عورتین امیر کے سامنے
آئین اور امیر کے اشتہے کو دیکھکے عجب عجب حرکتین کرنے لگین کبھی تو اوپر کے بدن سے برہنہ ہو جاتی ہین اور کبھی
پیٹ اپنا دکھاتی ہین امیر اپنے دل مین کہتے ہین کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور دوسرے کوٹھے پر جا بیٹھتے ہین
وہان بھی یہی صورت دیکھنے مین آئی بس امیر چارون طرف پھرنے لگے وہ لوگ بھی ہمراہ ہوے کہ اُس بڈھے نے
ایک لڑکی کو سامنے بھیجا اُسنے بھی نئی نئی حرکتین کین کہ جسکا بیان نہین امیر لاحول پڑھتے رہے کہ دفعۃً اُس
بڈھے نے تالاب مین ہاتھ ڈالکے ایک جوان کو نکالا اور چاہا کہ ذبح کرے امیر جو دیکھتے ہین تو بدیع الزمان
ہی اور بدیع الزمان نے کہا کہ اے امیر مین آپ کی قدمبوسی کو آیا تھا یہ مجھے قتل کرتا ہی امیر بیتاب ہو گئے
اور چاہا کہ خنجر اُٹھین پھر یہ خیال آیا کہ یہ کارخانہ شیطانی ہی مخاطب نہوے اُسوقت بڈھے نے اپنا منہ پیٹا
اور کہا کہ تونے تو ہمارے قتل پر کمر باندھی ہی ہم پھر سمجھ لینگے یہ کہکے وہ مع حباب کے غائب ہو گیا امیر نے
وہ اسم موافق تعداد معینہ کے پڑھا کہ ستارۂ صبح کا چمکا بس امیر نماز صبح سے فراغت کرکے اب سیر اُس
پہاڑی کی کرنے لگے کہ دیکھتے ہین خورشید خاوری چرخ نیلگون پر نمایان ہوا اور روشنی ہوئی کہ دفعۃً اُس

بیابان میں ایک گرد صبح رنگ اٹھی کہ جیسے کوئی قافلہ اُڑتا آتا ہی کہ یکبار اُس گرد میں سے ایک گھوڑا برابر فیل گردون
کے پیدا ہوا پشم دنبیں اس گھوڑے کا بہت خوش اسلوب کہ جو کوئی دیکھے یہی چاہے کہ جان بیچ کے اسے مول لیجیے
گھوڑوں میں پس دیش نہ کیجیے اور وہ گھوڑا امیر کے سامنے آکر کھڑا ہوا امیر نے کہا ای اسپ صبا رفتار تجھے میرے واسطے
کیا تعلق ہی تو مجھکو پردہ تاریکی کی راہ سے دروازہ القلاع کی طرف لیچل یہ سنتے وہ گھوڑا امیر کے پاس آکھڑا ہوا
اور امیر یکبار رکاب میں پاؤں دے کر اس گھوڑے پر سوار ہوئے اور وہ اسپ صبا رفتار اس پردہ تاریکی کی راہ سے
دروازہ القلاع کو لے چلا اور دور جا کر ایک ٹیکرے پر چڑھ گیا اور اس ٹیکرے پر جا کر کھڑا ہوا امیر اسپ سے نیچے اُترے
اور وہ گھوڑا امیر کے اُترتے ہی ایک طرف کو چلا گیا اب جو امیر نے اُترکے دیکھا وہ ٹیکرا سنگ سبز کا ہی مانند زمرد کے
چمکتا ہی اور اُسمیں ایک حوض نہایت پانی سے ملا ہی اور چو گرد درخت لگے ہیں وہ باصل سنبلے اور بیلے ہیں اور اُسپر ایک
نہایت دلچسپ پہاڑ ہی اور اُس پہاڑ کے گرد ایک دریاے عظیم ہی اسکے سامنے دروازہ القلاع معلوم ہوتا ہی اور
تمام ابر سے چھپا ہوا ہی امیر نے وضو کیا اور اسم پڑھنے لگے ایک چار گھڑی ہی نہ گذری تھی کہ ابر سامنے سے نمودار
ہوا اور اُسمیں سے ایک تخت اُترا امیر نے دیکھا کہ ایک پری زرد گوش تخت پر سے اُتری اور آکر امیر سے
کہا کہ ملکہ شعشعہ نے میرے پاس کہلا بھیجا کہ طلسم کشا اس قلعہ میں آیا ہی اور لو یہ شراب ملکہ نے تمہارے
واسطے بھیجی ہی امیر نے کہا ہمارا رتبہ یہ نہیں ہی کہ ہم تمہارے ہاتھ سے لے کر پئیں مگر امیر نے نام ملکہ کا جو سنا تو
بہت خوشی حاصل ہوئی تھی مگر غیرت حق کے ڈر سے چپ ہو رہے تھے اُسنے کہا کیوں صاحب ہمارا رتبہ
ایسا ہی کہ آپ کو شراب دینے میں تامل ہوا امیر نے کہا نام جلیلے ملکہ بازغہ مہرافزا کو سجدہ و جو نہیں امیر نے ملکہ بازغہ کا نام
لیا اُسنے اپنا منہ پیٹ لیا اور کہا ای طلسم کشا تو نے غضب کیا کہ بے وضو نام لیا جو کوئی نام ملکہ کا لیتا ہی پہلے گلاب سے
لاکھ کلیاں کرلیتا ہی بعد اسکے پکارتا ہی کوئی ہی کہ اسکو شراب دے کہ یکبار ایک دیو دو شمشاد ہاتھ میں لیے ہوے
بغیظ و غضب سامنے سے آیا اُس پری زاد نے کہا مار ڈال اسنے بڑا قصور کیا ہی یکبار اُس دیو نے دو ار
شمشاد اُٹھا کے ایک ہی وار امیر پر کیا امیر نے وہ وار شمشاد آتے دیکھ کے روکی اور رد کر کے کود کے اُس
دیو کی داہنی طرف کو جا رہے اور اُس دیو نے وار شمشاد جو امیر کو ماری تھی وہ اُسکا خالی زمین پر گیا اور یکبار
امیر نے پھر بڑھ کے عقرب سلیمانی کھینچ کر ایک ہاتھ اُس دیو کی کمر پر مارا کہ دو ٹکڑے ہو گیا اور تڑپ تڑپ کے
اُسی پانی میں جا رہا وہ پری زاد یہ دیکھتے ہی اپنے تخت پر بیٹھ کے چلی گئی بعد ایک دو گھڑی کے ایک پری زاد
پھر اسی طرح سے آئی جس طرح سے وہ آئی تھی مگر یہ اُس سے بھی زیادہ حسین ہی اور سج میں بھی اُس سے زیادہ
ہی وہ امیر کے پاس آئی اور اُس نے بھی امیر سے کہا کہ صاحب تمہارے واسطے ملکہ آفاق نے شراب
کباب بھیجے ہیں اور کہا ہی کہ تم ہمارے مہمان ہو یہ شراب پیو اب امیر اُس دیو کے مارنے اور اُس پری زاد
کے جانے سے اور زیادہ حیران ہوے امیر نے اُس پری زاد سے بھی کہا کہ تم اِس قابل نہیں ہو کہ جو میں تمہارے
ہاتھ سے شراب اور کباب کھاؤں پیوں اُس پری زاد نے یہ سنکر کہا کہ ہم میں ایسے کیا کیڑے ہیں امیر نے
کہا البتہ پڑے ہیں یہ سنکر وہ کہنے لگی ارے مردود تو دل لگی کیا کرتا ہی شراب پی لے یہ سنکر امیر نے کہا میں
نہیں پینے کا اور تم جا کر بازغہ مہرافزا کو بھیج دو اور ملکہ شعشعہ جہان افروز [illegible] میرا ہی پس یہ سنکر اُس پری زاد
نے اپنا منہ پیٹا اور کہا ارے بغیر وضو کے اُسکا کوئی نام نہیں لیتا ہی اور جب کیوڑے اور گلاب سے کلیاں
کرتا ہی تو اُس وقت اُسکا نام لیتا ہی ارے غضب کیا تو نے اُسکا نام بے وضو لے لیا پس یہ کہکر اُس پری زاد

نے کہا اے کوئی ہے کہ اسکو ضرب سے مقتول دے کہ ایک دیو پیدا ہوا اُسنے وار شمشاد امیر پر ماری اور امیر نے اُسکو بھی
رد کیا اور اٹھکر ایک تلوار اسکی کمر پر ماری کہ کمر دو ٹکڑے ہوئی اور دیو بھی گرا اور وہ پری زاد اسی طرح سے تخت پر بیٹھی ہنسنے
چلی گئی پس کہاں تک بیان کیجیے کہ اسی طور سے پانچ پری زادیں پیدا ہوئیں اور امیر نے اسی طرح پانچ دیو مارے کہ وہ حجلے
اُن پری زادوں کے اُڑ گئے اور جسوقت چھٹی پری زاد کی اُسنے بھی اسی طرح کی باتیں امیر سے کہیں اور اُسنے بھی اسی
طرح سے ایک دیو کو سامنے امیر کے کیا اور امیر نے اُسکو بھی مار ڈالا اور وہ پری زاد کشش و پیچ کرتی ہوئی گئی القصہ
جب امیر چھ دیووں کو مار چکے اور اب کھڑے ہوئے ہیں کہ دفعتاً ایکطرف آسمان پر سے آواز نوبت اور نقارے
کی پیدا ہوئی اور گانے بجانے کی صدا آنے لگی اور ایک ابر سیاہ سامنے سے نمایاں ہوا دیکھا امیر نے کہ قریب
ہزار بارہ سو بان اور نشان مرہم رہے انکے کھلے ہوئے قریب بارہ یا چودہ ہزار پری زادوں کے اپنے اپنے تختوں پر
سوار اور بیچ میں سب تختوں کے ایک تخت ہے کہ اُسپر ملکہ بازغہ مہر افزا سوار ہے اور بڑی عزت دار اور ایک وزیر زادی
شعشعہ ماہ و زرنگی ہے اور یہ بانو قیصر کے پاس آئی اور امیر نے جو اسکو دیکھا پس دیکھتے ہی امیر غش کر گئے اور کہا
سبحان اللہ کیا صورت اور حسن و جمال اسکا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صانع قدرت نے صفحہ قدرت پر اپنے ید قدرت
سے اسکی صورت بنائی ہے اور مہر و ماہ کو ملا کے اسکا خمیر تیار کیا ہے نور کے سانچے میں اسکو بنایا ہے اُسنے امیر سے
کہا کیوں صاحب تمنے کیوں یاد کیا ہے کہ بازغہ کو بھیج دو صاحب میں حاضر ہوں یہ سُنکر امیر نے کہا آؤ صاحب
پس بازغہ نے کہا آکر کیا کرونگی وہ جو ملکہ نے تمہارے واسطے بھیجا ہے دو مگر اس والیہ کے ساتھ تو کلام کیجے
کہ امیر خوش ہو گئے اور بازغہ نے وہ شراب اور کباب امیر کے روبرو رکھے امیر نے بازغہ سے کہا میں تیرے ہاتھ
سے نہیں لونگا تیرا یہ مرتبہ نہیں کہ میں تیرے ہاتھ سے لوں یہ سُنکر بازغہ نے کہا لو اور سنو تم مجھے اپنے دل میں
سمجھے کیا ہو اور تم یہ جانتے ہو کہ میں طلسم کشا ہوں اور ہی صاحب اگر تم طلسم کشا ہو تو اپنے واسطے ہو اور
یہ جو مرتبہ تمہارے واسطے ہے تو کیا ہے یہ سُنکر امیر نے کہا بازغہ میں تیرے ہاتھ سے شراب نہیں لینے کا
بازغہ نے کہا ہاں صاحب کچھ مجھ میں کیڑے پڑے ہیں یا اور کچھ برائی ہے غرض جو جو بکتی تھی امیر اسکو جھڑک
جھڑک کر جواب دیتے تھے کہ ایکبار بازغہ نے کہا کہ اس مردوے کی باتیں دیکھو کہ آدم زاد ہو کے ہم سے اتنی
دوری لیتا ہے اور اپنے نزدیک ہماری کوئی حقیقت نہیں جانتا ہے اور امیر سے کہا کہ چلو میاں اپنے عقل کے
ناخن لو اتنا بھی آدمی بے شعور نہو یہ کہکر کہا لو اب تو شراب پی لو اور ایک جام شراب کا بھر کے ہاتھ بڑھا کے
امیر کے ہاتھ میں دینے لگی پس جسوقت امیر نے اُسکے پنجہ اور کلائی کو مثل پنجہ خورشید درخشاں اور ساعد ہلال
کے دیکھا امیر کی آنکھوں کے آگے ایک برق سی چمک گئی اور حالت بیقراری طاری ہوئی امیر نے کہا
سبحان اللہ کیا حسن و جمال ہے مگر امیر نے انکار کیا اور دل میں سمجھے کہ خدا جانے اسکا انجام کیا ہو پس یہ
سمجھکر اُس سے جام لیکے نہ پیا اور بازغہ سے کہا کہ میرا مرتبہ یہ نہیں ہے کہ میں تیرے ہاتھ سے پیوں غرض
بازغہ نے یہ سُنکر وہ جام آخر بے مزہ ہو کر رکھ لیا امیر نے کہا کہ یہ بدمزہ ہوئی اور نہایت ہی اسے یہ میرا کہنا
ناگوار ہوا اسوقت امیر نے بازغہ مہر افزا سے کہا شعر پیش کسے رو کہ طلبگار تست + ناز بر آن کن کہ خریدار
تست + یہ سُننا تھا کہ بازغہ نے کہا سبحان اللہ تم بھی اس قابل ہوئے کہ جو تم پر کوئی ناز کرے گا اے صاحب
اپنا منہ تو دیکھو یہ سُنکر امیر نے کہا تم دیکھو کوئی مگر میں تمہارے ہاتھ سے یہ شراب نہیں پینے کا پس بازغہ نے کہا اے
صاحب تم کو دنیا کون ہے اور جب دیکھا امیر نے کہ بہت چین بہ جبین ہوئی اسوقت امیر نے کہا وہ صاحب لاؤ

تمھاری خاطر سے پی لونگا بازغہ نے کہا نہیں صاحب یہ نہیں ہونے کی امیر نے کہا تمہیں تمہارے سر کی قسم لاؤ دو میں پی لون گا
اُسوقت ملکہ بازغہ مہر افزا نے ایک جام شراب بھر کے امیر کو دیا پس امیر نے وہ جام لے لیا اور پی کر بازغہ سے کہا تم بھی پیو
ایک جام آپنے بھی پیا غرض جب دو دو جام پی چکے تو دماغ امیر کا گرم ہوا اُسوقت دل میں یہ کہا ای امیر جو ہونی ہو سو ہو
کس واسطے کہ ایسے اکیلے مکان مین ایسی نازنین خوبصورت پاس ہو اور تم ملتفت نہو پھر کہنے لگے کہ شاید یہ امتحان کرتی ہو
اور یہ خیال کرکے اُس مکتوب کو کھولا اور دیکھا اُسمین لکھا تھا کہ ای امیر اگر تم نے ہاتھ لگانے کا ارادہ کیا تو یہ کب ہاتھ آتی ہو
خبردار خبردار ہرگز ہرگز یہ ارادہ نہ کرنا پس امیر یہ دیکھکر چپ ہو رہے بازغہ نے دیکھا کہ امیر چپکے بیٹھے ہین یہ دیکھکر بازغہ
آکر امیر کے پاس بیٹھ گئی اور اختلاط کرنے لگی امیر نے یہ دیکھکر کہا بس الگ ہو بیٹھو تمہے یہ ڈھنگ تمہارے اچھے نہین
معلوم ہوتے ہین اور یہ کہتے ہی بازغہ نے امیر کے کاندھے پر ہاتھ رکھدیا اور کبھی ران پر ہاتھ رکھتی ہی غرض ان حرکتون
سے امیر کی یہ حالت ہی کہ نعوذ باللہ اور جسوقت آدھی رات کے قریب آئی اُسوقت ماہ نصف آسمان پر جلوہ گر ہوا
چودھوین رات کا چاند اور سامنے دریا اور گرد سبزہ اور وہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اُسوقت بازغہ مہر افزا نے کہا ارے
کوئی یہان آئے کہ ایکبارگی ایک پری زاد تخت پر سوار آئی اور سنگ کشتیان خنجر دان اور پاندان سامنے بازغہ کے
رکھدیا اور آپ چلی گئی اور ساری کیفیت اور ناز و ادا سے بازغہ نے آنکھ اوپر کرکے کہا کہ امیر کو وہ گردش آنکھ کی نہایت بھلی
معلوم ہوئی بیساختہ یہ شعر پڑھا شعر خشم مست خود گردان سوی گردون واکن + چشم جادو ای پری بر عالم بالا مکن +
اور بازغہ نے وہ گہنا پہننا شروع کیا اور دوپٹہ سر سے اتار کے رکھوادیا اب جو نگاہ امیر کی اُسکے سینہ پر پڑی بس
امیر کو یہ معلوم ہوا کہ تخت طلائی پر بیٹھے دو سرکش حسن سرکشی کر رہے ہین یا دو شاہ ملک حسن بادشاہی کر رہے ہین
غرض اسکا سراپا دیکھ کے امیر کا وہی حال ہوا اور بازغہ نے چھیڑ چھاڑ شروع کی امیر نے کہا بس اپنے قرینہ
سے تم بیٹھی رہو اور سمجھے یہ خوش فعلیان آپ کی اچھی نہین معلوم ہوتی ہین غرض امیر نے کہا کہ بازغہ تیرے جی
مین کچھ اور ہی اور ظاہر مین کچھ کا کچھ اور معلوم ہوتا ہی اگر تو ایک طور پر ہوتی تو البتہ مین انکار نہ کرتا یعنی جو ظاہر مین
ہی وہی باطن مین بھی ہوتی اور بازغہ اپنے دل مین کہتی ہی کہ یہ بڑا سیانا ہی آخر کو اسی طرح سے تمام رات
گذر گئی اور جسوقت صبح کا تارا آسمان پر بلند ہوا اُسوقت بازغہ نے وہ سب زیور اور لباس پھینک دیے اور
کہا ای آدم زاد تو نے مجھے رسوا کیا اور کچھ تجھ سے مجھے حاصل نہو ساری پری زادین میرے ساتھ کی کہینگی کہ تو رودے
کے ساتھ ساری رات رہی اور کیا کیا اور مجھے یہان اب تک کچھ حاصل نہ ہوا مجھے معلوم ہوا کہ تم اندرائن کے
پھل ہو صرف دیکھنے کے ہو کھانے کے نہین ہو امیر نے کہا مہربان ہی ملکہ شعشعہ جہان افروز تم ایسون کو کب
پوچھتا ہون پس جونہین امیر نے ملکہ شعشعہ جہان افروز کا نام لیا ساتھ ہی نام لینے کے بازغہ بولی کہ ارے حبیب
تیرا یہ خیال ہی کہ تو ملکہ کا نام لے وضو کے لیتا ہی اور پکاری کہ ارے کوئی ہی جو اسکو سزا دے اتنا کہنا تھا کہ
ایکبار سات دیو پیدا ہوے کسی کے ہاتھ مین دار شمشاد کسی کے ہاتھ مین ترسول اور کھانڈا بس اُنھون نے
آکر امیر پر وار کیا امیر خالی دے کے پیٹ پڑے امیر نے جھٹ عقرب سلیمانی مار دو ٹکڑے کیا ایک دفعہ ان لعین
مین ساتون دیوون کو مارا بازغہ نے دیکھا کہ ساتون دیو مارے گئے اُسوقت یہ دوڑکر امیر کے قدمون پر گر پڑی اور
کہا کہ امیر مین نے جانا کہ تم طلسم کشا برحق ہو اور ہمارے یہان یہ لکھا تھا کہ جو طلسم کشا ہوگا وہ ان دیوون کو
مارے گا اور عرض کرنے لگی کہ جان آپ فرمائیے وہان چلون یہ سنکر امیر نے اُس مکتوب کو دیکھا اُسمین لکھا تھا
کہ اب بازغہ سچ کہتی ہی اُسوقت امیر نے کہا ای بازغہ پہلے تو مجھے مراۃ الصبح مین لے چلو پھر وہان سے

شہر نیلی حصار کو چلونگا یہ سنکر بازغہ نے کہا بہت اچھا پس بازغہ نے ایک آواز دی ساتھ ہی آواز دینے کے
ایک تخت پیدا ہوا اور اُس تخت پر بازغہ نے امیر کو بٹھایا اور آپ بھی بیٹھی دونوں اُس تخت پر سوار ہوئے
لیکن اب جو یہ بیٹھی ہی تو امیر سے الگ بیٹھی ہی اور بیچ میں ایک تکیہ رکھا ہی پھر بازغہ نے تخت کو حکم دیا وہ تخت
وہاں سے اُڑکر چلا اور پیچھے اُسکے ساتھ پری زادیں تھیں سب اُس پانی کے اندر غوطہ مارکے غائب ہو گئیں اور یہ
تخت جب اُس ابر کے برابر پہونچا اُسوقت وہ ابر شق ہوا اور وہ تخت مرآۃ القلعہ کے اندر داخل ہو گیا اور تخت
دروازے پر رکھا گیا پس ملکہ بازغہ نے کہا یا امیر اب تم جاکر سیر کرو کس واسطے کہ تم نے اُس دن اچھی طرح
سے نہیں دیکھا تھا اور میں یہیں ہوں جب تم آؤ گے تو مجھے یہیں پاؤ گے یہ سنکر امیر گئے اور وہاں سے سیر کو گئے
آگے جو جاکر دیکھا تو بعد عالی گنبدوں کے ساتھ ہزار پری زادیں ہیں کہ ہر ایک زر در گوش مرصع پوش ہی اور ایک درخت
کے نیچے بیٹھی ہوئی ہیں اور ناچتی ہیں اور گاتی ہیں اور سات پری زادیں فرق دار ہیں اور ہر مقام پر فرش ملوکانہ
بچھا ہوا ہی اپنی اپنی مسندوں پر بیٹھی ہوئی ہیں اور یہ طائفے اُنکے ساتھ ہیں پس امیر انکے پاس جاکر بیٹھ گئے اور
اُنسے اختلاط کی باتیں کرنے لگے اُن ساتوں نے امیر سے کہا کہ تم ہم سے کہاں کو جاؤ گے اور کہانتک ہم پر نظر لطف
کروگے اُسوقت امیر نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ بوقت طلسم کشائی ہم سب سے سمجھ لینگے یہ کہکے وہاں سے اُٹھے اور
سیر کرکے بازغہ کے پاس آئے اور کہا کہ ای بازغہ اب تو مجھکو قصر رفعت پر لے چل بازغہ نے کہا آپ جائیے آپ کا
کوئی مزاحم نہو گا پس امیر قصر رفعت پر گئے اور جو مکان ملکہ رضیہ سلطان کا ہی اور جہاں ملکہ رضیہ سلطان تخت پر
جلوہ گر ہوئی ہی امیر نے اُس تخت کو دیکھا آب دیدہ ہوئے اور ملکہ رضیہ سلطان کو بہت یاد کیا تمام اُس آئینہ خانہ میں اُس
ماہ تاباں کو دیکھا لیکن کہیں پتہ نہ پایا اسی طرح سے باچشم پُرآب پھرکر بازغہ کے پاس آگئے اور کہا بازغہ تو مجھے شہر
نیلی حصار میں لے چل بازغہ نے کہا بہت اچھا چلیے ابھی چلیے گا امیر نے کہا ہاں ابھی چلونگا غرض یہ سارا حال امیر کو اُس مکتوب
سے معلوم ہو جاتا تھا اور امیر جو بات کرتے تھے بحکم مکتوب کرتے تھے پس بازغہ نے امیر کو ایک کشتی پر بٹھایا اور آپ بھی اُس
کشتی پر بیٹھی اور وہ کشتی دریا میں روانہ ہوئی جب بیچ دریا میں پہونچی چکر کھانے لگی اور چکر کھاکر دریا میں ڈوب گئی امیر کی
آنکھیں بند ہو گئیں بعد ایک لمحہ کے آنکھیں کھولیں اپنے تئیں دیکھا کہ ایک شہر عالیشان ہی مگر بازغہ نہیں ہی اُسوقت امیر کو
حیرت ہوئی اور افسوس کرنے لگے امیر نے لوگوں کو دیکھا کہ شہر میں آتے جاتے ہیں اور ہاتھی اور گھوڑے اور بچھڑے سب
آتے جاتے ہیں لیکن یہ سارا شہر لاجوردی رنگ کا ہی اور تمام دیواریں اور قلعہ سب لاجوردی ہی امیر شہر کے اندر جلوہ فرما ہوئے دیکھا
کہ شہر بہت آباد ہی اور دکاندار اپنے اپنے موقع سے بیٹھے ہوئے ہیں مگر کوئی کسی کے ساتھ بات نہیں کرتا ہی اور ہر ایک اپنے
کاروبار میں مشغول ہی امیر نے اپنے دل میں کہا کہ یہ کیا ماجرا ہی آخر بازغہ نے مجھسے دغا بازی کی اب کس سے پوچھوں اور
کون بتلائے گا پھر امیر نے وہ مکتوب دیکھا اُسمیں لکھا تھا کہ یا امیر جس طور سے تمہارا دل چاہے اپنے تئیں بازغہ تک
پہونچاؤ پس امیر نے اُس مکتوب کو پڑھکر رکھ دیا اور آپ سیر کرنے لگے اور ہر طرف اُس شہر میں پھرنے لگے پھرتے پھرتے برابر
ایک سوداگر کے آئے دیکھا کہ وہ سوداگر دروازے پر اپنی کرسی پر بیٹھا ہی اور ایک کرسی الگ بچھی ہی اور تین چار غلام
حبشی سامنے ہاتھ باندھے کھڑے ہیں امیر نے اُس سوداگر کو دیکھکر اپنے دل میں کہا یہ جوان فرد آدمی معلوم ہوتا ہی اب
اس سے پوچھیے یہ خیال کرکے اُس خالی کرسی پر جاکے بیٹھے مگر کوئی امیر سے بولتا نہیں لیکن اُس سوداگر نے تیز نگاہ سے
امیر کو دیکھا اُسکے نوکروں نے بھی تیز نگاہ سے دیکھا اور بڑی دیر کے بعد امیر نے اُس سوداگر سے پوچھا کہ نام تمہارا
کیا ہی اُسنے بہت دیر کے بعد کہا کہ نام میرا عبد اللہ ہی امیر نے پوچھا کہ آپکے پدر بزرگوار کا کیا نام ہی اُس سوداگر نے

جھنجھلا کر کہا او مرد آدمی منہ تو دیکھا ایک تو بغیر کہے آکر کرسی پر بیٹھا اور دوسرے تو اوروں کا منہ کھاتا ہی اور غلام بھی اسکے
کہنے لگے غرض کیا موقع ہی جو تو ایک بیٹھ کے چلا آیا اور دوسرے منہ پریشان کرتا ہی جسوقت غلاموں نے امیر سے یہ گفتگو کی امیر
کو طیش آیا اور نہایت ناگوار ہوا اُسوقت امیر نے اُس غلام کو طمانچہ مارا اگرچہ طمانچہ پڑتا تو کلہ اُڑ جاتا مگر وہ انگلیاں
اُس غلام کے گلے پر پڑیں کہ چار دانت حلق میں جا رہے اور گال پھٹ گیا اور خون جاری ہوا سوداگر پکارا ای بھلے
آدمی تو نے بے گناہ بے جرم و خطا اُسکو کیوں مارا اُسنے تیرا کیا قصور کیا تھا معلوم ہوا کہ تو مسلمان نہیں ہی جو مسلمان
ہوتا تو خدا سے ڈرتا امیر بھی سوداگر کی یہ گفتگو سُن رہے ہیں کہ ایکبار ایک اور سوداگر مقدس صورت آیا اور امیر سے
اُسنے کہا کہ ای مرد آدمی مجھسے پوچھو جو تمہیں پوچھنا ہو اور میرے گھر میں چلو سب تم سے کہدونگا وہ سوداگر امیر کو
لے کر اپنے گھر آیا اور امیر کو بٹھلایا دیکھا امیر نے کہ مکان تو چھوٹا سا ہی مگر بہت خوب ہی اُس سوداگر نے کہا اب پوچھو کیا
پوچھتے ہو امیر نے کہا میں یہ پوچھتا ہوں کہ ملکہ بازغہ مجھے اپنے ساتھ لائی تھی اب مجھے معلوم نہیں کہ وہ مجھے چھوڑ کر کہاں
چلی گئی جسوقت امیر نے یہ کہا سوداگر ایک قہقہہ مار کر ہنسا امیر اپنے دل میں خفا ہوے اور کہنے لگے کہ یہ سوداگر
تو مجھے اُس سوداگر سے زیادہ نالائق معلوم ہوتا ہی یہ جب ہنس چکا اُسوقت امیر سے کہا کہ ای صاحب آدمی کو لائق ہی
کہ اگر جھوٹ بولے تو ایسا بولے کہ عقل میں آئے کہاں بازغہ کہاں تم یہ سُنکر امیر وہاں سے خفا ہو کر اُٹھے اور اب
قریب دوپہر دن کے باقی ہی اُسوقت امیر کو بہت بھوک لگی امیر نے دکان پر شیرینی فروش کی آکے چار اشرفیاں
حلوائی کو دیں اور کہا کچھ مٹھائی ہمیں دے اور امیر سمجھا تھا کہ حلوائی اشرفیاں دیکھکر خوش ہوگا حلوائی نے کہا
یہ میرے کام کی نہیں ہی ای عزیز سکہ رائج الوقت چاہیے یہ سُنکر امیر نے روپے نکالے حلوائی نے وہ بھی نہ لیے امیر نے
جواہر نکال کر دیا اُسنے وہ بھی نہ لیا اور کہا سکہ رائج الوقت لائے اُسوقت امیر خفا ہوکے وہاں سے آگے چلے
ایک نان پز اپنی دکان پر بیٹھا ہی اور اُسکی دکان پر شیرمال اور کباب پلاؤ باقرخانی گاؤزبان گاودیدہ نزدہ مزعفر
متنجن بریانی وغیرہ غرض کہاں تک بیان کروں یہ سب کھانے تیار ہیں امیر نے نان پز سے کہا کہ پانچ اشرفیاں
ہم سے لے اور کھانا دے اُسنے بھی اشرفیوں کو دیکھکر کہا یہ رائج الوقت نہیں ہیں سکہ رائج الوقت لاؤ تو البتہ
کھانے کو ملیگا ورنہ نہیں تو بھوک کے مارے مر جاؤگے پس امیر کو یہ کلمہ بہت ناگوار ہوا اور اُسے ایک دھول ماری
کہ وہ بھی چکر کھا کر گرا شہر میں ایک غل مچا کہ ایک ظالم ایسا پیدا ہوا ہی کہ سب کو مارے ڈالتا ہی اور وہی سوداگر کہ
جو ہنسا تھا آیا اور اُسنے امیر سے کہا کہ ای عزیز تجھے کچھ کام بنانا آتا ہی یا نوکری کرنا آتی ہی مجھسے تو کہدے اگر تجھے کچھ بھی کام
آتا ہو تو یہاں روٹی میسر ہوگی ورنہ ایک ٹکڑا بھی نہ ملیگا یہ سُنکر امیر نے کہا مجھے کوئی کام آتا ہی نہ میں نے کسی کی نوکری
کی ہی مگر یہاں اگر کوئی روزگار ہو تو میں کرونگا یہ سُنکر سوداگر نے کہا اسکا مضائقہ نہیں ہی ای عزیز اس شہر کے باہر
ایک درخت ہی وہ تو نے اُکھاڑ دے تو میں تجھے تر و تازا پلاؤ کھلاؤں یہ سُنکر امیر نے اپنے دل میں کہا کہ یہ شخص
کتنا احمق ہی اور ای امیر قدرت خدا کی آج روٹی کے واسطے درخت اُکھاڑنا قبول کیا یا تم ہفت [illegible] میں جایا
کرتے ہو وہاں ہر ایک طلسم میں تمہاری قدر ہوا کی اور یہ ایسا طلسم ہی کہ یہاں کوئی نہیں پوچھتا ہی یہ سبب
مجبوری کرنا آتی ہی بموجب اس بیت کے بیت آنکہ شیران را کند روبہ مزاج ۞ احتیاج است احتیاج است احتیاج
احتیاج ۞ پس امیر نے اُس درخت کے بڑے بڑے تودے ایک جھٹکے میں توڑ لیے اور وہ جب ٹھنڈ رہ گیا اور ٹھنڈ اکیلا
ایسا تھا کہ ایک بیس آدمی کی کولی میں آئے اُسپر امیر نے ایک ٹھنڈ مارا وہ درخت ایک طرف سے ہل گیا دوسرا ٹھنڈ
مارا اُس طرف سے بھی وہ درخت ہل گیا اسی طرح سے امیر نے چاروں طرف سے ہلا کے جڑ سے اُکھیڑ کے پھینک دیا

اور تمام خلقت تماشا دیکھ رہی تھی کہ یکبار غل ہوا وہ درخت اُس آدمی نے اکھاڑا اور خبر اُس شہر مین ہوئی کہ جہان
پیک منظور وزیر دانا ملکہ بازغہ کا ہے اور پیک منظور نے سُنا کہ کوئی شخص یہان وارد ہوا ہے اُسنے درخت کو
اُکھاڑا پس پیک منظور سوار ہو کر یہان آیا امیر نے پیک منظور کو دیکھا تو وہی پیک منظور ہے اور پیک منظور
بھی دیکھنے کے ساتھ ہی کود کر امیر کے قدمون پر آگرا امیر نے پیک منظور کو گلے لگایا اور کہا کہ تم یہان کہان
یہ سُنکر پیک منظور نے کہا اے طلسم کشا اب مین وزیر ملکہ بازغہ کا ہون اور اُنکے کہنے سے مین وہان جاتا تھا اور اب
آپ چلیے غرض امیر کو سوار کر کے پیک منظور لے چلا اور تمام سوار اور چوبدار اور پیادے امیر کے ہمراہ ہین اور
بڑے اہتمام سے سواری امیر کی چلی اور شہر مین داخل ہوے دیکھا امیر نے کہ وہ حلوائی دکان پر بیٹھا ہے اور اُس حلوائی
نے امیر کو دیکھا ایک تھالی مین مٹھائی بہت تحفہ لگا کے آگے آ کے کھڑا ہوا امیر نے دیکھ کے فرمایا اس حلوائی سے
مٹھائی لے لو لوگون نے اُس سے مٹھائی لے لی اور امیر نے پیک منظور سے ہزار طلا اُسے دلوائے آگے بڑھے دیکھا کہ
وہ نانبائی بھی بہت تحفہ کھانا لیے کھڑا ہے امیر نے کہا اس سے بھی لے لو اور پیک منظور سے کہ ہزار طلا اُسے
دے دو اور آگے بڑھے دیکھا کہ وہی سوداگر جسکے غلام کو طمانچہ مارا تھا ہاتھ پر ایک کشتی جواہر کی لیے ہوے
کھڑا ہے لوگ اُسے ہٹانے لگے امیر نے منع کیا کہا اسکو بھی کچھ نہ کہو اور نزدیک بلاؤ پاس سوداگر کھڑے ہوے اُس
سوداگر نے امیر کو دیکھا سر اپنا نیچا کر لیا امیر نے دیکھ کر کہا اس سے بھی کشتی لے لو پیک منظور نے کشتی لے لی اور
امیر نے پچاس ہزار دینار دلوائے وہان سے سواری آگے چلی کہ یکبار سامنے سے نوبت اور نشان لہراتے ہوے
معلوم ہوے اور شہر وسیع سامنے سے معلوم ہوا اور دیکھا امیر نے شہر پناہ نقرۂ خالص کا ہے اور اُسپر نوبتین
ٹھہری سیماب کی حالت ہے جسوقت سواری امیر کی جلوخانہ مین جا کر پہونچی دیکھا یہان کوئی مرد کی صورت
نہین معلوم ہوتی ہے سب عورتین ہین مگر آگے سب کے قلماقنیین حبشنین اور ترکنین ہین یہ سب سواری کے آگے چوب
اور چماق ہاتھون مین لیے ہین اور یہ بڑے اہتمام کرتی ہوئی چلی آتی ہین اور ایک تخت جواہر نگار آگے چلا آتا ہے اور
ایک شخص مُنھ پر نقاب ڈالے ہوے ہمراہ ہے لیکن اُس نقاب کے اندر سے چہرہ اُسکا مثل آفتاب کے معلوم
ہوتا ہے پس امیر نے اُس نقابدار کو دیکھا پوچھا پیک منظور سے کہ یہ نقابدار کون ہے پیک منظور نے عرض کیا
یہ ملکہ مہرافزا ہے اور وہ تخت برابر امیر کے آیا اور ملکہ بازغہ نے کہا کہ اے صاحب اس تخت پر سوار ہو امیر نے کہا
مجھے یہ تخت کی پروا نہین ہے بازغہ نے کہا بس کچھ خوف نہین اس تخت پر سوار ہو پس امیر کہنے سے ملکہ کے تخت
پر سوار ہوے اور بازغہ نے پایہ تخت کا پکڑ لیا اور امیر کے تخت پر ہمراہ چلی اور اسی طرح سے سب لے کے امیر کو
قلعہ مین گئے اور سواری امیر کی اُتری اور امیر دیوان عام مین بیٹھے اور پیک منظور بھی بیٹھا اور تمام پریزادیان
گانے اور بجانے کا ساز و سامان لے کر حاضر ہوئین اور ساقیان مہر صورت پری پیکر با خلعت آ کر حاضر ہوئین
اور ناچ ہونے لگا اور ساقی جام و صراحی لے کر مستعد ہوے اور بازغہ نے صراحی اپنے ہاتھ مین لے لی اور
نقاب کو اپنے مُنھ سے اُلٹ دیا اب یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ابر مین سے آفتاب نکل آیا غرض اُسنے اپنے ہاتھ سے
شراب پلانا شروع کی پہلا جام بھر کے امیر کو دیا امیر نے جام نہ پیا اس وقت بازغہ نے کہا ہمارے سر کی
قسم پی لو یہ سُنکر امیر نے کہا کہ جب تک تم مجھے یہ بات نہ بتلاؤ گی اُسوقت تک مین نہین پیونگا بازغہ نے
کہا کیا پوچھتے ہو امیر نے کہا میرے ساتھ تو نے یہ کیا حرکت کی کہ اپنے مکان مین مجھے لا کے چھوڑ دیا اور آپ
غائب ہو گئی پس بازغہ نے کہا تو اِس بات کو نہین سمجھا مین تو خوب جانتی تھی کہ تو طلسم کشا ہے

لیکن اور کوئی یہاں کے نہیں جانتے تھے اسواسطے میں نے تجھے تنہا چھوڑ دیا کہ تو تنہا اس شہر میں آئے اور وہ درخت
اکھاڑے اور ساری خلق عالم دیکھے کہ اس شخص نے وہ درخت اکھاڑا ہے کہ جو دیووں سے نہ اکھڑا تھا اور ہمارے یہاں لکھا تھا
کہ جو اس درخت کو اکھاڑے گا وہی طلسم کشا ہوگا اور اب سب کو معلوم ہوا کہ یہ طلسم کشا ہے جب بازغہ یہ کہہ چکی اسوقت
امیر نے جام اسکے ہاتھ سے لے کر پی لیا اور کہا کہ تو بھی پی لے پس بازغہ نے بھی جام بھر کے پیا اسوقت دو دو یا تین
تین جام پیے اور دونوں کا دماغ گرم ہوا یکبار بازغہ امیر کے پاس آ بیٹھی اسی نشہ کی حالت میں امیر سے خوش طبعی
کرنے لگی اسوقت امیر نے دلاسا دے کہا کہ مجھے تیرے خوش نہیں آتے یہ حرکت نہ کر کہ تو بیک منظور ہے اور نہ کوئی
بری بات پس بازغہ یہ دیکھ کر لپٹ گئی اور اپنا منہ امیر کے سینہ سے رگڑنے لگی اسوقت امیر کو معلوم ہوا کہ جیسے بری بجلی کے ہاتھ
ہو لگی جاتی ہے امیر نے کہا کہ ای بازغہ خدا کے واسطے ذرا مجھ سے دور ہو جو تو دور نہ ہوگی امیر کی ران پر ہاتھ رکھ دیتی ہے امیر
اسکی حرکتوں سے بیقرار ہوے جاتے ہیں مگر بموجب علم مکتوب کے امیر کہتے ہیں ای بازغہ تم میرے پاس سے ہٹ بیٹھو
اور وہ چمٹی جاتی ہے پس اسی طرح سے تمام رات گذری اور صبح کا وقت ہوا بازغہ امیر کے پاس سے ہٹ بیٹھی اور کہا
اے شہزادے طلسم کشا اگر تو [illegible] تجھ سے کا قصد کرتا تو میں تیرے ہاتھ نہ آتی اور میں جانتی تھی کہ تو طلسم کشا نہیں ہے
اور اب تو جا واسطے طلسم کشائی کے مگر بازغہ کا اسوقت عجب عالم تھا [illegible] امیر دیکھ کر اور بھی بیقرار ہوے اور اسی بیقراری
میں آپ کو مکتوب یاد آیا جب کتاب کو کھولکر دیکھا یہ لکھا تھا کہ ای شکنندہ طلسم پہلے تو مرحلہ ماہ کوہ حرکت لے تو پھر کہیں
اور جانے کا ارادہ کیجیو اور اب تو چلے بیابان سحر القلم کو جائیو امیر نے بیک منظور سے کہا کہ میں بیابان سحر القلم کو
جانا چاہتا ہوں بیک منظور نے کہا [illegible] آپ بیابان سحر القلم کو کیا جانیں امیر نے کہا میں سب جانتا ہوں بیک منظور نے کہا
اچھا تو [illegible] امیر نے سواری منگائی اور سوار ہوے اسوقت بازغہ سے امیر نے کہا کہ خدا حافظ انشاء اللہ وہ طلسم توڑ کر
آ ملیں گے اسوقت بازغہ نے کہا بس میں نے جانا کہ تم دیکھنے کے ہو اور کچھ بھی نہیں یہ سنکر امیر نے کہا تم ابھی نہیں سمجھو غرض
امیر سوار ہوے اور بیک منظور کو ہمراہ لے کر مع تمام لشکر نوبت اور نشان کے شادیانے بجاتے ہوئے طرف سحر القلم کے
روانہ ہوے جسوقت دیکھا بازغہ نے کہ امیر جاتے ہیں اسوقت بازغہ نے ایک مہرہ تھا امیر کو دیا اور کہا کہ یا امیر
اس مہرہ کا یہ ایک وصف ہے اگر اس مہرہ کو ایک رخ پر پھیرو گے تو تم کو کوئی نہ دیکھے گا اور تم سب کو دیکھو گے اور
اگر اس مہرے کو دوسرے رخ پر پھیرو گے تو تم کو سب دیکھیں گے اور تم سب کو دیکھو گے پس امیر نے یہ تعریف مہرہ کی سنکر کہا بہت
خوب تمام کا ہے اور وہ مہرہ لے کر روانہ ہوے جب اس شہر سے سواری لے کے باہر آئی تو امیر نے سب لشکر اور نوبت اور
نشان پھیر دیا اور بیک منظور کو ہمراہ اپنے لے کر روانہ ہوے اور جب امیر بیابان کو ذکر سے گئے تو اسوقت ایک
درہ کوہ معلوم ہوا امیر اس درے کے پاس آئے جب درہ میں ہو کر گیا ایک دوسرا بیابان دیکھا کہ بیابان رشک گلستان
ہے پھول کھلے ہوے ہیں اور نہریں جاری ہیں فوارے چھوٹتے ہیں اور نہر کی روشیں بنی ہوئی ہیں اور نہریں صاف اور
لبالب ہیں اور بیچ میں نہروں کے روشیں ہیں امیر ایک روش پر چلے جاتے تھے اور بیک منظور سے کہتے تھے کہ یہ باغ
خدا نے اپنے دست قدرت سے تعمیر کیا ہے تماشا کیجیے جب اس بیابان کے بیچ چلے دیکھا کہ تمام پانی بھرا ہوا ہے امیر
اس پانی کے کنارے کھڑے ہوے اور بیک منظور نے کہا یا امیر یہ دریاے سحر القلم ہے یہ سنکر امیر نے مکتوب کو
دیکھا پس سارا احوال دریافت ہوا اور امیر سورہ جن کو پڑھنے لگے جب سورہ کو ختم کیا یکبار ایک خرچنگ پیدا ہوا
جتنے جانور وہاں تھے سب بھاگ گئے اور وہ خرچنگ امیر کے سامنے آیا اور کھڑا ہوا اس سا تو ہی [illegible] کے
ایک سانپ منہ سے اسکے نکلا اور امیر کو دیکھنے لگا امیر نے تیر کمان نکال کے ایک تیر مارا اور وہ تیر سانپ کے کلیجہ پر

جاکر بیٹھا اور باہر نکل گیا ساتھ ہی تیر پڑنے کے ایک غل گیر و دار کا ہوا اور تاریکی ہو گئی جب تاریکی برطرف ہوئی امیر نے
دیکھا خرچنگ کھڑا ہی کہا کہ تو جسکی قید مین تھا مین نے اُسکو مارا اب تجھے لائق ہی کہ تو میرا مطلب پورا کر پس اسوقت
خرچنگ بزبان انسانی گویا ہوا کہ ای شہریار در حقیقت مین اُسکی قید تھا تو نے رہا کیا اب جو فرمایئے مین بجا لاؤن امیر نے کہا کہ
تو مجھے صبح القمر کو لے چل پس وہ خرچنگ امیر پاس آکر کھڑا ہوا اور کہا آپ میری پیٹھ پر سوار ہوجیے امیر سوار ہوے
اور خرچنگ امیر کو لے چلا اور جاکر اُس کنوین کے پاس کھڑا ہوا اور کہا ای شہریار اب آگے میرا مقدور نہین ہی امیر
اُس کنوین کے پاس کود کے جا کھڑے ہوے دیکھا امیر نے منہ اُس کنوین کا بلور کا ہی اس سبب سے وہ کنوان چمکتا
معلوم ہوتا تھا پس یہان امیر نے اُس مکتوب کو نکالا دیکھا اُسکو تو دریافت ہوا امیر نے اُس چاہ کو جھک کے دیکھا معلوم
ہوا کہ ایک اژدہا منہ پھیلائے ہوے دہشتناک بیٹھا ہی جسکے دیکھنے سے رستم کا بھی زہرہ آب ہوجائے امیر
کو ایک ہیبت آگئی پس یکبارہ وہ اژدہا اوبتا اور ڈلایہ انہین منہ سے چھوڑتا سخت ایک آواز پیدا ہوئی کہ ای طلسم کشا کیون کام
نا ترے کھوتے ہو کس لیے دیر کرتے ہو جسوقت یہ آواز امیر نے سُنی پھر کے دیکھا تو ظفران جنی کھڑا ہوا ہی اور کہتا ہی ای
طلسم کشا دیر نہ کرو جلد اپنا کام کرو اُسوقت امیر نے آنکھین بند کرلین اور جست کی اُس اژدہے کے منہ مین کود پڑے
جب پاؤن زمین پر امیر کا پڑا اُسوقت آنکھین امیر نے کھولین دیکھا کہ ایک میدان وسیع ہی اور بیچ مین اُسکے ایک
غار ہی اور اُسمین ایک چرخی لگی ہوئی ہی اور ایک مہتاب ہی کہ نظر امیر نہین ٹھہرتی اور ایک طرف سیاہ دیو بصورت
مہیب اور ایک طرف سفید دیو کھڑے ہوے ہین لیکن سیاہ دیو تو روتے ہین اور سفید دیو ہنستے ہین اُسوقت امیر نے
مہرۂ خفا کو نکال کر منہ پر پھیر لیا کہ سب کی نظرون سے پوشیدہ ہوگئے امیر نے اپنے کانون سے سنا کہ سیاہ دیو
کھڑے کہتے ہین ارے میان اب دیر کیا ہی مار ڈالو پس جو دیو کھڑے ہوے تھے یکبار سب حربے لیکے سفید دیوون
کے مارنے کو تیار ہوے امیر نے مکتوب کو دیکھا دریافت ہوا کہ فلان اسم جو لکھا ہی اُسے پڑھو امیر بموجب حکم مکتوب
کے وہ اسم پڑھتے ہوے دیوون کے پاس آئے اور وہان سے وہ اسم پڑھتے ہوے اور قدم گنتے ہوے چلے اور جاکر
درخت کے پاس پہونچے اور یہ درخت وہ ہی جو درخت مکتوب نے بتایا ہی اور یہ درخت خرمے کا ہی پس جسوقت
امیر برابر درخت خرمے کے پہونچے دیکھا کہ ایک جانور زرد نہایت خوش رنگ اُس درخت پر بیٹھا ہی جب امیر نے یہ
دیکھا تیر نکالا اور اُس جانور کو تاک کے مارا اور وہ تیر آکر طائر جادو کے پیٹ مین لگا اور پار نکل گیا طائر جادو لوٹ
پوٹ ہوگیا اور تاریکی ہوگئی اور غل ہوا بعد دو گھڑی کے تاریکی اور غل اور شور موقوف ہوا اُسوقت امیر نے
بقوت تمام جڑ سے اُس درخت خرما کو اُکھاڑ لیا اور زمین پر مارا جس سے جتنی شاخین پھولی تھین جھڑ کے گر پڑین
ٹنڈ رہ گیا امیر درخت کو گھسیٹتے ہوے چلے اور اُس غار کے پاس لیکے آئے اور اسمین ڈال دیا اور کنوین مین
جو مہتاب تھا یکبار اُس چرخ مین سے نکل کر وہ مہتاب آسمان پر گیا اور سیاہ دیو اور بھی زیادہ رونے لگے
پس امیر نے اُسوقت اُس مہرۂ خفا کو منہ پر سے پھیرا اُسکے پھیرتے ہی سب دیوون نے امیر کو دیکھا اور سب پکارے
کہ طلسم کشا آیا ہی اور امیر نے سفید دیوون کو تسلی دی یہ دیو تو خوش ہوے اور دیو سیاہ مارے ہیبت کے
کانپتے تھے اتنے مین اُس غار سے ایک ساحر بڑے قد و قامت کا نکلا کہ سر پر اُسکے دو سینگ تھے
اُسنے سیاہ دیوون سے کہا کہ اب تم ہراسان نہو مین طلسم کشا کے مارنے کو آیا ہون یہ سنکر سیاہ دیو خوش
ہوے اور سب حربے لیکے سفید دیوون پر آگرے اور ہتھیار چلنے لگا اب جو امیر نے دیکھا تو ایک
بارش خون کی ہو رہی ہی دیکھئے امیر نے چاہا کہ دیو سیاہ کو عقرب سلیمانی تعمیت کر مارین پھر اُسوقت

پھر دل مین سوچ کر امیر نے اُس مکتوب کو دیکھا اُسمین لکھا تھا کہ اسے تلوار نہ مارنا بلکہ اسکے دونون سینگون کے بیچ مین وہی ٹھنڈ
درخت کا مارنا پس امیر نے پلٹ کر وہی ٹھنڈ درخت کا اٹھا کر اُس ساحر پر مارا اور نام اُس ساحر کا سمکال آہن شاخ
تھا پس جونہین وہ ٹھنڈ اُسکے مارا وہ اُسکے دونون سینگون مین اٹک گیا اور اُسکے سینگون مین آگ لگ گئی اور وہ درخت خود جل گیا تھا
اور سمکال آہن شاخ جادو پکارا ارے مجھے بچاؤ ہزارون دیو سیاہ دوڑے کہ سمکال آہن شاخ جادو جلا کر مارا ہے اور
جو کوئی اس آگ کے بجھانے کو آتا ہے وہ آگ چھوتے ہی اُسکے بدن مین لگ جاتی ہے پس اسی طرح سے سب جل جل کے رہ گئے
لیکن سمکال جادو کا سر نہین جلا اور تمام بدن جل کر خاک ہو گیا دشت مین ایک شور غل برپا ہوا اور تاریکی ہو گئی اور آواز
آئی ہو لینا پکڑنا جانے نہ پائے چار گھڑی تک شور غل رہا بعد چار گھڑی کے روشنی ہوئی اور ان سب دیوون نے چاہا
کہ امیر کو مارین اور حربے لیکر دوڑے اور ایک طرف سے وہ ماہی جبین مرجان اپنی تمام فوج سے دیوون پر آپڑا ایک
طرف سے فوج دیوان پری ور ان دیوون کو مار لیا امیر نے دیکھا کہ پرے کے پرے دیوون کے کٹے ہوئے ہین زیادہ دیون
کے غول کے غول چلے آتے ہین پیچھے پیک منظور بھی ایک بڑی بیکر گھوڑے پر سوار تخت پر ملکہ بازغہ
شتر پر نقاب ڈالے ہوئے چلی آتی ہے اور آگے اُسکے خنیا نوازی ہوتی چلی آتی ہے اب جو امیر نے ملکہ بازغہ
مہر افزا کو دیکھا تو وہی دبدبہ ہے اور رُعب ایک دوڑے ہے کہ جسکا بیان نہین غرض کہ ملکہ بازغہ امیر کے پاس
آئی اور امیر سے کہا آپ تخت پر سوار ہوجیے امیر تخت پر ملکہ بازغہ کے پاس جا کر بیٹھے اور بازغہ نے کہا کہ اے
طلسم کشا مبارک ہو اور پیک منظور نے آگے نذر دی اور کہا اے شہریار تم کو فتح طلسم مہتاب مبارک ہو
امیر یہ سنکر بہت خوش ہوئے اور پیک منظور سے کہا کہ اے پیک منظور مین یہ پوچھتا ہون کہ مہتاب آسمان پر
کہان گیا پیک منظور نے عرض کیا کہ اے شہریار جس طرح سے قیامت کے نشان اور آثار ہین اُسی طرح سے
یہان کا سب حال ہے مہتاب اور آفتاب یہ دونون اب غائب ہو گئے یہ قیامت طلسم ہے اب ملکہ بازغہ بھی
ایک بڑی تمکنت سے امیر کے پاس سے آکر الگ بیٹھی ہوئی ہے اسواسطے کہ وہان یہ لکھا ہوا تھا کہ بعد فتح طلسم کے
تمام نیلی حصار اور ملکہ بازغہ مہر افزا کا مالک طلسم کشا ہے پس اب بازغہ امیر کو مالک اپنا اور مالک تمام
شہر نیلی حصار کا سمجھکے چپکی بیٹھی ہے تھوڑی دیر کے بعد پیک منظور نے سواری امیر اور ملکہ کی لا کر حاضر کی اب امیر
اور ملکہ بازغہ مہر افزا سوار ہوئے اور سواری امیر کی بڑی شان و شوکت سے پیک منظور لے کر چلا آگے آگے
سواری کے نوبت بجتی ہوئی اور نشان نکلے ہوئے امیر و ملکہ بازغہ مہر افزا شہر نیلی حصار کی طرف روانہ
ہوئے جس وقت پہونچے تمام شہر نیلی حصار مین داخل ہوئے دیکھا امیر نے کہ ایک ایک پری زاد خوش و
خرم اور ہر ایک نشۂ محبت مین سرمست ہے پس امیر ایوان بادشاہی مین داخل ہوئے اور تخت سلطنت
پر متمکن ہوئے اور اب پھر وہی سامان موجود ہو تمام ساقیان سیمین ساق و مطربان خوش آواز مع صراحیان
جواہر نگار پیالے مرصع کار حاضر ہو کر جام گردش مین لائے اور امیر نے بازغہ سے کہا اے بازغہ آج یہ کیا ہے
کہ تم دور دور مجھ سے چپکی چپکی بیٹھی ہو پہلے تم کو ایسا فخر تھا اب ایسا انکار ہے بازغہ نے کہا اب کیا ہے تم
ہمارے ہو اور ہم تمہارے ہین امیر نے کہا کیا مین نیلی حصار کو فتح کرکے آیا ہون اس سبب سے تم ناراض
ہو مین تمہارا اور نیلی حصار کا مالک ہون اور امیر نے اُسکے ہاتھ پکڑ کے اپنے پاس بٹھانے کا قصد کیا
بازغہ نے تمام نیلی حصار کا سنکے کہا درحقیقت آپ سچ کہتے ہین آپ مالک اور حاکم ہین اور ہم سب کنیزین آپ
کی ہین لیکن یہ نہین ہونے کا کہ آپ مجھپر دست انداز ہون یہ بخیریت ہے خبردار مجھکو ہاتھ نہ لگائیے گا غرض اسی

گفتگو میں شام ہوگئی اور جتنے لوگ حاضر تھے سب رخصت ہو گئے اور اب امیر اور بازغہ دونوں تنہا رہ گئے
تب امیر نے چاہا کہ بازغہ سے لپٹ کر مدعائے دلی حاصل کریں مگر بازغہ نے نہ مانا غرض اسی حیص و بیص اور
بیقراری میں صبح ہو گئی اسوقت امیر نماز پڑھ کے سو رہے رات کے جاگے ہوئے تھے سارا دن سوئے قریب شام
اٹھے جب پھر رات آ گئی اسوقت امیر نے بازغہ سے وہی اختلاط شروع کیے بازغہ نے امیر کو روکا اور اب
امیر کی عجیب حالت ہے کہ نعوذ باللہ پس اسی طرح وہ بھی رات گذری جب تیسرا دن ہوا اسوقت بازغہ نے پیک منظور
سے کہا کہ طلسم کشا ہر شب مجھے ستاتا ہے یہ مجکو منظور نہیں ہے یہ ہر روز کا ستانا مجکو اچھا نہیں معلوم ہوتا اب
رات کو میں نہیں آنے کی یہ سنکر پیک منظور نے کہا جو مرضی آپ کی اور جو حکم پس بازغہ اپنے محل خاص میں جا کر سو رہی
اور آرام کیا جسوقت رات ہوئی اسوقت سب موجود ہوے لیکن بازغہ نہیں آئی امیر نے پیک منظور سے پوچھا
کہ آج بازغہ کہاں ہے پیک منظور نے عرض کیا کہ اے شہریار مجھے نہیں معلوم کہ کہاں ہے حضور کو اسکا حال معلوم ہوگا
پس امیر یہ سنکر چپ ہو رہے جب سب چلے گئے اسوقت امیر اٹھے اور جی میں کہا کہ اے امیر جہاں ملکہ بازغہ مہر افزا ہے
وہاں چلنا چاہیے یہ سوچ میں لیکے کمند ہاتھ میں اٹھائی اور بالائے بام کمند کو پھینک کر چڑھے اور جب اوپر آئے
تو ہر کوٹھا دیکھا اور ہر کوٹھا دیکھا لیکن بازغہ کو نہ پایا امیر دیکھتے چلے جاتے تھے کہ ایکبارگی امیر کو ایک مکان
معلوم ہوا کہ اس تمام مکان میں روشنی ہے اور وہ مکان خوب سجا ہوا ہے اور ایک سائبان زربفتی کھنچا ہوا ہے
اور آگے اسکے ایک تکیہ کھڑا ہے کہ ستون اسمیں الماس کے لگے ہوئے ہیں اور چھت زرنگار منقش
کی گئی ہوئی ہے اور مروارید آویزاں ہیں لیکن تکیہ تمامی کا ہے اور فرش تمامی کا تمام تکیہ میں بچھا
ہوا ہے اور پلنگ بھی بہت تکلف کا کہ جوڑی پاؤں کی الماس کی ایسی خوبصورت اور سبک تراشی
ہوئی ہے کہ اسکو دیکھ کر الماس بھی زہر کھائے اور امیر ایک ماہ تابان یا مہر درخشاں حالت خواب میں
جلوہ افروز ہے لیکن وہ دست ناز اس انداز سے محو خواب تھا کہ جسکو دیکھکر دل امیر کا بے چین ہو گیا صبر و ضبط
جاتا رہا اور امیر نے جا کر اسکے سینہ پر اپنا ہاتھ رکھا اسنے دوسری کروٹ لی امیر بیتاب ہو کے اسکے پاس لیٹ
گئے اور اسے اپنی طرف کو کھینچا بازغہ نے آنکھیں کھولیں دیکھا کہ ایک شخص میرے برابر مجھ سے لپٹا ہوا ہے
یہ اٹھ بیٹھی امیر بھی اٹھ بیٹھے اور بازغہ مہر افزا امیر سے کہنے لگی کہ اے طلسم کشا واسطے اپنے دین و مذہب
کے تو مجھے اب چھوڑ دے اور اے طلسم کشا ہمارے یہاں یہ رسم ہے جب بادشاہزادی سے پہلے شادی کا ہو
رہا لیتا ہے اسوقت پھر کسی اور سے شادی کا ہوتا ہے امیر نے کہا کچھ ہو میں آج نہیں چھوڑونگا یہ سنکر
بازغہ نے کہا دیکھو خبردار اگر تو نے میرے ساتھ ایک ذرا بھی اور ارادہ کیا تو تو بھی جل جائیگا اور میں بھی
جل جاؤنگی ہرچند بازغہ امیر کو سمجھاتی ہے مگر امیر بازغہ کو نہیں چھوڑتے اور بازغہ بیٹھی ہوئی ہے کہ ایکبار
ذرا جو بازغہ نے امیر [illegible] نورا مانند برق کے چمک کے نکل گئی اور یہ جادو جا امیر اسکے پیچھے دوڑے
اور بازغہ پکاری اے نالہ حرام کہاں ہو جلدی آ اس آواز کے ساتھ ہی ایک طرف سے پری زادیں
صف بصف تخت لے کر آئیں اور بازغہ جھپٹ کے اس تخت پر سوار ہوئی اور پری زادیں اس تخت
کو لے اڑیں امیر پکارے او بازغہ خدا کے واسطے کہاں جاتی ہے امیر دیکھتے رہے گویا کہ پتنگ اڑی ہوئی
چلی گئی پس تو وہی عالم امیر کا ہو گیا اور اب ہر ایک در و دیوار سے پری زادیں اسی طرح اڑی جاتی
ہیں جس طرح گنج میں سے ہوائی آتشبازی کی نکل کے آسمان کو جاتی ہے ایک طرفہ [illegible] میں

میں سب بڑی بڑی زادین چلی گئیں اور یہ سب مکان خالی ہو گیا اب کہیں کسی مکان میں ہوائے عمر زادات نہیں ہے امیر کو ایک
حالت وحشت کی زیادہ ہوئی اور امیر اب دیوانہ وار مجنون مثال اس طرح پیچھے آنے دیکھا یہاں اب کوئی نہیں ہے وہاں سے
جب بازار میں آئے دیکھا کہ سب دکانیں خالی پڑی ہیں اور بازار میں بھی کوئی نہیں ہے بس اسی طرح سے دیکھتے ہوئے
امیر شہر کے باہر آئے کہ شاید کوئی شہر کے باہر ہو باہر شہر کے بھی کچھ نہ دیکھا اور اب جو پیچھے پھر کے دیکھتے ہیں تو وہ شہر
یعنی حصار بھی نہیں ہے امیر حیران و ششدر رہے اسوقت آپ کو وہ مکتوب یاد آیا امیر نے وہ مکتوب نکالا اور کھول کر
اسکو دیکھا تو اسمیں لکھا تھا اے طلسم کشا جس طرح سے ہو سکے تو اپنے تئیں اس حصار میں ملکہ شعشعہ جان افروز کے پاس پہونچا
امیر نے کہا عجب طرح کا کاغذ ظفران خشی نے دیا ہے کہ اسمیں کچھ پتا بھی نہیں لکھا ہوا ہے کہ کس طرف جاؤں پھر دل میں کہا اب
جدھر خدا پہونچا دے توکل پر چلو یہ سوچ کے وہاں سے آگے چلے راستہ میں بھی کوئی نظر نہ آیا امیر اسوقت ایک بیکلی کی حالت
میں ہو کر آگے بڑھتے جاتے تھے ایک مقام پر ایک گنبد طلائی جڑاؤ سامنے سے نمایان ہوا کہ ایسا گنبد کبھی گردون گردان
نے بھی آنکھ سے نہ دیکھا ہوگا اور اس مقام پر لوگ بہت نظر آتے ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے میلہ ہے امیر نے وہاں قریب سے جا کر
دیکھا کہ گنبد طلائی جڑاؤ ہے اور اسکی چار دیواری سنگ دار ہے اور دروازے پر ایک پتلی کھڑی ہوئی ہے اور اس جگہ تمام
شاہ اور شہریار تاجہاے شاہی بر سر و چار قب بادشاہی در بر ملے اور دیدے کے گلے میں پہنے ہوئے موجود ہیں امیر
ہر طرف کی سیر کرتے ہوئے اس دروازے پر آئے دیکھا کہ ایک پیر مرد عمامہ سر پر بطور عربوں کے باندھے ہوئے اور ایک
دو شالہ گلے میں پہنے بیٹھا ہے اور ایک عصائے مرصع اسکے آگے دھرا ہوا ہے اتنے میں دیکھا امیر نے کہ ایک شخص اس مرد
ضعیف کے پاؤں پر گرا اس مرد پیر نے کہا کیا کہتا ہے اسنے کہا اگر مجکو حکم ہو تو میں اس گنبد کے اندر جاؤں اس بڈھے
نے کہا اگر تو جا سکے تو جا یہ شخص خوشی خوشی وہاں سے اٹھا اور گنبد کے دروازے کے اندر قدم رکھا یکبار اس شخص کو اس پتلی
نے اس زور سے ایک طمانچہ مارا کہ یہ شخص کھا کر گرا اور اسکے خویش و اقربا سب دوڑے اور ان سب نے اسکو اٹھایا
اور وہ بیہوش پڑا ہے امیر بھی اس دروازے کے پاس آئے اور دیکھا امیر نے کہ ایک تصویر کسی عورت کی ہے جب غور سے دیکھا
تو یہ تصویر ملکہ سرو نسیم ناز کی ہے یہ دیکھکر امیر کو ایک نہایت تعجب ہوا اور امیر نے لوگوں سے پوچھا کہ اسکے اندر کیا ہے
سبنے کہا اس طرف کو جاؤ اور دیکھو سب معلوم ہو جائے گا بس امیر اس گنبد کے پیچھے آئے دیکھا امیر نے کہ اسکے
دیوار کے جنگلے ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے ہیرے چمکتے ہیں امیر نے ان جنگلون میں سے دیکھا کہ سامنے ایک تخت
یاقوت نگار بچھا ہوا ہے اور اسپر ایک پری زاد بیٹھی ہوئی ہے اور زیور اسکے بدن میں ایسا سجا ہے گویا نو بہار جمی ہوئی ہے
اور ایک تاج یاقوت کا اسکے سر پر کئی کنگرون کا رکھا ہوا ہے اور اسکے حسن کا یہ عالم ہے کہ جیسے آفتاب کی صورت
ہوتی ہے کیا مقدور کسی کا جو آنکھ بھر کے اسکو دیکھ سکے امیر نے جو سے دیکھا ساتھ ہی دیکھنے کے امیر کی عجب حالت
ہو گئی بے اختیار جی میں آیا کہ تصویر کو اندر سے چل کے دیکھو یہ سوچ کر دروازے کی طرف آنے دیکھا کہ ایک کرسی پر وہ
مرد پیر بیٹھا ہوا ہے اور دوسری کرسی خالی رکھی ہے پس امیر اس مرد پیر سے سلام علیک کر کے اس خالی کرسی پر بیٹھ گئے
مرد پیر نے جواب سلام کا دیا اب امیر نے اس ضعیف سے کہا تم مجھے پہچانتے ہو پیر نے کہا میں کیا جانوں کہ تم کون ہو امیر
نے کہا میں طلسم کشا ہوں اسنے کہا ہو گے امیر نے کہا میں نے ہر طلسم میں تماشے سیر کئے ہیں پیر نے کہا کیا ہوئی پھر امیر نے کہا
کہ میں نے قلعہ خانہ اور منظم اور تیرہ بخت کو مارا ہے پیر بولا مارا ہوگا یہ مجھسے تو کیا کہتا ہے ارے جو مطلب تیرا ہو وہ
کہہ امیر نے کہا میرا جی چاہتا ہے کہ اس گنبد کے اندر جاؤں پیر نے کہا جاؤ میں منع کرتا ہوں اگر جا سکو جاؤ ابھی دیکھا ہے
کہ جو جاتا ہے اسکا کیا حال ہوتا ہے امیر نے کہا میں نے دیکھا ہے مگر میں جاؤنگا پیر نے کہا اس گنبد کے دروازے پر

ایک تصویر ہی جب کوئی جاتا ہی تو وہ طمانچہ مارتی ہی اُسے غش آجاتا ہی امیر نے کہا پھر وہ ہوش میں بھی آتا ہی یا نہیں
کہا ہاں تین دن کے بعد وہ ہوش میں آتا ہی جو کوئی اس تصویر کو مار ڈالے وہ بے خطر چلا جائے امیر نے کہا میں مارونگا
پیر نے کہا اگر آثار دیکھتے ہو تو کیا مضائقہ ہی جاؤ امیر نکلے اُس دروازے کے اوپر آئے اور اس تصویر کو دیکھا کہ شکل سونے
کے کھڑی ہی اُسے دیکھے امیر پھرے اور پیر مرد سے کہا کہ یہ تصویر خیالی ہی یا مثالی ہی اُسنے کہا مثالی ہی اور اسکی صورت کی
اصل بھی ہی امیر نے دل میں کہا کہ اب اسے مارہی ڈالیے جو ہو سو ہو یہ ارادہ کرکے تصویر کی طرف بڑھے تو تصویر نے امیر کو
بحسرت دیکھا امیر کو رحم آگیا دوبارہ پھر آئے اور پیر مرد سے کہا کہ اگر اسکو نہ مارے اور اندر چلا جائے تو کچھ مضائقہ تو نہیں ہی
پیر مرد نے کہا اے عزیز جو اسے قتل نہ کرے گا اندر نہ جاسکے گا اور ایک بات اور ہی کہ جسوقت یہ تصویر یہاں قتل کیجائے گی
اُسوقت اُسکی طرف ثانی بھی وہاں مرجائے گی امیر ناچار ہوئے پھر ارادہ کیا اور چلے کہ اب کی مارہی ڈالونگا جب
قریب اُس تصویر کے آئے اور چاہا کہ عقرب سلیمانی ماریں کہ اُس تصویر نے پھر بہ نگاہ حسرت دیکھا اور بولی کہ اے طلسم کشا
میں نے تیرا کیا گناہ کیا ہی جو تو میرے قتل پر مستعد ہوا اے عزیز میں نے تیرے ساتھ کچھ برائی نہیں کی امیر سمجھے کہ یہ
سچ کہتی ہی اور اسوقت امیر آب دیدہ ہوئے اور پھر پھرے اور دل میں کہا کہ اے امیر اپنے معشوق کو چھوڑ کر جاتے ہو
کہ ایسی رضیہ سلطان ہی اور نہ ایسی ملکہ بارعہ مہر افزا ہی بس جسوقت یہ خیال امیر کو آیا باگ اسپ صبر کے ہاتھ
سے چھوٹ گئی اور دیوانہ وار وحشی مثال پھرے اور پھر دل میں آیا کہ حمزہ ابکی بار قتل کرکے چھوڑنا ناگہ پیر مرد نے کہا
کہ اے شخص یہ تو دھیان کر کہ جسکی تصویر ایسی ہی وہ خود کیسی ہوگی یہ عشق سے بعید ہی اور اب تو تمام عشق و
عاشق کا نام لینا امیر کو یہ کہنا اسکا ناگوار ہوا دوڑ کر ایک ہاتھ عقرب سلیمانی کا مارا کہ اُس تصویر کے دو ٹکڑے
ہوگئے اور آواز داد و فغان کی بلند ہوئی کہا اے سرو ناز ہائے سرو ناز عمرو بن حمزہ اور چوگان بن حمزہ اور
فرامرز عاد مغربی اور بہرام گرد خاقان میں سب یہاں گریہ و زاری کرتے ہیں اور اب یہاں سرو ناز کے
اُٹھانے کی تجویز ہو رہی ہی کہ یکبارہ اُس گنبد ریاضت گاہ میں سے ایک آواز آئی کہ خبردار اسکو آج نہ اٹھانا
اور یہ آواز سب نے سُنی اور کہا کہ آج اسے رہنے دو تمام شب سب کے سب اُس مردے کو لیے ہوئے
بیٹھے رہے اور ان سب کو حکیم اشراق نے خواب میں دکھایا کہ یہ کشتہ طلسم ہی جب تک امیر حمزہ اندر نہ آئیں
اسے دفن نہ کرنا اور اسی گنبد ریاضت گاہ میں لٹا دینا صبح سب کے خواب متفق ہوئے اور کہا کہ سب اسی حکم
عمل میں لاؤ بعد اُسکے ملک سرو ناز کو اٹھا کر گنبد میں لے گئے اور پلنگ کے نیچے اُتار کے لٹا دیا اور سب نکل کے
چلے آئے اور یہاں امیر اُس گنبد طلسم میں گئے دیکھا کہ چار پری زادیں ہیں دو ایک طرف اور دو ایک طرف جام
اور صراحیاں ان چاروں کے ہاتھ میں ہیں اور تصویر ملکہ عشوہ جان افروز کی تخت پر بنی ہوئی رکھی ہی اور وہ
پری زادیں جام اُس تصویر کو دیتی ہیں اور تصویر جام لیکر انڈیل دیتی ہی امیر اُس تصویر کے قریب گئے اور تصویر نے
بہ نظر حیرت امیر کو دیکھا اور ساقی سے کہا کہ جام مہمان کو دے اُس ساقی پری زاد نے جام شراب بھر کر ہاتھ میں
اُس تصویر کے دیا تصویر نے امیر کو دیا امیر نے وہ جام اُسکے ہاتھ سے لے کے انڈیل دیا دوبارہ پھر اُسنے دیا امیر نے
پی لیا ساتھ ہی پینے کے سرور و نشہ ہوا اُسوقت امیر کو نہایت تعجب ہوا کہ تصویر میں یہ حرکات کہ یکبارہ اُن
خواصوں نے امیر سے کہا کہ اے شہریار اب تم کچھ کہانی ملکہ کے سامنے کہو دیکھو یہ کیا باتیں کرتی ہی کہ تم تعجب
کروگے امیر نے تمام سرگذشت اپنی از ابتدا تا انتہا کہہ سنائی مگر سرو ناز کا کچھ ذکر نہ کیا کس واسطے کہ اُسے امیر
خود مار کے تھے یہ گمان ہوا کہ شاید یہ سُنکے رشک ہو اُسوقت تصویر ایک قہقہہ مار کے ہنسی اور ساتھ ہی اُسکے

دیکھنے کے امیر کو غفلت آ گئی اور غنودگی طاری ہوئی دیر کے بعد امیر کو ہوش آیا اور آنکھیں کھولیں دیکھا نہ وہ تصویر ہے نہ وہ
گنبد ہے بلکہ دیکھا امیر نے کہ مین ایک صحرائے لق و دق مین بیٹھا ہوا ہون اُسوقت ایسی بیقراری امیر کو ہوئی کہ حیطۂ بیان
سے باہر ہے اسی بیقراری مین امیر کو وہ مکتوب یاد آیا اور اُس کاغذ کو نکال کر دیکھا اُسمین لکھا ہے کہ اے شہریار جس طرح
سے ہو سکے اپنے تئین ملکہ شعشعہ جہان افروز تک پہونچا اُسکو دیکھکر امیر چلے اور صحرا نوردی اور دشت پیمائی کرتے
ہوئے چلے جاتے ہین کہ یکبار ایک باغ نمایان ہوا تمام چاردیواری اُسکی مع دروازے کے نقرئی ہے اور اُس دروازے
کے قریب ایک عورت بیٹھی ہوئی ہے امیر اُس دروازے پر جا کر کھڑے ہوئے اور معلوم کیا کہ یہان بھی یہی تصویر کا مکان ہے امیر
نے آگے بڑھکر اُس عورت سے کہا کہ اگر تم کہو تو ہم اندر اسکے جائین اُس عورت نے کہا کہ تم جاسکو تو جاؤ امیر نے
کہا مین جاؤنگا وہ عورت امیر کو لیکر چلی جونہین امیر اُس باغ کے دروازے پر آئے دیکھا کہ کرسی پر تصویر خورشید لقا
کی رکھی ہوئی ہے جسوقت امیر نے دیکھا ایک رحم دل مین آیا اُس عورت نے امیر سے کہا اے شخص اسکو تلوار مار امیر نے کہا یہ
تو خورشید لقا ہے مین اسکو نہین مارونگا اُس عورت نے کہا جسوقت تم سب کی محبت اپنے دل سے نکال ڈالوگے
اُسوقت تمہین وصل ملکہ شعشعہ جہان افروز کا نصیب ہوگا اور اس طلسم کا یہی دستور دیرینہ ہے کہ اگلی محبت تو کم
ہو جاتی ہے اور حال کی محبت زیادہ ہوتی ہے پس جسوقت امیر نے پڑھتا دل مین کہا ہے مارو اور جلکے ایک ہاتھ
ضرب سلیمانی کا دیا کہ سر اُسکا تن سے جدا ہو گیا اور چیخون اور رفیقون کے غل و شور کی آواز امیر کے کان مین آئی
خصوص عمرو بن حمزہ کی کہ قریب تھا کہ وہ اپنے تئین ہلاک کر ڈالین کہ یکبار اُس گنبد ریاضت گاہ مین سے آواز
آئی کہ یہ کشتہ طلسم ہے اسکو بھی گنبد ریاضت گاہ مین لاؤ جب حکم عمل مین لائے زیادہ طول مناسب نہین
ہے یہان امیر کو اسی طرح سے نکال لے اور اسی طرح امیر نے ہر ایک مقام پر ہر ایک پری زاد کی تصویر دیکھی ایک
مقام پر خورشید لقا کی تصویر کو تلوار مارا دوسری جگہ زہرہ لقا کی تصویر کو مارا کہین حور لقا کو مارا کسی جا پر
ماہ لقا کو مارا جب سب کو مار چکے اور یہان گنبد ریاضت گاہ مین سے ہر ایک کے واسطے خواب مین بشارت ہوئی
اور سب گنبد ریاضت گاہ سے باہر نکلے اور اپنے اپنے مقام پر پہنچے اور اب امیر جب ان سب کو بحکم مکتوب مار گنبد ریاضت گاہ
سے باہر نکلے روانہ ہوئے جاتے تھے ایک باغ کے برابر پہونچے اُس باغ مین جا کر دیکھا کہ ملکہ شعشعہ بیٹھی ہے اور ایک
جڑاؤ زمردنگار مرصع اور سر پر اُسکے تاج بھی رکھا ہوا ہے اور پاس اسکے خواصین بیٹھی ہوئی ہین اور ملکہ شعشعہ نے
امیر کو دیکھکر ایک خواص سے کہا اُسنے ایک جام شراب بھرکے امیر کے ہاتھ مین دیا امیر نے وہ جام لیکے پی لیا اور ساتھ اُسکے
پینے کے ایک نشہ امیر کی آنکھون مین آیا اور امیر نشہ کی حالت مین بوس و کنار کرنے لگے ہر چند خواصین کہتی ہین کہ
اے شہریار یہ تصویر ہے اصلی صورت تو نہین ہے مگر امیر اس سے بوس و کنار کرتے ہوئے بعد اُسکے امیر اُسی طرح سے اپنی
سرگذشت کی کہانی کہنے لگے اور جب ملکہ رضیہ سلطان کا ذکر آیا بس امیر نے بیچ مین سے اڑا دیا بس اُسوقت
اُس تصویر نے بنظر حیرت امیر کو دیکھا اور ایک قہقہہ مارکے وہ تصویر ہنسی بس جسوقت وہ تصویر ہنسی اسی طرح
سے امیر کو ایک غفلت سی آ گئی اب امیر خواب کیا دیکھتے ہین کہ ایک بیابان ہے اور اسی بیابان مین ایک
قصر عالیشان ہے اور اُس قصر کے اندر ملکہ شعشعہ جہان افروز بیٹھی ہوئی ہے اور ناچ رنگ ہو رہا ہے اور
خواصین سب گرد و پیش کھڑی ہوئی ہین یہ خواب دیکھتے ہی جو ایک بار امیر کی آنکھ کھل گئی تو دیکھا نہ وہ باغ ہے
نہ وہ لوگ ہین اور اب یہ اثبات نہین آتی ہے فوراً امیر کو ایک وحشت جنون کی سی ہوئی بس امیر دیوانہ وار
مجنون نشان اشک ریزان چاک گریبان وہان سے روانہ ہوئے اور چلتے چلتے امیر دیکھتے کیا ہین کہ ایک بیابان ہے

جو خواب مین دیکھا تھا اور وہی قصر عالی شان سامنے ہی امیر اپنے جی مین کہتے ہین کہ ای میر چل کے دیکھ تو اسکو
وض امیر دروازۂ قصر پر آئے اور دیکھا کہ ایک پیرزن دروازے پر بیٹھی ہوئی ہی اور ایک جریب اُسکے آگے رکھی
ہوئی ہی امیر اُسکے پاس گئے اور اُس پیرزن سے کہا کہ ای پیرزن تو مجھے جانتی ہی مین کون ہون اُس پیرزن نے
کہا مین جانتی ہون کہ تو آدمزاد ہی اُسوقت امیر نے کہا مین طلسم کشا ہون یہ سُنکر اُسنے کہا جو تو طلسم کشا ہو تو مجکو
کیا تم اپنا مطلب کہو کہ تم کیا کہتے ہو امیر نے کہا مین اس مکان مین جاؤنگا اور ملکہ شعشعہ کو دیکھونگا اُسنے
سُنکر کہا ہر ایک بوالہوس کا ارادہ اسے دیکھنے کا ہوتا ہی اور جو ہی وہ یہی کہتا ہی کیا کوئی اسکو دیکھنے پاتا ہی
اور اب تم آئے ہو اور کہتے ہو کہ مین طلسم کشا ہون ایک تو خاک چھانتے ہوئے تو آپ آتے ہین کہ سواری بھی
آپکو میسر نہین ہی اور سنو میان آدمی کو لائق ہی کہ وہ بات کہے کہ جو انسان کے خیال مین آئے اور وہ بات
نہ کہے کہ جو وہم و خیال مین نہ آئے اور سنو میان اُسکے دروازے پر ایک تصویر بنی ہی اگر تمھارے پاس تیغ عقرب
سلیمانی ہی تو تم جاؤ اُس تصویر کو مار کے اندر چلے جاؤگے اور نہین تو کوئی صورت اندر جانے کا نہین ہی یہ سُنکر امیر نے
کہا ہان میرے پاس عقرب سلیمانی بھی ہی اُس پیرزن نے کہا تو تم میرے ساتھ چلو اور اپنے ساتھ امیر کو لیکے اُس
مکان کے اندر گئی امیر نے دیکھا کہ ایک باغ نہایت آراستہ و پیراستہ ہی ہر طرف طرح طرح کے درخت لگے ہوئے ہین
عجب عجب طرح کے پھول کھلے ہوئے ہین روشین آراستہ ہین چمن پیراستہ ہین ہر ایک طرف نہرین جاری ہین جانوران
خوش الحان زمزمہ سرائی کر رہے ہین اگر اُس باغ کی تعریف و توصیف لکھی جائے تو فقط وہان کی کیفیت کے بیان مین
دفتر کے دفتر لکھ جائین اور ایک چمن کے حالات بھی تمامی پر نہ آئین خلاصہ یہ کہ ہر چمن سے اُسکے گلشن شداد شرماتا تھا
بروے دنیا پر باغ بہشت نظر آتا تھا اندر سے اس باغ کے گانے بجانے کی آواز امیر کے کان مین آئی امیر اُسکے
دروازے پر پہنچے اور اُس پیرزن نے امیر سے کہا کہ چلو صاحب پس امیر روانہ ہوئے جونہین امیر نے دروازے
کے اندر قدم رکھا دیکھا امیر نے کہ ملکہ رضیہ سلطان کرسی پر بیٹھی ہی دیکھتے ہی امیر کے تمام بدن مین لرزہ پڑ گیا
تھرتھرانے لگے اور ملکہ شعشعہ کی ایک خواص ہی کہ نام اُسکا طلعت افزا ہی وہ سامنے سے آئی اور اُس خواص نے
امیر کو دیکھکر کہا مارے دیکھتا کیا ہی امیر نے یہ سُنکر اُس سے کہا ارے یہ ملکہ رضیہ سلطان ہی مین کیونکر اسے
ماروں اور مجھسے ہرگز یہ نہین ہونے کا اُس خواص نے کہا کہ جو تجھسے یہ نہوگا تو وہان ملکہ شعشعہ تک کیونکر پہنچ سکیگا
اور یہان کا یہ خواص ہی کہ پہلے کی محبت بھول جاتی ہی اور مادم کی بات اُسکی یاد نہین آتی ہی اسی واسطے یہ تصویرین
بنائی ہین یہان امیر سے اور اُس خواص سے یہ باتین ہو رہی ہین اور امیر کا یہ عالم ہی کہ بیان سے باہر ہی اور یہان
ظفران زاہد وغیرہ نے جو سُنا کہ امیر اب نہایت بیدار کرتے پھرتے ہین اور اب باری رضیہ سلطان کی ہی
پس سب متعدس یہ خیال اپنے دل مین کرکے اٹھے اور چلے اور مہر نوش ممتاز کے پاس آئے اس مہر نوش ممتاز
سے اور قوم جنات سے بہت اخلاص اور پیار اور دوستی ہی کس واسطے کہ حکیم اشراق روشن ضمیر نے ایسے ہی
چار شخصون کو علم اپنا بتایا ہی اور بجاے ستون طلسم کے اُنکو مقرر کیا تھا اسواسطے اُنکو سب مانتے ہین اور ایک
جن ہی کہ نام اسکا نجم زرین تاج ہی جس وقت اُسکے گھر مین اُسکی بیٹی پیدا ہوئی تھی تو اُسوقت اُسکے
گھر مین مہر نوشش ممتاز موجود تھا اُسنے اس لڑکی کو اُس جن سے اپنی فرزندی مین لے لیا تھا اور مہر نوش ممتاز
نے نام اُسکا شعشعہ جہان افروز رکھا تھا اور اُسکو پرورش کیا تھا تو اب ملکہ شعشعہ جہان افروز
بیٹی نجم زرین تاج کی نہین کہلاتی ہی بلکہ مہر نوشش ممتاز کی کہلاتی ہی اور جب اسے مہر نوش نے پالا

اور یہ سن تبریز کو پہونچی اُسوقت مہر نوش ممتاز نے اُسکو طلسم کشا کا پتا دیا اور اُس سے کہا کہ تیا تم طلسم کشائی کی قسمت
کی ہو اور مہر نوش ممتاز نے ایک آئینہ اُسکو بنا دیا تھا کہ اُس آئینہ میں شکل طلسم کشا کی تمکو معلوم ہو اور جسوقت تمہارا جی
چاہے اُسوقت تم اُس آئینہ میں طلسم کشا کو دیکھ لیا کرنا چنانچہ گاہے گاہے وہ اس آئینہ میں دیکھا کرتی تھی غرض جب سے طلسم کشا
آیا ہے اور ملکہ شعشعہ جہان افروز نے عشق امیر اور ملکہ رضیہ سلطان کا اُس آئینہ میں دیکھا ہے جب سے اُسے ایک رشک
پیدا ہوا ہے اور یہ چاہتی ہے کہ طلسم کشا سوا میرے کسی کو نہ چاہے جب اُسنے مہر نوش ممتاز سے کہا طلسم کشا کو رضیہ سلطان
کا عشق بہت معلوم ہوتا ہے اور میں چاہتی ہوں کہ طلسم کشا سوا میرے کسی کو نہ چاہے بس مہر نوش ممتاز نے ایک طلسم جاری
تیار کیا ہے اُسکی خاطر سے جابجا تصویریں بنائی ہیں کہ جسوقت امیر اُن تصویروں کو مار ڈالیگا اُسوقت سب کی محبت امیر
کے دل سے جاتی رہے گی علیٰ ہذا القیاس اسی واسطے ملکہ رضیہ سلطان کی تصویر نہایت تکلف کی بنائی ہے کہ پوشاک
بھی بہت اعلیٰ پہنائی ہے کرسی جواہر نگار پر بیٹھی ہوئی ہے خواصیں دست بستہ روبرو اُسکے کھڑی ہوئی ہیں

اب دو کلمے داستان دریافت کرنا ظفران اور ظفران حبشی کا مہر نوش ممتاز سے بیان کیے جاتے ہیں

کہ جب یہ مہر نوش ممتاز کے پاس آئے اُن سب نے برہم ہو کے کہا کہ اے صاحب اپنے اپنے عزیز کی خاطر اور جو قدر دی سب کو جب
ہے مگر تم نے یہ کیا کیا کہ جابجا تصویریں بنائی ہیں جو میرے علاقہ رکھتی ہیں تصویر اُنکی بھی بنائی ہیں اور جو نہیں علاقہ رکھتی ہیں اُنکی بھی
اور بجا خورشید لقا اور زہرہ لقا مہر لقا اُن سب نے تمہارا کیا بگاڑا کہ جو تم نے اُنکی تصویریں بنائیں اور ملکہ رضیہ سلطان
شعلہ رو کی بھی تصویر بنائی ہے جو بادشاہ طلسم ہے اور اُسکے علاوہ وہ اولاد میں حکیم اشراق روشن ضمیر کے ہے
اُسکا آپ نے یہ مرتبہ کیا ہے آپ کو ملکہ شعشعہ کی خاطر منظور ہوئی اور اولاد حکیم صاحب کی خاطر نہ ہوئی اور ایسی حرکت
کوئی کرتا ہے جو آپ نے یہ حرکت کی پس یہ سب مہر نوش ممتاز نے سُنا اور بہت شرمندہ ہوا اور مہر نوش ممتاز نے ان
سب کے آگے ہاتھ باندھے اور کہا واقعی مجھ سے یہ قصور ہوا ہے مگر مجھ سے یہ بات سہو سے ہو گئی ہے نہ کہ عمداً اب آپ سب
صاحب میرے قصور کو معاف کیجیے یہاں تو ان سب مقدسوں میں یہ گفتگو ہو رہی ہے اور وہاں جو خواص ملکہ شعشعہ
جہان افروز کی ہے کہ نام اُسکا طلعت افزا ہے وہ امیر سے کہتی ہے کہ اے صاحب ہمارے ہی نقش تعویذ دیے ملکہ رضیہ
سلطان بنی ہے جلدی ایک تلوار مارو کہ پاؤں اسکے کٹ جائیں جسوقت اُسنے امیر سے یہ کہا کہ یکبار ایک طمانچہ غیب
سے ایسا لگا کہ جیسے قضا کا طمانچہ لگتا ہے اور ایک آواز غیب سے آئی کہ وہ تمام مکان کانپ اٹھا اور ایک اور آواز
اس طرح آئی کہ جیسے حکیم اشراق کی آواز ہے وہ کہتے ہیں کہ اے طلسم کشا تم کو یہ نہیں چاہیے کہ تم رضیہ کو اس طرح
فراموش کرو اور امیر کے شگفتہ تھے اور وہاں مہر نوش ممتاز نے جاکر ملکہ شعشعہ جہان افروز سے کہا کہ تصویر ملکہ رضیہ
سلطان کی رکھنا مناسب نہیں ہے کسواسطے کہ وہ اولاد میں حکیم اشراق کی ہے اُسکا ادب واجب ہے اُسکو تبدیل
ضرور کرنا چاہیے بس جسوقت ملکہ شعشعہ نے یہ سُنا اسوقت اُسنے کہا کہ بہتر بازغہ نے میرا کہنا کیا اُسکی بھی تصویر
نہ رکھی جائے غرض ملکہ رضیہ سلطان اور بازغہ اور خورشید لقا اور زہرہ لقا اور حور لقا اور ماہ لقا کی تصویریں
موقوف کی گئیں ایک مرتبہ ایسی تاریکی ہو گئی کہ پناہ خدا کی ہاتھ کو ہاتھ نہیں معلوم ہوتا تھا جسوقت وہ اندھیرا
موقوف ہوا تو امیر نے دیکھا کہ اب نہ رضیہ سلطان ہے نہ وہ طلعت افزا خواص ہے نہ وہ گانے بجانے کی صدا ہے
تمام مکان خالی پڑا ہے اور کوئی نہیں ہے امیر نے انہیں درختوں میں سے میوہ توڑ کر کھایا اور پانی پیا اور شب کو
وہیں آرام کیا جسوقت ستارہ صبح کا چمکا اُسوقت امیر اُٹھے اور نماز صبح اور اوراد و وظائف سے فراغت

پائی اور تاب اُسکی اُس قصر عالی شان کے نیچے اُترے اور باغ میں آئے اور تاب نے اُس کاغذ کو دیکھا اُسمین لکھا تھا کہ ای
طلسم کشا اُس باغ کے سامنے کوہ سواد کی راہ ملی ہوئی ہی پس اُس کوہ کی طرف واسطے طلسم کشائی کے جا پس امیر
اُسوقت بحکم کاغذ کے اس کوہ سواد کی طرف چلے ابھی چند قدم گئے تھے کہ امیر کو دور سے ایک بیابان خوش گوار نظر آ
دکھائی دیا اور اُسمین ایک کوہ ہی اور یہ کوہ سر بفلک کشیدہ ہی اور پھولوں سے تمام دامن کوہ بھرا ہوا ہی یہ معلوم ہوتا ہی
کہ جیسے ایک پہاڑ پھولوں کا ہی اور گرد و اطراف میں اُس پہاڑ کے سترہ نہرین پانی کی جاری ہین جنکے دیکھنے سے دل کو
ایک تازگی اور سرور ہوتا ہی اور تمام بیابان پھولوں سے بھرا ہوا ہی امیر اسکی سیر دیکھتے ہوے چلے جاتے تھے کہ ایکبار
جو امیر نے دیکھا تو ایک طرف کو قطار ہرنوں کی چلی آتی ہی اور ایک ہرن سیاہ سب کے آگے ہی اور ایک طرف
کو غول کے غول چکاروں کے معلوم ہوتے ہین اور ایک طرف اُن نہروں میں قاز اور قرقرے کلنگ و سارس پر رہے ہین
اب امیر نے بحکم مکتوب کے میان میں سے کمان اور ترکش میں سے تیر لے کر ایک تیر تاک کر اُس ہرن کے مارا قدرت
خدا وہ تیر جا کر اُس ہرن کی پشت پر لگا اور پشت سے مع نیک توڑ کے نکل گیا پس تیر کے پڑنے کے ساتھ ہی وہ
بھاگا امیر نے اُسکے پیچھے گھوڑا ڈالا چند قدم وہ ہرن گیا ہوگا کہ گر پڑا فوراً امیر نے گھوڑے پر سے کود کر اس ہرن کو ذبح
کیا اور اُسکو اُٹھا کر ایک درخت کے نیچے لائے اور چاہا کہ اُسکے کباب بھونین اس اثنا مین نگاہ امیر کی سامنے جو گئی
تو کیا دیکھتے ہین کہ ایک شاہزادہ بچہ نہایت قبول صورت قنطورہ زلف یا تابہ سقرلاتی تن پر آراستہ اور پیراستہ کیے
گھوڑا اُڑاتا ہوا چلا آتا ہی اور پیچھے اُسکے اور لوگ کوتل گھوڑے اُڑاتے ہوے آتے ہین غرض اُس شاہزادے نے آکے
امیر کو مجرا کیا امیر نے اُسکو پہچانا کہ بیک منظور ہی امیر نے کہا ای بیک منظور وزیر زادہ تم کیونکر آئے ہو
بیک منظور کہو [illegible] باز غم نے میرے ساتھ کی بیک منظور نے کہا ای شہریار یہ آپ جانین یا وہ جانے اسے
غلام کیا جانے پھر بیک منظور نے کہا اب آپ چلیے امیر نے کہا ای بیک منظور کہاں چلون بیک منظور نے کہا ای
شہریار ملکہ باز غم نے بلا بھیجا ہی امیر نے کہا ملکہ باز غم مہر افزا کہاں ہی بیک منظور نے کہا دیکھیے وہ سامنے خیمہ معلوم
ہوتا ہی امیر نے جو دیکھا تو [illegible] تمام خیمے بادلے کے سامنے کھڑے ہین امیر کو نہایت اشتیاق ہوا اس اثنا مین
دوسرے بیک منظور نے عرض کیا کہ ملکہ شعشعہ نے مجھ کو بلا بھیجا ہی اُنکا بھی اشتیاق امیر کو ہوا غرض دوسرا بیک منظور
اور امیر گھوڑے پر سوار ہوکے روانہ ہوے چند قدم آگے بڑھے تھے کہ سامنے سے نوبت اور نشان نمایان ہونے اور
ہمراہ اُسکے قریب بارہ یا چودہ سو پری زادوں کے غرق دریاے جواہر نمودار ہوے اور ایک پری پیکر گھوڑے پر
ملکہ باز غم مہر افزا منھ پر نقاب ڈالے ہوے چلی آتی ہی اُسکے قد و قامت سے امیر نے پہچانا کہ یہ باز غم ہی اور
وہ قریب آکے بولی کہ ملکہ شعشعہ جہان افروز نے آپ کے پاس مجھ کو بلا بھیجا ہی پس امیر یہ سُنکر چلے ہو رہے اور باز غم
امیر کو لے کر چلی اور اُس خیمہ تک پہونچایا اور دروازے سے آپ الگ ہو گئی اب جو امیر نے پیچھے پھر کر دیکھا تو باز غم
نہیں معلوم ہوتی ہی اُسوقت امیر نے بیک منظور دانا سے کہا کہ باز غم کہاں گئی بیک منظور نے عرض کیا آئی ہی
آپ چلیے امیر اُس خیمہ کے اندر گئے دیکھا کہ خیمہ یاقوت نگار ہی اور مسند بعد خوبی بچھی ہوئی ہی امیر اُسپر جا کر
بیٹھے اور بیک منظور سے پوچھا کہ ملکہ شعشعہ نے کیا کہلا بھیجا ہی عرض کیا مجھے نہیں معلوم آپ وہاں چلین جہان باز غم
ہی امیر نے کہا چلو غرض پردہ اُس خیمہ کا اُٹھا کر امیر کو دوسرے خیمہ میں لائے دیکھا امیر نے کہ مسند کے پاس
باز غم بیٹھی ہی نقاب منھ پر نہیں ہی امیر اُس مسند پر جا کر بیٹھ گئے اور شکوہ کرنے لگے باز غم نے کہا اس کہنے سے
فائدہ کیا ہی جب ہم پانون پڑتے تھے اور منت کرتے تھے تم نے قبول نہ کیا اب ہم کو انکار ہی یہ سب بیفائدہ ہی

امیر خاموش ہورہے بعد اسکے پوچھا ملکہ شعشعہ نے کیا لکھا بہیجا ہی اُسنے کہا کہ مجھکو معلوم نہین اگر معلوم ہوتا تو بھی نہ کہتی
امیر نے کہا سچ کہتی ہی یہ سُنکر باز غمہ امیر کے پاس سے اُٹھی اور ایک کشتی اٹھا لائی اُسمین نامہ بمہر خاص ملکہ شعشعہ
کا لکھا ہوا ایک تھیلی مین رکھا تھا لاکے وہ کشتی رکھدی نامہ دیکھتے ہی امیر کو عشق ملکہ شعشعہ جہان افروز کا یاد آیا
اور اُس نامہ کو مثل نامہ اعمال کے کھول کر پڑھنا شروع کیا اُسمین لکھا تھا کہ اے سلطان ثانی سلیمان اول تو تم
طلسم کشا ہو اور ہمنے سُنا ہی کہ صاحبقران ہو اور آج تک تم پر کسی نے غلبہ نہین کیا ہی لیکن دو باتین سنکے
آزمائی ہین اول طلسم کشائی بامن کی وہ تو کچھ ظہور مین آئی دوسری یہ بات اور ہی کہ ایک نقابدار یاقوت پوش
اس کوہ سواد کے دامن مین رہتا ہی وہ بھی کہتا ہی کہ مین صاحبقران ہون پس اگر تم صاحبقران ہو تو تم اسکو
پشت زمین پر پہونچاؤ تو البتہ ہمین یقین آئے کہ تم صاحبقران زمان ہو اور ہم اُسکے ہاتھ سے بہت ہی تنگ
ہین جس دن تم اُسکو زیر کروگے اُس دن ہمارے اور تمہارے ملاقات ہوگی اور جو کچھ تمہاری خدمت ہم سے
ہو سکے گی وہ ہم بجا لائینگے پس جسوقت امیر یہ نامہ پڑھ چکے اُسوقت امیر نے باز غمہ سے پوچھا کہ وہ نقابدار
دامن کوہ مین کس مقام پر رہتا ہی باز غمہ نے کہا اسی بیابان مین ایک درہ کوہ ہی وہان رہتا ہی اور ایسی شہریار
کیا مقدور کسی کا کہ کوئی اُس بیشہ مین شکار کھیلے یا کوئی شکار کرے اور ہمیشہ وہ اس بیابان کی خبر لیتا ہی اور جو
کوئی اس کوہ بیابان مین آتا ہی تو وہ نقابدار بھی اُس سے لڑنے کو آتا ہی اور مع لشکر کے خیمے ڈیرے کرتا ہی
شب کو طبل جنگ بجواتا ہی اور صبح کو میدان مین نکل کر آتا ہی اور آزمائش کرتا ہی پس جسوقت باز غمہ امیر سے
یہ باتین کر چکی اُسوقت امیر نے ناچ کو حکم کیا اور ناچ شروع ہوا اور ساقیان ماہ طلعت اور پری صورت جام و صراحی ہاتھ
مین لیکر آیا اور جام بھر کر امیر کو دیا امیر نے دو تین جام شراب کے پیے اور باز غمہ سے کہا کہ تم بھی پیو باز غمہ نے کہا امیر
موقع یہان شراب پینے کا نہین ہی غرض ایسی خوب ہوئی اور جسوقت سب لوگ اُٹھ گئے اُسوقت امیر نے باز غمہ سے
کہا کہ اے باز غمہ تم اکیلی سوؤگی اور ہم اکیلے سوئین یہ سُنکر باز غمہ نے امیر سے کہا کہ ابھی تک وہ تمہاری باتین باقی ہین
جاتین امیر سے اور باز غمہ سے یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ ایکبار دیکھا کہ ہزارہا نخشائے روشن سامنے سے چلے آتے ہین
یہ معلوم ہوتا ہی کہ جیسے بیابان مین آگ لگی ہوئی ہی اور پیچھے اُنکے فانوسین انواع اقسام اور طرح طرح کی
روشن ہین اور اُن فانوس کے پیچھے پریان اور نشان بہت سے اُنکے کھلے ہوے اور نوبت اور نقارے بجتے ہوے
چلے آتے ہین اور اُسکے پیچھے ایک نقابدار یاقوت پوش ایک مرکب پری پیکر پر سوار تاج شاہی سر پر
چار قبہ شہنشاہی در بر کمال زرد یہ در گلو آیا اور امیر نے سامنے سے دیکھا نہایت وہ فوج اور نقابدار
پسند آیا اور اُس نقابدار نے جاکر برابر سواد کوہ کے اپنے خیمہ و خرگاہ کو استادہ کیا اور خیمہ مین داخل ہوا اور
یہان امیر نے باز غمہ سے کہا کہ مجھکو یہ منظور ہی کہ میرے اور نقابدار کے جلد فیصلہ ہو جائے پس لشکر مین حکم
کردو کہ طبل جنگ بجے باوجودیکہ یہ آئین امیر کا نہ تھا کہ پہلے اپنے لشکر مین طبل جنگ بجوائین مگر بسبب اشتیاق
ملکہ شعشعہ جہان افروز کے یہ نوبت پہونچی کہ امیر نے طبل جنگ بجوایا کہ جس مین نقابدار سے جلد فیصلہ
ہو جائے اور ملکہ شعشعہ سے جلد ملاقات ہو جب طبل جنگ کی آواز امیر کے لشکر مین بلند ہوئی اُدھر کارے
خبر لیکے بھاگے اور آکے بعد دعا و ثنا کے نقابدار سے اُنہون نے عرض کیا کہ لشکر صاحبقران مین طبل
جنگ بجا ہی اور نقابدار نے کہا کہ ہمارے لشکر مین بھی طبل جنگ بجے اور امیر نے جاکر آرام کیا اور باز غمہ
بھی اپنے خیمہ مین آرام کرتی ہی دونون لشکرون مین تمام رات تیاری جنگ مین گذری جسوقت ستارہ صبح کا

چمکا اور آفتاب عالمتاب تاج زرین کو سر پر رکھے اور نیزہ خطوط شعاعی ہاتھ میں لیکر فلک نیلگون پر سوار ہو کر
جلوہ فرما ہوا اور امیر نماز صبح ادا اور اوراد و وظائف سے فراغت کرکے اور زرہ اور جوشن بسب پیغمبروں کے بدن پر
آراستہ کر کے مرکب صبا رفتار پر سوار ہو کر بہ سمت منظور کو ہمراہ لے کے چلے اور بازغہ نے تمام فوج پری زاد دیو
اور جنون کی امیر کے ساتھ کی امیر نے جو دیکھا تو بازغہ سے کہا کہ مجھے اس فوج کی احتیاج نہیں ہے یہ سنکر بازغہ نے
کہا کہ آپ کے یہ سب مطیع اور فرمانبردار ہیں امیر یہ سنکے چلے ہو رہے اور مع لشکر اور نوبت و نشان کے لشکر نقابدار
کے سامنے جا کے صف باندھ کر کھڑے ہوئے اور اس طرف سے نقابدار بھی مع اپنے لشکر اور سوار دیو کے وسط
میدان وغا کے چلا اور تمام سواران زرین پوش ہمراہ لیے ہاں اور نشان لہراتے ہوئے پرچم نشانوں کے جھکتے ہوئے
اور ہر تین بادلے کی کھلی ہوئی اور نوبت اور نقارہ بجتا ہوا سامنے امیر کے پرا باندھ کے کھڑا ہوا امیر نے
بغور اس نقابدار کو دیکھا کہ ایک چمک اسکی نقاب کے اندر سے نکلتی ہے کہ نگاہ نہیں کام کرتی ہے اور دست و
پا اس نقابدار کے نازک نازک ہیں امیر کو دیکھ کے نہایت حیرت ہوئی اور اپنے دل میں کہا کہ خدا جانے کہ یہ کون ہے کہ
ایکبار امیر مرکب کو کڑکا کر میدان میں آئے اور ضرب دی کہ اے نقابدار بیا بمیدان اگر آرزوئے مرگ باشد بس
جسوقت نقابدار نے امیر کو میدان میں دیکھا نقابدار بھی مرکب کو چمکا کے صف میں سے نکلا اور امیر کے
برابر آیا باہم نگاہ دو چار ہوئی کوئی تین قدم نقابدار کا مرکب تھرتھرا کر اُڑ گیا اور دو قدم مرکب امیر کا پسپا ہوا
اور امیر نے نقابدار کو جو دیکھا وجد کیا اور پوچھا کہ اے نقابدار نام تمہارا کیا ہے نقابدار نے یہ جو سنا تو کہا یہ باتیں
تو مجھے صلح کی معلوم ہوتی ہیں تم لڑنے کو آئے ہو یا صلح کرنے کو یہ کہکر نیزہ ہاتھ میں پکڑا اور سامنے امیر کے آ کے کہا
نیزہ بازی محمود بازی اور خبردار خبردار کہکے اور تاک کے نیزہ سینہ بے کینہ امیر پر مارا امیر نے نیزے کی سنان اپنے
نیزے کی سنان پر روکی چنگاریاں آگ کی جھڑ جھڑ نیزہ بازی ہونے لگی سو یا سو ہو طعن نیزے کی آپس میں
رد و بدل ہوئی ایکبار امیر نے ایکبارگی نیزہ نقابدار کا مرکب کو چمکا کر صاف نکال کر آسمان پر ہوا کر دیا جیسے
ہوائی آتشبازی کی کنج میں سے نکل جاتی ہے فوراً خط شعاعی کے مانند اور چمکا نقابدار برہم ہوا مرکب
اپنا امیر کے گھوڑے سے ملا کر اپنا ہاتھ امیر کے گریبان میں ڈال دیا امیر نے بھی اسکی گردن پر ہاتھ رکھ دیا
دونوں میں کشاکش کے زور ہونے لگے کہ دونوں گھوڑے بیٹھ بیٹھ گئے اسوقت دونوں طرف کے عیار پکارے
کہ اے بہادرو بے زبانوں نے کیا کیا ہے اگر زور آزمائی منظور ہے تو نیچے اتر کر زور کرو یہ سنکر امیر اور نقابدار مرکب
پر سے کود کے زور ہونے لگے تین پہر تک آپس میں زور ہوا اسکے بعد تین پہر کے امیر نقابدار کو قوت تمام
سے دوڑے اور ایک جھٹکا مارا اور ساتھ ہی جھٹکے کے نقابدار نے لنگر مارا کہ پشت پا تک زمین میں غرق ہو گیا
امیر نے بہت چاہا کہ لنگر نقابدار کا توڑیں مگر نہ ٹوٹا آخر امیر نے نقابدار کو چھوڑا اور نقابدار امیر کو لے کر چلا
آگے بھی امیر کو چار قدم ہٹا کے جھٹکا مارا امیر نے بھی لنگر مارا نقابدار بھی لنگر امیر کا نہ توڑ سکا اس عرصہ
میں شام ہو گئی خورشید فلک دریں رقیب دہشت سے ان دلاوروں کی گوشہ مغرب میں جا کر روپوش ہوا اور
مہتاب سجادہ نشین تسبیح انجم ہاتھ میں لیے ہوئے توسن فلک پر سوار ہو کر نکلا اسوقت نقابدار
امیر سے الگ ہو گیا اور امیر سے کہا رات واسطے آرام کے ہے کل صبح کو جب سمجھونگا یہ سنکر
امیر نے کہا ہمارے یہاں یہ دستور اور معمول ہے کہ تاوقتیکہ جنگ کا فیصلہ نہو جب تک حریف سے
ہاتھ نہیں اٹھاتے ہیں اور حریف کو نہیں چھوڑتے ہیں یہ سنکر نقابدار نے کہا تعجب ہے یا ہم نہیں

گئے نقابدار امیر سے یہ کہکر گھوڑے پر سوار ہوکر فوراً اپنے لشکر کو روانہ ہوا امیر ششدر اور حیران کھڑے ہوئے تھے کہ اسوقت
منظور دانا نے کہا ای شہریار اب چلیے پس امیر ایسے آزردہ اور خفا تھے کہ منظور دانا کو کچھ جواب نہ دیا اور بہر بار امیر کے
جی مین یہ آتا ہی کہ اپنے تئین مار ڈالیے اور کبھی دل مین کہتے تھے کہ ای امیر تم تو چھ چھ دن اور سات سات دن لڑے ہو
کیا مضائقہ ہی آج زیر نہین ہوا کل اسکو زیر کر سکوگے غرض یہ باتین اپنے دل مین کرکے امیر بھی مع فوج اور لشکر اپنی
بارگاہ مین آئے اور داخل خیام والا احتشام ہوئے ناچ ہونے لگا اور شراب چلنے لگی کہ ایکبار بازغہ نے نقابدار کا
ذکر کیا امیر نے بازغہ سے کہا کہ نقابدار اگر آج بچ گیا تو کیا ہوا انشاء اللہ تعالے کل میرے ہاتھ سے کہان بچکے جائے گا
یہ سنکر بازغہ نے کہا ای شہریار وہ نقابدار بھی ایک ہی آفت روزگار ہی امیر اور بازغہ سے یہ باتین ہو رہی تھین
اور قریب پہر یا ڈیڑھ پہر رات کے گئی ہوگی اسوقت امیر نے پلنگ پر جاکر آرام کیا اور بازغہ اپنے خیمہ مین گئی غرض دونو
لشکرون مین رات بھر طبل جنگ بجتا اور طرفین مین تیاری جنگ ہوتی رہی جسوقت صبح کا ستارہ نمودار ہوا اسوقت
امیر اٹھے اور نماز صبح ادا کی اور موافق معمول کے منظور دانا بھی حاضر ہوا امیر رکب پری پیکر پر سوار ہوکر روانہ ہوئے اور
تمام فوج امیر کے ساتھ ہوئی طرفین کے لشکر کے نشان کھلے اور آواز نعرہ ہاے رزمی اور کوس حربی دونون لشکرون مین
بلند ہوئی امیر کا لشکر مقام معین پر آکے کھڑا ہوا اور امیر بھی چند قدم سواری کے آگے بڑھکر کھڑے ہوئے تھے کہ ایکبار
سواری نقابدار عظیم الشان کی آئی اور نقابدار بھی آکر کھڑا ہوا فوراً امیر رکب دریا صف مین سے نکال کر میدان
جنگ مین آئے نصف میدان تو امیر نے اپنی پشت پر چھوڑا اور نصف میدان حریف کے لیے چھوڑا وسط میدان
مین آکر کھڑے ہوئے اور پکارے کہ ای نقابدار بیا بمیدان ناگاہ یہ سنکر نقابدار بھی مرکب کو کدا کر آیا اور برابر امیر
کے آکر کہا کہ رات کو آپ کو نیند بھی آئی یا نہین یہ سنکر امیر نے اپنے دل مین کہا کہ نقابدار نے یہ کیا کہا ای امیر
کیا آج بہت سویرے آئے ہو جواب دیا کہ آج اسواسطے مین سویرے آیا ہون کہ ہمارے اور تمہارے آج سویرے
کشتی ہو کہ جسمین جلد فراغت ہو جاے یہ سنکر نقابدار نے کہا ہمارے تمہارے نیزہ بازی تیغ شمشیر بازی عمود بازی تو
موقوف لیکن ہان فقط زور کی آزمائش ہو امیر نے کہا کیا مضائقہ ہی جو تمہاری مرضی ہو یہ کہکے امیر گھوڑے پر سے
کودے اور ساتھ ہی امیر کے نقابدار اس چمک دمک سے اپنے گھوڑے پر سے کودا کہ جیسے برق لامع کوند جاتی ہی
امیر کی نگاہ جو نقابدار کے سراپا پر پڑی دیکھا چہرہ وسیع مثل چشمہ خورشید کے درخشان ہین کلائیون سے
نزاکت عیان ہی سینہ بے کینہ کو اٹھے جو غور سے دیکھا تو کچھ بلند پایا معلوم ہوتا ہی کہ دو شخص ایک جگہ پر
کھڑے ہوئے ہین اسوقت امیر کو خیال ہوا کہ یہ نقابدار عورت ہی ایکبار امیر با توقیر نے نقابدار کے
سینے پر ہاتھ رکھا اور چاہا کہ اسے دوڑین نقابدار نے کھینچی تمام ہاتھ امیر عالی مقام کا اپنے سینے پر سے
ہٹا دیا پھر امیر نے نقابدار کا سر اپنے سینے سے لگالیا سر مین سے ایک ایسی خوشبو امیر کو معلوم ہوئی کہ دماغ
امیر کا معطر ہوگیا پس اسوقت امیر کا عجب عالم ہوگیا اور نقابدار نے برہم ہوکے امیر سے کہا ای مرد آدمی یہ
بھی کوئی مردانگی کا طور ہی دوسری بار پھر دیدہ و دانستہ امیر نے نقابدار کی چھاتی پر ہاتھ رکھدیا اور اسکو گلے سے
لپٹا لیا جونہین امیر نے سینہ بسینہ ہوگئے نقابدار کو اپنی طرف کھینچا اور چھاتی نقابدار کی امیر کے سینے سے لگی
معلوم ہوا کہ دو ترنج کے پار نکل گئے امیر کا عجیب حال ہوا فوراً نقابدار کود کے علٰحدہ جاکر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ
تم اپنی بدذاتی سے نہین باز آتے ہو کشتی لڑتے ہو یا مردی اپنی دکھاتے ہو نقابدار امیر سے علٰحدہ کھڑا ہو
کو رہا تھا کہ ایکبار امیر نقابدار سے دونگ پھر لپٹ گئے اور نقابدار بھی امیر سے لپٹ پڑا اب امیر اور نقابدار

میں باہم برابر کے زور کشتی کے ہو رہے ہیں کہ یکبار امیر نے دل میں کہا کہ ای نقابدار کیا خوب تیری زرہ دوز نے
بنانے دینے کیا صنعت کی ہی کہ باقوت کو ترازو کے اسکے حلقے نکالے ہیں یہ سنکر نقابدار سخن ترش ہوا
ای عزیز آج تجکو کیا ہو گیا ہی کہ کہیں تو زرہ کا ذکر کرتا ہی کہیں مجھ پہ بدذاتی کرتا ہی امیر نے کہا کہ ای نقابدار آج تو تیری
عورت کی سی معلوم ہوتی ہی اور زور تجھ میں یہ خدا نے دیا ہی کہ عقل میری حیران ہی یہ سنکر نقابدار نے جواب دیا کہ اگر تم
مجھے یہ جانتے ہو کہ یہ عورت ہی تو تمہے صاحبقرانی کی قسم میرا کچھ نہیں کر سکتے ہو اور میں زندگی سے تو تم چلو بھر پانی میں ڈوب
مرو پس جسوقت نقابدار نے امیر سے یہ کلام طنز آمیز کہے اسوقت امیر کو طیش آیا اور چہرہ سرخ ہو گیا اور دونوں
آنکھیں امیر کی مانند کاسۂ خون کے لال ہو گئیں دل میں کہا کہ میں دیکھوں تو یہ نقابدار کون ہی اور دیدہ و دانستہ امیر نے
نقابدار کے منھ پر ہاتھ مارا فوراً سب بند نقاب کے ٹوٹ گئے اب جو امیر نے دیکھا تو وہ نقابدار ملکہ شعشعہ جہان افروز
ہی پس یہ دیکھنے کے ساتھ ہی امیر کو تاب نہ باقی رہی حالت غشی کی طاری ہوئی غنودگی سی آئی اور اب یہ نہیں
معلوم کہ کتنی دیر کے بعد امیر نے آنکھیں کھولیں پس جسوقت امیر کی آنکھیں کھلیں تو دیکھا نہ وہ نقابدار ہی اور نہ
وہ لشکر ہی اور نہ وہ امیر کا خیمہ ہی نہ وہ لشکر امیر حمزہ ہی نہ منظور دانا ہی پس اسوقت امیر کو بہت ندامت اور
شرمندگی ہوئی اور اپنے دل میں کہا کہ افسوس ای امیر ایک عورت کا تم کچھ کر نہ سکے پس اب ایسی زیست سے تو
مرگ بہتر ہی پس یہ خیال امیر اپنے دل میں کرکے اور کھینچکر خنجر چاہیں کہ ماریں کہ یکبار ایک طرف سے آواز آئی کہ خبردار کیا
کرتا ہی ای طلسم کشا تو اپنے تئیں دے پس ساتھ اس آواز کے امیر نے پھر کر دیکھا تو سامنے ظفران جنی کھڑا ہی اور اسنے
کہا ای شہریار اس نقابدار کے گلے میں جو زرہ ہی وہ سحر کی ہی یہ سنکر امیر نے کہا کہ ای ظفران جنی کیا ملکہ شعشعہ
جہان افروز ساحرہ ہی ظفرجان جنی نے کہا استغفر اللہ ملکہ شعشعہ تو ساحرہ کاہے کو ہی یہ سب باتیں مہرنوش کی ہیں
اور یہ زرہ انکو مہرنوش ممتاز نے اسواسطے بنا کر دی ہی کہ اس زرہ میں یہ تکلف ہی کہ جو کوئی اسکو پہنے اور رستم و
اسفندیار بھی اگر اس سے مقابلہ کریں تو وہ انکو اٹھا کے زمین پر پھینک دے وہ کبھی زیر نہو اور وہ عورت ہی اسکا بھی تم
مقدور ہی کہ وہ تم سے ہمسری کرے اور یہ فقط اس زرہ کی کارستانی ہی یہ سنکر امیر کا غصہ کم ہوا اور ظفرجان جنی
نے کہا کہ اب ارادہ طلسم کشائی کا کیجیے یہ سنکر امیر نے کہا اس کاغذ میں تو کچھ طریقہ طلسم کشائی کا بھی لکھا نہیں ہی ظفران
جنی نے کہا کہ خیر آپ میرے ہمراہ مہرنوش ممتاز کے پاس چلیے جو کچھ وہ کہے سو کیجیے یہ سنکر امیر نے کہا بہت
خوب پھر ظفرجان جنی نے کہا کہ میرے پانؤں پر پانؤں رکھیے اور آنکھیں اپنی بند کر لیجیے جسوقت میں کہوں گا
اسوقت آنکھیں کھولیے گا امیر نے آنکھیں اپنی بند کر لیں اور اپنا پانؤں ظفرجان کے پانؤں پر رکھدیا اور ظفرجان جنی
نے کچھ اسم پڑھنا شروع کیا اور جب پڑھ چکے اسوقت امیر سے کہا کہ آنکھیں کھول دو امیر نے جو آنکھیں کھولیں
تو ایک عالیشان قلعہ سامنے دکھائی دیا کہ مانند ماہ تابان یا مہر درخشاں کے روشن ہی تمام میدان نور سے نورانی
ہی اور برج اسکے مانند برج قمر کے روشن ہیں امیر کو دیکھکر تعجب ہوا دل میں کہنے لگا کہ اس طلسم میں عجائب
عجائب طلسم ہیں اب اسوقت دو تین گھڑی رات گئی ہوگی کہ جسوقت امیر دروازہ قلعہ پر پہونچے ظفرجان جنی
نے دروازے پر جاکر کچھ اسم پڑھکے اس دروازے پر دم کیا اسم دم کرتے ہی وہ دروازہ تڑاق سے کھل گیا دیکھا
امیر نے کہ ایک مقدس کرسی پر بیٹھے ہوے ہیں عربی عمامہ انکے سر پر ہی اور گلے میں انکے ایک عبا پڑی ہوئی ہی
اور ایک عصا آگے دھرا ہوا ہی اور یکبار امیر نے جو دیکھا اس مقدس کو پکارے سلام علیک اس مقدس نے امیر کو
دیکھا اور کہا علیک السلام ای حمزہ نامدار و صاحبقران عالی مقدار آئیے امیر شہسوار خوش آمدی ادہر دیکھکر

وہ مقدس کرسی پر سے اُٹھ کھڑا ہوا اور امیر کا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنے ساتھ لے کر اندر گیا دیکھا امیر نے کہ وہ مکان مشعل
ماہ تاباں یا مہر درخشاں کے منور و نورانی ہے اُس مقدس نے امیر کو لیجا کر تخت پر بٹھایا اور ظفر جان جنی اور طرف چلے
امیر نے دیکھ کے کہا کہاں جاتے ہو ظفر جان جنی نے جواب دیا میں جاتا ہوں حضور بیٹھے رہیں امیر خاموش ہو رہے اور بعد ایک
لمحہ کے دیکھا امیر نے کہ ایک دو شخص اور چلے آتے ہیں ان میں سے ایک ظفر جان جنی کو پہچانا اور دوسرے شخص کو جو دیکھا
امیر نے تو وہ عابد و ضعیف ہے امیر اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُس تخت سے نیچے اُترے اور ظفر جان جنی تعظیم و توقیر امیر کی کرنے لگے پس
ظفر جان سے امیر کی تعریفیں سنکر مہر نوش ممتاز نے کہا کہ اے ظفر جان جنی جو مرتبہ امیر کا ہے میں خوب جانتا ہوں آپ بیٹھے
رہیں اب امیر کو یہ دریافت ہوا کہ یہ مقدس مہر نوش ممتاز ہے اُسوقت امیر نے مہر نوش سے کہا کہ آپ بڑے متقی اور
پرہیزگار اور عبادت شعار ہیں آپ کا کیا کہنا ہے مہر نوش ممتاز نے امیر سے عرض کیا کہ آپ ہمارے مالک و زاہد اور
افسر ہیں اور ہم آپ کی رعیت ہیں امیر نے جواب دیا کہ یہ سب آپ کی سرفرازی ہے جو آپ اس طرح فرماتے ہیں پس
مہر نوش نے امیر کو تخت پر بٹھایا اور سب مقدس امیر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ یکبار امیر نے ملا شعشعہ جہاں افروز کا
ذکر چھیڑا مہر نوش نے امیر کو جواب دیا کہ اے شہریار وہ بھی ایک کنیز ہے اور میں بھی آپ کا تابعدار ہوں یہ کہکر مہر نوش
اُٹھے اور جاکر ایک کشتی لائے اُس کشتی پر ایک تورے پوش پڑا ہے اسے لاکر امیر کے آگے رکھا اور امیر نے اُس
تورے پوش کو اٹھایا دیکھا کہ اُسمیں ایک جام مانند خورشید تاباں اور مہر درخشاں کے رکھا ہوا ہے کہ اسپر نگاہ نہیں
ٹھہرتی ہے امیر نے اُس جام کو نہایت پسند کیا اور مہر نوش سے پوچھا کہ یہ جام کیا ہے مہر نوش نے کہا کہ اے شہریار اس
جام کو جام خورشید کہتے ہیں اور اسمیں یہ تکلف ہے کہ جسوقت اُسکو زمین پر رکھا اور اُسمیں دیکھا کہ ایک اسم لکھا ہے
جہاں اس اسم کو پڑھا جس شہر کے دیکھنے کو جی چاہا اُس شہر کا حال اس جام سے معلوم ہو جائے گا غرض آپ اسوقت یہاں
بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کا جی چاہے کہ میں بالا باختر کا احوال دیکھیں یا جس شہر کو جی چاہے سب کا احوال اس میں
دیکھتے ہی آپ کو معلوم ہو جائے گا امیر نے یہ کیفیت اُس جام جہاں نما کی سنکے مہر نوش سے کہا کہ یہ جام تو خوب ہے
یہ سنکر مہر نوش نے کہا اب آپ دیر نہ کیجیے کس واسطے کہ اب مرحلۂ آفتاب باقی رہا ہے اور اے شہریار اب اُسکو بھی
فتح کرو تو یہاں سے چلو بعد اس گفتگو کے رات بھر تو امیر نے وہیں آرام کیا اور جسوقت ستارۂ صبح کا نمودار ہوا امیر
اُٹھے اور نماز سے فراغت کرکے وظیفہ پڑھ رہے ہیں اور مہر نوش ممتاز اور ظفر جان اور سب مقدس بیٹھے ہوئے
ہیں اور آپس میں باتیں کر رہے ہیں کہ یکبار مہر نوش نے امیر سے کہا کہ اب آپ روانہ ہوجیے اور ظفر جان کو بھی
اپنے ہمراہ لیجیے اور ظفر جان سے کہا کہ تم امیر کے ساتھ جاؤ یہ سنکر ظفر جان نے کہا کہ حضور کے ہوتے میرا مقدور نہیں
کہ میں جاؤں مہر نوش نے جواب دیا کہ میں اور آپ ایک ہیں جیسے میں ویسے ہی آپ کوئی آپ میں فرق نہیں
ظفر جان جنی نے کہا معاذ اللہ آپ کا مرتبہ اور ہے اور میرا مرتبہ اور ہے بھلا مجھکو یہ لیاقت کہاں جو آپ کو حاصل ہے
اُسوقت مہر نوش ممتاز نے کہا یہ سب آپ کی توجہ ہے جو آپ فرماتے ہیں پس امیر کو مہر نوش اور ظفر جان جنی
دونوں امیر کے ہمراہ ہوئے اور امیر مرحلۂ آفتاب کے فتح کرنے کو چلے پس اُسوقت مہر نوش ممتاز نے لوح
طلسم آفتاب امیر کو دی اور کہا امیر سے کہ حضور اس لوح پر عمل کریں جو لکھا لوح میں نکلے گا ویسا ہی کیجیے گا اور جو
اس لوح کے حکم کے بموجب نہ کیجیے گا تو خطا پائیے گا یہ کہکر مہر نوش نے امیر سے کہا کہ اب آپ یہاں سے
چاہ شعلہ کی راہ کو چلیے امیر نے کہا میں کیا جانوں چاہ شعلہ کی راہ کو کہ کہاں ہے یہ سنکر مہر نوش ممتاز نے
کہا کہ اے شہریار میں بھی اور ظفر جان بھی آپ کے ہمراہ رکاب ہوں پس امیر نے جواب دیا کہ آپ صاحبوں کو

تکلیف دینا مجھے منظور نہیں ہی کہ آپ صاحب میری وجہ سے اتنی دور دراز کی زحمت گوارا کریں مہر نوش نے جواب
دیا اے شہریار جو کچھ حضور کی ہم سے خدمت ہو سکے وہ ہماری عین سعادت ہی الغرض مہر نوش اور ظفر جان جنی
یہ دونوں امیر کو لے کر چاہ شعلہ کی طرف کو روانہ ہوئے چند قدم گئے ہونگے کہ دیکھا ایک صحرا ہے وسیع الفضا معلوم
ہوا امیر نے اس صحرا کو دیکھکر مہر نوش سے کہا کہ دیکھو یہ صحرا کیا وسیع ہی اور مجکو بہت پسند ہی اور اس صحرا میں ایک
مقام پر دیکھا کہ ایک کنواں ہی اور اس کنوئیں میں سے شعلے آگ کے نکلتے ہیں امیر اور مہر نوش اور ظفر جان یہ تینوں
جب اس کنوئیں کے آگے مہر نوش نے امیر سے کہا کہ آپ اس کنوئیں میں کود پڑیے اور یہی راہ طلسم آفتاب کی ہی پس جس
وقت امیر نے سُنا اسوقت امیر اپنی آنکھیں بند کرکے اس کنوئیں میں کود پڑے جب پاؤں امیر کا زمین پر آشنا ہوا
آنکھیں کھولیں دیکھا کہ بہت بڑا میدان ہی اور اسمیں ایک حوض ہی چارسو قدم سے چارسو قدم تک لیکن بجائے
پانی کے اس میں آگ بھری ہی یہ دیکھکر امیر کو ایک تعجب ہوا اور اسپر غور کرکے دیکھا تو اسمیں بالشتیے چھوٹے
چھوٹے عمود اپنے ہاتھوں میں لیے اور حوض میں چھپے پھرتے ہیں ان بالشتیوں کی نگاہ جو امیر پر پڑی اس حوض میں سے
وہ سب نکل کے باہر آئے اور آکے وہ سو لڑنے کے ہو گئے امیر انکو دیکھکر وہاں سے پھرے جب انھوں نے دیکھا یہ جاتے
ہیں فوراً وہ سب آکے امیر سے چمٹ گئے جب امیر نے یہ دیکھا تو وہ مہرہ جو بازغہ نے دیا تھا انکو یاد آیا فوراً اسے
نکال کر امیر نے اپنے منہ پر پھیر لیا پس ساتھ ہی اسکے امیر سب کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئے اور وہ سب ان کو
ڈھونڈھتے پھرتے تھے اور سب آپس میں کہتے تھے کہ ابھی وہ آدمی کھڑا تھا کیا ہوا یہاں امیر نے لوح طلسم کو دیکھا اسمیں
لکھا تھا کہ اے طلسم کشا جسوقت تم پر یہ بالشتیے دوڑیں تم فوراً اپنے تئیں پوشیدہ کرنا اور پھر اپنے تئیں اسی حوض پر
پہونچانا اسوقت اس حوض میں ایک درخت پیدا ہوگا اور اس درخت پر ایک جانور بیٹھا ہوگا اور وہ قد و قامت
میں برابر شکر خورے کے ہوگا اور اُسکو نہایت بیقراری ہوگی اور اسکے پروں سے چنگاریاں آگ کی جھڑتی ہونگی
اور وہ چنگاریاں جسوقت حوض میں گرینگی ویسی ہی صورت بنکے تیرے ڈھونڈھنے کو دوڑینگی اُس وقت
تو تیر کمان میں پیوستہ کرکے مارنا کہ دونوں بازو اس جانور کے چھد جاوینگے اور وہ جانور پھر اُس حوض میں گر پڑیگا
اسوقت جتنی یہ آگ ہی یہ سب نکل کے بالشتیوں کی طرف دوڑیگی اور جاکر انکو گھیر لیگی اور سب کو جلا دیگی
پھر تم اُسوقت اپنے تئیں اس حوض میں گرا دینا بموجب علم لوح کے امیر اُس حوض پر آئے دیکھا ایک درخت
پیدا ہوا ہی اور اُسپر وہ جانور پر افشانی کرتا ہی اور جو چنگاری آگ کی اسکے پروں میں سے نکلتی ہی وہ چنگاری
اُس حوض میں گرتی ہی پس ویسی ہی صورت بنکر امیر کی طرف دوڑتی ہی پس بموجب علم لوح کے امیر نے
ایک تیر کمان میں پیوستہ کرکے اس جانور کے مارا اور وہ تیر اس جانور کے بازو پر لگا کہ دونوں بازو اس جانور کے چھد گئے
اور وہ جانور چیخ کھا کر اسی حوض میں گرا پس ساتھ گرنے کے وہ جتنے شعلہ آگ کے تھے وہ سب حوض میں
سے نکلنے لگے پھر سب شعلے جمع ہوکر بالشتیوں کی طرف دوڑے اور جاکر انکو گھیر لیا اور وہ سب جلنے لگے
اور آگ نے سب کو جلا دیا اور خاک کر دیا اُسوقت امیر اُس حوض میں کود پڑے اور جسوقت پاؤں زمین پر
آشنا ہوئے امیر نے آنکھیں کھولیں تو اپنے تئیں ایک صحرا میں دیکھا اور اُس صحرا میں عجیب بھینی بھینی خوشبو
آرہی ہی ہر طرف گیندا پھولا ہوا ہی اور بیچ میں اسکے چار دیواری طلائی معلوم ہوتی ہی اور اسپر صیقل کیا ہوا ہی
اور وہ چار دیواری جھلک جھلک کر رہی ہی امیر دروازے پر اسکے آئے اور دیکھا کہ عجیب کیفیت اس
دروازے کی ہی دروازہ طلائے احمر کا ہی اور کل کیلیں اسمیں یاقوت کی جڑی ہوئی ہیں امیر اندر سے گئے

دیکھا کہ ایک شیر ہی اور اُس شیر کے اوپر ایک زنگی سوار ہی یہ دیکھکر امیر نے لوح کو دیکھا اسمین لکھا تھا کہ جسوقت یہ زنگی
تمھین دیکھے گا یہ حربہ جو اسکے ہاتھ مین ہی وہ تم پر مارے گا اُسکے حربے کو رد کرنا اور اُس زنگی کی گردن پر ایک سفید خط ہی
پس ایک تلوار اُس خط پر مارنا اسوقت اُس زنگی کا سر کٹکے گر پڑے گا تو وہ شیر اُسکا سر منھ مین لیکر بھاگے گا خبردار
پیچھا اسکا نہ کرنا پس جس طرح لوح مین لکھا تھا اُسی طرح سے امیر نے اُس زنگی کو مارا اور وہ شیر سر اُس زنگی کا لیکر
بھاگا امیر اور اندر گئے دیکھا کہ عجب کیفیت اُس باغ کی ہی کہ ایک طرف تو سنبل اور گل کی کیاریان ہین ایک
سمت کو دو بیست انگور کی ہی ایک طرف کو کیلون کی باڑھ لگی ہوئی ہی غرض اُسکے اندر تمام درخت انواع
انواع طرح کے ہین اور سارے چمن پانی سے بھرے ہوئے ہین اور ایک حوض ہی اُسمین پانی پاک اور پاکیزہ بھرا ہوا ہی
اور ایک عمارت عالی شان یاقوت کی بنی ہوئی ہی اور آگے اُسکے ایک سائبان سرخ مخمل کا کھنچا ہوا ہی اور در
استادے اُسکے یاقوت کے ہین اُسکے اندر ملکہ بازغہ مرا فزدہ بیٹھی ہوئی ہی جونہین بازغہ نے امیر کو دیکھا دیکھتے ہی
اُٹھ کھڑی ہوئی اور امیر سے کہا کہ ای طلسم کشا ہم عجب مصیبت مین گرفتار ہین کہ ساحر ہم کو پکڑ لائے ہین اور
ہم کو یہان لا کر رکھا ہی بعد ملکہ شعشعہ کو ایک سوار اپنے ہمراہ لیے ہوے کسی ہوا مین پھرتا ہی اے شہریار اب
تک تو مین نے اپنے تئین بچایا اور یہی سبب ہے اُسکے اقرار تھا کہ اگر آج بھی میرا کوئی مددگار نہ آئے گا تو تیرا جو
جی چاہے وہ کرنا اور امیر کو لوح کا یہ حکم ہی کہ جب تک فلان اسم تمام نہ کر لینا جب تک کچھ اور ارادہ نہ کرنا پس
امیر نے لوح کو دیکھ کے یہ احوال دریافت کیا اور اُس حوض پر بیٹھکے وہ اسم پڑھنا شروع کیا پس امیر اُس اسم
کو پڑھتے تھے کہ ایکبار ایک ہوا ے تند و تیز چلنے لگی اور اُس ہوا مین سے ایک ساحر پیدا ہوا نہایت قبول صورت
وجیہ اور دونون بازوون پر پریان بندھی ہوئی ہین اور ماتھے پر صندل کا ٹیکہ دیا ہوا ہی اور وہ ساحر آکر ملکہ بازغہ
کے پاس بیٹھا اور کہنے لگا کہ ہمارا اور تمہارا آج وعدہ ہو چکا یہ سُنکر بازغہ نے کہا میرا حامی اور مددگار
آپہونچا یہ سُنکر اُس ساحر نے کہا کہ اگر رستم ہو یا اسفندیار ہو تو وہ بھی میرا کچھ نہین کر سکتا ہی اور اُسنے
امیر کو نہایت حقیر سمجھکر بازغہ سے کہا ای بازغہ تو کس سے مجھے ڈراتی ہی یہ سُنکر بازغہ نے کہا یہ طلسم کشا ہی
جسوقت اُسنے سُنا کہ یہ طلسم کشا ہی ایک بارگی قہقہہ مار کر ہنسا اور کہا واہ واہ یہ طلسم کشا ہی اور اُسنے
یہ کہکر بازغہ کے گلے مین ہاتھ ڈال دیا اور بوس و کنار کرنے لگا اور بازغہ نے بھی دوپٹہ سر سے اپنے اُتار رکھدیا
اور وہ بھی اُس سے بوس و کنار کرنے لگی جب امیر نے دیکھا اُسوقت امیر کو ایک غصہ آیا اور دل مین اپنے کہا
لعنت خدا کی عورت کی اوقات پر دیکھو تو کیا جلد راضی ہو گئی ہی اور وہ برین کہ یہ بھی کہتی جاتی ہی کہ ای طلسم کشا
جلد آؤ کہ یہ مجھ سے حرکت نا معقول کرتا ہی اور لعنت ہی حکیم اشراق اور مہر نوش ممتاز پر کہ جنھون نے یہ قید
رکھی ہی کہ جبتک یہ اسم نہ تمام ہووے ہرگز ہرگز تم کچھ ارادہ نہ کرنا اور امیر اُس قدر وہم کے باعث سے
مجبور تھے کہ ایکبار اُس ساحر نے بازغہ کو چھاتی سے لگا لیا اور فعل بد مین مشغول ہوا یہ دیکھکر امیر کو بازغہ سے
نفرت ہو گئی اور دل مین کہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ یہ عورت ایسی ہی کے لائق ہی غرض امیر نے وہ اسم پڑھتے
پڑھتے تمام کیا بعد اُسکے لوح طلسم کو دیکھا اُسمین لکھا تھا کہ امیر جسوقت تم اسم کو پڑھ چکو گے تو اُسوقت ایک
ایسا تیر مارنا کہ ایک ہی تیر مین یہ دونون نشانہ ہو جائین اور پھر تم اسی حوض مین کود پڑنا امیر نے بموجب حکم لوح
کے تیر کمان مین پیوستہ کرکے ایک ہی تیر مارا وہ دونون چمٹے ہوے تو تھے ہی وہ تیر بازغہ کی پشت پر بیٹھا اور
اُس ساحر کے سینہ کو توڑ کے نکل گیا اور ایک آواز مہیب پیدا ہوئی کہ جیسے بادل گرجتا ہی یا بجلی کڑکتی ہی اور [illegible]

درخت باغ میں تھے اُن سب درختوں کے پتوں میں سے اور شاخوں میں سے آگ جھڑنے لگی اور امیر اُس سردار
جادوان کو مار کر اُس حوض میں کودے جب امیر کے پانؤں زمین پر آشنا ہوے اُسوقت امیر نے دیکھا کہ ایک
صحرا ہی میں اُسمیں کھڑا ہوں اور اُس صحرا میں ایک بنگلا ہی اور وہ بنگلا یہ معلوم ہوتا ہی کہ جیسے مخمل سبز سے کسی نے
منڈھوایا ہی اور اُسپر ملکہ شعشعہ جہان افروز بیٹھی ہوئی ہی اور ایک شیر ہی اُنکا رہا ہاتھ کا وہ ملکہ شعشعہ جہان افروز
کے پاس سوتا ہی کہ یکبار ملکہ شعشعہ کی جو نگاہ امیر پر پڑی اور امیر نے ملکہ شعشعہ کو دیکھا چارون نگاہیں
ایک ہوئین تو ملکہ شعشعہ جہان افروز نے امیر کو اشارے سے منع کیا اور کہا ای شہریار ہرگز آنے کا ارادہ نکرنا اُلٹے
پھر جاؤ کسواسطے کہ اگر یہ جاگ اُٹھیگا تو آپکو مار ڈالیگا مگر امیر نے ملکہ کے کہنے پر عمل نہ کیا اور ملکہ شعشعہ کے پاس چلے
جب دیکھا ملکہ نے کہ امیر نہیں مانتے ہیں اور چلے آتے ہیں ملکہ نے اپنا ہاتھ اُسکے اوپر رکھا اور ہاتھ رکھنے کے ساتھ
ہی وہ شیر چونکا اور اُٹھکر اپنی دم زمین پر ماری اور امیر کی طرف چلا امیر نے وہ مہرہ خفا جو اُنکے پاس موجود تھا
اپنے منھ پر پھیرا اور اُس شیر کی نگاہوں سے غائب ہو گئے بعد اُسکے امیر نے لوح کو دیکھا اُسمیں لکھا تھا ای طلسم کشا
خبردار جسوقت یہ شیر تمھارے پاس آئے تو تم ایک حصار کھینچنا اور اُسکے اندر بیٹھنا اور اپنے تئین ملکہ شعشعہ جہان افروز
تک پہونچانا اور جسوقت ملکہ کے پاس جاؤ گے تو ایک ایسی تلوار مارنا کہ اُسکا سر کٹ جائے وہ شیر ملکہ کا سر منھ میں
لے کے بھاگنے لگا اُسوقت ایک جست کر کے اُس شیر کی پیٹھ پر سوار ہو بیٹھنا پس وہ تم کو تمھارے مکان کو پہونچا دیگا
امیر نے اُسی طرح سے بموجب حکم لوح کے اپنے تئین شعشعہ کے پاس پہونچایا اور ایک تلوار ماری کہ سر اُسکا
تن سے قلم ہو گیا اور نام اُسکا شعشعہ جان جادو تھا اور اُس شیر کا نام نشتیون جادو ہی پس شیر نے منھ میں سر ملکہ کا
اُٹھایا اور چاہا کہ سر اُٹھا کر بھاگ جائے کہ یکبار امیر جست کر کے اُسکی پشت پر سوار ہو بیٹھے پس اُسنے جو دیکھا کہ کوئی
سوار ہو ہی یہ دیکھکر وہ بسرعت تمام بھاگا اور ایسا تیز چلا جاتا تھا کہ امیر کو اُسکے اوپر بیٹھنا مشکل ہو گیا مگر امیر ایسے
شہسوار تھے کہ جو اُسکے اوپر سوار اور قائم رہے اور دوسرے کا کیا مقدور ہی جو وہ قائم رہتا پس جس وقت
وہ شیر امیر کو لیکر ایک میدان وسیع الفضا میں پہونچا امیر نے دیکھا کہ ایک میدان بہت عجیب ہی اور فرحت کا
مقام ہی ہر ایک طرف سبزہ زار ہو رہا ہی غرض جاتے جاتے ایک حوض کے برابر پہونچا اور امیر موجب حکم لوح
کے اُس شیر کی پیٹھ پر سے کود پڑے اور مہرہ خفا کو پھیرا اور پوشیدہ ہو گئے اور اُسی طرح سے اُس شیر کو چھوڑا
اور امیر کیا دیکھتے ہیں کہ حوض کی لب گرد سب یاقوت کا ہی اور وہ حوض ہزار قدم سے
ہزار قدم تک ہی اور ایک طرف تو حوض کے فرش مخمل پر دو کرسیان بچھی ہوئی ہیں اور اُنپر دو ساحر قوم جنات
سے بیٹھے ہوے ہیں نہایت بدہیئت اور کریہ منظر اور اُس فرش کے اوپر دو بیچارے مسلمان بیٹھے ہوے ہیں اور
گلے میں اُنکے طوق ہی اور اُس حوض کے درمیان میں ایک کرسی بچھی ہوئی ہی اُسکے اوپر ایک دیونی نہایت
قوی ہیکل بیٹھی ہوئی ہی ناچ رنگ ہو رہا ہی اور عجب طرح کے باجون کی صدا امیر کے کانوں میں آتی ہی
کہ کبھی یہ آوازیں امیر کے گوش زد نہوئی تھیں اور اُس دیونی کا نام جوبحا دیونی ہی اور وہ دونوں ساحر
جو کرسیوں پر بیٹھے ہوے ہیں ایک کا نام قرقشہ اور دوسرے کا نام خرقشہ ہی اور یہ دونوں مقید جو بیٹھے ہیں
اُنمیں ایک کا نام تولغام ہی اور دوسرے کا نام گلرو ہی اور یہ دونوں مسلمان ہیں امیر یہ دیکھ رہے تھے کہ
یکبارگی سب ساحر یہ کہتے ہوے اُٹھ کے دوڑے کہ نشتیون آیا اور آکر پوچھا کہ نشتیون طلسم کشا کو لایا اُسنے کہا لایا
اُن ساحروں نے کہا کہاں ہی اُسنے کہا میری پیٹھ پر بیٹھا ہوا ہی کہ یکبارگی سب ڈھونڈھنے لگے کہیں امیر کو

مرا یا آخر کو سب نے کشتیون سے کہا کہ تھا یہ تو کہین گر آیا یہ سُنکر کشتیون نے کہا کہ مین کہین گرا تو نہین کا ہون مگر آیا ہون وہ
میری چشم پر ہی غرض آپس مین سب نے صلاح کی کہ کشتیون کو مار کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیے اور جب یہ مارا جائے گا
اسوقت اک طلسم کشا بھی اُسکی چشم پر ہوگا تو وہ بھی مارا جائے گا پس سب دیو اور ساحر اور جن اپنے اپنے حربے
ہاتھون مین لے کے مارنے کو مستعد ہوے کوئی گرز ڈنڈول ہاتھ مین لے کر آیا اور کوئی اپنے ہاتھ مین کلہاڑا اور کوئی ترسول
اور کوئی درخت تھا غرض سب نے آکر کشتیون کو مارنا شروع کیا کشتیون نے کہا کہ مین نے کیا تمھاری تقصیر کی ہی
جو تم مجھے مارے ڈالتے ہو اور اُسکا کہنا کسی نے نہ سُنا اور اسکو مارکے ڈال دیا اور خوشی کرتے ہوے چلے اپنی
اپنی جگہ پر بیٹھے اور سب پکارتے ہین اور کہتے ہین کہ وہ طلسم کشا کو مارا وہ طلسم کشا کو مارا امیر یہ سب باتین کھڑے
سُنتے ہین پھر امیر نے اُس لوح کو دیکھا اُسمین لکھا تھا کہ اس حوض کے نیچے ایک کوہ ہی اور اس کوہ کے اوپر ایک
درخت عقیق کا ہی اُس کوہ پر جاؤ اور اُس درخت عقیق کے نیچے جاکر یہ جو اسم لکھا ہوا ہی اُسکو پڑھنا پس جسوقت
اس اسم کو پڑھوگے اُسوقت مہرنوش ممتاز تمھارے پاس آئے گا اور جو کچھ حال ہوگا وہ مہرنوش سے معلوم ہو جائیگا
پس بموجب حکم لوح کے امیر اُس پہاڑ پر گئے اور دیکھا تو واقعی اُس کوہ پر درخت عقیق کا ہی امیر نے اُسکے نیچے جاکر اسم
پڑھنا شروع کیا اور جسوقت وہ اسم تمام ہو چکا دیکھا امیر نے کہ مہرنوش سامنے سے آتے ہین اور آکر امیر سے کہا کہ
مجھے آپ نے کیون یاد کیا ہی یہ سُنکر امیر نے کہا یا حضرت مجھے آپ نے یہان کا تو کچھ حال بتایا ہی نہ تھا اور اب
آپ فرمائین مین یہان کیا کرون یہ سُنکر مہرنوش نے کہا کہ اب آپ ایک کام کرین کہ اس پہاڑ کے نیچے اُترئین اور
وہان ایک دریا معلوم ہوگا اُس دریا کے کنارے جا کر بیٹھ کر وضو کیجیے گا اور وہین بیٹھکر یہ اسم پڑھیے گا پس جسوقت
یہ اسم پڑھ چکیے گا تو وہ دریا شق ہو جائے گا اور دونون طرف کو اُس دریا مین دو دیوارین اُٹھ جائینگی اور بیچ مین
اُس کے ایک راہ پیدا ہوگی پس اُسی راہ کے اندر تم چلے جانا اور جب تم نصف دریا مین جاکر پہونچو گے اُسوقت
تم کو ایک آواز ڈرانے کی آئے گی اور اُس دریا کے پاس ایک گنبد ہی اُسکا دروازہ کھل جائے گا اور تم
دیکھنا کہ اُسکے اندر ایک دیونی بیٹھی ہوئی ہی اور اُسکے ساتھ دو بچے ہین وہ دودھ اُس دیونی کا پی رہے
ہین اور وہ دیونی جس وقت تم کو دیکھے گی اُسوقت وہ ایک بچے کو پھینکے گی اور کہے گی کہ جا مار طلسم کشا
کو جس وقت وہ آکر تم پر حملہ کرے گا اُسوقت تم اُسکا حربہ خالی دے کر اُسکو ایک ہی ہاتھ مین تلوار کے
مار ڈالنا اُس وقت وہ دوسرے بچے کو پھینکے گی پس اُسکو بھی اسی طرح سے مارنا اور جس وقت وہ آپ
آئے اور آکر وہ تم پر حملہ کرے گی جب کوئی حربہ اُسکا تم پر نہ چلے گا تو وہ بھاگے گی اُس وقت ایک سیاہ
اژدہا منہ کھولے ہوے سامنے سے پیدا ہوگا یہ اُس کے منہ کے اندر گھس جائے گی پس تم بھی اژدہے
کے منہ مین کود پڑنا اور پکڑ کر اُسکو کھینچ لانا اور اُسکو مار ڈالنا اور اگر کوئی صورت بن کر وہ کہے تو تم
ہرگز خیال نہ کرنا اور اُسکو مار ہی ڈالنا اور اسکو مار کر اُس گنبد کے اندر جانا اُس گنبد مین ایک
صندوق لٹکتا ہی اور اُس صندوق کے اندر ایک حربہ رکھا ہی پس اُس حربہ کو تو نکال کے لے آنا
اور وہ جو دیونی حوض مین کرسی پر بیٹھی ہی اُسکا نام دوبجا ہی اور یہ مالک باغ طلسم آفتاب کی ہی
اُسکو اسی حربے سے مارنا اور جب وہ ماری جائے گی اُس وقت اُسکی کرسی اُٹھا کر الگ رکھ دینا اور
اُس کرسی کے نیچے ایک کنوان ہی تم اُس کنوئین کے اندر جانا اور وہی راہ طلسم آفتاب کی ہی غرض جب
سب حال امیر سے مہرنوش ممتاز کہہ چکے تو کہا امیر سے بسم اللہ آپ تشریف لے جایئے مین یہین بیٹھا ہون

اور تم یہیں میرے پاس آنا خوش امیر یہ سُنکر رخصت ہوے اور اُسی طرف چلے پس امیر نے اُسی طرح سے
وہ دریا دیکھا اور اُس کے کنارے بیٹھکر وہی اسم پڑھا اور جس طور سے مہر نوش نے کہا تھا اسی طور سے
وہ دریا شق ہوا اور دو دیواریں بیچ مین دریا کے پیدا ہوئین امیر وہان گئے اور وہ دونون دیو سے
باری باری امیر کے ہاتھ سے مارے گئے پھر اُس دیونی نے امیر پر سحر کیا جب سحر سے کچھ
اثر نہ کیا تو بھاگی اور ایک اژدہا پیدا ہوا اُسکے مُنہ مین کود پڑی امیر بھی اُسکے مُنہ مین پہونچے
اور پہونچ کر اژدہے کے مُنہ سے اُسکو باہر نکال لاے اُس وقت وہ دیونی اپنی صورت سحر سے
ایسی بنائے ہوے ہے کہ امیر دیکھتے ہی مائل اور فریفتہ ہوگئے مگر وہین امیر کے جی مین آیا کہ مجھ سے
مہر نوش ممتاز نے کہا تھا کہ خبردار جو وہ صورت بنے اُسکا خیال نہ کرنا یہ جس وقت امیر کو یاد آیا اسوقت
امیر نے ایک قہقہہ لگایا اور کہا مین کب تجھے چھوڑتا ہون اور جب اُس نے جانا کہ یہ مار ہی ڈالیگا
اُس وقت بدن مین تمام کرم پڑنے لگے پس امیر کا جی چاہتا تھا کہ اُسکو چھوڑ دیجیے پھر امیر کے
دل مین آیا کہ اُسکو مار ہی ڈال اور امیر نے غصے سے ضرب سلیمانی کا ایک ہی ہاتھ ایسا
جو مارا کہ اُسکے دو ٹکڑے ہوے اور اُس اژدہے کو امیر نے جو دیکھا تو وہ ایک درخت بن سے
تیار ہوا ہے اور اندر سے وہ درخت خالی ہے پس امیر اُسکو مار کے گنبد کے اندر گئے اور وہان جا کر امیر
نے اُس صندوق کو اُتارا اور اُسکے اندر سے وہ حربہ نکالا اور وہ سے لیکر چلے اور مہر نوش ممتاز
کے پاس آئے اور حربہ مہر نوش کو دکھایا مہر نوش نے اُس حربہ کو دیکھکر کہا یہ جو کمبخت ہے اسی
کے واسطے یہ ہتھیار اُس نے بنایا تھا اور اُن دونون مین آپس مین لڑائی ہوئی اور یہ حرامزادی
اُس پر غالب آئی اس نے اُسکو مار ڈالا اور اُس نے جو ہتھیار اُس کے لیے بنایا تھا وہ یہی ہے
اور اُسکی قضا اسی سے ہے اور امیر سے کہا اب تم جاؤ اور ایک نقش لکھدیا اور کہا یہ نقش
دونون مسلمانون کو دینا اور جب وہ اپنے بدن سے لگا لینگے اُس وقت سب سحر اُنکا دور
ہو جائیگا اور تم مہرہ خفا کو دوسرے رخ سے پھیرنا اور جب وہ تم کو دیکھینگے اسوقت ایک مچھلی
اُس حوض مین سے پیدا ہوگی اُسکے اوپر تم سوار ہو جانا اور وہ مچھلی اُسکے گرد پھرے گی اور جب
وہ خوب پھر چکے گی اُس وقت تم اُسکو مار ڈالنا پس یہ سُنکر امیر مہر نوش ممتاز کے پاس سے
رخصت ہو کر چلے اور جا کر اُس حوض کے کنارے پر کھڑے ہوے اُسوقت یہ ساحرہ مسلمانون پر ظلم
و تعدی کر رہی تھی اور شام کا وقت تھا اب امیر نے مہرہ خفا کو پھیرا اور ساتوں پردے کے امیر
سب کو دکھلائی دیے اور ان مسلمانون نے دیکھا کہ طلسم کشا آیا ہے اور امیر نے وہ نقش اُنکو دیا اور
اُنسے کہا کہ اس نقش کو اپنے بدن سے لگاؤ غرض وہ نقش لے کر اُن دونون نے اپنے بدن سے
لگا لیں ساتھ لگنے کے سب سحر اُنکا دور ہوا اور امیر نے تمام رات بیٹھکر وہ اسم وہان پڑھا اور صبح کے وقت وہ
مچھلی پیدا ہوئی اور آکر کنارے پہونچی کہ یکبار امیر ایک جست کرکے اُس مچھلی کے اوپر پہونچے اور جا کر بیٹھے کہ
اکیبار وہ مچھلی امیر کو لے کر اسی دریا کی طرف چلی اور وہ ساحرہ نے جو دیکھا تو چلانے لگی اور پکارتی تھی
کہ اے دوڑو طلسم کشا پہونچا اور وہ جو ساحر باہر بیٹھے ہوے تھے اُن سب نے کہا
کہ چلے تو یہ جو دونون مسلمان قید مین ہین اُنکو مار ڈالو مگر یہ اُنکو نہ معلوم تھا کہ وہ

دونوں قید ہوے چھٹ گئے اور جسوقت یہ سب ساحران دونوں کے روبرو آئے یہ دونوں امیر تلوارین ہاتھوں مین
پکڑ کر اُنسے لڑنے لگے اُنہین تو جنگ ہونے لگی اور ادھر دانیال امیر پر سحر کرنے لگی امیر پر اُسکا سحر نہ چلا اور کچھ اُسکے
سحر نے امیر پر اثر نکیا جب دیکھا دانیال نے کہ امیر پر سحر اثر نہین کرتا ہی اُسوقت دانیال نے کیا کام کیا کہ بدحواس
ہوکے اسم سحر پڑھکے اپنے اوپر دم کیا اور دونوں شانوں پر اُسکے پر پیدا ہوے اور ایکبارہ وہ اوپر کو اُڑکر بھاگی
جیسے ہی یہ اوپر کو چلی ہی کہ دفعتہ ایک تیر اُسکے ایسی لگی کہ نیچے زمین پر گری بس امیر نے دوڑکر وہی حربہ دانیال
مارا کہ تڑپ کر اُسی حوض مین گر پڑی اور وہ پانی حوض کا فوراً کے سب اُس حوض مین غائب ہوگیا امیر نے وہ
کرسی اُٹھائی اور دیکھا تو وہ تھی اُسکے نیچے ایک دنیا ہی کنوان سا ہی جیسا مہرنوش ممتاز نے امیر سے بیان
کیا تھا اسوقت امیر آنکھین بند کرکے اُس کنوئین مین کود پڑے اور جب پاؤن زمین پر پہونچے اُسوقت آنکھین
کھول کے امیر نے دیکھا تو ایک میدان نہایت سبزہ زار اور خوشگوار دلچسپ ہی اور ہر طرف اُسکے سبزۂ پربہار ہی آفتاب
اور مہتاب دونوں سامنے دکھائی دیتے ہین امیر نے اس لوح طلسم کو دیکھا اُس مین لکھا تھا کہ ای طلسم کشا یہ جو
کنوان معلوم ہوتا ہی اس کنوئین مین سانڈ گز کا ایک بیل ہی اور اُس بیل کے اوپر آفتاب اور مہتاب ہین بس
تم کو چاہیے کہ جس حربے سے تمنے دانیال کو مارا ہی وہی حربہ ان دونوں کے بیچ مین بیل پر مارنا اور جب بیل جھک
جائیگا اُسوقت تم آفتاب اور مہتاب دونوں کو پکڑ لینا اور خبردار جانے نہ پائین اور جسوقت تم اُنکو پکڑ لوگے اُسوقت
اُس کنوئین کے اندر سے ایک دیو نکلیگا اور وہ دیو تم پر حربے کا کام کس حربہ کو خالی دینا اور دیکھنا کہ اُسکے ماتھے پر لکھا
نشان ہی بس تم کو چاہیے کہ اوسکو اُسی نشان پر ایک ہی تلوار ایسی مارنا کہ اُسکا سر تن سے اُڑ جائے بس امیر نے
اسی طرح سے بموجب حکم لوح کے وہ حربہ اُس بیل کے بیچ مین مارا کہ وہ بیل جھک گیا اور یہ جو آفتاب و مہتاب
تھے ان دونوں نے چاہا کہ یہان سے نکل جائین چلے ہی تھے امیر نے دیکھا دل مین کہا کہ بڑا غضب ہوا کہ یہ تو
چلے ایکبارہ امیر نے آسمان کی طرف جست کی اور جاتے ہی دونوں آفتاب اور مہتاب کو امیر نے پکڑا اور گھسیٹ کے
اُن دونوں کو زمین پر لے آئے اور اب امیر کے اور دونوں آفتاب اور مہتاب کے زور ہونے لگے جسوقت
یہ دونوں زور کرتے ہین امیر کے پاؤن زمین سے اُکھڑ جاتے ہین امیر فوراً لنگر مارتے ہین اور پھر دونوں کو گھسیٹ
لاتے ہین اور قائم ہوکے کھڑے ہوتے ہین اور اُس لوح اور کاغذ مین بھی یہی لکھا ہوا تھا کہ اگر تم سے جفر ان
ہوگئے تو تم سے یہ آفتاب اور مہتاب نہ جانے پائینگے کہ ایکبارہ وہ دیو اندر سے نکلا اور پکارا کہ ای آدمزاد
ادھر آ بہت مدت ہوگئی تھی کہ مین نے گوشت آدمی کا نہین کھایا تھا سو اب تیرا گوشت مین کھاؤنگا یہ سنکر
امیر نے کہا تو اپنی خیر لے مین تجھکو مارنے کو آیا ہون جسوقت دیو نے یہ سُنا قہقہہ مارکر ہنسا اور دار شمشاد
کو ہاتھ مین لے کر اُسنے آنکھین بند کرکے ایک وار امیر پر کیا امیر نے جسوقت دیکھا کہ دار شمشاد کو بھاری ہی
ایک ذرا پیچھا ہٹا وہ وار اُسکا خالی گیا اور دار شمشاد دسکی اُسکے زمین مین غرق ہوگئی اور یہ پکارا کہ ای
آدمزاد تیرا شور یہی مجھے نصیب ہوا دیو تو کہتا تھا کہ ایکبارہ امیر نے عقرب سلیمانی کو کھینچ کے اور وہی
نشان دیکھکے ایک ہی ہاتھ اُسی نشان پر مارا کہ سر اُسکا تن سے اُڑ گیا اور جسوقت وہ دیو مارا گیا اُسوقت
مہرنوش ممتاز آئے اور امیر سے کہا کہ ای شہریار تم کو طلسم کشائی مبارک ہو اب ایک مرأۃ القلعہ باقی ہی
اور اب کا کی چاہیے پہلے شادی کر لیجیے اور یہ چاہیے مرأۃ القلعہ کو بھی فتح کیجیے پھر شادی کیجیے یہ سُنکر امیر نے
کہا پہلے شادی کرنا مجھکو منظور ہی امیر یہ باتین کرتے تھے کہ سواری ملکہ بازغہ کی مع فوج اور نوبت اور

نشان کے نمودار ہوئی اور ملکہ بازغہ شادیانے بجاتی ہوئی حاضر ہوئی اور اب جو امیر نے خیال کرکے دیکھا
تو مراۃ القلعہ بھی سامنے ہی

اب دو کلمے داستان جانا امیر کا گنبد ریاضت گاہ میں بیان کیے جاتے ہیں

کہ جب امیر نے دیکھا گنبد ریاضت گاہ بھی سامنے ہی اور مراۃ القلعہ بھی پیش نظر ہی مہر نوش ممتاز سے پوچھا کہ ای مہر نوش مراۃ القلعہ تو کئی مہینے کی راہ تھا اب سامنے معلوم ہوتا ہی یہ سنکر مہر نوش نے امیر سے کہا کہ ای شہریار وہ وہ چیزیں جو طلسم کے درمیان حائل تھیں وہ تو اب سب موقوف ہو گئیں اسوجہ سے مراۃ القلعہ سامنے معلوم ہوتا ہی امیر کو نہایت تعجب ہوا کہ ایکبار بازغہ نے امیر سے کہا کہ آپ بھی میرے ساتھ گنبد ریاضت گاہ میں چلیے امیر نے بازغہ سے کہا اچھا چلو پس بازغہ امیر کو لیکر گنبد ریاضت گاہ میں آئی اور امیر نے اپنے بیٹوں اور رفیقوں کو دیکھا کہ سب کے گلے میں کفنیاں پڑی ہوئی ہیں اور سب نے حالت اپنی تباہ کی ہی سب کے پاؤں پر خاک پڑی ہوئی ہی اور حالت سب کی غیر ہی اور عمرو نے جو امیر کو دیکھا فوراً پاس آکے رونے لگا امیر نے عمرو سے پوچھا ای عمرو یہ سب نے حالت اپنی کیا بنائی ہی یہ سنکر عمرو نے کہا کہ ای حمزہ کیا بیان کروں میں جوان سب پر آفت ٹوٹ پڑی امیر نے کہا کہ خواجہ جلد کہو کہ انکو دیکھ کے حالت میری تباہ ہوتی ہی اس وقت عمرو نے ناچار ہوکر امیر سے کہا کہ ای حمزہ ایک روز ملکہ خورشید لقا اور ایک روز زہرہ لقا مر گئی اور اسی طرح سے ایک دن حور لقا اور ایک دن سرو ناز بھی مر گئیں یہ چاروں گنبد ریاضت گاہ میں دفن ہیں ہم نے انکو دفن بھی نہیں کیا اسواسطے کہ حکم حکیم اشراق کا ہوا کہ ان تینوں کو گنبد ریاضت گاہ میں یونہیں رکھدو اور انکو گاڑو نہیں جسوقت امیر نے یہ سنا ساتھ ہی سننے کے امیر سن ہو گئے اور ہاتھ بنا گریبان میں ڈال کے ایک جھٹکا مارا کہ گریبان کو تا بہ ناف چیر ڈالا اور سر پیٹنے لگے اور حالت اپنی تباہ کرنے لگے مہر نوش ممتاز آئے اور دیکھا انھوں نے کہ حالت امیر کی غیر ہی امیر سے کہا کہ ای شہریار آپ کچھ رنج و الم نہ فرمائیے یہ سب زندہ اور صحیح و سلامت ہیں کسواسطے کہ یہ سب کشتہ طلسم ہیں اب آپ یہ کام کیجیے کہ وہ جو آفتاب اور مہتاب دونوں آپ لائے ہیں انکو پانی میں دھوکے اس پانی کو ان سب کے اوپر چھڑکیے فوراً یہ سب زندہ ہو جاوینگے پس یہ سنکر امیر خوش ہوئے اور جلدی سے آفتاب اور مہتاب کو دھوکے پانی لیکے گنبد ریاضت گاہ میں گئے اور گنبد کے اندر جاکے اس پانی کو سب پر چھڑکا یہ سب جی اٹھیں پس امیر ان سب کو ساتھ لیکر باہر آئے اور عمرو بن حمزہ اور چوگان بن حمزہ اور فرہاد مغربی اور بہرام گرد خاقان چین ان سب نے سب کو زندہ دیکھا سب کو عجب طرح کی خوشی ہوئی کہ بیان سے باہر ہی اور یہ سب ہنسی خوشی آکر بیٹھے کہ ایکبار سلطان سرخیوش حبشی اور حکیم قسطاس وغیرہ نے آکر امیر سے ملاقات کی اور مہر نوش ممتاز اور ظفر جان حبشی یہ سب بھی بیٹھے ہوئے ہیں کہ مہر نوش ممتاز نے کہا کہ پہلے شادی ملکہ شعشعہ جہان افروز کی ہووے تو پھر ملکہ رضیہ سلطان خورشید شعلہ رو کی شادی ہو جسوقت یہ بات ظفر جان حبشی نے سنی نہایت برہم ہوا اور کہا اُسنے کہ یہ امر ہرگز نہوگا اور پہلے شادی ملکہ رضیہ سلطان کی ہوگی بعد اسکے اور کسی کی شادی ہوگی کسواسطے کہ اول تو وہ اولاد میں حکیم اشراق روشن ضمیر کی ہی اور دوسرے وہ بادشاہ ظاہر طلسم کی ہی پس اسکی تو پہلے شادی ہو اور دوسری شادی پیچھے ہو یہ تمھاری دانائی سے بعید ہی یہ سنکر مہر نوش ممتاز کچھ سوچ میں چپکے ہو رہے اور کہا خیر تمھی تم سب صاحبوں کی پس پہلے شادی ملکہ رضیہ سلطان کی ٹھہری بعد اسکے ملکہ شعشعہ جہان افروز کی ٹھہری پس سرخیوش حبشی نے ملکہ خورشید لقا اور زہرہ لقا اور حور لقا

اور ماہ لقا ان چارون سے کہا کہ تم چارون پردۂ قاف مین جاکر ملکہ رضیہ سلطان کو لیکر جلدی آؤ جسوقت
یہ چارون ملکہ رضیہ سلطان کو لینے پردۂ قاف مین گئین اور ملکہ رضیہ پاس پہونچین اور سارا احوال امیر کا
مفصلاً ان چارون نے بیان کیا کہ بعد طلسم کشائی اب امیر گنبد راحت گاہ مین ٹھہرے ہین اور تمھین تمھارے
باپ نے بلایا ہی ہم تم کو لینے کو آئے ہین ملکہ رضیہ تخت مکلّل پر سوار ہوئی اور ان چارون کو اپنے ساتھ تخت
پر بٹھاکر روانہ ہوئی اور آکر اس گنبد راحت گاہ مین پہونچی جسوقت امیر کو یہ خبر ہوئی کہ ملکہ رضیہ آئی امیر کو
بھی نہایت خوشی ہوئی اور ملکہ رضیہ سلطان سرخیوش کے خیمہ مین گئی اور وہان جاکر اپنے باپ کو مجرا کیا باپ
نے اسکو دیکھکر گلے سے لگایا اور بہت پیار کیا اور آپس مین باتین کرنے لگے اتنے مین سلطان سرخیوش جنی
نے مہرنوش ممتاز سے کہا کہ تم سب کو رقعہ لکھو کہ شادی مین سب آکر حاضر ہون مہرنوش ممتاز نے رقعے ملک
چارسمت بھیجے کہ شادی ملکہ رضیہ سلطان کی مقرر ہوئی ہی فلان روز جلد آکر حاضر ہو پس بموجب لکھنے کے
ہر چارسمت کے لوگ حاضر ہوے مہرنوش ممتاز نے شہر صندل کو ملکہ صندل پری پاس بھی رقعہ لکھ بھیجا
اور اسمین صندل پری کو لکھا تھا کہ آپ بھی اور خورشید جہان بھی تشریف لائین کسواسطے کہ آپکے رونق افزا
ہونے سے ایک رونق ہوجاے گی اور ملکہ رضیہ سلطان کا باپ یعنی سلطان سرخیوش صندل پری کا زیر
نگین ہی اور یہ صندل پری کو خراج دیتا ہی اور ملکہ صندل پری ہفتم قاف کی ہی اور بادشاہزادی ہی اور
یہ ملکہ آسمان پری کو خراج دیتی ہی اور ملکہ رضیہ آسمان پری کی بڑی مطیع اور فرمانبردار ہی اور ملکہ رضیہ
سلطان سے اور ملکہ خورشید جہان سے بڑی محبت اور اتحاد ہی باوجودیکہ رضیہ خورشید جہان کی محکوم ہی اور
ملکہ خورشید جہان حاکم ہی مگر بسبب محبت اور اتحاد کے رتبہ برابری کا ہی اور اسی طرح سے ملکہ خورشید جہان
اور ملکہ قریشیہ سلطان سے بڑی محبت ہی باوجودیکہ ملکہ خورشید جہان بھی ملکہ قریشیہ سلطان کو اپنا حاکم اور
مالک جانتی ہی قضارا کہین یہ خورشید جہان ہمراہ ملکہ قریشیہ سلطان کے سیر وشکار کو گئی تھی اسوقت یہ رقعے
شادی کے ملکہ رضیہ اور ملکہ صندل پری کے پاس پہونچے صندل پری نے رقعہ پڑھا اور رقعہ کو پڑھ کے
اسنے ایک خط اپنی بیٹی ملکہ خورشید جہان کو لکھا کہ ای خورشید جہان تم جلد آؤ کہ تمھاری دوست جو ہی ملکہ
رضیہ سلطان اسکی شادی مین تمھین چلنا ہوگا اور اسکے باپ نے بہت منت اور سماجت سے رقعہ لکھا ہی
تم جلد آؤ تو چلین پس یہ خط لکھکے صندل پری نے ایک دیو کو دیا اور کہا جہان ملکہ خورشید جہان ہو وہان
جاکے تو یہ خط اسکو دینا پس دیو خط لیکر روانہ ہوا جسوقت یہ دیو خط صندل پری کا لیکر ملکہ خورشید جہان
کے پاس آیا اور وہ خط اسکو دیا اور خورشید جہان نے خط اپنی مان صندل پری کا پڑھکے قریشیہ سلطان
سے کہا کہ ای ملکہ ہمارے اور تمھارے ہمیشہ وعدہ ہوا کرتا ہی کہ مرآۃ القلعہ ایسا خوب مکان ہی کہ ایسا کہین
کوئی مکان روے زمین پر نہین ہی اور آپ فرمایا کرتی ہین کہ کبھی ہم چلینگے تو ہماری ایک دوست جو ہی
رضیہ سلطان اسکا نام ہی اسکی شادی اسی مرآۃ القلعہ مین ٹھہری ہی مین امیدوار ہون کہ آپ بھی تشریف
لے چلین اور چلکر اس مکان کی سیر کرین اور وہ مکان لائق سیر اور دید کے ہی یہ سنکر ملکہ قریشیہ سلطان نے
خورشید جہان سے کہا کہ میرے چلنے سے سب کام تمھارا خراب ہوجائے گا اور تمھین شادی کی کوئی
کیفیت حاصل نہوگی کسواسطے کہ تم تو میرے پاس رہوگی تم سے کوئی کام نہو سکے گا یہ سنکر خورشید جہان
نے ملکہ قریشیہ سلطان سے کہا کہ آپ مرآۃ القلعہ مین تشریف فرما ہون اور وہین جاکر گنبد راحت گاہ مین

شادی کرو گی یہ سُنکر قریشیہ سلطان نے کہا کہ ہاں اسکا کچھ مضائقہ نہین ہی پس یہ کہکر ملکہ قریشیہ سلطان کو
اپنے ہمراہ لیکے شہر صندل مین اپنی ماں کے پاس آئی ملکہ صندل پری تو شہر صندل ہی مین رہی لیکن
ملکہ خورشید جہان کے ساتھ اُسکے بھائی سلطان سلیمان کو کردیا پس ملکہ قریشیہ سلطان اور ملکہ خورشید جہان
اور سلطان سلیمان یہ تینون بڑی عزت و شان سے سوار ہوکر تختون پر روانہ ہوے اور ہمراہ اُنکے لشکر دیوون اور
پریزادون کا ہی چلتے چلتے اُس گنبد ریاضت گاہ مین آکر اُترے ملکہ قریشیہ سلطان نے بارگاہ سلیمانی کھڑی
کروائی اور ایک طرف کو خورشید جہان نے خیمہ برپا کیا اور جسوقت بارگاہ سلیمانی ایستادہ ہوئی اور تخت
بارگاہ سلیمانی کے مانند آفتاب اور مہتاب کے چمکنے لگے اور بارگاہ سلیمانی کئی فرسخ سے معلوم ہوتی ہی قضا کار
کہین امیر گنبد ریاضت گاہ مین اپنے خیمہ مین آکر بیٹھے کہ ایکبار نسیم عیار جمہور جہان سوز گرد مین آلودہ اور
پسینے مین غرق آیا اور آکر امیر کو اُسنے مجرا کیا اور بعد دعا و ثنا بادشاہی کے دونون نے ہاتھ باندھ کے عرض
کیا کہ ای شہریار والا تبار مبارک ہو کہ بادشاہ اسلام بارگاہ سلیمانی مین تشریف فرما ہوے ہین اور سامنے
یہ بارگاہ سلیمانی ایستادہ ہی کہ جسکے کلس سونے کے چمکتے ہین امیر نے پوچھا ای نسیم تونے کس سے سُنا اُسنے
عرض کیا کہ خانہ زاد خود بارگاہ سلیمانی کو دیکھکر آیا ہی مگر بادشاہ اسلام کو نہین دیکھا مگر خوب بارگاہ کو
سجا ہوا اور خوب آراستہ کیا ہی اور بارگاہ سلیمانی سواے بادشاہ اسلام کے کسی کے پاس نہین ہی اس سے
غلام نے عرض کیا کہ بادشاہ اسلام تشریف لائے ہین یہ سُنکر امیر خوش ہوے اور دل مین اپنے کہا کہ شاہ پور اور
لقمان نے اسلام اختیار کیا ہی اور یہ سب اودھر آئے ہین یہ خیال کرکے عمرو سے کہا کہ بھائی خواجہ جلد خبر تو لاؤ کہ اس
بارگاہ سلیمانی مین کون ہی پس عمرو مانند باد صرصر کے روانہ ہوا اور آکر دیکھا عمرو نے کہ کہین آدمی کی بو تک نہین ہی
سواے دیو اور پری اور جن کے پس عمرو دیکھکر پھر آیا اور امیر سے آکر کہا کہ ای حمزہ بارگاہ سلیمانی تو ہی مگر اُس
بارگاہ مین سواے دیو اور پری کے کسی انسان کا نام نہین پس جسوقت امیر نے یہ سُنا امیر کا ماتھا ٹھنکا اور
کہا خدا خیر کرے کہ کہین آسمان پری نہ آئی ہو اور سواے اُسکے اور بارگاہ سلیمانی کسی کے پاس نہین ہی
در حقیقت مین ایک تو پیش خیمہ دوسرا ایک بس خیمہ تو زمین کی آدمی بارگاہ تو میرے پاس ہی اور آدمی بارگاہ
ملکہ آسمان پری کے پاس ہی اور اُسوقت امیر کو وہ وقت اور وہ دن یاد آیا کہ امیر پردہ قاف مین سے
اور ذکر ملکہ مہر نگار کا آسمان پری سے سُنا تھا اور اٹھارہ برس پردہ قاف مین سے امیر کو اُسنے نہ دیا تھا
اور خوب خاک چھنوائی تھی اور جب ذکر ملکہ گردیہ بانو کا سُنا تھا کہ گردیہ بانو بھی آئی ہین اور بدیع الزمان
راہ مین پیدا ہوا تھا اور گردیہ بانو کو اُسوقت دیو نے ایک کوہ پر اُتارا تھا غرض امیر نے بدحواس ہوکر
عمرو سے کہا کہ ای خواجہ جلد تحقیق کرکے خبر تو لاؤ یہ سُنکر عمرو نے کہا کہ ای حمزہ میرا ایسا کام کا ہے کو
کرتا ہی جو تو ڈرتا ہی اور اب بھی کچھ نہین گیا شادی موقوف کردے یہ سُنکر امیر نے عمرو سے کہا
بس چہک نہار ہو چلو جاؤ عمرو روانہ ہوا اور جاکر تحقیق خبر لایا اور امیر سے کہا ای حمزہ تیری بیٹی ملکہ
قریشیہ سلطان ہی پس عمرو نے یہ جو کہا سب نے اس بات کو سُنا اور سب کو معلوم ہوا کہ امیر آسمان پری
کے شوہر ہین پس سب نے امیر سے کہا کہ ای شہریار آسمان پری آپ کی زوجہ ہی اور ملکہ قریشیہ سلطان آپ کی دختر
ہین یہ سُنکر امیر نے سب سے کہا کہ ہاں یہ تو سچ ہی پس جسوقت سب نے سُنا نہایت خوشی ہوئی تھی اور دل مین اپنے
کہا کہ یہ شخص ایسا ہی کہ حضرت سلیمان علی نبینا و علیہم السلام کی پوتی جسکے ساتھ منسوب ہوا اور امیر سے

وہ بارگاہ سلیمانی جو امیر کے ساتھ آئی تھی اسکو استادہ کروا کر شمسین جشن کیا اور اُس جشن مین مصروف تھے اور یہان ملکہ قریشیہ
اور خورشید جہان جو بارگاہ سلیمانی مین بیٹھی ہین تو کہین ملکہ رضیہ کی شادی کا ذکر آیا کہ ایکبار ملکہ قریشیہ سلطان
نے خورشید جہان سے پوچھا کہ رضیہ کی شادی کسکے ساتھ ہے کوئی پری زاد ہے جسکے ساتھ رضیہ کی شادی ہے یہ سنکر
خورشید جہان نے ملکہ قریشیہ سے کہا پری زادون سے نہین قوم انسان سے ہے جس سے شادی ہوتی ہے یہ سنکر قریشیہ
نے کہا اُسکا کیا نام ہے خورشید جہان نے کہا کہ کوئی حمزہ صاحبقران نام ہے اُسکے ساتھ شادی ہوتی ہے ملکہ قریشیہ
نے کہا کوئی اُسکے ساتھ بھی ہے اُس وقت خورشید جہان نے کہا کہ ایک بیٹے کا نام عمرو بن حمزہ اور دوسرے کا نام
چوگان بن حمزہ اور ایک رفیق کا نام فرامرز عاد مغربی ہے اور دوسرے رفیق کا نام بہرام بن گرد خاقان چین ہے
یہ سنکر ملکہ قریشیہ نے کہا کہ خورشید جہان وہ تو میرا باپ ہے یہ سنکر خورشید جہان تو سکتہ کی صورت ہو گئی اور
ملکہ قریشیہ سے کہا کہ سچ کہتی ہو ملکہ قریشیہ نے کہا مین سچ کہتی ہون اُس وقت خورشید جہان نے تنا کر کہا کہ جسکی
ایسی بیٹی صاحب شوکت اور لیاقت ہو اُسکا باپ شادی کرے یہ سنکے ملکہ قریشیہ نے جواب دیا کہ مرد جتنی چاہین
شادیان کرین خدا اُنکو مبارک کرے جسکے ساتھ وہ شادی کرینگے وہ ہماری مان ہے یہ سنکر خورشید جہان نے کہا کہ بی بی شاباش
تمہین سے یہ ہو سکیگا ہم سے تو کبھی نہ ہو سکے یہ سنکر ملکہ قریشیہ نے کہا کہ اے خورشید جہان تم نے مجھے لا کر
اس فضیحت مین ڈالا اگر مان میری سنے گی کہ یہ باپ کے بیاہ مین بیٹھی تھی تو وہ مجھ سے خفا ہو جائینگی اور جو یہان سے
چلی جاتی ہون تو باپ سنکر خفا ہونگے اور کہینگے کہ بیٹی میری شادی نہ دیکھ سکی اور اب مجکو دونون طرح سے مشکل ہے اور
اب کچھ بن نہین آتا ہے مگر جی مین آتا ہے کہ مین اپنے باپ کی شادی آپ کرون اور اگر امان جان خفا ہونگی تو خفگی سہہ بھی جائیگی
اور جو بابا جان خفا ہونگے تو اُنکی خفگی نہین سہہ سکتی یہ کہکر سب سے کہا خبردار کوئی امان جان سے نہ کہنا اور جو کہیگا مین
اُس سے بُری طرح سے پیش آؤنگی اور یہ کہکر خیمے اور بارگاہ سلیمانی کے اُکھڑنے کا حکم کیا اور چلنے کی تیاری کی پس
ملکہ قریشیہ اور خورشید جہان دونون روانہ ہوئین ادھر امیر کو خبر پہونچی کہ ملکہ قریشیہ آتی ہے امیر نے سب کو حکم کیا
کہ تم سب باہر جاؤ جتنے لوگ تھے سب باہر گئے اور دونون بیٹے امیر کے اور دونون سردار اور ایک خواجہ باقی رہے
پس امیر کے خیمے مین امیر سمیت چھ آدمی باقی ہین کہ سواری ملکہ قریشیہ کی آئی اور ملکہ قریشیہ سواری سے اُترکر دوڑی
دوڑی بارگاہ مین آئی اور اندر آکر امیر کو مجرا کیا امیر نے اپنی گردن نیچی کر لی کہ ایکبار ملکہ قریشیہ امیر کے گلے سے لپٹ گئی
اور کہا کہ اے باباجان آپ کیون اُداس ہین اور آپ کس واسطے سوچ مین ہین خوب ہوا یونہین ہوتی آئی ہے اور
یہان کوئی آپ کا امین تھا اور اب مین آپ کی شادی کرونگی یہ سنکر امیر نے کچھ جواب نہ دیا مگر ملکہ قریشیہ نے
سلاسل پری اور صلاصل پری سے کہا کہ تم دونون پردہ قاف مین جاؤ اور جا کر وہ گلدستے لاؤ جو گلدستے کہ
حضرت سلیمان علی نبینا و علیہ السلام کے ہمراہ کوچ مین چلتے تھے اور جہان خیمہ ہوتا تھا تو وہ گلدستے اُنکے سامنے
لگائے جاتے تھے اور وہ تمام میدان گلدستہ معلوم ہوتا تھا اور تمام گلدستون سے میدان باغ و بہار ہو جاتا تھا
اور حضرت اُسکی کیفیت دیکھتے تھے اور جو شمعدان اور لالٹینین نئی نئی وضع کی ہین وہ بھی لیتی آنا مگر اتنا کہ
خبردار امان جان کو خبر نہو بس یہان سے یہ سب گئین اور جا کر جلدی سے سب اسباب نکالا اور لے کر یہان آئین
اور ملکہ قریشیہ نے امیر کی طرف سے شادی کی تیاری کی اور ملکہ رضیہ کی طرف ملکہ خورشید جہان نے شادی
کی تیاری کی اور ملکہ قریشیہ نے بعد منگنی کی رسم کے نیک دن دیکھ کے ساچق امیر کی سے کر با زیب و نشان
سوار ہوئی اور تمام آرائش اور وہ گلدستے بجلی جھاڑ سے روشن جھاڑ ہو مرآۃ القلعہ تک ہین اور کہین اُنکے

جلنے کا ٹھکانا نہیں آرائش باقی جہاں تہاں رکھی ہے اور ایک تخت جواہر نگار پر امیر سوار ہیں اور دونوں بیٹے
راست و چپ ہیں اور دونوں رفیق دست چپ کو ہیں اور آگے آگے خواجہ عمرو بڑی دھوم دھام سے اہتمام
کرتے جاتے ہیں اور ملکہ قریشیہ ایک طرف اپنے تخت کو اڑاتے ہوئے چلی جاتی تھی غرض جا کر دم کے دم میں سراچہ
پہونچے امیر وہاں خیمہ میں آ کر اور مسند پر بیٹھے اور دست راست کو دونوں بیٹے ہیں اور دست چپ کو دونوں
رفیق بیٹھے ہیں اور ایک طرف کو خواجہ عمرو اور ایک طرف ملکہ قریشیہ اور سلاسل پری اور ضلاصل پری اور
زمرد پری اور باقی سب پری زادیں بیٹھی ہوئی ہیں اور طائفے آ کر ناچنے اور گانے لگے اور ساقی جام و صراحی
لے کر حاضر ہوئے اور مےکشی ہونے لگی کہ اتنے میں ملکہ خورشید جہاں نے جام ہاتھ میں اٹھا لیا اور ملکہ خورشید لقا
نے سیلابچی اور آفتابہ لیا اور ملکہ زہرہ لقا نے خیلفر اٹھا لیا اور حور لقا نے پاندان اٹھا لیا اور ماہ لقا نے
عطردان اٹھا لیا یہاں تک کسی پری زاد نے ہار اٹھا لیے اور کسی نے پٹے غرض جتنی پری زادیں تھیں کسی نے کچھ
اور کسی نے کچھ اٹھا لیا اور خورشید جہاں گئی شربت پلانے کو اور دوسری جہاں ساقی اور دور ادائی سے منہ چھپی ہو بیٹھی اور
پٹیر کام کہاری اور تمام کام کا کیا ہوا اور اسپر جواہر بیش قیمت لگا ہوا اور جام و صراحی ہاتھ میں لے کر امیر کے سامنے
آئی پس جس وقت امیر کی نگاہ خورشید جہاں پر پڑی بے ساختہ امیر جھڑک گئے اور حالت امیر کی غیر ہو گئی اور خورشید جہاں
نے امیر کو شربت پلا کر اس طرح سے منھ امیر کا پونچھا کہ امیر بے حس ہو گئے اور خورشید جہاں نے سیلابچی آفتابہ آگے
امیر کے لا کے رکھا اور منھ ہاتھ دھلایا اور امیر کے داہنے بازو کے برابر عمرو بن حمزہ بیٹھا تھا عمرو کی نگاہ خورشید جہاں
پر پڑی اور خورشید جہاں کی نگاہ عمرو بن حمزہ پر پڑی بس ساتھ ہی نگاہ پڑنے کے تیر نگاہ خورشید جہاں کے
کلیجے کے پار ہو گیا اور تیغ ابرو نے دو ٹکڑے اسکے کر دیے کہ ایکبار اسنے دانائی سے اپنے تئیں سنبھالا اور اپنے
تئیں قائم کیا اور دل میں اسنے کہا کہ دیکھو کیا خوب اسوقت قائم رکھا مجکو اور قضائے کار جو عمرو بن حمزہ کی
نگاہ اسپر پڑی کا بس ایسی حالت عمرو بن حمزہ کی ہو گئی کہ قابل بیان کے نہیں اور ایک آہ کی ساتھ ہی آہ کے
غش آ گیا اور ہوش جاتا رہا پس جس وقت یہ طرفین کی حالت ہوئی اور کہیں خورشید لقا برابر کھڑی تھی اسنے جو
دیکھا خورشید جہاں اور عمرو بن حمزہ کو ایک تو یہ آدمی چہرا پہچانتی ہیں پس یہ صاف پہچان گئی اور اپنے دل میں
اپنے کہا کہ ہائے یہ کیا غضب ہوا اور خورشید جہاں نے اپنے تئیں روکا عمرو بن حمزہ کو شربت پلایا پس جس وقت
خورشید جہاں نے عمرو کا منھ دیکھا اور پونچھا اسوقت اور ہی مزا نکلا اور خورشید لقا اپنے جی میں جلتی تھی جسے
خورشید جہاں نے چوگان بن حمزہ کو شربت پلایا آخر کو تاب نہ رہی خورشید جہاں نے پھر اس سے جام شربت
لے کر زہرہ لقا کے ہاتھ میں دیا اور چلی گئی کہ اتنے میں خواجہ عمرو نے کہا کہ ملکہ قریشیہ سے یہ کون ہے ایسی
بے سلیقہ اور بے لیاقت ہے کہ اسکو شربت پلانے میں کچھ وقوف نہیں ایکبار ملکہ قریشیہ نے خورشید جہاں کو
بلایا اور کہا بیٹا پہلے تمہیں شربت خواجہ عمرو کو پلانا تھا خورشید جہاں نے کہا کہ مجھے اسوقت گرمی معلوم
ہوتی ہے اور حالت میری غیر ہوتی ہے اور اسوقت میں آپ میں نہیں ہوں یہ سنکر قریشیہ نے کہا کہ پہلے تمہیں
انہیں کو شربت پلانا واجب تھا پس یہ سنا خورشید جہاں نے جام و صراحی ہاتھ میں لے کے خواجہ سلامت کو شربت
پلایا اور جام شربت عمرو کو دیا عمرو نے کہا نہیں ہم نہیں پینے کا خورشید جہاں نے کہا کہ خواجہ سلامت شربت
نہیں پیتے ہیں کہ ایکبار امیر نے سنکر کہا کہ بھائی خواجہ عمرو تمنے کیسی ایسی صورت کیوں بنائی ہے جو تمہیں کوئی خیال
میں نہیں لاتا یہ سنکر عمرو نے کہا کہ اے حمزہ یہ وقت کسی کا نہیں ہے آخر کو سب نے منت و سماجت خواجہ

سلامت کو شربت پلایا پھر خورشید جہان نے براتیون کو شربت پلایا اور چوگان اور عمرو نے پہلے ملکہ قریشیہ کو
شربت پلایا بعد فراغت شربت پینے کے کشتی ہار و پان کی آئی پس یہ بھی بٹ چکی اور وقت رخصت کا آیا اسوقت
بھی عمرو بن حمزہ اور خورشید جہان مین نظارون کی باتین اشارون مین ہوگئین اور امیر کو وہ خلعت پہنایا کہ کبھی
چشم فلک نے بھی ایسا خلعت نہ دیکھا تھا عمرو بن حمزہ اور چوگان بن حمزہ کو موافق لیاقت کے انکو بھی ملے اور
جتنے اُترتے ہوے خلعت فرامرز عاد اور بہرام کو ملا اور ایک بھاری خلعت ملکہ قریشیہ سلطان کو ملا اور جب
سب کو خلعت مل چکے اور ناہید ملکہ قریشیہ کو وہ جوڑے طلسم مین تیار ہوے تھے اور سلطان ازرق کو اور
سلاسل پری اور زمرد پری کو اور باقی پریزادین جتنی تھین سب کو وہی جوڑے ملے بعد اُسکے رخصت
ہوے اور سواری امیر کی بڑے عظیم و شان سے نوبت و نشان اور شادیانے بجتے ہوے اگر قیام والا احتشام
مین داخل ہوئی اور جب دوسرے دن اُدھر سے شمعدی کی تیاری ہوئی اور خورشید جہان ایک تخت
سلیمانی پر سوار ہوئی اور ایک تخت پر صندل پری اور چارون سلطان اپنے اپنے تختون پر سوار ہوے
اور سب کے تخت آراستہ کے اور پیچھے فانوسین اور لالٹینین انواع و اقسام طرح کی اور پیچھے اُنکے
روشن چوکی اور پرستان کے باجے کہ جس مین نئی نئی آوازین نکلتی ہین اور بعد اُسکے اس شمعدی کے ساتھ
کشتیان پوشاکون کی اور برابر اُسکے ہزارون پریزادین چلی آتی ہین بہت تکلف سے سب کے گلون مین
جوڑے پڑے ہوے ہین اور وہ تمام گھر کی روشنی دونون طرف کو جو اُسپر ہوئی تھی تو عجب کیفیت چراغون
کی ہے کہین نور روشنی تمام گھر دن کی سی ہو رہی ہے اور کہین چراغان ہے اور کہین ابرکے کنول روشن ہین اور
پیچھے سواری کے ملکہ خورشید جہان ایک تخت زرنگار پر سوار ہین پس اس طرح سے سواری دو ملکہ کے مکان تک
پہونچی اور ملکہ قریشیہ کے ہاتھ مین پھولون کی چھڑیان جس مین تمام جواہر نصب کیا ہوا تھا اور وہ چھڑی ہاتھ مین
لیکر ملکہ آفاق آکر لب فرش کھڑی ہوئی اور سواری خورشید جہان کی اُتری کہ پھرتے مین ایکبار دوڑکر
قریشیہ نے ایک چھڑی ماری اور خورشید جہان نے بھی دوڑکر ایک چھڑی ماری پھر تو آپس مین ہر ایک سے
خوب باتین ہونے لگین اور بعد اُسکے یہ سب جاکر مسند پر بیٹھین اور سب پریزادین برابر قرینے سے بیٹھین پس
اسوقت ناچ کا حکم کیا اور ناچ شروع ہوا اور امیر بھی بیٹھے ہوے ہین اور عمرو بن حمزہ اور چوگان بن حمزہ
اور فرامرز عاد و مغربی بہرام اور خواجہ عمرو یہ سب کاروبار کرتے پھرتے تھے اور عمرو بن حمزہ شمعدی اور
طبق مین سے لیکر خورشید جہان شمعدی کو اور لعل شب چراغ امیر کے ہاتھ مین رکھکر شمعدی امیر کے
ہاتھ مین لگائی اور خلعت بڑے تکلف کا امیر کو پہنایا اور کئی لاکھ تومان امیر پر سے نچھاور کیے پس اسوقت
خورشید لقا شربت پلانے کو اُٹھی خورشید لقا نے خورشید جہان کو شربت پلایا اور قریشیہ نے ہنسی سے
ایک شمعدی کا امیر سے طلب کیا جسوقت سب شربت پی چکے اور اب ناچ ہو رہا ہے اور ایک طرف کو
عمرو بن حمزہ پھرتے تھے اور جھک جھک کے خورشید جہان کو جھانک رہے تھے اور کبھی تو ادھر سے اور
کبھی اُدھر سے آکر جھانکتے ہین اور کہین نگاہ خورشید جہان کی عمرو پر پڑی پس یہ بھی بیقرار ہوئی کہ ایکبار
خورشید جہان نے کہا کہ کوئی آئے اور آفتابہ رکھے اب یہ کہکر اُٹھ کھڑی ہوئی اور عمرو کے آگے ملکہ کھڑی
ہوئی جہان وہ خیمہ آگے پیچھے کھڑے ہوے تھے اسی دونون کے بیچ یہ کھڑی ہوئی ہے پس خورشید جہان بھی
وہان گئی اور عمرو نے جو دیکھا دوڑکر لپٹ گیا اور خورشید جہان کہنے لگی تو تمہے رسوا کرتا ہے یہ بات تیرے

حق میں اچھی نہیں ہے اور اسنے ایک خواص کو راہ پر کھڑا کیا اور اس سے کہا کہ تو دیکھتی رہ کوئی اور نہ آنے پاوے
پس یہ خواص آکر راہ میں کھڑی ہوئی کہ کوئی آئے تو اشارے سے کہدینا اور یہاں عمرو بن عمرو بوس و کنار
کرنے لگا اور یہ جون جون جھجھکتی ہے کہیں سے دیکھ سکتی ہے اور بال بھی سر کے ڈھیلے ہو گئے اور دونون عاشق و
معشوق آپس میں باتین کر رہے تھے کہ خورشید جہان نے عمرو سے کہا کہ اب تو مجھے جانے دے اور اب کل
ہمارے تمہارے حسب دلخواہ باتین ہونگی کس واسطے کل بزم سعد ہے خاطر خواہ تیرے جیسی کہ تجھے منظور ہے کل باتین
ہونگی یہ سنکر عمرو نے کہا وہان تو سیکڑوں خیمے کھڑے ہونگے پس خورشید جہان نے کہا وہ جو داہنے سمت کو فلان
خیمہ کھڑا ہے اسمین کھڑی ہونگی جسمین گلشن ضیا ہے پس وہین تم اس خیمہ مین آنا عمرو نے یہ سنکر کہا کہ اے خورشید
جہان میں آؤنگا مگر وہان تم ضرور ہونا خورشید جہان نے کہا میں تو ہونگی مگر وہان تم ضرور آنا پس جسوقت اسمین
یہ وعدے ٹھہر گئے اور خورشید جہان نے کہا کہ خورشید لقا میرے پیچھے پڑی ہوئی ہے ایسا نہو کہ کہیں دیکھے وہان نہ دیکھے
پس اب تم مجھے جانے دو اور خورشید جہان نے کہا کہ اے عمرو حسن مجھکو ایسی تیری کیا بات پسند آئی ہے کہ
تو اسپر مرتا ہے یا مجھے تیری یہ بات اچھی لگتی ہے یہ سنکر عمرو نے کہا شعر کرون جو وصف ترا طاقت بیان نہیں +
زبان ہے جسم نہیں جسم کے زبان نہیں + خورشید جہان تو عمرو سے باتین کر رہی تھی کہ کہیں قضا کے کاروبار ان
خورشید لقا نے دیکھا کہ خورشید جہان یہاں نہیں ہے کہ یکبارہ ہی اٹھ گئی اور جہان دیکھتی پھرتی تھی اتنے میں یہ دونون
آپس میں خوش فعلیان کرتے تھے اور اس خواص نے جو خورشید لقا کو دیکھا کہ یکبار اس خواص نے اشارہ کیا
کہ خورشید لقا آتی ہے پس یہ سنکر عمرو تو جلدی سے اس طرف کو چلا گیا اور خورشید جہان اسی طرف سے نکل گئی
اور جسوقت یہ خورشید لقا نے دیکھا آتش غضب اسکو چڑھی اور کہنے لگی کہ واہ واہ یہ تو وہان کیا کرتی تھی اسوقت
خورشید جہان نے خورشید لقا کے گریبان میں ہاتھ ڈال دیا اور اسنے کہا کہ اے عورت جبکو دیکھتی ہے آدھے تو تہمت
مجھ پر کرتی ہے خورشید لقا نے کہا واہ واہ چوری اور سرزوری اور کہا صاحب خواہ مخواہ یہ آپکے مجھ سے الجھتی ہے یہ
سنکر سب لوگ جمع ہوے اور خورشید جہان نے کہا کہ اسنے کیا سمجھا ہے اور اب میں اسکو بہت ذلیل اور رسوا کرونگی
کہ دیکھے اپنے دل میں کیا سمجھی ہے جو ہر گھڑی مجھ سے الجھتی ہے یہ تو ان دونون میں باتین ہو رہی تھین اور
لوگ ان دونون کو سمجھاتے تھے اور کہتے تھے کیا مقدور جو خورشید لقا تم سے بول سکے اور تم اپنی طرف کو دیکھو
ملکہ قریشیہ نے بہت سمجھایا کہ یہ سنا بیٹا خورشید تمہارے ساتھ ہے اور خورشید لقا کا مرتبہ اسکے ساتھ ہے کہ یکبار
ایک طرف سے خورشید جہان کے ملکہ صندل پری آئی اور اسنے خورشید جہان کو سمجھایا اور کہا بیٹی کیا
مقدور کسی کا جو کوئی آنکھ بھر کے دیکھے پس یہ سمجھا کر سب نے اسکو مسند پر بٹھایا اور ملکہ قریشیہ سلطان نے اس
عورت کی باتین کرنی شروع کین خورشید جہان کو بھی ہنسی آئی اور ادھر خورشید لقا نے یا کمنت مچایا کہ تم سنو
کہ عورت اپنے دل میں کیا سمجھی ہے اور یہ تو جانتی ہے کہ میرا نکاح اسکے ساتھ عرس گاہ میں ہوا ہے پس یہ
جانتی ہے اور جان بوجھ کے عورت کھڑی پڑی ہے اور یہ جان لے کہ میں بھی بہو ملکہ آسمان پری کی ہون اور امیر
حمزہ صاحبقران کی بیٹی ہوں اور سہیل یمنی کو سب طور سے ہماری رعیت ہے یہ اور اسکی رعیت
ہوگی رضیہ سلطان کی ہوئی مجھمین اسکی برابری نہیں ہوسکتی پس مجبور یہ کا آپس میں جھگڑا
ہو رہا ہے مگر ادھر خورشید جہان کو سمجھاتے ہیں اور یہ لوگ خورشید لقا کو سمجھاتے ہیں کہ یکبار
غل سواریوں کا اٹھا اور سواریان طلب کین اور چلنے کی تیاری ہوئی اور خورشید جہان سے

عمرو بن حمزہ کی طرف دیکھا اور اشاروں میں باتیں ہو گئیں کہ تم وہیں آنا کہ ہمیں سواریاں آئیں اور اب سب سوار ہو کر
چلے اُسی شان و شوکت سے بارگاہ سلیمانی میں داخل ہوئے پس جس وقت رات گذری اور صبح کا وقت ہوا اُس وقت
خورشید جہاں نے کہا اپنی ماں سے کہ ای اماں جان میں دو تین روز کی جاگی ہوئی ہوں اگر آپ فرمائیں تو وہ جو دریا کے کنارے
خیمہ کھڑا ہی اُسمیں جا کر میں آج رہونگی کسواسطے شادی کا دن تو کل ہوگا کل میں چلی آؤنگی یہ سنکر خورشید جہاں کی ماں
نے کہا کہ ای خورشید اچھا وہیں آرام کرو پس خورشید جہاں اپنی ماں سے پوچھکر وہ چند خواصیں جو اُسکی محرم راز و ہم
دمساز ہیں سبکو اپنے ساتھ لیکر روانہ ہوئی اور اُنہیں خیموں میں آ اُتری تیاری جشن کا حکم دیا پس تیاری جشن
ہونے لگی ملکہ اپنے ہاتھ سے بھی اکثر کام کر رہی ہی کہ کسی طرح دن کٹے کبھی گھبرا کر خیمے سے باہر نکل کر دیکھتی ہی کہ ابھی دھوپ
باقی ہی یہ شعر زبان پر لاتی ہی شعر شام کیا روز جدائی کی نہیں ہوتی ہی ؛ دھوپ جب دیکھیے موجود ہی دیواروں پر ؛
غرض کہ بمشکل دن گذرا اور قریب وقت شام کا آیا اب ملکہ انتظار میں بیٹھی ہی کہ یکایک ایک ابر تیرہ و تار اُٹھا اور
ہوا تند چلی آن واحد میں وہ ابر پھیل کر محیط ہو گیا اور مینہ برسنا شروع ہوا اور بجلی چمکنے لگی جب کوندا لپکتا ہی ملکہ ڈر کر
آنکھیں بند کر لیتی ہی اور بال کھولے ہوئے دعا میں مانگ رہی ہی کہ خداوندا اب اگر وہ شخص نہ آئے تو بہتر ہی کیونکہ
اس آفت میں نہیں معلوم کیا مصیبت راستے میں پڑے ملکہ کی تو اس طرح یہ حالت ہی اور اُدھر عمرو بن حمزہ پر
یکایک جنون نے غلبہ کیا کہ تو نے وعدہ کیا تھا ایسے دوست سے کہ یقین ہی راہ دیکھتا ہوگا یہ تو مینہ برسا ہی کرے گا
اگر آگ بھی برسے تو چلنا واجب ہی کہ خورشید جہاں کہتی ہوگی کہ عمرو بن حمزہ عجب وعدہ خلاف ہی کہ نہ آیا ای عمرو بن حمزہ
جو کچھ ہو چلنا واجب ہی عمرو بن حمزہ نے پوشاک پہنی اور تاج اپنے سر پر رکھا اور نیزہ ہاتھ میں لیا کہ یکبار فرخ بن عمرو
نے دیکھا عرض کیا کہ ای شہریار یہ بھی کوئی وقت کہیں جانے کا ہی دیکھو تو ایک ایک نالہ برابر دریا کے بہ رہا ہی اور
کہیں راہ سوجھتی نہیں ہی اور نہ کوئی خیمہ معلوم ہوتا ہی ایسا نہو کہیں دریا میں جا رہیں یہ سنکر عمرو بن حمزہ نے کہا
ای فرخ بن عمرو میں تو جاؤنگا جو کچھ ہو یہ کہکر گھوڑا طلب کیا فرخ بھی ساتھ شہزادے کے ہو لیا عمرو بن حمزہ نے
گھوڑا پانی میں ڈالا اب نہ تو راہ معلوم ہوتی ہی نہ راستہ جانا بوجھا ہی نہیں معلوم کدھر نکل گئے لیکن راستہ جو بھول گئے
تو فیلی حصار کے قریب پہونچے یکبار بجلی چمکی اور روشنی ہوئی فرخ بن عمرو نے دیکھا کہ یہ فیلی حصار ہی عرض کیا کہ ای
شہریار یہ تو دریا کا کنارہ نہیں ہی ہم آپ بہت آگے نکل آئے ناچار شاہزادہ عالی تبار وہاں سے پھرے اور لب دریا
آئے کہ یکبار سامنے سے ایک خیمہ دکھائی دیا اُس خیمے کے پاس آ کر کھڑے ہوئے اتفاقاً وہی خیمہ خورشید جہاں کا تھا
لیکن اندر خیمے کے وہ گھبرا رہی ہی اور اپنی انیسوں سے کہتی ہی کہ ای گلرخ جا کے دیکھو تو شاید وہ شاہزادہ آیا ہو
یہ سنکر گلرخ نے کہا بی بی حمزہ کے بیٹے ناز پروردہ ہیں بھلا اس آفت میں وہ کیونکر آ نکلے انہیں ایسی کیا غرض ہی
کہ وہ آ بھیگتے تمہیں سودا ہی یہ سنکر خورشید جہاں نے کہا تجھے میرے سر کی قسم تو باہر نکل کر دیکھ تو گلرخ نے
کہا صدقے گئی کام آپ کا اور کہنا میں نکرونگی بس یہ کہکر باہر نکلی اور چاروں طرف نگاہ دوڑائی کہ یکبار بجلی
چمکی اور جمال شہزادے کا اُس روشنی میں معلوم ہوا دیکھا کہ نیچے ایک درخت کے مانند آفتاب کے گھوڑے پر
جلوہ گر ہی اور ایک آدمی اور ساتھ ہی یہ دیکھکر گلرخ نے کہا کہ میاں تم کون ہو جو یہاں کھڑے ہو فرخ نے کہا کہ
بی بی تم کون ہو جو ہمکو پوچھتی ہو یہ سنکر گلرخ نے کہا چپ رہو مجھ سے مکر نہ کرو تم وہی ہو جن سے ملکہ سے اقرار ہوا تھا عمرو بن
حمزہ یہ سنتے ہی خوش ہو گیا فرخ نے کہا ہاں میں وہی ہوں گلرخ نے کہا وہاں کھڑے کیا کرتے ہو یہاں
خورشید جہاں نے سنا کہ عمرو بن حمزہ آیا ہی بس مارے خوشی کے باہر نکل آئی اور سے عمرو بن حمزہ کو گلرخ

اپنے ہمراہ لے کر آئی خورشید نے دیکھا اپنے عاشق کو اور کہا کہ مجھے یقین نہ تھا کہ آپ آئیے گا عمرو بن حمزہ نے کہا کہ ای
خورشید جہان وعدہ اگر تیر دن کا منھ پر ستا تو بھی آتا یہ تو پانی تھا ہم لوگ جو وعدہ کرتے ہیں اسے پورا کرتے ہیں
خلاف وعدہ ہم کبھی نہیں کرتے یہ سُنکر اُسنے کہا اچھا صاحب کپڑے تو اُتار ڈالیے بھیگے ہوئے ہیں پس عمرو بن حمزہ
نے پوشاک اُتار ڈالی اور دوپٹہ خورشید نے اپنا دیا عمرو نے اوڑھ لیا اُسوقت خورشید نے کہا کہ پاجامہ تمہارا
گیلا ہو گیا ہے تم اُسکو بھی اُتار ڈالو اور میرا پاجامہ پہن لو اُسوقت عمرو بن حمزہ نے کہا جو پاجامہ تم پہنے ہوئے ہو
وہ دو تو میں پہنوں یہ سُنکر خورشید خاموش ہو رہی اُسوقت گلرخ نے اپنا دوپٹہ دیا عمرو بن حمزہ نے وہ باندھ لیا
اور مسند پر جا بیٹھا خورشید بھی بیٹھی اور کشتیاں بادام شیرینی کی اور نگین کی سامنے رکھدیں جام شراب بھی رکھدیا
دونوں پینے لگے کہ اتنے میں بارش موقوف ہو گئی اور مہتاب نکل آیا ان دونوں کے دل میں آیا کہ باہر نکل کر چاندنی
کی سیر کیجیے اُسوقت گلرخ نے جلدی جلدی باہر تخت نکلوائے فرش کرا دیا یہ دونوں وہاں بیٹھے لگے سیر کرنے باہم دونوں
مگر ان تھے کہ سفیدہ صبح کا چمکا گجر بجنے لگا کہ ایکبار خورشید کا رنگ زرد ہو گیا اور یہ شعر پڑھا شعر آیا اور مجھ اس
چرخ کو آیا تو یہ آیا + گھٹانا وصل کی شب کا بڑھانا روز ہجران کا + اور خصوصاً عمرو بن حمزہ کا جو کچھ حال ہوا کہ
رنگ تو ایکا ایک زرد ہو گیا اور ہوائیاں منھ پر چھٹنے لگیں ایکبار خورشید جہان سے گلرخ نے کہا کہ بلاؤں آدمی جیالا اب
ہو گیا ہے انسے کہو کہ یہ سدھاریں پس ناچار ہو کے خورشید جہان نے کہا لو صاحب سدھارو مگر صاحب تم کل سو
نہ رہنا اور ورنہ آگے تمہیں اختیار ہے یہ سُنکر عمرو بن حمزہ نے کہا کس واسطے تم اپنی ماں سے کہو کہ وہ شادی
کا پیام ہماری تمہاری ابھی دیں خورشید جہان نے کہا لو اُسکو میں عورت ہو کر کہوں اور یہ مرد ہو کر نہ کہیں
اور پھر کہا ہاں صاحب تم اپنی بہن ملکہ قریشیہ سلطان سے کہو وہ تمہاری شادی کا پیام دیں اور نہیں تو ایک
کام اور کرو تم خواجہ سلامت کو گھوڑا دو تمہارا مطلب کر دینگے یہ سُنکر عمرو بن حمزہ نے کہا یہ بات بہتر ہے جو
تم نے کہا پس جسوقت یہ بات ٹھہر چکی عمرو بن حمزہ تو سوار ہو کر اپنے خیمہ کو گیا لیکن یہاں خورشید لقا نے اپنی ایک
خواص کو بھیجا اور اس سے کہا دیکھ تو عمرو بن حمزہ اگر گیا ہے تو کہاں گیا ہے اور کیا کرتا ہے یہ خواص آئی مگر عمرو بن
حمزہ کو خیمہ میں نہ پایا پس اس خواص نے آکر خورشید لقا سے کہا کہ عمرو بن حمزہ اپنے خیمہ میں نہیں ہے پس جسوقت
خورشید لقا نے یہ سنا سا تو ہی سُننے کے یہ تاڑ گئی اور دل میں کہا یہ ضرور خورشید جہان کے پاس گیا ہوگا پس
ملکہ خورشید لقا بھی کسی بہانے سے اُسکی محل کے پاس آئی اور ملکہ صندل پری سے خورشید لقا نے کہا ذرا
خورشید جہان کے خیمہ میں تشریف لے چلیں صندل پری یہ سُنکر اُٹھی اور آئی جسوقت کہ عمرو بن حمزہ جا چکے تھے
اور ادھر جہان کچھ پڑی ہوئی تھیں جام ٹوٹے پڑے ہوئے تھے اور جو ہار توڑ توڑ کر پھینک دیے تھے وہ بھی پڑے تھے
خورشید لقا نے دیکھا پہچان گئی دل میں کہنے لگی کہ عمرو بن حمزہ ضرور آیا تھا پھر انہوں کی طرف دیکھکر اشارے سے
کہا کہ دیکھو صندل پری نے سر جھکا لیا لیکن خورشید جہان نے جو دیکھا کہ خورشید لقا آئی ہے کہا کاہے خورشید لقا
کہو کسواسطے آئی ہو خورشید لقا نے کہا آپ جو کل سے نہیں آئیں سب کام ابتر ہے اب چلیے سب کام درست کیجیے یہ
سُنکر خورشید جہان آئی لیکن خورشید لقا اُٹھکر وہاں سے مراۃ القلعہ گئی اور جا کر شریک شادی دونوں ہوئیں
اور تیاری میں مصروف ہوئیں اور ادھر جب دن گذرا ہو وقت شام کا آیا امیر کے چلنے کی تیاری ہوئی پس امیر کو نہلا
اور دھلا کر خلعت شادی کا پہنایا سہرا امیر کے سر پر باندھا تخت پر سوار کیا ہمراہ امیر کے شرقیہ آباد والے
اور غربیہ آباد والے اور شمالیہ آباد والے اور جنوبیہ آباد والے ہوئے اور دونوں بیٹے امیر کے دست بدست

کو اور دونوں رفیق دست چپ کو چلے جاتے تھے اور تمام قلعہ روشن حصار اور فیلی حصار کے اور گنبد ریاضت کا
سے تا بمراۃ القلعہ سب روشنی ہے گویا ایک آگ لگی ہوئی ہے اور آسمان پر دیوان قاف با تخت سیخ شاخ
اور ہفت قباے لیے ہوے سب چلے جاتے ہیں اور تخت آرائش کے جس طور سے زمین پر ہیں اس طور سے
آسمان پر ہیں پس اس دھوم سے جب برات مراۃ القلعہ کے دروازے پر پہونچی اور خواجہ عمرو نے صورت
اپنی تبدیل کر کے آکر دروازہ بند کیا اور خاطر خواہ نیگ لیا اور لے کر آپ غائب ہو گئے اور پھر ظاہر ہو کر آپ
امیر کے شریک ہوے اور سواری امیر کی اتری اور جا کر مراۃ القلعہ میں مل کر خلوت میں بیٹھے اور عمرو کو امیر
نے منع کیا اور کہا کہ تم اس صحبت میں نہ آنا کس واسطے کہ وہاں زکیہ بھی ہے ایسا نہ ہو وہ صحبت درہم برہم کرے
پس فقط ایک عمرو بن حمزہ اور چوگان بن حمزہ اور دونوں رفیق امیر کے یہ پانچوں آدمی اور باقی انکے سوا
اور کوئی نہیں پس تمام رات ناچ رنگ رہا جس وقت ستارہ صبح کا چمکا امیر کو بلا کر جس مکان میں رضیہ سلطان
تھی دونوں بیچ امیر کے ساتھ تھے امیر کو مسند عالی شان پر بٹھایا ہیں اور شاہزادہ عمرو بن حمزہ سے اور
خورشید جہان سے نظارہ بازی ہو رہی ہے یہاں تو یہ ماجرا

اب دو کلمے داستان بیان کیے جاتے ہیں

دیووں اور جنوں نے یہ ملکہ قریشیہ کے ساتھ کے دیو اور جن تھے انھوں نے جو دیکھا کہ یہاں شادی امیر کی ملکہ
رضیہ سلطان کے ساتھ ہوتی ہے اور آخر یہ خبر ملکہ آسمان پری کو ہوگی تو ہم پر خفا ہوگی اور خدا جانے وہ حق میں
ہمارے کیا کرے اور یہ کہے کہ تم تو یہاں سے اسباب لے کر گئے تھے تم نے شادی امیر کی ہوتے دیکھی اور تم نے مجھ سے
نہ کہا اسوقت ہم کیا جواب دیں گے اس سے بہتر یہ ہے کہ ہم اب چل کے یہ احوال کہہ دیں آخر وہ خفا تو ہوگی پس یہ دیو
مشورہ کر کے سب پردہ قاف کو روانہ ہوے اور سارا احوال امیر کی شادی کا ملکہ آسمان پری سے کہا کہ اے ملکہ آفاق
زرلہ قاف نے اپنی شادی کی ہے رضیہ سلطان کے ساتھ پس سنتے ہی آتش رشک بھڑکی یہ آگ کا پرکالہ
بن گئی اور کہا کہ یہ خوب باتیں ہیں سب ساتھ شروع کیں آدمی زادوں پر نگاہ کرنے لگے اب اگلے پری زادوں پر نگاہ
ڈالنے دوہی دن ہیں پری کی جوتی سر پر چڑھنے لگی اور جو لوگ ہماری رعیت تھے وہ اب ہم سے ہمسری کرنے لگے
اور اب وہ پری کا دعوی کرنے لگے اس سے تو کچھ کام نہیں ہے مگر میں رضیہ سے سمجھوں گی کس واسطے کہ وہ جانتی تھی اور
اسنے جان بوجھ کے یہ حرکت کی یہ کہکر کہا جلد لاؤ میری سواری پس اسی وقت تخت حاضر ہوا پس یہ اسپر سوار
ہوئی اور گنتی کے نو لاکھ جن اور پری ہمراہ ہوے اور تیغ سلیمانی میان سے کھینچ لیا غیظ و غضب میں چلی اور یہاں
قریشیہ کو یہ خبر ہوئی پس صندل پری اور خورشید جہان یہ تو کہیں چھپ رہیں اور سلطان سرخپوش اور
سبزپوش جنی اور شمیمہ اور زکیہ اور رضیہ سلطان یہ بھی کسی طرح کو چھپ رہیں اور اب امیر کے ہوش و حواس
گم ہو گئے عمرو نے زکیہ کی طرف دیکھ کے کہا کہ اب معلوم ہو گا تم کو جیسے تم نے شگون کیے ہیں اور جو کیا ہے تم نے
پس یہ سنکر زکیہ نے کہا کہ سنو اس بوڑھے سو گئے سمجھے کی باتیں اسکی کیا یقین ہے کہ میرا نام لیتا ہے اسے میں نے کیا کیا ہے جو تو
میرا نام لیتا ہے اور مجھے ڈراتا ہے یہ سنکر عمرو نے کہا خیر اب تم کو معلوم ہو گا پس یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اتنے میں سارا
آسمان سیاہ ہو گیا اور نو لاکھ دیووں نے یکبارگی سارے مراۃ القلعہ کو گھیر لیا اور تخت ملکہ آسمان پری کا مراۃ القلعہ
میں اترا اور ملکہ آسمان پری آئی اس جگہ جہاں امیر سہرا باندھے ہوے بیٹھے تھے پس یکبارگی ملکہ آسمان پری
سامنے آکر کھڑی ہوئی اور کہا کہ رضیہ کہاں ہے وہ ڈوبے کہ اسکو مزہ دوں اور زرلہ قاف سے تو مجھے کچھ کام نہیں ہے

لیکن رضیہ سے سمجھونگی پس اسوقت امیر کو بھی ایک غیظ اور طیش آیا اور کہا کیا مقدور تمہارا جو تم آنکھ اٹھا کے
اسکی طرف دیکھو یا مجھکو یہ سنکر ملکہ آسمان پری نے کہا کیا خوب چوری اور سرزوری اور کہا مجھے قسم ہے حضرت
سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی اگر اسوقت تم بولے مجھ تو میں اپنے تئیں ہلاک کر دونگی اور اب رضیہ نے جو یہ عالم
دیکھا اپنی ماں سے کہا کہ اماں جان اسوقت تمہیں آنا کیا مناسب تھا جو تم آئیں آسمان پری نے کہا لونڈی تو نہ
بول ابھی درمیان میں اور کہا ارے یہ سب کیا کہیں گے کہ ایکبار رضیہ سلطان نے سر نگون کر لیا اور اب پردے سے
نکل کر قدموں پر گر پڑی اور کہا تقصیر دار ہوں اور میں حاضر ہوں مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ کے اور انکے ابھی جو کچھ عقد
تھا اور ہمارے یہاں تو حکیم اشراق روشن ضمیر نے بائیس برس آگے سے کہا تھا اور لکھا تھا کہ جو طلسم کشائی کرے گا
رضیہ اسکی قسمت کی ہے سو اب امیر نے طلسم کشائی کی ہے اسواسطے لوگوں نے میری شادی انکے ساتھ کر دی اور قسم ہے
مجھے حضرت سلیمان بن داؤد کی کہ جو مجھکو یہ معلوم ہوتا کہ انکی شادی آپکے ساتھ ہوئی ہے تو میں دیدہ و دانستہ یہ کام
کیوں کرتی پس جسوقت ملکہ آسمان پری نے سنا اسوقت اسکو بھی رضیہ سلطان پر ترس اور رحم آیا اور رضیہ کو
ساتھ لیکے مسند پر بیٹھی پس جسوقت ملکہ آسمان پری اور رضیہ مسند ناز پر جلوس فرما کے بیٹھیں پیر تو ادھر
سے صندل پری نکل آئی اور ایک طرف سے خورشید جہان آئی اور ادھر زکیہ سلطان آئی اور پاس آکر بیٹھ گئی کہ
اتنے میں سلطان سرخپوش اور سبزپوش جنی اور ملکہ شعشعہ بھی دونوں آئیں اور آکر انہوں نے بھی مجرا کیا اور بیٹھ
گئیں اور ایک طرف عمرو بن حمزہ اور چوگان بن حمزہ نے آکر سلام کیا ملکہ آسمان پری نے دونوں کو چھاتی سے
لگایا اور یہ بھی دونوں بیٹھ گئے اور اب ملکہ آسمان پری ملکہ رضیہ کو پہلو میں لیے بیٹھی تھی اور دلہن سوار ہوا
چاہتی ہے پس اپنے ہاتھ سے کہیں تو افشاں چنی کی ملکہ رضیہ کی پیشانی پر چھائی ہے اور کہیں گہنا ملکہ آسمان پری
نے اپنے ہاتھ سے اسکو پہنایا ہے اب ملکہ آسمان پری سب کچھ کام اپنے ہاتھ سے کر رہی ہے کہ اتنے میں سلطان
ازرق پری اور زلازل پری اور سلاسل پری اور امید پری یہ سب سامنے کے سامنے آکے بیٹھیں اور
لگیں گانے اور ملکہ آسمان پری اور امیر اور رضیہ اور عمرو بن حمزہ اور چوگان بن حمزہ سب بیٹھے ہیں
اور ایک طرف کو زکیہ اور ساری پری زادیں بیٹھی ہیں سب گاتی ہیں اور انکے سوا اور سب پری زادیں
بھی گاتی بجاتی ہیں کہ اتنے میں ملکہ آسمان پری نے زکیہ کی طرف دیکھا اور کہا کہ بی بی ہم تمہارے بہت
مشتاق ہیں اور ہم نے سنا ہے کہ تمہاری خوب آواز ہے یہ سنکر زکیہ نے اٹھکر مجرا کیا اور عرض کیا کہ مجھے کیا شعور ہے
اور یہ آپ کا اشفاق ہے جو مجھے آپ سرفراز کرتی ہیں یہ کہکر بیٹھی اور ساز اپنے منگوا لیے اور وہ سب ساز بہت
تکلف کے ہیں کہ جن میں تمام جواہر جڑے ہوئے ہیں وہ لا کر سامنے رکھے گئے اور زکیہ نے انکے سُر ملا لیے اور سُر ملا کر
پری زادوں سے کہا کہ تم بجاؤ اور میں گاؤں پس پری زادیں لگیں بجانے اور زکیہ گانے لگی اب پری زادیں
تو ساز بجا رہی ہیں اور زکیہ گا رہی ہے ملکہ آسمان پری کا اور صندل پری کا یہ عالم ہے کہ دونوں کو ایک
حالت وجد کی ہے اور یہ ہر زمان پر اپنے سر دھنتی ہیں اور سارے پری زاد اور جن جو ہیں انکی حالت
ایک غشی کی ہے اور سب سر دھنتے ہیں اور ملکہ آسمان پری ہر گھڑی کہتی ہے کہ اے زکیہ تجھے شہر صندل
بخشا اور کبھی کہتی ہیں تجھے فلان شہر دیا اور کبھی کہتی ہے کہ ہم نے تجھے وہ دیا اور یہ دیا کہ ایکبار ایک پری زاد کہ
سن اسکا چودہ پندرہ برس کا ہے نہایت حسین صاحب جمال تاج کج رکھا ہوا سامنے ملکہ آسمان پری
کے آئی اور سلام کیا یہ دیکھکر ملکہ آسمان پری نے اس سے پوچھا تم کہاں سے آئی ہو اس نے

عرض کیا کہ مین پردہ قاف سے آئی ہون اور میرا حسن پری نام اور شہر نگارستان کی رہنے والی ہون اور آپ کی
حلقہ بگوش ہون اُسوقت سبنے کہا اے حسن پری تجھو حسن پری نے کہا صاحبو مین تو ایک صاحب کے گانے کی
مشتاق ہوکے آئی ہون سو مین اُسکو سنونگی یہ سنکر سبنے کہا کسکا گانا سنوگی اُسنے کہا شاہ عیاران عیار بیک سوار
خنجر گذار خواجہ عمرو بن امیہ نامدار کا پس جسوقت زکیہ نے سنا تو ری چڑھا کے اُسکی طرف دیکھا اور کہا صاحب اُنکا بھی گانا
سن لینا مجھو تو اُسنے کہا گاتی مین بھی ہون لیکن اُنکے سے کسی کو موجود نہین جانتی ہون مجکو اشتیاق ہی تو خواجہ عمرو کا
ہی یہ سنکر ملکہ آسمان پری نے کہا سنو تو کیا مزے سے یہ چھوکری گاتی ہی پس یہ ملکہ کو سلام کرکے بیٹھ گئی اور زکیہ لگی گانے
اور حسن پری لگی سننے پس اُسوقت زکیہ نے اس مزے سے گایا کہ ایکبار گی سب سر ہلانے اور لگے سر دھننے اور
حسن پری ایک بیدلی سے سن رہی ہی اور مجھو زکیہ کا گانا اُسکے خیال مین نہین آتا ہی اور یہ زکیہ کو خیال مین نہین لاتی ہی
اور زکیہ اپنے دل مین یہی رکھتی ہی آخر زکیہ کو تاب نہ آئی اور اُسنے کہا کہ اے حسن پری کچھ تم بھی گاؤ یہ سنکر اُسنے کہا کہ یہان
نہ میرے ساز ہین اور نہ میرے لوگ کیونکر گاؤن یہ سنکر ملکہ آسمان پری نے کہا کہ یہ سب تمھارے لوگ ہین بجانے کو حاضر ہین
پس یہ سنکر حسن پری زکیہ کے پاس آبیٹھی اور اُنسے ساز اُٹھا لیے اور لگی یہ سُر ملانے پس جسوقت اُسنے سُر ملانے ساتھ
سُر ملانے کے سب کے حواس درست نہ رہے اور سب بے ہوش ہوجاتے رہے اور وہ ساز سُر ملا کر حسن پری نے لوگون کو
دیے کہ تم اُنکو بجاؤ اور پری زادین وہ ساز سنکر لگین بجانے اور یہ لگی گانے پس یہ ایسی گائی کہ ایکبار سب کے
آنکھون سے اشک جاری ہوئے اور ہر ایک تان سے سب کی جان نکالی لیتی ہی اور خصوصا جو کچھ حال زکیہ کا ہی کہ یہ
ہر تان مین ہر گھڑی کلیجے کو پکڑ لیتی ہی اور یہ حسن پری کا یہ عالم ہی کہ کبھی تو زکیہ کی ران پر ہاتھ رکھ دیتی ہی اور کبھی
اُسکے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیتی ہی اور زکیہ اپنا مرا جاتی ہی اُسکا ہاتھ رکھنا اب درد دوار و میدین مین اور یہ گا رہی جب
حسن پری اس ناز و انداز سے کہ جسکا بیان نہین یہ شعر گاتی ہی شعر باغ طلسم چہرہ رنگین ہی یار کا ✦ رہتا ہی چار فصل
مین موسم بہار کا ✦ پس جسوقت یہ گا چکی اُسوقت ملکہ آسمان پری نے اس سے کہا کہ تم ہماری آج مہمان ہو پس
زکیہ نے کہا کہ آج شب کو میرے غریب خانہ مین تشریف رکھو اور ہاتھ پکڑ کر زکیہ حسن پری کا اُٹھی اور اُسکو اپنے
مکان مین لے آئی پس جسوقت زکیہ ہاتھ مین ہاتھ حسن پری کا لیئے ہوے قصر مین رقیہ پری کے آئی وہان
ایک مسند نہایت تکلف کی بچھی ہوئی تھی اُسمین جا بجا موتیون کی ہی اور ایک بنگلہ تنا ہوا ہی اور بیچ اس بنگلہ کے
ایک پلنگ بچھا ہوا ہی کہ اُسکے پائے بھی الماس کے ہین غرض کہ بہت خوب وہ سجا ہوا ہی اُس مسند پر زکیہ
بیٹھی اور حسن پری کو بھی پاس بٹھا لیا اور تب اس مین یہ دونون لگین شراب پینے پس وہی کچھ صحبت کا رنگ
ہوگیا وہ مہتاب پر چاند نکلا ہوا اور وہ مرآۃ الفلوہ کا لطف وہ تماشہ کا سمان بہت مزہ وہ ہر طرف سے گانے
کی آواز بلند غرض عجب طرح کی کیفیت ہی اور زکیہ ہر گھڑی کہتی ہی کہ اے حسن پری اب سو رہو اور اب سے
یہان نیند کب آتی ہی اور اسکو ایک نیا خیال او سوجھا حسن پری لگی پوچھنے کہ اے زکیہ تجھے ہمارے سر کی قسم ہی
سچ کہنا ایک بات مین تجھ سے پوچھتی ہون یہ سنکر زکیہ نے کہا کہو کیا کہتی ہو اور کیا پوچھتی ہو یہ سنکر حسن پری
نے کہا بھلا سچ کہنا کبھی تم بھی کسی پر عاشق ہوئی ہو یہ سنکر زکیہ نے کہا میری بلا جانے مین کیا جانون لوگ سب
محبوبون کا ذکر کرتے ہین اور شیرین اور فرہاد کا قصہ بیان کرتے ہین لیکن ہم نے آنکھون سے نہین دیکھا ہان مگر
ایک رضیہ سلطان کو دیکھا کہ اس عورت کو باتون کا دنکار تھا آدمی زادے اور ایکبار اس سے فریفتہ ہوئی
کہ جسکا بیان نہین ہی مگر پھر حسن پری نے کہا سچ کہو تمھارے دل کو کس سے لاگ ہی تمھین میرے سر کی قسم

یہ سنکر زکیہ نے کہا ای حسن پری تمہاری جان کی قسم ہی سچ پوچھو تو یہ حمزہ کا بیٹا دودھ شریک بھائی ہی کہ نہایت
شریر اور بدذات اور فیلسوف ہی کیا بیان کروں جیسا وہ ہی جس روز میں اپنے کپڑے پہنتی ہوں جی چاہتا ہی کہ
اسے اپنے کو دکھاؤں ای حسن پری ایک صحبت میں وہ ہو اور ہم ہوں اور اوسکے سامنے ناز و انداز سے باتیں
کروں یہ بھی دل میں آتا ہی کہ یہ سب جو کہتیں وہ دیکھے بس اتنا تو جی چاہتا ہی اور کچھ نہیں اور جو اسکے سوا اور کچھ
جی میں ہوے تو اوسکا ستیاناس ہو جاے یہ سنکر حسن پری نے کہا سنو تو زکیہ تم اپنی شادی کیوں نہیں کرتی ہو
یہ سنکر زکیہ نے کہا کہ ای حسن پری بیٹھے بٹھائے بھلا اپنے تئیں رنج میں ڈالنا کیا فائدہ ہی اور بیگانا تابعدار ہونا
کیا غرض ہی بس یہ باتیں کرتی تھی ای حسن پری ای زکیہ تم گاؤ اور ہم بجاویں اور حسن پری نے دائرہ ہاتھ میں
اٹھا لیا اور لگی بجانے اوسوقت زکیہ نے کہا میری لیاقت نہیں جو میں تمہارے سامنے گاؤں حسن پری آپ
گانے لگی اور زکیہ سننے لگی زکیہ کا یہ عالم ہی کہ حسن پری کے گرد پھرتی ہی اور حسن پری کی بلائیں لیتی ہی اور ہر گھڑی
گلے سے لگا لیتی ہی پس جب گا چکی اوسوقت زکیہ نے کہا کہ ایک گھڑی آرام کرو کیونکہ پہر بھر چار گھڑی رات
رہے تمہیں چلنا ہوگا ملکہ آسمان پری کے پاس یہ کہکر اوسنے پلنگ اپنے پلنگ کے برابر بچھوایا اور کہا چلو لیٹو حسن
زکیہ اپنے پلنگ پر جا لیٹی دوسرے پلنگ پر حسن پری جا لیٹی زکیہ نے دوپٹہ اپنا اوتار کے پاس رکھ لیا اور حسن پری
سے کہا کہ تم بھی دوپٹہ اپنا اوتار ڈالو اب زکیہ کا اور ہی عالم ہی کہ سامنے وہ دونوں پلنگ کے چھاتیاں اوٹھی ہوئی گویا
دو چھوٹے حسن پری کے کٹورے ہوے تھے اور پیٹ صاف مانند آئینہ کے اور وہ کمر پتلی سی اور یہ سب جو حسن پری نے
دیکھا نہایت اسکو بیکلی ہوئی اوسوقت اوسنے اپنا حال ظاہر کرنا چاہا اور دل میں اپنے کہا جو کچھ ہو سو ہو اب اس سے
اپنا حال کہو پس ایکبار دونوں ہاتھ اپنے باندھے اور قدموں پر گر پڑی اور کہا کہ ای زکیہ میں تیرا غلام ہوں جو چاہو
میرے حق میں کر بیٹھے تو زکیہ بھی بھکا بکا ہوئی اور کہنے لگی ای حسن پری خیر تو ہی یہ سنکر اوسنے کہا کیسی حسن پری میں
تیرا غلام ہوں شاہ عیاران عیار بیک سوار خواجہ عمرو بن امیہ نامدار پس جسوقت یہ زکیہ نے سنا ایکبار منہ پر اپنے
دو ہتڑ مارا اور اوسنے کہا ہائے غضب یہ کیا ہوا اور اگر یہ میں جانتی تو کاہے کو میں اپنے ساتھ تجھے لاتی اور یہ کہتے میں
زکیہ میں تیرا غلام ہوں جو تیرا جی چاہے سو کر میرے حق میں زکیہ نے کہا کہ ابھی اسکا عوض یہ ہی کہ تجھکو خوب سی
جوتیاں لگواؤں لیکن دل میں کہہ رہی ہی کہ غضب ہوا میں نے دل کا حال اس سے کہدیا یہ سنکر عمرو نے کہا کیا اسکو
کسی کا جو ایک بات منہ سے نکلے مگر ہاں جو تیرا جی چاہے سو تو کہہ یہ سب گوارا ہی پس یہ سنکے بیچاری اور کوئی
بھی کچھ نہ بولی ناچار کو اوسوقت آپ چلے گئے اوسکے سامنے سے اور اب زکیہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی اور دل میں کہتی ہی ای
زکیہ تو کس کی ہو رہی ہی اسے ہر گھڑی لپٹ لپٹ گئی ہی اور وہ تجھسے لپٹ لپٹ گیا ہی اور اوسنے تجھے برہنہ
دیکھا اور تیرے جی کی باتیں اوسنے پوچھ لیں اور تو نے آپ کہیں یہ تو اسی سوچ اور فکر میں سر جھکائے بیٹھی تھی ایکبار
سپیدہ صبح کا نمود ہوا اور ستارہ سحری چمکا اور جانوران خوش الحان لگے چہچہے کرنے اور وہاں آسمان پری
قریشیہ سلطان اور خورشید اور صندل پری اور رضیہ سلطان اور ازرق پری اور زلازل پری امر زری
اور شمسہ پری اور سلطان سرجوش جنی اور سبزپوش جنی اور امیر حمزہ صاحبقران اور عمرو بن حمزہ
اور چوگان بن حمزہ اور محفل میں بیٹھے ہیں کہ ملکہ آسمان پری نے کہا ارے کوئی ہی جاؤ اور جا کر زکیہ کے پاس آؤ اور
اس سے کہنا کہ حسن پری کو اپنے ساتھ لیتی آئے دو چار یکبار لوگ دوڑے اور گئے زکیہ کے پاس اور اون
لوگوں نے زکیہ سے کہا کہ تمہیں ملکہ آسمان پری نے بلایا ہی اور کہا ہی کہ حسن پری کو بھی اپنے ساتھ

لیتی آنا جس وقت زرکیہ نے یہ سُنا پہلے تو خفا ہوئی بعد اسکے اُسنے کہا مین نہین آئی اور حسن پری کو مین کیا جانون
وہ کہان گئی اور جلنے میری جوتی پس یہ لوگون نے جاکر آسمان پری سے کہا صاحب وہ تو نہین آتی ہے اسوقت
یہ سُنکر خورشید جہان سے آسمان پری نے کہا دی تو جاکر زرکیہ کو لے آ اور کہنا حسن پری کیون نہین آتی اسے
بھی لیتی آنا خورشید جہان گئی زرکیہ نے سُنا کہ خورشید جہان آئی ہین پس ساتھ سُننے کے وہان سے اُٹھی اور جھکر
مجرا کیا اور تعظیم بجا لائی خورشید جہان نے کہا اے زرکیہ تمہین ملکہ آسمان پری بلاتی ہین اور فرمایا ہے کہ حسن پری کو
اپنے ساتھ لیتی آنا یہ سُنکر زرکیہ نے کہا مین کیا جانون حسن پری کہان گئی غرض خورشید جہان مشتعل زرکیہ کو ہمراہ
لے چلی پس اب یہ تو اُدھر سے دونون چلین اور یہان خواجہ سلامت چپکے سے اس محفل مین آئے اور سرپر امیر کے
کھڑے ہوے ہین امیر نے دیکھا عمرو کو کہ سرپر کھڑا ہے پوچھا کہ خواجہ تم دو دن سے کہان تھے ارے یہان تمہاری مشتاق
ایک پری زاد پردۂ قاف سے ہوکے آئی ہے اور نام اُس پری زاد کا حسن پری ہے یہ سُنکر عمرو نے کہا کہ حمزہ پھر وہ
کہان ہے امیر نے کہا زرکیہ اپنے ساتھ لے گئی ہے اور دیکھو اب وہ آتی ہے پس یہان امیر سے یہ باتین ہوتی ہین کہ یکبار
خورشید جہان زرکیہ کو لے کر آئی ملکہ آسمان پری نے جو دیکھا کہ حسن پری نہین ہے کہا اے زرکیہ حسن پری کو نہ لائی
یہ سُنکر زرکیہ نے کہا کہ مین کیا جانون غضب کو وہ کہان چلی گئی یہ سُنکر عمرو بولا صاحب وہ ہماری مشتاق تھی اب اُسے پیدا کرو
یہ سُنکر زرکیہ نے کہا موئے مُوڈی کاٹے سیتا ناس ہو گئے تو نہ بول اور اُسنے یہ کہکر اپ دو ہتڑ اپنے منھ پر مارے اور کہا ہائے یہ
کیا غضب ہے جتنا مین اس سے بھاگتی ہون اُتنا یہ میرے پیچھے پڑتا ہے ہائے مین غارت گئی یہان کیون آئی تھی یہ کہکر
لگی منھ ڈھانپ کے رونے امیر نے عمرو کی طرف دیکھکر کہا خواجہ یہ تمہاری بدذاتی معلوم ہوتی ہے یہ سُنکر عمرو نے
کہا حمزہ مین کیا جانون یہ سُنکر امیر نے زرکیہ سے کہا کہ تم بتلاؤ یہ کیا معاملہ ہے زرکیہ نے امیر سے کہا کیا خاک بتلاؤن یا
امیر اسکی یہ عاشق حسن پری کی صورت بنکے بدذات آیا ہے تو مین ہرگز اُسکو اپنے ساتھ لیجاتی یہ سُنکر عمرو نے کہا کہ
زرکیہ بی تیرے ساتھ آپ سے تو نہین گیا تھا مجھے جان بوجھ کے آپ لے گئی تھی اور اب یہ باتین بناتی ہے ادھر تو یہ باتین ہوتی تھین
اور ساری محفل بیچ آسمان پری سب ہنستی ہین اور زرکیہ خفا ہو رہی ہے اور سب اُسکو سمجھاتے ہین آخر کو جون تون کرکے
زرکیہ کو سمجھایا جب دو دن گذر گئے اور تیسرا دن چوتھی کا آیا اب رضیہ سلطان سے اور امیر سے چوتھی ہو رہی ہے اُدھر تو ملکہ
آسمان پری اور فرشتیہ اور اُس طرف کو خورشید جہان اور صندل پری ہاتھون مین اُنکے پھولون کی چھڑیان اور
بادلے کی چھڑیان اور یہ آپس مین چل رہی ہین ادھر عمرو بن حمزہ یہ بھی تاک تاک کر خورشید جہان کو مارتا ہے اور یہ بھی
اپنے تئین بچاتی جاتی ہے اور یہی شاہزادہ عالی قدر کو انکو بچا کر مارتی ہین غرض جب چوتھی ہو چلی تو دیکھا کہ بادلے
کی چھڑیان غائب ہین امیر عمرو کی طرف دیکھکر ہنسے اب سب سوار ہوکر اپنے گھر گئے اور زرکیہ نے بھی اسی دریا
کے کنارے ایک مکان مین جاکر سونے کی تیاری کی مگر خواجہ سلامت نے کیا کام کیا کہ کہا یا دادا آدم دوش
از کل عالم پیش بود رنگ روغن نکال کے شکل کو تبدیل کیا اور معجزہ طلب کیا کہ دادا میری صورت ایک
پری زاد کی بنے پس وہی صورت ہو گئی اب عمرو کچھ شراب اور کچھ گزک اور کچھ کھانا یہ سب لے کر ملکہ
زرکیہ کے پاس گئے اور زرکیہ سے کہا کہ یہ تم کو ملکہ آسمان پری نے بھیجا ہے پس زرکیہ اُٹھی اور تعظیم کی اور
کہا مجھے ملکہ آفاق نے سرفراز کیا میری طرف سے آداب تسلیمات عرض کرنا پس یہ دے کر خواجہ سلامت
چلے آئے زرکیہ نے وہ کھانا عمرو کو یاد کرکے کھایا اور شراب پی بیہوشی نے اثر کیا اور بیہوش ہو گئی
خواجہ سلامت جو صورت پری زاد کی بنے ہوے تھے یہ پوشیدہ ہوکے دیکھتے تھے جب سب بیہوش ہو گئے

اسوقت آپ بھی جا کر زکیہ کے ساتھ سو رہے اور خوب لپٹ لپٹ کر پیار کیا قضائے کار آنکھ انکی لگ گئی اور
صبح ہو گئی ایک پری ادھر ادھر آ نکلی اور اسنے دیکھا کہ عمرو زکیہ کے ساتھ سوتا ہی اسنے جا کر آسمان پری سے کہا کہ
زکیہ اسطرح سے ساتھ خواجہ سلامت کے سوتی ہی یہ سنکر ملکہ آسمان پری نے کہا تو سچ کہتی ہی اور ملکہ خورشید جہان
اور صندل پری اور قریشیہ نے بھی سنا سب اٹھ کر گئیں جا کر جو دیکھا تو واقعی دونوں لپٹے ہوئے پڑے ہیں ملکہ
آسمان پری نے کہا کہ یہ عورت ظاہر میں انکار کرتی ہی اور باطن میں یوں محبت کرتی ہی اور خواجہ سلامت کا یہ
عالم ہی کہ نیند میں اور زیادہ لپٹے جاتے ہیں اور اب بخوبی صبح ہو گئی اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلنے لگی وہاں ہی
زکیہ کے ٹھنڈی ہوا لگی اور بیہوشی دور ہوئی اور کان میں آواز ان سبھوں کی گئی زکیہ کی آنکھ کھل گئی اب جو
دیکھا تو عمرو پاس لیٹا ہی بلکہ لپٹا ہوا ہی بس چاہتی ہی کہ ایک طمانچہ مارے کہ حضرت عمرو لوٹ پوٹ کر خالی
دے گئے اور بھاگے اور بھاگ کر دور جا کر کھڑے ہوے اور آپ پکارے کہ زکیہ یہ تیری جنگ زرگری اچھی نہیں
معلوم ہوتی ہی یہ کیا کہ تو سب کے روبرو غصہ کرتی ہی اور مجھے یوں بلاتی ہی اسے کیا کہتے ہیں یہ سنکر زکیہ کہنے لگی
جھوٹے کے منہ میں سارے جہان کا گوہ اور جھوٹے کا منہ کالا اور آپ کھڑے کہہ رہے ہیں کہ بس بلا زکیہ یہ سنکر خفا
ہوتی ہی اور اپنی بوٹیاں کاٹ کھاتی ہی اکبار گھسیٹ کے خنجر عمرو پر دوڑی عمرو نے جو یہ دیکھا تو بھاگا جب
عمرو کو نہ پایا تو کھسیانی ہوکر خنجر اپنے گلے پر رکھے جاتی ہی کہ رگڑا دے کہ یکبار آسمان پری نے دوڑ کر ہاتھ
پکڑ لیا عمرو نے جو یہ حال دیکھا تو پلٹ کر کے دوڑا اور آپ بھی گھسیٹ کے خنجر اپنے کو ہلاک کرنے لگا پس امیر نے
دیکھا کہ عمرو اپنے تئیں ہلاک کیے ڈالتا ہی پس امیر دوڑے اور عمرو کا ہاتھ پکڑا اور کہا بھائی خواجہ اگر تم اپنے کو
ہلاک کروگے تو میں بھی نہیں جیئے کا اور میں بھی اپنے تئیں مار ڈالونگا اور ملکہ آسمان پری نے دیکھا کہ زیب اورنگ قاف
ثانی سلیمان اپنے تئیں مارے ڈالتا ہی پس آسمان پری زکیہ کی منت کرنے لگی اور ایک طرف سے رضیہ سلطان
اور قریشیہ سلطان یہ بھی ہاتھ جوڑ رہی ہیں زکیہ سے ملکہ آسمان پری نے کہا کہ اے زکیہ حمزہ سب کے سر کا
تاج ہی اگر اسنے اپنی جان دی تو غضب ہو جائے گا رضیہ نے بھی کہا کہ اے بہنا زکیہ تمہیں منظور ہی کہ میں دو دن کی
بیاہی رانڈ ہو جاؤں اور اے زکیہ لوگ نام دھرینگے کہ رضیہ کیا بد قدم تھی کہ دوسرے دن رانڈ ہو گئی اور دولت
اور افسر و تاجدار کو اپنے گھر کے بیٹھی ہی اب واسطے خدا کے اس بات کو مان لے اور ادھر عمرو بن حمزہ اور
جوگان بن حمزہ یہ دونوں آگے زکیہ کے سامنے ہاتھ باندھتے ہیں غرض سب منت سماجت کر رہے ہیں پس یہ زکیہ نے
جو دیکھا مجبور ہوئی آخر کو زکیہ ناچار ہو گئی اور کہا اماجان تم جیتے اور میں ہاری جو تم کہو وہ مجھے قبول ہی جسوقت زکیہ
راضی ہوئی اسوقت سب کو ایک ایسی خوشی ہوئی کہ بیان سے باہر ہی اور سب عمرو کو مبارکباد دینے لگے
اور اسی وقت سے شادی کی تیاری ہوئی پس وہی سارا اسباب جو ملکہ رضیہ کی شادی میں لگا تھا وہی
اسباب اور وہی آرائش اور وہی جوگھرے اور باز وہی روشنی سب موجود ہی باقی آرائش اور اسباب
جو درکار تھا ملکہ آسمان پری نے پردہ قاف سے منگوایا اور عمرو کی طرف تو ملکہ آسمان پری ہوئی اور
ملکہ قریشیہ سلطان ہوئی اور زکیہ کی طرف ملکہ رضیہ سلطان اور خورشید جہان اور صندل پری یہ
سب ہوئیں پس ملکہ آسمان پری نے کہا عمرو ہرگز ایک کوڑی نہیں صرف کرنے کا یہ بڑا اتوم ہی ملکہ آسمان پری
نے عمرو کی شادی آپ کی اور کسی بات میں امیر سے کم نہیں ہوئی جو جو امیر کی شادی میں تھا وہی زکیہ
اور عمرو کی شادی میں ہوا اور کوئی ایسا جلوس نہ چھوٹا کہ جو امیر کی شادی میں ہو جب

شادی ہو چکی اور دن چوتھی کا آیا اب خواجہ سلامت چوتھی کھیل رہے ہیں اب عمرو بن حمزہ نے دل میں کہا سوائے
خواجہ عمرو کے تیرا کام کسی سے نہ ہوگا پس عمرو بن حمزہ عمرو کے پاس آیا اپنا حال کہا کہ یہاں ملکہ رضیہ سلطان کے
ساتھ امیر کامیاب ہوئے پس امیر سے رضیہ کے لڑکا پیدا ہوگا کہ نام اُسکا سکندر فرخ لقا ہوگا اور خواجہ عمرو دم
زکیہ سے کامیاب ہوئے اُنکے نطفہ سے حمل قرار پایا نام اُسکا طوفان عمرو رکھا جائیگا یہ سکندر فرخ لقا کے ہمراہ ہوتا ہے
پس دوسرے روز عمرو بن حمزہ عمرو کے پاؤں پر گر پڑا اور کہا کہ اے عم بزرگوار گو یہ بات آپ سے کہنے کی نہیں ہے لیکن بے کہے
وہ بات بنتی نہیں وہ یہ ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ میرا جی خورشید جہان پر آیا ہے اور خورشید لقا ناحق جھگڑا کرتی ہے آپ
خورشید لقا کو سمجھا دیں تو بڑا کام کریں یہ سُنکر عمرو نے کہا خورشید لقا ایک شعلہ خو آتش مزاج ہے اُسکے کون سر چڑھے مجھ سے
یہ کام کبھی نہیں ہونے کا پس یہ سُنکر عمرو بن حمزہ نے کہا کہ اے عمو جان وہ خزانہ جو میں طلسم نارنج میں سے لایا ہوں
اُسمیں سے دو گنج آپ کو دونگا اگر میرا یہ کام ہو جائے گا یہ سُنکر خواجہ سلامت نے کہا خیر جاتا ہوں جو وہ مانے یہ کہکر
عمرو روانہ ہوئے اور خورشید لقا کے پاس آئے اور کہا کہ بی بی میں تمہارے پاس اس لیے آیا ہوں تم جانتی ہو کہ لشکر میں
اُنکے جوڑ وڑ کے سب ہیں یہاں تک کہ جوان بیٹا سلطان سعد موجود ہے اور یہ کبھی تمہارے پاس بھی نہیں
آئے تھے اب تمہیں یہ نہیں لازم ہے کہ تم خورشید جہان کے مقدمہ میں دخل دو دیکھو کہ ملکہ آسمان پری نے کیا ضبط
کیا ہے کہ اُسکے سامنے رضیہ کی شادی ہوئی بلکہ ملکہ آسمان پری نے اپنے اہتمام سے کی پس اب تمہیں بھی یہی چاہیے
کہ اس مقدمہ میں نہ بولو اور اُسکی شادی ہونے دو یہ سُنکر خورشید لقا نے کہا جو آپ نے فرمایا
وہ مجھے قبول ہے یہ سُنکر عمرو نے کہا پہلی شادی تمہاری ہم کرینگے خورشید لقا نے یہ سنکر عمرو سے کہا کہ پہلے
شادی خورشید جہان کی ہو کیونکہ وہ بادشاہزادی ہے اور عزت دار ہے پس جب خورشید لقا راضی ہو گئی
خواجہ سلامت اُٹھے یہاں سے صندل پری کے پاس گئے اور جا کر صندل پری سے کہا کہ تم جانتی ہو اپنی بیٹی
کا احوال اب لازم یہ ہے کہ خورشید جہان کی شادی عمرو بن حمزہ کے ساتھ کرو یہ سُنکر صندل پری نے کہا کہ خواجہ
تم جانتے ہو کہ خورشید لقا کا مقدمہ درمیان میں ہے اور وہ ایک قوت ہے اس سے مجھیں ڈر معلوم ہوتا ہے یہ سُنکر
عمرو نے کہا کیا مقدور خورشید لقا کا جو تجھ سے بول سکے پس اس طرح عمرو نے صندل پری کو بھی راضی کیا اور
وہاں سے آکے امیر کو بھی راضی کیا اور شادی کی تیاری ہونے لگی پس اُسی دھوم سے اور اُسی جلوس سے اور اُسی
تیاری سے اور اُسی آرائش سے خورشید جہان کی اور خورشید لقا کی شادی عمرو بن حمزہ سے ہوئی اور
زہرہ لقا کی شادی چوگان بن حمزہ سے ہوئی اور حور لقا کی شادی فیروز عادیخوبی کے ساتھ ہوئی اور
ماہ لقا کی شادی بہرام بن گرد خاقان چین کے ساتھ اور جمہور کی شادی ملکہ کوکب روشن تن کے
ساتھ ہوئی پس جب یہ شادیاں ہو چکیں تو مہر نوش ممتاز نے حمزہ صاحبقران سے کہا کہ یا حضرت اب
بندہ شادی کریگا ملکہ شعشعہ جہان افروز کے ساتھ اور شادی کی تیاری شروع ہوئی پس جتنا اسباب
طلسم باطن کا تھا وہ سب آکے موجود ہوا پس بڑی دھوم سے اور بڑی شان و شوکت سے مہر نوش ممتاز نے
شادی کی اور وہ اسباب جو باطن طلسم کا تھا وہ سب امیر کو جہیز میں دیا اور بعد دو دن کے بازغہ مہر افزا کی
شادی امیر کے ساتھ اُسی دھوم سے اور اُسی شان و شوکت سے ہوئی پس جس وقت یہ سب شادیاں ہو چکیں بعد
چوتھی کے سب پریزاد رخصت ہونے لگے اور رخصت ہو ہو کے چلے پس جو جاتا ہے اُسے راہ نہیں ملتی ہے گرد
گرد ایک دیوار حائل ہو جاتی ہے اور ایک آواز غیب اُنہیں سے پیدا ہوتی ہے پس ہو جانے والا سُنتا ہے اُسے

غش آجاتا ہی اور اگر دوسری بار وہ پھر جاتا ہی اور وہ آواز سنتا ہی تو دو گھڑی غش مین پڑا رہتا ہی اور اگر تیسری
بار وہ جاتا ہی اور وہ آواز سنتا ہی تو تا حیات طلسم وہ یونہین پڑا رہتا ہی پس جب سبب پری زاد جا کر پھر آئے
اور امیر سے یہ تمام احوال آکر کہا اسوقت امیر نے مہرنوش سے کہا کہ میر صاحب یہ کیا سبب ہی جو کوئی یہان سے
جانے نہین پاتا ہی مہرنوش نے امیر سے کہا کہ یا امیر ابھی طلسم مرآۃ القلعہ باقی ہی پس جسوقت یہ فتح ہوگا اسوقت راہ
ملے گی یہ سنکر ملکہ آسمان پری نے کہا ابھی راس الشیاطین ایسا ساحر باقی ہی اور کسی کو اس سے نسبت نہین ہی نہ
منظلم کو اور نہ تیرہ بخت کو اور نہ ظلمانہ کو اور نہ اخرس کو نہ فشانہ کو نہ قشقشہ کو نہ ہمامے جادو کو اور مہرنوش نے
کہا کہ یا امیر اس مرآۃ القلعہ کی دو حدین ہوئی ہین پس اسی سبب سے شہر نیلی حصار اور روشن حصار مین بند و بست
آپ کا ہوا ہی آپنے اس کاغذ کے باعث سے وہ دو حصے تو توڑے تھے اب پھر وہی لوح کام آئیگی پس اب آپ اسی کو بغور
کے ملاحظہ کیجیے پس یہ سب احوال امیر نے مہرنوش سے سنکر وضو کیا اور سات بار صلواۃ پڑھکے سینہ پر دم کی اپنا ہاتھ
لوح پر پھیرا معاً جی مین آیا کہ یہ جو دریا ہی اسی مین اسکی راہ ہی تو شوق سے اپنی آنکھین بند کرکے اسمین کود پڑا اور
جسوقت پانون زمین سے آشنا ہوا اسوقت بموجب حکم اس لوح کے عمل کرنا پس امیر اسی وقت آنکھین بند کرکے
دریا مین کودے اور امیر کے پانون زمین پر لگے آنکھین کھول کر جو امیر نے دیکھا تو ایک صحرا ہی تمام آنکھین لالہ کھلا ہی اور
ہر طرف ایک آگ سی لگی ہی اور ایک تالاب بیچ مین ہی ایک جادوگر اسکے کنارے بیٹھا ہی اور ایک بنگلہ نہایت تکلف
کا اس تالاب کے پاس کنارے پر ہی اور ایک پلنگ اسمین لگا ہوا ہی اور ایک مسند اسکے آگے بچھی ہوئی ہی اس
ساحر کے ہاتھ مین ایک قرنا ہی پس جسوقت وہ اسکو دم کرتا ہی تو اس تالاب مین ایک شیشہ پڑا ہوا ہی وہ شیشہ
جوش مارتا ہی اور اس شیشہ کا ایک چھوٹا سا مرآۃ القلعہ تیار ہوتا ہی اور وہ ساحر اس مرآۃ القلعہ کو دیکھتا ہی اور
پھر بعد ایک گھڑی کے وہ دم کھینچتا ہی کہ وہ سب قلعہ اسی حوض مین غائب ہو جاتا ہی جب امیر نے یہ تماشا دیکھا
تو امیر کے جی مین آیا کہ اگر یہ مرآۃ القلعہ ہو تو کیا خوب مکان ہی اور اگر یہ ساحر مسلمان ہو تو اسکو نہ ماریے
پس امیر یہ بات ٹھہرا کر سامنے اس ساحر کے آئے اور اس ساحر نے امیر کو دیکھا پکارا کہ ای طلسم کشا
تو یہان بھی آیا اب کہان جائیگا بغیر مارے تجھے کب چھوڑتا ہون اور کہان جانے دیتا ہون پس یہ
یہ کہکر قرنا منہ سے لگا کر پھونکی جتنا وہ تختہ لالہ کا تھا وہ سب مثل چراغان کے روشن ہو گیا وہ سب آگ
آسمان پر چڑھ گئی اور وہان سے گری اور امیر کو گھیر لیا صاحبقران نے اسم اعظم پڑھا کہ وہ سب آگ
بجھ گئی اب امیر نے اس ساحر سے کہا دیکھ اب بھی خدا کو پہچان ورنہ ہاتھ سے میرے مارا جائیگا اور پھر تیرا
مجھ کو افسوس کرے گا پس اسنے دوسری بار قرنا اس تالاب کی طرف منہ کرکے پھونکی ایکبار وہ سب شیشہ نکل کے
امیر کی طرف دوڑے اور گرد امیر کے ایک گنبد بن گیا ہوا امیر نے پھر اسم اعظم پڑھ کے دم کیا کہ
ایک آواز پیدا ہوئی اور وہ گنبد پھٹا وہ سب شیشہ اسی ساحر کی طرف دوڑا اسوقت امیر نے کچھ پڑھ کے
دم کیا کہ وہ شیشہ تھم گیا پھر امیر نے اس ساحر سے کہا کہ یہ مین نے دوسرا احسان کیا تجھپر پس جسوقت یہ باتین
اس ساحر نے دیکھین دوڑ کر امیر کے قدمون پر گرا اور کہا ای شہریار جانا مین نے کہ دین آپ کا برحق ہی اور بصدق
دل مسلمان ہوا اب امیر نے کہا کہ ای دوست جدید معلوم ہوا کہ یہ مرآۃ القلعہ مین یون بنا ہی تمہارے سبب سے
قائم ہی یہ سنکر آئینہ جلا ساز نے کہا کہ ای شہریار مین اکیلا نہین ہون اسکے نگہبان چار شخص ہین اور ان چارون کے
قابو مین ہی ایک تو مین کہ میرا نام آئینہ جلا ساز جادو ہی اور دوسرے کا نام نہال عفریت جادو ہی اسکے

تابع سب درخت مراۃ القلعہ کے ہین اور تیسرے کا نام ابرلیسمان جادو ہی جسکے تابع مین ابر ہین اور چوتھے
کا نام نیرنگ جادو ہی جسکے تابع سب جانور ہین یہ کہکر جلالے آئینہ ساز نے قرنا منھ سے لگائی اور پھر دم دیا
پھر اُسی طرح وہ شیشہ جوش مارنے لگا اور پھر اُسی طور سے وہ قلعہ بن کے تیار ہوا اُسوقت جلالے آئینہ ساز
نے امیر سے عرض کی کہ یا امیر اسی طور سے یہ قلعہ رہے یا رنگت تبدیل ہو جاوے یہ سنکر امیر نے کہا ہر ایک مکان تو
یونہین رہے جسطرح سے یہ ہی مگر اور قصر فلک رفعت پر مکان رنگارنگ ہو جامین یہ سنکر اُسنے سحر کیا کہ کوئی بنگلہ تو زمرد
کا اور کوئی بنگلہ یاقوت کا کوئی مکان پکھراج کا کوئی مکان نیلم کا بن گیا جب سب مکان بن کے تیار ہو چکے جلالے
آئینہ ساز نے قرنا کو گاڑ دیا اور امیر سے عرض کی کہ بیٹھیے اب اسکو مین بند کیے دیتا ہون کہ جبتک یہ قلعہ رہیگا
اُسوقت تک مراۃ القلعہ رہے گا یہ سنکر امیر نے کہا بہتر ہی اب جلالے آئینہ ساز نے اُس حوض کو بند کر دیا
اور امیر سے کہا کہ ای شہریار اب ابرلیسمان جادو کے پاس چلیے یہان کی سُنیے جسوقت یہ عالم قلعہ کا عمرو عیار
نے دیکھا کہا کہ مقرر وہ شہریار عالی مقدار کامیاب ہوا اور اُنہی کے یمن قدم کی بدولت یہ نقشا مراۃ القلعہ کا ہی اور وہان
جلالے آئینہ ساز جادو امیر کو لیکر پاس ابرلیسمان جادو کے چلا ہی کہ جو ابرون کا مالک ہی چار دن ابر کوچک
اور بزرگ بسبب اُسکے ہوتے ہین یکایک دور سے ایک قلعہ کوہ پر نظر آیا جسوقت نزدیک اُس کوہ کے آئے اور امیر
نے اُس بیابان کو دیکھا بہت خوش ہوے لیکن جلالے آئینہ ساز جادو اُس قلعہ کوہ پر چڑھا امیر نے دیکھا کہ اس
سمت کو ایک ابر ہی رنگت اُسکی اودی ہی اور ہوا سرد چل رہی ہی کہ اُس ہوا کی خنکی سے آنکھ بند ہوئی جاتی ہی
کہین بارش ہو رہی ہی اور اُس قلعہ کوہ پر ایک بنگلہ ہی جسکا کلس مانند مہر کے چمکتا ہی اور آگے اُسکے ایک نگیرہ
استادہ ہی ستون اُسکے الماس کے ہین نیچے اُس نگیرہ کے ایک مسند بہت تکلف سے لگی ہوئی ہی جھالر اُسکی مغرق
کی ہی جا بجا جواہر بیش بہا جڑے ہوے ہین اور امیر ابرلیسمان جادو بیٹھا ہوا کچھ اپنے کام مین مشغول ہی لیکن دیکھا
اُسنے جلالے آئینہ ساز جادو کو کہ ایک شخص کو اپنے ساتھ لیے ہوے چلا آتا ہی کہا کہ ای برادر یہ کون ہی اُسنے
کہا تو اُنکو نہین جانتا ہی جو یہ کہتا ہی اُسنے جواب دیا کہ مین کیا جانون کہ یہ کون ہی اُسوقت جلالے آئینہ ساز جادو
نے کہا کہ یہ شخص طلسم کشا ہی اسی نے سارے طلسم حکیم اشراق کو درہم برہم کر دیا اور اب یہان واسطے
بربادی طلسم مراۃ القلعہ کے آیا ہی مین نے اسپر بہت کچھ سحر کیا مگر میرے سحر نے کچھ اسپر تاثیر نہ کی اُسوقت
مجھے یقین ہوا کہ اسپر کوئی غالب نہین آسکتا بس مین نے دین اسلام اختیار کیا ہی جسوقت ابرلیسمان جادو
نے یہ سنا کہا کہ مجھے کچھ خوف شہنشاہ جادو کا نہین ہی اُسنے جواب دیا کہ یہ وہ شخص ہی کہ اسنے مظلم کو اور
ظلمانہ کو اور تیرہ بخت اور شیران جادو کو مارا اور دونون طلسم آفتاب و مہتاب کے توڑ چکا ہی اور امیر نے
کہا کہ او ابرلیسمان اگر تجھے کچھ گھمنڈ اپنے سحر کا ہی تو بھی اپنا حوصلہ نکال لے جب مین تجھپر احسان کرونگا اور تجھکو
چھوڑ دونگا اُسوقت اسلام اختیار کرنا یہ سنکر ابرلیسمان جادو نے جانا کہ واقعی یہ حمزہ صاحبقران
ہین اور یہ وہ شجاع و بہادر ہی کہ اس سے کوئی عہدہ برآ نہو گا غرض یہ اپنے دل مین خیال کرکے دوڑکر امیر کے
قدمون پر گر پڑا اور بصدق دل مسلمان ہوا اور عرض کی کہ ای شہریار اسوقت مسلمان ہونے کا کیا فائدہ ہی مگر
غلام نے تو حلقہ غلامی اپنے کان مین ڈالا ہی جسوقت ابرلیسمان جادو مسلمان ہو چکا امیر کو نہایت خوشی
ہوئی اور کہا کہ اب تم مجھے نہار عشرت جادو کے پاس پہونچاؤ ان دونون نے عرض کیا ہم حاضر ہین اور یہ
دونون امیر کو لیکر چلے پس تھوڑی دور جاتے تھے کہ ایکبار دیکھتے کیا ہین کہ جہان تک نظر کام کرتی ہی وہان

تک ایک چمن بچھا ہوا نظر آتا ہی اور اُس چمن مین انواع اقسام کے درخت سونے اور چاندی کے ہین یہ دیکھکر
امیر بہت خوش ہوے اور وہ اشجار بہت پسند آئے پوچھا کہ نہال عشرت خیز جادو کہان رہتا ہی اُنھون نے ہاتھ
باندھکر عرض کیا کہ ای شہریار اُسکا کہین ٹھکانا نہین ہی اور اُسکا یہ نقشا ہو رہا ہی کہ مثل مجنونون کے ہو رہا ابھی یہی
باتین ہو رہی ہین کہ ایکبار دیکھا امیر نے کہ سامنے چار ستون کھڑے ہین اور اُنپر ایک تھانہ بندھا ہوا ہی اور بطور
گہوارے کے جس طرح سے کوئی گشت کی چوکی دیتا ہی اور وہ تمام ستون اور تھانہ تماشی سے منڈھے ہوے ہین اور ایک
تکیہ کھنچا ہوا ہی اُسکے نیچے ایک شخص بیخبر بیٹھا ہی اور اُسے کچھ خبر نہین ہی کہ کون آتا ہی اور کون جاتا ہی یہ دیکھکر امیر سے
کہا کہ ای شہریار نہال عشرت خیز جادو یہی ہی یہ سُنکر امیر نے قدم بڑھایا اور اُسکے پاس جاکر آپ پکارے کہ ای
نہال عشرت خیز جادو کیا کرتا ہی امیر پکارے ہین مگر اُسکو کچھ خبر نہین ہی کہ کون پکارتا ہی کہ ایکبار جلاے آئینہ ساز
جادو نے اور اُدھر ابریسمان نے پکارا کہ اے طلسم کشا تشریف فرما ہوے ہین جسوقت اُسنے یہ سُنا سارا نشہ
اُتر گیا آنکھین کھولکر کہا کہ عجب کیا ہی جو آیا ہو ایک مدت مدید سے مین بھی طلسم کے امور سے واقف ہون اور مین نے
ان سب درختون کو اس ہوس سے پیوند کر رکھا ہی کہ کبھی کوئی نہین رکھ سکتا اور یہ کہکر چپ ہو رہا امیر نے کہا کہ ارے تو
اپنا حال تو کہہ نہال عشرت خیز جادو نے کہا مین کیا اپنا حال کہون کسی سے شعر کسی سے کیا بیان کیجے اس اپنے
حال ابتر کو + دل اسکے ہاتھ دے بیٹھے جسے جانا نہ پہچانا + اور کہا کہ ای طلسم کشا مجھ مین طاقت نہین کہ کہون شعر کیا
کہین کچھ کہا نہین جاتا + اور چپ بھی رہا نہین جاتا + امیر نے فرمایا کہ ای نہال عشرت جادو بے کھٹکے جو کام تیرا ہوگا
آنکھون سے کرونگا تو بیان کر جسوقت اُسنے یہ عنایت دیکھی کہا کہ ای طلسم کشا کیا کہون ایک روز نیرنگ جادو کی بیٹی
گلزار ہی مین کچھ آواز سُنکر دوڑ کر لپٹ گیا بس اُسی روز سے دل میرا اُسپر فریفتہ ہی اور اگر اُسکے آگے بھی میرا نام
کوئی لیتا ہی تو وہ خوش ہوتی ہی یہ سُنکر امیر نے اُسکو دلاسا دیا کہا کہ تم ہمارے ساتھ چلو تمھین ہم لے چلینگے
جسوقت نہال عشرت جادو نے امیر سے سُنا نہایت خندان ہوا اور کہا کہ بس یہی جی چاہتا ہی کہ اُسے دیکھا کرون
اور جو کچھ حسرتین غلام کے جی مین ہین اُنھین کیا بیان کرے اور امیر کے ساتھ ہو لیا امیر چلے اس وقت
جلاے آئینہ ساز جادو نے اور ابریسمان جادو نے امیر سے کہا کہ ای شہریار ہمارا مقدور نہین ہی جو ہم وہان
جائین کسواسطے وہ ایک حرامزادی ہی جسکا نام نیرنگ جادو ہی یہ سُنکر امیر نے کہا ہم تو کہتے ہین کہ ہم شاہ جادوان
سے لڑینگے تمھارے عوض تم ہمین وہ رستا دکھلا دو اور بتلا دو اور کچھ تمھارا کام نہین ہی یہ سُنکر دونون نے
عرض کیا کہ ای شہریار ہمین کسی سے کام نہین ہی اور اسواسطے ہم نے آپکی غلامی اختیار کی ہی اور امیر کو لیکر
دونون چلے غرض راہ کو طی کرکے اس بیابان مین پہونچے جہان نیرنگ جادو کا مکان ہی اور اب کوئی چار
گھڑی دن باقی ہی کہ ایکبار دور سے ایک باغ دلکشا دکھائی دیا اُس باغ کی دیوارین یاقوت نگار ہین اور
تین طرف کو اُس باغ کے دریا ہی اور اُنھین سے پیوند چار چھلکتا ہی ایک طرف کو راہ ہی دور تک سبزہ کا
تختہ چلا گیا ہی امیر کو وہ باغ نہایت پسند آیا اور اندر گئے دیکھا کہ عجب سنگ ہی کسی گل نے کسی کے واسطے
گریبان چاک کیا غنچون نے خموشی اختیار کی ہی نرگس ایک طرف کو دیدۂ حیرت سے دیکھ رہی ہی سرو کو سکتا ہی
بلبلین نوحہ خوان ہین اور کہین راستہ نہین ہی لیکن عجیب عجیب طرح کے درخت ہین کہ دنیا مین ایسے
درخت نہین ہین نہ ایسے جانور ہین مکانون کو دیکھتے چلے جاتے ہین کوئی آدمی نہین ہی بارہ دری سامنے
دریا کے کنارے ہی کہ اُسمین پردے پڑے ہین اور ایک پردہ آدھا بندھا ہوا ہی چلمنین چھوٹی ہوئی

ہیں امیر اُنکی طرف چلے اب یہ تینوں امیر کے ساتھ ہیں نہال عشرت خیز جادو کی عجب حالت ہے کہ ڈرتا ہوا جاتا ہے جس
جسوقت امیر اُس مکان کے برابر پہونچے اور دیکھا کہ ایک چبوترہ ہے بلور کا نہایت خوشنما ہے امیر نے ان تینوں کو چبوترے کے
نیچے چھوڑا اور آپ اوپر گئے پس جسوقت کہ تکتا ہوا اندر سے آواز نہایت زخمی کی آئی کہ پردہ اٹھا دیکھا یکبار ایک خواص
آئی اور اُسنے پردہ باندھ دیا امیر اندر گئے کہ یکبار نیرنگ جادو کی نگاہ امیر پر پڑی کہا کہ اے طلسم کشا کدھر آئے تھے امیر
نے کہا تمھارے پاس آئے ہیں یکایک ان تینوں آدمیوں پر نگاہ نیرنگ جادو کی پڑی کہا کہ اے تم کیوں آئے ہو
اور یہ تیسرا حرامزادہ کیوں آیا ہے امیر نے کہا میں انہیں لایا ہوں یہ سنکر نیرنگ جادو نے خفا ہو کر کہا کہ ایک تو آپ
آئے ہیں اور دوسرے آپ اس حرامزادے کو لائے ہیں اور کہا ہے کوئی ہے اسکو باہر نکال دو یہ سنکر امیر نے کہا اسکے
عوض مجکو نکال دے اب نیرنگ جادو نے سر جھکا کر کہا کہ مجھے آپ کی خاطر منظور ہے اسلیے کہ آپ ہمارے مہمان ہیں اگر
نہیں تو معلوم کر دیتی اور ان تینوں سے کہا اے تمہیں بھی کچھ خوف شاہ جادوان کا نہ آیا جو تم طلسم کشا کے شریک ہوتے
امیر نے کہا کہ ہم آپکے تابعدار ہیں لیکن قابو میں اور شخص کے ہیں جسوقت وہ آپ سے عہد ہوتا نہ ہوگا اسوقت
اطاعت تمھاری اختیار کرینگے اور اب آپ ہمارے مہمان ہیں آج کی دعوت قبول ہو نان خشک یہیں نوشہ دل
فرمائیے امیر نے منظور کیا جسوقت نیرنگ جادو نے اپنی خواصوں کو بلوایا جب وہ آئیں تو امیر نے دیکھا کہ جوانی
کا عالم ہے چودہ چودہ پندرہ پندرہ برس کا سن وسال اور نہایت حسین صاحب جمال در در گوش مرصع پوش سلام
کرکے کھڑی ہو رہیں ایک بڑی جام اور صراحی لے کر اٹھی اور ساقی گری کرنے لگی جسوقت جام امیر کے آگے آیا
امیر نے جام اسکے ہاتھ سے لے کر عشرت خیز جادو کو دیا اُسنے آداب بجا لاکے اپنے ہاتھ میں وہ جام لے لیا دوسرا
جام امیر نے پیا جسوقت دورہ جام کا ختم ہو چکا امیر نے نیرنگ جادو کو سمجھانا شروع کیا کہ اے نیرنگ جادو
نہال عشرت خیز جادو بیچارہ احمق ہے اور اگر احمق نہ ہوتا تو جانے دیتے سرتابی نہ کرتا یہ سنکر اُسنے کہا کہ اے طلسم کشا
اُسنے مجھے خوب ستایا ہے اور بہت رسوا کیا یہاں تک کہ جہان میں گھر سے باہر نکلی اور شاہ جادو پاس گئی لوگ
کہتے ہیں کہ نہال عشرت خیز جادو سے تمہے علاقہ ہے امیر نے کہا کہ اے نیرنگ جادو وہ کیا بدنام کریگا وہ تو خود
آپ میں نہیں ہے اور اسکا تو یہ عالم ہے کہ حواس میں نہیں ہے یہ تیرا خیال کدھر ہے اور وہ کہتا ہے کہ ملکہ نیرنگ جادو
میرے واسطے جو فرمائیں راضی ہوں نیرنگ جادو نے کہا یہ تو مجھے قبول نہیں ہے یہ سنکر امیر برہم ہوئے اور کہا کہ او
نیرنگ جادو جو مجھسے ہو سکے وہ تو کریگا بعد اسکے میں بھی سمجھ لونگا اور مجکو نہال عشرت خیز جادو کی خاطر ہے جو
میں تجھے کچھ نہیں کہتا ہوں نہیں ابھی میں تجکو مار ڈالتا یہ سنکر نیرنگ جادو نے کہا آپ نہال عشرت جادو کے
سبب سے مجھے نہ چھوڑیے اور جو آپ سے ہو سکے وہ کیجیے یہ کہکر اپنے شیشے سحر کرنا شروع کیا اُس دست
جلا سے آئینہ ساز جادو نے کہا کہ اے شہریار جلد باہر نکلیے امیر یہ سنتے ہی باہر چمن کے جا کھڑے ہوئے کہ یکبار
وہ مکان مانند چرخ کے لگا گھومنے اب جا کہ لوح کو دیکھیں منظر نہ قائم رہ سکی اب امیر نے ان تینوں کی طرف
دیکھا انھوں نے عرض کیا کہ اے شہریار ہم سے کچھ نہیں ہو سکتا ہمارا مقدور نہیں ہے جو اسکا کچھ کر سکیں ایک بار
نیرنگ جادو نے اپنا ہاتھ روکا جسکی حرکت سے مکان گھوم رہا تھا اب تمام مکان ٹھہرا ہے لیکن زمین متزلزل ہے
کہ پاؤں اکھڑے جاتے ہیں کہ یکبار امیر کو اسم اعظم یاد آیا جلدی سے پڑھ کر دم کیا وہ ظلمہ برطرف ہوا اور
سحر باطل ہو گیا نیرنگ جادو کو غش آگیا یہ حال نیرنگ جادو کا دیکھا نہال عشرت جادو نے دوڑ کر
پانی کے چھینٹے اسکے منہ پر دیے کہ پانی سے تمام دوپٹہ بھیگ کر بدن سے لپٹ گیا یکایک اسکو ہوش آگیا

اپنی عجب حالت دیکھی اور نہال عشرت خیز جادو کو خدمت کرتے پایا سخت گرمی اور نہال عشرت جادو کے
ایک طمانچہ مارا اُسنے کہا کہ مین نے کیا قصور کیا ہی جو مجھپر غصہ اُتارتی ہو ارے بیدرد کمین تو ہم کہا یا کہ پھر تیز رنگ
نے پھر سحر کیا کہ زمین شق ہو گئی اور سب سما گئے امیر بھی چھاتی تک دھنس گئے اُسوقت امیر نے کہا کہ تو اپنی بدذاتی
سے نہین چوکتی اسم اعظم پڑھکر دم کیا کہ زمین نے چھوڑ دیا اور یہ تینون بھی اوپر آئے اور امیر نے جلائے آئینہ ساز
جادو اور ابریسمان جادو سے کہا کہ پکڑ لاؤ اسے خوش ہو کے امیر کے دونون چلے اُسنے دیکھا کہ تینون مجھے پکڑنے
آتے ہین پکاری کہ تم حمایتی بنکے آتے ہو اب مین تم سے بھی سمجھ لونگی یہ کہکر اس طرح سے اُڑی کہ جیسے شبنم
اُڑ جاتی ہی اور نظر نہین آتی امیر نے ان تینون جادوگرون کو کہا کہ جانے نہ پائے ولیکن کسی نے اسکا پتہ نہ پایا قضاے کار
اُس طرف سے مہرنوش ممتاز چلے آتے تھے کہ ایکبار اُنکی نگاہ اُس جادوگرنی پر پڑی دیکھا کہ یہ بدحواس جاتی ہی
دل مین اپنے کہا مبادا ایسا ہو کہ یہ امیر کے ہاتھ سے بھاگی ہوئی ہو بس یہ خیال کر کے ایک اسم پڑھکر پھونکا کہ دیوار
آہنی اُسکے سامنے حائل ہو گئی اب یہ جدھر جاتی ہی راہ نہین ملتی ہی بس ناچار ہوکر امیر پاس چلی آئی اور کہا کہ
اے طلسم کشا مین نے جانا کہ دین تیرا برحق ہی اور اب مین بھی کنیز ہون جو چاہیے میرے حق مین کیجیے لیکن مین اس سے راضی
نہین ہون امیر سے یہ کہ رہی ہی کہ ایکبار نگاہ امیر کی آسمان پر پڑی دیکھا کہ ایک تخت چلا آتا ہی اور ایک شخص تخت
پر بیٹھا ہوا ہی اور اُدھر مہرنوش ممتاز کی نگاہ امیر پر پڑی اُدھر امیر نے پہچانا اُٹھ کھڑے ہوئے تعظیم بجالائے اور کہا
کہ آپ کہان تشریف لائے مہرنوش ممتاز نے کہا یہان جو آپ کو آئے ہوے دیر ہوئی ہی مرآۃ القلعہ مین ایک
کہرام ہی ملکہ شعشعہ کی عجیب حالت ہی مین اُسکی خاطر سے آپ کے پاس خبر کو آیا ہون مین نے راہ مین دیکھا کہ
یہ تیز رنگ جادو بھاگی جاتی تھی مین نے ایک اسم پڑھکر پھونکا اور اُس اسم کی برکت سے اُسنے راہ جانے کی نہ
پائی یہ سُنکر امیر نے کہا کہ یہ کیسے آپ اسکو پکڑ لائے ہین اور تیز رنگ جادو سے کہا کہ اے تیز رنگ جادو بہتر یہ ہی
کہ تو نہال عشرت کو قبول کر اور مہرنوش نے بھی سمجھایا تیز رنگ جادو نے نہ مانا اور کہا تم مقدسون نے یہ خوب
اختیار کیا ہی کہ ہر ایک کی خاطر سے رنڈیان ملاتے ہو یہ سُنکر امیر کا رنگ زرد ہو گیا مگر مہرنوش نے تیز رنگ جادو
سے کہا کہ عورت کی شادی مرد سے ہوتی ہی اور مرد کی عورت کے ساتھ ہم نے کام نیک پر کمر باندھی ہی ہم کچھ
بیجا نہین کرتے ہین یہ سُنکر تیز رنگ جادو نے امیر سے اور مہرنوش سے کہا کہ اگر یہ امر نیک ہی تو مین کہتی ہون اب تم
مجھے جسکے چاہو حوالے کر دو یہ سُنکر امیر نے کہا ہماری خوشی یہی ہی کہ تم اپنی شادی نہال عشرت خیز جادو سے کرو
اسنے کہا مجھے قبول ہی امیر نے کہا ان طائرون کو اسی طرح رکھنا کہ جس طرح سے یہ ہمیشہ سے ہین یہ سُنکر اُسنے
وہ جو درخت بنا گئے تھے اور اُسپر جانور موم کے جھلائے تھے سب کشتیان اُٹھا لائی اور امیر سے کہا کہ اے شہریار
مین ان سب کو زمین پر لگاتی ہون اور یہ سب تاقیامت یونہین کام دینگے امیر نے کہا مین یہی چاہتا ہون
پس اُسنے کچھ اسم سحر پڑھکے زمین پر دم کیا کہ ایکبار زمین شق ہو گئی اُسنے ان جانورون کو جو درختون پر
موم کے بنا کر جھلائے تھے زمین مین گاڑ دیا اور امیر سے کہا کہ اے شہریار اب یہ مرآۃ القلعہ بدستور یونہین
رہیگا امیر نے فرمایا اب کس طرح مرآۃ القلعہ مین پہونچین تیز رنگ جادو نے کہا کہ آپ سب صاحب ایک
جا کھڑے ہون امیر اور سب ایک مقام پر کھڑے ہوئے اُسنے کچھ سحر پڑھکر زمین پر ہاتھ مارا کہ زمین کا طبقہ سارا
اُکھڑا پس امیر اور ہمراہیان امیر طبقہ پر زمین کے اُڑکر مرآۃ القلعہ مین پہونچے دم بھر نہ گذرا تھا کہ وہ روز روشن
شب ماہ ہو گیا اور تاریکی سب آنے لگین امیر نے یہ حال دیکھکر پوچھا جلائے آئینہ ساز جادو وغیرہ سے

کہ جاکر خبر لاؤ تو کہ یہ کون آتا ہی کہ یکبار یہ چارون دوڑے اور جاکر دیکھا کہ چارون طرف ایک دیوار کھڑی ہی اور اوس دیوار
مین کھڑکیان لگی ہوئی ہین انہین ایک ایک پری زاد بیٹھی ہی اور ہر ایک کے ماتھے پر ٹیکا سیندور کا دیا ہوا ہی چٹیین
سر پر بندھی ہوئی ہین یکبارہ یہ چارون برابر کھڑکیون کے گئے اور پوچھا کہ تم کیون آئی ہو اور تم کون ہو مگر یہ سب
ان چارون کے جان بچاکر نکلے پس یہ سنکر ان سب نے کہا کہ ہمین شاہ جادوان نے بھیجا ہی اور کہا ہی کہ تم جاکر
مرآۃ القلعہ کو گھیر لو کہ یہ طلسم کشا جانے نہ پاوے تو ہم اس ارادے سے آئے ہین اور پیچھے ہمارے شاہ جادوان
بھی آتا ہی پس یہ چارون پھرے کر امیر کے پاس آئے اور خبر دی کہ ای طلسم کشا یہ سب شاہ جادوان کی فوج سے
آئے ہین اور بعد کو شاہ جادوان بھی آتا ہی جسوقت امیر نے یہ سنا ظریف ہو گئے غرض کہ تمام رات گذری اور
دن ہوا امیر نے دیکھا کہ ایک دیوار بشنہ کی گرد مرآۃ القلعہ کے ہی اور کچھ معلوم نہین ہوتا ہی اوسوقت امیر بارادۂ جنگ
باہر نکلے پس عمرو بن حمزہ کے گلے مین نقدہ ہیکل ہی اور امیر کے گلے مین لوح طلسم ہی اور سارا لشکر امیر کا امیر کے
ساتھ ہی اور ملکہ آسمان پری اور قریشیہ سلطان اور رضیہ سلطان اور شعشعہ جہان افروز اور ملکہ بازغہ
مہر افزا اور صندل پری اور خورشید جہان اور خورشید لقا اور حور لقا زہرہ لقا سلطان ازرق اور
ضیا جمل پری سلطان سرخپوش سبزپوش حبشی اور قمسیہ پری اور شاہ بانی سلیمان بجائی حور جہان کا اور
حکیم قسطاس روشن ضمیر اور مہرنوش ممتاز اور زعفران زاہد اور چارون پیچھے اسکے اور درویش غفر اور
خواجہ عمرو بن امیہ ضمری یہ سب ساتھ ہین امیر لے اپنے لشکر کی صف آرائی کی کہ یکبار آواز کوس حربی کی
بلند ہوئی لیکن کوئی معلوم نہین ہوتا تھا کہ یکبار امیر بعد ان مین نکلے اور آواز دی کہ ای شاہ جادو نکل میدان
مین یا بھیج کسی کو اوسوقت آواز دی کہ ہم کسواسطے آوین اور ہمین کیا غرض ہی کیونکہ ہم نے وہ تدبیر کی ہی کہ تمام عمر
رہائی ہوگی اور قید مین مر جاؤ گے یہ سنکر امیر اسم اعظم باندھ کے بیٹھ گئے اور اسم اعظم پڑھنے لگے اور ان دیوارون
پر دم کرنے لگے پس جسوقت موافق تعداد پڑھ چکے سب دیوارین غرق دریا ہو گئین کہ نام و نشان تک باقی نہ رہا
اب جو امیر نے دیکھا تو سامنے خیمے کھڑے ہوئے ہین اور لشکر مین ساحرون کے ہل چل مچی ہوئی ہی اور ہر ایک
ساحر اپنے اپنے مرکب پر سوار ادھر چلا آتا ہی لیکن آج وہ گھوڑے طلسمی جو امیر کے واسطے آیا کرتے تھے نہین آئے
اور دیکھا امیر نے کہ ایک جادوگر ہی اوسی اسپ طلسمی پر سوار مع فوج اور پیچھے اسکے شاہ جادوان تخت پر سوار
اور چار اژدہے تخت اٹھائے ہوئے آتا ہی غرض میدان مین پہونچ کر صف باندھ کھڑا ہوا اور اوس ساحر کا نام
آشوب جادو ہی پس یہ بھی میدان مین آیا اور شاہ جادو سے کہا کہ اگر اجازت ہو تو مین اکیلا جا کے ان سب کا
کام تمام کرون شاہ جادو نے جام شراب عنایت کیا اوس نے جام شراب لیا اور مرکب اپنا اڑا کر سامنے امیر کے
آیا اور کہا کہ ای طلسم کشا تو نے غضب کیا کہ شاہ جادوان کا سامنا کیا اب کیا یہان سے تو جیتا جائے گا یا جو جو
بہادری کا رکھتا ہو امیر نے کہا پہلے تو اپنی بہادری دکھا جب مجکو تیرے ہاتھ سے خدا بچائے گا تو مین بھی ایسا
وار کرونگا یہ سنکر آشوب ہنسا اور کہنے لگا تم کب وار کروگے اور تم کو خدا کیونکر بچائے گا ہوشیار ہو کہ
اب مین سحر کرتا ہون یہ کہکر آشوب جادو نے سحر کرنا شروع کیا کہ یکبار ساری زمین ہلنے لگی اور زلزلہ پڑگیا اور
تمام لشکر امیر کا جھومنے لگا اور ایک ایک اژدہا بطور ہوا کے ہر ایک کو اپنے اوپر سوار کرکے لے اڑا اور آسمان کو روانہ
ہوا انہین ہزارون دیوون اور پری زادون کو اڑا لے گئے ایک تو وہ دیو کہ جنکے قد ہزار ہزار گز کے اور دوسرے
یہ وہ اژدہے ہزار ہزار گز کے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا سامنے سے پہاڑ اڑتے جاتے ہین کہ یکبار ایک شور و غل

ہوا اور ملکہ آسمان پری کے تخت کے پیچھے بھی چار اژدر آتش فشان آ گئے اسوقت مہرنوش ممتاز نے جو
دیکھا ایک نقش لکھ کے آسمان کی طرف اُڑا دیا پھر وہ اُس نقش اُڑانے کے صدمہ نہ کرسکا وہ سب اژدر ملکہ کے تخت
کے قریب تھے دفعۃً موم کے ہو گئے اور وہ سب دیو اور پری زاد اور جن امیر کے لشکر کے خود بخود چھوٹ گئے دوسری
بار مہرنوش ممتاز نے تھوڑے سے بال اپنے توڑ کر کچھ پڑھ کے اشعث کی طرف پھینکے وہ رسن جانب اشعث
گئی اور مشکیں باندھ کر سامنے مہرنوش ممتاز کے حاضر کیا جب یہ سحر کہ شاہ جادوان نے دیکھا کہ اشعث
کو مہرنوش نے گرفتار کر کے پکڑوا منگوایا پس شاہ جادوان برہم ہوا اور یہ کہا کہ اے مہرنوش معلوم ہوا کہ
تو بھی انکا شریک ہے اور تو نے یہ سب فساد کیا ہے اب پہلے تیرا علاج کر دونگا بعد اُسکے طلسم کشا سے سمجھونگا یہ کہکر
ایک سحر کی بجلی اسمیں ناگوری بیچ چھپے تھے اور امیر چند دانہ ماش کے کچھ اسم سحر کا پڑھ کے مارے کہ وہ بجلی
امیر کی طرف چلی شاہ جادوان پکارا کہ اے حمزہ خبردار ہو یا تو یہ بجلی سامری کے وقت میں نکلی تھی یا آج
نکلی ہے اور امیر کے لشکر میں آکر مہرنوش ممتاز کو اور ظفران زاہد کو اور اُنکے چاروں بیٹوں کو اور درویش
مدکر کو اپنے اوپر لاد کے لے چلی اور اُسنے جسکو اپنی پیٹھ پر لاد لیا پھر وہ اپنی جگہ سے جنبش نہ کرسکا پہلے یہ بجلی
شاہ جادوان کے پاس آئی اور اُن سب کو اپنے اوپر سے اتار کر شاہ جادوان کے سامنے حاضر کیا شاہ
جادوان نے انکو دیکھکر کہا کہ اسی طرح سے تم سب کو مارونگا کہ بیابان دریا اور طوفان صحرا تمہارے حال پر
گریہ و بکا کریں اور تجھے درد منتے یہ کلام نازجام سنکر امیر کو تاب نہ رہی کیونکہ یہ تو بڑے بہادر ہیں یہ کب ایسی
بات سُن سکتے ہیں چہرہ تمام سُرخ ہو گیا تمام بدن میں رعشہ پڑ گیا غصہ سے کہا کہ اے شاہ جادوان تو مجھکو کیا
دھمکاتا ہے میں وہ طلسم کشا ہوں کہ تمام ساحروں کو قتل کر چکا ہوں اور بہتوں کو گرفتار کرکے مہرنوش کے
حوالے کیا کہ اُسنے انکو مقید بقید شدید کیا تو مجھکو کیا مارے گا یہ کہکر دوڑے اور امیر کے ہمراہ عمرو بن حمزہ چلا
دونوں مثل شیر غضبناک لشکر میں اُن ساحروں کے در آئے یہ تمام ساحر سحر کرنے لگے اور جو ساحر کہ امیر پر سحر کرتا ہے
وہ سحر پلٹ کر اُن سب کو مارتا ہے اور اگر کوئی ناریل سحر کر کے امیر پر مارتا ہے تو وہ پھر کر بطور گولے کے اسکو مارتا ہے
اور ایک آواز اسمیں سے پیدا ہوتی ہے اور پچاس پچاس آدمی اُڑ جاتے ہیں امیر کے گلے میں ہیکل طلسمی ہے
کہ اسکا عکس عمرو بن حمزہ پر پڑتا ہے اس باعث سے سحر اثر نہیں کرتا ہے اس عرصہ میں صدہا ساحر غارت
اور برباد ہو گئے جب دیکھا شاہ جادوان نے کہ جادو ہمارا اثر نہیں کرتا ہے اسوقت پکارا کہ اے ساحران
اب کوئی انپر سحر نہ کرو کیونکہ انپر کوئی سحر نہیں اثر کرے گا اس سے بہتر یہ ہے کہ تم سب مل کر ان دونوں کو پکڑ لو
یہ دو آدمی ہیں تم اسقدر ہو بے شمار کچھ نہیں کر سکتے یہ سنکر سب ساحر چاروں طرف سے امیر پر اور عمرو بن حمزہ
پر ٹوٹ پڑے یہ دونوں شمشیر کرنے لگے اب کوئی ان دونوں کے برابر نہیں آتا ہے اور جو آتا ہے وہ تہ تیغ ہوتا ہے
مگر یہ سب ساحر پرا باندھے ہوئے چلے آتے ہیں اور دوڑے امیر پر وار کرتے ہیں امیر نے جو دیکھا کہ یہ ساحر
اب قریب نہیں آتے ہیں اور دوڑے آتے ہیں اُن ساحروں پر جھپٹے اور ساتھ ہی امیر کے عمرو بن حمزہ بھی
دوڑے اور قریب اُن ساحروں کے شمشیر زنی کرنے لگے یہ دیکھکر اُن ساحروں نے کہا کہ امیر بیشک تم بہادر
ہو اور عمرو بن حمزہ بہادر ہے اسوقت امیر نے کہا کہ تم اس بات کو اختیار کرو کہ ہمارے لشکر سے میں نہ
ٹھہر دونگا اور تم سب کو تہ تیغ نہ کرونگا یہ سنتے چاروں طرف سے پھر امیر پر سحر کرنے لگے امیر نے جو دیکھا کہ سحر
ہر طرف سے ہو رہا ہے امیر نے اسم اعظم پڑھ کر دم کیا وہ زمین پر پلٹ پڑے جب شاہ جادوان نے

یہ دیکھ کہا کہ وہ ساحر جسنے تمکو منع کیا تھا کہ سجدہ کرو مگر تم نے نہ مانا اب یہ قرون امیر سحر نہیں اتریگا تم اب امیر پر لوٹ پڑو
یہ سنکر پھر امیر پر لوٹ پڑے امیر نے اسی طرح سے پھر قتل کرنا شروع کیا غرض اب کہاں تک بیان کروں کہ اسی طرح تین شبانہ
روز دونوں کو وقت گذر گیا اور لاکھوں جادوگر مارڈالے اب یہ عالم ہے کہ ان دونوں کے ہاتھ میں قبضے جم گئے ہیں اور انگشتوں
کے پنجے بند ہو گئے ہیں اسوقت عمرو بن حمزہ نے امیر سے کہا کہ ای پدر بزرگوار آپ کہاں تک ان ساحروں سے لڑیے گا اس
سے بہتر ہے کہ چل کر شاہ جادوان کو ماریے سب کام درست ہو جائیگا اور یہ لڑائی فتح ہو جائے گی پس یہ رائے
پسند خاطر ہوئی اور دونوں تلواریں مارتے ہوئے چلے ہیں کہ عمرو گلیم تاریکی سامنے امیر کے آیا اور کہا یا امیر میں آپہنچا
یہ کہکر گلیم اوڑھ لی اور شاہ جادوان کی طرف چلا کسی نے انکو دیکھا کسی نے دیکھا بھی نہیں اور جاتے ہی ساتوں
حلقے کمند کے شاہ جادوان کی گردن میں مارے اور کھینچے اسوقت امیر اور عمرو بن حمزہ نے اپنے کو عمرو تک پہونچایا
اور کہا خواجہ تم خاطر جمع رکھو ہم بھی آئے اور عمرو نے کہا کہ اگر کسی جادوگر نے تجھ سے کیا یا حرکت کیا میں شاہ جادوان کو
مار ڈالونگا یہ سنکر سب ساحر جانے کسی کی یہ طاقت نہ تھی جو عمرو اور امیر اور عمرو بن حمزہ کا سامنا کرے اور شاہ جادوان کا
نام ہے ہمشاد جادو اسنے عمرو کو سلام کیا اور ہاتھ جوڑ کے کہا میں مسلمان ہوتا ہوں یہ سنکر عمرو نے کہا حمزہ کہیں ایسا
نہو کہ یہ بدذاتی کرے اور بظاہر مسلمان ہو جائے امیر نے کہا خواجہ یہ کیا بدذاتی کریگا عمرو نے ہمشاد جادو کے حلقوں
سے سوزن کھینچ لی سوزن کے نکلتے ہی ہمشاد جادو دوڑ کر امیر کے قدموں پر گر پڑا اور مطیع اسلام ہوا اور امیر کے
ہمراہ داخل مراۃ القلعہ ہوا جسوقت کہ امورات طلسم سے فراغت کی سلطان شاہان اور سرکوب گردن کشان شیر
بوستان امیر حمزہ صاحبقران زمان مراۃ القلعہ میں داخل ہوئے اور ہر طرف کو صداے مبارکباد بلند ہوئی دو
روز تو اس خوشی میں گذرے تیسرے دن ملکہ آسمان پری اور ملکہ قریشہ سلطان امیر سے رخصت ہو کر پردہ قاف
کو روانہ ہوئیں بعد اسکے صندل پری خورشید جہان اور بھائی خورشید جہان کا بعد اسکے حکیم قسطاس اور
سلطان سرخپوش اور سبز پوش جنی اور تہمینہ ملکہ رضیہ کی ماں یہ بھی امیر سے رخصت ہو گئیں پھر جب یہ سب
جا چکے اسوقت مہر نوش ممتاز سے امیر نے فرمایا کہ آپ مراۃ القلعہ میں تشریف رکھیں کسو واسطے کہ یہ جاے عبادت
ہے اور رضیہ سلطان اور ملکہ شعشعہ جہان افروز کو اور بازغہ مہر فزا کو اور زکیہ کو اور حور لقا اور زہرہ لقا اور
ماہ لقا کو مہر نوش کے پاس چھوڑا اور ظفر جان جنی کو روشن حصار دیا اور کہا کہ آپ وہاں رہیں جب امیر ان امورات
سے فراغت پا چکے اسوقت امیر نے سب سے رخصت چاہی اور کہا کہ عرصہ بعید ہوا ہے کہ مجھے لشکر کی کچھ خبر نہیں ہے
جب امیر نے یہ اپنی زبان سے فرمایا اسوقت عجب حالت پری زادوں کی ہوئی کہ قابل بیان کے نہیں اور اگر
بیان کی جاوے دفتر دیگر تیار ہو جائے غرض کہ امیر سب کو اسی حالت میں چھوڑ کر طے منازل اور قطع مراحل کرتے
ہوئے آتے تھے ادھر یہ خبر ظفر شاہ کو ہوئی کہ صاحبقران تمام لشکر حکیم اشراق کے درہم برہم کرکے آیا ہے اور لشکر
اسکا زیر کوہ فروکش ہے اور شام کا وقت ہے کہ امیر بھی پاس بدیع الزمان کی اور قاسم کی کرسی کرتے سو گئے
امیر نے ایک خواب دیکھا اور عمرو سے بیان کیا عمرو دیکھ سنکر مدہوش ہوا مگر کہا کچھ مقام تردد نہیں ہے یہ سنکر امیر
نے خواجہ سے کہا کہ میں بعد ایک دو روز کے یہاں سے روانہ ہونگا تم جلدی مجھے لشکر کی خبر لادو کہ کیا حالت
ہو رہی ہے خواجہ عمرو بن امیہ ضمری قنطوس زرنیقی پا اب بے سقرلائی گو میں عیاری حیلہ ساز ناخن دست
بدن پر آراستہ کرکے روانہ ہوا

اب دو کلمے داستان لقا سے بقا بیان کیے جاتے ہیں

کہ جسوقت لقا کو عرضی کنجاب کی پہونچی تھی کہ لشکر امیر کا کوہ صفا مین آگیا ہی اُسوقت اُسنے ازرق تیر خشم زہر آلود جن اژدر چشم اور ملکہ حیات جادو کو روانہ کیا اور کہا کہ جلکے سرداروں کو زندہ پکڑ لاؤ اگر نہین تو اُنکا سر کاٹ کر ہمارے سامنے لاؤ غرض یہ ایک ساحرہ اور دونوں سردار مع نوّے ہزار فوج کے روانہ ہوے بعد قطع منازل اور طے مراحل قریب کوہ صفا کے پہونچے یہ ساحرہ دامن کوہ مین اُتری اور مشغول اپنے سحر مین ہوئی اور دونوں سردار سامنے لشکر اسلام کے فوج کو لیکر اُترے یہ خبر ہرکاروں نے سعد بن قباد و مالی وقار کو پہونچائی شعر بادشاہا بارگاہت از فلک برتر باد + داد و عدالت در سرت آخر مشہور باد + ای فریدون ہمت و رستم دل و خورشید فر + تیغ تو برفرق دشمن نام دشمن باد + لقا کی جانب سے دو سردار نہایت سرکش اور زبردست نوّے ہزار فوج سے آئے ہین اور یقین ہی کہ نامہ خدمت حضور مین بھیجین بادشاہ نے اس خبر کو سنکر فرمایا شعر سر نہ پیچم ز حسن حبیب + ہر چہ آید بر سرِ من یا نصیب + اور خیال مین حمزہ صاحبقران کے نہایت مغموم ہوے اور فرمایا کہ اسوقت تک کوئی خبر امیر کشور گیر کی نہ معلوم ہوئی دیکھیے ملاقات ہوتی بھی ہی یا نہین سرداروں نے عرض کیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ بہت قریب ہی کہ ملاقات ہووے اور امیر طلسم کو فتح کیے آتے ہوں بادشاہ نے فرمایا ہان شعر بجا جو ہجر سے وہ وصل یار دیکھے گا + جو اس خزان سے بچے گا بہار دیکھے گا + غرض کہ یہان لشکر کفار سے ایک نامدار موسوم بہ تحویل زحل پیشانی نامہ لیکر روانہ ہوا جب قریب لشکر ہند کے آیا تو ظلم اور بدعت کرنے لگا یہ خبر لندھور کو پہونچی انھون نے بادشاہ سے آکر عرض کیا بادشاہ نے لندھور کو دلاسا دیا اور کہا دنگل پر بیٹھیے اور یہان سے منددیل اصفہانی کو روانہ کیا کہ سمجھا کے لے آؤ غرض منددیل چالیس ہزار فوج سے قریب تحویل زحل پیشانی کے پہونچا اور کہا کہ ای برادر یہ ان دکانداروں نے تمہارا کیا کیا ہی جو تم اس طور سے پیش آتے ہو تم کو بادشاہ نے یاد کیا ہی اسوقت یہ منددیل کے ساتھ اکڑتا ہوا لاف و گزاف کرتا ہوا قریب بارگاہ کے پہونچا منددیل گھوڑے پر سے اُترا اور تحویل سے کہا کہ تم بھی گھوڑے سے اُترو غرض کہ بمشکل تحویل گھوڑے سے اترا عیارہ مددگار بن کر اُسکے دلیلہ سے نامہ نکال لے گیا اور یہ لعین بجروہی سامنے بادشاہ کے آکر کہنے لگا میں نامہ دار رسم نامہ دار بادشاہ نے ایک دنگل اُسکے واسطے بچھوا رکھا تھا فرمایا کہ پہلوان جہان نیو اُسنے دیکھکر کہا کہ یہ نامہ خداوندی کی جانب سے ہی اسکا استقبال تم سب مع بادشاہ دس قدم کرو ادھر عیارہ نے پہلے ہی نامہ بادشاہ کو دے دیا تھا بادشاہ نے یہ سنکر کہا کہ نامہ نکالو کہ اسکا استقبال کرین اب اُسنے چاہا کہ نامہ نکالون سرجیب جو ہاتھ لے گیا تو نامہ نہ پایا نہایت پریشان ہوا بادشاہ نے تحویل سے کہا کہ نامہ نہ دیا اُسنے کہا خداوند زمرد شاہ باختری نے منگوا لیا ہوگا لندھور نے ہنس کر پوچھا کہ کچھ تمہارا سر بھاری ہوا تھا کہ خداوند خود لینے کو نہین آئے کسی اور کو حکم ہوا کہ وہ میرے سر سے لے اس کلام پر لندھور اور ملک زیادہ ہنسے تحویل نے کہا کہ تم لوگ نہایت بے اتفاق ہو کہ خداوند گویا ہی اپنے بندون سے باتین کرتا ہی لیکن تم لوگ اُسکو سجدہ نہین کرتے ہو اور خداوند آسمانی کو سجدہ کرتے ہو ہم تمہاری عقل پر بڑا تعجب کرتے ہین اسوقت لندھور نے کہا کہ ایک کام کر تو اپنے خداوند لقا کا نام لے کر کہ گویا ہی نامہ مانگ اگر وہ دیدے تو ہم اُسی کو سجدہ کرین اور خداوند آسمانی سے بھی مانگ اگر وہ دیدے تو تو خداوند آسمانی کو سجدہ کر اُسنے کہا بہت اچھا اور آنکھوں کو بند کرکے دنگل سے اُتر کر کہنے لگا کہ ای غریبون کے زرداروں کے خداوند جبل قدرت یعنی یاقوت خاصہ کے باپ واسطے نور عقیدہ یعنی ملکہ گیتی افروز کا نامہ میرے ہاتھ مین دیجیے یہ خدا پرست آپ کا مذہب اختیار کرتے ہین آنکھین تو انکی بند تھین مہتر برق فرنگی نے خود بھی اُسکے سر سے اُتار لیا لندھور نے آواز دی کہ فرشتے خود ہی لیے جاتے ہین اُسنے گھبرا کر آنکھین کھولین اور

کہنے لگا کہ واہ خداوند نامہ بھی لے لیا اور خود بھی لے لیا کہ نخشم ہوگئے واہ ری آپ کی عدالت کہ نئے لوگوں میں
ذلیل کر دیا لندھور اور سب ملک اور بادشاہ دیکھ کے اس کے کہنے پر بہت ہنسے اور یہ کہا کہ اب دعا تو ہمارے خدا سے مانگ
دیکھیے نامہ از خود ملتا ہے یا نہین اب اسنے رب آتش پرستی ہمین مدد کر یعنی الہ الا ہو تعالی خدا اگر تو زبردست
ہے تو میرا خود و نامہ مجکو عنایت کر اسکی تو ہمین خبر نہین مگر نامہ اور خود برق نے اسکے آگے رکھ دیا اور آپ چھپ رہا
اسنے جو آنکھ کھول کر دیکھا تو خود اور نامہ اپنے ہاتھ پر پایا خود کو سر پر رکھا اور نامہ پڑھنے لگا مضمون نامہ یہ تھا کہ اے
خدا پرستان واے زیر دستان خداوند کے غضب سے ڈرو اور ہمارے پاس چلے آؤ ہم تمہارے قصور معاف کر دینگے اور
نہین تو وہ سر جنگ مقبول ہمین بحکم خداوند ہم دینگے کہ اگر زندہ رہوگے تو بہت یاد کروگے اور آپ ہی اسکو
پڑھا اور کہا کہ مین آن سب سے اس معجزہ کا حال بیان کرونگا بادشاہ نے اسے خلعت دیا + اپنی فوج چالیس
ہزار لیکر آگنا روانہ ہوا اور پہنچکر بارگاہ مین سب احوال بیان کیا اور کہا کہ لقا نہایت گمراہ ہے خداوند تعالی
نے نامہ اور خود چھین کر مجھے دیا مین ایسے خداوند لقا پر لعنت کرتا ہون بہمن اژدہا چشم نے ایک تلوار اسکے
اوپر ماری کہ اسنے تلوار خالی دے کر اپنے لوگون سے کہا کہ تم دیکھتے ہو مارو اسکو اور کئی تلوار کھینچے کہ اسی پہر ہم
کی جنگ مین پانچ سو آدمی مارے گئے اور ہزار ہا لقا ہارے گئے غرض بہمن اژدہا چشم کے ہاتھ سے تحویل مارا گیا
یہ خبر لشکر اسلام کو پہونچی بادشاہ ان بے وقوفون کی بیوقوفی پر بہت ہنسے اور دوسری روایت یہ ہے کہ عیار اُٹھا
اُس جنگ سے تحویل کو اُٹھا لے گئی اور سارا حال نامہ کا اور خود کا بیان کیا کہ عیار نے اس طرح سے لیا تھا
اب یہان تحویل لشکر مین آیا اور عذر کیا اور طبل جنگ بجوایا یہ خبر بادشاہ اسلام کو ہوئی حکم ہوا کہ ہمارے یہان
بھی طبل جنگ بجے بحکم بادشاہ اسلام یہان بھی طبل جنگ نوازش مین آیا غرض بجا اس طرف فوج مین طبل
جنگ + اُڑا چہرہ گردون کے چہرے کا رنگ + آواز طبل سے گوش گردون دون کو ہو گئے اور یہان سردار
سامان جنگ مین مصروف تھے دوست دوست سے کہتا تھا کہ دیکھیے صبح کس سے جدائی ہوتی ہے اور کون
جامہ شہادت زیب تن کرتا ہے اور کون تخت پر ہوتا ہے اور کون تابوت مین ہوتا ہے غرض یہان تو تیاری
جنگ مین دونون لشکر مصروف ہے کہ زمانہ شب کا برطرف ہوا اور خانہ شب سے صبح برآمد ہوئی اب
وہ وقت ہوا کہ شعلہ

لگے ہونے نظر دستے نا سعدان
رخ صبح ہائی زردی ہوا
چھپا فوج مین جلوہ گلستان
لباس فلک وجوردی ہوا
ہوون از درج ہوے بہرہ مند
مسیحا نفس تھی نسیم روان
ہوئی بانگ اللہ اکبر بلند
اٹھے دل لے کے اژدر آیات

ہر طرف درخت پر طائران خوش بیان حمد و تسبیح مین زبان سے صنعت پروردگار
بیان کر رہے ہین شعر برگ درختان سبز در نظر ہوشیار + ہر ورقی دفتریست معرفت کردگار + دیگر ہر گیاہے
کہ بر زمین روید + وحدہ لاشریک لہ گوید + غرض کہ خدا پرست نماز صبح سے فراغت حاصل کر سوئے میدان
کارزار روانہ ہوئے لندھور مالک وزرا و علم شاہ دردولت بادشاہ کی طرف روانہ ہوئے دیکھا کہ پردہ دری
کے اوپر کھینچا بادشاہ اسلام تخت سلیمانی پر بتجلی نورانی جلوہ گر تھے کہ چار تبہ شہنشاہی در بر وطبل شاہی
برسراس کر وز سخت باہر آیا علم شاہ لندھور وغیرہ نے مجرا کیا بادشاہ نے سب کا سلام اشارے سے
لیا میدان مین پہونچ میمنہ میسرہ قلب جناح کی صفین آراستہ ہوئین اسوقت فوج حریف بھی سامنے
کھڑی تھی جلد ار برق رفتار بستی اور بلندی کے درستی کرنے لگے سقون نے مانند ابر کرم کے گرد وغبار کو بٹھایا
منتسب نقابت کرنے لگے شعر روی سپر ہی کمانداری کرمانی سب جوان + آج رنگ بیچ نوش کر خوب کرتا

گلستان ٭ جو تلواروں کے گھر جیتے تو سعید کہلائے ٭ جو جنگ میں بھاگتے بچے کا ہے کو کہلائے ٭ شعر ٭ بیاہ لیجا گھر دولہن موت
کو ٭ دو طلاق ہیں زندگی کی سوت کو ٭ ای بہادر ودوا جوانو جنہاں گرد کیسے کیسے جوان اور بادشاہ زیر خاک ہوئے شعر

نہ تو رستم نہ سام باقی ہے
عطر مٹی کا جو نہ لیتے تھے

اک فقط نام ہی باقی ہے
نہ کبھی دھوپ میں نکلتے تھے

اور جو اونچے مکان تھے جنکے
گردش چرخ سے ہلاک ہوئے

آج وہ تنگ گور میں پڑے
استخوان تک بھی انکے خاک ہوئے

غرض نقیب ایسے شعر عبرت آمیز پڑھ رہے تھے کہ سب کے سب آمادہ مرگ ہوئے لشکر کفار سے تحویل زحل پیشانی نکلا
اور اجازت لے کر میدان میں گیا اور اُسنے آواز دی کہ ہی تم میں کوئی ایسا جو مجھ سے مقابلہ کرے اُس وقت
پہلوان عادی نکلے اور ننگا در ماری کہ مرکب زحل کا پانچ قدم ہٹ گیا عادی کا مرکب اُنکے تنگ میں پست تھا
دہ گیا ہنستا زحل نے شرمندہ ہوکر نیزہ مارا عادی نے سنان کو سنان پر لگا کر نیزہ اُسکے ہاتھ سے چالیس
قدم میں نکال دیا کہ زحل نیزہ پھر خجالت سے کٹ گیا اور دوڑ کر تلوار ماری عادی نے تلوار روک کر ایک ہاتھ گت
شند ادی کا مارا کہ تا جگر گاہ تخت اُتر گئی جھٹکا مارا دو ٹکڑے ہوئے ادھر لشکر اسلام سے آواز مرحبا کی بلند ہوئی تھی کہ
عادی نے بادشاہ کو سلام کیا اور کہا کہ ایک اونٹ واسطے نہاری کے بڑھا دیجیے جتنے کفار ماروں اتنے اونٹ
پاؤں بادشاہ نے فرمایا کہ اچھا اتنے میں بہمن اژدہا چشم للکارتا ہوا نکلا اور عادی پر نیزہ مارا عادی نے
ساتھ ملعون میں اسکا بھی نیزہ نکال دیا اور نیزہ اُسکا زمین پر گرا گرتے ہی اژدر ہو گیا اور اب جو سانس
کھینچی تو عادی اسکے منہ میں جا رہے اور وہ اژدر آسمان کی طرف اُڑا چلا گیا ادھر ہل لشکر نہایت حیرت میں
تھے کہ بہمن نے آواز دی کہ ای خدا پرستو یہ مقام عجیب نہیں ہے یہ سب کارخانے خداوند کے ہیں اور دوسرا
نیزہ لے کر پھر مبارز طلب ہوا اب کی مند ویل اصفہانی نکلا اور نیزہ بہمن کے ہاتھ سے نکال دیا اسی
طرح سے اژدر بنکر اُسکو بھی نگل گیا غرض آج کے مقابلے میں مند ویل اصفہانی اور تہلیل جنگ سرانی
اسد اسدان اسد خیر گیر اسد پنجہ گیر غرض ساٹھ سردار لشکر اسلام کے لقمۂ اژدر ہوئے اور اسی طرح سے
تین دن کی میدان داری میں ساڑھے تین سو سردار یونہیں اژدر کھا گیا چوتھا دن تھا کہ بہمن اژدہا چشم
نے میدان میں آکر للکارا کہ رستم زمان علم شاہ نوجوان نے اپنا مرکب کو پھیرا اور ہم ننگا دہرا کہ مرکب
بہمن کا سات قدم ہٹ گیا کہ اُسنے جھپٹ کر نیزہ مارا علم شاہ نے نیزے کو خالی دے کر ایک ہاتھ تلوار کا
جو مارا دو ٹکڑے ہوئے بس تمام فوج کفار علم شاہ پر ٹوٹ پڑی ادھر سے بھی نعرہ مالک ہوا کہ مسلم مالک
اژدر غلام نبی چار حیدر چالیس ہزار نیزہ باز دو حصے جا پڑا اسلئے ہی دوسرا نعرہ ہوا کہ جزیرہ والے دریا ار اگر فتح تا
بہ ہندستان ٭ اگر نام نیدانی منم لندھور بن سعدان ٭ تیسرا نعرہ ہوا شعر ٭ کرب خسرو ارم یل نامدار ٭ نظر
کردہ شمشیر پروردگار ٭ غرض اسی طرح سے سرداران لشکر کے نعرے برابر ہونے لگے اور تلوار چلنے لگی شعر
چقاچاق خنجر بگردون رسید ٭ دگر بارہ شد خون بجیحون رسید ٭ دلیرے چلے غول سے غول اور غٹ سے
غٹ ٭ گئے مومن اور گبر باہم لپٹ ٭ پیادوں سے ایک سمت ملتے ہوئے ٭ سواروں سے گلے ملتے ہوئے ٭
لگے کٹنے سب سر دہائے اور دھول ٭ دئیے سر کے بال اپنے عطرین سنکول عجب طرح کا اسوقت عالم تھا کہ چھپا چھپ
تلواروں کی چلی آتی تھی اور گھٹا کالی کالی سپروں کی چھائی ہوئی تھی غرض دوپہر تک تلوار چلی دریا سے خون موجزن
اسقدر ہو گیا تھا کہ سر مثل حباب کے تیرتے پھرتے تھے ایک کی ایک کو خبر نہ تھی کہ ناگاہ ایک آندھی سیاہ
اٹھی اور اُسنے آکے لشکر کو گھیر لیا اسوقت علم شاہ وغیرہ کا دم ایسا گھبرایا کہ ٭ تو آندھی سے سرکرب

د مالک لندھور نکل گئے اور باقی سب خداپرست مع بادشاہ اسلام اسیر ہوگئے اور بہت سب تہ تیغ ہوگئے آدمی بعد
چار گھڑی کے دفع ہوئی تو وہ ہوا کہ سنم حیات جادو ازرق شیر چشم نے کہا کہ ملکہ خوب وقت پر آپ تشریف لائیں
نہیں تو ہمارا کام ان خداپرستوں کے ہاتھ سے تمام ہوا تھا

اب دو کلمے داستان مہر سپہر عیاری کے بیان ہوتے ہیں

کہ اُسنے اگر بربادی لشکر اسیری دیکھی اور سارا حال دریافت کرکے ایک نامہ لکھکر سرہنگ ملی کو دیا کہ تو پاس امیر کے
صحرا کیوں کو جا یہ تو نامہ لے کر چلا اور عمرو واسطے اس ساحرہ کے قتل کرنے کے عیاروں کو جمع کرنے لگا مہتر برق فرنگی
اور چالاک اور ابوالفتح اصفہانی ان سب عیاروں کو باہم کرکے کہا کہ اس ساحرہ کو مارو اور آپ ایک دامن کوہ
میں جاکر بیٹھا لیکن یہاں کہ سنم فیل گردن دو لاکھ سوار سے مدد کو لشکر کی جاتا تھا کہ اسنے یہ ماجرا دیکھا تو ازرق
شیر چشم سے ملاقات کی اور آپ بھی حفاظت میں ان قیدیوں کے مصروف ہوا حیات جادو نے بادشاہ اسلام اور
شیرویہ بن حمزہ اور فرخ شہسوار قلندر اور سلطان سعد وغیرہ ایسے ایسے امیر کے بیٹے اور پوتوں کو اپنی قید میں
قفس آہنی میں رکھا اور باقی قیدی تحت بارگاہ سلیمانی اور اناثہ صاحبقرانی ان دونوں کے سپرد کیے اور یہ کہا
کہ جسوقت خداوند کا نامہ آئے تو جو کچھ اسمیں لکھا ہو اسپر عمل کرنا میں خداوند کے پاس جاتی ہوں اور آپ اپنے ہمراہ
ہزار آدمی لیکر چلی غرض چار پانچ کوس مع قیدیوں کے آئی تھی دیکھا اسنے کہ ایک کسان نوجوان سامنے آیا اور
جھک کر سلام کیا پوچھا اسنے کہ تو کون ہے عرض کیا کہ میں بیابان مع کا رہنے والا ہوں اور ہماری زمین پر جواری
جوار کی بالی میں موتی پیدا ہوتے ہیں اور یہ کہکر ایک بالی نکالی اور کہا کہ ملکہ یہ آپ کی نذر ہے اور خداوند سے
عرض کیجیے گا کہ اب کی دہقان موتی چھوٹے ہوئے حیات جادو نے بالی اسکے ہاتھ سے لی اور نہایت صفت
تعالی کی کسان نے کہا کہ اسکو سونگھیے تو اسکی خوشبو مثل عنبر کے ہے بس جیسے برابر دماغ کے لائی جس طرح سے
آتشبازی چھوٹتی ہے اور اسکے پھول گرتے ہیں اسی طرح سے وہ موتی چھینک کے چھینک مار کر حیات جادو زمین
پر گری اسوقت کسان نے آواز دی منم مہر سپہر عیاری و قطب فلک خنجر گذاری شاہ عیاران عیار بیک ہزار
خنجر گذار ریش تراشندہ کافران سر برندہ جادوگران یہ نعرہ کرکے چاہتا تھا کہ تلوار کمر پر مارے کہ تڑاق سے
زمین شق ہوئی اور ایک عورت نے نکل کر ہاتھ عمرو کا پکڑ لیا لاکھ جھٹکے عمرو نے مارے لیکن ہاتھ نہ چھوٹا اس عورت
نے ایک پچکاری کمر سے نکالی اور حیات جادو کے منھ پر ماری کہ حیات جادو کو ہوش آگیا حیات جادو
نے یہ انتظام پہلے سے عمرو کے خوف سے کیا تھا اپنے پیر کو قائم رکھا تھا کہ جب میں بیہوش ہوں تو تو مجھے ہوشیار
کردینا اور اسکا ہاتھ پکڑ لینا دیکھا ہی اسنے کہا حیات جادو نے عمرو پر سحر کرکے کہا کہ اے دزد باریک گردن غضب
کیا تھا تو نے کہ میرا کام ہی تمام کیا تھا عمرو نے عرض کیا کہ آپ قدردان ہیں کہ میں نے اتنی بڑی عیاری آپ
کے سامنے کی آپ کو لازم ہے کہ کچھ انعام مجھے عنایت فرمائیں اور ... اسنے منگواکر قفس انکو بھی بند کیا اور
بادشاہ کے قفس کے پاس رکھوا دیا اور کہا یہ انعام آپ کے قابل ہے اور اپنے ملازموں سے کہا کہ ذرا اس سے
خبردار رہنا اب مجھے کسی کا خوف نہیں رہا اور یہ کہکر شب وہیں بسر کی صبح کو کوچ کیا ایک صحرائے سبزہ زار خوشنما
میں پہونچی دیکھا کہ ایک عورت بارہ تیرہ برس کا سن نہایت حسین ایک درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی مالا جپتی ہے
اور ملکہ کا نام لیتی ہے حیات جادو اس عورت کے قریب گئی اور پوچھا کہ صاحبزادی تم کون ہو اس جمال بے مثال کو
لیے اس صحرا میں کیوں شاکی ہو اور کیوں یہاں پڑی ہو آنکھوں میں آنسو بھر لائی نازنین نے کہا کہ میرا حال

قابل بیان کرنے کے اور سُننے کے نہیں تب حیات جادو نے قسمیں دیں اور کہا کہ ضرور ہی تم نے دیکھا کہ اُس خداوند کے
عشق نے مجبور و برباد کیا ہی میں خداوند کو خواب میں دیکھکر عاشق ہوئی اور میں بادشاہزادی ہوں اپنے شہر کو چھوڑکر
اس صحرا میں آئی ہوں اور خداوند نے خواب میں کہا تھا کہ تو فلان فلان صحرا میں جائیگی تو کسی سلسلے سے ہمارے
پاس آجائیگی لیکن اسوقت تک کوئی سلسلہ میرے پہونچنے کا خداوند تک نہیں نکلا اب تو حیات جادو نے کہا کہ
خداوند کہاں کہاں پہونچتے ہیں اپنے بندوں کو سرفراز کرتے ہیں اور کہا ای ملکہ میں خداوند کے پاس ان قیدیوں کو لیکر
چلتی ہوں تو میرے ساتھ چلو یہ کہکر اپنے لشکر میں لائی اور وہیں اُسنے مقام کیا اس نازنین نے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں
اُسنے کہا اب کیجئے اور بوتے ردیعمر و عیار یہ شخص ہیں اور فوج نازنی قید سے بہت خوش ہوئی اور کہا خداوند
کے دشمنوں کو آپ نے پکڑا خداوند آپ سے بہت خوش ہونگے اب میرا بھی ذریعہ اچھا نکل آیا اسوقت حیات جادو
نے پوچھا کہ تمہیں جو یہاں رہتی ہو تو کھانا اور پانی تم کو کیونکر پہونچتا تھا اس نازنین نے کہا کہ ایک آدمی
آتا ہی ایک جام سرد آب کا اور ایک روٹی دیتا ہی اور کہتا ہی کہ آنکھوں کو بند کرلے اور اس سے جو ذائقہ چاہو وہ حاصل
ہو جسپر بھی کو میرا جی چاہتا تھا بس وہی ذائقہ حاصل ہوتا تھا حیات جادو کو بھی اشتیاق ہوا اور اُسنے کہا
کہ آج وہیں چلو اپنے کھانے کے وقت کہ وہ جام ضرور خانۂ بہشت سے آتا ہی اس عورت نے دل میں کہا کہ ای
پروردگار اتنی بڑی بات میں نے کہی ہی یہ کیونکر سچ ہوگی غرض مجبور ہوکر حیات جادو کو اپنے ساتھ لیکر اُس درخت کے
نیچے آئی اور پکارنے لگی کہ یا خداوند ہمارے کھانے کو آج کیوں دیر ہو گیا آج اپنی قدرت کا حال حیات جادو
پر بھی ظاہر کردے خدائی قدرت وہاں اور بھی عیار پوشیدہ تھے وہ سمجھ گئے ابھی ایک ساعت نہیں گذرنے
پائی تھی دیکھا کہ ایک شخص ہاتھ میں ایک جام اور ایک روٹی لیے ہوئے آیا اور اس نازنین کے آگے لایا حیات جادو
نہایت حیران تھی اور کہتی تھی کہ واہ خداوند واہ کیا کیا ہر جگہ پر کھیل تیری قدرت کے نظر آتے ہیں اور اُس
شخص سے پوچھا کہ تم خداوند کے پاس رہتے ہو اُسنے کہا بہشت میں یہاں کیونکر آئے کہا خداوند کا حکم ہوا کہ
ایک نازنین فلان صحرا میں ہمارے نام پر بیٹھی ہی اُسے رزق پہونچا تو میں فرشتہ رزق رسان ہوں حیات جادو
نے کہا کہ کوئی نشانی بہشت کی بھی تمہارے پاس ہی اُسنے کہا ہاں اور ایک گل عجیب و خوش رنگ اپنی کمر سے نکالکر
دیا اور کہا کہ اسکو سونگھو اور اس گل سے پوچھو سارا حال بہشت کا بحکم خداوند بیان کریگا اُسنے اس گل کو لیا
اور سونگھا عجیب خوشبو تھی کہ سونگھتے ہی بیہوش ہوگئی اسوقت تو وہ کیا نعرہ سرپنج السیر چون ابر بہاری ؛
جہان سرجلک در تیغ گذاری ؛ بمیدان از دم آتش فشانم ؛ منم مہتر قران شیر زبانم ؛ اور یہ کہکر پہلو کمر سے
نکالا اسوقت یہ نازنین یعنی مہتر برق فرنگی نے کہا میں تمہاری گفتگو سے پہچان گیا تھا برق نے کہا تلوار
نہ مارنے لگا کہ استاد وہی ہیں گرفتار ہوچکے ہیں قران نے بارود کی پڑیا نکالے اور پھینک کر اور ہٹ کر
حقہ آتشبازی مارا کہ بارود میں آگ لگی حیات جادو بالکل جل کر خاک سیاہ ہوگئی آواز آئی کشتی مرا نام من
بود حیات جادو بود وہ ملازم جو قفس کے محافظ تھے اس آواز سے گھبرائے لیکن برقنے سے ایک تاریکی جو چھائی
ہوگئی تھی زمانہ تیرہ و تار ہوگیا اور قران اور برق ان ہزار دیوں پر بندہ اور تلوار کھینچ کر آپڑے یہاں بادشاہ
اور سرداروں نے دیکھا ہاتھ پاؤں میں طاقت معلوم ہوتی ہی بس قفس کی تیلیاں توڑکر منہ کے بل سے
کرنے لگے رہتے عمرو بھی چھوٹے اور وہ لوگ جو کوہ صفا کے اوپر قید تھے حیات جادو کے مرتے ہی ان سب
نے قیدیں توڑیں یہاں بھی تلوار چلنے لگی

اب دو ورق داستان امیر کے بیان کیے جاتے ہیں

کہ بعد تانے عمرو کے امیر بھی اُس بیتابی خواب میں چل کھڑے ہوئے تھے کہ سر مہلک نے نامہ عمرو کا دیا اور حمزہ بانی جہان کہا امیر بھی گھوڑے کو اُٹھا کر مع اپنے سرداروں کے روانہ ہوئے اب حال یہاں کا عرض کیا جاتا ہے کہ عمرو اور بادشاہ اُن ہزار آدمی کو مار کر لشکر کی جانب چلے تھے اور ادھر کوہ صفا پہ تلوار چل رہی تھی کہ جالوت آہن قبا مین لاکھ سوار کی فوج سے گنجاب کی مدد کو چلا تھا اُنکو دیکھکر کفار کا غریب ہوا اور پھر گرد اُڑی پانچ لاکھ فوج نے سلاسل آہن قبا آکر لشکر اسلام پر گرا پھر تیغ گرد کا اُٹھا کہ طوفان اژدر سوار تین لاکھ سوار سے شریک ہوا اب خدا پرستوں کا یہ حال ہوا کہ ایک تو بھوکے پیاسے دوسرے یہ کہ لشکر بے امیر کیسے قصیر ترکش بے تیر کے کام نہیں دیتا ہے قریب تھا کہ قدم اُکھڑ جائیں اُسوقت سردار مناجات درگاہ قاضی الحاجات میں مصروف تھے کہ اشعار ای تو انکہ ہلاک خویش باشیدہ تو ای + فردوس شب صبح نمایندہ تو ای + کار من بیچارہ قوی بستہ شدہ + بکشائے خدا یا کہ کشایندہ تو ای + ای پروردگار اسوقت مصیبت میں رحم فرما کہ دیکھا پردہ بیابان سے ایک گرد اُٹھی جب دامن گرد کا شگافتہ ہوا تو صدا نعرہ کی پیدا ہوئی اشعار امیر عرب جنگ رزم روزگار + منم صف شکن حمزہ نامدار + زتیغم سپید اوز جنگ آوران + ہر سو شود الامان الامان + دوسرا نعرہ اور ہوا کہ شیر کشور کشا ربایندۂ تاج جہان بانی ہزبر دیو کش نام عمرو بن حمزہ یونانی غرض اسی طرح سے مع جمہور جہان سوز ترزن بہادر اور فرامرز عادی مغربی اور بہرام گردین خاقان چین کے نعرے ہوئے اور آکر کفار لشکر کفار پر گرے کہ اتنے میں بادشاہ اسلام اور شیر دین حمزہ وغیرہ کا بھی نعرہ ہوا اور سب آکر پہنچے اب تلوار گھماسان کی چلنے لگی اُسوقت سلاسل آہن قبانے دیکھا کہ حمزہ آگئے ہیں لڑائی کا سر ہونا تو مشکل ہے اب تو یہ کام کر کہ بارگاہ سلیمانی کو لے کر پاس گنجاب کے پہنچ یہ سوچکر بارگاہ پر آکر گرا اور محافظوں کو مار کر بارگاہ قبضہ میں لی اور ایک سمت گھوڑا اُڑا کر چل کھڑا ہوا اُدھر امیر لڑائی میں مشغول تھے لشکر سے دو کوس آگے نکل گیا تھا کہ اُسوقت خدا کی قدرت علمشاہ رومی جو آندھی کی طرح اس جنگ سے نکل گیا تھا اب جو اُدھر سے دیکھا کہ ایک کمبخت ہنجار تین لاکھ فوج سے بارگاہ کو لیے جاتا ہے گو کہ علمشاہ اکیلے تھے لیکن تلوار کھینچ کر نعرہ کیا کہ منم رستم پیل تن و پیل افگن کشندہ فیل ہندی و دو دیل ہندی و کشندہ نیستان فرنگی شیر علمشاہ رومی شہ فیل زور + کہ برخاست و زور افکندہ شور + یہ لشکر پر گرے ادھر سلاسل آہن قبا نے بھی آواز دی کہ تنہا کو سے مار لو اُسوقت علمشاہ مثل شیر گرسنہ کے حملہ آور ہوا اور کفار کو واصل جہنم کرنے لگا لیکن اکیلے زخمی اُنکے چہرہ پہ لگی کا ہوا تھا کہ دیکھا لندھور بن سعدان گرد صحرا سے نمایاں ہوا اور یہ بھی شریک جنگ ہو تھا کہ نعرہ مالک اژدہا کا ہوا اب تو سلاسل آہن قبا نہایت مضطرب ہوا کہ ایک ہی گیا کم تھا نہ یہ کہ دو شیر اور آگئے یہ اپنے قلب کو رجوع کر کے کہنے لگا کہ ای خداوند کیا تیری یہی مصلحت ہے کہ حمزہ یوں جیتے رہیں اور ہم جہاں مصیبت میں گرفتار ہیں ہماری مدد کو کوئی نہ پہنچے حسب اتفاق القان جالندری صحرائے بلنگ کوہ سے آتا تھا کہ راہ میں ہر کاروں نے اسکو خبر پہنچائی کہ لشکر میں تلوار خوب چل رہی ہے اور سلاسل آہن قبا ترساں ہے کہ طوفان جالندری نے اپنے گھوڑے کو اُدھر اُڑایا اور آکر لشکر سلاسل آہن قبا میں ملحق ہوا اور کہا کہ اب بارگاہ لے کر پاس گنجاب کے چلیے تین سردار اسد ہوئے ہیں یہی اسی وقت اُسنے کہا کہ خالو صاحب آپ تو یہیں رہیے اور میں بارگاہ سلیمانی لیکر پاس گنجاب بن گنجور کے پہنچاتا ہوں یہ تو خوش ہوا اور اُسنے کہا کہ ای عزیز بہت مناسب ہے بس یہ بارگاہ لے کر چلا تھا کہ لندھور نے اپنے کو قریب طوفان جالندری کے پہنچ کر آواز دی کہ باغی بد کمبخت ہنجار کہاں چلا اُسنے

تلوار ماری لندھور نے خالی دے کر جو تیغہ دو دستہ ہندی کا ہاتھ مارا دو پرکالے کیے ادھر ملک سے مسلسل آہن دینا
کے پاس پہونچ کر تلوار اسکی رد کر کے نیزہ مارا کہ پشت کو توڑ کر نکل گیا اسوقت لشکر نے اسکے بیدل ہو کر امان مانگی خون
نے امان دی ہزاروں کفار تو بھاگ گئے اور بہت سے خدا پرست ہوئے آپ بارگاہ سے کر لشکر کی طرف چلے یہاں
جو آ کر دیکھا تو صاحبقران زخمی ہے ہیں سبب اتفاق ازرق شیر چشم زہر آلود سے سامنا امیر کا ہوا امیر نے وار
رد کر کے ہاتھ عقرب سلیمانی کا مارا اسنے سپر کو چوب کی پناہ کیا تھا لیکن تیغہ سپر کو توڑ کر مع میر کے کاٹ کر
خود پر گرا اب جو جھٹکا مارا تو مع ورک دو ٹکڑے ہوئے اسی طرح سے ایک ایک سردار نے ایک ایک سردار کو
مار لیا اور خلفاے فتح کیے مع کفار بھاگ گئے کچھ مسلمان ہوئے بارگاہ سلیمانی برپا ہوئی امیر کشور گیر اور سردار
داخل بارگاہ ہوئے بعد اسکے لاشین خدا پرستوں کی اٹھوائیں تین لاکھ خدا پرست بدرجۂ شہادت پہونچے
اور چھ لاکھ کفار مارے گئے امیر نے برابر کوہ صفا کے گنج شہیدان بنایا اور سب کو دفن کیا اور مجلس غم دگل کے
اشک حسرت چڑھائے اور نہایت انکے واسطے افسوس کیا کہ ایسے جوانان قدیم ہیں سے یہ لوگ تھے بعد اسکے امیر
دنگل نامہ خبر پر مشغول ہوئے لیکن علم شاہ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب سرداروں کو امیر زیر کرتے ہیں تو علم شاہ
بھی زیر ہوتے ہیں اور ایک یہ ہے کہ سنجان میں ملاقات ہوتی ہے یہاں دونوں روایتیں مندرج کی گئی ہیں
غرض یہاں حمزۂ صاحبقران نے بعد درستی لشکر کے حال طلسم کا بیان کیا بادشاہ کو نہایت خوشی حاصل
ہوئی اور سب سرداروں کو جمع کر کے فرمایا کہ کچھ حال شاہزادۂ بدیع الزمان اور قاسم کا نہیں معلوم ہوا
بادشاہ نے فرمایا کہ سنا جاتا ہے میں لشکر درست کر کے قاسم شہر سنجان کو جاتے ہیں اور شاہزادۂ بدیع الزمان
بھی اپنے لشکر کی آراستگی میں مصروف ہیں اور لشکر کو آراستہ کر رہے ہیں لیکن لشکر قلیل انکے ساتھ ہے اب
مناسب یہ ہے کہ آپ بھی جلد یہاں سے کوچ کر کے سنجان کو چلیے تاکہ اس شہریار کو تقویت حاصل ہوے امیر نے
یہ سنکر خواجہ سلامت کو بلا کر کہا کہ اے خواجہ اسباب طلسمی جو ہے سب پیشکش بادشاہ کر دو اور عادی کو بلا کے حکم دیا
کہ اٹھالا بارگاہ سلیمانی کا بار کر اونٹوں پر اور ارادہ مصمم جانے کا ہے مگر دیر نہ کر کیونکہ میں نے سنا ہے کہ بدیع الزمان
اپنے لشکر کی آراستگی میں مصروف ہے اور لشکر اسکا قلیل ہے غرض خواجہ نے سونفں کی بہت خوب اور اسی وقت
اشیاء طلسمی خدمت بادشاہ میں گذرانیں اور عادی اٹھالا بارگاہ سلیمانی کا بار کر کے مع فوج روانہ ہوئے

اب یہاں سے حال لشکر در وقت پہونچنے کے بیان ہوگا

اب دوسری داستان شوکت بیان شاہزادۂ بدیع الزمان کے بیان کیے جاتے ہیں

کہ جبکہ شاہزادۂ انجم گروہ رستم شکوہ سرفتنۂ ملک باختر صاحبقران ابن صاحبقران پہلوان بہمن تن شاہزادۂ بدیع الزمان
گرد لشکر شکن نے شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار کو رخصت کیا اور محفل عیش کی آراستہ کر کے مع اپنے
تمام سرداروں اور رفیقوں کے مصروف عیش ہوا ناگاہ مرجان تیز رفتار نے مجرا کیا اور بعد دعا و ثنا کے عرض
کی کہ اے شہریار گنجاب بن گنجور بن ملک حرمان دریکش نے لشکر کشی کر کے دامان کوہ سنجان کے میدان میں
کہ یہاں سے بارہ کوس کا فاصلہ ہے اپنی بارگاہ استادہ کرائی ہے اور بارہ تیرہ کوس کے فاصلے میں خیمے ڈیرے
سراپردے چوبے طلسمیاں بارگیاں چوب کے سرد و شیان نگیرے یال شامیانے چولداریاں وغیرہ استادہ ہیں
میدان سے سنجان کی تا دامان کوہ سنجان یہ بارہ تیرہ کوس تک لشکر گنجاب کا اور افواج کفار کی پھیلی ہے
شاہزادۂ بدیع الزمان گرد لشکر شکن یہ خبر سنتے ہی لشکر گنجاب کی آنکھ مع اپنے زور ویز سرداروں کے کہ کل لاکھ سوار

سے کچھ زیادہ تھے سوار ہو کے عازم میدان ہوا اور لشکر گنجاب کے سامنے اپنے لشکر کا پرا جما کے افسران فوج و سرداران لشکر سے کچھ باتیں کر رہا تھا کہ سامنے سے ایک گرد نمایاں ہوئی مگر تیرہ و خیرہ و سر گرد بآسمان رسیدہ و پائے گرد بزمین دوز دیدہ پیچان و پیچان چون سر زلف عروسان ہوا نے مارا گرد کو اور گرد نے مارا ہوا کو دیر میں گرد شگافتہ ہوا دیکھا کہ بدرین زلازل پاپ جتشمی معہ خیمہ گنجاب کا لیے پہونچا شاہزادہ بدیع الزمان کو بہ افواج قلیل پا کے بنظر حقارت دیکھ کر اپنے دل میں کہنے لگا کہ میں یہاں ناحق توقف کر رہا ہوں جبتک گنجاب آئے یورش کر کے بدیع الزمان کے لشکر کو تہ و بالا کر دوں پھر سوچا کہ مناسب اور صلاح وقت نہیں ہے کس لیے گنجاب اب چاہتا ہے کہ میں بدیع الزمان کو سزائے اعمال پہونچاؤں بس اسکے صبر کر دن دیکھوں کیا ہوتا ہے یہ سوچ کے اسی مقام پر اپنے لشکر کی صفیں جما کے کھڑا ہو رہا بعد اسکے پھر ایک گرد اٹھی جب وہ گرد چھٹی تو دیکھا کہ الیاس خون آشام مع لشکر بد انجام پہونچا اسنے بھی شاہزادہ رستم منزلت کو با فوج قلیل دیکھ کر کہا کہ گنجاب سخت احمق ہے پیغمبر رسل خداوند لقا کا ہو کے انہیں پانچ سات ملعونوں کے مقابلے اور مجادلے کو آپ میدان میں نکلا ہے ابھی یہی کہہ رہا تھا شعر که از دو دشت علم او زنگ بہ گرد برخاست تو تیا رنگ * اور صدائے جلجل سکندری اور نفیر جمشیدی اور بوق افراسیابی اور سنج گیوری سے گوش گردوں کر ہوا جاتا تھا اور زمین میں زلزلہ آیا اور سرداران لشکر کے خود وہ دو دھلنے اور نیزوں سے بجلیاں سی کوندی نظر آتی تھیں کہ بدرین زلازل پاپ جتشمی اور الیاس خون آشام نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لشکر بدیع الزمان کی اعانت کے واسطے آتا ہے یہاں شاہزادہ بدیع الزمان جہانستان نے جو وہ سامان اور رنگ ڈھنگ اس فوج کا دیکھا فرمایا کہ یہ لشکر فیروزی اثر فوج دریا موج سے آمد میری والد بزرگوار سلطان شاہان حلقہ فلک گوش گردن کشان و روم بہائے زین خنگ شیر بیشہ جنگ شکنندہ کمان رستم دستان صاحب گرز سام بن نریمان زلزلہ قاف ثانی سلطان عجم بزرگوار پیغمبر آخر الزمان حمزہ صاحبقران امیر خسرو گیتی ستان کی معلوم ہوتی ہے القصہ وہاں سلطان والاشان امیر حمزہ صاحبقران نے یہ بغور تمام ملاحظہ فرمایا کہ دو لشکر برابر بمقابلہ ہو گئے ہوئے ہیں بعد اسکے صاحبقران دوراں ایک بلند ٹیلے پر مع تمام اپنے سرداروں کے تشریف لے گئے اور عمرو سے پوچھنے لگے کہ خواجہ میرے فرزند دلبند لخت جگر شاہزادہ بدیع الزمان کا لشکر کونسا ہے اور وہ اب کہاں ہے عمرو نے اشارے سے بتلایا کہ وہ لشکر شاہزادہ نامور کا ہے صاحبقران نے پھر پوچھا کہ خواجہ یہ تو بتلاؤ کہ وہ آپ اس لشکر میں کہاں ہے عمرو نے کہا حمزہ دیکھو اشعار در ان فوج آن سواری کو طلعت * در خش گلگون و کش ارجمندست * بدیع آن آفتاب چہرہ و اسپ * کہ شیر چرخ ز نقش سجالت * سلطان عالی مقام نے فرمایا کہ میرے فرزند کا یہ لشکر بہت مختصر ہے اور گنجاب کی فوج کا کچھ اندازہ نہیں معلوم ہوتی ہے طور سرکش نے آگے بڑھ کر عرض کی کہ شہریار عالم یہ تو پیش خیمہ گنجاب کا دو سردار اسکے سے کے آگے ہیں پر لشکر اسکا نہیں ہے ابھی پورا کلمہ طور سرکش کی زبان سے نہیں نکلنے پایا تھا کہ جیوق تیرہ و در بیس لاکھ سوار سے نمودار ہوا اور لشکر گنجاب میں آ کے شامل ہوا بعد اسکے بیس اور لیسار خون آشام بیس لاکھ سوار سے آکر قائم ہوا کہ پھر گرد نمایاں ہوئی اور اسمیں سے منصور چار لاکھ سوار سے آکے فوج کفار میں ملحق ہوا بعد اسکے قاہر بن قہرمان عجم چار لاکھ سوار سے پہونچا اور شریک لشکر گنجاب ہو کے صف آرا ہوا غرض اسی طرح سے جیل جیسل ذیل ذیل دستہ دستہ گروہ گروہ انبوہ انبوہ افواج کفار نابکار کی چلی آتی تھی اور قائم ہوتی جاتی تھی بعد ان سبھوں کے گنجاب چودہ لاکھ سوار کفار ہمراہ لے کر اپنی بارگاہ میں داخل ہوا سلطان عظیم الشان امیر عالی مقام نے یہ کثرت لشکر گنجاب کی دیکھ کر عمرو کو پھر شاہزادہ بدیع الزمان کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ کہدینا ای فرزند نادانی نہ کر اگر تیرے پاس لشکر نہیں ہے تو میں اسکے تیرے شریک ہوتا ہوں عمرو نے حسب الحکم سلطان والا قدر شاہزادہ بدیع الزمان

نامور کے پاس جاکے ابلاغ حکم کیا شاہزادۂ عالم نے کہا کہ میری طرف سے بعد آداب فدویانہ عرض کرنا کہ غلام کے پاس
بفضل الٰہی و اقبال صاحبقرانی سے لشکر بہت بڑا اور فوج لاانتہا ہے فدوی کو احتیاج مدد کی نہیں ہے حضور میرے
لشکر کا تماشا دیکھیں اور ملاحظہ فرمائیں کہ فدوی نے اس مدت دراز میں اقدام عالی سے جدا ہو کر کیسے کیسے کارنمایاں
کیے ہیں اور کیسے کیسے شجاعان روزگار اور دلیران عرصۂ کارزار بہم پہونچائے ہیں عمرو نے یہ حال سنکے بحضور سلطان
صاحبقران کے آکے عرض کیا امیر با توقیر نے فرمایا کہ اب مرتبہ تو ہم جاکے ایک آدمی کو جو ہر سردار کو شاہزادۂ بدیع الزمان
عالی وقار کے جانتا اور پہچانتا ہو لشکر سے اسکے بلالا حسب الحکم سلطان با اکرام عمرو پیر بخدمت شاہزادۂ بدیع الزمان
آیا اور کہا کہ کسی شخص معقول کو امیر کے پاس بھیجو کہ وہ تمہارے لشکر کے ہر ایک سردار اور افسران فوج کو بتلاتا جاے
شاہزادۂ عالیشان نے مرجان تیز رفتار کو ہمراہ کرکے بخدمت سلطان نامدار بھیج دیا مرجان تیز رفتار نے
حضور سلطان صاحبقران آکے بادب تمام مجرا کیا صاحبقران نے دیکھا کہ ایک لڑکا سولہ سترہ برس کا سن بہت
چست و چالاک شاطروں کی وضع ہے امیر با توقیر نے فرمایا کہ خواجہ یہ کون ہے عمرو نے کہا کہ حمزہ یہ مرجان تیز رفتار لڑکا
گوہر ملک تیری ہوگا ہے صاحبقران نے جانب مرجان مخاطب ہوکے پوچھا کہ اے مرجان شاہزادۂ بدیع الزمان کا لشکر
کسقدر ہوگا مرجان نے عرض کی کہ اے شہریار عالم شاہزادۂ بدیع الزمان کا لشکر اتنا ہے کہ ہفت اقلیم میں نہوگا صاحبقران
نہایت خوش ہوے اور سمت میدان دیکھنے لگے کہ ایکبارگی سامنے سے گرد اوٹھی اور اوسمیں سے ایک نقابدار خود پوش سات
شتروں کو ہمراہ لیے مسلح اور مکمل دریاے فولاد اور آہن میں غوطہ مارے آکر ایک سمت قائم ہوئی یہ نقابدار شاہزادہ ملک
قاسم کا خیرخواہ ہے امیر با توقیر نے مرجان سے پوچھا کہ یہ نقابدار خود پوش کون ہے مرجان نے عرض کی کہ خانہ زاد اتنا جانتا ہے
کہ یہ نقابدار ہوا خواہ شاہزادۂ خاور سپاہ ملک قاسم کا ہے اور غلام نام اسکا نہیں جانتا تھا اب کوئی دو تین گھڑی
دن چڑھا ہوگا کہ پھر ایک گرد نمایاں ہوئی اور جب وہ گرد دفع ہوئی تو دیکھا کہ ایک نقابدار سرخ پوش سات
لاکھ سوار سے اور آگے اوسکے سات سو علمہاے زرنگار انپر تعریف جناب باری اور نعت حضرت رسول مقبول کی
لکھی ہوئی ہے جوانان پری نژاد فیلان فلک شکوہ پر علمہاے زرنگار ہاتھوں میں لیے پھریرے کھولے ہوے نقابدار
علم شیر پیکر کے پھریرے کو چمکاتے بکمال شوکت و شان نمودار ہوا اور برابر خیرخواہان شاہزادۂ خاور سپاہ ملک قاسم
کے آگے پرا فوج کا باندھکے قائم ہوا امیر با توقیر نقابداروں کو دیکھکر در محویت کی حالت میں رہے اور تمام
اعضاے جسم میں جوش محبت پیدا ہوا مرجان سے پوچھا کہ تو اس نقابدار سرخ پوش کو بھی جانتا ہے مرجان نے عرض کی کہ یہ
بھی ہوا خواہ شاہزادۂ خاور سپاہ ہے نام اسکا بھی میں نہیں جانتا القصہ ابھی یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک مرتبہ جو
دیکھا تو سنجان کی طرف سے ایک گرد نمایاں ہوئی اور اوس گرد میں سے ایک جوان گھوڑے پر سوار چالیس ہزار
جوانان شیر شکار گرد و پیش رعنائی چہرے سے ظاہر نمودار ہوا امیر با توقیر نے اوس جوان دلیر کو دیکھکر مرجان تیز رفتار
سے پوچھا کہ اسکا کیا نام ہے مرجان نے عرض کی یا سلطان صاحبقران اس ملک باختر میں پہلے اسلام
اسی بہادر نے قبول کیا تھا اسکا نام ترک جوشن پوش جان نثار شاہزادۂ بدیع الزمان کا ہے کہ وہ آکے
ایک جانب اپنی فوج کا پرا باندھکے ٹھہرا کہ تعاقب میں اوسکے پھر گرد اوٹھی اور دو جوان حبشی نژاد مع چالیس
ہزار سوار کے مسلح اور مکمل خونخوار صورتیں مردانہ جنگجو ہیں گھوڑوں پر سوار برابر ترک جوشن پوش کے آکر صف آرا
ہوے سلطان صاحبقران نے مرجان تیز رفتار سے پوچھا کہ یہ دونوں کون ہیں مرجان نے عرض کی یہ دونوں
خانہ زاد گنجاب کے ہیں ایک کا نام قاتل زنگی دوسرے کا نام مقاتل زنگی بعد دم بھرکے پھر ایک گرد بلند ہوا

جب وہ گرد شگافتہ ہوا تو چالیس علم اور نشان چالیس ہزار سوار اور زیر سایہ علم ایک جوان شیر اندام نہایت
وجیہ و شکیل گھوڑے پر سوار سبز لواء تھوڑے سے بڑھ کر ذرے چلا آتا ہے سلطان صاحبقران نے پوچھا کہ یہ کون
بہادر ہے مرجان تیز رفتار نے عرض کیا کہ یہ شخص نظر کردہ حضرت خضر علیہ السلام فضل بن گیا ہور خون آشام مرد بہادر
مرد مردانہ ہے غرض فضل بھی اپنی طور پر آکے صف باندھ کے قائم ہوا شاہ لشکر اسلام سعد بن قباد نے جو فضل کو
دیکھا تو سلطان عالی مقام سے فضل بن گیا ہور خون آشام کی بہت سی تعریف کر کے اپنا سب حال بیان کیا بعد
اسکے قیس بن گیا ہور اور لیس بن گیا ہور اور نوح بن گیا ہور وغیرہ نو بیٹے گیا ہور کے بھائی فضل کے
چالیس ہزار سوار سے آکے قائم ہوئے بعد اسکے طرید اور خر لیلا دو بیٹے علقمہ ذریح کے بیس ہزار سوار ان مرصع پوش
سے خیر یک لشکر شاہزادۂ بدیع الزمان نامور ہوئے بعد از ان پھر ایک گرد نمایان ہوئی اور فضل بن آشوب بھی
مع چالیس ہزار سوار کے اگر وہین قائم ہوا مرجان نے فضل بن گیا ہور خون آشام کے بھائیون کا اور فضل بن
آشوب کا حال بخدمت سلطان والا رتبت بیان کیا الغرضہ جو کوئی آتا تھا مرجان تیز رفتار اسکا نام اور
حسب و نسب اور حال مشرف باسلام ہونے کا مفصلاً اور مشرح صاحبقران دوران سے عرض کر دیتا تھا بعد اسکے
سعد جرگہ نشین و سعید جرگہ نشین بائیس ہزار سوار سے آکے قائم ہوئے بعد از ان چالیس ہزار سوار فوج و سپاہ سے ایک
نوجوان نہایت خوش رو مردانہ وضع نور اسلام اسکے ماتھے سے ہویدا ایک مرکب پری پیکر گلگون مثل صبا رفتار پر سوار
نمودار ہوا سلطان جم اقتدار نے مرجان سے پوچھا یہ کون شخص ہے مرجان نے عرض کی کہ فرید خان بن گنجاب
چھوٹا بیٹا گنجاب کا ہے بعد اسکے حارب خونریز اور ضارب خونریز خزانہ اور جواہرات اور مال و اسباب گنجاب کا شترون
پر چھکڑون پر ہاتھیون پر بار کیے چالیس ہزار سوار ہمراہ لے کے پہونچے بعد اسکے اہرمن ساریخ او سیارنج ابن اہرمن تین لاکھ
سوار کی جمعیت سے اور تیس ہزار شتر محمولہ اسباب لیے سر میدان آکے قائم ہوئے بعد از ان پھر ایک گرد نمایان ہوئی
اور اس گرد میں سے ایک جوان بلند بالا خوش وضع چھ لاکھ سوار کا لشکر پشت پر گھوڑے کو جولان کیے نمودار ہوا
سلطان عالی مقام نے مرجان سے پوچھا کہ یہ کون بہادر ہے اسنے گذارش کی کہ یہ طاہر بن قہرمان عجمی ہے جس وقت
شاہزادۂ بدیع الزمان کو طاہر بن قہرمان عجمی نامردی سے پکڑ کے سمت ملک عجم لے گیا تھا اور ملکہ یاقوت ملک
کے ذریعے غلام شاہزادۂ عالی مقام کو زندانخانہ عجم سے نکال لایا اسکو وہان شاہزادۂ عالم نے مسلمان
کیا تھا بعد از ان مملوک عجم بارہ ہزار سوار سے بیس ہزار شتر پر اسباب لیے آیا اسکے بعد ملک صفوان مطلع نشین
اور ملک نوذر زر دریائی تخت پر سوار چار لاکھ سوار سے میدان میں آکے قائم ہوا بعد از ان چالیس ہزار دیو سے
قبائین شیر اور ببر اور چیتے کی کھالون کی پہنے ہوئے آگے آگے انکے ایک نوجوان بلند و بالا وجیہ خوش ترکیب
قبا اژدر کھال کی پہنے چوبدست بارہ من کی کاندھے پر خود اور دو ملبنہ سر پر زرہ فولادی اسپر
قبا پہنے تیغ ہفت صد منی کمر میں لگائے زیر سایہ علم نمودار ہوا امیر نے مرجان سے پوچھا کہ یہ شخص
دیوانہ وضع کیون ہے اور اسکا کیا نام ہے مرجان نے عرض کی کہ شہریار یہ بیٹا ملک حرمان دیو کش کا
قیطاس اژدر پوش چچا گنجاب کا ہے بعد از ان ساٹھ ہزار سوار جرار سے ارباب باختری مرکب پر سوار
آکے میدان میں اپنی فوج کا پرا باندھ کے قائم ہوا بعد اسکے بلوچ مع چالیس ہزار سوار دیا امیر نے پوچھا
مرجان نے کہا کہ اس جوان کا نام بلوچ ہے اور اسکے گھوڑے کا نام گلگون دریائی ہے بعد تھوڑی دیر کے اور
ایک گرد نمایان ہوئی جس وقت وہ گرد پھٹی تو دیکھا ایک جوان سکندر صولت شیر صلابت کمال شوکت و شان

سے سلح اور پیل دریاے آہن مین غوطہ مارے ہوئے نمودار ہوا پشت پر ہاتھی ایک لاکھ سات ہزار سوار غول بہ غول پیچھے ترچھے کیے
تلواروں کے قبضوں پر ہاتھ رکھے گھوڑے اٹھائے ہوے گرد سے چلے آتے تھے صاحبقران نے پوچھا یہ کون بہادر ہے
مرجان نے عرض کی اسکا نام قارن بلند کمان مقرب خاص بارگاہ لقا کا ہے کنجاب کی بارگاہ مین قاہر بن قہرمان کا بھی
ہے اور یہ جوان ہے جو کہ تکرار ہو گئی تھی کنجاب نے آپس مین ان دونون کے کشتی کروا کے قاہر بن قہرمان کو بہت
بھاری خلعت دیا تھا اور اسکو سرسری خلعت دیا تھا اس بات سے یہ کنجاب سے کشیدہ خاطر اور ناراض ہو کے چند سردار
شاہزادہ بدیع الزمان نامدار کے جو کہ کنجاب کے لشکر مین قید تھے انکو رہا کر کے اور چھڑا کر خدمت مین شاہزادہ والا تبار
کی آکے از سر صدق و خلوص نیت کلمہ شہادت پڑھ کے مسلمان ہو گیا بعد اسکے اور گرد بلند ہوئی اور اس گرد سے
آواز نقاروں اور نفیروں اور قرناؤں کی بلند ہوئی جب وہ گرد شگافتہ ہوا تو دیکھا تین سو علم جوانان خوش رو
ہاتھوں مین لیے ہاتھیوں پر بیٹھے ہین اور تین لاکھ سواران نیزہ دار کا لشکر گرد و پیش اور آگے ایک تخت پر ایک
بادشاہ تاج شاہی بر سر و چار قبہ قسمت شاہی در بر بکمال شوکت و شان بیٹھا ہے اسکے ہمراہ تخت کے نظر آیا سلطان
بالکرام نے مرجان سے پوچھا کہ یہ کون ہے اسنے عرض کیا اسکا نام جروم پردہ ہے اور اسکے بیٹون مین ایک کا نام محمود
دزدگوش دوسرے کا نام عقاب دزدگوش تیسرے کا نام جمہور دزدگوش مشہور ہے امیر با توقیر نے پوچھا کہ اے
مرجان ابھی شاہزادہ بدیع الزمان کا اور بھی کچھ لشکر باقی ہے مرجان نے عرض کیا کہ اے شہریار ابھی بہت لشکر ہے اور جب
لشکر کے آنے مین انکے توقف ہو جاتا تھا تو سلطان بالکرام پوچھتے تھے کہ اے مرجان کیا لشکر بدیع الزمان کا اچھا
اب تو کوئی باقی نہین ہے اسوقت مرجان عرض کرتا تھا کہ اے شہریار بہت لشکر آنے کو ہے ابھی تو چند سردار آئے ہین
سلطان صاحبقران متحیر ہو کے کہتے تھے بنازم بر صولت و شجاعت شاہزادہ بدیع الزمان کہ کیسے کیسے دلیر و دور
بہادر جوان اور کیسا لشکر بہم پہونچایا ہے اس عرصہ مین پھر گرد اٹھا اور سات سو فیلان کوہ شکوہ کہ ہودے انکے
رنگے ہوے جوڑے مکلل بجواہر دانتون پر چڑھے ہوے جھکاریں پڑی ہوئین چاند سورج الماس کے مستکوں پر لگے ہوے
وہ دو جوان بادیوغ نشان بردار علمہاے زرنگار ہاتھوں مین لیے انپر بیٹھے فیلبان دریان مکلف کی پہنے ہوے
انکے ہاتھ ہاتھیوں کو دانتوں سے سلسلہ ہوے چلے آتے ہین اور پیچھے انکے بارہ ہزار اونٹ زر و جواہر و مال و
اسباب سے مملو انکے بعد سات لاکھ سوار نیزہ دار کا لشکر اور بیچ مین ایک بادشاہ مرکب بادرفتار پر سوار نمودار ہوا
امیر نے پوچھا کہ مرجان دیکھو تو یہ کون شخص ہے اسنے عرض کیا اسکا نام ملک ممالک نفشہ پوش ہے ابھی
مرجان یہی عرض کرتا تھا کہ اطلاق و تملاق قزاطاقی بائیس ہزار سواروں سے پہونچے اور بارہ ہزار چھکڑے
مال و اسباب کے انکے ہمراہ تھے بعد انکے اب جو دیکھا تو گرد عرصہ فراخ تیرہ و تار و خیرہ و تیرہ سر گرد با تا آسمان
رسیدہ و یاسر گرد زمین دو رزیدہ غلطان و پیچان مثل زلف مہوشان یکایک وہ گرد شگافتہ ہوا اور ایک
سو علم پھریرے انکے کھلے ہوے صداے کوس حربی و نعرہ جلاجل رزمی سے زمین متحرک آسمان متزلزل نظر
آتا تھا بعد ازان ایک نوجوان فیل تن شیر سیرت رستم گردان سہراب دل شیر باشندہ بیشہاے شیران + ہم پنجہ
بازوے دلیران ❊ بکمال شوکت و شان ایک زنجیر فولادی گلے مین پڑی ہوئی ایک غول سازندون کا آگے
آگے سرود چھیڑتے اور سازون کو بجاتے ساقیان مہ طلعت ماہ صورت جام اور صراحی زر دین ہاتھوں مین لیے
چپ و راست سے پیالہ شراب احمر سے مثل خون کبوتر کے بھر بھر کے دیتے جاتے ہین اور وہ نوجوان
جام نوش کر کے بجاے گزک کے دانہاے زنجیر فولادی جو کہ اسکے گلے مین پڑی ہے دانتون

سے جیسا کہ سر سا کے تحت زمین پر ٹھوکتا جاتا ہے سپر تلوار آگے تھی جب وہ طلعت پر سوار اور گرد و پیش اسکے لاکھ سوار
شجاعان عرصہ کارزار مسلح اور مکمل زرہیں فولادی گلے میں دستانے پر جوہر ہاتھوں میں خود فولادی سروں پر سپریں تلواریں لگائے
کس غضب و رعب سے آتا ہے کہ زہرہ شیروں کا آب ہو جائے سلطان عالی مقام نے اسے دیکھ کر نہایت پسند کیا اور مرجان سے
پوچھا کہ اے مرجان یہ بہادر کون سا نام ہے مرجان تیز رفتار نے گذارش کی کہ یا سلطان صاحبقران اسے ورقا نے زنجیر خا کہتے ہیں
یہی لشکر ورقا سے زنجیر خا کا تمام نہیں ہو چکا تھا کہ پھر گرد کا ستون بلند ہوا جب وہ گرد شگافتہ ہوا ارم شاہ مع تین
لاکھ فوج کے محافہ اپنی بیٹی ملکہ گلعذار سمین تن کو ہمراہ لیے اور پشت پر ہیکل الماس دیو سا تو لاکھ دیو و پریزاد و جن کے
غول بغول دار ہوا پھر ستون گرد کا اٹھا انہیں سے جرد شاہ کوہشاہ مع سات ہزار ساحران عیار شیر و پلنگ پر سوار اور پیچھے پیچھے اسکے
گہر شاہ تین لاکھ جن کی فوج سے آگے میدان میں قائم ہوا پھر گرد نمایاں ہوئی اور شیر دیو دیو مع چار لاکھ غالیہ نشین
ہو پہنچا امیر با توقیر آمد فوج کی او مختلف رنگ کے سردار اور بہادروں کو دیکھ کے متعجب اور متحیر محو حیرت خاموش بیٹھے دیکھ رہے تھے
اور مرجان عیار ہر ایک کا نام اور حال بیان کرتا جاتا تھا ناگاہ پھر گرد اٹھی اور ملک منصور شاہ چار لاکھ سوار اور چالیس
ہزار شتر بار و اسباب کے خاص گنجاب کا لیے میدان میں آکے ٹھہرا بعد اسکے اب جو دیکھا تو گرد سے ہوا سے آسمان
ایک عجب طرح کا ہنگامہ و شور و غل گوش زد ہوا اور آفتاب چھپ گیا سلطان عالی مقام نہایت متعجب ہو کے اس
طرف غور سے دیکھنے لگے ملاحظہ فرمایا کہ بہرام بن گرد خاقان چین لاکھ پری زاد اور ملک کا فور اور فولاد زرہ پوش سپہ سالار آہنی
ہزار دیو زرہ شاہین قاف آکے میدان مصاف میں قائم ہوئے اسکے بعد پھر گرد بلند ہوئی اور اس میں سے
علقمہ چھتر لالی وزیر اعظم گنجاب کا بارہ ہزار سوار اور چالیس ہزار شتر محمولہ اسباب اور مال گنجاب اور خزانہ سیم و زر
اور جواہر گنجاب کا ہمراہ لیے میدان کارزار میں موجود ہوا برابر اسکے جبار دیو اور دقیانوس بن قیطانوس زنگی
بادشاہ طلسم رفعت سلیمانی کا چالیس ہزار حبشی نیچے خوفناک صورتیں اور چار سوار اسپے تحفہ اور مال مع مرکب دو بم
سلیمانی بالین و لجام مرصع کار اور تاج رفعت سلیمانی ہمراہ لیے پہونچا اور صف آرا ہوا بعد اسکے پھر آسمان پر ایک
تاریکی سی چھا گئی اور دیکھا کہ دیو بہرمان مع شعل ہفت قلاب ہفت سر سلیمانی اور بارہ ہزار دیوزاد ہوا سے آسمان سے
اتر کے برو بے زمین میدان میں نازل ہوا صاحبقران فرط سرور سے پیرہن میں پھولے نہیں سماتے تھے اور شاہزادہ
بدیع الزمان کو دعا دے دیکے سجدات شکر بجناب باری ادا کرتے تھے یہی حمزہ عالی مقام اسی خوشی میں تھے کہ ایک جانب
سے آواز جھاڑ جھانکی کی پیدا ہوئی اور دیکھا کہ دریاے باختر سے فوج فوج اور غول کے غول اور غٹ کے غٹ سانپوں اور
اژدہوں اور بچھوؤں کے امڈ آئے اور ایک چھوٹا سا سانپ دہیش نام سے نہایت خوبصورت پر نقش و نگار تاج سر پر رکھے ایک
سانپ پر سوار آکے اسی میدان کے کنارے پر صف باندھ کے کھڑا ہوا سلطان والا شان امیر حمزہ صاحبقران نے
مرجان تیز رفتار سے پوچھا کہ یہ لشکر کس کا ہے اور یہ اژدہے اور سانپ کیونکر یہاں آکے جمع ہوئے ہیں مرجان تیز رفتار نے عرض
کی ان سانپوں کے بادشاہ کو شاہزادہ بدیع الزمان نے قید طلسم سے نجات دلوا دی تھی اسیوقت سے یہ سب رفاقت
اور اطاعت میں شاہزادہ والا قدر کے حاضر ہیں القصہ یہ طول تا چند اسی طرح سے سات روز لشکر زادوں اور فوج
لیے یاران جان نثاران اور ہوا خواہان بدیع الزمان کی برابر آیا کی سلطان صاحبقران امیر حمزہ کشور گیر جہاں ستان کا
یہ حال تھا کہ وابستگان دامن دولت اور ملازمان شاہزادہ والا رتبت کو ایسی ایسی فوج و سپاہ اور جوانان دلیر چھوٹے
آتے دیکھ کر وجد کر رہے تھے اور پھر بار شاہزادہ عالی مقدار کی تعریف جرات اور شجاعت اور جواں مردی کی کرکے دعا میں
دیتے تھے القصہ جبکہ لشکر ظفر پیکر شاہزادہ بدیع الزمان نامور کا تمام و کمال آکے میدان میں قائم ہوا جسوقت گنجاب

ین گنجور بن ملک سحربان ودیوکش نے از مغرب تا مشرق و از جنوب تا شمال سرداروں کے خیمے ڈیرے بارگاہیں جو برسے
مار کیاں بیچوبے اسپک ر وبیان فلک بند بام نگہ سے دیکھیں استادہ دیکھے کنجاب کے تمام جسم میں رعشہ پڑ گیا اور خوف
سے مثل بید کانپ رہا تھا رنگت چہرے کی زرد ہاتھ پاؤں سرد ہو گئے تھے بات منہ سے نہیں نکلتی تھی خواجہ عزالدین
ملک بختیارک منحوس کا فرزند ہے بیوں نے یہ حال پیغمبر مرسل کنجاب کا دیکھا کہا اے کنجاب کیوں اس درجہ پریشان خاطر اے سبب
تکدر خاطر کا اپنے بیان کر کنجاب نے کہا اے بختیارک بھلا تو ہی کہہ کہ اس بدیع الزمان کے لشکر سے کسکی تاب وطاقت
ہے جو حوصلہ جنگ کا تو درکنار اسکے لشکر کی جانب رخ کر سکے بختیارک نے بہت سی تسکین اور تسلی کنجاب کو دے کے کہا
کہ اے پیغمبر مرسل تو خاطر جمع رکھ کس لیے کہ شاہزادہ بدیع الزمان فرزند حمزہ صاحبقران کا ہی شجاع ابن شجاع مرد مردانہ
اور شجیع زمانہ بہت باوضع ہے وہ کبھی دیو اور جن اور پری زاد اور غولوں اور ساحروں سے تیری فوج وسپاہ سے مقابلہ وجدال
کرنے کا حکم نہ دے گا دیو جن پری غول ساحر یہ سب کوئی تجھ سے کبھی نہ لڑیں گے اندک صبر تو دیکھ کہ تھوڑی دیر میں یہ سب دیو پری
جن وغیرہ کو رخصت کر دیگا فقط سوار و پیادہ قوم انسان جو اسکے ہمراہ لشکر اور فوج حاضر ہے انہیں سے اور تیری فوج سے
معرکہ رزم و جنگ درپیش ہوگا غرض بختیارک نے خوب سا سمجھا کے جب تسکین اور تشفی کی اسوقت کنجاب کو اندک
اطمینان حاصل ہوا لیکن کسی طرح سے دل کو چین اور اطمینان کلی حاصل نہ تھا حیران وششدر بیٹھا تھا اب حال شاہزادہ
نامدار سیاہ ملک قاسم کا سنیے کہ ملک قاسم نے جو ہجوم اور ہجوم دیوان زرہ شاہین قاف اور قوم اجنہ اور
پری زاد اور غولان صحرائی اور ساحران غدار کا اور آمد لشکر بے پایان اور فوج بیکران شاہزادہ بدیع الزمان
کی دیکھ کے اپنے دل میں از روے عدالت اور بنظر انصاف کہتا تھا کہ اگر اور بیچ بدیع الزمان نے بڑی جمعیت
اور خوب لشکر اور کیا اچھے اچھے شجاعان جنگار و دلیران خیر شکار بہم پہونچائے ہیں و جا باشا رہے معلوم ہوا کہ
بدیع الزمان مرد مردانہ اور شیر زمانہ ہے لیکن حیران ہوں یہ دیو اور پری اور جن اور غول اور ساحروں کا مجمع کیوں کیا اور
انکو کس لیے طلب کیا ہے اگر یہی ہے تو میں بھی جلے اپنا لشکر لیے آتا ہوں نقابدار سرخ پوش نے بگفتگو قاسم کی سنکے کہا کہ
اے قاسم اندک توقف کر دیکھ ابھی کیا ہوتا ہے

اب دو کلمے داستان پر شوکت بیان سلطان شاہان حلقہ فگن گوش گردن کشان مردم ربایے عرین خنگ سر پنجہ جنگ شکنندہ کمان رستم دستان صاحب گرز سام بن نریمان زلزلہ قاف ثانی سلیمان و دارا شاہان امیر حمزہ صاحبقران گذارش کیے جاتے ہیں

کہ جسوقت سلطان ظفر احتشام امیر حمزہ گرامی مقام نے تماشا آمد لشکر شاہزادہ بدیع الزمان گرد لشکر شکن کا دیکھ نہایت
شاد اور خندان اپنی بارگاہ عرش اشتباہ سلیمانی کو استادہ کر کے مع پانچ ہزار پانچ سو چھپن سرداران نامی اور پہلوانان گرامی
جوانان صف شکن خیبر فگن بہادران تہمتن شجاعت شعار شجاعت کردار و تخت زر نگار پر جلوہ فرما ہوئے اور سرداران دست راست
جانب راست اور سرداران دست چپ سمت چپ اپنے اپنے ڈنگلوں پر بقاعدہ مستمرہ متمکن ہوئے حکم ہوا کہ جشن نشاط اور
محفل انبساط کی تیاری ہو حسب الحکم غلام امیر عالی مقام خورشید ماہ طلعت ارباب نشاط کے حاضر تھے تھاپ طبلوں پر پڑی آواز
ہر شاہ ہوش ربا نوش کی بلند ہوئی طرہ ساز گی کا اپنی کی گمک تمام کو جانے لگی قانون میں رباب چنگ مرچنگ دف دائرہ جھانجھ
گینگڑی جلترنگ سرود ستار الگوجا سرنی سرمنڈل ارغنون خواج ونگے الگوجا وغیرہ انواع اقسام کے باجے بجنے لگے مغنیان سرایا
لولیان کرشمہ ساز حالت رقص میں ایسے کوئی عضو ہیں رکھتے تھے یہ ثابت ہوتا تھا کہ مجبول بد دماغی تعلقات دنیوی پر ٹھوکر
مارتے ہیں اور واسطے ازدیاد عمر و جاہ سلطان صاحبقران عرش بارگاہ کے اپنے اپنے ہاتھ دعا کیلیے آسمان بلند کرتے ہیں

رنگوے دلہاے عشاق پر شور انگیز تھے اور شیشہ باں پیمانا ساغر یوں کا پتہ ثابت ہوتا تھا کہ خماران دل مشتاقان کی تشنگی افزا لب پیمانہ ہی
اڑائے دیتی ہیں اشعار شراب از حسن اے دوست دی ، دل بری برد و جان ہمی بخشید ، بگشت چمن خوبان کہ دیدہ ، پردۂ تصویر
عاشقان بدرید ، چنار کف دل شل عاشقان بسمل او مشتاقان بیدل دست بدل تھا ، بردار شاخ شکوفہ کان گل لبیان شوخ و
شیرین کا خبر آشوب ، جنبان بر ذمہ صبر از دل کہ ترکان خوبان نگارا ، ساقیان مہ طلعت جام و صراحی زر دین ہاتھوں میں لیے
دورہ جام شراب یاقوت رنگ کا چل رہا تھا اور باب محفل میں دھوم ہی قطعہ ساقی نور بادہ برافروز جام ما ، مطرب بگو کہ کار جہان شد
بکام ما ، ما سن در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم ، ای بے خبر زلذت شرب مدام ما ، ناگاہ سلطان والا جاہ نے جانب شاہ عیاران
عیار عمرو بن امیہ نامدار مخاطب ہوکے فرمایا کہ خواجہ سلامت تم ذرا میرے قرۃ العین نور بصر پارۂ جان لخت جگر فرزند دلبند شاہزادہ
بدیع الزمان کے پاس جا کے اُسکو کاہی رخصت روح روان شیر حجی کر اگر جلوہ فرمائے دکھائے برابر ہی دنیا کو دکھانا دکھاؤ اور اپنے ساتھ
اُسے لیتے آؤ اور کہنا کہ بابا کہا ای فرزند میری آنکھیں تشنۂ دیدار ہیں ذرا دم بھر کے لیے آکے مجھے اپنی صورت دکھا جاؤ حسب الحکم امیر با توقیر
شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار اُسی وقت بارگاہ سے نکلے متوجہ طرف بارگاہ شاہزادہ بدیع الزمان عالیجاہ کے ہوا ادھر
شاہزادہ بدیع الزمان نے بعد ملاحظہ تمام اپنے لشکر دیو و پری و دیگر مخلوق و ساحران اور ساحرون کے فرمایا کہ تم اب سب اپنے اپنے
ملک کو جاکے آرام کرو اور سب کو رخصت کیا اور آپ مع فعفل یعنی گیا ہور خوبن شام و باب باختری اور قارن بلند کمان اور
ورقلاے زنجیر خاے اور ترک جوشن پوش اور زبدہ خان بن گنجاب اور رستم خان بن گنجاب اور طاہر قہرمان عجمی اور سعید
جنگ نشین اور حارب خونریز اور ضارب خونریز اور ملوک عجم اور ملک صفوان جہاں نشین اور ملک گودرز دیلمی اور قیطاس
زرہ پوش اور ملک مالک مغفرہ پوش اور املاق قزاطانی اور تلاق قزاطانی اور ملک منصور شاہ اور علقمہ اصطرلابی اور
قیس بن کلیا ہور ادریس بن کلیا ہور اور نوح بن کلیا ہور وغیرہ نوبیت کیا ہو کے اور قاتل زنگی مقاتل زنگی وغیرہ اپنے
سرداروں اور جان نثاروں کے اپنی بارگاہ میں بیٹھ کے محفل رقص و سرود میں مصروف ہوئے تھے کہ عمرو بن امیہ نامدار اندرون بارگاہ
کے ہو رشاہزادہ عالی جاہ کے آیا اور دعا و ثنا کے شاہی بجا لایا شاہزادہ بدیع الزمان نے جو عمرو کو دیکھا تو اپنے ڈیل پر سے
سرو قد اٹھ کے تعظیم دی اور با عزاز و اکرام تمام اپنے پاس بٹھلا کے پوچھا کہ خواجہ جان آپ اس وقت کیوں تشریف لائے عمرو نے کہا میں
حسب الحکم حمزہ تیرے بلانے کو آیا ہوں لیکن ای بدیع الزمان توسچ کہ کسقدر مال اور خزینہ سیم و زر اور گنجینہ لعل و گوہر وغیرہ جو تونے پیدا کیا
اُس میں سے مجھے کسقدر عنایت فرمائیگا شاہزادہ عالم نے کہا کہ اے عم بزرگوار جسقدر کل مال و اسباب نقد و جنس میرے پاس ہے آدھا میں دونگا آپکا
اور دوسری دو یکی میں مالک ہوں اور باقی جو کچھ ہے وہ واسطے حساب لشکر و امیر حمزہ صاحبقران نامدار کی نذر کا ہے عمرو نے کہا ای
بدیع الزمان تو خوب جانتا ہے کہ حمزہ صاحبقران کو کچھ مال و دولت و زر و گوہر سے بھی کچھ پروا نہیں ہے وہ خود گنج وقار ہے سو نہ دو جو
اور مال و اسباب اپنے تحت اختیار میں رکھتا ہے تو ایک کام کر کہ ہم اور تو باتفاق باہم برابر تقسیم کر لیں شاہزادہ بدیع الزمان نادر
یہ تقریر شاہ عیاران عیار کی خوشی سے ہنسا اور کہنے لگا کہ خواجہ سلامت بہت ٹھیک ہے لیکن عمرو نے کہا خاموش ہو رہا بعد اسکے کہا
کہ حمزہ نے تجھے طلب کیا ہے شاہزادہ بدیع الزمان عالی مقام نے کہا کہ ای عمو صاحب میں بھی نہایت مشتاق زیارت اور قدم بوسی
اقدام عالی سلطان عالی مقام کی دل میں رکھتا ہوں مگر مجھ پر مطلق ہوں کہ یار دن انشاء اللہ تعالیٰ اگر فضل الٰہی شامل حال ہوا اور حیات
مستعار باقی ہے تو بعد فراغ معرکہ جدال و قتال اور تصفیہ کشت کاب ضرور حاضر ہونگا عمرو نے کہا کہ ای بدیع الزمان عدول حکمی
حمزہ کی کرنا یہ بات مقتضائے دانش نہیں ہے شاہزادہ بدیع الزمان معقول ہوکے ہمراہ شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار
بخدمت سلطان عالی مقام روانہ ہوا عمرو نے آگے جا کے خدمت فیض درجت میر با توقیر حمزہ صاحبقران دوران عرض کی کہ شاہزادہ
بدیع الزمان آتا ہے صاحبقران دوران نے سرداروں کو واسطے استقبال کے روانہ کیا اور سب سردار استقبال کر کے ہمراہ رکاب

رشتۂ جان جانتے تھے خنجر بے قبضہ زر غیر مہیا تھا نیزہ نیزہ بالا زرگرکمین نشانہ تھا ایک ایک زرہ پر سو سو جوان چشم پر دوختہ
چار آئینون کے واسطے آشنا آشناؤن سے چار چشم ہو کے بات نہین کرتے تھے اور کہتے تھے یارو جو شے جا ہو حاضر ہو اسکے
دینے مین ہمکو کبھی انکار اور کچھ تکرار تمسے نہین آلات قسم ہتھیار سے آج کوئی ہمسے طلب نہ کرو **اشعار** بسکہ گشتہ گرم بازار
تیغ و حلق میکرد مرد جان ایثار تیغ قیمت خود بسکہ مردم می فزود ٭ کیسۂ زر قیمت یک خود بود ٭ ہزارون لاکھون بہادران اور
دلیران صاحب عز و تمکین نے جسوقت سے کہ آواز طبل جنگ کی سُنی ہے غسل کر کرکے پوشاکین نفیس اور پاکیزہ پہن پہنکے
عطر ملکے سیکڑون اپنے خیمے ڈیرون مین کنج عزلت مین سیکڑون خانقاہون اور مسجدون مین ہزارون لب دریا ہزارون
جانب میدان سر برہنہ جانب قبلہ منھ کیے دعائین مانگتے تھے اور بحضور قلب اور خلوص نیت بچشم اشکبار نظر مین پیوستہ
کیے جناب باری سے مستدعی اور ملتجی تھے کہ اے رب جلیل دل ایک قطرہ خون ہے اسکا کچھ بھروسا اور اعتبار نہین ہے
کل صبح کو میدان مصاف مین امتحان قوم اشراف اور فرقۂ اجلاف کا بزبان خنجر اور دم شمشیر اور گواہی گرز عمود
بروے کار آئے اور جوہر عالی نسبی اور والا دودمانی کا ہر ایک دلیر عرصۂ کارزار کے بعرصۂ ظہور آئیگا اپنی رحمت
کا صدقہ ہمکو اپنے آقاے ولی نعمت کے روبرو سرخرو کرنا آرزوے دلی یہی ہے کہ ہمسے خون کے اور بڑھیان زخمون
کی تن پر ڈالے آئینہ شمشیر مین چہرۂ عروس فتح و ظفر کا جلوہ کرکے دولھا بنے میدان رزم و پیکار مین نمودار ہون
اور ایک قدم ہمارا آگے سے پیچھے کو نہ ہٹے غرض یہ کہ تمام رات دونون لشکرون مین بڑی جاگ اور چہل پہل
رہی طلایہ سوارون کے پھرتے تھے آواز ہوشیار باش بیدار باش کی بلند تھی آخر الامر جب کوئی تین چار گھڑی
پچھلی رات باقی رہگئی کہ یہان سرخیل وفاداران **مقبل** وفادار نے جاکے پاے سعادت صاحبقرانی کو بوسہ دیا
سلطان والا شان خواب راحت سے بیدار ہوئے اور پوچھا کہ **مقبل** رات کتنی باقی ہوگی **مقبل** نے عرض کیا کہ اے
شہریار نماز کا وقت ہے سلطان **صاحبقران** نے فرمایا کہ پانی وضو کے لیے طلب کرو فراش آفتابہ اور سلفچی
لیے حاضر تھا **امیر** با توقیر نے اُٹھکے وضو کیا اور بعد وضو دو رکعت نماز پڑھکے پوشاک پہنی اور صندوق سلاح
کا طلب کیا تمام سلاح ذات اقدس پر آراستہ و پیراستہ کیے **اشعار** زخود و سرافراخت آن سرفراز ٭ کہ تا فتح پیش آید
طراز ٭ زرہ کش قباے زراندود بود ٭ زصنعت گر ہپاے داؤد بود ٭ مسلح اور مکمل ہوکے باہر برآمد ہوئے **قند زیوانہ اشقر**
دیوزاد کو لیے حاضر تھا **امیر** نے **اشقر** کی پیشانی پر بوسہ دیا اور پایال پر ہاتھ ڈالکے رکاب مین قدم رکھا **اشعار** بزین جلوہ
گر و جست چو بر سکندر بزین برنشست ٭ تو گوئی کہ سہراب یل زندہ شد ٭ فلک زیر شمشیر او بندہ شد ٭ چار سو ساٹھے چار سو
رفقا اور ندماے شل شاہ **سلیمان فارسی** اور **ابو المعجن** گرد اور **مقبل** وفادار وغیرہ ہمراہ رکاب ظفر انتساب
سلطان عالیجناب کے ہوئے سواری مثل باد بہاری آہستہ آہستہ روانہ ہوئی جبکہ قریب نقارخانۂ بلورین کے پہونچے تو دیکھا سامنے
عیش محل کی ڈیوڑھی پر پردہ ہے خیمون پر کھینچ چکا ہے گلال باری اب تک قائم ہے اکطرف سترہ سو کنول بلورین الماس نگار
اور سو پچ لگیان اور ہزار بارہ سو جھاڑ بوقلمون اور دو ڈھائی ہزار پنجشاخے گنگا جمنی روپہلی سُنہری **شمعدان** کف دست
اُنکے نازنما د ہر سر انگشت پر پرچم یا شمعین موم کی اور کافوری کنولون اور سو رنگیمیون وغیرہ پر چڑھین روشن ہین
ہر چند بسکہ صبح کی روشنی نمایان ہوتی جاتی ہے تو روشنی پر زردی سی چھا گئی ہے اور فتیلے بے نور نظر آتے تھے اکطرف نکورا
نوبت کی لگ رہی تھی نقارے سونے روپے کے دھرنا اور شہنا چہ مین طلائی اور نقرئی تقرچی سب بادلہ پوش دو عالین
طلائی نوبت خانہ بہت تکلف کا بجا ہوا تمگیرہ تمامی کا آگے اُسکے کلابتونی ڈوری پڑے کھنچا ہوا شہنا نواز شہناؤن مین
گت بھیرو ین بہاس الطیا کو پھونکتے ہوئے سنانے سُرون کے بجنے معلوم ہوتے تھے شعر وہ شہنا نوازون کی پیاری دُھنین

جنھین کان رکھ رکھکر ملائک سنین ہا ایک سمت دو ڈھائی ہزار سنے باروت کی پگڑیان تمامی کے لنگوٹ کھینچے کربلوی کا کرتے
سوہی یچنی باندھے جوتے بیشوری سلے ستارے کے پانوئنین چڑھائے مشکیزے سنے لعداد چمڑے کے کاندھے پر رکھے گلاب
کیوڑا عرق بہار بید مشک انمین بھرے فوارے ہزارے مرصع دہانون پر چڑھائے عطر بیزی اور گوہر افشانی کرتے ہین ایک
جانب ہات سو آتشدان منقل بردار عود سوز اگرسوز عنبر سوز ہاتھون مین لیے لوٹنے لچکنے کے روشن کیے عود بر کی جھڑ لگتے
ہوے بخورات طرح طرح کا جلتا ہوا نسیم عنبر شمیم وزان ہے دماغ جان معطر ہوئے جاتے ہین سترہ اٹھارہ سو حاجب
دربان کلکچی قورباشی **یساول مردھے چوبدار** پیش تیس بتی کی پیچھے دار پگڑیان سرون پر باندھے مرزائیان
بیلکاری کی انبز قبائین برق چاک محمودی کی اور قلمکار جلون کی سنجاب ٹنکی ہوئی گلے مین پہنے مشروع کے پاجامے
پانون مین جبل چشم کے چیکردن سے باندھے ابلق کمیت سرنگ سمند سیاہ گھوڑے رانون کے تلے دبائے جھکا رستے
گدگدائے منتظر سواری کھڑے ہین ایک سمت ہزار بارہ سو فیلان کوہ شکوہ جھسونڈے رنگے ہوے جگا ہین برجی بڑی حلقہائے
زرنگار پشت پر اشعار جھبک کے خورشید سے ہودج زرین پر جبین - فیل جب شہ کی سواری کے کھڑے ہون درپر جلی
زربفت کو ہو جانب کی راتونے لگے ہے شب دیجور بہ کیون نور کی ڈالی جادر - جوڑے مکلل بجواہر داتون پر چڑھے ہوے
مہ جان باد رپوش طلہائے زرنگار ہاتھونمین انکی پشت پر بیٹھے فیلبان گجگ کڑے خاموش انتظار سواری مین
ہین چودہ سو پندرہ سو سانڈنیان بطور میرائیان کے آراستہ سقرلاتی مخمل جھولین انپر پڑی ہوئین ڈوریان کلابتونی جھالرین
مقیش کی کرنین مرتین یا سلکہائے مروارید آویزان زنگ گنگا جمنی گردنون مین سانڈنی سوار دوریان دھوم دھامی پہنے
جارین بکٹے ساتھ نیون کو روکے کھڑے ہین ایکطرف بارہ ہزار خاص بردار بندیان ہاتھ اگلے مین پگڑیان اور پیچے سرخ
سرخ سرون پر لوہکرون مین بہکارے پر لگے سلح اور مکمل نقرئی طلائی تمامی کے غلافون کی خاصیان مگر وہان شیرپان
جواہر نگار رومی ولایتی فرانسیسی نادر جنگا قین دونالیان یکنالیان رفل خاردار رفل وغیرہ کاندھون پر رکھے پا باندھے
لب بسکوت حاضر اور مستعد ہین غرض سامان اور جلوس سواری کا دیکھتے ہوے سلطان **صاحبقران** قریب عقبہ ملک
تکریم ملائک مقیم کے پہونچکے **اشقر دیوزاد** پر سے اُتر پڑے اور زین پوش بچھاکے انتظار مین بیٹھ رہے حضرت
ظل اللہ شہنشاہ **سعد بن قباد** کے وہین بیٹھ گئے اور جو جو شاہ و شہریار اور سردار مجرئی آتے جاتے تھے سب
امیر حمزہ صاحب توقیر کو مجرا کرکے چپ و راست زین پوش بچھا بچھا کے بیٹھتے جاتے تھے ناگاہ اندر سے آواز شہنا دن
کی گوش زد ہوئی اور آمد سریر سلطان حضرت ظل اللہ کی دکھلائی دیا اور بشارتیان کیتان کرب بن کوہ کرب جمرو
معد یکرب پہلوان **عادی** نے پردہ زنبوری کو ہاتھ سے تھام لیا اور تخت حضرت ظل اللہ عرش بارگاہ کو جوان
سریرگردون سریر وارث اورنگ جہانبانی مالک سریر سلطانی شہریار عالی مقدار **سعد بن قباد** کا چار سو ساڑھے چار
کہاریان نوجوانین پری طلعتین ماہ و شین دوش بدوش لیے نمودار ہوئین اور گرد و پیش کنول بردار نشان صبح کی
والیان لالٹین والیان دستی والیان روشنی مومی کافوری شمعون کی لیے ہوے اور روشنچوکی والیان روشنچوکی بجاتی
سنانے سرون کے نکلتے ہوے پہلوان **عادی** پکارا نصر من اللہ فتح قریب کہارون نے بڑھکے تخت اُس سلطان
مرتبت کا کہاریون سے لیکے اپنے دوش پر رکھا حضرت کے چہرۂ اقدس پر جو خیال کیا تو معلوم ہوا کہ شاید ابھی نماز صبح
انفراغ حاصل کرکے سوار ہوے ہین سجدہ گاہ کی مٹی جبین اقدس پر لگی ہوئی وظیفہ مین مشغول ہین **صاحبقران**
دوران اُٹھکے مجرے کو جھکے **مردھے** نے نقیب دی بادشاہ سلامت شہنشاہ عالم پناہ سلامت زلزلہ **قاف تا قاف**
سلیمان **حمزۂ** صاحبقران **امیر** کشورستان جہانستان کا مجرا نگاہ روبرو حضرت ظل اللہ نے انتھا اپنی چھاتی پر رکھ کے اشارہ

سوار ہونے کا کیا امیر با توقیر مجرا کرکے اشقر دیوزاد پر سوار ہوے بعد ازان جتنے شاہ و شہریار دست راست اور دست چپ تھے ایک ایک کا مجرا لیتے ہوے شہنشاہ گیتی پناہ قوائین سجدہ گاہ ظل اللہ بادشاہ سعد بن قباد جانب میدان رزمگاہ مخاطب ہوے آگے آگے کڑکیت کڑکا بولتے ہوے میدان میں آئے **اشعار**

یہ کہتے تھے آ کے میں ہر دم پکار
ادب سے تفاوت سے اور دور سے

بڑھا تو جو ابو سے جا بجو
بڑھے جانے آگے سے چلنا قدم

دو جانب بائیں لیے آئیو
بڑھے عمر و دولت قدم با قدم

نقیبان درجلو داران و چوبداران بھی اپنے معمول و دستور سے بعد اسکے ہزاروں طرح آداب بجا لاتے کرتے ہوے ہمراہ تخت بادشاہی اور گھوڑوں کے پیٹ کے تلے دبے ہوے کچھ جانب راست کچھ جانب چپ کچھ آگے پیچھے گرد کو ہٹاتے چلے جاتے تھے سلطان باکرم امیر حمزہ نامور زیر سایۂ علم اژدہا پیکر چالیس قدم بہ دوری اور صاحبقرانی آگے تخت سے بادشاہ کے بڑھے ہوے یہ شعر پڑھتے ہوے **شعر** من آن ستارۂ صبحم کہ از کمال ادب • ہمیشہ پیش رو آفتاب می باشم • باقی تمام سرداران والا گوہر اور افسران لشکر اور فوج و سپاہ چپ و راست اور عقب بہ آئین شائستہ قدم با قدم ہمراہ رکاب ظفر انتساب شہنشاہ عالیجناب کے وعدہ گاہ مصاف میں آکر پہونچے اور تخت حضرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی بادشاہ لشکر اسلام کا قلب لشکر میں قائم ہوا اس عرصہ میں مقدمۂ صبح کا ہوا اور شاہ زرین کلاہ خاور آفتاب تخت نیلگون سپہر پر سوار ہو تاج زرین سر پر رکھے دریچۂ مشرق سے واسطے تماشائے رزم و پیکار شاہزادہ **بدیع الزمان** نامدار کے نمودار ہوا اور یہ دیکھا کہ ایک سمت سے انجم گروہ رستم شکوہ سرفتنۂ ملک **باختر صاحبقران بن صاحبقران** پہلوان تہمتن شاہزادہ **بدیع الزمان** گردنشکن مع **فضل بن** کیا ہو رخون آشام اور ترک جوشن پوش اور **قاتل زنگی** اور **مقاتل زنگی** اور **عادل خان بن گنجاب** اور **نوفل خان بن گنجاب** اور **طرید خان بن گنجاب** اور **رستم خان بن گنجاب** اور **سعید جرگہ نشین** اور **سعید جرگہ نشین** و دیگر ارباب **باختر** سی اور **قارن بلند کمان** اور **ذرقاے زنجیر خاے** اور **فضل بن آشوب** اور ملک **صفوان مطلع نشین** اور **حارب خونریز** اور **ضارب خونریز** اور **منصور شاہ** وغیرہ شجاعان روزگار اور دلیران عرصۂ کارزار اپنے سرداروں اور رفقاے جان نثار اور لشکر غازیان دیندار مجاہدان نمودشعار مرکب گلگون **باختر** سی پر سوار تیغہ **طہموث** ذیوبند کے قبضہ پر ہاتھ رکھے ہوے اور ایکطرف سے نور حدیقۂ وسالت و شہامت صاحب عزم مبارز رزم شاہزادۂ خاور سپاہ ملک **قاسم** لعل خفتان خونریز خاوری **شعر** آفتاب مشرق دین پرور ی • شہسوار لعل پوش خاوری • نقابدار سرخ پوش بنا ہوا اور نقابدار سرخ پوش مع تمام فوج و سپاہ کے وعدہ گاہ مصاف میں آکر قائم ہوے **اشعار**

ز چار آئینہ ... خو استند
ہوا شد خروش آئینہ پیل [illegible]
سپہ بر سپہ فوج بر فوج بود
رہ رفتن خویش گم کردہ مہر
ز رنگا رنگ و رنگا رنگ

بمیدان رسیدند مردان کار
ز ارباب ایوان فضا جہان
برآمد شدہ لشکر بے قیاس
زمین آمد از نعل تازی بتنگ
ز سم ستوران دران بن دشت

فراہم شدند آن یلی نامدار
تمامان چو طاؤس باغ جنان
زمین در تزلزل فلک در ہراس
نہان شد بگرد آسمان و زنگ
زمین شش شد و آسمان گشت ہشت

چو سد سکندر صف آراستند
علمہا سر برکشیدہ چو سرو
خفیف زمین چون فلک [illegible]
ز گرد و غبارے کہ شد بر سپہر
صدا ابرون آواز طبل جنگ

سلطان ظفر احتشام امیر عالیمقام وہان آکے ایک بہت بلند ٹیکرا تھا مع شہنشاہ **سعد بن قباد** اور تمام شاہ و شہریار اور سرداران لشکر اسلام اُس ٹیکرے پر جاکے بارگاہ **سلیمانی** کو استادہ کرا دیا حضرت ظل اللہ نے سریر سلطنت پر اجلاس فرمایا اور سلطان **صاحبقران** ونگل نا دعنبر پر جلوہ فرما ہوے اور باقی دست راستی و دست چپی لبنے اپنے ونگل اور کرسیوں پر متمکن ہوے اور تمام لشکر اسلام ایک سمت از مشرق تا مغرب

صف باندھ کے قائم ہوا تا گاہ نطوف سے گنجاب علیہ اللعن والعذاب تخت پر سوار اور خواصی میں خواجہ گراز الدین ملک
بختیارک شوم کا فریدین اور دست راست پر مرزا تاجدار او رفرامرز نابکار پسران نوشیروان ملک العادل کسریٰ اور
دست چپ پر القاس خون آشام اور بدربن زلازل یک چشمی وغیرہ کفار او رپشت پر لشکر کفاران و نابکاران پر دغا
شعر حرامی لعینان مردار خوار + زمرہ پرستان ہمہ نابکار رحیلاں خیل ذیل ذیل پیچھے کے تیپے قشون قشون دستے دستے گروہ
گروہ انبوہ انبوہ غول کے غول غٹ کے غٹ پرے کے پرے فوج فوج موج موج شعر بمیدان رسیدند از ہر طرف ہجوم افواج
دجال بستند صف + طرفین سے تبرداروں نے نکل کے جھاری جھنڈی کا لشکر میدان کو ہموار کر دیا بیلچہ مار بیلچہ کاری
کرکے نکل گئے سقے وغیرہ آبپاشی کر رہے تھے گرد و غبار کو بٹھلا رہے تھے گو کثرت گرد و غبار سے کرۂ ہوا کرۂ خاک
آسمان گنبد لاگنبد لا انداز زمین عرشہ وار نظر آتا تھا دل دماغ جوانوں سے سر پیٹ رہے تھے اور جیالے بجین کف افسوس
ملتی تھیں علمہائے زرنگار روز نگاری گیسو اپنے کھولے ہوئے زرہ میں چشم چشم ہوکے میدان کو جھانک رہی تھیں چار آئینوں
کو عالم حیرت تھا بارے بعد دو گھڑی کے بسبب کثرت آبپاشی جب گرد و غبار فرو ہوا اور ایک ایک کو بخوبی دیکھنے لگا تو اسوقت
نقیبوں اور چاؤشوں نے میدان میں نکل کے میمنہ میسرہ قلب و جناح ساقہ و کمینگاہ آگے کا ہراول پیچھے کا چنداول چودہ
صفیں باآئین مہین آراستہ اور پیراستہ کرکے ایک ایک دلاور و جوان سے آنکھ ملاکے بآواز بلند کہا کہ اے مردان بکوشید تا جامہ زنان
نپوشید شعر روز جنگ ست جنگ باید کرد + کوشش نام و ننگ باید کرد + کمان ہر وہ رستم وہ سہراب کمان بیژن اور ہر زور شعار

ز احوال جم جاے عبرت نکوست	نشانے نہ از کاسۂ مغز اوست
فلک کن درین طاق بازیچہ رنگ	کہ بشکست چون فرق کسریٰ بسنگ
فریدون خداوند اکلیل و تخت	ز دنیا بنا چار بربست رخت
بیجاک سپہ فرق رستم نگر	کہ در زد دیدے از گرز او کوہ سر
جہان را کسے پائداری نکرد	بکس این جفا پیشہ یاری نکرد
شجاعت خدا و رسل را پسند	شجاعان دنیا بجنت رسند
وہ جلوۂ نام جمشید دید	بہ پیش شجاعان شود جلوہ گر

سکندر کہ یک عمر آئینہ ساخت	ز آئینہ مرگ چون زنگ باخت
کجا رفت خسرو چہ شد کیقباد	نداری ز کاؤس و دارا بیاد
جگر خون شد از دہر افراسیاب	کہ گشتی از و زہرۂ شیر آب
چو بیژن بچاہ بلا شد قرار	نماند آن یلی بزروئے نامدار
گر آنکہ نام شجاعان عصر	بماند تو تا بخواہی حشر
کدام ست پس آن یلی ارجمند	کہ آید بمیدان تیغ و کمند

یعنی کون ایسا جوان ہو کہ آج ان بہادروں کا نام مثل
حرف غلط مٹاکے اپنے باپ دادے کا نام اس صفحۂ ہستی پر روشن کر جائے سپہ گری کا فن ہزاروں مردوں کو
دکھلا جائے۔ یک آگے ہٹ رہے اور یک با پیچھے ہٹ جائے۔ بس اتنا اس کہنے کے شجاعان عرصہ کارزار
اور دلیران نامدار کی آنکھوں میں نشۂ شجاعت کے پردے سے پڑ گئے اور بر جگہ ترچھے کیے اور قبضوں پر تلواروں
کے ہاتھ رکھے منتظر تھے کہ دیکھیے ہراول لشکر کون ہوتا ہے یہاں تو یہ حال تھا اب شمۂ حال گنجاب خانہ
خراب سیاہ دل کا گذارش کیا جاتا ہے کہ گنجاب نے حکم دیا کہ ہمارے لشکر میں سات صفیں آراستہ
ہوں چنانچہ اوّل میں ارجل خشت انداز اور سرجل خشت انداز مع ایک لاکھ اسّی ہزار خشت انداز
اور رعد اندازوں کے آکر قائم ہوئے اور صف دوم میں القوان گراز دندان اور کیوان گراز دندان پچاس
ہزار کفار آمادۂ مرگ ہمیاں سے تھامے تھے تیسری صف میں غراب زنگی اور محراب زنگی لاکھ حبشی
اور زنگیان مردم خوار سے صف آرا ہوئے چوتھی صف میں فیل گرگ پیشانی اور گرگین فیلتن
ایک لاکھ تیس ہزار سواروں سے برابر ہوئے اور صف پنجم میں کلال خرس پیشانی اور جلال خرس پیشانی
ایک لاکھ چالیس ہزار سواروں سے وصف جنگ دینے کو صف ششم میں ارقم فیل زور اور عقرب اژدہا چشم

دو لاکھ سوار نیزہ دار سے آمادہ پیکار اور صف جنگ مین قہور کرگدن سوار ایک لاکھ سوار کا مدار و سے تہیہ کا ردار جنگ کا تھا ایک مرتبہ ارجل خشت انداز نے ایک کرگدن اہرمن طلعت پر اشعار

تو صرصر تیز رو در ہنگام رفتن	میان ابر و آتش چو برق سنج	پیلے بر گردن چون کوہ آہن
چنان دم کوہ را صد پارہ کردے	بجنگ پیل بوزی سخت سنج	اشارت گر بسنگ خارا کردے

جو کہ زیر ران رکھتا تھا آئے جاب مرکے صف لشکر کفار سے باہر نکلا اور سامنے تخت کنجاب کے آکے اجازت طلب ہوا کنجاب نے کہا جا تجھے حوالہ خداوند لقا سے خدائے باختر کیا بس یہ سنکے وہ ملعون مقہور خدا اور مردود خلائق ارجل خشت انداز کنجاب علیہ اللعن والعذاب سے رخصت ہوا اور اپنے کرگدن کو تیز گام کرکے ناف میدان مصاف مین آکے قائم ہوا اور پکارا ہو لشکر بدیع الزمان والے فرقہ خدا پرستان از شما ہر کسے کہ آرزوے مرگ داشتہ باشد بیاید بمیدان جنگ کرارادہ دست و پا آوری دارم تا سخن در دہانش بود اور پورا کلمہ اسکی زبان سے نہین نکلنے پایا تھا کہ تقاضا بشریت یو من نے چاہا کہ مین اپنا مرکب جولان کرکے اسکے مقابلہ کو نکلون ناگاہ ادھر سے شاہزادہ عالیمقدار بدیع الزمان نامدار نے اپنے مرکب کو صف لشکر سے باہر نکالا اور جیب و دامن جلون کو جلوہ دیا شاہزادہ رستم صولت سہراب توان بدیع الزمان گرد لشکر شکن ہمت ثانی سلیمانُ الاشان حمزۂ صاحبقران رخ کرکے مرکب پر سے کود پڑا اور امیر عالیمقام کو مجرا کرکے پھر گھوڑے پر سوار ہوا اور مرکب کو جھکا تا قریب ارجل خشت انداز کے پہونچکر ہمنگام در ہوا تو دیکھا کہ گینڈا ارجل خشت انداز کا دس بارہ قدم پیچھے گیا ارجل کرگدن پر سے گرتے گرتے بچا اور پھر خوب سا سنبھلکر تازیانہ کرگدن کو مارا اور نہایت غیظ و طیش مین بھرا ہوا سامنے شاہزادہ بدیع الزمان کے آکے کہنے لگا کہ ای جوان یہ کونسی رسم دری ہو کہ تو نے آتے ہی لگا دیا کے میرے کرگدن کو پسپا کر دیا شاہزادہ عالم نے جواب دیا کہ ہمارے طریق اسلام مین یہی رسم ہو کہ پہلے ہمنگام در ہوکے امتحان زور بازوے حریف کا کرتے ہین کہ کیسی قوت اور مردانگی ہمپر ظاہر ہو گئی کہ نہایت کم طاقت ہو ایک لگاؤ مین گینڈے پر سے گرتے گرتے بچا ارجل خشت انداز یہ کلام شاہزادہ عالیمقام کا سنکے بہت درہم برہم ہوا اور کہنے لگا کہ ای خیرہ سر خدا پرست تو بچہ کر دو جانتا ہو تو شعر بیا تا بہ داری ز مردی نشان + کمان کیانی و گرز گران + شاہزادہ والا مرتبت نے فرمایا ای ارجل خشت انداز ہمارے طریق مین چار باتین ممنوع ہین اول حریف پر پیشدستی نہین کرتے دوم بھاگے کا تعاقب نہین مناسب جانتے تیسرے کسی بزرگوار کے مزار پر دیدہ و دانستہ قدم نہین رکھتے چوتھے کسی عاشق کا راز نہین فاش کرتے انداشعر تو اول برآور تمنائے خویش + کہ من خصم را سید ہم جائے بیش + یعنی تو پہلے اپنی ضرب کرکے اپنے دل کا ارمان اور جی کی حسرت نکال لے اگر جناب احدیت تیری ضرب سے مجھے محفوظ اور سالم رکھیگا تو بعد اسکے مین اپنا حربہ تجھپر کرونگا ارجل خشت انداز نے کہا دو ہا مرزی وہ جو پہلے مارے + سچ کر چھپنے کو کیا ایسے جب تو میری حرب سے جانبر ہوگا تب پھر تیرے وار کو دیکھ لونگا یہ کہکے پکارا خبردار رہ کہنا کہ خبردار نہ کیا اور فلاخن کے گلے مین ایک خشت فولادی اور اسکے چارون کونون مین چار خنجر فولادی بران اور بہت آبدار نصب کیے ہوے رکھکے اپنے سر پر چرخ دیا اور سمت شاہزادہ عالیمقام بقوت تمام مارا چنانچہ وہ اینٹ مثل رعد شور کرتی چلی شاہزادہ عالیجناب نے اسکو آتے دیکھا اپنا ایک پانون رکاب سے نکالکر فاش زین سے چپتی تمام کل مرکب پر آرہا اور زین کو خالی کر دیا اینٹ برابر پالان مرکب کے آکر لگی اور کلا مرکب کا توڑ کے زمین مین غرق ہو گئی وہ گھوڑا شاہزادہ بدیع الزمان کا تصدق ہو گیا اور شہزادہ عالم جست کرکے زمین پر آیا اور امیر ابن عمرو سے فرمایا کہ گلگون باختری کو لا حسب الحکم شاہزادہ عالم کے امیہ بن عمرو نے اسید مرکب گلگون باختری کو لاکے حاضر کیا شاہزادہ بدیع الزمان نے پہلے نور دیدہ کرکے

اُس اسپ کو زمین سے کھینچ لیا اور پھر اُسکے گلگون باختری پر سوار ہو کے اُسی اینٹ کو لیے مرکب کو تیز گام کے جانب ارجل خشت انداز مخاطب ہوا اور یہ نعرہ کرنے لگا نعرہ

بدیع الزمانم کو دیو زرّین	توانم زدن آسمان بر زمین
صبوحِ خوبی سبز انجمن	ز تیغم بسے ملک اسلام شد
بدیع الزمان کو دشمن شکن	کہ سر فتنہ باختر نام شد

نہیب دی کہ باش اے نطفہ حرام بد ذات خبردار کہ میں تیرے تقدیری حربے سے تجھے جہنم واصل کرتا ہوں ارجل خشت انداز یہ کلام شہزادۂ عالی مقام کا سُنکے قہقہہ مارکے خوب ہنسا اور کہنے لگا کہ اے بدیع الزمان مجھے خداوند لقا نے پروانہ مسلمی کا دیکے تقدیری ہو کہ تو سب پر غالب رہیگا کبھی کسی سے تو مغلوب نہو گا شاہزادہ عالیمقام نے فرمایا کہ کیا معاذ اللہ تیلے اپس گبر معز درخوک بیکر خرس بادیہ ضلالت گمراہ کنندہ عالم لقا کی تقدیرات اور مزخرفات کہنے کا ابھی تماشا دیکھ اور یہ کہکے اُسی اینٹ کو سر پیچ دیکر ارجل کا نشانہ تاک کر مارا ارجل نے چاہا تھا کہ اینٹ کو خالی دے مگر اینٹ آکے اُس حرامزادے کی چھاتی پر لگی اور وہ جہنمی چیخ مارکے گینڈے پرسے چاروں شانے چت زمین پر گرا اور دم بھر میں پھڑک پھڑک کے سدھارا جہنم کو گیا گنجاب نے جو یہ حال دیکھا کہ ارجل خشت انداز مارا گیا پکارا کہ وا ویلا واحسرتا وادریغا اس خیرہ سر تیرہ روزگار خدا پرست نے غضب کیا کہ سرنجس خداوند لقا کا توڑا کسلیے کہ تقدیر خداوند لقا نے کی تھی کہ کوئی ارجل خشت انداز کو کبھی نہ مار سکیگا اور اسنے بخلاف تقدیرات خداوند لقا کے ارجل کو مار ڈالا اب نہ جانے دینا اسکو اور چار طرف سے محاصرہ کرکے مار لو زندہ و سالم نجھو نہ دیو شور گنجاب کا سُن کے سرجل خشت انداز چھوٹا بھائی ارجل جہنمی کا ہائے بھائی ہائے بھائی کہتا اپنا گھوڑا دوڑاکے سمت شاہزادہ بدیع الزمان چلا نقابدار سرخ پوش نے جو دیکھا کہ بدیع الزمان نے مردانہ وار ارجل خشت انداز نابکار کو جہنم واصل کیا اور اب سرجل خشت انداز چھوٹا بھائی اُسکا بہ ہیئت رزم بر سر شاہزادہ بدیع الزمان جاتا ہے کہیں ایسا نہو اپنے راہوار کو گرم کرکے سد راہ سرجل خشت انداز کا ہوا اور باواز بلند کہا کہ باش اے نامرد تیرہ روزگار کہاں جاتا ہے کس واسطے کہ تو صید لاغر میرا ہے سرجل خشت انداز نے نقابدار سرخ پوش کو سد راہ اپنا دیکھ کے حالت غیظ و غضب میں ہیبطرح کی ایک ور اینٹ فلاخن میں رکھی اور چاہا کہ پیچ دیکر سر پر چرہ اپنا کرے ایک مرتبہ نقابدار سرخ پوش نے مثل برق جھپک کر دوال کمر پر اُس کے سطح سے تیغ بلارک افراسیابی کا حربہ کیا کہ مانند خیار تر کے دو ٹکڑے ہو کر لاش اُس جہنمی بد معاش کی فاتش زین سے زمین پر گری اور خاک و خون میں پھڑکنے لگی شاہزادۂ بدیع الزمان رستم صولت نے جو دیکھا کہ نقابدار سرخ پوش نے سرجل خشت انداز کو واصل جہنم کیا شاہزادۂ عالم اپنا گھوڑا چمکا کے قلب لشکر گنجاب پر جا پڑا اور اسطرف سے بھی تمام کفار بر جھے اور تلواریں پکڑکے ہمارے زرم دیدہ کار دھوئے یہ پیرش اور جلوہ فوج کفار کا دیکھ کر اسطرف سے فضل بن گیاہ مور خون آشام اور قارن بلند کمان اور ورقاء زنجیر خا اور رستم خان بن گنجاب اور ترک جوشن پوش اور ارباب باختری اور دیوانہ قیطاس آذر دریوش طاہر بن قہرمان عجمی اور قاتل زنگی اور مقاتل زنگی اور مقبل بن آشوب اور منصور شاہ قریش سرداران جان نثار شاہزادہ بدیع الزمان نامدار کے اپنے آقائے ولی نعمت شاہزادہ بدیع الزمان رستم صولت کو یکہ و تنہا لشکر کفار میں حصاری اور شمشیر زنی کرتے دیکھکر اپنے اپنے گھوڑے دباکے پشت پر شاہزادۂ عالم کی پہونچے اور آمادہ کفار کشی اور جہاد ہوئے اشعار

یکے نیزہ زو بر عماری نشین	یکے تیغ بر موج آہنین	کشیدہ ہمہ تیغ کین از غلاف	بے قتل و کفار و اہل خلاف
یکے بسمل از خنجر آبدار	یکے کشتہ از تیر سینہ فگار	یکے را بہ بازو یکے را بہ سر	یکے را بہ پشت و یکی بر کمر
		یکے بود در خواب و در کش رسید	اجل را بیے در دم تیغ دید

یکے را بہ پیکان جگر کاستہ / یکے مرگ را از خدا خواستہ
یکی بود چون مرغ بسمل بخاک / شد از زخم خنجر یکے سینہ چاک
یکے بود بر نوک نیزہ طپان / بخاک اوفتادہ یکے نیم جان
یکے بود گریان بحال پدر / یکے بر برادر یکے بر پسر
شکستند صد ہا بہ گرز گران سر / برون مغز صد ہا شدہ از تبر
کمانہا ز حیرت بہ بستہ میان / گر آرند تیرے در آغوش جان
بہ فوج عدو بود اجل خندہ زن / ہمی کرد پرواز جانہا ز تن
بلہ اسپ ہر سو ہزاران ہزار / ہمی گشت در دشت کین بیقرار
سبلے دیدہ مجروح خونبار بود / صدائے بر از نالۂ زار بود

یکے را ز جان خون ز زخم مشام / بمیدان یکے تشنہ لب دادہ جان
یکے بود بے پا و بے سر یکے / یکے کشتۂ تیغ و خنجر یکے
یکے چشم بر زخم چون پنجہ داشت / یکے بر لب از سوز دل نالہ داشت
بہ شمشیر و خنجر بہ تیر و سنان / بہم یکدگر می ربودند جان
صدائے تراق و تڑاق و تڑاق / ز میدان رسیدہ بہ نیلی رواق
چنان گرم کردند بازار جنگ / کہ می سوخت پرہائے تیر خدنگ
ز بس کشتہ افتادہ پہلو بہم / شدہ خویش و بیگانہ پہلو بہم
سر مردہ در زیر نعل ستور / شدہ سرمۂ دیدۂ مور و گور

اور جمال شاہزادہ اقبال پہلوان تہمتن شاہزادۂ بدیع الزمان گرد لشکر شکن کا یہ تھا کہ مثل شیر صحرائی صید افگنی کرتا ہوا جیسے دوڑ کر سر پر تیغ **طہمورث** دیو بند کو مارا زیر تنگ اسپ کمر کی کمند لنگ کے نکل گیا اور لاش اُس جہنمی بد معاش کی مع مرکب چار پر کالے ہو کر خاک و خون میں لوٹنے لگی جیسے دیوال کمر پر ہاتھ مارا میٹھا مثل خیار تر قلم کرکے گرادیا جیسے جینؤ کا ہاتھ مارا ایک شانہ ایک ہاتھ اور سر دھڑ پر سے غائب ہو گیا اور افواج کفار مانند گلۂ بز پیش ساحضے پریشان اور بھاگتی پھرتی تھی خلاصہ یہ کہ وہ اشجع دہر فہیم ہیجا سے وغا شمشیر زنی کرتا برابر صف اول کے پہونچا وہاں سردار اُس صف کا ایک گبر غیور کہ نام اُسکا **عنطر فیل دندان** اور چھوٹا بھائی اُسکا **قنطر فیل دندان** تھا وہ خوک صحرائی **عنطر فیل دندان** بمقابلہ شاہزادۂ **بدیع الزمان** رستم صولت آکے پکارا کہ باش اے **بدیع الزمان** کہاں جاتا ہے کہ کزارم کہ از دست من زندہ و سلامت روی اور یہ نہیب دے کے برابر ایک ضربت تیغ بر سر اقدس اُس شاہزادۂ نامور کے کی شاہزادۂ اشجع دہر نے سپر کو سر وقت پشت پر ڈالدیا اور یہ مشورہ کہکے کہ شعر سپر برو گرفتن ننگ می آید سپاہی را ۔ بگیر دمرد میدان روز جنگ این و سپاہی را ۔ اور تیغ **طہمورث دیو بند** کی پشت سے اُسکی تلوار کو دو ٹکڑے کرکے ایک وار تیغ آبدار کا اُس **عنطر فیل دندان** تیرہ روزگار پر کیا اُس علیہ اللعن نے سپر کو پناہ کیا تھا مگر وہ برق شمشیر چمک کر اور جھک کر گری تو لگا ہے سپر کو مانند قرص پنیر کے دو ٹکڑے کرکے خود اور دو بلے اور کھوپری کو کاٹتے ہوئے اور چہرے کو لیتی ہوئی صاحی گردن میں مثل قطرۂ سیماب نہ ٹھہری صندوقچۂ شکم کے دو ٹکڑے کرکے ہفل کیطرف سے نکلی اور قاش زین اور نمد زین کو کاٹ کے زیر تنگ اُس کمر کی کمند لنگ کے نکل گئی زمین کو بوسہ دیا لاش اُسکی مع مرکب چار ٹکڑے ہوکے پھڑکنے لگی اور شاہزادۂ سہراب توان اُس **عنطر فیل دندان** کو جہنم داخل کرکے جانب صف دوم مخاطب ہوا اور با شمشیر خونچکان قریب صف دوم کے پہونچا اُسطرف سے نقابدار سر جوش تلواریں مارتا اور لاش پر لاش گراتا اسی پہلی صف پر پہونچا **قنطر فیل دندان** چھوٹے بھائی نے **عنطر** کے **قاسم** کے رو برو آکے تلوار بر سر خاندر سپاہ نامدار کے ماری **قاسم** نے اُسکی ضرب کو خالی دیکر بوقت برگشتن تیغ ایلاک چمک کر مارا تا جگر گاہ اُتر گیا اور وہ کافر چیخ مار کر گھوڑے پر سے زمین پر گر کے جہنم واصل ہوا سمت صف دوم تعاقب میں **بدیع الزمان** کے روانہ ہوا اتنے عرصے میں شاہزادہ **بدیع الزمان** با شمشیر خونچکان کفار کشی کرتا ہوا صف دوم میں جا کے غٹ پٹ ہو گیا یکایک **اکوان گراز دندان** مالک اُس صف کا نہیب دے کے برابر شاہزادہ **بدیع الزمان** کے آیا اور تلوار کھینچکر بر سر شاہزادہ نامور حملہ آور ہوا شاہزادۂ عالم نے اُسکی ضرب کو خالی دیکر بوقت برگشتن طمانچے کا ہاتھ

گلے پر مارا گویا طمانچۂ اجل اُس کا قفاے حیات کے لگا اور وہ جہنم واصل ہوا اور فوج کفاران صف دوم کو پریشان و پراگندہ
کرکے جانب صف سوم متخاطب ہوا اُدھر نقابدار سُرخ پوش صف دوم مین پہونچا **کیوان گراز دندان** بمقابلۂ نقابدار
سرخ پوش آیا اور تلوار کھینچکر بقوت تمام برسر نقابدار ماری نقابدار سرخ پوش نے اپنی تلوار کی پشت سے اسکی تلوار کو مانند
آئینۂ حلبی کے دو ٹکڑے کیا اور فاش زین پر قائم ہوکے تیغہ مارا کہ سر اُسکا تن سے جدا ہوکے علیحدہ جا پڑا اور لاشہ ایکطرف
گرکے پھڑکنے لگا بعد ازان نقابدار سرخ پوش بھی متوجہ صف سوم ہوا اتنی دیر مین شاہزادۂ رستم صولت **بدیع الزمان** والا
مرتبت صف سوم پر پہونچا اور **غراب زنگی** مالک صف سوم نے جو شاہزادۂ عالم کو آمادہ رزم و پیکار آتے دیکھا برابر شہزادہ
نامور کے ہو چلکر پکارا ای خدا پرست باش یہ تو کمانہ خبردار کہ کر دیا تھا یہ کہکے ایک تلوار دو دستی بر سر شہزادۂ والا قدر ماری شاہزادۂ
عالیمقدار نے بند دست اُسکا پکڑ کے خنجر اُسکی کلائی کو فشار دیا تو تلوار اُسکے ہاتھ سے دور جا پڑی اور بہ نعرۂ اللہ اکبر جگر
سے کھینچکر اُسکے کمر بند مین ہاتھ ڈالکر فاش زین سے اُٹھا لیا سب اتفاق شاہ عیاران **عمرو بن اُمیہ** نامدار بھی مقام
ہیئت عیاری تبدیل لباس کیے کھڑے ہوئے یہ تماشاے جنگ دیکھ رہے تھے بیساختہ **صاحبقران** کیطرف متوجہ
ہوکے پکارے کہ ای **حمزہ** ذرا بچشم انصاف و بنظر عدالت دیکھ کہ شاہزادۂ **بدیع الزمان** نے اس زنگی مردم خوار
اہرمن توان کو کس جوان مردی سے بسہولیت و آسانی خانۂ زین سے اُٹھالیا اور بروے ہوا پھینک کر یقین ہو کہ
چرخ رنگ ہوائی کا تماشا جاہتا ہو **صاحبقران** نے جو خیال کیا تو واقعی شاہزادۂ عالیجناب نے **غراب زنگی** کو پیچ تو
کمر بند پکڑ کے آسمان کیطرف پھینکا اور گرتے گرتے دوال کمر مین تیغہ مارا کہ دو پرکالے ہوکر گرا اور لاشہ اُسکا خون مین لوٹنے
لگا شاہزادۂ **بدیع الزمان** گرد لشکر شکن **غراب زنگی** جہنمی علیہ اللعن والعذاب کو قتل کرکے صف چہارم کی
طرف روانہ ہوا اُسطرف سے نقابدار سُرخ پوش صف دوم کو تہ و بالا کرکے شمشیر زنی کرتا صف سوم مین پہونچا **محراب
زنگی** چھوٹے بھائی **غراب زنگی** جہنمی کا اپنے مرکب کو تازیانہ کرکے بمقابلۂ نقابدار سُرخ پوش آیا اور ایک وار تلوار کا
برسر نقابدار کیا نقابدار سُرخ پوش نے بچستی تمام بہکے اُسکی تلوار کی ملاحظہ کیکے بیچ مین تیغہ مارا کہ ایک شانہ مع
گردن اُسکا قلم ہوکر لاشۂ بے سر اُسکا گھوڑے پر سے تڑپتا ہوا نیچے گرا اور سم مرکب کے نیچے پامال ہوکے فی النار
والسقر ہوا اور نقابدار سُرخ پوش **محراب زنگی** کو قتل کرکے متوجہ سمت صف چہارم ہوا وہان شاہزادۂ عالیشان
بدیع الزمان سیکڑون کفار بداطوار کے بے دین کو تیغ بیدریغ کرتا ہوا صف چہارم کے قریب پہونچا اور **فیل
گرگ پیشانی** سردار صف چہارم کا آمد شاہزادۂ رستم دل اسفندیار توان **بدیع الزمان** گرد لشکر شکن کی دیکھا
طہمورث دیو بند کھینچے لاش بر لاش دھڑ پہ دھڑ سر پر سر دھرے پژمردہ گرا تا مثل شیر صحرائی صید افگنی کرتا شعر
بہر جا کہ شمشیر او کار کرد + بیکے راہ دو کرد و دو را چہار کرد + دیکھا ایک گرز ہفتاد منی لیے سامنے آیا اور پکارا
ای خدا پرست **بیت** گران ہر گرا بار سر بر تن ست + حکیم علاجش بدست من ست + اور وہی گرز بزور قوت تمام
با خداوند ہیجدہ ہزار ملک **لقاے** خدا ئے باختر کہکے برسر اقدس شاہزادۂ عالیمقام مارا شہزادۂ سہراب توان
بدیع الزمان نے بفن سپہ گری بچستی و چالاکی اپنا ہاتھ بڑھاکے قبضہ گرز کو پکڑ لیا اور اپنے قبضۂ اختیار مین کرکے
اسی گرز کی ایک ضرب اُسپر کی کہ مع مرکب بخش زین و پیوند زمین ہوکر استخوان جسم تک اُسکے سرمہ سا ہوگئے اور جہنم واصل
ہوا القصہ شاہزادۂ والاشان **فیل گرگ پیشانی** کو پیوند خاک کرکے جانب صف پنجم مخاطب ہوا اُسطرف سے وہ نہنگ
بحر شجاعت نقابدار سرخ پوش دریاے لشکر کفار مین شناوری کرتا تلوارین مارتا صف چہارم پر پہونچا **گرگین فیلتن**
سردار صف چہارم پر جھپٹکے بمقابلۂ نقابدار سُرخ پوش آیا اور ضربہ سینۂ بے کینہ نقابدار پر مارا نقابدار سُرخ پوش نے نیزہ اُسکا

جگرگاہ سے بکھشت کے چھین لیا اور وہی نیزہ اُسکی چھاتی پر مارا کہ پشت کے پار نکل گیا اور بعد ازان اُسے جہنم واصل کرکے جنگ رستمانہ
کرتا پانچوین صف کی سمت متوجہ ہوا یہان شاہزادہ **بدیع الزمان** گردنشکن جو کفار کشی کرتا اور شعلہ برق شمشیر جانستان
سے خرمن ہستی اعداے بے دین کی جلاتا اور جہنم واصل کرتا پانچوین صف مین پہونچا تو **کلال خرس پیشانی** سردار وہان
کا شاہزادۂ عالم کی شمشیر زنی اور خونریزی دیکھکے یہ کہتا ہوا کہ اے زبردست خداپرست غضب کیا تو نے کہ چار صفون مین چار
سردار اور جلادو تلوار کے یہان تک آپہونچا مرا تو جی چاہتا ہے کہ جان میرے ساتھ سے اپنا بانکپن کرکے زندہ و سالم بچکر جاے
تو یہ غیر ممکن بس یہ کہکے بڑی کبر و نخوت سے ضرب تیغ برسر اقدس شاہزادہ **بدیع الزمان** نامدار کے کی شاہزادۂ عالیقدر نے
بائین ہاتھ سے جسقدر تمام بازو تلوار کی بچاکر بند دست اُسکا پکڑ لیا اور داہنا ہاتھ کمربند زنجیر مین اُسکی ڈالکے ایک ہی زور مین
خانۂ زین سے اُسکو اُٹھا کر اور سر پر چرخ دیکے ایسا مارا کہ نقش زمین ہو زمین پر ہوکر ایک ایک استخوان جسم کی ریزہ ریزہ ہوگئی فوج
صف پنجم نے اپنے سردار **کلال خرس پیشانی** کو باین ذلت وخواری جہنم واصل ہوتے دیکھکر [illegible] اور بہیجے
پکڑ پکڑ کے چار طرف سے محاصرہ کر لیا اور آمادۂ مرگ و جیا سے تنہا ہوکر ایک ہی مرتبہ اُس لشکر پر یہ نگار شاہزادہ نامدار
پر اپنے اپنے وار کرنے لگے شاہزادۂ رستم صولت تیغہ **طہمورث دیوبند** کو جھٹکے عنان اپنے مرکب **گلگون باختری**
کی منعطف کرکے جدھر حملہ در ہوتا تھا لشکر کفار مثل بنات النعش بر دین پراگندہ و پریشان ہوجاتا تھا اور دہشت و ضیغم
ہیجاے کا زار صف شکنی اور کفار کشی کرتا صف ششم کیطرف متوجہ ہوا اُدھر نقابدار سرخ پوش صف پنجم پر پہونچا **کلال**
خرس پیشانی بھائی **کلال** کا بمقابلہ نقابدار سرخپوش آیا اور بہت سا لاف وگزاف کیکے چاہتا تھا کہ ضرب تیغ
برسر نقابدار کرے نقابدار سرخپوش نے اُسکے دھتی ضرب کو اپنے جسم تک آنے نہ دیا اور اس چالاکی سے تیغہ پلارگ
افراسیابی اُس گبر و مغرور کے سر پر مارا کہ ایک ہی ضرب مین تا جگرگاہ کاٹکے کام اُس کا فرتیرہ انجام کا تمام
کر دیا اور وہی تیغہ خون چکان ہاتھ مین لیے لشکر کفار مین تلاطم ڈالکے صف ششم کیجانب روانہ ہوا اس عرصے
مین انجم گروہ رستم شکوہ سر فتنۂ ملک **باختر صاحبقران بن صاحبقران** پہلوان اہمتن شاہزادہ **بدیع الزمان**
گردنشکن صف ششم کے قریب پہونچا اور **ارقم فیل زور** نامے جو سردار صف ششم کا تھا اُسنے شاہزادۂ عالم کو باشمشیر
عریان قتل عام کرتے آتے دیکھکر دور ہی سے نہیب دی کہ باش اے خداپرست کہان آتا ہے اور تلوار کھینچکر مانند غول صحرائی
کے نہایت غیظ و غضب مین برابر شاہزادۂ والا گوہر کے پہونچا اور بزور قوت تمام ایک ضرب تیغ کی برسر شاہزادۂ عالیمقام
مار بیٹھا شاہزادہ با اقبال نے اُسکی ضرب کو خالی دیکے بوقت برگشتن تیغہ مارا کہ سر پر اُس گبر روسیاہ کے چمکا
اور زیر بغل نکل گیا اعداے بے دین اوباشتی نے لعین افسران فوج اور سوار و پیادے اُس جہنمی کے ہمراہ والے
سپرین تلوارین لیکر لپٹکے برسر شاہزادۂ نامور آجھکے تھے لیکن وہ تہمتن توان سہراب دل شاہزادہ **بدیع الزمان**
گردنشکن کس جرات و مردانگی سے ہزارون سوار و پیادون کو تہ تیغ بے دریغ کرتا لاش پر لاش گراتا کشتون کے
پشتے لگاتا بسہولت اور آسانی تمام اُس فوج کفار کے بجز اسے عام کو طے کرکے سمت صف ہفتم روانہ ہوا تھا یک
نقابدار سرخ پوش صف ششم مین پہونچا تھا کہ چھوٹا بھائی **ارقم فیل زور** کا **عفریت اژدر چشم** برابر آکے
سد راہ ہوا اور یہ کہنے لگا کہ اے جدا یہ جتوا تمہارے مرتبہ تمہاری سرکشی اور بانکپنے کا ہو چکا اب وہ جو تمنے سنا ہو ہر گنات یزداں
قضا پر تھا اور اجل برجبین تمہاری دونون کی ٹھہری یکا یک ہی ہو گیا قہر خداوند سجدہ ہزار ملک **باختر لقا** کا مین ہون **شعلہ**

ہنگام وغا ہو لرزان	گردو کچھ لے میری تیغ عریان	انسان خورندہ اژدہا ہون	مین اشجع دہر ہر بلا ہون

یہ لاف و گزاف کرتے باشمشیر عریان نقابدار پر حملہ در ہوا نقابدار سرخپوش نے اُسکی تلوار کو سپر پر لیکے بوقت

بر کشتن یہ کہتے کہ ای گبر مغرور **شعر** تو ضرب بندوی ضرب من نوش کن * ہمہ شادی از دل فراموش کن ۔ تیغہ کمر پر مارا کہ تسمہ لگا
تر ہا اور مثل خیار تر دو پارہ کاٹ کر لاش اُسکی خاک و خون میں لوٹنے لگی اور نقارہ مردانہ وار لشکر کفار سے رزم و پیکار کرتا
ہوا جانب صف ہفتم مخاطب ہوا اس عرصے میں وہ رستم صولت سہراب توان **صاحبقران بن صاحبقران** پہلوان
تہمتن شاہزادہ **بدیع الزمان** گرد لشکر شکن ہزاروں کفار کو علف تیغ آبدار کرتا قریب صف ہفتم آ کے نعرہ زن ہوا نعرہ

مہ برج خوبی شہ انجمن ۔ تہمتن توان گرد لشکر شکن
زتیغ بسے ملک اسلام شد ۔ کہ سر فتنہ با خر تمام شد
بدیع الزمانم کہ در روز کین ۔ توانم زدن آسمان بر زمین

صدائے نعرہ کوہ شگاف اُس فرزند زلزلہ قاف کی مثل سنان نیزہ
جانستان یا ناوک بیجا کے ہزاروں عدوئے بیدین کے سینوں کے پار نکل گئی اور فوج کفار میں ہلچل پڑ گئی تھی ناگاہ ایک پہلوان دیو
طلعت اہرمن توان **قمہور کرگدن سوار** نامے مسلح اور مکمل سردار صف ہفتم با شمشیر علم اور نیزہ بردوش بکمال جوش
و خروش گھوڑے کو دبا کے یہ نہیب دیتا ہوا کہ باش باش ای **بدیع الزمان** کے گذارم کہ از دست من زندہ و سلامت
روی بمقابلہ شاہزادہ عالیمقدار آیا شاہزادہ عالم نے گفتگوے نامعقول اور تقریر مجہول لاف و گزاف کی اُس گبر مغرور کی سُن
کے فرمایا سبحان اللہ **اشعار**

زہے گردش چرخ نیرنگ ساز ۔ کہ گنجشک ارد سر صید باز
دریغا ز نیرنگی دہر پیر ۔ کند روبہے مثل نخچیر شیر

اور بعد اسکے اُسکی جانب مخاطب ہو کے ارشاد کیا کہ ای زبان دراز اس بیہودہ گوئی سے کیا حاصل
یہاں زبان نیزہ اور دم شمشیر سے گفتگو کرنا لازم ہے **شعر** زبان در کش و تیغ کش از غلاف * کہ جائے سخن نیست وقت مصاف
یہ کلام شاہزادہ عالیمقام کا سُنکر **قمہور کرگدن سوار** نے بربریت تلوار ماری اُس اشجع روزگار شاہزادہ نامدار نے بفن
سپہگری بند دست اُسکا پکڑ کے ایک جھٹکا مارا کہ مُنہ کے بل فاش زمین پر گر پڑا اُس وقت حالت غیظ و طیش میں شاہزادہ
نامور نے ایک طمانچہ اُسکے مُنہ پر مارا کہ دھڑ سے سر اُڑ کے علیحدہ جا پڑا اور لاشہ بے سر اُسکا چیخ مار کے نیچے گر کے خاک
و خون میں پھڑکنے لگا شاہزادہ عالیمقام نے **قمہور کرگدن سوار** کو جہنم واصل کر کے اور بافضال ایزدی و
تائید سرمدی ساتوں صفوں سے مظفر و منصور ہو کے اب رخ طرف **گنجاب** کے کیا اور ہطرف **گنجاب** نے دیکھا کہ
قمہور وغیرہ سردار ساتوں صفوں کے مارے گئے اور **بدیع الزمان** اب میری طرف آتا ہے باواز بلند کہا کہ ای یارو
اب انتظار کسکا کرتے ہو اور دیکھتے کیا ہو **بدیع الزمان** میری طرف آتا ہے اُسے چار طرف سے محاصرہ کر کے مار لو مجھ تک
آنے نہ دو یہ کلام **گنجاب** تیرہ انجام کا سُنکے **بدر بن زلازل** ایک حبشی جو برابر تخت **گنجاب** کے اپنے مرکب پر سوار آمادۂ
رزم و پیکار کھڑا تھا کہنے لگا کہ یا پیغمبر مرسل مجکو خداوند **لقا** اور تیرے اقبال سے یقین ہے کہ اسکا کام تمام کرتا ہوں بس اتنا
کہکے اور گھوڑا چمکا کے شاہزادہ **بدیع الزمان** عالی شان کی طرف چلا وہاں اُس شیر سے بڑے سلطان عالی مقام
امیر حمزہ **صاحبقران** مع تمام سرداران بارگاہ نشین تماشا شجاعت اور شمشیر زنی شاہزادہ **بدیع الزمان** گرد
لشکر شکن کا ملاحظہ فرماتے تھے اور سرا فوج عیاری قطب فلک خنجر گذاری شاہ عیاران عیار **عمرو بن امیہ** نامدار
برابر تخت اسرافدس پر سلطان با اقبال کے مگس رانی کر رہا تھا یکبیک **عمرو** نے بحضور سلطان **صاحبقران** عرض کی کہ حمزہ
علم زنگاری فوج کفار کا میمنہ سے جدا ہو کے جانب شاہزادہ **بدیع الزمان** والا مناقب ہوا سے لہراتا ہوا رخ کیے ہوئے
معلوم ہوتا ہے شاید اور کوئی بڑا سردار لشکر **گنجاب** کا بمقابلہ شاہزادہ عالیجناب **بدیع الزمان** آتا ہے **امیر** باتوقیر
نے بھی اُس جانب کو بخوبی مخاطب ہو کے دیکھا کہ ہجوم کفار پر سر شاہزادہ عالی مقدار ہے اور ایک گبر مغرور ولیے
آہن میں غوطہ مارے با شمشیر عریان سامنے شاہزادہ **بدیع الزمان** کے آمادۂ رزم و جنگ آ پہونچا سلطان
صاحبقران امیر کشورگیر جہانستان نے سمت قبلہ منہ کر کے با چشم اشکبار جناب باری سے دعا کی کہ اے قادر ذوالجلال صمد

اپنی وحدانیت کا میرے لخت جگر پارۂ دل بدیع الزمان کو اس بلائے کفار سے محفوظ رکھنا ابھی یہ پیر پا تو قدر دست بڑھاتے کہ بدر بن
زلازل یک حشیمی نے یہ کہنے کہا ای خیرہ سر تیرہ روزگار بہت عیش و نشاط کر چکا اور بڑی نمود اور دھوم پیدا کی
بس تا چند شجاعت اور جرأت اپنی دکھلائیگا خبردار ہو جا اور مرکب کو برابر لا کے خانۂ زین پر قائم ہو کے پر شاہزادۂ والا نے
تلوار باری شاہزادۂ عالم نے اپنے تیغ طہمورث دیو بند کی پشت پر اسکی ضرب کو جو روکا تو اسکی تلوار مانند آئینہ چینی کے
ٹوٹ کے دو ٹکڑے ہو گئی بدر بن زلازل یک حشیمی نے چاہا کہ دوسری تلوار جو زیر جامہ تھی اسے پکڑ کے پھر مقابلہ
کرے جب تک وہ تلوار مرتے کھینچکر ضرب کرے کرے شاہزادۂ بدیع الزمان نے جھپٹ تمام تیغ طہمورث
دیو بند کا ایک ہاتھ اسکے سر پر مارا بدر بن زلازل نے سپر کو پناہ کیا حسب اتفاق جیسا تلوار کا سپر پر پڑا سپر کو کاٹ
کے خود و دو ملغہ اور کھوپری کو کاٹ کے تا دو ابرو اتر گیا بدر نے اپنا سر ہٹایا تیغ طہمورث دیو بند گردن پر گینڈے
کی پڑا اور گردن گینڈے کی قلم کر کے نکل گیا بدر بن زلازل یک حشیمی مع اپنے اس کرگدن کے مانند طاؤس
آتشبازی کے چرخ مارکے میدان میں زمین پر گرا لاکھوں کفار پیادہ اور سوار فوج گنجاب کے ہاں ہاں لینا لینا مرجانے
دینا کہتے چار طرف سے دوڑ پڑے اور اپنا قتل ہونا اور مرنا گوارا کر کے جس طرح سے ہو سکا قریب نہیں چالیس کا فر کے
مارے گئے بدر بن زلازل یک حشیمی کو اسی حالت زخمداری اور غش میں خاک و خون میں آغشتہ اٹھا کے دوش
بدوش لے بھاگے باقیماندہ تمام لشکر گنجاب شاہزادۂ بدیع الزمان عالیجناب پر پیرہن اپنی اپنی منہ پر رکھے
مثل ابر غرندہ جھکے ہوئے بارش نیزہ اور تیر اور تبر اور شمشیر اور خنجر کی کر رہے تھے انتہائے درجہ یہ کہ اب اس درجہ
ہجوم اور دھوم کر کے فوج کفار نے محاصرہ کیا کہ شاہزادۂ عالم نظروں سے پنہاں ہو گیا سلطان والاشان امیر حمزہ
گیتی ستان صاحبقران دوران نے جو یہ غلوئے افواج کین اور ہجوم اعدائے بے دین کا چار سو دیکھکر اپنے فرزند
لخت جگر پیوند کو نظروں سے مخفی و پنہان دیکھا حالت اضطراب میں نہایت بیتاب و با چشم پر آب ہو کے عمرو کیجانب
مخاطب ہو کے فرمایا کہ خواجہ وہ قرۃ العین نور بصر شاہزادہ بدیع الزمان نامور اسوقت نظر سے میری پنہاں ہو ذرا
غور سے دیکھو تو کہ فوج کفار میں وہ کسطرف نظر آتا ہے عمرو بھی سراسیمہ ہو کے چار طرف دیکھنے لگا کہ فرسنگوں تک ایسا
سیر چھایا ہوا اور برق شمشیر چمکتی نظر آتی ہے بارش تیر کی جھڑی لگی ہوئی ہے یکایک تیرہ درونان فوج کفار نے زمانے
میں اندھیر ہو نا گاہ وہ آفتاب سپہر صاحبقرانی یعنی شاہزادہ رستم صولت بدیع الزمان عرش مرتبت بدر بن زلازل
یک حشیمی کو زخمی کر کے جو اس ظلمت ہجوم اور دھوم لشکر کفار سے طالع ہوا تو اپنے سر پر چار سو لشکر کفار کا ہجوم اور
اور پیش نظر اپنے گنجاب علیہ اللعن والعذاب کو تخت پر اجلاس کیے ملاحظہ فرما کے ایک مرتبہ شمشیر زنی کر کے لاش پر لاش دھر
پر دھڑ سر پر سر مردے پر مردہ گرا کے کشتوں کے پشتے لگا نا بحالی غیظ و جلال اشعار

برنگ بہار بر سر این جوان	چو باز گرسنہ بصید کلنگ	بجہ شیر غران شتابد بجنگ	چو تیرے ز شست جہند سوئے نشان
			سلیحہ مرکب گلگون باختری

کو تازیانہ مار کے بر سر گنجاب چلا گنجاب نے جو دیکھا کہ شاہزادہ بدیع الزمان عالیشان عنقریب آپہونچا
حالت اضطراب میں ادھر ادھر دیکھکر چاہتا تھا کہ بھاگ کھڑا ہو لقاش خون آشام جو برابر تخت کے کھڑا تھا
اسنے گنجاب کو نہایت بیتاب دیکھکر کہا کہ یا پیغمبر مرسل ع صد خندہ مرگ بر چنین زیست + تف ہے میری
ایسی بیحیائی کی زیست پر اور خاک میرے سر پر کہ میرے سامنے تیرے دل کو صدمہ اور قلق کسی بات کا ہو اب
مجھے تنہا چھوڑ کے میں ہوا نے زندہ کہاں جاؤنگا یہ کہکے اپنے مرکب کو جولان کیا اور برابر شہزادۂ نامور کے ہو کے
تلوار بر سر اقدس شاہزادۂ عالیمقدار ماری شہزادہ والا گہر نے اپنے تیغ طہمورث دیو بند کی پشت پر اسکی ضرب

کوروں کر تلوار کو اُسکی توڑ ڈالا اور پہلو سے درجواب اُسکے تیغہ مارا کہ ایک زخم کاری سر پر کھا کے القاش پشت
مرکب سے زمین پر گر پڑا اور اگر ذرا توقف کرتے تو اُسی وقت جہنم واصل ہوتا اور ہزاروں کفار نے چار طرف سے القاش خون
آشام کے گھوڑے کے گرد و پیش ہجوم کرکے اپنا قتل ہونا اور مارا جانا گوارا کیا مگر القاش خون آشام کو اُسی صورت
مین زخمی اُٹھا کے لے بھاگے اور اُس شور و غل اور جلدی مین قریب ساٹھ ستر کافر کے شاہزادۂ بدیع الزمان نامور
کے ہاتھ سے مارے گئے اور جسوقت القاش خون آشام کو کفار سامنے سے شاہزادہ عالی مقدار کے بلوہ کرکے لے
بھاگے تو وہ اشجع دہر ضیغم [illegible] کارزار شاہزادۂ بدیع الزمان نامدار مثل شیر غران با شمشیر خونچکان کفار کشی
کرتا قریب تخت گنجاب کے پہونچا گنجاب علیہ اللعن والعذاب نے جو شاہزادہ کو بر سر قتل آتے دیکھا حالت اضطرار
مین نہایت بیتاب اور مجبور ہوکے بقول سعدی شیرازی کے شعر وقت ضرورت چو نماند گریز ÷ دست بگیرد سر شمشیر تیز
تلوار تخت پر سے اُٹھ کے فلاخن سے کھینچی اور بر سر اقدس شاہزادۂ نامور لگائی شاہزادۂ عالم نے بچستی تمام ہاتھ بڑھا کے
[illegible] گنجاب کا پکڑ لیا اور قبضہ اُسکی تلوار کا اپنے قبضہ مین کرکے ذرا جو کلائی کو فشار دیا تو تلوار اُسکے ہاتھ سے
چھوٹ کر علیحدہ جا پڑی اور پھر داہنے ہاتھ سے کمربند اُسکا پکڑ کے تخت پر سے اُٹھا لیا اور طنطنۂ اللہ اکبر جگر سے
کھینچکر سر سے بلند کرکے چاہا کہ نقش زمین اور پیوند زمین کرے دوست دشمن اپنے بیگانے وضیع و شریف
سبھی دیکھتے تھے کہ گنجاب کو شاہزادہ بدیع الزمان عالیجناب سر سے اونچا کیے عنقریب ہے کہ زمین پر
مارے ایکطرف تو نقابدار سرخ پوش کہ بحقیقت نور حدیقۂ بسالت اور شہامت صاحب عزم مبارز رزم شاہزادہ
خاور سیاہ ملک قاسم لعل خفتان خونریز خاوری بھی جیسی صف مین ہزارہا کفار تیرہ روزگار کو تیغ بیدریغ کرتا ہوا
صف کے قریب آپہونچا تھا قمطوس کرگدن سوار جو بھائی قہور کرگدن سوار حبشی کا برابر شاہزادۂ خاور سیاہ کے
آگے [illegible] تھا [illegible] گمان جاتا ہے اور یہ نصیب اُسکے بقوت تمام تیغہ نیام سے کھینچ کے بر سر شاہزادۂ خاور سیاہ نامور
[illegible] ملک قاسم نے بسہولت تمام [illegible] کو بچا کے قبضہ تلوار کا پکڑ لیا اور داہنے ہاتھ سے خانۂ زین سے لنگر اُسکا توڑ کے سر سے
بلند کیا اور چاہتا تھا کہ حریف دیگر زمین پر مارے ناگاہ ایک اور گبر جسور فغفور نامے کہ نسبتی بھائی قمطوس کا تھا
ہاے قمطوس کہتا تیغہ کھینچکر شاہزادۂ خاور سیاہ پر حملہ ور ہوا شاہزادۂ خاور سیاہ نے قمطوس کرگدن سوار
کو حریف دیگر اُس فغفور مغرور خدا بر مارا تو اُس گبر غیور کے ساتھ وہ مغرور بھی لپٹا ہوا گھوڑے پر سے زمین پر گرا اور
سے شاہزادہ خاور سیاہ نے تیغہ مارا کہ دونوں کی لاشین چار ٹکڑے ہوکر خاک و خون مین لتھڑ گئے اور پوستے [illegible]
ملک قاسم اُن دونوں کافروں کو مرجع اسفل السافلین پہونچا کے جانب گنجاب علیہ اللعن والعذاب متوجہ
ہوا سلطان با توقیر امیر کشور گیر نے یہ جنگ رستمانہ نقابدار سرخ پوش کی دیکھکر فرمایا بنازم بزور بازوے نقابدار
ماشاء اللہ کس جرأت اور شجاعت سے اپنے دونوں کفار سرداران گنجاب کو مارا ہے اور کس شوکت و شان سے دلیرانہ
میرے فرزند جگر پیوند شاہزادۂ بدیع الزمان کے تعاقب مین شمشیر زنی اور کفار کشی کرتا چلا جاتا ہے ابھی سلطان
والا صفات یہی کلمات زبان فیض ترجمان سے فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ جانب میدان وغا سے آواز طنطنۂ
اللہ اکبر کی گوش زد ہوئی اور دیکھا کہ اُس لشکر کفر و ظلام مین چار طرف سے کفار تیرہ روزگار انگلیان اُٹھائے بحالت
یاس و ہراس باہم پکار رہے ہین کہ یارو دیکھو وہ آفتاب سپہر صاحبقرانی بدیع الزمان اس ابر تیرہ و تار فوج
گنجاب سے نمودار ہوا سلطان ظفر احتشام امیر عالی مقام نے جو اُسطرف کو ملاحظہ فرمایا تو دیکھا کہ شاہزادۂ عالیجناب
گنجاب کو بجاے سپر بائین ہاتھ مین لٹکائے کفار اور فوج اعداے تیرہ روزگار مین مشغول

گنجاب کا جرأت کہا کے جسطرف جسکا رخ ہوا بھاگ کھڑا ہوا میدان رزمگاہ مین کوسون تک شعر یک جب جا ز سیلاب
خون پاک شود وہ کشتہ بر کشتہ نیان بود و گر خاک بود چار طرف وجلے خون کے بہتے ہوے لاش پر لاش مردے پر مردہ دھر
پر دھڑ سر پر سر کشتون کے پشتے لگے ہوے لہو کیا جھیلین اور گوشت آسمان پر جیلے ہوے سپرین تلوارین تیر
و ترکش خنجر و گرز وغیرہ ہتھیار و نکا انبار پڑے ہوے فوج دسیاہ اور عملہ بہیر و بنگاہ گنجاب کا ہزیمت خوردہ افتان و خیزان
تن بدن کا ہوش کسیکو باقی نہین جان توڑے پڑی جوتے چھوڑے بدحواس و یک بینی بھاگے جاتے تھے آدمی پر
آدمی گرتا بدحواس حالت یاس و ہراس مین جسکا جدھر منھ پڑا چلا جاتا ہو تعاقب سر برہنہ پوش پینے شاہزادہ خاور سیاہ
ملک قاسم لعل نقشان خونریز خاوری بہی مع تمامی اپنے لشکر کے گنجاب کے تعاقب مین بلوہ کیے نکل گیا یہان میدان
مصاف مین مطلع صاف دیکھکر زمین رزمگاہ سے آواز مبارکباد کی بمضمون ان دو شعرون کے گوش زد ہوئی تھی شعر

بگیتی ست تا رسم فتح و شکست | چنین فتح کس را نداد ست بخت
نہ چشم زرہ این چنین فتح دید | نہ گوش سپہر در مصافے شنید

شاہزادہ رستم صولت بدیع الزمان والا مرتبت نے ایک بہت بلند ٹیکرے پر جاکے اپنے لشکر کے بہادران جان نثار
اور دلیران عرصۂ کارزار کو با آواز بلند فرمایا کہ شادیانے فتح کے بجاکے خیمہ و خرگاہ بہیر و بنگاہ اور تمام مال و اسباب گنجاب
کا اور اسکی فوج و سپاہ کو تاخت و تاراج کرو چنانچہ حسب الاحکام عظام شاہزادہ عالیمقام کے جوانان لشکر اسلام لوٹ پر
جا لگے اور کرورہا روپیہ کا مال و اسباب اور ہتھیار فوج کفار قبضۂ تصرف مین شجاعان عالی مقام کے جوانان لشکر
کے آیا بعد اسکے شاہزادہ عالم واسطے نذر شہنشاہ و لشکر اسلام اور امیر عالیمقام کے روانہ ہوا اور بخدمت سلطان الاقدر
عالی منزلت آنکے اقدام عالی سے امیر ابو قرین کے لپٹ گیا شعر چون دید پدر رخ نکو بیش ❊ آسود بجان ز جستجو یش
اور سلطان والا شان نے اپنے قرۃ العین نور بصر لخت جان پارۂ جگر شاہزادہ بدیع الزمان نامور کو اپنی چھاتی
سے لگا لیا اور اشک ساری آنکھون مین بھر کے بہت سا پیار کیا اور اپنے برابر بٹھلا لیا شاہزادہ عالم نے نذر امیر ابو قرین کو
اور حضرت ظل اللہ بادشاہ سعد بن قباد کو و دیگر شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار کو کچھ پیشکش اور نذر دینے کا
اقرار کیا اور ہستدعا کی کہ عمو جان آپ بر سبیل ذکر سعی کرکے گوہر ملک کی ملازمت کی تقریب با واجان سے لیجیے
عمرو نے امیر ابو قرین سے کہا کہ حمزہ ملکہ گوہر ملک تیری بہو امیدوار قدمبوسی کی ہے صاحبقران دوران نے
فرمایا کہ چشم ما روشن الصدیق عمرو کو ہمراہ لے کے حرم سرا مین شاہزادہ عالم کے تشریف لیگئے اور ملکہ گوہر ملک نے باداب تمام
امیر عالیمقام کو مجرا کرکے دو دانے لعل شبچراغ کے سلطان والا قدر عالی منزلت کو نذر دیے عمرو نے وہ دونون لعل شبچراغ ملکہ کے
ہاتھ سے اٹھاکے زنبیل کیے صاحبقران دوران نے ملکہ کا سر اپنی چھاتی سے لگاکے بزرگانہ آستین مرحمت کی چھاتی
پر رکھی اور ایک بازوبند مرصع جو ملکہ آسمان پری نے ملکہ مہر نگار کی عروسی مین دیا تھا بہو کو مرحمت فرمایا اس
عرصے مین ملکہ غنچۂ خاتون سلطان صاحبقران کو دیکھکر مارے شرم و حجاب کے عرق عرق اور زرد بسترہ ہو گئی
صاحبقران دوران نے بعد ادراک حال ملکہ غنچۂ خاتون کی بہت سی طمانیت اور دلجوئی کیکے محل سے برآمد ہوئے اور
بارگاہ سلیمانی مین آکے اپنے دنگل تاج پر متمکن ہوئے اور جتنے شاہ شہریار زادے اور سرداران لشکر اسلام تھے
سب نے نذرین تہنیت کی دیدیکے دست راست و دست چپ اپنے اپنے دنگلون پر شادان و خندان
بیٹھے آپسمین ذکر و مذکور شجاعت اور دلیری شاہزادہ بدیع الزمان والا مرتبت کا کر رہے تھے الا سلطان الاشان
امیر کشور گیر جہان ستان واسطے شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم کے نہایت مشوش اور متردد ہو رہے ہین

اب دو کلمے داستان گنجاب علیہ اللعن والعذاب سے بیان کیے جاتے ہین

کہ جسوقت گنجاب عرصہ گاہ مصاف سے شکست کھاکے باحال تباہ وحالت پریشان بحالت یاس وہراس نہایت پریشان آرہا
تھا اس سمت قلعہ ملک عجم فراری ہوا ناگاہ سرراہ اسنے دیکھا کہ دور سے ایک گرد تیرہ و تار نمایان ہوئی اور جسوقت اسکا
گرد شگافتہ ہوا تو اُسمین سے ایک جوان قوی ہیکل تنومند بازو در پئے آہن مین غرق مسلح ومکمل مرکب پر سوار مع چار
لاکھ سواران نیزہ دار کے فوج و سپاہ سے سبائل کی طرف سے جانب سنجان جاتا ہو گنجاب نے کچھ عیارون کو خبر
کے واسطے بھیجا بعد دم بھر کے اُن عیارون نے خوب تحقیق کرکے آکے عرض کی کہ غراک بن عربدہ جوے
تندخوے جنگجو خداوند زہرہ ہزار ملک لقا کے پاس سے حسب الحکم خداوند واسطے گرفتاری بدیع الزمان اور
حمزہ صاحبقران وغیرہ سرداران نادیدہ خدا کے پرستارون کے آتا ہو ابھی وہ عیار یہی حال بیان کررہے تھے کہ وہان
غراک بن عربدہ جوے تندخوے جنگجو نے بھی گنجاب کی فوج شکست خوردہ کو دیکھکر پوچھا کہ
یہ کون آتا ہو لوگون نے کہا کہ لشکر گنجاب پیغمبر مرسل کا بدیع الزمان سے ہزیمت کھاکے سمت سبائل بحضور خداوند جاتا
ہو غراک بن عربدہ جوے تندخوے جنگجو یہ سُنکے گھوڑے سے اُتر پڑا اور پیادہ پا گنجاب کے پاس آکر رکاب کو بوسہ
دیا اور اپنے نوکرون کو حکم دیا کہ اسی جا پر ہماری بارگاہ استادہ کرو وہ جب اُسکے خیمہ کے فراشون نے اسی مقام پر بارگاہ استادہ
کردی اور چارطرف خیمے ڈیرے لشکر کے پڑگئے غراک بن عربدہ جوے تندخوے جنگجو نے جو گنجاب کو اپنی
بارگاہ مین لاکے بڑی عزت و توقیر سے تخت پر بٹھایا اور پائین تخت آپ بھی ایک کرسی پر بیٹھکے کہنے لگا کہ یا پیغمبر مرسل خداوند
لقا نے تقدیر کی ہو کہ مین جاکے حمزہ کو اور بدیع الزمان کو مع اُسکے سب سردارون کے پکڑ لاؤن بختیارک نے یہ
تقریر غراک بن عربدہ جو کی سُنکے کہا کہ خبردار او بدنہاد اے غراک تو ایسا ارادہ کبھی نکرنا اور کبھی خواب مین بھی بدیع الزمان
سے اور حمزہ صاحبقران سے مقابلہ کرنے کا نام لینا تو بڑی بات ہو ہرگز ہرگز اُسطرف رُخ کرکے نہ سونا کسواسطے کہ
اسمین تیری جان کا نقصان ہو اور سوا اسکے کچھ فائدہ نہوگا تو نے اُسطرف جائیگا اور بدیع الزمان سے مقابلہ اور
مجادلہ کرنے کا حوصلہ کیا اور کتے کی موت مارا جائیگا غراک بن عربدہ جوے تندخوے جنگجو نے جو یہ گفتگو بختیارک
کی سُنکے مُنہ بختیارک کا دیکھا کہ ایک شخص سوختہ سی صورت زرد رو زرد مو کوتہ گردن تنگ پیشانی بدذاتی اور بد افعالی
کی نشانی بشرے پر عیان اور نمایان ہو غراک نے پوچھا کہ یا پیغمبر مرسل یہ کون شخص ہو بختیارک نے جواب دیا کہ اس
گنہگار کو ملک بختیارک بن بختک بن سگ سفید کہتے ہین اور مین وزیر اعظم دستور معظم ہرمز بن نوشیروان
کا ہون اور مین فقط اسی لیے تجھے حمزہ اور بدیع الزمان سے مقابلہ اور مجادلہ کرنے کو منع کرتا ہون اور کہتا ہون کہ
مجھے تیری جوانی پر بہت سا افسوس اور ترس آتا ہو بدیع الزمان اور حمزہ کو تو اپنی جان کا ملک الموت اور حرباجل
سمجھ رکھو ادھر تو نے اُنسے سامنا کیا اور مارا گیا غراک بن عربدہ جوے تندخوے یہ تقریر بختیارک کی سُنکے
اور بھی زیادہ تر افروختہ ہوا اور حالت غیظ و طیش مین ہزارون گالیان فحش دیکے چاہا کہ خوب سا بختیارک کو
زدوکوب کرے گنجاب نے بہت سا سمجھاکے منع کیا اور کہا او غراک بن عربدہ جوے تندخوے یہ مسخرہ
مضحک دربار ہرمز تاجدار کا ہو بپاس خاطر ہرمز اسسے کچھ نہ کہ بارے غراک بن عربدہ جوے نے یہ کہکے
کہ بھلا او مادر بخطا دیکھ تو مین ابھی جاکے بدیع الزمان کو مع حمزہ بعذاب الیم مبتلا کرکے پھر کر آتا ہون اُسوقت
تجھسے کیا سلوک کرتا ہون بختیارک نے کہا کہ مین راضی میرا خدا راضی اگر تو وہان سے جاکے زندہ وسالم پھر آئے
تو مجھے بلاتامل قتل کرنا مین نے برضا ورغبت اور بطیب خاطر اپنا خون تجھے معاف کیا اور بجنسہٖ القصہ طول تا چند مختصر
یہ کہ غراک بن عربدہ جوے تندخوے جنگجو۔ گنجاب کو باطمینان تمام مع سب سرداران لشکر کفر و ظلام کے

اپنی بارگاہ مین جھلاکے اپنی فوج ہمراہ لے کے سمت شہر سنجان بہ تہیۂ مقابلہ و مجادلۂ شاہزادہ بدیع الزمان روانہ ہوا
بختیارک نے بوقت رخصت غزاک بن عبدہ جوسے کہا کہ افسوس صد افسوس دیکھیے کارخانۂ قضا و قدر اسکو
کہتے ہین کہ حضرت عزرائیل کسطرح سے گریبان غزاک کا پکڑے کشان کشان لیے جاتے ہین غزاک نے یہ بات سنکر نہایت
غضبناک ہوکے بختیارک کو دیکھا الا بیاس ہرمز تاجدار اور گلنجاب نابکار تیرہ روزگار کے ہمراہ دیکھے بارگاہ سے
باہر نکل گیا اور اپنے مرکب پر بیٹھکر مع تمام اپنے لشکر کے یلغار کرکے برابر قلعہ شہر سنجان کے پہونچا اور تھوڑے سے فاصلے
پر لشکر فیروزی اثر سے سلطان صاحبقران نامور کے خیمہ استادہ کرواکے اُتر پڑا اور بارگاہ گردون اشتباہ سلیمانی
اور خیام سرداران عالی شان کی دیکھکے ہوش و حواس اُسکے بجا نہ رہے مگر اُس توہمات باطلہ اور تخیلات جہلا کی
توقع پر کہ خداوند لقا نے تقدیر کی ہو کہ اے غزاک تو سب مسلمانون نادیدہ خدا کے پرستارون پر فتحیاب ہوگا اُس
مسخرے واہی کو یقین کلی ہو کہ مین کل عالم پر فتحیاب ہونگا اور غالب رہونگا اور حمزہ اور بدیع الزمان کو
پکڑ لونگا اپنے دلکو تسلی اور تسکین دے کے لشکر بے پایان اور فوج بیکران سے شاہزادۂ بدیع الزمان کی خیال نہ کیا
مع اپنے تمام سردارون کے بارگاہ مین بیٹھکر اشارہ ساقی کو کیا اور جام شراب کا گردش مین آیا جب دو دو تین تین
پیالے شراب ناب کے پی چکے اور دماغ اُسکا بادۂ ناب سے گرم ہوا ایکبار نشہ کی ترنگ مین حکم دیا کہ ہان میرے لشکر
مین طبل جنگ بجے اور ساتھ اتنا کہنے کے اُسکے لشکر مین طبل جنگ بجا اور یہ خبر لے کے ہلکارہ ہاے لشکر اسلام
سمت لشکر فیروزی اثر روانہ ہوے اور بارگاہ سلیمانی مین بحضور شہنشاہ والا جاہ گیتی پناہ خواقین سجدہ گاہ
ظل اللہ سلیمان مرتبہ گردون سریر وارث اورنگ جہانبانی مالک سریر سلطانی شہریار عالی نژاد سعد بن قباد آکے
زمین ادب کو بوسہ دیا اور بعد دعا و ثناے شاہنشاہی کے عرض کی اشعار ای تاج شاہی را فروغ از تارک
والاے تو + وے خلعت شاہنشہی زیبا ست بر بالاے تو + بدر الدجاے مرمت مہر سماے ابہت + شد
فخر تخت سلطنت کا مہ زیر پاے تو + سرور عالم کی عمر دراز ہو لشکر غزاک بن عبدہ جوے تندخوے
جنگجو مین طبل جنگ بجا اور وہ کافر صبح کو معرکہ آراے میدان کارزار ہوگا سلطان ظفر احتشام امیر حمزہ
عالی مقام نے بمجرد استماع اس کلام کے فرمایا شعر سر نمی پیچم ز شمشیر حبیب + ہرچہ آید بر سر من یا نصیب
جو کچھ منشی تقدیر اور کاتب ازل نے صفحۂ ناصیہ پر میرے بروز دیوان قضا کلک قدرت سے اپنے ترقیم کر دیا ہے
وہ بعرصۂ ظہور آویگا اسمین فکر و تردد کرنا محض بیجا اور بیکار ہے کہدو ہمارے لشکر مین بھی بفضل ایزدی کوس تائید
ربانی بجے طبل جنگ چنانچہ حسب الحکم قدر توام سلطان باکرم کے لشکر اسلام مین بھی طبل جنگ کی صدا بلند
ہوئی غازیان دیندار اور مجاہدان تہور شعار آمادہ رزم اور مہیاے قضا ہوکر عزیز و اقربا و بیگانے بیگانے خویش و عزیز سے
باہم ملنے لگے اور کہتے تھے کہ صبح کو دیکھیے کسکو تختۂ تابوت اور کسکو تخت سلطنت نصیب ہو اشعار در اندیشہ گردن
کشان یک بیک + کہ فردا بکام کہ گردد فلک + زمانہ کرا سازگاری کند + ستارہ بجان کہ بازی کند + کرا تاج اقبال
بر سر نہد + کرا تخت تابوت بردر نہد + کہ داند کہ فردا چہ خواہد رسید + ز دیدہ کہ خواہد شدن ناپدید +
شجاعان عرصۂ کارزار اور دلیران نامدار اپنے اپنے آلات حرب کو دیکھنے بھالنے لگے بہادران مومنین و جوانان
صاحب عزم و تمکین کے جو وقت سے کہ صداے طبل جنگ گوش زد ہوئی غسل کرکے لباس پاکیزہ پہن پہن
کے سیکڑون مسجدون خانقاہون مین ہزارون اپنے خیمے ڈیرون مین ہزارون لب دریا ہزارون میدان فضا
کی طرف جاکے سجادے زمین پر بچھا بچھاکے سمت قبلۂ معظمہ کے رو برو ہوکے بحضور قلب اور خلوص نیت مستدعی

اور ملتجی تھے کہ ای رب جلیل صبح کو وعدہ گاہ مصاف مین امتحان فرقۂ اجلاف و مذموم اشراف کا گواہی کلمہ گو اور زبان اور نیزہ بر روے کار آئیگا صدقہ اپنی وحدانیت کا ایسے ثبات مین ہمارے لغزش نہ پہونچنے پاے اور کوئی قدم ہمارا آگے سے پیچھے کو ہٹنے نہ جاے سہرے خون کے بدھیان زخمون کی گلے مین خلعت شہادت پہنے اور اپنے آقا سے ولی نعمت کے سامنے سرخرو ہے جاوید یہون رات بھر دونون لشکرون مین بڑی جاگ اور چہل پہل رہی طلایہ ہر طرفین سے پھر رہے تھے آواز ہوشیار باش بیدار باش کی بلند تھی جبکہ گریبان سحر چاک ہوا اور کوئی دو تین گھڑی رات پچھلی باقی رہگئی اُسوقت سرخیل وفاداران **مقبل وفادار** نے پاے سعادت صاحبقرانی کو بوسہ دیا **امیر** بانوقیر نے خواب راحت سے بیدار ہوکے پوچھا کہ رات کتنی باقی ہوگی **مقبل** نے عرض کی کہ نماز کا وقت ہو سلطان باکرم نے پانی وضو کے واسطے طلب کیا فراش آفتابہ سیلابچی لیے حاضر تھا **صاحبقران** دوران نے اُٹھکے وضو کیا اور بعد وضو دو رکعت نماز صبح سے فارغ ہوکے وظیفہ پڑھا بعد اسکے پوشاک پہن کے صندوقچہ سلاح کا کھولا سلاح ذات اقدس پر آراستہ و پیراستہ کرکے بارگاہ عرش اشتباہ سے برآمد ہوئے **قند** زدیوانہ **اشقر** دیوزاد کو لیے حاضر تھا **امیر** ایل پر ہاتھ ڈال کے رکاب مین قدم رکھکے خانۂ زین پر جلوہ فرما ہوے شاہ **سلیمان فارسی مظفر فاریابی ابوالمحجن گرد** وغیرہ سو سوا سو رفقا اور ندما مجرا کرکے ہمراہ رکاب ظفر انتساب ہوے سواری مانند باد بہاری روانہ ہوئی قریب ڈیوڑھی جلوخانے کے سلطان باکرم گھوڑے پر سے اُتر پڑے اور زین پوش بچھاکے بیٹھے بعد ازان اور سب شاہ و شہریار زادے آتے جاتے تھے اور امیر بانوقیر کو مجرا کرکے وہین زین پوش بچھا بچھاکے بیٹھتے جاتے تھے کہ ناگاہ آمد سواری شہنشاہ **سعد بن قباد** معلوم ہوئی فراشون نے مزکر ڈوریان پردۂ جلوخانہ کی چرخی پر کھینچین اور ایک مرتبہ اندر سے دُھنین شہنا نوازون کی گوش زد ہوئین اور کچھ کنول بردارنیان سورج مکھی والیان لالٹین والیان دستی والیان فانوس بردارنیان پنجشاخے والیان گرد و پیش اور تخت پر شہنشاہ لشکر اسلام اجلاس فرمائے کہاریان برق طلعتین تخت اُس سلیمان مرتبت کا دوش پر لیے نمودار ہین کہارون نے بڑھکے تخت کو لیکے دوش بدوش روانہ ہوے **امیر** کشورگیر **حمزہ** بانوقیر واسطے مجرے کے جھکے مرد ہا پکارا ہاہلی بادشاہ سلامت شہنشاہ عالمپناہ سلامت سلطان **صاحبقران امیر** کشورگیر جہانستان کا مجرا نگاہ رو برو بادشاہ نے ہاتھ چھاتی پر رکھا اور اشارہ سواری کا کیا سلطان **صاحبقران** اشقر پر سوار ہوکے چالیس قدم بہر دری اور صاحبقرانی زیر سایۂ علم اژدہا پیکر آگے تخت سے بڑھے ہوے اور ایک مجرئی کا مجرا لیتے ہوے سواری حضرت ظل اللہ شہنشاہ لشکر اسلام سمت میدان رزم روانہ ہوئی اور آگے بڑھکے تبرداروں نے جھاڑی جھنڈی جنگل کے کاٹکے میدان کو ہموار کردیا بہشتی کاربچہ کاری کرکے چھڑکنے لگے تھے آبپاشی پر جھکے گرد کو بٹھا رہے تھے اس عرصے مین تخت بادشاہ لشکر اسلام کا ناف لشکر مین جاکے قائم ہوا اور امیر بانوقیر سات قدم آگے تخت سے بڑھے ہوے زیر سایۂ علم اژدہا پیکر دست مستقیمی دست راست دست چپ صف آرا ہوئے اُسطرف سے **غراک بن عربدہ جو** سے تند خو بھی مع لشکر نکبت اثر اپنے میدان مین قائم ہوا اُسوقت نقیب اور کڑکیتون نے میمنہ میسرہ قلب و جناح آگے کا ہراول پیچھے کا چنداول جو وہ صفین باہم بہین آراستہ و پیراستہ کرکے کڑکیتون نے باواز بلند کڑکا کہنا شروع کیا کہ اے مردان بکوشید تا جامۂ زنان نپوشید **شعر** روز جنگ است جنگ باید کرد * کوشش نام و ننگ باید کرد * کہان ہین رستم و سہراب اور کہان بیژن و برزو اور کون ایسا بہادر اور دلیر ہو کہ آج نکل کے اس میدان کارزار مین اُن بہادرون کا نام مثل حرف غلط مٹاکے اپنے باپ دادے کا نام روشن کرجاے وہ ہاں دیکھے جو مرد چلے اور کھیت دیکھکر کترائے وہ ایسے پوت کپوت کا کاگا ماس نہ کھاے

سنا ہو کرنیکی کی آواز کے گوش زد ہونیکے جوانان شمشیر زن اور بہادران صف شکن کی آنکھوں مین نشہ شجاعت کے ڈورے پڑگئے تھے سمت رزمگاہ دیکھ دیکھ کے سیفون تلوارون پر ہاتھ رکھے برچھے ترچھے لیے گھوڑون پر سوار کھڑے جھوم رہے تھے ناگاہ **غراک بن عربدہ جوسے تندخو** اپنی فوج کی صف مین سے گھوڑا جہکا کے نکلا اور ناف میدان مین آکے پشت کی لشکر اسلام کی طرف اور رخ کیا سمت **قیطول لقا** گھوڑے پر سے کود پڑا اور زمین پر لعت کو سجدہ کرکے اُٹھا اور پھر اپنے مرکب پر سوار ہوکے مقابلہ لشکر فیروزی اثر آکے پکارا اے خدا پرستان واے زبردستان از شما ہر کرا آرزوے مرگ باشد باید بمیدان جنگ دادہ دست و پا آوری وا ہم ابھی پورا کلمہ اُسکی زبان سے نکلنے نہیں پایا تھا کہ دیکھا لشکر اسلام مین علمدارون نے علم کو جلوہ دیا اور دست راست سے انجم گروہ رستم شکوہ سرفتنہ ملک باختر **صاحبقران بن صاحبقران** سیلوان تہمتن شاہزادہ **بدیع الزمان** گرد لشکر شکن نے اپنے مرکب **گلگون باختری** کو صف مین نکالا اور بحضور شہنشاہ لشکر اسلام آکے اجازت طلب ہوا بادشاہ لشکر اسلام نے جام **گل عفریت** اپنے دست خاص سے بھر کر مرحمت فرمایا اور شاہزادہ رستم صولت نے آداب بجا لاکے اُس جام شراب کو پی لیا اور اکدم مین اُسے نوش فرما کر جانب میدان رزم مخاطب ہوکر مرکب **گلگون باختری** کو تیز گام کیے برابر **غراک بن عربدہ جوسے تندخو** کے جا پہونچا اور اس زور سے ہنگا در ہوا کہ گھوڑا **غراک** کا بارہ قدم پسپا ہو گیا اور **غراک** گھوڑے پر سے گرتے گرتے خوب سا سنبھلکر گھوڑے کو تازیانہ مار کر پھر برابر شاہزادہ عالم کے آیا اور کہنے لگا اے جوان کیا نام ہے تیرا اور تو کون شخص ہے شاہزادہ عالی مقام نے جواب دیا کہ اے **غراک** وہ جو تونے سنا جو کمترین بندگان خدائے عزوجل

نظم

پیل نامور شاہ انجم گروہ | فلک رخش ہیجاء رستم شکوہ
بدیع الزمانم کہ در روز کین | توانم زدن آسمان بر زمین

ہاں اے کمبخت وہ مین ہون **غراک بن عربدہ جوسے تندخو** سے یہ گفتگو شاہزادہ عالیجناب کی سنکے نہایت پیچ و تاب کھایا اور حالت غیظ و غضب مین نیزہ پکڑکے سینۂ بے کینہ پر شاہزادہ **بدیع الزمان** کے مارا اُس شیر روزگار شاہزادہ نامدار نے سنان نیزہ کو اپنے نیزے کی سنان پر روک لیا اور باہم نیزہ بازی شروع ہو گئی

اشعار

بجنبش در آمد ز ایشان زمین | سنان را چنین کرد کا پندار
دو گل اجل ہر دو زاریگ دبار | سیجان نیزہ با نیزہ آمیختند
نہ این را ظفر بُد نہ آنرا خطر | سنان چون زبان نے نیزہ دوا
سنان یک بدیگر در آویختند | نہ در اخطر بُد نہ این را ظفر
بمیدان کشیدہ سنان ہر دین | کہ باہم نہ پیچید زانگونہ مار

پندرھوین طعن مین شاہزادہ والاشان نے نیزہ اُسکا ایک مقام پر گہ تھکر اس خوبصورتی سے نکال دیا کہ نیزہ **غراک** کا جسطرح ہوائی آتشبازی کی گنج سے نکلجاتی ہے سمت آسمان نکل گیا اور سنان اُسکے نیزہ کی آسمان پر جاکے مانند ستارے کے چمکی اور وہ نیزہ مثل تیر شہاب تھوڑا سا اور بلند ہوکے زمین پر گرا پھر تو **غراک** سرنگون ہو گیا **غراک عربدہ جوسے تندخو** نے جبکہ دیکھا کہ میرا نیزہ شہزادہ **بدیع الزمان** نے ہوائی کر دیا بیساختہ یہ کہنے لگا اے خداپرست نیزہ بازی خلال بازی عمود بازی حال بازی شمشیر بازی واسطے بازی بس خبردار ہو جا یہ نہ کہنا کہ خبردار نہ کیا تھا تلوار کھینچکر بر سر شاہزادہ نامور آیا اور ایک ضرب تیغ بر سر شاہزادہ عالی مقام لغوت تمام کی شاہزادہ عالم نے اپنی سپر کو پشت پر ڈالدیا اور بطن سپہ گری جبکہ تمام بازوں کو بچاکر بند دست اُسکا پکڑکے ذرا جو فشار دیا تو تلوار اُسکے ہاتھ سے چھوٹکر علحدہ جا پڑی اُسوقت شاہزادہ رستم صولت نے جو اپنا ہاتھ اُسکے کمر بند مین ڈالکے نعرۂ اللہ اکبر جگر سے کھینچا اور زور رادلین مین **غراک بن عربدہ جو** کو خانۂ زین سے اُٹھا کے سر سے بلند کیا اور چرخ دے کے زمین پر مارا چار طرف سے عیاران لشکر اسلام نے دوڑکے **غراک بن عربدہ جوسے** کی مشکین باندھ لین لشکر کفار نا بکار نے جو یہ حال **غراک** کا دیکھا ہاے واے کرتے چار طرف سے تلوارین برچھے پکڑ پکڑکے برسر شاہزادہ نامور آپڑے ہر طرف کی **فصل بن گیا ہو رخون آشام**

اور فارن بلند کمان اور ورقابے زنجیر خلاے اور ترک جوشن پوش اور قاتل زنگی اور مقاتل زنگی
اور ارباب باختری اور فضل بن آشوب اور طاہر بن قہرمان عجمی ہمزہ سرداران شاہزادہ والا مرتبت کی
فوج وسپاہ کے غازیان دیندار اور شجاعان عرصہ کارزار بمقابلہ لشکر کفار چلے آمادہ رزم و پیکار ہوے اور آن واحد میں ہاتھ
شمشیرزنی اور کفار کشی کی کہ لکھوکھا لاش پر لاش اور دھڑ پر دھڑ اور مردے پر مردہ گرادیا اور کشتوں کے پشتے لگادیے
تھے چار ناچار کفار شکست فاش کھاکے بھاگ کھڑے ہوے اور کنجاب کی فوج شکست خوردہ میں جاکے ملحق ہوے یہاں
لشکر نصرت اثر میں شادیانہ فتح کے بجنے لگے بہادران صف شکن اور دلیران شمشیر زن وعدہ گاہ مصاف سے بفتح و نصرت تمام ہمراہ
شہزادہ بدیع الزمان عالیمقام مراجعت کرکے گرد و پیش تخت شہنشاہ لشکر اسلام کے قیام پذیر ہوے مگر وہاں کا حال سنیے
جسوقت کہ کنجاب نے سنا کہ غراک گرفتار ہوگیا اور اُسکی تمام فوج ہزیمت کھاکے یہاں آئی ہو بختیارک کا مصداق
بر محمد شعر ہر کس کہ زحد برون نہد گام + اینست سزاے آن سرانجام + اے کنجاب تو نے دیکھا کہ میں سچ کہتا تھا یا
جھوٹ اب بہتر یہ ہو کہ یہاں سے جلد قلعہ عجم میں ہو چلکر رہنا مبادا اثناے راہ میں خداپرست آپہونچیں تو بجز سواے مرجانے
اور مارے جانیکے اور کوئی بات بن نہ پڑیگی کنجاب عاجز ہوکے سمت ملک عجم روانہ ہوا اور جبکہ بعد طے مراحل و قطع منازل
بحال شکستہ و تباہی زدہ قریب ملک عجم کے پہونچا تو یہ خبر کنجاب کی شکست فاش کھانے اور ہزیمت کھاکے آنیکی قہرمان عجمی نے
جو سنی تو قہرمان عجمی نے مع اپنے تمام سرداروں کے استقبال کنجاب کا کیا اور بڑی عزت و تکریم سے کنجاب کو اپنے
شہر میں لاکے تخت پر بٹھلایا اور بڑی دعوت کی بڑی دھوم سے کرکے باہم مشورہ کیا اور قہرمان عجمی نے کہا
کہ یا ہمیں فرسل جسنے جو کام کیا ہو ان خداپرستوں سے بدون مکر و فریب کسیکا کام نہیں بن پڑا ہو لہذا میری راے میں تو
یہ صلاح بہتر ہو کہ از راہ فریب و مکر دربار امیر حمزہ صاحبقران کے پاس چلکے مسلمان ہو جائیے اور امیر حمزہ کو مع اُنکے
سرداروں و بادشاہ اسلام کے بحیلہ دعوت شہر میں لاکے سامان رقص و سرود کا کیجیے اور کھانے میں بیہوشی ملاکے
سبکو کھلائیے جبکہ یہ سب بیہوش اور بیخبر ہوجائیں تب ان سبکو مطوق اور مسلسل کرکے سولیوں پر چڑھا دیجیے اور تیر باران
کرکے ان سبکو قتل کیجیے بختیارک نے جو یہ مشورہ سنا تو بہت پسند کرکے خوشی خوشی کہنے لگا کہ اس سے زیادہ اور کوئی تدبیر
نہیں ہو غرض قہرمان عجمی اور کنجاب علیہ اللعن والعذاب اور بختیارک تو اس فکر و تدبیر میں ہیں اب حال سلطان
با اقبال امیر کشور گیر امیر حمزہ کا تو فقیر کا سنیے کہ سلطان والاقدر عالی منزلت نے یہ کلمہ زبان فیض ترجمان سے فرماکے کہ
مجھے منظور اب یہ ہو کہ شادی شاہزادہ بدیع الزمان اور ملکہ گوہر ملک کی یہیں ملک عجم میں کروں مصروف جشن عیش و نشاط
ہوئے روز دوم وقت صبح جبکہ بارگاہ سلیمانی میں شہنشاہ گیتی پناہ سعد بن قباد نے سریر سلطنت پر آکے اجلاس فرمایا
اور سلطان صاحبقران والا شان دنگل تا د عنبر پر جلوہ فرما ہوے اور جتنے دست راستی اور دست چپی بادشاہ و
شہریار زادے اور سرداران لشکر اسلام تھے سب کے سب بقاعدہ مستمرہ مجرا گاہ سے مجرا کرکے اپنے اپنے دنگلوں پر باداب
تمام متمکن ہوے معراج عیاری قطب فلک خنجر گذاری شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ ضمری نامدار بھی کرسی پر
آکے بیٹھے ایک مرتبہ سلطان صاحبقران نے فرمایا کہ ہاں غراک بن عربدہ جوے تندخو کو لاؤ حسب الحکم
عظام امیر عالی مقام کے داروغہ زندانخانہ نے غراک بن عربدہ جوے تندخوے جنگجو کو زندانخانے سے
طلب کرکے بحضور سلطان والاقدر عالی منزلت حاضر کیا امیر با توقیر نے بکمال عطیات اُسکی طرف متوجہ ہوکے فرمایا
کہ اے غراک لقا پرستی کو ترک کر اور نکل اس چاہ کفر و ضلالت سے کلمہ پڑھکے بموجب ارشاد حضرت ہدایت ملت بیضا
دین اسلام قبول کر کہ دنیا و عقبی دونوں بخیر ہوجائیں غراک بن عربدہ جو کو یہ ارشاد ہدایت بنیاد سلطان صاحبقران

کا بسبب تیرہ دلی و تاریکی درون کے نہایت ناگوار خاطر ہوا اور حالت غیظ و غضب و طیش مین ہاتھون کی ہتھکڑیان توڑ
کی بیڑیان زور کرکے توڑ ڈالین اور سمت سلطان صاحبقران حملہ در ہوا یہ حرکت اُسکی شرارت کی دیکھکر شاہزادہ رستم صولت
بدیع الزمان والا مرتبت نے اپنے دونون ہاتھ اُسکے برابر ہاتھون کو پکڑ لیا اور اُسی جوش و خروش مین ڈالکر کمربند
مین ہاتھ غراک بن عربدہ جو کو ایک ہی زور مین زمین سے اُٹھا لیا اور سر پیچ دیکر زمین پر مارا اور جست
کرکے اُسکی چھاتی پر جا بیٹھا اور پھر بسہولت فرمایا کہ ای غراک بہتر تیرے حق مین یہی ہو کہ تو کفر و کافری کو چھوڑکے
مسلمان ہوجا اور لعنت کر اُس خوک پیکر خرس بادیہ ضلالت لقاے مشرک خدا زمرد شاہ مردود آذرباختری کے نام پر گروہ
جو کہتے ہین شعر ز آب زمزم و کوثر سفید نتوان کرد + گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ + اُس علیہ اللعن والعذاب غراک
سیاہ دل نے یہ تقریر شاہزادہ با توقیر کی سُنکے ازراہ خباثت بیساختہ چہرہ اقدس پر شاہزادہ عالم کے لعاب
اپنے منھہ کا ڈالدیا تب اُس آسمان مرتبت شاہزادہ بدیع الزمان والا شان نے برہم ہوکر ایک ہاتھ اپنا
غراک کے سر پر اور دوسرا ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے رکھکے ذرا جو مروڑا تو جسطرح سے قصاب کا ڈکا سر دھڑ سے جدا
کر دیتا ہو اُسطرح سے شاہزادہ عالم نے غراک جہنمی کا سر دھڑ سے کھینچکر علیحدہ پھینکدیا اور لوگون کو حکم دیا کہ
اسکی لاش لیجاکر لشکر کے کنارے ڈالدو چنانچہ حسب الحکم شاہزادہ والا شیم کے سر اور دھڑ اُس ناپاک جہنمی غراک
کا لوگون نے لیجاکے کنارے لشکر کے ڈالدیا اور یہان سلطان والا شان امیر حمزہ صاحبقران نے اپنے فرزند
جگر پیوند شاہزادہ عالیشان بدیع الزمان گردن شکن کی بہت سی تعریف شجاعت اور تہمتنی کی فرمائی تیاری
جشن شاہانہ اور محفل خسروانہ کی فرمائی ہزار بارہ سو طائفے ارباب نشاط کے آکے حاضر ہوئے نقارے طبلون پر
پڑنے لگی آواز ہوش نوشانوش کی بلند ہوئی لہرا سارنگی کا بین کی گمک آسمان کو جانے لگی قانون مین رباب
ہنگ مرچنگ و دف دائرہ سرود ستار جلترنگ الغوزہ مُرلی سُرمنڈل جھانجھ کینگڑی راگ وغیرہ اور باجے بجنے لگے ساقیان
مہر طلعت ماہ صورت جام و صراحی زمردین ہاتھون مین لیے دور جام شراب یاقوت رنگ کا بندھا ہوا تھا ارباب محفل
مین دھوم تھی اشعار گلشن مین قدم رکھنی ہو صبا گل بزم آرائی کرتے ہین + جیب خاک تیرے منھ مین بلبل یہ شیون
کا ہنگام نہین + ہون بندہ پیر مغان ساقی کچھ جاے تکلف تجھسے نہین + لا دُرد ہی گر صاف نہین مُجھے ظلو ہی
مین گر جام نہین + مغنیان شوخ دلنواز و مہ لولیان سرا پا کرشمہ و ناز عالم رزم مین ایسے کوئی نہین کہ سن سے تھے
یہ معلوم ہوتا تھا کہ حصول مدعی بہشت یا بہ تعلقات دنیوی ہار کے واسطے ازدیاد عمر و جاہ شہنشاہ عرش بارگاہ کے
ہاتھ دعا کے بسوے آسمان بلند کیے ہین زنگولے رنگیلے عشاق پر شور انگیز تھے اور چٹکیان بجانا رنڈیون کا یہ ثابت ہوتا تھا
کہ خارزار کلفت کو آئینون سے دھکے اُڑاے دیتی ہین حضار محفل مانند عاشقان بیدل اور مشتاقان بسمل کے دست
بدل غلغلہ پرداز تھے یہان ابھی لولیان شوخ و شنگ شہر آشوب عربدہ جو عنبرین مو بصد انداز و دلربائی ناچنے مین
مشغول تھین کہ شاہزادہ بدیع الزمان عالی جاہ نے بحضور سلطان والا شان دست ادب باندھکر عرض کی کہ
ہر چند ترک ادب ہے مگر مجبور ہون کہ ملکہ غنچہ خاتون کو نہایت استدعا ہو اور مجھسے نہایت درجہ مجبور اور عاجز ہوچکے
کہتی ہین کہ تم میری طرف سے عرض کرو کہ حضور بھی قدوم میمنت لزوم سے شہر سنجان کو بھی منور فرمائین ملکہ غنچہ خاتون
نے اس خوشی مین بڑی دھوم دھام سے تیاری شہر سنجان کی کیکے ہزارون طائفے ارباب نشاط کے طلب کیے ہین
اور ہمہ تن چشم براہ انتظار بیٹھی ہین سلطان والا شان امیر کشورگیر جہانستان حمزہ صاحبقران نے
پاس خاطر اپنے فرزند جگر پیوند شاہزادہ بدیع الزمان کے مع شہنشاہ سعد بن قباد و تمام شاہ و شہریار زادون

اور سرداران لشکر اسلام کے اُسی وقت سوار ہو کے سمت شہر سنجان روانہ ہوے بعد طے مراحل و قطع منازل جبکہ داخل
شہر سنجان ہوے تو دیکھا شہر بہت آباد ہوا اور نہایت پُر فضا بستی لا انتہا خلق انبوہ در انبوہ سکان شہر گروہ گروہ چوک
کا بازار چاندنی چوک اُردو بازار جوہری بازار شیشہ ہی بازار مچھلی بازار صرافہ بزازہ سب کھلا ہوا دُکانوں پر تمام نقش و نگار
چھت پردے تمامی زربفت کے بندھے ہوے سایبان زربفتی و زرتاری کھینچے ہوے دُکاندار مرفہ الحال دُکانوں میں لال لال کوکو
ویرزن میں نکور نوبت کی الگ رہی ہو چار طرف جھنڈی جھپتین اور برج بنگلے بر آمدے کمرے نظر آتے ہیں اُنپر ہزاروں چانڈ کال
بیرو بہو ڈھاڑی ڈوم کلاونت قوال کتھک کشمیری بچے زنانے ہیجڑے جوسنے والیان سازنگیاں بجا و جین جیسے مردنگ
جوڑیاں کرتال کی لے مبارکباد گا رہے نقاب طبلون پر پڑ رہی تھی جھم جھم کی آواز بلند گلنے بجانے کی دھوم سر بازار
لکھو کھا تماشائیوں کا ہجوم ہوا اور جتنے درخت ہیں سب آم حُن آراستے سنتے ہوے قمقمے قندیلیں لٹکتے ہیں جھولے چہدوئلے
بیچ بارہ دریاں ہیں آتشبازی کے چار سمت کٹہرے ہوے سرو چراغان کا سمان ایک جانب ہو سر راہ کمخواب زربفت
مشجر اساوری اطلس وغیرہ کا فرش ہو تمام شہر میں آئینہ بندی ہو جسوقت سواری سلطان ظفر احتشام امیر عالیمقام
آگے بڑھتی ہو تو لکھو کھا فقیر محتاجین مساکین تکرگدے دریوزہ گر شہدے اکثر غربا فرش لوٹتے جاتے ہیں جو چوک مکانات کی
چھتیں بے پردہ ہیں اُنپر ہزاروں بڑی بوڑھیاں کہ سفید سفید بال اُنکے چاندی کے سے تار چمکتے ہوے سُفید سُفید پائجامے
پہنے اور سُفید سُفید چادریں سر و بر کو رہے ہوا دیے چوگانی حقے آگے رکھے پی رہی ہیں منتظر جیون چاندنیوں کے
پردے کر لیے ہیں ادھر جو کہ برآمدے کمرے بنگلے پختہ و خام ہیں انمیں پردے سقرلاتی اور مخملی اور بانات کے پردے کے آڈ
چلمنیں گنگا جمنی پڑی ہیں ہزار ہا نازنینان مہ جبین اودھر چلمنیں جھانک رہی ہیں آنکھیں بطور نرگستان کے
نظر آتی ہیں جسطرف سے کہ سواری سلطان والا شان امیر حمزہ صاحبقران کی جاتی ہو چار طرف سے گلہائے نقرئی
اور طلائی لونگ نثار کر کے پھینکتے ہیں لکھو کھا آدمی گرد رہا خلق کا مجمع کثیر اور انبوہ غفیر ہو غرض سلطان با کرم شہر پُر فضا
سنجان کی دیکھتے ہوے داخل دیوان عام ہوے اور شہنشاہ والا جاہ لیتی پناہ خواقین سجدہ گاہ ظل اللہ سلیمان سریر
گردون مسیر وارث اورنگ جہانبانی مالک سریر سلطانی شہریار عالی نژاد سعد بن قباد نے سریر سلطنت پر جلاس فرمایا
اور تمام سردار دست چپ اور دست راست اپنے اپنے زنگلون پر متمکن ہوے امیر ابو قر سلطان الاشان حمزہ صاحبقران
خواجہ عمرو بن اُمیہ ضمری کو ہمراہ لے کے ملکہ غنچہ لب خاتون کے محل میں تشریف لیگئے اور ملکہ غنچہ لب خاتون نے بڑے
ادب اور احترام سے سلطان عالیمقام کو بارہ دری میں لیجا کے صدر جاہ و حشمت پر بٹھلایا چونکہ ملکہ غنچہ لب خاتون نے بارہا
زبانی شاہزادہ بدیع الزمان کی اور اکثر وقائع معتبر سے حال عمرو کی طماعی کا سُنا ہو تو اوّلاً اوّل ایک صندوقچہ جواہر
بیش بہا کا عمرو کی تواضع کیا عمرو نے اُس صندوقچے کے جواہرات کو کہ کئی سلطنتوں کا خراج تھا دیکھکر سلطان الاعدل
عالی منزلت سے کہا کہ اے حمزہ میں نے اس لئے سن میں کوئی بی بی بادشاہزادی اور امیر وزیرزادی تا نی ملکہ غنچہ لب خاتون
کی عالی ہمت اور سخی اور کریم اور سیر چشم اور گنج بخش اور فیاض حاتم دل نہیں دیکھی ہو حمزہ اسوقت کی بات میری گوش دل
سُن رکھنا کہ واسطے سواد ہندوستان کند ھور بن سعدان تمام عمر ملکہ غنچہ لب خاتون کی جوتیاں اُٹھاؤنگا اور بدوسے
آنکھوں میں لگائے رہونگا القصہ جب عمرو سے ساز کر چکے ملکہ غنچہ لب خاتون نے چالیس ہزار کشتیاں جواہرات کی اور بیس ہزار
کشتیاں خلعتہاے زردوزی اور پوشاک شاہانہ کی اور دس ہزار گھوڑے بیش قیمتی تازی ترکی عربی عراقی وغیرہ تحفہ تحفہ
گلگون خدا صبا رفتار با زین و لجام مرصع کار اور دو ہزار مادہ شتر مروی بغدادی سرخ مو جل زرنگار مرصع کار پشت
پہ اور زنگ گنگا جمنی گردنوں میں ہیکل خلخال مرصع پاؤں میں اور دو ہزار غلام خوشتر و نوجوان ترکی حبشی رومی چینی وغیرہ نذر

اور بیشک سلطان والا شان امیر حمزہ صاحبقران کے کہے بعد ازان دو ہزار طائفے میراثیون ڈومنیون کلاونت
قوال بھگتیون سرودنیون مطرب بہروپیون نقارچیون اہیر بہروپیون وغیرہ کے اور سیلہ سو ستہ سواپنی خواصون گائنون کو
طلب کرکے اشارہ کیا اور حسب الحکم ملکہ غنچہ خاتون کے نقارے بجے اور طبلون پر زور نیا سارنگی کا کھنچا بینون کی گمک آسمان
پر جا پہنچی قانون رباب چنگ مرچنگ ستار سربین دف دائرہ جھانجھ مرلی سرمنڈل الگوجا جلترنگ وغیرہ باجے بجنے لگے گانین
بھیرویں اور سوانگ بھر بھر کے نگریانین باندھے ہنگامہ پرداز جشن نشاط اور محفل انبساط ہوئین حضار محفل محو حیرت
سکتے کی صورت اس وقت کا سمان دیکھکر دوپہر ورے تصور مین اس صحبت عشرت زا و طرب خیز کے کبھی تو آنکھین بند
کر لیتے تھے اور کبھی اُسی عین غفلت مین چونک چونک پڑتے تھے تو چارون طرف دیکھتے تھے اشعار سحر بہار کی خوشبو
مین آگئی بہ لپٹ کہ دماغ جاندے کمرون کے کھل پڑے گھونگھٹ ہوا داغ مین بادبہار کے بھری چن کہ
گھونٹیان غرض جا بجا ہر سطح سرپٹ صبا کے جھونکے سے پھولون کے ڈالیان جو لہرائین تو خوب پھولون کی جھڑیان
وہان چلین سٹ سٹ یکایک ایسا ہی عالم ہوا کہ عقل گئی اک ڈرے پریون کے آکر اڑے جھٹ پٹ چمن مین
ایسی کچھ اک جاذبی سی مرائی کہ دیسی تارون بھری رات بھی نے کروٹ غرضے مین آکے جوانان باغ چلتے تھے
صراحی مے عشرت چڑھا گئے غٹ غٹ نصیب سوتے ہوئے جاگے تھے وہ چونک اٹھے گئی عہد مین
ہر اک عاشقون کی نیند اچٹ نظر پڑا وہان بلور کا احاطہ ایک مکان سب ہین مرصع عجیب اک جھمکٹ ستون
ہیرے کے ہر سمت مثل سبز خیمہ دلوں کی زڈول کے دیکھے چھپرکھٹ اور سرکھٹ ہزارون رنگ کے فوارے گوہر
افشان تھے ہر ایک جا پری موشون کے غٹ کے غٹ بھینون مین موتیون کی جھالرین تمامی کے فرش
سب ایک ڈال زمرد کے دان کواڑون کے پٹ کسی بانہ الماس کے سگنے کنڈے جڑی ہوئی کہین یاقوت
سرخ کی چوکھٹ لگے ہوئے گر چراغ اکثر جا تجلی جسکے سے اک نور کی تھی پھیلاوٹ کہین تو شیشون کے فانوس
کی چمن بندی اور انکے بیچ وہ چھٹا بناخون کا جٹ بٹ کہین شہنائی کی آواز اور کہین کاموود کہین جھنجھوٹی
اور بھیرویں کہین بھانت کہین بھاس کہین پوربی کہین گوری کہین ترانہ کہین دھرپد اور کہین تروٹ کہین
ملار کہین وہس مالکوس کہین کہین بہاگ کہین کھڑا کہین تھا کھٹ بجے ہوئے کہین ملدھاجی اور کندھیا گئی
بھیرا دیے ہوئے سر پہ رکھے مور کھٹ وہی تھی کنج گلی اور وہی تھا بندرابن سہانی دھن وہی مرلی کی اور وہی بنسی بٹ
ہ گوالیون کی رہس ٹھیک تھاک سب باتین وہی وہ نند جسودا کی کشش سے کھٹ پٹ نہاتے دھوتے وہی اور وہی
کدم کی چھاؤن وہ گوکل اور وہ متھرا اگر وہ جمنا تٹ وہی کھلاڑین آپس مین گوپیون کا دہان وکرکنھیا ایک کا سے
بھاگے ایک جھپین جھپٹ کہین جو دیکھا تو تھا مڑدار کا عالم وہی کنار وہی کریان وہی کھٹ کھٹ وارانسی وہی
بوستان وہ کاشی جی وہ مارواڑیون کے ہر طرف کو غٹ کے غٹ وہ آدھی رات کے سر اٹھنے دیس گانے مین بہاری
سانورو متوالی کے گیوانو ملے کہین تھا جرتری کا سانگ اور کہین نقال کہین تھے بیائشی بازیگر کہین تھے نٹ
لا ویڈین کہین کرتی تھین بیٹھی ڈومنیان کہین جوانون کے جوانون کے تھے جمگھٹ کہین سدھانی ہوئی
گائنون کی طراری کہین وہ لاکھون محل دالیون کی گراہٹ نظر پڑین کہین چالاکین شوخ پردہ نشین ادھیڑ
بوڑھیان کمسن گر بھی بانکپٹ وہ چھیڑ چھاڑ ہم جلیس کی گرماگرم وکہ جنکی شوخیون سے دلکو ہو سرور نیٹ کبھی جو
انگلیون کی فندق انکی دیکھے تو بہار بیربہوٹی کی طرح جاے سمٹ مٹا دین ٹھوکرون سے سرزمین ایران کی
ودو فونا نیے وہ روم و شام ڈالین الٹ ہزارون کوس دلندن روین کھسک جاے کبھی جو انکے وہ پانون کی

سے آہٹ بھی تو تین نہین ہین جو انین مشہور ہے کہ ایک پاؤن ہٹ اور بل ہٹ کی تراہٹ ؛ قصہ مختصر طول تا چند روز ملکہ غنچہ
خاتون اُس روز بڑی دھوم دھام سے دعوت اور مہمانداری مین سلطان ظفر احتشام امیر عالیمقام کی ہمہ تن مصروف
رہی اور ایسی تیاری اور فرمانبرداری کی کہ سلطان باکرم اور عمرو اور تمام سرداران بارگاہ نشین نے ایسی صحبت اور دعوت
کسی کے یہان نہین دیکھی تھی آخر کار سلطان صاحبقران نامدار نے بھی بہت سے تحفہ تحائف اور سوغات جو کہ لائق پیشکش
کے تھے ملکہ غنچہ خاتون کو مرحمت فرمائے اور روز یازدہم ملکہ غنچہ خاتون سے رخصت ہو کے مع لشکر کے برآمد ہوے بعد
تشریف لیجانے امیر باتوقیر کے ملکہ غنچہ خاتون نے کئی ہزار خلعت فاخرہ اور تحفہ تحفہ گھوڑے باساز و یراق مکلل بزر و زری
بجواہر تمام بارگاہ نشینون اور سرداران لشکر اسلام کیواسطے نواب ناظران اور خواجہ سراؤن کے ہاتھ بھیجے او حسب الایما
اور حسب الاسترضاے صاحبقران دوران سبھون نے شادان و خندان ہو کر لے لیے اور ہر ایک تعریف اور توصیف
دریادلی اور عالی ہمتی اور سیرچشمی ملکہ غنچہ خاتون کی آپس مین کرتے تھے غرضکہ سلطان والا شان مع شاہ عیاران عیار
داخل بارگاہ سلیمانی ہو کر مصروف جشن عیش و طرب ہوئے روز دوم شاہزادہ بدیع الزمان نے عرض کی کہ یا سلطان
صاحبقران ایک روز قدم رنجہ فرما کے سیر اور گلگشت چار باغ ملک حرمان دیو وحش کی بھی کیجیے سلطان
والاشان امیر حمزہ صاحبقران حسب استدعا اور التجا اپنے فرزند دلبند پارہ جان لخت جگر شاہزادہ بدیع الزمان
نامور کے مع اپنے تمام سرداران بارگاہ نشین شاہزادہ عالم کو ہمراہ لیکے سوار ہوئے اور عرصۂ راہ کو طے کر کے جلد دروازہ باغ کے
قریب پہونچے اشجار روضہ وہ ساعت سے چار باغ آیا نظر وہ وصف شادابی مین جسکے ہو مری [illegible] مرزبان ؛ لغزش مستانہ
دکھلانے لگا پاے خیال ؛ بسکہ اُسکی چار دیواری تھی صاف آئینہ سان ؛ شیشۂ دیوار پر اُسکے وہ سبزہ و گیاہ ؛ جار سبزی
سے جیسکی سبز خط گلرخان ؛ ہر دریچہ بیگمان تھا صاف چشم حور کا ؛ قدرت حق کا نمایان تھا ہر اک جانب سمان ؛ صورت
تصویر سبکو نقش سی لگ گئی ؛ خیرہ حیرت نے بھلا دی دیدے فکر و جہان ؛ جون قدم آگے رکھا جا کر بہ گلگشت باغ ؛
صنعتین دیکھین وہ اُس مین قدرت کی عیان ؛ رو کھڑاتی پھرتی ہو باد بہاری ہر قدم ؛ تمکنت گل سے ہر اک جانب
ہین کھوے عطر دان ؛ وجد کی حالت مین صف باندھے کھڑے ہین جھومتے ؛ ہر طرف کیلے بشکل حلقہ شان جہان
وار بستون سے عیان ہو چرخ اخضر کی بہار ؛ تاک کے خوشے ہو عقد ثریا کا گمان ؛ طرفہ سرسبزی نے کی ہو ہر طرف
سرکشی ؛ ہو زمین فیروزہ گون اور لاجوردی آسمان ؛ سجدہ خالق مین ہو ہر شاخ نخل میوہ دار ؛ حمد مین وحدت کے
ہر اک غنچہ کھولے ہو دہان ؛ عشرت مین ہو سنبل کھلے بالون پڑی ؛ کہتی ہو تعریف سوسن باغ کی باصد زبان ؛
آبشارون سے عجب ہین چشمہاے سلسبیل ؛ حوض آب ایسے کہ جنکو حوض کوثر کا گمان ؛ ہو تماشا گہ بے روح الامین ہر کنج
باغ ؛ جوش گل سے ہو چمن پر شک گلزار جنان ؛ نغمہ پیرایان گلشن ہین ہمہ مرغول سنج ؛ دیتے ہین کلیان تک عشرت
طائران خوش بیان ؛ چہچہے کرتے ہین گل پر عندلیبان چمن ؛ زمزمہ پرداز کو کو سرو پر ہین قمریان ؛ قہقہہ زن کبک ہین
شمشاد کے سامنے ؛ کرتے پھرتے ہین تدروان چمن اٹکھیلیان ؛ ہو نکلتا ساتھ آب جو مین ہر ساز کا ؛ بحر نوازی
سے بلبلی بھر رہے ہین باغبان ؛ چار طرف گرد حل اور مہندی کی ٹٹیان گڑی ہوئی ہین ہر روشون پر جلیچہ کاری کی ہوئی
ہوا ریل بنی ہوئی اور سرو و شمشاد مانند عروس و داماد ہر مقام پر استادہ ہین نرگس کو انتظار مقدم شریف سلطان
صاحبقران نامدار ہو سنبل سبکے بال کھولے زمین باغ پر سجدات شکر کر رہی ہو سوسن ہزار زبان حمد و ثنا مین مشغول
ہزار کھلا ہوا غنچے تبسم معمول قہقہے مار رہے ہین شعر بہار دیکھی ہو کم ایسی چشم نرگس نے ؛ صبا یہ کہتی ہو کھا کر شگوفے
کی سوگند ؛ غرض یہ کہ وہ جو کہانی والے بیان کرتی ہین کہ باغ بوستان اُلفت دوستان کھاے بوقلمون میوہ گونا گون

عجب طرح کا مکان چار باغ نظر آتا ہے بارہ دریاں صحنچیاں بنگلے برج برآمدے تمام پر تکلف سجے ہوئے چار طرف ہنگامۂ
شادی اور شور مبارکبادی بلند ہے اسوجہ سے کہ بدیع الزمان کی شادی دختر گنجاب یعنی ملکہ گوہر ملک سے ہوئی
ہے اور نور الدہر اُس سے پیدا ہوتا ہے اور مادر گوہر ملک یعنی ملکہ غنچہ خاتون کی شادی لندھور بن سعدان سے
ہوگی اور لندھا وا اُس سے پیدا ہوگا اور عشر قران کی شادی دختر آزر شاد لقب زرین یعنی ملکہ فتانہ سے ہوئی
اور جانسوز اُس سے پیدا ہوگا اور بعض داستان گو بیان کرتے ہیں کہ دختر گرد مرد سے جانسوز پیدا ہوتا ہے القصہ طول
دیجیے تا چند ہیں شبانہ روز سلطان اکرم نے سیر چار باغ ملک حرمان دیوکش کی کرکے خیل وفاداران مقبل وفادار
سے فرمایا کہ تم یہاں رہو اور شہر عجم نہایت میمون اور مبارک ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ مع اپنے تمام سرداروں کے وہاں جاکے
شاہزادۂ بدیع الزمان کی شادی کا جلسہ کروں اتنا فرماکے پھر جانب پل عاد روان ہو رشداد بان کپتیان کرب من کوہ
کرب آفتاب ہفت گروہ عرب عمرو معدیکرب یعنی پہلوان عادی کیطرف مخاطب ہوکے ارشاد کیا تم ہمارا پیش خیمہ مع بارگاہ
سلیمانی سمت ملک عجم لیے روانہ ہو حسب الحکم عظام سلطان عالیمقام کے پہلوان عادی پیش خیمہ اور بارگاہ سلیمانی
شتروں پر چھکڑوں پہ بار کرواکے طرف ملک عجم کے روانہ ہوا روز دوم صبح کو سلطان والاشان حمزۂ صاحبقران
مع سپاہ لشکر اسلام اور تمام شاہ و شہزادہ عالی مقام کے سوار ہوے اور بعد طے مراحل و قطع منازل قریب ملک عجم
پہونچے یہ خبر سلطان امیر عالی مقام کی تشریف آوری کی سنکے گنجاب نہایت پریشان او ششدر رہا قہرمان عجمی نے
کہا کہ وہ پیغمبر مرسل میرے نزدیک تو اب یہی صلاح خوب ہے کہ حمزہ کے پاس بخوف و خطر چلکے مسلمان ہو جایئے اور
بظاہر دو لفظ اُنکے طرح کے جیسے وہ کلمے کہتے ہیں طوطے کی طرح پڑھکے بعد ازاں بفریب دعوت حمزہ کو مع سرداران
اپنی بارگاہ میں لایے اور کھانے میں بیہوشی ملاکے کھلا دیجیے اور حالت بیہوشی میں سبکو پکڑ کے جیسے چاہیے ہیں قید کیجیے
چاہیے مطلق اور مسلسل کرکے بحضور خداوند لقا بھیجیے بختیارک بول اُٹھا کہ واہ واہ اے قہرمان عجمی کیا رائے سلیم تیری
ہے لیکن ایسی تدبیر سے بہتر اور کوئی تدبیر ان خدا پرستوں کے شر سے امین ہونے اور نجات پانیکی نہیں ہے القصہ گنجاب
علیہ اللعن والعذاب اور قہرمان عجمی اور خواجہ گراز الدین ملک بختیارک شوم کا فریب ہی وغیرہ کفار پیش خود
مشورہ اور صلاح کرکے از راہ مزوری اور مکاری اپنی بارگاہ سے واسطے استقبال کرنے کے بیرون شہر پہنچے اور دو کشیں اپنی
گلوں میں اور تلواریں دانتوں میں دبا دبا کے سبھوں نے ہاتھ اپنے اپنے رومال سے باندھکے اور گھوڑوں پر سے
اُتر اُتر کے پیادہ پا چلے جب قریب لشکر فیروزی اثر کے پہونچے اُسوقت عیاران لشکر اسلام نے یہ حال جاکے بارگاہ
سلیمانی میں بحضور سلطان والاشان امیر حمزۂ صاحبقران بیان کیا کہ گنجاب مع قہرمان عجمی وغیرہ اپنے
تمام سرداروں کے اس ہیئت دست بستہ قریب عتبۂ فلک مرتبہ ملائک مقیم کے آپہونچا ہے امیر ذوالتوقیر نے یہ ماجرا
سنا تو یہ فرمایا کہ گنجاب بہت جلیل المرتبہ بادشاہ ذیشان ہے سوائے کفر اور کافری کے اور کسی بات کا رتبہ اور
مرتبے میں فرق نہیں ہے ہمیں لازم ہے کہ جتنے سردار بارگاہ نشین ہیں سب جاکے گنجاب کا استقبال کرکے بہ تعظیم
و تکریم یہاں لائیں حسب الاحکام عظام امیر عالی مقام خسرو بہادر ہندوستان گرشاسب دوران جانشین مسند حمزۂ
صاحبقران لندھور بن سعدان اور مالک اژدر صاحب نیزۂ دو سر اور بہرام گرد بن خاقان
چین اور فرامرز عاد مغربی اور جمہور جانسوز طرطوس بہادر شہنشاہ تبرزن وغیرہ سرداران آسمانی اوج
جبیں استقبال کے واسطے اُٹھے اور با عزاز و تکریم تمام گنجاب کو دروازہ بارگاہ سلیمانی تک لائے سلطان الاشان
عالی مرتبت امیر حمزۂ صاحبقران آپ بنفس نفیس دروازۂ بارگاہ تک گنجاب کے لینے کو تشریف لیگئے اور

دست مبارک سے ہاتھ کنجاب کا اور قہرمان عجمی کا کھولا اور ترکش گلون مین سے اور تلوار دانتون سے دونون کے
جدا کیے اندرون بارگاہ لیجاکے برابر تخت شہنشاہ لشکر اسلام کے اور تخت بچھوا کے کنجاب کو اُسپر بٹھلایا کنجاب نے اور
قہرمان عجمی نے بہت سا عذر اور انکسار کرکے کہا کہ اے حمزہ صاحبقران واقعی تو صاحبقران زمان جرم بخش
عذر نیوش ہے جناب ہم دونون امیدوار ہین کہ ہمکو وہ کلمہ ارشاد کیجیے جسکو پڑھ کے ہم ملت بیضا دین اسلام قبول کرین
سلطان والا قدر عالی مرتبت نے یہ گفتگو اور تقریر کنجاب علیہ اللعن و العذاب اور قہرمان عجمی تزویر کی جو سُنی تو نہایت
خوش ہوکر کلمۂ شہادت ارشاد کیا وہ دونون بہ مکاری اور کذب یعنی قہرمان عجمی اور کنجاب کلمہ پڑھکے بظاہر مسلمان
ہوگئے عمرو نے باشارۂ چشم و ابرو سلطان صاحبقران سے کہا کہ یا حمزہ مجھے ان دونون کے ایمان لانے اور مسلمان ہونے
کا یقین نہین ہوا اور فلک گذرتا ہو کسیلیے کہ شعر آب زمزم و کوثر سفید نتوان کرد + گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ + امیر باتوقیر
نے فرمایا کہ اے عمرو جو کوئی اپنی خوشی سے مسلمان ہوتا ہو تو ہمیشہ اُسکو یہ نہین کہا کرتا ہو عمرو نے پھر کہا کہ حمزہ مجھے کسی سے تعرض
اور عداوت نہین فقط بخیال ہے کہ کنجاب اور قہرمان عجمی کے بشرے پر نور اسلام نہین ہو مین کہتا ہون آگے مجھے
اختیار رہے مجھے نہین کیا دخل ہو صاحبقران دوران نے کہا کہ سبحان اللہ تو ایسا ہی صاحب کشف ہو کہ ہر ایک کا بشرہ پہچان
لیتا ہو غرض یہ گفتگو تھی کہ شام کو جب دربار برخاست ہوا تو کنجاب اور قہرمان عجمی بھی رخصت ہوکر اپنی بارگاہ مین
گئے اور بمشورۂ بختیارک تمام رات اسی فکر و تدبیر مین رہے کہ کسی صورت سے سلطان صاحبقران اور عمرو کو زک
فاش دے کر فوج اسلام کو ہزیمت دین اور آپ پھر بدستور حسب سابق حکمرانی کرین شعر صبح دیگر کاین سرائے انقلاب +
گشت روشن از فروغ آفتاب + شہنشاہ لشکر اسلام نے سریر سلطنت پر اجلاس فرمایا اور سلطان عالی مقام اپنے دنگل
نادعنبر پر اور سب شاہ و شہریار بادب مجرا کرکے دست چپی دست چپ اور دست راستی دست راست اپنے اپنے دنگلون
پر بارگاہ سلیمانی مین بیٹھے تھے کہ اسی عرصہ مین کنجاب اور قہرمان عجمی بھی دربار مین آئے اور حضرت کو مجرا کرکے
اپنے اپنے دنگلون پر بیٹھے بعد دم بھر کے کنجاب بکمال ادب دست بستہ آنکھون مین آنسو بھر کے بجناب سلطان
با توقیر عرض کرنے لگا کہ یا حمزہ صاحبقران مین نے سُنا ہو کہ طریق اسلام مین اجابت دعوت از جملہ واجبات
اور ثواب دلداری مومن طواف بیت اللہ سے سوا ہو تو پھر مین امیدوار ہون کہ از راہ عطیات خاقانی اور مراحم خسروانی
اگر اس خاکسار ذرہ بے مقدار کو حضیض خاک سے اُٹھا کے اوج افلاک پر پہنچایا ہو اور آپ داخلۂ اسلام مین لائے ہین تو ایک دن
بجاے خوان نعمت گزین بیان جبین قناعت فرما کے میرے کلبۂ احزان مین بتقریب دعوت تشریف لیچلیے اور جو کچھ کہ نان
نمک موجود ہو اُسکو نوش فرمائیے شعر ہمای اوج سعادت بدام ما افتد + اگر ترا گذرے بر مقام ما افتد + سلطان والا شان
امیر حمزہ صاحبقران نے فرمایا کہ اے کنجاب ہمارے طریق مین واقعی دعوت کا رد کرنا بہت ممنوع ہو اگر بمقدمہ
دعوت کوئی کافر بھی آکے استدعا کرے تو اُسکے یہان بھی ہم جاتے ہین اور دعوت کھاتے ہین انکار نہ کرین کیا جانئے تو کلمہ
طیبہ اپنی زبان پر جاری کیا اور مشرف بدین اسلام ہوے تو تم تو ہمارے بھائی ہو چکے ہین دعوت مین کیا عذر باقی
رہا بسم اللہ ابھی چلو ہم چلنے کو مستعد ہین کنجاب نے از راہ مکر و زور بکمال بشاشت و سرور عجب طرح کی لسانی اور
چرب زبانی سے کہا کہ زہے طالع اور خوشا افتخار میرا لیکن روز دویم صبح کے وقت سلطان والا قدر عالی منزلت نے
بارگاہ سلیمانی اور تمام اثاثۂ صاحبقرانی اور حفاظت اور خدمت مخدرات عالیہ خواتین حرم اور خادمان محل کی شاہ سلیمان
فارسی کے تفویض کرکے مع حضرت خلیل اللہ شہنشاہ لشکر اسلام اور شاہ عیاران عیار عمرو بن اُمیہ سردار
اور سرداروں کے سوار ہوکے ملک عجم مین تشریف لیگئے اور وہان ایک باغ مین قہرمان عجمی نے پہلے سے دعوت

کی تیاری کر رکھی تھی فروکش ہوئے تو دیکھا کہ فی الحقیقت باغ بہت دلچسپ اور پُر فضا ہے اور تیاری بزم شاہانہ و محفل
خسروانہ کی بہت دھوم دھام سے کی ہے بارہ دریان اور کوٹھے بنگلے جو کہ اُس باغ میں ہیں بہت پُر تکلف سجے ہوئے فرش
پاکیزہ گستردہ ہیں شیشہ آلات وغیرہ بکثرت قرینہ قرینہ سے لگا ہے حضرت ظل سبحانی سریر جہانبانی پر اور امیر باتوقیر دنگل پر اور باقی دست
راستی دست چپی سب سرداران ایک ایک دنگل پر جہاں تہاں بیٹھے طائفے ارباب نشاط کے حاضر ہوئے ناچنے گانے بجانے لگے یہانتک وقت
شام کا ہو گیا شعر ہوا نیلم آسمان سنگ سرخ + شفق سے ہوا شام کا رنگ سرخ + آفتاب چھپا اور چاند نکلا قہرمان عجمی
نے حکم روشنی کا دیا ہزاروں جھاڑ اور سر دیواری فانوس اور مردنگیان اور کنول فانوسیں چار طرف روشن ہو گئیں اشعار
ہوئی گانے ناچوں کی اک دھوم دھام + تماشائیوں کا ہوا ازدحام + ہوئے اہل رقص و طرب آکے جمع + لگے کرنے پروانے
پابوس شمع + ساقیان ماہ طلعت جام و صراحی بکف آئے دورہ شراب کا چاروں طرف شروع ہو گیا قہرمان عجمی اور
گنجاب کار و خدمت میں دعوت کے آب دامن گردانے مستغرق اور کثرت دوڑ دھوپ سے سر سے پاؤں تک
عرق عرق تر بتر ہو رہے تھے اور ہر چند صاحبقران نے ممانعت کی اور فرمایا کہ تم دونوں صاحب ہمارے پاس آکے
بیٹھو ناچ دیکھو تمہارے نوکر چاکر تو حاضر ہیں مگر اُن دونوں نے عذر و انکسار کرکے قبول نہ کیا تین شبانہ روز اس تکلف
سے دعوت کی کہ صاحبقران نہایت خوش ہوئے اور عمرو کے دل میں جو شکوکات تھے وہ سب نکل گئے عمرو کو
بھی یقین کلی ہو گیا کہ گنجاب اور قہرمان عجمی کفر اور کافری ترک کرکے بصدق دل مسلمان ہو گئے ہیں قصہ
مختصر روز چہارم اب جو ہر قسم ماکولات اور مشروبات سے شراب یا پان و کباب شیرینی وغیرہ تھی اُس سب میں
بیہوشی ملا کے محفل میں لائے اور جتنے ایک نان و کباب یا دو پیالے شراب کے پیے اور کھانے بیساختہ سب کو چھینکیں
آئیں اور چاہتے تھے کہ گھبرا گھبرا کر اُٹھیں تڑاق پڑاق چاروں شانے چت سب زمین پر گرے اور بیہوش ہو گئے گنجاب
اور قہرمان عجمی دونوں علیہ اللعن والعذاب نے اپنے ملازموں سے کہا کہ جھٹ پٹ ان سب کی مشکیں باندھ کر
آہنگروں کو طلب کرو چاروں طرف سے کفار نے بجستی اور سرعت امیر باتوقیر اور عمرو کو مع سب سرداروں کے اُسی
حالت بیہوشی میں باندھ کر وہیں بٹھا دیا اور جتنے لُہار تھے اُنہیں کچھ ملازمیں قہرمان عجمی کے تھے اور کچھ بطور
بیگاریوں کے شہر سے پکڑ لائے تھے اُنہوں نے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پاؤں میں بیڑیاں گلے میں طوق بغل میں خار دار
لٹو کمروں میں سیخچے ڈلوا دیے گنجاب نے پھر حکم دیا کہ اب ان سب کو ہوشیار کرو چنانچہ بموجب حکم گنجاب کے نوکروں
نے فتیلہ رفع بیہوشی سُنگھا کے سب کو ہوشیار کر دیا امیر باتوقیر و شہنشاہ لشکر اسلام اور عمرو اور تمام سرداروں نے جو آنکھیں کھولیں
تو دیکھا کہ گنجاب تو سامنے تخت پر اور قہرمان عجمی اپنے دنگل پر بیٹھا ہے ہم سب قید شدید میں مبتلا فرش پر بیٹھے ہیں ایک
مرتبہ عمرو نے سلطان صاحبقران کی طرف دیکھ کر کہا کہ کیوں حمزہ تو نے گنجاب کی ہوشیاری اور دینداری کو دیکھا
اور میری نصائح آمیز حق و باطل عرض کرتا تھا تجھے یقین آیا یا ابھی نہیں امیر حمزہ صاحبقران تو ابھی کچھ عمرو کو
جواب نہیں دینے پائے تھے کہ ناگاہ گنجاب رخ جانب سلطان والاجناب کرکے بولا کہ کیوں اے حمزہ صاحبقران
تو نے دیکھا کہ یہ تجھ پر قہر خداوند لقا کیونکر نازل ہوا مگر خیر ابھی تک کچھ نہیں گیا اب بھی تو نادیدہ خدائے آسمانی کی عبادت
ہاتھ اُٹھا کے خداوند لقا کو کہ ہیجدہ ہزار ملک باختر کا مالک ہے سجدہ کر امیر والا توقیر نے جو کلام زبان ناپاک سے اُس
شقی تیرہ انجام کی سُنے لقا پر اور اُسکے پرستاروں پر لعنت کی اور گنجاب سے بہت سے کلمے سخت اور درشت کہکے
فرمایا کہ اے ملعون بس زیادہ گو وہ نہ کہا سجدہ اُسی خالق اکبر خدائے عز و جل خالق جز و کل کو واجب ہے کہ جسنے ایک کلمہ کن سے
طبقہ خاک عدم کو آب پر جلوہ گر کیا اور آسمان کو باین بلندی بے ستون طناب کہکشان روشن ستاروں سے منور و مزین فرمایا اشعار

شہ لاشبیہ و بے شریک لہ	الہ الصمد جل ہو وحدہ	سمیع و بصیر و علیم و خبیر	محیط علی کل شئی قدیر
کریم و وحید و غفور و رحیم	حمید و مجید و عزیز حکیم	طرازندہ نقش چشم و دہن	علی بند ترکیب بے پیچ
شفا بخش افلاک و شمس و قمر	ضیا بخش نور جبین سحر	خداوند علام و دانائے غیب	مبرا ز نقص و منزہ ز عیب

اور لقا ایک کیمبرو خوک بیکر جس بادیہ ضلالت ہے اُس کو بہ الوہیت و وحدانیت قرار دیا سخت جہالت اور عین کفر ہی
گنجاب نے جو یہ کلام امیر با توقیر کا سنا تو شعلہ غضب جوالہ بجڑک اٹھا اور بنہایت درہم و برہم ہوکر اور مثل دم بریدہ پیچ و تاب کھاکر
بولا کہ ہان حمزہ کو مع عمرو اور تمام سرداروں کے بیرون شہر نکالو اور وہان اسکے لشکر کے سامنے سبکو سولیون پر چڑھا دو یہ کہکے گنجاب
مع قہرمان عجمی اور خواجہ گراز الدین ملک بختیارک شوم کا فرپیدین مع چند اپنے احباب و سردار وغیرہ بیرون شہر عجم کیطرف گیا
لاکھون کفار تیرہ روزگار و پیادہ سوار ملازم و نمکخوار گنجاب اور قہرمان عجمی نابکار کے سلطان والاشان امیر حمزہ
عالیمقام کو مع بادشاہ اسلام اور شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار اور تمام سرداروں اور شاہ اور شہریار زادوں کو اُسی
صورت سے طوق اور سلسل زنجیرون پر جلادون کے گرد و پیش تلوارین کھینچے نیزے اُٹھائے بڑی ہوشیاری اور خبرداری سے
لیگئے اور ایک میدان وسیع دیکھکر سولیان گڑوائین گنجاب نے جلادون کو اشارہ کیا کہ ہان ان سب مسلمانون کو دار پر
کھینچو اور اب توقف نہ کرو حسب الحکم گنجاب علیہ اللعن والعذاب کے جلاد سب کو اراہون پر سے اُتار کے سولیون
کے نیچے لیگئے اور آواز بلند کہا کہ خلق خداوند لقا کی اور ملک و حکم قہرمان عجمی و گنجاب کا ہم لوگ قدیم الایام سے پیشہ
جلادی کا کرتے ہین اور حاکم کے حکم سے اپنے جورو بچون کے پالنے اور اپنے اس دوزخ پیٹ کے بھرنے کے لیے جو کوئی اسیر
بحکم قضا اور گرفتار و امن اجل ہماری زیر تیغ آبیٹھا مجرم اور بے جرم ہماری نظرون مین سب یکسان ہین بحکم قضا
خدا اُسکو قتل کرتے ہین اشعار بیچارون کو حرص دانہ نے پھنسایا دام مین ٭ حق اگر سمجھے تو ہر شکوہ عبث صیاد کا ٭
جسکی آپہونچی قضا وہ ہر طرح مارا گیا ٭ حکم حاکم سے ہمارا ہمین جرم کیا جلاد کا ٭ اے مسلمانو قیدیو اور اے مغضوبان بارگاہ
خداوندی نادیدہ خدا کے پرستارو جو تمہارا جی چاہے کھالو پیو جسکو جا ہو دیکھلو جو تمھین حاجت بول و براز کی ہو اُس سے
فارغ ہو لو جو کہنا ہو کہلو سنلو بعد دم بھر کے یہ دنیا کی فضا اور ٹھنڈھی ہوا اور پانی پھر تمھین دیکھنا نصیب نہوگا تم سب
سولیون پر چڑھکے ہلاک اور پیوند خاک ہو جاؤگے بعد دو چار پہر کے شہر بربابل کی طرف جانیگے نیزون پر چڑھے
خاک و خون مین تم سبھون کے لاشے وہان ہونگے پڑے یہ پکار کر جلاد منتظر تیسرے حکم کے سولیون کے نیچے
جا بجا خاموش کھڑے تھے اور سلطان صاحبقران اور بادشاہ لشکر اسلام اور سب سردارون کو یقین کلی
ہوگیا تھا کہ آج کسی صورت گنجاب کے ہاتھ سے مفر نہین اور جانبر نہین ہوتے اور عمرو کا حال یہ تھا کہ کہین تو
آنکھین بند کرکے کہتا تھا کہ توبہ مین کیسا خواب پریشان دیکھتا ہون اور کہین جو آنکھ کھولکر جلاد کو باشمشیر عریان سر پر کھڑا
دیکھتا تو اپنے جی مین کہتا تھا کہ بلا اللہ تو صادق الوعد صادق الاقرار ہے اُسنے میرا نام تو امرکیا یعنی نہ مرون پھر یہ شخص بصورت
فرشتہ عذاب میرے سر پر کیون کھڑا ہو کر سامنے آیا کیا ماجرا ہے اور پھر آنکھین اپنی بند کرکے موجرت سکتے کی صورت رہجاتا تھا
ناگاہ یہ خبر وحشت اثر لشکر اسلام مین پہونچی اور تمام افسران لشکر اور دلیران نامور اور لشکر کا پیادے اور سوار اور تین لاکھ
چوراسی ہزار عیاران خنجر گذار اپنے اپنے آلات حرب و ضرب لے لے کر آمادہ مرگ و مہیا سے قضا چار طرف سے دوڑ پڑے
جسوقت کہ تھوڑے فاصلے پر پہونچے تو اُسطرف کفار بھی پکارے کہ خبردار اے فوج اسلام آگے قدم نہ بڑھانا اور اچھا
تم چاہو کہ سمانہ مانو آؤ مگر جبتک تم ہم تک پہونچوگے تب تک ہم حمزہ کا اور تمھارے بادشاہ اور تمام سردارون کا سولیون پر
چڑھاکے کام تمام کر دینگے یہ گفتگو اعدائے دین کی سُنکے جتنے بہادر اور مومنین تھے چپکے سب عاجز و مجبور رہگئے خستہ دل

رنجور رنجیدہ اسی حال زار میں تھے کہ فی الواقع جب تک ہم جو بجتیں ہو جتیں یہ کہ سلطان عالمقدار امیر حمزہ عالیہ تبار شاہ
عیاران عیار عمرو بن اُمیہ نامدار اور سب سرداروں کو سولیوں پر چڑھا دینگے اور اُنکے دشمنوں کو ہلاک کر ڈالینگے محض
بہ دست و پا ہو کر کف افسوس ملتے اور شدت غم و غصہ سے اپنے ہونٹھ دانتوں سے چباتے اور بوٹیاں بدن کی
کاٹتے تھے اور سارے خادمان محل اور خواتین معظم سانحۂ ہوش ربا اور وقائع حیرت زا سنکے با سر عریان اور موے
پریشان سر زنان اور سینہ کوبان شیون و شین کنان نالہ و فریاد بفلک رسان چار طرف پچھاڑیں کھاتی پھرتی تھیں تمام
محل میں کہرام پڑا تھا خیمے سے باہر سراچون کے نکلی پڑی تھیں اور وہاں میدان میں اب وہ وقت ہو کہ نیلا حکم بھی گنجاب
کا جلادوں کو پہونچ چکا ہو اور جلاد ہر یک شاہزادے اور سردار کو نیچے ایک ایک وار کے کھڑا کر کے چلنے ہی کو اور ہر
سولیوں کے چڑھا دیں مگر وہ جو شتابی ہو وہ جا کر انکے سائیان مارے نہیں گئے حال زبیکا کر سکے جو دو جگ
بیری ہوئے اور فارسی میں وہ شعر مشہور ہے **شعر** اگر تیغ عالم بجنبد ز جاے ⋆ نبرد رگے تا نخواہد خداے ⋆ ناگاہ ایک
کی نگاہ جو سامنے جا پڑی تو دیکھا کہ **شعر** از دامن دشت طالع ار رنگ بگردے ⋆ برخاست نو تیار رنگ ⋆ پیچی گرد سیت
تیرہ تیرہ و خیرہ خیرہ و سرگردہ با آسمان رسیدہ وہ ہے گرد زمین دوزیدہ غلطان و پیچان چون زلف سیہ رویان پوشیدہ
گرد کو گردنے مارا ہوا کو دامن گرد شگافتہ ہوا تو ایک نقابدار سرخ پوش بکمال جوش و خروش مع لشکر بیکران اور فوج
سرخ پوشان سامنے سے نمودار ہوا اور نعرۂ اللہ اکبر جگر سے کھینچکر فوج گنجاب اور سوار و پیادگان ملازمان
قہرمان عجمی پر مثل شیر ژیان و پیل دمان آ پڑا اور آمادۂ کفار کشی ہوا ایکطرف تو نعرۂ نقابدار اُنکے جتنے کفار
نابکار اور جلاد برابر سولیوں کے گرد و پیش سرداروں کے کھڑے تھے اُن سبکے ہاتھوں میں بیم جان سے رعشے
پڑ گئے تلواریں ہاتھ سے گر پڑے اور جسطرف اُنکا منہ پڑا بھاگ کھڑے ہوے اور ایکطرف **امیر حمزہ**
صاحبقران عالی مقام اور شہنشاہ **سعد بن قباد** چراغ لشکر اسلام اور سب سرداران ذوی الاحترام نے
جو نقابدار سرخ پوش کو اپنی ہواخواہی میں فوج کفار پر گرتے اور لڑتے دیکھا تو ہر ایک نے حمیت اور غیرت سے
اپنی اپنی قید کو مثل تار عنکبوت کے توڑ ڈالا اور وہی سولیان پکڑ پکڑ کے مستعد جنگ ہوئے الا عمرو کہ بسبب
ضعف و ناطاقتی کے اپنی بیڑیاں ہتھکڑیاں نہ توڑ سکا تھا تو وہیں بیٹھے بیٹھے شور و غل کر کے کہتا تھا کہ حمزہ یہ کیا تم ہو
کہ کوئی میری خبر نہیں لیتا ہے کوئی کافر آ کے ایذا پہونچائیگا اور یہ مال مفت یعنی لکھوکھا روپے کی ہتھکڑیاں بیڑیاں طوق
وغیرہ میرے ہاتھ سے جاتے رہینگے سلطان **صاحبقران** نے داد بیداد **عمرو** کی جو سُنی تو جھپٹ تمام بلے کر قید
عمرو کی توڑ دی اور پھر اُسی شکل سے آمادۂ کفار کشی ہوئے اُسوقت آمد نقابدار سرخ پوش کی دیکھکے اور نعرۂ
اللہ اکبر **صاحبقران** دوران کا سُنکے وہ جو لکھوکھا دلیر لشکر اسلام بصد درد و آلام بہ دست و پا کھڑے تھے وہ
بھی سب یلغار کرکے بر سر فوج **قہرمان عجمی** چلے تھے کہ **گنجاب** نے جو تیغ شیر زنی نقابدار سرخ پوش کی اور اپنی اپنی
قید توڑ کر معرکہ آرائے میدان جنگ ہونا ہر ایک سردار کا دیکھا تاب لڑنے اور ٹھہرنے کی نہ لا سکا لاعلاج ہو کر
بھاگ کھڑا ہوا اور شکست کھا کے مع **بختیارک** اور بہرمز تاجدار اور فرامرز نابکار وغیرہ مع اپنے تمام
سرداروں کے سمت **سائل لقاے** مشرک خدا کے پاس چلا یہی اُنکو تو جانے دیجیے جبتک حال نقابدار خونخوار
سنیے کہ نقابدار سرخ پوش فوج کفار پر تلواریں مارتا لاش پر لاش گراتا قریب امیر آیا تو فوراً **امیر حمزہ صاحبقران**
کشور گیر کے چہرہ پرچڑھ مرکب سے کود پڑا اور پیادہ پا دست بستہ ہو کر امیر سے عرض کرنے لگا کہ حضور اس گھوڑے
پر سوار ہوں ابھی سلطان **صاحبقران** کچھ کہنے نہیں پائے تھے کہ ناگاہ بند نقاب کا اس سرخ پوش کے چہرے

سے فلک پر اور سلطان والاشان کی نگاہ جو امیر جا پڑی تو دیکھا کہ یہ نقابدار والا تبار شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم
لعل خفتان خونریز خاوری ہے امیر بانوقیر نے دوڑکر قاسم کو اپنی چھاتی سے لگالیا اور پیشانی پر بوسہ دیکر کہا کہ سچ تھا ہو قاسم
تو مرد مردانہ اور شیر فرزانہ ہے تمام سرداروں کو معلوم ہوا کہ ملک قاسم نقابدار سرخ پوش بنکر آیا تھا خصوصاً مالک
اژدر نے جو دیکھا تو فرط شادی سے مثل گل پیرہن میں پھولا نہ سماتا تھا اور کہتا تھا کہ اے شاہزادہ خاور سیاہ ہم سبکی جان بخشی
تونے کی اور ہم سب تیرے آزاد کیے ہوئے ہیں بعد ازان صاحبقران دوران شادیانے فتح کے بجواکے بارگاہ سلیمانی میں داخل
ہوئے حضرت ظل اللہ سعد بن قباد بادشاہ لشکر اسلام نے سریر سلطنت پر اجلاس فرمایا امیر بانوقیر دنگل نادعنبر پر جلوہ فرما
ہوئے اور باقی سب سردار شاہ و شہریار حسب مدارج باقاعدہ مستمرہ اپنے اپنے دنگل پر بیٹھے شاہ عیاران عیار عمرو بن امیہ نامدار
کرسی پر برابر تخت کے بیٹھا ہوا باتین کررہا تھا کہ ایک مرتبہ قاسم نے عمرو سے جھک کر کہا کہ دادا جان شاید ابھی وہ وقت
نہیں آیا کہ سلطان صاحبقران حقدار کا حق دلوا دیں عمرو نے آہستہ سے جواب دیا کہ اے قاسم ہم یہ بات حمزہ سے ہرگز نہیں
کہہ سکتا بلکہ منتظر رہو کہ دیکھتے ہیں صاحبقران دوران نے سب سرداروں کی جانب مخاطب ہوکے فرمایا کہ عنقریب تھوڑے ہی
چالیس دن تک اپنے فرزند جگر پیوند نور دیدہ دل راحت روح و روان شاہزادہ بدیع الزمان گرد لشکر شکن کو تخت
سلیمانی پر بٹھلاکے بادشاہ کرتا ہوں اور جتنے شاہ و شہریار زادے و سرداران دست راستی دوست جپی ہیں انکو لازم
ہو کہ وہ سب اُسکی خدمت میں حاضر رہیں اور میرا ارادہ یہ ہو کہ اس دھوم سے جشن شادی اور جلسۂ عروسی و دامادی کا
اپنے فرزند کی کروں کہ کسی نے شاہان دیرینہ میں سے زمانۂ پیشین میں کبھی ایسی شادی اپنے فرزند کی نہ کی ہو یہ فرماکے عمرو کی
جانب مخاطب ہوکے فرمایا کہ خواجہ سلامت تم تیاری بزم شاہانہ اور محفل خسروانہ کی کرو اور تم اہتمام و انتظام میں مستعد و آمادہ رہو
اور جو کچھ کہ سامان چاہیے وہ سب مہیا کرلو یہ کلام اور احکام امیر نامدار کے سنکے شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم اپنے جی
میں نہایت رنجیدہ اور مکدر ہوا بعد ازان بعد فرمانے کے اپنے ہمراہ کے سرداروں سے کہا کہ تم یہیں شریک محفل رہو میں ابھی
شکار سوار ہوکر جاتا ہوں بعد چالیس روز کے آؤنگا غرض یہ کہکے ملک قاسم امیر باکرام سے چشم پوشی کرکے جانب
شکارگاہ سوار ہوگیا

اب دو کلمہ داستان گنجاب بن گوہر بن ملک حرمان دیو کش سے گزارش کیے جاتے ہیں

کہ جس وقت گنجاب دربند طاؤسیہ کو کہ وہ مشہور بہ چارکن ہے ہوکر بیٹھا فیضرسان میں پہونچا اور گنجاب
کے ہزیمت کھاکے آنیکی خبر یاقوت شاہ جرنیل قدرت لقا نے سنی کہ گوہر ملک اُسکے ساتھ نامزد اور منسوب ہوچکی
تھی یاقوت شاہ نے نہایت حیران و ششدر ہوکے معتبر گردمرد کو بلایا اور اُس سے کہا کہ تو ذرا جاکے بیشۂ
فیضرسان میں ملکہ گوہر ملک کی خبر تولا میں نے سنا ہے کہ گنجاب پیغمبر مرسل خداوند کا وہاں آیا ہے
حسب الحکم یاقوت شاہ کے معتبر گردمرد وہان گیا اور جو سرگذشت گنجاب کی تھی وہ وہان خوب تحقیق
کرکے یاقوت شاہ کے پاس آکے بیان کی یاقوت شاہ نے اُسوقت حکم دیا کہ وہان ہمارے یہاں سے بہت
سے سردار پیغمبر مرسل کے استقبال کے واسطے جائیں اور بڑے اعزاز و تکریم سے اُسکو لے آئیں چنانچہ ہزاروں مجلس
و ملازمین یاقوت شاہ کے بیشۂ فیضرسان تک واسطے استقبال کے گئے اور بڑی عزت اور توقیر سے
گنجاب کو لاکے شہر سابل میں داخل کیا اور ایک باغ میں اُتروایا روز دوم یاقوت شاہ نے مع اپنے
سب سرداروں اور مقربین اور مصاحبین کے اُس باغ میں جاکے گنجاب سے ملاقات کی اور بعد مزاج پرسی
احوال پوچھا کہ کیا سانحہ تمکو درپیش ہوا اور کیونکر اس حال سے تم یہاں تک آئے ہو گنجاب نے سارا حال از ابتدا

تماشا شاہزادہ بدیع الزمان کے آنے اور معرکہ جنگ وجدال از روز سنجون تا حال اور بعد اسکے شکست فاش کھا کے
اپنے فرار ہونے اور ملک عجم مین آنکے بیماری سلطان صاحبقران وغیرہ کو قید کر لینے کا اور سویلیون کے گھیرنے
کرنے کا اور شاہزادہ خاور سیادہ کا لقا برار سرخ پوش بن کے آنے اور جنگ کرنے اور پھر سب قیدیون کا اپنی اپنی قید توڑ
توڑ کر سویلیون سے لڑکر شکست دینے کا اور جو کچھ سانحہ اور حادثہ راہ کا گذرا تھا من وعن سب یاقوت شاہ کے سامنے
بیان کیا یاقوت شاہ سنکے نہایت متاسف ہوا اور گنجاب کی بہت سی دلجوئی اور تقویت کر کے صبح کو گنجاب کو مع
ہرمز بن نوشیروان اور فرامرز بن نوشیروان اور ملک بختیارک شوم کا فرجیدین اپنے ہمراہ لیے قیلولون پر لیجا
کے جسوقت کہ قدمگاہ پر یاقوت شاہ نے قدم رکھا تو ایک آواز وہان سے آئی کہ ای بندۂ قدرت مین جو تقدیر کردم یاقوت شاہ
نے کہا کہ یا خداوند جبریل قدرت یہ لعاظم ہو یاقوت شاہ کے لفظ کہنے کے ساتھ ایک آواز قہقہہ مارکے ہنسنے کی اندر سے
آئی اور پھر جو آواز آئی کہ ای یاقوت شاہ مین نے تجھے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہو بخوف خطر عرض کر کہ مین نے کیا تقدیر
کی یاقوت شاہ نے کہا کہ خداوند تو نے عجب تقدیر کی ہو کہ حمزۂ صاحبقران دریاے زخار سے عبور کر کے مع تمام اپنی
فوج و سپاہ کے سنجان تک پہونچا اور اسکے بیٹے بدیع الزمان نے گنجاب تیرے پیغمبر مرسل سے انواع
انواع طرح کی عداوتین کین اور مقابلہ کر کے بعد کتنی لڑائیون کے ہزارہا بڑے بڑے جلیل القدر تیرے بندون کو قتل
کر کے گنجاب کو شکست دی اور گنجاب عاجز و لاچار ہو کر تباہ اور برباد ہوا اور بھاگ کر تا بحال کہ تیرے ظل عاطفت مین آیا ہی
لقا نے یہ حال سنکے نہایت درہم اور برہم ہو کر کہا اچھا اسکو میرے سامنے لاؤ جسوقت کہ حسب الطلب گنجاب روبرو لقا
کے گیا تو لقا نے گنجاب پر بہت سا عتاب اور خطاب کر کے کہا کہ اس بندۂ مغضوب کو لیجا کے دوزخ ہاویہ مین ڈالدو وہ جو
فرشتگان عذاب وہان حاضر تھے وہ سب دوڑ کر گنجاب کو لپٹے اور کشان کشان دوزخ کیطرف لے چلے یاقوت شاہ
نے پوچھا کہ یا خداوند کیا جرم گنجاب کا ثابت ہوا کہ اس بیچارے خانمان برباد شکستہ دل خستہ جان ضعیف اور ناتوان کو
مالکان عذاب تمہت دوزخ لیے جاتے ہین گنجاب نے اپنے حتی المقدور لڑنے مرنے مین کسی طرح کی کوتاہی نہین
کی مگر تیری مشیت سے مجبور و ناچار ہو کر شکست فاش کھا گیا اور جو مال و اسباب گھربار ملک کچھ اسکے قبضہ اختیار مین تھا
رہا تب تباہ و برباد ہو کر فراری ہوا حمزہ نے ہرچند اسے پیام دیا اور کیا کیا اغوا کیا اور کہا کہ تو لقا کی پرستش چھوڑ کر مسلمان
ہو جا تو مین کل باختر کی سلطنت تجھے دون مگر گنجاب نے تیری بندگی اور پرستش نہ چھوڑی سو اسکا کیا خوب صلہ ملا
کہ مغضوب اور مقہور بارگاہ خداوندی ہو کر اب دوزخ ہاویہ مین ڈالا جاتا ہی ہرمز تاجدار اور فرامرز نابکار یہ دونو
بیٹے نوشیروان ملک العادل کسریٰ کے بھی جو حاضر تھے انھون نے بھی تائید کلام یاقوت شاہ کی کر کے بعد منت سی
گنجاب بہت سا کچھ کہکر لقا سے کہا کہ فی الواقع یا خداوند تیرے پیغمبر مرسل کا کچھ قصور نہین محض بیقصور اور بیجا لوجہ
ہو بارے یاقوت شاہ کے ساعی ہونے اور اسکے کہنے سے اور ہرمز بن نوشیروان و فرامرز بن نوشیروان
کی گواہی سے گنجاب کی بیجرمی کا حال سنکے لقا نے کہا کہ مین نے گنجاب کا قصور معاف کیا اسے دوزخ مین نہ لیجاؤ
یہ ہمارا بندۂ خاص الخاص مہمان ہو یہ بھی ہمارے پاس حاضر رہے ابھی لقا یہی کہہ رہا تھا کہ ناگاہ بختیارک نے جو
برابر کھڑا تھا بیساختہ واد فریاد کرنا شروع کی لقا نے یہ شور وغل سنکے بختیارک کو جو دیکھا کہ ایک شیطان مشرب بدطینت
کوتہ گردن تنگ پیشانی گھر لا کی سی آنکھین زرد زرد و حرامزدگی کی نشانیان منھ پر پیدا اور ہویدا ہین پوچھا کہ یہ کون ہی
یاقوت شاہ نے عرض کیا کہ وزیر اعظم رشک بادشاہ کا ہو کہ جسکی بارگاہ مین چھ سو حکیم چھ سو ندیم بارہ سو تاجدار کرسی نشین بخارا
سو وہ مدار سلطنت جو بیس سو پہلوان پایہ تخت سوا لاکھ ایک کرور سوار کا حکم فرما عدو فرمانروا شہنشاہ محتشم و محترم فخر دودمان

ساسانیان بادشاہ اقالیم ایران و توران نوشیروان بن قباد بن کیقباد بن منوچہر بن فریدون بن جمشید جم
سوا آج یہ اس حال تباہ سے بعد فریاد و آہ یہاں کھڑا ہی لقا نے پوچھا کہ پھر کسی نے اُسکا انتظام کیا ہی جو اسقدر بے ادبیاں
کرتا ہو بختیارک بول اُٹھا کہ یہ وہی شخص ہو جو خداوند کی داڑھی اپنا پیشاب چھڑک چھڑک کر مونڈ لیگیا تھا لقا نے کہا
میں یہ تو نے کیا کہا وہ کون کسکا ذکر ہو بختیارک نے پھر کہا کہ وہی دزد باریک گردن سارباں زادہ عیار حمزہ کا لقا
کہنے لگا کہ معلوم ہوا کہ میں نے ہی تو اُسے پیدا کیا ہو میں اُسے خوب جانتا ہوں بختیارک پکارا اے خداوند سچ کہا اسی
سبب سے وہ داڑھی خداوند کی پیشاب کر کے مونڈ لیگیا واہ واہ خداوند خوب اُسے یاد رکھا ہو لقا نے یہ گفتگو بیہودہ
بختیارک کی جو مکر سے کر رہا تھی تو جھنجھلا کے کہنے لگا کہ معلوم ہوا تو شیطان مجسم ہو میں نے جتنے کارخانے آفرینش کے
ہیں سبکو بخوبی انتظام دیا تھا فقط ایک شیطان نہ تھا سو آج سے میں نے تجھے شیطان بنایا اور خطاب نادیدہ آسمانی کا جو
شیطان ہو اُسکے گلے میں طوق لعنت پڑا ہو سو میں بھی تیرے گلے میں ایک طوق لعنتی کو ڈالے دیتا ہوں بعد
اسکے جانب یاقوت شاہ مخاطب ہو کے حکم دیا کہ اے یاقوت شاہ ایک طوق طلائی چالیس من کا بنوا کے اسکے گلے
میں ڈلوا دے بختیارک نے یہ جو سُنا تو نہایت بیقرار ہو کر رونے لگا اور ہائے وائے کر کے بولا کہ یا خداوند میں تو اتنے
بوجھ سے مر جاونگا کسی صورت سے جیتا نہ بچونگا سوائے اسکے وہ دزد باریک گردن جو تیری ریش مجس پر شاش کر گیا اور
بجمیع لعل و یاقوت مونڈ لیگیا اُسکو تو نے اسقدر طامع اور حریص پیدا کیا ہو کہ ایک کوڑی اگر کہیں پڑی دیکھے تو اُٹھا
کے اپنی زنبیل میں رکھ لے **قطعہ** دُزدیست کہ زہر از دہن مار بدزدد * خال از رخ زنگی بشب تار بدزدد * پاپوش
بدر دانہ یک دو نیم نعل از قدم اشتر رہوار بدزدد * وہ چالیس من طلائے احمر کا طوق اگر میرے گلے میں
سُن پائیگا تو اُسیوقت وہ مثل پیک اجل جہاں ہوگا آکے مجھے زندہ نہ چھوڑیگا بخوف دخل مجھکو بصورت بزدیق
ذبح کر کے اُتار لیجائیگا غرض جب بختیارک نے بہت سی واویلا کی تب لقا نے چار من کا طوق طلائی بنوا کے
بختیارک کی گردن میں ڈلوا دیا بعد اسکے دوسرے دن ہرمز تاجدار اور فرامرز نابکار دونوں بیٹے نوشیروان
کے جو سامنے لقا کے آئے تو بخیال اپنی سلطنت کی بربادی اور تاج و تخت کے چھوٹ جانے اور بانواع انواع مصائب
اور تباہی کے کچھ مکدر اور مغموم سے تھے لقا نے اُن دونوں کا پریشان حال دیکھکر کہا کہ اے ہرمز میں نے تقدیر کی کہ حمزہ
کو مع تمام اُسکے سرداروں اور فوج و سپاہ کے غارت کرونگا اندر اپنی قدرت خداوندی سے پھر تجھے بادشاہ سرزمین
ایران اور توران کا کر کے صاحب تاج و دیہیم فرمانروائے فوج و اقالیم کرونگا لیکن تم مجھے سجدہ کر کے خداوند یا جانکر
پرستش کرو ہرمز تاجدار اور فرامرز نابکار اور بختیارک نے لاعلاج ہو کر لقا کو سجدہ کیا تب لقا نے گنجاب
کی طرف خطاب کیا کہ اے گنجاب تو میرا بدستور سابق پیغمبر مرسل ہو تو خاطر جمع رکھ کسیطرح سے گھبرا نہیں پھر میں تیرا
وہی رتبہ کر دونگا میں نے تو القاش خون آشام کو اسواسطے روانہ کیا کہ استیصال لشکر حمزہ کر آئے پھر نہیں
معلوم کہ اُسے کیا ہو گیا بختیارک نے کہا کہ یا خداوند عجب تیری خداوندی ہو کہ تجھے اپنی تقدیر کا آپ کچھ حال نہیں
معلوم ہوتا یہ کیا واہیات اور مزخرفات تیری خدائی ہو لقا نے نہایت درہم برہم ہو کر کہا کہ اے مردک بدذات یہ تو کیسی
گستاخانہ اور بیباکانہ گفتگو کرتا ہو بختیارک نے کہا شیطان کی گفتگو یہی ہوتی ہو تو جو القاش خون آشام
کا حال پوچھتا ہو مجھسے سُن کہ القاش اول مرتبہ جو گیا تھا تو بدیع الزمان پسر حمزہ سے جنگ و جدال
میں بدیع الزمان کو اُسنے زخمی کیا دوسری مرتبہ میدان رزم میں القاش بدیع الزمان کی ضرب
تیغ سے زخم کھا کے جانب سرزمین ساقدہ آباد واسطے اپنے زخم اچھا کرنے کے نکلیا تھا اور صحت پاکے خدمت مین

خداوندی کی حاضر ہوگا لقا نے کہا او شیطان درگاہ اگر حمزہ ہوقت میرے سامنے آتا تو کیا جانون مین کیا بلا اُسکے سر پر نازل
کرتا مگر اب مجھے اپنی خدائی کی قسم کہ قیطوں سے نیچے اُترکے مع تمام اپنے لشکر کے جہان وہ عرب ہوگا وہان جاکے اُس سرزمین
کو ایک نگاہ قہر سے نیست و نابود کر دونگا اور حمزہ کا مع تمام مسلمانون اور اُسکے ساتھ کے سردارون کے کام تمام کرونگا
بختیارک نے کہا کہ یا خداوندا اسقدر تکلیف اور تصدیع وہ تجھے کبھی نہین دیگا کہ تو آپ جائے حمزہ خود مع اپنے بیٹے
پوتون اور تمام شاہ و شہریارون کے عنقریب اس ملک مین تیرا تابع آتا ہے اے خداوند مین کبھی آج تین سو غلط اور
جھوٹ نہین کہتا چندے اور صبر کرو دیکھ لیجیے کہ حمزہ آتا ہے یا نہین آتا لقا نے جسوقت کہ زبانی بختیارک کے یہ حال
سلطان بااقبال کا شہر سبائل کی طرف آنے کا سُنا اُسیوقت دبیر جیح کو اپنے طلب کرکے حکم دیا کہ پیغمبران مرسل
اور تمام مرسل پہلوانان قدرت اور ستونان بارگاہ اور سب شاہان ذی جاہ و فرمانروایان اور سرداران کل باختر کو نامے
اور پروانے لکھکر طلب کرو اور ہر ایک ایلچی اور وکیل اور متوسل جو جو جہان جہان جس جس ملک کے یہان قیطوں پر لقا
کے پاس حاضر رہتے تھے اُنسے بھی اشارہ کیا کہ تم بھی سب جاکے اپنے اپنے مالکون سے اطلاع کرو کہ وہ زیر قیطون خداوندی
جھٹ پٹ آکے حاضر ہون پھر بعد دم بھر کے کہا کہ بادشاہان ہفت دربند کو مثل اکوان شاہ اور کیوان شاہ
جالندھری اور گرشاسپ شاہ بادشاہ دربند گرشاسپیہ و دربند عنقا شاہ و دربند قران کوہ از نوح درشت
ہیکل بادشاہ دربند ہیکلیہ اور ہومان دربندی بادشاہ دربند آہن کوہ اور ملک زرومان حاکم زرد ماہیہ
و بیرحار ارکن حاکم دربند حار ارکنین کو جو مثل پل طاؤسیہ ہے غرض ان سبکو بھی تاکید نامے بدین مضمون
لکھو کہ اگر حمزہ اور فوج اسلام اسطرف آنے کا ارادہ کرے خبردار خبردار بڑی ہوشیاری سے اپنے دربند کو خوب
مستحکم کر رکھنا اور کسی صورت سے حمزہ کو ادھر آنے نہ دینا آگے جیسا میری مشیت مین ہوگا تم سبکو معلوم ہو جائیگا
غرض اُس منشی نے حسب الحکم لقا کے نامے لکھ لکھ اطراف و بلاد مین روانہ کیے اور ایلچی اور وکیل در قورچی بھی ہر ایک
ملک کے اپنے اپنے حاکمون کے پاس خبر کرنے کو لقا سے رخصت ہو ہو کر روانہ ہوئے۔

اب شمہ داستان عشرت بیان لشکر فیروزی اثر فوج دریا موج سلطان والا شان امیر صاحبقران و شادی بدیع الزمان سے گذارش کیا جاتا ہے

کہ جسوقت امیر حکیم قدر دان عالیشان سلطان صاحبقران نے شاہزادہ بدیع الزمان کو بادشاہ کیا اور تو رصد لقا
و ساطت و شجاعت صاحب عزم مہرنرم شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم مثل خفقان خونریز خاوری رنجیدہ خاطر اور
نہایت شکستہ دل ہوکر بحیلہ سیر و شکار بارگاہ سلیمانی سے نکل گیا تھا اور یہان بارگاہ گردون اشتباہ سلیمانی مین
حسب الاحکام عظام سلطان عالیمقام کے چالیس دن کے جشن نشاط اور محفل انبساط کی تیاری ہو رہی تھی تمام
ملک عجم مین دھوم شادی کی اور غلغلہ مبارکبادی کا بلند ہر کوچہ و بازار مین ڈھول دھمے بج رہے ہین چار طرف
چاندنی چوک اُردو و بلند بازار اسلحہ بازار کشمیری بازار جوہری بازار صرافہ بزازے کی دکانون مین جگمگا رہی جوہری جو جیت
پردے ہر ایک دکان مین بہت پر تکلف لگے ہوئے فرش پاکیزہ بچھے ہین دکاندار پوشاکین نفیس پہنے زرکون بالونکو بیٹھے
تماشا دکھلانے کو لاکے بیٹھے ہین جتنے درخت ہین سب تاش بادلے تمامی مشجر اسادری اطلس سے منڈھے ہوئے
قمقمے جھنیون مین لٹکتے ہین کوسون تک عالم فرمندی بانسونکی ہر سرحد چراغان کی تیاری بہت معقول ہزارون مزدور
بیلدار تبرداران نشیب و فراز کو ہموار کرکے راستے پاک و صاف کر رکھے ہین ہزارون سقے آبپاشی پر جھکے ہوئے ہزارہا پنجابی
نفری اور طائی اور دستیان مشعلچی اور شمعی لیے ہوئے منتظر شام کے ہین فرسنگون تک قندیلین برج بارہ دریان جھو

بندھے ہوئے چرخیان آتشبازی کی گڑی ہوئی ہزاروں ہاتھی ارنے مینڈھے برن خا قوس ہتھ پھول پھلجھڑیان مہتاب
جا بجا جمی ہوئی انار وغیرہ آتشبازی کچھ تو ٹوکروں مین جہاں تہاں رکھی ہے کچھ جا بجا گڑی ہے آتشبازیان تہاں ہین
گردولنے سرگرم کار ہین ہر ایک رسالے مین ہر ایک پلٹن مین طائفون کا ہجوم بھانڈ بھگتیے نقالون وغیرہ ناچنے گانے
والون کی دھوم دھام ہر ایک سپہ سالار رسالدار وغیرہ افسرون کے خیمے ڈیرے چھوٹے چوبے گنڈے بنگلے بارگیون کے
دروازے پر روشنچوکی بج رہی ہے چار طرف نقارخانے بہت پر تکلف بنے ہوئے اُنپر گھور نوبت کی لگ رہی ہے تماشائیون کا ازدحام
مجمع خاص و عام نظر آتا ہے بارگاہ سلیمانی مین سریر سلطنت پر شاہزادہ والاقدر عالی منزلت فرزند جگرپیوند قوت دل راحت روح و جان
شاہزادہ بدیع الزمان عالیشان اجلاس فرمائے ہوئے سلطان جم قدر والاشان دنگل نا دعنبر پر جلوہ فرما شاہ عیاران عیار
عمرو بن اُمیّہ نامدار بکمال بشاشت باتین کر رہے ہین پانچہزار پانسو چین شہریارزادے اور سرداران دست راسی اور
دست چپی اپنے دنگلون کرسیون پر شادمان بیٹھے اور چہچہے کرتے قہقہے اڑاتے تھے کئی ہزار طائفے پنجہزاری و ہفت ہزاری
و دوازدہ ہزاری ارباب نشاط کے اور ہزارون دیہات کے دھوم دھامی جوڑے اور جیتوازین زرق و برق کی پہنے حاضر تھے
سازندے سرود سارنگی بجا رہے چلیے تال کی جوڑی والے کوئی سارنگی مار رہا ہے کوئی طبلون پر بہاؤ جون مردنگون ڈھولکون
کے تسمے کھینچتا ہے بتاب دے دیکر انگلی صداؤن کی آس لے رہا ہے اکثر طنبورے ستارون کی سندریون کو کھینچ کھینچکر دم بخود
کھا دکے تارون کا اُتار چڑھاؤ دیکھ رہے ہین کوئی قانون مین رباب چنگ مرچنگ کو چھیڑ کرانکے سرون کو دیکھ بھال رہا ہے
کشتیان شراب ناب کی رکھی ہوئی ہین اُنمین گلابیان شراب عقیق احمر خون کبوتر کے رنگ کی بھری ہوئی مقیش اور تمامی
کی ٹوپیان گلابیون پر چڑھی ہوئی ہین عجب ایک تکلف سے چنی ہوئی ہین تورے پوش کشتیون پر پڑے ہوئے ہزار ہا چنگیرین
پھولون کی ڈالیان میوؤن کی عطردان پاندان چنگیرین جو گھوڑے قرینے قرینے سے رکھے ہوئے بارگاہ مین کئی ہزار جھاڑ
کے الماس تراش ہزارون کنول مردنگیان فانوسین اُنمین شمعین مومی اور کافوری چڑھی ہوئی ہین آئینے جلبی قد آدم
مہتابیان چار طرف لگے ہوئے انجام کار چار طرف اہتمام مین سرگرم کار رہتے ساقیان ماہ طلعت ہر صورت جام و صراحی بکف
صف بصف کچھ بیٹھے ہین کچھ کھڑے ہین ناگاہ نگاہ سلطان صاحبقران ورش جاہ کی قاسم کے دنگل کیطرف جو جا پڑی
تو دیکھا کہ دنگل خالی پڑا ہے شاہزادہ خاورسیاہ نہین ہے امیر باتوقیر نے پوچھا کہ قاسم کہان ہے سرداران دست چپ ہا اخوانی
شاہزادہ قاسم نے عرض کی کہ شاہزادۂ عالم ابھی بہتیۂ شکار چالیس دن کا اقرار کرکے سوار ہو گئے ہین صاحبقران دوران نے
فرمایا کہ بدون قاسم کے لطف محفل کا نہین کوئی بہادر ایسا ہو کہ جا کے قاسم کو لائے اور جو قاسم کروہ نہ لا سکے تو پھر وہ
اس بارگاہ مین نہ آئے اور عمر بھر ہمکو اپنا مُنہ نہ دکھلائے یہ کلام سلطان عالی مقام کا سُنکے جتنے سردار اور شاہ و شہریار
حاضرین محفل بہشت مشاکل کے تھے بخیال اس آل اندیشی کے کہ قاسم نہایت تندخو آتش مزاج ہے اگر ہمارے جانے
اور کہنے سے نہ آئے تو ہم اُسکا کیا کر سکینگے سرنگون ہو کر بہ سکوت بیٹھے رہ گئے کچھ کسی نے جواب نہ دیا امیر باتوقیر نے جام طلا
عفریت شربت سے مملو اور لبریز کر کے اور ایک خلعت سلیمانی کشتی مین منگا کے حضرت ظل اللہ کے تخت کے ایک کونے پر رکھوا دیا
اور بآواز بلند فرمایا کہ ہان کوئی مرد مردانہ اور شیر فرزانہ دلاور ایسا ہو کہ یہ جام شربت کا پیے اور خلعت سلیمانی سے محلی
ہو کر قاسم کو جا کر لائے پھر کسی نے جواب نہ دیا سب خاموش تھے اُسوقت امیر صاحبقران دوران نے
بپیش خود یہ تجویز کرکے کہ ابکی تیسری مرتبہ پھر مین سب صاحبون سے بآواز بلند کہکے ما فی الضمیر سبکا دریافت کرلون اگر
کسی نے حوصلہ کیا تو خیر ورنہ مین آپ سوار ہو کر بتلاش شاہزادہ خاورسیاہ جاؤنگا اور جہان وہ ملیگا لاؤنگا سب
سردارون اور بارگاہ نشینون کی جانب مخاطب ہو کے فرمایا کہ اے بہادرو کیا تم مین ایسا بہادر اور دلاور کوئی نہین جو مردانہ

اپنی جا پر سے اُٹھ کھڑا ہوا اور شرط خدمت بجا لائے ساتھ فرمانے سلطان صاحبقران کے شاہزادہ فرامرز عاد مغربی
پسر خواندہ امیر والا توقیر کا اپنے دخل پر سے اُٹھ کھڑا ہوا اور سلطان عالیجناب کو آداب بجا لا کے وہ جام کلہ عفریت شربت
کا نوش کر لیا بعد ازان خلعت سلیمانی کشتی مین سے اُٹھا کے پہن لیا اور یہ عرض کرکے کہ از افضال الٰہی و از اقبال شاہنشاہی
سے فدوی جا کے شاہزادہ عادر سیاہ ملک قاسم بن خفتان خونریز خاوری کو لیے آتا ہے امیر نے فرمایا کہ اے فرامرز جاتے
تو ہو لیکن بدون قاسم کے لائے اب پھر آکے مجھے اپنا مُنھ نہ دکھلانا پھر فرامرز عاد مغربی نے عرض کی کہ ایسا ہی جو مشیت
ایزد پروردگار عالم ہو غرض یہ کہکے شاہزادہ فرامرز عاد مغربی بارگاہ سلیمانی سے باہر نکلا اور بیٹھ اپنے مرکب پر اس فکر
اور تردد مین کہ کس تدبیر سے ملک قاسم کو مین جا کے لاؤن غرض سوچتے سوچتے شاہزادہ فرامرز عاد مغربی بھی
بطریق صید افگنی چلا اور ساتھ اپنے ایک سامان شکار کا لے لیا قراول سبز و سُرخ صندلی انہوے کپڑے پہنے توڑے
بندوقین ہاتھون مین لیے تھا اور ان کے گلے مین ڈالے باز دار بہری بچہ کوہی کویل مرغ دبلبل لگڑ جھگڑ جعفری ترمتی
دردی وغیرہ جانوران سیاہ چشم صید افگن اور ساتھ مین جنگ باز شکرا زمتی باز شہباز عقاب تیز پرواز اور چرغ وغیرہ
جانوران قسم کی ان کو چیتے مت کے دستانے ہاتھون مین پہنے ہاتھون پر بٹھلائے اکثر اپنے سدھائے ہوئے بیلون
کو ساتھ لیے چیتے ان گھوڑون پر سوار ہر ایک چیتے ان کی پشت پر ایک ایک چیتہ کلاہ سرون پر اندھیری آنکھون
پر چڑھی ہوئی ڈوری چیتے کی چیتہ بان کی کمر سے بندھی ہوئی ایک ایک ڈورے شکاری کتے تر با گلدار کے تغیر سیٹر تازی کے
ولایتی رنم لپوری کے پٹے زرنیتی کے ... پر بڑھے ہوئے چلی تیلی زنجیر ان کی ڈوری سنہرے ہاتھون مین لیے ہمراہ تھے القصہ
طول تا چند مختصر یہ کہ شاہزادہ فرامرز ... مغربی سمت شکار گاہ روانہ ہوا حسب اتفاق شاہزادہ فرامرز کے پاس
ایک باز ایسا تھا کہ عدیل و نظیر ... روئے زمین پر کسی نے نہین دیکھا اور کسی کارخانہ سلطانی مین نہ کسی سردار
اور شاہ اور شہریار زادون کو وہ نصیب کبھی بہم پہونچا تھا چنانچہ اکثر امیر حمزۂ صاحبقران نے اور بادشاہ اسلام نے
اُس باز کی تعریف کی مگر فرامرز عاد مغربی سنکے خاموش ہو رہا اور یہ کبھی نہ کہا کہ یہ باز نذر ہو حاضر ہے اسی سبب سے
صاحبقران عالی مقام نے اور شہنشاہ لشکر اسلام نے طلب بھی اُس باز کی فرامرز سے نہین کی غرض یہ کہ شاہزادہ
فرامرز عاد مغربی شکار کھیلتا ہوا وہان تک جا پہونچا جس صحرا مین شاہزادہ عادر سیاہ ملک قاسم شکار کھیل
رہا تھا اور یکبار شاہزادہ قاسم سے چار دوچار ہوا تو فرامرز عاد مغربی نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھا کے نہایت ادب
جھک کر قاسم کو مجرا کیا اور دعا و ثنا مین رطب اللسان ہوا قاسم نے فرامرز کو دیکھکر پوچھا کہ اے فرامرز عاد تو تو ہوا خواہ
بدیع الزمان ہے اور بکلف یکہ ان دنون اداجان نے بدیع الزمان کو بادشاہ کیا پھر تو کیونکر بدیع الزمان کی شادی
اور جشن مبارکبادی سلطنت سے یہان آیا فرامرز عاد مغربی نے دست بستہ ہو کر عرض کیا کہ اے شہریار مین ان
دنون کچھ شکستہ خاطر اور افسردہ دل تھا شاہزادہ بدیع الزمان کو مبارکبادی دیکر واسطے تفریح طبع کے شکار
کھیلنے کو چلا آیا اور میری نگاہ مین اے شہریار شاہزادہ عادر سیاہ جو رتبہ اور مرتبہ شاہزادہ بدیع الزمان کا ہے وہی
آپ کا ہے دونون صاحبون کو اپنا آقا اور خداوند نعمت جانتا ہون وہ کون اور آپ کون دونون صاحب برابر
ہین جیسا اُنکا مطیع و فرمانبردار ویسا آپ کا تابعدار ملک قاسم کو یہ گفتگو فرامرز عاد مغربی کی بہت پسند آئی اور عجز
انکسار اُسکا دیکھکر نہایت خوش ہو کر باتفاق باہم متوجہ شکار ہوئے چنانچہ قاسم کے پاس بھی ایک باز تھا اور قاسم
اُس باز کو جان سے سوا عزیز رکھتا اور پیار کرتا تھا قضا کار سامنے ایک تیہو پرواز کنان جاتا تھا قاسم نے اپنے باز
کو اس تیہو پر چھوڑا اور وہ تیہو قاسم کے ہاتھ سے صاف بچکر نکل گیا ایک طرف سے شاہزادہ فرامرز نے بھی اپنے باز کو چھوڑا

اُس تیہو پر چھوڑا تو اس باز نے بکمال تیز پروازی جھٹ پٹ جاکے اُس تیہو کو پنجے مین پکڑ لایا قاسم نے حالت غیظ و
غضب مین اپنے باز کے بال و پر نوچ کر زمین پر پٹک کر مار ڈالا شاہزادہ فرامرز عاد مغربی نے قاسم کو رنجیدہ اور
خشمگین دیکھکر عرض کیا کہ اے شہریار باعث تکدر خاطر اقدس کیا ہے ملک قاسم نے کہا کہ اے فرامرز مین اس اپنے باز
کو بہت پیار کرتا تھا اس کمبخت نے تیہو کو نہ پکڑا مین نے جھنجھلا کر اُسے مار ڈالا اس باعث سے میرے دلکو ایک ملال
اور صدمہ ہے شاہزادہ فرامرز عاد مغربی نے اُسیوقت اپنے دلمین خیال کیا کہ بس اس سے بہتر موقع اور گھات کا
وقت پھر نہین ملیگا اگر قاسم کو ملانا اور شکارگاہ سے پھیر کر اپنے ہمراہ لیجانا منظور ہے تو اب مجھے لازم ہے کہ بابا قاسم سے
تواضع کرون یہ سبق خود تجویز کرکے فرامرز عاد مغربی نے عرض کی کہ اے شہریار اگر آپنے اُس باز کو ہلاک کیا صدقے
باپ من سے میرا یہ باز حاضر ہے اسکو رکھیے اسکے شکار کا تماشا ملاحظہ فرمائیے یکسا کا ہے یہ بھی حضور ہی کا ہے قاسم یہ گفتگو
فرامرز کی سُنکے اور باز کو دیکھکے نہایت خوش ہوا اور باز کو فرامرز سے لیکر فرامرز کا ہاتھ پکڑے اپنے خیمے مین لایا
اور دونون صاحب گھوڑونسے اُتر اُتر کے بیٹھے اور جبکہ دو چار پیالے شراب کے پیے دونون صاحبون کے دماغ کو
ایک سرور حاصل ہوا تو ایک مرتبہ شاہزادہ فرامرز عاد مغربی نے جام شراب کا اپنے ہاتھ سے بھر کے ساتھ شاہزادہ
خاور سیاہ کو دیا اور قاسم نے وہ پیالہ فرامرز کے ہاتھ سے لیا اور نوش کرکے پوچھا کہ اے شاہزادہ فرامرز عاد مغربی
سچ کہہ کہ تیرا خلاصۂ مطلب اور مدعائے دلی کیا ہے شاہزادہ فرامرز نے اپنے دونون ہاتھ باندھ کے عرض کی کہ اے شہریار
جناب احدیت تجھے ہزار سال بجاہ و حشمت رکھے اصل حقیقت یہ ہے کہ اگر اسوقت میری عزت اور آبرو تو رکھ لے تو
تمام عمر کا مین تیرا ممنون اور مشکور رہونگا ہون امیر عالی مقام نے ایک جام کلان [illegible] شربت سے مملو کرکے اور ایک
خلعت سلیمانی کشتی مین لگا کے بارگاہ سلیمانی مین رکھ دیا اور تین مرتبہ باواز بلند کہا کہ کوئی ایسا بہادر ہے جو اس جام
کو پی کے اور خلعت کو پہن کے جائے اور شاہزادہ خاور سیاہ کو اپنے ہمراہ لائے اور جو نہ لائے تو تمام عمر اپنا منہ پھر
مجھے نہ دکھلائے یہ خبر آپ بانوے جبین سردارون مین سے کسیکا حوصلہ حضور کے لانیکا نہ پڑا اور نہ اقرار کیا مگر مین نے
وہ جام شراب کا اُٹھا کر پی لیا اور خلعت پہنکر حضور کے لانیکا سلطان صاحبقران سے اقرار کیا ہے لہذا اب
امیدوار ہون کہ از راہ عنایات خاقانی و مراحم خسروانی آپ اسوقت میرے ہمراہ بارگاہ سلیمانی مین بحضور
امیر حمزہ صاحبقران تشریف لے چلیں قاسم نے جو یہ تقریر فرامرز عاد کی سُنی تو کچھ اپنے دل مین محجوب ہوکر
بغیر و جواب فرامرز کا نہ کر سکا اور اُسیوقت سوار ہوکے مع اپنے تمام نوکرون چاکرون کے ہمراہ فرامرز عاد
مغربی جانب لشکر فیروزی اثر روانہ ہوا اور عرصۂ راہ کو طے کرکے جسوقت کہ بارگاہ سلیمانی مین قدم زن ہوا تو ایک
فرد گنج وافر کی کہ طلسم افراسیابی سے لایا تھا وہ برابر تخت کے جاکے بدیع الزمان کو بطریق پیشکش کے دی
شاہزادہ بدیع الزمان وہ فرد قاسم سے لیکر خزانہ طلسم رفعت سلیمانی سے اپنے ہمراہ لایا تھا اُسکی فرد
شاہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم کے تواضع کی اور کہا کہ قاسم آکر صندلی آصف پہ بیٹھو قاسم نے کہا کہ میری
مجال نہین کہ صندلی آصف پہ بیٹھون یہ کہکے دنگل رستم اپنے باپ کا اُٹھا کے جہان صندلی آصف
بچھی تھی وہان بچھا کر بیٹھ گیا شاہزادہ بدیع الزمان قاسم کی یہ حرکت دیکھکر نہایت آزردہ ہوا اور خوب سا
آپ کو ضبط کرکے اور اپنے دلکو سنبھال کے خاموش ہو رہا لیکن اپنے عیار اُمیہ بن عمرو کی جانب مخاطب ہوکر
اشارہ کیا کہ تو کرسی پہ جاکے اپنے باپ کا جانشین ہے حسب الایما اُمیہ بن عمرو اپنے باپ کی کرسی
پہ جا بیٹھا قاسم نے اپنے دل مین یہ کہا کہ بدیع الزمان کا مطلب یہ ہے کہ لوگ کہین اُمیہ بقید حیات

عمر و جانشین اُسکا ہوا یہ کہکے ضبط کیے بیٹھا رہا جب وقت شام کا ہوا قاسم بارگاہ سے اُٹھکے اپنے خیمے مین آیا اور سیارہ
بن عمر و اپنے عیار کو بُلاکے بتاکید تمام کہا کہ اگر تو نے آج جاکے کوئی عیاری اُمیہ بن عمر و کے ساتھ نہ کی تو پھر خبردار اور
زنہار میرے پاس نہ آنا سیارہ بن عمر و نے کہا بہت خوب باقبال عالی مین وہ عیاری دھوم دھام کی کرکے آتا ہون کہ اُمیہ
عمر و برسون کف افسوس ملا کرے سیارہ بن عمر و اپنی ہیئت تبدیل کرکے ایک مشعلچی کی صورت بنا اُمیہ بن عمر و
کے خیمے مین گیا اور فتیلے اور شمعون کے دیکھنے اور گلگیر کرنے مین تھوڑی تھوڑی بیہوشی ہر ایک کی لو پر رکھکے علیحدہ
کہین ٹھہر گیا جسوقت بوے بیہوشی کی اُمیہ کے دماغ مین پہونچی بیہوش ہو کر سو گیا سیارہ بن عمر و نے تمام اسباب اسکے
خیمے کا اُٹھا لیا اور اُسکی جا پر بوسیدہ اور دریدہ کپڑے اور گہے جھوٹے محض بے آب خنجر زنگ آغشتہ رکھکے اسباب
جو تھا وہ گٹھری باندھکے لے آیا جب وہ شب بسر ہوئی صبح کے وقت ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا جو اُمیہ بن عمر و کے دماغ
کو لگی تو اُسکو ہوش آیا اور آنکھین کھولکر چار طرف غور سے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ کوئی رات کو آکے مجھے بیہوش کرکے
سب اسباب چُرا لیگیا بیساختہ گھبرا کر جو اُٹھا تو ایک جا پر نشان قدم سیارہ بن عمر و اپنے بھائی کا دیکھکر پہچانا اُسوقت
بخدمت شاہزادہ بدیع الزمان آکے اُسنے ساری سرگذشت شب کی بیان کی شاہزادہ بدیع الزمان نے
فرمایا کہ اگر تو اسکا عوض جاکے سیارہ سے نہ لیگا تو مین تجھے پھر اپنے پاس نہ رکھونگا اور تمام عمر تیرا منھ نہ دیکھونگا
اُمیہ بن عمر و شاہزادہ بدیع الزمان ناموزون کو درہم اور برہم اپنے اوپر یہ خطاب درعتاب اُسکا دیکھکر اُٹھ کھڑا
ہوا اور شب کے وقت بتلاش سیارہ جاتا تھا کہ اثناے راہ مین دور سے دیکھا زاغچہ عیار طرف دار سیارہ کا نظر
آیا اُمیہ بن عمر و نے سر راہ چار حلقے کمند کے بچھا اُنپر خاک ڈالدی تا معلوم نہون اور سرا کمند کا پکڑکے ایکجا پر چھپکے
بیٹھ رہا زاغچہ جستین کرتا ہوا اُس مقام پر جہان حلقے کمند کے بچھے تھے قدم زن ہوا اُمیہ بن عمر و نے زور سے
جھٹکا مارا کہ سب حلقے کمند کے زاغچہ کی گردن اور بازون مین پڑگئے اور زاغچہ چارون شانے چت گر پڑا اور
اُمیہ نے چستی تمام وہان برابر زاغچہ کے پہونچکے زاغچہ عیار کو تو اُسی ہیئت سے مبتلاے حلقہاے کمند
وہین پڑا رہنے دیا اور اپنی صورت زاغچہ کی بناکے سیارہ بن عمر و کے خیمہ مین گیا اور منتظر وقت کا تھا
جب سیارہ بن عمر و سو گیا تو اُمیہ نے تمام اسباب سیارہ کا اُٹھاکے ایک گٹھری مین باندھکر کہین علیحدہ جا
کے رکھدیا اور پھر اُسی جا پر آکے سیارہ کے شاگردون مین باہم بیٹھکر باتین کرنے لگا اس عرصہ مین سیارہ نے
آنکھ کھولکر دیکھا کہ زاغچہ سامنے میرے بیٹھا ہے پکارکے کہا کہ بھائی زاغچہ تھوڑی سی شراب لاکے مجھے پلا وہ زاغچہ
کہ در اصل اُمیہ بن عمر و ناملار تھا اُسنے کہا بہت خوب مین لایا اور یہ کہکے ایک صراحی مین شراب کی بیہوشی ملاکے
سیارہ اور اُسکے سب شاگردون کو جو کہ اُسوقت وہان موجود تھے پلاکے جبکہ خوب بیہوش کرچکا تب اُمیہ
بن عمر و نے سبکو برہنہ کیا اور انتہا یہ کہ پاجامے تک سبکے اُتار لیے تھے پڑا رہنے دیا اور آپ بدستور تمام سارا
اسباب سیارہ کا لیکر خیمے سے نکلگیا اور شاہزادہ بدیع الزمان کے پاس آکے سارا حال اپنی عیاری کرنے
کا بیان کیا شاہزادہ بدیع الزمان نہایت خوش ہوا اپنا دست شفقت اُسکی پشت پر رکھکے کہا مرحبا صد مرحبا
مصرع ع این کار از تو آید و مردان چنین کنند ؎ غرض یہ کہکے سات شبانہ روز ہنگامہ شادی اور غلغلہ مبارکبادی
چار طرف بلند رہا اور تمام ملک عجم کے ہر کوچہ و برزن مین جلسہ گانے بجانے کا تھا اور عجب طرح کا لطف و رچل
میخوارون اور مستون کی صحبت مین نظر آتا تھا کہ ایک ایک پیر مغان بجاے خود دعوی سلطنت اور فرمانروائی کا
کرتا اور ایک ایک جام لیے اپنے زعم مین بادشاہ بنا ہوا حکمران تھا ہر ایک میخانے کے روبرو دیکھا کہ مجمع کثیر رندانہ غفیر ہی

شہر مین لوگ کہتے جاتے ہین اشعار مثنوی بیت در کوچہ میفروش + کہ امروز در ہر کہ پابند ہوش + گریبانش گیرند دامان
کشند + کشاکش بدیوان مستان برند + یارو آج کا سا دن خوشی کا پھر کہان میسر ہوگا قاضی کہا اور محتسب کہان
رہتا ہو واللہ اعلم بالصواب کل کیا ہو حور قصور اور بہشت و دوزخ کے جھگڑے مین نہ پڑو جلدو دو پیالے شراب کے
پیو عیش کرو اور بارگاہ گردون اشتباہ سلیمانی مین وہ مجمع ہزار ہا ذو الفنون کا تھا وہ جمگھٹ تھا کہ شاہزادۂ خاور سیاہ
نے آکے اندرون بارگاہ قدم رکھا تھا تھاپ طبلون پر پڑتی تھی پاٹھون کی گمک آسمان کو جاتی تھی زوم سارنگی کا گونج
رہا تھا ہر ایک طرف قانون بین رباب چنگ مرچنگ دف دائرہ بجا رہے تھے کنگری جلترنگ سوئی سرمنڈل راگ جہاگ
سرسنگار پونگی الگوجا وغیرہ بج رہے تھے مغنیان شوخ وطناز اور لولیان کرشمہ سنج سحر انداز حالت رقص وسماع مین
پاسے کوئی نہین کرتے تھے یہ ثابت ہوتا تھا کہ بوفور عطیات صاحبقرانی از بسکہ کرور ہا روپیہ اور اشرفیان انعام اکرام
مین پائی ہین تو مال و دولت سے مستغنی ہو کر تعلقات دنیوی پر پشت و پا مار رہے ہین اور واسطے بقائے سلطنت اور
جہانبانی و کشورستانی بادشاہ لشکر اسلام اور صاحبقران عالی مقام کے ہاتھ دعا کے سوے آسمان بلند کرتے ہین زنگولے
رنگیلے عشاق پر شور انگیز تھے اور چٹکیان بجانا رنڈیون کا یہ معلوم ہوتا تھا کہ طائران کلفت کو آشیانون سے دمامے
حاضرین صحبت کے اڑا رہی ہین بارگاہ نشین اور حاضرین اس محفل بہشت مشاکل کے مانند عاشقان بیدل و مشتاقان
بسمل غلغلہ پرواز تھے شعر فغان کین لولیان شوخ شیرین کار شہر آشوب + چنان بردند صبر از دل کہ ترکان خوان یغمارا +
ہر ایک ساقی مہر سیما کا ستارۂ بخت چمکا ہوا مہوشون کا دماغ آسمان پر چڑھا ہوا ہر ایک شاہ و شہریار محفل رقص
و سرود مین مصروف اور مدہوش تھا اور تمام سرداران و دلاوران نامدار نشۂ صہبائے طرب سے مدہوش اور خود
فراموش جھوم رہے تھے کوئی کہتا تھا اشعار ہین کب سے تھا ترا اشتیاق ساقی + مدت مین ہوا ہو تو ملاقی ساقی +
جائے نہ یہ دور جلد بھر دے پیالہ + شیشہ مین جو کچھ رہی ہو باقی ساقی + اور کوئی کہتا تھا شعر ہون بندۂ
پیر مغان ساقی کچھ جائے تکلف تجھسے نہین + لا دے دہی ہو گر صاف نہین دے جلو ہی مین گر جام نہین + القصہ
روز ہشتم کہ یہ دھوم دھام شادی کی اور ہر ایک شاہ و شہریار زادون کی عروسی اور دامادی کی ہو چکی تو حضرت ظل اللہ
سعد بن قباد بادشاہ لشکر اسلام نے تو بارگاہ سلیمانی مین آکر تخت سلطنت پر اجلاس فرمایا اور امیر باعث
شب بیداریون اور کثرت خمار کے کہ سات دن رات برابر جاگے تھے اس روز حرم محترم سے برآمد نہین ہوئے
تھے باقی سب سردار و دست راسی و دست چپی اپنے دنگلون کرسیون پر بقاعدہ مستمرہ آکے بیٹھے کہ ایک مرتبہ شاہزادہ
خاور سیاہ ملک قاسم نے اپنے باپ علمشاہ رومی کے دنگل کو اٹھا کے دست چپ رکھا اور اسپر متمکن ہوا
شاہزادہ بدیع الزمان یہ حرکت قاسم کی دیکھکر نہایت درہم اور برہم ہوا اور یہ کہنے لگا کہ اے قاسم تو اپنے دل
مین خجل اور جی مین منفعل نہین ہوتا اور کچھ تجھے کسی نیک و بد بات کا خیال نہین آتا یہ دنگل میرا ہی اسپر تو کیون بیٹھا
قاسم نے جواب دیا کہ یہ دنگل میرے باپ کا ہی اسکا مالک و وارث مین ہون تجھے اس دنگل سے کیا تعلق اور کیا
واسطہ ہو شاہزادہ بدیع الزمان نے در جواب اسکے مکرر یہ کہا کہ اول تو تجھے قوت منطق نہین بیحیائی تو نے
اختیار کرلی ہو جو ہمیشہ اسی پر ہٹ اور تکرار کیا کرتا ہو دوم یہ کہ اس دنگل کو تیرے باپ نے کچھ روپیہ خرچ کرکے خریدا نہین
کیا اگر مالک اسکا ہو اور دعوے کرے تو شاہ سعد بن قباد کو زیب ہو کہ قباد شہریار نے اس دنگل کو نکالا تھا اور
امیر با توقیر حمزۂ کشورگیر نے یہ دنگل بڑے بھائی صاحب شاہزادۂ عمرو بن حمزۂ یونانی کو عطا فرمایا اور شاہزادہ
عمرو بن حمزۂ یونانی نے تیرے باپ شاہزادۂ علمشاہ رومی کو عنایت کیا جب شاہزادۂ علمشاہ

روم طلسم مین تشریف لے گئے اور زنگی رجادو نے شاہزادہ علمشاہ کو بزور سحر دیوانہ بنا دیا اور توسن جادو
حرامزادہ بر سر حرمان حرم شاہزادہ علمشاہ ہو رہا تھا مین نے وہان جا کے توسن جادو کو شکست دی
علاوہ اسکے جنگل مین شاہزادہ علمشاہ کو قتل ہوتے بچایا انھون نے عوض اُن حقوق کے کہ مین نے
اُنکے ساتھ کیے تھے یہ دنگل مجھے بخش دیا اور ہبہ کیا مین صورت سوال ہوکا بہر علمشاہ بکتا ہون قاسم نے
کہا مین یہ کچھ نہین سمجھتا اور نہ مہر کو جانتا ہون کیسی مہر شاہزادہ بدیع الزمان نے کہا اگر تو کسی بات کو نہین مانتا تو اپنا
سر کھا بہر تیرے ہذیان بکنے سے ہوتا کیا ہے غرض گفتگو کو طول ہوپنچا اور نوبت یہانتک ہوپنچی کہ قاسم کے ہاتھ مین ایک
انار ولایتی تھا حالت غیظ و غضب مین اُس انار کو بزور کھینچ کر شاہزادہ بدیع الزمان پر مارا کہ وہ انار جونہی شاہزادہ
بدیع الزمان کی تنگ کو لگ کر ٹوٹ گیا اور دانے اُسکے مانند دانہ مروارید شاہزادہ بدیع الزمان کے سر پر نثار ہو کے
چار سمت گرے اُسوقت شاہزادہ بدیع الزمان نے بھی نہایت درہم برہم ہو کر ایک گھونسا قاسم کو مارا اور
دونون باہم آمادہ جنگ ہوئے خسرو بادہ ہندوستان رستم زمان لندھور بن سعدان نے کہا کہ ملک قاسم
کو یہ بات شایان نہین کہ اپنے عمر بزرگ شاہزادہ بدیع الزمان نامدار سے برابری کرین مالک اژدر بگڑ کر
بولا کہ تجھے دخل در معقولات کرنا کیا ضرور تو کون ہو جو شاہزادون کے مقدمے مین بولتا ہو یہ کہکے مالک نے ایک
گھونسا لندھور کے مارا لندھور اور مالک آپس مین لپٹ پڑے اور باہم لڑنے لگے القصہ بطول کیجیے تا چند
اسیصورت سے جتنے سردار دست راستی اور دست چپی بیٹھے تھے سب اُٹھ اُٹھ کر دست راستی ہواخواہی بدیع الزمان
مین اور دست چپی طرفداری قاسم سے باہم جنگ و جدال کرنے لگے کسیکا شانہ اُتر گیا کسیکا ہاتھ اُکھڑ گیا کسیکا گھٹنا
کسیکے ہونٹھ پھوٹ گئے کسیکے سینے پہ چوٹ لگی کسیکا سر پھٹ گیا کسیکی ناک سے خون جاری تھا عجب طرح کا ہنگامہ بپا اور
شور و غل اُٹھا تھا کہ کوئی کسیکی نہ سنتا تھا نہ کوئی کسیکو مانتا تھا حضرت خلیل اللہ سعد بن قباد ہر چند ہان ہان کر کے
ممانعت فرماتے تھے مگر تو بہ کون بادشاہ کی بات کا بھی خیال نہین کرتا تھا جسطرح سے لڑ رہے تھے اُسیطرح سے چار طرف
سینہ بسینہ اور گلہ بگلہ کمر بکمر باہم لپٹے ہوئے زور کشمکش کا کر رہے تھے کہ یکایک یہ غل اندرون خادمان محل
تک پہونچا تو سلطان صاحبقران لنگے بہت متعجب ہو کے کہ یہ کیا ماجرا ہو محل سے باہر نکل آئے سب
سردارون نے جو امیر باتوقیر کو برآمد ہوتے دیکھا تو سراسیمہ اور مضطر ہو کر یکبار سب متفرق ہو گئے اور جہان جہان
دنگلون اور کرسیون پر جا کے خاموش بیٹھ رہے صاحبقران دوران نے جو محل سے نکلکر بغور دیکھا تو لندھور
کے سر پر تاج مالک اژدر کا اور مالک کے سر پر لندھور کا تاج رکھا ہو تو عجب لطف و کیفیت ہو کہ لندھور
کا سر بہت بڑا اور مالک کا تاج چھوٹا آدھے سر پر لندھور کے رکھا باقی تمام آدھا سر کھلا ہوا اور مالک کے
سر چھوٹا لندھور کے سر کا تاج بہت بڑا سو مالک نے جو گھبراہٹ اور جلدی مین اُٹھا کے اپنے سر پر رکھ لیا ہو
تو دونون بھوین تک مالک کی تاج کے اندر چھپ گئی ہین اسیطرح سے اکثر دست راستی دست چپیون کے دنگل کرسیون
پر بہت سے دست چپی دست راستیون کے دنگلون کرسیون پر بیٹھے جسم سے جابجا خون بہتا ہوا اور تمام فرش بارگاہ
کا سمٹا ہوا چار طرف کرسیین پڑی ہوئی ہین امیر باتوقیر نے نہایت خشمگین ہو کر شاہ سعد بن قباد سے پوچھا کہ یہ کیا
ماجرا تھا شاہ سعد نے از ابتدا تا انتہا مفصلاً اور مشروحاً بیان کیا سلطان صاحبقران نے فرمایا کہ مین کیا کرون
مین نے تو بار ہا ہر چند چاہا کہ حقدار کا حق دلا دون اور جو مستحق ہو وہ لے مگر ہر مرتبہ جو شرط مشروط قرار پائی ہو
دونون برابر رہتے ہین شاہزادہ بدیع الزمان نے سنتے ہی عرض کیا کہ اے سلطان عالیمقام گذشتہ مین کلام نہین

اب فی الحال مین ایک قرار اور شرط کرتا ہون کہ جو ہم دونون مین سے زمرد شاہ لقا خبیث باختر کو جا کے جہنم واصل کرے
وہی شخص دنگل رستم کا مالک ہو یہ کہکے دنگل رستم کو اٹھا کے بارگاہ سلیمانی کے آگے لٹکا دیا ابھی امیر والا توقیر نے کچھ نہین ارشاد
کیا تھا کہ بیرون بارگاہ جو عیار دست راسی دست چپی ہواخواہان شاہزادہ بدیع الزمان اور شاہزادہ خاور سپاہ تھے انھون
نے جو یہ بحث اور تکرار اور فساد فیمابین شاہزادگان دارین بدیع الزمان اور قاسم کے سُنا تو اُمیہ بن عمرو نے کہا کہ
شاہزادہ خاور سپاہ تو فقط جہالت کو کام فرماتے ہین دنگل رستم پر بہر نوع ملکیت اور حقیت شاہزادہ بدیع الزمان کی ہے
سیارہ بن عمرو نے تیوری چڑھا کے کہا کہ محض غلط ہے یہ دنگل شاہزادہ عالم ملک قاسم کا ہے دیکھ لینا کہ کل شاہزادہ خاور سپاہ
اس دنگل پر جلوہ گر ہوگا اُمیہ بن عمرو نے کہا کہ یہ بات تو خلاف عقل اور بعید از قیاس ہے کہ ملک قاسم اُس پر قابض ہو سکے
القصہ یہانتک طرفین سے تکرار ہوئی اور گفتگو بڑھی کہ نوبت گالی کی پہونچی اور دونون خنجر کھینچ کھینچکر دوڑے اور باہم
لڑنے لگے دست راسی اور دست چپی جو اور سب عیار تھے اُنھون نے اُمیہ بن عمرو اور سیارہ کو جو بحث و تکرار کرکے
آپسمین آمادہ جنگ دیکھا دست راستیون نے تو یہ کہا کہ اے سیارہ اُمیہ بن عمرو تیرا بڑا بھائی ہے تجھے اُسکی بزرگی کا لحاظ
اور اپنی خردی کا آداب کرنا چاہیے نہ کہ بالعکس اُسکے تو دو بدو گفتگو سخت اور درشت کرکے لڑنے کو کھڑا ہو گیا دست
چپیون نے اُٹھ اُٹھکر خنجر کھینچ لیے اور بولے کہ تم سب کیا جھک مارتے ہو ایسے بزرگ ذلت اُٹھاتے ہین کیا معنی اُمیہ بن عمرو کو
اتنا خیال نہ آیا کہ فرض کرو ہم سیارہ چھوٹا ہے اور جوان بیٹے بڑکا پاس کرنا چاہیے نہ کہ برابر کا بھائی ہین اُمیہ
کیون اُسکے منھ چڑھتا ہے جو جیسی کیگا جو جیسا کریگا ویسا جواب سنیگا ویسا عوض پائیگا اُمیہ نے آواز
بلند کہا کہ اے سیارہ جہان مین ہون تیری کیا اصل در حقیقت کہ منھ سے نام عیاری کا نکالے سیارہ نے بھی یہی جواب
دیا اور فیمابین دست راستیون اور دست چپیون سب عیارون مین نوبت خنجر زنی اور عیاری کی پہونچی ہُلڑ جو زیادہ ہوا تو
صاحبقران نے سُنکر تحقیقات کی کہ یہ بیرون بارگاہ ہنگامہ کیسا ہے لوگون نے عرض کیا کہ پیر و مرشد اول کچھ بحث و تکرار
بمقدمہ ملکیت دنگل اُمیہ اور سیارہ سے ہوئی تھی اُسپر جو گفتگو کو طول کھنچا اور دونون نے خنجرون پر ہاتھ ڈالا تو جتنے عیار
دست راسی دست چپی تھے اُٹھ کھڑے ہوئے اور باہم آمادہ رزم و پیکار ہین امیر حمزہ صاحبقران یہ کیفیت سُنکے نہایت درہم
اور برہم ہوئے اور حالت غیظ مین حکم دیا کہ اے مہتر قران اور سمک یلطاقی تم دونون جا کے اُمیہ اور سیارہ
کو پکڑ لاؤ حسب الحکم سلطان باکرم کے مہتر قران اور سمک نے اُمیہ بن عمرو اور سیارہ اور عمرو کو لاکے
بحضور صاحبقران حاضر کیا ابھی امیر والا توقیر نے کچھ دونون کے حق مین ارشاد نہین فرمایا تھا کہ چیاخنہ عمرو نے
سلطان صاحبقران سے عرض کیا کہ یا امیر یہ سارا فساد اور فتنہ برپا کیا ہوا سیارہ کا ہے جلاد کو حکم دیجیے کہ اُسے
لیجا کے گردن مارے اور یہ کہکے قاسم کی طرف دیکھنے لگا قاسم نے اپنی اُنگلی اُٹھا کے اشارے سے کہا کہ اگر آپ
سیارہ کو اس مواخذہ سے بری کر دیجیے تو ہزار اشرفیان مین آپ کی نذر کرونگا عمرو کو ہزار اشرفیون کا لالچ جو
ہوا تو جلاد کی جانب مخاطب ہو کے کہنے لگا کہ اے جلاد تو سیارہ کو نہ لیجا مجھے خوب تحقیق اور تصدیق ہو چکا کہ سیارہ
کا جرم اسمین کچھ نہ تھا یہ سب تقصیر اُمیہ کی ہے تو اُمیہ کو لیجا کے قتل کر یہ کہکے سمت شاہزادہ بدیع الزمان متوجہ ہوا
شاہزادہ بدیع الزمان نے اپنے دل مین یہ سمجھکر کہ قاسم نے کچھ رشوت عمرو کو دیکر سیارہ کو بچا لیا ہے عمرو کو اشارہ
کیا کہ اگر آپ اُمیہ بن عمرو کو اسوقت آبرو بخشی کرین اور اس آفت سے بچالین تو مین دو ہزار اشرفیان آپکی
تواضع کرتا ہون عمرو نے اپنے جی مین نہایت خوش ہوکے سلطان صاحبقران سے کہا کہ اے حمزہ مین تیری
خدمت مین ایک بات گستاخانہ عرض کرتا ہون لیکن بنظر عدالت اور بچشم انصاف تو اُسکا جواب دے تو کیا خوب

ورنہ تو حاکم ہے جو چاہے سو کرے لیکن حق تو یہ ہے کہ میرے بیٹوں کا کچھ قصور نہیں یہ دونوں محض بیگناہ ہیں اگر مجرم اور
تقصیروار ہیں تو بدیع الزمان اور قاسم تیرے بیٹے اور پوتے ہیں انھیں دونوں کو کیوں نہیں تعزیر دیتا اور قتل کا
حکم فرماتا کہ ہمیشہ کا یہ مفسدہ اور شور و غوغا برطرف اور دور ہو جائے سلطان صاحبقران یہ گفتگو عمرو کی سنکے بیساختہ
ہنس پڑے اور فرمانے لگے کہ ای عمرو مجھے دریافت ہوا کہ تو نے دونوں طرف سے خوب رشوت لے لی ہے مجھے تو
اس مقدمے میں کوئی بات کہتے بن نہیں پڑتی تو ہی اب کوئی تدبیر ایسی نکال جس سے یہ فساد رفع ہو عمرو نے کہا کہ
حمزہ میری رائے میں تو یہ بات بہت خوب ہے کہ اُمیہ اور سیارہ دونوں دوڑیں اور دیکھیے کہ زیادہ کون دوڑتا ہے
جو بہت دوڑے اُسی کے آقا کا وہ دنگل قرار پائے امیر باتوقیر نے فرمایا کہ کیا مضائقہ شاہزادہ بدیع الزمان اور
قاسم نے بھی یہ بات پسند کی اور دونوں راضی ہو کر کہنے لگے کہ ہمکو قبول ہے صاحبقران نے عمرو سے پوچھا کہ
پھر کون سی راہ دوڑنے کی نکالیں عمرو نے کہا کہ یا امیر دو تیر کسی سردار کو دیکر یہ کہہ دیجیے کہ تو ان دونوں تیروں کو شہر
سے باہر ستر فرسخ پر جو تل عجم مشہور ہے جائے اور زمین ایک سو چالیس فرسنگ کا فاصلہ پڑ جائیگا وہ سردار وہ دونوں
تیر لیکر وہاں تل عجم پر کھڑا ہو اُمیہ اور سیارہ دونوں یہاں سے دوڑتے جائیں اور وہ سردار اپنے دونوں ہاتھوں
میں تیر لیکے برابر ایک تیر اُمیہ کو ایک تیر سیارہ کو حوالہ کر دے یہ دونوں تیز روی کر کے جو پہلے وہ تیر لاکے مجھے دے
اُسیکا آقا مالک دنگل رستم کا ہو دوسرے کے مالک کا دعوے پھر باطل ہو جائے سلطان والا شان نے کہا کہ بھلا
اگر میں کسی دست راسی سردار طرفدار بدیع الزمان کو تیر دیکر بھیجوں اور وہ بخیال جنبۂ بدیع الزمان اُمیہ کو
پہلے تیر دیکر روانہ کر دے اور سیارہ کو پیچھے دے اور کسی سردار دست چپی کو اس کام پر متعین کروں تو وہ بپاس
ہواخواہی قاسم سیارہ کو تیر حوالہ کرے اُمیہ کے دینے میں توقف کرے عمرو نے کہا حمزہ یہ تو سہل بات ہے الجوب خان
شش گزی نہ دست راسیوں سے واسطہ نہ دست چپیوں سے علاقہ رکھتا ہے اور پھر سب سے تعلق اور سروکار
سب میں بلا جھگڑا رہتا ہے اُسے اس خدمت پر متعین کیجیے امیر باتوقیر نے فرمایا خوب تو نے کہا کیا قباحت ہے اور یہ
فرما کے الجوب خان شش گزی کو اپنے پاس بلایا اور دو تیر ترکش سے نکال کر اُسے دیے اور بتاکید تمام یہ کہہ دیا
کیا ہے الجوب خان خبردار جنبہ داری اور لحاظ کسیکا نہ کرنا ایک تیر اُمیہ کو ایک تیر سیارہ کو دینا دیکر برابر روانہ
کرنا حسب الحکم الجوب خان شش گزی اپنے گھوڑے پر سوار ہو کے مع اپنے لشکر کے سمت تل عجم روانہ
ہوا اور وہاں جا کے اپنا خیمہ ڈیرہ استادہ کر کے اُتر پڑا اور ایک کرسی میدان میں ایک بڑے اونچے ٹیلے پر رکھ کر وہاں
سے جہانتک پانچ کوس تک کا آدمی نظر آتا تھا بچھوا کے دونوں تیر ہاتھ میں لیے انتظار میں اُمیہ اور سیارہ کے بیٹھا تھا
اور تمامی راہ میں اُس تل عجم سے تا بارگاہ سلیمانی کوس کوس بھر کے فاصلے پر حوض شراب کے اور شربت کے
بھروا دیے تھے اور اکثر میوہ تر و خشک رکھوا دیا تھا روز دوم یہاں بارگاہ میں تمام سردار دست راسی اور دست
چپی اپنی اپنی جا پر بیٹھے تھے کہ ناگاہ امیر عالیجاہ نے اُمیہ بن عمرو اور سیارہ بن عمرو کو بلا کے فرمایا کہ تم دونوں
میرے ہاتھ پر ہاتھ اپنے مار کر تل عجم تک جاؤ اور وہاں الجوب خان شش گزی سے دو تیر ایک تیر اُمیہ
اور ایک سیارہ دونوں لے کے جو پہلے لائے تیر مجھے دے اُسکا ولی نعمت دنگل رستم پر قابض و متصرف
ہوگا اور پھر کبھی آگے کو کوئی اس مقدمے میں کسیطرح کا عذر و مباحثہ نہیں کریگا اُمیہ اور سیارہ دونوں
شادان اور خندان امیر باتوقیر کے دست مبارک پر اپنے اپنے ہاتھ مار کر سمت تل عجم مثل برق و باد جستیں کرتے
ہوا ہو گئے امیر باتوقیر اور تمام سردار دیکھتے تھے کہ دونوں برابر بہ چند تیز گامی سے جاتے ہیں لیکن ایک قدم دو قدم پیچھے

قدم سے کسی صورت سے بڑھ کے نہیں پڑتا بلکہ قدم بقدم اُٹھے ہوئے چلے جاتے ہیں ایک مرتبہ قاسم نے
تہمتن خان خاوری سے بایما کہا کہ تو بارگاہ کے سرا پردے کی پشت پر سے کسی تدبیر سے سوار ہو کے جا تاکہ
امیر سمجھنے نہ دیکھیں اور جہاں اُمیہ کو سیارہ سے آگے نکلتا دیکھنا تو بخوف دخطر اُمیہ کو روک لینا جب
سیارہ پچاس قدم اُمیہ سے آگے نکل جائے تب اُمیہ کو چھوڑنا عجب تاکید شاہزادۂ خاور سیاہ اُسی وقت
تہمتن خان خاوری صاحبقران سے آنکھ بچا کر باہر نکلا اور اپنے گھوڑے پر بیٹھ کے پیچھے پیچھے اُمیہ اور
سیارہ کے روانہ ہوا شاہزادۂ بدیع الزمان نے جو تہمتن خان کو جاتے دیکھا تو اپنے دل میں سمجھا کہ قاسم نے اسکو شاید
اُمیہ کے روکنے کے واسطے بھیجا ہے اُسیوقت ورقاے زنجیر خاے کو اشارہ کیا کہ اگر تہمتن خان خاوری
اثنائے راہ میں کہیں اُمیہ بن عمرو کو روکے تو تو بھی جا کے سیارہ بن عمرو کو روک لینا ہرگز ہرگز ایک قدم بڑھ
کے امیہ بن عمرو سے آگے جانے نہ دینا قاسم نے ورقاے زنجیر خاے کو جاتے دیکھ کر قیماس خان
خاوری کو تہمتن خان خاوری کی اعانت کے واسطے بھیجا شاہزادۂ بدیع الزمان نے قیماس خان کو
بہانے قاسم تعاقب میں ورقاے زنجیر خاے کے اُٹھتے اور بارگاہ سے نکلتے جو دیکھا تو فضل بن گیا ہو رخون
آشام کو ورقاے زنجیر خاے کے شریک حال ہونے کے لیے قیماس خان کے پیچھے روانہ کیا
قاسم نے جو فضل بن گیا ہو رخون آشام کو جاتے دیکھا تو بیتاب ہو کر ضبط نہ کر سکا سلطان صاحبقران
کو غافل دیکھ کر اُنگلی اپنی ناک پر اس زور سے ماری کہ نکسیر پھوٹ گئی اور ناک سے خون جاری ہوا اس بہانے سے اُٹھ کر
بیرون بارگاہ گیا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر یک ٹٹ گھوڑے کو تیز گام کیے بتلاش فضل بن گیا ہو رخون آشام
آمادۂ پرخاش چلا یہ عیاری قاسم کی شاہزادۂ بدیع الزمان نے دیکھی یہ سوچ کر کسی حیلے سے یہ بھی بارگاہ سے
اُٹھ کھڑا ہوا اور باہر نکلکے بیٹھ اپنے گھوڑے پر تعاقب میں ملک قاسم کے سمت تل عجم عنان گستر روانہ ہوا اس
عرصے میں سلطان والاشان امیر حمزہ صاحبقران کی نگاہ جو شاہزادۂ بدیع الزمان اور خاور سیاہ کے
دنگلوں پر جا پڑی تو دیکھا کہ دونوں کے دنگل خالی پڑے ہیں دونوں نہیں نظر آتے امیر با توقیر اپنے دل میں
سمجھ کر کہ یہ دونوں اپنی اپنی ضد پر دری اور اپنے اپنے عیاروں کی تائید کے واسطے گئے ہیں امیر نے طورسرکن کو
اپنے قریب طلب کر کے اپنا نیزہ دیا اور شاہزادۂ قباد دین ستون اسلام کرب غازی کو ہمراہ کر کے فرمایا کہ تم دونوں
صاحب جاکے جہاں قاسم اور بدیع الزمان سے ملاقات ہو جلد پھیر لاؤ قصہ مختصر اب تو یہ دونوں اُدھر جاتے
ہیں انکو تو جانے دیجیے جب تک شمہ از حال اُمیہ بن عمرو اور سیارہ بن عمرو گذارش کیا جاتا ہے کہ یہ دونوں
بہ کمال تیزروی پہلو بہ پہلو قدم بہ قدم برابر تل عجم پر پہونچے اور دونوں ایجوب خان ششگزی کے
ہاتھ سے تیر برابر لیکر اسی صورت سے جستیں کرتے بھاگے چلے آتے تھے کہ یکایک اُدھر سے تہمتن خان خاوری
دونوں کے برابر ہو پہونچا اور اُسنے دیکھا کہ فی الواقع اُمیہ اور سیارہ دونوں برابر ہیں کوئی ایک قدم آگے پیچھے
نہیں تہمتن خان نے اُمیہ بن عمرو کو سدراہ ہو کر روک لیا اور جب دیکھا کہ سیارہ جو قریب آدھے فرسنگ کے
نکل گیا تب تہمتن خان نے اُمیہ بن عمرو کو چھوڑا اور اُمیہ وہاں سے اسطرف چلا تہمتن خان کے پیچھے جو
ورقاے زنجیر خاے روانہ ہوا تھا اُسنے دور سے دیکھا کہ سیارہ بن عمرو آتا ہے اور اُمیہ بن عمرو کا کوسوں
تک کہیں پتا نہیں ورقاے زنجیر خاے اپنے مرکب کو روک کر سیارہ بن عمرو کے سدراہ ہوا اور یہاں
تک روکے رہا کہ اُمیہ بن عمرو سامنے سے نمودار ہوا اور وہاں پہونچکر کوئی ایک فرسنگ زمین آگے نکل آیا تب سیارہ

کو چھوڑ دیا ناگاہ اُدھر سے قیماس خان خاوری جو تعاقب مین ورقا کے زنجیر خان کے چلا تھا وہ جو پہونچا تو
اُسنے پھر اُمیہ بن عمرو کو یکہ و تنہا آتے دیکھکر روک لیا اور سیارہ جب پہونچا اور تھوڑی دور تک آگے نکل آیا تب اُمیہ کو
چھوڑا ابھی اُمیہ بن عمرو ہر چند کہ تیزگامی کرتا آتا تھا لیکن برابر سیارہ بن عمرو کے نہین پہونچ سکا تھا سیارہ بن عمرو کوئی
آدھ کوس آگے بڑھا جانب لشکر چلا آتا تھا کہ اُسطرف سے فضل بن گیا ہو رنے جو قیماس خان کے پیچھے چلا تھا
اُسنے سیارہ کو تنہا آتے دیکھا اُس نے جانا کہ کسی نے اُمیہ بن عمرو کو لاشک و لاریب کچھ فریب دیکر روک لیا
ہے اس نے بڑھکر سیارہ بن عمرو کا محاصرہ کیا اور اپنے مرکب کو اس تیزی اور جلدی سے کاوے پر ڈالدیا کہ کسیطرح سے
سیارہ بن عمرو کو نکل جانے کی راہ نہین ملتی تھی جب فضل نے دیکھا کہ اُمیہ اُفتان و خیزان عرق عرق تر بتر دوڑتا
آ پہونچا اُسوقت فضل نے بپاس خاطر قاسم جب اُمیہ اور سیارہ برابر ہو چکے تب سیارہ کو بھی چھوڑ دیا تھا
اور سیارہ اور اُمیہ دونون شاد و خرم برابر قدم بقدم دوڑے چلے آتے تھے ناگاہ اُسطرف سے شاہزادہ خاور سیاہ
جو پہونچا تو اُسنے سیارہ کو اور اُمیہ کو برابر آتے دیکھکر اُمیہ سے کہا باش اُمیہ از راہ آداب شاہزادہ قاسم کو دیکھکر
کھڑا ہو رہا قاسم نے اُدھر تو اُمیہ کو روکا اُدھر سیارہ کو کمربند پکڑ کے اپنے گھوڑے کی پشت پر بٹھلایا اور چاہا کہ گھوڑے
کو سبک انداز کرکے روانہ ہو اُمیہ بن عمرو قاسم کے گھوڑے کے پیٹ کے نیچے ہو کر جست کرتا ہوا بیس قدم آگے جا پہونچا قاسم
ہر چند اپنے مرکب کو تازیانہ مار کے چاہتا تھا کہ اُمیہ سے آگے نکلجائے لیکن کسیطرح گھوڑا قاسم کا اُمیہ کی چال
سے آگے نہ جاسکا آخر ناچار ہو کر قاسم نے سیارہ کو اپنے گھوڑے پر سے اُتار دیا اور روانہ ہوا جب سیارہ تھوڑی دُور
نکلگیا تب قاسم نے بغور اپنے گھوڑے کے سمون کو جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ اُمیہ جسوقت کہ گھوڑے کے پیٹ کے نیچے
ہو کر نکلا تو ایک سوزن سم مرکب مین مار گیا ہے اس باعث سے گھوڑا تیز روی مین سستی کرتا ہے قاسم نے نہایت
آزردہ ہو کر اُس سوزن کو سم مرکب سے نکالا اور آپ پھر گھوڑے پر سوار ہو کر چلا اُسطرف شاہزادہ بدیع الزمان جو
تعاقب مین خاور سیاہ کے سوار ہو کر چلا تھا کہ سامنے سے اُمیہ بن عمرو کو آتے دیکھکر بجستی تمام اُمیہ کو اپنے گھوڑے
کی پیٹھ پر بٹھلا لیا اور چلا ناگاہ قاسم نمودار ہوا اور اُمیہ کو پشت پر شاہزادہ بدیع الزمان کے گلگون باد خیز
کی سوار دیکھکر کہا سبحان اللہ یہ کیا حرکت تھی کہ اسوقت گرفتار اپنے عیار کو گھوڑے پر سوار کرکے لیچلا ہے شاہزادہ
بدیع الزمان نے جواب دیا کہ یہ رسم تو پہلے تیری طرف سے نکلی تھی ابھی قاسم کچھ نہین کہنے پایا تھا کہ سامنے
سے طور سرکن نیزۂ سلطان صاحبقران کا ہاتھ مین لیے اور کرب غازی دونون قریب آ پہونچے
اور ابلاغ حکم صاحبقران دوران کا کیا اسوقت حسب الحکم قدر توام سلطان باکرم بلا عذر و حیلہ ہمراہ
طور سرکن اور کرب غازی کے سمت بارگاہ سلیمانی روانہ ہوئے اور طور سرکن دونون شاہزادون کو لیے
بحضور امیر با توقیر آیا اور دونون صاحب یعنی شاہزادہ بدیع الزمان اور قاسم سرنگون خاموش آ کے
اپنی اپنی صندلیون پر بیٹھ گئے کہ ساتھ ہی شاہزادہ بدیع الزمان اور قاسم کے داخل ہونے کے اُمیہ اور
سیارہ بھی بارگاہ سلیمانی کے سراپچون مین کہ چار چار کوس تک استادہ تھے آ پہونچے تھے اور سلطان صاحبقران
اور بادشاہ اسلام اور تمام سردارون کی دہین سے نگاہ اُمیہ اور سیارہ پر جا پڑی کہ دونون عیار پہلو بہ پہلو قدم
بقدم مثل برق تسبین کرتے جہان کسیکو غلبہ تشنگی کا ہوتا ہے تو وہ حوض جو اُنکے راہ مین ہین اُنمین دونون برابر
شربت یا شراب یا پانی پیتے ہین اور برابر دونون دوڑے چلے آتے ہین آخر یہ کہ وقت شام کا ہو چکا تھا کہ اُمیہ
اور سیارہ دونون قریب دروازۂ بارگاہ کے پہونچے حسب اتفاق دروازہ بارگاہ پر ازبسکہ آبپاشی ہو چکی تھی اُمیہ

نے جا کر جلدی سے مین آ گیا یہ تجکر تیرا امیر والا توقیر کو وہ دن جو نہین قدم رکھتا تھا کہ پاؤن جو اسکا پھسلا تو چاروں شانے
چت زمین پر گر پڑا اتنی دیر مین سیارہ اُمیہ سے آگے نکل گیا جب اُمیہ بن عمرو نے دیکھا کہ سیارہ مجھسے آگے جاتا ہے جبھی
تمام تیر کو اپنے تاج مین لپیٹ کر سلطان صاحبقران کے پاس پھینکدیا اور عرض کی کہ یا سلطان عالی مقام غلام کا پاؤن
پھسل گیا مگر یہ تیر حاضر ہوا ادھر سیارہ بن عمرو نے بھی قریب امیر با توقیر کے جاکے وہ تیر حوالہ کیا صاحبقران نے
دیکھا کہ اُمیہ بن عمرو کا تیر تو میری گود مین پڑا ہے اور سیارہ بن عمرو نے تیر میرے ہاتھ مین دیا مگر دونون تیر برابر پہنچے
ہے سر مو فرق نہین ہوا قاسم نے کہا کہ سیارہ نے تیر امیر والا توقیر کو پہلے لا کے دیا سلطان صاحبقران نے
فرمایا کہ بیشک اُمیہ اگر گر نہ پڑتا تو وہی پہلے اپنا تیر لا کے میرے ہاتھ مین دیتا بسبب گر پڑنے کے اُسنے تیر وہان سے
اپنا میرے پاس پھینکدیا اب بہ نظر عدالت اور نصفت مین تو دونون کو بھی جانتا ہون کہ برابر مین یہ کہکے پھر
صاحبقران دوران نے داد اپنی زبان مبارک سے اُمیہ بن عمرو اور سیارہ بن عمرو کی بہت سی تعریف کیا کیے
اس عرصے مین بادشاہ لشکر اسلام نے سلطان عالی مقام سے فرمایا کہ یا امیر مین بھی کچھ التماس کیا چاہتا
ہون امیر والا توقیر نے کہا چار شاد ہو سعد بن عمرو نے کہا کہ اے حمزۂ صاحبقران جس وقت کہ مین کشتی
پر سوار ہو کے دریاے باختر سے عبور کر کے اُسطرف نکلا تو در بند سہمانیہ مین جاکے وارد ہوا تھا سہمان شاہ
جو وہان کا فرمانروا تھا اُسنے بکرامت مصطفیٰ دین اسلام قبول کر کے کلمہ پڑھا اور بتقریب دعوت مجھے اپنے مکان مین
لیجا کے شراب بیہوشی آغشتہ پلائی اور جس حالت مین کہ مین بیہوش ہو گیا تو وہ مکار مطوق اور مسلسل کر کے
گنجاب کے پاس بسمت سنجان لیے جاتا تھا اثناے راہ مین فضل بن گیا ہور خون آشام نے میری
اعانت اور امداد کر کے سہمان شاہ کی قید سے مجھے نجات دلوائی تھی اُسوقت اس جان نثاری کے صلہ
مین فضل بن گیا ہور خون آشام سے وعدہ کیا تھا کہ انشاء اللہ تعالیٰ مین تجکو برادر حمزۂ صاحبقران کے
بیٹے پوتون کے کرسی بیٹھنے کو دلوا دونگا سلطان ذیحشم امیر با توقیر نے فرمایا کہ آپ مالک و مختار رہین یہ ذکر تھا کہ

شاہزادہ بدیع الزمان شکار کی اجازت لیکر روانہ ہوئے

اب دو کلمہ داستان سیاحت و عشق بیان روانگی قاسم و بدیع الزمان جانب صحرا واسطے سیر و شکار کے اور پہونچنا قاسم کا شمالیہ باختر مین اور عاشق ہونا ملکہ ماہ تاجدار دختر سیف الملک پر اشعار

پلا ساقیا بادۂ مشک ناب
جسے دیکھکر ہو خجل آفتاب
وہ مے جسکا نشہ کبھی ہو نہ کم
بڑھے جائے سکر اور بھی دمبدم
جھکا دے سبو مجھے ساقیا بے خطر
کرون طے وصل کا بحر مین سفر

دیے جا مجھے جام پر بھر کے جام
بڑھے تیری رغبت چلے تیرا کام
پلا بادۂ لن ترانی سے مجھے
بہت دل سے مرغوب ہو جو تجھے
لگی ہو مجھے عشق صادق کی لو
رہے دل مین ہو نور وحدت کی ضو

محرران اخبار صداقت آثار و کاتبان مضامین دلدوز و جگر افگار راویان روایات عشق انگیز و ناقلان حادیث جودت خیز
اس داستان فرحت بیان کو صفحۂ قرطاس پر قلم مرصع رقم سے یون تحریر و تسطیر کرتے ہین کہ جب لشکر فیروزی اثر امیر کشور گیر
ملک عراق عجم مین خیمہ زن ہوا اور ہر ایک نوجوان بعد درستی اسباب عیش و اطمینان شاہزادہ بدیع الزمان
کے پاس آکر معروف سخن ہوا سیر و سیاحت کا تذکرہ ہونے لگا اثناے سخن مین صحراے عجم کی بہار اور کثرت شکار
کا بھی ذکر آگیا بدیع الزمان کا دم تو گھبرا ہی رہا تھا اُسیوقت تیاری اسباب شکار کا حکم دیا آن واحد مین کل
سامان شکار مہیا ہو گیا اور بدیع الزمان سوار ہو کر صحراے عجم مین شکار کے لیے تشریف لے گئے اتفاقاً یہ خبر

ملک قاسم کو بھی پہونچی وہ بھی اپنے ماموؤن کو ہمراہ لیکر مع چالیس ہزار تیغ بوشون کے جانب صحرا روانہ ہوئے
اور ایک تھوڑے ہی عرصے مین اُس صحرائے بے پایان مین داخل ہوکر مصروف شکار ہوئے ناگاہ ایک درّہ کوہ سے ایک
آہو پیدا ہوا ملک قاسم نے تیرپے تیر چلۂ کمان مین جوڑکر اُس آہو کے پیچھے گھوڑا ڈالدیا اُس آہو نے جو صیاد کو آتے دیکھا چوکڑیان
بھرتا ہوا ایک جانب کو چلا گیا ملک قاسم نے بھی یکہ و تنہا اُس آہو کے تعاقب مین بادیہ پیمائی شروع کی تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ
ملک قاسم نظر لشکر سے غائب ہوگئے قیماس خان نے جو یہ ماجرا دیکھا متوحش ہوکر تلاش قاسم مین گھوڑا ڈالدیا
تہمتن خان وغیرہ بھی قیماس خان کے ہمراہ ہوئے تمامی دن چارو نطرف متلاشی رہے جب شام ہوئی اور کہین پتہ
نہ لگا تو سب کے سب مجبور و ناچار ہوکر لشکر امیر مین واپس ہوئے اور اُدھر کا حال سُنیے کہ ملک قاسم نے بقدر تیز روی کی کہ اُس
آہو کے برابر ہو پہونچے آہو نے ملک قاسم کو دیکھکر اور تیز بھاگنا شروع کیا یہانتک کہ جاتے جاتے وہ آہو ایک لشکر مین چلا گیا
قاسم بھی بیخوف و خطر گھوڑا اُٹھائے ہوئے اُس لشکر مین چلے گئے اب جدھر جدھر وہ آہو جاتا ہو اُدھر اُدھر قاسم بھی
جاتے ہین لیکن کسی طرح وہ آہو زد پر نہین آتا کہ قاسم شکار کرین تا آنکہ وہ آہو لشکر کو چھوڑ کے بارگاہ مین چلا گیا قاسم بھی مع
مرکب بارگاہ کے دروازے پر پہونچ ہی تو گئے اور اُسی حالت مین قصد اندر جانے کا کیا دربانون نے ہر چند منع کیا کہ ہان ہان یہ
کیا بے ادبی ہو کہ مع مرکب بارگاہ کے اندر جانے کا قصد کرتا ہو نہین جانتا کہ یہ بارگاہ دلشکر عظیم کوہ بازو پہلوان سیف الملک
صف شکن شمالی کا ہو وہ اپنے بیٹے فولاد کوہ بازو کی شادی کرنے کو یہان آیا ہوا ہو لیکن قاسم کب سُنتے ہین بلے تردد
مع مرکب داخل بارگاہ ہوئے اور اُس آہو کا حال سُنیے کہ وہ بارگاہ مین جاتے ہی عظیم کوہ بازو کے دنگل کے نیچے پوشیدہ
ہوا ایسا ہی عظیم اپنے نقابسے بیٹھا ہوا یہ باتین کر ہی رہا تھا کہ آخر اس جانور صحرائی کو میری بارگاہ مین آکر زیر دنگل پوشیدہ
ہونیکی وجہ کیا ہو بھلا یہ جانور صحرائی آدمی کی شکل دیکھنے سے تو مفرور ہوتے ہین نہ کہ آدمیون کے پاس آکر پوشیدہ ہونا کیسا
معلوم ہوا کہ کسی صیاد نے اسکا تعاقب کیا ہو اور یہ آہو میری بارگاہ کو جاے امن سمجھکر بھاگ آیا ہو کہ یکایک ملک قاسم
اسپ دو رکابہ پر سوار سامنے سے نمودار ہوئے اور بے لحاظ و پاس اپنے صید کو چارو نطرف دیکھنے لگے دیکھتے دیکھتے نظر قاسم
زیر دنگل عظیم جو پڑی تو اپنے صید کو بیٹھے پایا گمیت کرتسیۂ یلارک آمادۂ قتل آہو ہوا عظیم کوہ بازو یہ قصد
قاسم کا دیکھکر بہت جلد اپنے دنگل سے اُٹھا اور قاسم کے رعب و جلال کو دیکھکر یون کہنے لگا کہ اے جوان مناسب یہ ہو
کہ پہلے میری بات کا جواب دیدے بعد اسکے اس آہو کو قتل کرنا یہ سُنکر قاسم نے کہا کہ کیا کہتا ہو اُسنے عرض کیا کہ اے شہریار
ذی وقار واقعی آپ کی صفدری اور دلاوری مین کسیطرح کا شک نہین ہو سواے آپکے اور کسیکا کام نہین ہو کہ یکہ و تنہا
اتنے بڑے لشکر کو چھوڑ کے بیخوف و خطر مع مرکب بارگاہ مین چلا آئے ماشاء اللہ ماشاء اللہ لیکن اے شہریار آپ یہ بھی
واقف ہین کہ ہم کون ہین ہم سبکے سب پیغمبر زور کے ملازم ہین اور یہ سرحد شمالیہ باختر ہو ہم لوگون سے خلاف
عدل و انصاف کوئی بات ظہور پذیر نہین ہوتی اے شہریار خیال کرنے کی بات ہو کہ یہ آہوے بے زبان بخوف جان
یہان آکر پوشیدہ ہوا ہو اور آپ اُسکے قتل پر آمادہ ہین بہتر یہ ہو کہ آپ میری خاطر سے اس جانور بیزبان کو آزاد کر دیجیے
یہ سُنکر قاسم نے کہا یہ میرا صید ہو اور میرا دل اُسکے کباب کھانے کو چاہتا ہو مین ہرگز نہ مانونگا یہ سُنکے عظیم نے کہا کہ بہت
اچھا آپ تشریف رکھیے مین بعوض اس آہو کے ہر قسم کا طعام لذیذ حضور کیواسطے مہیا کرتا ہون یہ سُنکے قاسم قتل
آہو سے دست بردار ہوا اور دنگل پر آکے بیٹھ گیا عظیم کوہ بازو تو یہ کہکر کھانا لینے چلا گیا اور یہان آپس مین [illegible]
ہونے لگین کہ بھئی کیا خوشرو جوان ہو کوئی بولا کہ یارو جوان لعل پوش جسکے سنا ہو وہ یہی جوان ہو ابھی یہ باتین ہو ہی
رہی تھین کہ عظیم کوہ بازو کشتیون مین میوہ ہاے لذیذہ اور اطعمۂ لطیفہ نہایت تکلف سے لیے ہوئے آیا اور سامنے

ملک قاسم کے لاکر رکھدین یہ تو شرست سے بھوکے تھے ہی خوب سیر ہو کر نوش جان کیا ابھی عظیم اور ملک قاسم مین اچھی طرح
کوئی اور بات چیت بھی ہونے پائی تھی کہ یکایک دروازہ بارگاہ پر ایک غلغلہ پیدا ہوا کہ ہٹ ہٹ جانا زرہ دو ادب سے استادہ
ہو جاؤ عظیم نے لوگون سے پوچھا کہ یہ کیسا غلغلہ ہے لوگون نے بیان کیا کہ دختر بیغو ناہیل ملکہ ماہ تاجدار آتی ہے یہ سنکر عظیم کوہ بازو
گھبرا کر اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنے دل مین سوچا کہ ملکہ ماہ تاجدار آفت روزگار ہے بڑی شوخ دیدہ ہے اور ملک قاسم بھی نہایت ہی
حسین و خوبصورت ہے ایسا نہو کہ آتش عشق کو اشتعال ہو اور یہ اُسے دیکھکر مفتون ہو جائے اور وہ اُسے دیکھکر بیٹھے بٹھائے
مفت مین بدنامی حاصل ہو بہتر یہ ہے کہ ملک قاسم کو یہان سے ہٹا دیجیے یہ سوچکر ملک قاسم سے کہنے لگا کہ اے شہریار آپکو ایک ذرا
تکلیف ہوگی ہمارے بادشاہ کی بیٹی آتی ہے آپ دم بھر کیواسطے یہان سے ہٹ جایئے تو بہتر ہے ملک قاسم نے کہا بہتر آتی ہے
تو آنے دو مجھے کیا کام ابھی یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ یکایک سواری ملکہ کی نمودار ہوئی ادھر تو ملک قاسم نے آنکھ
اُٹھا کر ملکہ کو دیکھا اُدھر ملکہ کی نگاہ قاسم پر پڑی یہ دونون حجاب کے شیدا ہوئے اور وہ اُنکے حسن پر فریفتہ ہوئی تیر عشق دل کے
پار ہوئے دل دونون کے بیقرار ہوئے مگر ملکہ ملک قاسم کا استفسار حال کرنا بے موقع سمجھی اور ملک قاسم اُسکا حال پوچھنا نامناسب سمجھے
ملکہ بارہ دری مین چلی گئی اور ملک قاسم بارگاہ سے نکلکر باہر آئے عظیم کوہ بازو نے ملک قاسم کے لیے بھی ایک خیمہ علیحدہ
استادہ کرا دیا ملک قاسم اُس خیمہ مین فرش ہوئے لیکن ملکہ ماہ تاجدار پر عشق قاسم نے اسقدر اثر کیا کہ خواب و خور
حرام ہو گیا بارہ دری مین جا کر ایک علیحدہ کمرے مین منھ لپیٹ کر پڑ رہی اور تصویر ملک قاسم کی آنکھون کے نیچے پھرنے لگی اور
اُدھر ملک قاسم بھی ملکہ کے تصور مین بیقراری کرنے لگا جب تمام رات ملکہ کو اِسی حالت مین گذری تو پریچہرہ وزیرزادی نے
اپنے دل مین یہ تصور کیا کہ جب سے ملکہ آئی ہے منھ لپیٹے بیمار دن کی صبح پڑی ہے اُسکی خبث کیا ہے دریافت کرنا چاہیے یہ سوچکر
پریچہرہ ملکہ کے پاس آئی اور دوپٹا منھ سے ہٹا کے کہنے لگی کہ ملکہ ذرا آنکھ تو کھولو آخر تمھارا حال کیا ہے جب سے یہان آئی ہو
اسی حالت سے پڑی ہوئی ہو یہ سنکر ملکہ نے آنکھ کھولی آنکھ کھولتے ہی آنسو ٹپک پڑے پریچہرہ نے عرض کیا کہ کیون ملکہ
خیر باشد تمھارا کیا حال ہوا اے ملکہ آخر بیان تو کرو دو پہر رات مین بیمار دن کی شکل سے بھی بدتر حالت ہو گئی رنگ زرد
متغیر آنکھون مین لال لال ڈورے اے ملکہ تم تو شادی مین آئی ہو بارگاہ مین چلو ناچ دیکھو ذرا دل بہلے یہ سنکر ملکہ نے کہا
کہ نہین مجھے یہین رہنے دو میری طبیعت بہت سست ہے پریچہرہ نے کہا بی بی چاہے تم برا مانو چاہے بھلا مانو سب مجھے تو
کچھ آثار ہی اور معلوم ہوتے ہین بھلا یہ نقشہ کبھی کاہے کو تھا آخر لونڈی تو آپ کی ہمدم و ہمراز ہے مجھسے اظہار حال مین
کیا باک ہے یہ سنکر ملکہ نے کہا کہ اے پریچہرہ ہر چند کہ یہ راز لائق اظہار نہین ہے مگر تمھارے اصرار سے مجبور ہون اگر تم
راز نکرو اور قسم کھا کر مجھسے عہد کرو کہ افشاے راز نہ ہوگا تو مین بیان کرون پریچہرہ نے کہا کہ اے ملکہ آپ ہی کے نمک کی
قسم جو مین کسی سے بھی اس امر کا تذکرہ کرون بلکہ اگر کوئی امر لائق تدبیر ہوگا تو اُسکی فکر و چارہ جوئی کرونگی آپ فرمائین
تو سہی یہ سنکر ملکہ نے کہا کہ اے پریچہرہ کیا کہون بیت ؎ دردیست اندر دل اگر گویم زبان سوزد ؛ وگر دم در کشم ترسم کہ مغز
استخوان سوزد ؛ اے پریچہرہ حقیقت حال اس بے اختیاری کی یہ ہے کہ مین نے جب سے اُس جوان لال پوش کو جو
عظیم کے دنگل کے برابر بیٹھا تھا دیکھا ہے اُسوقت سے دل بیقرار ہے کسیطرح قرار نہین آتا ہر دم قلق و اضطراب بڑھتا ہی
جاتا ہے لاکھ لاکھ دل کو سمجھاتی ہون اور بہلاتی ہون مگر کسیطرح تسکین نہین ہوتی کسیطرح تصویر اُس جوان لال پوش
کی آنکھون کے سامنے سے نہین ہٹتی یہ سنکر پریچہرہ نے کہا کہ خیر اتنی رات تو جون تون کر کے کاٹ دیجیے صبح ہو تو سمجھا جائے
ملکہ نے کہا کہ اے پریچہرہ صبح تک تو اپنا کام ہی تمام ہے تم تسبیح لیے ہوئے بیٹھی رہو اب کوئی تدبیر ایسی کرو کہ یہ رات بخیر و خوبی کٹے
ورنہ نہین تو اب اپنی زندگی سے یاس ہی ہے یہ سنکر پریچہرہ نے کہا کہ آپ کیون گھبراتی ہین مین ابھی ابھی جاتی ہون اور

کسی قصہ گو کو تلاش کر کے لاتی ہوں کہ وہ اگر کوئی اچھا سا قصہ بیان کرے آپکا دل بہلے اور خیال بے لذت اچھی طرح کٹے
یہ کہکر پریچہرہ بارہ دری سے باہر آئی اور ادھر قاسم کا یہ حال ہوا کہ فراق ملکہ میں شش باتیں پیچ و تاب ہوتے ہیں کسی کل چین
نہیں پڑتا ملکہ کا تصور بندھا ہوا ہے اور اپنے دل سے کہہ رہا ہے کہ ایسے دل کو کس بلا میں پھنس گیا اور کہاں جا کر مفتون ہوا
الغرض پریچہرہ نے دروازہ بارگاہ پر آ کر آواز دی کہ ایسے کوئی قصہ گو حاضر ہو ہماری ملکہ طلب کرتی ہیں یہ سنکر قاسم کی جان
میں جان آگئی اور اپنے خیمہ سے نکلکر پریچہرہ کے ساتھ ہوا پریچہرہ نے بارہ دری میں بٹھا کر ملکہ کے کمرے میں چلمنیں ڈالکر کرسی
بچھا کر بٹھایا اور کہا کہ کوئی قصہ تازہ ہماری ملکہ کو سنائیے ملک قاسم تو اس تاک میں تھے ہی جھٹ اپنا اور ملکہ کا قصہ عشق و
دلدوزی بیان کرنا شروع کیا یہ قصہ سنکر ملکہ کے کان کھڑے ہوئے اور چلمن سے جھانک کر جو دیکھا تو کیا دیکھا کہ وہی جوان لال پوش
بیٹھا ہوا ہے بس دیکھتے ہی تاب ضبط باقی نہ رہی جھٹ سے چلمن الٹ ہی تو دی اور کہنے لگی کہ اے شہریار باوقار یہ کنیز تو آپ کے
تصور میں کب سے بیتاب و بیقرار تھی آئیے آئیے تشریف لائیے یہ سنکر قاسم کرسی سے اٹھکر ملکہ کے برابر مسند پر جا بیٹھے ملکہ نے کہا
کہ اے شہریار باوقار اپنے نام نامی اور اسم گرامی سے اس کنیز کو مطلع کیجیے ملک قاسم نے کہا کہ اے ملکہ کبھی سے جوان سبز پوش
اور لال پوش کا بھی تذکرہ سنا ہے جنھوں نے سنجان کو مسخر کیا تھا ملکہ نے کہا کہ جی ہاں اکثر سنا ہے ملک قاسم نے کہا کہ
جناب سنیے احوال سبز پوش تو میرے عم نامدار شاہزادہ بدیع الزمان گرد لشکر شکن داماد گنجاب ہیں اور یہ خادم جوان
لال پوش نبیرۂ حضرت حمزۂ صاحبقران فرزند عمرشاہ نوجوان ملک قاسم لعل خفتان خونریز خادم سپاہ یہ سنکر ملکہ
نہایت ہی خوش ہوئی قاسم نے کہا کہ اب اپنے نام و نسب سے بھی آگاہ کیجیے ملکہ نے کہا کہ اے شہریار میرا نام ملکہ ماہ تاجدار
ہے سیف الملک صف شکن شمالی کی دختر ہوں اور میکائیل قدرت یعنی لقا کے چھوٹے بیٹے کی منسوبہ ہوں
قاسم نے کہا کہ اے ملکہ اب وہ خیال دل میں نہ لائیے لقا اور کیسا میکائیل قدرت گوہر ملک یاقوت شاہ
کی منسوبہ کو تو میرے عم نامدار بدیع الزمان نے چھین لیا اور جوانان سنجان کو زیر و زبر کر کے گنجاب کو بیاہ لائے
انشاء اللہ تعالیٰ تمھیں اپنے عقد میں لاؤنگا میکائیل قدرت کیا چیز ہے الغرض بعد اسکے جب ملکہ نے ایک جام
جام بھر کے ملک قاسم کے سامنے رکھا قاسم نے جام پر ہاتھ رکھدیا اور کہا کہ اے ملکہ لقا پر لعنت کرو اور دائرہ اسلام میں داخل
ہو تو کیا مضائقہ ہے ملکہ نے مع پریچہرہ کے کلمہ پڑھکر شرف اسلام کو حاصل کیا دور سے گلگون ہونے لگا جب رات قریب پہر
بھر کے باقی رہی تو تخلیہ ہو گیا دونوں نے بستر استراحت پر آرام کیا شعر یار کو میں نے مجھے یار نے سونے نہ دیا رات بھر طالع
بیدار نے سونے نہ دیا - الغرض جب صبح ہوئی تو عظیم کوہ بازو بھی بارگاہ میں آیا کہ سب اپنے اپنے دنگلوں پر آ کے
بیٹھے اب جو عظیم نے غور دیکھا تو دیکھا کہ سب تو ہیں مگر اس جوان لال پوش کا نہیں پتہ نہیں ہے یہ دیکھکر کہنے لگا کہ صاحب
پھر کچھ سمجھ میں نہیں آتا جب سے وہ جوان لال پوش میرے پاس سے گیا ہے پھر نہ آیا ذرا کوئی دریافت کرے کہ اسکی
وجہ کیا ہے یہ سنکر کچھ لوگ گئے اور بعد تھوڑی دیر کے آ کر بیان کیا کہ وہ جوان تو ملکہ صاحب کے پاس مسند پر بغل گرم کیے
ہمسند بیٹھے ہیں بس یہ سننا تھا کہ عظیم آگ ہو گیا اور کہنے لگا کہ افسوس اس شوخ دیدہ نے کیا غضب کیا ہے اب یہ منہ دکھانے
کے قابل نہ رہا بخت بدنام کیا مگر خیر سمجھا جائیگا یہ کہکر خاموش ہو رہا دن تو اسی فکر و تردد میں بسر ہو گیا جب شب ہوئی تو گری
اپنے بچے کے اپنے فرزند فولاد کوہ بازو کو ساتھ لیکر بارہ دری میں آیا دیکھا کہ ملکہ ایک چھپر کھٹ پر قاسم کے گلے میں ہاتھ ڈالے
ہوئے آرام کر رہی ہے اور جتنی خواصیں ہیں وہ سب اپنی اپنی جگہ پر سو رہی ہیں یہ دیکھکر فولاد نے کہا کہ دونوں کا قتل کرنا
مناسب معلوم ہوتا ہے عظیم نے کہا کہ اے فرزند دونوں کو قتل کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ ملکہ لقا کے بیٹے کی منسوبہ ہے بہتر یہ ہے کہ
اس شوخ دیدہ کو علیحدہ لیجاکے اس جوان کو مار ڈالو یہ سنکر فولاد نے تو ملکہ کی چوٹی پکڑ کے کھینچی اور عظیم نے قتل قاسم

اور اب کچھ حال شہزادہ ملک قاسم اور آمد شمالیہ باختر کا سُنیے کہ جب تیسرے روز ملک قاسم کو ہوش
آیا تو اُس کسان کی عورت نے فوراً غذائے لطیف حسب خواہش قاسم لاکر حاضر کی ملک قاسم نے کھانا کھایا پانی
پیا شکر خدا ادا کیا الغرض چند ہی روز میں ملک قاسم کو اسقدر قوت آگئی کہ اچھی طرح چلنے پھرنے لگا اور کل زخم بھی اچھے
ہوگئے بعد ایکہفتہ کے غسل صحت کیا اور اُس کسان سے پوچھا کہ کیوں بھائی یہاں سے شمالیہ باختر کتنی دور ہے اُسنے کہا کہ
اے شہریار یہ سرحد شمالیہ باختر ہی کی ہے اور شہر شمالیہ یہاں سے پانچ کوس کے فاصلے پر ہے یہ خبر سُنکر قاسم نہایت شاد ہوئے
اور اُس کسان سے کہا کہ بھائی تمنے ہمارے ساتھ بڑا احسان کیا ۔ شعر ۔ اگر ہر موئے من گردد زبانے ۔ نیاید ازمن از شکرش
بیانے ۔ اب اسقدر تمھاری عنایت کے اور اُمیدوار ہیں کہ ہمیں ایک مرکب اور ایک سپر تلوار بھی تلاش کردو ہی کسان نے
اُسیوقت سپر تلوار اور مرکب نہایت عمدہ لاکر حاضر کیا اور اپنے ہاتھ سے گھوڑے پر بٹھا دیا قاسم اُسیوقت سوار ہوکر جانب
شہر شمالیہ روانہ ہوئے اور بہت جلد قطع منازل اور طے مراحل کرکے داخل شہر شمالیہ ہوئے دیکھا کہ نولاکھ سوار کی
چھاؤنی پڑی ہے کٹورا کھنک رہا ہے ہر کوچہ و بازار میں ازدحام ہے قاسم نے بیچ لشکر میں آکر باگ گھوڑے کی روکلی اور پوچھنا
شروع کیا کہ ایہا الناس اس شہر میں عظیم کوہ بازو کا مکان کہاں ہے اور ملکہ ماہ تاجدار کس مقام پر ہے یہ سُنکر بہت
لوگ دوڑ پڑے بلکہ کچھ لوگ انکے گرد آکھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ عظیم تو ایک پہلوان ہے جہان ہو وہان ہو ہرچند کہ وہ بھی ایک نام
برآوردہ شخص ہے مگر خیر لیکن اے جوان نوجبر نامرسل کی دختر نیک اختر کا نام اس حیثیت سے لینا یہ کیا بے ادبانہ کلام ہے
یہ سُنکر قاسم نے کہا کہ تم لوگ بکتے کیا ہو وہ پہلوان ہے کیا کیدی ذرا اُس کو بُلادو تو سہی دیکھوں تو کیسا پہلوان ہے ابھی
گفتگو میں تو قاسم کو چار پانچ سو آدمی نے گھیر لیا اور ہر ایک اپنی اپنی بات چیت کرنے لگا اس اثنا میں مسلسل آہن قبا دوسرا
پہلوان عزیز الملک کا دربار سے چلا آتا تھا اُسنے جو یہ مجمع دیکھا تو وہ آکھڑا ہوا اور لوگوں سے پوچھنے لگا کہ بھائی یہ کیا ماجرا ہے کچھ
لوگوں نے کہا کہ ہم کیا معلوم نہیں یہ جوان کہاں سے آیا ہے اور اسکی غرض کیا ہے کہیں عجب طرح کا منھ زور اور تیز کلام
شخص ہے پہلوان دوران عظیم کوہ بازو اور دختر نوجبر نامرسل کی شان میں کلمات گستاخانہ کہہ رہا ہے یہ سُنکر مسلسل مجمع
کو ہٹا کر قاسم کے پاس آیا لیکن جلال و رعب قاسم کو دیکھکر گویا ہزار جان سے عاشق ہوگیا اور لپک کر باگ گھوڑے کی
پکڑلی اور کہنے لگا کہ اے شہریار ان کلمات گستاخی آمیز سے کیا نفع ہے آپ میرے مکان پر تشریف لے چلیے میں عظیم کا پتہ
لگا دونگا یہ کہکر قاسم کو اپنے ہمراہ لیکر اپنے مکان پر آیا اور تمام اسباب عیش اور سامان نشاط لاکر مہیا کیا بارہ دری میں
لیجا کر مسند زرنگار پر بٹھایا اور استفسار حال کیا قاسم نے تمام کیفیت من وعن از ابتدا تا انتہا بیان کی یہ حالات سُن کے
مسلسل پیشاب کے بہانے اُٹھکر اپنے ملازموں کو مطلع کرکے جانب بارگاہ روانہ ہوا اور وہاں دربار میں ہر روز
عظیم لاف زنی کیا کرتا تھا کہ میں نے یوں بہادری کی اور ایسے بڑے پہلوان کو یوں چورنگ کر ڈالا چنانچہ آج بھی جب
مسلسل پہونچا ہے تو اُسوقت بھی یہی تذکرہ ہو رہا تھا جب عظیم سب کچھ لاف و گزاف ہانک چکا تو مسلسل
نے جھلا کر کہا کہ بس لے بس میاں عظیم خاموش رہو اب اور تو کیا کہوں مگر اتنا ضرور کہونگا کہ جھوٹے کی ایسی تیسی یہ کلمہ
سُنکر عظیم بھی آگ ہو گیا اور نہایت درجہ غیظ و غضب میں آکر کہنے لگا کہ کیوں بھائی مسلسل یہ تمنے کیا کہا یہ سُنکر مسلسل
کہنے لگا کہ کیا یہی کہا کہ تو جھوٹا ہے ارے تو کہتا کیا ہے وہ نوجوان تو میرے ہی مکان پر موجود ہے ابھی ابھی اُسے بٹھلا کر آیا
ہوں ایک ذرا اُسکے منھ پر چلکے کہو تو پھر تمھاری سچائی اور دروغ گوئی معلوم ہو اتنی گفتگو میں مسلسل کو جو کچھ دیر صرف
ہوا تو قاسم کا دم گھبرانے لگا ملازموں سے پوچھا کہ مسلسل کہاں گیا ہے آخر اسقدر دیر کی وجہ کیا ہے کہا خوب مثل
خلاف مہمان نداشت خانہ بمہمان گذاشت ۔ ملازمان مسلسل نے کہا کہ آپ تشریف رکھیے وہ آتے ہی ہونگے

تھوڑی ہی دور تک گئے ہین ملک قاسم نے کہا کہ اب ہم ایک لحظہ نہ ٹھہرینگے کیا کوئی ہمین قیدی بنایا ہے یہ کہکر بارگاہ سے باہر
نکل آیا تھوڑی دور کے بعد جاکر کیا دیکھتے ہین کہ ایک بارگاہ سلطانی برپا ہے اور تمام تزک و احتشام سلطانی مہیا ہے دروازہ
بارگاہ پر ایک نگیرہ زرتار ایستادہ ہے اور نیچے اُس نگیرے کے شبرنگ زہرہ جبین سلیمانی انھین کا مرکب بندھا ہوا
ہے دریافت جو کرتے ہین تو معلوم ہوا کہ جب عظیم کوہ بازو نے انکا شبارہ باندھکر پھینکدیا ہے اور ملکہ کو گھات میں سوار کرکے
لیچلا ہے تو انکے کل اسلحہ اور گھوڑا عظیم کوہ بازو لے آیا تھا بس یہ سنتے ہی قاسم نے وہین سے بیٹا شبرنگ بیٹا شبرنگ
کہکر پکارنا شروع کیا مرکب نے جو اپنے سوار کی آواز سنی دونون کنوتیان پھڑکا کے ہنہنانے لگا بس قاسم بعجلت تمام آگے بڑھے
اور اگاڑی پچھاڑی کھولکر جھٹ پٹ سوار ہوکر مع مرکب داخل بارگاہ ہونیکا قصد کیا ہرچند دربانون نے روکا مگر یک نسنی غرض
مع مرکب داخل بارگاہ ہوئے مسلسل کی نگاہ جو قاسم پر پڑی عظیم سے کہنے لگا کہ لو میان عظیم وہ نوجوان آ ہی پہنچا پھر
عظیم تو فوراً چاک کرکے بھاگ گیا اور قاسم ادھر اُدھر دیکھنے لگا کہ وہ مردک عظیم کسطرف ہے اسوقت ہوتا تو
قدر عافیت کھلتی اثنائے گفتگو مین اب جو چوبچ بارگاہ مین دیکھا تو دیکھا اپنے ہتھیار رکھے ہوئے ہین بس لپک کر کل اسلحہ
اُٹھا کر زیب بدن کیے اور تیغہ مبارک پر ہاتھ ڈالکے بطریق اہل اسلام سلام کیا اور آواز دی کہ او شہریار آگاہ ہو منم نبیرۂ حضرت
امیر حمزۂ صاحبقران شاہزادۂ خاور سپاہ ملک قاسم لال پوش مین ہی وہ شخص ہون کہ جسنے سنجان کو تباہ و برباد
کرکے گنجاب بن جمہور بن ملک حرمان دیوکش کو بھگایا ہے او شاہ جلد مجھے آگاہ کر کہ وہ مردک عظیم کوہ بازو کہان
ہے اور میری محبوبۂ دلفریب ملکہ ماہ تاجدار کس مقام پر ہے اور یہ کہکر ایک دنگل پر جو سامنے قاسم کے خالی رکھا
تھا بے تکلف بیٹھ گیا یہ دیکھکر عزیز الملک اور سیف الملک نے کہا کہ او جوان یہ کیا غضب کیا تو نے کہ ایک تو ہماری
دختر نیک اختر کا نام سر دربار اس بے ادبی سے لیا اور دوسرے تو اُس شخص کے دنگل پر بیٹھ گیا کہ آج جسکا ملک
شمالیہ باختر مین جواب دینے والا نہین ہے قاسم نے پوچھا کہ وہ کون شخص ہے اور کیا نام و نسب رکھتا ہے عزیز الملک
نے کہا کہ وہ ہمارا فرزند تاج الملک ہے قاسم نے کہا کہ خیر کوئی ہوگا اور ہے تو کیا کیدی ہے اس اثنا مین تاج الملک
بھی دربار مین آگیا دیکھا کہ ایک جوان لال پوش بے تکلف میرے دنگل پر بیٹھا ہے سامنے آکر کہنے لگا کہ اے جوان اُٹھ میرے
دنگل سے تو کون ہے کہ اس بے تکلفی سے میرے دنگل پر بیٹھا ہوا ہے یہ سنکر قاسم نے کہا کہ جا دور ہو سامنے سے تو کیا بکتا ہے
ایسے قطب از جا نمی جنبد مرد میدان کہین جگہ لیکر چھوڑ بھی دیتے ہین اگر تجھکو دعوے بہادری کا ہے تو مجھے یہان سے اُٹھادے
مین تو عظیم مردک کی تلاش مین بیٹھا ہوا ہون وہ آجائے تو جاؤن غرض بعد گفتگوے بسیار جب قاسم نہ اُٹھے تو
تاج الملک نے دوسرا دنگل منگوایا اور اُس دنگل پر بیٹھ کے کہنے لگا کہ ہان اے جوان بیشک مجھے بہادری کا دعوی ہے
قاسم نے کہا کہ بہتر ہے جسطرح جی چاہے مجھسے زور آزمائی کرلے یہ سنکر تاج الملک نے کہا کہ خیر آئیے پہلے ایک زور پنجہ کا تو ہوجائے
یہ سنکر قاسم نے ہاتھ بڑھا دیا اور کہا بسم اللہ غرض دونون مین پنجہ کشی ہونے لگی آن واحد مین قاسم نے ایک
اُنگلی تاج الملک کی توڑ ڈالی جب اُنگلی ٹوٹی تو تاج الملک کچھ کھسیانا سا ہوکر کہنے لگا کہ او جوان اگرچہ
میری اُنگلی ٹوٹ گئی مگر یہ کوئی بڑی بات نہین ہے اب مین تجھسے کشتی لڑونگا قاسم نے کہا یہ بھی سہی مین کسی بات
مین بند نہین ہون تاج الملک نے کہا کہ بہتر پھر کل کا دن معین ہو تو بہتر ہے قاسم نے کہا بہت اچھا کل ہی سہی
مگر پہلے اُس مردک عظیم کوہ بازو اور میری محبوبہ ملکہ ماہ تاجدار کا پتہ بتا دے کہ وہ کہان ہے پھر جب کل ہوگی تو
دیکھا جائیگا یہ کلمہ سنکر تاج الملک آگ ہوگیا کہ بس خاموش کیا بکتا ہے اگر اب ایسا کلام گستاخانہ مُنہ سے نکالا تو زبان
گُدی سے کھینچ لیجائیگی اور اگر تو تنہا نہوتا تو ابھی تیری گردن زدنی کا حکم نافذ کیا جاتا قاسم نے کہا کہ تو بکتا کیا ہے ارے تو کشتی تو

تو بھی دیکھو تو مین تنہا کیا مزہ چکھاتا ہون القصہ بعد گفتگوے بسیار دوسرا دن کشتی کا مقرر ہوا اور تمام شہر مین منادی کرائی
گئی کہ کل ایک جوان لال پوش قاسم نام اور تاج الملک سے کشتی معین ہوئی ہو جب یہ خبر محل مین شدہ شدہ پہونچی
اور ملکہ ماہ تاجدار کو اطلاع ہوئی تو اپنی مان سے کہنے لگی کہ کیون اماجان خداے آسمان کیسا برحق خدا ہو ان کافرون نے
تو اپنے زعم مین قاسم کا کام تمام کرکے لپ تارہ باندھکر پھینکدیا تھا مگر صدقے اُس خدا کے کہ جسنے اُسے حیات تازہ
مرحمت فرمائی یہ سُنکر مادر ملکہ کا اعتقاد نسبت دین اسلام مضبوط ہوا اور از سر صدق اُسوقت کلمۂ توحید پڑھکر دائرۂ اسلام
مین داخل ہوئی جب دوسرا دن ہوا تو مادر ملکہ نے تاج الملک سے کہا کہ اے فرزند ہم بھی کشتی کا تماشا دیکھنا چاہتے
ہین تاج الملک نے کہا کہ اچھا کیا مضائقہ ہو اور ایک برج ملکہ اور مادر ملکہ کی نشست کیلیے علحدہ خالی کرا دیا اور
سیف الملک اور عزیز الملک اور تاج الملک اپنے اپنے پہلوانون کو لیکر اکھاڑے پر آئے اور تاج الملک
اور خاور سیاہ دونون لنگوٹ باندھکر اکھاڑے مین اُترے اور کشتی ہونا شروع ہوئی تین دن تک متواتر کشتی
ہوا کی تیسرے دن قاسم نے اکھاڑے کی چینڈ پر لاکر اس زور سے ایک اڑنگا مارا کہ تاج الملک کا کولا ٹوٹ
گیا جب تو تاج الملک مجبور ہوا مگر فرط شجاعت سے اُسی طرح مصروف کشتی رہا یکایک خاور سیاہ کی
نگاہ جو تاج الملک کے چہرے پر پڑی تو دیکھا کہ بسبب فرط الم کے رنگ چہرہ کا متغیر ہوگیا ہو یہ دیکھکر قاسم نے
دونون شانے تاج الملک کے پکڑلیے اور کہا کہ اے تاج الملک رنگ تیرا کیون متغیر ہو گیا ہو تاج الملک
نے کہا کہ اے شہریار آپ کو اس سے کیا بحث ہو آپ اپنے کام مین مشغول ہوجیے قاسم نے کہا کہ نہین اے تاج الملک
قسم بخدا مین تجھسے ہرگز نہ لڑونگا بخدا مین نے آجتک کسی لنگڑے لولے کو نہین باندھا جب تو اچھا ہو جائیگا جب
مین لڑونگا یہ سُنکر تاج الملک ہزار جان سے مفتون ہوگیا اور اپنے دل مین کہنے لگا کہ واقعی یہ شخص تو مجھسے بھی
زیادہ صاحب مروت و انصاف معلوم ہوتا ہو الغرض قاسم نے تاج الملک کو چھوڑ دیا اور سیف الملک
اور عزیز الملک قاسم کو بعزت تمام بارگاہ مین لائے اور تمام اصحاب جشن مہیا کر دیا ناچ ہونے لگا جام مے گلگون کا
دور شروع ہوا اور وہان ملکہ ماہ تاجدار یہ معرکہ دیکھکر انتہا سے زیادہ خرم و شاد ہوئی اور اپنی مان سے کہنے لگی کہ
کیون امان جان تمنے دیکھا کہ اس شہزادۂ عالی وقار نے کسوقت مین تاج الملک کو چھوڑ دیا کسقدر صاحب
عدل و کرم ہو القصہ قاسم دنگل شوکت پر بیٹھے ہوئے ناچ دیکھ رہے تھے کہ یکایک ایک مار سیاہ بارگاہ مین
پیدا ہوا اور کفچہ بلند کرکے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا تمام بارگاہ سانپ کو دیکھکر حیران و پریشان ہوگئی اور بعض بعض تو
اپنی جان بچا بچا کر بھاگ کھڑے ہوئے مگر ملک قاسم تیغ آبدار کھینچکے اُسکے قتل کیلیے آمادہ ہوئے اُسنے جو قاسم
کو آتے دیکھا تو اور زیادہ سر بلند کرکے مُنھ سے آگ کے شعلے چھوڑنے لگا قاسم نے تیغ مارا سانپ نے کفچہ زمین پر مارا
وار قاسم کا خالی گیا قاسم دوسرا تیغ مارا ہی چاہتے تھے کہ وہ سانپ بجلت تمام پیرون مین قاسم کے آکر لپٹ گیا
ایک سناٹا گجر کے مع قاسم ہوا سے آسمان ہوگیا سب ملک قاسم کیلیے متاسف اور متالم ہوئے اور آپس مین کہنے
لگے کہ معلوم نہین یہ سانپ کہان سے پیدا ہوا اور کدھر سے آیا بظاہر کارسازی سحر معلوم ہوتی ہو کیونکہ اسقسم
کا سانپ آجتک ہماری نظر سے نہین گذرا اب ان سبکو تو یونہین متاسف اور متالم چھوڑیے اور دو کلمہ
داستان حال قاسم کے سُنیے کہ اُس سانپ نے ملک قاسم کو ایک ٹاپو مین لیجا کر اُتار دیا اب جو انکی آنکھ کھلی
ہر طرف تنہا ایک ٹاپو مین پا یا اپنے حال زار پر بیساختہ گریہ کیا ابھی تھوڑی ہی دیر گذرنے پائی تھی کہ یکایک
ایک کشتی سامنے سے نمودار ہوئی اب جو قاسم نے اُس کشتی کی طرف دیکھا تو کیا دیکھا کہ ایک نازنین ماہ پیکر زہرہ جبین

کنیزان ماہ طلعت ساتھ لیے ہوئے کشتی پر سوار چلی آتی ہے قاسم کے برابر آکر کشتی کو روک لیا اور کشتی سے اُترکر ہاتھ ملک
قاسم کا پکڑ لیا قاسم نے اُس ماہ جبین کو دیکھکر سجدہ شکر ادا کیا اور نام اُس گل اندام کا استفسار کیا اُسنے کہا کہ اے شہریار
نام میرا ابریق جادو ہے اگر تجکو اس بلاسے نجات منظور ہے تو مجکو قبول کر ورنہ تمام عمر اس بلاسے نجات ناممکن ہے یہ سُنکر
قاسم نے ایک اُلٹا ہاتھ اُسکے مُنہ پر مارا کہ دو دانت اُسکے ٹوٹ کر حلق میں چلتے رہے بس غیظ میں آکر قاسم کے کمربند
میں ہاتھ ڈالکر جانب آسمان اُڑا لیگئی اور پانچ سو کوس کی بلندی پر لیجاکے کہنے لگی کہ اے قاسم بہتر یہ ہے کہ اب بھی مجکو
قبول کر ورنہ ابھی میں تجکو یہان سے اُٹھاکر پھینکو نگی کہ ہڈیون کا بھی پتا نہ لگیگا قاسم نے کہا کہ او لکاتہ جو تیرے مزاج
میں آئے وہ کر مگر میں ہرگز قبول نہ کرونگا یہ سُنتے ہی قاسم کو اُٹھاکر سر سے اونچا کرکے اُس لکاتہ نے پھینکدیا قاسم
الحفیظ والامان کہتے ہوئے ایک پہاڑ پر جاکے گرے مگر کسیطرح کی چوٹ چپیٹ نہین آئی ایک تھوڑی دیر کے بعد پھر
ابریق جادو کا سامنا ہوا اور پاس آکر کہنے لگی کہ اے نبیرۂ حمزہ اب بھی مجکو قبول کر میں تجھے سارے جہان کا حاکم کردونگی
قاسم نے کہا کہ او لکاتہ تو کبھی کیا ہے ہم ساحرہ کو حرام سمجھتے ہین یہ سُنکر وہ ساحرہ یہ سمجھی کہ اب تحکم سے کام نہ نکلے گا ملکہ رفق
و مدارا کی ضرورت ہے یہ خیال کرکے کہنے لگی کہ اچھا اے شہریار خفا نہو چلو میں تمکو گنبد عجائب کی سیر دکھلاؤن یہ کہکر
کمربند میں ہاتھ ڈالکر قاسم کو اُڑا لیگئی اور ایک مقام عجیب و غریب میں لیجاکر اُتارا آپ تخت جواہر نگار پر بیٹھی اور
قاسم کو مسند زرنگار پر لیجاکے بٹھایا باہر اُس گنبد کے خلق کثیر جمع ہوئی ابریق جادو نے اندرون گنبد سے آواز
دی کہ اے بندگان من سجدہ کنید یہ سُنکر قاسم اپنے دل میں کہنے لگا کہ واہ واہ یہ لکاتہ خداوندی کا دعوی کرتی ہے ابھی
تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ کچھ لوگ ایک شخص کو گرفتار کیے ہوئے سامنے لائے اور بیان کیا کہ اس شخص نے خون کیا ہے
سنتے ہی اسنے جانب آسمان اشارہ کیا ایک برق چمکی اور اُس شخص پر گر کے اُسکے دو پرکالے کر دیے اسکے بعد قاسم
نے دیکھا کہ کچھ لوگ قیماس خان کو لیے ہوئے چلے آتے ہین قاسم نے جو اپنے ماموں کو دیکھا کہنے لگے خدا خیر
کرے القصہ قیماس خان نے داخل گنبد ہوکر بطریق اہل سلام سلام کیا قاسم نے جواب سلام دیا اور پوچھا کہ
ماموں آپ کہان قیماس خان نے کہا کہ میں تمھاری تلاش میں سرگردان و پریشان پھرتا تھا جب سے تم غائب
ہوئے لشکر امیر میں نہین گیا ایک صحراے لق و دق میں ہو کر اس آفت میں مبتلا ہو گیا ایک پنجہ آسمان سے
گرکے مجھے یہان اُٹھا لایا یہ بات چیت قیماس خان اور قاسم کی سُنکر وہ لکاتہ کہنے لگی کہ اے قاسم خاموش تو میری
خداوندی میں فرق لاتا ہے قاسم اپنے دل میں یہ سمجھے کہ ایسا نہو کہ یہ لکاتہ مثل شخص سابق میرے ماموں کے
ساتھ بھی یہی کرے یہ سوچ کر کہنے لگے کہ خبردار انھین کوئی تکلیف نہونے پائے یہ میرے ماموں جان ہین اگر
انکو تکلیف و صدمہ ہوا تو مین اپنی جان دیدونگا مگر وہ لکاتہ کب سُنتی ہے قیماس خان کو قید کرکے ملک
افریقیہ میں برق بریق کے پاس بھیجدیا اور لکھا بھیجا کہ اے برق بریق میں اس خداپرست کو بمصلحت وقت
تمھارے پاس بھیجتی ہون رسم قدیمانہ کے لحاظ سے نہایت حفاظت اور قید شدید میں رکھنا خبردار غفلت
نہ کرنا اور ابریق نے ملک قاسم سے کہا کہ اب بھی مجکو قبول کر وورنہ بہت بُری طرح پیش آؤنگی قاسم نے کہا کہ ایک
شرط سے میں قبول کرتا ہون ابریق نے کہا بیان کرو قاسم نے کہا کہ میں ملکہ ماہ تاجدار دختر سیف الملک
پر عاشق ہون اگر تو اُسے لادے تو میں تجھے قبول کرون اور اگر ملکہ ماہ تاجدار نہ آئی تو یہ امر ہرگز ہرگز وقوع پذیر نہیں
یہ سُنکر ابریق نے کہا کہ میں ابھی لاتی ہون قاسم کو گنبد میں چھوڑ کر ایک باز بلند پرواز کی شکل بنکے شمالیہ باختر کیطرف
روانہ ہوئی قاسم کو اب یقین ہو گیا کہ ابریق جادو ملکہ ماہ تاجدار کو ضرور بالضرور لے آئیگی اور اب مقصد

دل ضرور حاصل ہوگا اب بیان سے ابریق جادو کو تلاش ملکہ ماہ تاجدار مین صحرانوردی چھوڑیے اور دو کلمہ
داستان قیماس خان اور سیارہ بن عمرو کا تلاش قاسم مین جانا اور پنجہ گرنا اور قیماس خان کا
لیجانا ملاحظہ ہو کہ جب قاسم صحرائے عجم سے تعاقب شکار مین غائب ہوگئے اور اُنکے ہمراہی سب روتے پیٹتے خدمت
امیر مین پہونچے اور سب حال امیر کشورگیر سے بیان کیا اُسوقت امیر نے منجمون کو بلا کر استفسار کیا کہ جلد حال قاسم
کا بیان کرو کہ اُسپر کیا گذری اور وہ کسطرف ہو اُسیوقت منجمون نے بقاعدہ نجوم خدمت امیر مین عرض کیا کہ حضور
متفکر و محزون ہون شاہزادہ خار در سیاہ ایک آہو کی تلاش مین جانب صحرا نکل گئے ہین اور بعد چند روز کے ایک صحرا
ہی مین اُنکا پتا لگیگا اور حضور کی قدمبوسی سے مشرف ہونگے بجز مردان بجربہ کار اور آزمودہ روزگار تلاش کے
لیے روانہ فرمائیے یہ سُنکر امیر قلعہ گیر نے اُسیوقت سیارہ بن عمرو اور قیماس خان کو تلاش ملک قاسم کے
لیے بہت سا زر و جواہر دیکر روانہ کیا اور یہ دونون کمر ہمت کو مستحکم باندھکر تلاش قاسم کے لیے روانہ ہوئے بہت جلد
طے مراحل اور قطع منازل کرتے ہوئے ایک دن کی راہ پہر بھر مین طے کرتے ہوئے چلے جاتے تھے کہ یکایک ایک
صحرائے لق و دق مین ان دونون کا گذر ہوا اور پیاس نے ان دونون پر غلبہ کیا جستجوے آب مین ایک جانب کو
منھ اُٹھائے ہوئے چلے جاتے تھے کہ یکایک سامنے سے ایک گرد نمودار ہوئی قیماس خان متحیر ہوکر اُس گرد
کی طرف دیکھنے لگا کہ یکایک دامن گرد کا پھٹا اور ایک پنجہ آسمان سے زمین پر گرا اور قیماس خان
کو اُٹھا لیگیا اور بعد چند روز کے گنبد عجائب مین لیجاکر روبرو ابریق جادو کے اُسوقت حاضر کیا کہ جب
ملک قاسم بیٹھے ہوئے تھے جیسا کہ قبل مین گذارش ہوا اب بیچارہ سیارہ تن تنہا باقی رہگیا مگر پیاس کا وہ عالم
ہو کہ زبان کھنچی جاتی ہو درگاہ باری تعالیٰ مین دعا کرتا ہوا چلا جاتا ہو کہ سامنے سے ایک چشمہ آب نمودار ہوا شکر خدا ادا
کیا اور اُس چشمہ پر جاکے ہاتھ منھ دھوکر پانی پیا اور کنارے پر اُس چشمہ کے بیٹھ گیا کہ ذرا حواس درست ہون تو مین
آگے بڑھون تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ ایک گرد سامنے سے نمودار ہوئی جب دامن گرد کا شق ہوا تو کیا دیکھا
کہ گرگ دمرد اور بختیارک پاے شاطری مارتے ہوئے جلد جلد راہ طے کرتے ہوئے چلے آتے ہین دل مین کہا کہ
اے سیارہ لباس مروک کو یہ خیال کرکے اپنی جگہ سے اُٹھا اور صورت اپنی تبدیل کرکے گرگ دمرد کے پیچھے ہوا
تھوڑی دور جاکے یہ سوچا کہ نہین اے سیارہ گرفتار کرنا اسکا مناسب نہین ہو اسکے پیچھے پیچھے چلے چلو دیکھو
کہ یہ دونون کہان جاتے ہین اور خدا ملکیا حکم کرتا ہو یہ سوچ کر گرگ دمرد کے پیچھے پیچھے چلا بعد چند روز کے بارگاہ
سیف الملک مین داخل ہوئے سیارہ بھی انکے ساتھ ساتھ ہو الغرض داخل بارگاہ ہوکر پگڑی سے
نامہ زمرد شاہ باختری کا نکالکر عزیز الملک کے حوالہ کیا عزیز الملک نے لفافہ چاک کرکے جو پڑھا
لکھا تھا کہ اس نامہ کے دیکھتے ہی ہمراہی طاؤس الحر مین ہماری بہو کو جلد روانہ کرو خبردار خبردار تعویق
نکرنا عزیز الملک نے سیف الملک سے کہا کہ اے برادر خداوند نے اپنی بہو کو طلب کیا ہو اب بھیج ہی
دینا مناسب ہو یہ سُنکر سیف الملک اندر گیا اور ملکہ کو آراستہ و پیراستہ کرکے ایک تخت پر سوار کرکے روانہ کیا
اور بیرون شہر تک تمام ارکین دولت اور اعوان سلطنت پہونچانے گئے اب اتفاقات روزگار ملاحظہ ہو کہ
اودھر سے تو ملکہ ماہ تاجدار جاتی ہو اور ادھر سے ابریق جادو تلاش کرتی ہوئی آتی ہو اُسنے جو یہ سامان
دیکھا کہ ملکہ ماہ تاجدار چلی جاتی ہو فوراً اُسنے چار پتلے سحر کے نکال کے اسم سحر دم کرکے زمین پر مارے بس
اُن پتلون کے گرتے ہی یکایک ایک تتق گرد کا نمودار ہوا اور ایک آواز تڑاقے کی پیدا ہوئی سب نے دیکھا کہ زیر

تخت چار حورین پیدا ہوئین اور اُس تخت کو اُٹھا لے ہوا اُڑا لیگئین عزیز الملک اور سیف الملک یہ ماجرا دیکھکر
کہنے لگے کہ دیکھو خداوند نے حوران قدرت کو بھیجکر اپنی بہو کو طلب کر لیا غالباً یہان سے پہونچنے مین دیر ہوئی یہ سنکر بختیارک
ہنسا اور کہنے لگا کہ اے عزیز الملک تم ہو کہ جو وہ خداوند آپ کا کیا گیدی ہو اور آپ کیا منصوبے ہین ملکہ کو قاسم نے
چھوایا ہو اور یہ وہین جاتی ہو لیکن عزیز الملک کو کب یقین آتا ہے کہنے لگا کہ تو بھی عجب بیہودہ شخص ہے تو ہمیشہ امورات
خداوندی مین تشکیک کیا کرتا ہے بختیارک نے ہنسکر کہا کہ خیر سمجھا جائیگا جب اس امر کا ظہور ہوگا تو تم خود ہی دیکھ لوگے
عزیز الملک نے ہنسکر کہا کہ چلیے رہنے دیجیے آپ کو اس سے کیا غرض ہے اب چلیے چندروز ہمارے مہمان ہو جیے
پھر چلے جایئے گا غرض عزیز الملک اور سیف الملک اور گرد مرد اور بختیارک سب کے سب تو بارگاہ مین
آئے مگر سیارہ تلاش ملک قاسم مین صحرا کی طرف چلا اور صحرا نوردی شروع کی اور یہان سامان عیش مہیا ہوا جام مے
گلگون گردش مین آیا اِدھر اُدھر کے تذکرے ہونے لگے اثنائے تقریر مین بر سبیل تذکرہ یہ بھی ذکر آیا کہ اگر حاکم ملک افریقیہ
برق بریق بھی ہمارے شریک ہو جائے اور زمرہ دوستی اختیار کرے تو ہماری قوت دوچند ہو جائیگی اور پھر کسیطرح کا
رخنہ نہ پیدا ہوگا کیونکہ وہ بڑا زبردست شخص ہے اُسکے شریک ہو جانے سے کوئی خوف و خطر باقی نہ رہیگا سیف الملک
کو یہ امر بہت پسند آیا اور اُنھون نے اُسی وقت اعظم صف شکن اور آفرید کوہ پیشانی کو بُلا کر اپنی جانب سے نامہ لکھکر
دس ہزار سوار کے شہر افریقیہ کیطرف روانہ کیا ادھر وہان ابریق جادو جو ملکہ کو لیکر چلی تو راستہ مین مسعود کوہ طلا
پہ ابریق جادو نے ملکہ ماہ تاجدار کو لاکر اُس کوہ پر اُتارا اب جو غور سے ملکہ کو دیکھا تو اُسکے حسن و جمال پر ہزار جان سے
مفتون ہو گئی قریب اُس کوہ کے ایک باغ تھا جسکو حضرت سلیمان پیغمبر نے بنایا تھا کہنے لگی کہ اے ملکہ تم یہین ٹھہرو مین تمھارے
لیے میوے لاؤن اے ملکہ پہلے تو مین ملک قاسم پر عاشق تھی اور اُسکی خاطر سے تمکو اُٹھا لائی تھی مگر اب مین نے اُس
سے ہاتھ اُٹھا لیا اور تمکو اپنی بیٹی کیا وہ تمھین مبارک ہو اور تم اُسے مبارک ہو اب مین تمھاری مان اور تم میری بیٹی
ہو یہ کہکر کوہ کے نیچے اُتری اور اُس باغ کے اندر گئی میوہ توڑنا شروع کیا اُس باغ مین ایک مدت سے دیو سنجر نام رہتا تھا
اُسنے جو ابریق کو میوہ توڑتے دیکھا وہین سے ہاتھ بڑھا کر ٹینٹوا لیا اور توڑ مروڑ کے ایک ہی لقمہ کر گیا اُسکے لقمہ کرتے ہی ایک
سناٹا سا پیدا ہوا اور ایک آواز آئی کہ مارا جان کشتنی نام من ابریق جادو بود اب جو دیو سنجر اس پہاڑ پر آتا ہے تو دیکھا
کہ ایک نازنین مہ جبین مہ لقا پری پیکر ایک درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی ہے دیو نے جو ملکہ کو دیکھا ہزار جان سے
عاشق ہو گیا اور ملکہ کے آس پاس پھرنے لگا اور ناچنے لگا دیو کو دیکھکر ملکہ سہم گئی اور مارے ڈر کے رنگ چہرے کا زرد ہو گیا
دیو نے اُٹھا کر ملکہ کو اپنے زانو پر بٹھا لیا اور وہان گنبد عجائب مین جو جو طلسمات سحر تھی وہ سب یکایک برطرف ہو گئی
قاسم سمجھ گئے کہ ابریق جادو ماری گئی اب جو اپنی جگہ سے اُٹھتے ہین تو کیا دیکھا کہ بہت سی کنیزین بعذاب الیم مقید
تھین وہ سب بھی قید سے رہا ہوئین قاسم نے اوّل سبکو مسلمان کرکے آزاد کر دیا اور جو کچھ مال و اسباب تھا اُسمین
سے کچھ آپ لیا اور کچھ اُن کنیزون کو دیکر رخصت کیا ایک کنیز نے اُنمین سے آکر عرض کیا کہ اے شہریار ایک اسپ پری پیکر
بھی ابریق جادو کا موجود ہے قاسم نے اُس گھوڑے کو طلب کیا اور سوار ہوکے یکّہ و تنہا تلاش ملکہ مین روانہ ہوا تھوڑی
ہی راہ طے کرنے پائے تھے کہ سامنے سے سیارہ بن عمرو نمودار ہوا ملک قاسم نے جو سیارہ کو دیکھا نہایت ہی
بشاش ہوئے اور آگے بڑھکر نہایت خندہ پیشانی سے دونون بغلگیر ہوئے اور اُسی جگہ بیٹھ گئے سیارہ نے کل
حال ملکہ کا روبرو قاسم کے بیان کیا اور بوتل شراب کی نکالکر دو چار جام ملک قاسم کو پلائے اور خود بھی پیے جب
دماغ بادۂ ناب سے گرم ہوا تو قاسم مرکب پر سوار ہوکے سیارہ کو ہمراہ لیکر ایک جانب کو روانہ ہوئے بعد چند روز کے

قریب ایک شہر کے پہونچے پوچھا کہ اس شہر کا کیا نام ہے لوگون نے بیان کیا کہ اس شہر کو افریقیہ کہتے ہین بادشاہ یہان کا برق بریق ہے یہ سنکر قاسم نے سیارہ سے کہا کہ اس شہر مین چلنا چاہیے یہین ہمارے ماموں قیماس خان مقید ہین سیارہ نے پوچھا کہ یہان وہ کیونکر مقید ہین وہ تو میرے ساتھ آپکی تلاش مین نکلے تھے راہ مین ایک پنجہ گرا اور اُنکو اُٹھا لیگیا تھا ملک قاسم نے کل کیفیت اپنی اور قیماس خان کی بیان کی اور باتین کرتے ہوئے داخل شہر ہوئے اور بسبب ناواقفیت کے ایک صراف کی دُکان پر جا بیٹھے ابھی تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ ایک غُل ہو گیا کہ اعظم صف شکن اور آفریدہ کوہ پیشانی مع دس ہزار سوارون کے سیف الملک شمالی کا نامہ لیکر آتے ہین اور افرق شمشیر پرست فریدون شمشیر پرست کی جانب سے پشت شہر آکر اُترا ہے جب یہ خبر برق بریق کو ہوئی تو اُسنے حکم دیا کہ خبردار نامہ داران سیف الملک کو آنے دو اُنھین کوئی نہ روکے کہ اتنے عرصہ مین آفریدہ کوہ پیشانی دو سو پہلوانون سے نامہ لیے ہوئے داخل شہر ہوا اور بارگاہ سلطانی کا پوچھا ہوا داخل بارگاہ ہوا اور نامہ سیف الملک کا برق بریق کو دیا برق بریق جو لفافہ چاک کرکے دیکھتا ہے تو اُسمین لکھا ہوا تھا کہ ای برق بریق تجکو لازم ہے کہ اس نامہ کے دیکھتے ہی خداوند زمرد شاہ باختری کو سجدہ کر اور لقاپرستی اختیار کر ورنہ یاد رکھنا کہ مین تیرے ملک کو تباہ و برباد کر دونگا اور تجکو بھی پیوند خاک کر دونگا برق بریق اس عبارت کو دیکھکر آگ ہو گیا اور قصد کیا کہ نامہ کو چاک کر ڈالے یہ قصد دیکھکر آفریدہ کوہ پیشانی نے نامہ ہاتھ سے چھین لیا برق بریق اور زیادہ غضبناک ہوا اور حکم دیا کہ اسیوقت آفریدہ کوہ پیشانی کو اُسکے پہلوانون سمیت گرفتار کر لو اُسیوقت برق بریق کے پہلوانون نے ان سبکو طوق و زنجیر مین گرفتار کر لیا برق بریق اُسیوقت ان سبکو اماریون پر ڈالکے افرق شمشیر پرست کے پاس لیچلا اتفاقاً برق بریق کا اُسی راستے سے گذر ہوا کہ جس راہ مین ملک قاسم اور سیارہ دُکان صراف پر بیٹھے تھے ملک قاسم نے جو آفریدہ کوہ پیشانی کو مع دو سو پہلوانون کے اس حالت سے پایا تو سیارہ سے کہا کہ ای سیارہ یہ تو سیف الملک و صف شکن شمالی کا پہلوان آفریدہ کوہ پیشانی ہے مین اسے اس قید سے ضرور چھڑاؤنگا سیارہ ہرچند مانع ہوا مگر قاسم کب سُنتے ہین گھسیٹ کے تیغ بلارک اُن کفار پر جا ہی پڑے سیکڑون کو درہم و برہم کرکے آفریدہ کوہ پیشانی کے پاس پہونچے آفریدہ کوہ پیشانی قاسم کو آتے دیکھکر اور بیکڑا ہو گیا قاسم کی جرأت اور اپنی اعانت پیدا ہونے کی خوشی مین اکر جو زور کرتا ہے تو تمام قید ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی یہ حال دیکھکر اُن دو سو پہلوانون نے بھی اپنی قید کو توڑ ڈالا اور سب کے سب آکر ملک قاسم کے شریک ہوئے اور خوب تلوار چلنے لگی ملک قاسم تلوارین مارتے ہوئے اس صف سے اُس صف پر جاتے ہین اور اس صف سے اُبھر آتے ہین اسقدر لڑائی ہوئی اور جوش شجاعت مین اسقدر زور زور قاسم نے نعرے مارے کہ یہ آواز محبس تک پہونچی اور قیماس خان کے گوش زد ہوئی اُنھون نے بھی بیقرار و بیتاب ہوکر قید کو توڑ ڈالا اور زندان خانہ سے نکلکر قاسم کے شریک ہوئے قاسم قیماس خان کو دیکھکر نہایت خوش ہوئے اور ماموں بھانجے دونون شریک ہوکر لڑنے لگے تا اینکہ شام ہو گئی آفریدہ کوہ پیشانی نے قاسم اور قیماس خان کو بیچ مین کر لیا اور دو سو پہلوانون سے تلوارین مارتا ہوا ایک جانب کو نکل گیا برق بریق اپنے قصر مین چلا آیا راہ مین آفریدہ کوہ پیشانی قاسم کے قدمون پر گر پڑا اور اُن دو سو پہلوانون سمیت کمر جھکا کر از سر صدق مسلمان ہوا اور قاسم کو ہمراہ لیکر اعظم صف شکن کے پاس آیا اور تمام ماجرا اُس سے بیان کیا اعظم صف شکن

نے قاسم سے کہا کہ اے شہریار اگر آپ مجکو زیر کرین تو مین بھی آپ کا دین قبول کرون قاسم نے کہا کہ بہتر کل ہی ہمارے
آپکے آزمائش ہوجائے یہ سُنکر اعظم صف شکن نے اکھاڑا کھدوایا اور قاسم و اعظم صف شکن دونون لنگوٹ
باندھکر اکھاڑے مین کودے کشتی ہونا شروع ہوئی دو روز تک خوب زور آزمائی ہوئی تیسرے دن قاسم
نے اعظم صف شکن کو زیر کیا اور چارون شانے چت کرکے اعظم کے سینہ پر سوار ہوا اور کہا کہ اے اعظم
اکنون در معرفت باری تعالی و تقبیل دین اسلام چہ میگوئی اعظم نے کہا کہ تا زندہ ایم بندہ ایم قاسم نے سینہ پر سے
اُترکے تلقین دین اسلام کی اعظم قدمون پر گر پڑا اور بعد عذر و معذرت کلمہ پڑھکے از سر صدق مسلمان ہوا قاسم کو اعظم
کے مسلمان ہونے کی بڑی خوشی ہوئی وہ شب تو عیش و عشرت مین بسر ہوئی جب صبح ہوئی تو قاسم مع تمام فوج کے شہر
افریقیہ مین داخل ہوا جب یہ خبر برق بریق کو پہونچی تو اُسنے دروازہ قلعہ کا بند کرلیا اور گولندازون کو حکم دیا کہ جو جانب
قلعہ آئے اُسے بے تامل گولہ مارو جب ملک قاسم نزدیک قلعہ کے پہونچے دیکھا کہ دروازہ قلعہ کا بند ہے گولنداز رن
ہنا مین لیے فیر کرنے پر موجود ہین یہ دیکھکر قاسم مع اعظم صف شکن اور آفریدکوہ پیشانی کے گرز لیکر جانب
قلعہ چلے گولندازون نے گولے برسانا شروع کیے مگر یہ تینون علی علی کرتے ہوئے قریب خندق پہونچ گئے قاسم
شادی کرکے دروازہ قلعہ پر آیا اور ایک ہی گرز مین دروازہ قلعہ کا توڑکر داخل قلعہ ہوا اب آفریدکوہ پیشانی و
اعظم صف شکن بھی مع فوج داخل قلعہ ہوئے کافرون کو قتل کرنا شروع کیا یہ ماجرا دیکھکر گویا برق بریق کا دم
نکل گیا اور دوڑکر قاسم کے قدمون پر گر پڑا اور کہنے لگا کہ اے شہریار الامان الامان قاسم نے کہا کہ بشرط ایمان
برق بریق نے کہا کہ تا زندہ ایم بندہ ایم قاسم نے کلمہ تعلیم کیا برق بریق کلمہ پڑھکر بخوف جان اسلام لایا
اور ملک قاسم کو محل شوکت پر بٹھایا اور بڑی تعظیم و تکریم کی وہ روز و شب تو قاسم نے وہین بسر کیا صبح کو کُل قاسم
سبکو اپنے ہمراہ لیکر افریق شمشیر پرست کے مقابلہ کو چلا جب برابر لشکر کے پہونچے اور افریق شمشیر پرست کو
اطلاع ہوئی اُسنے اسیوقت طبل جنگ بجوایا اور دو ملازمان لڑائی کا قرار پایا علی الصباح دونون لشکر میدان مین
آئے صفوف جدال و قتال آراستہ ہوئین افریق شمشیر پرست اپنے گینڈے کو اُڑاکر میدان مین آیا اور مبارز طلب ہوا
قاسم نے بھی اپنے مرکب کو آگے بڑھایا بعد تکاورزنی کے افریق نے برچھا مارا قاسم نے نیزہ اُسکا چھین کر پھینک
دیا افریق نے جھلاکر اتہ پشت نہنگ کا وار کیا قاسم نے وہ بھی چھین کر پھینک دیا اور خنجر دار جنبر دار کھینچکر تیغہ بلارک
کا جو ایک ہاتھ مارا تو افریق کے بدن کے دو حصے ہوگئے تمام فوج ملک قاسم پر ٹوٹ پڑی قاسم بھی فوج مین ڈوب
گیا اور ادھر سے اعظم صف شکن اور آفریدکوہ پیشانی وغیرہ بھی سب مع فوج قاسم کے شریک ہوئے اور
سبکو مارکے بھگا دیا خیمہ و مال و اسباب افریق کا سب لوٹ لیا ہمراہیان افریق لاش افریق کی لیکر بھاگ
کھڑے ہوے قاسم نے وہین بارگاہ برپا کی اور دو تین روز قیام کیا بعد اُسکے قیماس خان سے کہا کہ ماموں جان
آپ مع فوج قلعہ افریقیہ مین چلکر قیام پذیر ہوجیے مین شکار کو جاتا ہون قیماس خان فوج لیکر قلعہ مین پہونچے اور
قاسم مرکب پر سوار ہوکے تن تنہا شکار کے واسطے روانہ ہوا آپ سُنیے کہ ادھر سے ہمراہیان افریق نو لاش افریق
کی لیکر فریدون شمشیر پرست کے پاس جاتے ہین اور فریدون اپنے قیامگاہ سے شکار کو نکلا تھا شوق شکار
مین چلتے چلتے گذر اُسکا شہر مین جواہر زرون کے ہوا اور یہ سب فریدون کے خراج گذار تھے جب فریدون کے
آنے کی خبر زرتاج زرین جواہر کو ہوئی کہ جو وہان کا بادشاہ تھا تو وہ مع فوج استقبال کرکے اپنی بارگاہ مین لایا
تخت جواہر نگار پر بٹھلاکے کُل اسباب عیش مہیا کیا القصہ فریدون شمشیر پرست بیٹھا ہوا شراب پی رہا تھا کہ

اُسکے لڑکی لاش افریق شمشیر پرست کی لیکر حاضر ہوے زر تاج زرین جوالہ نے پوچھا کہ اسکو کسنے مارا وہ بہر کیا گذری
اُن سب نے کل کیفیت ملک قاسم کی لڑائی اور اُسکے مارے جانیکی بیان کرکے بیان کیا کہ قاسم اب شہر سنبھالیہ
باختر کو تاراج کر رہا ہی اور وہ ہزاروں پہلوانوں پر فتحیاب ہوا اور فتح حاصل کر رہا ہی یہ سنکر زر تاج کو غصہ آگیا
گجناک جوالہ زن کو مع چالیس ہزار جوالہ زنوں کے قاسم کے مقابلے کے لیے روانہ کیا بعد قطع منازل و طی مراحل
گجناک جوالہ زن شہر افریقیہ مین داخل ہوا جب برق بریق کو یہ خبر پہونچی اُسوقت قیماس خان اور
اعظم صف شکن نے کہا کہ اے برق بریق تم ہرگز ہرگز خائف نہو اور مع لشکر کے جاری ہمراہی مین اُسکے مقابلہ
کو چلو قیماس خان کی ہدایت کے بموجب برق بریق سب فوج کو ہمراہ لیکر مقابلہ کو باہر آیا اور مقابل بارگاہ
گجناک اپنی بارگاہ برپا کی اور کل فوج اُس بارگاہ مین جمع ہوئی دورۂ جام مے گلگون چلنے لگا جب دماغ
بادۂ ناب سے گرم ہوا تو طبل رزمی بجنے کا حکم دیا اُسیوقت برق بریق کی فوج مین طبل جنگ پر چوب پڑی جب یہ
خبر گجناک کو ہوئی تو اُسنے نقارۂ رزمی پر چوب لگوائی الغرض رات بھر دونوں طرف تیاری جنگ مین بسر ہوئی
صبح کو دونوں لشکر صف آرائے میدان جنگ ہوئے گجناک نے بعد رجز خوانی کے گینڈا اپنا بڑھایا اور مبارز طلبی
کی اسطرف سے اعظم صف شکن مقابلہ گجناک کو باہر آیا گجناک نے مثل شعلۂ جوالہ کے چار پانچ ہاتھ تلوار کے
اعظم صف شکن کے حوالہ کیے کہ اعظم صف شکن زمین پر گر پڑا فوراً گجناک نے اعظم کو گرفتار کرکے اپنے لشکر
مین بھجوا دیا اور طبل بازگشت بجوا کے اپنے لشکر مین واپس ہوا جب شب ہوئی تو گجناک قید اعظم کی لیکر پاس
زر تاج زرین جوالہ کے روانہ ہوا اور یہان جو قاسم شکار کرکے واپس آیا تو اُسنے کل احوال جنگ اور گرفتاری اعظم
صف شکن کا مفصلاً سنا اور سنتے ہی غیظ مین آکر اُسکے پاؤن شہر جوالہ زنان کیطرف یکہ و تنہا روانہ ہوا اور یہان
گجناک نے اعظم کو روبروئے زر تاج کے حاضر کیا زر تاج نے اعظم صف شکن کو دیکھکر کہا کہ اے اعظم اگر تو دین
شمشیر پرستی اختیار کرے تو مین تجھکو ابھی چھوڑ دون اعظم نے کہا کہ تو کیا مجھے گرفتار سمجھکر دباتا ہی ہم سپاہی جان سے جانا قبول
کرتے ہین مگر استقلال کو نہین چھوڑتے ہم بے تقیہ خدا پرست ہین اور شمشیر پرستی اور لقا پرستی دونون پر لعنت کہتے ہین
یہ سنکر زر تاج کو غیظ آگیا اور اعظم کو زیر دار بٹھا کر حکم قتل دیا اور اعظم سے کہا کہ اب بھی شمشیر پرستی اختیار کرکے کیون اپنی
جان کے پیچھے پڑا ہی اعظم نے کہا اگر تو مجھکو قتل بھی کر ڈالے تب بھی مین خدا پرستی کو ترک نہین کر سکتا ابھی اعظم صف شکن
زیر دار بیٹھا ہی ہوا تھا کہ یکایک ملک قاسم مع مرکب دزدانہ بارگاہ کے اندر داخل ہوا اعظم مین تو قاسم کو دیکھتے ہی جان
آگئی اور تمام روداد اپنی گذشتہ بیان کی قاسم نے کہا کہ اے اعظم تو بیخوف اُٹھ کھڑا ہو اعظم نے کہا کہ اے شہریار مین تو زیر
دار بیٹھا ہون کیونکر اُٹھون یہ سنکے قاسم اعظم کی قید کاٹنے کو آگے بڑھا یہ دیکھکر زر تاج کو غصہ آگیا اور حکم دیا کہ جلد اس
جوان کو مار لو یہ سنتے ہی گجناک اُٹھ کھڑا ہوا اور قاسم اور گجناک مین مقابلہ ہوا گجناک قاسم کو للکار کر کہنے لگا
کہ او سرخ پوش کہان جاتا ہی مین ابھی ابھی تجھے بھی قید کرتا ہون یہ سنکر ملک قاسم نے کہا کہ او مردک تو کیا مجھے قید کریگا
مین ہی تجھے ایک دم مین باندھے لیتا ہون یہ سنکر گجناک کو غصہ آگیا اور کہنے لگا کہ او سرخ پوش کہان جاتا ہی یہ سنکر ملک
قاسم بھی آگے بڑھے اور وار چلنا شروع ہوئے ملک قاسم نے کل وار اُسکے خالی دیے اور ایک ہی ہاتھ مین کام اُسکا
تمام کیا یہ دیکھکر جتنے پہلوان حاضر دربار تھے وہ سب قاسم پر ٹوٹ پڑے قاسم نے بھی تیغ پیارک گھسیٹ کے کشت و خون جنگ و
قتال کرنا شروع کیا مگر فریدون شمشیر پرست اپنے مقام پر بیٹھا رہا اعظم صف شکن نے جو یہ ماجرا دیکھا ایک
انگڑائی جوش شجاعت مین لیکر تمام قید کو توڑ ڈالا اور ہمراہ قاسم کے لڑنے لگا جب تو زر تاج بھی تلوار گھسیٹ کے

قاسم کے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ اے جوان لال پوش تو نے میرے بہت سے پہلوانون کو قتل کیا مین بھی اب تجکو قتل کرونگا یہ سنکر ملک قاسم کو غصہ آگیا اور زرد تاج زرین جوالہ اور قاسم سے تلوار چلنے لگی زرد تاج زرین جوالہ نے جو ایک ہاتھ تلوار کا قاسم کے سر پر مارا تو ناہید آ گرا آیا قاسم نے دستانہ مارا تلوار تو سر سے نکلی مگر چادر خون کی سر سے جاری ہوگئی قاسم نے چاکرین بھی حملہ آور ہون مگر اتنے مین پہلوان آنکے آپہنے اور چار طرف سے گھیر کر قاسم کو تلوارین مارنے لگے قاسم بیکل فقیر مجروح زخمون کی کثرت سے چور چور ہو کر جھومنے لگا اور زرد تاج نے حکم دیا کہ سر اس جوان کا کاٹ لو یہ دیکھ کر فریدون بیتاب ہو کر تلوار کھینچ کے اٹھ کھڑا ہوا اور سب کو ہٹا کر ملک قاسم و اعظم کا ہاتھ پکڑ کے اپنی بارگاہ مین لایا اور جراحون کو بلوا کر اعظم و قاسم کے ملنگے دوائے بقدرت خدا دو ہی روز مین صحت ہوگئی فریدون نے اسباب عیش مہیا کیا دور شراب چلنے لگا قاسم نے اعظم سے کیچناک کے مقابلے کو استفسار کیا اعظم نے کل قصہ از ابتدا تا انتہا بیان کیا قاسم کو سنکر غیظ آگیا اللہ آسی وقت حکم دیا کہ اسے یہان سے نکالدو اس نامرد کا میرے پاس کچھ کام نہین ہر چند فریدون نے اصرار کیا کہ شہریار ایسے بہادر کو آپ نکالتے ہین کیا غضب کرتے ہین مگر قاسم نے بالکل اعتنا نہ کی اور آسیوقت اعظم کو نکلوا دیا وہ وہ قابو ہوا صحرا کی طرف نکل گیا اور ملک قاسم نے بارگاہ فریدون مین قیام کیا اب انکو تو یہین چھوڑیے اور قلعہ افریقیہ کا حال ملاحظہ فرمایئے کہ برق بریق نے جو یہ لا اخالی پایا وقت فرصت غنیمت جانکر شب کو جب سب کے سب بیخبر ہوگئے تو تہ تلوار لیکر آٹھا اور ایک سرے سے سو سے قیاس خان اور آفرید کوہ پیشانی کے کل ہمراہیان قاسم کے سر کاٹکر کنگرون مین لٹکوا دیے اور قیاس خان اور آفرید کوہ پیشانی کو قید کر کے سیف الملک کے پاس شمالیہ باختر لیچلا یہ خبر ہارون نے فریدون شمشیر پرست کو پہونچائی تو وہ فورا تاج زرین جوالہ کے پاس آکر کہنے لگا کہ اے زرد تاج مین تو رخصت جاتا ہون اور قاسم کو یہین چھوڑے جاتا ہون خبردار اسے کوئی تکلیف نہونے پائے اور اگر وہ تجسے آکر پوچھے کہ فریدون کہان گیا ہے تو کہدینا کہ وہ اپنے ملک کے بندوبست کو گیا ہے اور یہ کہکر یکہ و تنہا مرکب پر سوار ہو کے شہر شمالیہ باختر کو روانہ ہوا اب اسکو تو راہ شمالیہ باختر مین رہرو چھوڑ دیجے

اور دیکھیے داستان روانگی بدیع الزمان کی تلاش ملک قاسم مین ملاحظہ فرمایئے

کہ جب بدیع الزمان نامور شکار سے واپس آئے اور حال قاسم کا سنا نہایت متالم ہوئے اور بعد روانگی قیاس خان اور سیارہ بن عمرو جب عرصہ بعید اور مدت مدید منقضی ہوگئی اور کوئی خبر ملک قاسم کی امیر کشورگیر کو نہ ملی نہ سیارہ پھرا اور نہ قیاس خان نے مراجعت کی تو امیر کشورگیر نہایت متحیر ہوئے اور سخت تردد لاحق حال ہوا ادھر بدیع الزمان کا بھی بہت ہی دم گھبرایا امیر کشورگیر سے اجازت حاصل کر کے شکار کھیلتے ہوئے ملک قاسم کی تلاش مین روانہ ہوئے جاتے جاتے ایک صحرائے لق و دق مین گذر ہوا کہ جہان ایک قافلہ تجار کا خیمہ زن تھا بدیع الزمان اہل قافلہ سے مستفسر ہوئے کہ سردار اس قافلے کا کون ہے معلوم ہوا کہ میر قافلہ خواجہ سعید تاجر ہے بدیع الزمان یہ سنکر خواجہ سعید کے پاس آئے وہ صورت دیکھتے ہی بدیع الزمان نامور کو پہچان گیا اور کہنے لگا کہ اے شہریار آپ اس صحرا مین کہان بدیع الزمان نے کہا کہ خواجہ کیا کہون خلاصہ یہ کہ ملک قاسم کو ڈھونڈھنے نکلا ہون اب تم بتاؤ کہان کا قصد رکھتے ہو خواجہ سعید نے کہا مین تو شہر شمالیہ کا قصد رکھتا ہون بدیع الزمان نے کہا کہ ہم بھی تمھارے ساتھ چلین خواجہ سعید نے کہا کہ بسم اللہ چشم ما روشن دل ما شاد تشریف لیچلیے غرض اس شب کو تو سب اُسی صحرا مین خیمہ زن رہے اور صبح کو خواجہ سعید نے چلنے کا قصد کیا بدیع الزمان بھی خال ابرو بھی اور گیسوان خلیلی کو چھپا کر تاجرون کی شکل بنکے خواجہ سعید کے ہمراہ ہوئے بعد چند روز کے باغ عشرت مین داخل ہوئے اور وہان کے باشندون سے حال ملک قاسم کا استفسار

کیا اُن لوگون نے کل واردات سن وعن بدیع الزمان سے بیان کی بدیع الزمان حال قاسم کے چور نگ ہونیکا
سنکر نہایت متاسف ہوئے اور ایک کوہ عظیم دل پر بدیع الزمان کے گر پڑا اور مصمم مراجعت کا قصد کیا مگر خواجہ سعید
نے بہت اصرار کیا کہ نہین شہر شمالیہ تک تو میرے ساتھ چلے چلیے کچھ خاطر جمع ہوئے اور یہ صدمۂ عظیم دل سے ہٹ لے
تو پھر تشریف لیجائیے گا غرض بدیع الزمان خواجہ سعید کے ہمراہ ہوئے اور بعد طے مراحل و قطع منازل دارلگاہ عزیز الملک
مین داخل ہوئے اتفاقاً اُسوقت بختیارک بھی مع ہرمز و فرامرز کے بارگاہ مین موجود تھا خواجہ سعید مجرا کر کے
صف تجار مین بیٹھ گیا اور بدیع الزمان بھی خواجہ سعید کے پاس جاگزین ہوئے بختیارک نے بہ نگاہ اول ہی
بدیع الزمان کو پہچان کر ہرمز و فرامرز کے کان مین کہا کہ دیکھو وہ بدیع الزمان تاجر بنا بیٹھا ہے ہرمز کہنے لگا کہ
او مسخرے کیا بکتا ہے بدیع الزمان کبھی آسکے یہان آنے کی کیا غرض اور اگر آ ابھی تو اپنے کو مخفی کرنے کی کیا ضرورت
تھی بختیارک نے کہا خیر دیکھتے رہو کوئی دم مین سب حال کھلا جاتا ہے مجھے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بدیع الزمان تخت
عزیز الملک کو تختۂ تابوت کرنے آیا ہے ابھی بختیارک یہ کہی رہا تھا کہ خواجہ سعید نے کچھ جواہر عزیز الملک کو
دکھایا عزیز الملک نے وہ جواہر لیکر خواجہ سعید سے پوچھا کہ یہ نیا جوان تمھارے ساتھ کون ہے خواجہ سعید نے کہا کہ یہ میرا
بھائی ہے اصفہان سے آیا ہے عزیز الملک نے بدیع الزمان سے پوچھا کہ تمھارا کیا نام ہے بدیع الزمان نے کہا
میرا نام بدیع الزمان تاجر ہے عزیز الملک نے کہا کہ کچھ جواہر تم بھی اپنا ہمین دکھاؤ بدیع الزمان نے دو تین گوہر
بے بہا عزیز الملک کے سامنے پیشکش کیے وہ موتی عزیز الملک کے بہت پسند آئے ابھی اور کچھ گفتگو نہ ہونے پائی
تھی کہ ہلکارون نے آکر اطلاع دی کہ برق بریق آفریدہ کوہ پیشانی اور قیماس خان کو قید لیکر حاضر درگاہ
ہوا ہے اور کل ماجرا اعظم صف شکن اور آفریدہ کوہ پیشانی اور قیماس خان کا بیان کیا عزیز الملک نے
اُسیوقت حکم دیا کہ ان دونون کی گردن ماری جائے کہ یہ لوگ ہرگز لائق عفو نہین ہین الغرض برق بریق کو کرسی ملی
بھی اور قیماس خان اور آفریدہ کوہ پیشانی اُسیطرح سامنے مقید و مسلسل کھڑے ہوئے تھے کہ یکایک
نظر قیماس خان کی بدیع الزمان پر پڑی اور بدیع الزمان نے قیماس کو دیکھا اُنھون نے انکو پہچانا اور
اُنھون نے انھین پہچانا ادھر بدیع الزمان اپنے دل مین سوچنے لگے کہ بھئی اچھے وقت پر پہونچے اور خوب موقع
ہاتھ لگا قیماس خان جسوقت زیر تیغ بٹھائے جائینگے اُسیوقت اُٹھکر اُسے رہا کر دو اگر آج قیماس خان کو رہا کرا دیا تو بہت بڑا
احسان قاسم پر ہوگا اور قیماس خان بھی تہِ سرنگون ہوگا اور علاوہ اس احسان کے ایک برادر مومن
کی اعانت اور اُسے ایسے سخت مہلکہ سے بچانا کسقدر ثواب عظیم ہے امید قوی تو حق تعالے سے یہی ہے کہ دو ان کافرون پر
فتح دیگا اور قیماس خان چھوٹ جائیگا ثواب کا ثواب اور احسان کا احسان ہوگا اور اگر مارے بھی گئے تو اجر شہادت
کہان گیا ہے وہ حاصل ہوگا اور اُدھر قیماس خان یہ خیال کر رہے ہین کہ اگر مین زیر تیغ بٹھایا گیا اور میرے
قتل کا سامان ہوا تو یہ ممکن نہین کہ بدیع الزمان میری مدد کے لیے نہ اُٹھے اور میری رہائی کے لیے کوشش
نہ کرے تلوار نہ کھینچے ہی اگر مین اسکے ہاتھ سے رہا ہونگا تو علاوہ میرے سرنگون ہونے کے قاسم پر بڑا احسان
ہوگا اور وہ سرنگون ہوگا تمام عمر شرمساری رہیگی ایسے احسان لینے سے تو جان دیدینا بہتر معلوم ہوتا ہے جان
رہے یا نہ رہے مگر بدیع الزمان کا احسان اپنے اوپر نہو ابھی یہ دونون اپنے اپنے مقام پر یہ منصوبہ کر ہی رہے
تھے کہ یکایک جلاد تیغ بکف سامنے گیا اور اُسنے اذن قتل لیکر میدان خونی تیار کیا اور ریگ کا چبوترہ باندھکر اور
نطع ڈالکے قیماس خان کو اُسپر بٹھایا اور کوئلے کی لکیر گردن پر لگا کے چاہتا تھا کہ تلوار قیماس خان

کی گردن پر پہونچنے ہی پائے تھے کہ یکایک شاہزادہ بدیع الزمان بانکپن سے تیغ بکف اٹھے اور نعرہ کیا کہ خبردار او نامرد
قیماس خان پر تلوار نہ پڑنے دیں ورنہ میں تجھکو اور تیرے بادشاہ کو زندہ نہ چھوڑونگا کیا مجال ہے تیری اور تیرے بادشاہ کی
کہ قیماس خان کے ہاتھ لگا سکے آگاہ ہو کہ میں ہی شاہزادہ بدیع الزمان نامور خلف الرشید امیر کشورگیر خواجہ
حمزہ صاحبقران ہوں یہ کہکر چاہتے تھے کہ قید کو قیماس خان کی کاٹ دیں غرض جب قیماس خان نے بدیع الزمان کو برابر
آتے دیکھا اسکو غصہ آگیا اور زور شجاعت میں آکر اس زور سے ایک انگڑائی لی کہ تمام قید ہاتھ پاؤں کی ٹوٹکر دور جا پڑی
اور جلاد کے ہاتھ سے تیغہ چھینکر چاہتے تھے کہ جلاد کو ماریں کہ یکایک در بارگاہ سے ایک گرد اٹھی اور فریدون
شمشیر پرست مع مرکب داخل بارگاہ ہوا اور پکارکر کہنے لگا کہ ای قیماس خان تم ہرگز ہرگز خائف و متالم نہ ہونا میں
بھی تمہاری کمک کو آپہونچا یہ دیکھکر بختیارک ہنسا اور ہرمز و فرامرز سے کہنے لگا کہ لیجیے جو ہم کہتے تھے اُسکا سا سنا
ہو گیا آپ تو فرماتے تھے کہ بدیع الزمان یہاں کہاں اور اُسے یہاں آنے کی کیا غرض اب تو آپ کو اُسکے آنے کا
سبب معلوم ہو گیا ارے جناب اب دیکھیے گا کہ بدیع الزمان کس کسکا کام تمام کیا ارے صاحب
سیف الملک کا تخت تختہ تابوت ہی نہ ہو جائے تو میرا نام بختیارک نہ رکھیے گا الغرض یہ ماجرا دیکھکر آفرید
کوہ پیشانی نے بھی اپنی قید کو توڑ ڈالا اور نعرہ کیا کہ او نامردو اب کہاں جاؤگے یہ سنکر سیف الملک نے
حکم دیا کہ کل پہلوان یکبارگی ان سب پر ٹوٹ پڑیں اور چاروں طرف سے گھیرکر انھیں پکڑلیں اور ہر چہار جانب پہرے
بیٹھ جائیں کہ ان میں سے کوئی بھاگ کر نہ جانے پائے یہ سنکر اسیوقت سب پہلوان ٹوٹ پڑے اور پہرے بیٹھ گئے لڑائی ہونے
لگی اب ادھر فریدون مقابلہ کر رہا ہے اُدھر قیماس خان اور بدیع الزمان اور آفرید کوہ پیشانی جنگ کر رہے
ہیں جب کئی پہلوان بڑے بڑے زبردست لشکر سیف الملک کے مارے گئے تو فریدون کا حوصلہ اور زیادہ
ہوا اور مثل شیر غران برق بریق پر حملہ آور ہوا یہ دیکھکر برق بریق بھی اپنی جگہ سے اٹھکر بڑھا اور ایک تلوار فریدون
پر ماری فریدون نے اُس ضرب کو خالی دیکر ایک ہاتھ تیغ بیدریغ کا برق بریق پر ایسا مارا کہ برابر سے کٹکے دو حصے
ہو گئے یہ دیکھکر تاج الملک کو غصہ آگیا اور تلوار گھسیٹ کے فریدون پر چلا اور ایک تلوار جو سر پر فریدون کے
ماری تو تا دوابرو اتر آئی فریدون نے خون پاک کرکے جواب میں تلوار لگائی تو تاج الملک کے بھی کوئی دو انگل کا زخم آیا
یہ ماجرا دیکھکر قیماس خان بھی اسطرف متوجہ ہو گئے اور تاج الملک کے ایک تلوار لگائی اُسنے خالی دیکر جو ایک تلوار
قیماس خان کے ماری تو تا دوابرو اتر آئی یہ کیفیت دیکھکر آفرید کوہ پیشانی بھی اسطرف آپڑا اور پہلوانوں سے
لڑنے لگا اسی عرصے میں بدیع الزمان بھی اسطرف آگئے اور آتے ہی ایک تلوار تاج الملک کے ایسی ماری
کہ تا دوابرو اتر آئی یہ دیکھکر سیف الملک کو بھی تاب باقی نہ رہی اور اپنے دنگل سے اٹھکر ایک تلوار بدیع الزمان
کے لگائی بدیع الزمان نے خالی دیکر ایک ہاتھ تیغہ طورث کا ایسا مارا کہ اسکے بھی تا دوابرو اتر آیا یہ دیکھکر عزیز الملک
نے اپنے فرزند بدیع الملک سے کہا کہ او فرزند تمھارا اور جلا اس پسر حمزہ کو مار ڈالے یہ سنکر بدیع الملک اٹھا اور تلوار کھینچکے
بدیع الزمان پر آیا اور شاباش کہکے ایک ہاتھ بدیع الزمان پر مارا بدیع الزمان نے خالی دیکر بند دست پکڑکے
اس زور سے جھٹکا دیا کہ بدیع الملک منہ کے بل آرہا اسکے گرتے ہی بدیع الزمان نے کمر بند میں اُسکے ہاتھ ڈالکر زمین
سے اٹھا کر چکر دیکر زمین پر دے مارا اور دونوں پاؤں پکڑکے جو زور سے جھٹکا دیتے ہیں تو برابر دو حصے ہو گئے بیٹے کی لاش جو
عزیز الملک نے دیکھی دنیا نظروں میں تیرہ و تاریک ہو گئی بس فوراً تخت پر سے کود پڑا اور بدیع الزمان کے ایک قدم آتے
ہی اس زور سے ماری کہ اگر ہٹ نہ جاتے تو سر پاش پاش ہو جاتا مگر پھر سر تو بچگیا شانے پر پڑی کہ زرہ کو کاٹکر پڑی

برچھی خون پونچھکر بدیع الزمان چاہتے ہی تھے کہ اُسپر بھی وار کرین کہ ایکایک کئی پہلوان اُسکے بیچ مین آگئے اور لڑائی
ہونے لگی یہ جرات وصفدری بدیع الزمان کی دیکھ دیکھکر فریدون کہہ رہا تھا کہ خدا اس جوان کو نظر بد سے بچائے کیا بہادر
شخص ہی جب یہ سب کے سب لڑتے لڑتے باہر آگئے تو عزیز الملک نے حکم دیا کہ تمام شہر کے فوجی پہرے بیٹھ جائین جو
جسطرف جائے بے تامل اسکا سر کاٹ لو القصہ قیاس خان مارتے پیٹتے اسی حالت زخمداری مین ایک طرف
نکلگئے فریدون شمشیر پرست ایک طرف مارتا ہوا نکلگیا آفرید ایکطرف کو چلا گیا مگر بدیع الزمان جس راہ سے چلے اُسطرف
مسلسل آہن قبا پہرے پر کھڑا ہوا تھا بدیع الزمان کو آتے دیکھکر اُسنے خوف سے راہ دیدی بدیع الزمان
گھوڑا دبائے ہوئے نکلگئے اور آفرید کوہ پیشانی جو گھوڑا دبا کر چلا تو اس سے عظیم کوہ بازو سے سامنا
ہوا آفرید نے چاہا کہ گھوڑا دبا کر نکلجائے مگر ممکن نہ ہوا عظیم نے اپنے ساتھیون کو حکم دیا کہ اس نمک حرام کو گرفتار کرو یہ سنکر
فوج آفرید دوڑ پڑی آفرید نے جو گھوڑا دبایا تو راہ مین ایک خندق تھی راکب و مرکب دونون اُس خندق مین جا پڑے
پھر لوگ آفرید پر ٹوٹ پڑے اور اُسے گرفتار کر لیا رات بھر قید رکھا صبح کو مطوق و مسلسل کرکے دربار عزیز الملک
مین حاضر کیا عزیز الملک نے آفرید سے کہا کہ ای آفرید اگر تو خدا لقا کو سجدہ کرے اور ملک قاسم کی الفت کو اپنے
دل سے بھلا دے تو مین تجھے ابھی رہا کر دون اور تیرے قصور کو عفو کر دون یہ سنکر آفرید لقا کو سخت سست کہنے لگا اور کہنے لگا
کہ وہ خداوند تیرا کیا مسخرہ ہے جسے مین سجدہ کرون اگر مین قتل بھی کیا جاؤن تب بھی خداپرستی کو نہین چھوڑ سکتا یہ سنکر
عزیز الملک نے حکم دیا کہ خیر ابھی اسے قید رکھو سمجھا جائیگا اب اسکو تو یہین مقید چھوڑیے

اور دو کلمہ داستان فریدون شمشیر پرست کے پہونچنا اُسکا شہر سحر ابیہ مین اور بعد قتل دیو سنجر کے سحر اب شاہ کو قتل شمشیر پرست کرنا ملاحظہ فرمائیے

عندلیبان گلشن معانی اور زمزمہ سنجان گلستان خوش بیانی اس داستان صحت بیان کو یون تحریر کرتے ہین کہ فریدون
شمشیر پرست جو بارگاہ سیف الملک سے لڑتا بھڑتا ہوا نکلا اور طی مراحل اور قطع منازل کرتا ہوا چلا جب قریب دو
منزل کے پہونچگیا تو ایک جگہ زیر سایہ درخت بیٹھکر تھوڑی کو فنگاشی مرہم کی چڑھائی اور پھر مرکب پر سوار ہو کے ایک جانب کو
روانہ ہوا بعد دو روز کے ایک شہر کے ناکے پہ پہونچا سیر کرتا ہوا داخل شہر ہوا جاتے جاتے ایک مقام پر کیا دیکھتا ہی کہ
پانچ چار آدمی ایک کمرے مین باہم بیٹھے ہوئے ہین فریدون نے گھوڑا روک کر ان لوگون سے کہا کہ اگر آپ حضرات کی
اجازت ہو تو مین بھی حاضر ہون اب جو ان لوگون نے فریدون کو دیکھا سطوت و جلالت فریدون کی دیکھکر خیال کیا
کہ یہ کوئی شخص جلیل القدر معلوم ہوتا ہی یہ سوچ کر کہنے لگے کہ بسم اللہ تشریف لائیے فریدون گھوڑے سے اُترکر
حسب دستور خود ملا ان لوگون نے فریدون کی تعظیم کی جب شام ہوئی تو ان لوگون نے فریدون سے کہا کہ ای بھائی
مسافر اب شام ہوئی جسطرف تمکو جانا ہو چلے جاؤ یہان شب باش ہونے کا حکم نہین ہی یہ سنکر فریدون نے کہا
کہ جہان آپ حضرات نے میری اتنی خاطر کی ہی وہان اتنی مہربانی اور فرمائیے کہ آج شب کی شب مجھے سو رہنے دیجیے
علی الصباح مین اُٹھکر چلا جاؤنگا ان سب نے کہا کہ ہرچند ہمارے شاہ کا حکم نہین ہی مگر خیر تمہاری خاطر ہی بہتر آج شب کی
شب سو رہو صبح کو اُٹھتے ہی چلے جانا کہ کسیکو خبر نہ ہو ورنہ ہمارے واسطے خرابی متصور ہی فریدون نے کہا کہ اس سے
آپ خاطر جمع رکھیے عوض احسان کا احسان ہی احسان کا بدلہ بھی نہین ہی اگر مین بعوض احسان آپ کے کوئی احسان
آپ کے ساتھ نہ کر سکا تو کیا یہ کسی شریف آدمی کا کام ہی کہ عوض احسان کے ننگ پہونچائے غرض رات تو فریدون
نے وہین بسر کی علی الصباح اُٹھکر اپنے مرکب پر سوار ہوگئے چند قدم آگے بڑھا تھا کہ سامنے سے ایک برات بیاہ ہوئی فریدون

گھوڑا روک کر سر راہ کھڑا ہو گیا جو لوگ کہ برات کے ہمراہ تھے اُنسے پوچھا کہ کیون بھائیو یہ کسکی برات ہے لوگون نے بیان کیا کہ
ہمارا بادشاہ محراب شاہ اپنے بیٹے کی برات لیے جاتا ہے فریدون یہ سنکر خاموش ہو گیا اور سیر برات کی دیکھنے لگا جب ہاتھی
بادشاہ کا برابر آیا تو ایک شخص نے آگے بڑھکر ایک رقعہ بادشاہ کو دیا شاہ اُس رقعہ کو دیکھتے ہی ہاے کر کے زمین پر گر پڑا ا
اور مثل ماہی بے آب تڑپنے لگا فریدون یہ ماجرا دیکھکر بہت متعجب ہوا اور آگے بڑھکر براتیون سے پوچھا کہ ایہا الناس یہ کیا
ماجرا ہے کہ تم سب اِس خوشی مین دفعتہً ایسے بیتاب ہو گئے اُن سب نے کہا کہ اے جوان یہ عجیب سانحہ جانفرسا ہے بہت
ہم تجھسے کیا بیان کرین فریدون نے کہا کہ تم بیان تو کرو ہر چند کہ مین مرد مسافر ہون مگر انسان ہی انسان کے کام آتا ہے اگر کوئی
امر ایسا ہوگا کہ جو میری تدبیر سے بنجانے والا ہوگا تو مین ضرور کوشش کرونگا اُن سب نے کہا کہ اے جوان جب ہمارا شاہ عاجز ہو گیا
تو تم ایک تن تنہا کیا کر سکتے ہو فریدون نے کہا کہ بھلا خیر کچھ کہو تو سہی اُن لوگون نے کہا کہ اے جوان اِس شہر مین ہر سال
ایک بلاے عظیم آیا کرتی تھی اور ہزارہا مردمان شہر کو کھا جاتی تھی ہر سال شہر آباد ہوتا تھا اور ہر سال صحرا سے بدتر ہو جاتا تھا
آخر کار ہمارے بادشاہ نے مجبور ہو کر اُس سے عہد و پیمان کر لیا کہ تو ہر سال ہمین تباہ نہ کیا کر ہم تجھے ایک آدم زاد روز بھیجدیا کرینگے پس
اے جوان اب ہر روز کا یہ معمول ہے کہ جسکا نام وہ کمبخت لکھکر بھیجتا ہے بادشاہ اُسے بھجوا دیتا ہے خواہ امیر ہو خواہ غریب آج حسب معمول
اُسکا رقعہ آیا ہے تو اُسمین اِسی شاہزادے کا نام لکھا ہے جسکی یہ برات جاتی ہے اور بادشاہ کا یہی ایک لڑکا ہے اسلیے ہم سب مع بادشاہ
مصروف گریہ و بکا ہین یہ سنکر فریدون بادشاہ کے پاس آیا اور کہا کہ اے بادشاہ اگر ہم اِس بلا سے تمکو نجات دلوا دین اور
اُس دیو کو مار ڈالین تو تم ہمارا دین و آئین قبول کروگے یہ سنکر بادشاہ ہنسا اور کہا کہ اے جوان تو کیون اپنی جان کے پیچھے پڑا ہے جب
ہم والی ملک اور صاحب لشکر ہو کر کچھ نہ بنا سکے تو تو تنہا کیا کر سکتا ہے فریدون نے کہا کہ آپکو اِس سے کیا بحث ہے آپ مجکو
جانے دین اگر مین فتحیاب ہوا تو آپکا کام بالتمام بنگیا اور اگر مین بھی اُسکا لقمہ ہو گیا تو آپ کا کوئی حرج نہین آج آپ کا
شاہزادہ بچ جائیگا آپ فقط یہ اقرار کر لیجیے کہ اگر مین مظفر و منصور پھرا تو آپ میرا دین قبول کرینگے یا نہین بادشاہ
کچھ سوچ کر کہنے لگا کہ بہتر آپ جائیے اگر آپ مظفر و منصور پھرینگے تو مین آپکا دین و مذہب قبول کرنے مین کچھ عذر نہ
کرونگا آپ کا ایمان قبول کرنا کیسا تمام زندگی آپ کی اطاعت سے سر نہ اُٹھاؤنگا یہ کہکر بادشاہ نے فریدون کو اُس فرستادہ
دیو کے ہمراہ کر دیا جب فریدون قریب باغ دیو کے پہونچا تو اُس فرستادہ نے اُنکو دروازے پر ٹھہرایا اور خود جا کر اطلاع
دی کہ وہ آدمزاد دروازہ باغ پر حاضر ہے یہ سنتا تھا کہ اُس دیو کی باچھین کھل گئین اور قلقاریان مارتا ہوا دروازۂ باغ پر آیا
پہلے تو فریدون کچھ ڈرا پھر دلکو مضبوط کر کے یا خداوند شمشیر کہکے گھوڑے سے اُتر کے دیو کے سامنے آیا دیو نے
فریدون سے کہا کہ اے آدمزاد مین آنکھین بند کر کے بیٹھتا ہون تو آکر میرے مُنہ مین کود پڑ مین بے دانت لگائے
ہوے تجکو نگل جاؤنگا فریدون نے کہا خیر بہتر بیٹھیے تو یہ سنکر وہ مثل غار کے مُنہ کھولکے بیٹھ گیا اور آنکھین بند کر لین اب
جو فریدون اِدھر اُدھر دیکھتا ہے تو دیکھا کہ ایک پتھر کئی سو من کا سامنے پڑا ہوا ہے وہی پتھر اُٹھا کے اُس دیو کے مُنہ مین
ڈالدیا کوئی دو تین دانت دیو کے ٹوٹکر اُس پتھر کے ساتھ حلق مین جا رہے دیو نے تھو تھو کر کے کہا کہ اے آدمزاد تو کسقدر
نقد سخت تھا یہ کہکر آنکھ جو کھولی تو فریدون کو سامنے پایا جب تو دیو کو غصہ آگیا اور ستون شمشاد اُٹھا کر فریدون
کو مارنے چلا فریدون تیغ کھینچے کھڑا تھا اور دل مین سوچتا تھا کہ کسطرف جاؤن جب دیو اُسکے قریب آیا تو فریدون
نے دیکھا کہ بغل اُسکی مثل بڑی دروازے کے کشادہ ہے فریدون جھپٹکر بغل کی طرف سے دیو کی پشت پر چلا گیا
وہ شمشاد زمین پر پڑی تھی گرد کا بلند ہوا دیو نے کہا کہ اے آدمزاد کمبخت بھی تیرا کیا ہو گیا ہوگا فریدون نے پیچھے سے نعرہ
کیا کہ کیا بکتا ہے یہ سنکر دیو نے جیسے ہی کانجنٹ کر دیکھا ویسے ہی فریدون نے یا خداوند شمشیر کہکر جو ایک ہاتھ تلوار کا مارا

تو وہ اسکی کمر پر پڑا مثل خیار تر کے اُسکے دو حصے ہوگئے اور اس زور سے لاش زمین پر گری کہ گویا ایک پہاڑ پھٹ پڑا فریدون نے جلدی سے دیو کا سر کاٹ لیا اور فتراک میں باندھکر خدمت شاہ میں روانہ ہوا اور جاتے ہی سر دیو ناپاک کا فتراک سے کھولکر بادشاہ کے سامنے ڈالدیا سبکے سب دیکھکر دنگ ہوگئے اور بادشاہ مع کل اہل شہر اور تمام فوج کے شمشیر پرست ہوا اور بڑے تزک اور احتشام سے فریدون شمشیر پرست کو بارگاہ میں لاکر بٹھایا صحبت عیش شاہانی دورہ سے گلگون چلنے لگا ناچ شروع ہوا تمام حضار بارگاہ اور کل افسران سپاہ اور رئیسان شہر نے آکر نذرین گذرانین ہر ایک طرف نوبتین خوشی کی بجنے لگین دن عید اور رات شب برات ہوگئی فریدون شمشیر پرست شہر مضرابیہ میں مقیم ہوا اب اُسکو تو یہین چھوڑ دیجیے

اب دو کلمے داستان شہر مضرابیہ کے ملاحظہ فرمائیے

کہ یہ ایک شہر تھا معمور سواد نہایت آباد اتنا کا شاد بادشاہ وہان کا مضراب شاہ عدل پناہ تھا اولاد نہ تھا اور فوج بیشمار کا مالک تھا صاحب حوصلہ و عالی ہمت تھا اور ایک دختر اسکی نہایت حسین و جمیل و بیعدیل تھی اتفاقاً وہ دختر نیک اختر ایک روز بام خانہ پر کھڑی تھی اور منقار تبرزن مضراب شاہ کا پہلوان حمام سے آتا تھا اتفاقات روزگار قضا سے کار نظر اُس پہلوان کی اُس دختر پر پڑگئی ہزار جان سے مفتون ہوگیا گویا رگ دل اٹک گئی اور عنان صبر ہاتھ سے چھوٹ گئی بیتاب و بیقرار دیوانہ وار آنکھین بند کیے ہوئے بیخوف و خطر محل شاہی کے اندر چلا آیا اور اُس ملکہ دلفریب کو گود میں اٹھاکر جانب صحرا لے بھاگا جب یہ خبر مضراب شاہ کو پہونچی کہ منقار تبرزن میری دختر نیک اختر کو محل شاہی کے اندر سے لے بھاگا تو بادشاہ نہایت غضبناک ہوا اور کوتوال کو بلاکر حکم دیا کہ تو ابھی جاکر منقار تبرزن کو مع اُسکے عیال اطفال کے پیرو دیگر قید کرلا کوتوال بحکم شاہی مکان پر منقار تبرزن کے دوڑ لیکر آیا اور چارون طرف سے مکان کو گھیر لیا یہ ماجرا دیکھکر منقار تبرزن کی بیوی اپنے مال بچون کو لیکر مع دو چار کنیزون کے پشت مکان کی کھڑکی کھولکر صحرا کی طرف نکل گئی کوتوال جو مکان کے اندر آتا ہے تو وہان بجز ناچ ساز کے کسی متنفس کا پتا نہین کوتوال یہ دیکھکر بہت متعجب ہوا اگر کل اسباب وجائداد لیکر سامنے بادشاہ کے آیا اور عرض کیا کہ حضور منقار کا پتا ملنا کیسا اسکی جورو تو اور بچون کا بھی سراغ نہ لگا مگر یہ اسباب وجائداد جو اسکی ضبطی کرلایا ہے حاضر ہے ابھی یہ باتین ہو رہی تھین کہ ہرکارہ روز نے آکر اطلاع دی کہ منقار تبرزن مع ملکہ کے فلان صحرا مین موجود ہے یہ سنکر بادشاہ کچھ فوج لیکر اُس صحرا میں آیا اور منقار کو مع ملکہ گرفتار کرلیا ملکہ کو تو محافے مین سوار کرکے روانہ کردیا اور منقار کو مطوق اور مسلسل کرکے لیچلا اسکو تو یہین چھوڑیے اب

دو کلمے داستان قماس خان کے پہونچنا اسکا صحراے مضرابیہ میں اور عاشق ہونا خواہر منقار تبرزن پر ملاحظہ فرمائیے

کہ قماس خان جو اس جنگ سے نکلکر چلے تو انکے مرکب نے جو ہوا سے باتین کرتے تھے مضرابیہ میں لاکر کنارے ایک جھیل کے پہونچا دیا قماس خان مرکب سے اُترے اور زخم درستی کرکے منہ ہاتھ دھو رہے تھے کہ اتفاقاً ایک کنیز اُس جھیل پر پانی لینے آئی دیکھا اُسنے ایک جوان دیو خصال جھیل کے کنارے مجروح و مقروح پڑا ہوا ہے اُسنے جاکر منقار کی بہن سے بیان کیا کہ اے بی بی ایک جوان جھیل کے کنارے زخمی پڑا ہوا ہے یہ سنکر وہ نازنین مہ جبین جھیل کے کنارے آئی اور قماس خان کو دیکھکر مفتون ہوگئی اور ایک کنیز سے بولی کہ فوراً اُس جوان کو ہوشیار کرو اُس کنیز نے حسب ارشاد قماس خان کو ہوشیار کیا اجیہ ہوشیار ہوئے تو دیکھا کہ ایک نازنین مہ جبین سرھانے کھڑی ہوئی ہے دیکھتے ہی یہ بھی ہزار جان سے عاشق ہوگئے اُس نازنین مہ جبین نے شراب و کباب حاضر کیا اور عرض کیا کہ اے جوان یہ شراب و کباب حاضر ہے نوش فرمائیے قماس خان نے کہا کہ یہ فقیر مذہب اسلام رکھتا ہے یہ سنکر اُس نازنین نے کہا کہ پھر اپنے مذہب کے اصول مجھے بھی تعلیم فرمائیے مین بھی شرف اسلام سے مشرف ہونگی قماس خان نے یہ سنکر کلمۂ طیبہ تعلیم کیا اور اُس نازنین مہ جبین نے کلمۂ طیبہ پڑھکر اسلام اختیار کیا پھر تو دور شراب و کباب چلنے لگا

اب ادھر تو قیماس خان کی یہ خواہش ہے کہ کون سی تدبیر ایسی ہو کہ اس سے ہمکنار ہو جیے اور دل ناشاد کو شاد کیجیے اور ادھر اس
مہ جبین کا یہ خیال ہے کہ کیونکر اس جوان کو اپنی طرف متوجہ کیجیے کہ مطلب حاصل ہو اور اپنی خواہش ظاہر نہ ہو اب اپنی اپنی جگہ
یہ دونوں فکریں کر رہے ہیں کہ کیا کیجیے اور کیا دیکھیے سوچتے سوچتے اس نازنین کو یہ تدبیر سوجھی کہ اس جوان سے کچھ تذکرہ عشق
اور قصہائے الفت بیان کرنا شروع کیجیے کہ بسبب حداثت سن اور جودت طبیعت کے طبیعت اسکی ان قصوں
سے متاثر ہو اور یہ خود ہی ابتدا کرے ابھی یہ نازنین کوئی بات نہ کرنے پائی تھی کہ قیماس خان یہ سوچے کہ اب اس سے
کچھ بات شروع کیجیے اثنائے سخن میں کوئی بات نکل ہی آئیگی یہ سوچ کر قیماس خان نے کہا کہ ای حسینہ دلفریب کچھ
بات کرو کہ فی الجملہ غم غلط ہو یہ نازنین تو اسکی طالب تھی ہی اسنے کہا کہ ای جوان کیا باتیں کروں میرا دل خود ہی متفکر
ہو رہا ہے تم ہی کچھ باتیں شروع کرو قیماس خان نے کہا کہ اچھا باتیں تو ہو رہینگی پہلے تم اپنے آنے کا سبب تو اس
دشت میں بیان کرو یہ سنکر اسنے کہا کہ ای جوان ہم بسبب خوف شاہ کے یہاں آکر مخفی ہوئے ہیں قیماس خان نے
کہا کہ یہاں کا بادشاہ کون ہے اور یہ صحرا اسکی سرحد میں ہے اس نازنین نے کہا کہ یہ سب سواد شہر شمالیہ کی ہے اور بادشاہ
یہاں کا مضراب شاہ ہے اصل واقعہ یہ ہے کہ میرا بھائی سنقار تیغ زن اسکا سپہ سالار تھا ایک روز وہ حمام سے آتا تھا
اور بیٹی بادشاہ کی بالاخانے پر کھڑی تھی سنقار ملکہ کو دیکھکر عاشق ہو گیا اور بے خوف و خطر محل کے اندر گھسکر ملکہ کو نکال لایا اور
کسی صحرا کی طرف چلا گیا بادشاہ نے یہ سنکر فوج بھیجی ہم لوگ بپاس عصمت یہاں بھاگ آئے اور کل گھر ہمارا ضبط ہو گیا
اور سنقار بھی مع ملکہ گرفتار ہو گیا اگر آپ ہم سب کی عزت بچائیے گا تو بڑا احسان ہوگا اور ہمارا قبیلہ مسلمان ہوگا یہ سنکر
قیماس خان نے کہا کہ تم خاطر جمع رکھو وہ بادشاہ تو کیا شے ہے جو تمھارے بھائی کو نہ چھوڑیگا میں اس مردود کو مار کے تمھارے
بھائی کو چھڑا دونگا اور اسکی معشوقہ بھی اسے دلوا دونگا آگاہ ہو کہ میں ہی قیماس خان خاوری شاہزادۂ خاور سپاہ
ملک قاسم کا ماموں ہوں قاسم وہ ہے کہ جسنے سنجان کو تباہ و برباد کر کے اب شمالیہ باختر میں آگ لگا رکھی ہے کیا اب بھی
دنیا میں کوئی شخص ایسا ہے جو تمھارے بھائی کی جانب نگاہ بد دیکھے قیماس کی زندگی میں تو ناممکن ہے اس نازنین نے
کہا کہ ای شہریار میں مطمئن ہوں کہ اس جانب سے سنقار کی قید جائیگی قیماس خان نے کہا کہ انشاء اللہ اسی جگہ سب
کام ہو جائیگا تم ہر طرح اطمینان رکھو اب یہ قصہ تو یونہیں چھوڑیے اور اب

دو کلمے داستان ملک قاسم کے زر تاج سے پوچھکر شہر شمالیہ کی جانب روانہ ہونا اور مضراب شاہ کو جنگ قیماس خان میں مسلمان کرنا ملاحظہ فرمائیے

کہ جب فریدون شمشیر پرست کو قاسم کے پاس سے گئے ہوئے ایک عرصہ گذر گیا اور کوئی حال مفصل نہ معلوم ہوا تو
قاسم کا دم بہت گھبرایا سبب سوار ہوکے بارگاہ زر تاج میں آیا زر تاج نے بڑی تعظیم و تواضع کی اور اپنے برابر عزت کی
جگہ دی قاسم دو گھڑی بیٹھا اور زر تاج سے پوچھا کہ فریدون کہاں گیا ہے اسنے کہا کہ ای شہریار فریدون اپنے ملک کے
بندوبست کو گیا ہے آپ تشریف فرما ہوں وہ بھی دو تین روز میں آجائیگا یہ سنکر قاسم نے زر تاج سے کہا کہ نہیں سچ سچ بتا دو وہ
کہاں گیا ہے پہلے تو وہ یہی کہے گیا کہ شہریار وہ اپنے ملک کے بندوبست کو گیا ہے جب قاسم بہت مصر ہوئے تو اسنے کہا کہ ای شہریار
آپ کے ماموں قیماس خان شہر شمالیہ میں قید ہیں انکی رہائی کے لیے گیا ہے یہ سنکر ملک قاسم نے اپنا مرکب طلب کیا اور یکہ و
تنہا شہر شمالیہ کی راہ لی اب ذرا وہاں کا حال سنیے کہ قیماس خان جس صحرا میں بیٹھے ہوئے تھے دیکھا کہ ایک کنیز نے آکر خبر دی کہ
شہریار مضراب شاہ قید سنقار کی لیے جاتا ہے یہ سنتے ہی قیماس خان اٹھے اپنے جسم پر آراستہ کر کے مرکب پر سوار ہو کر
سر راہ آ کھڑا ہو رہا جب بادشاہ مع فوج قیماس خان کے برابر آیا تو قیماس خان کو دیکھکر حکم دیا کہ اس جوان کو پکڑ لو

یہ سنتے ہی فوج مضراب شاہ قیماس پر ٹوٹی قیماس خان بھی تلوار کھینچکے فوج مین در آیا اور کشتون کے پشتے اور لاشون کے
انبار لگا دیے یہ دیکھکر بادشاہ نے حکم دیا کہ اب کل فوج یکبارگی ٹوٹ پڑے یہ سنتے ہی فوج چار جانب سے ٹوٹ پڑی اور
قیماس خان زخمی ہونے لگے یہ حال دیکھکر قیماس نے سر سوے آسمان بلند کرکے دعا کی کہ خداوند بحق محمد وآلہ الامجاد اِن
کافرون کی شر سے مجکو بچا اور انپر مجھے فتحیاب کر ابھی مناجات قیماس خان کی تمام نہ ہوئی تھی کہ یکایک جانب صحرا سے ایک
گرد آشکار ہوئی اور ملک قاسم کہ دہنا مرکب پر سوار نمودار ہوئے ملک قاسم قیماس کو اس حالت مین دیکھکر تلوار کھینچکے فوج
پر گرے اور ہزارون کو درہم برہم کر دیا قیماس خان شکر خداوند زمین و آسمان بجا لائے اور قوت دونی ہوگئی منقار تبر زن
اور مضراب شاہ جنگ قاسم کی دیکھ رہا تھا اور اپنے جی مین کہہ رہا تھا کہ یہ جوان لال پوش قیامت کا سوار اور دلاور ہے اگر اسکا ساتھ
ہوتا تو نہایت مناسب تھا اسی خیال کرتے ہی زور شجاعت مین آکر ایک انگڑائی اس زور سے لی کہ تمام قید ٹوٹکر دو چار پڑی
اور مضراب نے چوب کو ایک آدمی کو مار کے تلوار چھینکر جنگ کرنے لگا اور ملک قاسم جنگ کرتے ہوئے مضراب شاہ
کے برابر پہونچے مضراب شاہ نے خبردار خبردار کہکر ایک تلوار قاسم کے ماری قاسم نے ضرب اسکی خالی دی اور قبضے مین ہاتھ
ڈالکے تلوار اسکی چھینکر پھینکدی اور کمربند مین ہاتھ ڈالکر اسے اٹھا لیا چاہتے تھے کہ چرخ دیکر زمین پر دے ماریں کہ اُسنے عرض کیا کہ
شہزادہ الامان الامان قاسم نے کہا کہ امان بشرط ایمان یہ سنکر مضراب شاہ نے فوج کو منع کیا کہ جنگ موقوف کرو جب
جنگ موقوف ہوئی تو قاسم نے مضراب شاہ کو چھوڑ دیا اور کلمہ طیبہ تعلیم کیا مضراب شاہ کلمہ پڑھکر از سر صدق
مسلمان ہوا ملک قاسم اور قیماس خان بغلگیر ہوئے منقار بھی آکر قدمون پر گر پڑا اور کلمہ پڑھکر مسلمان ہوا جب
سب طرح امن وامان ہوئی تو مضراب شاہ مع قاسم و قیماس خان اور منقار تبر زن شہر مین آیا بارگاہ برپا
کروائی ملک قاسم کو دنگل شوکت پر بٹھایا اور تمام افسران فوج اور ارکان شہر سے نذرین دلوائین صحبت عیش بپا ہوئی دور ساغر
ے گلگون چلنے لگا قاسم نے کل حال برق بریق کی دغا اور اس صحرا مین آنے کا استفسار کیا قیماس خان نے
من وعن کل حال بیان کیا جب سب حال ملک قاسم سن چکے تو مضراب شاہ سے کہا کہ اے مضراب شاہ اب
تجکو لازم ہے کہ تو اپنی دختر منقار تبر زن کے ساتھ منسوب کردے اور منقار سے کہا کہ تو اپنی بہن قیماس خان کو دیدے
دونون نے اس امر کو منظور کیا قیماس کو منقار تبر زن کی بہن منسوب ہوئی اور منقار تبر زن کو مضراب
کی دختر ملی سب کے سب شاد و خرم ہوئے بعد اسکے مضراب شاہ نے کئی روز تک دعوت وضیافت کی جب سب فراغت ہوگئی
ملک قاسم کل فوج و سپاہ اپنے ہمراہ لیکر مع مضراب شاہ و قیماس خان اور منقار تبر زن کے شمالیہ باختر کو
روانہ ہوئے جب قریب شہر شمالیہ کے پہونچے اور یہ خبر عزیز الملک کو معلوم ہوئی کہ ملک قاسم نے شہر مضرلیہ کو مسخر کیا
اور اب مع مضراب شاہ فوج و سپاہ لیکر آپ سے جنگ کرنے آتے ہین تو یہ سنتے ہی عزیز الملک نے اپنے فرزند
تاج الملک سے کہا کہ اے فرزند تو جا کر اس نبیرۂ حمزہ کو مار لے تاج الملک بحکم عزیز الملک ایک لاکھ سوار
لیکر ملک قاسم سے لڑنے چلا ملک قاسم کوئی دو ہی منزل شہر مضرلیہ سے آگے بڑھا تھا کہ تاج الملک آ پہونچا
جب ملک قاسم کو خبر ہوئی کہ تاج الملک آ پہونچا قاسم نے کہا کہ آنے دو وہ مردود کیا چیز ہے ابھی کل کا ذکر ہے کہ مین
اسکو کوکلاکشتی مین پچھاڑ چکا ہون الغرض تاج الملک نے بمقابلہ قاسم آکر بارگاہ برپا کروائی جب بارگاہ برپا ہوئی تو
تاج الملک آکر دنگل پر بیٹھا اور شراب چلنے لگا دو چار جام پی کر نشے مین آکر حکم دیا کہ نقارہ رزمی پر چوب پڑے
بحکم تاج الملک اُسیوقت نقارۂ رزمی پر چوب پڑی جب ملک قاسم کو یہ خبر پہونچی کہ تاج الملک نے
طبل جنگ بجوا دیا تو ملک قاسم نے بھی حکم دیا کہ بتائید ربانی ہمارے لشکر مین بھی طبل جنگ بجے بر جب حکم

یہان بھی اُسیوقت نقارۂ رزمی پر چوب پڑی الغرض رات بھر دونون لشکرون مین تیاری رہی طبل جنگ بجا کیے علی الصباح دونون
لشکر آراستہ ہوئے اور میدان جدال درست ہوا صفوف قتال بند ہوگئین جب نقیب ونقیب دیگر جا چکے تو ایک پہلوان پلنین لشکر
تاج الملک سے باہر آیا اور آکر مبارز طلب ہوا ادھر سے قماس خان خاوری ملک قاسم سے اجازت لیکر
وارد میدان ہوئے بعد گفتگو سے بسیار اُس پہلوان نے ایک تلوار ماری قماس خان نے تلوار اُسکی رد کرکے جو ایک ہاتھ
مارا تو مثل خیار تر اُس کا جبرہ وسر کے دو حصے ہوگئے بعد اسکے پھر تو برابر لشکر تاج الملک سے پہلوان آیا کیے اور واصل جہنم ہوتے گئے
تا اینکہ تمام دن لڑائی ہوا کی اور شام تک قماس خان نے دس بارہ پہلوانان نامی کو واصل جہنم کیا جب بالکل شام
ہوگئی تو طبل بازگشت ہوا کر دونون لشکر اپنی اپنی قیامگاہ کو واپس آئے رات کو پھر طبل جنگ بجا صبح کو پھر میدان قتال
آراستہ ہوا اور پھر تا شام بہت سے پہلوان لشکر تاج الملک کے راہی جہنم ہوئے تا اینکہ تین روز کی میدانداری مین
قماس خان نے ساٹھ پہلوان لشکر تاج الملک کے جہنم کیے اب تو تاج الملک کو بھی غصہ آگیا اور کہنے لگا کہ عجب
بات ہے جو پہلوان میرا جاتا ہے یہ مردک اُسے مار لیتا ہے اب کل مین ہی سے جاکر مقابلہ کرونگا دیکھون تو کیسا پہلوان ہے غرض کہ
جب شام ہوئی اور دونون لشکر اپنی قیامگاہ کو واپس آئے تو تاج الملک نے پھر طبل جنگ بجوایا اُدھر ملک قاسم کے
لشکر مین بھی نقارہ جنگی پر چوب پڑی رات بھر ہر دو جانب تیاری رہی صبح کو دونون لشکر میدان مین آئے ادھر سے
تاج الملک اور اُدھر سے قماس خان مرکبون کو اُڑا کر میدان مین نکلے بعد گفتگو ورد وبدل کے تاج الملک نے
کہا کہ او جوان تو نے میرے بہت سے پہلوان کشتہ کیے اب آج مین تجھے مقابلہ کرونگا دیکھون تو کیسا پہلوان ہے یہ کہکر
تاج الملک نے کہا کہ لا اپنی ضرب قماس خان نے کہا کہ یہ اپنا دستور نہین ہے تو ضرب لگا اگر ہمارا خدا تیری ضرب
سے ہمین بچا لیگا تو پھر ہم بھی حملہ آور ہونگے تاج الملک تو غصے مین بھرا ہی ہوا تھا کھینچکے تیغ ایک ہاتھ قماس
کے مارا قماس خان نے سپر کو چہرے کی پناہ کیا مگر تلوار تاج الملک کی سپر کو کاٹکر تا دو ابرو اُتر آئی قماس خان کو
زخمی دیکھکر منقار تبرزن کو تاب نہ رہی قاسم سے اجازت لیکر میدان مین آیا اور ایک تبر تاج الملک کے مارا
تاج الملک نے وہی تبر چھینکر جو منقار کے مارا تو منقار چکر کھا کے زمین پر گر پڑا یہ ماجرا دیکھکر ملک قاسم کو
غصہ آگیا اور آنکھون مین خون اُتر آیا مگر چونکہ شام ہو چکی تھی سب سے کہنے لگے کہ خیر آج تو شام ہوگئی کل انشاء اللہ اس سے
عوض لونگا یہ کہکر قاسم اپنی بارگاہ مین آیا تاج الملک بھی اپنی بارگاہ مین گیا اور دور ساغر گلگون چلنے لگا جب دماغ
بادۂ ناب سے گرم ہوا تو حکم نقارۂ رزمی بجنے کا دیا اُسیوقت نقارۂ جنگی پر چوٹ پڑی ادھر ملک قاسم کو یہ خبر معلوم ہوئی
اُسنے بھی نقارۂ رزمی بجنے کا حکم دیا غرض دونون لشکرون مین شب بھر جنگ کی تیاری رہی صبح کو دونون لشکر
میدان مین آئے تاج الملک نے صف میدان مین آکر نقیب دی قاسم تو منقار کے مرنے سے جلا ہی ہوا تھا
تاج الملک کی آواز سنتے ہی گھوڑا اُٹھاتا ہوا میدان مین آیا اور آتے ہی جو ایک ادھیڑ ماری تو تاج الملک گردبرد
ہوگیا قاسم سے کہا کہ اگر دعوی بہادری ہے تو لا ضرب شجاعت تاج الملک نے یہ سنتے ہی برچھے کو اُٹھایا اور ہم
قاسم نے بھی نیزہ اُٹھا لیا بڑے زور وشور سے برچھیبازی ہونے لگی غرض ستر طعنون مین ملک قاسم نے نیزہ
تاج الملک کا ہوائی کیا تاج الملک کو غصہ آگیا اور سارا بے برے گرز لیکر دونون ہاتھون سے مضبوط پکڑ کے
المدد یا ہرمز وشاہ باختری کہکر قاسم کی جانب سر کیا قاسم نے گرز کو گرز پر روکا اور تیغ گرد کا بلند ہوا قاسم مع
مرکب اندر گرد کے رہا یا تاج الملک پکارا کہ تردم وپست کرو حریف سا اب اگر چلتی لیکر خاک تک چھان ڈالے
تو پوست و استخوان کا بھی پتا نہ لگیگا ستارہ تو اُنکے ساتھ تھا ہی بس وہ بعجلت تمام اس تیغ گرد مین در آیا اور

چھاگل سے پانی نکالکر قاسم کے منھ پر چھینٹا دیا اور کہا کہ اے شہریار حریف زیادتی کرتا ہے اگر طاقت حرب وضرب نہو تو میدان سے چلے جایئے پھر سمجھ لیجیے گا یہ سنتے ہی آنکھ قاسم کی کھلگئی سیارہ سے کہا آہستہ کیا کہتا ہے بچایا تو خداوند عالم نے یہ کہکر مرکب کو ایڑ لگائی شبرنگ نہ ہو جیسے سلیمانی تخت برق چمککر باہر آیا قاسم نے للکار کر کہا کہ او کافر آزادی کرایست گردی ہین تو تیرا مراد انتقام ہے یہ کہکر ملک قاسم نے بھی تاج الملک کے ایک گرز مارا تاج الملک نے گرز کو گرز پر روکا مگر تاج الملک کے مرکب کی پشت ٹوٹ گئی اور تاج الملک تہ گرد مین در آیا تو عیار نے اسکے چھینٹا دیکر اسکو ہوشیار کیا عیار سے پوچھا کیون حریف کیا کہتا ہے عیار نے کہا کہ حریف خاموش کھڑا ہے تاج الملک نے کہا کہ بچایا تو خداوند تعالے نے مگر بل نے تیرا زور ابھی ہو قاسم پھر گرز رکھدے تو اٹھ نہین سکتا یہ کہکر مرکب کو اٹھایا مگر مرکب کی کمر ٹوٹ چکی تھی تو وہ اپنے مقام سے نہ ہٹ سکا آخر کار تنگ آکر اسکو تو وہین چھوڑا اور تلوار کھینچکے تہ گرد سے باہر آیا اور کہنے لگا کہ خیر آپ نے میرے مرکب کی کمر توڑی ہے مین بھی آپ کے مرکب کی کمر نہ توڑون تو کچھ کام ہی نہ کیا قاسم ہان ہان کرکے کودا اور کودا تو اسطرح کہ آگے آپ اور پیچھے گھوڑا تاج الملک نے یہ دیکھکر ملک قاسم کو ایک تلوار ماری قاسم نے پینترا بدلکے ضرب اسکی خالی دی اور قبضے مین ہاتھ ڈالکے جھٹکا دیا تاج الملک نے تلوار جلدی سے دوسرے ہاتھ مین لیکر پھینکدی اور دوڑکے لپٹ گیا کشتی ہونے لگی غرض تین شبانہ روز دونون مین خوب زور آزمائی ہوئی تیسرے روز قاسم نے کمربند مین ہاتھ ڈالکے اٹھا لیا اور سر سے بلند کرکے ایک چکر جو دیا تو تاج الملک کو یقین مرگ ہوگیا چلانے لگا کہ الامان الامان قاسم نے کہا کہ امان بشرط الایمان تاج الملک نے کہا کہ اے شہریار مین ایمان لاتا ہون یہ سنکر قاسم نے تاج الملک کو زمین پر رکھدیا تاج الملک اٹھکر قدمون پر گرپڑا قاسم نے کلمہ تعلیم کیا تاج الملک کلمہ پڑھکر از سر صدق مسلمان ہوا اور اپنی فوج کو بھی مسلمان کیا قاسم مع تاج الملک اور کل فوج کے اپنی بارگاہ مین آیا تاج الملک کو ملک قاسم نے دست راست مین دنگل شوکت پر جگہ دی صحبت عیش مہیا ہوئی جام مے گلگون گردش مین آیا ناچ رنگ شروع ہوا سب کے سب شاد و بشاش ہوئے غرض رات عیش و عشرت مین بسر ہوئی جب صبح ہوئی تو ملک قاسم مع تاج الملک اور کل فوج کے شہر شمالیہ کی جانب روانہ ہوئے اب ان سب کو رہگرائے منازل شمالیہ باختر چھوڑیے اور

دو کلمے داستان اعظم صف شکن کے ملاحظہ فرمایئے

کہ جب اعظم صف شکن کو ملک قاسم نے بارگاہ سے نکلوا دیا اور یہ جانب صحرا روانہ ہوا تو چلتے چلتے ایک صحرا مین جاکر اعظم کے دل مین یہ آیا کہ اے اعظم ایسی زندگی سے تو موت بہتر معلوم ہوتی ہے اسلیے کہ اب منھ کسیکے دکھلانے کے لائق نہین ہے موت کی تدبیر کرنا چاہیے یہ سوچکر ایک درخت سیب مین کمند کی پھانسی لگائی اور اس درخت پر چڑھکے گلا اپنا حلقہ کمند مین ڈالکے لٹک گیا اور ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا جب سارے جسم کا دم نکلگیا اور صرف سینے مین سانس باقی رہگئی تو اسوقت یکایک حضرت خضر علیہ السلام اس صحرا مین ظاہر ہوئے اور بعجلت تمام حلقہ کمند کو کاٹ دیا اعظم بیہوش ہوکے گرپڑا حضرت خضر ع نے اعظم کے سینے پر ہاتھ رکھدیا تمام جسم مین جان آگئی اور آنکھ کھلگئی دیکھا کہ ایک مرد بزرگوار سرہانے کھڑے ہوئے ہین اعظم اٹھ کے قدمون پر گرپڑا اور کہنے لگا کہ یا حضرت جب آپ نے مجھکو اس کمند ہلاکت سے نجات دی تو اب آپ ہی یہ بھی فرما دیجیے کہ اب مین کس طرف جاؤن میرے آقا نے تو مجھکو بارگاہ سے نکال دیا اور وہ مجھسے سخت بیزار ہے یہ سنکر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جا جہان سے آیا ہے وہین چلا جا اب تیرا آقا تیری بڑی خاطر اور تکریم کریگا یہ سنکر اعظم

نے کہا یا حضرت یہ علامات تو نظر کردہ ہونے کے معلوم ہوتے ہیں یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ ہاں میں نے تجھکو نظر کردہ کیا ہے
تجھے کوئی پشت زمین پر نہ لگا سکیگا مگر حمزہ اور اولاد حمزہ خبردار حمزہ اور اولاد حمزہ سے سرتابی نہ کرنا کہ انکا حق تعالی ہر حال
اور ہر محال میں شریک و رفیق ہے اور جو کوئی تجھسے پوچھے کہ کسنے تجھے نظر کردہ کیا تو کہدینا کہ مجھکو حضرت خضرؑ نے نظر کردہ کیا ہے
یہ کہکر حضرت خضر غائب ہوگئے اور برقع نور اعظم کی آنکھوں سے ناپدید ہوگیا اب جو اعظم نے اپنے زور کو خیال کیا تو پہلے سے
دو چند اور چار چند پایا امتحاناً کئی درختوں کو کولے میں لیکر زور جو کیا تو جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دیے جب تو اعظم فیل پیل مست مرکب
پر سوار ہو کے ایک طرف کو روانہ ہوئے اب جو قلعہ راستے میں ملتا ہے اسے فتح کرکے اہل قلعہ کو مسلمان کرکے کچھ فوج
ہمراہ لے لیتے ہیں تا اینکہ دس پانچ قلعے مسخر کرکے شہر فریدون شمشیر پرست میں پہونچے اور بارادہ جنگ بارگاہ
برپا کروائی جب یہ خبر مشتہر ہوئی تو سب افسران فوج اعظم کے پاس آئے اور کہا کہ ای شہریار بادشاہ ہمارا یہاں موجود نہیں ہے
یہ سنکر اعظم نے وہاں سے کوچ کرکے شہر مہرانیہ کا محاصرہ کیا جب مہران شاہ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو وہ فوج و
سپاہ لیکر بارادہ جنگ باہر آیا رات بھر دونوں لشکروں میں نقارۂ رزمی بجا کیے صبح کو دونوں لشکر میدان میں آئے
صفوف جدال و قتال آراستہ ہوئیں ادہر سے اعظم صف شکن نکلا اور ادہر سے مہران شاہ آیا لڑائی شروع ہوئی
اعظم لڑتا لڑتا مہران شاہ کے قریب پہونچا مہران شاہ نے تلوار ماری اعظم نے سپر اوپر لیکے ضرب اسکی خالی دی اور
یکسر زین سے اٹھا لیا اور چاہا کہ زمین پر دے مارے مہران شاہ نے کہا کہ میں ایمان لاتا ہوں اعظم نے زمین پر رکھ دیا
مہران شاہ کلمہ پڑھکر بخوف جان مسلمان ہوا اور اعظم کو اپنی بارگاہ میں لاکر تخت شوکت پر بٹھایا اب سنیے کہ یہ تو
یہاں قیام پذیر ہیں اور وہاں فریدون شمشیر پرست شہر کو واپس میں پھر کر جو بغرور رہتا ہے چند روز چند اپنے ملک میں
آیا تو اسے معلوم ہوا کہ اعظم صف شکن بارادۂ جنگ و پیکار یہاں آیا تھا مجھے چونکہ نہ پایا اس لحاظ سے چلا گیا اور
شہر مہرانیہ کو جا کر مسخر کیا ہے یہ سنتے ہی فریدون الٹے پاؤں پھرا اور فوج و لشکر ہمراہ لیکر شہر مہرانیہ کو روانہ ہوا بعد طے
مراحل و قطع منازل جب شہر مہرانیہ میں داخل ہوا تو اسے معلوم ہوا کہ اعظم صف شکن نے مہران شاہ کو زیر کر لیا اور
وہ شرف اسلام سے بھی مشرف ہوا یہ سنکر فریدون مع فوج قلعے کے سامنے خیمہ کش ہوا جب یہ خبر اعظم صف شکن
کو معلوم ہوئی تو یہ بھی مع فوج و سپاہ قلعے سے باہر آیا اور مقابل فریدون کے بارگاہ برپا کروائی فریدون نے یہ خبر سنکر
نقارۂ رزمی بجنے کا حکم دیا فوراً طبل جنگ پر چوٹ پڑنے لگی جب یہ حال اعظم کو معلوم ہوا تو اسنے بھی اپنے لشکر میں
طبل جنگ بجوا دیا غرض رات بھر دونوں لشکروں میں تیاری رہی صبح کو دونوں فوجیں میدان میں آئیں بعد
آراستگی صفوف جدال و قتال فریدون اپنا مرکب بڑھا کر میدان میں آیا اور مبارز طلب ہوا ادھر سے
اعظم صف شکن برآمد ہوا پہلے تلوار چلنی ہوئی چار چار قدم مرکب پیچھے ہٹے غرض بعد گفتگو سے بسیار اور رد و بدل
اسلحہ فریدون شمشیر پرست نے نیزہ مارا اعظم نے نیزے کو نیزے پر روکا سنان پر سنان اور بل پر بل پڑنے لگی
جب سنانیں ناکارہ ہوگئیں تو پہلے فریدون نے نیزے کو پھینکدیا اور اپنا گرز لیکر اعظم کے سر پر
معہ دستی وار کیا اعظم نے گرز گرز پر روکا آواز تڑاقے کی پیدا ہوئی تیغ گرد کا بلند ہوا اعظم تیغ گرد میں غائب ہوگیا
فریدون نے پکار کر کہا کہ کوم دست کردم حریف را یہ آواز سنتے ہی اعظم گھوڑے کو چمکا کر سامنے آیا اور پکارا او مردود
کیا بکتا ہے گرز ازدی و کرا پست کردی میں حریف تیرا تو زندہ و سالم موجود ہوں یہ کہکر اعظم نے ایک گرز فریدون کے
مرکب پر مارا کہ مرکب اسکا مر گیا فریدون مرکب پر سے کود کر تلوار کھینچ کے جھپٹا اور پکارا کہ تو نے میرے مرکب کو قتل کیا
ہے میں بھی تیرے مرکب کو پیادہ کر دونگا یہ سنتے ہی اعظم گھوڑے سے کود پڑا فریدون نے اعظم کے تلوار ماری اعظم نے

پیشتر اسکے ضرب اسکی خالی دی اور قبضے پر ہاتھ ڈالکے ایک جھٹکا دیا فریدون سے تلوار تو دوسرے ہاتھ مین لیکر
پھینکدی اور گریبان مین ہاتھ ڈالکر لپٹ گیا دونون مین کشتی ہونے لگی دو روز تک خوب کشتی ہوا کی تیسرے روز
اعظم صف شکن فریدون کو لیکر جو چلا تو پاؤن فریدون کا موشخانے مین اٹک گیا اعظم صف شکن نے
جھٹکا دیا فریدون کا پاؤن موشخانے سے نکل تو آیا مگر چہرہ اسکا متغیر ہو گیا اعظم کی نگاہ جو فریدون پر پڑی کہنے لگا
کہ کیون فریدون کیا حال ہے فریدون نے کہا کہ جی کچھ نہیں آپ اپنا کام کیے جائیے اعظم نے کہا کہ نہیں معلوم
ہوتا ہے کہ تیرا پاؤن موشخانے مین اٹک کر لوٹ گیا ہے اب مین تجھ سے ہرگز ہرگز نہ لڑونگا ہر چند فریدون نے کہا کہ
نہیں مین صحیح وسالم ہون مگر اعظم نے ہرگز نہ مانا اور زمین پر رکھکے کہنے لگا کہ قسم بخدا مین آج تک کسی لنگڑے لولے
سے نہیں لڑا جب تم اچھے ہو لوگے تب لڑینگا الغرض اعظم اپنی بارگاہ مین چلا آیا اور فریدون پالکی مین سوار
ہو کر اپنی بارگاہ مین آیا اور اسی وقت شکستہ بندون کو بلا کر دکھلایا انھون نے کہا کہ اے شہریار کولا آپ کا
اکھڑ گیا ہے فریدون نے کہا کہ خیر جلد بٹھلا دو غرض کولا فریدون کا بٹھایا گیا دوا دارو ہونے لگی اور اعظم جو اپنی
بارگاہ مین آیا تو اسکے آتے ہی دور مے گلگون چلنے لگا ناچ ہونے لگا صحبت عیش مہیا ہوئی تا اینکہ نصف شب قریب ہوئی
اعظم کہا کہ کر سو رہا سب اپنی اپنی قیامگاہ کو واپس آئے جب بارگاہ اچھی طرح خالی ہو لیا تو مہران شاہ کو وقت فرصت
غنیمت معلوم ہوا کیونکہ اس کمبخت نے ظاہرا خوف جان ایمان قبول کیا تھا اس موقع کو غنیمت جانکر بارگاہ اعظم کی
پشت پر آکے پردہ خیمے کا کاٹ کر خیمے کے اندر آیا اور اعظم کو سوتا پاکر بیہوشی دے کے راتون رات اٹھائے ہوئے
مقید و مسلسل کر کے شہر شمالیہ باختر کی جانب روانہ ہوا جب صبح ہوئی تو بارگاہ اعظم مین ایک ہلڑ پڑ گیا کہ کوئی شخص
راتارات اعظم کو اٹھا لیگیا جب لوگون نے مہران شاہ کے پاس جانے کا قصد کیا تو ملازمان مہران شاہ نے کہا کہ
مہران شاہ شب ہی کو جانب شہر شمالیہ باختر روانہ ہو گیا وہ یہان کب ہے بس سب لوگ پہچان گئے کہ شب کو مہران شاہ
ہی اعظم کو بیہوش کر کے لیگیا ہے بارگاہ اعظم مین سبکے سب متالم و متاسف ہوئے کہ افسوس ہم سب کیسے غافل ہو گئے
تھے الغرض جب یہ خبر فریدون شمشیر پرست کو ہوئی تو یہ نہایت ہی غضبناک ہوا اور کہنے لگا کہ قسم خداوند شمشیر
کی کہ مین اس کمبخت کو جیتا نہ چھوڑونگا یہ کہکر مع فوج و سپاہ تعاقب مین مہران شاہ کے جانب شمالیہ باختر روانہ
ہوا تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ سامنے سے ایک گرد نمودار ہوئی اور شاہزادہ قا و سپاہ تاج الملک وغیرہ
کو ہمراہ لیے ہوئے نمودار ہوئے فریدون نے آگے بڑھکر استقبال کیا دونون آپس مین بغلگیر ہوئے قاسم نے
فریدون سے کہا کہ فریدون کہان جاتے ہو فریدون نے کہا اے شہریار عالی وقار مہران شاہ اعظم صف شکن کو
دغا سے جانب شمالیہ باختر کو لیگیا ہے اسکے تعاقب مین جاتا ہون یہ سنکر قاسم نے کہا کہ اچھا تھوڑی دیر توقف کرو
ہم بھی اسیطرف چلتے ہین فریدون نے کہا بہتر ہے آپکو اختیار ہے مین آپ کا تابع ہون الغرض قاسم نے وہین بارگاہ
برپا کرائی صحبت عیش و عشرت مہیا ہوئی ملک قاسم اورنگ دولت پر بیٹھے دست راست مین قماس خان
اور دست چپ مین فریدون شمشیر پرست متمکن ہوئے رات بھر ہنگامہ عیش بپا رہا صبح کو ملک قاسم مع
فریدون شمشیر پرست اور تاج الملک اور قماس خان کے راہی شہر شمالیہ باختر ہوئے جب شہر
شمالیہ باختر کے قریب پہونچ گئے اور یہ خبر عزیز الملک کو ہوئی کہ ملک قاسم مع تاج الملک و فریدون شمشیر پرست
اور قماس خان کے اسطرف آتا ہے اور تاج الملک ملک قاسم کا مطیع و منقاد ہو گیا ہے اور اس سے زیر ہو کر
دائرہ اسلام مین داخل ہو گیا بس یہ خبر سنتے ہی عزیز الملک بہت پریشان خاطر ہوا اور سیف الملک صف شکن جمالی

سے گویا ہوا کہ ای بھائی تاج الملک قاسم کا مطیع و منقاد ہو گیا اور اُس سے زیر ہو کر دائرۂ اسلام میں داخل ہو گیا اور اب
قاسم کے ہمراہ بارادۂ جنگ اس طرف آتا ہے تو ای بھائی تم جا کر ملک قاسم کو قتل کرو اور تاج الملک کو سمجھا کر میرے پاس لے آؤ
سیف الملک حکم عزیز الملک سے دو لاکھ سوار ہمراہ لیکر شمالیہ باختر سے کوچ کر کے روانہ ہوا بعد طے مراحل اور قطع
منازل جب قریب لشکر ملک قاسم کے پہونچا ادھر ملک قاسم کو ہرکاروں نے آکر اطلاع دی کہ سیف الملک دو لاکھ
سوار ہمراہ لیے ہوئے آپ سے مقابلے کے لیے آتا ہے قاسم نے کہا کیا خوف ہے خدا ہے بزرگ ست جنگ کی تیاری کرو اور
مقابلہ و مجادلہ پر مستعد ہو جاؤ حکم کے ساتھ ہی تیاری جنگ شروع ہوئی اور ادھر سیف الملک بھی آ پہونچا اور لشکر قاسم
کے برابر بارگاہ برپا کرائی و نہایت شوکت پر آ کے بیٹھا اور شراب چلنے لگا جب دماغ ادھر آب سے گرم ہوا تو سیف الملک
نے نقارۂ رزمی کے بجنے کا حکم دیا بموجب حکم اُسی وقت طبل جنگی پر چوٹ پڑی اور تیاری جنگ کی ہونے لگی ہرکاروں نے یہ خبر ملک قاسم
کو پہونچائی کہ سیف الملک نے طبل جنگ بجوایا ہے یہ سنکر ملک قاسم نے بھی طبل جنگ بجوا دیا دونوں لشکروں نے تمام
رات بھر جنگ کی تیاری کی کہ صبح کو لڑائی ہوگی الغرض جب نصف شب سے رات تجاوز ہو گئی تو فریدون شمشیر پرست خدمت
ملک قاسم میں عرض رسا ہوا کہ ای شہریار عالی وقار مجکو ایک عرصۂ بعید اور مدت مدید سے سیف الملک سے مقابلے
اشتیاق ہے امیدوار ہوں کہ حضور مجھے سیف الملک سے لڑنے کی اجازت دیں ملک قاسم نے کہا کہ خیر صبح تو ہونے دو
دیکھا جائیگا یہ سنکر تاج الملک بول اُٹھا کہ ای شہریار عالی وقار سیف الملک بھی کسی سے پایہ کم کا نہیں رکھتا وہ بھی بہادر
روزگار میں فرد ہی ہے قاسم نے کہا کہ ای بھائی سچ ہے صبح ہونے دو دیکھا جائیگا الغرض وہ رات تو اسی قیل و قال میں بسر ہوئی
صبح کو دونوں لشکر میدان میں آئے جب صفوف جدال و قتال آراستہ ہو چکیں تو سیف الملک صف شکن
نے مرکب اپنا آگے بڑھایا اور نصف میدان میں آکر نہیب دی ادھر سے فریدون شمشیر پرست ملک قاسم سے
اجازت لیکر میدان میں آیا دونوں میں نگاورزی ہوئی کوئی چار چار قدم دونوں کے مرکب پیچھے ہٹے الغرض بعد گفتگوے
بسیار سیف الملک نے برچھا اُٹھایا دونوں میں نیزہ بازی ہونے لگی سنان سے سنان اور بنان سے بنان لڑنے لگی
سیکڑوں طعن کی ردو بدل ہوئی دونوں نیزے مثل زلف محبوب کے آپس میں چمٹ گئے تا اینکہ سنانیں اور بنانیں
ناکارہ ہو گئیں دونوں نے برچھے ہاتھوں سے پھینک کر تلواریں میان سے کھینچیں اب وار پر وار اور ضرب پر ضرب
تلوار کی چلنے لگی سیکڑوں ہی وار کی ردو بدل ہو گئی بس ایک مرتبہ فریدون شمشیر پرست نے موقع پاکر ایک تلوار ایسے
گھوڑے کی گردن پر ماری مرکب سیف الملک پیچھے ہٹ گیا تلوار زمین پر پڑی اور فریدون شمشیر پرست جھک گیا
بس اسکا جھکنا کہ سیف الملک نے لپک کر ایک ہاتھ مرکب فریدون کی کمر پر مارا کہ گھوڑا فریدون کا مارا گیا
اور زمین پر گرا گھوڑے کے گرتے ہی فریدون مرکب سے کود پڑا اور سیف الملک کے گھوڑے کو مارنا چاہا
یہ دیکھکر سیف الملک گھوڑے سے کود پڑا اور دوڑکر فریدون سے لپٹ گیا دونوں میں کشتی ہونے لگی ایک شب و روز
خوب زور آزمائی ہوا کی دوسرے روز سیف [illegible] فریدون کو جوت کر پیچا پیچ میں ہوشیانہ تھا پانون فریدون کا
اُس موش خانے میں جا رہا سیف الملک نے جھٹکا دیا پانون فریدون کا نکل تو آیا مگر کولا اسکا اکھڑ گیا
لیکن فریدون کی جرأت کو دیکھیے کہ یہ اُسیطرح لڑتا رہا ایک نظر سیف الملک کی فریدون کے چہرے پر
پڑگئی دیکھا کہ چہرہ فریدون کا سخت متغیر ہے پوچھا کہ کہیں فریدون کیا حال ہے فریدون نے کہا کہ کچھ نہیں
خیریت ہے تم اپنے کام میں مصروف ہو میں اچھا ہوں سیف الملک نے کہا کہ یہ کوئی بات ہی نہیں کہ تجھسا
بہادر یوں متغیر الوان ہو جاۓ معلوم ہوا کہ پانون تیرا موش خانے میں اٹک کر ضرب کھا گیا ہو جا اب میں

تجھسے نہین لڑونگا قسم ہو خداوند تعالی کی کہ آج تک مین کسی لنگڑے لولے سے نہین لڑا جب تو اچھا ہو جائیگا تو دیکھا جائیگا
تیرا جی چاہیگا تو لڑ لینا یہ کہکر فریدون کو زمین پر رکھدیا اور اپنے مرکب پر سوار ہو کے اپنی بارگاہ کو روانہ ہوا اور فریدون
کو ڈولی پالکی مین ڈالکر ملک قاسم کی بارگاہ مین لے آئے شکست بند طلب ہوئے کولا فریدون کا اُسیوقت بٹھایا گیا ملک قاسم
کو اس امر سے نہایت صدمہ ہوا کہنے لگا کہ خیر کل دیکھا جائیگا یہ کہکر دنگل شوکت پر آ کے متمکن ہوا دور مے گلگون چلنے لگا
اودھر بارگاہ سیف الملک مین بھی سامان عیش مہیا ہوا جام مے گلگون گردش مین آیا جب دماغ بادۂ ناب سے گرم ہوا تو
سیف الملک نے نقارۂ رزمی بجنے کا حکم دیا بموجب حکم اُسیوقت طبل جنگی پہ چوب پڑی تیاری لڑائی کی ہونے لگی ہلکارون
نے یہ خبر لشکر قاسم مین پہونچائی اُسطرف بھی طبل جنگ بجنے لگا غرض رات بھر دو جانب نقارۂ خسروی بجا کیے اور آلات حرب و
ضرب درست ہوا کیے صدا ہوشیار باش بیدار باش کی بلند رہی جب صبح ہوئی تو دونون لشکر میدان مین آنے بعد آراستگی
صفوف جدال و قتال اُدھر سے سیف الملک نے مرکب بڑھایا اور اُدھر سے ملک قاسم نے شبرنگ زہرہ جبین سلیمانی
کو مہمیز کیا بڑے شد ومد سے لگاوٹ نی ہوئی کوئی چار قدم مرکب سیف الملک کا پیچھے ہٹ گیا اور شبرنگ زہرہ جبین سلیمانی
اُسیطرح اپنی جگہ پر کھڑا رہا یہ دیکھکر سیف الملک بہت متحیر ہوا اور جھلا کر شاہزادۂ خاور سپاہ سے کہنے لگا کہ لائیے ضرب اپنی
قاسم نے کہا اے سیف الملک یہ ہمارا دستور نہین ہم اہل اسلام حریف پر پیشدستی کو جائز نہین سمجھتے اگر تجھے جنگ منظور ہی تو
پہلے تو اپنا وار کر جو خداوند برحق تیرے وار سے ہمین بچائیگا تو پھر ہم بھی وار کر لینگے یہ سنکر سیف الملک نے کہا کہ بہت اچھا ہمین چل
کرتے ہین روکیے تو سہی دیکھین تو آپ کیسے بہادر ہین یہ کہکر سیف الملک نے برچھا اُٹھا کر بڑے ہی زور مین قاسم کے حوالے
کیا ملک قاسم نے یا علی ولی کہکر سنان کو سنان پر روکا دونون مین نیزہ بازی ہونے لگی دو دون نیزے مثل زلف محبوب سے گتھ گئے
سنان پر سنان پڑنے لگی خلاصہ اینکہ بعد ساٹھ ستر طعنون کے ملک قاسم نے نیزہ سیف الملک کا ہوائی کیا جب تو
سیف الملک جھلا گیا اور شمشیر آبدار نیام سے لیکر قاسم کی طرف جھپٹا اور جاتے ہی ایک ہاتھ تلوار کا یا خداوند تعالی
کہکر قاسم کے مارا قاسم نے یا علی ولی کہکر سپر اوپر لے ضرب اسکی خالی دی اور پیلارک افراسیابی میان سے لیکر سیف الملک
کے ماری سیف الملک نے بھی اُس وار کو خالی دیا باہم رد و بدل ہونے لگی جب سیف الملک نے دیکھا کہ اب تلوار
سے بھی کام چلتا نہین معلوم ہوتا ہے تو تلوار کو پھینک کر گرز گاؤسر کو ارابے سے اُٹھالیا اور پوری قوت سے یا خداوند تعالی کہکر
دو دستہ وار ملک قاسم پر کیا شاہزادہ خاور سپاہ نے گرز کو گرز پر روکا آواز تڑاقے کی پیدا ہوئی تتق گرد کا بلند ہوا ملک قاسم
مع مرکب تتق گرد مین غائب ہو گیا یہ دیکھتے ہی سیف الملک نے نعرہ کیا کہ دم دم پست کردم حریف را اب اگر چھلنی لیکر
خاک بھی چھانی جائے تو پتا نہ لگے گا یہ آواز جو ملک قاسم کے گوش زد ہوئی مرکب کو مہمیز کرکے دامن گرد سے باہر آیا اور آواز
دی کہ او کاذب تو بکتا کیا ہے گرانڈری وکلا پست کردی مین حریف تیرا تو زندہ و سالم موجود ہون یہ کہکر ایک وار دوستی گرز گاؤسر کا
سیف الملک پر کیا سیف الملک نے گرز کو گرز پر روکا آواز سے تڑاقے کی گردون گردان ہلگیا اور سیف الملک تتق
گرد مین غائب ہو گیا لیکن ملک قاسم خاموش کھڑے رہے سیف الملک کا پانی کی چھاگل لیکر تتق گرد مین در آیا اور
چھاگل سے پانی نکالکر سیف الملک پر چھینٹے دینا شروع کیے جب تیسرے چھینٹے مین سیف الملک کو ہوش آیا
تو کہنے لگا کہ بچایا تو خداوند تعالی نے گرز ل بے تیر ادور اگر ابھی قاسم ایک گرز اور مارے تو میرا پتا بھی نہ لگے یہ کہکر مرکب
کو جھکا دیا لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹا اب جو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ کمر اُسکی ٹوٹ گئی ہے آخر کار تنگ آکر مرکب سے کود پڑا
اور تلوار کے قبضے پر ہاتھ ڈالکے باہر نکلا دیکھا کہ قاسم مرکب پر سوار کھڑا ہے بس تلوار کھینچ لی یہ کہتا ہوا جھپٹا کہ خبیر تو نے
میرے مرکب کی کمر توڑ دی ہے اگر مین بھی تمہارے مرکب کو پیدل نہ کر دون تو نام اپنا بدل ڈالون یہ سنکر قاسم ہان ہان کہتا ہوا

اسطرح مرکب سے کود اکا گے آپ پیچھے مرکب سیف الملک نے لپک کر جلا کے ایک تلوار قاسم کے ماری قاسم نے
پیترا بدلکے ضرب اُسکی خالی دی اور قبضہ پکڑ کے جھٹکا جو دیا تو تلوار اُسکے ہاتھ سے چھوٹ گئی بس وہ جھلا کر ملک قاسم سے
لپٹ گیا کشتی ہونے لگی تین روز تک خوب زور آزمائی رہی چوتھے روز قاسم نے کمربند مین ہاتھ ڈالکے سیف الملک کو
اُٹھا لیا اور سر سے اونچا کر کے خوب سا چکر دیکر زمین پر دے پٹکا سیف الملک چارون شانے چت زمین پر آیا ملک قاسم
سیف الملک کے گرتے ہی جھٹ اُسکے سینے پر جا بیٹھا اور حلقہاے کمند ڈالکر سیف الملک کی مشکین باندھ لین
اور نقارہ ہاے شادی بجواتا ہوا باچشم خندان اپنی بارگاہ کو واپس آیا سامان عیش و عشرت مہیا ہوا تمام افسران فوج اور سرداران
سپاہ نے تہنیت فتح کی نذرین گذرانین پھر سب آ آ کر اپنے اپنے ٹھکانون پر مقیم ہوئے ملک قاسم بھی دنگل شوکت پر متمکن
ہوئے دست راست مین قیماس خان دست چپ مین تاج الملک بیٹھے ناچ رنگ شروع ہوا جام مئے گلگون
گردش مین آیا جب دماغ بادۂ ناب سے سرگرم ہوا اور دل مطمئن ہوا تو ہشیار و سیف الملک کو لیے ہوئے سامنے
حاضر ہوا ملک قاسم نے سیف الملک سے پوچھا کہ کیون سیف الملک مین نے تجھے کیونکر زیر کیا سیف الملک
نے کہا کہ جسطرح بہادر بہادرون کو زیر کرتے ہین یہ سنکر ملک قاسم نے فرمایا کہ پھر اب تمکو ہمارا مذہب قبول کرنے مین کیا عذر
و تامل ہے سیف الملک نے کہا اب جبکہ ہم آپ سے زیر ہوگئے اور کوئی بس ہمارا نہ چل سکا تو پھر آپ کی تعمیل ارشاد مین
کیا تامل ہے بیشک آپ کا دین سچا ہے اور آپ حق پر ہین آپ اپنے اصول مذہب تعلیم کیجیے مین سچے دل سے اسلام لاتا ہون
یہ سنکر ملک قاسم نے اصول دین تعلیم کیے اور کلمۂ طیبہ ارشاد فرمایا سیف الملک کلمۂ طیبہ پڑھکر از صدق مسلمان
ہوا اور بعد اُسکے اپنی فوج کو طلب کر کے مخاطب ہوا کہ اے بھائیو مین نے مذہب ملک قاسم کا قبول کیا اور دائرۂ اسلام
مین داخل ہوا لہذا تم سب کو بھی میری متابعت کرنا چاہیے سبھون نے عرض کیا کہ اے شہریار ہمین تعمیل ارشاد مین کیا
عذر ہے مثل مشہور ہے کہ الناس علی دین ملوکہم یہ سنکر سیف الملک نے سبھون کو کلمۂ طیبہ تعلیم کیا سبکے سب کلمہ پڑھ
پڑھکر بصدق دل مسلمان ہوئے بعد اسکے قاسم نے سیف الملک کو دنگل شوکت پر اپنے برابر جگہ دی ہر طرح
سے اطمینان دلایا جام مئے گلگون منگوایا تمام افسران فوج اور سرداران لشکر کو سیف الملک سے بغلگیر کرایا
ناچ رنگ شروع ہوا جب دل مطمئن ہولیا اور دماغ بادۂ ناب سے گرم ہوا تو قاسم کو ملکہ ماہ تاجدار کا خیال آیا
بے اختیار آہ سرد دل پر درد سے کھینچکر سیف الملک سے پوچھا کہ کیون بھائی تمھین ملکہ ماہ تاجدار کا بھی کچھ حال
معلوم ہے سیف الملک نے کہا کہ جی کیون نہین قاسم نے کہا کہ پھر بھائی بیان کرو ذکر محبوب ہی سنکر دل کو ٹھنڈا
کرلین یہ سنکر سیف الملک نے کل حال ملکہ ماہ تاجدار کا از ابتدا تا انتہا بیان کیا بس یہ حال پر اختلال
سنکر ملک قاسم کے دل پر گویا ایک پہاڑ گر پڑا بے اختیار آنکھ سے آنسو نکل آئے اور رو رو کر جناب باری
مین عرض کیا کہ اے جامع المتفرقین و اے مسکن المتحرکین تو ہی امیدوار کی امید ہے تجھسے ہر طرح کی توقع ہے خداوندا
سوا تیرے کس سے عرض کرون تو ہی ملکہ ماہ تاجدار کو پھر دکھائیگا ابھی ملک قاسم دعا مین مصروف ہی تھے کہ
یکایک جوڑی ہلکارہ کی حاضر ہوئی اور مجرا گاہ پر سے مجرا کر کے بعد دعا و ثنا عرض پرداز ہوئی کہ خداوند نعمت مہر انشان
اعظم صف شکن کو قید کر کے عزیز الملک کے پاس پہونچگیا ہے اطلاعاً گذارش ہوا بس یہ سنکر ملک قاسم یا رب جلیل
کہکر تکیۂ پلنگ مبارک ٹیک کے اُٹھ کھڑے ہوئے اور سبھون سے حکم دیا کہ ہم یہان سے آگے بڑھتے ہین تم سب بھی اپنی
درستی کر کے اسباب و سامان لیکر بہت جلد چلے آؤ یہ کہکر خود یکہ و تنہا جانب شمالیہ باختر روانہ ہوئے ادھر یہان بھی سبکے
سب سامان و اسباب کی درستی مین مصروف ہوئے دوسرے ہی روز کل اسباب و سامان درست کر کے رہ نورد شمالیہ باختر

ہوئے اب انہین تو راہ نورد شمالیہ باختر چھوڑیے اور

وہ کلمے داستان شاہزادہ بدیع الزمان نامور کے ملاحظہ کیجیے

کہ شاہزادہ بدیع الزمان نامور جو بارگاہ عزیز الملک سے زخمی ہوکر نکلے تو جاتے جاتے ایک صحرائے پر فضا مین انکا گذر ہوا ایک مقام پر ایک چشمۂ آب باصفا اور گیاہ سبز پر فضا موجود پاکر انکے مرکب نے کچھ توقف کیا پانی پی کر گھاس چرنے لگا بدیع الزمان تو کئی روز کی گرسنگی سے جان بلب اور بیہوش تھے ہی گھوڑے کے جھکتے ہی بیچارے زمین پر گر پڑے اتفاقاً اُس صحرا مین سہراب تیغ زن وہان کا بادشاہ شکار کھیلنے آیا ہوا تھا اور مصروف شکار تھا کہ کچھ خادمون نے جا کر عرض کیا کہ خداوند نعمت ایک جوان حسین نہایت خوشرو بظاہر قطاع الطریق کے ہاتھ سے زخمی مثل شیر مجروح کے بیہوش پڑا ہے خداوند نعمت وہ جوان قابل دید ہے اگر اچھا ہو جائے اور ملازمت حضور اختیار کرے تو لشکر شاہی مین یہ جوان ایک ہی نکلیگا یہ سنکر سہراب مرکب اُٹھا کر قریب بدیع الزمان کے آیا اور شکل و شمائل دیکھکر ہزار جان سے مفتون ہوگیا اور انگشت بدندان ہو کر کہنے لگا کہ افسوس ایسے جوان خوشرو کو کسنے زخمی کیا اور ایسے پہلوان کو کیونکر زیر کیا یہ کہکر اسیوقت بدیع الزمان کو اُٹھا کر اپنے خیمے مین لایا اور جرّاحان چابک دست کو بلوا کر بدیع الزمان کی زخم دکھا کر انپر مرہم کی پٹیاں چڑھوائین ادویۂ عطریہ دماغ پر لگائین اور سنگھائین تا اینکہ بدیع الزمان کو ہوش آیا جب بدیع الزمان نے آنکھ کھولی تو سہراب نے پوچھا کہ حضور کا اسم اقدس بدیع الزمان نے کہا کہ سید سوداگر سہراب نے پوچھا یہان آنے کا سبب بدیع الزمان نے کہا حیلۂ تجارت سہراب نے کہا کہ پھر یہ جراحات کہان لگے مال اسباب کہان گیا بدیع الزمان نے کہا کہ راہ شمالیہ باختر مین کل مال و اسباب میرا قزاقون نے لوٹ کر چار طرف سے مجھے گھیر زخمی کر ڈالا وہ سیکڑون مین تن تنہا کچھ نہ کر سکا یہ سنکر سہراب نے کہا کہ نہین آپ کو قسم ہے اپنے دین و مذہب کی سچ سچ بیان کیجیے بدیع الزمان نے کہا کہ اگر سچ ہی سچ پوچھتے ہو تو سچ تو یون ہے کہ مین امیر حمزہ صاحبقران مظہر الرحمن کا بیٹا بدیع الزمان ہون سہراب نے کہا کہ پھر ہم سب تو لقا پرست ہین آپ بھی لقا پرستی اختیار کیجیے بدیع الزمان نے کہا کہ اگر تم مجھے زیر کرو تو کیا مضائقہ ہے سہراب نے کہا کہ بہتر آپ اچھے ہو لیجیے تو ہمارے آپکے زور آزمائی ہو جائیگی بدیع الزمان نے کہا کہ انشاء اللہ لیکن اگر مین نے تمہین زیر کر لیا تو سہراب نے کہا کہ پھر ہم آپ کا مذہب قبول کر لینگے بدیع الزمان نے کہا کہ بس پھر کیا ہے ہمکو اچھا ہونے دو غرض علاج و معالجہ بدیع الزمان کا ہونے لگا بقدرت خدا کوئی آٹھ ہی روز مین بدیع الزمان کو صحت ہو گئی نوین روز بدیع الزمان نے غسل صحت کیا دسوین روز سہراب اور بدیع الزمان مین مقابلہ ہوا تین روز کی کشتی کے بعد سہراب کو بدیع الزمان نے چار ون شانے چت کرا کے اُسکے سینے پر مقام کیا اور کہا کہ اب اسلام لانے مین کچھ عذر ہے سہراب نے کہا اب کیا عذر ہے جو کہا ہے وہ کرینگے تا زندہ ہیں خادم ہیں یہ سنکر بدیع الزمان سینے پر سے اتر آئے اور سہراب کو کلمہ تلقین کیا سہراب مع اپنی فوج و سپاہ و اہل شہر کے کلمہ پڑھا مسلمان ہوا صدائے تکبیر کوچہ و بازار سے بلند ہوئی مسجدون کی بنا ڈالی بتکدے کھودے گئے بارگاہ برپا ہوئی جشن عیش و عشرت کی تیاری ہوئی اب بدیع الزمان کو تو شہر شہرابیہ مین مقیم چھوڑیے اور

وہ کلمے داستان ملکہ ماہ تاجدار کے ملاحظہ فرمایئے

کہ جب دیو سنجر شہر محرابیہ مین ہاتھ سے اعظم صف شکن کے مارا گیا اور یہ خبر ملکہ ماہ تاجدار کو معلوم ہوئی تو بیچاری نہایت حیران و پریشان ہوئی اور سخت متفکر ہوئی کہ اب کیا کرون کیونکہ اتنے دن تو اسی انتظار مین کٹ گئے کہ شاید دو کمبخت دیو سنجر ہی آ جائیگا تو یہ تنہائی اور بیکسی تو جاتی رہیگی اسلیے کہ دیو سنجر اسے برج سلیمانی مین چھوڑ کر شہر محرابیہ کو

چلا گیا تھا اور کہہ گیا تھا کہ خبردار ملکہ یہاں سے کہیں نہ جانا ورنہ جب میں پھر آؤنگا تو بہت بُری طرح پیش آؤنگا اب جب اُسکے
آنے سے بھی یاس ہوئی تو بیچاری زار زار بیٹھ مار مار کے رونے لگی اور کہتی تھی کہ اے اب میں کدھر جاؤں وہ کمبخت دیو بھی
مار ڈالا گیا کاش وہی کمبخت جیتا پھر تو میں اُس سے روتی گڑگڑاتی منت و عاجزی کرتی منتیں کرتی تو مجھے قاسم کے پاس
پہونچا دیتا وہ اگر نہ بھی پہونچاتا تو اتنا تو میری خاطر سے ضرور کرتا کہ کسی نہ کسی طرح مجھے ایک نظر دکھلا تو دیتا اے اب وہ بھی
سہارا ٹوٹ گیا یا رب خدایا اب یہ مصیبت اپنی میں کس سے کہوں اور کہاں اپنا سینہ پیدا کروں بیت دن کٹا فریاد میں رات آہ
و زاری میں کٹی * عمر کٹنے کو کٹی پر کیا ہی خواری میں کٹی * خداوندا اس زندگی سے تو اب موت بہتر معلوم ہوتی ہے الٰہی تو
اب ملک الموت کو جلد حکم کر کہ وہ آ کر اس کنیز بے تمیز کی قبض روح کریں کہ میں اس دنیا کے بکھیڑے سے اور اس
آٹھوں پہر کی سوزش قلب سے نجات پاؤں ایسے دکھ درد میں جینا بے فائدہ اور لاحاصل ہے یہ فقرات یاس کہتی تھی اور
اُسی کوہ سلیمانی پر کھڑی ہوئی رو رہی تھی کہ یکایک ایک سوداگر جلیل القدر اپنا جہاز لیے ہوئے اُسی دریا سے جا رہا تھا
کہ جو اس پہاڑ کے نیچے بہ رہا تھا ملکہ کی بیقراری اور نالہ و زاری سنکر اُس سوداگر نے لنگر جہاز کا ڈالدیا اور اپنے جہاز پر سے اُتر کے
اُس پہاڑ پر آیا ملکہ کے حسن و جمال کو دیکھکر ہزار جان سے مفتون ہو گیا اور ملکہ کے حال کا مستفسر ہوا ملکہ نے کل کیفیت
از ابتدا تا انتہا بیان کر کے اُس سوداگر سے کہا کہ اے سوداگر اگر تو میرے محبوب اور میرے وارث ملک قاسم تک مجھے
پہونچا دیگا تو میں تیری بڑی ممنون ہونگی اور قاسم تیرے ساتھ بہت کچھ سلوک نیک کریگا اور زر و جواہر سے تجھے مالا مال
کر دیگا یہ سنکر سوداگر نے کہا کہ اچھا کیا مضائقہ ہے آپ چلکر میرے جہاز پر بیٹھ لیجیے انشاء اللہ میں آپ کو ملک قاسم
تک پہونچا دونگا یہ کہکر ملکہ کو اُس پہاڑ سے اُتار کر اپنے جہاز پر لایا اور نہایت تزک و احتشام اور عزت و احترام
سے بٹھا کر لے چلا تھوڑی ہی راہ طے کرنے پایا تھا کہ ایک پنجہ آسمان سے گرا اور ملکہ کو اُٹھا لے گیا اس سانحے سے وہ تاجر نہایت
متألم ہوا اور دست تاسف ملتا ہوا وہاں سے روانہ ہوا جب بعد چند روز کے پھرتا پھرتا داخل شہر سہرابیہ ہوا اور
حسب دستور بارگاہ شاہی میں پہونچا تو حسب اتفاق اُسوقت بدیع الزمان بھی بیٹھے ہوئے تھے یہ تاجر صف تجار
میں بیٹھ گیا اور بعد ادائے رسوم خدمت اسباب تجارت پیشکش کیا مگر حال اس سوداگر کا یہ ہے کہ اسباب تجارت
دکھاتا جاتا ہے اور خیال ملکہ میں آہ سرد بھرتا جاتا ہے جب بدیع الزمان نے یہ رنگ دیکھا کہ یہ تاجر جب سے آیا ہے برابر آہ
کھینچ رہا ہے تو بدیع الزمان نے پوچھا کہ اے بھائی مال و اسباب پھر دکھانا پہلے یہ تو بتلا کہ تو آہ سرد بار بار کیوں بھر رہا
ہے یہ سنکر سوداگر گویا ہوا کہ بیت مرا در دلیست اندر دل اگر گویم زبان سوزد * و گر دم درکشم ترسم کہ مغز استخوان سوزد *
اے شہریار عالی وقار یہ حال پر ملال اظہار کی قابلیت نہیں رکھتا بدیع الزمان نے کہا کہ اچھا کچھ تو بیان کر تب تو سوداگر
بولا کہ اے شہریار گستاخی معاف آپ تو مجھے اس جگہ کے باشندے نہیں معلوم ہوتے یہ تبلائیے کہ آپ ملک قاسم تو نہیں
ہیں بدیع الزمان نے کہا کہ ملک قاسم سے کیا کام ہے یہ سنکر سوداگر نے کل قصہ ملکہ کا بیان کیا بس یہ سنتے ہی بدیع الزمان
کے چہرے پر خوشی کے مارے سُرخی آگئی اور کہنے لگے کہ اے تاجر خوش آمدی و صفا آوردی ہم تو مدت سے اسی فکر میں
تھے میں بدیع الزمان ہوں اور قاسم میرا بھتیجا ہے یہ کہکر خدا حافظ و ناصر کہکے اُٹھ کھڑے ہوئے اور مرکب پر سوار ہو کے
طرف باغ سلیمانی کے روانہ ہوئے جاتے جاتے ایک صحرا میں پہونچکر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک ہرن بہت تیز رفتاری سے
چوکڑیاں بھرتا چلا جاتا ہے بدیع الزمان نے ایک تیر اُسکی پیشانی پر ایسا تاک کے مارا کہ وہ ہرن گر پڑا اب جو قریب جا کر
دیکھتے ہیں تو دیکھا کہ ایک اور تیر اُسکی پشت پر لگا ہوا ہے بدیع الزمان سمجھے کہ کسی اور نے بھی اسکے تیر مارا ہے غرض
شاہزادہ اس ہرن کو ذبح کرنے میں مشغول تھے کہ ایک گرد سامنے سے نمودار ہوئی جب وہ گرد شق ہوا تو دفعتاً ایک سوار

بگٹٹ گھوڑا دوڑاتا ہوا اور پیچھے پیچھے آئے اور چند سوار بھی آشکار ہوئے اُس سوار نے جو بدیع الزمان کو دیکھا کہنے لگا کہ
او شخص تو نے میرے صید کو کیون صید کیا شاہزادے نے فرمایا معاف فرمایئے مین لاعلم تھا اور یہ صید حاضر ہے
یہ حال دیکھکر اُس سوار نے کہا کہ تم مجھے جانتے بھی ہو کہ مین کون شخص ہون آگاہ ہو کہ میرا نام مفتوح دیو کش ہے اگر اِس
صید کو اپنے کاندھے پر اُٹھا کے میری قیامگاہ تک لیجاؤ گے تو خیر ورنہ ایک ایسا ہاتھ رسید کرونگا کہ یہین گرد برد ہو جاؤ گے
یہ سنکر شاہزادے کو غصہ آگیا اور فرمایا کہ اگر دعوی بہادری ہے تو مقابلہ کر یہ بھبکیان کیسی یہ سنکر اُسنے شاہزادے کے
تلوار ماری شاہزادے نے دستانے مارے تلوار دور جا گری اور بدیع الزمان نے کمر زنجیر مین اُسکے ہاتھ ڈالکر قاش زین سے
اُٹھالیا اور چاہتے تھے کہ زمین پر دے پٹکین کہ اُسنے نہایت لجاجت سے کہا کہ اے شہریار الامان بدیع الزمان نے فرمایا کہ بشرط
ایمان اُسنے کہا کہ جو آپ کا ایمان قبول کرے وہ کیا کہے بدیع الزمان نے اُسے زمین پر رکھ دیا کلمہ تعلیم کیا مفتوح مع قوت
مع چالیس ہزار فوج کے کلمہ پڑھکر مسلمان ہوا اور عرض کیا کہ اے شہریار میرے ملک کے قریب تہمتن بجکلاہ ایک شاہ
جبار کا ملک ہے وہ مجھسے بھی ہر سال خراج لیتا ہے اور دیگر بندگان خدا پر بھی ظلم کیا کرتا ہے جو الہ جادو نام ایک ساحرہ اُسپر
عاشق ہے اور ہر چند طالب وصل ہوتی ہے مگر وہ قبول نہین کرتا ایک روز باغ سلیمانی سے وہ ساحرہ ایک حسین نازنین
ملکہ ماہ تاجدار نامے ایک عورت کو اُٹھا لائی وہ مردود اُس عورت کو دیکھکر ہزار جان سے عاشق ہو گیا اور اُس ساحرہ
سے بے اعتنائی کرکے اُس ملکہ سے طالب وصل ہوا یہ دیکھکر جو الہ تو خفا ہو کر چلی گئی اور یہ مردود اُسے اپنی خلوتگاہ مین لایا
بس وہ نیکبخت ہیرے کی انگوٹھی اپنے ہاتھ سے اتار کر چبا گئی اور اس ذلت و ننگ کے بدلے اپنی جان دیدی یہ سنتے ہی
بدیع الزمان نے ایک آہ کا نعرہ مارا اور مع مفتوح اُسطرف کو روانہ ہوئے بعد طے مراحل راہ اُسوقت پہونچے
کہ لاش اُٹھنے کی تدبیر ہو رہی تھی اور لکڑیون کا انبار لاش جلانے کے لیے مجتمع ہو رہا تھا شاہزادے نے
پہونچتے ہی ممانعت کی کہ خبردار لاش کو ملکہ کی کوئی جلانے نہ پائے تہمتن نے کہا کہ آپ کون ہین اور آپ کو اِس سے
کیا غرض ہے شاہزادے نے کہا کہ تجھے معلوم بھی ہے کہ ملکہ کون تھی ارے یہ ملکہ ہمارے بھتیجے ملک قاسم کی محبوبہ تھی جو
تیرے دست ظلم سے ہلاک ہو گئی یہ سنکر تہمتن کو غیظ آگیا اور حکم دیا کہ ابھی اِس جوان کو مارو یہ حکم پاتے ہی تمام فوج یکبارگی
بدیع الزمان پر ٹوٹ پڑی اور چار طرف سے تلوارین کھچ گئین بدیع الزمان بھی شمشیر آبدار کھینچ کے فوج مین
در آئے اور ہزارون کے وارے نیارے کر دیے جب تہمتن نے دیکھا کہ اب فوج کے پاؤن اُکھڑے جاتے ہین تو یہ
خود بنفس نفیس آگے بڑھکے مقابل بدیع الزمان ہوا اور ایک ضرب شمشیر آبدار کی بدیع الزمان کے لگائی
بدیع الزمان نے ضرب اُسکی خالی دیکر تلوار اُسکی چھین لی اور کمر زنجیر مین ہاتھ ڈالکے قاش زین سے اُٹھالیا اور
بالاے سر چرخ دیکر زمین پر پھینکنا چاہتے تھے کہ اُسنے شور الامان بلند کیا بدیع الزمان نے کہا کہ بشرط
ایمان تہمتن نے کہا کہ مین نے دین آپ کا قبول کیا بدیع الزمان نے اُسے زمین پر رکھدیا اور کلمہ طیبہ
تعلیم کیا تہمتن مع کل فوج کے مسلمان ہوا اور لاش ملکہ کی بطریق اہل اسلام بڑے تزک و احتشام سے اُٹھوائی
جب لاش ملکہ کی اُٹھا کر لیچلے تو بدیع الزمان کی یہ حالت [illegible] روتے جاتے تھے اور تہمتن کی تو یہ کیفیت
تھی کہ غش پر غش آتے تھے کہ اِس اثنا مین ایک خواجہ بدیع الزمان کے سامنے آئی اور بعد تسلیم عرض ساز ہوئی
کہ اے شہریار عالی وقار ملکہ نے قبل انتقال کے یہ رقعہ مجکو لکھکر دیدیا تھا اور کہدیا تھا کہ اگر اتفاقاً ملک قاسم
کبھی اِس شہر مین ہمارے تلاش مین آئین اور تو تیری رسائی بھی وہان تک ہو جائے تو اِس رقعے کو ملک قاسم کے
پاس لیجانا اور کہنا کہ اے قاسم ملکہ نے تو تمھارے فراق مین اپنی جان دیدی اور تم اب پہونچے کہ جب وہ نہین

بھی ہو چکی خیر مثل اب پچھتائے کیا ہوت ہو جب چڑیان چگ گئین کھیت ہر مگر یہ رقعہ تمھین لکھکر دیتی گئی ہین تو اے شہریار معلوم
نہین کہ قاسم یہان آئین یا نہ آئین اور آئین بھی تو معلوم نہین کہ کب آئین مین آپ کو امین و معتمد جانکر عرض رسا ہون
کہ جب آپ سے قاسم سے ملاقات ہو جائے تو یہ رقعہ اُنھین دیدیجیے گا بدیع الزمان نے اُس رقعے کو لے لیا
اور جب وہ چلی گئی تو اُسے کھولکر پڑھا مگر کیا حالت تھی اُس رقعے کی کہ جا بجا آنسو ٹپکے ہوئے حرف مٹے ہوئے ہین اور
جو حرف صاف ہین اُنکی بھی یہ کیفیت ہی کہ معلوم ہوتا ہی کسی نے کانپتے ہاتھون سے لکھا ہی یہ حال زار اُس رقعے کا دیکھکر
پہلے تو بدیع الزمان خوب سا روئے بعد اُسکے جب مضمون پر نگاہ کی تو لکھا تھا کہ اے یار جانی وہ دوست جانی
افسوس کہ ہم تمھاری آتش فراق سے جلتے جلتے جان بحق تسلیم ہو گئے اور ہاے افسوس تمھارے دیدار سے آنکھین
خنک نہ ہوئین اے اے قاسم آرزو تو یہ تھی کہ شعر تمھین آ کے لحد مین تمھین پڑھو تلقین * کبھی تو صحبت راز و نیاز ہو جائے
مگر کیا کرین کہ مقدر مین ہمارے یون نہین لکھا تھا کہ ہم کفن بھی تمھارے ہاتھ سے پائین خیر شعر ہم تو دنیا سے چلے
تسے کہے جاتے ہین * فاتحہ سے فراموش نہین کر جانا * والسلام خیر ختام بس یہ مضمون دیکھتے ہی بدیع الزمان
اور پھوٹ پھوٹ اور ڈاڑھین مار مار کر رونے لگے القرض بعد دفن و کفن کے قبر تیار کرکے بدیع الزمان نے
جو دیکھا تو کیا دیکھا کہ قبر پر جا بجا دراڑین پڑ گئین ہین اور بعض بعض مقام سے قبر شق بھی ہو گئی ہو اسوقت بدیع الزمان
نے خود اپنے ہاتھ سے یہ شعر لوح قبر پر تحریر فرمایا شعر شق جا بجا ہے آہ جو سب یہ مزار ہی * دفن اسمین اے ہاے
دل بیقرار ہی * القصہ بعد سوم و فاتحہ خوانی بدیع الزمان نے مع مفتوح دیوکش شہر ابیہ کا راستہ لیا اور
چند روز وہان سیکر شہر شمالیہ باختر کی طرف راہی ہوا

چند کلمے داستان ملک قاسم کے ملاحظہ فرمایے

کہ جب قاسم قریب شہر شمالیہ کے پہونچے اور خبر عزیز الملک کو معلوم ہوئی کہ سیف الملک بھی قاسم سے زیر ہو کر
مسلمان ہو گیا اور اُسکا تابع ہو گیا اب قاسم مع سیف الملک اور تاج الملک وغیرہ کے اسطرف آتا ہی یہ
خبر سنکر عزیز الملک سات لاکھ سپاہ اپنے ہمراہ لیکر قاسم کے مقابلے کو نکلا اور مقابل قاسم آکر بارگاہ برپا کرواکے
طبل جنگ بجوایا ملک قاسم نے بھی یہ خبر سنکر طبل جنگ بجوایا رات بھر تیاری جنگ رہی دونون جانب صدائے بیدار باش
اور ہوشیار باش بلند رہی اتفاقاً اُسی شب کو شاہزادہ بدیع الزمان بھی قریب پہونچ گئے اور عزیز الملک
اور قاسم کے مقابلے کی خبر سنکر وہین سے صورت اپنی تبدیل کرکے اور نقابدار گلگون پوش بنکر جلد جلد راہ طے کرتے ہوئے
چلے قریب صبح بدیع الزمان بھی پہونچ گئے اور یہان کا حال سُنیے کہ بعد ادائے فریضۂ سحری ملک قاسم میدان
مین آئے اور اُدھر سے عزیز الملک نے فوج لیکر میدان مین مرکب کو جولان کیا ابھی جنگ آغاز نہ ہونے پائی تھی کہ یکایک
از دامن بیابان گردے برخاست جب دامن گرد کا شق ہوا تو دیکھا کہ یکایک تیس ہزار علم نصرت شمیم نمودار ہوئے اور
فوج کثیر آشکار ہوئی اور پیچھے پیچھے اُس فوج کے ایک نقابدار گلگون پوش ایک مرکب پری پیکر پر سوار پس پشت
اُسکے پانچ لاکھ سوار جرار چلے آتے ہین اور آتے آتے اُس فوج نے ایک جانب اُس صحرا مین قیام کیا کہ اس عرصے
مین عزیز الملک نے میدان مین آکر چند ہاتھ نیزے کے ہلائے اور بعد اُسکے مبارز طلبی کی اسوقت تاج الملک
نے عزیز الملک سے مقابلے کا قصد کیا عزیز الملک نے تاج الملک کا یہ ارادہ دیکھکر آواز دی کہ اے فرزند
تم مجھسے کیا مقابلہ کروگے البتہ جو تمھارا استوی ہو جسنے تمکو تمھارے دین قدیم سے پھیر کر مسلمان کیا اگر وہ نکلے تو کیا مضائقہ
ہی یہ بات سنکر ملک قاسم کو غیظ آگیا اور مرکب کو جولان دے کے مقابلہ کیا پہلے بڑے جوش و خروش سے للکار رنگی

ہوئی تین قدم ملک قاسم کا مرکب پیچھے ہٹا اور چھ قدم عزیز الملک کا مرکب پیچھے ہٹا یہ دیکھکر عزیز الملک نے کہا کہ اے قاسم اگر میرا مرکب چھ قدم آگے ہٹگیا تو اسپر ناز نہ کر ہٹگیا تو ہٹ جانے دے اگر دعوی شجاعت ہے تو لا ضرب شجاعت کی قاسم نے کہا کہ اے عزیز الملک ہمیشہ سے ہمارا دستور نہیں ہے ورنہ تیغ کفر دنیا بھر سے اُٹھا کر پھینک دیتے گرز بازی کرین کہ تم صاحبقران نہین ہو اور یہ تمھاری نیزہ بازی تو ہماری دیکھی بھالی ہے یہ سنکر عزیز الملک نے نیزہ اُٹھایا اور قاسم کے سینے پر مارا قاسم نے بھی اُسکا جواب دیا گئی نیزہ بازی ہونے شعر دو نیزہ و دو بازو دو مرد دلیر + تو گوئی کہ ہستند دو نرہ شیر + غرض بعد نیزہ وسو طعن کے جب کوئی عاجز نہ ہوا تو نقابدار نے ہنسکر اپنے ایک سردار سے کہا کہ اے قاسم نیزہ بازی کی تو بڑی دھوم تھی مگر آج دیکھ لیا بس یہ سنکر قاسم کو غیظ آگیا اور ایک ہی طعن جو ماری تو نیزہ اُسکا مثل آہ عاشقان آسمان پر جا پہونچا صدائے آفرین وتحسین لشکر سے بلند ہوئی اُسوقت نقابدار کو قاسم نے آواز دی کہ اے نقابدار ہماری نیزہ بازی تمنے دیکھی کہ کیونکر نیزہ عزیز الملک کا ہوائی کر دیا یہ سنکر عزیز الملک نے آواز دی کہ اگرچہ نیزہ میرے ہاتھ سے نکلگیا مگر مین کسیطرح تجھسے دبنے والا نہین ہون بھلا اب تو میری ضرب کو روک دیکھون تو کیسا بہادر ہے یہ کہکر بڑے جوش وخروش سے قاسم پر دو دستی گرز کا وار کیا قاسم نے گرز کو گرز پر روکا آواز تڑاقے کی پیدا ہوئی قاسم مع مرکب تحت گرد مین غائب ہوگیا یہ دیکھکر عزیز الملک نے آواز دی کہ زدم وپست کردم حریف را یہ سنکر سیارہ تحت گرد مین دیکھا اور چھاگل سے پانی نکالکر قاسم کے منھ پر چھینٹے دیے جب قاسم کی آنکھ کھلی تو سیارہ نے کہا کہ اے شہریار حریف زیادتی کرتا ہے یہ سنکر قاسم نے گھوڑے کو ایڑ دی مرکب طبقہ زمین کا لیکر باہر آیا قاسم نے آواز دی کہ کرا زدی وکرا پست کردی مین تو زندہ وسالم موجود ہون بھلا میری ضرب کو تو روک یہ کہکر قاسم نے بھی گرز مارا اور عزیز الملک تحت گرد مین چھپ گیا قاسم گرز مار کے خاموش کھڑے رہے عیار عزیز الملک تحت گرد مین در آیا اور عزیز الملک کو کئی آوازین دین جب عزیز الملک نے آنکھ کھولی تو عیار نے پوچھا کیا حال ہے عزیز الملک نے کہا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ساتون آسمان مجھ پر ٹوٹ پڑے یہ کہکر عزیز الملک نے مرکب کو ایڑ دی لیکن وہ مرکب مطلق نہ ہلا مرکب گلی ہوگیا عیار نے کہا کہ اب وقت تاخیر کا نہین مرکب رانون تک زمین مین گڑ گیا کام اُسکا تمام ہو چکا نکلنا اسکا دشوار ہے یہ سنکر عزیز الملک مرکب سے کود کر تیغہ کھینچ لئے آیا اور قاسم سے بولا کہ تمنے میرے مرکب کا خون کیا مین بھی تمھارے گھوڑے کو ذبح کرونگا یہ کہکر جھپٹا ہی تھا کہ قاسم مرکب سے کود پڑے اور دو ان کرتے ہوئے دوڑے اتفاقاً زمین وہان کی پولی تھی پاؤن قاسم کا گڑھے مین جا رہا تلوار عزیز الملک کی قاسم کے سر پر پڑی کتارہ ابرو آ گرا قاسم نے دستانہ مارا تلوار تو سر سے نکلگئی مگر زخم آیا عزیز الملک چاہتا تھا کہ دوسرا ہاتھ مارے دفعۃً قیماس خان بیچ مین آگئے اور عزیز الملک کی تلوار کو روک خود تلوار لگائی بس یہ دیکھتے ہی لشکر مخالف بھی آ پڑا اور لشکر قاسم کے بھی لوگ آ پڑے تلوار چلنے لگی قاسم بھی مثل شیر مجروح کے حملہ آور تھے اور نقابدار یہ تماشا دیکھ رہے تھے کہ یکایک فرتیہ کوک عقرب چشم پانچ لاکھ سوار جرار سے آ پہونچا اور لشکر قاسم پر حملہ آور ہوا یہ دیکھکر نقابدار کو تاب نہ رہی اور مع کل فوج کے لشکر فرتیہ کوک پر جا پڑا اور آن واحد مین ہزارون کے وارے نیارے کر دیے [illegible] فوج کے اُٹھنے لگے یہ ماجرا عزیز الملک نے دیکھکر بعجلت تمام طبل امان بجوا دیا سب لشکر الگ الگ ہوگئے شاہزادہ قاسم اپنی بارگاہ مین آئے نقابدار اپنے خیمے مین جاگزین ہوا اور عزیز الملک مع فرتیہ کوک کے اپنے خیمے مین مقیم ہوا اور ہر ایک نے اپنے اپنے لشکر کے کشتون کو بطریق خود دفن وکفن کیا غرض عزیز الملک نے فرتیہ کوک سے پوچھا کہ تم اسطرف کیونکر چلے آئے اور تمھین ہمارے مقابلے کی اطلاع کیونکر ہوئی فرتیہ کوک نے کہا کہ لشکر امیر کا برابر بفضل خداوند کے آگیا ہے لڑائیان ہو رہی ہین

ہنگامۂ عظیم برپا ہے لہٰذا میرے نام خط خداوند کا بمضمون طلب صادر ہوا خط کے پہونچتے ہی مین نے کوچ کر دیا راہ مین مجھے اس
جنگ کی خبر پہونچی مین یہ سوچا کہ جا کر تو ہین مین لاؤ دستبرد بھی ہوتا جاؤن یہ سنکر عزیز الملک نے فرتیہ کوک کی بڑی تعظیم و
تواضع کی دعوت و ضیافت مین مصروف ہوا اور دوسرے دن فرتیہ کوک کو رخصت کیا غرض فرتیہ کوک تو مجنون سا
رخصت ہوا اور یہان عزیز الملک نے پھر طبل جنگ کا حکم دیا ادھر لشکر عزیز الملک مین طبل جنگ بجا اور ادھر لشکر
قاسم اور لشکر نقابدار مین آواز نقارۂ جنگی کی بلند ہوئی دو دن اور دو رات تو تیاری جنگ مین بسر ہوئی صداے ہوشیار باش
او بیدار باش ہر سے جانب بلند رہی خدا خدا کر کے جب رات تمام ہوئی اور صحبت ستاران آسمان پر درہم و برہم ہوئی تو چراغ
قمر طلعت مہر سے آنکھ چھپا کر دامن فلک مین پوشیدہ ہوا سفیدۂ سحری آغاز ہوا ہر ایک خدا پرست مستعد نماز ہوا نسیم
عنبر شمیم باغ جنت النعیم سے آنے لگی دعاے صبا بالاے فلک جانے لگی مرغان چمن نغمہ زن ہوئے اور سب نمازی بعد
نماز مصافحہ و معانقہ کر کے باہم خندہ زن ہوئے اور ایک سے ایک کہنے لگا کہ دیکھیں آج جام شہادت پی کر عروس اجل
سے کون ہمکنار ہوتا ہے اور کون مظفر و منصور میدان سے مراجعت کرتا ہے ابھی یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ یکایک لشکر
عزیز الملک سے آواز طبل جنگی کی بلند ہوئی سبھون نے تیاری کر دی ایک طرف سے ملک قاسم اپنے زخم پہ پٹی زرتاش
کی باندھے ہوئے ہمراہ فریدون شمشیر پرست میدان مین آئے اور ایک جانب سے نقابدار گلگون پوشش مع کل
فوج کے صف آرا ہوا کہ اتنے مین عزیز الملک میدان مین آیا اور لشکر نقابدار کی طرف منھ کر کے نعرہ زن ہوا کہ او
نقابدار اگر دعوی شجاعت ہو تو آگے بڑھ ہمین کو دیکھ میدان بس یہ سنکر نقابدار نے مرکب کو مہمیز کیا دونون جوان
باہم نگاورزن ہوئے تین قدم نقابدار کا مرکب ہٹا اور سات قدم عزیز الملک کا مرکب پیچھے ہٹا بس عزیز الملک
غیظ مین آ کر گھوڑے کو ایڑ دیکر آگے بڑھا اور گرز اٹھا کر نقابدار پر حملہ آور ہوا نقابدار نے بھی مرکب کو آگے بڑھایا جیسے ہی گرز
اسکا قریب سر آیا نقابدار نے ہاتھ بلند کر کے کلۂ گرز کو پکڑ لیا اور وہی گرز چھین کر عزیز الملک پر حملہ کیا عزیز الملک نے
سر پیچھے ہٹا لیا گرز گھوڑے کے سر پر پڑا کہ سر گھوڑے کا پاش پاش ہو گیا عزیز الملک مرکب پر سے کودنے لگا پاؤن
جو رکاب مین الجھتا ہے تو نیچے سوار اوپر گھوڑا نقابدار نے لپک کر ایک تلوار اور گھوڑے کی پیٹھ پر رسید کی کہ پیٹ پھٹکر
سب انتڑیان عزیز الملک کے بدن پر جا پڑین لوگ عزیز الملک کے دوڑ پڑے اور اسے اٹھا لیگئے یہ دیکھکر قاسم
گویا ہوا کہ اس نقابدار کے ہاتھ سے عزیز الملک خوب ہی بچا ورنہ اسنے تو مار ہی لیا تھا فریدون شمشیر پرست
نے کہا کہ اگر مجھے حکم ہو تو مین جا کر اس نقابدار کو باندھ لاؤن یہ کہکر فریدون نے گھوڑا اٹھایا اور نقابدار کے سامنے جا کر
آواز دی کہ او نقابدار اب یہ کردار ادھر آ تو میرا شکار ہے یہ سنکر نقابدار نے بھی مرکب کو مہمیز کیا اور دونون نگاورزن ہوئے کوئی
چار قدم مرکب فریدون کا اور کوئی تین قدم مرکب نقابدار کا پیچھے ہٹا الغرض بعد نگاورزنی کے نیزہ بازی شروع ہوئی
بعد دو ساعت کے نقابدار نے نیزہ فریدون کا بھی کاٹ ڈالا فریدون نے قبضۂ شمشیر پکڑا یا خداوند شمشیر کہکے ایک وار
نقابدار کے لگایا جب تلوار سر نقابدار کے قریب آئی نقابدار نے ایک دستانہ اس زور سے مارا کہ تلوار فریدون کے ہاتھ سے
چھوٹ کر دور جا پڑی فریدون نے لپک کر گریبان مین ہاتھ ڈالا نقابدار بھی دست بگریبان ہوا اور ہونے لگے القصہ
زور آزمائی ہوتے ہوتے دونون برابر سے کود پڑے اور کشتی ہونے لگی تین روز تک خوب ہی کشتی رہی چوتھے روز
فریدون خبردار خبردار کہکے نقابدار کی بغلون مین ہاتھ ڈالکر شل بلا کے لیچلا تین قدم پہ جا کے نقابدار کا گھٹنا
زمین سے لگ گیا بس تڑپ کر نقابدار نے اپنے ہاتھ تو نکال لیے اور فریدون کی بغلون مین ہاتھ دے کے کھینچا چھ قدم
جا کے فریدون کا گھٹنا زمین سے آشنا ہوا فوراً نقابدار نے بغلون کو چھوڑ کر زنجیر کا سر پکڑ کر جو جھٹکا دیا

تو فریدون کو پسینا آگیا غرض سر سے اونچا کرکے چرخ دیکر پھینکتا تھا کہ دے مارے کہ فریدون نے صدائے الامان الامان
بلند کی نقابدار نے کہا کہ امان بشرط ایمان فریدون نے کہا کہ تا زندہ ایم بندہ ایم یہ سنکر نقابدار نے فریدون کو زمین پر
رکھکے کلمۂ طیبہ تعلیم کیا فریدون نے کلمہ پڑھکر اپنی فوج کو آواز دی کہ آؤ یاران من مین نے تو غلامی نقابدار کی اختیار کی
جسکو میرا ساتھ دینا ہو وہ آئے یہ آواز سنکر ایک لاکھ سوار نے برابر گھوڑے اٹھا دیے اور خدمت نقابدار مین پہونچ گئے
یہ دیکھکر ملک قاسم نے آواز دی کہ اے نقابدار گلگون پوش فریدون پر قبضہ کرکے نازان نہ ہونا ابھی میرے تیرے
مقابلہ باقی ہے کل مقابلہ ہوگا یہ کہکر طبل جنگ بجوا دیا اسطرف نقابدار نے بھی اپنے لشکر مین نقارہ فیروزی بجنے کا حکم دیا جب
عزیز الملک کو یہ خبر ہوئی تو اسنے بھی اپنے لشکر مین طبل جنگ پر چوب پڑنے کو حکم دیا وہ رات وہ دن تیاری جنگ
مین بسر ہوا صبح کو تینون لشکر میدان مین آئے اب عزیز الملک نے اپنے جی مین یہ خیال کیا کہ اے عزیز الملک
میرے نزدیک نقابدار اور قاسم دونون مساوی ہیں اسلیے کہ یہ بھی خدا پرست اور وہ بھی خدا پرست اب مقابلہ کس سے
کرنا چاہیے سوچتے سوچتے ذہن مین یہ آیا کہ نقابدار ایک شخص تازہ ہے پہلے اسیکا امتحان کرنا مناسب ہے بعد اسکے
ملک قاسم سے تو مقابلہ ہوتا ہی رہیگا یہ سوچ کر نقابدار کو آواز دی کہ اے نقابدار چہرہ کشا ہمین گو دیکھیں میدان پہلے
ہمارے تیرے مقابلہ ہو تو جوہر دیکھیں تو تو کیسا بہادر ہے یہ سنتے ہی نقابدار نے آواز دی کہ بہتر ہے آپ نہ جلے آپ ہی
کا انتظار کرین یہ کہکر مرکب بڑھاتا ہوا مقابل عزیز الملک آکر نعرہ زن ہوا ابھی آغاز جنگ نہ ہونے پایا تھا کہ دفعتہ ایک
پردہ بیابان گرد سے بر خاست ہوا سب کے سب متحیر ہو کر اس گرد کی جانب دیکھنے لگے کہ ناگاہ دامن گرد کا شق ہوا
اور نقابدار پلنگینہ پوش مع دس ہزار سوار کے نمودار ہوا اور وہین سے نقابدار گلگون پوش کو آواز دی کہ خبردار عاش باش
شکار میرا ہو مین عزیز الملک کو زیر کرونگا یہ سنکر نقابدار گلگون پوش نے تبسم کر توقف کیا اور عزیز الملک نے آواز دی کہ آ
تو بھی آ یہ کہکر نقابدار پلنگینہ پوش سے مقابل آکر نعرہ زن ہوا کوئی تین قدم مرکب اسکا پیچھا ہوا یہ دیکھکر عزیز الملک نے
نقابدار پلنگینہ پوش کو تیغہ مارا نقابدار نے وار اسکا خالی دیکر بند دست پکڑ کے تلوار عزیز الملک کی چھین لی اور کمر بند پکڑ کا
بند پکڑ کے قاش زین سے اٹھا لیا اور اپنے لشکر مین لیجا کر قید کیا اور پھر میدان مین آکر نعرہ کیا کہ اور کوئی مبارز عالم
رسکتا ہو یہ سنکر ادھر سے ملک قاسم نے آواز دی کہ ہان ہم تیرا مقابلہ کرینگے اور ادھر سے نقابدار گلگون پوش نے آواز دی
کہ ہان ہم آتے ہین غرض دونون پہلوانون نے اپنے اپنے مرکب پہیرے اور نقابدار پلنگینہ پوش کے برابر آکے قائم نے
کہا کہ او نقابدار جیسے جیسے آواز دی تھی تو کیون نکل آیا نقابدار گلگون پوش نے کہا کہ یہان بیکار رہنا ہیات بہتر کر
اگر اپنی جان کی خیریت چاہتا ہے تو جا پھر جا ہم اس سے مقابلہ کرینگے اب ان دونون مین تو باہم رد و بدل ہونی ہرا دے
نقابدار پلنگینہ پوش کھڑا ہوا تماشا دیکھ رہا ہے آخر کار رد و بدل ہوتے ہوتے نوبت باینجا رسید کہ انکا ہاتھ انکے گریبان
مین اور انکا ہاتھ انکے گریبان مین کہین جھٹکے پر زبان ہوتے یہ دیکھکر نقابدار پلنگینہ پوش نے آگے بڑھکر کہا کہ اچھا
ذرا ٹھہرو آؤ تم دونون مجھسے مقابلہ کرو یہ سنکر قاسم کو غصہ آیا اور ایک [illegible] نقابدار پلنگینہ پوش کے مار کر کہا
کہ جادو ہو گیا بکتا ہو بس قاسم کی اس حرکت سے نقابدار پلنگینہ پوش کو غصہ آگیا اور بایان ہاتھ بڑھا کر کمر بند قاسم
مین [illegible] اور داہنا ہاتھ کمر بند نقابدار گلگون پوش مین اور دونون کو قاش زین سے اٹھا کر اپنے لشکر کی طرف لیچلا
اور لشکریان قاسم اور نقابدار گلگون پوش کو آواز دی کہ جاؤ امیر حمزہ صاحبقران کو خبر کرو کہ اگر آپ کو صاحبقرانی
کا دعوی ہو اور شجاعت کا گھمنڈ ہو تو شوق سے میرے مقابلے کو تشریف لائیے ان بالکون کو بیکار چھوڑ رکھا ہے
اور خواہ مخواہ ان بچون کا لہو پانی ایک کرواتے ہین یہ کہکر غائب ہو گیا اب انکو تو اسی حال مین چھوڑیے اور

دوسرے داستان جانا قیماس خان خاوری کا مع عیارزادہ بن عمرو و جملہ لشکر کے خدمت امیر حمزہ صاحبقران عالیشان مین ملاحظہ فرمایئے

کہ جب نقابدار پلنگینہ پوش قاسم کو اٹھا لیگیا تو قیماس خان وغیرہ پر قیام اُس مقام کا بہت شاق گذرا اور پیلے
سب باحال تباہ خدمت امیر با توقیر مین روانہ ہوئے جب طے منازل او قطع مراحل کے بعد خدمت امیر مین پہونچکر
شرف قدمبوسی سے مشرف ہوئے تو سارا حال گذشتہ بیان کیا اور عرض کیا کہ حضور اب کوئی تدبیر معقول غور فرمایئے امیر
نے اُسیوقت جام کہ عفریت بارگاہ مین رکھوا دیا اور آواز دی کہ کون ایسا بہادر ہے جو جا کر بدیع الزمان اور قاسم کو
اُس قید ستم سے چھڑا لائے بس ابھی یہ کلام امیر خاتم مقام تمام ہی تھا کہ مالک اژدر غلام نبی چار حیدر اپنے بنگل سے
اُٹھے اور آگے بڑھکر اُس جام کو نوش جان کیا اور کہا اب تو ہو دل مین یہ بات ٹھانی ہے کہ لشکر باقی دشمن کل نابکار اور
امیر کو مجرا کرکے ایک لاکھ سی ہزار نبرد دار اپنے ہمراہ لیکر روانہ ہوئے جب مالک اژدر روانہ ہو چکے تو عمرو نے امیر
سے عرض کیا کہ ہر چند مالک اژدر نہایت مردمردانہ اور شیر فرزانہ ہے مگر حضور کا عزیمت فرمانا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے
یہ سنکر امیر نے اُسیوقت پہلوان عادی کو طلب کیا اور پیش خیمہ لادنے کا حکم صادر فرمایا اُسیوقت پہلوان عادی نے
پیش خیمہ سلطانی شتر پندو پر بار کرا کے شمالیہ باختر کی راہ لی بعد اُسکے امیر با توقیر نے بھی مع فوج جانب شمالیہ باختر
عنان عزیمت کو منعطف فرمایا اب انکو تو راہ مین چھوڑیے اور

دوسرے داستان حال قاسم اور بدیع الزمان ملاحظہ فرمایئے

کہ جب نقابدار پلنگینہ پوش اُنکو اٹھا لیگیا اور بعد تھوڑی دیر کے آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ایک باغ روح افزا مین یہ دونون
بیٹھے ہوئے ہین سمجھے کہ کارخانہ طلسمی معلوم ہوتا ہے غرض قاسم سنکے بڑھکر نقابدار کے چہرے کی نقاب اُلٹ دی اب جو
غور سے دیکھتے ہین تو حضرت بدیع الزمان عالیشان تشریف رکھتے ہین متعجب ہوکر کہنے لگے کہ واہ عمو جان واہ ماشاءاللہ
کس ترکیب سے آپ نے میرا مقابلہ کیا ہے گویا ٹٹی کی آڑ مین شکار کھیلا آپ نے فریدون شمشیر پرست کو
اس حیلہ گری سے زیر کیا ورنہ وہ بھی ایک میرا سردار ہوتا بدیع الزمان نے کہا او توجہ کچھ ہوا وہ ہوا نتیجہ یہ ہوا کہ تمھاری
ہماری دونون کی کرکری ہو گئی ایک نقابدار نے دونون کو باندھ لیا لیکن اس اثنا مین قاسم جو اپنی قوت کو خیال کرتے
ہین تو مثل پشہ ہی کے پاتے ہین سمجھے کہ اثر سحر سے زائل ہو گیا اور بدیع الزمان کی آہستہ کلامی سے سمجھے کہ یہ
ابھی تک مبتلائے سحر ہین یہ خیال کرکے کہنے لگے کہ اچھا عمو جان جو ذلت ہونا تھی وہ تو ہو ہی گئی اب خیریت اسی مین ہے کہ
اب دنگل رستم آپ مجھے لکھدین ورنہ مین بُری طرح پیش آؤنگا بدیع الزمان یہ سنکر ہنسے اور کچھ تامل کیا بس قاسم
نے لپک کر شانے بدیع الزمان کے پکڑ لیے اور قصد کیا کہ اُٹھا کر پھینکدین لیکن اتفاق سے سحر اُنکا بھی دفع ہو چکا تھا
یہ بھی لپٹ گئے کشتی ہونے لگی کہ اسنے مین نقابدار بھی آ پہونچا اور کہا کہ تم دونون حد سے زیادہ سرکشی کرتے ہو اب مین
تمھین قید کرونگا یہ کہکر مثل سابق دونون کو اٹھا کر قریب دریا آیا اور کچھ پڑھکر پانی پر پھونکا یکایک ایک نہنگ اُس
دریا سے پیدا ہوا اور نقابدار کے قریب آیا نقابدار نے دونون کو اُسکے حوالے کردیا اور وہ نہنگ انھین نگلکر پھر دریا
مین چلا گیا جب نہنگ دریا مین چلا گیا تو نقابدار بھی وہان سے چلا آیا اب اس قصے کو تو یہین تک چھوڑیے اور

دوسرے داستان عمرو کے ملاحظہ فرمایئے

کہ جب لشکر فیروزی اثر امیر با توقیر قریب صحرائے شمالیہ کے پہونچا تو خواجہ عمرو بڑھے تلاش فرودگاہ کچھ آگے
بڑھگئے جاتے جاتے ایک تھوڑی دور پر کیا دیکھتے ہین کہ ایک مجمع غفیر اور مجمع کثیر عورات جوان و پیر ایک جگہ ہے اور ایک

نازنین مہ جبین دختر نگین دُر در گوش مرصع پوش دریائے جواہر میں غرق بیچ میں اُن عورتوں کے جلوہ افروز ہے مگر زرد
قطرہ مثل ابر بہار اشک فشان ہے اور ایک خواص اُسکی نہایت کبیر السن اُسکے برابر بیٹھی ہوئی ہے اور باتون سے طرح طرح سمجھا رہی ہے اور وہ
سب عورتیں بھی اُسکی ہمزبان ہیں مگر اُس نازنین کو کسیطرح تسکین نہیں ہوتی کہ اسی اثنا میں یکایک ایک عورت کبیر السن
گوزہ پشت نمودار ہوئی اور قریب آکر کہنے لگی کہ کیون صاحبو تم کون لوگ ہو اور یہ نازنین کون ہے اور کیون رو رہی ہے وہ
خواص جو ملکہ کے برابر بیٹھی ہوئی تھی کہنے لگی کہ میرا نام ستیفنہ ہے اور اس نازنین کو ماہ دیقین کہتے ہیں نانی کو اسکی
عجائب شاہ نے قید کر لیا ہے اور اسکو آج عروسی کے لیے طلب کیا ہے اس سبب سے یہ رو رہی ہے یہ سُنکر وہ زن
گوزہ پشت آگے بڑھی اور بلائین لیکر کہنے لگی کہ بلاؤن آپ اسقدر بدحواس کیون ہیں مصرع ہیچ مشکلے نیست کہ آسان نشود
یہ کہکر وہ بڑھیا پیچھے ہٹی اُسکا ہٹنا کہ ملکہ بیہوش ہو کر گر پڑی عمرو یہ دیکھکر سمجھ گئے کہ معلوم ہوتا ہے جناب بیہوشی اسکے اعضا میں
تھا غرض وہ بڑھیا تو غائب ہو گئی اور عمرو ایک وٹے مار کے اُس عورت کی قطع بنکے آگے بڑھے اور سر اُس
نازنین کا اُٹھا کر اپنے زانو پر رکھا دارو ے رفع بیہوشی اُسے سُنگھا کر ہوشیار کیا مگر حال اُسکا یہ ہے کہ جون جون
دن اخیر ہوتا ہے وہ نازنین سہمی جاتی ہے اور چہرے پر زردی چھائی جاتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی روح نکالے لیتا ہے اور بار بار یہ شعر
زبان پر لاتی ہے شعر ہم تو خودی ہیں کیون ہیں لیے جاتے ہو ان جگو + خدا جانے وہ کیا پوچھے زبان سے میری کیا نکلے + غرض
وہ حالت خفقان کی ہے کہ کسیکو اُسکی زندگی کی امید نہیں ہے یہ حال دیکھکر عمرو یعنی زن مصنوعی نے کہا کہ مجھے ایک اسم رفع خفقان
اور دہشت کا یاد ہے اگر تم سب کہو تو میں الگ لیجا کر اسکے کان میں پڑھ دون وہ سب عورتیں بولیں ابھی تو یہ دعا بیچ میں پڑھنا
پڑھ دیتی مگر حکم سے استاد کے مجبور ہون سب کے سامنے نہیں پڑھ سکتی یہ سُنکر سب نے کہا کیا مضائقہ ہے عمرو اُس نازنین کو
ایک گوشے میں لیگئے اور بیہوش کر کے نذر زنبیل کیا اور آپ اُس نازنین کی صورت بنکر اُس مجمع میں واپس آئے کہ
اتنے میں اسیوقت ایک محافہ و چار جھاب لیے ہوئے پیدا ہوئے اور ملکہ نقلی سے کہا کہ چلو سوار ہو ملکہ نقلی اپنی جلیسون سے
خدا حافظ کہکے اُس محافے میں جا بیٹھی اسکے بیٹھتے ہی وہ محافہ اُڑا اور آن واحد میں ادہر کے ایک مکان پر لیکے
اُترا کہ دیوارین جسکی سنہری تھیں اور ہر درخت کے پتے بھی سنہرے تھے اور تمام عمارت گنگا جمنی نہایت آب و تاب کی
تھی کہ کبھی چشم فلک نے بھی نہ دیکھی ہو گی غرض اس ملکہ نقلی کے پہونچتے ہی پریزاد ستین اور کہاریان ہر قسم کی
حسنا سہ عورتیں آموجود ہوئین اور ملکہ کو ایک بارہ دری میں لیجا کر اہتمام عیش و نشاط کا اسباب مہیا ایک عورت سرو ناز
نام جو عجائب شاہ کی بڑی مقرب تھی وہ اسکے آرام و آسائش کے اہتمام کے لیے آموجود ہوئی اور کہا حضور کا جو حکم ہو
ہم بجا لائین ملکہ نے کہا پہلے یہ تو بتاؤ کہ یہ سنہری جھاڑ کنول جو اس بارہ دری میں لگے ہیں یہ اصلی ہیں یا نقلی سرو ناز نے کہا کہ
بی بی آپ کی بھی کیا باتین ہیں بھلا راجہ کے گھر ہیرون کا کال یہان نقلی چیز کا کیا کام ہے ملکہ نے کہا ذرا ایک جھاڑ اُترواؤ تو سہی سرو ناز
تو بہت اچھا کہکے جھاڑ اُتروانے کو گئی اور ان حضرت نے ایک میر فرش طلائی جھٹ داخل زنبیل کیا اب جو سرو ناز نے
پھر کے دیکھا تو ایک میر فرش نادارد تھا دونین سے پکار کر کہا کہ ارے دیکھنا ایک میر فرش نہیں دکھائی دیتا مجھی کو نہیں معلوم ہے
بلکہ نہیں یہ کہکر وہ پھر جھاڑ اُتروانے میں مصروف ہوئی عیار نے دوسرا میر فرش بھی نذر زنبیل کیا اب جو سرو ناز
دوسری مرتبہ پھر کے دیکھتی ہے تو دوسرا میر فرش بھی ندارد ہے بس جھاڑ اُتروانا تو وہ بھول گئی دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر بیٹھ گئی
کہ میں آنکھوں ہی آنکھوں میں دو میر فرش غائب ہو گئے کہ یکایک ایک تخت جواہر نگار نمودار ہوا اور آواز ہوشیار باش
کی بلند ہوئی جیسے ہی نگاہ لوگوں کی اُس تخت پر پڑی سب کے سب یا خداوند عجائب شاہ کہکے سجدے کو جھک
گئے مگر اُس نازنین نے سجدہ نہ کیا عجائب شاہ تخت سے اُتر کر داخل بارہ دری ہوا اور اُس نازنین سے کہا

تنے مجھے کیون نہ سجدہ کیا یہ تو تم تڑوائے گئے مگر سر و تن نے کہا کہ ابھی تحقیق نہ خداوندی سے وہ تھیت نہیں ہو مرد کی صحبت مین
کبھی کا ہیکو بیٹھی ہونگی اب سب کچھ آ جائیگا عجائب شاہ یہ سنکر ہنسنے لگا اور ایک جام شراب اپنے ہاتھ سے بھر کر
اُس نازنین کو دیا اور کہا کہ یہ جام پیام وصل ہے اُس نازنین نے آنکھین نیچی کرکے کہا کہ یہ کام تو جاں تھا مناسب یہ تھا کہ
مین آپ کو جام بھر کر پلاتی عجائب شاہ نے کہا کہ خیر اب تو میری خاطر سے پی لو اُس نازنین نے ایک دو گھونٹ پی کر جام
رکھدیا اور کہا کہ مین ایسی شراب نہیں پیتی دیکھو مین اپنے پینے کی شراب نکالتی ہون اپنے ساتھ تھوڑی سی لیتی آئی تھی یہ کہکر
ایک قلم شراب یاقوت رنگ کی نکالکر ایک چھوٹے سے جام مین انڈیل کر خود نوش جان کی عجائب شاہ نے
کہا کہ کچھ تو ہمین بھی دو اُس نازنین نے مسکرا کر ایک جام بھر کے کچھ کھائی سے اُس شراب مین ڈال کے اور چند قطرے زمین
پر ٹپکا کے عجائب شاہ کو دیا عجائب شاہ نے اُس جام کو لیکر منھ سے لگا لیا جیسے ہی وہ جام لبون سے متصل ہوا
ویسے ہی وہ شراب برنگ آفتاب جانب آسمان اڑ گئی اُس شراب کے اڑتے ہی اسے تو زمین نے پکڑ لیا اور دفعۃً
ایک کوندا سا چمکا کہ برجوت جادو نمودار ہوئی عجائب شاہ نے برجوت سے کہا کہ ذرا دیکھ تو یہ کون بیٹھا ہو
ارے عمرو ہماری صحبت مین آجائے اور تو اطلاع نہ کرے ہم تو تیری وجہ سے غافل رہین اور تیری یہ حرکتین یہ سنکر
برجوت تو مثل بید کانپنے لگی اور میان عمرو بولے کہ ای خداوند عجائب شاہ جیسا آپ کو سنا تھا ویسا ہی پایا اور مین
تو آپ کو تو خداوند سمجھکر اپنا کمال دکھانے آیا تھا مگر معلوم ہوا کہ آپ کے آگے کسی کامل کا کمال پیش نہیں جا سکتا ای عجائب شاہ
کا زندہ ایم بندہ ایم اصل یہ ہے کہ امیر حمزہ کا ملازم تھا وہ مجھے تین روپیہ ماہواری اور گھوڑے سے پیچھے مٹھی بھر کر جو دیا کرتا
تھا اسمین میری بسر نا ممکن ہو گیا تو نوکری اسکی چھوڑے بیکار بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کی قدردانی کا شہرہ گوش زد
ہوا اپنی جان پر کھیل کے اس حیلے سے جام خدمت ہوا اب مصرع سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار مین آئے عجائب شاہ
اس تقریر کو سنکر حیران ہوا اور برجوت جادو سے کہا کہ ای برجوت اب تو ہم جاتے ہین تو اسے اپنے پاس قید رکھ
صبح کو ہم اسکا دیوان کرینگے یہ کہکر عجائب شاہ تو اپنے مکان کی جانب روانہ ہوا اور برجوت نے اپنے مکان پر
لا کر عمرو کو ایک آہنی قفس مین قید کیا شب بھر عمرو قید رہے جب صبح ہوئی اور عجائب شاہ آکر تخت پر بیٹھا تو کل
جادوگر مثل ننگ جادو اور پالنگ جادو اور سرست جادو سب کے سب حاضر ہوئے اور اپنے اپنے
قیدیون کو لا کر حاضر کیا ننگ جادو نے بدیع الزمان اور قاسم کو پیش کیا اور برجوت جادو نے عمرو کو حاضر کیا
عجائب شاہ نے قاسم سے کہا کہ ای قاسم اگر تو مجھے سجدہ کرے تو مین تجھے مرتبہ ماجقرانی سے زیادہ تر مرتبہ عطا کرون
قاسم نے کہا کہ مین تجھ جیسے ہزارون تیرے پرستارون پر بھی لعنت کرتا ہون تو کیا ہوا اور ایسا ہی جواب بدیع الزمان نے بھی کہا یہ سنکر
عجائب شاہ نے قاسم سے کہا کہ ای قاسم تیری محبوبہ ملکہ ماہ تاجدار سیف الملوک صف شکن شمالی کی بیٹی ہے جسے بدیع الزمان
نے صحرا مین دفن کیا تھا مین نے اُسے بقدرت خداوندی طلب کر لیا اور شبیہ اسکی دفن ہو گئی اور پکار کر کہا کہ ای
برجوت جادو سے لا اُس ملکہ ماہ تاجدار کو اسیوقت برجوت جادو نے ملکہ ماہ تاجدار کو حاضر کیا ملکہ کو دیکھتے ہی
قاسم کے تو جان مین جان آگئی اور عجائب شاہ نے قاسم سے کہا کہ جب دیو سنجر اعظم صف شکن کے
ہاتھ سے مارا گیا اور شعلہ تنے اُٹھا لیگئی تو یہ اُسکے صدمے سے بیتاب ہو گئی تا اینکہ یہ قریب الموت پہونچ گئی تو مین نے
اسے تو اپنے پاس بلا لیا اور اسکی شبیہ کو وہان بھیجدیا تھا جو وہان جا کر مر گئی اور بدیع الزمان نے اُسے دفن
کیا یہ کہکر ملکہ سے کہا کہ ای ملکہ مجھے سجدہ کر ملکہ نے کہا کہ اگر قاسم سجدہ کرے تو مین بھی سجدہ کرون یہ سنکر
عجائب شاہ نے پھر قاسم سے کہا کہ ای قاسم مجھے سجدہ کر قاسم نے پھر وہی جواب دیا عجائب شاہ نے کہا

کاری ہر صورت پھر انھیں لیجا کر قید کرینگے بہت تو ان دونون کو اُدھر لیگئی اور یہان عجائب شاہ عمرو کی جانب متوجہ ہوا اور
کہا اے عمرو تو مجھے فقرہ دیتا ہی اور بے وقوف بناتا ہی عمرو نے کہا کہ خداوند کیا مجال ہین اور آپ کو فقرہ دون عجائب شاہ
نے کہا کہ خیر جو ہوا سو ہوا اُس نازنین کو تو مجھے دیدے عمرو نے کہا کہ مین تو گرفتار ہون مجھے آرام سے رہا کیجیے تو مین اُسے
ڈھونڈھ دون بعد اسکے اگر آپ مجھے ناخوش ہونگے تو مین کسی سمت کو چلا جاؤنگا یہ سنکر عجائب شاہ نے پالنگ جادو سے
کہا کہ اسے یہان سے لیجا اور اس نازنین کو وہین سے لیکر اسے جنگل کی طرف پھینک دے یہ سنکر پالنگ جادو عمرو کو اپنے
مکان پر لایا اور عمرو سے دام سحر کو رفع کرکے اُس نازنین کو طلب کیا عمرو نے ایک گوشے مین جاکر ایک زن نازنین کو زنبیل
سے نکالکر پالنگ جادو کے سپرد کیا اور کہا کہ یہی ملکہ ماہ سیتن ہی پالنگ نے پوچھا کہ کیون خواجہ یہ کہان
تھی عمرو نے کہا کہ میری زنبیل مین تھی [illegible] پالنگ جادو میری زنبیل مین چار سو دریا ہین چار بادشاہ ہین اور انواع
و اقسام کی عجائب و غرائب سیاحت ہی پالنگ نے کہا کہ بھلا ہم بھی دیکھ سکتے ہین عمرو نے کہا کہ جی ہان اِسی
زنبیل مین سر ڈالکر ملاحظہ فرمایے یہ سنکر پالنگ نے سر ڈالا عمرو نے دونون ٹانگین پالنگ کی پکڑ کر اُسکو زنبیل
مین داخل کیا اور آپ اُسکی قطع پر شکل ہوکے اور اُس عورت کو ماہ سیتن بنا کر ایک گوشے مین بٹھلا کر خود
خدمت عجائب شاہ مین آیا عجائب شاہ اُسوقت رقعۂ جمشیدی مین حال حیات و ممات دیکھ رہا تھا اُسمین
لکھا تھا کہ عجائب شاہ عمرو کے ہاتھ سے مارا جائیگا اور عمرو زندہ رہیگا یہ حال دیکھکر عجائب شاہ خوف سے
کانپ رہا تھا کہ یہ پالنگ نقلی سامنے حاضر ہوا عجائب شاہ نے کہا کہو پالنگ کیا حال ہی پالنگ نے
کہا کہ حضور عمرو کو تو میں نے ہاتھ مین سے جانب صحرا پھینکوا دیا اور ملکہ کو ایک علحدہ مکان مین فروکش کردیا ہی
بس یہ سنکر عجائب شاہ برخاست کرکے پالنگ کے ساتھ ہوا جب قریب اُس مکان کے پہونچا تو پالنگ
نے کہا کہ حضور آپ کے چہرے پر کچھ گرد پڑی ہی یہ کہکر اپنے رومال سے گرد چہرے کی پاک کی اُس رومال مین عطر بیہوشی
ملا ہوا تھا اُسکی خوشبو سے عجائب شاہ کو چھینک آئی اور تڑسے زمین پر گر پڑا عجائب شاہ کے گرتے ہی فوراً ایک
شیر پیدا ہوا اور آتے ہی ہاتھ عمرو کا پکڑ لیا عمرو نے کہا کہ بھائی تو میرا ہاتھ چھوڑ دے اب مجھسے ایسی خطا نہ ہوگی جب شیر
نے ہاتھ اُسکا نہ چھوڑا اور ملازمان عجائب شاہ نے یہ سو کر دیکھا تو عجائب شاہ کو آکر ہوشیار کیا جب عجائب شاہ ہوشیار ہوا
تو اُسنے دیکھا کہ شیر پالنگ کے ہاتھ کو پکڑے کھڑا ہی عجائب شاہ تحیر ہو کر کہنے لگا کہ یہ شیر تو مین نے عمرو کے
واسطے مقرر کیا تھا ارے پالنگ اِس شیر نے تیرا ہاتھ کیون پکڑ لیا عمرو نے کہا کہ شیر کو کچھ دھوکا ہوا ہوگا اسلیے
میرا ہاتھ پکڑ لیا اور آپ گر پڑے مجھے تو صاف یہ ثابت ہوتا ہی کہ یہ سحر ہی اور شیر کے برقع مین کوئی ہی یہ سنکر عجائب شاہ
نے اُس شیر کی طرف دیکھکر کہ یہ کون ہی شیر نے کہا عمرو عجائب شاہ نے کہا کہ ارے عمرو یہ کیا غضب کیا پالنگ
کو تو نے کیا کیا عمرو نے عرض کیا کہ وہ میری زنبیل مین مصروف ہی یہ سنکر عجائب شاہ نے عمرو کو بشکل آہو بنا کر جانب
صحرا پھیر دیا اور خود جانب گنبد جمشیدی روانہ ہوا ادھر عجائب شاہ کو تو گنبد عجائب جمشیدی مین چھوڑیے اور

دو کلمے داستان امیر ابو فیر حمزہ صاحبقران عالیشان سے ملاحظہ فرمایے

جب امیر ابو فیر شہر شمالیہ باختر مین پہونچے اور حال ملک قاسم کا سنا تو اب امیر کو شمالیہ باختر مین ٹھہرنا
شاق ہوا اُسیوقت ملک عجائب شاہ کا راستہ لیا بعد طے مراحل اور قطع منازل قریب ملک عجائب شاہ کے
پہونچے تو سنا کہ عجائب شاہ گنبد عجائب جمشیدی مین جاگزین ہی اور کل سردار اُسکے اُسکے پاس موجود ہین یہ سنکر
امیر نے ایک نامہ لکھکر بدست ملک اژدر روانہ کیا اور خود شکار کے لیے جانب صحرا روانہ ہوئے چلتے چلتے جاتے ایک

دامن کوہ کے برابر پہونچا لشکر مین مشغول ہوے کہ ایک آہو سامنے سے پیدا ہوا اور امیر کی جانب آنے لگا یا تو امیر نے
تیر چلہ کمان مین جوڑا تھا یا اب جو اسکو آتے دیکھا تو ٹھہر گئے وہ آہو امیر کے قریب آکر سیدھا کھڑا ہو گیا اور سر پا کرونے لگا
امیر اُس آہو کے قریب گئے اور اُسکے سر پر ہاتھ پھیرا یہ شفقت امیر کی دیکھکر اُس آہو نے اپنے اگلے پیرون سے زمین پر
تحریر کیا کہ ای امیر با توقیر مین عمرو ہون جلد اسم رفع سحر پڑھ کے مجھپر دم کرو کہ مین جامۂ انسانیت مین آؤن یہ دیکھکر
اسم رفع سحر امیر نے پڑھکر دم کیا اور ایک خاک کی چٹکی اُٹھا کر عمرو پر ڈالی اسیوقت عمرو بصورت اصلی ہو گئے اور
کل حال قید قاسم اور بدیع الزمان اور اپنی عیاری کا بیان کیا اور عرض کیا کہ ہم تو اب یہان ہرگز نہ رہینگے جاتے ہین
آپ کو اپنے فعل کا اختیار ہو الغرض عمرو کو امیر روکا کیے مگر عمرو نے نہ مانا اور چلا گیا اور امیر سے کہتا گیا کہ از براے
خدا میرا حال کسی سے نہ بیان کیجیے گا عمرو تو اپنی طرف روانہ ہوا اور امیر اپنے لشکر مین داخل ہوئے لیکن جب
مالک اژدر قریب گنبد جمشیدی کے پہونچے تو دیکھا کہ بعینہ ایک جوان ویسی ہی شکل و صورت اور ایسی ہی قد و قامت
اور ایسی ہی گھوڑے پر سوار کھڑا ہی مالک اُسے دیکھکر بہت متعجب ہوئے کہ یہ شخص بعینہ میرے ہی ہمشکل کون ہے اور کہان
سے آیا ہے غرض جب مالک اُسکے قریب پہونچے تو اُس شخص نے مالک سے نامہ امیر کا طلب کیا مالک نے
انکار کیا اُسنے کہا کہ ای مالک سنو مین تمھارا ہمشکل اور خداوند کا ابھار ہون ہر وقت اُسے سجدہ کیا کرتا ہون اور تو بھی
خدا پرست سجدہ کر نہین تجھے تامل ضروری ہوگا اور یہ تامل باعث خشونت خداوند ہوگا اور تو مستحق عقوبت
ہوگا مالک نے کہا کہ جا بے مجھ مین نامہ نہین دونگا انکا جھگڑا زیادہ بڑھی اور نوبت بجنگ پہونچی اور نیزہ بازی
ہونے لگی جب نیزے دونون کے بیکار ہوگئے تو نقلی مالک نے اصلی مالک کے گریبان مین ہاتھ ڈالدیا اور کھینچا
ہوا اسلئے عجائب شاہ کے سامنے آیا عجائب شاہ نے بروت جادو کے حوالے کر کے کہا کہ اسے لیجا کر قید کرو
جب یہ خبر امیر کو پہونچی تو فی الجملہ امیر کو سکوت ہوا اور یہان عجائب شاہ نے طبل جنگ بجوایا جب امیر کو یہ خبر ہوئی تو اُنھون
نے بھی نقارۂ جنگی بجوا دیا شب بھر تیاری جنگ مین بسر ہوئی صبح کو دونون لشکر میدان کارزار مین صف آرا ہوئے
ادھر سے عجائب شاہ مع اپنے سردارون کے میدان مین آیا اور اُس طرف سے امیر کشور گیر ... ہوئے لڑائی شروع ہوئی
طماس زور آور سردار عجائب شاہ کے ہاتھ سے بہت سے پہلوان لشکر امیر کے زخمی ہوئے جب آٹھ پہلوان
زخمی ہو چکے تو دیکھا کہ یکایک لشکر امیر سے کرب غازی کا نعرہ بلند ہوا الغرض کرب غازی آتے ہی طماس سے
گاوزن ہوا بعد گاوزنی کے دونون نے نیزے اُٹھائے لگی نیزہ بازی ہونے ستر ہوین طعن مین کرب
نے نیزہ طماس کا چھین لیا طماس نے تلوار ماری کرب نے ضرب اُسکی رد کر کے جو ایک ہاتھ مارا تو برابر سے
دو پرکالے ہو گئے غرض اسیطرح بارہ سردار لشکر عجائب شاہ کے کرب کے ہاتھ سے مارے گئے کہ اسی اثنا مین شام
ہو گئی عجائب شاہ طبل بازگشت بجوا کے اپنے لشکر کو واپس ہوا اور دو چار جام شراب پی کر طبل جنگ بجا کر عجائب خانہ
سامری مین آکر داخل ہوا اور کل سردار ان امیر کے ہمشکل و بصورت شجاع ساحر شاگرد سامری صف جنگ مین برآمد ہوا
اور بڑے دھوم دھام سے آکر نعرہ زن ہوا کہ ای حمزہ اور لشکریان حمزہ دیکھو تو سہی ہمارے ساتھ بھی تم ہی جیسے
سردار ہین یا نہین اب جو امیر دیکھتے ہین تو جو سردار انکے یہان ہین ویسے ہی سردار اُسکے یہان بھی موجود
ہین تعجب ہے کہ جو سردار لشکر امیر سے نکلا اُسی قطع کا ایک سردار لشکر عجائب شاہ سے بھی نکلا اور سردار
امیر حمزہ کو باندھ لیا غرض کہ شام تک کل سردار امیر لشکر عجائب شاہ مین مقید ہو گئے جب خواجہ زادون
نے یہ معرکہ دیکھا تو امیر سے عرض کیا کہ خداوندا آپ ایک ہفتے کی مہلت عجائب شاہ سے طلب کیجیے پیشتر

امیر نے عجائب شاہ سے ایک ہفتے کی مہلت طلب کی عجائب شاہ نے مہلت دیدی اور طبل شادیانی
بجواتا ہوا اپنے مقام پر واپس ہوا اب ان سب کو تو اسی حال مین چھوڑیے اور

دو کلمے داستان عمرو کے ملاحظہ فرمایئے

کہ یہ جو امیر کے پاس سے چلے تو چلتے چلتے ایک صحرائے لق و دق بے آب و گیاہ مین پہونچکر ایک درخت
کے نیچے بیٹھکر اپنے ہاتھ کی لکیرین دیکھنے لگے دیکھتے دیکھتے کچھ خیال جو آیا تو ملکہ ماہ سیتن کو زنبیل سے نکالکر ہوشیار کیا
وہ بیچاری ہوشیار ہوکر حیران ہوئی اور پوچھا کہ آپ کون ہین عمرو نے سارا حال گذشتہ اسکے سامنے بیان کیا یہ سنکر اُس
نازنین نے کہا کہ آیا آپ کا نام عمرو عیار تو نہین ہے عمرو نے کہا کہ ہان مین ہی عمرو ہون یہ سنکر ماہ سیتن نے کہا کہ ای خواجہ
میری نانی سلطانہ جادو جو ہے اُسنے میرے بازو پر ایک پرچہ باندھ دیا تھا اور کہا تھا کہ ای ماہ سیتن اب زمانہ میری قید
کا قریب ہے بعد میرے قید ہو جانے کے اگر تجھسے اور عمرو سے ملاقات ہو تو یہ پرچہ عمرو کو دیدینا عمرو نے کہا کہ اچھا
وہ پرچہ لاؤ تو سہی ملکہ ماہ سیتن نے وہ پرچہ اپنے بازو سے کھولکر عمرو کے حوالے کیا عمرو جو کھولکر پڑھتے ہین تو اسمین لکھا
تھا کہ ای خواجہ جب تم میدان لالہ زار کے قریب پہونچنا تو وہان کے تماشے مین ضرور جانا وہین تم عجائب شاہ کو پاؤ
اور گرفتار کروگے اور یاد رہے کہ بادشاہ وہان کا لالہ زار شاہ ہے کہ شوق دعوی خداوندی کرتا ہے اور اسی سرزمین پر ایک
دریا ہے جب تم اُس دریا کے قریب پہونچنا تو کنارے پر اُسکے ایک درخت اشرنگ پاؤگے اور اُسکی ایک شاخ پر ایک
خوشرنگ طوطی کو دیکھوگے اگر یہ پرچہ اُسے دکھادوگے تو وہ سارا حال تمہارا بیان کردیگی کیونکہ ہمنے اسلئے پہلے سے
اُسے مقرر کردیا ہے اس پرچے کو دیکھکر عمرو نے ماہ سیتن کو تو زنبیل مین ڈال لیا اور خود بیابان لالہ زار کا راستہ لیا جب
بعد طے مراحل اور قطع منازل قریب اُس دریا کے پہونچے جہان کا پتا اُس پرچے مین لکھا تھا تو دیکھا کہ واقعی وہی درخت
اور وہی طوطی اسپر بیٹھا ہے عمرو نے وہ پرچہ اُس طوطی کو دکھادیا طوطی اُس پرچے کے دیکھتے ہی زمین پر گری اور بصورت انسانی
پیدا ہوکے عمرو سے ملاقات کی اور کہا کہ ای خواجہ آپ بیابان لالہ زار کے قریب آپہونچے ہین اور ملکہ سلطانہ جادو
حجاب جادو کی قید مین ہین اور حجاب جادو جوگی بنا ہوا دمہ کوہ کے اندر بیٹھا ہے اور ایک قفس مین سلطانہ جادو
مقید ہین اگر آپ اُسے مارین تو سلطانہ جادو رہا ہو جائین یہ سنکر عمرو ایک جوگی کی قطع بنکر اُس جوگی کے پاس
گئے اور صاحب سلامت کی اُس جوگی نے کہا کہ ارے بھائی یہان سے چلا جا یہ مقام ٹھہرنے کا نہین ہے
اس مصنوعی جوگی نے کہا کہ ہان آگ چاہیے ہے اگر اجازت ہو تو ذرا سی آگ لیکر چلم بھر کے ایک دم لگاؤن پھر
چلا جاؤنگا مین خود نہ ٹھہرونگا اُس جوگی نے کہا کہ اچھا آگ لیکر جلد یہان سے چلا جا اس مصنوعی جوگی نے جھک کر
اُس ٹھیک مین سے آگ نکالی اور تھوڑی سی بیہوشی آنکھ بچاکر اُس ٹھیک مین ڈالدی یہ تو آگ لیکر ایک کونے
مین جا بیٹھے رہا اور وہان [illegible] ہوا چلی اور دھونی ہوئی اور وہ دھوان اُس جوگی کے دماغ مین پہونچا
فوراً اُسکے ایک چھینک آئی اور وہ جوگی بیہوش ہوکر گرا اُسکے گرتے ہی عمرو جلدی سے لپک کے اور آتے
ہی ایک ہی [illegible] سے جوگی کا کام اُسکا تمام کیا اُسکے گرتے ہی ایک دھوان سا بلند ہوا اور آواز آئی کہ افسوس مارا
[illegible] نام مین حجاب جادو ہو جب دھوان بر طرف ہوا تو وہ قفس خود بخود زمین پر گر پڑا اور سلطانہ جادو
رہا ہوکر اپنی ہیئت اصلی پر آئی اور عمرو کی بہت کچھ مدح و ثنا کی اور کہا کہ ای خواجہ اب آپ کو مناسب ہے کہ آپ
گنبد جمشیدی کی راہ لین مین بھی آتی ہون یہ سنکر عمرو ایک مرد دہقانی مجذوب کی قطع بنکر طرف گنبد جمشیدی کے
روانہ ہوئے جب بعد طے مراحل اور قطع منازل گنبد جمشیدی کے دروازے پر پہونچے تو دربانون نے مانع

کی اور کہا کہ یہان سے چلا جا سوا میلے کے دن کے اور روز یہان کوئی جانے نہین پاتا عمرو نے کہا کہ ارے یار و
مجھے جانے دو مین ایک بیچارہ غریب آدمی ہون اس شدت مرض سے رنجور و مجبور ہون مجھے خواب مین بشارت ہوئی ہو کہ
تجھے خداوند جمشید نے طلب کیا ہو وہین تجکو شفا ہوگی تو بھائی بڑی مصیبت و تکلیف اٹھا کے مین یہان تک آیا ہون
صدقہ خداوند جمشید کا مجھے جانے دو القصہ جب عمرو نے بہت کچھ آہ و زاری کی تو دربانون نے جانے کی اجازت
دی عمرو جب گنبد کے اندر آیا تو پہلے کئی مرتبہ ایک بڑے بُت کے گرد طواف کیا اور بعد طواف ایک گوشے
مین جا بیٹھا اور تھوڑی دیر کے بعد ایک اٹھارہ برس کے سن کا جوان بنکر ٹہلنے لگا اب جو دربانون نے اندر
آکے دیکھا تو یہ ماجرا ملاحظہ کیا متعجب ہوکر پوچھا کہ ارے تو کون ہو اسنے کہا کہ مین وہی مریض ہون خداوند جمشید
کے الطاف سے ایسا صحیح و سالم ہوگیا بس یہ سنکر پھر تو سب کے سب اسکے گرد آکر جمع ہوگئے اور اسکے کپڑے
تبرک سمجھ کے نوچ لیگئے اور تمام ساکنان بتکدہ اور پرستاران جمشید نے اسکو تبخانے کا مالک کیا ان حضرت نے
جہان تک ممکن ہوا خوب سامان و اسباب اور زر و جواہر تبخانے کا نذر زنبیل کیا اب انکو تو اس خرد بُرد مین چھوڑیے اور

دو کلمے داستان عجائب شاہ کے ملاحظہ فرمایئے

کہ امیر باتوقیر کو جب عجائب شاہ نے ایک ہفتے کی مہلت دیدی تو امیر باتوقیر تو اپنے ساز و سامان مین مصروف
ہوئے اور عجائب شاہ پھر اکر گنبد جمشیدی کی جانب روانہ ہوا جب داخل گنبد ہوا تو میان عمرو کو دیکھکر حال انکا دریافت
کیا لوگون نے تمام حال انکا بیان کیا عجائب شاہ متحیر ہوکر عمرو کے پاس گیا اور پوچھا کہ تجھے کس بُت سے
شفا پائی عمرو نے اشارے سے بتایا کہ دیکھو اس بڑے بت سے جو سب کے بیچ مین رکھا ہو کہیے تو مین آپ کے
واسطے بھی اجازت لاؤن یہ کہکر عمرو تبخانے مین داخل ہوا اور گلیم عیاری اوڑھکر ایک گوشے مین چھپ کے آواز
بدل کے پکارا کہ ای عجائب شاہ تو متعجب نہو ہمارے ایسے بہت سے کھیل ہوا کرتے ہین تو بھی چلا آ کہ تجھے بھی
برکت و شفا کا ہاتھ پھیر دین بس عجائب شاہ یہ آواز سنکر اخداوندیا خداوند کہتا ہوا داخل تبخانہ ہوا ایسان تو
عمرو نے جاتے ہی حلقہائے کمند بچھا رکھے تھے عجائب شاہ جیسے ہی داخل ہوا ویسے ہی اپنے حلقہائے کمند مین
پھانس کے بیہوشی سنگھا کر داخل زنبیل کیا اور خود عجائب شاہ کی شکل پر مشکل ہوکے تبخانے سے باہر
آیا اور آواز دی کہ ایہاالناس آگاہ ہو کہ وہ شخص عمرو عیار تھا مین نے اسکو قتل کیا تم سب بھی اسکے قتل
سے خوش ہو اور نقارے خوشی کے بجاؤ کہ اسکے بیر چکارہے ہین آواز اُسکی سب کے کانون تک نہ پہونچے
تو بہتر ہو وہ سب تو نقارہ بجانے مین مصروف ہوئے اور انھون نے عجائب شاہ کے قتل کا ارادہ کیا معاً اسکے
ارادے کے زمین شق ہوئی اور ایک شیر آہنی پیدا ہوا اور ہاتھ اسکا پکڑ لیا اور کہا ہوا کہ او دزد باریک گردن
عجائب شاہ ایسا غافل نہین ہو عمرو نے لاکھ لاکھ کوشش کی کہ ہاتھ پنجہ شیر سے چھوٹے مگر ممکن نہوا درگاہ
خالق بے نیاز مین دست دعا بلند کیے اور عرض کیا کہ خداوندا اس بلا کو جلد دفع کر اس دعا کے ساتھ ایک
برق آسمان سے گری اور اُس شیر کے دو پرکالے کر دیے جب چمک اُس برق کی رفع ہوئی تو عمرو نے دیکھا کہ
سلطانہ جادو آموجود ہوئی اور عمرو سے کہا کہ او مردک بڑا غضب کیا تمنے کوئی ایسی بھی غفلت کرتا ہو بس عمرو کو
یاد آگیا فوراً اُسکو زنبیل مین مدفون کر دیا اور خود عجائب شاہ بنا اور سلطانہ جادو کو اپنی شکل پر مشکل
کیا اور اب یہ عجائب شاہ نقلی اور عمرو نقلی یعنے سلطانہ جادو مال و اسباب تبخانے کا لیکر وہان
سے چلتے ہوئے اب جو مستفسر حال ہوتا ہو یہ کہدیتے ہین کہ مین اس نظر کردہ جمشید کو لیکر ملکہ ان حضرت داوند کی

ہدایت کو جاتا ہون تا اینکہ بعد قطع منازل اور طے مراحل داخل بارگاہ عجائب شاہ اصلی ہوئے اب یہ تو عجائب شاہ
بنے ہی ہوئے تھے یہان آتے ہی برجوت جادو کو طلب کیا اور حکم دیا کہ کل سرداران امیر کو رہا کردو اور کل قیدیون کو
بھی چھوڑ دو برجوت جادو نے اسیوقت کل سرداران امیر کو مع کل قیدیون کے رہا کردیا ان عجائب شاہ نقلی نے
اُن سب سے کہا کہ جا کر امیر کو خبر کردو ہم تمھاری ملاقات کو آتے ہین کل سرداران امیر یہان سے خوشی خوشی خدمت
امیر مین روانہ ہوئے اور جا کر امیر با توقیر سے بیان کیا کہ اے امیر عجائب شاہ آپ کی ملاقات کو آتا ہے امیر یہ سنکر
بہت حیران ہوئے اور سوچنے لگے کہ بھلا عجائب شاہ یہان کیون آتا ہے اور یہان آکر کیا کریگا القصہ
سرداران امیر تو خدمت امیر مین روانہ ہوئے اور یہان برجوت جادو نے بزور سحر بڑا تزک و احتشام سواری
عجائب شاہ کا مہیا کیا اور یہ سوار ہو کر بارگاہ امیر کی جانب روانہ ہوئے یہان امیر ابھی اسی فکر ہی مین تھے
کہ دفعۃً سامنے سے ایک تخت نمایان ہوا اور اُس تخت پر عجائب شاہ تاج شاہی برسر اور چارقبہ شہنشاہی در
بر کئے کر و فر سے با این ہیئت نمایان ہوا کہ ایک پہلو مین برجوت جادو اور ایک پہلو مین وہی نظر کردہ جمشید
سر پر ابر سایہ فگن برق اُس ابر مین سے چمکتی ہوئی بارش لعل و گوہر ہوتی ہوئی القصہ جب امیر نے یہ خبر سنی کہ
عجائب شاہ برابر بارگاہ کے آپہونچا تو امیر بارگاہ سلیمانی سے باہر نکلے اور عجائب شاہ سے فرمایا کہ او
گبر نابکار تو مجھے ان برقون اور اس ساز اور سامان سے ڈرانے آیا ہے تو اپنے دل مین سمجھا کیا ہے عجائب شاہ
نے کہا کہ امیر تم بڑے ہی نا منصف شخص ہو مین نے تو تم پر اتنا بڑا احسان کیا کہ تمھارے کل سردارون کو
پکڑ کے چھوڑ دیا اور اب بھی تمکو ہماری جانب اعتقاد نہین ہوتا ہے تو سہی جو تمکو اس عذاب سے نہ
ماردون کہ ماہیان دریا اور مرغان ہوا تمھارے حال پر گریہ کنان ہون امیر یہ سنکر نہایت برہم ہوئے اور
فرمایا کہ بس خیریت اسی مین ہے کہ جادو جو یہان سے یہ سنکر عجائب شاہ نے کہا کہ تخت ہمارا زمین پر رکھ دو پس
جیسے ہی تخت زمین پر آیا ویسے ہی عجائب شاہ نے برجوت جادو سے کہا کہ ابھی حمزہ کو نگل لے بس یہ
کہنا تھا کہ برجوت جادو زمین مین لوٹ مار کر ایک اژدر کی قطع پر متشکل ہو کے امیر پر جھپٹا امیر نے ایک
مشت خاک اسم اعظم پڑھکر اُس اژدر پر ماری اُس خاک کے پڑتے ہی اُس اژدر نے ہیئت اصلی پیدا کی امیر نے
ایک ہاتھ مار کے اُسکے دو ٹکڑے کر دیے اور برکت سے اسم اعظم کی رعد گرجا اور بجلی کڑکی اور تمام جہان
تیرہ و تاریک ہو گیا بعد رفع ہونے اس تاریکی کے آواز آئی کہ مارا جوان کشتی اے جوان نام من برجوت جادو
بوداب جو امیر نے غور سے دیکھا [illegible] شاہ کو اُسیطرح تخت پر متمکن پایا چاہتے تھے کہ اُس پر
حملہ آور ہون کہ عجائب شاہ نے آواز دی کہ اے حمزہ جو تمھارے مذہب مین آئے وہ کیا کرے یہ سنکر
امیر نے ہاتھ روک لیا اور [illegible] ہو کر کلمہ طیبہ تعلیم کیا عجائب شاہ نے کلمہ پڑھکر اپنے ہمراہیون کو آواز دی کہ جنہے
نے اطاعت حمزہ کی قبول کی جسکو ہمارا ساتھ دینا ہو وہ آئے اور سحر سے توبہ کرکے دائرۂ اسلام مین داخل ہو یہ سنکر
سب کے سب [illegible] حاضر ہوئے اور سحر سے توبہ کرکے ہمراہ عجائب شاہ کے بارگاہ صاحبقرانی مین آئے اور
کلمہ پڑھکر دائرۂ اسلام مین داخل ہوئے اور یہ برکت [illegible] صاحبقران ساری سحر و ساحری کو فراموش
کر گئے اور کل ساحر سحر لوح دل سے سہو و محو ہو گئے جب مطمئن ہو کر بیٹھ لیے تو عجائب شاہ نے امیر
سے کہا کہ اے امیر میرے پانچ کرور روپے اس جنگ مین صرف ہوئے ہین وہ دیدو تو خیر ورنہ مین پھر اپنے
مذہب اصلی پر آجاؤنگا یہ سنکر امیر باتوقیر ہنسے اور کچھ سوچ کر کہنے لگے کہ دل مین واہ کیا عیاری کی ہے کیا کہنا یہ کہکر

کہ بس لے بس عجائب شاہ کو تو نکال لے اسیوقت عمرو نے اپنی زنبیل سے عجائب شاہ کو نکالکر باندھ دیا امیر
نے عمرو سے کہا کہ اسے ہوشیار تو کرو جب وہ ہوشیار ہوا تو امیر نے پوچھا کہ اسلام قبول کریگا یا نہیں چونکہ زبان
میں چھپا ہوا تھا خبیث نہ بولا مگر گردن ہلا کر گویا انکار کیا کہ اسلام نہ قبول کرونگا بس امیر نے اسی وقت
عجائب شاہ کو تیر باران کروا دیا کہ کام اس کا تمام ہو گیا اور اس کے مرتے ہی ایک دھواں سا بلند ہوا جب
دھواں رفع ہوا تو آواز آئی کہ مارا جان کھتی ایران نام من عجائب شاہ بود اب جو دیکھتے ہیں نہ وہ ساز ہے نہ
سامان نہ شاہ ہے نہ شاہی ہیہات خدا کی ذات نظر آتی ہے غرض امیر نے شکر خدا ادا کیا اور سلطنہ جادو کو
وہاں کا بادشاہ مقرر کیا بعد اس کے عزیز الملک کو بلا کر کلمہ تعلیم کرکے مسلمان کیا اور ملکہ ماہ تاجدار کو قاسم
کے ساتھ منسوب کیا اور سیف الملک وغیرہ کو شہر شمالیہ میں بھیجکر خود مع شاہزادہ بدیع الزمان شہر عجم کا
راستہ لیا بعد چندے کے امیر با توقیر صحرائے عجم میں پہونچکر بارگاہ برپا کرواتے ہیں اور چندے وہاں قیام
کرتے ہیں اب ان کو صحرائے عجم میں چھوڑیئے اور

دوگھڑی داستان خوبان مردار خوار کے ملاحظہ فرمائیے

کہ جب اس کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ امیر صحرائے عجم میں مقیم ہیں تو وہ اس خبر کو سنکر بقصد مقابلہ امیر اپنے عیار
شبرنگ مردار خوار اور اس کے شاگردوں کو لیکر صحرائے عجم کو روانہ ہوا جب قریب صحرائے عجم کے پہونچا تو عیار
شبرنگ مردار خوار صورت اپنی تبدیل کرکے جاسوسی لشکر امیر کے لئے چلا جب داخل لشکر امیر ہوا تو تزک
و احتشام لشکر دیکھکر دنگ ہو گیا جب شب ہوئی تو جھاڑ ساز کی قطع بنکر داخل خیمہ صاحبقرانی ہوا اور روشنی
کرنے لگا جو ہیں روشنی پہونچی اور دھواں اس کا سبھوں کے دماغ میں پہونچا تو ایک ہی دفعہ سب کے
سب بیہوش ہو گئے کسی میں ہوش نہ رہا بس شبرنگ مردار خوار نے کرب غازی کو باندھکر پشتارہ باندھ لیا
اور بارگاہ سے نکلکر خوبان مردار خوار کے پاس روانہ ہوا اور یہاں اس عرصے میں حسن اتفاق سے خواجہ
عمرو بھی آ نکلے پہونچ کر دیکھتے ہیں تو روشنی تو ہو رہی ہے مگر سب کے سب بیہوش و مدہوش پڑے ہیں اب ان پر بھی
بیہوشی اثر کرنے لگی بس جلدی سے عمرو نے انگشت سے اس روشنی کو گل کر دیا اور سبھوں کو ہوشیار کیا اس وقت
اندلس بن عمرو نے کہا کہ میرے نزدیک وہ جھاڑ ساز جو آج روشنی کرنے آیا تھا وہ جھاڑ ساز نہ تھا کوئی عیار
تھا اب جو عمرو نے غور سے دیکھا تو پتا شبرنگ کا چلا اور اسے ڈھونڈتے ہوئے روانہ ہوئے یہاں
شبرنگ نے خوبان کے پاس پہونچ کر عرض کیا کہ لیجئے حضور آج کیا ہی تحفہ عجب میں آپ کے واسطے
لایا ہوں اگر آپ یہاں قیام کیجئے گا تو ایسا ہی آدم زاد روز لا دیا کرونگا یہ سنکر خوبان بہت خوش ہوا
اور کہا کہ آج رات کو اسے اپنے ہی پاس رہنے دو صبح کو لانا اب

دوگھڑی داستان عمرو کے ملاحظہ کیجئے

کہ جو تلاش شبرنگ میں چلے تو ڈھونڈتے ڈھونڈتے قریب ایک لشکر کے پہونچے پوچھا کہ یہ لشکر کس کا ہے لوگوں
نے جواب دیا کہ یہ لشکر خوبان مردار خوار کا ہے جو امیر سے مقابلہ کرنے کو آیا ہے یہ سنکر عمرو خاموش ہو رہا اور صبح کو
ایک نکاہار کی صورت بنکر داخل دربار خوبان ہوا تھا کہ کچھ گھنٹہ نہ پایا تھا کہ شبرنگ کرب کو لیکر حاضر ہوا
خوبان اسوقت شراب خواری میں مصروف تھا اور اس نکاہار سے پوچھا کہ تو کون ہے اس نے کہا کہ میں نکاہار
ہوں کباب خوب بناتا ہوں یہ سنکر خوبان نے شبرنگ سے کہا کہ اے شبرنگ اس آدم زاد کو اس نکاہار کو

آدمزاد کو اس رکابدار کے حوالے کر کہ یہ اسکے کباب لگادے شبرنگ نے کرب کو اس رکابدار کے حوالے کیا اور سیخین اور کوئلے وغیرہ بھی سب موجود کر دیے رکابدار نے پوچھا کہ اسے ہوشیار کرکے حلال کرون یا یونہین کاٹ کے کباب لگادون خوبان نے کہا کہ ارے جگانے سے اسکا خون خشک ہوجائیگا اور خون خشک ہوجانے سے گوشت کم ہوجائیگا یونہین کاٹ کے کباب لگادے یہ سنکر رکابدار نے کوئلے سلگائے اور تھوڑی بیہوشی اس آگ پر ڈالدی دھوان جو بلند ہوا اور سبکے دماغ مین پہونچا تو یکایک سب بیہوش ہوگئے میان رکابدار نے عیار اور سردار دونون کو اٹھاکر داخل زنبیل کیا اور کرب کو ہوشیار کرکے کل کیفیت بیان کی کرب نے ہوشیار ہوکر اس فوج کو درہم وبرہم کیا اور عمرو و کرب ان دونون کو لیکر داخل لشکر امیر ہوئے اور سامنے امیر کے ان قیدیون کو ڈالدیا امیر نے ہوشیار کرنے کا حکم دیا عمرو نے ہوشیار کیا امیر نے انسے پوچھا کہ مذہب اسلام قبول کرنے مین کیا کلام ہے انھون نے انکار کیا اور قید توڑ کر امیر پر حملہ آور ہوئے امیر نے اٹھکر ایک ایک طمانچہ رسید کیا دونون زمین پر گر پڑے فوراً دونون کی گردنین مارنے کا حکم دیا جب وہ دونون قتل ہوچکے تو امیر نے عمرو کو ایک خلعت عنایت کیا اور حکم جشن صادر فرمایا اسیوقت تمام اسباب جشن مہیا ہوا سبکے سب اپنے اپنے دنگلون پر آکے بیٹھے ناچ رنگ شروع ہوا اسوقت بادشاہ اسلام نے فرمایا کہ اے امیر مین نے فضل بن گیا ہور خان آشام سے وعدہ کیا تھا کہ مین ایک جلسہ کرکے تجھکو دلاور حمزہ کے برابر جگہ دونگا تو اسکے قبل وہ جلسہ بسبب غائب ہوجانے بدیع الزمان اور قاسم کے ملتوی رہا تھا میرے نزدیک آج سے بہتر کوئی موقع نہین ہوا امیر نے فرمایا جو آپ کی مرضی مجھے کیا عذر ہے یہ سنکر بادشاہ نے چارطرف ملاحظہ کیا دنگل عمرو بن رستم کا خالی پایا فضل بن گیا ہور خان آشام کو اس دنگل پر بٹھلا دیا قاسم کو یہ امر بہت ناگوار ہوا کیونکہ عمرو بن رستم قاسم کا چھوٹا بھائی تھا غرض اسوقت تو قاسم چپ ہورہے شام کو بعد برخاستگی دربار اپنے مقام پر آئے اور سیارہ بن عمرو کے ہاتھ بدیع الزمان سے کہلا بھیجا کہ اگر دعوی شجاعت ہو تو مین دربند جالندریہ پر جاتا ہون وہان آکر مجھ [illegible] بلکہ تمہارا ہوا خواہ میرے بھائی کے دنگل پر بیٹھے یہکہکر سیارہ کو ادھر بھیجا اور خود دربند جالندریہ کی راہ لی فقط

خاتمۃ الطبع از جانب کارپردازان مطبع

کہان ہین وہ شائقین والا تمکین جنکے گوش حق نیوش ہمیشہ ہوش ربا داستان طلسم و دلچسپ قصون کے شنوا رہتے ہین اور کدھر ہین وہ ناظرین جنکی آنکھین [illegible] ہمہ وقت [illegible] کی سیر مین مصروف رہتی ہین بسم اللہ [illegible] فردہ تازہ کے سننے کو تشریف لائین کہ بتدبیر اور عرصہ بعید سے جس معشوق شہرۂ آفاق کا [illegible] اشتیاق تھا اور جسکا ہجر دل کو نہایت شاق تھا فی الحال اس شاہد مراد نے دوبارہ حجاب سے اپنا چہرہ بے نقاب نکالا یعنے داستان امیر حمزہ صاحبقران کا دفتر دوم موسوم بہ کوچک باختر جسکو گل گلزار فصاحت بلبل شاخسار بلاغت شیخ تصدق حسین صاحب داستان گو نے منجانب مطبع اودھ اخبار نہایت سلیس [illegible] زبان مین ترجمہ کیا ہے اور جلد اول طبع ہوکر اطراف ممالک مین جلوہ گر ہوچکی [illegible] یہ کتاب بار دوم حسب خواہش [illegible] طبع [illegible] سے آراستہ و پیراستہ ہوکر منصۂ ظہور مین آیا یعنے بماہ اکتوبر سنہ ۱۹۰۱ع مطبع منشی نولکشور لکھنؤ مین بعالی ہمتی جناب منشی پراگ نراین صاحب مالک مطبع بحسن سعی کارپردازان مطبع حلیۂ طبع سے آراستہ ہوا